غاسِق

ہر اُجلی روشن صبح کی تازگی کو محسوس کرنے کے لیے ایک

تاریک اور اندھیری رات سے گزرنا ہی پڑتا ہے

میں تیرے قربان سیزن (2)

ماہرہ زینب خان

غاسِق

ماہرہ زینب خان

"ہر اجلی روشن صبح کی تازگی کو محسوس کرنے کے لئے ایک تاریک اور اندھیری رات سے گزرنا ہی پڑتا ہے"

جون2018

اسلام آباد سے بیس پچیس کلو میٹر کے فاصلے پر موجود اس جنت نظیر وادی کے شان و شوکت سے کھڑے فلک شگاف پہاڑوں کی چوٹیاں سفید برف سے ڈھکی ہوئی تھیں۔

دور تک پھیلی ہریالی اور آبشاروں کو دیکھ کر وہ وادی جنت کا ایک حسین ٹکڑا ہی معلوم ہوتی تھی۔

جہاں گزرتا ہوا پانی میٹھے گیت کی طرح شور کرتا ہوا سا تھا۔

ہواوں کی سرمستی میں جھومتے رنگ برنگے ہر طرح کے پھولوں کی چھب ہی نرالی تھی۔

اس خوبصورت اور پہاڑی علاقے میں ایک قدیم طرز کی بڑی سی حویلی اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ کھڑی الگ ہی سحر سا اس ماحول میں پھونک رہی تھی۔ جانے کتنے ہی راز اپنے اندر دفن کئے کتنی ہی کہانیوں کی رازدار تھی۔ شہر کی رونقوں سے دور سکون میں گھرے اس گاوں کو یہاں کے رہنے

جس کا آہنی بڑا سا دروازہ چوپٹ کھلا تھا۔ ہر سو خوشی کا سماں تھا۔ اولین چاند کے دن تھے۔ ہر طرف اندھیرا اور خاموشی کا راج تھا۔ لیکن برقی قمقموں اور روشنیوں سے جگ مگ کرتی سعدین حویلی دور سے ہی جگمگاتی ساری توجہ اپنی جانب مبذول کر رہی تھی۔ وہاں تو مانو ایک جشن کا سماں تھا۔ خوشی کے شادیانے بجائے جا رہے تھے۔ وہاں موجود ہر شخص کے چہرے پر خوشی اور مسرت کے رنگ تھے۔ کئی مرلے پر پھیلی حویلی کے اطراف میں عام دنوں میں جو جگہ خالی پڑی رہتی تھی

وہاں گاڑیوں کی ایک بڑی قطار موجود تھی۔ کافی بڑی تعداد میں وہاں مہمان مدعو تھے۔ باہر کی طرح اندر کا ماحول بھی کافی شوخ سا تھا۔ بڑے سے لاؤنج کو گیندے کے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ لکڑی کا بڑا سا جھولا بھی پھولوں سے لدا تھا۔

ملازمین مستعدی سے کام نمٹاتے پھر رہے تھے وہیں ساری لڑکیاں لاؤنج میں ہی ڈھولک سنبھالے شادی کے گیت گانے میں مصروف تھیں۔ کسی کام سے اندر آتے سالار غازی نے جب وہ ماحول دیکھا تو ایک مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا تھا۔ اس نے صرف ایک نظر ہی لکڑی کے منقش جھولے پر موجود اس وجود کو دیکھا تھا جس نے مایوں کا زرد لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ وہ

Mahira Zaynab Khan Novel

باوجود کوشش کے اس کالمبے سے گھونگھٹ میں چھپا چہرہ دیکھنے میں ناکام رہا تھا۔ "سالار بیٹا، اب تم بھی جلدی سے آجاو رسم کے لئے۔۔ پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے" حمنہ چاچی نے اسے دوبارہ باہر کی جانب جاتے دیکھا تو اسے روک کر کہا۔

"بس دو منٹ چاچی۔۔ ابھی آرہا ہوں" وہ ان سے کہہ کر باہر فاز کے پاس آیا تھا تاکے اسے ٹیریس کی لائیٹس سہی کروانے کے لیے بھیج سکے۔ لیکن تمام مرد حضرات کو اس نے دروازے کی جانب کھڑے دیکھا تو تعجب میں گھرے اس نے وہیں قدم بڑھا دیے۔ بڑا سا آہنی دروازہ چوپٹ کھلا تھا۔ جہاں بلکل سامنے دو پولیس کی گاڑیاں کھڑی تھیں۔

سعدین حویلی کے دروازے پر پولیس کی آمد؟ وہاں موجود ہر شخص کو حیرانی میں مبتلا کر گئی تھی۔ "کیسے آنا ہوا ایس ایچ او صاحب؟" وجاہت تایا نے لہجے کی ناگواری کو چھپانے کی قطعی کوشش نہیں کی تھی۔

"میں معذرت خواہ ہوں وجاہت صاحب کے۔۔۔ اس موقع پر آپ کے در پر آنا پڑا۔ لیکن بات ہی کچھ ایسی تھی کے ہمیں مجبورا آنا پڑا۔"

"آپ کھل کر بتائیں گے اپنے یہاں آنے کی وجہ؟"

چھوٹے تایا نے بھی سنجیدگی سے پوچھا تھا۔ مہمانوں کی توجہ بھی اسی جانب تھی۔ "اصل میں میرے پاس ایف آئی آر درج کروائی گئی تھی کے سعدین حویلی میں ریشام ضمیر غازی کی زبردستی شادی کروائی جا رہی ہے۔۔" وہ الفاظ وہاں موجود ہر شخص کو الجھانے کے ساتھ ساتھ غصہ دلا گئے تھے۔ "آپ کا دماغ تو ٹھیک ہے؟ یہ کیا فضول بات کر رہے ہیں آپ؟"

حویلی کی بیٹی کا نام ایک پولیس والے کی زبان پر سب کو ہی طیش دلا گیا تھا۔ "ہماری بیٹی کی شادی اس کی مرضی و منشا سے ہو رہی ہے۔۔۔"

"کس نے ایف آئی آر درج کروائی ہے؟ نام بتائیں گے آپ؟"

سالار کا انداز سخت ناگوار تھا۔ "جی بالکل۔۔" ایس ایچ او اس کی جانب دیکھ کر بولا۔

"یہ ایف آئی آر ریشام ضمیر غازی کے شوہر نے درج کروائی ہے۔۔ میرے پاس کورٹ کا نوٹس بھی موجود ہے۔۔ آپ کسی کی منکوحہ کا زبردستی نکاح کروائیں گے تو مجھے مجبورا آپ کو اریسٹ کرنا پڑے گا" وہ کوئی الفاظ تھے یا پگھلا ہوا سیسہ تھا؟ جو وہاں موجود ہر شخص کی سماعتوں میں انڈیلا گیا تھا۔

تین مہینے پہلے۔۔

مارچ2018

سعدین حویلی میں معمول کے جیسی صبح کا آغاز ہو چکا تھا۔ کئی مربے زمین پر پھیلی ہوئی اس حویلی کی شان ہی نرالی تھی۔اس کے درو دیوار سے صاف معلوم ہوتا تھا کے یہ کتنی قدیم ہے۔اس حویلی کے سربراہ سعادت غازی اپنے تین بیٹوں اور ایک بیٹی کے ساتھ وہاں خوشحال زندگی گزار رہے تھے۔ جہاں اب ان کی اولادیں بھی پروان چڑھ رہی تھیں۔ حویلی جتنی قدیم تھی۔اتنی ہی زیادہ خوبصورت بھی تھی۔

سعادت غازی کے بڑے بیٹے وجاہت غازی اور سفینہ کے دو ہی بچے تھے۔ سالار غازی اور عبیر غازی۔

ان سے چھوٹے وہاج اور حمنہ غازی کی دو اولادیں تھیں۔ بریزے اور فاز

اور سب سے چھوٹے بیٹے ضمیر غازی اور زاریہ غازی کی ایک ہی بیٹی تھی۔ ریشام ضمیر غازی۔۔ جو بریزے اور عاشر کی ہم عمر تھی۔ سعادت غازی کی ایک ہی بیٹی تھیں رائمہ مرزا۔

جو شوہر کی وفات کے بعد اپنے اکلوتے بیٹے عاشر کے ساتھ وہیں رہائش پذیر تھیں۔

چہرے تک بلینکٹ اوڑھے وہ گہری نیند کے زیر اثر تھی۔ کسی نے کھڑکیوں پر سے پردے کھسکا کر ساری لائٹس بھی روشن کر کے اس کے چہرے سے بلینکٹ کھینچ دی تھی۔

"یار مما۔۔" نیند خراب ہونے پر اس نے ناراضگی سے جھنجھلاتے ہوئے کروٹ بدل لی تھی۔ براون چاکلیٹی بال تکیے پر بکھرے ہوئے تھے۔

"ساری ساری رات تم موویز اور ڈرامے دیکھتی رہتی ہو پھر صبح اٹھنے میں تمہیں غصہ آتا ہے۔۔اٹھو فوراً نو بجنے والے ہیں۔ناشتے کی ٹیبل لگ رہی ہے۔"

"میں بعد میں کر لوں گی۔"

"بریزے دماغ نہ خراب کرو میرا۔۔ناشتے کی میز پر حویلی کے ہر فرد کی موجودگی لازمی ہے۔۔اور یہ بات روز روز باور کروانے کی ضرورت نہیں ہے مجھے۔۔"

"نو بجے ناشتہ کون کرتا ہے؟"وہ جھنجھلاتے ہوئے اٹھ بیٹھی تھی۔

بریزے کو اس طرح سے اٹھانے کا حمنہ غازی کا یہ روز کا معمول تھا۔حویلی کے باقی بچے وقت پر اٹھ جانے کے عادی تھے۔کیوں کے انھیں یونیورسٹیز اور آفس کے لئے نکلنا ہوتا تھا۔لیکن بریزے کی ایسی کوئی مجبوری نہیں تھی۔گریجویشن کے بعد وہ اپنی مرضی سے پڑھائی کو خیر باد کہہ چکی تھی۔حویلی میں بھی اس کی کوئی خاص مصروفیت نہیں تھی۔کام کرنے کو بھی سو ملازم ہمہ وقت حاضر رہتے تھے۔ایسے میں وہ یا تو اپنے فون پر مصروف پائی جاتی تھی یا پھر ڈرامے اور موویز دیکھتے ہوئے۔جہاں پوری حویلی میں گیارہ بجے ہی اندھیرے کے سائے پھیل جاتے تھے۔اور گہری رات اپنا ڈیرہ جما لیتی تھی۔ایسے میں بریزے غازی کے کمرے میں فجر سے ذرا دیر پہلے تک ان لارج اسکرین روشن رہتی تھی۔اسی لئے پھر نو بجے ناشتے کے لئے اٹھتے ہوئے اسے چڑچڑاہٹ اور از حد بیزاری ہوتی تھی۔زیادہ تر وہ ناشتے کے بعد دوبارہ سو جایا کرتی تھی۔اور پھر دوپہر کے دو بجے اس کی ٹھیک سے صبح ہوتی تھی۔

حمنہ غازی روزانہ کی طرح اسے صلواتیں سناتے ہوئے ساتھ ہی ساتھ اس کا بکھرا کمرہ بھی سمیٹ کر جا چکی تھیں۔جب تک اس نے فریش ہو کر سمپل سا رائل بلیو کلر کا سوٹ پہن کر، گیلے بالوں کو اچھے سے خشک کر کے دوپٹہ سر پر اوڑھتے ہوئے سینٹر میں ایک ہیئر پن لگالی تھی۔

دوپٹہ سر پر اوڑھے بغیر اسے کمرے سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔اسے دوپٹے سے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔لیکن جب وہ سر پر ٹکنے کے بجائے پھسل پھسل کر نیچے جا گرتا تھا تب اسے حویلی کی خواتین کی طرف سے سخت ناگوار اور تیز نگاہوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

جس کا حل اس نے یہی نکالا تھا کے وہ اب لازمی اسے پن اپ کر لیا کرتی تھی۔اونچی آواز میں سلام کرتے ہوئے وہ ڈائننگ روم میں داخل ہوئی جہاں وسیع ٹیبل کے گرد ساری فیملی موجود تھی۔سب کی پسند کے مطابق میز پر پر تکلف سا مختلف قسم کا ناشتہ چنا گیا تھا۔

صرف چند گھنٹوں کی نیند لینے کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں ابھی بھی خماری سی تھی۔کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے اس نے ناشتے کے نام پر صرف کیٹل میں سے چائے کپ میں نکال کر اپنے سامنے رکھا تھا۔وہ انتظار میں تھی کے کب سب یہاں سے اٹھ کر اپنے کام وغیرہ پر جائیں تو وہ بھی جھٹ اپنے کمرے میں بھاگے اور دوبارہ سے سو جائے۔کہنیاں میز پر ٹکائے وہ دونوں ہاتھوں میں کپ پکڑے، چھوٹے چھوٹے سپ لیتے ہوئے سب کو ہی باری باری دیکھ رہی تھی۔

وسیع ڈائننگ ہال میں لمبی سی میز کے گرد کافی ساری کرسیاں پڑی تھی۔جہاں ایک ایک کر کے حویلی کے مکین اپنی نشستیں سنبھالنے لگے تھے۔ملازموں کی ایک فوج ہونے کے باوجود بھی کھانا اور ناشتے کی ذمہ داری گھر کی خواتین پر ہی تھی۔حویلی کے بڑے بیٹے عبیر غازی کی شادی کی تیاریاں زور شور سی جاری تھیں جس سے ایک الگ ہی چہل پہل کا سماں بندھا ہوا تھا۔"کراچی والی فیکٹری کی کیا صورتحال ہے؟"سربراہی کرسی پر براجمان سعادت غازی نے اپنے دائیں طرف بیٹھے بڑے بیٹے وجاہت غازی سے استفسار کیا۔"سالار سے بات ہوئی تھی میری۔۔آرڈر تقریباً مکمل ہے۔کچھ دن تک لاہور ڈلیوری بھی ہو جائے گی۔"انھوں نے ناشتہ کرتے ہوئے سرسری سے انداز میں جواب دیا۔"ہم سالار کب تک آنے کا کہہ رہا ہے؟"لاڈلے پوتے کی کمی کافی محسوس ہو رہی تھی انھیں۔"ایک دو دن تک کا کہہ رہا تھا۔لاہور والے آرڈر کے بعد ملتان برانچ پر وزٹ کرنے کا ارادہ تھا اس کا۔۔لیکن میں نے فلحال منع کر دیا ہے۔۔عبیر کی شادی کی شادی کے بعد ہی جانے کا کہا ہے میں نے۔"چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے انھوں نے تفصیل سے ذکر کیا۔

ان دونوں کی آوازوں کے علاوہ وہاں کسی تیسرے فرد کی آواز نہیں گونج رہی تھی۔

"اور یوسف؟اسے واپس بھیجنے کے لئے کہا تم نے؟"

"جی کہہ دیا تھا میں نے اسے۔اس کے بغیر تو سارے ہی کام ادھورے پڑے ہیں"وہ کہتے ہوئے چیئر کھسکا کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔روزانہ ناشتے کی ٹیبل پر ان باپ بیٹے کی یہ ہلکی پھلکی سی باتیں معمول کا حصہ تھیں۔باقی سب خاموشی سے ناشتہ کرنے کے ساتھ ان کی یہ معمول کی باتیں سننے کے عادی تھے۔

Mahira Zainab Khan Novel

_____-

اتوار ہونے کی وجہ سے صبح سویرے سے فٹ بال میچ کے لیے نکلا ہوا وہ دن ڈھلنے کے بعد لوٹا تھا۔ مغرب کا وقت ہونے لگا تھا۔ سارا دن آگ برسانے کے بعد جاتے سمے شاہ آفتاب کا غصہ کچھ کم ہوا تو اس کی تپش میں بھی کمی واقع ہوئی۔ شام کے ٹھنڈے سائے اس دو منزلہ بنگلے کی دیواروں پر ڈھلنے لگے تھے۔ جو اسلام آباد کے پوش علاقے ڈی ایچ اے میں جدید طرز پر بنا ہوا تھا۔

"بھائی کو کیا ہوا ہے؟" بازو سے پیشانی پر آیا پسینہ پونچھتے ہوئے کچن میں آکر اس نے ناسمجھی سے استفسار کیا۔ اس کی اجلی صاف رنگت دھوپ کی تمازت سے سرخ پڑی ہوئی تھی۔ جب لاؤنج میں کسی گہری سوچ میں بیٹھے فرمان درانی کو اس نے سلام کیا تو خلاف معمول انھوں نے محظ سر کے اشارے سے جواب دیا تھا۔ جبھی اس نے کچن میں آکر ان سے پوچھا تھا۔ "ان کے تایا کا فون آیا تھا۔ سارہ کی شادی کر رہے ہیں تو دعوت دے رہے تھے"

عیشہ بتانا نہیں چاہتی تھی لیکن پھر بھی کہہ گئی۔

"اس طرح سے دعوت دی جاتی ہے کیا؟ بندہ گھر پر آئے کارڈ دے طریقے سے بول کر جائے تو سمجھ بھی آتا ہے۔ صرف فون کر کے یہ کہہ دینا کے شادی کر رہے ہیں آجاو۔۔ صرف سر سے بوجھ اتارنے والی بات ہے"

چائے بناتے دائم نے بڑبڑاتے ہوئے اپنا خیال ظاہر کیا۔ "اور شادی میں صرف دو دن باقی ہیں۔۔ اب انھیں خیال آیا ہے انوائٹ کرنے کا؟"

اس نے مزید بات جاری رکھتے ہوئے کہا "بھائی کو جانا چاہئے۔۔ انوائٹ تو کیا ہے نا انھوں نے۔" فریج سے پانی کی بوتل نکالتے ہوئے کہا۔

"انھوں نے منع کر دیا ہے۔۔" عیشہ نے مصروف سے انداز میں کہا۔ "کیوں؟" اس نے حیرانگی سے پوچھا۔ "جانتے تو ہو تم۔۔ تمہارے بغیر کہیں جاتے ہیں کیا وہ؟" ٹیبل پر پڑا گروسری کا سامان شاپر میں سے نکالتے ہوئے وہ جتاتے ہوئے بولی۔ "میں بات کرتا ہوں ان سے"

"رہنے دو داریان۔۔ ہمارا وہاں جانا ویسے بھی کسی کو خاص پسند نہیں آئے گا۔۔اور پھر انھوں نے جھوٹے منہ ہی فون کیا تھا۔۔ کوئی ضرورت نہیں ہے ہمیں وہاں جانے کی!"عیشہ نے حتمی انداز میں کہا۔

"کوشش کیجیے گا بھائی نا ہی مانیں۔۔ سچ پوچھیں تو مجھے وہ مغرور لوگ بلکل بھی نہیں پسند"

"ایسے نہیں کہتے کسی کے بارے میں"

عیشہ نے اسے گھورتے ہوئے ٹوکا۔"جو جیسا ہے اس کے بارے میں وہی کہیں گے نا؟"دائم نے اس سے رائے مانگی تو وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے لاونج میں آگیا۔ جہاں وہ ٹی وی اسکرین کی جانب متوجہ تھے جہاں کوئی اسپورٹس چینل لگا تھا۔

"آپ سے کچھ بات کرنی تھی بھائی"وہ ان کے سامنے براجمان ہوتے ہوئے بولا تو انھوں نے ریموٹ اٹھا کر آواز بند کر دی۔ پھر اس کی جانب متوجہ ہوئے جس کے چہرے پر کچھ تذبذب کے تاثرات تھے۔ وہ جانتا تھا کے اس کی بات سن کر فرمان کا ری ایکشن کیا ہو گا اسی لیے وہ الفاظوں کو ترتیب دینے کی کوشش کر رہا تھا۔"مجھے ابھی پتا چلا ہے کے آپ کے تایا کے گھر سے کوئی انوائٹ آیا ہے؟"اس کی نیلی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں کیوں کے وہ فرمان کی سرد نگاہوں کا سامنا نہیں کر سکتا تھا۔"ہم میں سے کوئی وہاں نہیں جا رہا ہے"

"لیکن بھائی۔۔"اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ قطعیت سے اس کی بات کاٹ گئے تھے۔"میں نے کہہ دیا نا کے کوئی نہیں جائے گا!"

"آپ میری وجہ سے کب تک اپنے خونی رشتوں سے منہ موڑے رہیں گے؟ آپ پلیز بھابھی مہد اور دائم کے ساتھ چلے جائیں۔"

"جن لوگوں کو تمہارا وجود ناگوار گزرے مجھے ان سے کوئی رشتے داری نہیں رکھنی!"

"وہ اپنی جگہ ٹھیک ہیں۔۔ آپ کے تایا مجھے پسند نہیں کرتے تو میں ان کے گھر قدم نہیں رکھوں گا۔۔ لیکن آپ تو وہاں جا سکتے ہیں نا؟"

"تمہارے بغیر جا سکتا ہوں میں؟"ان کی سنجیدہ اور سرد لہجے پر داریان کو گہرے دکھ نے آگھیرا تھا۔اسے اپنے دل پر بھاری بوجھ محسوس ہو رہا تھا۔ وہ چاہنے کے باوجود اپنے جان سے عزیز بھائی کے لیے کچھ نہیں پا رہا تھا۔

اس وقت سعدین حویلی کے سرخ اینٹوں والے بڑے سے پورچ میں وائٹ کرولا داخل ہوئی تھی۔ جس کی ڈرائیونگ سیٹ سے اترنے والے نووراد کے چہرے پر تھکن صاف دکھائی دے رہی تھی۔ پرانی سی جینز پر بلیک شرٹ پہنے اس نے آستینوں کو کہنیوں تک موڑ رکھا تھا۔ اس کی صاف جلد پر سرخی سی گھلی تھی۔ ماتھے پر بکھرے بالوں کو الٹے ہاتھ سے پیچھے کی جانب کرتے ہوئے اس کا ارادہ سعادت غازی سے ملنے کے بعد اپنی انکیسی میں جانے کا تھا۔ جبھی کوئی عجلت میں چلتا وہیں آ رہا تھا۔ "کب سے انتظار کر رہی ہوں تمہارا۔ جلدی نہیں آ سکتے تھے؟" گلابی لباس پر سیاہ چادر کو اپنے وجود کے گرد لپیٹے اس سیاہ آنکھوں والی لڑکی کے لب و لہجے میں مالکانا غرور رہی تھا۔ بیگ کندھے پر ڈالے اور فائل ہاتھوں میں پکڑے وہ یونیورسٹی کے لئے تیار تھی۔ ویسے تو یوسف صرف سالار کا خاص ملازم تھا۔ لیکن ملازموں کی ایک بڑی تعداد ہونے کے باوجود صرف وہی تھا جو حویلی والوں کے لئے قابل اعتبار تھا۔ پہلے اس کے والد ہمیشہ سعادت غازی کے جان نثار اور وفادار ملازم رہے تھے۔ ان کے بعد یہ ذمہ داری اب یوسف نے سنبھال لی تھی۔

کہنے کو تو اس کے والد سعادت غازی کے دور پار کے کزن لگتے تھے رشتے میں۔ لیکن رتبے اور حیثیت میں وہ ان سے کافی پیچھے تھے۔ ان کے بیوی بچے بھی ایک چھوٹے سے گاوں میں رہتے تھے۔ روزگار کی تلاش میں جب سعادت غازی سے ذکر کیا تو انھوں نے اپنے ساتھ ہی زمینوں کے حساب کتاب کے لئے رکھ لیا۔ کیوں کے اس وقت انھیں بھی کسی قابل اعتماد شخص کی ضرورت تھی۔ جب بچے بڑے ہوئے تو انھوں نے پھر زمینوں کے ساتھ ساتھ دوسرے کام شروع کرتے ہوئے فیکٹریز بھی لگالی۔ جس میں اللہ نے برکت بھی بہت ڈالی تھی۔ ان کا کپڑے کا کاروبار اب ملک کے ہر شہر تک پہنچ چکا تھا۔ جو دن رات دگنی چگنی ترقی کرتا جا رہا تھا۔ جس میں ساری محنت سعادت غازی کے بیٹوں اور پوتوں کی ہی تھی۔ یوسف کے والد کی زندگی پھر سعادت غازی کے ذاتی کاموں کو نمٹاتے ہی گزر گئی تھی۔ ان کی حیثیت ملازم جیسی نہیں تھی۔ لیکن اس سے زیادہ بھی نہیں تھی۔ بیماری کے باعث انھوں نے سعادت غازی سے اجازت لے کر اپنی باقی ماندہ زندگی گاوں میں گزارنے کا فیصلہ کر کے اپنی جگہ اپنے بیٹے یوسف کو سعدین حویلی بھیج دیا تھا۔ خاموش سا لیا دیا رہنے والا۔ ہر کام کو پوری جانفشانی سے تکمیل دینے والے یوسف کو پھر سالار نے اپنے ساتھ ساتھ رکھنا شروع کر دیا تھا۔ وہ اس کی ذہانت اور ایمانداری کا قائل تھا۔ لیکن حویلی کے بھی کئی کام نمٹانا اسی کی ذمہ داری تھی۔

سب سے بڑھ کر تو حویلی کی تمام خواتین کو جہاں بھی جانا ہوا انھیں لے جانے اور واپس لانے کی ذمہ داری صرف اسی کی ہی تھی۔ باقی جو ڈرائیور تھے وہ صرف مرد حضرات کے ساتھ ہی ہوتے تھے۔ ریشام کے ایگزامز ہونے والے تھے۔ یوسف کی غیر موجودگی میں چھوٹے تایا ہی اسے لاتے لے جاتے تھے۔ آج جب انھیں یوسف کی واپس کا علم ہوا تو وہ بھی آفس جلدی چلے گئے تھے۔ "میں بڑے صاحب سے مل لوں پہلے ؟ آپ تب تک گاڑی میں ویٹ کر لیں۔" دونوں ہاتھ پشت پر باندھے وہ مخاطب اس سے ہی تھا لیکن نظریں اپنے جوتوں پر تھیں۔ "ویٹ کرنے کا ٹائم نہیں ہے۔ گاڑی نکالو جلدی۔۔ اگر میں لیٹ ہو گئی تو اسائنمنٹ سبمٹ نہیں کروا پاؤں گی۔۔ اور اگر ایسا ہوا تو اس کے ذمہ دار صرف تم ہوں گے۔۔" اس کا انداز سخت تھا۔ اس نے جو ایک بار کہہ دیا تو بس کہہ دیا۔ اس کی مجال نہیں تھی کے وہ اسکی بات کی نفی کر سکتا۔

"جی بہتر۔۔" وہ اپنی ساری تھکن بھلائے، سر کو ہلکی سی جنبش دے کر وہ گاڑی دوبارہ باہر نکالنے کے لئے مڑ گیا تھا۔ "ابھی ہی تو واپس آیا تھا وہ کراچی سے۔۔ بیٹی اسے پانی تو پی لینے دیتیں" ملازموں کی انچارج خالدہ بوا نے افسوس سے ریشام کو کہا تھا۔

"گاڑی میں ہی پی لے گا بوا۔ آپ اس کی اتنی فکر نہ کیا کریں۔۔ آپ بس میرے لئے دعا کریئے گا کے میں وقت پر پہنچ جاوں۔۔" وہ عجلت میں کہتی ہوئی چہرے کے گرد چادر سے نقاب کرتی یوسف کی گاڑی کی جانب بڑھ گئی تھی۔ جو اس کا ہی منتظر تھا۔ "اسائنمنٹ جمع کروانے کی کل لاسٹ ڈیٹ ہے۔۔ اور عبیر بھائی کی مایوں بھی۔۔ اسی لئے میں آج جا رہی ہوں کیوں کے کل ٹائم نہیں ملے گا۔" گاڑی روڈ پر آتے ہی اس کی کھنکتی سی آواز گاڑی میں گونجی تھی۔ لیکن یوسف کی خاموشی پر آبرو کو ترچھا کرتے ہوئے وہ پھر بولی تھی۔ "تم نے بنالی تھی اپنی اسائنمنٹ ؟"

"وقت نہیں ملا" اس کے سوال پر یوسف نے سامنے ونڈ اسکرین کو دیکھتے ہوئے سپاٹ سے انداز میں جواب دیا۔ جب وہ حویلی آیا تھا تو پرائیویٹ گریجویشن کر چکا تھا۔ اس کا پڑھائی کی طرف رجحان دیکھ کر سالار نے اس کا آگے ایڈمشن کروا دیا تھا۔ جواب ریشام کی ہی یونیورسٹی سے اس کے ساتھ ہی ایم۔ بی۔ اے کر رہا تھا۔ سعادت غازی کی جانب سے ان دونوں کو ہی یہ ڈگری سلیکٹ کرنے پر تنقید کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ یوسف کی تو وہ پڑھائی کے حق میں تھے ہی نہیں کے ایک ملازم کو پڑھانے ہی تک ہی آخر کیا بنتی ہے۔ لیکن یہاں سالار نے انھیں یوسف کے پرائیویٹ ماسٹرز کرنے کے لئے قائل کر لیا تھا۔ اور رہی بات ریشام کی تو وہ چاہتے تھے کے ریشام میڈیکل پڑھے۔ ان کی نسل میں کوئی ایک تو ڈاکٹر ہو۔

لیکن عبیر اور سالار کا مائنڈ بزنس کی طرف تھا۔ بریزے نے گریجویشن کے بعد ہی پڑھائی کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ فاز کو الیکٹرکل انجینئرنگ میں انٹرسٹ تھا تو اس نے اسی فیلڈ کر ترجیح دی۔ سعادت غازی کے اکلوتے نواسے عاشر مرزا کا رجحان پڑھائی کے علاوہ ہر چیز میں تھا۔ انجینئرنگ یونیورسٹی میں ایڈمشن تو تھا اس کا۔ لیکن وہاں وہ شاذ و نادر ہی قدم رکھتا تھا۔ اور رہی ریشام ضمیر غازی۔۔ تو اس نے بزنس کی فیلڈ کو چنا تھا۔

یہ جانتے ہوئے بھی کے ڈگری مل جانے کے بعد بھی وہ کسی آفس میں جاب نہیں کر سکے گی۔ نہ ہی اپنے خاندانی کاروبار میں حصہ لے سکے گی۔ "پھر تو تم ایگزامز بھی نہیں دو گے یہ بہانہ کر کے کے تمہیں وقت نہیں مل سکا یونی جانے کا"

اس کا لہجہ تھوڑا تلخ تھا۔ اس بار بھی وہ جواب میں صرف شانے اچکا کر رہ گیا تھا۔

"کل لاسٹ ڈیٹ ہے۔ تم نے اسائنمنٹ بنائی بھی ہے یا نہیں؟" ریشام کی نظریں بیک ویو مرر پر تھیں۔ جہاں یوسف کی آنکھوں پر لگے ڈارک گاگلز ہی نظر آ رہے تھے۔ معلوم نہیں اب وہ اسے دیکھ بھی رہا تھا یا نہیں۔ ویسے تو اس کا دھیان صرف ڈرائیونگ کی جانب مبذول تھا۔ "میں کل سبمٹ کروا دوں گا"

"یعنی کے نہیں بنائی۔۔ اور اب پوری رات بیٹھ کر بناؤ گے" وہ بڑبڑاتے ہوئے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی تھی۔ اسے بہت کھلتا تھا یوسف کا حویلی والوں کے لئے خود کی ذات کو نظر انداز کرنا۔

حویلی کے کشادہ صحن میں مایوں کے فنکشن کی تیاریاں زور شور سے جاری تھیں۔ دور و نزدیک کے سب ہی رشتے دار بھی ایک ایک کر کے وہاں آنے لگے تھے۔ حویلی کے جو کمرے استعمال میں نہیں تھے ان کی صفائی اور آرائش کروا کر مہمانوں کے لئے تیار کروائے جا رہے تھے۔ وہ اپنے کمرے میں پیپر کی تیاری کر رہی تھی لیکن زاریہ غازی نے اسے بھی باہر بھیج دیا تھا کیوں کے وہ لگے ہاتھوں اس کے کمرے کی بھی تھوڑی بہت سیٹنگ چینج کروا رہی تھی۔ ایک تو وہ پہلے ہی دھیان سے نہیں پڑھ پا رہی تھی۔

اوپر سے اسے کمرے سے ہی بے دخل کر دیا گیا تھا۔ وہ جھنجھلاتی ہوئی کتابیں پکڑے سیڑھیاں اتر کے نیچے کی جانب جانے لگی تھی۔ جہاں ملازموں کے ساتھ ساتھ پتا نہیں کون کون سے رشتے دار موجود تھے۔ "یہ سب بھی پتا نہیں کب تک یہاں رکیں

گے۔۔"نیچے کا ماحول تو پڑھائی کے لئے ہر گز سازگار نہیں تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کے وہ ایسے کون سے کونے میں جا کر بیٹھے جہاں کوئی اسے ڈسٹرب کرنے والا نہ ہو۔"آج تو پڑھائی کی جان چھوڑ دو۔"عبیر نے اچانک ہی اس کے ہاتھ سے بکس چھینتے ہوئے کہا۔"عبیر بھائی۔۔۔"اس نے ناراضگی سے انھیں دیکھا۔"آپ کو میرے ایگزامز کے دن ہی ملے تھے شادی کرنے کے لئے؟"وہ منہ پھلا کر کہتی وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گئی تھی۔

"اس میں میری کوئی غلطی نہیں ہے بھئی۔۔تمہیں تو معلوم ہے سارے فیصلے دادا جان کے ہوتے ہیں"عبیر نے پھولوں سے لپٹی ہوئی ریلینگ سے ٹیک لگاتے ہوئے شانے اچکا کر جواب دیا۔"ایک تو دادا جان۔۔۔"

گھٹنوں کے گرد بازو باندھے وہ ناراضگی سے نیچے کی چہل پہل کو دیکھ رہی تھی۔

"پریشان مت ہو۔۔سالار آجائے گا تو وہ تیاری کروادے گا تمہیں پیپرز کی"اس کے ناراض سے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ نرمی سے بولا۔"وہ کیا تیاری کروائیں گے؟۔۔"اس نے پھولے منہ سے کہا۔"ان کے پاس کچھ پوچھنے چلی جاوں تو انھیں کافی پینے کا دل چاہنے لگتا ہے۔یا پھر انھیں ڈھیروں ڈھیر پریس ہوئے کپڑوں کو چھوڑ کو وہیں شرٹ پہننی ہوتی ہے جو پریس نہیں ہوئی وی ہوتی۔۔اور پھر اپنے سارے کام کروانے کے بعد کہتے ہیں کے تم کتنی کند ذہین ہو جو اتنا سا سوال نہیں سمجھ آرہا۔"

سالار کی طرف سے تو وہ کافی تپی بیٹھی تھی۔"میں بتاوں گا سالار کو کے کتنی شکایتیں ہیں تمہیں اس سے۔"عبیر نے شرارت سے چھیڑتے ہوئے کہا۔"ضرور بتایئے گا۔۔تاکے انھیں بھی تھوڑا احساس ہو"

اس کے سرخ سفید چہرے پر ناراضگی سی تھی۔"یوسف بھی تو تمہاری کلاس میں ہی پڑھتا ہے۔۔اور وہ بے چارہ تو تم سے کئی گناہ زیادہ کام کرتا ہے۔۔لیکن وہ تو کبھی کمپلین نہیں کرتا۔۔اور اس کے باوجود بھی اچھے نمبرز سے پاس ہوتا ہے"

"اچھے نمبرز سے پاس ہونے میں اور بہت اچھے نمبرز سے پاس ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے عبیر بھائی۔۔یوسف کے ساتھ بھی سالار بھائی ایسے ہی کرتے ہیں۔اسے بھی اپنے نا ختم ہونے والے کاموں میں لگا کر رکھتے ہیں۔۔اسے تو پڑھنے کا موقع بھی نہیں ملتا۔"

سیاہ کڑھائی والے سوٹ پر بڑے سے دوپٹے کو پیشانی تک لئے وہ سیڑھیوں پر بیٹھی شکایتوں پر شکایتیں کئے جا رہی تھی۔ جبکہ اس کے پاس کھڑا عبیر مسکراتے ہوئے اس کی ساری باتیں سن رہا تھا۔ صرف ایک وہی تھا جس سے وہ اپنی ساری باتیں شئیر کرتی تھی۔

فاز اس سے چھوٹا تھا۔ بریزے اور اس کی نیچر میں کافی فرق تھا۔ اور رہی بات عاشر کی تو۔۔ وہ اپنے آپ میں ہی مگن رہتا تھا۔ وہ شروع سے ہی الگ تھلگ رہنے کا عادی تھا۔ "ریشام بیٹا اٹھو۔۔ میرے روم میں جا کر پڑھ لو سکون سے" رائمہ پھوپھو نے اس کی پریشان سی صورت دیکھتے ہوئے کہا۔ "تھینک یو پھوپھو۔۔ آپ سچ میں بہت اچھی ہیں۔"

وہ فوراً سے پرجوش سی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ "اور اگر آپ نے سالار بھائی سے میری کوئی شکایت لگائی تو اچھا نہیں ہوگا عبیر بھائی" وہ دھونس سے کہتی اس کے ہاتھ سے اپنی کتابیں لیتی دوبارہ سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔ "پیچھے وہ دونوں اس کے انداز پر مسکرا کر رہ گئے تھے۔

تارکول کی صاف شفاف سڑک رات کی تاریکی میں بھی روشن دکھائی دے رہی تھی۔

جہاں روڈ کے بیچ و بیچ ایک فنشنگ لائن لگی ہوئی تھی۔ جس کے پاس ہی کچھ تعداد میں لوگ بھی کھڑے بے چینی سے ریس کے اختتام کے منتظر تھے۔ جبھی دفعتاً دور سے اٹھتا دھواں وہاں کسی کی آمد کی خبر دے رہا تھا۔ شائقین کا جوش و خروش قابل دیدی تھا۔

بلند آواز سے اپنے امیدواروں کے نام پکارتے وہ سنسان روڈ پر تہلکہ مچائے ہوئے تھے۔

دیکھتے دیکھتے ہی ایک بائیک سوار، دونوں ہاتھوں کو اڑنے کے سے انداز میں سیدھا پھیلائے نہایت ہی تیزی سے فنشنگ لائن کراس کر گیا تھا۔ فضا میں اس کے نام کے ترانے بجنے لگے تھے۔ مائیک پر اس کی جیت کی خبر دی جا رہی تھی۔ اس کے گرد اس کے دوستوں نے جھمگٹا لگا لیا تھا۔ جس نے گلوز اتارنے کے بعد ہیلمٹ بھی اتار کر اپنے بکھرے بالوں کو انگلیوں سے سنوارا تھا۔ "کہا تھا ناں۔۔ نہیں ہاروں گا" آئی برو کو خفیف سی حرکت دیتے ہوئے اس نے اپنے دوست کو دیکھا تھا۔ خود کی ذات پر جو اس کا یقین تھا وہ اس کی گہری آنکھوں میں بخوبی دکھائی دے رہا تھا۔ اور اس کی مسکراہٹ۔۔

ایک بار اسے مسکراتے ہوئے دیکھنے والے ہزار بار اس کے صدقے اتاریں۔۔"عاشر۔۔۔عبیر بھائی کی کال"ایک لڑکا اس کا فون پکڑے اس کی اسکرین سامنے کیے بولا۔"بوتل سے پانی پیتے ہوئے وہ گھونٹ اس کے حلق میں ہی اٹک گئے تھے۔

ہاتھ کی پشت سے لب صاف کرتے ہوئے وہ بائیک سے اتر کر اپنا فون لیتا ایک طرف آ چکا تھا۔"

"جی عبیر بھائی؟"اس نے لہجے کو نارمل رکھتے ہوئے پوچھا۔"کیا وقت ہو رہا ہے؟""امم۔۔"اس کے سپاٹ و سرد لہجے پر عاشر نے سوالیہ انداز میں اپنے دوستوں کو دیکھتے ہوئے سمیع کا ہاتھ پکڑ کر اس کی کلائی سامنے کی۔""ایک بجنے میں پندرہ منٹ ہیں"

وہ گھڑی دیکھ کر بولا۔"اور تم مجھ سے وعدہ کر کے گئے تھے کے دس بجے گھر پر موجود ہوں گے۔۔۔دادا جان کے پاس جاوں میں پھر؟"

"غصہ مت کریں یار۔میں نکل رہا ہوں۔بس ابھی نکل رہا ہوں۔۔"فون کو کان اور کندھے کے بیچ دبائے اس نے بائیک اسٹارٹ کر دی تھی۔"جانی ٹریٹ؟"اس کے سارے دوست اس انتظار میں تھے کے ریس کی انعامی رقم کے بعد اچھی سی دعوت اڑائیں گے۔لیکن عاشر کو عجلت میں نکلتے دیکھ اس کی بائیک کے سامنے آ گئے تھے۔"ٹریٹ سے زیادہ اس وقت میرا گھر پہنچنا ضروری ہے۔ورنہ دادا جان میرا قتل کرنے میں ایک سیکنڈ نہیں لگائیں گے۔"فون کو جیکٹ کی جیب میں رکھ کر وہ ہیلمٹ پہنتے ہوئے ان سے معذرت کر رہا تھا۔

تاریکی میں ڈوبی ہوئی حویلی کے ایک کمرے کا دروازہ ہلکا سا کھلا تھا۔جہاں سے باہر آتی روشنی دور تک گئی تھی۔سیاہ شال کو اچھی طرح خود پر لپیٹے وہ روم سے نکل کر دبے قدموں کچن کی جانب بڑھ گئی تھی۔ویسے تو حویلی کی دونوں لڑکیاں کچن میں ذرا کم ہی قدم رکھتی تھیں۔لیکن رات کے اس پہر بریزے کے لئے کافی بنانے کے لئے کوئی ملازم نہیں جاگ رہا تھا۔اس لئے ناچار اسے خود ہی آنا پڑا۔کچن میں بنی بڑی سی کھڑکی سے باہر لان اور پورچ کا منظر صاف دکھائی دیتا تھا۔جو رات کے اندھیرے میں اور بھی سنسان سا لگ رہا تھا کافی پھینٹتے ہوئے وہ چونک کر کھڑکی کے پاس آئی۔جہاں یوسف کسی کے انتظار میں ٹہل رہا تھا۔اس کی سیاہ آنکھوں میں اچانک ہی حیرت ابھری۔"یہ یہاں کیا کر رہا ہے اس وقت؟"وہ خود کلامی کے انداز سے میں بولی۔اور پھر کچھ منٹ

بعد ہی ایک کال ریسیو ہونے پر اس نے چھوٹا گیٹ کھول دیا۔ جہاں سے وہ اپنی بائیک اندر لے آیا تھا۔ اپنے الٹے کاموں میں وہ ہمیشہ یوسف کو ہی اپنا رازدار بناتا تھا۔

"کیا بنا ریس کا؟" اس نے دروازہ بند کرتے ہوئے استفسار کیا۔ "وہی جو ہمیشہ بنتا ہے۔۔ جیت کر آیا ہوں آج بھی!" اس کے سنجیدہ انداز میں فخر نمایاں تھا۔ "اس جیت کی خوشی تو صبح سیلیبریٹ کریں گے دادا جان۔" تپانے والی مسکراہٹ کے ساتھ کہتی وہ قریب چلی آئی تھی۔ شال کو اپنے گرد لپیٹے۔ تمسخر سی مسکان کے ساتھ وہ عاشر کو سخت ناگوار لگی تھی۔ "کیوں جاگ رہی ہو تم اس وقت؟" اسکی پیشانی پر بل نمودار ہوئے تھے۔

ان دونوں کو آمنے سامنے آتے دیکھ یوسف نے وہاں سے چلے جانے میں ہی عافیت جانی تھی۔ ان دونوں کی تلخ کلامی سے تو سب ہی حویلی والے پناہ مانگتے تھے۔

لہجے میں بھی تلخی سی گھلی تھی۔ "میں تو کافی پینے کے لیے جاگ رہی تھی۔ لیکن تم۔۔؟"

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔ انداز حیرت بھرا طنزیہ سا تھا۔

وہ دونوں جہاں کھڑے تھے ان کے پیچھے حویلی کی پر شکوہ عمارت سنہری روشنیوں مین جگمگاتی ہوئی کھڑی تھی۔ ہفتہ بھر پہلے ہی حویلی کی آرائش وزیبائش کی تیاریاں شروع کر دی گئی تھیں۔

عاشر کچھ سخت کہنے لگا تھا جبھی اس نے کافی کا مگ اس کے سامنے کر دیا۔ "پیو گے؟۔۔ میری طرف سے تمہاری جیت کی ٹریٹ" اس نے بس ایک نظر اس کے ہاتھ میں پکڑے مگ کو دیکھا تھا۔

کافی کی خوشبو اور بھاپ اڑاتا بڑا سا سیاہ مگ۔۔ جس پر کوئین کے الفاظ کندہ تھے۔ پھر اس کی چمکتی سی براون آنکھوں میں۔

"تمہارے ہاتھ کی بنی کوئی چیز کھانے، پینے سے بہتر ہے میں زہر کھالوں" زہر خندہ لہجے میں بولتا وہ وہاں رکا نہیں تھا۔ پیچھے وہ شانے اچکا کر رہ گئی تھی۔ "زہر نے تم پر کیا اثر کرنا ہے۔۔ تم خود ایک چلتے پھرتے زہر ہو۔۔"

رات کا جانے کون سا پہر تھا۔ گہرے ہولناک سناٹے دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ سڑک کے دونوں طرف گھنے درختوں کا ناختم ہونے والا سلسلہ تھا۔ صاف شفاف آسمان پر چودھویں کا پورا چاند اپنی آب وتاب سے چمک رہا تھا۔ لیکن اس خالی روڈ پر اسے نیم اندھیرا نظر آرہا تھا۔ آس پاس نظریں دوڑاتا وہ سیدھ میں قدم بڑھاتا جارہا تھا۔ اچانک سے اسے شدید دھند سی اپنی آنکھوں میں چھبنے لگی تھی۔ اسے ٹھیک سے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ جبھی اپنے پیچھے اسے اپنے نام کی پکار سنائی دی۔ وہ چونک کر پلٹا۔ لیکن خاموشی اور دھند کے سوا اسے نا کچھ دکھائی دے رہا تھا اور نہ سنائی دے رہا تھا۔ "کون ہے وہاں؟۔۔۔" اس کے لبوں سے سرسراتی سی آواز نکلی۔ خون اس کی رگوں میں جمنے لگا تھا۔ شدید ہوا کے تھپیڑے اس کے چہرے پر پڑتے اسے سن کر رہے تھے۔ کھانسی کا ایک شدید دورہ اسے پڑا تھا۔ اسے سانس لینے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ اس حالت میں بھی وہ چلتا جارہا تھا۔ اس کے قدم خود بخود اٹھ رہے تھے۔ جب آہستہ آہستہ وہ دھند اس کے سامنے سے چھٹنے لگی۔ وہ شاک کے عالم میں سڑک کے بیچ میں کھڑے اس وجود کو دیکھے جارہا تھا۔ جس کا خوبصورت چہرہ اس وقت انتہائی سفید تھا۔ اس کے لمبے سیاہ بال ہوا سے اٹھکھیلیاں کر رہے تھے۔ اس کے لب۔۔۔ ایک مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔ پر درد سی مسکراہٹ۔۔ اس کی آنکھیں زندگی کی رونق سے عاری تھیں۔ ایک الوداعی نگاہ اس پر ڈالتی وہ مڑ گئی تھی۔ "رکو۔۔۔ میں نے کہار کو" کھانستے ہوئے وہ بمشکل اسے روکنے کے لیے چیخ رہا تھا۔

"وہ اٹھ کر اس کے پیچھے جانا چاہتا تھا۔ لیکن قدم تھے کے جیسے زمین نے جکڑ لئے تھے اس کے سر میں ضربیں لگنے لگی تھی۔ درد کی شدت سے بلبلاتا وہ وہیں روڈ پر گر گیا تھا۔

جھٹکے سے اس کی آنکھ کھلی تھی۔ اس کا پورا وجود پسینے میں شرابور تھا۔ اس کے چہرے سے بھی پسینے کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔ سر کو دونوں ہاتھوں میں تھامے اس کی سانس دھونکی کی مانند چل رہی تھی۔ اس کی سرخ پڑتی نم آنکھوں میں گہرا کرب تھا۔ لگ رہا تھا جیسے کوئی اس کے وجود کو تیز دھار آلے سے کاٹ رہا ہو۔ گہری سانسیں بھرتے ہوئے وہ خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اس کا ذہن ابھی تک اسی منظر میں قید تھا۔ جو اس کے لئے جتنا دردناک تھا۔ اتنا ہی اسے عزیز بھی تھا۔ زمین پر بیٹھے اس نے سر کی پشت بیڈ سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں تھیں۔ بند پلکوں میں ہلکی سی لرزش ہو رہی تھی۔ آنسو اس کی آنکھ کے کنارے سے پسھلتے جارہے تھے۔

"ہزار دفعہ تم دونوں سے کہا ہے کے وقت سے گھر پہنچ جایا کرو۔۔ لیکن تم لوگوں نے تو قسم کھار کھی ہے میری کسی بات پر کان نہ دھرنے کی۔۔" یہاں سے وہاں چکر کاٹتے فرمان درانی کا غصہ آج حد سے سوا تھا۔ "اور کتنی بار میں تم دونوں کو بتاوں اور کس زبان میں سمجھاوں کے شارٹ کٹ کے چکر میں اس راستے کو استعمال مت کیا کرو۔۔ تمہیں کیوں نہیں سمجھ آتی میری بات؟" ان کے غصے کا نشانہ اس وقت مہد تھا جو چپ چاپ سر جھکا کر سننے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ "بس کر دیں فرمان۔۔"

دائم کی پیشانی پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھتی عیشہ نے ملتجی نظروں سے اپنے شوہر کو دیکھا تھا۔ "تم تو ان دونوں کی سائیڈ ہر گز مت لینا عیشہ" وہ سختی سے اسے خاموش کروا گئے تھے۔ "اور تم سے کہا تھا میں نے داریان کو بلانے کے لئے؟"

"جج جی بھائی میں گیا تھا۔"

عیشہ کے بعد فرمان کا رخ اپنی جانب ہوتے دیکھ وہ ہڑ بڑا کر بولا۔ "میں گیا تھا بلانے۔ لیکن وہ نماز پڑھ رہے تھے۔۔ وہ بھی ڈیڑھ بجے۔۔ شاید تہجد کی پڑھ رہے تھے۔۔ کیوں کے اذانیں تو ہوتی نہیں اس وقت" اپنی سوچ و بچار کے مطابق اس نے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔ "تم سے تفصیل میں جانے کو نہیں کہا میں نے۔۔ خاموشی سے بیٹھو۔" ان کے تیز لہجے میں کہنے پر اس نے لبوں پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

"بخار نہیں اترا اس کا ابھی تک؟" روم میں نووارد کی آواز ابھری تھی۔ سیاہ قمیض شلوار زیب تن کئے وہ آستینوں کے کف پلٹتے ہوئے محو سوال تھا۔ "میں نے اپنی ساری کوششیں کر کے دیکھ لی ہیں۔۔ لیکن اس کا بخار کسی طور کم نہیں ہو رہا" تشویش سے کہتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی تھیں۔ "صرف تمہاری شے دینے کا نتیجہ ہے یہ داریان۔۔" وہ اس سے بھی خفا تھے۔ لیکن وہ اس پر مہد اور دائم کی طرح غصہ نہیں کرتے تھے۔ نہ ہی اسے ڈانٹتے تھے۔ "بھائی آپ پریشان نہ ہوں۔۔ صبح تک بلکل ٹھیک ہو جائے گا۔"

دائم کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر مخصوص انداز میں کچھ دعائیں پڑھ کر دم کرنے کر بعد وہ اب ان سے مخاطب ہوا تھا۔ "ان کے نائٹ میچ کا فائنل تھا اس لئے آپ کی اجازت کے بغیر مجبوراً میں نے انھیں جانے دیا۔ آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔ آئیم سوری۔۔"

نظریں جھکائے ہوئے وہ شرمندہ سا بولا۔ "خیال رکھنا آئندہ۔۔"

گہری سانس بھر کر اس کا شانہ تھپکتے ہوئے وہ اسے باور کرواتے ہوئے روم سے باہر چلے گئے تھے۔فرمان درانی کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کا فن صرف اسے ہی آتا تھا۔

"توبہ ہے بھابھی۔۔کتنا ڈانٹتے ہیں آپ کے شوہر نامدار "ہوش تو اسے کب کا آچکا تھا۔

آنکھیں موندے لیٹا صرف فرمان کے وہاں سے جانے کا منتظر تھا۔ان کے جاتے ہی وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے عیشہ سے مخاطب ہوا۔"تم لوگوں کی وجہ سے آج مجھے بھی ڈانٹ پڑ گئی ان سے۔۔اور تمہیں ضرورت ہی کیا تھی اس راستے سے آنے کی؟۔۔معلوم بھی ہے کے کتنا خطرناک راستہ ہے"

"کوئی خطرناک نہیں ہے بھابھی۔۔کوئی جنات ونات نہیں رہتے وہاں پر۔۔۔کسی نے ایسے ہی افواہ پھیلا دی۔اور آپ نے اور فرمان بھائی نے اس کو سچ مان لیا۔مہد نے لاپرواہی سے کہا۔"یقین مانیں فرمان بھائی کے سخت آرڈرز کی وجہ سے ہم اس راستے کو استعمال ہی نہیں کرتے۔صرف آج ہی جلدی کی وجہ سے وہاں سے شارٹ کٹ لیا تھا۔ہمیں تو نہ کوئی جن نظر آیا اور نہ کوئی اس کی آل اولاد۔"دائم کا انداز بھی مہد جیسا تھا۔"وہ تو صاف ہی دکھ رہا ہے۔۔پورے تین گھنٹے بعد جاگے ہو تم جب گھر آئے تھے معلوم تھا کے کیا حالت ہو رہی تھی تمہاری؟"

"وہ تو میچ جیتنے کی خوشی میں الٹا سیدھا کھا لیا تھا دوستوں کے ساتھ۔۔شاید اسی سے فوڈ پوائزن ہوا ہو گا۔۔لیکن آپ اور فرمان بھائی نے تو ایسے مان لیا جیسے نا جانے کتنے جناتوں کا مجھ پر سایہ ہو گیا۔"دائم کا انداز اب بھی غیر سنجیدہ تھا۔"تمہیں ہم پر یقین نہیں ہے تو داریان سے پوچھ لو۔"عیشہ کے کہنے پر وہ دونوں اس کی جانب متوجہ ہوئے تھے جو سنگل صوفے پر بیٹھا تھا۔ہتھیلی کی مٹھی بنا کر لبوں پر رکھے وہ انھی کو سن رہا تھا۔"آئندہ پرفیوم کا استعمال کر کے اگر تم اس راستے سے گزرے تو پھر تم دونوں کے سارے پرفیومز اٹھا کر میں باہر پھینک دوں گا۔"خلاف معمول اس کا انداز سنجیدہ تھا۔"ڈونٹ ٹیل می داریان بھائی کے اس پر واقعی میں کسی جن کا سایہ ہو گیا ہے؟"دائم کا انداز حیران کن تھا۔

"نہیں ہوا کوئی سایہ۔۔۔لیکن برے شیاطین سے پناہ مانگنے کا حکم ہمیں کسی وجہ سے دیا گیا ہے نا؟"

"آپ تو ڈرا رہے ہیں بھائی۔۔۔دائم کے بچے کون سے لیڈیز پرفیومز استعمال کیے تھے تو نے جو وہ جنات تیرے پیچھے پیچھے چلتے گھر تک آ گئے؟"کمر پر دونوں ہاتھ رکھے کھڑا وہ اسے گھورتے ہوئے بولا۔جو بیڈ پر نیم دراز تھا۔"لیڈیز پرفیومز تو مت بول۔۔اتنے

پیارے اور مہنگے سینٹ ہیں میرے" وہ ناراض ہی ہو گیا تھا۔ "جو بھی ہیں۔۔ لیکن آئندہ انھیں استعمال کرتے ہوئے احتیاط کرنا۔۔" داریان نے آج سے پہلے کبھی ان دونوں کو اس طرح سے نہیں روکا تھا۔

رات کو ہونے والی مہندی کی تقریب کی تیاری صبح سویرے سے ہی شروع ہو چکی تھی۔ حمنہ غازی کچن میں ملازموں کو ہدایات دینے میں مصروف تھیں جن سے وہ کافی دیر سے دوسرے گاوں جانے کی اجازت مانگ رہی تھی۔

"جب تمہیں پتا ہے کے تمہیں وہاں جانے کی اجازت کبھی نہیں ملنی تو کیوں ضد کر رہی ہو بریزے؟" حمنہ غازی اس کی ایک ہی رٹ سے اب زچ ہو چکی تھیں "سونا میری بیسٹ فرینڈ ہے مما۔۔ آج سے پہلے کبھی میں نے کہیں جانے کی ضد نہیں کی۔۔ آج جانے دیں بس۔ اس کا برتھ ڈے ہے۔ میں نہیں جاوں گی تو وہ ناراض ہو جائے گی" وہ کب سے انھیں منانے کی کوشش کر رہی تھی "رات کو مہندی کی رسم ہے اور پھر بھی تمہیں اپنی دوست کے گھر جانا ہے؟"

"فنکشن اسٹارٹ ہونے سے پہلے آ جاوں گی۔ پلیز مما جانے دیں ناں"

"تمہارے دادا جان کبھی نہیں مانیں گے"

"میں ان سے خود اجازت لے لوں گی۔۔ بس آپ ایک بار ہاں کر دیں" گہری سانس بھر کر حمنہ غازی نے اپنی ضدی بیٹی کو دیکھا تھا۔ جسے اپنی ضد منوانے میں کمال حاصل تھا۔ "ٹھیک ہے جاو۔۔ لیکن دو گھنٹے میں حویلی واپس پہنچ جانا۔۔" جان چھڑانے والے انداز میں انھوں نے اجازت دے دی تھی۔ انھیں معلوم تھا کے دادا جان نے کسی طور اجازت نہیں دینی۔

سینے کے بل لیٹے ہوئے وہ کچی نیند میں تھا جب مستقل ہونے والی دستک سے اس کے اعصاب جھنجھنا اٹھے تھے۔ تکیہ اٹھا کر اس نے سر پر اس طرح سے رکھا تھا کے کوئی آواز اس کے کانوں میں نہ جائے۔ لیکن دروازے پر شاید کوئی ڈھیٹ طبعیت کا انسان ہی

کھڑا تھا۔ جو جواب نہ ملنے پر بھی مستقل بجائے جا رہا تھا۔ ایک تو وہ پہلے ہی حویلی میں ہو رہے شور و ہنگامے کی وجہ سے اپنی نیند ٹھیک سے پوری نہیں کر پا رہا تھا اوپر سے یہ دستک ایک عذاب مسلسل کی طرح اس کی سماعتوں کو جھنجھوڑ رہی تھی۔ تکیے کو ایک طرف پھینکتے ہوئے وہ اٹھا تھا۔ جارحانہ انداز میں لاک کھولا تو سامنے کھڑی شخصیت کو دیکھ کر اس کا دل چاہا تھا اس کا سر ہی پھاڑ دے۔ "کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ ؟۔۔ کیوں میری نیند خراب کر رہی ہو ؟" نیند کے خمار کے باعث اس کی آنکھیں سرخ ڈوروں سے سجی تھیں۔ چہرے پر سخت غصے کے تاثرات تھے۔ "وہ۔۔ مجھے اپنی دوست کے گھر جانا ہے کچھ گھنٹوں کے لئے۔۔ دادا جان نے کہا ہے کے عاشر کے ساتھ چلی جاو" اس کے غصے کا اثر لیے بغیر اس نے جلدی سے کہا تھا۔ "عاشر تمہارا باڈی گارڈ نہیں ہے۔۔ دفع ہو جاو یہاں سے۔"

چبا کر کہتے ہوئے وہ اس کے منہ پر دروازہ بند کر گیا تھا۔

"ہاو ڈیئر یو ؟" بریزے کی شفاف پیشانی پر کتنے ہی بل نمودار ہوئے تھے۔ اس نے پھر سے دروازہ بجانا شروع کر دیا تھا۔ لگاتار دس منٹ تک بجانے کے بعد پھر سے دروازہ کھلا تھا۔ اس کا غصے سے تنا ہوا چہرہ سامنے تھا۔ عاشر کا بس چلتا تو ابھی اس کی جان لے لیتا۔ "دیکھو تمہیں بھی پتا ہے کے مجھے کوئی شوق نہیں ہے تمہاری شکل دیکھنے یا تمہاری منتیں کرنے کا۔۔ لیکن دادا جان نے کہا ہے کے اگر تم نہیں لے کر جاو گے تو وہ مجھے اکیلے نہیں جانے دیں گے۔۔ صرف آدھے گھنٹے کا کام ہے۔ مجھے میری دوست کے گھر ڈراپ کر دو ورنہ پھر۔۔" اس کے دوبارہ دروازہ بند کر دینے کے ڈر سے وہ ایک ہی سانس میں بول گئی تھی۔ "کیا ورنہ ؟"

"اگر نہیں لے کر جاو گے تو بتا دوں گی دادا جان کو کے رات کو کس وقت گھر آتے ہو تم" اس کے اکڑ کے کہنے پر اس کا دماغ ہی تو گھوم گیا تھا۔

"دھمکی دے رہی ہو تم مجھے ؟" دروازہ دھکیل کر پورا کھول کے وہ دو قدم بڑھ کے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ انداز جارحانہ تھا۔ "نن نہیں بھئی۔۔۔ دھمکی نہیں دے رہی صرف بتا رہی ہوں۔۔ اگر نہیں لے کر جاو گے تو۔۔۔" دنیا جہاں کی معصومیت لہجے میں سموتے ہوئے اس نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔ "ویسے بھی تم کونسا کوئی کام کر رہے ہو ؟ صرف سو ہی تو رہے ہو۔"

نچلا لب دانتوں تلے دبا کر اس نے کتنے ہی سخت الفاظوں کو لبوں پر آنے سے روکا تھا۔ حویلی میں سب کو ہی معلوم تھا کے دادا جان نے اس کے واپس آنے کا وقت دس بجے کا مقرر کر رکھا ہے۔ اس کے باوجود بھی وہ ہمیشہ بارہ بجے کے بعد ہی واپس آتا تھا جب ساری حویلی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی ہوتی تھی۔ ملازموں اور مکینوں کے علم میں ہوتے ہوئے بھی وہ کبھی سعادت غازی سے اس

کی شکایت نہیں کرتے تھے۔ وہ ہر ایک کو شیشے میں اتارنے میں ماہر تھا۔ لیکن سوائے بریزے غازی کے۔ ویسے تو وہ بھی جلدی سو جانے کی عادی تھی۔ لیکن جس دن جاگ رہی ہوتی تھی اس دن اگر عاشر کو وہ دیر سے گھر آتے ہوئے دیکھ لیتی تھی تو پھر صبح ناشتے کی ٹیبل پر لازمی اس کی شکایت دادا جان سے لگایا کرتی تھی۔ جس کے بعد ایک طویل لیکچر اور ڈانٹ عاشر کو سننے کو ملتی تھی۔

اونچے نیچے پتھریلے راستوں پر وہ کافی مہارت سے گاڑی دوڑا رہا تھا۔ خاموشی سے بیٹھے ہوئے اس کی پوری توجہ اپنی ڈرائیونگ کی جانب مرکوز تھی۔ وہ بھی کھڑکی سے باہر بھاگتے دوڑتے قدرتی مناظر کو دیکھنے میں مگن تھی۔ یہ تو طے تھا کے جب بھی وہ دونوں تنہا ہونگے یا تو ان کا جھگڑا ہو گا یا پھر دونوں ہی خاموش رہیں گے۔ نارمل گفتگو ان کے درمیان جیسے ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ عاشر کو تھکن کا احساس شدت سے ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بھی نیند کی کمی کے باعث سرخی سی تھی۔ لیکن ہر بار ایسا ہی ہوتا تھا۔ وہ نا چاہتے ہوئے بھی اس کے ہاتھوں بلیک میل ہو جایا کرتا تھا۔ "بریزے کی دوست کا گھر ساتھ والے گاوں میں تھا۔ جس کا فاصلہ اتنا زیادہ نہیں تھا۔ کچھ عاشر کی رش ڈرائیونگ نے بھی ان کو جلدی پہنچا دیا تھا۔ "اب تم جا سکتے ہو۔۔ واپسی پر میں یوسف کو فون کر دوں گی وہ آجائے گا لینے۔" بیگ کا اسٹریپ کندھے پر ڈال کر وہ چادر کا کونہ ٹھیک کرتے ہوئے سرسری سا بولی۔ ابھی یوسف کسی کام سے شہر گیا ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ عاشر کے ساتھ آنے پر مجبور ہوئی تھی۔ "تم نے تو کہا تھا آدھے گھنٹے کا کام ہے" اس کا انداز چھبتا ہوا تھا۔ "ہاں لیکن مجھے دو تین گھنٹے لگ جائیں گے۔ تم یقیناً یہاں بیٹھ کر میرا انتظار نہیں کرنا چاہو گے۔ اس لئے واپس حویلی چلے جاو۔ میں آجاوں گی بعد میں۔" بریزے کا اتنا لاپرواہ انداز اسے آگ لگانے کے لئے کافی تھا۔

لب بھینچے وہ اسے گاڑی سے اتر کر اس گھر کی جانب بڑھتے دیکھ رہا تھا جہاں باہر ہی اس کی دوست کھڑی اس کی منتظر تھی۔ خود پر بے پناہ ضبط کرتے ہوئے وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے ریورس کرنے لگا تھا۔ لیکن پھر بھی اسنے شکر ہی کیا تھا۔ وہاں آدھا گھنٹہ بھی اس کے انتظار میں بیٹھنا محال تھا۔

Mahira Zainab Khan Novel

بڑے سے احاطے میں کافی سارے ملازم تیزی سے بھاگ دوڑ کرتے اپنے ذمے لگے کاموں کو نمٹانے میں مصروف تھے۔ عبیر غازی کی مہندی کی تقریب وہیں منعقد ہونی تھی۔ جس کی تیاریاں زور شور سے جاری تھیں۔ ہر طرف زرد، سبز اور سنہرے رنگ کے جلوے بکھرے ہوئے تھے۔ وہاں سے ذرا ہٹ کر وہ ایک طرف بیٹھا دکھائی دے رہا تھا۔ ٹانگ پر ٹانگ رکھے وہ چیئر پر پیچھے کو ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ پولو شرٹ پہنے، آنکھوں کو ڈارک گاگلز سے ڈھکے، کانوں میں ایئر پوڈز لگائے، سامنے میز پر پڑے لیپ ٹاپ کی کھلی ہوئی اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔ جہاں وہ ویڈیو کال پر کسی میٹنگ میں شریک تھا۔

برابر والی چیئر پر بیٹھا ہوا اس کا مینیجر مختلف فائلز پر اس کے دستخط لینے کے بعد اب آرام دہ انداز میں بیٹھا، فون پر مصروف ہو چکا تھا۔ شادی ہونے تک عبیر کو آفس جانے سے منع کر دیا گیا تھا۔ ایسے میں آدم ہی سارے ضروری ڈاکومنٹس حویلی لے آتا تھا۔ میٹنگز میں بھی وہ ویڈیو لنک کے ذریعے ہی شریک ہوا کرتا تھا۔

"عبیر سر آپ کی چائے۔" جبھی ملازم نے چائے کا کپ ٹرے میں رکھے اس کی جناب بڑھایا تو چائے سے اٹھتی مہک نے اسے چونکا دیا تھا۔

"یہ چائے۔۔ ریشام بی بی نے بنائی ہے؟" اس کے استفسار پر اس نے اثبات میں سر ہلایا تو اس نے کپ اٹھا کر دو انگلیوں سے اسے جانے کا اشارہ کر دیا تھا۔

آدم کو چائے کافی میں سے کچھ بھی پسند نہیں تھا۔ اس لیے اس کے سامنے کولڈ ڈرنک کا گلاس پڑا تھا۔

کپ لبوں سے لگائے، پہلا گھونٹ بھرتے ہی ایک سکون سا اس کے رگ و پے میں سرائیت کر گیا تھا۔ ریشام کے علاوہ اسے کبھی کسی کے ہاتھ کی بنی چائے پسند نہیں آتی تھی۔ ہمیشہ وہی اس کے لئے بنایا کرتی تھی۔ عبیر کی حیرانگی اس بات پر تھی کے وہ پہلے ہی پڑھائی اور شادی کی تیاریوں میں گھن چکر بنی ہوئی تھی۔ لیکن پھر بھی اس نے عبیر کے لئے وقت نکالا تھا۔

حویلی والے کہتے بھی یہی تھے کے ان دونوں میں سگے بہن بھائیوں سے زیادہ محبت ہے۔

اور اس میں کوئی جھوٹ تھا بھی نہیں۔ جہاں ریشام اسے ایک بڑے بھائی کی طرح سمجھتی تھی۔ اس کی عزت کرتی تھی۔ اس سے اپنی ضدیں منواتی تھی۔ وہیں عبیر غازی بھی اسے بلکل ایک چھوٹی بچی کی طرح ہی ٹریٹ کیا کرتا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

وہ اس سے عمر میں ویسے بھی کافی چھوٹی تھی۔ درمیان میں سات آٹھ سال کا گیپ ہونے کے باوجود بھی ان دونوں کی خوب جمتی تھی۔

"چلو میں تمہیں گھر دکھاتی ہوں۔" کھانے کھانے کے بعد سونا نے اس سے کہا۔ اتنے عرصے کی دوستی میں بریزے پہلی دفعہ وہاں آئی تھی۔ وہاں ہمیشہ سونا ہی اس سے ملنے آتی تھی۔ باتیں کرتے ہوئے وہ اسے لئے اوپری منزل کی طرف آگئی تھی۔ وہ گھر اصل میں ایک کشادہ سی قدیم حویلی کی طرز پر بنا ہوا تھا۔ سونا اسی کے متعلق بریزے کو بتاتی جا رہی تھی۔ وہ خود بھی ایک جوائنٹ فیملی میں رہتی تھی۔ وہاں تین بھائیوں کی فیملیز آباد تھیں۔ بریزے سے سب ہی خوش اخلاقی سے ملے تھے۔ ایک تو وہ سونا کی بیسٹ فرینڈ تھی۔ اور دوسرا وہ سعدین حویلی کی بیٹی تھی۔ جو کافی تاقتور اور نامور خاندان کے طور پر جانی جاتی تھی۔

"وہاں نہیں جانا بریزے! بس نیچے چلتے ہیں۔" تین منزلیں دیکھ لینے کے بعد اسے چوتھی منزل تک جانے والی سیڑھیوں کی جانب بڑھتے دیکھ سونا نے اسے بے ساختہ ٹوکا تھا۔

"کیوں؟ وہاں کیوں نہیں جانا؟" اس نے قدم روک کر پوچھا۔

"وہ منزل بند رہتی ہے۔ وہاں ہماری رہائش نہیں ہے۔ بس فالتو ساز و سامان ہی پڑا ہے وہاں تمہارے دیکھنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔" سونا نے جبری مسکراتے ہوئے اسے تفصیلاً بتایا۔ پھر نامحسوس سے انداز میں پیشانی پر چمکتے پسینے کے قطروں کو صاف کیا۔ "تو کیا ہوا ہم ویسے ہی دیکھ کر آجاتے ہیں۔ مجھے تو اس حویلی کا اسٹرکچر کافی یونیک لگا ہے۔ آئی مین اس کی خوبصورتی۔ اس کی منقش نگاری۔۔ مجھے اوپر کی منزل بھی دیکھنی ہے۔" وہ بولتی ہوئی سیڑھیاں چڑھ گئی۔ سونا گھبراہٹ میں اس کے پیچھے بھاگی۔

"بریزے رک جاو۔۔ یہاں جانا سختی سے منع ہے۔۔ تایا ابو بہت غصہ کریں گے!" وہ کچھ خوفزدہ سے لہجے میں کہتی ہوئی اس کے پیچھے بھاگتے ہوئے اسے روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جو ان سنی کرتی اوپر آگئی تھی۔ سامنے ہی بڑے سے لکڑی کے دروازے پر کنڈی لگی ہوئی تھی۔ جسے کھول کر اس نے پٹ وا کر دئے تھے۔ ایک تیز ہوا کا جھونکا اس کے وجود سے ٹکرایا تھا۔ وہ ستائش سی آخری سیڑھی پر کھڑی وہاں کا منظر دیکھ رہی تھی۔ روشن دانوں سے آتی روشنی نے وہاں کے ہولناک اندھیرے کو کسی حد

تک کم کر رکھا تھا۔ وسیع اور بڑے سے لاؤنج میں درمیان میں کچھ پرانا فرنیچر پڑا تھا۔ جو بڑے سے سفید کپڑوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ہر جگہ دھول مٹی اور گرد و غبار سا تھا۔ کچھ اسٹیپس نیچے کھڑی سونا ہکا بکا سی اسے دیکھ رہی تھی۔ اس دروازے پر تو ہمیشہ ایک بڑا سا تالا لگا ہوا ہوتا تھا۔ سونا یہی سمجھ رہی تھی کے دروازے لاک ہونے کی وجہ سے وہ اندر نہیں جا سکیں گے۔ اور وہ بریزے کو لے کر واپس نیچے چلی جائے گی۔ لیکن بریزے کو وہاں گھومتے دیکھ اس کی گھبراہٹ میں اضافہ ہونے لگا تھا۔

"یہاں کا تالا کس نے کھولا؟" گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ خوف کی کیفیت میں ڈوبی اس کے پیچھے اندر آئی۔ جو ہاتھ جھلا کر چہرے کے سامنے سے گرد ہٹا رہی تھی۔ ساتھ ہی طائرانہ سی نگاہیں اطراف میں دوڑا رہی تھی۔

"اتنا پیارا پورشن ہے۔ تم لوگ اسے صاف کروا کر استعمال میں کیوں نہیں لاتے؟" اس کی آواز پورے میں گونجی تھی۔

"کچھ واقعات ایسے رونما ہوئے ہیں کے اس پورشن کو سیل کر دیا گیا تھا۔ ورنہ چھوٹے چچا کی فیملی یہیں رہائش پذیر تھی۔

"سیل کر دیا گیا تھا؟ لیکن مجھے تو دروازے پر کوئی تالا لگا نظر نہیں آیا۔" پرانے اور قدیم سے ڈیکوریشنز پیسیز کو دیکھتے ہوئے اس نے حیرانگی کا اظہار کیا۔

"تم دونوں یہاں کیا کر رہی ہو؟" بڑے تایا کہ کرخت سی آواز پر وہ دونوں اچھل پڑی تھیں۔ "تایا ابو وہ۔۔" سونا کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ آواز گویا حلق میں اٹک گئی تھی۔

"تمہیں پتا ہے نہ یہاں آنا سختی سے منع ہے۔؟ اس کے باوجود تم یہاں آئی وہ بھی بریزے کے ساتھ؟ تالا کیوں کھولا تم نے یہاں کا؟"

"سوری انکل! سونا کی اس میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ دروازہ میں نے کھولا تھا۔ مجھے یہ پورشن دیکھنا تھا۔ لیکن تالا نہیں لگا ہوا تھا یہاں" اس نے آہستگی سے صفائی پیش کی۔

"تالا نہیں لگا تھا؟" انھوں نے کچھ حیرانگی سے سونا کو دیکھا جس نے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے اثبات میں سر ہلا کر اس کی تائید کی تھی۔ "تالا نہیں لگا ہوا تھا تایا ابو۔"

"نیچے جاو فوراً۔" ان کے سرد لہجے میں کہنے پر سونا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر نیچے کی جانب دوڑ لگا دی تھی۔

"ہوا کیا ہے مجھے کچھ بتاؤ تو سہی" اس کے ساتھ کھنچے جاتے ہوئے اس نے بے چینی سے پوچھا۔

"سایہ ہے اوپر۔۔ کچھ شیاطین کا بسیرا ہے۔ ہر طرح کے تعویذ، دم درود کر کے دیکھ لیے ہیں لیکن کوئی بھی انھیں وہاں سے نکالنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ کچھ عرصے پہلے اس پورشن کو بند کر دیا گیا تھا۔ اس کے حل کے لئے ہی تایا ابو شہر گئے ہوئے تھے۔ وہاں کوئی مولوی صاحب ہیں۔ جن سے مدد لیں گے اس سلسلے میں۔" وہ خوف کے زیر اثر بولی۔ "لیکن وہ اتنی جلدی کیسے واپس آ گئے؟" آخر میں وہ خود کلامی کے سے انداز میں بڑبڑائی تھی۔

"یہ کیا بچوں والی بات ہے۔" بریزے نے کوفت سے ہاتھ جھلایا۔ "مجھے تو وہاں کچھ نہیں دکھائی دیا۔"

"شکر کرو کے کچھ نہیں دکھا۔۔ اب تمہاری وجہ سے مجھے پورے گھر سے ڈانٹ سننے کو ملے گی۔"

"مجھے تو کوئی یقین نہیں آ رہا تمہاری بات پر!"

"میری امی کے پاس چلو وہی تمہیں تفصیل بتائیں گی!"

بریزے کچھ کہنے لگی تھی جبھی ہاتھ میں موجود فون وائبریٹ ہونے لگا۔ اس نے روشن اسکرین کو دیکھا تو یوسف کا نام جگمگا رہا تھا۔

"یوسف آ گیا ہے مجھے لینے۔ ان جناتوں کی کہانی سننے میں دوبارہ ضرور آؤں گی تمہارے پاس۔" کال کاٹ کر وہ عجلت میں بولی۔ ابھی اس کا حویلی پہنچنا ضروری تھا۔ جہاں تقریب شروع ہونے میں زیادہ وقت نہیں تھا۔

پھر سب سے ملنے کے بعد وہ بیرونی سمت آ گئی تھی۔ حویلی سے باہر وہ سفید پراڈو کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اسی کا منتظر تھا۔ سونا سے گلے مل کر اسے وقت پر آنے کی تاکید کرتے ہوئے وہ چلی گئی تھی۔ جب کے وہ وہاں کھڑی دل ہی دل میں دعا گو تھی کے جو حرکت بریزے سے سرزد ہوئی تھی۔ انھیں اس کا خمیازہ نہ بھگتنا پڑے۔ لیکن وہ اس آنے والے وقت سے انجان تھی جس نے بریزے کی زندگی کو الٹ کر رکھ دینا تھا۔

کچھ دیر پہلے۔۔

دھول مٹی سے بھرے اس پورشن میں ایک ناگوار سی بو پھیلی تھی۔اندھیرے میں ڈوبا ہوا وہ پورشن کافی ہیبت ناک سا لگ رہا تھا۔ ہر طرف مکڑیوں کے جالے اور دوسرے حشرات الرض کی مکین گاہ بنا ہوا تھا۔

ایسے میں انتہائی کریہہ اور خوفناک سی شکل والی وہ مخلوق ہاتھوں اور پیروں سے سینے کے بل وہاں رینگتی دکھائی دے رہی تھی۔ جن کے نوکیلے اور بڑے دانتوں سے بدبودار سی رال ٹپک رہی تھی۔وہ ہر جگہ بکھرے ہوئے تھے۔فرش پر،دیواروں پر، حتی کے چھت پر بھی۔

ان کے برعکس وہاں کوئی اور بھی موجود تھا۔انتہائی سفید رنگت اور سیاہ لباس والا وہ شخص۔۔جو اس مخلوق کی نگاہوں سے اوجھل تھا۔وہ اسے نہیں دیکھ پا رہے تھے۔لیکن وہ اپنی سرد اور سیاہ آنکھوں سے انھیں دیکھ رہا تھا۔اس سے پہلے کے وہ وہاں ظاہر ہو جاتا۔ اس کی سماعتوں میں کچھ آوازیں پڑی تھیں۔

کچھ قدموں کی آوازیں۔جن کا رخ اس پورشن کی جانب تھا۔

کچھ باتوں کی آوازیں۔جو نسوانی تھیں۔

ایک کی آواز میں کچھ ڈر خوف تھا۔

جب کے دوسری آواز میں پرجوشی تھی۔

اس نے دروازے کو دیکھا۔وہ باہر سے بند تھا۔وہ یہ بھی جانتا تھا کے باہر تالا لگا ہوا ہے۔جسے دیکھ کر یقیناً وہ دونوں وہاں سے مایوس ہو کر واپس چلی جاتیں۔

اس نے اپنا رخ دروازے کی جانب کر لیا تھا۔اور اگلے کچھ سیکنڈز میں کوئی دروازہ دکھیل کر اندر داخل ہوا۔

وہ دونوں اکیس بائیس سالہ لڑکیاں تھیں۔ایک لڑکی وہاں تالا نہ ہونے کے باعث حیرانگی کا شکار تھی۔جب کے دوسری لڑکی دلچسپی سے وہاں نظریں دوڑا رہی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

وہ دونوں آپس میں گفتگو کر رہی تھی۔ نہ انھیں وہاں موجود وہ مخلوق دکھائی دے رہی تھی۔ اور نہ ہی وہ شخص جو بے ساختہ بریزے کو دیکھے جا رہا تھا۔ جس نے سیاہ چادر خود کے گرد لپیٹ رکھی تھی۔ سفید دوپٹہ سر سے ڈھلکنے کے باعث اس کے براون بال چہرے کے دائیں بائیں بکھر آئے تھے۔ وہ دوسری مخلوق بھی انھیں وہاں دیکھ کر ان کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کے وہ تیزی سے رینگتی ہوئی بریزے کے اوپر حملہ آور ہوتی۔ وہ پلک جھپکنے میں اپنی جگہ سے غائب ہوتا ہوا بریزے کے سامنے آ گیا تھا۔ جس سے وہ مکمل اس کی پشت پر چھپ گئی تھی۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں جیسے دہکتے شعلے جل اٹھے تھے۔ اس کے ظاہر ہوتے ہی وہاں پھیلی ہوئی عفریت عجیب و غریب، ناقابل برداشت سی آوازیں نکالتی ہوئی تیزی سے پیچھے ہٹنے لگی تھی۔ اگر وہ وہاں موجود نہ ہوتا تو کوئی شک نہیں تھا۔ کے اس عفریت نے اب تم ان دونوں کے وجود پر اپنا قبضہ قائم کر لینا تھا۔ اس نے رخ موڑ کر بریزے کے چہرے کو دیکھا۔ صاف رنگت پر پیارے سے نقوش اور براون چمکتی گہری آنکھوں نے اس کی خوبصورتی کو مزید بڑھا رکھا تھا۔ وہ اس کی موجودگی سے انجان سونا سے باتوں میں مشغول تھی۔

وہ اس کے چہرے کو دیکھے جا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں جلتے شعلے سرد پڑ چکے تھے۔ اس کے سلگتے ہوئے وجود پر جیسے کسی نے ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مار دئے تھے۔ یہ اس کی طویل زندگی کا پہلا موقع تھا کے وہ ایک انسانی چہرے کو اتنی گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اور دیکھنے میں اس قدر محو ہو چکا تھا کے اپنی نظریں اس کے چہرے پر سے ہٹانا ہی بھول گیا تھا۔ وہ تو شاہ صاحب کے کہنے پر یہاں موجود ان شیطان قبیلے کے جناتوں کو ختم کرنے آیا تھا۔ گو کے یہ اس کا کام نہیں تھا۔ اس کا درجہ بہت اعلیٰ تھا۔ وہ بہت عظیم کام انجام دیا کرتا تھا۔ لیکن شاہ صاحب نے اس سے اصرار کیا تھا۔ کے ان طاقتور شیاطین کو وہاں سے نکالنا صرف اس کے بس کی ہی بات ہے۔ تب اس نے ان کی بات مان لی تھی۔

اس کا یہاں آنے کا مقصد صرف ان شیطانوں کو ٹھکانے لگانے کا تھا۔ لیکن اس چہرے کو دیکھ کر وہ اپنا مقصد بھول گیا تھا۔ وہ یہ بھی فراموش کر گیا تھا کے وہ ایک مومن جن ہے۔ اسے یہ بھی خیال نہیں رہا کے اس لڑکی کو دیکھے جانے کی حرکت جو وہ کر رہا ہے اسے بلکل زیب نہیں دیتی۔ لیکن اپنے ذہن کے کنٹرول سے آزاد ہو کر، اور دل کے ہاتھوں بے بس ہو کر وہ اسے نہار رہا تھا۔

بے بسی بھی ایسی تھی جسے اس نے آج سے پہلے کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔

وہ محویت بھی ایسی تھی۔ جس نے آج سے پہلے اسے اتنا چونکایا نہیں تھا۔

متناسب جسامت کی دراز قد وہ لڑکی اس مومن جن کی دنیا ہلا گئی تھی۔

وہ پہلے اس کی آواز سن کر چونکا تھا۔ وہ جانتا تھا کے دروازہ بند دیکھ کر وہ واپس پلٹ جائے گی۔ لیکن وہ اسے دیکھنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس کے اندر آنے کے لئے راہ ہموار کر دی تھی۔ اور اب وہ سوچ رہا تھا کے۔ کیا یہ اس نے اپنے ساتھ ٹھیک کیا تھا؟ لیکن اس کا دماغ اسے جھنجھوڑ رہا تھا۔ اسے روک رہا تھا۔ اپنے نظریں اس پر سے پھیرنے کے لیے اس کی منت کر رہا تھا۔ لیکن اب اس پر کچھ بھی اثر انداز نہیں ہو رہا تھا!

یوسف کے ساتھ جب وہ حویلی پہنچی تو وہاں تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔ سورج ڈھلتے ہی فنکشن بھی اسٹارٹ ہو چکا تھا۔ علاقائی گانوں اور رقص نے ایک الگ ہی سماں باندھا ہوا تھا۔ حویلی کے باہر کھلے احاطے میں کھانے کا انتظام کیا جا رہا تھا۔ جہاں اشتہائی انگیز خوشبوئیں فضاؤں میں بکھر رہی تھیں۔ وہ تیار ہونے کی نیت سے اپنے روم میں آئی۔

لیکن وہاں موجود اس کی کچھ کزنز کو پہلے سے وہاں تیار ہوتے دیکھ اسے شدید کوفت ہوئی تھی۔ اسے عادت نہیں تھی کسی کے ساتھ اپنا روم شئیر کرنے کی۔

اپنی ماں کی تنبیہہ کرتی نظروں کو خاطر میں نہ لا کر وہ انھیں وہاں سے جانے کا کہہ ہی دیتی لیکن رائمہ پھوپھو نے اس کی صورت دیکھ کر اسے ریشام کے میں روم میں جا کر تیار ہونے کے لیے کہہ دیا تھا۔ اور پھوپھو کی تو وہ کوئی بات ٹال ہی نہیں سکتی تھی۔

ناچار اپنے کپڑے، میک اپ اور جیولری وغیرہ اٹھا کر ریشام کے روم میں بغیر دستک دئے داخل ہو گئی۔ جہاں وہ مکمل تیار ہو کر بیڈ پر کچھ کتابیں بھلائے بیٹھی جلدی جلدی فائل پر کچھ لکھتی جا رہی تھی۔ "یہ تم کیا کر رہی ہو؟"

بریزے نے حیرت سے اسے دیکھا۔ "اسائمنٹ بنا رہی ہوں" مصروف سے انداز میں اس کا جواب آیا۔ "لیکن تم نے تو کل ہی سبمٹ کروا دی تھی۔" بریزے کے سوالیہ انداز میں کہے گئے جملے پر اس کا چلتا ہوا رکا۔ "یہ دوسری ہے۔۔" سرسری سے لہجے میں کہنے کے بعد وہ پھر سے اسے، ختم کرنے میں لگ گئی تھی۔ بریزے کو صرف اس پر ترس ہی آیا تھا۔ جو اتنی محنت کرنے کے بعد ایک دن بھی کہیں جاب نہیں کرنے والی تھی۔ سر جھٹک کر وہ تیار ہونے چل دی۔ کچھ دیر بعد اس نے لکھنا بند کر کے فائل اٹھا کر پھر سے اس کا جائزہ لیا تھا۔ پھر شکر کا سانس بھرتے ہوئے بکھری ہوئی چیزوں اور کتابوں کی سمیٹ کر اس نے فائل بھی رائٹنگ

ٹیبل کی ڈرا میں رکھ دی تھی ٹخنوں تک آتی رسٹ کلر فراک زیب تن کئے اس نے ہمیشہ کی طرح آج بھی بڑے سے دوپٹے کو سر پر اوڑھ رکھا تھا۔عام دنوں میں بھی وہ روم سے باہر کبھی خالی سر نہیں رہتی تھی۔اور آج تو پھر دور و نزدیک کے جانے کون کون سے لوگ وہاں جمع تھے۔فل سلیوس ہونے کی وجہ سے اس نے صرف پھولوں سے بنے کنگن کی کلائی میں پہنے تھے۔ہلکے پھلکے میک اپ اور کانوں میں چاند بالیاں پہننے کے بعد وہ تیار ہو کر نیچے چلی آئی۔جہاں مہندی کی رسم شروع ہونے والی تھی۔مرد حضرات کا الگ سے انتظام کیا گیا تھا۔لیکن کزنز وغیرہ بھی وہاں دکھائی دے رہے تھے جن کے اندر آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں تھی۔چند ایک لوگوں سے مل کر وہ اپنی جامعہ کی دوستوں کے پاس آ بیٹھی تھی۔زرا دیر کو نظریں اس کی جانب بھی اٹھی تھیں جو انتہائی مصروف سا کام نمٹائے جا رہا تھا۔عام دنوں سے ہٹ کر اس نے تقریب کی مناسبت سے سفید کرتا شلوار پہن رکھا تھا۔اس کے گھنے بال ہمیشہ کی طرح پیشانی پر بکھرے تھے۔وہ جانے کتنی دیر تک اسے ہی دیکھتی رہتی جب کسی نے اس کے سامنے چٹکی بجائی تھی۔وہ چونک اٹھی۔"سالار بھائی۔۔!!" چہرے پر فوراً خفگی کے رنگ ابھرے۔۔"آئم ریئلی سوری ریشام۔۔مجھے معلوم تھا کے تمہاری اسائنمنٹ بنانے میں ہیلپ کرنی ہے۔۔لیکن باوجود کوشش کے نہیں آسکا۔۔"وہ کچھ شرمندگی بھرے انداز سے معذرت کر رہا تھا۔"اس کی ضرورت نہیں۔۔میں آپ کی ہیلپ کے بغیر بھی بنا سکتی ہوں۔۔بلکے میں نے بنا کر سبمٹ بھی کروا دی ہے۔"سینے پر بازو باندھے وہ اب بھی خفا تھی۔"ارے۔۔اتنی بڑی کب ہو گئیں تم؟"مصنوعی حیرانگی سے کہتے ہوئے سالار نے اس کی چھوٹی سی ناک کھینچی تھی۔"میں بچی نہیں ہوں۔۔آپ مجھے اس طرح سے ٹریٹ نہیں کیا کریں۔"

"اتنا غصہ۔۔؟"وہ سے اس کے چہرے کے نقوش دیکھ رہا تھا۔جن پر دبا دبا سا غصہ تھا۔"آپ کو معلوم بھی ہے آپ کتنے دنوں بعد گھر آئے ہیں۔"اس کے سختی سے استفسار کرنے پر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اس کے باوجود آپ۔۔۔"

"میں تمہارے لئے یہ لایا تھا۔۔"ریشام کی شکایت کرتی زبان کو بریک لگی تھی۔نازک سی رسٹ واچ سالار نے اس کی سمت بڑھائی ہوئی تھی۔

"تھینک یو۔۔۔"واچ پکڑتے ہوئے بھی اس کا انداز خفگی بھرا ہی تھا۔"لیکن میں اب بھی آپ سے ناراض ہوں۔۔"ساتھ ہی اس نے جتانا ضروری سمجھا۔

"میں منالوں گا۔۔" سینے پر بازو باندھے وہ مسکراتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھ کر اعتماد سے بولا۔ وائیٹ شلوار قمیض پہنے بلیک شال کو شانوں پر پھیلائے وہ ریشام کے پاس کھڑا اس سے نوک جھونک میں مصروف تھا۔ یہ جانے بغیر کے کتنی ہی معنی خیز نظریں ان کی جانب اٹھی ہوئی تھیں۔

رسم کی ادائیگی ساری خواتین حویلی کی اندرنی عمارت میں آچکی تھیں۔ جہان اب فرشی نسست پر بیٹھے ہوئے ڈھولک کے ساتھ ساتھ شادی کے گیت بھی گائے جارہے تھے۔ مہمانوں کی آمد ورفت بھی جاری تھی۔

وہ بھی سبز رنگ کے لباس میں موتیے کی بنی جیولری پہنے اپنی کزنز کے ساتھ بیٹھی تھی۔

عورتوں کی طرف سے رسم کی ادائیگی کے بعد اب باہر مردوں کی رسم شروع ہو چکی تھی۔ جبھی دو تین لڑکیاں بھاگتی ہوئی ان کے پاس آئی تھیں۔

"کیا غضب کا ماحول بنا ہوا ہے باہر"

وہ لوگ کافی دیر سے حویلی کی چھت پر چڑھی باہر ہو رہی تقریب کو دیکھنے کے بعد اب ان کے گوش گزار کر رہی تھیں۔

جبھی ہوائی فائرنگ کی تیز، کانوں کے پردے پھاڑتی آوازیں گونجنے لگی تھیں۔

"فائرنگ کرتا ہوا وہ اتنا ہینڈسم لگ رہا تھا مین تمہیں کیا بتاوں۔ تمہاری طرح اس نے بھی وائٹ کلر پہنا ہوا ہے۔"

بریزے نے کچھ حیرانگی سے ان کی دھیمی آوازوں پر متوجہ ہوتے ہوئے انھیں سنا تھا۔

باہر کا منظر دیکھ کر آنے والی لڑکی اب بریزے کے ساتھ بیٹھی لڑکی کو دھیمی اور شوخ سی آواز میں بتا رہی تھی۔

تقریب کی مناسبت سے سارے ہی مرد حضرات نے سفید رنگ کے لباس زیب تن کر رکھے تھے۔ لیکن بریزے پھر بھی جانتی تھی کے وہ دونوں کس شخصیت کے متعلق گفتگو کر رہی تھیں۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کے ان کے دور کی یہ کزن رمیسہ، عاشر مرزا میں کافی دلچسپی رکھتی تھی۔

وہ خود بھی رمیسہ کو بہانے بہانے سے عاشر سے گفتگو کرنے کا موقع ڈھونڈتے دیکھ چکی تھی۔ لیکن ایک وہ تھا کے کسی سے دو گھڑی بات کرنا تو در کنار۔ وہ کسی کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ کسی ناپسندیدہ شخص پر اپنے الفاظ اور توجہ ضائع کرنا اسے گوارا ہی کہاں تھا۔

لیکن بریزے کے معاملے میں اس کے الٹے حساب تھے۔ اس سے بلاوجہ لڑنے جھگڑنے میں وہ اپنے لفظوں اور قیمتی وقت کا دھیان ہی کہاں رکھ پاتا تھا۔

بریزے کو رمیسہ پر محض افسوس ہی ہوا تھا کے۔ اگر قسمت سے اس کی شادی عاشر سے ہو بھی گئی تو جانے کیا حال ہو گا بے چاری کا۔

انگلیوں سے پیشانی کو دباتی وہ وہاں سے اٹھ گئی تھی۔ کافی دیر سے سر میں اچانک ہی ہلکا ہلکا سا درد اٹھنے لگا تھا۔ اسے کافی کی طلب ہونے لگی تھی۔

"کیا ہوا ہے بریزے؟ طبعیت ٹھیک نہیں ہے؟" زاریہ غازی نے فکر مندی سے پوچھا۔ وہ تو ایسی محفلوں کی جان ہوا کرتی تھی۔ اسے تو اس طرح ہلے گلے اور شور شرابے کافی پسند تھے۔ اور آج جب گھر کی شادی تھی تو وہ چپ چاپ کونے میں بیٹھی تھی۔ "کچھ نہیں۔۔ بس سر میں درد ہے۔" وہ پیشانی مسلتے ہوئے بولی۔ "ٹیبلیٹ لا دوں تمہیں؟"

"میں نے کھالی تھی۔۔ لیکن ابھی بھی سر پھٹ رہا ہے۔۔ میں روم میں جا کر کچھ دیر آرام کر لوں؟"

"ہاں کیوں نہیں۔۔ یہ فنکشن تو رات گئے تک چلے گا۔۔ تم آرام کر لو کچھ دیر۔" وہ تو بس جیسے اجازت ملنے کے انتظار میں ہی تھی۔ دونوں ہاتھوں میں لمبی سی فراک کو اٹھاتی ہوئی وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھ رہی تھی۔ جبھی اسے یاد آیا تھا کے اس کا فون تو وہیں سیٹنگ میں رہ گیا ہے۔ وہ اسے لینے کی نیت سے دوبارہ مڑی تو کسی سے بے ساختہ ٹکرائی تھی۔

"اندھوں کی طرح ہی چلنا ہمیشہ!" اسے کہنیوں سے پکڑے وہ سلگ کر بولا۔

"تم آئے ہو میرے راستے میں"! اس نے کہاں کوئی حساب رکھنا سیکھا تھا۔

"اور میرے پیچھے پیچھے کیوں چل رہے ہو تم؟"

ساتھ ہی آبرو اٹھا کر گھورا۔

"میں تمہارے پیچھے کیوں چلوں گا؟ شہزادی ہو تم کہیں کی؟" بظاہر مسکراتے ہوئے لیکن دانت پیستے ہوئے وہ بول رہا تھا۔ سفید رنگ کے کرتے شلوار پر سینے پر بازو باندھے وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔

بریزے نے کن انکھیوں سے اس کے پیچھے نظر آتی ان ساری خواتینوں کو دیکھا تھا جو ان ہی کی طرف متوجہ ہو رہی تھیں۔

"بریزے تمہارا فون۔۔ تم بھول گئی تھیں۔" آف وائٹ اور گولڈن ڈریس پہنے رمیسہ نے اس کا فون اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو رمیسہ!"

بریزے نے خوش دلی سے اس کا شکریہ ادا کیا۔

"تم۔۔ کیسے ہو عاشر؟" ساتھ ہی کچھ جھجکتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"ٹھیک ہوں۔۔" اکھڑے سے انداز میں کہتا ہوا وہ جیب سے اپنا فون نکالتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

"دل پر مت لینا۔ یہ ایسا ہی ہے بدلحاظ۔ اور بدتمیز"

رمیسہ کا اترا ہوا منہ دیکھ کر اس نے دل جوئی کرنے والے انداز میں کہا۔

اوپر جاتے عاشر کی سماعتوں میں اس کے لفظ بخوبی پڑے تھے۔

لیکن کچھ کہنے کے بجائے بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

اس وائٹ اور گرے کلر والے بنگلے پر درانی پیلیس کی تختی لگی تھی۔ جہاں اندر ناشتے کی میز سج چکی تھی۔ سربراہی کرسی پر براجمان فرمان درانی ناشتے کے ساتھ ساتھ اخبار کی سرخیوں پر بھی نظریں دوڑا رہے تھے۔ ان کے دائیں ہاتھ بیٹھا داریان چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے کن انکھیوں سے انھیں دیکھ رہا تھا۔ "جو کہنا ہے کہہ دو۔۔ میں سن رہا ہوں۔۔" وہ اس کی نظروں کا ارتکاز محسوس کر کے پرسکون سے بولے تو وہ گڑبڑا اٹھا

لیکن کہنے میں ہچکچا رہا تھا۔اسے معلوم تھا اس کی بات وہ سن تو لیں گے۔۔ لیکن اس کام کی اجازت ہر گز نہیں دیں گے۔"وہ اصل میں۔۔۔"

"کپ ٹیبل پر رکھ کر وہ خود کو کہنے کے لئے تیار کر رہا تھا۔"وہ میرا ایک دوست اکیڈمی شروع کر رہا ہے۔میں سوچ رہا تھا کے فری ٹائم میں ایکسپرئینس کے لئے وہاں ٹیوشن دے دوں۔۔"دو سیکنڈ میں اپنی بات ختم کر کے وہ فرمان کے جواب کا منتظر تھا۔جو سپاٹ تاثرات کے ساتھ اخبار فولڈ کر کے میز پر رکھنے کے بعد اس کی جانب متوجہ ہوئے۔"ڈگری ملنے سے پہلے میں تمہیں کسی جاب یا بزنس کی طرف جانے کی اجازت ہر گز نہیں دینے والا۔۔اپنی پڑھائی پر توجہ دو بس۔۔"ان کا انداز ٹھہرا ہوا تھا۔"لیکن بھائی میں صرف تجربے کے لئے۔۔۔"وہ کبھی ان سے کسی بات پر ضد نہیں کیا کرتا تھا لیکن آج وہ انھیں قائل کر لینا چاہتا تھا۔

وہ کمپیوٹر سائنس میں پی ایچ ڈی کا اسٹوڈنٹ تھا۔ڈگری مکمل ہونے میں صرف چند ہی سمسٹرز بچے تھے۔"میری طرف سے انکار ہے۔۔اگر تم میری اجازت اور مرضی کے بغیر کرنا چاہتے ہو تو۔جو دل چاہے وہ کرو۔۔مجھ سے مت پوچھو"حتمی انداز میں بات ختم کر کے وہ ٹیبل سے اٹھ گئے تھے۔اس نے مدد طلب نظروں سے ناشتہ کرتی عیشہ کو دیکھا۔جس نے فوراً ہی ہاتھ اٹھا کر نفی میں سر ہلایا تھا۔"مجھ سے تو ہر گز امید نہیں رکھنا۔۔تمہاری بات انھوں نے سن تو لی۔۔مجھے تو بولنے کا موقع بھی نہیں دیں گے۔"اس نے فوراً ہی معذرت کی تھی۔

کھڑکیاں کھلی ہونے کے باعث ٹھنڈی اور خنک ہوائیں سیدھی اس کے کمرے میں آ رہی تھیں۔جنھیں بند کرنے کی نیت سے اس نے ایک پٹ کو تھاما ہی تھا کے نظریں بے ساختہ ہی اس انیکسی کی جانب اٹھیں۔حویلی کے سامنے کافی سارے خالی رقبے کے بعد ہی بیرونی دروازہ آتا تھا۔جس کے دائیں جانب بنی اس سفید رنگ کی چھوٹی سی انیکسی کی بتیاں آج روشن تھیں۔ورنہ تو عموماً اس وقت وہ اندھیرے میں ڈوبی ہوئی ہوتی تھیں۔تقریب ختم ہونے کے بعد ساری روشنیاں ساری جگمگاہٹیں ماند پڑ چکی تھیں۔
صرف ایک سناٹا اور گہری ہولناکی تھی جو وہاں پھیلی تھی

چادر اٹھا کر اپنے گرد لپیٹتے ہوئے وہ بغیر چاپ کئے قدم اٹھاتی وہاں سے باہر نکل آئی تھی۔ چوکنے انداز میں یہاں وہاں دیکھ کر چلتے ہوئے اس کا رخ اس انیکسی کی جانب تھا۔

جو یوسف کے زیر استعمال تھی۔۔ دکھتے سر اور شدید تھکان کے باوجود وہ اسائمنٹ بنانے کی پر زور کوشش کر رہا تھا لیکن آنکھیں تھیں کے بند ہوئی جا رہی تھیں۔ ایسے میں دروازے پر ہونے والی دستک نے اسے جی بھر کر بیزار کیا تھا۔ اس وقت وہ حویلی کا کوئی کام کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ لیکن انکار کرنے کی بھی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

ناچار اسٹڈی ٹیبل سے اٹھ کر اس نے دروازہ کھول دیا تھا۔ لیکن سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر حیرت کا جھٹکا ہی تو لگا تھا۔ "آپ یہاں۔۔۔ اس وقت؟" الفاظ مشکل سے اس کے لبوں سے ادا ہوئے تھے۔ "پکڑو یہ۔۔" اس نے چادر میں چھپا ہاتھ نکال کر ایک فائل اس کی جانب بڑھائی تھی۔ انداز روکھا سا تھا۔ "یہ۔۔؟؟" وہ کنفیوژ تھا۔ "اسائمنٹ ہے۔ بنا دی تھی میں نے۔"

"میں بنا ہی رہا تھا بس۔" جانے کیوں اسے شرمندگی سے ہوئی۔ "دروازہ بند کرو اور سو جاو سکون سے۔۔" بے زاری سے ہاتھ اٹھا کر اسے ٹوکتے ہوئے وہ کہہ کر جانے کے لئے پلٹ گئی تھی۔ فائل لے کر واپس ٹیبل تک آتے اس کا ذہن سن ہو رہا تھا۔ ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا۔ ریشام کئی بار پڑھائی میں ایسے ہی اس کی مدد کر دیا کرتی تھی۔ لیکن وہ حویلی کی بیٹی اس عام سے ملازم پر اتنا مہربان کیوں رہتی تھی۔ اور وہ بھی اتنا کے اسے ملازم تصور ہی نہیں کرتی تھی۔ ہزار سوچیں اس کے دماغ میں ڈیرہ ڈالے رکھتی تھیں۔ لیکن وہ خود کو کسی خوش فہمی میں گرفتار نہیں کیا کرتا تھا۔

اپنی بکھری ہوئی کتابوں کو دیکھنے کے بعد اس نے اس فائل پر ہاتھ پھیرا تھا۔ جو بھی تھا۔ ریشام ضمیر غازی اس کے ذہن و دل کا قرار تھی۔ فائل ٹیبل پر رکھ کر وہ سونے کے لئے لیٹ گیا تھا۔

حویلی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ محتاط انداز میں کوریڈور میں چلتی اپنے روم تک پہنچی تھی۔ "ریشام؟؟" اس نے دروازے کے بالٹ پر ہاتھ رکھا ہی تھا کے پیچھے سے کسی نے حیرت بھری آواز میں اسکا نام پکارا۔ ناچاہتے ہوئے بھی وہ پلٹ کر دیکھنے پر مجبور ہوئی تھی۔ "اس وقت روم سے باہر کیا کر رہی تھیں تم؟" اس نے تحیر سے پوچھا

"وہ۔میرا ائیر رنگ۔ائیر رنگ کھو گیا تھا میرا۔۔بس وہی۔۔دیکھ رہی تھی"

فی الفور اس سے کوئی بہانہ نہیں بن پا رہا تھا۔جو ذہن میں آیا وہی بول گئی۔

وہ گھبرا نہیں رہی تھی۔پر سکون سی سالار کے سامنے کھڑی اسے جواب دے رہی تھی۔

وہ یہ بھی جانتی تھی کے کتنی بے وقوفانہ بات وہ کہہ گئی ہے۔"ائیر رنگ ڈھونڈنے کا یہ کونسا وقت ہے؟ذرا بتاو تو۔۔؟"

اس نے آبرو اٹھا کر پوچھا"وہ۔۔وہ بہت قیمتی ہے سالار بھائی۔"

"اچھا۔۔کون سا ڈائمنڈ لگا ہے اس میں؟"

"میری بیسٹ فرینڈ نے گفٹ کیا تھا۔۔"

اس نے خفگی سے کہا"صبح ڈھونڈ لینا۔۔ابھی سو جاو جا کر۔۔"وہ نرمی سے بولا۔"بس جا ہی رہی تھی۔۔گڈ نائٹ"

اتنی جلدی جان خلاصی ہونے پر فوراً سے کہتے ہوئے اس نے روم میں جا کر دروازہ بند کر دیا تھا۔

سعدین حویلی کے سب سے بڑے بیٹے عبیر غازی کی بارات ایک شان و شوکت سے نکلی تھی۔عبیر کی شادی ویسے بھی حویلی میں ہو رہی پہلی شادی تھی۔اسی وجہ سے سارے ارمان جوش و جروش سے نکالے جا رہے تھے۔بارات اسلام آباد گئی تھی جہاں پہنچنے میں بھی اچھا خاصا وقت لگ گیا تھا۔اور رخصتی کے بعد واپسی میں بھی رات ہو چکی تھی۔

بارات تو دن میں ہی نکلی تھی لیکن اب تو ہر سو رات کے سائے پھیل چکے تھے۔

Mahira Zaynab Khan Novel

کافی ساری گاڑیاں آگے پیچھے حویلی کے راستے پر رواں دواں تھیں۔ جن میں گارڈز کی گاڑیاں بھی شامل تھیں۔ایک سنسان کچے کے راستے پر کھڑی سیاہ رنگ کی ویگو اس گہری رات کا ہی حصہ لگ رہی تھی۔ راستے کے دائیں بائیں دونوں طرف خاردار جھاڑیاں تھیں۔ ٹھنڈی ہواؤں میں اچانک ہی اضافہ ہونے لگا تھا۔

کچھ دیر پہلے تک یہ ہوائیں نہیں چل رہی تھیں۔ لیکن موسم ٹھیک تھا۔اب خنکی بڑھنے لگی تھی۔ایسے میں فاز موبائل کی ٹارچ آن کئے یوسف کے پاس کھڑا تھا۔ جو بونٹ اٹھائے جھکا ہوا انجن کی خرابی چیک کر رہا تھا۔اس کے چہرے پر کچھ الجھن کے تاثرات تھے۔بظاہر تو سب کچھ ٹھیک لگ رہا تھا لیکن سمجھ نہیں آرہا تھا کے آخر کس خرابی کی وجہ سے گاڑی اسٹارٹ ہونے سے انکار کر رہی ہے۔"کیا ہوا؟" فاز نے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔" سمجھ نہیں آرہا کچھ۔۔" تھوڑی مسلتے ہوئے اس نے نا سمجھی سے جواب دیا۔

اگر گاڑی میں صرف وہ اور فاز ہوتے تو اسے گاڑی خراب ہونے کی اتنی پریشانی نہ ہوتی۔

کچھ نہ کچھ انتظام وہ کر ہی لیتا۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کے پیچھے بریزے اور ریشام کے ساتھ ان کی ایک کزن بھی بیٹھی تھیں۔"میرے تو نہیں سمجھ آرہا۔۔ تم کچھ ٹرائی کرو۔۔ تم تو انجنیئر ہو آخر۔۔"

"میں الیکٹرکل انجینئر ہوں۔۔ مکینکل نہیں۔۔" فاز نے جیسے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔ ہم عمر ہونے کی وجہ سے ان دونوں کے درمیان عام مالک اور ملازم والا رشتہ نہیں تھا۔وہ دونوں ایک دوسرے سے دوستوں کی طرح ہی پیش آتے تھے۔ عبیر تو یوسف کو سالار، عاشر اور فاز کی طرح ہی چھوٹا بھائی سمجھتا تھا۔

عاشر سے وہ اتنا فرینک نہیں تھا۔اور سالار سے بھی ضروری باتوں کے علاوہ وہ زیادہ بے تکلف نہیں ہوتا تھا۔"میرا ایک دوست مکینک ہے۔۔ جب تک کوئی گاڑی نزدیک نہیں آتی اسے کال کر کے پوچھ لیتا ہوں شاید کوئی حل نکل آئے۔۔"

فون پر نمبر ڈائل کرتے ہوئے یوسف نے فاز کو دیکھ کر کہا۔ جس کا ٹھنڈ سے چہرہ جمنے لگا تھا۔"اس علاقے میں اتنی ٹھنڈ تو نہیں پڑتی۔۔ نہ ہی موسم ابھی اتنا چینج ہوا ہے۔۔ پھر آج کیا ایسی خاص بات ہے۔۔" وہ ہاتھوں کو مسلتے ہوئے گرمائش پیدا کرتے ہوئے حیرانگی سے یوسف کو بولا۔ جس نے لاعلمی سے شانے اچکا دئے تھے۔

وہ دونوں اپنی ہی باتوں میں مصروف تھے جب کے پیچھے بیٹھیں بریزے کوفت زدہ تھی۔

اسے لمبے راستوں کے سفر کبھی پسند نہیں رہے تھے۔ابھی بھی انتہا کی بیزار بیٹھی تھی۔

جب کے ریشام اور ان کی کزن ژالے تو کب کی سو چکی تھیں۔

وقت گزاری کے لئے فون پر گیم کھیلتے ہوئے اچانک ہی ایک دلفریب سی مہک اسے محسوس ہوئی۔ غیر ارادی طور پر اس نے سر کو، دائیں جانب گھما کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔

جہاں لمبی لمبی خاردار جھاڑیاں دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ لیکن وہاں ایک چھوٹا سا پودا تھا۔

جو مرجھائی ہوئی اور بے جان سی جھاڑیوں کے پاس کافی خوشنما سا دکھ رہا تھا۔ "گلاب کا پھول؟؟" اسے خوشگوار سی حیرت ہوئی۔ دوسرے ہی لمحے وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آئی۔ اس پودے میں وہ صرف ایک ہی پھول تھا۔ جو پورا کھلا ہوا تھا۔

اس کی بھینی بھینی خوشبو کافی دلفریب معلوم ہو رہی تھی۔ بنا کچھ سوچے سمجھے بریزے نے جھک کر اسے توڑ لیا۔ حیرت کی بات تھی کے اس گلاب کی ٹہنی میں کوئی کانٹا نہیں تھا۔ آہٹ کی آواز پر بونٹ کے سامنے کھڑے یوسف نے فون کان سے لگائے ہی ذرا سا سائیڈ پر جھک کر دیکھا۔ "بریزے بی بی۔۔" فوراً کان سے فون ہٹا کر وہ اس کی جانب آیا۔ "سب ٹھیک ہے؟" اس کا انداز فکر مند تھا۔ اس نے ان تینوں کو تنبیہ کی تھی کے گاڑی سے ہرگز نہ باہر اترے۔ ریشام اور ژالے کا تو اس کو پتا تھا کے وہ نہیں آئیں گی۔ لیکن بریزے کے معاملے میں وہ پہلے ہی محتاط تھا۔ حویلی کی اس بیٹی کی نیچر کو وہ اچھے سے جانتا تھا۔ اسے جس چیز سے روکا جائے یہ وہی کیا کرتی تھی۔ "ہاں سب ٹھیک ہے۔۔" اس کا انداز ہمیشہ کی طرح سپاٹ تھا۔ سعادت غازی کی طرح وہ بھی اسے فقط ایک عام ملازم سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتی تھی۔ "یہ پھول؟" یوسف کی نظریں اس کے ہاتھ میں موجود گلاب کے پھول پر پڑی۔ "اسے یاد تھا کے واپس آتے ہوئے جب وہ گاڑی میں بیٹھی تھی تو تب اس کے پاس یہ پھول نہیں تھا۔ "یہیں سے توڑا ہے" اس نے لاپرواہی سے اس کی خوشبو سونگھتے ہوئے کہا۔ "یہاں سے؟" یوسف نے حیرانگی سے آس پاس نظریں دوڑائیں۔ جہاں جھاڑیوں کے علاوہ کسی دوسرے پودوں کا نام و نشان نہیں تھا۔ "بریزے بی بی۔۔۔ اسے پھینک دیں۔۔"۔ یوسف کا لہجہ اچانک ہی سنجیدہ ہوا۔

"کیوں پھینک دوں؟" اس کی پیشانی پر بل پڑے۔ "میں نے کہا کے اسے پھینک دیں۔۔ اور گاڑی میں جا کر بیٹھیں۔۔" اس کا انداز گستاخ نہیں تھا۔ لیکن سرد اور سپاٹ سا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"کیا ہو رہا ہے؟" فاز بھی ان کی باتیں سنتا وہیں آ گیا تھا۔ جب کے ریشام اور ژالے بھی جاگ چکی تھیں۔ "تم اپنی حد میں رہو یوسف۔۔" بریزے نے سختی سے اسے وارن کیا۔ "یہ پھول کہاں سے آیا ہے؟" وہ تینوں حیرت زدہ تھے۔ اس کی تیز خوشبوں فضاوں میں گھلتی جا رہی تھی۔ "یہاں سے توڑا ہے انھوں نے۔۔" یوسف کے کہنے پر فاز نے چونک کر بریزے کو دیکھا۔ "تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ پھینکو اسے۔۔" اس نے قدرے غصے سے کہا تو بریزے نے ان دونوں کو گھورتے ہوئے ناچاہتے ہوئے بھی دور جھاڑیوں میں اسے اچھال دیا تھا۔ "تم سے اتنی بے وقوفی کی امید نہیں تھی مجھے؟" فاز نے تاسف سے کہا۔ "تم دونوں کیوں اتنا اوور ری ایکٹ کر رہے ہو؟؟ صرف ایک پھول ہی تھا وہ۔۔" اس نے ناگواری سے ان دونوں کو کہا۔ تبھی دور سے ایک گاڑی کی ہیڈ لائیٹس انھیں دکھائی دی۔ فاز اور یوسف دونوں ہی فوراً حرکت میں آتے ہوئے محتاط ہوئے تھے۔ جس سنسان جگہ پر وہ موجود تھے وہاں کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ صد شکر کے اس گاڑی میں سالار اور عاشر موجود تھے۔ ان کے پاس ہی گاڑی روک کر وہ دونوں اتر آئے تھے "کیا ہوا گاڑی کو؟" سالار نے ناسمجھی سے یوسف سے پوچھا۔ "معلوم نہیں۔۔ اسٹارٹ نہیں ہو رہی۔۔ ساری کوششیں کر کے دیکھ لی ہیں۔" اس نے شانے اچکا کر کہا تو عاشر نے بونٹ اٹھا کر اسے دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ اور پانچ منٹ کے اندر ہی وہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے ان کے پاس آیا۔ "تم سے بہتر گاڑی کے مسئلوں کو کوئی جان نہیں سکتا۔۔ اور تم کہہ رہے ہو کے تم سے یہ چھوٹا سا مسئلہ حل نہیں ہوا؟" اسے کافی حیرانگی تھی۔ فاز اور یوسف نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ جو مسئلہ عاشر نے ٹھیک کیا تھا وہ تو اس میں تھا ہی نہیں۔ وہ ہزار بار چیک کر چکے تھے۔ "تم نے کیوں منہ بنا رکھا ہے؟ کون سے جن سے لڑائی ہوئی ہے تمہاری؟"

سالار نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔ "میری کسی جن سے لڑائی کیوں ہو گی؟ یہ دونوں کسی جن سے کم ہیں کیا؟"

وہ سابقہ لہجے میں بولی۔ سیاہ میکسی پہنے ٹھنڈ سے بچنے کے لئے شیفون کے دوپٹے سے خود کو کور کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ اس کی ناک بھی سرخ ہونے لگی تھی۔

"آپ لوگ اس ٹائم اور اس جگہ پر کھڑے ہو کر جناتوں کی بات نہ کریں بھئی۔۔ مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔" ژالے روہانسی صورت میں بولتی ہوئی ریشام کے قریب ہو گئی تھی۔

"تم تو ہو ہی سدا کی ڈرپوک۔۔" بریزے کے ہاتھوں وہ بھی نہیں بچی تھی۔ "رکو بریزے۔۔۔ سالار بھائی۔۔ اس کو آپ اپنے ساتھ لے جائیں۔۔ ہم اسے واپس اپنے ساتھ لے جانے کا رسک نہیں لے سکتے۔ جانے پھر کون سی بے وقوفی کر بیٹھے۔" بریزے

کو گاڑی کا دروازہ کھولتے دیکھ فاز نے روک کر سالار سے کہا۔ "کیوں؟" اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔ جب کے سینے پر بازو باندھے اس نے تیز نظروں سے صرف فاز کو گھورنے پر ہی اکتفا کیا تھا۔ "آپ کو معلوم ہے اس نے یہاں سے ایک گلاب کا پھول توڑ لیا تھا۔۔"

"تو؟" عاشر اور سالار کے چہروں پر اب بھی نا سمجھی کے تاثرات تھے۔

"بھائی گلاب کا ایک پھول تھا ان جھاڑیوں میں۔۔ صرف ایک۔۔"

"تو تمہیں اس بات کا غم ہے کے اس ایک اکلوتے پھول کا گھر پھلنے پھولنے سے پہلے ہی اس نے اجاڑ دیا؟"

سالار کا انداز غیر سنجیدہ تھا۔ "سالار بھائی آپ سمجھ نہیں رہے میری بات" فاز کو جانے کیوں تشویش سی ہو رہی تھی۔ "اس میں اتنا پریشان ہونے والی تو کوئی بات نہیں ہے۔۔ یہ فلمیں ڈرامے ذرا کم دیکھا کرو۔۔۔ کافی گہرا اثر پڑ رہا ہے اس کا تم پر" لاپرواہی سے کہتے ہوئے عاشر اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا تھا۔ "چلو بریزے۔۔" تمسخرانہ نظروں سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے وہ سالار کے پیچھے چل دی تھی۔

پیچھے وہ دونوں بھی سر جھٹکتے ہوئے گاڑی میں بیٹھنے لگے تھے۔

بارات جب واپس حویلی پہنچی تو اچھا خاصا وقت ہو چکا تھا۔ لیکن پھر بھی اتنی آتش بازی کی گئی تھی کے دور تک آسمان پر روشنیوں کی بارات اتر آئی تھی۔ کافی ساری رسمیں کرنے کے بعد کہیں جا کر سب فارغ ہوئے۔ ایک ایک کر کے سب سونے کے لیے جا چکے تھے۔ حویلی کی رونق آہستہ آہستہ ماند پڑ رہی تھی۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ جب اسے اپنی سماعتوں سے کچھ آوازیں ٹکراتی ہوئی محسوس ہوئیں جیسے کوئی مدھم لہجے میں اس کا نام پکارتے ہوئے اسے بیدار کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ ناچاہتے ہوئے بھی اس نے بھاری ہوتی پلکوں کو اٹھایا تھا۔ روم میں اس وقت نیم اندھیرا تھا۔ سوئے ہوئے ذہن کے ساتھ وہ دوبارہ آنکھیں موند گئی۔ جب اچانک کوئی چیز تیزی سے اس کی گردن کو چھو کر گزری۔ وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔ نیند منٹوں میں اڑن چھو ہوئی تھی۔ ہاتھ مار کے اس

نے سائیڈ لیمپ روشن کر دیا۔ بڑی سی کھڑکی کے دونوں پٹ کھلے ہوئے تھے۔ جس پر لگا جالی دار پردہ ہوا سے لہرا رہا تھا۔ بریزے کو اچھے سے یاد تھا کے سوتے ہوئے وہ کھڑکی بند کر کے سوئی تھی۔ چاند کی روشنی کی ہلکی سی لکیریں پردوں کے لہرانے سے جگہ بناتی اس کے کمرے میں داخل ہو رہی تھیں۔ جس سے کچھ دیر کے لئے وہ روشن ہو جاتا تھا۔

واپسی پر وہ اتنا تھک گئی تھی کے بنا چینج کئے ہی سو گئی۔ ابھی کپڑے بدلنے کے ارادے سے وہ اٹھنے لگی تھی کے غیر ارادہ سی نظریں سائیڈ ٹیبل پر پڑیں۔ وہ بری طرح چونک اٹھی۔ وہاں لیمپ کے پاس وہی گلاب کا پھول پڑا تھا۔ جو وہ ویرانے میں پھینک آئی تھی۔

آفس سے آکر فریش ہونے کے بعد وہ شام کی چائے لان میں بیٹھ کر پینا پسند کرتے تھے۔ ابھی بھی شام کے ڈھلتے سائے کو دیکھتے ہوئے وہ عیشہ کے ساتھ وہاں موجود تھے۔

"داریان کہاں ہے؟" اس کی کمی محسوس کرتے ہوئے انھوں نے پوچھا۔ "دو گھنٹے پہلے کہہ کر گیا تھا کے دوستوں کے ساتھ فٹ بال کھیلنے جا رہا ہے۔۔ ابھی تک تو واپس نہیں آیا"

عیشہ نے لاعلمی سے جواب دیا تو وہ ٹیبل پر سے فون اٹھا کر اس کا نمبر ڈائل کرنے لگے۔

تیسری بیل پر ان کی کال پک کی گئی تھی۔ "وعلیکم السلام۔ کہاں پر ہو تم؟"

"باہر ہوں دوستوں کے ساتھ۔۔ کچھ دیر تک پہنچتا ہوں گھر۔" وہ ان سے جتنا بھی ناراض کیوں نہ ہوں۔۔ لیکن کبھی ان کی بات کی نافرمانی نہیں کر پاتا تھا۔ "فرمان آپ اسے کرنے دیں جو وہ کرنا چاہتا ہے۔" ان کو موڈ کو دیکھتے ہوئے عیشہ نے سنبھل کر بات شروع کی تھی۔

"تم جانتی ہو عیشہ۔ میں اس پر کبھی روک ٹوک نہیں کرتا۔۔ صرف یہ چاہتا ہوں کے وہ سارا دھیان صرف اپنی پڑھائی پر لگائے۔۔ ابھی سے جاب کے چکر میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے اسے؟۔۔"

Maniira Zaynab Khan Novel

وہ سنجیدگی سے دوٹوک انداز میں بولے۔"میں اسٹڈی روم میں ہوں۔وہ واپس آئے تو وہیں بھیج دینا۔"چائے کا آخری گھونٹ بھر کے خالی کپ میز پر رکھتے ہوئے وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔عیشہ نے جواباً کچھ کہنے کے بجائے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

عبیر غازی اور سارہ کے ولیمے کی تقریب حویلی کے بڑے سے کھلے صحن میں ہونی تھی۔

جس کے انتظامات صبح سویرے سے ہی شروع کر دئے گئے تھے۔سارے ملازم پھرتی سے اپنے اپنے کام نمٹاتے پھر رہے تھے۔جب کے اندر سب خواتین نئی دلہن کے گرد گھیرا ڈالے بیٹھے تھے۔سارہ کا تعلق بھی ایک اونچے خاندان سے تھا۔جس کے دادا سعادت غازی کے پرانے دوست تھے۔یہ رشتہ صرف اسی دوستی کو مضبوط کرنے کے لیے سعادت غازی نے جوڑا تھا۔انھوں نے عبیر سے اس کی پسند نہیں پوچھی تھی۔نہ اس کی رضامندی جاننی چاہی تھی۔صرف اسے فیصلہ سنایا گیا تھا۔جس پر اس نے بنا کسی احتجاج کئے ان کے فیصلے پر سر جھکا دیا تھا۔حویلی کے بچوں کو یہی تربیت دی گئی تھی۔

وہ چاہ کر بھی باغی نہیں ہو سکتے تھے۔ان کا دل کچھ بھی کہے لیکن وہ ان کے فیصلے کے خلاف نہیں جا سکتے تھے۔اور یہی بات سعادت غازی کے فخر میں اضافہ کرتی تھی۔

ان کے پوتے اور پوتیوں کی فرمانبرداری انھیں گہرا سکون عطا کرتی تھی۔پڑھائی کے معاملے میں انھوں نے کسی پر زبردستی مسلط نہیں کی تھی۔جو جس فیلڈ میں جانا چاہے۔جا سکتا ہے۔صرف ان کی اتنی خواہش تھی کے ریشام یا بریزے میں سے کوئی ڈاکٹر بن جائے۔پوتوں کو تو ان کا بزنس سنبھالنا تھا۔اس لئے انھوں نے خود ہی اس بزنس پڑھنے کو کہا تھا۔بریزے کو تو پڑھائی کا شوق تھا ہی نہیں۔گریجویشن کے بعد اس نے آگے نہ پڑھنے کا اعلان کر دیا تھا۔اور رہی ریشام۔۔وہ سعادت غازی کی لاڈلی پوتی تھی۔

ساری زندگی ان کے حکم کی منتظر،ان کی ہر آواز پر "جی دادا جان" کہنے والی یہاں ان کی مخالفت کر گئی تھی۔ان کے منع کرنے کے باوجود اس نے بزنس کو ہی چنا۔وہ اس سے خفا تھے۔لیکن اس کے منانے پر مان بھی گئے تھے۔ریشام میں یہ خاص صلاحیت تھی۔وہ انھیں راضی کئے بغیر ان کے پاس سے ہلتی بھی نہیں تھی۔دیر سے اٹھنے کے باعث اس نے اکیلے ہی ناشتہ کیا تھا۔اور ابھی عورتوں کی محفل سے ذرا الگ تھلگ سنگل صوفے پر بیٹھے چائے پیتے ہوئے فون یوز کر رہا تھا۔جب وہ اس کے پاس چلی

آئی۔"تھینک یو۔۔"آف وائیٹ ٹخنوں تک آتی سادی سی فراک پر آرگنزا کا بڑا سا دوپٹہ سر پر سنبھالنے کی بامشکل کوشش کرتے ہوئے اس نے احسان اتارنے والے انداز میں اس سے کہا۔"کس لئے؟"اس نے ناسمجھی سے پوچھا"اس پھول کے لئے۔۔"

"کون سے پھول کے لئے؟"فاز کے چہرے پر ابھی بھی الجھن تھی۔"اوہ اچھا وہ۔۔"سر اثبات میں ہلاتے ہوئے وہ میز پر سے پیر اٹھا کر سیدھے ہو بیٹھا۔

"وہی پھول نہ جو میں نے تمہیں پھینکنے کے لئے کہا تھا؟"

"وہ نہیں۔۔وہ پھول جو تم نے میرے روم میں رکھا تھا۔"

"میں نے؟"اسے حیرانگی سے بریزے کو دیکھا۔

"میں نے کوئی پھول نہیں رکھا تمہارے کمرے میں"

"مجھے پتا ہے تم نے ہی رکھا تھا۔اب بنو مت۔۔"اس نے آنکھیں دکھا کر کہا۔"بریزے میرا دماغی توازن بلکل ٹھیک ہے۔۔میں یہ کام کیوں کر کروں گا میری پیاری بہن؟"فاز نے بے چارگی سے جواب دیا۔

"تم نے کل مجھ سے روڈلی بات کی تھی۔۔اس لئے مجھے لگا تم نے سوری کہنے کے لئے رکھ دیا ہو گا۔"

"جو حرکت تم نے کی تھی۔۔مجھے واقعی اس پر غصہ تھا۔۔اور ابھی بھی ہے۔۔میں تم سے سوری کیوں کروں گا؟"

"تو وہ پھول کس نے رکھا پھر میرے روم میں؟"بریزے کا ذہن خود الجھنے لگا تھا کے اگر وہ پھول فاز نے نہیں رکھا تھا تو پھر کس نے رکھا تھا۔

"آپ مجھے اور کتنا خوار کروائیں گی؟"اس کے پیچھے پیچھے چلتے شاپنگ بیگز اٹھائے وہ انتہا کا بیزار لگ رہا تھا۔ریشام کو رات پہننے والے ڈریس کا میچنگ دوپٹہ لینا تھا۔حویلی میں سب اپنے ہی کاموں میں مصروف تھے۔وہ یوسف کے ساتھ اکیلے ہی بازار نکل آئی تھی۔زاریہ غازی نے کہا بھی تھا خالدہ بوا یا کسی کو ساتھ لے جائے۔لیکن وہ جان بوجھ کر کسی کو نہیں لائی تھی۔لینا تو صرف ایک دوپٹہ

تھا۔اس کی پسند کے مطابق وہ تو مل نہیں رہا تھا لیکن پچھلے ڈیڑھ گھنٹے میں وہ کافی کچھ خرید چکی تھی۔"شاپنگ کرنا تمہیں خواری لگتا ہے یوسف؟"اس نے اچانک سے رک کر پیچھے مڑ کے آبرو اٹھا کر اسے دیکھا۔کالی چادر میں چھپے اس کے چہرے پر صرف سیاہ آنکھوں کی گہری چمک تھی جن سے وہ نظریں چرا گیا تھا۔"میرے لئے تو خواری ہی ہے"وہ محظ بڑبڑا کر رہ گیا۔"کتنے بور انسان ہو تم۔۔"بازار میں خوب چہل پہل سی لگی تھی۔رش بھی کافی زیادہ تھا۔

ہاتھوں میں شاپرز ہونے کے باوجود بھی وہ اس کے ساتھ اس طرح سے دھیان رکھتے ہوئے چل رہا تھا کے ریشام کو کسی شخص کی انگلی بھی ٹچ نہ ہو۔حویلی سے باہر وہ اس کی ذمہ داری تھی۔جسے نبھانا اسے خوب اچھے سے آتا تھا۔"آپ کو میچنگ کا دوپٹہ نہیں مل رہا تو آپ کوئی اور ڈریس دیکھ لیں۔۔"یوسف کو اندازہ ہو چکا تھا کے وہ جان بوجھ کر اچھے خاصے میچنگ دوپٹوں کو ریجیکٹ کئے جا رہی ہے۔یقیناً اس کی دلچسپی دوپٹے سے زیادہ شاید بازار گھومنے میں تھی۔

"تمہارا مطلب ہے نیو ریڈی میڈ سوٹ؟۔۔میں اپنے سارے پیسے خرچ کر چکی ہوں۔۔اور جتنے پیسے بچے ہیں ان میں تو دوپٹہ بھی اب شاید ہی ملے۔۔"ایک تازہ پھولوں کی دکان کے پاس رک کر اسٹال پر لگے ان نرم پھولوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے بتایا۔"آپ کو یہ سب خریدنے سے پہلے سوچنا چاہئے تھا نا"

یوسف کا اشارہ ان شاپرز کی طرف تھا جن میں نجانے اس نے کیا کچھ لیا ہوا تھا۔"آپ دیکھ لیں ڈریس۔۔پیمنٹ میں کر دوں گا۔"موتیے کے لڑی کو کلائی پر لپیٹتے ہوئے جب اس کے کانوں میں اس کی آواز پڑی تو وہ مسکراہٹ دبانے کو نچلا لب دانتوں تلے دبا گئی تھی۔کن انکھیوں سے اس کے بیزار بیزار سے نقوش کو دیکھا۔"سوچ لو۔۔۔۔۔تمہارے مہینے کی سیلری چلی جائے گی میرے ایک ڈریس پر۔۔"اس کا انداز بھرپور شرارت لئے ہوئے تھا۔"پورے سال کی بھی چلی جائے تو مجھے افسوس نہیں ہے" اس نے لمحے کی تاخیر کئے بغیر کہا تو اس کی سیاہ آنکھوں میں خفگی لہرائی تھی۔"تمہیں میری سنگت اتنی بری لگتی ہے کے میرے ساتھ نا رہنے کے لئے اپنے سارے پیسے لٹانے کے لئے تیار ہو۔۔؟"کلائی سے موتیے کی لڑی کھینچ کر اتارتے ہوئے اس نے اسٹال پر واپس رکھ دی تھی۔"مجھے صرف اس جگہ سے مسئلہ ہے۔۔اور مزید یہ کے حویلی میں میرے کافی سارے کام۔۔۔"

"بس کر دو یوسف۔۔میرے کان پک چکے ہیں تمہارے کاموں کی تفصیل سن سن کر۔۔"وہ بے زاری سے بولی۔"آفٹر آل اٹس مائی ڈیوٹی۔۔"

"شاید تمہیں میری بات سمجھ نہیں آتی۔۔ تمہیں کتنی بار کہا ہے میں نے کے خود کو ملازم مت سمجھا کرو۔۔ تم دادا جان کے کزن کے بیٹے ہو۔۔ مطلب ہمارے رشتے دار ہوئے ناں۔۔ بھلے دور کے ہی سہی۔"

"آپ کی کرم نوازی ہے کے آپ مجھے ملازم سے زیادہ کا درجہ دیتی ہیں۔۔ آج کے زمانے میں رشتے سے زیادہ پیسے کی قدر ہے ریشام بی بی۔۔ آپ کے دادا جان نے مجھے رہنے کے لئے سرونٹ کوارٹر کے بجائے انیکسی دے رکھی ہے۔۔۔ میرے کھانے پینے اور دوسری ضروریات کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔۔۔ میرے خیال سے اس رشتے کا حق انھوں نے ادا کر دیا ہے جتنا وہ سمجھتے ہیں۔۔"

"حق مانگنے سے ملتا ہے۔۔ خاموش رہنے سے نہیں۔۔"

"آپ مجھے بغاوت پر اکسا رہی ہیں۔۔"

"کیوں کے اس کے بغیر گزارا نہیں۔۔"

"میں۔۔۔ سمجھا نہیں آپ کا مطلب"

"سمجھ تو تمہیں سب آتا ہے۔۔ اب جان کر انجان بننا چاہتے ہو تو میں کیا کر سکتی ہوں""میرے خیال سے اب ہمیں واپس چلنا چاہئے"اس نے سنجیدگی سے کہا۔"لیکن میں نے ابھی ڈریس نہیں لیا ہے"

"میری توبہ ہے جو میں آئندہ آپ کے ساتھ شاپنگ پر آوں"وہ اپنی حدود سے تجاوز نہیں کرتا تھا۔ ہمیشہ اس سے ادب سے ہی پیش آیا کرتا تھا۔ لیکن کئی بار وہ اسے اتنا زچ کر دیتی تھی کے ناچاہتے ہوئے بھی اپنے جذبات کا اظہار کر جاتا تھا۔"آنا تو تمہیں ہی پڑے گا۔۔۔ مجھے کسی اور کو اتنا پریشان کرنے میں مزہ نہیں آتا۔ جتنا تمہیں کرنے میں آتا ہے۔۔"

"یعنی کے آپ مان رہی ہیں کے پچھلے دو گھنٹے سے آپ جان بوجھ کر سارے میچنگ کے دوپٹوں کو ریجیکٹ کئے جا رہی ہیں صرف مجھے تنگ کرنے کے لئے؟""مجھ سے زیادہ۔۔۔ تمہیں یہ بات ماننے کی ضرورت ہے کے۔۔ میں ایسا کیوں کر رہی ہوں"اس کی ڈھکی چھپی باتوں کے مطلب وہ صاف سمجھتا تھا۔

لیکن کبھی اس کے سامنے اقرار نہیں کرتا تھا۔ اور واقعی یہ بات تو سوچنے لائق تھی کے ریشام کو کبھی شاپنگ کا اتنا کریز نہیں رہا تھا۔ اس کی شاپنگ ہمیشہ زاریہ غازی یا رائمہ پھوپھو ہی کرتی تھیں۔ بمشکل ہی وہ بازار جانے پر راضی ہوتی تھی۔ اور کبھی چلی جائے تو

آدھے گھنٹے سے زیادہ وہاں رکتی نہیں تھی۔اور آج یوسف کے ساتھ آئی تھی تو اسے وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں تھا۔وہ جتاتے سے لہجے میں کہتی ایک شاپ میں داخل ہو گئی تھی۔جہاں انتہائی نفیس سے ریڈی میڈ ڈریس موجود تھے۔بڑی سی دکان پر طائرانہ سی نگاہ ڈال کر وہ یوسف کی جانب مڑی۔"مجھے تو کوئی آئیڈیا نہیں۔۔تم ہی بتاو۔۔"اس کے چہرے پر الجھن تھی۔"میرا بھی آپ کے والا حال ہے۔۔آپ جو لینا چاہیں لے لیں۔"بیگز ایک طرف رکھ کر وہ چیئر پر آرام دہ حالت میں بیٹھ گیا تھا۔

اتنا وہ حویلی کے کاموں سے نہیں تھکتا تھا۔جتنا ریشام نے اسے تھکا ڈالا تھا۔"اس شاپ میں بھی آدھے گھنٹے سے زائد کا وقت ہو چکا تھا۔سیلز مین ایک کے بعد ایک ڈریس دکھاتے ہوئے کاونٹر پر ڈھیر کر چکے تھے۔لیکن کوئی ایک بھی اس کے مزاج کے مطابق نہیں تھا۔یوسف کو اپنی آفر سراسر ایک بے وقوفی لگی تھی۔اس کا دوپٹے کی میچنگ سے زیادہ تو ڈریس سیلیکٹ کرنا زیادہ اعصاب شکن کام تھا۔اس کی نظریں یونہی پوری شاپ کا جائزہ لے رہی تھیں۔جہاں ایک سے ایک بہترین ملبوسات موجود تھے جن کی قیمت کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں تھا۔واقعی میں اس کی مہینے کی سیلری لگ جانی تھی۔"وہ دکھانا"ایک سیلز بوائے کو اس نے وہ ڈریس لانے کو کہا تھا جو ڈمی پر تھا۔لیکن ابھی اسے ڈسپلے نہیں کیا گیا تھا۔"یہ بلکل نیو ڈیزائن ہے سر۔۔آج ہی آیا ہے۔۔ابھی تک ہم نے اسے ڈسپلے بھی نہیں کیا ہے"سیلز بوائے اپنے پیشہ ورانہ انداز میں بولتے ہوئے وہ ڈریس اٹھا لایا تھا۔جو ٹی پنک کلر کی آرگنزا کی فراک تھی۔جس کے گلے اور دامن پر سنہرے رنگ کا دیدہ زیب کام کیا گیا تھا۔اس کی آستینیوں کی کڑھائی بھی کلائیوں سے بازو تک بنی ہوئی تھیں۔یوسف کے کہنے پر اس نے فراک کا دوپٹہ نکال کر اس کے سامنے پھیلا دیا تھا۔جس کی لمبائی اور چوڑائی اتنی زیادہ تھی کے اسے مطمئین کر گئی تھی۔ریشام کے عام طور پر اوڑھنے والے دوپٹے بھی اتنے ہی بڑے ہوا کرتے تھے۔جنھیں وہ اس طرح سے کیری کرتی تھی کے اسے کوئی چادر لینے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ریشام کی پشت تھی اس کی جانب۔جب بیس ڈیزائن دیکھنے کے بعد بھی اسے کچھ سمجھ نہ آیا تو وہ"رہنے دیں بھائی"کہتی پلٹ گئی تھی۔جب اس پر نظر پڑی تو پہلے آنکھوں میں تعجب ابھرا۔اور پھر خوشگوار سی حیرت۔۔وہ دوپٹے کے پلو کو ہاتھ میں لئے اس کا اسٹف دیکھتے ہوئے سیلز بوائے سے جانے کیا بات کر رہا تھا۔ایک ڈمی اس کے پاس کھڑی تھی۔جس پر موجود ڈریس اس کی توجہ اپنی جانب کھینچ رکھا تھا۔اس نے جب ریشام کو اپنی جانب متوجہ دیکھا تو دوپٹہ چھوڑ کر چیئر سے بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔"یہ ٹھیک لگ رہا ہے؟"اس نے سوالیہ انداز میں اس سے پوچھا "یہ بہت حسین لگ رہا ہے۔۔"وہ اس ڈریس کا جائزہ لیتی خوشی سے بولی۔"اسے پیک کر دیں"سیلز بوائے کو کہنے کے بعد اس نے شکر کا سانس بھرا تھا۔ایک کٹھن مرحلہ اس نے حل کر لیا تھا۔"کاونٹر پر پیمنٹ کرنے کے بعد وہ ڈریس کا شاپر بھی اٹھاتا باہر آ گیا تھا۔"کتنے کا ہے یہ ویسے؟"باہر نکلتے ہوئے ریشام نے تجسس سے پوچھا۔"آپ کو ڈریس سے مطلب ہونا چاہئے ریشام بی بی"

"ایک طرف اتنی عزت بھی دیتے ہو۔۔اور پھر میری بات کا جواب بھی نہیں دیتے"

"میں نے اپنی بات پوری کر دی ہے۔۔۔کیا اب ہم گھر چل سکتے ہیں؟"

"شکر کرو۔۔میرے پاس اس کی میچنگ کی جیولری اور شوز موجود ہیں۔۔ورنہ پھر تمہیں دو گھنٹے اور خواری کرنی پڑتی۔۔"

"میں گھر جا کر شکرانے کے نوافل پڑھوں گا۔۔کے اللہ نے مجھے اس خواری سے بچا لیا"

"لیکن چوڑیاں نہیں ہیں میرے پاس""اب اس میں کتنا وقت لگے گا؟" یہ لڑکی آسانی سے اس کے جان چھوڑنے والی نہیں تھی۔"بس دو منٹ" دو انگلیاں اٹھاتی وہ شرارت سے بولی۔انکار کرنے کا اس کے پاس کوئی حق تھا نہیں۔ناچار اب وہ چوڑیوں کی تلاش میں اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔"ویسے تم نے اتنا مہنگا ڈریس دلا دیا ہے میں گھر پر سب کو کیا بتاوں گی؟"

"مجھے نہیں معلوم۔۔۔"اس نے لاعلمی سے شانے اچکا دئے۔"سچ بتا دیجئے گا۔۔اس میں کیا قباحت ہے"

"اچھا؟۔۔۔میں سب کو یہ بتاوں کے یہ ڈریس تم نے مجھے اپنے پیسوں سے دلایا ہے؟۔۔۔سب نجانے کیا کچھ سمجھ بیٹھیں گے۔۔"

"تو پھر یہ کہہ دیجئے گا کے پیسے کم ہونے کی وجہ سے آپ مجھ سے ادھار لئے تھے"

"تم سچ میں کہیں ایسا ہی تو نہیں سمجھتے؟۔۔۔لیکن میں بتا رہی ہوں تمہیں۔۔یہ کتنے کا بھی ہو میں اسے ادھار نہیں سمجھوں گی۔۔بلکے تمہاری طرف سے دیا گیا پہلا تحفہ سمجھوں گی۔"وہ کبھی اس کی ذو معنی باتوں پر ری ایکٹ بھی نہیں کرتا تھا۔پھر بھی کتنے حق سے وہ کہہ رہی تھی۔اس کا اس طرح سے حق جتانا یوسف کو برا نہیں لگتا تھا۔اس کے بس میں ہوتا تو وہ اپنی ساری زندگی اس کے لیے دان کر دیتا۔"آپ کو تحفہ دینے والی میری اوقات نہیں ہے۔۔آپ یہ ویسے ہی رکھ لیں۔"اس کا لہجہ دھیما تھا۔"تم نے پھر فضول باتیں کرنی شروع کر دی۔۔"اس کے آنکھوں میں ناراضگی در آئی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

کچھ ہی دیر میں وہ اس پھول کو بھول بھال کر اپنی کزنوں کے ساتھ باتوں میں لگ گئی تھی۔ تقریب کے لئے سب نے سر شام سے تیاری شروع کر دی تھی۔ اس بار بھی مرد اور خواتینوں کے لئے الگ الگ انتظام رکھا گیا تھا۔ ولیمے کے حساب سے زیادہ تر سب نے ہلکے رنگوں کا ہی انتخاب کر رکھا تھا۔ کانوں میں جھمکا ڈالتی وہ سیڑھیاں اترتی نیچے آ رہی تھی۔ اس ٹی پنک فراک میں اس نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔ لگ رہا تھا جیسے وہ ڈریس بنایا ہی اس کے لیے گیا ہو۔ ہاتھوں میں کانچ کی چوڑیاں اور گجرے پہنے ہوئے تھے۔ ماتھے پر سنہری ٹیکا لگایا ہوا تھا۔ کمر تک بکھرے ہوئے دراز بالوں کو اس کے دوپٹے نے چھپا لیا تھا۔ جسے اس نے پیشانی سے تھوڑا پیچھے کر رکھا تھا۔ اپنی ہی دھن میں آتے سالار نے جب اسے دیکھا تو وہ اپنی جگہ جم گیا تھا۔ وہ پلکیں تک نہیں جھپکا پایا تھا۔ ہمیشہ عام سے حلیے میں رہنے والی ریشام کی یہ سج دھج اسے گنگ کر گئی تھی۔ جب کے اس کے گلابی لبوں پر اس وجہ سے مسکراہٹ تھی کے نجانے یہ ڈریس دلانے والے کی نظر جب اس پر پڑے گی تو تب اس کا کیا رد عمل ہو گا۔ "کیا دیکھ رہے ہو؟" رائمہ پھوپھو نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے پوچھا۔ "اس کی نظر اتار دیں آپ۔۔"

مسکراہٹ چھپا کر وہ خود کو سنجیدہ ظاہر کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ "میں کئی بار اتار چکی ہوں۔۔ بس اللہ پاک اس کے نصیب اچھے کریں۔۔"

"آمین۔۔ ویسے آپ کو اس بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ اس کے نصیب تو مجھ سے جڑے ہیں" کان کی لو مسلتے ہوئے وہ انجان بن کر بولا۔ "میری تو بس یہی دعا ہے کے۔۔ تم دونوں کی خوشی دیکھنا بھی جلد نصیب ہو" انھوں نے محبت سے سالار کی پیشانی چومتے ہوئے کہا تھا۔

رسٹ گولڈن میکسی اور ڈنر سوٹ میں ملبوس دلہا دلہن اسٹیج پر بیٹھے بلکل ایک پرفیکٹ کپل لگ رہے تھے۔ ان کی جانب اٹھنے والی ہر نگاہ میں ستائش تھی۔ پستئی رنگ کے خوبصورت سے ڈریس میں وہ سونا کے ساتھ یہاں وہاں گھومتی اپنی ہی باتوں میں مصروف تھی۔ مہمانوں کی خوش قسمتی تھی کے مہندی کے دن کی طرح وہ الگ تھلگ نہیں بیٹھی تھی۔ آج جب سے خوش اخلاقی سے مل رہی تھی۔ یوں بھی بریزے غازی اپنے موڈ کے مطابق چلتی تھی۔ موڈ ہوا تو ہنس کر بات کر لی۔ اور اگر نہیں ہے تو پھر تو کون میں کون۔۔ وہ تمہیں نہیں جانتی تو بس نہیں جانتی۔ اور ایک طرف ریشام تھی۔ موڈ چاہے کتنا ہی خراب کیوں نہ ہو۔۔ اگر وہ کسی سے

ملتی تھی تو اس کی مسکراہٹ اور خوش اخلاقی میں فرق نہیں آتا تھا۔ جن سے بھی وہ مل رہی تھی سب اس کی اور اس کے لباس کی خوب تعریفیں کر رہے تھے۔ جن کے جواب میں وہ مسکرا دیتی تھی۔

اسے تو صرف ایک شخص کی تعریف سے مطلب تھا۔ جس نے ابھی تک اسے دیکھا بھی نہیں تھا۔ اور دیکھ بھی لیتا تو کیا تھا۔ اس نے کونسا اس کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا دینے تھے۔ اس کو معلوم تھا۔ یوسف کے منہ سے اپنی تعریف سننا صرف ایک دیوانے کے خواب کی مانند تھا۔ لیکن اس دل ناداں کی خوش فہمیوں کا آخر کیا کیا جا سکتا تھا۔ زاریہ غازی سے اسے ڈانٹ بھی پڑ چکی تھی کے کیا ضرورت تھی یوسف سے پیسے لے کر نیا جوڑا لینے کی۔ جب کے اس کے پاس کافی سارے نئے جوڑے پہلے سے موجود تھے۔ وہ ان سے کہہ نہیں پائی تھی کے اس ایک جوڑے کے مقابلے میں اگر ہزار جوڑے بھی لا کر رکھ دئے جاتے تو بھی اس کی اہمیت پھر بھی کم نہیں ہونی تھی۔

پر فسوں تنہائی اور خوابناک ماحول میں وہ بے سدھ نیند کی آغوش میں تھی۔ جب بغیر کسی کے آواز کے کھڑکیوں کے پٹ وا ہونے لگے تھے۔ تیز ہواوں نے وہاں ٹھنڈک کا احساس بڑھا دیا تھا۔ ایک دلفریب سی خوشبو وہاں پھیلتی جا رہی تھی۔

"بریزے۔۔" گہری نیند میں ہونے کے باوجود بھی اس سرگوشی پر اس کی آنکھ جھٹکے سے کھلی تھی۔ روم کی لائٹس آن تھیں۔ آج وہ بند کر کے نہیں سوئی تھی انجانے سے خوف کا شکار ہوتے ہوئے پورے کمرے نظریں دوڑا رہی تھی۔ لیکن وہاں کسی کی موجودگی کا ذرا سا بھی شائبہ نہیں تھا۔ گہرا سانس لے کر خود کو پر سکون کرتی وہ دوبارہ لیٹنے لگی تھی جب تکیے پر رکھے اس گلاب کے پھول کر دیکھ کر اس کی آنکھیں خوف سے پھیلی تھیں۔ وہ جیسے کرنٹ کھا کر بیڈ سے اٹھی۔ ایک ڈر اس کے اندر سرائیت کرتا جا رہا تھا۔ "ایک بے ضرر سے پھول سے کوئی اتنا خوفزدہ کیسے ہو سکتا ہے آخر؟" وہ آواز اس کے کہیں بہت قریب سے ابھری تھی۔ وہ بے ساختہ پلٹی۔ لیکن کمرہ خالی تھا۔ "کون ہو تم؟۔۔ کیوں تنگ کر رہے ہو مجھے؟۔۔" وہ چیخ اٹھی۔ "فاز، عاشر۔۔ اگر یہ تم دونوں ہو تو میں جان سے مار دوں گی تمہیں۔۔" اسے یہی لگ رہا تھا جیسے وہ دونوں اس کے ساتھ کوئی مذاق کر رہے ہوں

لیکن وہ آواز تو ان دونوں میں سے کسی کی نہیں تھی۔ ایسی بھاری آواز اور دلکش لب و لہجہ اس نے آج سے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔ ایک لمحے میں کمرہ اندھیرے میں ڈوب گیا تھا۔ ساری لائٹیں خود بخود بند ہو چکی تھیں لیکن کھلی کھڑکی سے اندر تک آتی چاند

کی روشنی سے کمرہ منور ہوئے لگا تھا۔ ہوا سے سرسراتے پردے وہاں کسی کی موجودگی کا پتا دے رہے تھے۔ جب وہ ہلکا سا سایہ بریزے کو وہاں محسوس ہوا تو وہ خوف سے پیچھے ہٹی۔ اس کا چہرہ سفید پڑنے لگا تھا۔ "ک کون ہو۔۔۔ تم" اس کا تنفس تیز ہو رہا تھا۔

سرسراتی آواز میں وہ مشکل سے بول پائی تھی۔ "جو بھی تم سمجھنا چاہو۔۔۔ خواب۔۔ خیال۔۔۔ حقیقت۔۔۔" بھید بھری خاموشی میں اس کی آواز پھر ابھری تھی۔ "یا پھر محبت۔۔۔" بریزے کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ صرف پلک جھپکنے کی دیر میں وہ سایہ پردے کی اوٹ سے نکل کر اس کے سامنے آ چکا تھا۔ وہ اس سے صرف کچھ انچ کے فاصلے پر تھا۔ "مجھ سے ڈرو مت۔۔۔" اپنی چمکتی کالی آنکھوں سے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس کے لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ سانس روکے، تیز تیز پلکیں جھپکتے ہوئے وہ یقین کرنے کی کوشش کر رہی تھی کے آیا وہ حقیقت میں اس شخص کو اپنے قریب کھڑا دیکھ رہی تھی یا وہ محض ایک خواب تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس کا سر گھوما تھا، وہ چکرا کر گر فرش پر گر پڑی تھی۔

"آپ مصروف تو نہیں؟" کھلے دروازے پر دستک دیتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "نہیں میں تمہارا ہی منتظر تھا۔۔ آجاو اندر" کتاب بند کر کے میز پر رکھتے ہوئے انھوں نے کہا۔ وہ جب ان کے سامنے رکھے صوفے پر بیٹھ گیا تو انھوں نے بات کا آغاز کیا۔

"رات کس وقت سوئے تھے تم؟"

ان کی جانچتی نظریں اسی پر تھیں جو ان سے اس سوال کی امید نہیں کر رہا تھا۔ جبھی گڑبڑا گیا۔

"معلوم نہیں۔۔۔ شاید تین بج رہے تھے۔"

نظریں جھکائے کہتے ہوئے اس نے جھوٹ کا سہارا نہیں لیا تھا۔ "نیند کی گولیاں لینے کے بعد بھی؟"

فرمان کی اگلی بات نے اس پر گھڑوں پانی ڈال دیا تھا۔ اسے قطعی خبر نہیں تھی کے وہ اس بارے میں جان جائیں گے۔ وہ شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتے ان سے نظریں نہیں ملا سکا تھا۔

"ایسے کب تک چلے گا داریان؟۔۔ ابھی تو تمہاری عمر بھی اتنی نہیں ہے۔۔" ان کے انداز میں تاسف تھا۔ "کیوں خود کو اذیت دے رہو اس طرح سے؟"

Mahira Zaynab Khan Novel

"یہ اذیت ساری زندگی میرے ساتھ رہے گی"اس کا دھیما لہجہ سپاٹ تھا۔"اچھے برے فیز ہر انسان کی زندگی میں آتے ہیں۔۔ عقل مند وہ نہیں ہوتے جو ماضی کو لے کر حال میں پریشان ہوتے ہیں،اور پھر اپنا مستقبل بھی خراب کرتے ہیں۔۔"

"بھول جانے میں ہی بھلائی ہے۔۔"داریان کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ نرمی سے بولے۔"آپ کے لئے کہہ دینا آسان ہے فرمان بھائی۔۔لیکن میرے لئے یہ کرنا ناممکن ہے۔۔۔میں اسے بھلا نہیں سکتا"آنکھوں میں امڈ آتی نمی کو چھپانے کے لئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔"آپ نہیں چاہیں گے تو میں کہیں جاب نہیں کروں گا۔۔جس کام سے آپ روکیں گے دوبارہ اس کا نام بھی زبان پر نہیں لاوں گا لیکن۔۔۔اس کے لیے میں مجبور ہوں۔۔آپ مجھے اسے بھول جانے کے لئے مجبور مت کریں۔۔یہ میرے لئے جان لیوا اذیت کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔۔"اس کے لہجے کی نمی اور زخمی پن کو وہ گہرائی سے محسوس کر رہے تھے۔فرمان کا دل کٹتا تھا اس کی اذیت پر۔لیکن وہ لاچار تھے۔اس موضوع پر بات کرنے کے لئے وہ کبھی راضی نہیں ہوتا تھا۔

صبح دکھتے سر کے ساتھ جب وہ اٹھی تو اس کا جسم بخار میں پھنک رہا تھا۔رائمہ پھوپھو اس کے پاس ہی بیٹھی اس پر کچھ پڑھ کر دم کر رہی تھیں۔اسے آنکھیں کھولتے دیکھا تو بے ساختہ شکر ادا کیا۔"اب کیسی طبعیت ہے تمہاری؟"

"مم میں؟"اس کا ذہن بلینک ہو رہا تھا۔اسے ابھی بھی نہیں سمجھ آ رہا تھا کے رات جس شخص کو اس نے اپنے روم میں دیکھا تھا وہ واقعی وہاں موجود تھا یا پھر اس نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا تھا۔"میں نے ریشام کو تمہیں جگانے کے لئے بھیجا تو اس نے واپس آ کر بتایا کے تم تو بخار میں جل رہی ہو۔۔۔کھڑکیاں بھی بند کر کے نہیں سوتیں تم۔۔اتنی ٹھنڈ میں تو پھر بخار ہونا ہی ہے"حمنہ غازی نا جانے کیا کیا کہہ رہی تھیں۔وہ بس اپنا سر پکڑے مسلسل اسی خواب کے بارے میں سوچے جا رہی تھی۔ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھ کے تم پہ دم کیا ہے تو اب بخار کچھ کم ہوا ہے تمہارا،چلو اٹھ کر فریش ہو جاو۔میں ناشتہ لگواتی ہوں تمہارا"ان کے اصرار کرنے پر ناچار اسے اٹھنا ہی پڑا تھا۔"میں آتی ہوں کچھ دیر میں"ان کے جانے کے بعد وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔بڑی سی ہوادار اور روشن کھڑکیاں ابھی بھی کھلی ہوئی تھیں۔جہاں سے سورج کی کرنیں چھن چھن کر اندر تسلط جما رہی تھیں۔"خواب،خیال،حقیقت یا پھر۔۔۔محبت۔۔"اپنی سوچوں کو جھٹکتے ہوئے وہ وارڈروب سے ہینگ کیا ہوا سوٹ نکال کر وہ واش روم کی جانب بڑھ رہی تھی۔جب اس کی توجہ ڈریسنگ ٹیبل پر پڑی۔وہاں پر اس کے ساز و سامان کے پاس وہی پھول پڑا تھا۔مہکتا۔تازہ لہو رنگ کا گلاب!جو کل رات اسے اپنے تکیے پر دکھائی دیا تھا۔اس نے بے ساختہ دیوار کا سہارا لیا۔"تو کیا وہ خواب نہیں تھا پھر؟"کپڑے نیچے پھینک کر وہ

بھاگتی ہوئی اپنے کمرے سے نکلی تھی۔ برابر میں ہی ریشام کا روم تھا۔ بغیر ناک کئے اندر داخل ہو کر اس نے فوراً سے دروازہ بند کر کے لاک کر دیا تھا۔ وہ جو یونی جانے کے لئے تیار ہو رہی تھی بریزے کو اس طرح سے وہاں آتے دیکھ کر حیران ہوئی۔ "تمہیں کیا ہوا ہے؟"

"ریشام۔۔۔ریشام کل رات۔۔۔کل رات کوئی میرے روم آیا تھا" روتے ہوئے اس کے گلے لگی وہ بے حد خوف کا شکار تھی۔ آنسوؤں کے درمیان وہ بمشکل بول پا رہی تھی۔ "کیا مطلب کون تھا تمہارے روم میں؟۔۔تم رونا تو بند کرو پہلے" بریزے کو کاوچ پر بٹھا کر وہ اس کے لئے پانی کا گلاس لے آئی تھی۔ بریزے کی حالت نے اسے پریشان کر ڈالا تھا۔ "مجھے نہیں معلوم۔۔اور وہ پھول۔۔" وہ ایک ایک کر کے ساری بات اسے بتاتی گئی۔ جو اسے ٹوکے بنا سن رہی تھی۔ "مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے ریشام۔۔" ہاتھوں میں سر گرائے اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو رہا تھا۔ "میری بات سنو بریزے۔۔۔" ریشام نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھاما۔ "ریلیکس ہو جاو۔۔ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔۔صرف تمہارا وہم ہے۔۔۔حویلی میں اتنی سیکیورٹی ہے۔ کوئی ان نون پرسن کیسے یہاں داخل ہو سکتا ہے؟۔۔اور منٹوں میں کیسے غائب ہو سکتا ہے آخر"

"میری بات کا یقین کرو ریشام۔۔وہ کوئی خواب نہیں تھا۔۔نہ ہی میرا وہم تھا۔۔میں نے سچ میں اسے اپنے سامنے دیکھا تھا۔۔وہ میرے پاس کھڑا تھا۔۔مجھ سے بات کر رہا تھا۔۔" بریزے کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کے کیسے اسے اپنی بات سمجھائے۔۔"اور تمہیں یقین نہیں تو چلو میرے ساتھ۔۔وہ پھول دیکھو وہیں پڑا ہے۔۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے روم میں لے آئی تھی۔ "کہاں ہے پھول؟" ریشام نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔ جبکے وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ڈریسنگ کو دیکھ رہی تھی جہاں اس پھول کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ "وہ۔۔۔ابھی۔۔۔یہیں۔یہیں پر تھا۔۔میں جھوٹ نہیں بول رہی" ہاتھ کی پشت سے گیلا گال رگڑتے ہوئے وہ یہاں وہاں دیکھتی اسے تلاش کر رہی تھی۔ "بریزے میں کہہ رہی ہوں ناں کے یہاں کوئی پھول نہیں ہے۔۔صرف تمہارا وہم ہے اور کچھ بھی نہیں۔۔شادی کی وجہ سے تم بہت تھک گئی ہو۔۔صرف ریسٹ کرو۔۔ٹھیک ہو جاو گی" اس کا چہرہ تھامے وہ نرمی سے اسے سمجھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ جو بھیگتی ہوئے آنکھوں کے ساتھ لب چبا رہی تھی۔

بیگ اور فائلز اٹھاتے ہوئے وہ کلائی پر بندھی رسٹ واچ دیکھتی جلدی جلدی قدم اٹھاتے ہوئے پورچ کی جانب بڑھ رہی تھی۔ "آرام سے چلو کس بات کی جلدی ہے تمہیں؟" آفس جانے کے لئے بلکل ریڈی ہو کر وہ بھی نکلنے ہی والا تھا۔ "یونی کے

لئے لیٹ ہو رہی ہوں سالار بھائی۔۔ لیکچر مس ہو جائے گا" وہ دونوں چلتے ہوئے ساتھ ہی باہر آئے تھے۔ "تو اس میں اتنا پریشان ہونے والے کون سی بات ہے۔ مجھ سے سمجھ لینا ٹاپک۔"

"ہر گز نہیں۔۔ آپ پر تو اب مجھے بلکل بھی ٹرسٹ نہیں۔۔ آپ کو معلوم تھا کے میری اسائمنٹ بنانے میں ہیلپ کرنی ہے آپ پھر بھی اپنے دورے پر چلے گئے۔۔ آپ پر تو میں اب کبھی اعتبار نہ کروں" اس کی اتنی اتنی بے اعتباری پر وہ بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔ "آخری موقع دے دو۔ اب کسی شکایت کا موقع نہیں دوں گا تمہیں"

"ایسا تو سوچئے گا بھی نہیں، ریشام ضمیر غازی کسی کو دوسرا موقع نہیں دیا کرتی۔۔"

گاڑی کا شیشہ صاف کرتے یوسف کے کانوں تک اس کی قدرے اونچی آواز بخوبی پہنچ رہی تھی۔ "اوہ مطلب اب کوئی چانس نہیں؟" اس کے لہجے میں مصنوئی افسوس تھا۔

"بلکل بھی نہیں۔۔ آج سے میں نے آپ کو اپنے ذاتی استاد کے عہدے سے برخاست کر دیا ہے۔۔" اس کا شان بے نیاز انداز دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ "آج سے آپ کے پاس نہیں آوں گی ٹیوشن لینے" ساتھ ہی اطلاع بھی دے دی تھی۔ "آپ کی جاب چلی گئی۔۔ میری طرف سے افسوس قبول کریں" خاموشی سے انکی ساری باتیں سننے کے بعد فاز اس کے پاس آکر بولا۔ "بہت شکریہ۔۔۔" سالار نے بھی گہرے دکھ کے تاثرات چہرے پر لاتے ہوئے اس سے مصافحہ کیا تھا۔ "ویسے تم کہو تو میں ٹیوشن دے دیا کروں گا تمہیں۔۔ فیس کے طور پر مجھے اچھی سی چائے اور کچھ اسنیکس وغیرہ بنا دینا"۔ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے اپنی قسمت آزمانے کا سوچا۔ "تم تو رہنے ہی دو۔۔ فریج اور استری ٹھیک کرنے کا مجھے کوئی شوق نہیں۔۔" اس نے نخوت سے کہا۔ "میں تو کہتا ہوں سیکھ لو۔۔ فیوچر میں بہت کام آئے گا"

"کیوں؟ جب ضرورت پڑے گی میں تمہیں فون کر دوں گی۔۔ تم آجانا ٹھیک کرنے"

"اچھا۔۔ تمہیں لگتا ہے کے میں اتنا فارغ ہوں گا کے تمہارے ایک فون پر چلا آوں گا؟" فاز نے بھی اسے کے انداز میں جواب دیا۔ "اسے مت بلانا ریشام۔۔ اس بیچارے کی دکان پر پہلے ہی رش لگا ہو گا۔۔ لوگوں کے بلب، ٹی وی، واشنگ مشین نجانے کیا کچھ مرمت کرنے میں مصروف ہو گا۔۔" سالار نے شرارت چھپاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "پتا نہیں لوگ الیکٹرکل انجینئرنگ کو اتنا فار گرانٹڈ کیوں لیتے ہیں۔۔"

"تم یہ کھڑے سوچتے رہو۔۔ میں جا رہی ہوں" گاڑی ریڈی تھی۔ یوسف نے اس کے لئے پچھلا ڈور کھولا تو وہ فاز کو کہتی اندر بیٹھ گئی۔ "اب اس بات پر آپ مجھے ڈراپ کریں گے۔" وہ سالار سے بولا۔ "تمہاری یونیورسٹی میرے راستے میں نہیں پڑتی یار۔۔ فضول میں دیر کروا دو گے مجھے میٹنگ میں۔"

"ایک دن سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔ اور آپ کونسا ایمپلائی ہیں۔۔ آفس تو آپ کا اپنا ہے۔۔ جب دل کرے چلے جائیں" لاپرواہی سے کہتے ہوئے وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ "بے شک آفس میرا اپنا ہے۔۔ لیکن ہر چیز کو چلانے کے کچھ رولز ہوتے ہیں۔۔ جن پر کبھی کمپرومائز نہیں کیا جا سکتا۔۔ اگر میں آفس وقت پر نہیں پہنچوں گا تو میری ہدایت کے بغیر اسٹاف کام شروع نہیں کر پائے گا۔ جس کی وجہ سے مجھے لاکھوں کروڑوں کا نقصان بھی ہو سکتا ہے۔۔ جس کا اثر صرف مجھ پر ہی نہیں میرے اسٹاف پر بھی پڑے گا۔"

"لیکن یہ مینیجمنٹ کی باتیں تمہاری سمجھ نہیں آئیں گی۔۔ تمہارا دل چاہے تو تم اپنی الیکٹریشن کی دکان بھلے دوپہر کے دو بجے کھولنا۔۔ دو چار پنکھے وغیرہ ٹھیک کر کے واپس آ جانا۔۔ کسی نقصان اور فائدے کے بارے میں کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ہو گا" گاڑی اسٹارٹ کرتے سالار نے تفصیل سے کہا تو فاز نے بے حد ناراضگی سے اسے دیکھا۔

ایسا پہلی بار نہیں تھا۔ یہ ڈگری چوز کرنے پر اسے ہر کسی سے یہی سب سننے کو ملتا تھا۔

جن کا مقصد اسے ہرٹ کرنا نہیں ہوتا تھا۔ وہ محظ اسے تنگ کرنے کے لئے کہتے تھے۔

اس کا بیگ اور فائلز بھی فرنٹ سیٹ پر پڑے تھے۔ جس کا مطلب تھا کے آج بھی آج کلاسز اٹینڈ کرنے والا تھا۔ ایک پر سکون سی خوشی اسے اپنے اندر تک اترتی محسوس ہوئی تھی۔ لیکن پھر کل رات کا سوچتے ہوئے اس کا موڈ پھر برا ہونے لگا "رات بہت مصروف تھے تم؟" یوسف منتظر ہی تھا کے کب اس کی جانب سے اس کی عدالت میں پیشی لگے گی۔ تیکھے لہجے میں اس سے مخاطب وہ بیک مرر میں ہی دیکھ رہی تھی جہاں صرف اس کی آنکھوں پر لگے گاگلز ہی اسے دکھ رہے تھے۔ "تم ایک بار بھی اندر نہیں آئے تھے"

"رات کو کام کافی زیادہ تھے "اسنے آہستگی سے جواب دیا۔ "ایک بار تو آ ہی سکتے تھے۔۔" وہ شاید اس سے ناراض ہو چکی تھی۔ لیکن اس بار بھی ہمیشہ کی طرح اسے خود ہی ناراض ہو کر خود ہی مان جانا تھا۔ کیوں کے یوسف سے تو ایسی کسی چیز کی امید کبھی رکھ نہیں سکتی تھی۔ اور وہ اسے کیا بتاتا۔ وہ جان بوجھ کر اسے دیکھنے سے خود کو باز رکھتا رہا تھا۔ ریشام کی پیش قدمیوں سے جو ضربیں اس کے دل میں لگ رہی تھیں۔ وہ ابھی بھی کسی نہ کسی طرح سے خود کو روک لیتا تھا۔ سنبھال لیتا تھا۔ اس نادان لڑکی کی باتوں میں آ کر وہ اپنے دل کا نقصان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اپنی حیثیت کو وہ پہنچانتا تھا۔ وہ خود کو اس کے قدموں کے دھول کی مانند بھی نہیں سمجھتا تھا۔ جو اسے اپنے سر کا تاج بنا لینا چاہتی تھی۔ کہیں نہ کہیں تو اس کا دل بھی اسی آگ میں جل رہا تھا۔ لیکن وہ اس کے انجام سے خوفزدہ تھا۔ خود سے زیادہ اسے ریشام کی فکر تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کے اس کی وجہ سے اس کی عزت پر کوئی حرف آئے۔

"تم سن بھی رہے ہو میری بات؟" ریشام کی تیز آواز اسے سوچوں کے گرداب سے کھینچ کے واپس لے آئی تھی۔ "جی۔۔ کیا کہہ رہی تھیں آپ؟"

"اتنی دیر سے تم سے بات کر رہی ہوں۔۔ کوئی رسپانس ہی نہیں دے رہے ہو۔۔ کن خیالوں میں کھوئے ہوئے ہو؟"

"آج تمہیں کیسے اجازت مل گئی یونیورسٹی آنے کی؟"

"سالار سر سے ذکر کیا تھا ایگزامز کا۔۔ تو انھوں نے کہا کے دو دن کے لئے چلے جانا کلاسز اٹینڈ کرنے" شانے اچکاتے ہوئے اس نے سادگی سے کہا۔ ریشام نے خود کو کوئی سخت بات کہنے سے باز ہی رکھا تھا۔

سعدین حویلی میں اتری صبح ڈھل کر اب دوپہر کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ آفس اور یونیورسٹی جانے والے ناشتہ کر کے کب کے نکل چکے تھے۔ باقی خواتین بھی اپنے اپنے کاموں کو انجام دیتیں اب دوپہر کے کھانے کی تیاری میں مصروف عمل تھیں۔ حویلی کا اندرونی لاؤنج کافی کشادہ تھا۔ جو مہنگے اور فرنیچر و قالین سے آراستہ تھا۔ حویلی کے مکینوں کے علاوہ اگر کسی باہر کے مرد کا وہاں آنا ہوتا تھا تو پھر اس کے لئے ایک الگ سے حصہ بیٹھک کے طور پر مخصوص کر رکھا تھا۔ سعادت غازی کا زیادہ تر وقت وہیں پر گزرتا

تھا۔اس کا نقشہ کچھ اس طرح سے تھا کے۔ حویلی کے بڑے سے داخلی دروازے کو کھول کر اندر آیا جائے تو سرخ اینٹوں سے بنا پورچ شروع ہوتا تھا۔ جس کے دائیں اور بائیں طرف ایک وسیع لان پھیلا ہوا تھا۔ پورچ کے اختتام پر دو اسٹیپس چڑھنے کے بعد حویلی کے اندرونی عمارت میں داخلے کا دروازہ تھا۔ جب کے بیٹھک دائیں طرف بنے لان کے اختتام اور انیکسی کے ساتھ بنی ہوئی تھی۔ سرونٹ کوارٹرز اس کے پیچھے تھے۔

کئی رقبے پر پھیلی اس حویلی کی شان وشوکت راجہ مہاراجاوں کے دور کی یاد تازہ کرواتی تھی۔اس چار منزلہ حویلی کو سہارا دینے کے لئے بڑے بڑے سے پلر بھی نصب کئے گئے تھے۔ سعادت غازی کو یہ قیمتی اثاثہ اپنے پرخوں کی طرف سے ورثے میں ملا تھا۔

جس کی آرائش وزیبائش میں وہ کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تھے۔ وادی میں یہ واحد عمارت تھی جو اتنے رقبے پر پھیلی تھی۔ وہاں کے رہائشی لوگ اس حویلی اور اسکے مکینوں کو ایک شاہی خاندان کی حیثیت سے ہی تشبیہ دیا کرتے تھے۔

لاؤنج کے عین وسط میں بڑا سا جھومر چھت پر نصب تھا۔۔ جس کے نیچے بچھا دبیز قالین سعادت غازی کے کسی دوست نے انھیں باہر کے ملک سے منگوا کر تحفے میں دیا تھا۔ جس پر گولائی میں قیمتی صوفے اور میز پڑے تھے شال کو اپنے گرد لپیٹے، دونوں پیر اوپر کیے وہ خاموش سی صوفے پر بیٹھی تھی۔ کئی بار اپنی سوچوں کو جھٹکنے کی کوشش میں ناکام ہونے کے بعد وہ اسی خواب کے زیر اثر تھی۔ "بریزے طبعیت ٹھیک نہیں ہوئی ابھی تک؟" رائمہ نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے محبت سے پوچھا۔ "سر میں درد ہے پھوپھو" پیشانی مسلتے ہوئے اس نے رائمہ کے بازو پر سر ٹکا دیا تھا۔ "نجانے کسی بدبخت کی نظر لگ گئی ہے میری بچی کو۔۔ اتنا ہنستی مسکراتی رہتی تھی" اس کا سر دباتے ہوئے وہ تشویش سے کہہ رہی تھیں۔ "صرف میں آپ کی سگی اولاد ہوں، لیکن میرے علاوہ ہر کسی سے آپ کو محبت ہے" ناراضگی سے کہتا وہ سنگل صوفے پر براجمان ہوا تھا۔ شاید ابھی سو کر اٹھا تھا۔اس لئے ٹراوزر اور شرٹ میں ملبوس تھا۔ فریش ہونے کے بعد اس نے بالوں کو پیچھے کی جانب کیا ہوا تھا۔ جن میں پانی کی بوندیں ابھی بھی چمک رہی تھیں۔ "ناشتہ ملے گا یا نہیں؟" آج اسے اپنی ماں کے ہاتھ کا بنا کھانا ہی کھانا تھا۔

"صبر کرو، بنا دیتی ہوں ابھی"

"آپ میرے پاس سے نہ جائیں ناں۔۔"

ان کو اٹھتے دیکھ بریزے نے ان کا بازو پکڑ لیا تھا۔ "آپ میرا سر دبا دیں پہلے، درد سے پھٹ رہا ہے" ان کے دبانے سے اسے سکون محسوس ہو رہا تھا۔ جبھی ان کے شانے پر سر رکھے بیٹھی تھی۔ "اب اسے کیا ہو گیا ہے؟۔۔اوہ سمجھ آیا، ظاہر ہے دوسروں کے سر میں درد کروانے والوں کے خود بھی تو ہونا چاہئے نا کبھی" عاشر کے طنز سے کہنے پر رائمہ نے تنبیہہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"پھوپھو اپنے بیٹے سے کہیں خاموش ہو جائے، میری طبعیت پہلے ہی ٹھیک نہیں" "ماننا پڑے گا، بیماری میں بھی زبان بلکل ٹھیک ٹھاک کام کر رہی ہے"

"پھوپھو۔۔" بریزے نے احتجاجاً پھر انھیں مخاطب کیا۔ "عاشر اپنے روم میں جاو، میں ناشتہ وہیں بجھوا دوں گی تمہارا۔"

"سوری مما، میرا تو آج یہی بیٹھ کر ناشتہ کرنے کا موڈ ہے"

مزید پھیل کر بیٹھتے ہوئے اس نے پیر لمبے کر کے سامنے پڑی میز پر قینچی صورت رکھ دئے تھے۔ دونوں ہاتھوں کو بھی سر کی پشت پر لے جا کر تکیہ سا بنا لیا تھا۔ ساتھ ہی ریموٹ اٹھا کر وہاں لگی ان لارج ایل سی ڈی بھی آن کر دی تھی۔ جہاں لگے میوزک چینل کی آواز اس نے جان بوجھ کر کافی تیز کر دی تھی۔

"آپ کا بیٹا میرے ہاتھوں ہی قتل ہو گا پھوپھو۔۔" شدید ناراضگی سے رائمہ کو کہتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ زندگی جہنم بنا کر رکھ دی ہے بدتمیز انسان نے۔۔" کینہ طوز نظروں سے اسے گھورتے ہوئے وہ وہاں سے واک آوٹ کر گئی تھی۔ جاتے جاتے صوفے پر پڑا کشن اٹھا کر اس کے منہ پر مارنا نہیں بھولی تھی۔ آج واقعی اس کی طبعیت ناساز تھی۔ جبھی وہ پیچھے ہٹ گئی تھی۔ ورنہ تو بس ان دونوں میں سے کسی ایک کے شروع کرنے کی دیر ہوتی تھی۔ پھر تو جوان کی لڑائی کا آغاز ہوتا تھا، سب ہی ان سے تنگ آ جایا کرتے تھے۔ "آپ کہہ رہی تھیں اس کی طبعیت خراب ہے" عاشر نے وہیں کشن اٹھا کر رائمہ کو دیکھتے ہوئے جتایا۔

"تم باز نہیں آو گے؟ کیوں تنگ کرتے ہو میری بیٹی کو؟" حمنہ غازی نے مصنوئی خفگی سے اسے کہا جو ابھی ملازمہ کے ساتھ اس کا ناشتہ لائی تھیں۔ ان کے اشارے پر وہ میز پر۔ ناشتہ رکھ کر چلی گئی تھی۔ "یہ سراسر الزام ہے مامی، آپ کی بیٹی بھی کچھ کم نہیں ہے، بیماری میں بھی اتنی باتیں سنا کر گئی ہے مجھے"

"تو تم در گزر کر دیا کرو چھوٹی بہن سمجھ کر"

"استغفر اللہ۔۔میں تو سات جنموں میں بھی کبھی اس کو اپنی بہن نا بناوں۔۔"اس نے بے ساختہ دونوں ہاتھوں سے کانوں کو چھو کر نفی میں سر ہلایا تھا۔"عاشر۔۔۔"رائمہ نے اسے خاموش کروانا چاہا۔لیکن وہ ایک بار شروع ہو جائے تو خاموش ہونا نہیں جانتا تھا۔"اور نہیں تو کیا ممی۔۔اگر میری بہن اتنی بد تمیز ہوتی تو پھر آپ دیکھتیں کے میں کیسے اسے سیدھا کرتا"

"تمہیں بہنوں کی قدر نہیں ہے،اس لئے اللہ نے تمہیں بہن نہیں دی،اور میں تو کہتی ہوں کے بہت ہی اچھا ہوا،ورنہ تو تم نے اس بے چاری کو جانے کتنا ٹارچر کرنا تھا"

خود کے لئے کافی بنا کر وہ کچن سے واپس آچکی تھی۔"بس کرو تم دونوں،کیا بچوں کی طرح لڑے جا رہے ہو"حمنہ غازی انھیں ڈانٹیں وہاں سے کچن کی جانب بڑھ گئی تھیں۔"بریزے یہاں آکر بیٹھو میرے پاس،دیکھو ذرا ایک ہی دن میں کیسا مرجھا گیا ہے چہرہ،لال مرچوں سے نظر اتاروں گی تمہاری"

"کیوں لال مرچیں ضائع کر رہی ہیں ممی۔۔؟وہ بے چاری رات کے کھانے میں کیا چبائے گی پھر؟۔اور ویسے بھی ایسے چہروں پر نظر نہیں لگتی،لوگوں کی نظریں خراب تھوڑی ہیں۔۔ہاں اگر کسی جن بھوت وغیرہ کی نظر پڑ گئی ہو تو وہ اور بات ہے"

ناشتے کرتے ہوئے وہ ساتھ ہی لاپرواہی سے بولتا بھی جا رہا تھا۔وہ لب بھینچے،آنکھوں میں تیزی لئے اسے گھورتی رہی۔

"عاشر۔۔"سعادت غازی کی بھاری اور سنجیدہ سی آواز پر وہ ہاتھ میں پکڑا کپ جلدی سے ٹرے میں رکھتا ان کی جانب متوجہ ہوا تھا۔جن کی آمد کا انھیں پتا ہی نہیں چل سکا تھا۔بریزے اور رائمہ نے اپنے اپنے آنچل سر پر ڈالے تھے۔"تم آج بھی یونیورسٹی نہیں گئے؟"بے داغ لباس میں ملبوس،براون گرم شال کو کندھوں پر ڈالے وہ اس سے مخاطب تھے۔"آج ویسے ہی چھٹی کر لی۔۔"

"اچھا کیا،آج میرے ساتھ زمینوں پر چلو۔۔"

"میں۔۔؟زمینوں پر؟"اس نے حیرانگی سے پوچھا۔"کیوں کوئی مسئلہ ہے؟"

"نہیں نانا جان لیکن۔۔میں،میرا مطلب کیا کام زمینوں پر؟"تذبذب سے کہتے ہوئے اس نے ساتھ ہی رائمہ کو بھی مدد طلب نظروں سے دیکھا۔"عاشر میں تمہیں زمینوں کے حساب کتاب کے لئے نہیں لے کر جا رہا،بائیک لے کر سارا دن آوارہ گردی کرتے رہو گے اس سے اچھا ہے کے میرے ساتھ چل کر زمینیں ہی دیکھ لو۔۔"سنجیدگی سے حکم صادر کرنے کے بعد وہ جاتے

جاتے رکے تھے۔"ناشتہ سے فارغ ہو جاو تو کچھ ڈھنگ کے کپڑے پہننا" سعادت غازی کو اس طرح کے کپڑے پہننا سخت ناپسند تھا۔"جی بہتر۔۔"ان کے سامنے وہ کوئی آرگیو نہیں کر پاتا تھا۔ان کے جاتے ہی اس نے ادھورے ناشتے کی ٹرے آگے کھسکا دی تھی۔موڈ شدید آف ہو چکا تھا۔"تیار ہو جاو جا کر، بابا تمہارے انتظار میں رکیں گے نہیں" رائمہ کے کہنے پر ایک تیز نظر بریزے پر ڈالتا وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔جو ابھی بھی اس کی عزت افزائی پر ہنس رہی تھی۔

یونیورسٹی میں تقریباً سب ہی یوسف کے بارے میں جانتے تھے کے وہ ریشام کا ڈرائیور ہے۔لیکن پھر بھی اس کے ساتھ ہی ماسٹرز کر رہا ہے۔۔جہاں کچھ لوگ تمسخر سے یوسف کو دیکھتے تھے وہیں کافی لوگ اس پر رشک کرتے ہوئے حویلی والوں کے نرم دلی کے قائل تھے، جو ایک ملازم کو بھی اپنے بچوں کی طرح ہی اہمیت دیتے ہوئے اسے پڑھا رہے تھے۔لوگوں کے اسی رویے کی وجہ سے شروع شروع میں وہ بہت کم یونی جایا کرتا تھا، بعد میں پھر سالار کے کاموں کی وجہ سے بھی اسے وقت نہیں مل پاتا تھا۔

وہاں اس کے زیادہ دوست بھی نہیں تھے، جو چند ایک تھے ان سے بھی بس دعا سلام کی حد تک ہی واسطہ تھا ریشام کی نیچر بھی اس سے مختلف نہ تھی۔یونی میں وہ بھی اپنے کام سے کام ہی رکھا کرتی تھی۔ایک ہی کلاس میں ہونے کے باوجود بھی جہاں ریشام فرنٹ سیٹ پر بیٹھنا پسند کرتی تھی، وہیں یوسف سب سے آخری سیٹ چنتا تھا۔کلاس میں بے شک سارے طالبعلم ایک برابر تھے۔لیکن وہ اس کے اور اپنے اسٹیٹس کو جانتا تھا۔وہ اس سے پیچھے ہی رہنا پسند کرتا تھا۔ایگزامز سر پر ہونے کی وجہ سے یوسف پر پڑھائی کا کافی برڈن تھا۔آج قسمت سے وہ یونیورسٹی آگیا تھا تو سارا وقت اپنی پڑھائی کو دینا چاہتا تھا۔لائبریری میں کتابوں کے ساتھ سر کھپاتے ہوئے اسے جانے کتنا وقت بیت چکا تھا۔اسے احساس ہی نہیں ہو پایا"اس بار تو لگ رہا ہے کے تم ہی ٹاپ کرو گے"

بڑی سی لکڑی کی میز کے دوسری جانب ٹھیک اس کے سامنے بیٹھتی وہ اسی سے مخاطب تھی۔جس نے اس کی آواز پر چونک کر سر اٹھایا۔کلائی میں بندھی گھڑی کو دیکھا تو احساس ہوا کے آج اس نے ضرورت سے زیادہ ہی ٹائم دے دیا ہے ان کتابوں کو۔ایک ہی پوزیشن میں بیٹھے بیٹھے اب اس کی گردن بھی دکھنے لگی تھی۔پین کو میز پر ڈال کے دونوں ہاتھوں کو گردن کی پشت پر رکھے وہ سر کو ہلکے ہلکے دائیں بائیں حرکت دیتا خود کو پرسکون کر رہا تھا۔بلیک ہائی نیک پر براون جیکٹ پہنے، اپنے معصوم چہرے کو سنجیدہ تاثرات

میں ڈھالے وہ اس کی نظروں کو بھٹکنے پر مجبور کر رہا تھا۔ "یہ لو۔۔" ٹشو میں لپٹا ہوا بھاپ اڑاتا کافی کا مگ اس نے یوسف کے سامنے کھسکا دیا۔ ٹھنڈ اور تھکن سے بے حال اس کے وجود کو وہ کافی کا مگ ایک نعمت ہی لگا تھا۔ "شکریہ۔۔" اس نے مگ تھامتے ہوئے کہا تو مقابل کی آنکھوں میں خفگی اتر آئی۔۔ "تمہیں اتنا فارمل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تو تم سے تیس ہزار کا جوڑا لینے کے باوجود بھی شکریہ نہیں کہا تھا" اس کے نخوت سے کہنے پر یوسف کے چہرے پر لمحے بھر کو حیرانگی کے تاثرات ابھرے تھے۔ یعنی اس نے جوڑے کی قیمت معلوم کر ہی لی تھی۔ "مما مجھ سے پوچھ رہی تھیں کے تم نے یوسف کے پیسے اسے واپس دئے یا نہیں، میں نے تو انھیں ابھی تک اس کی قیمت بھی نہیں بتائی کے کہیں پھر سے ڈانٹ ہی نہ پڑ جائے۔۔ انھیں مہنگا جوڑے لینے پر اعتراض نہیں ہوگا۔ انھیں تو بس یہ بات پسند نہیں آئی کے میں نے تم سے پیسے لے کر ڈریس خریدا۔۔ تم نے اتنے پیسے خرچ دیے، بس تمہیں کوئی پریشانی نہ ہو۔ تمہیں تو اپنے گھر بھی بھیجنے ہوتے ہیں ناں۔۔"

کڑھائی والی کالی چادر کو سر تک ڈھانپے چپس کے پیکٹ سے ایک، ایک نکال کر اپنے منہ میں رکھتی اپنی ہی دھن میں بولے جا رہی تھی۔ ٹانگ پر ٹانگ رکھے، ایک ہاتھ میں گرم کافی کا مگ پکڑے، دوسرے ہاتھ کی مٹھی بنا کر لبوں پر رکھے وہ خاموشی سے اسے دیکھتے ہوئے سن رہا تھا۔ جتنی حرارت اس گرم کافی کے مگ سے اسے مل رہی تھی۔ اس سے زیادہ راحت اس کی باتوں سے یوسف کے دل کو پہنچ رہی تھی۔ اگر اسے اسی طرح سے دیکھتے ہوئے اس کی بے سروپا باتیں سنتے ہوئے ساری زندگی گزارنی پڑتی تو بھی وہ خوشی خوشی گزار دیتا۔ "لیکن وہ ڈریس میں نے نہیں خریدا تھا، تم نے اپنی مرضی سے خرید کر دیا تھا مجھے"

دونوں ہاتھ اٹھا کر اسے باور کرواتی وہ ساری ذمہ داری اس پر ڈال گئی تھی۔ "میری نیت غلط نہیں تھی، یہ بات آپ بھی جانتی ہیں" ایک گرم گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے کب کشائی کی۔ "معلوم ہے مجھے، تمہیں صفائی دینے کی ضرورت نہیں تھی" اس نے ناراضگی سے کہا۔ کیا تھا اگر وہ پچھلی باتوں کی طرح اس بار بھی خاموش رہ جاتا۔ وہ تو اسے اپنے خیالوں میں بھی خوش نہیں رہنے دیتا تھا۔ "دیکھ لینا ایک دن تمہیں یہ کہنے پر مجبور کر دوں گی میں۔۔۔ معاف کیجئے گا ریشام بی بی، لیکن میری نیت بدل گئی ہے" ہلکا سا اس کی جانب جھک کر وہ وثوق سے بولی۔ وہ اپنی بے ساختہ مسکراہٹ کو چھپا نہیں پایا تھا۔ "جس دن میں نے یہ کہا تو آپ بھی سمجھ جائیے گا کہ یہ محظ آپ کے ورغلانے کی وجہ سے ہوا ہے" "میرے ورغلانے کی وجہ سے؟۔۔" اس کے لب حیرت سے وا ہوئے۔ "کتنے جھوٹے ہو تم یوسف۔۔۔" اس نے تیکھے آبرو سے اسے دیکھا۔ کشادہ لائبریری کی بڑی بڑی ریکس میں زمانوں

سے سجی کتابیں کان لگائے اس کی اگلی بات کی منتظر تھیں۔اس بھید بھری خاموشی میں یوسف کو اپنے دل کی دھڑکن صاف سنائی دیتی محسوس ہو رہی تھی۔ سماعتیں اس کی آواز سننے کو بے تاب تھیں

"تم بھلے اقرار نہ کرو، لیکن تمہاری آنکھیں سب بیان کر دیتیں ہیں۔۔"ایک پر سکوں اور جتانے والی مسکراہٹ کے ساتھ کہتی وہ دوبارہ سیدھی ہوئی۔ نظریں جھکائے وہ میز، کی سطح کو دیکھے جا رہا تھا۔اس کی زو معنی بات کی تردید و تصدیق بھی نہیں کر پایا تھا۔

۔وہ کب کی وہاں سے اٹھ کر باہر جا چکی تھی۔اور وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکا تھا۔

سب کچھ کہیں پس منظر میں جاتا چلا گیا۔خاموش سے ماحول میں دھیمے سروں میں بجتے محبت کے ساز وہاں گونجنے لگے تھے۔کچھ دیر پہلے ریشام کی آنکھوں میں جلتے دیو کی روشنی سے جیسے سارا جہاں منور ہو گیا تھا۔گہری سانس بھر کے اس نے سر کو تاسف سے ہلایا۔وہ جو اپنے آپ سے بھی اقرار کرنے سے ہچکچاتا تھا۔دل میں ابھرتے ان جذبوں کو نظر انداز کر کے اپنے خیالوں کو جھٹکنے کی کوشش کرتا تھا۔جو بات وہ خود سے بھی چھپاتا پھر رہا تھا، وہ کتنی آسانی سے اس کے منہ پر کہہ گئی تھی۔اس کی خواہش کرنا کچھ غلط نہ تھا۔وہ تھی ہی ایسی کے جس کی خواہش میں بندہ دنیا سے ٹکرا جائے۔ لیکن وہ نہیں چاہتا تھا کے ریشام کبھی اس کے جذبات سے واقف ہو۔یہ تو طے تھا کے ان دونوں کا جوڑ بے جوڑ تھا،اسے پانے کی تمنا کرنا ایسا تھا جیسے زمین پر رہتے ہوئے چاند کو پانے کی خواہش کرنا۔اس کی موجودگی میں وہ اسے نا دیکھنے کی سعی کرتا تھا۔اپنے آپ کو لاکھ سمجھانے بجھانے کے باوجود بھی، نظروں کو کنٹرول میں رکھنے کے باوجو بھی۔۔اتنا محتاط رہنے کے باوجود بھی۔۔۔وہ پھر بھی اس کی چوری پکڑنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔"تف ہے تم پر یوسف۔۔"خود پر ملامت کرتا وہ اپنا سامان وہاں سے سمیٹنے لگا۔اتنا تو اسے اندازہ تھا کے کہیں نہ کہیں ریشام اس کے جذبات کے بارے میں آگاہ ہے، لیکن اسے قطعی امید نہیں تھی کے وہ اس طرح سے اس کا پردہ چاک کر دے گی۔اس کی خیر تھی، خود کو وہ کسی طرح سنبھال ہی لیتا، لیکن اس پاگل لڑکی کا کیا کرتا جو اپنے اپنے ساتھ اس کی جان کی بھی دشمن بن بیٹھی تھی۔اگر حویلی کے کسی فرد کو اس بات کی ذرا سی بھنک بھی پڑ جاتی تو یوسف سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا کے اس کا انجام کیا ہو سکتا تھا۔

Mahira Zeynab Khan Novel

کافی دیر تک پڑھنے کے بعد تھکاوٹ کا احساس ہوا تو کتابیں بند کر کے اس نے سائیڈ پر کر دی تھیں، لیپ ٹاپ کو بھی چارج پر لگانے کے بعد وارڈروب سے اپنے لئے کوئی ایزی سا سوٹ نکال کر مڑی ہی تھی کے جبھی دروازے پر دستک دے کر وہ اندر داخل ہوئی۔ ڈھیلے جوڑے میں بندھے بال، ہلکے نیلے رنگ کے سادہ سا لباس پہنے ہاتھ میں فون اور ایک تکیہ لیے ہوئے تھی "خیریت؟" ریشام نے ناسمجھی سے اسے دیکھا،

"میں آج تمہارے ساتھ سوؤں گی۔۔" وہ کہتی ہوئی بیڈ کی جانب آگئی تھی۔

اجازت نہیں مانگی تھی، صرف اطلاع دی تھی۔ ریشام کو یاد آیا تھا کے صبح وہ اس خواب کی وجہ سے کس قدر ڈری ہوئی تھی۔ یقیناً کافی خوفناک خواب ہی ہوگا، ورنہ بریزے اتنی آسانی سے خوفزدہ ہونے والی لڑکی نہیں تھی۔ "ٹھیک ہے سو جاو۔۔" شانے اچکا کر کہتے ہوئے اپنی چیزیں سمیٹ کر اس کے لئے ایک سائیڈ خالی کر دی تھی۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کے وہ دونوں روم شئیر کر رہی تھیں۔ بیڈ کراون سے ٹیک لگائے، بلینکٹ اوڑھے وہ فون پر مصروف ہو چکی تھی۔ جبکے وہ کپڑے لے کر واش روم میں چلی گئی تھی۔ کچھ دیر بعد گرم پانی سے شاور لے کر وہ باہر آکر ڈرائیر سے بال سکھانے لگی، پھر چیئر پر پڑی اپنی گرم شام اٹھا کر اچھے سے اوڑھی۔ یقیناً وہ روم سے باہر جانے والی تھی۔ "میں چائے بنانے جا رہی ہوں، تمہارے لئے کافی بنا دوں؟" ریشام نے جاتے جاتے اس سے بھی پوچھ لیا تھا۔ جس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

گھڑی رات کے ساڑھے گیارہ کا وقت بتا رہی تھی، ریشام کو گئے ابھی پانچ، چھ منٹ ہی گزرے تھے۔ بالکنی کا گلاس ڈور پورا کھلا ہوا تھا۔ پردے بھی سارے ایک طرف ہوئے پڑے تھے۔ رات میں وہاں کا ٹمپریچر کافی گر جایا کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کے خنک ہواؤں سے پورا کمرہ برف کی طرف لگنے لگا تھا۔ ناچاہتے ہوئے بھی بلینکٹ ایک طرف ہٹا کر وہ بالکنی میں آگئی۔ ریشام کا کمرہ اس لوکیشن پر تھا کے وہاں سے نا صرف پورا لان اور انیکسی دکھائی دیتی تھی۔ بلکے دور دیو قامت پہاڑوں کا خوبصورت سا دلفریب منظر بھی وہاں سے صاف دکھتا تھا۔ گہرے نیلے آسمان پر ستاروں کا ایک جہاں آباد تھا۔ بالکنی میں ریشام کے پسندیدہ پودوں کے علاوہ ایک لکڑی کا منقش جھولا بھی پڑا تھا۔ ٹھنڈ کے باوجود بھی وہ اس ماحول سے مسمرائز ہوتی وہیں بیٹھ گئی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

دھیمی آنچ پر اپنے لئے چائے کا پانی چڑھانے کے بعد کیبنیٹ میں سے بریزے کا فیورٹ مگ نکال کر وہ کاونٹر کے پاس آئی۔ مگ میں ایک ایک چمچ کافی، چینی اور پانی ڈال کر پھینٹتے ہوئے وہ پچھلا دروازہ کھول کر باہر لان میں نکل آئی تھی۔ فاز اور سالار واک کر رہے تھے، بعض دفعہ وہ عاشر کو بھی آفر دیا کرتے تھے جو ہمیشہ ہی انکار کر دیا کرتا تھا۔ آج کل عبیر بھی سارہ کے ساتھ اس کے کزنز کی شادی اٹینڈ کرنے اس کے میکے گیا ہوا تھا۔ ورنہ کبھی کبھار اس کا موڈ ہوتا تھا تو وہ بھی انھیں جوائن کر لیا کرتا تھا۔ "ہو گئی پڑھائی؟" سالار نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔ جوان کے پاس ہی آگئی تھی "ابھی کہاں۔ ابھی تو اتنا سلیبس پڑا ہے، عبیر بھائی کی شادی کی وجہ سے کچھ پڑھ ہی نہیں پائی ٹھیک سے"

"تمہارے ہمیشہ یہی رونے ہوتے ہیں کے میں نے پڑھائی نہیں کی، کچھ پڑھا نہیں گیا لیکن پھر بھی اچھے نمبر زلے کر پاس ہو جاتی ہو تم" فاز نے بیزاری سے کہا۔"

تمہیں کیا معلوم کتنی ٹف پڑھائی ہوتی ہے میری" اس نے ناک سکیڑ کر کہا۔ "اس بے چارے کو دیکھو، سارا دن اتنا کام کرنے کے باوجود بھی اپنی نیند قربان کئے پڑھائی کر رہا ہے، اس نے کبھی کمپلین کی؟ حالانکہ وہ بھی وہی پڑھ رہا ہے"

فاز نے دور انیکسی کی جلتی ہوئی روشنیوں کی جانب اشارہ کیا، جس کا مطلب تھا کے وہ ابھی تک جاگ رہا تھا۔ ریشام نے بس ایک نظر اس کی انیکسی کو دیکھا تھا۔ پل بھر میں لبوں پر معنی خیز سی مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی۔

اب وہ ان دونوں کو کیا بتاتی کے یوسف کی نیند پڑھائی کی وجہ سے نہیں بلکے کسی اور ہی وجہ سے اڑی ہوئی ہے۔ "تمہیں کب سے کافی پینے کا شوق چڑھ گیا؟"

سالار نے اچھنبے سے اس کے ہاتھ میں موجود مگ کو دیکھا۔ جس میں وہ ابھی بھی کافی پھینٹ رہی تھی۔ "بریزے کے لئے بنا رہی ہوں؟"

"بریزے کے لیے؟۔۔۔ کیا میں نے ٹھیک سنا ہے؟" فاز نے کان کھجاتے ہوئے سالار سے استفسار کیا۔ "مجھے بھی یہی سنائی دیا ہے۔ خیریت؟ یہ معجزہ کیسے رونما ہو گیا؟" اس کے تاثرات بھی فاز سے مختلف نہیں تھے۔ "اپنے لیے چائے بنا رہی تھی تو سوچا کے اس کے لئے بھی کافی بنا دوں، اور یہ بات جان کر تو آپ دونوں اور بھی حیرت زدہ رہ جائیں گے کے وہ اس وقت میرے روم میں ہے، اور آج کی رات میرے ہی ساتھ سونے والی ہے۔" محفوظ سے انداز میں کہتی وہ ان دونوں کو حیرتوں کا جھٹکا ہی تو لگا گئی تھی۔

اس حویلی کی در و دیواروں نے ریشام اور بریزے کو کبھی لڑائی جھگڑے کرتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی دشمن نہیں تھیں، لیکن دوست بھی نہیں تھیں۔ ان کے سوچ و انداز مختلف ہونے کی وجہ سے ان کی کبھی بنی ہی نہیں تھی۔ ضرورت کے علاوہ وہ ایک دوسرے سے بھی بات بھی نہیں کیا کرتی تھیں۔ شاید یہی وجہ تھی جو ریشام کی باتیں انھیں حیرت زدہ کر گئی تھیں۔ تبھی حویلی کا بڑا سا مین گیٹ کھلا۔ آگے پیچھے دو گاڑیاں وہاں داخل ہوتی دکھائی دی پہلی گاڑی میں سے سعادت غازی اپنے گارڈز کے ہمراہ اس میں سے اترے تھے۔

اور دوسری گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سے سیاہ شلوار قمیض پہنے وہ شخص اترا تھا۔

جس کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ انھوں نے دور سے ہی لگا لیا تھا کے وہ کس قدر برے موڈ میں ہے۔ مہینے میں ایک بار سعادت غازی جب زمینوں کے وزٹ پر جایا کرتے تھے تو لڑکوں میں سے کسی ایک کو لازماً اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔

ان میں سے صرف ایک عاشر تھا جسے ان کے ساتھ جانا کبھی پسند نہ رہا تھا۔

کیوں کے اسے کوئی شوق نہیں تھا گاؤں کی دھول اڑاتی کچی سڑکوں پر اپنی مہنگی گاڑی دوڑانے اور وہاں کے غریب لوگوں کی مزاج پرسی کرنے کا۔ وہ تو ان کے ساتھ جانے کو زبردستی کی قید کہا کرتا تھا۔ سعادت غازی ان تینوں کے سلام کا جواب دے کر جلدی سونے کی تنبیہ کرتے اندرونی حصے کی جانب بڑھ گئے تھے۔ جبکے وہ وہیں رک گیا تھا۔ "لگ رہا ہے آج تو سہی والی خواری کروائی ہے دادا جان نے تمہاری" فاز نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔ "مجھ سے اسوقت کوئی سوال مت کرو، دماغ پھٹ رہا ہے میرا۔۔ سمجھ نہیں آرہا گاوں کے لوگ وہاں زندگی گزارتے کیسے ہیں۔۔ کوئی ایک سہولت ایس نہیں ہے جو انھیں میسر ہو۔۔۔ آئی ول نیور گو بیک اگین"

وہ شدید تپا بیٹھا تھا۔ آج اس کی بائک ریس تھی۔ فضول سے گاؤں وزٹ کی وجہ سے وہ وہاں بھی نہیں جا سکا تھا۔ اس بات پر تو اس کو غصہ آنا جائز تھا۔ "ناراض مت ہو یار، ریشام کافی بنا رہی ہے، اسے پی کر ایک دم فریش ہو جاو گے" فاز نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا "معذرت کے ساتھ میں پہلے ہی انفارم کر چکی ہوں کے یہ بریزے کے لیے ہے"

"بریزے کے لیے کافی تم بنا رہی ہو؟۔۔ایسا کون سا معجزہ ہو گیا؟"اس نے بھی ان دونوں والا ہی سوال کیا تھا انھی کے انداز میں۔"خیر وہ پہلے ہی اتنی کڑوی کسیلی باتیں کرتی ہیں اوپر سے تم اسے اور یہ تلخ کافی دے رہی ہو، کوئی ملک شیک بنا و کوئی شہد وہد دو اسے کھانے کو۔۔"

عاشر کو کافی کا اتنا شوق نہیں تھا۔لیکن اب اسے بس وہی کافی چاہئے تھی پینے کے لئے۔

بریزے اگر اس سے پنگا لیتی تھی تو وہ بھی کچھ کم نہیں تھا۔اسے تپانے کے لیے وہ بھی کوئی موقع چھوڑتا نہیں تھا۔"میری شدید ترین آرزو ہے کے کاش۔۔۔کاش بریزے اپنی تعریف میں کہے گئے یہ الفاظ سن لیتی۔"دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے وہ آسمان کی جانب دیکھتا شدت جذبات سے بولا۔"کیوں تمہارا ارادہ یہاں پر تیسری جنگ عظیم چھڑوانے کا ہے؟۔۔"وہ فاز کو گھورتی دوبارہ کچن کی جانب بڑھ گئی تھی۔کافی وہ پھینٹ چکی تھی،اب بس اس میں گرم دودھ ڈالنا رہ گیا تھا۔جب تک اس نے کافی تیار کی تب تک چائے بھی تیار ہو چکی تھی۔"بریزے تو اپنی کافی پر کبھی کمپرومائز نہیں کرے گی،اور ایک اور کافی بنانے کا میرا موڈ نہیں ہے،اگر تم چاہو تو یہ چائے لے سکتے ہو۔۔"

اس نے پیچھے آتے عاشر کو آفر کی۔کافی پھینٹنا اسے ایک عذاب ہی لگا کرتا تھا۔

"چائے کا موڈ نہیں میرا۔۔"اس نے کیبنیٹ میں سے مگ نکالتے ہوئے جواب دیا۔

پھر آدھی کافی اس میں انڈیل کر مگ دوبارہ ریشام کو تھما دیا۔"وہ مجھ سے لازمی پوچھے گی کے آدھا مگ کافی کہاں گئی۔۔میں تمہارا نام لینے میں سیکنڈ بھی نہیں لگاؤں گی۔"

وہ اسے ڈرانے کو بولی۔"جب تک اسے معلوم ہو گا میں تب تک روم لاک کر کے سو بھی چکا ہوں گا۔۔"لاپرواہی سے کہتے ہوئے وہ کچن سے نکل گیا تھا۔

ٹھنڈی ہوائیں اس کے چہرے سے ٹکراتیں ٹھٹھر جانے پر مجبور کر رہی تھیں جبکے وہ بے دم سی آنکھیں بند کیے وہاں بیٹھی تھی۔ بالکنی کا فرش سفید ماربل سے بنا ہوا تھا۔

جہاں دیکھتے ہی دیکھتے اب سرخ پھولوں کی چادر سی بچھتی جا رہی تھی۔

وہاں رکھے بڑے بڑے گملوں میں سجے پھولوں کی بیل تیزی سے پھیلیتی پوری بالکنی کو اتنی خوبصورتی سے سجا گئی تھیں کے دیکھنے والا دنگ رہ جائے۔ وہی خوشبو تیزی سے وہاں پھیلتی جا رہی تھی جس سے اب وہ مانوس ہو چکی تھی۔

دھیمے سے آنکھیں کھولیں تو سجی ہوئی بالکنی کو دیکھ کر ایک جھٹکا اسے لگا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی حسین باغ میں بیٹھی ہو۔

لگتا ہی نہیں تھا کے یہ کچھ دیر پہلے والی بالکنی ہے۔ سر مستی سے جھومتے پھول اور ان پر محو رقص تتلیاں اس لڑکی کے حیران پریشان چہرے کو دیکھتی مسکرا رہی تھیں۔

"تمہیں کیا لگا تھا؟ تمہارے جگہ بدل لینے سے میرا دل بدل جائے گا کیا؟"۔ کہیں بہت قریب وہ دھیمی میٹھی سی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔ سانس روکے، آنکھیں بھینچیں وہ بغیر حس و حرکت وہاں بیٹھی رہی۔ اپنے برابر میں کسی کی موجودگی کا احساس اس کی دل کی دھڑکن کئی گنا بڑھا گیا تھا۔ وہ ایک بار اسے دیکھ چکی تھی۔

دوبارہ دیکھنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔ "مجھ سے ڈرو مت، میں تمہیں نقصان پہنچانے تو نہیں آیا بریزے۔۔" اس کا ڈھیلا جوڑا کھل چکا تھا۔ ہوا سے بال لہراتے اس کے چہرے کو چھو رہے تھے۔ سختی سے لب بھینچے وہ خود کو کچھ بھی کہنے سے باز رکھ رہی تھی۔ اتنا اسے علم تھا کے اس کے پہلو میں موجود وہ شخص کوئی انسانی وجود نہیں رکھتا تھا۔

"بریزے۔۔۔ بریزے" اس نے جھٹکے سے آنکھ کھولی تو ریشام کو خود پر جھکے پایا۔

جو پریشانی سے اسے پکار رہی تھی۔ "کیا ہوا ہے تمہیں؟" وہ گلاس میں پانی نکال رہی تھی جب کے وہ سینے پر ہاتھ رکھے پھولے تنفس کے ساتھ اپنے ارد گرد دیکھ رہی تھی۔ وہ اس وقت بیڈ پر ہی موجود تھی۔ قریب ہی اس کا موبائل فون کھلا پڑا تھا۔ شاید وہ فون استعمال کرتے کرتے ہی نیند کی وادی میں اتر گئی تھی۔ اتنی سردی میں بھی اسے ٹھنڈے پسینے آنے لگے تھے۔ "کیا پھر کوئی خواب دیکھا ہے؟" ریشام نے اپنے دوپٹے سے اسکی پیشانی پر آیا پسینہ صاف کرتے ہوئے تشویش سے پوچھا۔ نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس نے پانی کا گلاس لبوں سے لگایا۔ "پھوپھو کو بلاوں وہ دم کر دیں گی؟"

"وہ سو چکی ہوں گی، انھیں پریشان مت کرو" "ٹھیک ہے تم لیٹ جاو میں دم کر دیتی ہوں۔۔" وضو تو اسکا تھا ہی۔ سر پر دوپٹہ لیتے ہوئے اس نے درود شریف پڑھ کے قرآن کی مخصوص سورتیں پڑھنا شروع کر دی تھیں دھیمے ہاتھوں سے وہ اس کا سر بھی دباتی جا رہی تھی۔

جس کے چہرے پر ابھی بھی خوف کے اثرات تھے۔

فجر کی اذانیں دی جا چکی تھیں۔ فضاوں میں ہلکی ہلکی سی دھند تھی۔

غذا کی تلاش میں چرند پرند اللہ کی حمد و ثناء کرتے اپنے آشیانوں سے پرواز کر چکے تھے۔

نیوی بلیو کرتے کی آستینوں کو فولڈ کئے وہ زیر لب کچھ پڑھتا گھر کے راستے پر گامزن تھا۔ اجالہ ابھی پوری طرح سے نہیں پھیلا تھا۔ وہ دونوں بھی اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ دونوں کی آنکھوں میں ابھی بھی نیند کے ڈورے تھے۔ آج فرمان کی طبعیت کچھ ناساز تھی۔ اس لئے نماز ادا کر کے وہ گھر چلے گئے تھے۔ ورنہ ان چاروں بھائیوں کا معمول تھا فجر کے بعد گھر جانے کے بجائے کچھ دیر کالونی میں واک کرنے کا۔ سرسبز و شاداب سی وہ کالونی ایک پوش علاقے میں واقعی تھی۔ وہ علاقہ بھی ایک پہاڑی علاقے میں ہی موجود تھا۔ فرمان اور داریان کو واک کرنا کافی پسند تھا۔ جب کے دائم اور مہد کو سخت ناپسند ہونے کے باوجود بھی انھیں جوائن کرنا پڑتا تھا۔ داریان سے تو وہ پھر بھی فرینک تھے۔ لیکن فرمان کے سامنے نہیں کچھ کہہ پاتے تھے۔ "آج یونیورسٹی سے ہمارا آف ہے، کم از کم آج تو سکون سے سو لینے دیں بھائی جان۔۔" دائم نے اس کے سامنے ہاتھ نہیں جوڑے تھے لیکن انداز منت بھرا ہی تھا۔ "میرا ارادہ تو تم دونوں کو اچھا سا ناشتہ کروانے کا تھا" "ابھی تو ٹھیک سے صبح ہوئی بھی نہیں ہے، اتنی جلدی ناشتہ میرا معدہ قبول نہیں کرے گا۔" "مرضی ہے تم دونوں کی" اس نے لاپرواہی سے شانے اچکائے۔ براون کلر کا بڑا سا لکڑی کا گیٹ دونوں اطراف سے سبز بیل سے ڈھکا ہوا تھا۔

سائیڈز میں بنی کیاریوں میں سجے خوشنما پھولوں کی خوشبو سے ساری گلی مہک رہی تھی۔

اس گلی میں تقریباً ہر گھر کا دروازہ ہی ان سبز بیلوں اور پھولوں سے سجا ہوا تھا۔

وہ تینوں ابھی گیٹ کے پاس پہنچے ہی تھے کے پیچھے سے ایک بلیک مرسڈیز آ کر ان کے برابر والے گھر کے پاس رکی۔ گھر میں داخل ہونے کی بجائے وہ وہیں ٹھہر گئے تھے۔

"السلام علیکم انکل۔۔" وہ ڈرائیونگ سیٹ سے اترتے رضا صاحب کے پاس چلا آیا۔

"وعلیکم السلام کیسے ہو داریان؟" اس سے گلے ملتے ہوئے انھوں نے خوشگواری سے پوچھا۔

"اللہ کے فضل سے بلکل ٹھیک ہوں۔۔" دھیمے سے مسکرا کر جواب دیتے ہوئے اس نے صوفیہ کے سامنے سر کو خم دیا تھا۔" جیتے رہو، خوش رہو" پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے انھوں نے ہمیشہ کی طرح اسے دعاؤں سے نوازا تھا۔

دائم اور مہد بھی صوفیہ اور رضا صاحب سے ملنے کے بعد پچھلی سیٹ سے اترنے والی لڑکی کی جانب متوجہ تھے جس نے جینز پر گھٹنوں تک آتی کرتی پہن رکھی تھی۔

دوپٹے کے نام پر ایک اسٹالر گردن کے گرد لپیٹا ہوا تھا، جدید اسٹائل میں کٹے ہوئے اس کے بال پشت پر لہرا رہے تھے۔ یہ تھی ان کی بیٹی ماشا۔۔ماشا رضا۔۔

ان کا گھر درانی ہاوس کے بلکل برابر میں واقع تھا۔ کافی عرصے سے وہ دونوں فیملیز اس علاقے میں آباد تھیں۔ ایک دوسرے کے گھر آنا جانا بھی کافی تھا۔ فرمان تو رضا صاحب کا بلکل ایک باپ کی طرح ہی احترام کیا کرتے تھے۔ صوفیہ کے ایک چھوٹے سے آپریشن کے باعث وہ گذشتہ دنوں سے اسلام آباد گئے ہوئے تھے۔ اور آج پورے دس دن بعد وہاں سے لوٹے تھے۔" تمہاری غیر موجودگی میں اتنی کوئی سخت قسم کی بوریت ہوئی ہیں نا کی میں بتا ہی نہیں سکتا تمہیں"

"بے شک۔۔راتوں کو اٹھ اٹھ کر تمہاری جدائی میں غزلیں لکھتا رہا ہے یہ۔۔"

مہد کی بات اچک کر وہیں دائم نے لقمہ دیا۔" واقعی میں؟" اس نے خوشگواریت سے مہد کو دیکھا۔" تم دیکھنا چاہو گی؟" اس نے بھی اسی انداز میں پوچھا۔

"کیوں نہیں، سب سے پہلے میں وہ فرمان بھائی کی خدمت میں پیش کروں گی، اصل خراج تحسین تو وہی پیش کریں گے تمہیں۔۔" طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہوئے وہ مہد کی خوش فہمیوں کے محلوں کو زمین بوس کر گئی تھی۔" مجھے لگا دس دنوں کی جدائی میں شاید اس کو میری سچی محبت پر یقین آ گیا ہو۔۔ لیکن یہ ہے کہ دیکھتی ہی نہیں میری طرف۔"

"بڑے بھائی کی موجودگی میں یہ تمہیں دیکھے گی بھی نہیں۔۔" دائم نے آنکھ دبا کر اسے کہا تو اس نے کینہ طوز نظروں سے داریان کو دیکھا۔ جو ان سب سے بے نیاز انکل اور آنٹی سے باتوں میں مصروف تھا۔ پھر اس نے ماشا کو دیکھا۔ وہ بھی ارد گرد کو خاطر میں نہ

Mahira Zainab Khan Novel

لا کر صرف داریان کو بولتے ہوئے سن رہی تھی۔ جیسے وہ کوئی خفیہ خزانے کی جگہ کا پتا بتا رہا ہو۔ "ان پر سے نظریں ہٹالو، وہ ریزروڈ ہیں۔۔" مہد نے رکھائی سے اسے مخاطب کیا۔

"کیا مطلب؟" ماشا نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔ "ہماری غیر موجودگی میں انگیجمنٹ کر لی انھوں نے؟" دل پر ہاتھ رکھے وہ دائم سے محو سوال تھی۔

انداز ایسا تھا کے اگر اس کی امید کے بر خلاف جواب ملا تو بس ابھی سب کچھ تہس نہس ہو جائے گا۔ "تمہاری غیر موجودگی میں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تو تمہاری آنکھوں کے سامنے پوری شان سے اپنی ہونے والی دلہن کو انگوٹھی پہنائیں گے""دائم اسے کہو فوراً دفع ہو جائے یہاں سے۔۔" پر تپش نظروں سے مہد کو گھورتے ہوئے وہ دائم سے بولی۔

دل ہی دہلا کر رکھ دیا تھا بد تمیز نے۔ "آپ لوگ فریش ہو کر ہماری طرف آجائیں، میں بھابھی کو اطلاع کر دیتا ہوں، وہ ناشتے کا انتظام کر لیں گی۔۔"

"تکلف میں مت پڑو بیٹا"

صوفیہ نے شائستگی سے انکار کرنا چاہا۔

"تکلف کیسا آنٹی۔۔ آپ کوئی غیر تھوڑی ہیں۔۔" اگر فرمان وہاں ہوتا تو لازمی وہ بھی یہی کرتا۔ رضا صاحب گاڑی اندر لے جا چکے تھے۔ جبکے وہ ابھی بھی وہاں موجود تھی۔

"السلام و علیکم۔۔۔" داریان کے پاس آنے پر سلامتی بھیجی۔ گالوں پر سرخی اور آنکھوں کی چمک میں دوگناہ اضافہ ہوا تھا۔ سر کے اشارے سے جواب دیتے ہوئے وہ اس کے پاس رکے بغیر گھر کے اندر چلا گیا تھا۔ پیچھے اس کے چہرے کے رنگ پل میں بدلے تھے۔

"دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا" سیکنڈز میں اس کا موڈ خراب ہوا "مجھ پر تو کبھی سلامتی نہیں بھیجی ماشا رانی۔۔" مہد نے سخت ناراضگی سے شکوہ کیا۔

"تو داریان بھائی نہیں ہے ناں اس لئے" دائم نے شرارت سے کہا تو وہ خراب موڈ کے ساتھ انھیں نظر انداز کرتی اپنے گھر کی جانب بڑھ گئی تھی۔

صبح کا اجالا پھیلتے ہی سعدین حویلی کی رونقیں جاگ اٹھی تھیں۔

بڑے سے جدید طرز پر بنے کچن میں اس وقت تمام خواتین موجود ناشتے کی تیاروں میں مگن تھیں۔ جہاں خلاف معمول وہ بھی موجود تھی۔

ٹیبل پر سر رکھے خاموش و بے دم سی بیٹھی تھی۔ "سارا دن فضول سے ناولز پڑھتی رہتی ہو، نا جانے کون کون سی موویز اور ڈراموں میں اپنا وقت ضائع کرتی ہو تو پھر یہ سب تو ہونا ہی ہے" اپنے کام میں مصروف حمنہ غازی اونچی آواز میں ساتھ ہی اسے سخت سست سنا رہی تھیں۔ "تمہاری ماں ٹھیک کہہ رہی ہے بریزے، جب سارا دن تم اس طرح کی چیزیں دیکھو گی اور پڑھو گی تو پھر یہی سب ذہن پر سوار رہتا ہے"

اس کے برابر میں بیٹھی رائمہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"تم آگے ایڈمشن کیوں نہیں لے لیتی ہو؟"

"کوئی ضرورت نہیں ہے، جو ایک پڑھ رہی ہے بس وہی کافی ہے، بچیوں کو پڑھائی کے چکروں میں ڈالنے کے بجائے بس ان کو رخصت کرنے کی تیاری کرو۔" سفینہ تائی نے رائمہ پھوپھو کی بات کاٹ کر نخوت سے کہا۔ وہ لڑکیوں کی بے جا آزادی کے حق میں نہیں تھیں۔ "پھوپھو وہ صرف خواب نہیں تھے، مجھے لگا جیسے میں حقیقت میں اسے محسوس کر رہی ہوں" اس کی آواز محض اتنی تھی کے رائمہ ہی بمشکل سن سکے۔ "دھیان مت دو اس بارے میں، اپنا ذہن دوسری چیزوں میں لگانے کی کوشش کرو۔" اسے ٹوکتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولیں تو وہ بے بسی سے لب کچل کر رہ گئی۔ کوئی سمجھتا ہی نہیں تھا اسے۔

Mahira Zaynab Khan Novel

رضا صاحب کی فیملی کے واپس آنے سے لگتا تھا جیسے درانی ہاوس کی رونقیں واپس لوٹ آئی ہوں۔اور سچ بھی یہی تھا ماشا زیادہ تر انھی کے گھر میں پائی جاتی تھی۔

عیشہ اور فرمان ہوں یا مہد اور دائم۔۔سب سے ہی اس کی خوب جمتی تھی۔

ابھی بھی وہ عیشہ کے ساتھ ناشتہ بنانے میں مگن تھی لیکن ہاتھوں سے زیادہ زبان چل رہی تھی۔پورے دس دنوں کا احوال تھا جو وہ تفصیل سے اسے سنا رہی تھی۔"ناشتہ بنانے پر دھیان دو، باتوں سے ہمارا پیٹ نہیں بھرنے والا" مہد نے چڑ کر کہا۔

وہ کب سے کچن کاونٹر پر چڑھ کر بیٹھا سیب کھا کر بھوک کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔صوفیہ اور رضا صاحب تو فرمان اور داریان کے ساتھ ڈرائینگ روم میں موجود تھے۔دائم ان کی باتوں سے بور ہونے لگا تو وہ بھی اٹھ کر کچن میں آ گیا۔

"ماشا رانی تمہیں اتنی محنت کرنے کی ضرورت نہیں ہے،داریان بھائی ناشتے میں یہ سب نہیں کھاتے۔۔"وہ آملیٹ کا آمیزہ فرائی پین میں ڈال رہی تھی جب دائم نے تاسف سے کہتے ہوئے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔"تو کیا کھاتے ہیں؟"

اس نے اتنی بے ساختگی سے پوچھا تھا کے ان دونوں کے قہقے چھوٹے تھے عیشہ کو بھی ہنستے دیکھا تو جھینپ گئی۔"میں ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔خجالت مٹانے کو اس نے ساری توجہ آملیٹ کی جانب مرکوز کر دی۔"تم سے اچھی دیورانی ہماری بھابھی کو ٹارچ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی، لیکن مسئلہ یہ ہے کے داریان بھائی کمیٹڈ ہیں۔۔۔لیکن میں شد سنگل ہوں۔۔"لگے ہاتھوں اس نے اپنا پرپوزل بھی دے ڈالا۔لیکن اس نے صرف پہلی بات ہی سنی تھی۔"کمیٹیڈ ہیں؟"اس کی آنکھوں میں کچھ الجھن اور ناگواری کے رنگ صاف دیکھے جا سکتے تھے۔کچھ دیر پہلے باہر بھی تو وہ یہی کہہ رہا تھا۔"ان کی باتوں پر دھیان مت دو۔۔"عیشہ کا انداز دلاسہ دینے والا تھا۔"میں تو کہتا ہوں تم بھابھی کی باتوں میں مت آو، یہ تو چاہتی ہی نہیں ہیں کے تم اس گھر میں آو۔۔لیکن میں تمہیں بلکل سچ بتا رہا ہوں۔۔داریان بھائی پسند کرتے ہیں کسی کو۔۔۔"وہ ڈرامائی انداز میں کہتا اسے ہولائے جا رہا تھا۔

جبکے عیشہ ہنستے ہوئے چائے کیٹل میں نکال رہی تھی۔"بھابھی کیا یہ سچ ہے؟"

وہ روہانسی ہو گئی۔"میں بتا رہی ہوں ناں وہ نہیں پسند کرتا کسی کو۔۔ان کی مت سنو تم"

"ان سے کیا پوچھ رہی ہو؟ہم سے پوچھو اصل گواہ تو ہم ہیں۔۔"

وہ اسے یقین دلا ہی دیتا اگر کچن کے دروازے سے وہ بھاری آواز نہ ابھرتی

"ناشتہ تیار ہو گیا بھابھی؟" ماشا سمیت وہ دونوں بھی گڑبڑا اٹھے تھے۔

"ابھی لگا رہی ہوں بس۔۔" اس کے جواب دینے پر وہ سر ہلاتا پلٹ گیا تو مہد اور دائم نے اپنی رکی ہوئی سانس بحال کی۔ "انھوں نے سنا تو نہیں؟"

ماشا نے ڈرے ہوئے انداز میں پوچھا۔ "تمہارے "انھوں" نے سن لیا ہوتا تو اسوقت ناشتے میں میرا اور مہد کا قیمہ تیار ہو رہا ہوتا۔" دائم نے ہاتھ جھلا کر کہا۔

"یہ مجھے دے دو داریان بھائی نہیں کھاتے تو کیا ہوا میں تو بہت شوق سے کھاتا ہوں"

اس نے بھاپ اڑاتا آملیٹ پلیٹ میں نکالا تو مہد نے اس کے ہاتھ سے اچک لیا۔

"پہلے بتا دیتے میں اتنی محنت نہ کرتی" اس نے گھورتے ہوئے کہا۔

"ویسے ماشا داریان بھائی تو اپنے لئے لڑکی پسند کر چکے ہیں۔ اگر تم چاہو تو ہم مہد کا رشتہ بھیج سکتے ہیں تمہارے لیے" دائم نے شرارت بھری سنجیدگی سے کہا تو وہ شدید غصے کے گھونٹ بھر کر رہ گئی۔ بلاارادہ ہی نگاہ مہد کی جانب اٹھ گئی۔

جس کی باچھیں کانوں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ماشا کے دیکھنے پر اس نے دونوں آبرو کو اچکاتے ہوئے "کیا خیال ہے پھر؟؟" کا اشارہ کیا تو ماشا کا بس نہ چلا کے اس کی گردن پکڑ کے مروڑ دے۔ "مر جاوں گی لیکن تم دونوں میں سے کسی سے شادی نہیں کروں گی۔۔"

"مجھے کیوں لپیٹ میں لے رہی ہو؟۔۔ یقین مانو میرے لئے تم بہنوں جیسی ہی ہو۔۔ ہاں لیکن اس خبیث کے بارے میں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا"

دونوں ہاتھ اٹھائے وہ اپنی صاف نیت کے بارے میں اسے آگاہ کر رہا تھا۔

"اور تم کان کھول کر سن لو، تمہارے بھائی کے علاوہ میں کسی سے شادی نہیں کروں گی، تم سے بھی نہیں۔۔" انگلی اٹھا کر وہ سختی سے مہد کو وارننگ دے رہی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"دیکھو ماشارانی۔۔ داریان بھائی سے تمہاری شادی ہر گز نہیں ہونی، اس کی تو میں سو فیصد گارنٹی دیتا ہوں۔۔ اسی لیے کہہ رہا ہوں ان کے نام پر بیٹھی رہ جاو گی۔۔ بعد میں یہ نہ ہو کہ میں بھی ہاتھ سے نکل جاوں۔۔"

"تم تو میری زندگی سے نکل جاو، جان چھوڑو میری" دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑے وہ بے زاری سے بولی۔

دائم بے ساختہ قہقہ لگا کر ہنس پڑا تھا۔ "لڑکی تم پچھتاو گی ایک دن۔۔"

وہ جذباتی بلیک میلنگ پر اتر آیا تو وہ ان دونوں کو نظر انداز کرتی کچن سے ہی باہر نکل گئی

دوپٹے سے سر ڈھکے چائے کی ٹرے اٹھائے اس نے دروازے پر دستک دی۔

"آجاو۔۔" کچھ فائلوں کے ساتھ مصروف ضمیر غازی نے اسے اندر آنے کی اجازت دی تھی۔ "میں آپ کے لئے چائے لے کر آئی تھی۔"

"بہت شکریہ بیٹا۔۔"

کپ پکڑتے ہوئے انھوں نے مسکرا کر جواب دیا۔ اپنی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی میں ان کی جان بستی تھی۔ "کچھ کہنا تھا آپ سے۔۔" فائلز پر سرسری سی نگاہ ڈالتے ہوئے اس نے ہچکچاتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔ "ہمم کہو۔۔" انھوں نے سوالیہ انداز میں کہا۔ "آپ جانتے ہیں کے مجھے کیا کہنا ہے"

"آفس آنے کی اجازت تمہیں ہر گز نہیں ملے گی، اس کے علاوہ کچھ کہنا ہے تو بتاو؟" "بابا۔۔" ریشام نے ناراضگی سے انھیں دیکھا۔

"مجھے معلوم ہے اسکی اجازت آپ دے بھی دیں گے تو دادا جان راضی نہیں ہوں گے۔۔ لیکن مجھے کچھ اور کہنا ہے۔۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

"یہ بہت اچھی بات ہے کے تم اس چیز کو سمجھتی ہو۔۔اب بتاو کیا کہنا ہے۔۔؟""ڈرائیونگ سیکھنے کی اجازت تو آپ دے ہی سکتے ہیں مجھے؟"

"ڈرائیونگ؟۔۔یہ شوق کب سے لگ گیا تمہیں؟"

"بس مجھے سیکھنا ہے"

"گھر میں ڈرائیور موجود ہیں، یوسف بھی ہے، اور باقی کے مرد بھی ہیں، تمہیں خود سے کہیں آنے جانے کی ضروت ہی کیا ہے؟"

"تو آپ اجازت نہیں دیں گے؟"

"بلکل، میں نہیں چاہتا کے کوئی معصوم انسان تمہاری گاڑی کی زد میں آکر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے"

"بابا میں بہت دھیان سے ڈرائیو کروں گی، کسی کو ہٹ نہیں کروں گی ٹرسٹ می۔۔"

"اس معاملے میں تو میں بلکل ٹرسٹ نہیں کر سکتا تم پر"

"آپ میری ذمہ داری پر اسے اجازت دے دیجئے ضمیر چاچو۔۔"دروازے پر سے ابھری اس آواز پر ان دونوں نے اس کی جانب دیکھا۔جو ٹو پیس میں ملبوس، کوٹ بازو پر ڈالے، دیوار سے بازو ٹکائے کھڑا تھا۔"یہ بہت بھاری ذمہ داری ہے سالار بھائی، اگر میری گاڑی کے نیچے کوئی آ بھی گیا تو میرے بجائے آپ تھانے جائیں گے"اس نے آگے کے حالات سے باخبر کیا۔

"میں ایسی نوبت ہی نہیں آنے دوں گا"

"اور اگر جانا پڑ گیا تو؟۔۔"

اس نے آبرو اٹھا کر پوچھا۔"چلا جاوں گا۔۔مجھے کوئی مسئلہ نہیں"شانے اچکا کر اس نے بے نیازی سے جواب دیا۔"فلحال تو تم جامعہ جانے کی تیاری کرو، ایگزامز کب سے شروع ہیں تمہارے؟"ضمیر غازی نے اس سے استفسار کیا۔"اسی منتھ سے ہیں"

"چلو ٹھیک ہے، آج، میں تمہیں ڈراپ کر دوں گا"

"خیریت بابا۔؟"اس نے چونک کر پوچھا۔یہ ذمہ داری تو یوسف کی تھی نا۔"ہاں یوسف کو بابا جان نے زمینوں پر بھیجا ہے وہ رات تک ہی واپس آئے گا۔۔"

"تو مجھے لینے کون آئے گا پھر؟"

"میں آجاوں گا۔۔ فکر نہیں کرو"

سالار نے کہا تو وہ انکار کر گئی۔ "نہیں رہنے دیں سالار بھائی، میں آج آف ہی کر لیتی ہوں۔۔ ویسے بھی اتنی کوئی پڑھائی نہیں ہو رہی ہے" اس کا ارادہ پل میں بدلا تھا۔ ورنہ تو وہ بلکل تیار تھی جانے کے لیے۔

لائٹ پنک کلر کی تھیم سے سجا اس کا کمرہ ایک باربی ڈول کا چھوٹا سا گھر ہی لگا کرتا تھا۔

وہاں کی ہر چیز اعلی معیار کی تھی۔ قالین اور پردوں سے لے کر مہنگے اور قیمتی فرنیچر تک ہر شے اس کی پسند کی تھی۔ اسٹائلش سے کیپری شرٹ پہنے، دوپٹہ ایک شانے پر ڈالے وہ فون اٹھائے اس پر کوئی نمبر ڈائل کر رہی تھی۔ سیاہ دراز زلفوں کو سمیٹ کر ایک کندھے پر کیا ہوا تھا۔ تیسری بیل پر کوئی فون ریسیو کیا گیا۔ "السلام علیکم۔۔"

اس کی بھاری آواز اسپیکر میں سے ابھری۔ "وعلیکم السلام کہاں پر ہو تم؟"

اس کے انداز میں تحکم سا تھا۔ جو مقابل کو برا نہیں لگا تھا۔ "زمینوں پر، بڑے صاحب کے کام سے آیا تھا" اس نے سادگی سے جواب دیا۔ "اوہ۔۔ مجھے لگا تم ڈر گئے"

"میں؟ میں کیوں ڈروں گا؟" کیا تمہیں سچ میں نہیں معلوم کے میں کس بارے میں بات کر رہی ہوں؟" زلفوں کی لٹ انگلی پر لپیٹے وہ سنگل صوفے پر بیٹھی تھی "آپ تفصیل بتا دیں تو مہربانی ہو گی"

"رہنے دو یوسف! میں تفصیل میں جاوں گی تو پھر تم نظریں چرا کے اور سر جھکا کر بیٹھ جاو گے۔ میں تو انتظار میں تھی کے شاید آج تم اقرار کر ہی لو گے، لیکن تم تو زمینوں پر فرار ہو گئے۔۔" انداز میں ہلکی سی خفگی کی جھلک لہرائی تھی۔

"میں نے راہ فرار اختیار نہیں کی، اور رہی بات اقرار کی تو۔۔ آپ میرے اقرار کی نہیں بلکے اس حویلی کی تباہی کی منتظر ہیں"

"تمہارے اقرار کا حویلی کی تباہی سے کیا تعلق؟"

Mahira Zaynab Khan Novel

شفاف پیشانی پر الجھن زدہ سے بل پڑے تھے۔ "تو آپ کیا اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کے حویلی والے بخوشی آپ کی شادی کر کے آپ کو میرے ساتھ ایک چھوٹے سے گاوں میں رخصت کر دیں گے ؟"

"مجھے گاؤں جانا بھی قبول ہے"

وہ فوراً سے بول اٹھی۔ لیکن مقابل نے جواب دینے میں کچھ ساعتوں کا وقت لیا تھا

"لیکن مجھے نہیں قبول کے آپ میرے گاؤں میں آئیں"

"تم تو بہت ہی بد تمیز ہو، بھلا ایسے منہ پر کوئی انکار کرتا ہے" ریشام کو سخت برا لگا تھا اس کا اتنا صاف انکار۔۔

آج تک کسی نے اسے "نا" نہیں کہا تھا۔ یہ یوسف تو جانے کس مٹی کا بنا تھا

"میں صرف آپ کو یہ باور کروانا چاہتا ہوں کے اپنی حیثیت اور رتبے کو مت بھولیں، آپ نے ہمیشہ شہزادیوں جیسی زندگی گزاری ہے، ایک عام سے ملازم کے پیچھے اپنی زندگی خراب مت کریں۔" "کیا میں نے تم سے مشورہ مانگا؟" اس نے درشتی سے اس کی بات کاٹی۔ "میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔" سیکنڈ کے توقف کے بعد اس کی آواز ابھری۔

جس میں نرمی تھی، منت تھی، عاجزی تھی۔ "اس کی جگہ تم کچھ اور بھی کہہ سکتے تھے ؟"

"مثلاً؟"

"جانتے بوجھتے اتنا معصوم بننے کی کوشش مت کیا کرو۔۔ کب واپس آو گے تم ؟"

پھر وہی تحکم بھرا سابقہ انداز۔۔ جو حق ملکیت والا غرور لئے ہوئے نہیں تھا۔

وہ یوسف کو ملازم نہیں سمجھتی تھی۔ پھر بھی وہ چاہتی تھی کے یوسف کے سارے حق صرف اس کے پاس ہوں۔ "رات تک واپسی ہو گی۔۔ اور کچھ کہنا ہے آپ نے یا میں اپنا کام کر لوں ؟"

"کر لو اپنا کام، میرے علاوہ تو ہر کام اور ہر چیز تمہارے لئے امپورٹنس رکھتی ہے" بڑبڑاتے ہوئے کہتی وہ کال کاٹ گئی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

بیڈ پر ڈھیر سارے کپڑے پھیلائے وہ وارڈروب سیٹ کرنے میں مگن تھی۔

"بریزے ایک کپ چائے بنادو گی میری بہن؟" جب فاز نے اس کے روم میں جھانکتے ہوئے منت سے کہا۔ "میں مصروف ہوں، کسی ملازم سے بنوالو"

اس نے بغیر کسی لحاظ کے کہا۔ "ملازموں کے ہاتھ میں تمہارے جیسا ٹیسٹ نہیں ہے۔ پلیز بنادو۔۔"

"اتنا مکھن لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے وہ ناچاہتے ہوئے بھی راضی ہوگئی تھی۔

سب ڈنر کر چکے تھے، کچن سمیٹ کر صفائی کرنے کے بعد ملازم بھی اپنے کوارٹر میں جا چکے تھے۔ وہ اپنے ہی دھیان میں کچن میں داخل ہوئی۔

"تم؟" وہاں پہلے سے موجود کھڑے عاشر کو دیکھ کر وہ چونک اٹھی۔ "کافی بنا رہا تھا اپنے لئے، تم پیو گی؟" عاشر اور وہ بھی اتنے دوستانہ انداز میں اس سے مخاطب تھا؟؟

وہ تو کبھی اسے زہر کی بھی پیشکش نہ کریں، کہاں کافی بنانے کی بات کر رہا تھا۔

"نو تھینکس۔۔" رکھائی سے کہتی وہ چائے بنانے لگی۔ وہ کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جو بنا تو کافی رہا تھا، لیکن سارا دھیان اس کا بریزے کی طرف تھا۔

اس کی گہری نظروں سے وہ پہلو بدل رہی تھی۔ عاشر کے اس انداز کی وہ کبھی عادی نہیں رہی تھی۔ "تم یہاں کیوں کھڑے ہو؟" کافی بنانے کے بعد اس نے وہیں کاونٹر سے ٹیک لگا کر پینا شروع کر دی تو وہ جھنجھلا کر بولی۔ "کیوں میرے یہاں کھڑے ہونے سے تمہیں کوئی مسئلہ ہے؟"

"ہاں ہے مسئلہ مجھے"

Mahira Zaynab Khan Novel

"پھر وہ میرا مسئلہ نہیں ہے میں تو یہیں کھڑا رہوں گا"اس کی نظروں سے الجھن زدہ ہوتے ہوئے اس نے چولہا بند کر دیا تھا۔ جیسی تیسی بنی چائے کپ میں نکال کر وہ اسے گھورتی کچن سے نکل کر فاز کے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔ جو پیچھے وہیں کھڑا رہا مسکرا رہا تھا۔ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آنے کے بعد پہلا کمرہ اسی کا کہا۔ بالٹ گھما کر دروازہ دھکیل کر وہ اندر داخل ہو گئی۔

"یہ لو تمہاری چائے۔۔"اس نے تقریباً کپ کو پٹخنے کے سے انداز میں سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔"کیا ہو گیا ہے کیوں انگارے چبا رہی ہو؟"لیپ ٹاپ پر مصروف فاز نے ہیڈ فونز اتارتے ہوئے حیرت سے اسے دیکھا۔"اپنے اس دوست کو سمجھا لو تم فضول میں میرے منہ نہ لگا کرے"

"کون؟ کسکی بات کر رہی ہو؟"

"عاشر کی بات کر رہی ہوں اور کس کی کروں گی؟"

"اب کیا کر دیا اس نے؟"اس نے حیرانگی و ناسمجھی سے پوچھا۔

"میں چائے بنا رہی تھی کچن میں تو فضول میں ہی بحث کرنے لگا میرے ساتھ"

"یہ کب کی بات ہے؟"

"ابھی کی ہی بات ہے جب میں چائے بنا رہی تھی۔"

"کیا ہو گیا ہے بریزے؟۔۔"۔فاز نے کچھ کہنا شروع ہی کیا تھا کے جبھی باتھ روم کا دروازہ کھلا۔ تولیے سے بالوں کو رگڑتا وہ باہر نکلا۔"میں یہی کہنے لگا تھا، یہ تو پچھلے بیس منٹ سے شاور لے رہا ہے۔اس سے تمہارا سامنا کچن میں کیسے ہو گیا؟"بریزے کی حالت ایسی تھی جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

شدید شاک کے عالم میں وہ یک ٹک عاشر کو دیکھے جا رہی تھی۔اس نے کھلی آنکھوں سے خواب نہیں دیکھا تھا۔اس کی آنکھیں دھوکا نہیں کھا سکتی تھیں۔

وہ ہو بہو وہی تھا۔اگر عاشر یہاں تھا تو پھر کچن میں وہ کس سے ہمکلام تھی؟

"اسے کیا ہو گیا ہے؟" ٹی شرٹ اور ٹراوزر میں ملبوس عاشر نے خود پر پرفیوم کا اسپرے کرتے ہوئے فاز سے استفسار کیا۔ "شکایت کر رہی تھی کے ابھی کچن میں تم اس سے بحث کر رہے تھے"

"میں کچن میں؟" اس نے انگلی کو سینے پر رکھ کر استفسار کیا "اور نہیں تو کیا۔۔ آج کل کن خیالوں میں کھوئی رہتی ہو بریزے؟" فاز نے تاسف سے اسے دیکھا۔

جو پتھر کا بت بنی کھڑی تھی۔ "اس نے مجھے اتنا سر پر سوار کر رکھا ہے کے ہر جگہ صرف میں ہی اسے دکھائی دیتا ہوں" تمسخرانہ انداز میں کہتے ہوئے وہ پلٹ کر بالوں میں برش کرنے لگا۔ "میں جھوٹ نہیں بول رہی فاز۔۔ کپکپاتے لبوں سے کہتے ہوئے ایک آنسو اس کی پلکوں کی باڑ توڑ کر نکلا تھا۔ وہ وہاں سے بھاگتی ہوئی نکلی تھی۔

خیالوں میں سے نکل کر وہ اب وہ کسی اور کے روپ میں اس کے سامنے آ رہا تھا

کون تھا وہ جو اس کے پیچھے پڑ چکا تھا۔ اسے اپنے سائے سے بھی ڈر لگنے لگا تھا۔

ڈر و خوف کی ایک لہر اس کے سراپے میں دوڑ رہی تھی۔ وہ شکل ہو بہو عاشر کی تھی۔

لیکن اس کی گہری آنکھیں اور وہ بدلہ بدلہ سا لہجہ اس کا نہیں تھا۔ نوٹس بناتی ریشام نے ایک نظر اسے دیکھا جو کمبل میں دبکی ہوئی تھی۔ "بریزے ہو سکتا ہے تمہیں وہم ہوا ہو۔۔"

"مجھے کوئی وہم نہیں ہوا، میں نے حقیقت میں اسے دیکھا تھا، وہ مجھ سے بات بھی کر رہا تھا، کوئی چلتے پھرتے کیسے کوئی خواب دیکھ سکتا ہے بھلا؟" کمبل ایک طرف ہٹا کر وہ اٹھ بیٹھی۔ بکھرے بال اور سرخ متورم آنکھوں سے اس سے محو سوال تھی۔

جسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کے وہ کن الفاظ میں اسے تسلی دے کر اس کا خوف دور کرے۔

"لان میں چلیں واک کرنے؟"

"موڈ نہیں میرا" نفی میں سر ہلا کر کہتی وہ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ کافی رات بیت چکی تھی جب مین گیٹ کے کھلنے کی آواز آئی۔

اس کی سماعتیں تو کب سی اس آواز کی منتظر تھیں۔ لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھتے ہوئے وہ جلدی سے اٹھی۔ سلیپرز پہنے بغیر ننگے پاوں بھاگتی ہوئی بالکنی میں پہنچی۔ بلیک لینڈ کروزر کھلے گیٹ سے اندر داخل ہو رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ سے اترنے والے شخص نے کسی کی نظروں کی تپش کو خود پر محسوس کیا تو نظریں اٹھا کر اس کی بالکنی کی جانب دیکھا۔

جو دونوں بازو ریلنگ پر ٹکائے تھوڑا سا جھکی ہوئی کھڑی اس کی جانب متوجہ تھی۔

اتنی دور سے بھی وہ اس کے سرخ و سفید چہرے کی چمک اور آنکھوں میں جلتی خیرہ کن روشنیوں کو محسوس کر سکتا تھا۔ اس کے سنہرے روپ سے نگاہ چراتا نفی میں سر ہلاتا وہ بیٹھک کی جانب بڑھ گیا جہاں سعادت غازی موجود تھے۔ "کون آیا ہے؟"

گلاس ڈور بند کر کے وہ پردے ٹھیک کر رہی تھی جب بریزے کی آواز پر اس کی ہاتھ تھمے۔ "یوسف۔۔" لہجے کو سرسری سا بناتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

"تم اسے دیکھنے گئی تھیں؟" اس کی آواز میں تعجب تھا۔

"میں اسے دیکھنے کیوں جاؤں گی؟ مجھے لگا سالار بھائی ہوں گے، کچھ ٹاپک سمجھنے تھے مجھے ان سے۔۔"

"سالار بھائی تو کب سے حویلی میں موجود ہیں۔۔"

"اچھا۔۔ مجھے نہیں معلوم تھا۔۔ تم پہلے بتا دیتی میں تو کب سے ان کے انتظار میں تھی"

آواز کی لرزش پر قابو پاتی وہ خود کو مصروف ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

جبھی اس نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا ایک کاغذ اٹھا کر اس کی جانب بڑھا دیا۔

"یہ کیا ہے؟" ریشام نے اس سے کاغذ لیتے ہوئے پوچھا۔

"تائی امی کے انکار کرنے کے باوجود بھی پھوپھو نے یہ ایڈمشن فارم منگوا دیا یوسف سے۔۔ مجھے آگے نہیں پڑھنا ریشام" اس کا انداز بے بسی لئے ہوئے تھا۔

"یہ تو عاشر کی یونیورسٹی ہے ناں؟" ایڈمیشن فارم دیکھنے کے بعد اس نے استفسار کیا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ بریزے نے بی ایس سی انجینئرنگ میں ہی کر رکھا تھا۔

عاشر کی بھی یہی فیلڈ تھی۔"یہ تو اچھی بات ہے۔۔عاشر تمہاری اسٹڈیز میں ہیلپ بھی کر دے گا اور تمہیں اچھی کمپنی بھی مل جائے گی"

"کمپنی اور وہ بھی عاشر کی؟۔۔اس کی کمپنی میں رہنے سے بہتر ہے بندہ بور ہی ہوتا رہے۔۔"وہ نخوت سے بولی۔"میرا ارادہ نہیں اسکی یونیورسٹی میں اس کے ساتھ پڑھائی کرنے کا۔۔"اٹل لہجے میں کہتی وہ تکیہ ٹھیک کرتے ہوئے دراز ہو گئی۔

"ویسے میرا مشورہ تو یہی ہے کے تم آگے ایڈمشن لے لو۔۔اور تم کونسا اس کی کلاس میں ساتھ پڑھو گی،وہ تو سینئر ہے تم سے۔۔اور سب سے اچھی بات وہ تو ہفتے پندرہ دن میں ایک بار ہی یونی جاتا ہے۔۔تم دونوں کا زیادہ آمنا سامنا بھی نہیں ہو گا۔"

اس نے چٹکی بجاتے ہی حل پیش کیا۔"سوچوں گی۔۔"غیر دلچسپی سے کہتی ہوئی وہ نیند میں جا رہی تھی۔

رحمتوں بھرے جمعے کے بابرکت دن کا آغاز ہو چکا تھا۔

صبح کی نرم ورو پہلی کرنیں سعدین حویلی کے وسیع لان میں اترنا شروع ہوئی تو اس کے لکڑی کے منقش دروازے چوپٹ کھول دئے گئے تھے۔جہاں ضرورت مند لوگ خیرات کے لئے ایک لائن میں کھڑے تھے یہ ہر جمعے کا معمول تھا۔سعادت غازی تمام مکینوں کا صدقہ و خیرات کیا کرتے تھے۔جو صبح سویرے سے ہی شروع ہو کر جمعے کی اذان ہونے تک جاری رہتا تھا۔شاور لینے کے بعد خوبصورت سی کڑھائی والے ٹی پنک کلر کے سوٹ میں ملبوس نماز کے سے انداز میں دوپٹہ چہرے کے گرد لپیٹے وہ بھی نیچے ہی موجود تھی۔جہاں ایک بڑا سا کمرہ عبادت کے لیے مختص کیا گیا تھا۔اس کمرے میں کوئی فرنیچر نہیں تھا۔سادگی اور خوبصورتی سے سجے اس کمرے میں جمعے کے دن ظہر کی نماز سب خواتین ساتھ ہی ادا کرتی تھیں۔دیوار گیر الماریوں میں قرآن پاک،وظائف اور دوسری اسلامی کتابیں موجود تھیں۔اسکے علاوہ جائے نماز اور نماز کی چادریں بھی سلیقے سے سجی تھیں۔اگربتی اور لوبان کی خوشبو سے پورا کمرہ مہک رکھا تھا۔

جب تک دادی جان حیات تھیں اپنا زیادہ تر وقت وہ اسی کمرے میں عبادت کرتے ہوئے گزارا کرتی تھیں۔اپنی نگرانی میں روز وہاں کی صفائی کروا کر صبح سویرے ہی تلاوت سے اپنے دن کا آغاز کیا کرتی تھیں۔دادی جان کے وفات پانے کے بعد صفائی تو اب

بھی روزانہ کی جاتی تھی۔ لیکن اب وہاں تلاوت وکلام پاک سے دن کا آغاز کرنے کے لئے کسی کے پاس اتنا وقت ہی نہیں تھا۔ سب کا اپنا ہی ایک بزی شیڈول تھا۔

ضمیر غازی اور وجاہت غازی آفس کے لیے نکل رہے تھے۔ وہ بھی جمے کے دن کی مخصوص سورتیں پڑھنے کے بعد اپنی سیاہ چادر اوڑھے جامعہ جانے کے لئے پورٹیکو میں کھڑی تھی جب ضمیر غازی نے کتنے ہی نوٹ والٹ سے نکال کر ریشام کے سر سے وارے تھے۔ وہ ان کے انداز پر مسکرادی تھی۔ حویلی کی پہلی بیٹی ہونے کی حیثیت سے سب ہی نے اس کے لاڈ اٹھائے تھے۔ "میں نے سنا ہے تم ڈرائیونگ سیکھنا چاہ رہی ہو؟" وجاہت تایا کے اچانک سے پوچھ لینے پر وہ گڑبڑا اٹھی۔ "جج جی تایا جان۔۔ لیکن بابا منع کر رہے ہیں" اس نے ادب سے کہتے ہوئے ساتھ ہی شکایت بھی کر ڈالی۔ "کیوں میری بیٹی کو منع کر رہے ہو ضمیر؟ تم اداس مت ہو، سالار سکھادے گا تمہیں" اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ شفقت سے بولے۔ "لیکن بھائی جان۔" ضمیر غازی نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن وہ ہاتھ اٹھا کر روک گئے۔ "بابا جان کی فکر مت کرو ان سے میں بات کر لوں گا، تم میری بیٹی کو مت روکا کرو کسی کام سے، اسے اپنے شوق پورے کرنے دو" وجاہت غازی تو اس کی آنکھ میں ایک آنسو بھی نہیں برداشت کر سکتے تھے۔ "آپ نہیں چاہیں گے تو میں نہیں سیکھوں گی تایا جان" نظریں جھکائے وہ دھیمی سی آواز میں بولی۔

"میں کیوں نہیں چاہوں گا بھئی؟۔۔ میں تو چاہتا ہوں تم اپنے ہر شوق پورے کرو۔۔"

وہ محبت سے کہہ رہے تھے جب کے یونی جانے کے لئے اس کے منتظر کھڑے یوسف نے بے اختیار گہرا سانس بھرتے ہوئے زیر لب استغفر اللہ کہا تھا۔ اس کا اتنا فرمانبردار روپ تو اس کے لیے انوکھا تھا۔ جب وہ یوسف کے ساتھ ہوتی تھی تب کوئی اس کے انداز ملاحظہ کرتا زرا۔ ضرورت مندوں میں ابھی بھی راشن وغیرہ تقسیم کیا جا رہا تھا۔

جو سعادت غازی اور سالار اپنی نگرانی میں کروا رہے تھے۔

حویلی کی خواتین ظہر کے کھانے کی تیاری میں مصروف تھیں جس کے بعد انھوں نے نماز کی ادائیگی کا اہتمام کرنا تھا۔ آج یونی کا لاسٹ ڈے تھا۔ پھر تو ایگزامز شروع ہو جانے تھے۔ کچھ دیر بعد اپنی سیاہ چادر اوڑھے وہ اسکی گاڑی میں موجود تھی جو دھیان سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ جمعے کی مناسبت سے اس نے کرتا شلوار زیب تن کر رکھا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

سیاہ رنگ اس کی جسامت پر جچتا بھی خوب تھا۔ "کلاسز اٹینڈ کرو گے یا مجھے ڈراپ کر کے واپس آجاو گے؟" خاموش گاڑی میں اسکی کھنکتی سی آواز ابھری۔

"کلاسز نہیں لے سکتا، حویلی میں کچھ کام ہے، لینے آجاوں گا آپ کو۔۔" اونچے نیچے پتھریلے راستوں سے وہ محتاط سے گاڑی گزار رہا تھا۔ "مجھے آج یونی نہیں جانا۔۔" بیک ویو مرر پر نظر آتی اس کی گلاسز سے ڈھکی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے وہ بولی۔ "مطلب؟" یوسف نے ناسمجھی سے سوالیہ انداز میں پوچھتے ہوئے گاڑی کی اسپیڈ آہستہ کر دی تھی۔ "واپس حویلی لے چلوں؟" اس کے پوچھنے پر وہ انکار کر گئی۔ "جھیل پر لے چلو۔۔"

"وہاں کیا کام ہے آپ کو؟"

"کوئی کام نہیں ہے۔۔"

"پھر میں نہیں لے جا سکتا"

"یوسف" ریشام نے صرف اس کا نام لینے پر اکتفا کیا تھا۔ "نہیں لے کر جاو گے تو یہیں اتار دو، میں خود چلی جاوں گی۔۔" اس کا اتنا کہنا تھا کے یوسف نے آگے سے کوئی بحث کئے بنا جھیل کی جانب گاڑی موڑ لی تھی۔ یوسف سے اپنی بات منوانے کے سارے گر آتے تھے اسے۔۔ مسکراتے ہوئے وہ کھڑکی سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر کو دیکھنے میں مصروف ہو گئی

لونگ شرٹ اور کیپری پر بڑا سا دوپٹہ بامشکل سنبھالتے وہ اپنی ہی دھن میں سیڑھیاں اترتی نیچے آرہی تھی۔ جب وہ دوپٹہ پیروں میں اس طرح سے الجھا تھا کے وہ منہ کے بل ہی گر پڑتی اگر ریلینگ کو نا تھام لیتی تو۔۔ سختی سے آنکھیں بھینچے، خوف اس کے چہرے پر واضح دکھ رہا تھا۔ لیکن وہ صرف ریلینگ کا سہارا نہیں تھا جس نے اسے گرنے سے بچایا تھا۔ اپنے بازو پر کسی کی مضبوط گرفت کا احساس ہوا تو اس نے جھٹ سے آنکھیں کھولی۔ "تم۔۔" کرنٹ کھا کے وہ اس سے دور ہٹی۔ "بھوت ہوں کیا میں جو اس طرح سے ڈر رہی ہو؟" اس نے پیشانی پر بل ڈال کر پوچھا۔ جس کے جواب میں وہ کچھ نہیں بولی۔ منتشر ہوتی دھڑکنوں کے

ساتھ وہ آنکھوں میں خوف لئے اسے دیکھے جا رہی تھی۔ "کیا ہوا زبان نے کام کرنا چھوڑ دیا کیا؟" چہرے کے زاویئے بگاڑتا، طنز پہ طنز کرتا وہ حقیقت میں عاشر ہی تھا۔ جو کل رات کچن میں موجود عاشر سے سو درجہ مختلف تھا۔

جانے کیوں اس نے سکون کا سانس بھرا۔ وہ کچھ کہے بغیر اسکی سائیڈ سے ہو کر سیڑھیاں اتر گئی۔ عاشر نے حیرانگی سے اسے چپ چاپ وہاں سے جاتے دیکھا تھا۔

اسے یقین نہیں آ رہا تھا کے موقع ملنے کے باوجود بھی وہ اسے تلخ کلامی کئے بغیر چلی گئی تھی۔

وہ جھیل بلند و بالا پہاڑوں کے درمیان میں بنی تھی۔

اطراف میں بڑے بڑے پتھروں کے علاوہ آنکھوں کو تراہوٹ بخشتا سبزہ تھا۔

پرندوں کی میٹھی بولیاں، ٹھنڈی ہوائیں، جھیل کا ٹھنڈا صاف شفاف پانی، رنگ برنگے پھول اور ان پر منڈلاتی تتلیاں۔۔ وہ جگہ جنت کا ایک ٹکڑا ہی معلوم ہوتی تھی

گاڑی سے اتر کر نیچے ڈھلان میں ایک راستہ جاتا تھا جھیل تک پہنچنے کے لئے۔

وہ وہیں سے اتر کر جھیل کے نزدیک چلی آئی۔ اونچے سے پتھر پر بیٹھتے ہوئے وہ مکمل اس ماحول میں کھوئی ہوئی تھی۔ سیاہ شلوار قمیض پہنے، آستینوں کے کف بند کئے۔ گاڑی سے ٹیک لگائے وہ وہیں دونوں بازو سینے پر باندھے کھڑا ہو گیا تھا۔

اس جھیل پر سے اس کا گزر دن میں کئی بار ہوا کرتا تھا۔

لیکن آج سے پہلے وہ جھیل کبھی اتنی خوبصورت نہیں لگی تھی۔

جو حسن اس گلابی لباس اور سیاہ چادر والی لڑکی کی سیاہ آنکھوں میں تھا۔ یہ جھیل تو اس کے سامنے کچھ بھی نہیں تھی۔ اس کے دل میں اداسیوں نے ڈیرے ڈال لئے تھے۔

یوسف کو اس لڑکی کے محبوب ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ لیکن قسمت کی ستم ظریفی کے وہ چاہ کر بھی اس کی حوصلہ افزائی نہیں کر سکتا تھا۔

وہ جذبات میں آکر کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا کے بعد میں ریشام کو اس کی وجہ سے کوئی بھی دکھ یا تکلیف پہنچے۔ فضاؤں میں مکئی بھوننے کی مہک پھیلنے لگی تو وہ سوچوں کے گرداب سے نکل کر حال میں لوٹا۔ اس کی تلاش میں نظریں دوڑائیں تو کچھ دور ہی ایک ریڑھی اسے دکھ گئی تھی۔

ٹھنڈے پانی میں ہاتھ ڈالے وہ گہری سانس لے کر خوشبو اپنے اندر اتارتی سوچ ہی رہی تھی کے یوسف سے کہے مکئی لانے کو۔ جبھی کسی نے کاغذ کی کون اس کی جانب بڑھائی۔ جس میں تازہ بھنی ہوئی مکئی کے دانوں سے اشتہا انگیز خوشبو اٹھ رہی تھی۔

کون اس کے ہاتھ سے پکڑتے ہوئے اس کی نظریں یوسف کے چہرے پر ہی تھیں۔

جس نے نگاہیں جھکا رکھی تھیں جواب اس سے کچھ فاصلے پر جا کھڑا ہوا تھا۔

"واقعی میں دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔۔"

ہونٹوں پر مچلتی شوخ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہوئے اس نے چند مکئی کے دانے منہ میں ڈالے۔

عبیر اور سارہ کی بھی واپسی ہو چکی تھی وہ ان سے ملنے کے لئے ہی کوریڈور میں موجود تھی۔ اندرونی حصے میں واپس جانے کی طرف قدم بڑھائے ہی تھے کے ایک دم ٹھٹک کر رکی۔ اسے معلوم نہیں تھا کے آخر کس چیز نے اس کے بڑھتے ہوئے قدموں کو اچانک سے روکا ہے۔ بڑے سے کوریڈور میں وہ تنہا کھڑی تھی۔ جو حویلی کے لاؤنج سے بھی بخوبی دکھائی دیتا تھا۔ "اسے کیا ہو گیا ہے؟" وہ کہیں باہر جانے کے لئے بلکل تیار تھا۔ اسے وہاں کھڑے دیکھا تو بڑبڑاتے ہوئے خود سے بولا۔

سفید ہائی نیک پر ڈینم کی جیکٹ پہنے، ایک ہاتھ میں موبائل اور گاڑی کی چابی تھام رکھی تھی۔ دوسرے ہاتھ میں چائے کا کپ تھا۔ جو اس نے کچھ دیر پہلے ہی فاز سے ہتھیائی تھی۔ فاض تو عاشق تھا چائے کا۔ عاشر اتنا شوقین نہیں تھا لیکن جب بھی فاز کے ہاتھ میں کپ دکھتا تو وہ اسے تنگ کرنے کو زبردستی اس سے چھین لیا کرتا تھا۔

بعد میں وہ بے چارہ اسے صلواتیں سناتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے گھوم رہا ہوتا تھا اپنا کپ واپس لینے کے لیے۔ لیکن عاشر پوری حویلی کا چکر لگوانے کے بعد خالی کپ ہی اسے واپس کرتا تھا اور بدلے میں ڈھیر ساری جلی کٹی اس سے سنتا تھا۔

"کون سے چلے کاٹ رہی ہو یہاں کھڑے ہو کر؟" اسے ایک جگہ جامد کھڑے دیکھ کر عاشر نے تعجب سے پوچھا۔ جو اس کی موجودگی پر بری طرح چونک اٹھی تھی۔

عاشر کے دوست حویلی کے باہر کھڑے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اسے نکلنا تھا لیکن ہاتھ میں موجود کپ چائے سے آدھا بھرا ہوا تھا۔ اب اس کا کیا کرتا؟ واپس کچن میں لے جا کر رکھنے کا اس کا ارادہ نہیں تھا۔ "چائے پیو گی؟" ضرورت ایجاد کی ماں ہے کے فلسفے پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس نے بریزے کے سامنے کپ بڑھا کر اسے آفر کر دی۔ "کافی بنا رہا تھا اپنے لئے، تم پیو گی؟" اس کی نظروں کے سامنے کل کا منظر گھوم گیا۔ اس کے ذہن میں جھکڑ چلنے لگے۔ اتنے دنوں سے ڈر ڈر کر زندگی گزارتے ہوئے اب اس کی بس ہو چکی تھی۔ اس کا ذہن کام نہیں کر رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے رکھ کے ایک تھپڑ عاشر کے چہرے پر دے مارا۔ "مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ؟ کیوں پیچھے پڑ گئے ہو میرے؟ جان کیوں نہیں چھوڑ دیتے میری؟" اس کے چہرے پر انتہا کا کرب اور اذیت رقم تھی۔ جبکے وہ ہکا بکا گال پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کے چائے کی آفر کرنے پر اسے یہ رسپانس ملے گا۔ لمحے میں اس کے تاثرات بگڑے۔ "آر یو ان یور سینس؟؟ دماغ تو نہیں خراب ہو گیا تمہارا؟۔۔" بریزے کو لگا تھا جیسے وہ تھپڑ کھانے پر غائب ہو جائے گا۔ لیکن وہ تو شدید غصے میں بپھر چکا تھا۔ اس نے بے ساختہ دل پر ہاتھ رکھا۔ کہیں اس نے حقیقت والے عاشر کو تو تھپڑ نہیں دے مارا۔؟ "اللہ اللہ۔۔" بریزے کو اپنی موت سر پر ناچتی دکھ رہی تھی۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفلوج ہونے لگی "ع عاشر۔۔ آئم۔۔ آئم سوری۔۔ میں نے تمہیں تھپڑ نہیں مارا تھا۔۔"

دو قدم پیچھے ہٹتی ہاتھوں کو سامنے اٹھائے وہ اٹکتے ہوئے اپنی بات اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن آنسو رکاوٹ بن رہے تھے۔

"مجھے نہیں مارا تھا تو کس کو مارا تھا؟ ہم دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا نظر آ رہا ہے تمہیں یہاں پر؟" کاٹ دار لہجے میں کہتے ہوئے اس نے جارحانہ انداز میں کپ ماربل کے فرش پر دے مارا۔ جو چکنا چور ہو چکا تھا۔ وہ دیوار سے لگی کھڑی کانپ رہی تھی۔ آنسو تواتر سے اس کے چہرے پر بہ رہے تھے۔ عاشر کا یہ غصہ آج اس نے پہلی بار دیکھا تھا۔ اس کے فون کی رنگ ٹون بجے جا رہی تھی۔ باہر موجود اس کے دوست کب سے اس کے منتظر تھے۔ فون کاٹ کر وہ اس کی سمت آیا۔ آنکھوں سے گویا چنگاریاں نکل رہی تھیں۔

"تمہاری ہر بد تمیزی کو آج تک نظر انداز کرتا آیا ہوں میں۔۔ لیکن اس خوش فہمی میں مت رہنا کے اس بار چھوڑ دوں گا۔۔اس تھپڑ کا جواب میں اچھے سے دوں گا تمہیں"

"ٹوٹے ہوئے کپ کے ٹکڑوں کو جوتوں تلے روندتا وہ وہاں سے جا چکا تھا۔

پیچھے وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھامے اپنی حالت پر خون کے آنسو بہا رہی تھی۔

"آپ کے دادا کے بہت احسانات ہیں مجھ پر۔۔" بنا اسے مخاطب کیے اس نے اپنی بات کا آغاز کیا تو ریشام نے چونک کر اسے دیکھا۔ جو اس کے قریب پشت پر دونوں ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ "معلوم ہے مجھے آگے کہو" مکئی کے دانے ہتھیلی پر پھیلائے اس بے لاپرواہی سے کہا۔

"میں نمک حرامی نہیں کرنا چاہتا۔۔۔ مجھ پر اندھا بھروسہ کرتے ہوئے انھوں نے آپ کی ذمہ داری مجھے سونپی تھی، میں اس بھروسے کو توڑنا نہیں چاہتا""یوسف۔۔" ریشام نے بے زاری اس کی جانب اپنا رخ موڑا۔ "اس طرح سے ذو معنی باتیں نہیں کرو مجھ سے۔۔

اقرار کرنے سے پہلے ہی تم دامن بچانے والی باتیں کر رہے ہو۔۔"

"آپ کیا سننا چاہتی ہیں مجھ سے؟" گردن موڑ کر اس نے براہ راست ریشام کو دیکھا۔

"تم بہتر جانتے ہو" اس کی بھوری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ جتا کر گویا ہوئی۔

"یہ ممکن نہیں ہے۔۔ جس آگ سے آپ کھیلنا چاہ رہی ہیں یہ آپ کے اور میرے علاوہ پوری حویلی کو اپنی لپیٹ میں لے لی گی" نظریں چرا تا وہ رخ موڑ گیا۔ "تو کیا چاہتے ہو تم؟""اس خار دار راستے پر چلنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اس کے انجام پر صرف آپ کا دل لہولہان ہو گا اور کچھ بھی نہیں۔۔" اس کا لہجہ تو عام سا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

پھر بھی ریشام کو لگ رہا تھا جیسے کوئی نوکیلے کانٹے ہیں جو اسے اندر ہی اندر چھب رہے ہیں۔"میرے دل کے مرہم کے لئے تم ہو نا"سیاہ آنکھوں میں نمی چمک رہی تھی۔

لیکن ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ تھی"میں کبھی بھی آپ کی حوصلہ افزائی نہیں کروں گا"اس کا انداز اٹل تھا۔"ایک دن تم مان ہی جاوگے"

"دعا کیجئے گا ریشام بی بی کے وہ دن کبھی نہ آئے۔۔اگر ایسا ہوا تو سعدین حویلی تباہیوں کا منہ دیکھے گی، میں آپ کو اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہتا۔۔بہتر ہوگا کے آپ یہ بات سمجھ جائیں"اسے اپنے لہجے کی سختی کا اندازہ تھا۔لیکن یہاں وہ نرمی سے ہرگز کام نہیں لے سکتا تھا۔

اس سر پھری لڑکی کے بڑھتے قدموں کو روکنے کا ایک یہی واحد حل تھا جو اسے اس وقت سوجھ رہا تھا۔"سب کچھ میرے سمجھنے کے لئے رہ گیا ہے؟"

مکئی کے دانے اس کی ہتھیلی سے پھسل کر نیچے جا گرے تھے۔

اس کی آواز میں نمی گھلنے لگی۔"تم جانتے بوجھتے انجان بنتے ہو۔۔کیا تم میرے دل کے حال سے واقف نہیں ہو؟ہر بار اپنی عزت نفس کو اپنے پیروں تلے روند کر تمہارے سامنے آس لے کر کھڑی ہو جاتی ہوں۔کبھی تو نظر اٹھا کر دیکھو گے۔۔کبھی تو میری بات کو سمجھو گے لیکن تم۔۔کیا تمہیں ترس بھی نہیں آتا مجھ پر؟"

اس کے چہرے پر گہرا کرب تھا۔اور نگاہوں میں کتنے ہی آنسو باہر آنے کو بے تاب تھے"آپ میرے لئے مشکلات کھڑی کر رہی ہیں۔میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں لیکن آپ۔۔"

"خود کو روک لوگے؟"وہ اس کی بات کاٹ گئی۔

"تم مجھے قدم واپس موڑ لینے کے لیے کہہ رہے ہو، خود کو کیسے سنبھالو گے یوسف؟"

"تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے لیکن میرے ساتھ ساتھ تم خود پر بھی ظلم کر رہے ہو۔۔اور میں تمہیں معاف نہیں کروں گی اس کے لئے۔۔"سختی سے خود پر قابو کیے وہ اسے دیکھنے سے خود کو باز رکھ رہا تھا۔اگر اس کی آنکھوں کو دیکھ لیتا تو پل میں اسے اپنا فیصلہ بدلنا پڑتا۔

جو کے وہ نہیں چاہتا تھا۔ دن کا وقت تھا۔ کہیں دور اکا دکا لوگ موجود تھے۔

پتھریلے راستے سے گاڑیاں بھی گزر رہی تھیں۔ لیکن وقت ان کے نزدیک جیسے تھم سا گیا تھا۔ ہر چیز پس منظر میں جاتی ان کی نظروں سے اوجھل ہو رہی تھی۔

بلند و بالا پہاڑ سانس روکے ان کی گفتگو سننے میں مگن تھے۔ سرمست ہوائیں ان دونوں سے ٹکراتی یوسف کی سخت دلی پر شکوہ کناں تھیں۔ وہ پہاڑ، وہ وادیاں، سب ریشام کے دکھ میں شریک یوسف کو ناراضگی سے دیکھ رہے تھے۔ "اگر کسی اور سے میری شادی ہونے لگی تو تب بھی کچھ نہیں کرو گے تم؟" سرد و سپاٹ لہجے میں اس نے ایک غیر متوقع سوال پوچھ ڈالا۔ پہلے وہ چونکا۔ پھر لب بھینچ گیا۔

اس بارے میں اس نے نہیں سوچا تھا۔ یا یوں کہنا چاہئے کے وہ سوچنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

ریشام کی محبت کی جو چنگاری اس کے دل میں جل رہی تھی، وہ لمحہ لمحہ بھڑکتی آگ کی شکل اختیار کرتی جا رہی تھی۔ اس سے پہلے کے وہ اس کے پورے وجود میں سرائیت کر جاتی ریشام کو خود سے دور کرنا انتہائی ضروری تھا۔ "میرے پاس ایسا کوئی حق نہیں۔۔"

اس کی آواز دھیمی اور لہجہ سپاٹ تھا۔ وقت تھم جانا کسے کہتے ہیں یہ کوئی یوسف سے پوچھتا۔ وہ سانس روکے اسے دیکھ رہا تھا جو اس کے مدمقابل آکھڑی ہوئی تھی۔

"میں نے اپنے سارے اختیار تمہیں دیئے۔۔" گلابیوں میں گھلا اس کا شفاف چہرہ اس وقت آنسوؤں سے تر تھا۔ ستواں ناک سرخ ہو چکی تھی۔ اس کی آنکھوں میں صرف یوسف کی شبیہہ تھی۔ اس بار وہ نظریں چرا نہیں پایا تھا۔

ڈائننگ ٹیبل پر سب ہی موجود تھے۔ خوشگوار ماحول میں ناشتہ کیا جا رہا تھا جب رضا صاحب نے اسے مخاطب کیا۔ "اور کیا مصروفیات ہیں تمہاری؟ پڑھائی کیسی جا رہی ہے؟"

"اچھی جا رہی ہے اور اب تو اکیڈمی بھی شروع کر دی ہے تو یونیورسٹی کے بعد کا وقت وہیں گزر جاتا ہے" چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

"میں نے کہا بھی تھا ابھی اکیڈمی وغیرہ کا چکر چھوڑ دے۔ لیکن اسے تو عادت ہے ضرورت سے زیادہ کام کا لوڈ لینے کی۔۔" فرمان نے اسے اجازت دے تو دی تھی۔

لیکن خوش وہ پھر بھی نہیں تھے۔ جس کا اندازہ ان کے لہجے سے ہو رہا تھا۔

وہ تینوں پھر باتوں میں مصروف ہو چکے تھے جب کے ماشا اس کی پلیٹ کو دیکھ رہی تھی۔

ناشتے میں اس نے صرف دو سلائس لئے تھے۔ جس میں سے آدھا ہی کھایا تھا اس نے۔ """بس اتنا ہی ناشتہ کرتے ہیں وہ، میں نے کہا بھی تھا اتنا اہتمام مت کرو"

گرما گرم پراٹھے، بھنا ہوا قیمہ اور آملیٹ سے انصاف کرتا مہد ہاتھ جھلا کر بولا۔

"لیکن تمہارے تو مزے ہو گئے نا" وہ جل کر بولی۔

کھردری سڑک پر اس کی بائیک فراٹیں بھرتی دوڑ رہی تھی۔

ہواؤں کو چیرتا وہ انتہائی تیز اسپیڈ میں تھا۔ ہیلمٹ پہنے ہونے کی وجہ سے کوئی جان نہیں سکتا تھا کے اس کے تاثرات میں کتنا پتھریلا پن ہے۔ اس کے دوست اس کی اسپیڈ کو پہنچ نہیں پا رہے تھے۔ لیکن ان کے دل میں ہول ضرور اٹھ رہے تھے کے وہ کہیں کسی حادثے کا شکار نہ ہو جائے۔ "عاشر اسپیڈ سلو کر۔۔"

اپنی طرف سے پوری کوشش کرتے ہوئے وہ پیچھے سے ہی چلا کر اسے روکنے کی سعی کر رہے تھے۔ جس نے آج نا رکنے کی قسم کھا لی تھی۔

اس کا گال ابھی بھی دہک رہا تھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کے ایسا کون سا جرم اس نے کیا ہے جس کی پاداش میں اسے تھپڑ سے نوازا گیا ہے۔ لیکن وہ جواب لینے کے لیے اس کے پاس رکا نہیں رہا تھا۔ اگر دو سیکنڈ بھی بریزے اس کے سامنے کھڑی رہتی تو یقیناً وہ خود پر ضبط کھو کر کچھ کر ڈالتا اس کے ساتھ۔ بچپن سے لے کر آج تک ہزاروں لڑائیاں ان کے درمیان ہو چکی تھیں۔ لیکن بات کبھی

اتنی زیادہ نہیں بڑھی تھی کے دونوں میں سے کوئی ہاتھ اٹھانے پر مجبور ہو جاتا۔اور آج تو ایسی کوئی نوک جھونک بھی نہیں ہوئی تھی کے بریزے اتنا شدید ری ایکشن دیتی۔اس کا ذہن الجھن کا شکار تھا۔

اس کے سامنے دور تک پھیلی صاف شفاف سڑک خالی پڑی تھی۔تب اچانک ہی کوئی شخص اسے روڈ کے بیچ وبیچ کھڑا دکھائی دیا۔شاید وہ کوئی لڑکا تھا۔لیکن وہ ٹھیک سے اسے دکھائی نہیں دے پا رہا تھا۔"یہ کہاں سے آگیا بیچ میں؟"

وہ ساکت وجامد کھڑا تھا،پر سکون سا۔اسے ٹس سے مس نہ ہوتے دیکھ عاشر نے بائیک کی اسپیڈ کو کم کرنا چاہا۔لیکن باوجود کوشش کے وہ کر نہیں پا رہا تھا۔اسپیڈ خود بخود بڑھتی جا رہی تھی۔اب کے اسکے چہرے پر پریشانی کے آثار ابھرے۔بائیک اس کے کنٹرول سے بلکل باہر ہو چکی تھی۔بریک بھی کام نہیں کر رہے تھے۔نتیجتاً کچھ ہی لمحوں بعد اس کی بائیک سلپ ہوئی۔جور کے بغیر وہ دور تک رگڑ کھاتی ہوئی گئی تھی۔

اس کا سر زور سے پتھریلی زمین سے ٹکرایا۔غنودگی میں جانے سے پہلے اس نے صرف یہ دیکھا تھا کے وہ سایہ اب وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔

"آخری بار تم سے سوال کروں گی یوسف،اس بار بھی دامن بچاؤ گے تو قسم کھا رہی ہوں آئندہ تمہاری طرف دیکھوں گی بھی نہیں۔۔"سختی انداز میں جو بات وہ کر رہی تھی اس پر خود بھی شیور نہیں تھی۔"نہیں کرتے مجھ سے محبت؟"

اس کے لرزتے لہجے میں اضطراب بھرا تھا۔اسے اچھے سے معلوم تھا کے اسے اپنی من مرضی کے خلاف ہی جواب ملنا ہے۔لیکن پھر بھی اس کے بولنے کی منتظر تھی کے کیا پتا اس کا پتھر دل پگھل جائے"مجھے امتحان میں مت ڈالیں۔"

کیسا گزارش بھرا انداز تھا اس کا۔اندرونی طور پر وہ جس ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا وہ غلطی سے بھی اپنے چہرے پر ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔

"کرتے ہو یا نہیں؟"وہ سراپا سوال بنی اسے زندگی اور موت میں سے ایک کو چننے کے لئے مجبور کر رہی تھی۔"میں شرمندہ ہوں آپ سے۔۔"شکست خوردہ انداز،ڈھلکے شانے،جھکی نظریں،دھیمی آواز۔۔بس ریشام کو لگا بنا کسی شور وغل کے بہت کچھ اس کے اندر ٹوٹتا بکھرتا چلا گیا۔پانی سے بھرے نین کٹوروں میں شکوہ ہی شکوہ تھا۔

ہاتھوں کی پشت سے اس نے بے دردی سے اپنی آنکھیں رگڑ ڈالیں۔

یوسف خود کو مجبور و بے بس ترین انسان محسوس کر رہا تھا۔ جب کے ریشام کی نظروں میں اس سے زیادہ سنگ دل اور سفاک کوئی نہیں تھا۔

اپنے ساتھ ہو رہے ان عجیب و غریب واقعات نے اسے ذہنی طور پر ہیجان میں مبتلا کر رکھا تھا۔ رہ رہ کر اس کا دھیان سونا کی طرف جا رہا تھا۔ اس کی باتیں اس کے ذہن میں گردش کر رہی تھیں۔ جس نے کہا تھا کے چوتھی منزل پر نا جاو وہاں سایہ ہے۔۔

پہلے بریزے نے اس کی باتوں کو محظ مذاق میں لیا تھا۔ لیکن اب وہ نا چاہتے ہوئے بھی ان پر یقین کرنے پر مجبور ہو رہی تھی۔ بیڈ پر پڑا ہوا فون اٹھا کر اس نے سونا کا نمبر ملا کر فون کان سے لگایا۔ ساتھ ہی دوسرے ہاتھ کے ناخن چباتے ہوئے وہ پریشان لگ رہی تھی۔

"ہیلو السلام و علیکم"

تیسری بیل پر فون اٹھانے کے بعد اس کی آواز سنائی دی۔

"وعلیکم السلام سونا مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" اس نے چھوٹتے ہی کہا۔

"کیا بات ہے بریزے پریشان کیوں لگ رہی ہو؟"

اس نے حیرانگی سے پوچھا تو تب اس نے اپنے ساتھ ہوئے سارے واقعات ایک ایک کر کے اس کے گوش گزار کرنے شروع کر دیئے تھے۔

جنھیں سننے کے بعد دوسری طرف خاموشی چھا گئی تھی۔

بریزے نے اس کی طویل خاموشی پر فون کان سے ہٹا کر دیکھا۔ وہ سمجھی کے رابطہ منقطع ہو گیا۔ لیکن کال چل رہی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"کیا ہوا ہے سونا جواب تو دو میری بات کا۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ کہیں وہ سایہ وہیں سے تو میرے پیچھے نہیں آیا؟'اس نے خوفزدہ سے انداز میں پوچھا۔

"تمہیں پتا ہے میں عبیر بھائی کی شادی میں کیوں نہیں آئی تھی؟"

"ہاں مجھے معلوم ہے تم نے بتایا تھا کے تمہیں بخار ہو گیا ہے۔ لیکن اس بات کا یہاں کیا لینا دینا؟"اس نے جھنجھلا کر پوچھا۔

"تمہیں پتا ہے مجھے بخار کیوں ہوا تھا؟ میں پورے ہفتے نیم بے ہوشی کی حالت میں رہی تھی۔ گھر والے میری حالت پر از حد پریشان ہو چکے تھے۔ کئی طرح کے دم درود کرنے کے بعد صوفی صاحب نے کہا تھا کے میں بہت برے جھپیٹے میں آگئی تھی۔ بہت مشکل سے اس سایے نے میری جان چھوڑی تھی۔ اور جب میں نے گھر پر بتایا تھا کے تم اور میں چوتھی منزل پر گئے تھے تو سب مجھے یوں دیکھنے لگے کے جیسے میرا دماغ چل گیا ہو۔ چھوٹے چچا نے کہا اس کی چابیاں ہمیشہ تایا ابو کے پاس رہتی ہیں تو تم دونوں بغیر چابی کے تالا کیسے کھول کر وہاں گئی؟"

"میں نے ان سے کہا بھی کے وہاں تالا نہیں لگا تھا۔"

لیکن اس دفعہ پھر مجھے غلط ثابت کیا گیا۔ چھوٹے چچا نے کہا کے وہ کچھ دیر پہلے ہی دیکھ کر آئے ہیں تالا ویسے ہی لگا ہوا ہے۔ اور وہ اتنا پرانا اور زنگ آلود ہے کے اسے آسانی سے توڑا بھی نہیں جا سکتا۔"

وہ سانس روکے دم بخود سی سونا کی خوف میں ڈوبی آواز سن رہی تھی۔

"اور تمہیں پتا ہے اس دن تایا ابو نے ہمیں اس پورشن میں دیکھ کر ڈانٹ کر وہاں سے بھگا دیا تھا ناں؟۔۔"

"ہاں۔۔"اس نے تائید کی۔

"وہ تایا ابو نہیں تھے۔۔"

اس کے الفاظ بریزے کو سیسے کی طرح اپنے کانوں میں انڈیلتے محسوس ہوئے۔ رگ و پے میں جیسے سرد لہریں دوڑنے لگیں تھی۔

"تایا ابو تو شہر گئے ہوئے تھے۔ اس دن مجھے اسی بات کی حیرانگی تھی کے وہ اتنی جلدی کیسے واپس آگئے۔۔ لیکن وہ مقررہ وقت پر دو دن بعد واپس آئے تھے۔۔ اور مجھے نہیں معلوم وہ کون تھا جو تایا ابو کے روپ میں ہمارے سامنے آیا تھا۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

"کیا تمہیں کوئی۔۔۔گلاب کے پھول۔۔۔پھول ملے ہیں؟"

بریزے نے جھجھکتے ہوئے پوچھا۔اس کے رونگھٹے کھڑے ہو رہے تھے جسم پر جیسے چیونٹیاں سی رینگ رہی تھیں۔لیکن پھر بھی ایک دفعہ وہ کنفرم کرنا چاہ رہی تھی کے ان دونوں پر جو سایہ ہوا ہے کیا وہ ایک ہی قسم کا ہے۔

"کون سے پھول بریزے؟میری زندگی تو عذاب میں آچکی تھی۔میرے جسم میں سے جیسے جان نکل رہی تھی۔اور سر میں تو مانو جیسے کوئی ہتھوڑے مار رہا ہو۔۔اتنی مشکل سے میری جان آزاد ہوئی ہے۔"

وہ اور کچھ بھی کہہ رہی تھی لیکن بریزے نے آہستگی سے فون کان سے ہٹا دیا تھا۔اس کا ہاتھ پہلو میں جا گرا تھا۔

ذہن میں جھکڑ سے چلنے لگے تھے۔

وہاں جو کچھ بھی تھا۔وہ دونوں اس کے عتاب سے بچ گئی تھیں۔فاطم کی بدولت ان دونوں پر اس عفریت نے حملہ نہیں کیا تھا۔ لیکن سونا پھر بھی ہلکے پھلکے سے اثر میں آئی تھی۔لیکن بریزے کے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہوا تھا کیوں کے فاطم اس کے سامنے ڈھال بن کر کھڑا تھا۔بریزے تک پہنچنے والی ساری بری انرجی کو اس نے اپنی حد تک ہی روک لیا تھا۔

متورم چہرہ لئے وہ رائمہ کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔اتنا زیادہ رو چکی تھی لیکن پھر بھی آنسو تھے کے تھمتے ہی نہ تھے۔وہ اس کی بکھری حالت پر تشویش کا شکار تھیں۔

صبح جامعہ جاتے وقت تو بلکل ٹھیک ٹھاک تھی۔واپسی پر جانے کیا حادثہ اس کے ساتھ پیش آیا تھا کے جس نے اسے توڑ کے رکھ دیا تھا۔کئی بار اس سے پوچھ چکی تھی لیکن وہ تھی کے کچھ بولتی ہی نہ تھی۔کافی دیر بعد اس کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔"محبت میں اسٹیٹس کیوں دیکھا جاتا ہے پھوپھو؟"

"ٹھیک تو ہو ناریشام؟کیا ہو گیا ہے آج تمہیں؟"

اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے انھوں نے نرمی سے پوچھا۔"نہیں،میں ٹھیک نہیں ہوں"

Mahira Zaynab Khan Novel

"اللہ نے مجھے اس شخص کے ہاتھوں توڑا ہے جس کے علاوہ میرے دل میں کوئی دوسرا نہیں تھا" رائمہ کے حرکت کرتے ہاتھ تھمے۔ "کیا تم کسی کو پسند کرتی تھیں؟"

انھوں نے چونکنے والے انداز میں پوچھا۔ "ابھی بھی کرتی ہوں، اور کرتی رہوں گی، میرے دل میں اس کے لئے جو جذبات ہیں، وہ صرف پسندیدگی کی حد تک تو نہیں ہیں کے جو بدل جائیں گے۔" سانس بھرتے ہوئے وہ اٹھ بیٹھی۔ بہت زیادہ رونے کے باعث خوبصورت چہرہ ستا ہوا تھا۔ "پھر؟"

"میں عشق کرتی ہوں اس سے" دائیں ہاتھ کی پشت سے گیلی ہوتی آنکھوں کو رگڑ کر بولی۔ "خاموش ہو جاو۔۔ آئندہ اپنی زبان پر بھی نالانا یہ بات" اسکی بات کاٹ کر وہ سختی سے بولیں "محبت کرنا گناہ ہے کیا پھوپھو؟"

"نامحرم سے کرنا گناہ کے زمرے میں ہی آتا ہے"

"۔۔ساری دنیا مجھے نامحرم لگتی ہے لیکن۔۔۔ صرف ایک وہی محرم لگتا ہے" بھیگیں پلکیں رخساروں پر سایہ فگن ہو گئی تھیں۔

"کس کی بات کر رہی ہو تم؟ کون ہے وہ؟" رائمہ اس شخص کا نام جاننا چاہتی تھیں جس کی جستجو نے اسے اتنا نڈر اور باغی بنا دیا تھا۔
"نام نہیں بتاوں گی۔۔" "ریشام۔۔" ان کے لہجے میں تنبیہہ تھی۔ "وہ نہیں چاہتا کے کسی کو معلوم ہو کے سعدین حویلی کی بیٹی اس کے عشق میں گرفتار ہے۔۔"

"ایسا کیوں چاہتا ہے وہ؟"

"ڈرتا ہے۔۔"

"کس سے؟"

"حویلی کے مردوں سے۔۔"

"وہ خود کو میرے قابل نہیں سمجھتا، کہتا ہے آپ کا اور میرا کوئی جوڑ نہیں"

"وہ بھی محبت کرتا ہے؟"

"کرتا ہے لیکن اقرار نہیں کرتا میرے سامنے۔۔۔ اگر کسی کو بھنک پڑ گئی تو وہ جان سے جائے گا"

"تم سے زیادہ اسے اپنی جان کی فکر ہے؟"

"نہیں۔۔اسے میری فکر ہے۔۔اگر اسے کچھ ہو گیا تو اس کے بعد میں کیسے زندہ رہوں گی؟؟۔۔"لب زخمی سی مسکراہٹ میں ڈھلے۔

تاسف سے اسے دیکھتے ہوئے رائمہ کی سمجھ نہیں آرہا تھا کے اس انہونی پر وہ کیا ری ایکشن دیں۔ریشام کی باتیں انھیں خوفزدہ کر گئی تھیں۔

اس کے انکشاف نے انھیں دہلا کر رکھ دیا تھا۔نجانے کس شخص کو دل دے بیٹھی تھی۔

اگر تو حویلی میں کسی کو غلطی سے بھی علم ہو گیا تو بے چارہ جان سے جائے گا۔

کچھ دیر پہلے اس کے روم میں حویلی کے سبھی افراد موجود تھے۔

جو ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو کر آچکا تھا۔چوٹیں زیادہ نہیں آئی تھیں لیکن کچھ زخم تھے جو گہرے تھے۔"ہزار دفعہ کہا ہے تم سے آہستہ چلایا کرو بائیک لیکن تم سنتے کہاں ہو کسی کی"عبیر تیز لہجے میں اس سے مخاطب تھا جو تکیوں کے سہارے بیڈ پر نیم دراز تھا۔

ماتھے اور ٹانگ پر سفید پٹی بندھی تھی۔چہرے، گردن اور ہاتھوں پر بھی چوٹوں اور رگڑ کے نشانات تھے۔"میں دھیان سے ہی چلاتا ہوں عبیر بھائی، لیکن اس وقت میرا ذہن الجھن کا شکار تھا،اور پھر بیچ سڑک پر جانے ایک شخص کہاں سے آکر کھڑا ہو گیا۔اور وہاں سے ہٹنے کا نام نہیں لے رہا تھا،میں کوشش کر رہا تھا کے کسی طرف بریک لگا کر اسے بچالوں لیکن۔۔"

"کہیں تم سے اسے بھی توہٹ نہیں کر دیا؟"وہیں موجود رائمہ نے اس کی بات کاٹ کر تشویش سے پوچھا۔"نہیں ممی۔۔اسے بچانے کے چکر میں 'میری بائیک سلپ ہو گئی اور آپ یقین نہیں کریں گی کے میری آنکھوں کے سامنے وہ غائب ہو گیا"

"یہ کیسی باتیں کر رہے ہو عاشر؟ لگتا ہے تمہارے دماغ پر بھی اثر ہو گیا ہے"

عبیر ہاتھ جھلا کر بولا۔"مجھے بھی یہ محض اپنا وہم ہی لگتا ہے۔۔ورنہ ایسا حقیقت میں ہونا کہاں پاسیبل ہے۔"

"کیا تم نے سچ میں دیکھا تھا کسی کو؟" عبیر کے برعکس رائمہ کے تاثرات مختلف تھے۔ "دیکھا تو سچ میں ہی تھا لیکن پھر وہ اچانک۔۔"

"مجھے تو لگتا ہے عاشر تمہارے دماغ کا بھی علاج کروانا ہی پڑے گا۔ کیا نان سینس باتیں کئے جا رہے ہو؟" عبیر نے بیزاری سے کہا۔ "آئی تھنک مجھے ریسٹ کی ضرورت ہے۔ ممی یہ کمفرٹر اوڑھا دیں مجھے۔" اس نے نقاہت و تھکن سے کہا۔ "رکیں پھوپھو۔۔" رائمہ کو جگہ سے اٹھنے سے منع کرتے ہوئے عبیر نے خود ہی کمفرٹر کھول کر اس پر پھیلا دیا تھا۔ "اچھے سے نیند پوری کرو تاکہ تمہارا دماغ ٹھکانے پر آئے۔" ساتھ ہی اسے مشورہ بھی دے ڈالا۔

"یہ عاشر کو دے آو گی بریزے؟" وہ کافی بنانے کی نیت سے کچن میں آئی تھی جب ٹرے میں دودھ کا گلاس رکھتے ہوئے رائمہ نے اسے مخاطب کیا "میں؟" اس نے چونک کر پوچھا۔ ایک تو وہ پہلے ہی اس پر اتنا غصہ تھا ایسے میں وہ اس کے سامنے جاتی تو اس نے بنا کسی لحاظ کے وہ دودھ کا گلاس اس کے اوپر ہی پھینک دینا تھا۔ "آپ کسی ملازم کو بھیج دے۔۔" جھرجھری لے کر اس نے فوراً منع کیا۔ لیکن اس کا جواب سننے کے لئے رائمہ وہاں رکی ہی نہیں تھیں۔ "میں نماز پڑھنے جا رہی ہوں بیٹا، اس کی دوائیاں بھی اسے دے دینا یاد سے۔۔" وہ عجلت میں کہتیں وہاں سے جا چکی تھیں۔ "شانو۔ یہ ٹرے پکڑو اور عاشر صاحب کے روم میں دے آو" اس نے اپنی جان چھڑانے کو کام کرتی ایک ملازمہ سے کہا۔ "بریزے بی بی۔۔ عاشر صاحب کو بلکل نہیں پسند کوئی ملازم ان کے روم میں داخل ہو۔ کوئی اور کام ہیں تو بتا دیں۔ یہ میں نہیں کر سکتی۔۔ مفت میں ہی ان سے ڈانٹ پڑ جائے گی۔۔" کانوں کو ہاتھ لگاتے اس نے صاف انکار کیا۔ اور صرف وہی نہیں کم و بیش تمام ملازمین کا یہی حال تھا۔ سب ہی کی اس کے غصے سے جان جاتی تھی۔

تیز تیز دھڑکتے دل کے ساتھ ناچار وہ عاشر کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

دل ہی دل میں مختلف سورتوں کا ورد کرتے ہوئے وہ دروازے پر دستک دے کر داخل ہوئی۔ کمرے میں نیم اندھیرا پھیلا تھا۔ کھڑکیوں کے پردے بھی گرے ہوئے تھے

Mahira Zaynab Khan Novel

آنکھوں پر بازو رکھے وہ شاید سو رہا تھا۔ بریزے نے شکر کا کلمہ پڑھا کے اس سے سامنا نہیں کرنا پڑا۔ سائیڈ ٹیبل پر ٹرے رکھتے ہوئے وہ دبے قدموں واپس جانے کو مڑی ہی تھی کے اس آواز پر ٹھٹھک کر رکی۔ "کوئی اتنا منحوس کیسے ہو سکتا ہے؟؟"

"کیا کہا تم نے؟" بریزے کو لگا شاید اس کے سننے میں غلطی ہوئی ہے۔

بے ساختہ مڑ کر اس سے پوچھ بیٹھی جو آنکھوں سے بازو ہٹا کر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"زندگی میں پہلی بار میرے ذہن میں تمہارا خیال آیا، تمہارے بارے میں سوچ رہا تھا کے آخر کس وجہ سے تم نے مجھے تھپڑ دے مارا۔۔ اور دیکھو تبھی میرا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔۔ کتنی منحوس ہو نا تم" بریزے کو کچھ دیر پہلے جو خوف لاحق تھا وہ اب ایک غصے کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ "اگر ایسی بات ہے تو آئندہ میرا خیال بھولے سے بھی اپنی ذہن و دل میں مت لانا، اس بار تو بچ گئے، ایسا نہ ہو اگلی بار یہ موقع ہی نہ ملے۔۔"

کینہ طوز نظروں سے وہ چبا کر بولی۔ "میرے لیے ایک بار کا تجربہ کافی تھا، اور بہت خوفناک بھی"

"ویسے یہ دودھ لانے کی زحمت کر ہی لی ہے تو تھوڑی زحمت اور کر کے گلاس مجھے پکڑا دو۔۔ آئی کانٹ موو۔۔" کہنی کے بل اٹھتے ہوئے اس نے کہا۔ تکلیف کے آثار چہرے پر نمایاں تھے۔ بریزے نے ناچاہتے ہوئے بھی دودھ کا گلاس اسے پکڑا دیا۔ "ٹیبلیٹس کہاں رکھی ہیں؟" رائمہ کی یقین دہانی یاد آئی تو اسنے سائیڈ ٹیبل پر دیکھا۔ وہاں موجود نا ہونے پر اس نے عاشر سے استفسار کیا۔ "معلوم نہیں، ممی رکھ کر گئی ہیں۔"

اس نے لاعلمی سے شانے اچکائے۔ بیڈ کے کنارے پر بیٹھتے ہوئے اس نے سائیڈ ٹیبل کی درازوں کو کھول کر دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ دوپٹہ سر سے پھسل پر شانوں پر آ ٹھہرا۔

براون بال چہرے کے گرد سایہ کرنے لگے۔ وہ اپنے ہی دھیان میں دوائیاں تلاش کر رہی تھی۔ عاشر نے ایک نظر اسے دیکھنے کے بعد دوسری نظر دیکھنا گوارا بھی نہیں کیا تھا۔

اپنی جگہ سے ہلنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ ورنہ رخ موڑنے کے بجائے وہ درمیان کا فاصلہ بڑھانے کو ہی ترجیح دیتا۔ "مل گئیں۔۔" ایک ڈرامیں سے آخر اس نے برآمد کر ہی لی تھی۔ بیڈ سے اٹھتے ہوئے اس نے ٹیبلٹ اس کی جانب بڑھائی جو رخ

Mahira Zaynab Khan Novel

موڑے اپنے فون پر مصروف عمل تھا۔ "دروازہ بند کر کے جانا۔" اس کے سرد لہجے پر وہ صبر کے گھونٹ بھر کر رہ گئی۔ مجال ہے یہ بندہ کبھی کسی کا احسان مان لے۔۔ روم سے نکلتے ہوئے اس نے تیز آواز سے گیٹ بند کرتے ہوئے سارا غصہ اسی پر نکالا تھا۔

چاروں جانب رات اپنے پر پھیلانے لگی تو سعدین حویلی کی روشنیاں بھی آہستہ آہستہ کم ہونے لگیں۔ لیکن اس وسیع اور پر تعیش کمرے کی بتیاں ابھی بھی روشن تھیں۔

دروازہ بند ہونے کی وجہ سے آواز کو باہر جانے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔

"مجھے سارہ کی بہن عمیمہ بہت پسند ہے۔" وجاہت غازی آفس کی کچھ فائلز کو اسٹڈی کرنے میں مصروف تھے جب سفینہ غازی ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔

"بہت پیاری بچی ہے"

"ہمم" غیر دلچسپی سے انھوں نے ہنکارا ابھرا۔

"میں تو چاہتی ہوں کے سالار کی دولہن وہی بنے" وجاہت غازی نے فائلز ٹیبل پر پھینکتے ہوئے سخت نظروں سے انھیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"سوچنا بھی مت ایسا۔ سالار اور ریشام کا رشتہ بابا نے بہت پہلے ہی طے کر دیا تھا۔ کیا یاد نہیں تمہیں؟"

"یاد ہے مجھے اسی لیے کہہ رہی ہوں کے عمیمہ"

"سالار کی شادی صرف ریشام سے ہو گی" ان کے مضبوط لہجے پر انھوں نے بے ساختہ نفی میں سر ہلایا۔ "ریشام؟؟۔۔ ہر گز نہیں۔۔ میں لڑکی کو کبھی اپنی بہو نہیں بناوں گی۔۔"

"کیا برائی ہے اس میں؟"

انھوں نے تیز لہجے میں پوچھا۔پیشانی پر بل ابھر آئے۔"وہ بہت آزاد خیالوں کی مالک ہے۔۔ایسی لڑکیاں گھر بسانے والوں میں سے نہیں ہوتی۔۔ باباجان کی مخالفت کرنے کے باوجود بھی بزنس پڑھ رہی ہے۔۔کیا ضرورت تھی اسے ایم بی اے میں ایڈمشن لینے کی؟"ریشام کی طرف سے وہ ہمیشہ نالاں ہی رہا کرتی تھیں۔

"اس میں کوئی غلط بات نہیں ہے آج کے زمانے میں لڑکیاں ہر میدان میں آگے جا رہی ہیں۔۔"انھوں نے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں ان کے بے تکے عذر کو سائیڈ پر کیا۔"بریزے کا دماغ بھی ساتویں آسمان پر ہی رہتا ہے۔مجال ہے جو وہ لڑکی کسی کی بات سن لے۔میں پھر بھی راضی ہو جاوں گی۔۔لیکن ریشام نہیں۔۔سالار کی شادی میں اس سے کبھی نہیں ہونے دوں گی"

"وہاج کی پراپرٹی کا زیادہ شئیر فاز کے حصے میں آئے گا۔بریزے کو سوائے چند کروڑ کے کچھ نہیں ملنا۔اور جتنی پراپرٹی فاز اور بریزے کو ملے گی ریشام اس کی اکلوتی وارث ہو گی۔۔میں ہرگز نہیں چاہتا کے وہ پراپرٹی حویلی سے باہر جائے۔"

"آپ بیٹے کی شادی کر رہے ہیں یا پراپرٹی ڈیلینگ؟؟کم از کم اپنے بیٹے کی خوشیوں کو تو کاروبار کی نظر مت کریں"عبیر کی طرح سالار بھی میرا فرمانبردار بیٹا ہے،وہ کبھی میرے فیصلے کی مخالفت نہیں کرے گا""اور اگر اس نے کی تو؟"سفینہ نے سرد لہجے میں پوچھا۔"اگر تمہارے مجبور کرنے پر اس نے انکار کیا تو پھر،س کے نتائج سنگین ہونگے۔۔سالار کے لیے بھی اور تمہارے لئے بھی۔۔"سفینہ تائی نے ان کے لہجے کی سنگینی اور الفاظ کی سختی کو دیکھتے ہوئے فلفور بات کو وہیں ختم کر دینے کا ترجیح دی تھی۔

لیکن ایک بات تو طے تھی کے وہ کبھی ریشام کو اپنی بہو کی حیثیت نہیں دینے والی تھیں۔

نماز کی ادائیگی کے بعد گھر جانے کے بجائے وہ امام صاحب کے پاس چلا آیا۔"کیسی طبعیت ہے اب آپ کی؟"مصافحہ کرنے کے بعد اس نے پوچھا۔پچھلے کچھ دنوں سے وہ طبعیت ناسازی کی وجہ سے مسجد نہیں آرہے تھے۔ان کی جگہ داریان ہی امامت کروا رہا تھا۔"اللہ کا بڑا کرم ہے بیٹا،اس عمر میں تو بس یہ چھوٹی موٹی بیماریاں لگ ہی جاتی ہیں۔""اللہ صحت دے آپ کو۔۔میں عیادت کے لئے گھر آنا چاہتا تھا لیکن مصروفیت کی وجہ سے آ نہیں سکا۔"

"کوئی بات نہیں، لیکن وقت نکال کر ضرور چکر لگانا۔ شاہ صاحب بھی تمہیں یاد کر رہے تھے، پوچھ رہے تھے تمہارا۔"

"شاہ صاحب کو میرا اسلام کہئے گا، میں ضرور آوں گا"

"کیوں نہیں۔" مسجد سے نکل کر اس نے گھر کے راستے پر قدم بڑھا دیے تھے۔

عام دنوں میں بھی اس علاقے کا موسم سرد ہی رہتا تھا۔ لیکن آج سورج آسماں پر تشریف فرما تھا۔ اپنی نرم و سنہری کرنوں سے ہر سو روشنیاں بکھیری ہوئی تھیں۔

وہ جب گھر پہنچا تو لان میں کافی ہلچل سی مچی تھی۔ لان میں مہد دائم اور ماشا کرکٹ کھیلنے میں مگن تھے۔ مہد کب سے وکٹ پر موجود تھا۔ کئی بار آوٹ ہونے کے باوجود بھی بیٹ چھوڑنے کو راضی نہ تھا۔ اب کے ماشا اور دائم کھیل چھوڑ کر اس سے بیٹ واپس لینے کے درپے تھے۔ انھیں وہیں چھوڑ کر وہ کچن میں چلا آیا جہاں عیشہ کھانے کی تیاری میں مصروف تھی۔ "بھابھی مصروف تو نہیں آپ؟"

اس کے مخاطب کرنے پر وہ اس کی جانب متوجہ ہوئی "نہیں تو، کھانا بس تیار ہے۔ تم بتاو کوئی کام ہے؟" وہ سوالیہ انداز میں بولی۔ "شاہ صاحب یاد کر رہے تھے تو شام کو انھی کی طرف جانے کا ارادہ ہے۔ آپ مصروف نہیں تو میٹھے چاول بنا دیں، انھیں کافی پسند ہیں"

فریج سے پانی کی بوتل نکالتے ہوئے اس نے کہا۔ "کیوں نہیں میں ابھی بنا دیتی ہوں، کچھ ہی دیر میں تیار ہو جائیں گے" عیشہ نے خوشدلی سے جواب دیا تو وہ شکریہ کہتا دوبارہ لان میں چلا آیا۔ جہاں ابھی بھی وہی شور و غل مچا تھا۔

"کیا مسئلہ ہے مہد؟" اس نے سنجیدگی سے براہ راست اس سے پوچھا۔

"آدھے گھنٹے سے بیٹنگ کر رہا ہے، آوٹ کر رہے ہیں تو مان نہیں رہا، آپ ہمیں بیٹ دلوائیں اس سے۔" مہد کی بجائے دائم نے جلدی سی اس کی شکایت کی۔

"ادھر دو بیٹ" داریان نے ہاتھ اس کی جانب بڑھایا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"لیکن داریان بھائی۔۔"اس نے ہچکچاتے ہوئے کچھ کہنا چاہا لیکن داریان کی ایک ہی تنبیہہ کرتی نظر پر دائم کو گھورتے ہوئے بیٹ اس کی جانب اچھال دیا۔"چلو بالنگ کرواب۔۔"ماشا نے مہد کو کہا۔"تم دونوں کھیلو یہ میرے ساتھ جا رہا ہے۔"

"میں کہاں جا رہا ہوں آپ کے ساتھ؟"مہد نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"امام صاحب کی طرف۔۔۔"داریان کا کہنا تھا کے اس کے چہرے کی ہوائیاں اڑنے لگی۔

"کے ٹو پر جا کر وہاں سے چھلانگ لگانے کو کہہ دے میں بخوشی کر دوں گا۔۔لیکن وہاں نہیں جاوں گا آپ کے ساتھ"نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس نے صاف انکار کیا۔

"اندر مت آنا، گاڑی میں ہی میرا انتظار کر لینا""میں گلی کے کونے پر بھی نہیں کھڑا ہو سکتا اور آپ گھر کے باہر رکنے کی بات کر رہے ہیں"

"شاہ صاحب ہر بار تاکید کرتے ہیں کے اپنے بھائیوں کو بھی کبھی ساتھ لایا کرو۔۔اور تم ایسے کر رہے ہو۔۔دائم تم چلو"اس کا روئے سخن اپنی جانب مڑتے دیکھ اس کے بھی چھکے چھوٹ گئے۔"فرمان بھائی کو لے جائیں آپ۔۔میری طرف سے معذرت قبول فرمائے"اس نے لجاجت سے کہا۔"

"ٹھیک ہے مت جاو۔۔لیکن اب میرے پاس بھی مت آنا اپنی سفارشیں کروانے"

اس نے مصنوئی ناراضگی سے کہا تو ان دونوں نے شکر کا سانس بھرا کے آج پھر بچت ہو گئی۔"اتنے پیار سے تمہارے بھائی لے کر جا رہے تھے چلے جاتے۔۔"

اسکی موجودگی میں وہ خاموش تھی لیکن اس کے وہاں سے جاتے ہی دائم اور مہد کو ناراضگی سے کہا۔"تمہیں نہیں معلوم وہاں پر کیا ہے، اگر پتا ہوتا تو کبھی یہ نہ کہہ رہی ہوتی"مہد نے سر جھٹک کر کہا۔"کیوں ایسا بھی کیا ہے؟"اس نے تجسس سے پوچھا۔

غازی انڈسٹریز کی پر شکوہ عمارت میں معمول کا کام جاری و ساری تھا۔

ایسے میں بلیک تھری پیس میں ملبوس ہاتھ میں ایک فائل پکڑے اسکے متن کو دیکھتے ہوئے وہ راہداری سے گزر رہا تھا۔ پیچھے پیچھے چلتا اس کا مینیجر فائل سے متعلق مزید بریفنگ اسے دینے میں مصروف تھا۔ "بس کر جاو زید، ابھی ابھی اتنا لمبا سفر کر کے پہنچا ہوں تم مزید میرے سر میں درد کر دو۔۔" فائل اسے پکڑاتے ہوئے اسنے دو انگلیوں سے پیشانی مسلتے ہوئے تکان سے کہا۔ کراچی وزٹ سے آنے کے بعد وہ گھر جانے کے بجائے سیدھا آفس ہی آیا تھا "ویری سوری سر۔۔ لیکن ایک اور بری خبر بھی ہے۔"

"بتا دو وہ بھی۔" وہ سابقہ انداز میں بولا۔ "جان اینڈ سنز کا آرڈر ابھی تک مکمل نہیں ہوا ہے، اور صرف کل کا دن باقی ہے۔۔" اس کے چلتے قدم یکلخت رکے۔

پیشانی پر گہرے بل لئے گردن گھما کر اس کو دیکھا۔ "یہ بات تم اب بتا رہے ہو مجھے؟"

"آپ کراچی میں تھے تو۔۔۔"

"کراچی میں ہی تھا نا؟ دنیا سے تو نہیں چلا گیا تھا۔۔"

مینیجر کی بات کاٹ کر اس نے درشتی سے کہا۔ "تمہیں معلوم بھی ہے اس کمپنی کا مالک کس قسم کا سائیکو انسان ہے۔۔ وہ تو میری جان کو آ جائے گا۔۔ سمجھ نہیں آتا بابا جان کیوں اس کمپنی کے ساتھ کانٹریکٹ کرتے ہیں۔۔" برے موڈ کے ساتھ کہتے ہوئے اس نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی۔ "آپ کے لئے کافی لاو سر؟" اس کا غصہ کم کرنے کی نیت سے لجاجت سے کہا۔ "ضرورت نہیں۔۔"

ہاتھ اٹھا کر اس نے انکار کیا۔ زید نے اس کے لئے گلاس ڈور دکھیلا تو وہ اپنے پر تعیش کمرے میں داخل ہوا۔ جہاں سامنے ہی میز اور کرسیاں پڑی تھیں۔ ایک طرف صوفے بھی موجود تھے۔ میز کے پیچھے والی پوری دیوار گلاس کی بنی تھی۔

اس کا آفس آٹھویں فلور پر ہونے کی وجہ سے وہاں سے باہر کا منظر کافی دلفریب لگا کرتا تھا۔ باقی کی دیواروں پر لائٹ گرے کلر کا پینٹ کیا گیا تھا۔ وہاں کے صوفے اور کرسیاں بھی اسی کے میچنگ رنگ کی تھیں۔ "بابا جان نے جو نئی سیکرٹری اپائنٹ کی ہے اسے بھیجو یہاں۔۔" کوٹ اتار کر اسٹینڈ پر لٹکاتے ہوئے اس نے اگلا حکم صادر کیا تو وہ "اوکے سر" کہتا فوراً جلدی سے وہاں سے نکلا۔

"میں آئی کم ان سر۔۔؟" دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر وہ اندر داخل ہو چکی تھی۔

وہ ایک فائل کی ورق گردانی میں مصروف تھا۔اس کی آواز پر سر اٹھا کر دیکھا تو آنکھوں میں شناسائی کی لہر ابھر کر معدوم ہوئی۔ دوسری جانب بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔

"تم؟؟"اس لڑکی کے ماتھے پر شکنوں کا گہرا جال بکھرا۔

جینز اور کرتی پر دوپٹے کو مفلر کی طرح گردن میں لپیٹے، لمبے بالوں کی اونچی سی پونی بنائے وہ اپنے تیکھے نقوش کے ساتھ اسے گھور رہی تھی۔"ڈونٹ ٹیل می کے بابا جان تمہیں میری سیکریٹری اپائنٹ کیا ہے؟"وہ یقین نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"افسوس کے یہی سچ ہے۔۔اگر مجھے ذرا سی بھی بھنک پڑ جاتی کے مجھے یہاں تمہارے لیے کام کرنا پڑے گا تو۔۔مر کے بھی یہاں قدم نہ رکھتی۔۔"تیز لہجے میں چبا کر کہتے ہوئے ایک شعلہ نظر اس پر ڈالتی وہ روم سے باہر ہی نکل گئی۔

اسے معلوم تھا کے وہ کیا کرنے گئی ہے۔اس لیے سر جھٹکتے ہوئے بلیک کوور والی فائل اٹھائی جو زید کچھ دیر پہلے یہ کہہ کر رکھ گیا تھا کے۔"سر یہ نیو سیکریٹری کی ڈیٹلز ہیں۔آپ ایک بار دیکھ لیجیے گا۔"لیکن کرنے کے لیے اس کے پاس اور بھی ضروری کام تھے۔

جبھی اسے نظر انداز کر گیا تھا۔اس نے کبھی گمان بھی نہیں کیا تھا کے اس لڑکی سے کبھی اس طرح ملاقات ہو گی۔فائل اٹھا کر نظروں کے سامنے کی تو ایک صفحے پر اس کی ساری ڈیٹیلز پرنٹ آوٹ کی گئی تھیں۔اس کا نام پتہ، کوالیفیکیشن، تجربہ، اسکلز، فون، نمبر۔

ایک سرسری سی نگاہ ڈال کر اس نے وہ فائل میز پر ڈال دی۔اتنے میں دوبارہ وہ دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوئی۔اس بار دستک دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

پھینکنے کے سے انداز میں ایک اینوالپ اس نے میز پر رکھا۔"میرا ریزینیشن لیٹر۔۔"

ساتھ ہی چبا کر اطلاع بھی دے ڈالی۔مقابل کے ہونٹوں پر استہزائیہ سی مسکراہٹ ابھری۔"مس مہر ماہ سلطان۔۔"راکنگ چیئر پر پیچھے کو ٹیک لگاتے ہوئے وہ اس سے مخاطب ہوا۔"میں دو باتیں آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں۔پہلی تو یہ کے۔۔"

اس شخص کی کی کوئی بات سننے کی وہ روادار نہیں تھی۔لیکن سننے پر مجبور تھی۔کیوں کے وہ باس کی حیثیت سے اس کے سامنے بیٹھا تھا۔"جو کنٹریکٹ آپ نے سائن کیا تھا اس میں صاف صاف لکھا تھا کے آپ جب بھی جاب چھوڑنا چاہیں تو اس کے ایک مہینے تک آپ کو ود آوٹ پیمنٹ کام کرنا ہو گا۔پھر اس کے بعد آپ کمپنی چھوڑ سکتی ہیں۔۔اور دوسری بات یہ آپ کمپنی سے ایڈوانس نکلوا

چکی ہیں۔۔اب اگر کام کیے بغیر آپ جاب چھوڑیں گی تو مجھے مجبوراً آپ کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنی پڑے گی۔۔ادر وائیز آپ ایڈوانس واپس کرتی ہیں تو پھر بھی آپ کو ایک مہینہ یہاں کام لازمی کرنا پڑے گا۔" سیدھے ہاتھ میں پیپر ویٹ گھماتے ہوئے وہ کافی سکون سے کہتے ہوئے اس کا سکون درہم برہم کر رہا تھا۔"اپنی سیٹ پر جائیے اور جا کر اپنا کام کریں۔۔لیکن پہلے ایک کافی میری ٹیبل پر پہنچا دیجئے گا۔" طنز بھری مسکان سے کہتا وہ دوبارہ اپنے کام کی جانب متوجہ ہو گیا۔" غلطی کر رہے ہو تم مجھے یہاں روک کر۔۔"

مہرماہ کا بس نہیں چل رہا تھا کے اس کا گلا دبا دے۔"اپنی حد میں رہ کر مجھ سے بات کریں گی تو بہتر ہو گا آپ کے لیے، میں آپ کا باس ہوں، کلاس فیلو نہیں۔۔"

رکھائی سے کہتے ہوئے ایک جملے میں وہ بہت کچھ اس پر جتا گیا تھا۔

"°اللہ مجھے صبر دے۔۔"گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے اشتعال پر قابو پاتے ہوئے وہ کچھ کہے بغیر اسکے روم سے واک آوٹ کر گئی۔اس کے برابر میں ہی سیکریٹری کا چھوٹا سا آفس تھا۔دونوں ہاتھوں میں سر گرائے چیئر پر بیٹھی خود کو انتہا کا بے بس محسوس کر رہی تھی۔جب ہی فون کی بیل بج اٹھی۔اس نے ہڑبڑاتے ہوئے جلدی سے ریسیور اٹھایا۔

"کافی نہیں پہنچی ابھی تک؟"اس کے ہیلو کہنے سے پہلے ہی وہ آواز ابھری تو اس کا دل شدت سے ماتم کرنے کو چاہا۔وہ کیسے برداشت کرے گی اس انسان کو۔"وقت لگتا ہے کافی بننے میں۔۔"اس نے خود کو کچھ سخت کہنے سے باز ہی رکھا۔"دو منٹ میں بنا کر لے آو۔۔اگر دو سیکنڈ بھی اوپر ہوئے تو۔۔۔"

"تو؟؟"اس نے تنفر سے پوچھا۔نئیں وہ یہ دھمکی کس کو دے رہا تھا؟زیادہ سے زیادہ کیا کرے گا؟کیا جاب سے نکال دے گا؟

ارے یہ تو بہت اچھی بات تھی۔مہرماہ کا دل بلیوں اچھلنے لگا، غصہ پل میں جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔یقیناً دیر سے کافی بنانے پر وہ اسے فارغ کر دے گا اور یہی تو وہ چاہتی تھی۔وہ ابھی دل میں سوچ ہی رہی تھی کے وہ دو منٹ نہیں بلکے پانچ منٹ دیر سے لے کر جائے گی۔"تو یہ کے تمہیں دو مہینے مزید اس آفس میں جاب کرنا ہو گی۔۔اور یہی نہیں جتنے منٹ دیر کرو گی تمہارا دورانیہ اتنا ہی بڑھتا جائے گا۔اگر پانچ منٹ لیٹ کرو گی تو۔۔پانچ مہینے اور۔۔"اور بس اس میں مزید سننے کی تاب باقی نہ رہی۔

ایک انجانے سے خوف کے تحت اس نے جلدی سے فون کریڈل پر ڈال دیا۔

دوسرے ہی لمحے وہ اسے صلواتیں سناتی جلدی جلدی ہاتھ چلاتے ہوئے کافی تیار کر رہی تھی یہ سالار غازی اس کی جان کا عذاب بن کر اس پر نازل ہوا تھا۔

وہ اسوقت اپنے روم میں موجود تھی۔ ورنہ پچھلے کچھ دنوں سے اپنے ساتھ ہو رہے عجیب و غریب واقعات کو دیکھتے ہوئے وہ جس ذہنی اذیت کا شکار تھی ایسے میں رات کو خوف کے باعث ابھی بھی ریشام کے ساتھ ہی سویا کرتی تھی۔

آج وہ بریزے کو کچھ پریشان اور کافی اداس اداس سی لگ رہی تھی۔

اسے کچھ دیر پرائویسی دینے کے خیال سے اس نے سوچا کے وہ دیر سے روم میں جائے گی۔ کمرے کی ہلکی پھلکی سی صفائی کرنے کے بعد کپڑے چینج کرنے کی نیت سے وہ وارڈروب کی جانب بڑھ گئی۔ جب اسے کھولا تو ٹھٹک کر رکی۔ سامنے ہی ایک تازہ گلاب مہک رہا تھا۔ جیسے کے ابھی ابھی کسی نے باغ سے توڑ کر وہاں رکھا ہو۔

اس کے چہرے کے رنگ پل میں بدلے۔ کیا یہ سلسلہ پھر سے شروع ہونے والا تھا۔

کپڑوں کو بھول بھال کر وہ دروازہ زور سے بند کر کے مڑی۔ ارادہ جلد سے جلد اس کمرے سے نکل کر ریشام کے کمرے میں بھاگنے کا تھا۔ لیکن جب مڑی تو قدم جیسے وہیں پر جم کر رہ گئے۔ رکی سانسوں اور ساکت نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی جو نہایت ہی سکون سے وہاں موجود تھا۔ اس نے روم میں داخل ہوتے وقت ساری لائٹس جلادی تھیں جو اب ایک ایک کر کے خود بخود بند ہوئی جا رہی تھیں۔ صرف ایک ٹیوب لائٹ کی روشنی وہاں پھیلی تھی۔ جس سے کمرہ نیم تاریک اور خوابیدہ سا لگ رہا تھا۔ وہی جانی پہچانی سی خوشبو وہاں کے در و دیوار سے ٹکرانے کے ساتھ ساتھ بریزے کو بھی اپنی لپیٹ میں لینے لگی اس کے لب کچھ کہنے کے لیے تھرتھرائے تھے، لیکن آواز نے ساتھ نہ دیا۔

"نووارد کی حد سے زیادہ سفید رنگ اور اتنی ہی گہری سیاہ آنکھیں۔

اپنی جگہ سے حرکت کرتے ہوئے اس نے فقط دو قدم اس کی جانب بڑھاتے ہوئے اسے حد درجہ خوف کا شکار کر دیا تھا۔ "کک کیا کر رہے ہو؟۔۔ وو وہیں رہو۔۔"

بے ساختہ پیچھے ہٹتے ہوئے وہ بامشکل لفظ ادا کر پائی۔

"کیا میں تمہیں خوفزدہ کر رہا ہوں؟"اس نے آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ کر بھاری مگر دلکش آواز میں استفسار کیا۔

"کون ہو تم؟"الماری سی لگے اس نے کانپتے لہجے میں پوچھا۔

"ایک ہی سوال کتنی بار کرو گی بریزے؟"

"جب تک تم سچ نہیں بتا دیتے۔"

اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔"میرا نام فاطم ہے"

"اور؟"شاید اتنا تعارف کافی نہیں تھا۔

وہ مبہم سا مسکرایا۔"اور یہ کے میں۔۔"

"جن۔۔جن ہو نا تم؟"اس کی بات کاٹ کر وہ جلدی سے بولی۔تو اس نے سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"لیکن تم جن کیسے ہو سکتے ہو؟اور مجھے کیسے دکھائی دے سکتے ہو؟"

"میں جن کیوں نہیں ہو سکتا؟اور تمہیں کیوں نہیں دکھائی دے سکتا؟"وہ جواب دینے کے بجائے الٹا سوال کر رہا تھا۔بریزے نے پلکیں میچ کر کھولتے ہوئے گہری سانس بھری۔"یہ سچ نہیں ہے بریزے۔اس پر دھیان مت دو۔یہ حقیقت میں نہیں ہے۔یہ صرف ہیلوسینیشن ہے"دونوں رخساروں پر ہاتھ رکھے وہ دھڑکتے دل کے ساتھ خود کو یقین دلا رہی تھی۔لیکن جب پلکیں اٹھا کر دوبارہ اس کی سمت دیکھا تو وہ اسی طرح کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔اس دفعہ وہ خود کو سمجھا نہیں پائی تھی۔"چیخنا مت بریزے!"

اس سے پہلے کے وہ دلدوز چیخوں سے پوری حویلی کو اکٹھا کر لیتی فاطم نے سختی سے اسے روکا۔"کیوں؟کیا تم مجھ پر جادو کر دو گے؟"سامنے کھڑا وہ شخص ایک انسان سے ہی مشابہت رکھتا تھا۔لیکن خود کو جنات کی مخلوق میں سے بتا رہا تھا۔وہ کوئی بریزے کا خیال نہیں تھا جسے وہ جھٹک دیتی۔نہ کوئی خواب تھا کے جھٹ سے آنکھیں کھول کر اسے تو دیتی۔وہ حقیقت تھا۔۔مجسم حقیقت۔۔جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا تھا۔

اگر تو وہ وہی تھا جو وہ کہہ رہا تھا تو بس پھر تو بریزے کو خوف سے مر ہی جانا چاہئے تھا۔لیکن اتنی خوفزدہ ہونے کی باوجود بھی وہ وہاں سے ایک انچ بھی نہیں ہلی تھی۔

"جنوں کے بھی نام ہوتے ہیں کیا؟"خوف اور بے بسی کی ملی جلی کیفیت میں اس کی آنکھوں میں آنسو سے چمک رہے تھے۔ لیکن اپنے تجسس کے ہاتھوں وہ خود کو روک نہیں پائی تھی وہ سوال کرنے سے۔"انسانوں کے ہو سکتے ہیں جنات کے کیوں نہیں ہو سکتے؟"

"لیکن جن تو۔۔"

"جنوں کو بھی تو اللہ نے ہی بنایا ہے"

"تم اللہ کو مانتے ہو؟"

"ظاہر ہے۔ جس نے بنایا ہے اس کی ہی ذات سے کوئی کیسے منکر ہو سکتا ہے؟"

"لیکن میں نے سنا تھا کے جنات برے ہوتے ہیں ان سے پناہ مانگنی چاہئے"

"بے شک۔۔ لیکن سارے جنات برے نہیں ہوتے، کچھ نیک شریف، پرہیز گار اور عبادت گزار بھی ہوتے ہیں۔۔ میری طرح ۔۔"

"کیا وہ بھی ایسے ہی کسی لڑکی کو تنگ کرنے پہنچ جاتے ہیں؟"فاطم نے اس کی بات پر نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے کان کی لو کو مسلا۔اس کے سوال کا جواب وہ دینا نہیں چاہتا تھا۔

"میں سب سمجھ رہی ہوں تمہاری ڈرامے بازی کو۔ خود کو جن بنا کر پیش کر رہے ہو میرے سامنے۔ لیکن میں جانتی ہوں تم یقیناً حویلی میں چوری چھپے داخل ہو کر میرے کمرے میں آئے ہو نا؟اور یہ کہاں سے پیچھے پڑ گئے ہو تم میرے؟تمہاری وجہ سے اتنا ذہنی طور پر پریشان رہی ہوں میں کے بتا بھی نہیں سکتی۔۔"

"میں اس کے لئے معذرت خواہ ہوں"ہلکا سا سر جھکاتے ہوئے اس نے ندامت سے کہا۔ لیکن اس کا انداز اس کے لفظوں سے میل نہیں کھا رہا تھا۔"اپنی معذرت اپنے سر میں مار لو۔۔اور اپنے یہ گلاب کے پھول اٹھاو اور چلتے بنو یہاں سے۔ ورنہ یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکو گے تم"

"تمہیں معلوم ہے لوگ تمہارے بارے میں کیا رائے قائم رکھتے ہیں؟"

فاطم نے دونوں بازو سینے پر باندھے ہوئے سکون سے پوچھا۔ "مجھے کوئی انٹرسٹ نہیں سننے میں۔" وہ نخوت سے بولی۔ لیکن اندر ہی اندر متجسس تھی۔ "لیکن میں پھر بھی کہنا چاہوں گا۔۔""

وہ کہتے ہیں کے تم ایک بد تمیز، بد تہذیب اور منہ پھٹ لڑکی ہو، جو کسی کو خاطر میں نہیں لاتی، نہ کسی کی سنتی ہے اور نہ ہی کسی کی مانتی ہے۔ صرف اپنی من مانی کرتی ہے" انگلیوں پر وہ اس کی ایک ایک خوبی کو بیان کرتا جا رہا تھا جب کے حیرت سے منہ کھولے اسے تک رہی تھی۔ "کس نے کہا ہے تم سے یہ؟"

مارے شدت کے اس سے کچھ بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔ اسے اپنی روڈ نیچر کا اندازہ تھا، لیکن یہ نہیں جانتی تھی کے لوگ اس قسم کی رائے رکھتے ہیں اس کے بارے میں۔

"کس نے کہا، کیوں کہا یہ اہم نہیں رکھتا۔۔ لیکن یہ جان لو کے۔ تمہاری دل آزاری کا جو سبب بنے گا وہ میرے عتاب کا نشانہ ضرور بنے گا" بریزے کا دکھ کچھ ہلکا ہوا تو کینہ طوز نظروں سے اسے دیکھا۔ "اور تم کون ہو؟ کیا لگتے ہو میرے؟"" میں کیا لگتا ہوں؟ ۔۔" اس نے جیسے سوچنے کی اداکاری کرتے ہوئے کان کھجایا۔ "اس کا جواب ادھار رہا۔۔"

"کیا مطلب ادھار رہا؟۔۔ ابھی بتا کر جاو۔۔"

"بریزے۔۔"

دروازے پر سے ابھری حیرتوں کی شدت سے لبریز آواز پر بریزے نے چونک کر اس جانب دیکھا جہاں فاز کھڑا عجیب نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "کس سے باتیں کر رہی ہو تم؟" اس کے لہجے میں حیرانگی تھی۔ اچھنبا تھا۔ بریزے کی دماغی حالت پر اسے شبہ گزرا جو خود سے باتیں کر رہی تھی۔ "میں؟" جیسے کسی نے اسے ہوش کی دنیا میں لا پٹخا۔ جھٹکے سے گردن گھما کر اپنے سامنے دیکھا۔ خاموشی میں گھرا کمرہ خالی تھا۔ وہاں اس کے علاوہ کسی کا نام و نشان نہ تھا۔ اس نے بے ساختہ دل پہ ہاتھ رکھا۔

گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے ماتھا بھی ان پر ٹکائے وہ چپ چاپ بے دم سی بیٹھی تھی۔

آنسو خاموشی سے ایک قطار کی صورت نکلتے اس کے رخسار پر پھسلتے جا رہے تھے۔

آج اس کا مان اور بھروسہ ٹوٹا تھا۔اس کی ذات کی نفی کی گئی تھی،اسے ٹھکرایا گیا تھا۔

وہ خاموشی سے سہہ گئی تھی۔یوسف سے شکوے شکایتوں کی ایک فہرست تھی۔جب اس نے انکار کیا تو وہ وہیں لب سی گئی۔آخر کو اور کتنا اس کی منتیں کرتی۔"اگر نہیں ہے اس میں ہمت اسٹینڈ لینے کی تو نا سہی۔۔"ہر بار خود کو اسے بھول جانے کی تلقین کرتی تھی اور ہر بار ہی دل کو ہاتھوں بے بس ہو جایا کرتی تھی۔جو اسے بھلا دینے کو راضی ہی نہیں تھا۔"سہی کہتا تھا یوسف۔۔"کے میں آپ کے لائق نہیں"اگر میرے لائق ہوتا تو کیا مجھے ایسے رلاتا"دوپٹے سے آنکھیں رگڑتے ہوئے اس نے خود کو سختی سے رونے سے باز رکھنے کی تلقین کی جبھی کوئی عجلت میں دروازہ کھول کر اندر آیا۔"ریشام مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔"لاک لگاتے ہوئے وہ پھولے تنفس اور خوفزدگی سے بولی۔

"بریزے میں یہاں اپنا سوگ مناوں یا تمہارے مسئلوں کو دیکھوں؟"

اس نے جل کر پوچھا۔کوئی ڈھنگ سے اداس بھی نہیں رہنے دیتا۔"آج۔۔آج وہ پھر آیا تھا۔میں نے ابھی اس سے بات۔۔۔"وہ ڈر اور شاک کی حالت میں کہتے کہتے چکرا کر زمین پر گر پڑی تھی۔"بریزے۔۔"ریشام تیزی سے اس کی جانب لپکی جو بے ہوش ہو چکی تھی۔اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے وہ اسے پکار رہی تھی جب دروازے پر دستک ہونے لگی۔"بریزے۔۔دروازہ کھولو۔۔ریشام؟"باہر کھڑا فاز دروازہ پیٹتے ہوئے دونوں کو ہی پکار رہا تھا۔"صبر بھی کر جایا کرو کچھ دیر۔"

بریزے کو وہیں چھوڑ کر اس نے دروازہ کھولتے ہوئے تنک کر کہا۔"اسے کیا ہوا ہے؟"

اس کی بات ان سنی کرتا وہ بریزے کو دیکھتے ہوئے حیرت و تشویش سے بولا۔

"بے ہوش ہو گئی ہے اسے اٹھا کر بیڈ پر لٹاو میں حمنہ چاچی کو بلا کر لاتی ہوں۔

ایک پوش علاقے میں واقع ایک سفید گیٹ والے چھوٹے گھر کے سامنے اس نے گاڑی روکی۔سن گلاسز اتار کر ڈیش بورڈ پر رکھے، کہنیوں پر چڑھی ہوئی آستینوں کو سیدھا کرتے ہوئے کف بند کر کے گاڑی سے باہر اتر آیا۔ہاتھ میں لنچ باکس ٹائپ ایک ڈبہ پکڑ رکھا تھا دستک دینے کے کچھ سیکینڈ بعد ہی ایک دس سالہ بچے نے گیٹ کھولا۔

مسکراتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ اندر داخل ہو گیا جہاں بڑے سے برآمدے میں دریاں اور چٹائیاں بچھائے کافی بچے مدرسہ پڑھنے میں مصروف تھے۔

ایک طرف لگے آم کے درخت کی شاخوں سے کتنے ہی پتے ٹوٹ کر نیچے زمین پر بکھرے ہوئے تھے۔ کچے صحن میں شاید کچھ دیر پہلے ہی پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا تھا جبھی مٹی کی سوندھی سی خوشبو سارے میں پھیلی تھی۔ اس نے گہری سانس لے کر اس خوشبو کو اپنے اندر اتارا تو جیسے تن من شاد ہو گیا۔ جبھی ایک حجرے کا پردہ ہٹا کر امام صاحب باہر کسی کام کی غرض سے نکلے تو اسے وہاں دیکھ کر مسکرائے۔ "السلام و علیکم۔۔ کیا شاہ صاحب تشریف فرما ہیں۔۔" اس نے سلامتی بھیج کر استفسار کیا۔ "وعلیکم السلام۔۔ آجاو تمہارے ہی منتظر ہیں۔۔" "میں مل لیتا ہوں۔ میری گاڑی میں کچھ مٹھائیاں موجود ہیں۔ بچوں کے لئے لایا تھا آپ تقسیم کر دیجئے گا۔" "ٹھیک ہے بیٹا میں کروا دوں گا۔"

داریان کا معمول تھا۔ جب بھی وہاں اس کا آنا ہوتا تھا وہ بچوں کے لئے مٹھائیاں ضرور لایا کرتا تھا۔ جوتے ایک جانب اتار کر وہ پردہ سرکاتے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔

جہاں خالی کمرے میں فقط ایک قالین بچھا تھا۔ دیوار گیر الماری میں اسلامی کتابیں، قرآن پاک کے نسخے اور دوسری اسی طرح کی چیزیں موجود تھیں۔

دیوار کے ساتھ ایک فلور کشن پڑا تھا جس پر چمکتے سفید رنگ والے لباس میں وہ شخصیت موجود تھی۔ "السلام علیکم شاہ صاحب۔۔" دوزانوں ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے اس نے ان ادب سے ان کے ہاتھ کو چوما۔ "وعلیکم السلام۔۔ بہت مصروف ہو گئے ہو؟"

سفید موتیوں کی تسبیح کے دانوں کو گراتے ہوئے انھوں نے نرمی سے پوچھا۔

ایک مسحور کن سی خوشبو پورے کمرے میں پھیلی تھی۔ سپید داڑھی والے چہرے پر نور ہی نور تھا۔ "بہت معذرت پڑھائی کے ساتھ ساتھ جاب بھی شروع کر دی ہے تو بس زیادہ وقت نہیں نکال پاتا۔" وہ ندامت سے بولا۔ "کوئی بات نہیں، آج تم آ گئے تو مانو ہمیں کوئی گلہ نہیں رہا تم سے"

"نوازش ہے آپ کی۔۔آپ کو میٹھے چاول پسند ہیں میں بنوا کر لایا تھا آپ کے لئے۔۔قبول فرمائیں"اس نے وہ ڈبہ ان کی جانب بڑھایا۔

"بہت شکریہ۔۔اپنے بھائیوں کو ساتھ نہیں لائے؟"انھوں نے اپنے ازلی انداز میں استفسار کیا۔"وہ اصل میں شاہ صاحب۔۔وہ دونوں خوفزدہ رہتے ہیں۔۔اس لئے بس۔۔"

اس نے خجالت سے کہا۔"چلو کوئی نہیں۔۔لیکن تم ناغہ مت کیا کرو۔۔آجایا کرو ملنے۔۔ہم منتظر رہتے ہیں تمہارے۔۔""آئندہ آپ کو شکایات کا موقع نہیں دوں گا۔۔"

"اب تمہیں کیا بتائیں ماشا رانی۔۔داریان بھائی نے امام صاحب سے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا تھا مسجد میں۔لیکن وہ ٹھیک سے پڑھ ہی نہیں پاتے تھے۔سارے بچے مقررہ وقت میں اپنا سبق یاد کر کے سنا کر بھی چلے جاتے اور داریان بھائی ایک ہی لفظ پر اٹکے ہوئے ہوتے۔ایسے میں امام صاحب نے انھیں کہا کے گھر پر آجایا کرو وہاں وہ زیادہ وقت دے دیا کریں گے،ان کا گھر مسجد کے قریب ہی تھا۔انھوں نے وہاں جانا شروع کر دیا۔وہاں اور بھی بچے آیا کرتے تھے۔داریان بھائی سے وہاں بھی نہ پڑھا گیا۔ایک آیت پڑھتے ہوئے بھی دس بار اٹکا کرتے تھے۔ایک بار شاہ صاحب وہاں موجود تھے جب انھوں نے داریان بھائی کا اترا چہرہ اور نم آنکھوں کو دیکھا تو انھیں قرآن پاک پڑھانے کی ذمہ داری انھوں نے اٹھالی۔اور پھر وہ ان سے پڑھنے لگے۔دیر سے ہی سہی لیکن وہ اسے مکمل کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے۔"کرکٹ چھوڑ کر وہ تینوں کین کی کرسیوں پر دائرے کی شکل میں بیٹھے تھے۔

جب مہد نے اسے تفصیل سے آگاہ کیا۔"اور جس دن انھوں نے ختم قرآن کی دعا پڑھی سب سے زیادہ خوش امام صاحب اور شاہ صاحب ہی تھے۔فرمان بھائی کے مٹھائی پہنچانے سے پہلے ہی امام صاحب نے اپنے خرچے سے ان کی خوشی میں مٹھائی تقسیم کی تھی۔"

"ہر کوئی نہیں پڑھ پاتا ٹھیک سے۔۔تلفظ سہی نہیں ہو رہا ہوتا کسی سے۔۔اس میں اتنی حیرانی کی کیا بات ہے؟"ماشا کو ابھی بھی کوئی لاجک سمجھ نہیں آئی تھی۔

جب اس نے بات جاری رکھی۔"ایک بار داریان بھائی ہم دونوں کو لے گئے تھے امام صاحب کے گھر۔۔یہ کہہ کر کے شاہ صاحب سے ملنے جارہا ہوں تم دونوں بھی چلو۔۔"

"ہم چلے گئے خوشی خوشی۔۔وہاں گئے تو دیکھا برآمدے میں کافی سارے بچے سپارہ پڑھنے میں مگن تھے۔وہ ہمیں وہیں بٹھا کر خود حجرے میں چلے گئے۔یہ کہہ کر کے "اندر مت آنا جب تک نہ بلایا جائے"امام صاحب نے ہمیں کرسیاں لادی تھیں

ہم وہیں بیٹھ کر ان سے گفتگو کرنے لگے۔"امام صاحب آپ اندر نہیں جارہے؟"

مہد سے رہا نہ گیا تو پوچھ ہی بیٹھا۔"مجھے اندر جانے کی اجازت نہیں بیٹا۔"

ان کا کہنا تھا کے میں نے اور مہد نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا امام صاحب کو اپنے ہی حجرے میں جانے کی اجازت نہیں۔ آخر کو داریان اور شاہ صاحب اکیلے میں ایسی کون سی خاص گفتگو فرمارہے تھے۔جمعرات کی شام کا وقت دھیرے دھیرے ڈھلنے لگا تھا۔امام صاحب وضو بنانے کی نیت سے اٹھ کر چلے گئے۔اس سے صبر نہ ہوا تو اپنی بے چین فطرت کے ہاتھوں مجبور ہو کر حجرے کی جانب بڑھ گیا۔میرے لاکھ منع کرنے کے باوجود بھی اس نے پردے کا کونہ سرکا کر اندر جھانکا۔"

"پھر؟؟پھر کیا ہوا؟"

ماشا نے بے چینی سے پوچھا۔"آگے کا واقعی مجھ سے ہی سنو۔۔وہاں کا جو منظر تھا نا میرے ہوش اڑا دینے کے لیے کافی تھا۔مجھے لگا تھا اندر صرف شاہ صاحب اور داریان بھائی ہونگے لیکن وہاں تو پوری مجلس اکھٹا تھی۔شاہ صاحب فلور کشن پر موجود تھے،داریان بھائی ان کے سامنے بیٹھے تھے اور پورے کمرے میں جو مخلوق موجود تھی انھیں دیکھ کر صاف پتا لگ رہا تھا کے ان کا انسانوں سے کوئی تعلق نہیں۔"

اتنے اجلے لباس اور نورانی چہروں والے باریش لوگ تھے۔جن کے ہاتھوں میں چمکتی ہوئی تسبیحات موجود تھیں۔"تو پھر کون تھے؟"

"جنات تھے بی بی۔۔اور کون ہونگے؟"

"جج جنات۔۔۔"

ماشا کا چہرہ فق پڑا۔ وہ کرسی سے گرتے گرتے بچی۔ "تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا؟"

"آنکھوں سے ہی دیکھا تھا۔ زبان سے دیکھنے کی صلاحیت نہیں ہے مجھ میں۔۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"پھر کیا ہونا تھا انھیں معلوم پڑ گیا کے میں نے اندر جھانکا ہے۔ فوراً مجھے طلب کر لیا۔ لیکن میرے وہاں جاتے ہی سب غائب ہو گئے۔ صرف شاہ صاحب اور داریان بھائی رہ گئے۔"

"غائب کیسے ہو گئے؟"

"معلوم نہیں دیکھتے ہی دیکھتے کمرہ خالی ہو گیا۔ یا تو وہ وہاں سے چلے گئے تھے یا پھر میری نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ داریان بھائی تو تیز نظروں سے مجھے گھور رہے تھے۔ شاید میری وجہ سے ان کا امیج خراب ہوا شاہ صاحب کی نظروں میں، وہ بھی کیا سوچتے ہونگے کے کیسے بھائی ہیں داریان کے۔۔"

"آگے بڑھو جلدی۔۔"

ماشا نے باعجلت کہا۔ دستک دے کر اجازت مانگ لیتے تو ہم تمہیں منع نہیں کرتے اندر آنے سے۔۔" انھوں نے اتنی نرمی و سادگی سے یہ بات کہی تھی کے مجھ پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ اپنی بے ادبی کا احساس ہوا تو جھٹ ان سے معافی مانگی۔ "کوئی بات نہیں۔۔ اب تم جا سکتے ہو۔۔" میں تو بنا وہاں رکے جلدی سے باہر نکل آیا۔ خوفزدہ اتنا تھا کے وہاں رکے رہنے کی بجائے گاڑی میں آ بیٹھا۔ داریان بھائی نے تو واپس آتے ہی میری کلاس لی۔

"تھوڑا صبر نہیں کر سکتے تھے مہد؟ تم سے اتنی بے وقوفی کی امید نہیں تھی مجھے۔"

وہ ناراضگی سے مجھ پر برسے۔ اور پھر گھر جا کر ہمیں معلوم پڑا کے شاہ صاحب نا صرف خود ایک جن زاد ہیں بلکے امام صاحب کے گھر میں جو بچے سپارہ پڑھ رہے تھے وہ بھی انسانی شکل میں جناتوں کے ہی بچے تھے۔ داریان بھائی نے تو اتنا وقت گزارا ہے ان لوگوں کے درمیان، میرا مطلب ہے کے جناتوں کے درمیان اسی وجہ سے وہ سب کافی انسیت رکھتے ہیں ان سے۔۔ اور شاہ صاحب نے صرف قرآن پاک نہیں پڑھایا انھیں۔ کچھ ایسے علم بھی انھیں سکھائے ہیں جو صرف جناتوں کو ہی معلوم ہوتے ہیں۔۔"

"شاہ صاحب کی نسبت داریان بھائی کی کافی عزت کی جاتی ہے۔ کچھ جنات ان کے سامنے ظاہر بھی ہو جاتے ہیں۔ ان سے خوش دلی سے ملا کرتے ہیں۔ تحفے تحائف بھی دیا کرتے ہیں۔۔ شاہ صاحب اللہ کے بہت نیک و برگزیدہ بندے ہیں۔۔ میرا مطلب ہیں کے جن ہیں۔۔ اور ان کے لئے عزت و احترام ایک طرف لیکن ہماری ہمت نہیں ہوتی ان کے سامنے جانے کی۔ اور پھر وہاں پڑھنے والے بچے بھی تو انسان کے نہیں، جن کے بچے ہیں۔ شروع شروع میں جب داریان بھائی کو خود اس بات کا علم ہوا تو وہ تو خود ایک ہفتے تک بخار میں مبتلا رہے تھے۔" وہ دونوں ماضی کے اوراق کو پلٹتے ہوئے باری باری اسے تفصیلات سے آگاہ کر رہے تھے۔

دونوں ہاتھوں کو سر کی پشت پر باندھے استہزائیہ سی مسکراہٹ لبوں پر سجائے وہ راکنگ چیئر کے پیچھے کو ٹیک لگائے بیٹھا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ "وجاہت سر نے مجھے ایک فائل کوری چیک کرنے کے لئے کہا ہے۔ یہ کافی پکڑو اور دو گھنٹے سے پہلے مجھے کال مت کرنا کسی کام کے لئے۔۔" مگ کو پٹخ کر میز پر رکھتے ہوئے اس نے چباتے ہوئے کہا۔

"باس میں ہوں یا تم؟" سالار نے آبرو اچکاتے ہوئے اسے دیکھا جو شدید تپی ہوئی لگ رہی تھی۔ "آفکورس تم ہو۔۔ لیکن مجھ سے کوئی امید مت رکھنا کے تم سے تمیز و تہذیب سے بات کروں گی" "کیا تمہارا پورا سال یہاں کام کرنے کا ارادہ ہے؟"

اس کی معنی خیز سی بات پر مہرماہ نے بمشکل اپنے امڈتے غصے کو ضبط کیا۔ جواب میں کچھ کہنے ہی لگی تھی کے دروازے پر دستک دے کر زید اندر آیا۔ "آپ نے کہا تھا کے یاد دہانی کروا دوں آپ کو فیکٹری جا کر معاملات دیکھنے ہیں ابھی۔" ہاتھ میں بندھی گھڑی دیکھتے ہوئے اسنے مودب سے انداز میں کہا۔ "تم چلو میں آرہا ہوں"

وہ سر ہلاتا باہر چلا گیا تو اس کا روئے سخن اس کی جانب مڑا۔ "میری غیر موجودگی میں بابا نے تمہیں یہ جاب دی ہے۔ اگر اس وقت میں یہاں موجود ہوتا تو۔۔۔"

"معلوم ہے مجھے تم نے مجھے فوراً ہی اس بلڈنگ سے باہر نکال دینا تھا۔" زہر خند لہجے میں کہتی وہ جانے کے لئے پلٹ گئی۔

دروازے کو کھولنے کے لئے ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا کے پیچھے سے ابھری اس آواز نے اس کے قدم روک لئے "میں ہوتا تو پوری زندگی کا کنٹریکٹ کروا لیتا تم سے۔۔" اس کے سنجیدہ سے چہرے پر سپاٹ تاثرات تھے۔ بنا کچھ کہے وہ سر جھٹکتی باہر نکل گئی۔

مسحور کن خوشبو والے کمرے میں بظاہر صرف شاہ صاحب اور داریان ہی موجود تھے۔ لیکن وہاں اور بھی ایسی شخصیات تھیں جو دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ دوزانوں بیٹھے آنکھیں موندیں وہ سورہ رحمٰن کی تلاوت کرنے میں مشغول تھا۔ اپنے نرم لہجے میٹھی سی سحر زدہ آواز میں جب وہ تلاوت کیا کرتا تھا تو اسے سننے والوں کی یہی رائے ہوا کرتی تھی کے اس کا پڑھنے کا انداز و لب و لہجہ سب شاہ صاحب سے ملتا جلتا ہے۔

وہ جب بھی ان سے ملنے آیا کرتا وہ ہمیشہ اس سے قرآن پاک کی کوئی نہ کوئی سورہ کی تلاوت ضرور سنا کرتے تھے۔

فیکٹری کے تمام معاملات دیکھنے اور مسائل کا حل نکالنے کے بعد زید کو اپنی نگرانی میں آرڈر مکمل کروانے کی تلقین کرتے ہوئے وہ دوبارہ آفس جانے کے بجائے حویلی آ گیا تھا۔ کراچی کے ایک ہفتہ دورے کے بعد آج جب واپس آیا تو ایک منٹ بھی سکون سے نہیں بیٹھ سکا تھا۔ تھکن اس کے چہرے پر بھی غالب تھی۔

"کہاں ہیں سب؟" غیر معمولی خاموشی کو وہاں پھیلے دیکھا تو اس نے چونک کر خالدہ بوا سے پوچھا۔ پھر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہ اوپری منزل پر چلا آیا۔ دائیں ہاتھ پر ریشام کا کمرہ تھا۔ اور اس کے برابر میں بریزے کا۔ اس وقت ریشام کے روم سے باتوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ کھلے دروازے پر دو انگلیوں سے دستک دیتے ہوئے وہ اندر داخل ہوا۔ "میں نے سنا ہے کوئی جن ملنے آیا تھا تم سے؟" اس نے شرارت بھری سنجیدگی سے پوچھا تو اس کی آنکھوں میں پھر نمی جمع ہونے لگی۔ "کوئی میری بات کا یقین ہی نہیں کر رہا ہے" بیڈ کی بیک سے ٹیک لگائے بیٹھے۔ روہانسی ہوتے ہوئے اس نے پھر رونا شروع کر دیا۔ "اتنی دیر تک اس سے باتیں کرتی رہی جب تو کچھ نہیں ہوا اسے اور اس جن کے غائب ہوتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑی۔۔ بھلا دیکھیں تو سہی۔۔ کیا پہلے ڈر نا یاد نہیں آیا تمہیں؟" ڈریسنگ ٹیبل کے کونے پر ٹکے فاز نے غیر سنجیدگی سے پوچھتے ہوئے گھورا۔ "وہ بلکل ہماری طرح تھا۔۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

رونے کے درمیان وہ بولی۔ "ہماری طرح؟۔۔ کیا ہم تمہیں جنات کی مخلوق میں سے لگ رہے ہیں بریزے؟" اس کے ساتھ بیٹھی ریشام نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"میرا مطلب وہ نہیں تھا ریشام۔۔ اصل میں وہ بلکل ایک۔۔ ایک انسان لگ رہا تھا"

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کے وہ کیسے ان سب کو یقین دلائے۔ "اکثر جنات انسانوں کی شکل اختیار کر کے ظاہر ہوتے ہیں اس میں کوئی بڑی بات نہیں" رائٹنگ ٹیبل کی چیئر گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے سالار نے سادگی سے کہا۔ "یعنی آپ کو یقین ہے نا مجھ پر کے میں نے سچ میں اسے دیکھا ہے اور اس سے بات بھی کی ہے؟" بریزے نے آنسو اور خوشی کی ملی جلی کیفیت سے اسے دیکھا۔ چلو کوئی تو تھا جس کو اس پر یقین تھا۔

"ہاں مجھے یقین ہے۔۔ لیکن اگلی بار جب وہ تم سے ملنے آئے تو اسے ہمارا ایک پیغام دینا۔ ہم اسے چائے کی دعوت پر بلانا چاہتے ہیں۔ ساتھ بیٹھ کر تھوڑی گپ شپ لگائیں گے" ساری خوشی پل میں ملیامیٹ ہوئی۔

شدید شاکی نظروں نظروں سے سالار کو دیکھتے ہوئے اس نے گھٹنوں پر سر گرالیا۔

"کیا اسے بائک چلانی آتی ہے بریزے؟ ہم اس کی ریس کروائیں گے عاشر کے ساتھ"

"دفع ہو جاو یہاں سے۔۔" اس نے تکیہ فاز کو کھینچ مارا۔ "تم لوگ کیوں اس کے پیچھے پڑ گئے ہو؟ چلو جاو یہاں سے اپنے اپنے کام کرو۔۔" زاریہ غازی نے بریزے کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے ان سب کو تنبیہ کی۔ "میں جھوٹ نہیں کہہ رہی ہوں۔۔ ساری لائٹس خود بخود آف ہو گئی تھیں۔ اور وہ پھول۔۔ آپ جا کر دیکھیں وہ گلاب کا پھول ابھی بھی میرے وارڈروب میں ہو گا" بریزے اتنے وثوق سے بولی تھی کے لمحے کو کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ فاز اور سالار نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

اور دوسرے ہی لمحے قہقے لگا کر ہنس پڑے۔ "گلاب کے پھول؟"

"بریزے کیا اس جن کی آئی سائٹ ویک ہیں؟"

"گلاسز تو نہیں لگاتا وہ؟ جو تمہارے لئے جادوئی پھول لے کر آتا ہے"

"لائٹس اگر خود بخود بند ہو گئی تھی تو یقیناً ٹیکنکل ایشو ہوا ہو گا۔ جاو بھئی اپنے اوزار ہتھیار وغیرہ لے کے سوئچ بورڈ ٹھیک کرو اس کے روم کے"

فاز اور سالار اسے سنجیدہ لینے کو تیار ہی نہیں تھے۔

کیا دل سے نکال نہیں پائے ہو اسے ابھی تک؟" گھمبیر خاموشی والے کمرے میں ان کی نرم سی آواز ابھری۔ "دل سے نکال دیا ہے، ذہن سے نکلنے کو وہ راضی نہیں" اس کا انداز شکست خوردہ سا تھا۔ جانے کتنی اذیت اس کے اندر پنہاں تھی۔ "دل سے نکل گئی ہے تو ذہن سے بھی نکل جائے گی" "پہلے اسے پانے کی دعا کیا کرتا تھا، اور اب اسے بھول جانے کے لئے تڑپتا ہوں" سر اور نگاہیں جھکی ہوئی تھیں، ہونٹوں پر زخمی سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔ "تمہیں معلوم ہے۔ اللہ تم سے تمہاری محبوب چیزوں کو تم سے دور کر کے تمہیں آزماتا ہے کے، کیا میرا بندہ اب بھی میرا شکر گزار ہے؟ کیا اب بھی وہ میری رضا پر راضی ہے؟ کیا وہ صبر والا ہے؟۔۔ یا صرف تب تک میرے نام کی تسبیح پڑھتا تھا جب تک میں نے اسے سکون میں رکھا، جب تک اسے آسائش دی۔ جیسے ہی اسے جانچنے کو اسے غم میں مبتلا کیا وہ خفا ہو کر چلتا بنا۔۔ کے میرے رب نے مجھے تکلیف میں مبتلا کر دیا۔۔ یہ آزمائشیں تو ہمیں رب کے قریب کرتی ہیں داریان۔۔

کبھی بھی اس سے مایوس مت ہونا۔۔ اگر وہ تمہاری محبوب چیز تمہاری بھلائی کے لئے تم سے دور کرتا ہے تو اس سے بڑھ کر تمہیں کچھ اور عطا بھی کر دیتا ہے اگر تم اس کی رضا میں سر جھکا دو تو۔۔" نرمی و شائستگی سے سفید موتیوں والی تسبیح کے دانے گراتے ہوئے شاہ صاحب ہمیشہ اسے سمجھایا کرتے تھے وہ جب بھی ان سے ملنے آیا کرتا تھا۔

"وہ محبوب "چیز" نہیں تھی شاہ صاحب۔۔ وہ خود میری محبوب تھی" نم آنکھوں اور بھیگے لہجے میں اس نے کہا بھی تو صرف اتنا۔

"لیکن میں راضی ہوں اپنے رب سے۔۔ اگر وہ مجھ سے نہ بچھڑتی تو شاید۔۔ میں اللہ سے نہ جڑ پاتا" دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرتے ہوئے اس نے خود کو نارمل کرنا چاہا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"اب اجازت دیجئے۔۔ پھر ملنے آوں گا آپ سے۔۔"ان کے ہاتھ کو چوم کر عقیدت سے آنکھوں سے لگاتے ہوئے اس نے جانے کی اجازت چاہی۔

"کوشش کیا کرو۔ سورہ البقراہ کی تلاوت کر کے سویا کرو۔۔ نہیں آئیں گے برے خواب"

ان کی بات پر وہ دنگ ہوا تھا۔ یہ بات تو اس نے انھیں نہیں بتائی تھی کے وہ نیند میں ڈر جایا کرتا ہے۔"تمہارا چہرہ اور تمہاری آنکھیں ہمیں سب بتا دیتی ہیں"

اس کے حیران سے چہرے کو دیکھتے ہوئے انھوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

وہ مغرب کے بعد ہی گھر لوٹا تھا۔ فرمان بھی آفس سے آ چکے تھے۔ روم میں جانے کے بجائے وہ لاؤنج میں ان کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ کافی حد تک خود کو کمپوز کر چکا تھا۔ وہ جو نیوز چینل پر کوئی ٹاک شو دیکھنے میں مصروف تھے اب اس کی جانب متوجہ ہو چکے تھے۔"شاہ صاحب یاد فرما رہے تھے آپ کو بھی"داریان کے انداز میں شرارت کا عنصر تھا۔"میں ضرور جاوں گا۔"ویسے تو فرمان درانی مضبوط اعصاب کے مالک تھے لیکن اس معاملے میں دائم اور مہد کی طرح ہی ہمیشہ ٹال جایا کرتے تھے۔"تم جا کر فریش ہو جاو۔۔ پھر کھانا کھا کر ہی اکیڈمی جانا۔۔"عیشہ نے اس کی چائے سینٹرل ٹیبل پر رکھتے ہوئے یقین دہانی کروائی۔"جامعہ سے آتے ہی اکیڈمی نکل جاتے ہو۔ رات گئے تک گھر واپسی ہوتی ہے تمہاری۔ کسی چیز کا کوئی ہوش ہی نہیں رہا تمہیں۔۔ صحت دیکھو اپنی۔۔ کتنے ویک لگ رہے ہو"

"رہنے دو عیشہ۔۔ کیوں اسے سمجھانے میں اپنی توانائی ضائع کر رہی ہو؟۔۔"وہ سنجیدگی سے بولے

"بھائی ایسے تو نہ کہیں"

"تو اور کیسے کہوں؟۔ میں اتنی محنت کس کے لیے کر رہا ہوں؟ تو لوگوں کے لیے ہی کر رہا ہوں۔۔ میرا بزنس میرے بعد تم لوگوں نے ہی سنبھالنا ہے۔۔""اللہ آپ کو زندگی دے۔ آپ اپنی جگہ پر ٹھیک ہیں لیکن میں بس کچھ ٹائم تک ہی اکیڈمی میں پڑھا رہا

ہوں۔اس کے بعد چھوڑ دوں گا۔"اس نے یقین دلانے والے انداز میں کہا۔"اکیڈمی تم پڑھائی ختم ہونے کے بعد بھی جوائن کرنے سکتے تھے۔خیر چھوڑو"سر جھٹکتے ہوئے انھوں نے خود ہی بات ختم کر دی۔"ماشا نہیں آئی آج؟"

یاد آنے پر انھوں نے عیشہ سے استفسار کیا۔اپنے گھر سے زیادہ وہ درانی ہاوس میں ہی پائی جاتی تھی۔آج اس کی کمی محسوس کی تو پوچھ بیٹھے۔

"آئی تھی۔دائم اور مہد نے جانے کیا کچھ کہہ کر ڈرا دیا اسے کے میرے لاکھ روکنے پر بھی نہیں رکی"

"ڈرا دیا؟کیا مطلب کس بارے میں ڈرا دیا؟"

فرمان کے ساتھ ساتھ داریان بھی ناسمجھی سے انھیں دیکھ رہا تھا۔

"داریان کے بارے میں کچھ کہا ہے ان دونوں نے اسے۔۔کے اس نے شاہ صاحب سے قرآن پاک پڑھا ہے اور جن وغیرہ کے بارے کچھ۔۔"ہچکچاتے ہوئے عیشہ نے بات ادھوری چھوڑی۔جہاں وہ سر جھٹکتا اپنے فون پر مصروف ہو چکا تھا وہیں فرمان کے چہرے پر ناراضگی کے تاثرات ابھرے تھے۔

"ریشام۔۔"کوریڈور میں چلتے ہوئے عقب سے ابھری آواز پر اس کے قدم تھمے۔

"جی سالار بھائی؟"مڑ کر اس نے سوالیہ انداز میں استفسار کیا۔

"کوئی پریشانی ہے؟"اس کے سوال پر وہ چونکی۔

"نہیں تو"

"روئی ہو تم؟"پوچھنے سے زیادہ اس کا انداز میں وثوق تھا۔"میں وہ۔۔ایگزامز ہیں نہ اس کی ٹینشن ہو رہی تھی۔"پیشانی چھوتے ہوئے اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔

"میں نے کبھی تمہیں ایگزامز کی ٹینشن میں روتے ہوئے نہیں دیکھا"

"فائنلز ہیں نہ۔۔ٹھیک سے پڑھ بھی نہیں سکی۔

"کچھ بھی کنفیوژن ہو مجھ سے پوچھ لینا۔۔رونا مت"

یقین دہانی کرتے ہوئے سالار نے نرمی سے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔

روپہلی کرنوں نے جہاں کو روشن کرنا شروع کیا تو اندھیروں کو خود میں چھپائے رات نے بھی پر سمیٹ لئے۔جگ مگ کرتے شاہ آفتاب نے آسمان پر بسیرا ڈالا تو اس کی روشنیاں سعدین حویلی کے در و دیوار کو چمکانے لگی۔نیلے رنگ کے لباس میں ہم رنگ بڑی سی شال خود پر لئے وہ کافی عجلت میں باہر آئی تھی۔"بابا میں آپ کے ساتھ جاوں گی۔۔"

ضمیر غازی آفس جانے کے لیے نکلنے والے تھے جب اس نے کہا۔"ریشام بیٹا ناشتہ تو کر لو۔۔"خالدہ بوا اس کا بیگ اور فائل اٹھائے وہیں آئی تھیں۔

"ٹائم نہیں ہے خالدہ بوا۔۔لیٹ ہو جاوں گی۔"اس نے سامان ان سے لیتے ہوئے باعجلت کہا۔"تمہیں چھوڑنے میں مجھے دیر ہو جائے گی بیٹا۔میری ضروری میٹنگ ہے آج۔۔تمہیں تو ویسے بھی یوسف کے ساتھ جانا ہے نہ اس کا بھی تو پیپر ہو گا۔۔"

"اسے جانا ہو گا تو وہ چلا جائے گا۔۔مجھے آپ کے ہی ساتھ جانا ہے"ضمیر غازی اس کے ضدی پن سے واقف تھے۔کسی چیز پر اڑ جائے تو پھر کسی کی نہیں سنتی تھی۔

"ٹھیک ہے چلو۔۔"ان کا کہنا تھا کے وہ جھٹ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔"ریشام بی بی چلی گئیں؟"اس نے گیٹ سے باہر جاتی گاڑی کو دیکھتے ہوئے خالدہ بوا سے استفسار کیا۔

"کہہ رہی تھیں پیپر ہے تو جلدی جانا ہے۔۔کیا وہ تم سے ناراض ہیں یوسف؟"

انھوں نے جانچتی نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھا۔جس پر تھکن غالب تھی۔

آنکھوں کی سرخی چغلی کھا رہی تھی کے ساری رات وہ سویا نہیں تھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔۔"اس نے شانے اچکا کر کہا۔

انداز میں سادگی ولاعلمی تھی۔"طبعیت ٹھیک ہے تمہاری؟ کیا سوئے نہیں ہو ساری رات؟"اب کے انھوں نے تشویش سے پوچھا۔اس کا خیال وہ اپنے بیٹوں کی طرح ہی رکھا کرتی تھیں۔"پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔اس لئے سو نہیں پایا۔۔"

دو انگلیوں سے پیشانی مسلتے ہوئے اس نے جواب دیا۔"دعا کیجئے گا پیپر اچھا ہو جائے میرا۔۔تیاری میری کوئی اتنی خاص نہیں ہے۔۔""ساری رات پڑھنے کے باوجود بھی یہی کہہ رہے ہو؟"

"پڑھا نہیں ہے،پڑھنے کی کوشش کی تھی۔۔"

"ناشتہ تو کرتے جاو یوسف۔"اسے گاڑی کا دروازہ کھولتے دیکھ انھوں نے روکا۔

"دل نہیں ہے۔۔"انکار کرتے ہوئے وہ اندر بیٹھ گیا تھا۔

"کیا بنے گا ان بچوں کا؟پڑھائی کو اتنا سر پر سوار کر رکھا ہے کے کھانے پینے کا ہوش بھی بھلا بیٹھے ہیں۔"بڑبڑاتے ہوئے وہ اندرونی حصے کی جانب بڑھ گئیں۔

"یار اتنی پیاری کلیکشن لانچ ہوئی ہے کے میں کیا بتاوں۔۔میرا تو دل چاہ رہا تھا کے میں سب ہی خرید لوں۔۔کاش میرے پاس کوئی قارون کا خزانہ ہوتا تو پورا برینڈ اپنے نام پر کر لیتی۔۔"پرجوشی سے کہتے ہوئے آخر میں اس کے لہجے میں حسرت در آئی۔

وہ اس وقت ریسیپشن پر کھڑی اپنی کولیگ زارا سے مخاطب تھی جو اس کے دوست ہونے کے ساتھ ساتھ وہاں ورکر بھی تھی۔

"دیکھنا ایک دن میں اتنی امیر ہو جاوں گی کے چار پانچ سوٹ نہیں،بلکے پورا اسٹور ایک ساتھ خریدا کروں گی۔۔"

اٹھی گردن کے ساتھ وہ جذب سے بولی۔"انشاءاللہ تعالیٰ۔۔۔آپ کام وغیرہ چھوڑ کر یہاں امیر ہونے کے منصوبے بناتی رہی تو مستقل میں آپ تو شاید امیر ہو جائیں۔۔لیکن ہم ضرور روڈ پر آ جائیں گے۔۔غازی انڈسٹریز کو تو تالہ ہی لگ جائے گا۔"

عقب سے ابھری آواز پر وہ دونوں ہڑبڑا کر پلٹی۔جہاں وہ آنکھوں میں طنز لئے انھیں دیکھ رہا تھا۔"گڈ مارننگ سر۔۔"زارا تو عجلت میں کہتے ہوئے وہاں سے رفو چکر ہو چکی تھی۔"تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے اس کمپنی کا سارا بوجھ میرے کندھوں پر ہے۔۔"وہ بھی اسی کے انداز میں بولی۔"مس نورین۔۔آپ زید کو میرے پاس بھیج دیں۔۔"

اسے جواب دینے کے بجائے اس نے پہلے ریسیپشنسٹ کو وہاں سے ہٹایا

جو فون پر زید کو پیغام دینے کے بجائے بذات خود اسے بلانے کو لفٹ کی جانب بڑھ گئی تھی۔ بڑے سے گراونڈ فلور پر اکا دکا لوگ ہی موجود تھے۔ جب وہ اسکی جانب متوجہ ہوا۔ ریسیپشنسٹ کی ڈیسک پر ہاتھ رکھتے ہوئے آنکھیں اس کے چہرے پر جمائیں۔

"اکیلے میں تم مجھے جو مرضی کہہ کر مخاطب کرو لیکن۔۔ میرے ورکرز کے سامنے تمیز سے بات کیا کرو مجھ سے۔۔"

"کیوں تمہیں ڈر ہے کے کہیں تمہاری عزت خراب نہ ہو جائے؟" اس کے انداز میں طنز کی کاٹ تھی۔

"مجھے تمہاری فکر ہے۔۔ تم اس انداز میں مجھ سے بات کرو گی تو لوگ تمہیں میری سیکریٹری نہیں۔۔ بلکے میری گرل فرینڈ سمجھ لیں گے۔۔"

وہ سر سے پیر تک سلگ اٹھی تھی۔ "بھاڑ میں گئی لوگوں کی ایسی سوچ اور بھاڑ میں گئے تم۔۔" ڈیسک پر سے اپنی فائل اٹھاتی ایک شعلہ نظر اس پر ڈالتے ہوئے وہ لفٹ کی جانب بڑھ گئی۔

پڑھا تو کچھ ٹھیک سے تھا نہیں۔ جیسے تیسے پیپر دے کر وہ پارکنگ میں آ گئی۔ جہاں وہ پہلے سے اس کا منتظر تھا۔ لب بھینچے اس نے بیگ سے فون برآمد کیا۔

اسے نظر انداز کئے وہ کانٹیکٹس میں سالار کا نمبر سرچ کرنے لگی تھی جب اس کی آواز پر اس کی حرکت کرتی انگلیاں تھمی۔ "میں آپ ہی کا منتظر تھا۔"

"تم چلے جاو۔ میں سالار بھائی کو کال کر رہی ہوں وہ آ جائیں گے مجھے لینے۔" بنا اسے دیکھے سرد و کھردرے لہجے میں جواب دیا۔

"انھیں یہاں آنے میں کم از کم پینتالیس منٹ لگ جائیں گے۔ آپ کب تک انتظار کریں گی؟"

"یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔۔ نہ ہی تمہیں میری فکر کرنے کی ضرورت ہے"

"میں آپ کو یہاں اکیلے چھوڑ کر نہیں جا سکتا"

"مجھے روتا ہوا چھوڑ کر جا سکتے ہو تو پھر اکیلے چھوڑ جانے میں کیا مسئلہ ہے؟"

"آپ ذمہ داری ہیں میری۔۔آپ کے حوالے سے سعدین حویلی میں جواب دہ ہوں میں۔۔""نہیں ہوں میں تمہاری ذمہ داری۔۔میرے حوالے سے تمہیں کسی کو جواب دینے کی ضرورت نہیں۔۔بابا جان سے کہہ دوں گی تم سے کوئی اور کام کروالیا کریں لیکن میری ذمہ داری سے سبکدوش کر دیں"

"جو آپ مناسب سمجھیں"

پشت پر بازو باندھے۔تھوڑے فاصلے پر کھڑے اس نے جواب دیا۔اس کے سپاٹ انداز پر ریشام کی آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا۔شاکی نظروں سے اسے دیکھا جس کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔"پتھر دل انسان۔۔"وہ بڑبڑا کر رہ گئی۔

"فلحال اس وقت آپ کو واپس لے جانا میری ڈیوٹی ہے۔۔پلیز گاڑی میں بیٹھ جائیں۔۔"

اس کی ہٹ دھرمی پر یوسف نے نرمی سے کہا۔

بیگ میں سے ٹشو نکال کر آنکھوں کے کنارے صاف کرتے ہوئے وہ بیک ڈور کھول کر بیٹھ گئی۔"اس پتھر دل کے لئے میں کیوں آنسو بہا رہی ہوں؟"

خود کو سرزنش کرتے ہوئے رونے سے باز رکھ رہی تھی لیکن آنسوؤں کو روکنے میں وہ ناکام ثابت ہو رہی تھی۔اس کا چہرہ دیکھا تو دل پر لگے زخم پھر سے رسنے لگے۔

سوچ بھی نہیں سکتی تھی کے کوئی اسے بھی ریجیکٹ کر سکتا ہے۔

آج اس نے ایک بار بھی نظر اٹھا کر بیک ویو مر کو نہیں دیکھا تھا۔

جہاں پہلی بار یوسف کی نظریں اٹھی ہوئی تھیں۔

"کیا کہا ہے تم دونوں نے ماشا کو؟"چاول کا نوالہ مہد کے حلق میں اٹک گیا تھا۔

چور نظروں سے فرمان کو دیکھا جو ڈائننگ ٹیبل کی سربراہ کرسی پر براجمان کھانے سے ہاتھ روکے ان دونوں سے ہمکلام تھے۔"ارادہ نہیں تھا فرمان بھائی بس زبان سے نکل گیا"

دائم نے شرمندگی سے کہا۔"اپنی زبانوں کو کنٹرول میں رکھا کرو تو بہتر ہوگا۔میں آئندہ ہرگز نہ سنوں کے داریان کے حوالے سے تم نے کسی سے بھی کوئی بات کی ہے"

ان کا انداز کافی سخت تھا۔کئی بار وہ ان پر غصہ ہوا کرتے تھے،ڈانٹا بھی کرتے تھے لیکن ان کا انداز اتنا کڑا نہیں ہوا کرتا تھا۔جتنا آج تھا۔داریان کے معاملے میں کافی پوزیسو تھے۔"بے شک یہ انوکھی بات تھی کے اس نے ایک جن زاد سے قرآن پاک پڑھا ہے لیکن اتنی خوفناک بھی نہیں تھی کے اسے چھپا کر رکھا جاتا۔"

مہد اور دائم کئی مرتبہ کنفیوز ہو جایا کرتے تھے۔کیوں کے فرمان ضرورت سے زیادہ ہی اس معاملے میں محتاط تھے۔"سوری بھائی۔۔آئندہ ایسا نہیں ہوگا"مزید کچھ کہے ان دونوں نے ندامت سے کہا۔"کھانا شروع کرو"سنجیدگی سے کہتے ہوئے ان کی طرف سے بات ختم کرنے کا اشارہ تھا۔آج پھر وہ ان کے ساتھ شریک نہیں تھا۔اسے اکیڈمی جانا ہوتا تھا اس لئے پہلے ہی کھانا کھا لیا کرتا تھا۔

"آپ نکاح کر لیں مجھ سے۔۔"

گھمبیر خاموشی کو اس کی بھاری آواز نے توڑا۔

وہ جو کھڑکی سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر کو دیکھنے میں مصروف تھی اس کی بات پر حیرتوں کا شدید جھٹکا ہی تو لگا تھا اسے۔"تمہیں اندازہ بھی ہے تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"مجھے معلوم ہے میں کیا کہہ رہا ہوں۔۔آپ یہی چاہتی ہیں نا کے میں حویلی میں آپ کا پرپوزل لے کر جاؤ؟"

Mahira Zaynab Khan Novel

"ہاں۔ لیکن۔۔ "تذبذب کے عالم میں اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ سمجھ ہی نہ آیا کے کیا کہے۔ "اگر ایسے ہی جا کر آپ کا ہاتھ مانگوں گا تو رشتہ تو نہیں ملے گا، لیکن گولی ضرور مار دیں گے مجھے۔۔اور اگر نکاح کرنے کے بعد ان کے علم میں لایا جائے تو کوئی بعید نہیں کے تب بھی موت میرا مقدر بنے گی۔۔ ویسے تو دونوں صورتوں میں مرنا میرا مقصود ہے۔۔ لیکن کم از کم نکاح کے بعد آپ میری بیوہ تو کہلائی جائیں گی "ریشام نے پہلی بار اسے اتنی طویل گفتگو کرتے سنا تھا

اور وہ یہی سوچ رہی تھی کے کاش وہ خاموش ہی رہتا تو کتنا اچھا تھا۔

"ابھی تمہیں دیکھ تو لیتی ہوں۔ مر جاوگے تو پھر کیا کروں گی میں؟"

"میری قبر پر آجائیں کرنا" اس کے بھیگے لہجے میں استفسار کرنے پر اس نے شانے اچکا کر مشورہ دیا۔

"چپ کر جاو یوسف" اس نے دہل کر سینے پر ہاتھ رکھا۔

"آپ میرے سامنے اس طرح سے روئیں گی تو بتائیں میں کیا کروں پھر؟"

"اتنا اختیار تو دو مجھے کے تمہارے سامنے آنسو ہی بہا سکو، اور کسی کے سامنے رووں گی تو سب وجہ پوچھیں گے"

"بتا دیجئے گا وجہ"

"وجہ تو تم ہو"

"معلوم ہے مجھے۔۔ آپ نے اپنے دل کے درد کی وجہ کو مجھ سے منسوب کر رکھا ہے۔۔"

"تو کیا تم چاہتے ہو حویلی والوں کو میری زبانی علم ہو؟"

"محبت کی دعویدار بھی تو آپ ہی ہیں" اور وہ خاموش ہو گئی۔

سہی تو کہہ رہا تھا وہ۔۔۔ تکان سے سر سیٹ کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

جب حویلی کے احاطے میں گاڑی داخل ہوئی تو وہ دروازہ کھول کر اترنے لگی تھی لیکن یوسف کی آواز پر لاک کھولتے اس کے ہاتھ تھم گئے۔ "میری بات کو سنجیدہ لے کر کسی کے سامنے کچھ کہنے کی بے وقوفی نہیں کیجئے گا ریشام بی بی۔۔"

"خود ہی کہتے ہو اور پھر خود ہی منع کر دیتے ہو" وہ مزید خفا ہوئی۔ "میری جان کی دشمن مت بنیں۔۔ آپ کسی کو کچھ کہیں گی تو آپ کا کچھ نہیں جائے گولی میرے سینے پر ہی لگے گی۔"

"ابھی بھی تمہیں اپنی ہی پڑی ہے"

"ایک تیز نظر اسے دیکھ کر کہا پھر گاڑی سے اتر گئی۔

"کاش وہ اسے بتا پاتا کے اسے اپنی نہیں صرف اس کی پرواہ تھی۔۔"

ایک ہی جگہ بیٹھے رہنا اس کی عادت کے خلاف تھا۔ زخموں میں اٹھتے درد کو نظر انداز کیے وہ پورے کمرے میں یہاں سے وہاں سے آہستہ قدموں سے چل رہا تھا۔

"علاج کرواو اس کا۔ شدید قسم کا ذہنی مرض لاحق ہو چکا ہے اسے" فاز کی زبانی اسے ساری بات کا علم ہوا تو وہ بے زاری سے بولا۔ "وہ سچ میں کافی ڈری ہوئی ہے۔۔ بار بار اسی کا ذکر کیے جا رہی ہے"

"اسی لیے کہہ رہا ہوں۔۔ کل ہی تھپڑ کھایا ہے میں نے اس سے۔۔ جن سمجھ کر غصہ کر رہی تھی مجھ پر"

"تمہیں جن سمجھ کر تھپڑ مار دیا اس نے؟" فاز نے شدید حیرانگی سے اسے دیکھا۔ "شاید میری شکل میں آتا ہو گا اس کے پاس"

مرر میں دیکھتے ہوئے اپنے ماتھے کے زخم کا جائزہ لیتے ہوئے اس نے خراب موڈ سے کہا۔ زخم کو ٹھیک ہونے میں ابھی وقت لگنا تھا۔ "لیکن وہ تو کہہ رہی تھی کے وہ جن انسانوں سے مشابہت رکھتا ہے۔۔"

"تو میں کیا تمہیں کوئی ماورائی مخلوق نظر آ رہا ہوں؟" عاشر نے کینہ طوز نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ گڑبڑا اٹھا۔

سر پر دوپٹہ لیے وہ ادب سے کافی دیر سعادت غازی کے روم میں بیٹھی رہی تھی۔

جب انھیں ساری بات کا علم ہوا تو انھوں نے اسے اپنے پاس بلا کر کافی دیر تک اس سے یہاں وہاں کی باتیں کرتے ہوئے اس کا دھیان بٹانے کی کوشش کی تھی۔

"نماز پڑھتی ہو نا بریزے؟"

"جی دادا جان۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا

"ساتھ میں جتنا ہو بھی ہو سکے قرآن بھی پڑھنے کی عادت بناو۔ ہر نماز کے بعد پانچ آیت، دس آیت جتنی بھی ہو سکے سمجھ کر پڑھا کرو۔۔ خالی ذہن تو شیطان کا کارخانہ ہوتا ہے۔۔ فارغ بیٹھی رہو گی تو اسی طرح کے خیال ہی آئیں گے۔۔ کوشش کرو اپنی روٹین کو بزی کرنے کی۔۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔ میں بھی اب تنگ آچکی ہوں۔۔ اسی لئے آگے پڑھنے کا ارادہ کر لیا ہے" پر عزم انداز میں وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "یہ تو بہت اچھی بات ہے۔۔" وہ اس کے فیصلے سے خوش تھے۔

جسے پڑھائی جاری رکھنے کے لئے کوئی قائل نہیں کر پایا تھا۔ وہ کام اس جن کے خوف نے کر ڈالا تھا۔ چلو یہ بھی ٹھیک ہوا۔ جن کی بدولت ہی سہی اس نے اپنا فیصلہ تو بدلا۔

"میں عاشر کی یونیورسٹی میں ایڈمشن لے رہی ہوں۔۔ آپ اسے سمجھا دیجئے گا کے فضول میں میرے ساتھ لڑائیاں نہ کرے۔۔ اور جب میں کہوں تو میری ہیلپ بھی کر دیا کرے" "میں کہہ دوں گا بشرطیکہ وہ میری بات سن لے"

"میں اس کو بھیجو آپ کے پاس؟"

"اس کی طبعیت ٹھیک نہیں ہوئی ہے ابھی تک۔۔ پھر بھی کہہ دینا کے میں نے بلایا ہے" "ٹھیک ہے۔۔"

ادب سے کہتے ہوئے وہ ان کے روم سے باہر نکل آئی۔ "اب یہ فاطم میرے سامنے آیا تو ہرگز لحاظ نہیں کروں گی اسکا۔۔ دادا جان سے بھی باتیں سننی پڑ گئی اسکی وجہ سے۔۔ جب تک اپنی آنکھوں سے اسے نہیں دیکھیں گے یہ لوگ یقین ہی نہیں کریں گے کے مجھ پر جن کا سایہ ہے" اپنے ہی آپ سے بڑبڑاتے ہوئے آخر میں اس بے جھرجھری لی۔ "کبھی سوچا بھی نہیں تھا کے مجھے بھی جن دکھائی دینے لگیں گے۔۔"

اپنی سوچوں کو جھٹکتے ہوئے وہ ہلکی سے دستک دے کر روم میں داخل ہوئی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

جہاں اسکا شاہانہ کمرہ خالی پڑا تھا۔اسے وہاں موجود نہ پا کر وہ باہر جانے کو مڑی تھی جبھی کسی خیال کے تحت اس کے قدم تھمے۔ بالکنی کا گلاس ڈور کھلا ہوا تھا۔

جہاں سے خنک ہوائیں اندر داخل ہو رہی تھی۔ دبے قدموں سے وہ اس جانب بڑھ گئی

ریلینگ پر ایک ہاتھ رکھے دوسرے ہاتھ میں سگریٹ دبائے۔ وہ وہاں سے نظر آتے مناظر کو دیکھنے میں مشغول اسکی آمد کا نوٹس ہی نہیں لے پایا تھا۔ "عاشر تم سگریٹ پی رہے ہو؟" اس کی آنکھوں میں تحیر تھا۔ حویلی کے کسی مرد اور لڑکے کو اسموکنگ کی عادت نہیں تھی۔اس کی اچانک آمد پر وہ گڑبڑا اٹھا۔ "تمہیں اس سے مطلب؟ اپنے کام سے کام رکھو" روڈ لہجے میں کہتے ہوئے اس نے بریزے کو زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔

لیکن ہلکا سا ڈر ضرور تھا کے کہیں وہ کسی کو کچھ بتا نہ دے۔ "ابھی جا کر سب کو بتاتی ہوں۔اور سب سے پہلے تو دادا جان کو بتاوں گی۔۔" اس نے دھمکی ہی ایسی دی تھی کے اس بار وہ اسے نظر انداز نہیں کر پایا تھا۔ فوری طرف پر سمجھ نہیں آیا کے کس طرح اس کا منہ بند کرے۔ سگریٹ زمین پر پھینکتے ہوئے وہ اس کی جانب مڑا۔

آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ کر چہرے پر گہری سنجیدگی طاری کی، ماتھے پر تیوریاں چڑھائے وہ بھاری آواز میں بولا۔ "میں جن ہوں۔۔ بھاگ جاو یہاں سے۔۔۔"

اپنی جان میں تو اس نے ڈرانے کی بھرپور کوشش ہی کی تھی۔ لیکن عاشر کا یہ انداز دیکھ کر وہ بھاگنے کے بجائے کینہ طوز نگاہوں سے اسے گھورتی رہی۔اب اس بے چارے کو کیا معلوم کے بریزے کا جن اسے ڈرایا نہیں کرتا تھا۔۔ "جن تمہاری طرح کھڑوس نہیں ہوتے۔۔احمق انسان"

"احمق کسے کہہ رہی ہو؟"

"تمہیں ہی کہہ رہی ہوں۔۔اپنی حماقت کی وجہ سے تم نے اپنا یہ حشر کروالیا۔۔ مجھ سے سہی ٹون میں بات کیا کرو ورنہ اور بھی حالت بگڑ سکتی ہے" سینے پر ہاتھ باندھے اس نے تنفر سے کہا۔ "تو میری یہ حالت تمہارے اس جن نے کی ہے؟" عاشر کا اشارہ اس کے بائیک ایکسیڈنٹ کی جانب تھا۔ "تمہیں ابھی بھی کوئی شک ہے؟" اس نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائی۔ "اوہ۔۔"

اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "یعنی میں تمہیں تکلیف دوں گا تو تمہارا وہ جن آ کر مجھ سے بدلہ لے گا؟" تمسخر سے کہتے ہوئے اس نے ریلینگ سے نیچے جھانکا۔

اس کا کمرہ دوسرے فلور پر تھا۔ بالکنی سے نیچے لان تک کافی فاصلہ تھا۔ وہاں سے نظریں ہٹا کر دوبارہ اسے دیکھتے ہوئے وہ حرکت میں آیا۔ اچانک ہی اس نے جارحانہ انداز میں بریزے کے دونوں بازو پکڑ کر اپنی جانب کھینچ لیا تھا۔

اپنے پر تعیش آفس میں راکنگ چیئر پر بیٹھے سامنے پڑی فائل کو دیکھتے ہوئے وہ ساتھ ہی زید سے بھی مخاطب تھا۔ جو اسے آرڈرز کے متعلق تفصیلات دے رہا تھا۔

"آرڈر مکمل ہو چکا ہے سر، انشاءاللہ جلد ہی ڈیلیور بھی کر دیا جائے گا

"آگے سے دھیان رکھنا زید۔۔ اگلی بار یہ کوتاہی نہیں ہونی چاہئے" اس نے سنجیدگی سے باور کروایا۔ جب ہی کوئی جھٹکے سے دروازہ کھولتے ہوئے اندر آیا۔ جہاں زید اس کی بدتمیزی پر گڑبڑایا وہیں وہ سپاٹ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ مہرماہ کو معلوم نہیں تھا کے سالار کے ساتھ کوئی اور بھی موجود ہے۔ اس لئے بے دھڑک اندر آ گئی تھی۔

"آ۔۔ آئم سوری۔۔ مجھے لگا اس وقت روم میں کوئی بھی نہیں ہے۔ اس لیے آ گئی تھی"

خجالت سے مسکرا کر کہتے وہ باہر چلی گئی تھی۔ پھر دوبارہ دستک دے کر اندر آئی۔

"آئم سوری ٹو سر۔۔ میں انھیں سمجھا دوں گا" زید شرمندگی سے بولا۔

"ضرورت نہیں، اسے میں خود سمجھا دوں گا۔ تم جا سکتے ہو" فائل بند کر کے اسے دیتے ہوئے سالار نے سنجیدگی سے کہا تو اوکے سر کہتا اٹھ کر چلا گیا۔

"فرمایئے۔۔ میرے روم میں تشریف لانے کے لئے کس چیز نے مجبور کیا آپ کو؟"

"انھوں نے۔۔" مہرماہ نے چند فائلز اس کے سامنے رکھی۔

"یہ میرا کام نہیں ہے میں کیوں کروں؟ مجھے کیوں بجھائی ہیں یہ فائلز؟"

"تو کیا کام ہے تمہارا؟"

"تمہاری سیکریٹری ہوں۔ صرف تمہارے شیڈول کی ذمہ داری ہے مجھ پر۔ کب تمہیں کہاں جانا ہے، کس کے ساتھ میٹنگ ہے، کس کو ٹائم دینا ہے، کس کو نہیں دینا ہے، تمہاری طرف سے کسی کو ای میل بھیجنی ہے، فون کال کرنی ہے، میسج کرنا ہے یا ان سب کو تمہارے بی ہاف پر ریسیو کرنا ہے۔۔ صرف اتنی ذمہ داری ہے مجھ پر" سر ہلاتے ہوئے وہ دھیان سے اسے روانی میں کہتے ہوئے سن رہا تھا۔

"لیکن یہ سب کام تو میرے لیے زید کر رہا ہے" اس کی طویل بات کے جواب میں اس نے لہجے میں حیرانگی سموتے ہوئے کہا۔ "تو تم کل ہی واپس آئے تھے اپنے ٹرپ سے۔ اور آتے ہی مجھے بار بار کافی بنانے پر لگا دیا۔۔ اور آج ان فائلز کا پلندہ بھجوا دیا مجھے"

"میری غیر موجودگی میں کیا کرتی تھیں جب میں یہاں پر نہیں تھا؟"

"وجاہت سر جو کام بتاتے تھے وہ کر لیا کرتی تھی"

"آل رائٹ۔۔ ابھی بھی وہی کام کرو۔۔ میں کچھ دن تک تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتا اس لیے مجھے نظر مت آنا"

"تم نے مجھے یہاں میری تذلیل کرنے کے لیے جان بوجھ کر روک رکھا ہے؟"

"نہیں۔۔" اس نے سادگی سے مہر ماہ کی نگاہوں میں دیکھا۔ "میں واقعی میں تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتا" سالار غازی اس کام میں ماہر تھا۔ اسے معلوم تھا کس طرح اپنے لفظوں سے سامنے والے کو آگ لگانی ہے۔ "ایسی بات ہے تو پھر اب تم سارا وقت میری شکل دیکھو گے۔۔ میں یہاں سے جانے والی نہیں" اس کے سامنے پڑی چیئر گھسیٹ کر وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھ گئی۔ لیکن گھورنا بند نہیں کیا۔ "میں تمہارا باس ہوں۔۔ تمہیں میرا حکم ماننا چاہئے مس مہر ماہ" اس کے انداز میں ہلکا پھلکا پن تھا۔ مہر ماہ کی حرکت سے اسے زیادہ کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ "نہیں مانوں گی میں۔۔ چاہو تو جاب سے نکال دو۔۔"

طنزیہ مسکراہٹ سے جواب دیا۔ "تم آج بھی ویسی ہی ہو۔۔ ضدی اور بدتمیز"

"بلکل۔۔ میں ایسی ہی ہوں۔۔ اور ہمیشہ ایسی ہی رہوں گی۔۔ ضدی اور بدتمیز"

چبا چبا کر اس کے لفظوں کو دہرایا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

اس کی پشت ریلینگ کی آہنی جالیوں سی لگی تھی۔اس نے سیکینڈ میں یہ حرکت کی تھی وہ سنبھل بھی نہ پائی تھی۔"اگر تمہیں یہاں سے پھینک دوں تو؟؟"

سرد ہوائیں ان دونوں سے ٹکرا رہی تھیں۔عاشر کا لہجہ بھی ان کی طرح تھا سرد، خون جما دینے والا۔"ایسے مت کرنا عاشر۔۔"ڈر وخود اس کے چہرے پر رقم تھا۔

دونوں ہاتھوں میں اس کا گریبان سختی سے پکڑے وہ اس سے التجائیں کر رہی تھی۔

"کیا وہ آئے گا مجھے نقصان پہنچانے؟"

"میں اسے کہوں گی کے تمہاری جان لے لے۔۔"

آنسوؤں سے اس کی آنکھیں بھرنے لگی تھی۔شدید خوف کے زیر اثر بھی وہ باز نہیں آئی تھی۔"میری جان؟۔۔۔کیا اس میں اتنی ہمت ہے کے وہ میری جان لے سکے؟"

"وہ جن ہے۔۔"

"جن۔۔یعنی آگ"

وہ مبہم سا بولا۔"وہی آگ جو تمہیں جلا کر بھسم کر دے گی"اس کی آنکھوں میں دیکھتی وہ نفرت سے بولی۔کھلے ہوئے بال اس کے چہرے کے گرد تسلط جما رہے تھے۔

"اسکی وجہ سے تم نے مجھے تھپڑ مارا تھا؟"کچھ طبیعت کی خرابی اور کچھ بے خوابی کے باعث اسکی آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے۔چہرے پر سخت انداز اور بھاری آواز۔

بریزے کو اس کا انداز مزید خوف میں مبتلا کر رہا تھا"میں نے۔۔۔جان بوجھ کر۔۔۔نہیں مارا تھا۔۔عاشر"

Mahira Zaynab Khan Novel

جس سچویشن کا وہ شکار تھی۔ مشکل سے ہی اس الفاظ اس کے لبوں سے ادا ہو رہے تھے۔ "لیکن۔۔ میں تمہیں۔۔۔ جان بوجھ کر ہی۔۔۔ یہاں سے پھینکوں گا۔۔" "عاشر نہیں!!" بریزے نے اتنی سختی سے اس کی شرٹ کو پکڑا ہوا تھا کے اس کے تیز ناخن اس کی گردن پر خراشیں ڈال گئے تھے۔۔

جن کی تکلیف کو خاطر میں لائے بغیر اس نے جھٹکے سے اسے چھوڑتے ہوئے پیچھے کیا۔

"آئندہ میرے کمرے میں قدم بھی مت رکھنا۔۔ ورنہ میں بہت برا پیش آوں گا تمہارے ساتھ۔" تنبیہہ سے زیادہ اس کا انداز دھمکانے والا تھا۔

سختی سے کہہ کر وہ وہاں سے نکل کر روم میں چلا گیا تھا۔ "جنگلی انسان۔۔"

اس نے دکھتے ہوئے بازو کو سہلاتے ہوئے اس کی پشت کو گھورا۔

عاشر کی اس حرکت سے اس کی جان بس نکلنے کو تھی۔ اگر تو وہ پاگل انسان واقعی میں اسے وہاں سے پھینک دیتا تو۔؟ اس سے آگے تو وہ تصور بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"ماں آپ نے بلایا تھا؟" دروازہ ناک کرتے ہوئے وہ اندر آیا۔ جہاں سفینہ غازی اس کی منتظر تھیں۔ "بیٹھو میں نے کچھ بات کرنی ہے تم سے" ان کا انداز غیر معمولی تھا۔ "سب خیریت ہے؟" سالار نے کچھ چونک کر ان کے چہرے کی سنجیدگی دیکھی۔

"تمہارے بابا چاہتے ہیں کے ریشام سے تمہاری شادی ہو۔۔" انھوں نے لگی لپٹی رکھے بغیر کہا۔ "تو؟" سالار کو سمجھ نہیں آئی تھی کے اس میں ایسی کیا خاص بات تھی۔

"کیا تم راضی ہو؟" سفینہ غازی نے حیرت سے پوچھا۔

"بابا جان نے مجھ سے بات کی تھی اس بارے میں، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔"

"کیا تمہیں بھی اپنے باپ کی طرح ریشام کی جائیداد میں زیادہ دلچسپی ہے؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ کیا آپ کو میں ایسا لگتا ہوں؟" اس نے ناراضگی سے پوچھا۔ "پھر میری بات مان لو۔۔ ریشام کے لئے انکار کر دو اپنے بابا کو"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ ریشام کی شادی مجھ سے نہیں ہو گی تو کس سے ہو گی؟ جب گھر میں ہی رشتہ موجود ہے تو باہر جانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"تمہیں گھر میں ہی شادی کرنی ہے تو بریزے سے کر لو۔ ریشام کی تو فاز سے بھی ہو سکتی ہے"

"آپ ریشام کے لئے اپنے دل میں نرمی پیدا نہیں کر سکتیں؟" سالار نے بے بسی سے انھیں دیکھا۔ "وہ لڑکی آپ کے بیٹے کی خوشی ہے۔ یہی سوچ کر اسے قبول کر لیں"

"وہ لڑکی نہیں، اس لڑکی کی پراپرٹی تمہاری خوشی ہے۔۔ ماں ہوں تمہاری، مجھے اپنے لفظوں کے جال میں الجھانے کی کوشش مت کرنا۔۔"

سفینہ غازی نے تیز لہجے میں دو ٹوک کہا۔ وہ اٹھ کر ان کے سامنے کھڑا ہوا۔

شانوں سے تھام کر نرمی سے بولا۔ "جب آپ جانتی ہی ہیں تو پھر مان کیوں لیتیں میری بات۔۔؟"

"میں ہر گز اسے اپنی بہو نہیں بناؤں گی سالار" اس کے ہاتھ جھٹکتے ہوئے انھوں نے تنفر سے کہا۔

"کیا لگتا ہے آپ کو؟ یہ خاتون کیک بنانے میں کامیاب ہو پائیں گی آج؟"

چیچ کو مائیک بنائے دائم کے سامنے کئے وہ سنجیدگی سے اس کے تاثرات جاننے کا خواہش مند تھا۔ "ویل۔۔" وہ بھی سنجیدہ سا سینے پر بازو لپیٹے کھڑا پر سوچ سے انداز میں اپنے خیالات بتا رہا تھا۔ "کیک کا تو پتا نہیں۔۔ لیکن آج پھر وہ راشن ٹھکانے لگنے والا ہے جو میں چار گھنٹے کی خواری کر کے لاتا ہوں۔" آخر میں وہ افسوس سے بولا۔

"تم دونوں اپنا یہ شو باہر جا کر بھی کر سکتے ہو۔۔" ماشا نے مصروف سے انداز میں ساتھ ہی انھیں گھر کا تھا" ماشا تمہیں کون سی خوشی ملتی ہے ہمارے کچن کا کباڑا کر کے ؟ بھابھی تو سائیڈ پر ہو جاتی ہیں سمیٹنا مجھے پڑتا ہے" دائم بے بسی سے اس سے محو سوال تھا۔

"دیکھو میرا دھیان مت بٹاو۔۔ کیک خراب ہوا تو میں نے تم دونوں کا حشر کر دینا ہے"

"کیک تو بیکری سے بھی آ سکتا ہے۔۔ پیسے بھی کم لگیں گے اور ذائقے میں بھی اچھا ہو گا۔ لیکن تم نہ صرف یہاں اتنی مہنگی چیزوں اور وقت کا ضیاع کر رہی ہو ساتھ میں کچن بھی پھیلا رہی ہو"

"میں نے فرمان بھائی سے کہا تھا کے ان کی برتھ ڈے پر میں ہی کیک بناوں گی۔۔ اب جاو یہاں سے اور مجھے سکون سے بنانے دو"

دائم اور مہد دونوں ہی ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔ "تم دونوں مت تنگ کرو اسے۔۔ بار بار ڈسٹرب کرو گے تو وہ کیسے ٹھیک سے بنا پائے گی ؟" اس کی مدد کرواتی عیشہ نے بھی ان دونوں کو تنبیہ کی۔ جب ہی اچانک سے اوپری پورشن سے ایک شور بلند ہوا۔ آوازیں ایسی تھیں جیسے بھاری ساز و سامان کو پوری قوت سے اٹھا کر پھینکا جا رہا ہو۔۔ "اللہ خیر۔۔۔ لگتا ہے آج تو بری طرح طیش آیا ہے"

مہد نے دہل کر سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "کس کو ؟"

ماشا نے ناسمجھی سے پوچھا۔ "داریان بھائی کی ایکس گرل فرینڈ کو اور کس کو۔۔ اب کیا بتاوں تمہیں۔ محبت کرتے تھے ایک جن زادی سے لیکن پھر بریک اپ ہو گیا۔ اب کبھی کبھار آ جاتی ہے غصہ کرنے"

"جن۔۔ جن زادی ؟"

کیک کا آمیزہ پھینٹتے ہوئے اس کے ہات لرز گئے۔ "فضول مت بولو مہد"

عیشہ نے بیلن اس کے شانے پر دے مارا۔ فرمان کے لاکھ سمجھانے کے بعد بھی وہ کہاں مانتے تھے۔ ایسی سچویشن میں مہد اور دائم تو سیڑھیوں کے قریب بھی نہیں جاتے تھے۔

فرمان اسٹڈی روم میں تھے۔ جب شور کی آواز ان تک گئی تو وہ تیزی سے اوپر کی جانب بھاگے۔ ان کے علاوہ وہ کسی اور کے قابو میں نہیں آتا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"دیکھو بہن۔۔میری بات شاید تمہیں بری لگے لیکن اس جن زادی کے ہوتے ہوئے تمہاری جگہ نہیں بن سکتی درانی پیلس میں۔ صاف بتا رہا ہوں میں"

مہد نے صاف گوئی حد کر دی تھی۔جبکے وہ کیک بھول بھال کر حیران پریشان سی کھڑی تھی۔"تم نے کہا تھا وہ کسی سے کمیٹڈ ہیں؟"

اس کی سرسراتی آواز نکلی۔"بریک اپ ہوئے تو عرصہ ہو گیا۔لیکن وہ کافی وفادار قسم کے انسان ہیں۔۔ابھی تک خود کو اس کا پابند سمجھتے ہیں"

"بھابھی۔۔"وہ روہانسی ہوتے ہوئے عیشہ کی جانب مڑی۔"جن۔۔جن زادی سے محبت کرتے ہیں وہ؟"اس کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو تیرنے لگے۔"ان کی فضول باتیں مت سنا کرو ماشا۔۔ایسا کچھ بھی نہیں ہے"اسے گلے لگا کر تسلی دیتے ہوئے وہ ساتھ ہی ان دونوں کو بھی گھر کا جو کوئی موقع نہیں چھوڑتے تھے اسے تنگ کرنے کا۔۔

"دوسروں کو جن سے مشابہت دیتی ہے۔جبکے خود ایک پوری چڑیل ہے"

ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے وہ اپنی گردن اور سینے پر لگے اس کے ناخنوں کی خراش کو دیکھ رہا تھا۔جن میں اب جلن محسوس ہو رہی تھی۔یہ تو جیسے طے تھا کے اسے ہر تکلیف اور ہر درد صرف لڑکی کی وجہ سے ہی ملنا تھا۔

دروازے پر دستک کی آواز ابھری تو وہ سر جھٹکتے ہوئے وہاں سے ہٹ کر دروازے کی جانب آیا۔لاک ہٹا کر گیٹ کھولا تو سامنے فاز کھڑا تھا۔

"ایسے کون سے کام کرتے ہو جو تمہیں لاک لگا کر رکھنا پڑتا ہے روم میں؟"

وہ اچھنبے سے کہتے ہوئے اندر چلا آیا۔عاشر نے دوبارہ دروازہ لاک کر دیا۔

"یہ کیا ہوا؟"فاز نے اس کی گردن پر پڑی خراشوں کو دیکھتے ہوئے چونک کر پوچھا۔

"ایک چڑیل نے حملہ کر دیا تھا" خراشوں پر انگلیاں پھیرتے ہوئے وہ اکھڑے لہجے میں بولا۔ "کیوں جھگڑا کرتے ہو اس سے ؟ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو نا تم"

"میں کہاں جھگڑا کرتا ہوں اس سے ؟ وہ خود ہی کوئی نہ کوئی بات نکال لیتی ہے"

"تم نظر انداز بھی تو کر سکتے ہو"

"اپنی بہن کی اتنی سائیڈ لینی ہے تو نکل جاو میرے روم سے"

"غصہ مت کرو۔۔ میں صرف تمہیں سمجھا رہا تھا۔"

"مجھے سمجھ نہیں آ رہا تم کیا سمجھانا چاہتے ہو مجھے ؟"

"صرف اتنا کے بریزے سے دور رہو اگر تمہاری اس سے نہیں بنتی تو۔۔ وہ میری بہن نہیں ہے۔۔ اس سے بہت بڑھ کر ہے میرے لئے۔" عاشر نے اس کی بات کے جواب میں کچھ نہیں کہا۔

یقیناً اس کی بھائیوں والی غیرت جوش مار رہی تھی۔ "ٹھیک ہے بھئی نہیں لڑوں گا تمہاری سائیکو بہن سے اب۔۔ یہ بتاو میرے لیپ ٹاپ کا چارجر ٹھیک کر دیا تم نے ؟ صبح سے دے رکھا ہے میں نے" اس نے بہتر یہی جانا کے وہ ٹاپک ہی ختم کر دیا جائے۔ اس لئے بات پلٹ دی تھی۔ فاز کوئی جواب دینے لگا تھا جبھی دروازہ ناک ہوا۔

"اب کیا مسئلہ ہو گیا ہے۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھا۔

لاک کھول کر جیسے ہی دروازہ کھولا تو سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر ساکت رہ گیا۔

"مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کے تمہارا چارجر اب ٹھیک ہونے کے قابل نہیں رہا۔۔ بہتر ہو گا نیا خرید لو۔۔" ہاتھ میں لیپ ٹاپ اور چارجر پکڑے وہ اپنی ہی کہے جا رہا تھا۔ جبکے عاشر کو زمین و آسمان دونوں ایک ساتھ گھومتے ہوئے معلوم ہو رہے تھے۔ حویلی کے در و دیوار جیسے اس کے سر پر آ گرے تھے۔

اس نے دروازہ آدھا کھولا ہوا تھا۔ جبھی باہر کھڑا فاز دیکھ نہیں سکتا تھا کے اندر کیا ہو رہا ہے۔ عاشر نے جھٹکے سے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

انتہائی سیاہ آنکھوں اور سفید چہرے والا وہ شخص مبہم سے مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ وہ چہرہ اب فاز کا نہیں تھا۔ وہ وہی چہرہ تھا جسے وہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ اپنے ایکسیڈنٹ سے پہلے۔۔

"کیا ہو گیا ہے چار جر خراب ہونے کا صدمہ ہی لے لیا ہے تم نے؟" فاز کو اس کا انداز سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ "اندر مت آنا۔" درشتی سے کہتے ہوئے فاز کے منہ پر دروازہ بند کر کے اس بے بالٹ چڑھا دیا۔ دو سیکنڈ آنکھیں بند کر کے گہری سانس بھری۔ پھر مڑ کر دیکھا۔ لیکن کمرہ خالی تھا۔۔

تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے فرمان اوپر پہنچے جہاں لاؤنج ابتر حالت میں موجود تھا۔ کوئی ایک چیز بھی ٹھکانے پر نہیں تھی۔ سب کچھ ٹوٹا بکھرا سا پڑا تھا۔ وہیں وہ بھی سینٹر میز سے ٹیک لگائے نیچے کارپیٹ پر بیٹھا دکھائی دیا۔ اس کی حالت ان ساز و سامان سے مختلف نہیں تھی۔

"داریان۔۔" اس کے قریب بیٹھے ہوئے فرمان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے پکارا۔ جس نے سر جھکائے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا رکھا تھا۔ "داریان۔۔۔ مجھے دیکھو" فرمان نے اس کے ہاتھ چہرے سے ہٹا دئے تھے۔ جہاں پتھریلے تاثرات سجے تھے۔ لیکن نم آنکھوں میں سرخ ڈورے کافی واضح تھے۔ "تھک گیا ہوں میں فرمان بھائی۔۔۔ بہت تھک گیا ہوں۔۔" اس کی ہلکی سی آواز میں بھی ٹوٹے کانچ کی کرچیاں شامل تھیں۔ فرمان کو بامشکل ہی اس کی آواز سنائی دی۔ "اس کی یادیں کیوں میرا پیچھا نہیں چھوڑتی ہیں؟" پیروں کے قریب گرا گلدان اٹھا کر اس نے پوری قوت سے سامنے دیوار پر دے مارا تھا۔ وہ ضبط کی انتہا پر تھا۔ نگاہوں میں جیسے شعلوں کی لپک تھی۔

ایک بے نام سی اذیت اس کے پورے وجود میں سرائیت کر رہی تھی۔ بس نہ چلتا تھا کے خود کو ہی ختم کر ڈالے۔ "کیوں کے تم اس سے پیچھا چھڑوانا ہی نہیں چاہتے۔۔ تم ان تکلیف دے یادوں کو بھولنا ہی نہیں چاہتے ہو۔۔" اس نے ضبط سے سرخ پڑتے چہرے

کے ساتھ فرمان کو دیکھا جو ہمیشہ کی طرح اسے نرمی سے سمجھانے کے بجائے آج اس پر برہم تھے۔اور وہ غلط بھی تو نہیں تھے۔اس نے کچھ کہنے کے بجائے آنکھ کے گیلی کناروں کو ہاتھ کی پشت سے صاف کیا۔ پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"اپنی قسمت سے شکوہ کناں ہو تم؟"فرمان کی بات نے اس کے قدم جکڑ لئے۔مڑ کر ان کی نگاہوں میں دیکھا۔جہاں تاسف تھا۔ "شکوہ کناں؟اگر شکوہ کناں ہوتا تو کیا آج یہاں ہوتا؟"داریان کی نیلی نگاہوں میں فرمان کے لئے شکوہ تھا۔کیا وہ اتنی سی بات تھی جو وہ آسانی سے بھلا بیٹھا تھا۔؟"اللہ کی رضا میں راضی ہوں۔اس کے فیصلے کو مان لیا ہے لیکن۔۔ایک عرصہ اس کے ساتھ گزارا ہے۔۔ کبھی بھولے بھٹکے اس کی یاد آجاتی ہے تو خود کو روک نہیں پاتا اسے یاد کرنے سے "کیا تھا اس کے لہجے میں؟اذیت؟ کرب؟شکست؟فرمان کو وہ آج بہت ٹوٹا بکھرا سا لگا۔

"کچھ دیر تنہا رہنا چاہتا ہوں"فرمان کو لامتنائی سوچوں کے سپرد کر کے سپاٹ سے لہجے میں کہتے ہوئے وہ اپنے روم میں چلا گیا تھا۔"بھولے بھٹکے کی یاد؟"زیر لب بڑبڑاتے ہوئے فرمان نے ایک نظر پورے لاؤنج پر ڈالی۔جہاں دل بھی کر اس نے اپنے اندر کا اضطراب نکالا تھا۔جو ان کے لئے کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں تھی۔

"اللہ اسے صبر دے۔"گہری سانس بھر کر ایک افسوس سی نظر اس کے بند دروازے پر ڈالتے ہوئے وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے آگئے۔چہرے پر از حد سنجیدگی اور داریان کی جانب سے فکر مندی تھی۔

تحیر سے آنکھیں پھیلائے وہ سارے کمرے میں دیکھ رہا تھا جہاں کسی ذی روح کے موجود ہونے کا امکان تک نہ تھا۔وہ اس کا وہم نہیں تھا!ہو بھی نہیں سکتا تھا۔۔

پچھلی بار کی طرح وہ صرف جھلک دکھا کر غائب نہیں ہوا تھا۔بلکے اس بار اس کے سامنے آکر،اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے زو معنی الفاظ میں کہہ کر گیا تھا۔

اور کہنے سے زیادہ سمجھا کر گیا تھا کے بریزے سے دور رہے۔بریزے سے دور؟عاشر کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفلوج ہو رہی تھی۔یعنی وہ جھوٹ نہیں کہہ رہی تھی۔وہ اس کے سامنے ظاہر ہوتا تھا۔اس سے باتیں کیا کرتا تھا۔

"اوہ گاڈ۔۔"اس کے اعصاب مضبوط تھے۔ جبھی ایک جن زاد سے ہم کلام ہونے اور اس کے اپنی آنکھوں کے سامنے غائب ہونے سے بھی چیخا چلایا نہیں تھا۔

لیکن اس کا دل اب اتنا مضبوط بھی نہیں تھا۔ خوف تو اس کے دل میں اپنی جگہ بنا چکا تھا۔

دونوں ہاتھوں کو گود میں رکھے وہ لب کچلتے ہوئے اطراف میں دیکھ رہی تھی۔ عبیر کی عالیشان سی اسٹڈی میں اونچی ریکس میں دنیا جہاں کی کتابیں سجی ہوئی تھیں۔ جن کے ساتھ ساتھ کچھ اینٹک پیسز بھی اس روم کی شان بڑھا رہے تھے۔ وہ اس کے سامنے آکر راکنگ چیئر پر بیٹھا۔ دونوں کے درمیان بڑی سی شیشے کی میز پڑی تھی۔ "اب تفصیل سے بتاو مجھے کیا چل رہا ہے تمہارے دماغ میں؟" ہاتھ کو باہم سا ملا کر میز پر رکھے وہ پوری طرح اسکی جانب متوجہ ہوتے ہوئے اسے پزل کر گیا تھا۔ اب تو اس بات کا ذکر کرتے ہوئے بھی خفت کا احساس ہوتا تھا کے اس کی بات کو سمجھے بنا ہی سامنے والا اسے پاگل قرار دیتا تھا۔"

"میں جانتا ہوں ریشام کی طرح تمہیں کتابیں پڑھنے کا شوق نہیں ہے اس لیے میں تمہارے بارے میں زیادہ فکر مند ہوں کے تمہارے دماغ میں آخر یہ خناس کہاں سے بھرا ہے؟"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں جو کتابیں پڑھتے ہیں صرف وہی اس طرح کی سچویشن کو فیس کرتے ہیں؟"اس کے چہرے پر خفگی چھا گئی تھی۔

"سم ٹائمز لوگ جو کچھ پڑھتے ہیں وہ چاہ کر بھی اپنے ذہن سے جھٹک نہیں پاتے۔ کچھ لوگ صرف وقت گزاری اور انجوئے منٹ کے لیے کہانیاں پڑھتے ہیں۔ جبکے بعض لوگ ان کہانیوں میں اس حد تک کھو جاتے ہیں کئی کئی دن تک اس کے سحر سے نکل نہیں پاتے۔ چلتے پھرتے سوتے جاگتے وہ ان کہانیوں کے کرداروں کو اپنے آس پاس محسوس کر رہے ہوتے ہیں۔ ان کہانیوں کے کرداروں کی فیملیز ان کی ٹریجڈی ان کے جذبات وہ سب اس پڑھنے والے پر بھی اثر ڈالتے ہیں۔ اسی لیے میں تم سے پوچھ رہا تھا کے تم کتابیں نہیں پڑھتیں تو پھر ایک جن زاد کی کہانی تمہارے ذہن پر کیسے اثر کر رہی ہے؟"

بریزے اس کے پھر سے یقین نا کرنے پر کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن کہتے کہتے ایک دم سے رک گئی۔ وہ سیاہ لباس والا شخص عبیر کی پشت پر کھڑا تھا۔ بڑی سی دیوار گیر ریک سے ٹیک لگائے سینے پر بازو لپیٹے مطمئن سا بریزے کو دیکھ رہا تھا۔ "آپ کو لگتا ہے میں اپنی

طرف سے کہانی بنا کر پیش کر رہی ہوں؟" وہ بدستور عبیر کے پیچھے اس شخص کو دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں پوچھ رہی تھی۔ "اور اس کے علاوہ میں کیا سمجھوں؟ میری طرف دیکھ کر بات کرو بریزے" اسے حیرانگی ہوئی تھی کے وہ اسے دیکھنے کے بجائے اس کے پیچھے کیوں دیکھ رہی تھی لیکن اس کی نظروں کا تعاقب کیے بنا ہی اس نے اسے ٹوکتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو وہ بے ساختہ چونک کر سیدھی ہوئی۔ بے ارادہ سی نگاہ دوبارہ اس کی جانب اٹھی تھی لیکن اب وہاں کوئی بھی نا تھا۔ عبیر اس کے چہرے کے اتار چڑھاو کو بغور دیکھ رہا تھا

" Hallucination are typically a psycosis-related disorder"

"یہ ایک ایسی دماغی بیماری ہے جس میں کوئی شخص کسی وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسے اپنے آس پاس ایسے کچھ مناظر یا لوگ دکھائی دے رہے ہوتے ہیں، کچھ ایسی آوازیں سنائی دے رہی ہوتی ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ بعض دفعہ تو انسان اپنے ہاتھوں سے ایسا کچھ محسوس بھی کر رہا ہوتا ہے جو صرف اس کا تصور ہوتا ہے۔ اسے نظر کا دھوکا یا فریب نظر بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ ہے صرف اسٹریس، منفی سوچیں اور ٹراما"

بریزے نے پلکیں گرالی تھیں۔ دل میں بہت آہستہ سے کچھ ٹوٹا تھا۔ کوئی اسے سنجیدہ لینے کو تیار ہی نہیں تھا۔ "آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں میں کتابیں نہیں پڑھتی۔ میں نے سپر نیچرل اور سائنس فکشن بیسڈ کئی ایسے ڈرامے اور موویز دیکھی تھیں جن میں ۔۔"

"آئی سی۔۔ یعنی میرا اندازہ ٹھیک تھا۔۔" وہ ایک دم کو پیچھے کو ہوتے ہوئے سیٹ سے ٹیک لگاتے ہوئے اس کی بات کاٹ گیا۔ "میں تمہارا بڑا بھائی ہوں بریزے۔ اسی ناطے تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں کے اس قسم کی چیزوں کو اپنے دماغ میں جگہ مت دو۔ تم ایک پڑھی لکھی، باشعور لڑکی ہو۔ تمہارے اندر اتنی سینس ہونی چاہیئے کے تم آئندہ اس قسم کی بیوقوفانہ باتیں نا کرو۔ حویلی میں سب تمہیں لے کر بہت فکر مند ہیں۔ ہم سب تمہاری بہت پرواہ کرتے ہیں تم یہ مت سمجھو کے ہمیں تم سے بیزاریت محسوس ہو رہی ہے یا ہم جان بوجھ کر تمہیں غلط ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے تو اپنی جگہ ٹھیک کہہ رہی ہو اور ہم سب غلط ہوں۔ لیکن اس سے پہلے میں چاہتا ہوں کے تم صرف وہم یا اندازے کی بنیاد پر بات نا کرو۔ ثبوت کے بغیر کوئی تمہاری بات پر یقین نہیں کرے گا۔ میں اس دنیا میں جنات کی موجودگی سے ڈینائی نہیں کر رہا لیکن سم ٹائمز جسے لوگ یہ جناتی مسائل اور سحر وغیرہ سمجھ رہے ہوتے ہیں حقیقت میں بس وہ مینٹل ہیلتھ ڈس آرڈر کی کوئی قسم ہوتی ہے۔ اگر تم اپنے دماغ کو مثبت کاموں کی

طرف لگاو گی تو تم دیکھنا تمہیں خود چینج محسوس ہو گا۔اور تم پر سکون اور مطمئن بھی رہو گی۔میرے سننے میں آیا ہے کے تم آگے ایڈ مشن لے رہی ہو؟ یہ اور بھی زیادہ اچھی بات ہے۔میں تو پہلے بھی تمہارے پڑھائی ادھوری چھوڑنے کے حق میں نہیں تھا۔"

وہ نرم سے اسے سمجھا رہا تھا۔بریز نے نظریں اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا اسے کہیں وہ اس کی آنکھوں کی نمی کو نا دیکھ لے۔جبکے دل شکووں اور غم سے بھرتا جا رہا تھا۔

بیڈ کراون سے ٹیک لگائے وہ آنکھیں موندیں بیٹھی تھی۔پلکوں کی جھالر کو نم کرتے کچھ آنسو بے ترتیب سے اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔آج اسے اپنا آپ بہت اکیلا محسوس ہو رہا تھا۔وہ کسی سے اتنی کلوز نہیں تھی نا ہی اس نے کسی کو اس قابل سمجھا تھا کے اپنا حال دل اس کے ساتھ بانٹ سکتی۔اپنے سارے دکھوں سارے غموں کو اس نے ہمیشہ سینے سے لگا کر رکھا تھا۔کبھی کسی کو بھنک نہیں لگنے دی تھی کے کون سا غم اسے اندر ہی اندر کھائے جا رہا ہے۔آج وہ خود پر ضبط نہیں کر پائی تھی۔آج دل خاموشی سے نہیں ٹوٹا تھا۔اس کے ٹوٹنے کی باز گشت اس کے پورے وجود میں دوڑی تھی۔اس بار معاملہ بھی ایسا نہیں تھا کے اپنی ناقدری پر وہ کچھ دن رو دھو کر پھر سے نارمل ہو جاتی۔یہ زخم تو دل پر بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ایک جانی پہچانی سی خوشبو اس کی نتھنوں سے ٹکرائی تو اس نے آہستہ سے پلکیں اٹھا کر دیکھا۔جہاں بیڈ کی پائنتی کی طرف وہ اسے بیٹھا دکھائی دیا تھا۔ہمیشہ کی طرح اس کے چہرے پر ایک نرم سی مسکراہٹ کی جگہ سنجیدگی سی چھائی ہوئی تھی۔وہ لب بھینچے اس کے آنسو کو دیکھ رہا تھا۔بریزے کا غم اس کے دل اور ذہن پر اس قدر حاوی تھا کے اسے سامنے بیٹھے وجود سے کسی قسم کا کوئی خوف ہی محسوس نہیں ہوا تھا۔"وہ بنا حرکت کیے اسی طرح

پیروں کے گرد بازو لپیٹے پیچھے کو سر ٹکائے بھیگی سے نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔اس کے چہرے پر اس کا کرب صاف دکھائی دے رہا تھا۔"کیا ہوا ہے بریزے؟"وہ جب بولا تو اس کی بھاری لہجے میں نرمی کا تاثر تھا۔"وہی جو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے"وہ خالی خالی سے لہجے میں بولی۔"کوئی میری بات کا یقین ہی نہیں کر رہا کے تم مجھے دکھائی دیتے ہو۔میرا وہم نہیں ہو۔"

"کسی کو یقین دلانا ضروری ہے؟"

"سب مجھے پاگل سمجھنے لگے ہیں۔۔کہتے ہیں کے مجھے کوئی دماغی بیماری لاحق ہو چکی ہے۔"

"تم ان کی باتوں کو دل پر کیوں لیتی ہو؟"

"میں اور کیا کروں؟"

"ان کی باتیں میرا دل دکھاتی ہیں۔۔اگر کوئی کہتا ہے کے اسے کسی کی تلخ اور زہریلی باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو وہ جھوٹ بولتا ہے۔۔خود کو بھی دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہے۔جس کا دل دھڑکتا ہے اسے اچھی بری دونوں باتیں افیکٹ کرتی ہیں۔میں ہمیشہ اگنور کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔لیکن ہمیشہ کی طرح مجھے یہی کہا جا رہا ہے کے میں ایک ناکام لڑکی ہوں۔جسے کسی چیز میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔اس حویلی میں صرف ہم دو لڑکیاں ہیں۔اور بچپن سے ہم دونوں کے درمیان موازنہ ہوتا آیا ہے۔وہ ہر چیز میں پرفیکٹ ہے۔سب سے بیسٹ۔اور دوسری طرف میں ہوں۔ہر چیز میں زیرو۔مجھے ہمیشہ یہی کہا گیا کے تمہیں اپنی بہن کے جیسا بننا چاہئے۔اس سے کچھ سیکھنا چاہیئے۔میں اسکے جیسی نہیں ہوں فاطم!نا میں اس کے جیسی بننا چاہتی ہوں۔سب کی ترجیحات مختلف ہو سکتی ہے یہ بات میرے گھر والوں کو کبھی سمجھ نہیں آئی۔اور انھوں نے کبھی سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔"وہ اسے دیکھے بنا کھوئے کھوئے سے بھیگے لہجے میں کہے جا رہی تھی۔اور وہ دم سادھے ٹرانس کی کیفیت میں اسے بولتے ہوئے سن رہا تھا۔اور اس کے سحر میں خود کو جکڑتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔"مجھے ریشام سے کوئی حسد کوئی بغض نہیں ہے۔وہ میری کزن ہے مجھے اس سے محبت ہے۔لیکن میرے گھر والوں کے رویوں کی وجہ سے میں اس سے دور ہوتی چلی گئی۔میری کوئی بہن نہیں ہے۔میرا دل چاہتا تھا کے میں ریشام کو اپنی دوست بنا لوں،اپنے دل کی ساری باتیں اس سے شئیر کروں۔لیکن وہ اپنے ہی کاموں میں گھری رہتی تھی۔اسے فارغ بیٹھنا پسند ہی نا تھا۔یا تو عبیر بھائی کی اسٹڈی میں بیٹھ کر گھنٹوں تک کتابیں پڑھتی رہتی تھی یا پھر کچن میں کوئی نئی ڈش ٹرائی کر رہی ہوتی تھی۔ایسا کون سا کام تھا جو اسے پسند نہیں تھا۔اس کے برعکس میری نیچر بلکل ہی مختلف تھی۔میں کسی کام

کو شوقیہ کرنے لگتی بھی تو تھوڑے سے عرصے میں ہی مجھے اس سے بیزاری ہو جاتی تھی۔ مجھے نہیں معلوم میری یہ عادت کیوں اور کیسے پڑی۔ لیکن یہ آج بھی میرے ساتھ ہے۔ آج بھی میں پہلے کی طرح ہوں۔ ناکام اور وہ آج بھی پہلے کی طرح ہے۔ پرفیکٹ

کبھی کسی نے کھل کر مجھے جتایا نہیں کے میں اس سے کمتر ہوں۔ نا اس کی طرح پڑھائی میں اچھی ہوں اور نا ہی کئی طرح کے ہنر میں مہارت رکھتی ہوں" اس نے لمحے کو رک کر گیلی سانس اندر کھینچی۔ "لیکن جانے اس معاملے میں اتنی عقل مند کیسے ہوں میں کے مجھے لوگوں کے روئے سمجھ میں آتے ہیں۔ میں ان کے بنا کہے ہی ان کے لہجوں کو پڑھ لیتی ہوں۔۔"

"تم ایک اچھی لڑکی ہو بریزے" فاطم نے سنجیدہ لہجے میں اسے مزید کچھ بھی کہنے سے ٹوکا تھا۔ اسے لگ رہا تھا اگر وہ اسی طرح بولتی رہی تو وہ اشتعال میں آکر اس حویلی کو آگ لگا بیٹھے گا۔ "لیکن میں ریشام نہیں ہوں۔ تمہیں لگ رہا ہو گا کے میں ایک لو سیلف اسٹم اور کمپلیکس زدہ لڑکی ہو۔" وہ رک کر زخمی سا مسکرائی "ٹھیک ہی لگ رہا ہے تمہیں۔ میں ایسی ہی ہوں۔ اور یہی چیز میری بدمزاجی کی وجہ ہے۔" ایک دم سیدھے ہوتے ہوئے اس نے خود پر قابو پایا۔ گہری سانس بھر کر خود کر پرسکون کرنے کی کوشش کی اور ساتھ ہی ہاتھ کی پشت سے بھیگوں آنکھوں کو صاف کیا۔

"تم اس سے بڑھ کر ہو بریزے!"

"میں اس سے بڑھ کر کیسے ہو سکتی ہوں؟"

"وہ ایک سیلف اوبسیسڈ لڑکی ہے۔ اسے صرف خود سے محبت ہے۔ اسے اپنی تعریفیں سننا پسند ہے۔ اسے اچھا لگتا ہے جب لوگ اسکے لئے ستائشی الفاظ کہتے ہیں"

"تو اس میں غلط کیا ہے فاطم؟ ہر انسان ایسا ہی ہوتا ہے۔ اگر وہ پرفیکٹلی کوئی کام کرتا ہے تو بدلے میں تعریفی کلمات کی توقع رکھنا تو انسان کی فطرت ہے"

وہ اتنی دھیمی آواز میں بول رہی تھی کے فاطم کو بامشکل ہی اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ جی تو چاہ رہا تھا کے اسے گلے سے لگا کر اس کے سارے آنسو اپنے دل میں اتار لیتا۔ لیکن درمیان میں موجود دو ہاتھ جتنا فاصلہ اسے صدیوں کی مسافت جتنا لگ رہا تھا۔ وہ مجبور تھا۔ جس حد نے اسے اپنے آپ میں رہنے کا پابند کر رکھا تھا وہ اس حد سے تجاوز نہیں کر سکتا تھا۔

یکلخت ہی بریزے کے چہرے کا رنگ سفید پڑا تھا۔

خود پر چھائی اور یاسیت اور غم لبادہ ہٹا تو اسے سمجھ آیا کے وہ کیا باتیں کس شخص سے کہہ گئی ہے۔

پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بے ساختہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم پھر سے۔۔۔ پھر سے۔۔۔"

وہ گھبراہٹ میں مبتلا ہونے لگی۔ "نہیں تم حقیقت نہیں ہو۔۔ عبیر بھائی نے کہا تھا کے تم میری دماغی بیماری کی وجہ سے مجھے دکھائی دے رہے ہو۔۔" وہ اس سے زیادہ خود کو یقین دلا رہی تھی۔

وہ خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے نزدیک آ گیا گھا۔

روئی روئی سے براون آنکھیں گلابی پڑی ہوئی تھیں۔ رونے کے باعث جن پر سوجن آئی ہوئی تھی۔ فاطم کو اس کی آنکھیں دنیا کی ہر شے سے بڑھ کر عزیز تھیں۔

جن میں موجود نمی دیکھ کر اس کے اندر شعلے دہکنے لگے۔

"تمہیں کوئی بیماری نہیں ہے! تمہیں کسی کی بات پر یقین کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ میں حقیقت ہوں! ایک مجسم حقیقت! جلد یا بدیر تمہیں بھی معلوم ہو جائے گا اور ان سب کو بھی جو تمہارے رونے کی وجہ بنتے ہیں!"

چہرے کے برعکس اس کی آواز بہت نرمی کا تاثر لیے ہوئے تھی۔

"لیکن تم۔۔" وہ اسے اپنے سامنے کھڑے دیکھ کر ہچکچاہٹ کا شکار تھی کے عبیر کی بات پر یقین کر کے سامنے نظر آتے شخص کو صرف ایک نظر کا دھوکا ہی سمجھے یا پھر فاطم کی بات مان کر اس پر یقین کر لے۔

وہ اسی شش و پنج میں کھڑی تھی۔ جب اس نے آہستگی سے اپنا ہاتھ بریزے کے سر پر رکھ دیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا تھا۔ پیچھے بیڈ ہونے کی وجہ وے وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو کر وہیں گری تھی۔

فاطم نے جان بوجھ کر اسے نیند کی وادی میں دھکیلا تھا۔ ورنہ تو اگر وہ جاگتی رہتی تو اسی طرح اپنے گھر والوں کے رویوں کو سوچ کر کڑھتی رہتی۔ غم زدہ رہتی۔

اس کا نیند میں پر سکون چہرہ دیکھ کر اب اس کے دل میں بھی کچھ سکون اترا تھا۔ ورنہ گزشتہ جو لمحے اس پر گزرے تھے۔ انھوں نے جیسے اسے آگ کی لپٹوں میں لے رکھا تھا۔

اس کی چھوٹی سی انیکسی میں ضرورت کے سامان کے علاوہ کوئی دوسری شے موجود نہیں تھی۔ چھوٹے سے لاؤنج میں پڑے تھری سیٹر صوفے پر وہ بازو کا تکیہ بنا کر گردن کے نیچے رکھے لیٹا تھا۔ قریب ہی پڑی میز پر اس کی کتابیں بکھری ہوئی تھیں۔ کافی دیر تک پڑھائی کرنے کے بعد شاید تھکن کی وجہ سے کچھ دیر آرام کرنے کو لیٹ گیا تھا۔

آنکھیں موندیں وہ شاید نیند کی وادیوں میں اترا ہوا تھا۔ اس کا سیل فون اس کے سینے پر دھرا تھا۔ جو ان لاک تھا۔ روشن اسکرین پر ایک تصویر دکھائی دے رہی تھی۔

ٹی پنک کلر کے دیدہ زیب لباس والی وہ لڑکی اپنے سوگوار حسن کے ساتھ ساری توجہ اپنی جانب کھینچ رہی تھی۔ وہ اس کا سائیڈ پوز تھا۔ کسی کی بات پر دھیما سا مسکراتی ہوئی۔

سر پہ آنچل اور ہاتھوں میں پھولوں کے کنگن پہنے وہ خوبصورتی کی ایک مثال ہی تو تھی۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ لیکن کاجل سے لبریز آنکھوں میں سوگواری سی تھی۔ اس کی لاعلمی میں کھینچی گئی یہ تصویر عبیر غازی کے ولیمے کی تھی۔ اور یہ وہی لباس تھا جس کو خریدنے میں یوسف نے اپنی آدھی سے زیادہ سیلری صرف کی تھی۔

پوری بھی چلی جاتی تو اسے کوئی فرق نہ پڑتا۔ پورے سال کی بھی لگ جاتی تو اسے ذرا افسوس نہ ہوتا۔ ٹھنڈی یخ بستہ ہوائیں کھلی کھڑکیوں پر لگے پردوں کے ساتھ اٹھکھیلیاں کرتی انھیں لہرانے پر مجبور کر رہی تھیں۔ لاؤنج کافی ٹھنڈا ہونے لگا تھا۔ سردی کے باعث اس کی آنکھ بھی کھل گئی۔ بھاری ہوتی پلکوں کو بامشکل کھولتے ہوئے وہ اٹھ بیٹھا۔ جس کے باعث سینے پر دھرا فون نیچے جا گرا تھا۔ اس نے چونک کر جھکتے ہوئے فون اٹھایا۔ سامنے ابھی بھی وہی تصویر جگمگا رہی تھی۔ چند لمحے اسے دیکھتے رہنے کے بعد فون آف کر کے سائیڈ پر رکھتے ہوئے وہ پھر ٹیبل پر پڑی کتابوں کی جانب متوجہ ہو گیا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

وہ جب نیچے پہنچے تو دائم اور مہد کے ساتھ ماشا بھی خوفزدہ سی ان کی راہ تک رہی تھی۔

"فرمان بھائی کو بھی نظر آتی ہے وہ؟" ماشا نے سرسراتے لہجے میں دائم سے سرگوشی میں پوچھا۔ "ان کے سامنے نہیں آتی۔ پردہ کرتی ہے"

وہ نفی میں سر ہلا کر بولا۔ "کیا ہوا ہے؟" فرمان نے ناسمجھی سے ان سب کو دیکھا۔

"یہ دونوں جانے کیا الٹا سیدھا کہہ کر اسے ڈراتے رہتے ہیں" ماشا کے چھوڑے ہوئے کیک کو اب عیشہ مکمل کرتے ہوئے ناراضگی سے گویا ہوئی۔ "تم دونوں کی سمجھ میں نہیں آئی تھی میری بات؟" پشت پر ہاتھ باندھے فرمان نے ناگواری سے مہد اور دائم کو دیکھا۔ "یہ پریشان رہتی ہے داریان بھائی کے حوالے سے۔ ہم بس اس کی پریشانی کم کرنے کے لیے کہتے ہیں" مہد نے گڑبڑا کر جو منہ میں آیا کہہ دیا۔

"اسٹڈی روم میں آو ماشا۔۔ مجھے بات کرنی ہے تم سے کچھ" سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ وہاں سے چلے گئے تو ان دونوں نے بے ساختہ گہرا سانس بھرا۔

"شکر۔۔ آج پھر بچت ہو گئی"

"میں فرمان بھائی سے پوچھوں گی۔۔ اگر انھوں نے تمہاری بات کی تصدیق نہ کی تو پھر مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا" دائم کے بازو پر تھپڑ رسید کرتے ہوئے اس نے ان دونوں کو گھورتے ہوئے دھمکی دی۔

"آو ماشا۔۔" وہ دستک دے کر اندر آئی تو فرمان نے اسے کاوچ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ اسی کے منتظر تھے۔ وہ دھڑکتے دل کے ساتھ بیٹھ گئی۔ جانے فرمان نے اسے کیا کہنے کے لیے بلایا تھا۔ "داریان کے لیے تمہاری پسندیدگی سے ناواقف نہیں ہوں میں۔۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

فرمان کے سادگی سے کہنے پر بھی اس پر گھڑوں پانی پڑا تھا۔ نظریں جھکائے وہ لب کاٹنے لگی۔ "اور میں یہ بھی جانتا ہوں کے داریان کی ذات کے حوالے سے کافی متجسس بھی ہو تم۔۔اور ایسا ہونا کوئی غلط بات نہیں"

"میں جو کہنے لگا ہوں وہ غور سے سننا ماشا۔۔دھیان سے "رائٹنگ ٹیبل کی چیئر اٹھا کر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے وہ جو کچھ کہنے لگے تھے ان کا دل راضی نہیں تھا اس پر۔ "تم کئی بار عیشہ سے پوچھتی ہو کے میں اپنے خاندان والوں سے اور رشتے داروں سے کیوں نہیں ملتا؟ ہم خوشی غمی میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک کیوں نہیں ہوتے۔۔میں بتاتا ہوں تمہیں اس کی وجہ۔۔" بات کو جاری رکھنے میں انھوں نے کچھ لمحوں کا توقف کیا۔ پھر گہری سانس بھر کر بولے۔

"اس کی وجہ داریان ہے۔۔" ماشا نے تحیر سے آنکھیں پھیلا کر انھیں دیکھا۔ جن کے چہرے پر نامعلوم سی اذیت رقم تھی۔ "میں اسے اپنا بھائی کہتا ہی نہیں سمجھتا بھی ہوں۔۔لیکن میرے خاندان والوں کو وہ قبول نہیں۔۔وہ کہتے ہیں اگر مجھے داریان سے تعلق رکھنا ہے تو پھر باقی سب سے واسطہ ختم کرنا پڑے گا"

"وہ لوگ داریان سے نفرت کرتے ہیں۔۔اسے دیکھنا تک گوارا نہیں کرتے۔۔" فرمان کو اس بارے میں بات کرنا اذیت ناک لگتا تھا۔ داریان کے ماضی پر بات کرنا انھیں تکلیف سے دوچار کر جایا کرتا تھا۔

"کیوں؟ ایسا کون سا گناہ کیا ہے انھوں نے؟" فرمان نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ جہاں حیرت تھی۔ تجسس تھا۔ "اس نے اللہ کو قبول کیا ہے"

"داریان کو صرف دیکھ کر ہی پتا چل جاتا ہے کے وہ ہمارا سگا بھائی نہیں ہے۔۔لیکن میرے دل سے پوچھو۔۔وہ مجھے اپنے خون کے ہر رشتے سے بڑھ کر عزیز ہے۔۔""میں نے اپنے خاندان والوں سے کہہ دیا تھا۔ اگر کسی کو مجھ سے رشتہ نہیں رکھنا تو نہ رکھے۔۔ لیکن میں داریان سے کسی صورت دستبردار نہیں ہوں گا""وہ پہلے مسلمان نہیں تھے؟" ماشا شاک کے عالم میں انھیں کہتے ہوئے سن رہی تھی۔ "انسان کا ماضی میٹر نہیں کرتا۔ نہ ہی اس کے ماضی کی بنیاد پر اس کے حال کو جج کرنا چاہیے۔۔اللہ نے اسے ہدایت سے نواز کر میری دلی خواہش کو پورا کیا ہے" گود میں دونوں ہاتھ دھرے۔ کچھ دیر اس نے اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں لگائی تھی "وہ پریشان کیوں تھے؟" کچھ دیر پہلے جو داریان کی حالت تھی وہ اس کے بارے میں میں محو سوال تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

ایک وقت تھا جب وہ عروج کی بلندیوں کو چھونے والا تھا۔ کیا کچھ نہیں تھا اس کے پاس۔ دولت، عزت، شہرت، محبت۔۔ سب کچھ۔۔ لیکن پھر۔۔ اس نے سب کچھ چھوڑ دیا۔۔ اپنا گھر۔۔ اپنے ماں باپ۔۔ بہن بھائی۔ اپنا شہر، ملک۔۔ اپنی کامیابی۔۔ کچھ بھی نہیں رہا اس کے پاس۔ """اس وقت میں اس کے ساتھ تھا۔۔ پلیٹ میں رکھ کر پیش کئے جانے والے سنہرے مستقبل کو اس نے میرے سامنے اللہ کی خاطر ٹھکرا دیا۔۔ سب کچھ اس کے ہاتھ سے ریت کی طرح پھسل گیا۔۔ اس ٹوٹے بکھرے داریان کو اس کے حال میں چھوڑ دینا میں نے گوارا نہیں کیا۔۔ میں اسے اپنے ساتھ گھر لے آیا۔ میرے پیرینٹس کو وہ اپنے بیٹے کی طرح عزیز تھا۔ وفات سے پہلے وہ اس سے بھی اتنی محبت کیا کرتے تھے جتنی مجھ سے اور دائم اور مہد سے کیا کرتے تھے۔ میری کزن سے میری منگنی تھی اس وقت۔ کچھ ہی مہینوں میں شادی ہونے والی تھی۔ میرے تایا نے رشتہ قائم رکھنے کی شرط رکھ دی۔ اگر داریان کو واپس اس کے ملک بھیج دوں تو وہ اپنی بیٹی کی شادی کریں گے مجھ سے ورنہ نہیں۔۔ امی بابا نے مجھ سے پوچھا تو میں نے انکار کر دیا۔ داریان کو اس وقت میری ضرورت تھی۔ میں اسے ایسے ہی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ میرا رشتہ ختم ہو گیا۔ پھر عیشہ سے میری شادی ہو گئی۔ اس کے گھر والے بھی زیادہ یہاں آنا پسند نہیں کرتے۔"

"آپ کے خاندان والے ایسا کیوں سوچتے ہیں فرمان بھائی؟"

اس نے بھیگے لہجے میں پوچھا۔ آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ بہ رہے تھے۔

"انھیں لگتا ہے کے نیلی آنکھوں والے باوفا نہیں ہوتے۔۔ اور یہ کے میں انتہائی بے وقوف انسان ہوں جو داریان کے دھوکے کا شکار ہو رہا ہوں۔۔ اور ایک دن وہ مجھے برباد کر کے واپس اپنے ملک اور مذہب میں لوٹ جائے گا۔۔"

"بہت ہی چھوٹی سوچ کے مالک ہیں آپ کے رشتے دار۔۔ شکر ہے وہ یہاں نہیں آتے۔"

سرخ ناک اور بھیگی آنکھوں سے وہ خفگی سے بولی۔ "داریان نے یہاں آ کر پھر کسی جن زاد سے قرآن پاک پڑھا تھا؟" اچانک سے یاد آنے پر اس نے بے ساختہ پوچھا۔

"وہ انگلش میں کئی بار اس کی تفسیر پڑھ چکا تھا۔ یہاں آ کر اس نے باقاعدہ سیکھنا شروع کیا تھا۔"

"آپ نے مجھے بتایا نہیں۔۔ وہ پریشانی میں توڑ پھوڑ کیوں مچا رہے تھے؟ کیا سچ میں کوئی جن زادی ان سے ملنے آتی ہے؟"

"جن زادی؟" فرمان نے حیرانگی سے اسے دیکھا پھر سر جھٹک دیا۔ مہد اور دائم کی طبیعت صاف کرنے کا انھوں نے قصد کر لیا تھا۔

"ان دونوں کو بھی صرف اتنا ہی معلوم ہے جتنا میں نے تمہیں بتایا ہے۔۔اس سے زیادہ میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔۔""داریان کے لئے یقیناً تمہارے خیالات بدل گئے ہونگے۔اب اگر اپنے قدموں کو واپس موڑنا چاہتی ہو تو تمہاری مرضی۔۔لیکن میرے بھائی کے حوالے سے کبھی کوئی غلط بات مت کرنا ماشا۔۔نہ کبھی اس کے ماضی کے بارے میں مزید جاننے کی کوشش کرنا۔میں یہ برداشت نہیں کروں گا۔"

وہ بہت نرمی سے اسے باور کروا رہے تھے۔جو اس جھٹکے سے سنبھلنے کی کوشش ہی کر رہی تھی۔

"مس مہرماہ"

وہ اپنے روم کی جانب بڑھ رہی تھی جب عقب سے ابھری آواز پر رکی۔"جی کہئے مینیجر صاحب" اس نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی۔"کیا آپ نے نوٹ کیا ہے کے آپ کا بی ہیوئیر کیسا ہے باس کے ساتھ؟""نہیں تو۔۔کیوں کیسا ہے میرا بی ہیوئیر؟" مہرماہ نے مصنوئی حیرانگی سے پوچھا۔"آپ بہتر جانتی ہیں کے کیسا ہے۔اور اسے بہتر کریں اگر آپ جاب سے فارغ نہیں ہونا چاہتی تو۔"۔"جب آپ کے باس کو میرے رویے سے مسئلہ نہیں ہے تو آپ کو بھی نہیں ہونا چاہئے" وہ تنک کر بولی۔"معلوم ہے مجھے۔باس آپ کو کچھ نہیں کہیں گے بے شک آپ جو مرضی کرتی پھریں۔لیکن اٹس مائی ریکوئسٹ۔۔آفس کے کسی ایمپلائی کے سامنے کم از کم آپ پروفیشنل نظر آئیں۔اور میری موجودگی میں بھی!" ایک ایک لفظ پر زور دیتا وہ اسے باور کروا رہا تھا۔

"آپ کے باس کو خود اپنی عزت کا خیال نہیں ہے تو میں کیوں کروں پھر؟" اس نے زچ ہو کر پوچھا "مس مہرماہ۔۔میری ریکوئسٹ سمجھ لیں"

اس کے بعد مہرماہ نے کچھ نہیں کہا۔گہری سانس بھر پر "اف" کہتی اپنے روم کی جانب بڑھ گئی

Mahira Zaynab Khan Novel

آفس وزٹ سے آکر وہ ابھی روم میں آکر بیٹھا تھا۔ ساتھ ہی زید کو بھی بلوالیا تھا۔ "مس مہرماہ کے متعلق آپ نے جو انفارمیشن لینے کے لئے بھیجا تھا میں معلوم کر آیا ہوں" اس نے آتے ہی ایک فائل اس کے سامنے رکھتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔

"بتاو" اپنے دوسرے کام چھوڑے وہ اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"مس مہرماہ رینٹ کے گھر میں رہائش پذیر ہیں اپنے پیرنٹس کے ساتھ"

"رینٹ کے گھر پر؟" سالار کی پیشانی پر نا سمجھی والجھن کے بل پڑے۔ "ان کے فادر جن کے ساتھ پارٹنر شپ میں بزنس کر رہے تھے اس نے سلطان زہیر کی تمام پراپرٹی دھوکے سے اپنے نام کروالی تھی۔ یہاں تک کے ان کا آبائی گھر بھی۔ جس کی مالیت کروڑوں میں تھی" یہ خبر اس کے لیے حیران کن تھی۔ ساتھ میں افسوس ناک بھی۔

"اب وہ کیا کر رہے ہیں؟"

"ہارٹ پیشنٹ ہیں۔ اور کافی علیل بھی ہیں جس کے باعث کہیں جاب نہیں کر رہے۔ مس مہرماہ کے علاوہ ان کی کوئی اولاد بھی نہیں"

"جو ایڈوانس مس مہرماہ نے لیا تھا وہ سلطان صاحب کے علاج کی وجہ سے ہی لیا تھا" ایک ایک کر کے وہ ساری تفصیلات اس کے گوش گزار کرتا جا رہا تھا۔ "ٹھیک ہے جاو تم۔۔" ہاتھ اٹھا کر اسے روک گیا۔

"اوکے سر۔۔" وہ سر ہلاتے ہوئے باہر چلا گیا۔ جبکے وہ راکنگ چیئر پر بیٹھے پیچھے کو ٹیک لگائے گہری سوچوں میں غلطاں تھا۔ "وہ ماضی کی جس مہرماہ کو جانتا تھا اسے تو اپنے باپ کی دولت و امارت پر کافی زعم تھا۔ غرور و تکبر تو اس کی شخصیت کا حصہ مانا جاتا تھا۔ خاص برینڈز کے علاوہ کسی لوکل برینڈز کی اشیاء کو تو وہ دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔

اس کے ہاتھوں کی انگوٹھیاں تک امیٹیشن نہیں ہوا کرتی تھیں۔ اصلی ہیروں اور سونے سے بنے زیورات اسے دیوانگی کی حد تک پسند تھے۔ لیکن اس وقت کی مہرماہ اور آج کی مہرماہ میں اسے زمین آسمان کا فرق نظر آیا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

کن خیالوں میں کھوئے ہوئے ہو؟"عبیر اس کی ماتھے کی بینڈیج چینج کر رہا تھا جب اسے غیر مرئی نقطے کو گھورتے ہوئے کسی خیال میں غرق پایا تو نا سمجھی سے پوچھا۔"کچھ نہیں۔۔"عبیر کی آواز اسے حال میں کھینچ لائی تھی۔چونک کر اسے جواب دیا۔"کچھ پریشان سے لگ رہے ہو سب خیریت تو ہے؟"

"پریشان نہیں ہوں۔لیکن خیریت بھی نہیں ہے"

"کیا مطلب؟کیسی خیریت نہیں ہے؟"

"آپ کو بتاوں گا تو آپ مجھے پاگل کہیں گے۔"اس کے حیرانگی سے پوچھنے پر عاشر نے جواباً کہا۔

"عام دنوں میں بھی ایک نارمل انسان والی بات کی توقع میں رکھ بھی نہیں سکتا تم سے۔بتاو کس وجہ سے پریشان ہو؟"

"بریزے کی بات پر یقین ہے آپ کو؟"

کچھ لمحوں کے توقف کے بعد اس نے پوچھا۔"کون سی بات پر؟"

"یہی کے اسے۔۔اسے کوئی جن نظر آتا ہے"عاشر جانے کیوں جھجک محسوس کر رہا تھا اس بارے میں گفتگو کرتے ہوئے۔

"جانے اس کے دماغ میں کیا خناس بھرا ہے۔"وہ محظ بڑبڑا کر رہ گیا۔

"یعنی آپ کو یقین نہیں ہے؟"

"کیا فضول بات کر رہے ہو عاشر؟۔میں نے اسے سمجھا کر اس کا وہم دور کرنے کی کوشش کی تو اب تم شروع ہو گئے ہو"

"کیا معلوم وہ سچ کہہ رہی ہو"

"ساری زندگی تم نے اس کے ساتھ لڑتے جھگڑتے گزاری ہے۔میرے ذہن میں کوئی ایسی بات نہیں جس پر تم دونوں نے کبھی ایک ساتھ اتفاق کیا ہو۔اور آج تم اس سے متفق ہو وہ بھی اس بات کو لے کر جس کی کوئی سینس ہی نہیں بنتی۔"

وہ کچھ ناگواری سے کہہ رہا تھا۔"بریزے بلکل نارمل ہے۔اسے کوئی مسئلہ لاحق نہیں ہے۔اگر وہ خود کو پاگل ظاہر کر رہی ہے تو تم سب تو پاگل نہیں ہو نا جو اس کی بات پر یقین کر رہے ہو؟جہاں تک میں اسے سمجھ پایا ہوں اسے یہ مسئلہ صرف فارغ رہنے اور بوریت کی وجہ سے ہوا ہے۔نا وہ حویلی سے کہیں باہر جاتی ہیں نا ہی اس کے دوست ہیں۔رہی بات ہم سب کی تو ہم اپنے کام اور یونیورسٹی میں مصروف رہتے ہیں۔مشکل سے ہی کبھی ساتھ بیٹھ کر بات چیت کرنے کا موقع ملتا ہے۔ایسے میں لگتا ہے کے اس نے اپنی کوئی خیالی دنیا بنالی ہے۔اور وہ ذکر بھی کر رہی تھی کے اس نے اس طرح کے کئی ڈرامے اور موویز دیکھی ہیں۔یہ بھی ہو سکتا ہے اسے کوئی کردار بلکل اپنی طرح لگا ہو۔جس کے ساتھ بھی اسی طرح کا مسئلہ ہو۔اور اسی چیز کو خود پر حاوی کر کے وہ سمجھ رہی ہو کے اسے بھئ کوئی سایہ دکھائی دیتا ہے۔اور پھر تیسری وجہ بھی ہے"

مستقل بولتے ہوئے وہ ایک لمحے کو رکا تو عاشر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔"اٹینشن سیکینگ۔۔تمہیں شاید یاد ہو کے بچپن

میں وہ کس طرح کی حرکات کیا کرتی تھی سب کی توجہ اپنی جانب مبذول کرنے کے لئے۔ جھوٹی چوٹ کا بہانہ بنا کر رونا۔ یا پھر جھوٹ موٹ کا بیمار پڑ جانا۔ بلاوجہ ہی کھانا کھانے سے انکار کر دینا۔ تاکے سب اس کی طرف متوجہ ہوں۔ اس سے محبت سے پیش آئیں۔ اس کے آس پاس رہیں"

عاشر نے ستائش سے اس کے اتنے کمال تجزیئے کو دیکھا تھا۔

"اس لیے اب تم بھی اس کی طرح باتیں کر کے میرے سر میں درد مت کرو۔" عبیر کی اب واقعی میں بس ہو چکی تھی۔ گزرے دنوں سے جن نامہ سن سن کر وہ پک چکا تھا۔ "عبیر بھائی اس چیز کو ڈینائی بھی تو نہیں کیا جا سکتا نا؟"

"میں نہیں کر رہا ڈینائی۔۔"

"لیکن آپ یقین بھی تو نہیں کر رہے"

"کم از کم میری عقل یہ بات تسلیم نہیں کرتی کے اس حویلی میں ایک جن گھوم رہا ہے"

"میں نے آپ سے کہا تھا کے مجھے اپنے ایکسیڈنٹ سے پہلے ایک سایہ نظر آیا تھا"

"لیکن تم اس پر شیور نہیں تھے۔ تم نے خود کہا تھا کے وہ محض تمہارا وہم بھی ہو سکتا ہے۔" عبیر نے اس طرف بھی اس کی یاد دہانی کروانا ضروری سمجھا۔ "ہاں میں نے کہا تھا یہ۔ لیکن۔۔"

"لیکن؟"

"میں نے اسے۔۔۔ اسے دوبارہ دیکھا۔"

نظریں جھکائے کہتے ہوئے وہ خود پر افسوس کر رہا تھا کے یہ بات وہ اپنے منہ سے کہہ رہا ہے۔ جو کبھی اس قسم کی بات کہنے پر بریزے کا مذاق بنایا کرتا تھا۔ "عاشر۔۔ ہوش میں تو ہو نا تم؟" عبیر کو لگا واقعی میں اس کا دماغ چل گیا ہے۔

"ہوش و حواس میں ہی میں نے اسے دیکھا تھا۔ اور مجھے تو کوئی سائکوسس ریلیٹڈ ڈس آرڈر نہیں ہے، نا ہی میں اٹینشن سیکر ہوں اور نا ہی میں کوئی فارغ رہنے والا اور فلمیں ڈرامے دیکھ کر ان کو ذہن پر حاوی کرنے والا انسان ہوں۔ میری بات پر تو یقین کر سکتے ہیں نا آپ؟"

"کہاں دیکھا تھا دوبارہ؟" عبیر نے اس کی فضول گوئی پر اس دفعہ ڈانٹنے کے بجائے سنجیدگی سے پوچھا۔ "فاز کی شکل میں میرے سامنے آیا تھا۔۔ کہہ رہا تھا بریزے سے دور رہو"

"اور؟" اس نے ضبط سے پوچھا۔

"پھر غائب ہو گیا"

"یہ کیسا جن ہے جو تمہیں اور بریزے کو ہی دکھائی دیتا ہے؟ ہم بھی تو اس حویلی میں ہی رہتے ہیں۔ اسے کہو کبھی ہمارے سامنے بھی آجایا کرے"

Mahira Zaynab Khan Novel

"بھائی آپ میری بات کو سیریئس نہیں لے رہے" وہ جھنجھلا اٹھا۔

"وہ تم سے کیوں کہہ رہا تھا بریزے سے دور رہنے کو؟" عبیر نے جانچتی نظروں سے اس انداز سے پوچھا کے وہ نا چاہتے ہوئے بھی اپنی جگہ پر گڑبڑا گیا۔ "بھائی آپ شک مت کریں مجھ پر۔۔"

"اصل بات بتاو مجھے۔۔" اس نے سختی سے پوچھا۔

"اصل میں وہ بریزے پر عاشق ہو چکا ہے"

"فضول بات کرو گے تو ایک تھپڑ لگاوں گا تمہیں"

"میں آپ کو حقیقت بتا رہا ہوں آپ سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے" اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کے کس طرح عبیر کو اپنی بات کا یقین دلائے۔ "تم نے ایسا کیا کیا بریزے کے ساتھ جو اس جن زاد کو تمہارے سامنے ظاہر ہونے کی زحمت کرنی پڑی؟"

اس کی نگاہوں میں شک نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی وہ اپنی جگہ شرمندہ ہو گیا۔ "میں نے بس۔۔ میں نے بس اسے ڈرا دیا تھا تھوڑا سا۔۔"

"ڈرا دیا تھا؟"

"عبیر بھائی آپ اس طرح سے سوالات کر کے مجھے میری ہی نظروں میں شرمندہ کر رہے ہیں۔۔ میں نے بس اسے کہا تھا کے اسے چھت سے پھینک دوں گا۔۔"

"چھت سے پھینک دوں گا؟ گڈ اور ایکسیڈنٹ کس بات پر ہوا؟ ایسا کیا کہا تھا تم نے بریزے کو کہ اس کا بدلہ لینے کے لئے اس جن نے تمہارا ایکسیڈنٹ ہی کروا دیا؟"

سینے پر بازو باندھے وہ جانچتی پرکھتی نظروں سے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔ جو کچھ پریشان اور الجھن زدہ سے تھے۔ عبیر کی پوچھ گچھ پر اس کا چہرہ اب سرخی مائل بھی ہونے لگا تھا۔ "بحث ہو گئی تھی تھوڑی سی کسی بات پر" "تھوڑی سی بحث پر اس نے یہ حشر کیا تمہارا؟"

وہ طنز سے بولا

"شاید وہ کچھ زیادہ ہی پوزیسیو ہو رہا ہے بریزے کے لئے"

"بحر حال تم دونوں کے لئے ہی بہتر ہے کے اپنے خالی دماغ کو کہیں پر مصروف کرو۔ بریزے نے بھی ایڈمشن فارم سبمٹ کروا دیے ہیں۔ اب وہ تمہارے ساتھ ہی یونیورسٹی جایا کرے گی"

"میری یونیورسٹی میں ایڈمشن کیوں کروایا ہے اس کا؟"

اس کا دماغ بھک سے اڑا۔ "عاشر۔۔" عبیر نے محظ اس کا نام لینے پر اکتفا کیا۔

"عبیر بھائی میں اس آفت کی پرکالہ کو اپنے ساتھ لے کر نہیں جاوں گا" اس کا موڈ پل میں بگڑا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"مت لے کر جانا۔ میں پک اینڈ ڈراپ دے دیا کروں گا اسے"

وہ ابھی کچھ کہتا کے جبھی فاز چائے کا کپ پکڑے دوسرے ہاتھ میں فون لیے اپنے ہی دھیان میں وہاں آیا۔ وہ دونوں بھی اس وقت لاؤنج میں ہی بیٹھے دھیمی آواز میں گفتگو کر رہے تھے۔ فاز نے جب ان دونوں کو دیکھا تو عبیر فرسٹ ایڈ باکس بند کر رہا تھا جب کے عاشر کینہ طوز نگاہوں سے اسے ہی گھور رہا تھا۔ "عبیر بھائی سمجھا لیں اسے۔ صبح سے اتنی مشکوک نظروں سے گھورے جا رہا ہے مجھے۔۔ کوئی بات کروں تو آگے سے پوچھتا ہے کے "پہلے بتاو کے بریزے تمہاری بہن ہے یا اس سے بڑھ کر ہے؟" اس نے بیزار کر کے رکھ دیا ہے مجھے" عاشر کی وجہ سے اس کا سہی معنوں میں دماغ خراب ہو چکا تھا۔ "وہ کہہ رہا ہے کے جن تمہاری شکل میں اس کے پاس آیا تھا۔"

عبیر نے مصروف سے انداز میں جواب دیا۔ "میری شکل میں؟"

وہ ہونقوں کی طرح کبھی عبیر کو دیکھ رہا تھا تو کبھی عاشر کو۔

"جب تم روم کے باہر کھڑے تھے لیپ ٹاپ لے کر تب میں اس کے ساتھ کمرے میں موجود تھا۔ وہ مجھے کہہ رہا تھا کے۔۔" عاشر روانی میں کہتے کہتے رکا۔ کچھ سوچا، پھر سر جھٹک دیا۔ عبیر کی طرح اس نے بھی فضول میں مشکوک ہو جانا تھا۔

"کیا کہہ رہا تھا؟" فاز نا سمجھی سے اس کی جانب متوجہ تھا جو نچلا لب دبائے عبیر کو مدد طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ عاشر کے تاثرات سے سمجھ گیا تھا کے وہ کیوں کہتے کہتے رک گیا۔

"کچھ نہیں کہہ رہا تھا۔ بریزے کے پاس عاشر کی شکل میں آتا ہے اور عاشر کے پاس تمہاری شکل میں۔۔ دیکھا جائے تو اب تمہاری باری ہے۔ محتاط رہنا کیا معلوم کس کے روپ میں ظاہر ہو جائے تمہارے سامنے۔" لاپرواہی سے کہتے ہوئے وہ فاز کو ڈرا گیا تھا۔

"اللہ نہ کرے جو وہ میرے سامنے آئے۔ میرا تو اس سے کوئی واسطہ نہیں"

"ہاں لیکن تمہاری بہن کا واسطہ ضرور پڑ چکا ہے اس سے۔۔ اب اس کے حوالے سے ہی سہی۔۔ وہ جن تم سے دعا سلام کرنے ضرور آئے گا۔۔ آخر کو ایک اکلوتے سالے ہو اس کے" عاشر نے طنز سے کہا تو عبیر نے ایک تنبیہ نظر اس پر ڈالی۔

"کوئی فضول بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جاو اپنے روم میں۔۔ جو میں نے کہا ہے یاد رکھنا۔۔ بریزے تمہارے ساتھ ہی یونیورسٹی جائے گی" عبیر نے حتمی انداز میں کہتے ہوئے بات ہی ختم کر دی۔ "اور اگر اس کے جن کو پسند نہ آیا اس کا میرے ساتھ جامعہ آنا جانا تو؟۔۔ آپ کو معلوم ہے ہماری نہیں بنتی۔ غصے میں کچھ کہہ دوں گا میں اسے تو آپ کو تو وہ کچھ نہیں کہے گا سارا غصہ مجھ پر اتارے گا کے میں نے اس کی چڑیل کو ایسے کیوں کہا، ویسے کیوں کہا۔" وہ اتنے شکایتی انداز میں اس سے مخاطب تھا کے عبیر نا چاہتے ہوئے بھی ہنس پڑا۔ "عزت سے نام لو بریزے کا۔ یہ نہ ہو اس بے ادبی پر وہ تمہیں پھر سرزنش کرنے کے لئے سامنے آجائے"

بورڈ آف ڈائریکٹرز کی میٹنگ اٹینڈ کر کے سب سے پہلے روم سے وہی باہر نکلا تھا۔ وہ اپنے روم میں آ گیا تھا۔ آج صبح سے ہی اسے اپنا سر پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ معمول کے مطابق اس نے آفس وزٹ بھی نہیں کیا تھا۔ ساری میٹنگز اور اپائیمنٹس بھی کینسل کروا دی تھیں۔

"چار بجے تمہاری بہروز اینڈ سنز کے ساتھ میٹنگ ہے" ہاتھ میں پکڑی چھوٹی سی ڈائری پر لکھے آج کے شیڈول کو دیکھتے ہوئے اس نے سالار کی یاد دہانی کروائی۔ "میں کہہ چکا ہوں آج کی ساری میٹنگز کینسل کر دو" کوٹ اتار کر اس نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے تکان سے کہا۔ مہرماہ نے ایک نظر اسے دیکھا جو دو آنکھیں موندیں دو انگلیوں سے اپنی پیشانی مسل رہا تھا۔ "تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو گھر چلے جاو"

"اس کی ضرورت نہیں، ٹھیک ہوں میں"

"آج مزید کوئی کام نہیں ہے تو میں آف کر رہی ہوں پھر" سالار نے پلکیں وا کر کے اسے دیکھا۔ جو سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کہنے کو اس کی ایمپلائی تھی۔ لیکن کسی کام کے لئے وہ دوسرے ورکرز کی طرح اجازت نہیں مانگا کرتی تھی۔ صرف فیصلہ سنایا کرتی تھی۔ اس کا چہرہ، اس کی آنکھیں سب کچھ ویسا ہی تھا۔ لیکن اس نے جو لباس پہن رکھا تھا وہ اس کی شان و شوکت سے میل نہیں کھاتا تھا۔ جس قسم کے لباس وہ پہننا پسند کیا کرتی تھی ان کی قیمت ہزاروں میں ہوا کرتی تھی۔ اس کے شوز، گھڑی، ائیر رنگ۔۔ سب معمولی قیمت کے تھے۔

"بیٹھو۔۔" سنجیدگی سے اس نے مہرماہ کو اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔ جو بنا کچھ کہے بیٹھ گئی۔ لیکن چہرے پر الجھن ضرور تھی۔ "میں پوچھنا نہیں چاہتا لیکن۔۔ وہ مہرماہ کہاں ہے جسے میں جانتا تھا؟" اس کی نرم دھیمی سی آواز اسے تیر کی طرح لگی تھی۔ اسے معلوم تھا ایک نہ ایک دن وہ ضرور استفسار کرے گا۔ لیکن آج وہ موقع ہو گا یہ اس نے نہیں سوچا تھا۔ نہ ہی وہ اس کے لیے تیار تھی۔

پہلے اس کی آنکھوں میں تحیر کے رنگ ابھرے پھر سرد مہری کے۔ "تمہیں اس سے کیا لینا دینا؟" اپنے تیکھے انداز لہجے میں اس نے استفسار کیا۔

"میں جاننا چاہتا ہوں"

"میرے سامنے ایسے پوز مت کرو جیسے تمہیں کچھ معلوم نہیں۔۔۔ میرے بارے میں کیا تم نے ساری انفارمیشن نہیں نکلوائی ابھی تک؟.. یا میرے منہ سے سننا چاہتے ہو؟۔۔ تاکے میرے منہ پر میری ہنسی اڑا سکو" اس کی آنکھوں کی سرخی بڑھتی جا رہی تھی۔ لہجے میں بھی شعلوں کی لپک تھی۔

"تم پہلے صرف مغرور ہوا کرتی تھیں۔ لیکن اب تلخ بھی ہو گئی ہو"

"حالات ایک سے نہیں رہتے مسٹر سالار" طنز سے مسکراتے ہوئے اسے باور کروایا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"تمہارے فادر نے کیس فائل کیوں نہیں کیا فراڈ کا؟" اسے دکھ رہا تھا کے یہ موضوع مہر ماہ کے لیے کس قدر ناقابل سماعت اور برداشت بن رہا ہے۔ لیکن پھر بھی اس سے محو سوال وہ اس وجہ کو جان لینا چاہتا تھا جو وہ تب سے جاننے کا منتظر تھا جب سے مہر ماہ کو اپنے آفس میں دیکھا تھا۔ "سالار بہتر ہو گا کے تم میرے پرسنل میٹرز میں مت پڑو"

"میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں" اس کے چہرے پر نرم سا تاثر تھا۔

"مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے" تیز لہجے میں کہتے ہوئے وہ جھٹکے سے اٹھی۔

"بیٹھ جاو مہر ماہ۔" اپنے دکھتے سر کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ تکان سے بولا۔ لیکن اس کی ہر بات کی نفی کرنا جیسے اس پر فرض تھا۔ ابھی بھی اسے کوئی اہمیت دیئے بنا اس کے آفس سے نکل گئی تھی۔ دکھتے سر کو اس نے سیٹ کی پشت سے ٹکا لیا تھا۔

آسمان پر بادلوں کے ڈیرے میں چھپا سورج پل بھر کو اپنی جھلک دکھا کر غائب ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھ مچولی سے کچھ دیر سارے میں نرم سی روپہلی روشنی پھیل جاتی۔ جو پھر بادلوں کے امڈ آنے سے فوراً چھپ جاتی۔ سینے پر بازو لپیٹے وہ اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا یہاں وہاں کا جائزہ لے رہا تھا۔ آخری پیپر بھی آج ان کا ہو گیا تھا۔ واپسی پر حویلی جانے کے بجائے ریشام نے اسے ایک صوفی بزرگ کے مزار پر چلنے کو کہا تو وہ اسے وہاں لے آیا۔ خود اندر نہیں گیا تھا۔ اس کے انتظار میں باہر ہی کھڑا رہا۔ اسے گئے ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی۔ جب سفید بے داغ لباس پر سیاہ چادر خود پر لپیٹے وہ واپس آتی دکھائی دی۔ اسے واپس آتے دیکھ یوسف نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی۔

ویسے ہی کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ "ہاتھ آگے کرو" اس کے سامنے کھڑی حکم جاری کیا۔ "کس لیے؟" اس نے ابرو کے اشارے سے پوچھا۔ "کرو تو سہی" وہ زور دے کر بولی تو یوسف نے الٹا ہاتھ اس کے سامنے کر دیا۔ ریشام نے تنک کر اسے دیکھتے ہوئے اس کا الٹا ہاتھ نیچے کر کے سیدھا ہاتھ پکڑ کر اپنے سامنے کیا۔ "یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟" وہ حیرانگی سے اسے اپنی کلائی پر کوئی دھاگہ سا لپیٹتے ہوئے دیکھ کر بولا۔

"منت کا دھاگہ ہے" وہ اپنے کام میں مصروف سی بولی۔ "تو پھر اسے آپ کو اپنے ہاتھ پر باندھنا چاہئے" اس نے ناراضگی سے کہا۔ "جب منت تمہاری لیے مانی ہے تو یہ دھاگہ بھی تمہارے ہاتھ پر ہی ہونا چاہئے نہ" سختی سے گانٹھ لگا کر اس نے کاجل سے لبریز سیاہ آنکھیں اٹھا کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ "آپ کیوں ان چکروں میں پڑ رہی ہیں؟۔۔ ان سب کا کوئی فائدہ نہیں" اس نے دھاگہ بندھوانے سے منع نہیں کیا تھا۔ لیکن اعتراض ضرور کیا تھا۔ "کیا تمہارا معجزوں پر ایمان نہیں؟" اس نے تیکھے ابرو سے

دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "معجزہ؟" اس کے لبوں پر استہزائیہ سی مسکراہٹ ابھری۔

"آپ کہنا چاہ رہی ہیں کے آپ منت مانے گی تو حویلی والوں کے دل نرم پڑ جائیں گے؟ اور وہ بخوشی راضی ہو جائیں گے؟"

"ایسا ہو بھی سکتا ہے۔۔ ناامید نہیں ہونا چاہئے انسان کو۔۔ آجاو تم بھی دعا مانگ لو" وہ شاید اسے بلانے کے لیے ہی واپس آئی تھی۔

بیچ کا فاصلہ اس نے قائم رکھا تھا۔ ورنہ تو یوسف کو لگا کہیں وہ ہاتھ پکڑ ہی اندر نہ لے جائے۔

"نماز پڑھ کر دعا مانگنا کافی نہیں جو آپ یہاں آئی ہیں؟"

"جتنا ہو سکے اتنی دعا مانگنی چاہئے۔۔ اللہ کہتے ہیں میرے نیک بندوں کے وسیلے سے بھی دعا مانگا کرو۔۔ میں وہ بھی قبول کیا کرتا ہوں۔"

"اور یہ آپ سے کس نے کہا؟"

"میری دادی جان کہاں کرتی تھیں۔ جب دعا قبول نا ہو رہی ہو تو اللہ کے نیک بندوں کا ذکر کر کے ان کا واسطہ دیا کرو کے یا اللہ تو ہمیں اپنے ان بندوں کے صدقے بخش دے، ہماری دعا قبول کر لے جو تیرے بہت پسندیدہ ہیں"

"مجھے تو کسی نے اس طرح سے دعا مانگنا نہیں سکھایا" اس کے لہجے میں مصنوئی سا دکھ تھا۔ "" ویسے نیک بندوں کا واسطہ دینا کیوں ضروری ہے؟ کیا آپ کو یقین نہیں ہے کے آپ اللہ کی نظر میں خاص نہیں ہیں؟ یا جب آپ کسی کے وسیلے سے مانگیں گی تو تب ہی آپ کی دعا کو قبولیت کا درجہ دیا جائے گا؟"

"میری بات کو manipulate مت کرو، میں نے پہلے کیا کہا تھا کے جب ہماری دعائیں قبول نا ہو رہی ہوں" ریشام نے اسے تندہی سے گھورتے ہوئے لفظوں پر زور دے کر کہا۔ "جہاں تک میرے علم میں ہے تو ان کی دعا قبول نہیں ہوتی جو بہت جلدی مچاتے ہیں۔ اور صبر بھی نہیں کرتے کے اے اللہ بس آج کی آج ہی نواز دے۔ میری من چاہی چیز آج ہی مجھے مل جائے۔۔ دعاوں کی تاخیر میں تو خیر ہوتی ہے۔ آپ اللہ پر یقین رکھیں۔ اللہ کو اس کی رحمت کا واسطہ دیں کے وہ ذات بے نیاز ہے۔ مجھ پر بھی کرم ضرور ہو گا۔ اصل چیز صرف مائنڈ سیٹ ہوتا ہے" وہ رسان سے اسے سمجھا رہا تھا۔ اور ریشام یک ٹک اس کی شکل دیکھ رہی تھی۔ ویسے تو منہ نا کھولنے کی قسم کھائے رکھتا تھا، یا جب بولتا تھا تو چند ایک الفاظ میں ہی بات ختم کر دیتا تھا۔ لیکن جہاں بات ریشام کو لیکچر دینے کی ہوتی تھی وہ تب اپنے لفظوں کی گنتی ہی بھول جایا کرتا تھا۔ "مجھے اپنے اللہ پر اور اپنی دعاوں پر پورا یقین ہے۔ اور ہر بات میں بحث کرنا لازمی ہوتا ہے تمہارا؟ چپ چاپ اندر چلو میرے ساتھ"

"کیا آپ مجھ سے دستبردار نہیں ہو سکتی؟" اس نے کچھ بے چارگی سے پوچھا۔

"یوسف تمہیں کیا ہو جاتا ہے؟ ہر دو دن بعد تمہیں دورہ پڑ جاتا ہے۔ کیا تمہیں کوئی خواب آتا ہے کے ہمارا رشتہ قائم ہو گیا تو کوئی بد شگونی ہو جائے گی؟ جو تم مجھے باز رہنے کی تلقین کرتے رہتے ہو؟" وہ جل کر گویا ہوئی۔ "خواب نہیں آتے۔۔ لیکن بس ایسا

محسوس ہوتا ہے کے یوسف آپ کے لئے نہیں بنا"

"لیکن ریشام غازی تو صرف یوسف کے لئے ہی بنی ہے" گردن اٹھا کر وہ وثوق سے بولی۔اس کے لہجے سے زیادہ اس کی کانچ سی نگاہوں میں جتاتا ہوا سا تاثر تھا۔"ایسا نہ ہو کسی دن پچھتانا پڑے آپ کو اپنے فیصلے پر"

"ریشام مر نہ جائے اس دن"

"آپ تو مجھ غریب کے پیچھے ہی پڑ گئی ہیں"

گہری سانس بھر کر وہ اسے نہ دیکھنے کی سعی کرتے ہوئے یہاں وہاں نظریں دوڑانے لگا۔

"تو تم بھی میرے پیچھے پڑ جاو۔۔میں نے تو منع نہیں کیا۔۔بلکہ میں تو بخوشی راضی ہوں"نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر اس نے اپنی مسکراہٹ کو روکا۔

"مجھے اتنی جلدی مرنے کی خواہش نہیں ہے۔جس دن اس دنیا سے دل اٹھ گیا اس دن ساری حویلی کے سامنے اقرار کر لوں گا" جواباً وہ بھی ضبط سے مسکراتا بولا۔

"اور میرے سامنے کب کرو گے؟"وہ شدت سے منتظر تھی۔

"کبھی بھی نہیں۔۔میرے اقرار کرنے کی تو دعا ہی مت کیا کریں۔آپ کو لینے کے دینے بھی پڑ سکتے ہیں"ذو معنی باتوں میں وہ جانے اسے کیا سمجھانا چاہ رہا تھا۔

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں"

وہ خفگی سے بولی۔"یوسف کی باتیں سمجھنے کے لئے آپ کو اس کی زبان سیکھنی پڑھ گی"

"کب آوں پھر تم سے کلاس لینے؟"اس نے اشتیاق سے ہتھیلی میں چہرہ گراتے ہوئے پوچھا۔"ایڈمشن کلوز ہو چکے ہیں"

"میں مالکن ہوں تمہاری"ریشام نے گھورتے ہوئے کہا۔"مجھے معلوم ہے۔جبھی آپ کی باتوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیا کرتا میں۔آپ کا کیا بھروسہ کبھی آسمان پر پہنچا دیں اور کبھی زمین پر گرا دیں"

"تم ایسا سمجھتے ہو مجھے؟"اسے گہرا صدمہ ہی تو پہنچا تھا۔"ناراض ہوں میں تم سے۔۔اور اب بات بھی نہیں کروں گی کبھی" سینے پر بازو باندھے اس نے رخ ہی موڑ لیا۔

"واقعی میں؟یہ تو سچ میں معجزہ ہو گیا۔آپ دعا مانگ لیں تب تک میں شکرانے کے نفل ادا کر لیتا ہوں"یوسف کا اتنی خوشی کا اظہار اسے ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔

"کیا سچ میں ناراض ہو گئی ہیں؟"اس کی خاموشی پر اس نے مصنوئی حیرانگی سے پوچھا۔

"تمہیں اس سے کیا لینا دینا؟"وہ دانت پیس کر بولی۔

"بازار لے چلوں آپ کو؟"

Mahira Zaynab Khan Novel

"وہ اور لڑکیاں ہوتی ہیں جو ذرا سی شاپنگ سے مان جایا کرتی ہیں۔ میں ان میں سے نہیں ہوں"

"ذرا سی شاپنگ۔۔ پورا بازار خرید کر دے دوں تو کیا آپ راضی ہو جائیں گی؟"

"اپنا گھر بیچ کر بازار خریدو گے میرے لئے؟" وہ اس کی سیاہ آنکھوں کی تاب نہ لا پایا تھا۔

"گھر بیچنا تو ناکافی ہو گا۔ جان و دل بیچنا پڑ گیا تو وہ بھی کر گزروں گا"

"اپنا دل اور جان بیچ سکتے ہو۔۔ لیکن مجھے دینے کے روادار نہیں ہو تم۔" اس نے دانت پیس کر کہا.

"بیچ بھی تو آپ ہی کے لئے رہا ہوں"

"مجھے دے دو گے تو بیچنے کی نوبت نہیں پڑے گی"

"آپ کو دے دیا تو پھر اس دنیا سے رخصت ہونا پڑے گا"

"تم نے تو میرے گھر والوں کو سر پر ہی سوار کر رکھا ہے۔ کیا معلوم وہ خوشدلی سے ہمیں قبول کر لیں؟"

"قبول کر لیں وہ بھی خوشدلی سے؟۔۔ میں اس قسم کے خواب نہیں دیکھا کرتا۔ آپ بھی نہ دیکھا کریں"

"اف۔۔۔" مٹھیاں بھینچیں وہ گہری سانس بھر کر رہ گئی۔ "حویلی چلو۔۔" حکم دیتے ہوئے وہ پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔

"دعا نہیں مانگ رہیں آپ؟" وہ چھیڑنے سے باز نہیں آیا تھا۔

"اڑا لو جتنا میرا مذاق اڑانا ہے۔۔ جس دن میں نے تم سے منہ موڑ لیا نہ پھر غلطی سے دوبارہ دیکھوں گی بھی نہیں تمہیں" "ایسا مت کیجئے گا۔ میں تو مر ہی جاوں گا"

وہ سب سمجھ رہی تھی اس کی شرارت کو۔ اب واقعی میں منہ پھلا کر کھڑکی سے باہر دیکھنا شروع کر دیا۔ "حویلی سے فرار ہونے کے منصوبے بنا رہی ہیں؟" اس کی خاموشی برداشت نہ ہوئی تو پھر چھیڑ بیٹھا۔ "میری نیت کوئی غلط نہیں ہے جو میں فرار ہونے کے منصوبے بناوں"

"ایک معصوم انسان کو ورغلا کر آپ مسلسل اسے بغاوت پر اکسا رہی ہیں۔ اور پھر کہتی ہیں کے نیت صاف ہے آپ کی؟"

"اللہ اللہ۔۔۔ یوسف نہ ہی تو تم معصوم ہو اور نہ ہی میں نے تمہیں ورغلایا ہے۔۔ زیادہ بھولے نہ بنو میرے سامنے"

وہ بیک ویو مرر میں نظر آتی اس کی آنکھوں کو دیکھ کر گھورتے ہوئے بولی۔ تو اس نے بنا کوئی جواب دیے گاڑی روک دی۔ "یہ۔۔؟" ریشام نے کھڑکی سے نظر آتا باہر کا منظر دیکھ کر حیرانگی سے یوسف کو دیکھا۔ جو گاڑی ریورس کر کے دوبارہ مزار کے احاطے میں لے آیا تھا۔ سیٹ بیلٹ ہٹا کر نیچے اترتے ہوئے اس نے ریشام کی طرف آتے ہوئے اس کا دروازہ بھی کھول دیا۔ پھر کھلے دروازے پر ہاتھ رکھ کر ذرا سا جھکتے ہوئے اسے دیکھا۔

"آپ کی دعا ادھوری رہ گئی تھی۔ آ جائیں مانگ لیں"

"کیا مانگوں دعا میں؟" براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ محو سوال تھی۔ "مجھے مانگ لیں۔۔" اس کی سیاہ آنکھوں کا

سحر یوسف کو اپنے رگ وپے میں اترتا محسوس ہو رہا تھا۔

"اتنے عرصے سے تمہیں ہی تو مانگ رہی ہوں" وہ یاسیت سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "دعا قبول نہیں ہو رہی۔۔ یقیناً اس میں خیر نہیں ہو گی" ریشام نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ چپ چاپ گاڑی سے اتر گئی۔ وہ مزار کے اندر نہیں گئی تھی۔ باہر جالیوں کے پاس ہی رک گئی۔ عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا شریعت میں ممنوع تھا۔

اس لئے وہ دوسری عورتوں کے ساتھ وہیں ٹھہر گئی تھی۔ ابھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہی تھے کے جبھی اس پر بے ارادہ سی نگاہ پڑی۔ جینز پر وائٹ ڈریس شرٹ پہنے، رومال کو سر پر باندھے وہ اس کے ساتھ سے گزر کر اندر چلا گیا تھا۔

آنکھیں بند کئے وہ زیر لب اللہ سے ہمکلام، کتنی ہی دیر وہاں کھڑی دعا مانگتی رہی تھی۔

نیم واں پلکوں سے اس نے نووارد کو دیکھا۔ جس نے پین کلرز لا کر اس کے سامنے رکھی۔ "یہ دوا لو اور سیدھے گھر چلے جاو"

"اس طرح سے حکم مت چلاو۔ میں تمہارا باس ہوں تم نہیں ہو۔۔" اس نے تکان بھرے لہجے میں ٹوکتے ہوئے یاد دلایا۔ "میں جو کہہ رہی ہوں وہ سنو تم۔۔ اٹھ کر دوا لو"

"اس دوا سے میرا کچھ نہیں ہو گا۔۔، مجھے اس وقت کافی کی طلب ہے صرف"

"اس کو تو بھول جاو۔۔"

"مہر ماہ میں مذاق نہیں کر رہا۔۔ میرے سر کا درد صرف کافی سے ٹھیک ہوتا ہے۔ پلیز بنا دو" اس کے چہرے پر آج اضطراب سا اسے نظر آیا تھا۔

"تم کیفین کا ضرورت سے زیادہ استعمال کرتے ہو۔ جو نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔۔"

"کیا تمہیں میری ایسی حالت نظر آ رہی ہے کے میں تمہارا لیکچر سنوں گا؟"

"مت سنو میرا لیکچر۔۔ لیکن کافی بھی نہیں ملے گی تمہیں۔۔ آفس میں بھی میں نے سب کو منع کر دیا ہے۔۔ میرے علاوہ کوئی تمہیں بنا کر نہیں دے گا۔"

"کس کی اجازت سے کیا تم نے یہ؟"

"مجھے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ میں اس آفس میں وہی کروں گی جو میرا دل چاہے گا۔۔ اگر نہیں منظور تو نکال دو مجھے یہاں سے"

"میری برداشت کا ناجائز فائدہ اتنا ہی اٹھاو جتنا بعد میں سہ سکو۔"

"گہری سانس بھر کر کہتے ہوئے سالار نے پین کلر اٹھا کر منہ میں رکھی۔ پھر پانی کے گلاس سے دو گھونٹ بھر کر واپس رکھا۔ "اگر اس ٹیبلیٹ سے میرا سر درد ٹھیک نہ ہوا تو گلا دبا دوں گا تمہارا"

Mahira Zaynab Khan Novel

"گلا دبانے کے لئے تم زندہ ہی نہیں بچو گے"

"زہر تو نہیں دے دیا مجھے؟"

"زہر تم پر اثر نہیں کرتا۔ ورنہ ضرور دے دیتی"

"گھر نہیں جانا تو صوفے پر لیٹ جاو کچھ دیر۔۔"

"میری آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔ کیا تم نے مجھے نیند کی گولی دے دی؟" وہ مشکوک سا پوچھ رہا تھا۔ اس کا ذہن غنودگی میں جا رہا تھا۔

"کچھ دیر آرام کر لو ٹھیک ہو جاو گے۔۔ آفس کے معاملات کو اتنا سوار مت کیا کرو ذہن پر۔" وہ زچ ہو کر بولی

پھوپھو؟" وہ ابھی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھیں جب وہ ان کے کمرے میں چلی آئی۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے اب؟ مما بتا رہی تھیں صبح سے آپ کے سر میں درد ہے"

"اب پہلے سے بہتر ہوں۔ تم بتاو کیسا ہوا آخری پیپر؟" بہت اچھا۔۔ شکر ہے جان چھوٹی پڑھائی سے۔۔ ابھی چائے بنانے کے لئے کہا ہے خالدہ بوا کو"

"ریشام۔۔ یہاں بیٹھو" رائمہ نے اسے اپنے قریب بٹھا لیا تھا۔

"تمہاری طرف سے کافی فکر مند ہوں میں۔۔ اس دن جو تم نے باتیں کیں۔ مجھے پریشانی سے دوچار کر دیا ہے"

"اس دن میں خود پریشان تھی۔ اس لئے پتا نہیں کیا کچھ کہہ گئی آپ سے۔۔ آپ میری طرف سے فکر مند نہ ہوں"

"کیسے فکر مند نہ ہوں؟ تمہاری باتوں نے میرا سکون ہی چھین لیا ہے۔۔ ریشام۔۔ بہت عزیز ہو تم مجھے۔۔ ایسا کوئی قدم مت اٹھانا جو حویلی کی بربادی کا سبب بنے" ان کے لہجے میں اندیشے بول رہے تھے۔

"پھوپھو آپ اس طرح کی باتیں کیوں کر رہی ہیں؟"

"میں آنے والے وقت سے خوفزدہ ہوں۔۔ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔ جب یہ بات کھلے گی تو معلوم ہے تمہیں کیا کچھ ہو سکتا ہے؟"

"کچھ نہیں ہو گا۔۔ سب کو اپنی مرضی سے شادی کرنے کا اختیار ہے۔ اسلام نے ہر لڑکی کو یہ آزادی دی ہے کے اپنی مرضی سے شادی کر سکتی ہے" وہ نروٹھے انداز میں بولی۔

"اسلام نے گھر والوں کے مخالف جانے کی تعلیم نہیں دی"

"تو گھر والے کیوں مخالف ہو رہے ہیں۔۔ دے دیں خوشی خوشی اجازت"

"کوئی اپنی بیٹی کا برا نہیں سوچتا ریشام۔۔ مجھے نام بتاو اس شخص کا۔۔ اگر اعلیٰ حسب و نصب کا ہوا تو میں خود قائل کروں گی بابا جان کو" اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے وہ نرمی سے اسے منا رہی تھیں۔

"اعلیٰ حسب و نصب؟۔۔ کیا وہ کوئی عام سا انسان نہیں ہو سکتا پھوپھو؟"

Mahira Zaynab Khan Novel

اس نے آس بھری نگاہوں سے رائمہ کو دیکھا۔"سالار غازی کے مقابلے میں تم عام سے انسان کو ترجیح دو گی ریشام؟"

"سالار بھائی؟ان کا یہاں کیا ذکر؟"ریشام بری طرح چونک اٹھی۔"وجاہت بھائی جان نے بابا جان سے بات کی ہے تمہارے اور سالار کے رشتے کے حوالے سے۔۔"

"بابا جان کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہے"

"میں کسی قیمت پر سالار بھائی سے شادی نہیں کروں گی"اپنا ہاتھ کھینچ کر وہ وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔اسے سانس لینے میں مشکل درپیش آرہی تھی۔جیسے کسی نے بھاری سل اس کے سینے پر رکھ دی ہو۔

"لیکن اس کے علاوہ کسی اور سے تمہاری شادی نہیں ہو گی۔یہ بات بھی بٹھالو اپنے دماغ میں"

"پھوپھو آپ تو کم از کم ایسے مت کریں میرے ساتھ"اس کی آنکھیں شفاف پانی سے بھرنے لگی۔"تم مجھے نام بتاو اس شخص کا۔مجھے ملوادو اس سے ایک بار۔۔اگر وہ مجھے تمہارے قابل لگا تو میں راضی کروں گی سب کو"رائمہ نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔"اس نے منع کیا ہے"ریشام نے ان کی آنکھوں میں دیکھا۔پھر گیلی سانس کھینچ کر محظ اتنا ہی بولی۔"کیوں منع کیا ہے اس نے؟"

"مجھے نہیں معلوم"وہ رخ موڑ گئی۔"ریشام تمہیں اللہ کا واسطہ ہے۔کوئی غلط قدم مت اٹھا لینا۔۔نا جانے کس سے دل لگا بیٹھی ہو"

"آپ اتنا پریشان کیوں ہو رہی ہیں؟وہ اتنا برا نہیں ہے جتنا آپ سمجھ رہی ہیں""برا نہیں ہے تو پھر جانتے بوجھتے یہ کیوں کر رہا ہے؟"

"کیا کر رہا ہے؟"اس نے نا سمجھی سے سوال کیا۔

"کیوں ورغلا رہا ہے تمہیں؟کہیں اسے تمہاری پراپرٹی کا لالچ تو نہیں؟"

ان کی اتنی فکر مندی سے کہنے پر وہ نا چاہتے ہوئے بھی زیر لب مسکرا گئی۔

"وہ تو کہتا ہے کے میں نے اسے ورغلایا ہے"

"تم نے؟"

"حالانکہ اس کے دل میں بھی وہی ہے جو میرے دل میں ہے۔۔لیکن پتا نہیں اقرار کیوں نہیں کرتا میرے سامنے"

"جب وہ سمجھداری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے قدم پیچھے ہٹا رہا ہے تو تم بھی پیچھے ہٹ جاو۔۔"

"پیچھے ہٹ جاوں؟۔۔نہیں پھوپھو۔۔ریشام ضمیر غازی اس سے دستبردار نہیں ہو گی۔۔"

"میرے دل کی دنیا صرف اس کے نام سے آباد ہے اور آپ کہہ رہی ہیں کے اسے بھول جاوں؟۔۔اسے بھول جاوں گی تو میرا نام و نشان بھی مٹ جائے گا پھر"

رائمہ نے دہل کر اسے دیکھا۔ وہ سچ میں دیوانی ہو چکی تھی۔

عشاء کی نماز ادا کرنے اور کافی دیر تک سورت البقراہ کی تلاوت کرتی رہی تھی۔ پھر دعا مانگ کر اٹھی۔ قرآن پاک کو جزدان میں لپیٹ کر شیلف پر رکھ کے زیر لب کچھ آیتیں پڑھ کر خود پر دم کیا۔ سر پر لپیٹے نماز کے انداز میں دوپٹے کو ڈھیلا کرنے کے بعد اس کا ارادہ ریشام کے روم میں جانے کا تھا جب پیچھے سے ابھری اس آواز پر ساکت ہوئی۔

"قرآن پاک کو اتنی روانی میں نہیں پڑھتے۔ بلکے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتے ہیں۔"

بریزے کا سانس سینے میں اٹکنے لگا۔ تھوک نگلتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اس کے بدترین خیالات کی تصدیق ہو چکی تھی۔ وہ پھر سے اس کے سامنے موجود تھا۔ شیاطین وغیرہ تو اس جگہ قدم نہیں رکھتے جہاں سورالبقراہ کی تلاوت کی جاتی ہو۔ وہ اسی نیت سے پڑھ رہی تھی۔ لیکن اسے کیا معلوم کے جسے بھگانے کے لئے وہ پڑھ رہی ہے وہ تو سارا وقت اس کے پیچھے بیٹھا سکون سے اسے پڑھتے ہوئے سن رہا تھا۔ "تم مجھ سے جان چھڑانے کے لئے سورہ البقراہ پڑھ رہی تھیں؟ میں کوئی براجن زاد نہیں ہوں۔ نہ ہی شیطان کا پیروکار ہوں۔ اللہ کا کلام تو میں خود بھی پڑھتا ہوں"

"تم کیوں میرے سامنے آتے ہو فاطم؟" جھنجھلائے ہوئے انداز میں وہ بولی۔

"کیا تمہیں مجھ سے ڈر لگتا ہے" دو قدم اس کی جانب بڑھاتے ہوئے ساتھ ہی ابرو اٹھا کر استفسار کیا۔ "مجھے تم سے ڈر نہیں لگتا۔ لیکن کوئی میری بات کا یقین نہیں کرتا کے مجھے کوئی جن دکھائی دیتا ہے"

"تم کسی کو یقین کیوں دلانا چاہتی ہو؟"

"میں نہیں چاہتی کوئی مجھے پاگل کہے"

"تمہیں کسی کی پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں پاگل کہنے والوں سے میں خود ہی نمٹ لوں گا" کیا شان بے نیازی تھی اس کی۔ "میں ریشام کے روم میں جا رہی ہوں۔ وہاں مت آجانا۔ وہ تمہیں دیکھے گی تو خوفزدہ ہو جائے گی"

"میں ہر کسی کے سامنے ظاہر نہیں ہوتا"

"میرے سامنے بھی مت ہوا کرو"

"تمہارے معاملے میں 'میں مجبور ہوں"

"قرآن پاک لے کر آو"اس کی اگلی بات پر وہ دنگ ہوئی۔

"کیوں؟"اس نے شدید حیرانگی سے پوچھا۔"کچھ الفاظ کو ادا کرتے ہوئے تمہارا تلفظ ٹھیک نہیں تھا۔"

"تو کیا تم پڑھاو گے مجھے قرآن پاک؟"

"میں کیوں نہیں پڑھا سکتا؟"

"فاطم۔۔اب تم خوفزدہ کر رہے ہو مجھے"اس کی آنکھوں میں خوف ہلکورے لے رہا تھا۔

"میں تم سے کوئی وظائف نہیں کروا رہا جو تم خوفزدہ ہو رہی ہو"

"تم ایک جن ہو۔میں تم سے کیسے پڑھ سکتی ہوں بھلا؟"

"جنوں کے لیے کوئی الگ سے کتاب نہیں اتری تھی۔ہم بھی وہی پڑھتے ہیں جو تم انسان پڑھتے ہو۔"

"میں آئندہ روانی میں نہیں پڑھوں گی۔آرام سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھوں گی"اس نے اتنی عجلت میں کہا کے مبادہ وہ اسے سچ میں ہی پڑھانے نہ بیٹھ جائے۔وہ حیرانگی سے آنکھیں پھیلائے اسے دیکھ رہی تھی۔جو بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔

"تم ہنستے بھی ہو"بریزے سانس روکے بولی۔نگاہوں میں تحیر تھا۔اب اس کی جگہ ہلکے سے خوف نے بھی لے لی تھی۔

اس کے ساتھ ہوئی اب تک ملاقاتوں میں اس نے پہلی دفعہ فاطم کو ہنستے دیکھا تھا۔ورنہ وہ تو محظ مسکرانے پر کی اکتفا کیا کرتا تھا۔

لیکن جانے کیا سحر انگیز سا اثر تھا۔کے وہ اس پر نظریں ہٹا نہیں سکی تھی۔وہ شاید پہلی دفعہ کسی کی اتنی مسحور کن ہنسی دیکھ رہی تھی۔

جبھی کمرے کے ساری لائٹس ایک ساتھ بند ہوئی۔سارے میں اندھیرا چھا گیا۔ہاتھ کو ہاتھ بجھائی نہیں دے رہا تھا۔وہ ڈر کے باعث چیخنا چاہتی تھی لیکن یوں معلوم ہوا جیسے کسی نے اپنی ہتھیلی اس کے منہ پر رکھ دی ہو۔وہ آنکھیں پھیلا کر دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن سوائے اندھیرے کے اسے اور کچھ نہیں دکھائی دے رہا تھا۔

ہلکی سی ایک روشنی کی لکیر کھلی کھڑکیوں سے اندر داخل ہوتی ہوئی اس کے گرد دائرے کی شکل میں گھومنے لگی۔سنہری سی روشنی نے ان دونوں کے گرد ہالہ بنا لیا تھا۔وہ جگنوں تھے۔جو ایک قطار میں رقص کرتے ان کے گرد گھوم رہے تھے۔وہ ساکت کھڑی تھی۔دنگ نظروں سے کبھی جگنوؤں کو دیکھتی اور کبھی اپنے سامنے کھڑے مسکراتے فاطم کو۔دیکھتے ہی دیکھتے ہی اس اندھیرے کمرے میں جگنوؤں نے سنہری سی روشنی پھیلا دی۔جو سارے میں اڑتے پھر رہے تھے۔وہ مسمرائز سی انھیں خوشی سے دیکھ رہی تھی۔وہ سب اس کے لیے انوکھا تھا۔اتنے جگنو اس نے ایک ساتھ کبھی نہیں دیکھے تھے۔"یہ سب۔۔بہت خوبصورت ہے"وہ خوابیدہ سی کیفیت میں بولی۔وہ منظر اس کے لیے انتہائی دلکش تھا۔

جب کے وہ دیوار سے ٹیک لگائے سینے پر بازو باندھے وہ اپنے منظر کو دیکھنے میں مگن تھا۔ جو اسے سکون بخش رہا تھا۔ جو مدھم سروں میں بجتے ساز کی دھن پر رقص کرتے تتلیوں اور جگنوؤں کے جھرمٹ میں ہاتھ پھیلا کر وہاں جھومتی بریزے غازی کچھ دیر کے لئے حقیقت کو فراموش کر گئی تھی۔ جیسے وہ کسی خواب کے زیر اثر سانس لے رہی تھی۔

وہ جب اپنے کمرے میں آئی تو اس کا چہرہ شدت ضبط سے سرخ پڑتا جا رہا تھا۔ لگ رہا تھا دل پر کسی نے جلتے ہوئے انگارے رکھ دئے ہو۔

وہ طویل سانسیں لیتے ہوئے خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن پورا وجود جیسے ایک اضطرابی کیفیت کا شکار تھا۔ دل چاہ رہا تھا کے سب کچھ تہس نہس کر دے۔

"تم کیا کر رہی ہو؟" اپنی ہی پریشانی میں وہ دیکھ نہیں پائی تھی کے بریزے پہلے سے وہاں موجود تھی۔ راکنگ چیئر پر بیٹھی غیر مرئی نقطے کو دیکھتی جانے کون سے جہاں میں پہنچی ہوئی تھی۔ ریشام کے متوجہ کرنے پر اس نے نگاہوں کا رخ موڑ کر اس کی جانب دیکھا۔

"کہاں کھوئی ہوئی ہو تم؟" اس نے پھر پوچھا تو وہ خوابیدہ سی کیفیت میں بولی۔

"کیا تم نے جگنوؤں کو رقص کرتے دیکھا ہے ریشام؟"

"جگنوؤں کا رقص؟" ریشام نے آنکھیں میچ کر چند سیکنڈ بعد کھول کر اسے گھورا۔ "اس وقت میرے ضبط کی طنابیں چھوٹ رہی ہیں اور تمہیں جگنوؤں کا رقص یاد آ رہا ہے بریزے؟" اس نے سخت تپے ہوئے انداز میں پوچھا۔ "میں خود کو اس کے سحر سے نکال نہیں پا رہی"

"کیا پھر کوئی خواب دیکھا ہے تم نے؟"

"نہیں! اب وہ خواب میں نہیں آیا کرتا" اس کے انکار پر ریشام نے شکر کا سانس بھرا کے چلو یہ سلسلہ تو ختم ہوا۔ لیکن اس کی اگلی بات پر اس کا غصہ پھر ابلنے لگا۔

"اب وہ خواب نہیں ہے۔ نہ ہی خیال ہے۔ وہ حقیقت ہے مجسم حقیقت۔ وہ حقیقت میں دکھائی دیتا ہے"

"اور جب وہ آتا ہے تو تمہیں جگنوؤں کا رقص دکھاتا ہے؟" اس نے گہرے طنز سے پوچھا۔ "صرف جگنوؤں کا نہیں۔ تتلیوں کا بھی۔۔ جب وہ میرے سامنے ہوتا ہے تو میرے ارد گرد صرف تتلیاں اور جگنوؤں اڑتے پھرتے ہیں۔ ہر سو سبز روشنی پھیل جاتی ہے۔ سحر انگیز خوشبوئیں۔ معطر ہوائیں۔۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں کسی جنت میں چلی گئی ہوں" وہ واقعی اپنے ہوش میں نہیں لگ رہی تھی۔ ذہنی طور پر وہ کہیں اور ہی پہنچی ہوئی تھی۔

"کیا بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو؟ ہوش میں آو۔ پاگل تو نہیں ہو گئی ہو؟" ریشام نے اسے کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ دیا۔

اس کا دماغ پہلے ہی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں کھو بیٹھا تھا ایسے میں بریزے کی الٹی سیدھی باتیں اسے طیش میں مبتلا کر رہی تھیں۔

"مجھے پاگل مت کہو۔ میرا یقین کرو میں جھوٹ نہیں کہہ رہی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اسے"

"اچھا؟؟ تم نے دیکھا ہے اسے سچ میں؟"

"ہاں" وہ ریشام کی آنکھوں میں دیکھتی وثوق سے بولی۔

"ٹھیک ہے پھر بلاو اس کو یہاں پر۔۔ میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں اسے"

"تم؟۔۔ تم اسے دیکھ کر کیا کرو گی؟" اس کی فرمائش بریزے کے لئے حیرانگی کا سبب تھی۔ "میرا موڈ اس وقت شدید خراب ہے۔ میں اسے کہوں گی مجھے بھی جگنوؤں کا رقص دکھائے"

"تم میری باتوں کو مذاق میں مت لو ریشام۔" اس کے طنز سے کہنے پر وہ ناراضگی سے بولی۔ "میں جب تک اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ لیتی، نہیں مانوں گی کے تمہارے کمرے میں کوئی جن رہتا ہے"

اکھڑ سے لہجے میں کہہ کر وہ روم سے باہر آ گئی۔ پھر بڑبڑاتے ہوئے کچن کی جانب بڑھ گئی۔ سر درد سے پھٹنے کو تھا۔ ایک ہاتھ سے سر کو دباتی وہ اپنے ہی دھیان میں چل رہی تھی جب عبیر کی آواز پر ناچار رکی۔

"رکو ریشام!"

"عبیر بھائی اس وقت میرا دل کر رہا ہے کے میں یہاں سے کہیں دور بھاگ جاوں"

سیڑھیاں اتر کر نیچے ہی دائیں طرف بڑا سا کچن واقع تھا۔ جہاں وہ پین کلر لینے کے لئے جا رہی تھی۔ دوائیوں کا ڈبہ خالدہ بوا وہیں رکھا کرتی تھیں۔

اترنے کے لئے اس نے ابھی پہلی سیڑھی پر ہی قدم رکھا تھا جب عبیر کے وہاں آنے پر وہیں رک گئی۔ "کیوں؟" اس نے کچھ نا سمجھی سے پوچھا۔

"ایک تو رائمہ پھوپھو کی باتوں نے مجھے اتنا غصہ دلا دیا اور پھر بریزے کی باتوں نے میرا دماغ خراب دیا ہے"

"بریزے سے جھگڑا ہوا ہے تمہارا؟"

"جھگڑا نہیں ہوا میرا اس کے ساتھ۔ لیکن اتنی انوکھی سی باتیں کر رہی ہے جو میرا ذہن قبول کرنے کو تیار نہیں"

"ایسا بھی کیا کہہ دیا اس نے؟" اب کے اس کا انداز سپاٹ تھا۔ کسی بھی جذبات سے عاری۔

"پھر وہی جن کی باتیں شروع کر دی ہیں۔ کہہ رہی ہے اب خواب میں نہیں آتا بلکے حقیقت میں آتا ہے"

"اوہ" اس نے تاسف سے نفی میں سر ہلایا۔ "میرا مشورہ مانیں تو آپ حمنہ تائی اور وہاج تایا سے بات کر کے اسے کسی ڈاکٹر کے پاس لے جائیں"

"اسے ڈاکٹر کے پاس لے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا تم اسے پاگل سمجھ رہی ہو؟"

"میں اسے پاگل نہیں سمجھ رہی عبیر بھائی۔۔ لیکن اس کے ساتھ کوئی سائیکی ایشو ہے۔۔ میں فکر مند ہوں اس کے لئے"

"اس کی فکر مت کرو وہ خود ہی ٹھیک ہو جائے گی۔۔ میں اس سے بات کروں گا"

"آپ ایک بار اس سے بات کر کے دیکھیں آپ کو خود ہی اندازہ ہو جائے گا کے اسے علاج کی ضرورت ہے یا نہیں؟"

"اسے تو صرف علاج کی ضرورت ہے۔ لیکن تمہیں تو شاید دو تھپڑوں کی ضرورت ہے" اس کا موڈ پل میں بدلتے دیکھ کر ریشام نے حیرت سے اسے دیکھا "عبیر بھائی؟۔۔"

"تھپڑ کی ضرورت وہ بھی مجھے؟" وہ ذہن پر زور دے کر یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی کے اس سے ایسا بھی کیا کام سرزد ہو گیا جو عبیر اس پر غصہ کر رہا ہے۔

"اس سے زیادہ پاگل پن کا شکار تو تم ہو ریشام۔۔"

"آپ کس بارے میں بات کر رہے ہیں مجھے بلکل سمجھ نہیں آ رہی"

"تمہیں کیا لگتا ہے؟ کیا مجھے معلوم نہیں ہے جو کچھ بھی تم کرتی پھر رہی ہو؟" اس کا انداز کڑا تھا۔ کچھ سختی لیے ہوا۔

"میں کیا کرتی پھر رہی ہوں؟" عبیر کا انداز اسے ناگوار گزرا تھا۔

"میں سب جانتا ہوں ریشام۔۔ مجھ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔۔" وہ سنجیدگی اور اشتعال سے کہتے ہوئے آخر کیا جتانا چاہ رہا تھا۔ وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

"آپ کس بارے میں بات کر رہے ہیں؟ مجھے سمجھ نہیں آ رہی ہے"

"یوسف کے بارے میں بات کر رہا ہوں میں۔۔ پسند کرتی ہو نہ تم اسے؟" وہ کوئی الفاظ نہیں تھے۔ کوئی پگھلا ہوا سیسہ تھا جو اس کی سماعتوں میں انڈیلا گیا تھا۔ یوں لگا جیسے حویلی کی چھت اس کے سر پر آ گری ہو۔ چند لمحے سکتے کی حالت میں کھڑی وہ عبیر کو یک ٹک دیکھے گئی۔ آیا وہ کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی؟ لیکن وہ تو کوئی خواب نہیں تھا۔

وہ حقیقت میں ہی اس کا راز اس کے منہ پر کھول رہا تھا۔ جسے ایک نہ ایک دن تو کھلنا ہی تھا۔ لیکن وہ نہیں جانتی تھی کے اس طرح سے یہ آشکار ہو گا۔

"کیا تمہیں اندازہ ہے کے حویلی کے باقی مکینوں کو جب اس بات کی خبر ہو گی تو کیا ہو گا؟" اس کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑتا جا رہا تھا۔

"بریزے کے پیچھے خود کو ہلکان مت کرو۔۔ اپنی جان کی فکر کرو۔۔"

اس کے لہجے میں طنز کی گہری کاٹ تھی۔ غازی کا خون جب بوجہ غیرت جوش مارتا ہے تو سب تہس نہس ہو کر رہ جاتا ہے۔ وہ دن بھی بس آ ہی گیا تھا۔

ریشام نہیں جانتی تھی کے اس نے کن آندھی طوفان کو دعوت دے ڈالی ہے۔ جو اس در پر جلد ہی دستک دینی والی تھی۔ "عبیر یہ بات جان گیا تھا؟ یقیناً قیامت دور نہیں تھی۔ وہ قیامت جو سعدین حویلی پر گرنے والی تھی۔ ریشام کو اپنی موت سر پر ناچتی محسوس ہوئی۔ کچھ کہنے کی کوشش میں اس کے لب صرف کپکپا کر رہ گئے تھے۔

عبیر کو معلوم پڑ گیا تھا تو بس حویلی میں اب سب کو خبر ہو جانی تھی۔اور پھر یقیناً اس کا انجام تو یوسف اور اس کے لیے موت ہی تھی۔وہ سخت خوف کا شکار ہو چکی تھی۔دل ہی دل میں شدت سے دعا گو تھی کے عبیر کسی کو اس کے بارے میں نہ بتائے۔

لیکن ایسی خواہش کرنا تو دیوانے کے خواب کے جیسا تھا۔

وہ ملامت بھری سفاک سی نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے وہ پلٹ کر اپنے روم میں چلا گیا تھا۔وہ اسے روکنا چاہتی تھی۔اس کی منتیں کرنا چاہتی تھی کے وہ اس بات کا کسی کے سامنے ذکر نہ کرے۔اگر تو عبیر کچھ کہہ دیتا تو کوئی بعید نہیں تھی کے یوسف کا وہم حقیقت کا روپ دھار کر اسے موت کی نیند سلا دیتا۔

اس نے زندگی میں پہلی بار عبیر کا یہ انداز دیکھا

جو اسے اندر تک ڈرا گیا تھا۔اس نے تو ہمیشہ عبیر کو بڑے بھائی کے شفیق روپ میں ہی دیکھا تھا۔اس کا یہ روپ تو اسے رونے پر مجبور کر گیا تھا۔

ریشام کے لیے تو اتنا بھی بہت تھا کے عبیر نے غصے کا شکار ہو کر اسے تھپڑ نہیں دے مارا تھا۔نہ ہی سب کو جمع کر کے اس کی حرکت کے بارے میں بتایا تھا۔

یقیناً وہ بھی نہیں چاہتا ہو گا کے حویلی میں کسی کو بھنک بھی پڑے۔

جو بھی تھا۔ریشام کی جان حلق میں آ پھنسی تھی۔وہ بے جان قدموں سے سیڑھیاں اتر کر نیچے پہنچی۔دل تو چاہ رہا تھا کے بھاگ کر انیکسی میں جائے۔اور یوسف سے کہے کے کہیں دور چلا جائے۔کہیں بہت دور۔جہاں اس کی پرچھائی بھی حویلی والوں کی پہنچ سے دور ہو۔

ہاتھ میں بازو کے درمیان ہیلمٹ دبائے ہاتھوں پر گلوز چڑھاتے ہوئے وہ اچانک ہی اس کی راہ میں آیا۔"کن خیالوں میں کھوئی ہوئی ہو؟"

عاشر نے ناسمجھی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔جو اس وقت اپنے آپ میں نہیں لگ رہی تھی۔اس کے روکنے پر ریشام نے خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"کیا ہوا ہے ریشام اتنی پریشان کیوں لگ رہی ہو؟ تمہاری بات کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ کس سے بات کر رہی تھیں تم؟"

"عب۔۔ عبیر بھائی سے بات کر رہی تھی۔"

اس نے خشک لبوں کو تر کرتے ہوئے کہا"

"عبیر بھائی سے؟" عاشر نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔ "تو ایسی کون سی بات کی ہے انھوں نے تم سے جو تمہارا چہرہ اتنا سفید پڑ گیا ہے؟۔۔ کیا موت کا پروانہ دے دیا ہے انھوں نے تمہیں؟"

عاشر تو از راہ مذاق ہی بولا تھا۔ لیکن وہ الفاظ اسے چابک کی طرح لگے۔

موت کا پروانہ ہی تو دیا تھا اس نے۔۔ بے بسی کی مارے اس کی آنکھوں کے کٹورے نمکین پانیوں سے بھرنے لگے۔ عاشر اس کے رونے پر حواس باختہ ہوا۔

"تم رو کیوں رہی ہو یار؟" وہ پریشانی سے اس سے دریافت کر رہا تھا جب سامنے داخلی دروازے کی جانب نظر اٹھی۔ ریشام کی پشت تھی اس جانب اس لئے وہ نہیں جانتی تھی کے کون آیا ہے۔ لیکن عاشر الجھن کا شکار نظر آرہا تھا۔ کبھی ریشام کو دیکھتا تو کبھی نووارد کو۔ "آپ نے بتایا نہیں کبھی کے آپ کا ہم شکل بھائی بھی اس حویلی میں رہتا ہے؟"

عاشر نے مصنوئی حیرانگی لہجے میں سموتے ہوئے عبیر کو مخاطب کیا جو سارہ کے ساتھ وہیں آرکا تھا۔

"تم کہاں مل لئے اس سے؟" عبیر نے بھی اسی کے انداز میں پوچھا۔ "ریشام سے بات ہوئی ہے اس کی۔۔ اسی نے دیکھا ہے اسے"

وہ شانے اچکا کر بولا۔ جب کے پشت سے آنے والی عبیر کی آواز پر وہ جھٹکے سے مڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ ہو بہو وہی تھا۔ "کیوں بھئی۔۔ کیا کہہ رہا تھا میرا اجڑواں بھائی؟"

عبیر نے ان براہ راست ریشام سے پوچھا جس کی حالت ایسی تھی کے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے عبیر کو دیکھے جا رہی تھی۔

ابھی تو وہ اسے اوپر بات کر رہی تھی۔ وہ اس کے سامنے ہی پلٹ کر روم میں چلا گیا تھا اور وہ نیچے آگئی تھی۔ پھر وہ یہاں کیسے آگیا؟؟

"بریزے کو پاگل مت کہو۔۔اس کی فکر مت کرو۔۔یوسف کو پسند کرتی ہو نا تم؟اپنی جان کی فکر کرو۔۔اگر حویلی میں کسی کو معلوم ہو گیا تو؟؟"

اس کے دماغ میں جھکڑ سے چل رہے تھے۔

یعنی وہ بریزے کا عاشق جن ہی تھا۔جو کڑے انداز میں اسے دھمکی دے کر گیا تھا کے اگر بریزے کے خلاف کچھ بھی الٹا سیدھا کہا تو وہ اس کا راز فاش کرنے میں بھی لمحہ نہیں لگائے گا۔۔"یا اللہ۔۔"

اس نے بے ساختہ دل پر ہاتھ رکھا۔"ریشام تم ٹھیک تو ہو؟"سارہ نے پریشانی سے اس کے گال کو چھوا۔جو برف کی طرح ٹھنڈی پڑ رہی تھی۔

اسے سب کچھ گھومتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

کتنی ہی ساری سوچیں ایک ساتھ اس پر حملہ آور ہوئی تھیں۔جن کی تاب نہ لا کر وہ چکرا کر گر پڑی۔

بیڈ کراون سے ٹیک لگائے۔ایک پیر کھڑا کئے اس پر ہاتھ کی کہنی ٹکائے وہ اسے دیکھے بنا اس کی باتیں سن رہا تھا۔"ماضی کو سینے سے لگا کے رکھنے والے کبھی مستقبل میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔۔تمہیں جب ایک نعمت سے نوازا گیا ہے تو اس کی قدر بھی کرو"

"مجھے میرا ماضی بھولتا ہی نہیں۔۔جب سوچتا ہوں کے میں کیا سے کیا ہو گیا ہوں تو یقین ہی نہیں آتا کے یہ واقعی میں 'میں ہوں؟"

سرخ ڈوروں سے سجی نگاہ اٹھا کر داریان نے اسے دیکھا جو کافی دیر سے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔"تمہیں شکر گزار ہونا چاہئے کے اللہ نے تمہیں ہدایت سے نوازا"

"آئی ڈو۔۔لیکن بس کبھی کبھار خود کو بہت بے بس محسوس کرتا ہوں"اس کے لہجہ ٹوٹا بکھرا سا تھا۔"تم اپنی بے بسی میں کافی توڑ پھوڑ مچاتے ہو۔جس سے کچھ لوگ خوف میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں"یہاں وہاں نظریں دوڑاتے ہوئے اس نے جیسے اطلاع دی تھی۔"اپنے اشتعال کو باہر نکالنے کے لیے مجھے یہی طریقہ مناسب لگتا ہے"

"لیکن تمہیں خود کو نقصان نہیں پہنچانا چاہئے "اس نے داریان کے سفید پٹی سے بندھی ہتھیلی کو دیکھ کر افسوس سے کہا۔"آئندہ خیال رکھوں گا"

وہ سپاٹ سا بولا۔"کیا ہو گیا ہے موڈ کیوں خراب ہے تمہارا؟"

ہر بات کے جواب میں اس کے ایک ہی جیسی بات سن کر اس نے ابرو اٹھا کر پوچھا۔

"موڈ خراب نہیں ہے بس تھک گیا ہوں۔یونیورسٹی اور اکیڈمی کے بعد فرصت ہی نہیں ملتی کسی چیز کے لیے"

"تمہیں ہی شوق چڑھا تھا استاد بننے کا۔۔اپنے بھائی کی سن لیتے نہ کرتے اکیڈمی جوائن"

"اب کیا تم بھی مجھے نصیحتیں کرو گے؟"داریان نے تھکے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"ویسے بھی میں نے صرف خود کو مصروف رکھنے کے لئے یہ فیصلہ کیا تھا۔"

"مصروف تو تم نے کیا ہونا تھا۔الٹا اپنا آپ ہی بھلا بیٹھے ہو"

"مٹھائی کھالی ہے تم نے تو اب یہاں سے جانے کی کرو۔میں سونا چاہتا ہوں کچھ دیر"تکیہ ٹھیک کر کے وہ لیٹ گیا تھا۔بلینکٹ خود پر پھیلاتے ہوئے اس نے بغیر کسی لحاظ کے کہا۔"ویسے تمہارے دونوں بھائیوں نے یہ افواہ پھیلا رکھی ہے تمہارا بریک اپ ہو چکا ہے کسی جن زادی سے۔۔اور یہ توڑ پھوڑ وہی مچا کر جاتی ہے جب اسے تم غصہ آ رہا ہوتا ہے تو"

"یہ دائم اور مہد کسی دن زندہ نہیں بچیں گے مجھ سے"

اس کے لطیف سے انداز سے کہنے پر وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

"کہاں جا رہے ہو تم؟"فرمان کی آواز پر وہ وہاں ٹھہر گیا۔

"داریان بھائی کو بلانے جا رہا ہوں۔آج کرکٹ میچ ہے ہمارا۔انھوں نے بھی کہا تھا ساتھ چلنے کے لیے"بیٹ کو کندھے پر ٹکائے اس نے جواب دیا۔

"اسے رہنے دو تم دونوں چلے جاو۔" پشت پر ہاتھ باندھے فرمان نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں؟" اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔ "اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔۔"

"کیا کوئی آیا ہے ان کے روم میں؟" اس کے روم سے کچھ فاصلے پر ہی وہ دونوں رکے ہوئے تھے۔ جہاں سے مدھم مدھم سی آوازیں آرہی تھیں۔ جو اتنی بلند نہیں تھیں کے سمجھ میں آپاتی۔ "اس کا دوست آیا ہوا ہے۔۔"

"دوست؟" مہد نے بے ساختہ تھوک نگلا۔

"ٹھیک ہے میں اور دائم ہی چلے جاتے ہیں"

دوسرے ہی لمحے وہ تیزی سے بھاگتے ہوئے وہاں سے نکلا تھا۔ پیچھے فرمان پر سوچ نظروں سے اس بند دروازے کو دیکھ رہے تھے۔

"دائم اور مہد کا اس میں کیا قصور ہے۔ جس طرح کی تمہاری حرکتیں ہیں وہ لوگوں کو خود ہی شک و شبے میں ڈال دیتی ہیں"

"میں جان بوجھ کر نہیں کرتا بس ہو جاتا ہے مجھ سے" اپنی کیفیت پر وہ خود بھی جھنجھلایا ہوا سا تھا۔

"تمہارے دماغ کا علاج تو مجھے ہی کرنا پڑے گا۔" اپنی جگہ سے حرکت کر کے وہ اس کے نزدیک آنے لگا

"کیا کر رہے ہو؟ کیا جلانے کا ارادہ ہے مجھے؟"

اسے قریب آتے دیکھ داریان بے ساختہ پیچھے ہٹا۔

اس کے وجود سے تپش سی اٹھ رہی تھی۔

"تم جل کر مر گئے تو اس لڑکی کا کیا ہو گا جو تمہیں دل دے بیٹھی ہے؟" اپنے قدم وہیں روک کر اس نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"میں نے نہیں مانگا تھا اس سے اس کا دل۔ اپنے حصے کی محبت میں کر چکا ہوں۔۔ باقی اب کسی سے مجھے کوئی سروکار نہیں!"

"تمہیں اتنا پتھر دل نہیں ہونا چاہئے۔۔ نرمی پیدا کرو اپنے اندر"

"فلحال تم یہاں سے جانے کی کرو۔۔میرا سر مت کھاو"

تکیے پر سر رکھے وہ بڑبڑا کر بولا "تم بہت ہی بے ادب بھی ہو۔۔شاید تم بھلا بیٹھے ہو کے شاہ صاحب کی غیر موجودگی میں بعض دفعہ میں تمہیں سبق دیا کرتا تھا۔ تمہیں میرا احترام کرنا چاہئے۔آخر کو میں نے تمہیں قرآن پڑھایا ہے!"

"اس کے لئے میں تمہارا ممنون ہوں فاطم۔۔لیکن ابھی نکلو یہاں سے میں آرام کرنا چاہتا ہوں کچھ دیر۔۔"اس نے تکان سے کہا۔"مٹھائی کے لیے شکریہ۔ابھی جا رہا ہوں لیکن جب اگلی بار آوں تو اپنے مزاج درست کر کے رکھنا۔۔ورنہ میں خود ٹھکانے لگا دوں گا۔۔!"اس کے دھمکانے کا ذرا بھی اثر لیے بنا وہ آنکھیں موند گیا۔ لیکن کچھ ہی منٹوں بعد اس نے دوبارہ اپنی پلکیں اٹھائیں تو کمرہ خالی تھا۔فاطم وہاں سے جا چکا تھا۔

اٹھتے ہوئے وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔سفید پٹی میں بندھی اپنی ہتھیلی کو دیکھتے ہوئے وہ اپنے آپ کو ماضی کے جھروکوں میں جھانکنے سے روک نہیں پایا تھا۔

ماضی۔۔

(kingstonلندن، کنگسٹن(

(2012))

کافی دنوں بعد آج سورج نے اپنی شکل دکھائی تھی۔درجہ حرارت آج نارمل تھا۔

گزرے دنوں کے مقابلے میں آج سردی زیادہ نہیں تھی۔وہاں شام کے وقت کافی چہل پہل سی تھی۔اس علاقے میں ایک ساتھ بنے تمام گھر تقریباً ایک جیسے ہی دکھتے تھے۔جس کے سامنے چوڑی روڈ کے بعد سامنے بہت بڑا اور کھلا سا پارک تھا۔آج بچوں کی تعداد وہاں زیادہ تھی۔ایک گھر کا مرکزی دروازہ کھلا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

جہاں سے دو اسٹیپس اتر کر وہ نیچے آتی دکھائی دی ٹخنوں تک آتے پھول دار فراک اور سر پر بندھے اس حجاب والی لڑکی کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی جس میں موجود تازہ تازہ بیک ہوئے کپ کیکس نے ایک میٹھی سی خوشبو سارے میں پھیلا دی تھی۔"ہیری ۔۔"

اس نے روڈ پر ہی فٹ بال کھیلتے ان پانچ چھ لڑکوں میں سے ایک کو آواز دی۔

لیکن وہ کھیل میں مصروف اسے سن نہیں پایا تھا۔ ناچار اس نے اس بار تیز آواز میں اسے پکارا۔ جس کے باعث باقی لڑکے بھی کھیل روک کر اسے دیکھنے لگے تھے۔

اور جب اس کے ہاتھ میں موجود اس ٹرے کو دیکھا تو ہیری کے پیچھے پیچھے وہ بھی چلے آئے تھے "کیا بات ہے۔۔اتنے مزے کی خوشبو آرہی ہے"

فٹ بال کو انگلی پر گھماتے جیک نے ایک گہری سانس لے کر کپ کیکس کی خوشبو کو اپنے اندر اتارا تھا۔ آئزل کو احساس ہوا کے وہ غلط وقت پر وہاں آئی تھی۔

لیکن اب تو ٹرے چھپانے کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ان سب کی نظر اس پر پڑ چکی تھی۔"کوئی ان کو دیکھنا بھی نہیں۔۔یہ صرف ہیری کے لئے ہیں۔۔"

اس نے پہلے وارن کر دیا تھا۔"اب اتنی ظالم نہ بنو۔۔ہم بھی تمہارے پڑوسی ہیں۔۔ہمارا بھی تو تھوڑا سا حق بنتا ہے۔۔ایک آدھ کپ کیک تو ہم بھی چکھ ہی سکتے ہیں۔۔کیوں دوستوں؟"ایک نے مسکین سی صورت بناتے ہوئے ہمسائے کے حقوق یاد دلانے کے ساتھ ساتھ باقیوں کو بھی اپنا ہمنوا بنا لیا تھا۔ جواب "کیوں نہیں، کیوں نہیں، ہمارا حق بھی بنتا ہے" کی گردان کرنا شروع ہو چکے تھے۔ لیکن آئزل نے ٹرے پیچھے کر لی تھی۔ اسے معلوم تھا اچھے سے کے۔ انھوں نے صرف چکھنے میں ہی سب کا صفایا کر جانا ہے۔ تب تک وہ بھی پانی کی پوری بوتل سر پر ڈالنے کے بعد ہاتھوں کو شرٹ سے صاف کرتا واپس آچکا تھا۔ اس کے بالوں سے پانی ابھی بھی ٹپک رہا تھا۔

"اس سے اچھا تو تم گھر جا کر فریش ہی ہو جاتے۔"آئزل نے اس کی بھیگی شرٹ دیکھ کر کہا۔"میرے منظر سے غائب ہوتے ہی ان لوگوں نے تمہاری محنت پر پانی پھیر کر یہ سب چٹ کر جانا تھا۔۔میں یہ رسک کیوں کر لے سکتا تھا بھلا؟"اس کی نیلی آنکھوں میں

ایک الگ ہی چمک سی ابھری تھی۔ صرف ایک کیک اٹھا کر اس نے پوری ٹرے اپنے دوستوں کو دے دی تھی۔ جو خوشی سے "ہیری از دا بیسٹ" کے نعرے لگاتے وہاں سے رفو چکر ہو گئے تھے۔ "ٹیسٹی ہے۔" ایک ہی بائیٹ لے کر اس نے ستائش سے کہا۔ لیکن وہ ناراضگی سے کچھ نہیں بولی۔ "وہ مجھے کبھی اکیلے نہیں کھانے دیتے آئزل"

"تم ہمیشہ ایسے ہی کرتے ہو۔۔ میں اتنی محنت سے بناتی ہوں اور تم سب اپنے دوستوں کو دے دیتے ہو۔ آئندہ کچھ نہیں بناوں گی تمہارے لیے۔۔" "اچھا ناسوری۔۔ آئندہ ایک پیس بھی نہیں دوں گا کسی کو" وہ سنی ان سنی کرتی پارک کی جانب بڑھ گئی تھی۔

"آئزل رکو تو۔۔ میری بات تو سنو یار۔۔" وہ آوازیں دیتا اس کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔۔

کنگسٹن کے ڈاون ٹاون میں معمول کی چہل پہل تھی۔ مقامی لوگوں کے علاوہ سیاحوں کی بھی ایک بڑی تعداد وہاں کی خوبصورتی کو سراہتی نظر آ رہی تھی۔ اسی اسٹریٹ پر بنے شیشے کی دیواروں والے بک اسٹور کا منظر باہر سے واضح دکھ رہا تھا۔

جہاں اندر موجود کتب بینی کے شوقین لوگ کتابوں کی بڑی بڑی ریکس کے پاس کھڑے اپنی مطلوبہ کتابیں دیکھ رہے تھے۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے غیر دلچسپی سے کتاب اٹھا کر اسے الٹ پلٹ کرنے کے بعد واپس رکھتا جا رہا تھا۔ "ہیری تم بور ہو رہے ہو تو وہاں جا، کر بیٹھ جاو۔۔ ان کی ترتیب خراب مت کرو۔" آئزل نے خفگی سے اس بڑی سی میز کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا جہاں چند افراد بیٹھے تھے۔ "اوکے میں نہیں ہاتھ لگا رہا کسی کو۔۔" اس نے کہتے کے ساتھ ہی دونوں ہاتھوں کو پشت پر باندھ لیا تھا۔

"ویسے تمہیں لینا کیا ہے۔۔ آئزل؟" وہ اپنی کوفت اور بے زاری چھپا نہیں پا رہا تھا۔ "کچھ اسلامی بکس لینی ہے۔۔ تمہیں معلوم ہے میری ایک کرسچن فرینڈ اسلام پر ریسرچ کر رہی ہے۔۔ اور کافی زیادہ ہمارے مذہب سے انسپائرڈ بھی ہے۔۔ میں اسی کے لئے کتابیں دیکھ رہی ہوں" اس کے چہرے پر ایک الوہی سی چمک تھی۔ خوشی کے جذبات اس کے لب و لہجے سے صاف محسوس ہو رہے تھے۔ "اچھی بات ہے تم دیکھو کتابیں۔۔ میں تب تک کافی لے آتا ہوں۔۔" اس نے بے تاثر لہجے میں جواباً کہا تو وہ بھی اوکے کہتی پھر سے کتابوں کی جانب متوجہ ہو گئی تھی۔ کنگسٹن کے جس علاقے میں وہ دونوں رہتے تھے وہاں سب ہی گھروں میں نون مسلم فیملیز آباد تھیں۔ سوائے آئزل جنید کے۔۔

Mahira Zaynab Khan Novel

آئزل کے باپ نے ایک نون مسلم سے پسند کی شادی کی تھی۔ جس نے اسلام قبول تو کر لیا تھا۔ لیکن آئزل کی پیدائش کے کچھ ہی عرصے بعد وہ علیحدگی لے کر اپنے پرانے مذہب میں واپس لوٹ گئی تھیں۔ جنید حالی جب آئزل کے ساتھ وہاں شفٹ ہوئے تو اس کی عمر سات سال تھی۔ دیار غیر اور اس کھلے ڈھلے والے ماحول میں بھی جنید حالی نے اسے سات پردوں میں چھپا کر ایک مشرقی باپ کی طرح ہی پالا تھا۔

ان کے ٹھیک برابر والے گھر میں ہیری اپنے ماں باپ اور چھوٹے بھائی جیک کے ساتھ رہتا تھا۔ ہیری اور آئزل کی عمروں میں زیادہ فرق نہیں تھا۔ بچپن سے ساتھ کھیلتے ہوئے وہ ساتھ ہی بڑے ہوئے تھے۔ اسکول جانا۔ شام کو پارک میں کھیلنا یا پڑھائی کرنا وہ دونوں ہر جگہ ساتھ ہی ہوتے تھے۔ لیکن بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ ساتھ جہاں جنید حالی آئزل کو زیادہ گھر سے باہر جانے اور دوسری چیزوں کے بارے میں سمجھایا کرتے تھے۔

وہیں ہیری کو بھی صاف اور دوٹوک لفظوں میں کہہ دیا کرتے تھے کے آئزل سے زیادہ دوستی نہ رکھے۔ وہ دونوں خود بھی اس چیز کا خیال کرتے ہوئے کبھی ملتے تھے تو ہاتھ بھی نہیں ملاتے تھے۔ ہیری کے دوستوں سے بھی آئزل کی اچھی دعا سلام تھی۔

لیکن وہ بھی اس کا ہیری کی طرح ہی احترام کرتے ہوئے اس سے فاصلے سے ملا کرتے تھے۔

اپنی مطلوبہ کتابیں لے کر جب وہ واپس آئی تو ہیری سینٹرل میز کے گرد پڑی چیئر پر بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی کتاب موجود تھی۔ جس کا مطالعہ کرنے میں وہ اتنا مشغول تھا کے آئزل کے وہاں آنے کا بھی نوٹس نہ لے سکا۔ تجسس کے ہاتھوں اس نے ذرا سا جھک کر اس کتاب کے کوور کو دیکھا۔ "سورڈ آف اللہ۔۔؟"

"اوہ ہیری تم یہ پڑھ رہے ہو؟۔۔" اس کا جوش دیکھنے والا تھا۔ "تمہیں معلوم ہے اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت خالد بن ولیدؓ کس قدر اسلام کے مخالف تھے۔۔ جنگ احد جب ہوئی تھی تو وہ مسلمان صرف حضرت ابو سفیانؓ اور انھی کی وجہ سے تو ہارے تھے۔ اور تمہیں وہ والا قصہ سناوں میں۔۔"

"میں وہی پڑھ رہا ہوں۔۔" اس نے کتاب دکھا کر جیسے اسے یاد دلایا۔ "ٹھیک ہے تم پڑھو۔۔" وہ خفت سے بولی۔"

لیکن کیا تم نے وہ والا قصہ پڑھ لیا۔۔؟؟" دو منٹ بعد وہ پھر شروع ہو چکی تھی۔"

ہیری نے کتاب بند کر کے سائیڈ پر رکھ دی تھی۔ تھوڑی تلے ہاتھ رکھے وہ پر سکون سا اسے پر جوشی سے بولتے ہوئے سن رہا تھا۔ جس کا من پسند مشغلہ ہی یہی تھا۔ وہ اسلام کے ٹاپک پر نان اسٹاپ بول سکتی تھی جب بھی اسے موقع میسر ہوتا وہ گھنٹوں ہیری کو اسلامی تاریخ کے بارے میں بتاتی رہتی تھی۔ جو بنا اسے ٹوکے، چپ چاپ اس کی سنتا رہتا تھا۔

سورج ڈوبتے ہی وہ شہر روشنیوں سے جگمگا اٹھا تھا۔ عام دنوں میں بھی وہاں کی چہل پہل اور رونق دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ جنید حالی کے چھوٹے سے لیکن خوبصورتی سے سجے ہوئے گھر میں بھی روشنیاں جل اٹھی تھیں۔

کچن سے کھانا لا کر وہ ڈائننگ ٹیبل پر رکھ رہی تھی جب مین ڈور کی بیل بج اٹھی۔ "میں دیکھتا ہوں" کرسی کھسکا کر وہ اٹھ کر دروازے کی جانب بڑھ گئے۔ دروازہ کھولا تو۔۔ "ہیلو مسٹر جنید۔۔" صاف رنگت اور نیلی آنکھوں والا ہیری ان کے سامنے کھڑا تھا۔

"کیسے ہو ہیری؟" انھوں نے خوش اخلاقی سے جواب دیا۔ "وہ اصل میں۔۔۔ ممی نے ڈنر میں پورک بنایا ہے۔۔ ایز یو نو۔۔ مجھے وہ پسند نہیں، کیا میں آپ کو ڈنر میں جوائن کر سکتا ہوں؟"

"بلکل، کیوں نہیں۔ آجاو اندر" ہفتے میں تین بار تو لازمی وہ ان کے گھر ہی بن بلائے مہمان کی طرح ڈنر کرنے آیا کرتا تھا۔ اس کے گھر میں زیادہ تر پورک کی ڈشز بنتی تھیں۔ جو اسے شروع سے ہی ناپسند تھا۔ "ہیری کے لئے پلیٹ لے آو آئزل" اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے انھوں نے ساتھ ہی اس سے کہا۔ "معاف کرنا بیٹا، آج کے مینیو میں ہمارے پاس صرف دال چاول ہیں، ہم باپ بیٹی کا آج ہلکی پھلکی غذا کھانے کا موڈ تھا تو آئزل نے یہی بنا لیا، اگر تم بتا کر آجاتے تو میں تمہارے لئے کچھ اچھا بنوا دیتا"

"تھینک یو، اس کی کوئی ضرورت نہیں، مجھے دال چاول بہت پسند ہیں" پلیٹ میں زیرے والے خوشبودار چاول نکال کر ان پر دال ڈالے وہ رغبت سے کھا رہا تھا۔ کھانے کے دوران وہ ان دونوں سے اسکول کے متعلق چھوٹے چھوٹے سوال کرتے رہے تھے۔ وہ دونوں ہائی اسکول کے اسٹوڈنٹس تھے اور ایک ہی کلاس میں پڑھ رہے تھے۔ "آئزل بیٹا، دو کپ کافی بنا لاو" کھانے کے بعد اس سے کہتے ہوئے وہ ہیری کو لے کر چھوٹے سے لاؤنج میں لے آئے تھے۔ "تو آج کل تم کس کتاب کا مطالعہ کر رہے ہو؟" وہ جانتے تھے کے ہیری کو اسلامی تاریخ کی کتابیں پڑھنے کا کافی شوق ہے، وہ بھی اسے کوئی نہ کوئی کتاب پڑھنے کے لئے دے دیا کرتے تھے۔

"فلحال تو کچھ نہیں پڑھ رہا۔ اسٹڈیز کافی ٹف چل رہی ہیں تو بس سارا دھیان وہیں پر ہے۔" اس نے سادگی سے جواب دیا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

آئزل کو گروسری کا کچھ سامان لینا تھا۔ جنید حالی سے اجازت لے کر وہ ہیری کے ساتھ قریب ہی بنے مارٹ میں آگئی تھی۔اس چھوٹے سے مارٹ میں روزمرہ کی ضروریات کی ہر چیز مل جایا کرتی تھی۔ ریکس میں سجی چیزیں اٹھا کر دیکھتی وہ آگے بڑھ رہی تھی جبکے وہ ٹرالی دکھیلتا اسکے پیچھے چل رہا تھا۔ بچپن سے وہ ان کے سامنے پلا بڑھا تھا۔ نون مسلم ہونے کے باوجود بھی جنید حالی اس پر اتنا اعتماد کرتے تھے کے رات کے وقت بھی آئزل کو اسکے ساتھ مارٹ وغیرہ جانے کی اجازت دے دیا کرتے تھے۔ "یہ رش کیسا ہے؟" بڑی سے گلاس وال سے باہر گلی کا منظر کلئیر دکھائی دے رہا تھا۔

جہاں کچھ لوگوں کا جھمگٹا لگا ہوا تھا۔ آئزل اور ہیری ابھی باہر جانے کا سوچ ہی رہے تھے کے جبھی خریداری کے لئے وہاں آتے ایک شخص نے انھیں صورتحال سے آگاہ کیا۔

وہ کوئی اداکار تھا، جو حلیہ بدلے مارٹ سے خریداری کر کے نکل رہا تھا، لیکن اس کے فینز نے اسے لونگ کوٹ، پی کیپ، چہرے پر لگے بلیک ماسک اور گردن میں لپٹے مفلر کے باوجود بھی پہچان لیا تھا۔ کوئی گارڈ ساتھ نہ ہونے پر سب ہی اس کے سر ہو گئے تھے اس کے ساتھ سیلفیز بنوانے کے لئے۔۔ "پبلک فگر بننے کے بعد ان بے چاروں کی بھی پرائیویٹ لائف بلکل ہی ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔" "ویسے مجھے تو یہ تمہارا فیوچر نظر آرہا ہے، ایک دن تم بھی بل بورڈ کے نمبر ون سنگر بن جاو گے، اور پھر تمہارے فینز ایسے ہی تمہارے ارد گرد گھوما کریں گے۔" بریڈ کے پیکٹ اٹھا کر ٹرالی میں ڈالتے ہوئے آئزل نے شرارت سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔ ہیری کی آواز کافی خوبصورت تھی، وہ اور اس کا دوست ڈیرک دونوں مستقبل میں خود کو ٹاپ سنگر کے روپ میں دیکھا کرتے تھے۔ اسکول کے علاوہ بھی پارک اور دوسری جگہوں پر گانے کا شوق پورا کرتے ہوئے وہ لوگوں سے کاف داد سمیٹا کرتے تھے۔ "تمہیں شوق نہیں ہے فیم کا؟"

جیم کا ایک جار اٹھا کر اسے الٹ پلٹ کرتے ہوئے ہیری نے ایک غیر متوقع سوال پوچھا۔ "فیم کا شوق کسے نہیں ہوتا؟ مجھے بھی ہے۔ لیکن تمہاری طرح مجھے لوگوں کو گناہوں پر مائل کرنے کا کوئی شوق نہیں۔۔"

"گناہ؟؟" اس نے آبرو اٹھا کر آئزل کو دیکھا "ہر وہ کام گناہ ہے جو اللہ کے راستے سے روک کر شیطان کو خوش کرنے کے لئے کیا جائے۔۔"

"میوزک حرام تو نہیں ہے آئزل۔۔" اسے بیکنگ کا سامان لینا تھا۔ جو ریکس میں بہت اوپر کہیں رکھا تھا۔ اس کا ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچ پا رہا تھا۔ جبھی ہیری نے ہاتھ اونچا کر کے وہ تین چار ڈبے اٹھا کے ٹرالی میں ڈال دئے تھے۔ "حرام حلال کا مجھے نہیں پتا، جس چیز میں نحوست ہے، شر ہے جس کے سننے پر عذاب ہے تو میرے لئے پھر یہ حرام کی حیثیت ہی رکھتا ہے۔۔ میوزک تو ویسے بھی دل کو مردہ کر کے اللہ کی یاد سے غافل کر دیتا ہے، اگر میں نے اللہ کے بندوں کو اس کام پر لگا دیا تو پھر تو اللہ تعالیٰ نے مجھے سیدھا جہنم میں بھیجنا ہے۔۔"

اس نے بے ساختہ جھرجھری لے کر کہا۔"میں بھی تو عنقریب یہی کام کرنے لگا ہوں۔۔تو کیا پھر میں بھی جہنم میں جاوں گا؟"پیشانی پر لکیریں لئے اس نے استفسار کیا۔ہڈ سر پر گرائے دونوں ہاتھ ٹرالی پر رکھے وہ صرف اس کی جانب متوجہ تھا۔اس کے آدھے چہرے پر سیاہ ماسک لگا ہوا تھا۔جبھی اس کے تاثرات کو وہ جانچ نہیں پائی تھی۔

"اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کے کس کے ساتھ کیا معاملہ ہو گا"وہ شانے اچکا کر بولی۔

"تم نے کبھی مجھے منع نہیں کیا سنگر بننے سے۔۔کیا تم چاہتی ہو کے میں جہنم میں چلا جاوں؟"اس کی نیلی آنکھوں میں خفگی کی جھلک تھی۔"ہیری تم ایک عقل مند انسان ہو۔۔تمہیں بہتر پتا ہے کے تمہیں اپنے فیوچر کے لیے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔۔اور اس جہنم اور جنت کے کانسپٹ میں تو میں نے آج تک کسی نون مسلم کو سیریئس ہوتے نہیں دیکھا۔"

"کیا تم میرے کنسرٹ میں بھی نہیں آو گی؟"وہ اس کے جواب کا منتظر تھا جس نے کچھ لمحوں کی خاموشی کے وقفے کے بعد اسے دیکھا۔"اگر وی وی آئی پی ٹکٹ نہیں دو گے تو نہیں آو گی۔"اس کا انداز دھمکانے والا تھا۔"تم میرے کامیاب ہونے کے لیے جتنی دعا کرتی ہو میں تمہارے علاوہ کسی کو بھی وی وی آئی پی سیٹ پر بیٹھنے بھی نہیں دینے والا۔۔"وہ پر سکون سا بولا۔"میں تمہارے سنگر بننے کے لیے دعا نہیں کرتی،میں صرف یہ دعا کرتی ہوں۔۔اللہ تمہیں وہ عطا کرے جس میں تمہاری بھلائی ہے۔۔"

وہ کہتی آگے بڑھ گئی تھی۔مین گیٹ سے باہر نکلا تو سامنے ہی وہ کھڑی نظر آئی۔

سفید فراک پر گلابی حجاب چہرے کے گرد لپیٹے اپنے گھر کی سیڑھیوں پر بیٹھی تھی۔

قریب ہی ایک چھوٹی سی بلی اس کٹوری میں سے دودھ پینے میں مصروف تھی جو آئزل نے اس کے لئے رکھا تھا۔ڈیرک کی طرف جانے کا ارادہ ملتوی کر کے وہ اس کے پاس چلا آیا۔"آج تمہاری دوست آئی ہے"بلی کو پیار کرتے ہوئے وہ بولا تو آئزل مسکرا دی۔"اس کا نام کرسٹل ہے"اس نے جیسے یاد دلا کر کہا۔ساتھ ہی پوچھ بھی لیا۔

"تو کل تمہارا کنسرٹ ہے؟"

"کنسرٹ تو نہیں کہہ سکتے اسے۔"سو دو سو لوگ تو ہوں گے ہی نا وہاں پر؟

"اس سے تو کم ہی ہوں گے"

"میری وی وی آئی پی سیٹ کا بندوبست کیا تم نے پھر؟"

"میں تمہیں نہیں بلا رہا"

"ہیری تم اپنی دوست کو ہی نہیں بلاو گے؟"اس نے خفگی سے کہا۔"وہ جگہ تمہارے معیار کی نہیں،میں نہیں چاہتا تم وہاں آو،اور پھر ہر قسم کے لوگ وہاں پر ہوں گے"

"اوہ۔۔"اس نے جیسے سمجھ کر سر اثبات میں ہلایا۔"اس کا ڈنر ہو گیا ہو تو کیا ہم واک پر چل سکتے ہیں؟"

ہیری کا اشارہ اس کی بلی کی جانب تھا جو ابھی بھی اس کی طرف متوجہ تھی

"دو منٹ رکو میں کوٹ لے کر آتی ہوں۔" اسے انتظار کرنے کے لئے کہتی وہ گھر کے اندر چلی گئی تھی۔اور کچھ ہی دیر میں گرم لانگ کوٹ پہنے باہر آئی۔

"تمہارے یہاں کوئی گیسٹ آئے ہیں کیا؟" کافی دیر سے وہ منتظر تھا کے وہ خود ہی بتادے گی لیکن اس کا ارادہ نہ بنتے دیکھ ہیری سے رہا نہ گیا تو پوچھ ہی بیٹھا۔

"علی بھائی آئے ہیں۔شام کو ہی پہنچے ہیں"

اس نے سرسری سا بتایا تو اس کے ذہن میں وہ شام کا منظر گھوم گیا جب اس نے وہ لڑکا آئزل کے گھر میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔

"کون ہیں یہ علی بھائی؟"" بابا کے دوست کے بیٹے ہیں، اپنی اسٹڈیز سے ریلیٹڈ کوئی کورس وغیرہ کرنے آئے ہیں، وہ تو ہوٹل میں رکنا چاہتے تھے لیکن یونو کے یہ کتنا ایکسپینسو ہو جاتا ان کے لئے، اس لئے بابا نے انھیں ہمارے یہاں رکنے پر راضی کر لیا۔" کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اس نے تفصیل سے بتایا۔

صاف سیدھی سڑک کے دائیں بائیں درختوں کا جھرمٹ تھا۔

آسمان بھی کھلا کھلا سا روشن لگ رہا تھا۔خاموشی اتنی تھی کے جب کوئی گاڑی وہاں سے گزرتی تھی تو صرف اس کی آواز سناٹے کو چیرنے کا سبب بنتی تھی۔

"کیا وہ میریڈ ہیں؟" ہیری نے کافی وقت لیا تو اس کی بات کو قبول کرنے میں۔

"نہیں۔۔" اس کے یک لفظی جواب پر وہ لب بھینچ گیا۔

اچانک سے اس کا دل ہر شے سے اچاٹ ہونے لگا۔ "لیکن وہ انگیجڈ ہیں۔۔"

"کیا ہوا؟" وہ جو اپنے ہی دھیان میں چل رہی تھی جب اس کے قدموں کو اپنے ہمقدم نہ دیکھا تو رک کر پیچھے مڑی۔جو گہری سانس بھرتے ہوئے پھر سے چلنے لگا۔

اس لڑکی نے تو دو منٹ کے لئے اس کی جان ہی نکال کر رکھ دی تھی۔

"اللہ سے کوئی چیز مانگو تو کیا مل جاتی ہے؟" نگاہیں اٹھائے، سر پر تنی آسمان کی روشن چادر کو دیکھتے ہوئے اس نے خوابیدہ سی کیفیت میں پوچھا۔ "بے شک، صدق دل سے مانگو تو کیا نہیں ملتا" اس نے جواب دیا تو وہ پھر پوچھ بیٹھا۔ "پھر بھی۔۔اگر کسی چیز کی خواہش کریں اور وہ نہ ملے تو؟"

"صرف خواہش کرنا تو کافی نہیں ہوتا ہیری۔۔سب سے زیادہ امپورٹنٹ چیز دعا ہوتی ہے۔۔"

"اور اگر دعا بھی قبول نہ ہو تو؟"

"تو پھر یا تو آپ کی دعا میں شدت نہیں ہو گی، یا آپ کا ایمان نہیں ہو گا کے" پتا نہیں میری دعا قبول ہو گی بھی یا نہیں، مجھے وہ چیز ملے گی بھی یا نہیں۔۔ایسے نہیں کرنا چاہئے۔۔آپ کا کام ہے مانگنا آپ بس اس پر فوکس کریں اور اس امید سے مانگے کے اگر اللہ

نہیں دے گا تو کون دے گا۔۔"

اس کی بات کے جواب میں وہ بنا کچھ کہے۔ایک گھٹنے کے بل نیچے بیٹھ گیا۔اپنی سرد پڑتی انگلیوں سے اس کے جوتوں کے کھلے تسموں کو ٹھیک سے باندھنے کے بعد اس نے وہیں بیٹھے بیٹھے سر اٹھا کر اس سے استفسار کیا۔"اور تیسری چیز؟"

ہیری کی نیلی آنکھیں منتظر تھیں اس کی اگلی بات کی۔

"تیسری چیز یہ کے ہو سکتا ہے جو آپ مانگ رہے ہوں وہ آپ کے حق میں بہتر نہ ہو۔۔"وہ شانے اچکا کر بولی۔

"مطلب"اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔"اللہ ہمارے شدت سے مانگنے کے باوجو بھی ہمیں وہ چیز عطا نہیں کرتا جو ہمارے حق میں بہتر نہ ہو۔۔اور پھر اللہ تعالیٰ خود بھی تو یہی فرماتے ہیں کے۔۔"تمہارے حق میں کیا بہتر ہے، کیا نہیں، یہ میں جانتا ہوں۔تم نہیں جانتے۔"

اسی لئے کسی کی آرزو ہونے کے باوجود بھی وہ نہ ملے تو دلبرادشتہ ہوئے کی بجائے صبر کرتے ہوئے موو آن کر جائیں یہ سوچ کر کے "یقیناً اسی میں میری بھلائی ہو گی اور یقین کرو جو چیز ہمیں مانگنے سے بھی نہیں ملتی اللہ اس سے بہتر ہمیں عطا کر دیتے ہیں۔وہ اپنے بندوں کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے۔"وہ اتنے پیارے انداز میں بولتی تھی کے دل ہی نہیں چاہتا تھا کے وہ کبھی خاموش ہو۔

اسٹریٹ کا کونہ ہی ان کی آخری منزل ہوا کرتی تھی۔وہاں سے وہ دونوں پلٹ کر دوبارہ گھر کی جانب آجاتے تھے۔اور پھر دوبارہ واک کرتے ہوئے کونے پر جاتے تھے۔ان دونوں کو گھر سے فقط اتنی ہی دور جانے کی اجازت تھی جنید حالی کی جانب سے۔آئزل واپس مڑنے کی بجائے اس آئسکریم کاؤنٹر کی جانب بڑھ گئی جو کونے پر ہی واقع تھا۔یہ اس کی روزانہ کی عادت نہیں تھی۔ ہفتے میں صرف ایک یا دو بار ہی وہ وہاں سے آئسکریم لیا کرتی تھی۔"لیکن ہر کوئی اتنا پازیٹو وے میں نہیں سوچتا۔لوگ تو واویلا مچاتے ہیں اگر کوئی چیز یا کوئی انسان ان سے چھن جائے تو،ایوین اللہ سے شکوے شکایتیں بھی کرتے ہیں کے اللہ تو نے ہم پر بڑا ظلم کیا۔۔معاذ اللہ ایسا تو کہنا بھی نہیں چاہئے۔"وہ ابھی بھی اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھی جس دوران ہیری نے ایک چاکلیٹ فلیور کی آئسکریم خریدنے کے بعد کوٹ کی جیب سے چند ڈالرز نکال کر کاونٹر پر ادا کئے شروع شروع میں ایک دوبار اسے منع کیا کرتی تھی جو سہولت سے انکار کرتے ہوئے اس کے پیسے واپس لوٹا دیا کرتا تھا۔پھر بعد میں وہ بھی عادی ہو گئی۔"نجانے کیوں۔۔۔لیکن تمہاری باتیں مجھے خوف میں مبتلا کر رہی ہیں"

ہیری نے ریپر اتار کر آئسکریم اس کی جانب بڑھائی تو اس نے مصنوئی خفگی سے اسے دیکھا۔"تم میری ہر بات کے جواب میں تقریباً ایک جیسا ہی جواب دیتے ہو۔۔کچھ لوگوں نے اسلام کو بہت مشکل اور خوفناک وے میں پورٹرے کر رکھا ہے۔حالانکے اس سے پیارا تو کوئی دین ہی نہیں ہے"

"اب تم ہر دوسری بات کے جواب میں جہنم کے عذابوں سے ڈراو گی تو بندہ کیا کرے پھر؟"

"ہاں تو پھر بندہ وہ کام نہ کرے نا کے اسے جہنم کا خوف ستائے۔۔ایک بلکل صاف اور سیدھی سے بات ہے کے اچھے کام کرو گے تو

جنت میں جاوگے،اور برے کام کروگے تو سیدھا جہنم میں۔۔اب یہ ہم پر منحصر ہے کے ہم ہمیشہ والی زندگی کے لئے کس کا انتخاب کرتے ہیں"

"ہمیشہ والی زندگی؟"اس نے آبرو اٹھا کر ناسمجھی سے دیکھا۔"وہ زندگی جو مرنے کے بعد شروع ہوگی"

"تو یہ سب کیا ہے پھر؟"اس نے دونوں بازو پھیلا کر دائیں بائیں کی جانب اشارہ کی۔

اس کا مطلب اس دنیا سے تھا۔"دھوکہ۔۔اس دنیا کو بنانے والے نے بتادیا تھا کے یہ محظ ایک دھوکے کے سوا کچھ بھی نہیں۔۔اور یہاں دل لگانا تو بلکل ہی فضول ہے ہیری۔۔آپ ہمیشہ کے لیے یہاں نہیں رہ سکتے۔یہ پر تعیش سی زندگی،یہ روشنیاں،چکاچوند، گلیمر،یہ بلند پر شکوہ عمارتیں۔۔کچھ بھی نہیں رہے گا،سب خاک میں مل جائے گا۔۔"بنا کچھ کہے وہ جھرجھری لے کر رہ گیا۔

واپسی پر وہ خاموشی سے جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے بے خاموش نگاہوں سے آسمان کو دیکھتے ہوئے چل رہا تھا۔جبکے وہ آئسکریم کھانے میں مگن تھی۔

"آئزل دیکھو۔۔وہاں تارا ٹوٹا ہے۔۔"اس نے خوشگوار سی کیفیت میں اسے متوجہ کرتے ہوئے آسمان کی جانب دیکھنے کو کہا۔

جہاں ایک روشنی تیر کی طرح تیزی سی زمین کی جانب بڑھ رہی تھی۔دوسرے ہی لمحے وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں جوڑے،ہتھیلیاں ملا کر مٹھی سی بنائے آنکھیں بند کر کے زیر لب کچھ پڑھ رہا تھا۔

بند آنکھیں اور حرکت کرتے لب،صاف سفید رنگت۔چوڑی پیشانی۔

خوبصورتی کے علاوہ ایک معصومیت کا بھی رنگ اس کے چہرے پر ہمہ وقت قائم رہتا تھا۔ایک دو منٹ بعد جب اس نے آنکھیں کھول کر آئزل کو دیکھا تو حیران ہوا۔

کیوں کے اس نے اپنی ہنسی چھپانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔"میں ٹوٹے تارے کو دیکھ کر دعا مانگ رہا تھا،اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے؟"

وہ خفا ہوا تو پیڑوں کی شاخوں نے اس کی دلجوئی کرنے کو ہوا سے ہاتھ ملاتے ہوئے کتنے ہی پتے ان پر برسا دئے۔"پہلی بات تو یہ کے ٹوٹے تارے کو دیکھ کر دعا نہیں مانگا کرتے،اور دوسری بات یہ کے وہ ٹوٹا ہوا تارا نہیں تھا۔یہ بلکل ہی ایک غلط کونسیپٹ لوگوں نے بنا رکھا ہے۔"ٹوٹا ہوا تارا نہیں تھا تو پھر کیا تھا؟""اصل میں بعض دفعہ شیاطین کو بھگانے کے لئے ان ستاروں کو توڑا جاتا ہے جو آسمانی خبروں کو چرانے کے لئے جب اللہ کی قائم کردہ حد بندیوں کو توڑنے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر فرشتے انھیں وہاں سے بھگانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔اور جب وہ واپس زمین کی جانب آرہے ہوتے ہیں تو انھیں دیکھ کر لوگ یہ گمان کرتے ہیں کے یقیناً کوئی تارہ ٹوٹا ہے چلو دعا مانگتے ہیں"

"میری علم میں نہیں تھی یہ بات"اس نے خجالت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کل تمہیں ملواوں گی علی بھائی سے۔۔ان سے مل کر یقیناً تمہیں اچھا لگے گا۔۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

گھر کے قریب پہنچنے پر اس بے الوداعی کلمات کہتے ہوئے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ قدم قدم چلتے ہوئے وہاں آ کھڑی ہوئی تھی۔ گراونڈ میں فٹ بال کھیلتے ہوئے اسٹوڈنٹس کھیل چھوڑ کر اس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے جو اسٹیپس پر گٹار لئے اپنا چھوٹا سا کنسرٹ سجائے ہوئے بیٹھے تھا۔ کافی سارے اسٹوڈنٹس اس کے سامنے موجود خاموشی سے اس کی سحر انگیز آواز کو سننے کے لیے وہاں جمع تھے۔ جس کو جہاں جگہ ملی وہ وہیں بیٹھ گیا تھا۔ وہ بھی اسے دیکھ چکا تھا۔ سینے پر بازو لپیٹے وہ کچھ فاصلے پر کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر ہیری کی آنکھوں میں وہی چمک آئی تھی جو آئزل ہی موجودگی میں ہمہ وقت اسکی آنکھوں میں جھلکتی دکھائی دیتی تھی۔

اس نے اپنی کلائی اٹھا کر دوسرے ہاتھ سے اس میں بندھی نازک سی رسٹ واچ کی طرف اشارہ کر کے اسے وقت کا احساس دلایا تھا۔ جس نے بے ساختہ یاد آنے پر سامنے بیٹھے شائقین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فوراً ہی اپنے شو کو ختم کر دیا تھا۔

وہ لائبریری کی جانب بڑھ رہی تھی جب وہ گٹار اٹھائے اس کے پیچھے بھاگتا ہوا آیا۔ "ویری سوری آئزل مجھے وقت کا احساس ہی نہیں ہوا" وہ کچھ نادم لگ رہا تھا۔ "جب تم اپنے گٹار اور اپنے فینز کے ساتھ ہوتے ہو تو تمہیں کسی کا بھی کوئی خیال نہیں ہوتا" "ایسی بات نہیں ہے مجھے یاد تھا کے تمہاری اسائنمنٹ میں ہیلپ کرنی ہے وہ تو بس انھوں نے فرمائش کی تو میں انکار نہیں کر سکا" "معلوم ہے مجھے تم سے کسی کو انکار نہیں کیا جاتا" سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اپنے بیگ میں سے پانی کی چھوٹی سی بوتل نکال کر اس کی جانب بڑھا دی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے ناراض بھی ہوں گے تو ایک دوسرے کا خیال رکھنا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔

"ویسے تمہیں کیا پرابلم آ رہی ہے اسائنمنٹ میں؟"

"یہ پوری اسائنمنٹ ہی میرے لیے پرابلم ہے۔۔ تمہیں معلوم تو ہے مجھے میتھس کتنی بری لگتی ہے" اس سبجیکٹ کے ذکر پر اس کا موڈ یونہی بگڑتا تھا۔

"میں تمہیں ایزی ٹرکس بتاتا ہوں اس کی، پھر دیکھنا یہ میتھس تمہیں کتنا انٹرسٹنگ لگے گا" آستین کے کف سے پیشانی پر آئے پسینے کو صاف کرتے ہوئے اس نے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔ لائبریری کے باہر پہنچ کر وہ اس کی جانب گھومی۔ اس کے کندھے سے لگے گٹار کو اٹھا کر اپنے ہاتھ میں لیا۔ "فریش ہو جاو، جا کر پہلے" اسے تاکید کرتے ہوئے وہ لائبریری کے اندر چلی گئی تھی۔

کچھ ہی دیر بعد وہ اچھی طرح سے ہاتھ منہ دھو کر گیلے بالوں کو پیچھے کی جانب کرتے ہوئے لائبریری میں داخل ہوا۔ جہاں وہ اسے کونے کی میز پر بیٹھی دکھائی دی تھی۔ اس کے سامنے والی چیئر پر بیٹھتے ہوئے اس نے ایک چاکلیٹ بار اس کے پاس رکھ دیا تھا۔ آئزل کو منانا بہت ہی آسان تھا۔ وہ صرف چاکلیٹ سے ہی مان جایا کرتی تھی۔ گٹار کی تلاش میں نظریں دوڑائیں تو وہ اسے دوسری جانب نیچے فرش پر پڑا ہوا نظر آیا تھا۔ اس نے افسوس سے آئزل کو دیکھتے ہوئے اٹھ کر وہاں سے گٹار اٹھا کر اپنے برابر والی چیئر پر

رکھا پھر دوبارہ اپنی چیئر پر بیٹھ گیا۔ آئزل کے ہاتھوں اس کے پیارے گٹار کی یہی عزت افزائی ہوتی تھی۔

وہ دونوں بڑی سی کھڑکی کے پاس آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ درمیان میں کچھ کتابیں کھلی ہوئی رکھی تھیں۔ ایک ہاتھ میں پین پکڑے دوسرے میں کیلکولیٹر لیے وہ اسے سوال حل کرنے میں مدد کر رہا تھا۔ ساتھ ہی کچھ ٹرکس بھی اسے بتا رہا تھا۔ جو وہ دھیان سے سننے کے بجائے نوٹ بک پر لکھتی جا رہی تھی۔

"اگر تم اسے نوٹ ڈاؤن کرنے کے بجائے توجہ سے ایک بار سمجھ لو گی تو دوبارہ اسے دیکھنے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔"

"مجھے سمجھ آ رہا ہے میں بس احتیاطاً لکھ رہی ہوں کے کبھی بھول بھی جاوں تو کم از کم یہ میرے پاس موجود ہو۔۔"

نوٹ بک پر جھکی وہ مصروف سی بولی۔

"ایک تو ہر سوال میں فارمولہ لگانا لازمی ہوتا ہے۔" وہ کچھ جھنجھلاہٹ زدہ سی بولی۔ جبکے وہ بس اس کے جھکے سر کو دیکھ رہا تھا۔

"یار ہیری میچ شروع ہونے والا ہے چلو بھی۔۔"

اس کی توجہ اس کے دوستوں نے کھینچی تھی جو ایک ایک کر کے لائبریری میں داخل ہو رہے تھے۔

"آہستہ بولو کیوین یہ لائبریری ہے۔۔" سوال حل کرتی آئزل نے فوراً ہی سر اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے ٹوکا۔

"میرے اونچا بولنے سے لائبریری ناراض ہو جائے گی کیا؟" تھوڑی کھجاتے ہوئے اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔ لیکن چہرے پر شرارت کا عنصر واضح تھا۔

"تم لوگ چلو میں آتا ہوں کچھ دیر میں۔۔"

"ڈونٹ ٹیل می برو، آج پھر سے تم اسے میتھس سکھانے بیٹھے ہو۔۔"

انگلی پر فٹبال گھماتے ہوئے جری نے مصنوئی سی حیرانگی کا اظہار کیا۔

"ویسے آئزل ماننا پڑے گا کے زبان کے مقابلے میں تمہارا دماغ پیچھے رہ گیا ہے۔۔"

"ویری سیڈ۔۔" وہ تینوں لڑکے اب افسوس سے سر ہلا رہے تھے۔

وہ بھی آئزل اور ہیری کے ہی ہم عمر اور انھی کے کلاس فیلو تھے۔

پورے اسکول میں ان کا گروپ مشہور تھا۔ جن میں آئزل کے علاوہ کوئی دوسری لڑکی شامل نہیں تھی۔

ہیری کے ساتھ ساتھ وہ تینوں بھی اس کا بلکل ایک چھوٹی بچی کی طرح خیال رکھتے تھے۔ اسے چھیڑتے تھے۔ تنگ کرتے تھے لیکن ان کے درمیان ایک واضح فاصلہ ہوتا تھا۔ جس سے وہ کبھی بھی تجاوز نہیں کرتے تھے۔

"آئزل کو یہیں آ کر کمپلیکس فیل ہوتا تھا۔ صرف وہی میتھس میں کمزور تھی۔ ورنہ وہ چاروں ہی میتھس میں بہت اچھے تھے۔

"جب تک میری اسائنمنٹ نہیں بن جاتی یہ کہیں نہیں جائے گا۔ تم لوگ جا کر اپنا میچ کھیلو۔"

نوٹ بک پر سر جھکائے لکھتے ہوئے اس نے مصروف سے انداز میں کہا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"اسائنمنٹ بنانے میں تمہاری مدد کرنے سے بہتر ہے کے ہم خود ہی بنا دیتے ہیں۔ کم وقت لگے گا۔" مائیکل نے مشورہ دیا تو سب نے تائیدی انداز میں سر ہلایا تھا۔ سوائے ہیری کے۔ آئزل نے پین میز پر ڈالتے ہوئے پیشانی پر بل ڈالے اسے دیکھا۔

"جب تک میں اسے بناوں گی نہیں تو سیکھوں گی کیسے۔؟"

"یہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ ہیری کا سمجھانے کا طریقہ ایسا ہے کے کوئی نالائق اسٹوڈنٹس بھی اس سے کلاس لے کر ٹاپ کر جائے۔ لیکن تمہارے پلے کچھ نہیں پڑتا۔"

جری کی افسوس بھری سی آواز پر آئزل نے ضبط بھری نظروں سے ہیری کو دیکھا جو مسکراہٹ دبانے کو چہرہ ہلکا سا جھکا گیا تھا۔

"سب آتا ہے مجھے۔ کچھ بھی پوچھ لو بے شک۔" سینے پر بازو باندھے اس نے نروٹھے سے انداز میں کہا تو مائیکل نے جھٹ سے میز پر پڑی وہ میتھس کی بک اٹھا کر کھولی تھی۔

"اچھا تو اس کا فارمولا تو بتاو ذرا۔" پیجز کو آگے پیچھے کرتے ہوئے اس نے ایک سوال کرتے ہوئے پوچھا۔ جری، مائیکل اور کیوین تینوں اسے سوالیہ انداز میں دیکھ رہے تھے۔ اور ہیری بھی آئزل کو دیکھ رہا تھا۔ یہ وہی سوال تھا جو وہ کئی دفعہ آئزل کو سکھا چکا تھا۔ لیکن پھر بھی اس کے چہرے سے لگ رہا تھا کے اس کا فارمولہ پھر اس کے ذہن سے نکل گیا ہے۔

ہیری نے اچانک ہی وہ بک مائیکل کے ہاتھ سے جھپٹی۔

"تم لوگ گراونڈ میں پہنچو میں دس منٹ میں آرہا ہوں۔" ساتھ ہی انھیں وہاں سے نو دو گیارہ ہونے کا عندیہ دیا۔

"ٹھیک ہے ہم تمہارا ویٹ کریں گے۔۔ ویسے آئزل سچ بتاو۔۔ تم پھر سے اس کا فارمولہ بھول گئی ہو نا؟"

اسے چھیڑنے سے وہ کہاں باز آنے والے تھے۔

"میں نے کہا نا تم لوگ جاو۔"

اس سے پہلے کے آئزل کچھ کہتی ہیری نے تنبیہہ انداز میں کہا تو اسے جلد آنے کی تاکید کرتے ہوئے وہ وہاں وہاں سے چلے گئے تھے۔ وہ کسی کے سامنے اسے لیٹ ڈاؤن ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اپنے دوستوں کے سامنے بھی نہیں۔

"اچھا اب دھیان سے سنو۔۔"

وہ پھر وہیں سے سوال شروع کرنے لگا تھا جہاں سے اس نے چھوڑا تھا۔

اس وقت لنچ بریک تھا۔ اسکول کے بڑے سے گراونڈ میں شور و غل سا مچا تھا۔

Mahira Zayrab Khan Novel

کافی سارے اسٹوڈنٹس خوش گپیوں اور کھیلوں میں مصروف تھے۔ کچھ گروپ کی شکل میں کھیل رہے تھے تو کچھ کی ترجیح بریک میں بھی اپنی پڑھائی تھی۔ ایک طرف پڑی لکڑی کی سنگی بینچ پر وہ موبائل فون ہاتھ میں لئے ہوئے تھی۔ سر اس پر جھکائے کچھ دیکھنے میں مصروف تھیجہاں ایک ویڈیو چل رہی تھی۔ جب کے اس کے پاس کچھ فاصلے پر بیٹھا ہیری، ٹشو میں لپٹا برگر کافی رغبت سے کھانے میں مگن تھا

ویڈیو بلاشبہ کل رات کی تھی۔ سینکڑوں کے معجمے میں بڑے سے اسٹیج پر وہ مائک پکڑے پرفارم کر رہا تھا۔ چیخوں اور سیٹیوں سے شائقین محفل نے ماحول کو گرمایا ہوا تھا۔

اس کا دوست ڈیریک بھی اس کے ساتھ تھا۔ جو گانے میں اس کا ساتھ دیتے ہوئے گٹار پر مختلف دھن بھی بجا رہا تھا۔ موبائل کی اسکرین بند کر کے وہ اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"اس کامیاب کنسرٹ کے بعد کیا تم نے سیلیبریشن نہیں کی؟"

"میں وہاں رکا ہی نہیں"

"کیوں؟"

"وہ جس قسم کی سیلیبریشن کرتے ہیں میں وہاں کمفرٹیبل فیل نہیں کرتا۔۔ اس لئے ساتھ شریک نہیں ہوتا"

"ہاں لیکن پورک اور وائن تو تمہارے گھر بھی ڈیلی روٹین کا حصہ ہے نا؟"

"تمہیں معلوم ہے میں نہیں کھاتا۔۔ اپنے لئے کچھ اور بنالیتا ہوں۔ پاستا یا سینڈوچ۔۔ اور پہلی بار جب ڈرنک کی تھی تو میری طبعیت خراب ہو گئی تھی۔ اس کا ذائقہ میرا معدہ قبول نہیں کر پایا۔ میں نے فوراً الٹی کر دی تھی۔ اس کے بعد دوبارہ اسے ہاتھ ہی نہیں لگایا" آئزل کا خیال اس کے بارے میں کچھ غلط نہیں تھا۔ "وہ واقعی میں صرف نام کا ہی "نون مسلم" تھا۔

"کیسا لگا تمہیں میرا چھوٹا سا کنسرٹ؟۔۔ کول لگ رہا ہوں نہ میں؟" اس نے اشتیاق سے پوچھا۔ "کول سے زیادہ تو بدمعاش لگ رہے تھے"

آئزل کا اشارہ اس کی کھلے گریبان والی شرٹ پر تھا۔ "بادمعاش؟ وہ کیا ہوتا ہے؟"

"مطلب اچھے لگ رہے تھے۔۔"

"نہیں نہیں۔۔اس کا مطلب یقیناً کچھ اور تھا۔۔"

نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"تم ہمیشہ میرے ساتھ یونہی کرتی ہو آئزل۔۔اردو میں جانے تم کیا کیا بولتی رہتی ہو اور پھر مجھے اس کے مطلب بھی نہیں بتاتیں""اوہو ہیری چھوڑو اس کو یہ بتاو تمہارا ایکسپرئینس کیسا رہا؟"اس نے ٹالتے ہوئے دوسری بات شروع کر دی۔

اس کے چہرے پر دلچسپی تھی تو ہیری کے تاثرات بھی ڈھیلے پڑے۔وہ جو کہتی تھی،وہ مان لیا کرتا تھا۔"آئی فیل گریٹ۔۔میری سوچ سے بھی بڑھ کر رسپانس ملا ہے۔۔۔اب تم دیکھنا اس دنیا پر کیسے راج کرتا ہوں میں"کالر کھڑے کرتے ہوئے اس نے فخر سے کہا۔"یہ دنیا تو چڑھتے سورج کی پجاری ہے۔۔جب تک زندہ ہو تب تک تمہاری پرستش کرے گی۔۔تمہارے مرنے کے بعد تو کسی کو تمہارا نام بھی یاد نہیں رہے گا۔"

"ابھی تو میرے کیریئر کا ٹھیک سے آغاز سے بھی نہیں اور تم مار دوا بھی سے مجھے"

"ہاں لیکن تمہاری ڈیبٹھ اینیورسری پر کچھ کینڈلز ضرور روشن کر دے گی"

اس کی مصنوئی ناراضگی کو خاطر میں لائے بغیر اس نے اپنی بات جاری رکھی۔

وہ کچھ کہنے ہی لگا تھا جب چار پانچ لڑکیوں کا ایک گروپ وہاں آیا۔"ہیری تمہارا کل والا کنسرٹ بہت امیزنگ تھا۔"اشتیاق و پرجوشی سے کہتے ہوئے وہ اپنے اپنے فون آن کئے اس کے ساتھ سیلفیز لینے کی خواہ تھیں۔جبکے ایک لڑکی نے اسے مخاطب کیا۔

"Excuse me miss hijabi, take a side please"۔

وہ شاید ہیری کے ساتھ بیٹھنے کی تمنائی تھی۔آئزل بنا کچھ کہے شانے اچکاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔"مجھے آٹو گراف چاہئے تمہارا"اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اپنا کیوٹکس سے سجا نازک سا ہاتھ اس کے سامنے کیا۔وہ مسکراتے ہوئے ان لڑکیوں کی جانب متوجہ ہوا انھیں آٹو گراف دینے کے ساتھ ساتھ سیلفیز بھی بنوا رہا تھا۔"شہرت کسے بری لگتی ہے؟"

وہ سر جھٹک کر دھیان ہٹانے کی نیت سے ہاتھ میں پکڑے فون کو دیکھنے لگی۔

جو ہیری کا تھا۔ واٹس پر اس کے کسی دوست کی جواب سے کوئی ویڈیو موصول ہوئے کا نوٹیفیکیشن آیا تھا۔ آئزل کا ارادہ نہیں تھا پھر بھی اس کی انگلیوں نے اسکرین پر حرکت کرتے ہوئے اس ویڈیو کو کھول لیا۔ جو کل رات کی پارٹی کی ہی تھی۔ کسی بار کلب کا منظر تھا۔ مدھم لائٹ اور تیز میوزک والے ماحول میں شراب وشباب کی محفل عروج پر تھی۔ اچھے برے کی تمیز کا فرق بھلائے اس نوجوان نسل سے تعلق رکھنے والے گروپ نے الگ ہی طوفان بدتمیزی برپا کیا ہوا تھا۔ چند سیکینڈ اسے دیکھنے کے بعد آئزل کے ہاتھ سے فون گرتے گرتے بچا۔ وہ جھرجھری لے کر رہ گئی۔ سہی کہہ رہا تھا ہیری۔ جس قسم کا اس کا مزاج تھا اس نے اس طرح کی پارٹیز میں جا کر واقعی میں ان کمفرٹیبل رہنا تھا۔ اپنی نئی بننے والی "فینز" کو بھگتا کر وہ اس کے پاس آیا۔

"خیریت تو ہے؟" ہیری نے اس کے گلابی حجاب میں لپٹے چہرے کی سرخی کو دیکھتے ہوئے چونک کر پوچھا۔ "تمہارا فون۔۔" جواب دینے کے بجائے اس کا فون آگے بڑھایا۔

انداز ہلکا سا گھبراہٹ لئے ہوئے تھا۔ ہیری نے فون پکڑ کر آن کیا تو وہی ویڈیو پلے ہو گئی۔ آئزل نے ہوم اسکرین کلئیر نہیں کی تھی۔ وہی سرخی اب ہیری کے چہرے پر دکھائی دے رہی تھی۔ کوئی بعید نہیں تھی کے آئزل نے وہ ویڈیو نا دیکھی ہو۔

آنکھیں میچتے ہوئے اس نے نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔ "ام۔۔ میں" کہنے کے لئے کچھ الفاظ نہیں بن پا رہے تھے۔ "میں اس قسم کی پارٹیز میں نہیں جاتا۔۔"

وہ صرف اس کی دوست تھی۔ پھر بھی وہ شرمندگی سے اسے صفائی دے رہا تھا۔

"مجھے معلوم ہے ہیری۔۔" آنکھوں میں نرمی لئے اس نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے اسکی شرمندگی کو کم کرنا چاہا۔ بے ساختہ گہری سانس لیتے ہوئے وہ اس کے پیچھے چل پڑا جس نے کلاس روم کی جانب قدم بڑھا دیے تھے۔

سارا دن آسمان پر آرام فرمانے کے بعد شاہ آفتاب اب وہاں سے نکلنے کی تیاری میں تھا۔ ڈھلتی شام میں ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے موڈ پر کافی خوشگوار اثر ڈال رہے تھے۔ پارک میں ابھی بھی رونق لگی تھی۔ جسے دیکھتے ہوئے وہ تینوں باہر روڈ پر چہل قدمی کر رہے تھے۔ تمہارا مستقبل میں ایک کامیاب سنگر بننے کا ارادہ ہے؟"

علی نے ہیری سے استفسار کیا۔ گزرے دنوں میں ان دونوں کی کافی اچھی دوستی ہو گئی تھی۔اور اب تو وہ آئزل کے بنا ہی گھنٹوں یہاں وہاں کی باتیں کرتے ہوئے ساتھ میں وقت گزارا کرتے تھے۔"آفکورس۔۔لوگ کہتے ہیں میری آواز سحر انگیز ہے۔۔ جب میں گاتا ہوں تو سب سرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں"

"بے شک گناہ میں لذت ہے۔خود بھی جہنم میں جاوگے ساتھ میں ہزار لوگوں کو بھی اپنے پیچھے پیچھے لے جاوگے"

اس کے فخر سے کہنے پر آئزل نے سلگ کر جواب دیا۔

"آئزل۔۔"علی نے اسے تنبیہہ نظروں سے دیکھا۔"آپ خود بتائیں کیا میں غلط کہہ رہی ہوں علی بھائی؟"سیاہ حجاب میں ہڈ سر پر گرائے وہ صبح سے ہیری سے اکھڑی اکھڑی سی تھی۔ابھی بھی ناراضگی سے ہی اس سے پیش آرہی تھی۔"ہاں لیکن تمہیں اس طرح سے نہیں کہنا چاہئیے"

"تو کس طرح سے کہنا چاہئے؟اسے نہیں معلوم میوزک کس طرح سے دنیا اور آخرت میں تباہی کا سبب بنے گا۔لیکن ہمیں تو معلوم ہے نا؟ہم تو اسے بتا سکتے ہیں"

"بے شک۔۔جس کو نہیں معلوم اسے صحیح گائیڈ کرنا ایک مسلمان کا کام ہے۔اس کی ذمہ داری ہے۔لیکن تمہیں اس طرح سے نہیں کہنا چاہئے کے وہ جہنم میں ہی جائے گا۔۔اللہ بہتر جانتا ہے۔یہ فیصلہ اسی پر چھوڑ دو"علی نے منت سے کہا۔

"اٹس اوکے علی بھائی۔یہ دن میں چار بار میرے جہنم میں جانے کی پیشن گوئی کرتی ہے"اس کی بات کا اثر لیے بنا ہیری نے شانے اچکا کر بے نیازی سے جواب دیا۔

آئزل کی دیکھا دیکھی وہ بھی اسے علی بھائی ہی کہنے لگا تھا۔"بہت ہی بری بات ہے۔سوری کہو اسے"

"میں ناراض ہوں اس سے۔"

ایک شکوہ کناں اور خفگی بھری نگاہ اس پر ڈال کر کہتی وہ وہاں سے واک آوٹ ہی کر گئی تھی۔"اس کی باتوں کا برا مت ماننا۔۔وہ کہنے سے پہلے سوچا نہیں کرتی"

علی نے اس کی طرف سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے اس کی باتیں بری نہیں لگتیں۔۔ایوین جس طرح وہ مجھے دوزخ سے ڈرایا کرتی ہے۔ کئی بار میں واقعی میں ڈر جایا کرتا ہوں" ہلکے پھلکے انداز میں وہ دھیما سا مسکراتے ہوئے بولا۔ "لیکن یہ ناراض کس بات پر ہے تم سے؟"

"نیکسٹ ویک میرا کنسرٹ ہے۔ جس کی وجہ سے میں فائنل ٹیسٹ نہیں دے رہا اسکول میں۔۔اسلیئے ناراض ہے"

"سہی۔۔یقیناً تم اسٹڈیز اور کنسرٹ وغیرہ کو ایک ساتھ مینیج نہیں کر پا رہے ہوں گے؟"

"رات دیر تک پریکٹس کرنا پڑتی ہے۔ میں ٹھیک سے اپنی نیند بھی پوری نہیں کر پاتا۔" تھکن اس کے چہرے پر رقم تھی۔

"ویل۔۔میری طرف سے بیسٹ آف لک۔۔اللہ تمہیں بہت کامیاب کرے"

"آمین۔۔" علی کے خوشدلی سے دعا دینے پر جواباً ہیری نے کہا تو وہ پہلے چونکا۔ پھر مسکرا دیا۔ "آئزل کی وجہ سے میری بھی عادت بن گئی ہے کچھ کلمات کو ادا کرنے کی"

وہ سادگی سے کہتے ہوئے توجہ پیش کر رہا تھا۔ "ویسے آج میں فری ہوں۔ آپ کو شہر گھمانے لے جا سکتا ہوں۔" اس نے اچانک سے یاد آنے پر پیشکش کی۔

"تمہارا شکریہ ہیری۔ لیکن آج جمعہ ہے۔ آج مجھے درس میں جانا ہے۔ ہم پھر کسی دن ساتھ چلیں گے" وہ سہولت سے معذرت کرتے ہوئے بولا۔

"اوہ یس۔۔آج تو فرائیڈے ہے۔ آئزل بھی ہر فرائیڈے کو کہیں اسلامک درس میں جایا کرتی ہے۔ لیکن میں گھر پر بور نہیں ہونا چاہتا۔ کیا میں آپ کے ساتھ چل سکتا ہوں؟"

علی نے کچھ حیرانگی سے اس کی نیلی آنکھوں کو دیکھا جہاں سوالیہ پن تھا۔ سیاہ کوٹ پہنے، پیشانی پر بال گرائے، جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ محو سوال کھڑا تھا۔ اس کی پیشکش علی کے لئے قابل حیرت ہی تھی۔ "کیا تم کمفرٹیبل رہو گے وہاں؟"

"معلوم نہیں۔۔یہ تو وہیں جا کر پتا چلے گا" اس نے شانے اچکاتے ہوئے سادگی سے کہا تو اس نے سر ہلا دیا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

مسجد کے برابر میں ہی ایک متوسط سادو کمروں پر مشتمل اسلامک سینٹر بنا تھا۔

ایک کمرہ آفس اور زیادہ تر لائبریری کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ جہاں اونچے اونچے ریکس اور الماریوں میں اسلام سے ریلیٹڈ کافی ساری کتابیں سجی تھیں۔

جب کے اس سے متصل کمرے میں قالین بچھا کر فرشی نشست کا اہتمام تھا۔

جب تک علی نے مغرب کی نماز ادا کی۔ وہ وقت گزاری کے لئے اسی سینٹر کا جائزہ لیتا رہا۔ کچھ ہی دیر میں وہ کمرہ کافی لوگوں سے بھرنے لگا۔ جن میں زیادہ تر تھری پیس سوٹ میں ملبوس تھے۔ جو یقیناً اپنے آفس سے سیدھا وہیں آئے تھے۔ دیار غیر میں عبادت سے زیادہ ذریعہ معاش مسلمانوں کی کی جان ہلکان کئے رکھتا ہے۔ ایسے میں جہاں پانچ وقت کی نماز بامشکل ادا کی جا رہی ہو۔ وہیں اسلام سے قریب ہونے اور دنیا کے ساتھ ساتھ دین کو بھی ساتھ لے کر چلنے کے لئے ہر جمعے کو وہاں ایک محفل سجتی تھی۔

ہفتے کے سارے دنوں میں وقت نکالنا اتنا آسان نہیں ہو پاتا۔ اسی لئے جمعے کے دن کو مختص کر لیا گیا تھا۔ جہاں اسلامی تاریخ سے معتلق بیان بھی دیا جاتا تھا وہیں شرعی مسئلوں اور دیگر اسلامی امور پر سیر حاصل گفتگو بھی کی جاتی تھی۔

علی کو اس درس میں شرکت کرنے کا موقع جنید حالی کی توسط سے ہی ملا تھا۔

پورے ہفتے وہ بھی اپنی پڑھائی میں کافی مصروف رہا کرتا تھا۔ لیکن ہر جمعے کو وہاں آنے کے لئے وقت نکال ہی لیتا تھا۔ وہ مسلمانوں کی محفل تھی۔ جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے متعلق بیان اور گفتگو کی جاتی تھی۔ جسے سننے اور کہنے والے مسلمان ہی ہوا کرتے تھے۔ ایک خوشگوار سی حیرت میں مبتلا سب اس شخص کو کن انکھیوں سے دیکھ رہے تھے جو سب سے پہلی رو میں بیٹھا اشتیاق سے نظریں گھما گھما کر دیواروں پر آویزاں صحابہ کرام کے اقوال اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو دیکھنے کے ساتھ ساتھ حاضرین محفل کو بھی دیکھ رہا تھا۔ جو ایک دوسرے سے ہاتھ ملاتے ہوئے گرمجوشی سے مل رہے تھے۔

اپنی شکل و حلیے سے وہ اس ماحول میں مس فٹ نظر آتا تھا۔

Mahira Zainab Khan Novel

آج سے پہلے وہاں کسی نیلی آنکھوں اور سفید رنگت والے شخص کو نہیں دیکھا گیا تھا۔

آج نا جانے کون سی برکتیں اور رحمتیں وہاں اتری ہوئی تھیں کے پہلی بار تھا کے، اللہ کو ماننے والوں کے ساتھ ایک اہل کتابی بھی وہاں موجود تھا

آج کا درس پروفیسر شمس الرحمان دینے والے تھے۔ جو جامعہ سے منسلک ایک سینئر پروفیسر تھے۔

پینٹ شرٹ پہنے سرمئی داڑھی اور سرمئی بالوں والے پروفیسر درمیانی عمر کے تھے۔ جو آنکھوں پر نازک سے فریم کا نظر کا چشمہ لگائے کافی جاذب نقوش کے حامل تھے۔

جب ان کی نظر ہیری پر پڑی تو پہلے چونکے پھر مسکرا کر اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"السلام وعلیکم۔۔" ہیری نے کچھ حیرانگی سے ان کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھا۔ پھر جھینپتے ہوئے "وعلیکم السلام کہہ کر ان سے ہاتھ ملا لیا۔ "کیا نام ہے آپ کا؟" انھوں نے شفیق سے انداز میں پوچھا۔ "ہیری۔۔ ہیری نام ہے میرا" ان کے دوستانہ انداز پر اس نے اس بار اعتماد سے جواب دیا۔ "ماشاءاللہ آج جناب ہیری صاحب بھی ہمارے ساتھ اس محفل میں شریک ہیں۔ اللہ ان کی تمام جائز مرادوں کو پورا کرے اور انھیں ہدایت کی نعمت سے نوازے آمین۔۔" پورے ہال کمرے سے آمین کی صدا ابھری تو جانے کیوں اسے کافی اچھا محسوس ہوا۔ جیسے پروفیسر نے کوئی پیاری سی دعا اسے دی ہو۔ جس پر حاضرین محفل نے صدق دل سے آمین کہتے ہوئے اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کے وہ بھی خواہش مند تھے کے ہیری کے حق میں کی جانے والی دعا ضرور قبول ہو۔

ایک دم وہاں خاموشی چھا گئی۔ سب زیر لب درود پاک پڑھنے لگے۔ پھر کچھ ہی لمحوں بعد اس خاموشی کو پروفیسر صاحب کی شیریں آواز نے توڑا۔

"کوئی گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔۔ اللہ معاف کر دیتے ہیں۔۔ لیکن ایک گناہ ایسا ہے جو اللہ کو سخت ناپسند ہے۔۔ اور وہ ہے شرک۔۔

"شرک کیا ہے؟ شرک اسے کہتے ہیں کے جو جگہ آپ نے اللہ کو دی ہے وہ آپ کسی اور کو نہیں دے سکتے۔۔ جو اہمیت اللہ کی ہے اتنا اہم آپ کسی اور کو نہیں رکھ سکتے۔۔ جو عبادت آپ اللہ کی کرتے ہیں۔ اس عبادت کا حقدار کوئی دوسرا نہیں ہونا چاہئے۔۔ جو آپ اللہ سے مانگ رہے ہیں وہ آپ کسی اور سے نہیں مانگ سکتے۔۔ جو سر اللہ کے سامنے جھکتا ہے وہ کسی اور کے سامنے نہیں جھکنا

چاہئے۔۔۔اگر آپ اللہ سے دعا کر رہے ہیں کے۔۔اللہ مجھ پر رحم کر۔۔میری پریشانیوں کا حل نکال۔۔مجھ پر رحم کر۔مجھے فائدہ دے۔۔میری جھولی خوشیوں سے بھر دے۔۔یہی سب آپ اللہ کے علاوہ بھی کسی سے مانگ رہے ہیں تو آپ شرک کر رہے ہیں۔۔معاذاللہ آپ اس اللہ کی برابری پر لے کر آرہے ہیں۔۔جب کے اللہ واحد ہے۔۔اللہ کے علاوہ کوئی اور اللہ کے جیسا نہیں ہے۔آپ اللہ کو پھر پہچان ہی نہیں پائے ہیں۔۔اگر آپ کو پتا چل جائے کے اللہ کون ہے۔۔تو آپ کبھی اس کے در کے علاوہ کسی دوسرے کے در کی طرف جانے کا سوچیں گے بھی نہیں۔"

"دنیا میں ایسے بہت سے لوگ ہیں۔۔ایک طرف اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں۔لیکن ان کے دل مطمئن نہیں ہوتے۔وہ اللہ پر یقین نہیں کر پاتے۔۔زبان سے بے شک اللہ سے دعائیں سے مانگ رہے ہیں لیکن ان کے دل میں کہیں نہ کہیں یہ خوف ضرور ہوتا ہے کے نا جانے میری دعا قبول ہو گی یا نہیں۔۔پتا نہیں میں جو مانگ رہا ہوں وہ ملے گا یا نہیں۔۔اور اگر ملے گا تو کیسے ملے گا؟۔۔

اللہ کہتے ہیں تمہارا کام صرف یقین اور کامل یقین سے مجھ سے دعا مانگنا ہے۔۔تم اپنا کام کرو اور پر سکون رہو، بے فکر ہو جاو۔۔میں تمہارے سارے معاملات کو سنبھال لوں گا۔۔ایسے راستوں سے تم تک مدد بھیجوں گا کے تم حیران رہ جاو گے۔۔بس مجھ پر اندھا اعتماد رکھو۔۔اور ہم سے وہی نہیں ہو پاتا۔۔ایک دن سکون میں گزرتا ہے کے ہاں اللہ میری دعا قبول کر لیں گے۔دوسرا دن گزرتا ہے۔تیسرا دن گزرتا ہے۔۔بندے کو بے چینی ہونے لگتی ہے۔۔ابھی تک کچھ آثار نہیں نظر آرہے۔۔وسوسے ستانے لگتے ہیں۔۔شاید دعا رد ہو گئی۔۔مایوسی بڑھتی ہے۔پھر نا امیدی ہونے لگتی ہے۔پھر اللہ سے شکوے گلے۔

ایک بات آپ میری یاد رکھیں کے اللہ کی طرف جانے کا جو راستہ ہے نا بے شک کٹھن ہوتا ہے۔۔بہت سی مشکلات بھی در پیش آتی ہیں۔۔قدم قدم پر شیطانی وسوسے بھی ڈراتے ہیں لیکن اللہ کیا کہتے ہیں؟

"اور ہم ضرور تمہیں خوف اور فاقہ میں مبتلا کر کے نیز جان و مال اور پھلوں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے۔۔"

(سورہ البقرہ:155)

ہر انسان پر آزمائش آتی ہے۔۔ہر بندے کو جانچا جاتا ہے۔۔کے وہ میرے بلانے پر میری طرف آرہا ہے۔۔یا پھر ساری نشانیاں دیکھ لینے کے باوجود۔۔سب جان لینے کے باوجود میری وحدانیت سے انکار کرتا ہے۔۔اگر تو وہ ضد پر اڑ جاتا ہے کے میں نے جانا ہی شیطان کے راستے پر ہے۔۔میں نے اسی راہ کا انتخاب کیا ہے تو پھر اللہ اسے ہمیشہ کے لیے گمراہ کر دیتے ہیں۔

لیکن جو توبہ کرتے ہیں۔ سنبھل جاتے ہیں اللہ کی راہ کی طرف چل پڑتے ہیں۔اپنی آزمائش کو قبول کرتے ہیں۔اور کہتے ہیں کے اللہ آپ جس حال میں رکھیں ہم راضی ہیں۔آپ بھی ہم سے راضی ہو جائیں۔۔ان کے لیے پھر اللہ نے اس آیت کے آخر میں کیا فرمایا؟

اللہ نے فرمایا کے۔۔

"اے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔۔ایسے صبر کرنے والوں آپ کو خوشخبری دے دیجیے۔"

"اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر اس کام میں بھلائی مت تلاش کریں جس کی بنیاد ہی شر سے ہوئی ہے۔اللہ نے جسے حرام لکھ دیا وہ تمہارے لئے حلال نہیں ہو سکتا۔یہ جو نگاہ ہوتی ہے ناں سارا کام یہی خراب کرتی ہے۔جب یہ قابو میں نہیں رہتی تبھی شر جنم لیتا ہے۔آنکھ جو دیکھتی ہے وہ خیال بنتا ہے۔نگاہوں کو پاک رکھو تا کے خیالات پاکیزہ رہیں۔"روح کی غذا کیا ہے؟وہ جو دیکھو گے، جو سنو گے جو اپنے ذہن و دل میں ڈالو گے وہی تمہارے خیالات بنیں گے۔"

ایسے خیالات کو اپنے اندر جنم مت لینے دو جو تمہارے دل کو مردہ کر دیں۔

مردہ دل کس کا ہوتا ہے؟جس کے دل میں اللہ کی یاد نہیں ہوتی۔اور جہاں اللہ کی یاد نہ ہو۔اس کا ذکر نہ ہو وہاں صرف بے برکتی اور نحوست ہوتی ہے۔

"شیطان کو سب سے زیادہ نفرت کس سے ہے؟نعوذ باللہ ہمارے آخری نبی ﷺ سے۔۔اسے قرآن نہیں پسند۔۔اس سے نہیں برداشت ہوتا کے کوئی اللہ کی عبادت کرے۔اس کا ذکر کرے۔

جس گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہے شیطان اس گھر میں داخل ہی نہیں ہوتا۔اسے اتنا ناگوار لگتا ہے اللہ کا کلام۔اور وہ یہی کرتا ہے۔ لوگوں کو روکتا ہے۔منع کرتا ہے کے تم اپنے رب کی عبادت مت کرو۔اس کا کلام مت پڑھو۔۔اس میں کچھ نہیں رکھا۔مرتو تم نے ویسے ہی جانا ہے تو زندگی کو انجوائے کر کے مرو۔اپنی خواہشات سے منہ مت موڑو۔گانیں سننا کوئی حرام تھوڑی ہے۔صرف

تھوڑا سا گناہ ہی تو ملتا ہے۔اور گناہ کا کیا ہے وہ تو اللہ معاف کر ہی دے گا۔شاباش تم جیو اپنی زندگی۔شیطان کو اللہ نے انسان کا کھلا دشمن کہا ہے۔لیکن ہم اس چیز کو سنجیدہ ہی نہیں لیتے۔ہمیں معلوم ہی نہیں ہوتا ہے وہ کس طرح چپکے سے آخر ہماری زندگی میں زہر گھول جاتا ہے۔وہ تو اس تاک میں رہتا ہے کے کسی طرح بندے کو اس کے رب سے دور کر دے یہی تو وعدہ کیا تھا اس نے اللہ سے۔۔کے جب تک حشر کا وقت نہیں آتا تب تک مجھے مہلت دے۔میں تیرے بندوں کو گمراہ کرتا رہوں گا۔اور وہ کر رہا ہے۔۔اور وہ کرتا رہے گا!

انسان اتنا کم فہم،اتنا نا سمجھ اور اتنا بے وقوف نہیں ہے جتنا وہ بنتا ہے۔

سارے گناہ اور برے کام کر کے شیطان کو مورد الزام ٹھہراتا ہے کے مجھ سے یہ کام اس مردود نے کروایا۔میں نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے مجھے مجبور کیا۔

اور تمہیں معلوم ہے قیامت کے دن جب بندہ یہی بات کرے گا تو شیطان آ کر کیا کہے گا؟وہ کہے گا۔جو کیا وہ تو نے خود کیا۔میں نے تو صرف مشورہ دیا تھا کے یہ کام کرو۔۔میں نے ہاتھ پکڑ کے کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا تھا۔تم نے میرا مشورہ کیوں مانا؟تم انکار بھی کر سکتے تھے تم میرے مشورے کو رد بھی کر سکتے تھے کے۔نہیں مجھے یہ کام نہیں کرنا۔میرے اللہ نے اور اس کے محبوب ﷺ نے روکا ہے۔منع کیا ہے کے یہ کام مت کرنا۔تم نے اپنی مرضی و منشا سے کیا جو بھی کیا۔لہذا میرے پر اپنا جرم مت دھرو۔۔پھر کیا ہو گا؟پھر ہم کیا عذر پیش کریں گے اللہ کے آگے؟

اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ہر دور میں ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔جب لوگوں کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں کے ان کو سنو۔اللہ پر ایمان لاو۔شیطان کے راستے پر مت چلو اس کی منزل تو جہنم ہے۔تم اللہ کے راستے پر چلو۔رسول ﷺ کی سنتوں پر عمل کرو۔

لیکن کچھ لوگ تکبر میں آ جاتے تھے۔وہ جھٹلاتے تھے۔یہ ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتے تھے کے یہ کتاب اللہ نے بھیجی ہے۔ہم کیوں مانیں اس کی تعلیمات۔۔ہم تم وہیں کریں گے جو ہمارا دل چاہے گا۔

اور پھر معلوم ہے ان کے ساتھ کیا ہوا؟اللہ نے ان کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔

ہم کیا کرتے ہیں؟ ہم بھی تو یہی کرتے ہیں۔ موذن اذان دے رہا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ بھلائی کے راستے پر آو۔۔

اور ہم کیا کرتے ہیں۔ اپنے کاروبار میں مصروف رہتے ہیں۔ ٹی وی کی آواز کو کم کر دیں گے۔ لیکن اسے آف نہیں کریں گے۔ سماعتیں اذان کی جانب ہیں لیکن نظر اور دماغ اسکرین میں لگا ہے۔

دل اس انتظار میں ہے کے کب یہ اذان ختم ہو اور میں آواز بڑھا کر اپنے پروگرام کو دیکھوں۔ کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے۔ اللہ دن میں پانچ بار کہتا ہے آو مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا۔ میں ہی تمہارا رب ہوں۔ میرے علاوہ تمہیں کون نوازے گا؟۔ لیکن ہمارا دل اس قدر مردہ، اس قدر سیاہ ہو چکا ہے کے کبھی نماز پڑھ بھی لیں تو نہ ذہن حاضر ہوتا ہے اور نہ دل۔۔

نماز میں بھی یہی خیال آرہے ہوتے ہیں کے جلدی سے ادا کروں اور اپنے کاموں کو مکمل کروں۔

"کیا ہم صرف دنیاوی کاموں کو نمٹانے کے لئے اس دنیا میں آئیں ہیں؟

سارے کام ایک طرف نماز کو اللہ نے فرض قرار دیا ہے صرف پانچ نمازیں نہیں پڑھی جاتیں ہم سے۔ بامشکل ایک گھنٹہ لگتا ہے ساری نمازوں میں۔

قرآن پڑھنے بیٹھے تو سمجھ کچھ آنہیں رہی ہوتی اور بس پڑھے چلے جارہے ہوتے ہیں۔

اس کا ترجمہ تو پڑھو۔ اس کی تفسیر تو پڑھو۔۔ سمجھو تو سہی کے اللہ کہہ کیا رہا ہے۔

لیکن نہیں۔۔ ہم کیوں سمجھیں؟ ہم کیوں مانیں؟ پڑھ لیا بس فرض ادا ہو گیا۔ ہماری شفاعت تو ویسے ہی ہو جانی ہے۔

آخر کو حضور ﷺ کے امتی ہیں۔ وہ کروا دیں گے ہماری شفاعت۔

اور یہ وہی حضور ﷺ ہیں جن سے اللہ فرمایا کرتے تھے کے

"میرے محبوب! ساری رات نہ جاگا کریں، کبھی سو بھی لیا کریں"

وہ ساری ساری رات اللہ کو یاد کرتے ہوئے ان کی عبادت میں گزار دیا کرتے تھے۔

اور ایک ہم ہیں کے پانچ نمازیں پڑھنا اتنا بھاری لگتا ہے۔

کیوں لگتا ہے بھاری؟ کیوں کے ہمیں معلوم ہی نہیں ہے کے رب ہے کیا؟

اللہ کے بارے میں جانتے ہی کچھ نہیں ہے۔اس کو سمجھتے ہی کچھ نہیں ہیں۔

بس آنکھیں بند کر کے شیطان کے راستے پر چلے جا رہے ہیں۔

ہمیں اپنی ماں سے دنیا میں سب سے زیادہ محبت ہے کے اس نے ہمیں پیدا کیا۔ ہمیں اس دنیا میں لانے کا ذریعہ بنی۔

تو پھر اپنے رب کو کیوں بھلا بیٹھے ہو؟۔۔اس سے کیوں منہ موڑتے ہو۔ کیا ہمیشہ کے لئے یہاں رہ جاو گے؟ کبھی پلٹ کے اس کے پاس نہیں جاو گے؟

یہ دنیا تو ایک دھوکا ہے۔ایک پل میں مٹی کے ڈھیر میں تبدیل ہو جائے گی۔ جب اللہ اپنے سامنے حاضر کرے گا۔اور پوچھے گا کے۔

بتا میرے بندے۔۔دنیا میں بھیجا تھا میں نے تجھے۔ کیا کر کے آو ہو وہاں پر؟

کیا جواب دیں گے ہم خالق کو؟

کے کچھ نہیں کیا ہم نے۔ گناہ پر گناہ کرتے رہے۔ موویز دیکھنے میں مگن رہے۔ بڑے بڑے سنگرز کے گانے سنتے رہے۔ کیا یہ جواب دیں گے؟

کافر کہتے ہیں اللہ دکھائی نہیں دیتا۔ ہم کیوں مانے کے یہ کائنات اس نے بنائی ہے۔

تمہیں نہیں دکھائی دیتا۔ کیوں کے تمہارے پاس دیکھنے والی آنکھ ہی نہیں ہے۔

ہم سے پوچھو، ہمارا تو یہی عقیدہ ہے کے ذرے ذرے میں اسی کی ذات پوشیدہ ہے۔

وہی تو ہے جو چوبیس گھنٹے تمہاری جانب متوجہ رہتا ہے۔ تمہیں دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے۔ جب اس سے مانگتے ہو تو وہ فرشتوں سے فرماتا ہے کے۔

دیکھو۔ میرا بندہ مجھے یاد کر رہا ہے۔ مجھے پکار ہے۔

Mahira Zaynab Khan Novel

وہ تمہاری ایک پکار پر لبیک کہتا ہے۔ پھر تم اس کے پکارنے پر اس کے پاس کیوں نہیں جاتے؟ جس نے بنایا ہے اسی سے منہ موڑو گے تو آخرت میں پھر کس سے فریاد کرو گے؟"

ہال کمرے میں ایک گہرا سکوت طاری تھا۔ صرف پروفیسر صاحب کی نرم سی آواز وہاں گونج رہی تھی۔ ٹھہر ٹھہر کر جذب سے بولتے ہوئے وہ سب پر نگاہ ڈال رہے تھے جو خاموشی سے انھیں سن رہے تھے۔

****

اسلامک سینٹر اس وقت خالی اور خاموش سا تھا۔ ہفتہ وار ہونے والے درس میں ابھی کچھ وقت تھا۔ وہ مقررہ وقت سے پہلے وہاں پہنچ چکا تھا۔ پہلی دفعہ وہاں وہ علی کے ساتھ آیا اور دوسری دفعہ وہ اسے بنا بتائے اکیلا آیا تھا۔ وجہ اس کے دل کی بے چینی اور گھبراہٹ تھی۔ وہ جانتا تھا اس کا حل اسے پروفیسر صاحب سے ہی ملے گا۔ اس نے اپنی کیفیت کسی اور سے شئیر کرنے کے بجائے انھی کا انتخاب کیا تھا۔ کیوں کے وہی اسے موضوع لگے تھے۔ اس کے دل میں پہلا خیال انھی کا آیا تھا۔

وہ جب وہاں پہنچا تھا تو سینٹر میں وہ اکیلے تھے۔ فرشی نشت سنبھالے، دوزانوں بیٹھے قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ وہ جوتے ایک طرف اتار کر اندر داخل ہوا تو انھیں تلاوت میں محو دیکھ کر بنا سلام کئے ایک طرف خاموشی سے انھی کی طرح دوزانو بیٹھ گیا تھا۔

پروفیسر شمس نے اس کی موجودگی کو محسوس کیا تھا۔

وہ سر جھکائے، پلکیں گرائے انھیں سن رہا تھا۔ جو دھیمی اور پر سوز سی آواز میں اللہ کا کلام پڑھ رہے تھے۔ ہیری کو ایک لفظ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ لیکن ان کی آواز اور لہجے میں ایسا سکون تھا جو اسے اپنے حصار میں لے کر آہستہ آہستہ اس کی بے سکونی کو قرار میں بدل رہا تھا۔

کچھ دیر بعد انھوں نے تلاوت ختم کر کے قرآن پاک کو بند کر کے، چوم کر اونچی ریک میں رکھا تو وہ ان کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے انھیں سلام کر گیا۔

"وعلیکم السلام۔کیسے ہو ہیری؟"انھوں نے اپنے ازلی خوبصورت سے لہجے میں استفسار کیا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔آپ کیسے ہیں؟"اس نے اخلاقیات نبھاتے ہوئے ہوئے پوچھا۔

"شکر ہے میرے مالک کا۔۔آپ سنایئے۔آج آپ وقت سے پہلے تشریف لے آئے؟"وہ مکمل طور پر اس کی جانب متوجہ تھے۔ جو کچھ ہچکچاہٹ کا شکار لگ رہا تھا۔کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن الفاظ اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

"میں ہائی اسکول کا اسٹوڈنٹ ہوں۔۔لوگ کہتے ہیں میری آواز میں سحر ہے۔میں گانے بہت اچھے گاتا ہوں۔۔کچھ دن بعد میرا کنسرٹ ہے۔لیکن کچھ باتیں ہیں ایسی۔۔جنھوں نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔آپ اجازت دیں تو آپ سے شئیر کرنا چاہتا ہوں۔ "اس نے کچھ جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"کہیے میں سن رہا ہوں۔۔"

کچھ دیر کے لیے وہاں ایک خاموشی نے بسیرا کر لیا تھا۔اتنی دیر میں ہیری نے الفاظوں کی ترتیب شروع کر دی تھی۔

"آپ نے کہا تھا۔۔کہا تھا کے قرآن صرف مسلمانوں کے لئے نہیں ہے۔۔اس دنیا میں بسنے والے ہر انسان کے لیے ہے۔۔ان کے لیے بھی تھا جو اس دنیا سے چلے گئے ہیں۔اور ان کے لئے بھی ہے جو ابھی دنیا میں آئے بھی نہیں ہے۔۔ایسا ہی کہا تھا نا آپ نے؟"

"بے شک یہی حقیقت ہے۔"

"تو قرآن میں اللہ جو پیغام دے رہے ہیں وہ کیا ہر انسان کے لیے ہے؟اس کے لیے بھی جو مسلمان نہیں ہے؟یہ کیسے ممکن ہے؟"

توجہ سے اس کی بات سنتے ہوئے پروفیسر نے آنکھوں پر لگا نظر کا چشمہ اتار کر ایک سائیڈ پر رکھا۔"آپ کو کیا چیز پریشان کر رہی ہے ہیری؟آپ مجھے تفصیل بتائیں گے؟"

ان کے سوال پر اس کے چہرے کے تاثرات پل میں بدلے تھے۔زندگی میں اپنے ساتھ ہوئے وہ پراسرار سے واقعات اس نے ہمیشہ خود تک ہی محدود رکھے تھے۔کبھی کسی سے ان کا ذکر نہیں کیا تھا کے کوئی اس کی بات کا یقین نہیں کرے گا۔

"میں ایک کرسچن ہوں۔۔جیسے کے آپ جانتے ہیں۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

"میرے نیبرز (ہمسائے) میں ایک مسلم فیملی رہتی ہے۔ مسٹر جنید اور ان کی بیٹی۔۔ بچپن سے میری اس لڑکی کے ساتھ بہت دوستی ہے۔ اور عمر کے اس حصے میں پہنچے کے بعد بھی ہماری دوستی ویسی ہی ہے۔ اس لڑکی کا رجحان اسلام کی طرف بہت زیادہ ہے۔ بیشتر اسلامک کتابیں میں نے اس کے اصرار کرنے کے بعد ہی پڑھی تھی۔ جس کی وجہ سے مجھے اسلامک ہسٹری میں کافی دلچسپی پیدا ہوئی۔ اگر کہا جائے کے مجھے اسلام کی طرف لانے میں آئزل کا ہی ہاتھ ہے تو یہ غلط نہ ہوگا۔ صرف اس کی وجہ سے مجھے وہ سب کچھ معلوم ہوا جو شاید میں اپنی مرضی سے کبھی نہ پڑھ سکتا۔

میں نے عرب کی تاریخ۔ ترکوں کا عروج وزوال۔ اسلام کا بول بالا۔ سب کچھ پڑھا۔ ان موضوعات پر ہم کافی دیر گفتگو بھی کیا کرتے تھے۔ کئی دفعہ وہ مجھے قرآن کی آیات بھی سنایا کرتی تھی۔ کبھی کسی واقعے کو لے کر کبھی کسی وجہ سے۔ میرے دل میں یونہی ایک خیال سا آیا کے آئزل مجھے اتنی اسلامی کتابیں پڑھنے کو دیتی ہے لیکن اس نے کبھی مجھے قرآن پڑھنے کے لیے نہیں کہا۔ نہ جانے کیوں میرے دل میں ایک افسوس سا آیا تھا۔ اس دن میں نے خود ہی اس سے کہہ دیا کے میں قرآن پڑھنا چاہتا ہوں۔

وہ چند لمحے میری شکل دیکھتی رہی۔ پھر نفی میں سر ہلا کر یہ کہنے لگی کے۔ "یہ ممکن نہیں ہے ہیری۔ تم ابھی مسلمان نہیں ہو، تمہیں وضو کرنا بھی نہیں آتا۔ تم اسے چھو بھی نہیں سکتے۔" اس نے جس طرح مجھے انکار کیا تھا۔ ایسا پہلی دفعہ ہوا تھا کے آئزل کی کوئی بات میرے دل میں برچھی کی طرح چبھی تھی۔ میں خاموش ہو گیا تھا۔ میں نے دوبارہ اس سے اس بات کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن دل میں ایک ارادہ کر لیا تھا کے اسے ایک بار پڑھ کر ہی رہوں گا۔ مجھے خود نہیں معلوم تھا کے ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ میں اس کتاب کی جانب اتنا راغب کیوں ہوں رہا ہوں۔ شاید یہ اس لئے تھا کے اسلام کی اتنی زبردست ہسٹری پڑھنے کے بعد میرا دل اس کی طرف مائل ہو رہا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کے قرآن میں ایسا کیا ہے۔ صرف ایک کتاب ہی تو ہے۔ لیکن۔۔"

"قریباً دو مہینے پہلے میں لائبریری گیا تھا۔ اسائمنٹ بنانے کے لیے کچھ نوٹس چاہیئے تھے۔ جن کے لئے میں وہاں اپنی مطلوبہ کتاب ڈھونڈ رہا تھا۔ بے اختیاری طور پر میری نظر ریک میں رکھے قرآن پاک پر پڑی تھی۔ میں نے غور نہیں کیا تھا کے میں اسلامک سیکشن میں کھڑا تھا۔ اس وقت میرا اسے اٹھانے اور پڑھنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی میں اسے اپنے ہاتھ میں لے چکا تھا۔ زرد رنگ کی جلد والی وہ کتاب میرے ہاتھ میں تھی۔

وہاں موجود ہر کتاب پر اس کا ٹائٹل اور اس کتاب کو لکھنے والے یعنی رائٹر کا نام موجود تھا۔

جو کتاب میرے ہاتھ میں تھی۔ وہ وہاں موجود ان ہزاروں کتابوں میں واحد تھی جس پر لکھنے والے کا نام موجود نہیں تھا۔ بائبل جو میں بچپن سے پڑھتا آرہا تھا اس پر بھی کوئی نام موجود نہیں ہوتا تھا۔ میں یہ بھی جانتا تھا کے یہ مسلمانوں کی مقدس کتاب ہے۔ جسے ان کے خدا نے آسمان سے نازل کیا تھا۔ ویسے ہی جیسے پچھلی کتابیں اتاری تھیں۔

میں اسے ہاتھ میں لئے کشمکش میں کھڑا تھا کے مجھے اسے پڑھنا چاہیئے یا نہیں؟ کیوں کے آئزل نے مجھے اسے چھونے سے بھی منع

Mahira Zaynab Khan Novel

کر رکھا تھا۔۔اور وہ وقت ایسا تھا جب میں باضابطہ پہلی بار قرآن پڑھنے لگا تھا۔

میں اپنی سوچوں میں الجھا ہوا تھا جب کسی نے میرے پاس آکر میرے ہاتھ سے نرمی سے اسے واپس لے لیا۔

میں نے اپنے خالی ہاتھ کو دیکھنے کے بعد سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔

وہ مجھ سے عمر میں کچھ سال بڑا تھا۔شاید تین یا چار سال۔۔

اس کے چہرے پر ایک نرم سی مسکراہٹ تھی۔"معاف کرنا میرے دوست لیکن اسے تم وضو کے بغیر نہیں پکڑ سکتے۔"

اس نے معذرت کرتے ہوئے آئزل والی بات دہرائی تھی۔۔میں نے تو سنا تھا کے کتابیں اپنے پڑھنے والوں کو خود تلاشتی ہیں۔کیا میں اس قابل نہیں تھا کے میں قرآن پڑھ سکتا؟"نا جانے کیوں مجھے میرا دل بھاری سا محسوس ہوا تھا تبھی اس ریک میں سے ایک سیاہ جلد والی کتاب نکال کر میری جانب بڑھائی۔

"یہ صرف انگلش ٹرانسلیشن ہے اسے تم پڑھ سکتے ہو۔لیکن اگر پہلے وضو کر لیتے تو بہتر ہوتا۔"

اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی قیمتی چیز مجھ سے چھین کر دوبارہ لوٹا دی گئی ہو۔مجھے خود بھی سمجھ نہیں آرہا تھا کے میں اس کتاب کے لیے اتنا جذباتی کیوں ہو رہا ہوں جو میرے مذہب کی نہیں ہے۔"تھینک یو۔۔"میں نے اس کی بات پر غور ہی نہیں کیا تھا۔مجھے اس چیز کی سرشاری ہو رہی تھی کے میں وہ کتاب پڑھنے والا ہوں۔

میں ایک جانب کونے میں پڑی ہوئی میز کے پاس آگیا۔جو کافی بڑی تھی۔جس کے گرد بیک وقت بارہ لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔لیکن میں وہاں اکیلا بیٹھا تھا۔اور قرآن کی انگلش ٹرانسلیشن میرے سامنے پڑی تھی۔

میرا دل اس وقت عجیب سے جذبات کا شکار تھا۔میں نے گہری سانس بھر کر اسے ہاتھ میں لے کر درمیان سے کھولا۔

میں نے پہلی بار جب قرآن کو دیکھا تو ایک آیت پر میری نظر ٹھہر گئی تھی۔یا میں یوں کہوں کے قرآن سے میرا تعارف اس ایک آیت کے زریعے ہوا تھا۔

"ہم نے چھ دن میں یہ زمین اور آسمان بنائے اور ہمیں کوئی تکان نہیں ہوئی۔"

سورہ ق آیت 38

اس ایک آیت کے علاوہ میں نے اور کچھ نہیں پڑھا۔میری نظریں بس اسی پر ٹکی تھیں۔میرے لب خاموش تھے لیکن میرا دل بار بار بس اسے پڑھے جا رہا تھا۔

کیا مطلب تھا اس آیت کا۔؟مجھے اس کا مفہوم بلکل بھی سمجھ نہیں آیا تھا۔

میں نے چاہا کے میں صفحہ پلٹ کر کچھ اور پڑھنا شروع کروں لیکن میری نظریں اور دماغ اس پر سے ہٹنے سے جیسے انکاری ہو گئے تھے۔میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اسی میز کے گرد کچھ کرسیاں چھوڑ کر وہی لڑکا بیٹھا تھا۔اس نے ہائی نیک پر جیکٹ پہن رکھی تھی۔

وہ اپنے چہرے کے نقوش سے مصری لگتا تھا۔اور اس میں بھی کوئی شک نہیں تھا کے وہ مسلمان ہی تھا۔نا جانے کیوں میں اسے

مخاطب کر بیٹھا۔ وہ کسی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ میرے آواز دینے پر میری جانب متوجہ ہوا۔

"میری مدد کر سکتے ہیں؟" میں نے کچھ جھجکتے ہوئے اس کے سامنے اپنا مدعا رکھا تو وہ اپنی کتاب بند کر کے میز پر رکھتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے سامنے والی چیئر پر آ کر بیٹھ گیا۔

"میرا نام ہیری ہے۔۔ آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔۔"

میں نے اخلاقیات کے بارے میں سوچتے ہوئے اس سے مدد لینے سے پہلے تعارف کروانا ضروری سمجھا۔

"میرا نام مستور ہے۔ اور میں مصر سے ہوں۔۔"

جواباً اس نے بھی خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔ میں نے اس کے سامنے کتاب رکھتے ہوئے اس سے پوچھا کے تمہیں اس آیت سے کیا سمجھ آ رہا ہے؟ اللہ یہاں کیا بیان کر رہے ہیں کے ہم نے چھ دن میں آسمان اور زمین کو بنایا اور ہمیں کوئی تکان نہیں ہوئی۔ ایسا کیوں ہے؟ حالانکہ وہ تو اللہ رب العالمین ہیں۔ وہ کوئی بھی کام کریں انھیں تکان کا احساس کیوں ہو گا۔ وہ چاہے تو کائنات کو ایک اشارے پر الٹا دیں۔" میں استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جس کی نظریں اس آیت پر تھیں۔

"انجیل اور تورات دو مختلف کتابیں ہیں۔۔ تورات کا نزول پہلے ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر۔۔ اور انجیل نازل ہوئی تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔

اس لئے انجیل میں تورات کے بھی کچھ حصے شامل ہیں۔ اس کے سب سے پہلے حصے "سفر التکوین" میں ایک آیت ہے۔

"اللہ نے چھ دن میں زمین اور آسمان بنائے اور ساتویں دن آرام کیا۔"

اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا اور ساتویں دن آرام کیا۔ کتاب مقدس میں تورات کے سفر التکوین (۲:۲) کے الفاظ ہیں: ''فَاسْتَرَاحَ فِي الْيَوْمِ السَّابِعِ'' یعنی ''ساتویں دن میں آرام کیا۔'' یہ تورات کے الفاظ ہیں جو انسانوں نے اپنے فائدے اور آسانی کے لیے شامل کئے۔

وہ بول رہا تھا اور میں ٹکر ٹکر اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ "قرآن سے پہلے جتنی بھی کتابیں نازل ہوئیں وہ سب بھی اللہ ہی کی طرف سے تھیں۔ لیکن ان میں اس قدر ملاوٹ ہو چکی ہے کے سچائی کو جھوٹ سے الگ کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ قرآن صرف ایک ہی ہے اس کے جیسے اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ لیکن توریت کئی ساری ہیں۔ جن میں الگ الگ طرح کی کئی باتیں درج ہیں۔ وہ پہلے صرف اللہ کے الفاظ تھے لیکن بعد میں انسانوں نے اپنی طرف سے اس میں کئی ایسی باتیں شامل کر دی جن میں کوئی صداقت نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ نے قرآن میں فرمایا کے قرآن پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ اور ان کی حقیقت کو بھی بیان کرتی ہے۔

586 قبل مسیح میں جب بخت نصر نے کافی پاور فل فورس کے ساتھ یروشلم پر اٹیک کر کے اسے تباہ برباد کر دیا تھا۔ اور سارے یہودیوں کو قید کر کے بابل لے گیا تھا۔ تب کچھ عرصے بعد وہ سارے یہودی پھر سے آزاد ہوئے تھے۔ اور تب تقریباً ایک سو بیس مفسرین اور بڑے بڑے یہودی عالموں نے اپنی اپنی یادداشتوں کی مدد سے تورات کو پھر سے لکھا تھا۔

جن میں کچھ باتیں ٹھیک ہیں اور کچھ باتیں محض من گھڑت۔!

لیکن اللہ قرآن میں کیا فرما رہے ہیں کے "بے شک ہم نے چھ دن میں زمین اور آسمان بنائے" یہاں تک تو رات ٹھیک ہے۔ لیکن آگے اللہ نے فرمایا کے "ہمیں کوئی تکان نہیں ہوئی۔"

اور اللہ کو تکان ہو گی بھی کیوں۔ اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے۔ اللہ چاہے تو ایسے کئی زمین اور آسمان بنا دے" وہ نرم لہجے میں مجھے سمجھا رہا تھا۔ اور مجھے میرے خون میں ایک برقی رو دوڑتی محسوس ہو رہی تھی۔ میں یک ٹک اس کتاب کو دیکھے گیا۔ جس کی فقط ایک آیت ہی مجھے حیران کر گئی تھی۔ میں نے وہ کتاب بند کر کے دوبارہ واپس ریک میں رکھ دی۔ میں نے اسے کبھی نا پڑھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

میرے گھبراہٹ زدہ چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ شخص مسکرا رہا تھا۔ مجھے اس کا مسکرانا عجیب لگا۔ جیسے وہ یہ کہہ رہا ہو کے میں وہ کتاب لینے واپس ضرور آوں گا۔ لیکن میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں نے دل میں پکا ارادہ کر لیا تھا کے آئندہ اس کتاب کو میں ہاتھ میں بھی نہیں لوں گا۔

"کیا ہوا؟ تم تو کافی ایکسائٹڈ تھے اسے پڑھنے کے لیے؟"

وہ پیچھے کو ٹیک لگائے سینے پر بازو باندھے مجھے مسکراتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اور میں اپنی پیشانی پر آئے پسینے کو صاف کر رہا تھا۔

"شاید میرا اسے نا پڑھنا ہی بہتر ہے۔۔"

میں سنجیدگی سے کہتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اور بنا اسے دیکھے لائبریری سے باہر چلا گیا۔

میں نے اس واقعے کو اپنے ذہن سے جھٹکنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ہر طرح سے اپنا مائنڈ ڈائیورٹ کر کے دیکھ لیا۔ لیکن میرا ذہن جیسے اس پر اٹک گیا تھا۔ میں نے اس کا ذکر آئزل سے بھی نہیں کیا تھا۔ سارا وقت میرے ذہن میں مستور کی باتیں گردش کرتی رہتی تھیں۔ رات دن میرے ذہن پر بس وہی کتاب چھائی رہی۔ جسے میں نے درمیان سے کھول کر صرف ایک آیت پڑھی تھی۔ جو میری عقل کو دنگ کر گئی تھی۔ میرے دل کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ مجھے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی ایک کشش ہے جو مجھے اس کتاب کی طرف کھینچے جا رہی ہے۔ مجھے لگ رہا تھا اگر میں نے اس کتاب کی جانب قدم بڑھا دئے تو واپسی کی کوئی صورت نہیں ہو گی۔ میں نے سوچا کے مجھے اس پر سے دھیان ہٹانے کے لئے کچھ اور پڑھنا چاہئے۔ یہی ارادہ کر کے میں پھر سے لائبریری گیا۔ میں سائنس فکشن پڑھنا چاہتا تھا۔ میں اسی سیکشن کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں پہلے سے کچھ لڑکے کھڑے کتابیں دیکھ رہے تھے۔ میں بھی ریک کے سامنے کھڑا کتابیں نکال کر دیکھنے لگا۔

ایک مشہور مصنف کی سائنس فکشن بک کا میں نے انتخاب کیا۔ تبھی اس گروپ کا ایک لڑکا میرے پاس آیا۔ اس نے فون کان سے لگا رکھا تھا۔

اس نے عجلت میں ایک کتاب زبردستی مجھے تھما دی اور کہا کے۔ "مجھے ایمرجنسی میں یہاں سے جانا پڑ رہا ہے تم پلیز یہ کتاب واپس

Mahira Zaynab Khan Novel

اس کے سیکشن میں رکھ دینا۔۔"

وہ میری بات سنے بنا تیزی سے وہاں سے نکل گیا۔

میں نے سوچا کے رکھ دیتا ہوں کتاب واپس۔ لیکن جیسے ہی اس کے سرورق پر نظر پڑی میں سن رہ گیا تھا۔ میرے ایک ہاتھ میں سائنس فکشن بک تھی تو دوسرے ہاتھ میں وہی انگلش ٹرانسلیشن جو میں پہلے وہاں چھوڑ کر گیا تھا۔

میرا ذہن جیسے بلینک ہو رہا تھا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کے میں کیا کروں۔۔

میں اس سے پیچھا چھڑوانا چاہتا تھا۔ وہ کتاب میرے ذہن پر اثر انداز ہو رہی تھی۔ اور میں ایسا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے سوچا اسے واپس ریک میں رکھ دوں۔ لیکن جب میں واپس میز کے گرد اپنی جگہ آ کر بیٹھا تو میرے ہاتھ میں انگلش ٹرانسلیشن ہی تھی۔ میں چاہ کر بھی اسے واپس نہیں رکھ پایا تھا۔

"کیسے ہو ہیری؟"

میں اپنے آپ میں الجھا ہوا تھا۔ میں نے سامنے بیٹھے شخص پر غور ہی نہیں کیا۔ اس کی آواز پر میں بری طرح چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

وہ اسی طرح نرم مسکراہٹ کے ساتھ مجھے دیکھ رہا تھا۔ جیسے اس دن ملا تھا۔

"پریشان لگ رہے ہو کچھ؟"

اس نے میرے چہرے کے تاثرات کو جانچتے ہوئے پوچھا۔

"میں اسے نہیں پڑھنا چاہتا لیکن یہ بار بار میرے سامنے آ رہی ہے۔" میں نے بے بسی بھرے انداز میں کہا۔

"کتابیں اپنے پڑھنے والوں کو خود تلاشتی ہیں۔۔ اس نے بھی تمہیں تلاش لیا ہے۔"

نا جانے کیوں لیکن مجھے مستور کی باتیں دمبخود کر دیا کرتی تھیں۔

"قرآن نے مجھے تلاشا ہے؟"

میں یک ٹک اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ "قرآن اللہ اور اس کے بندے کے درمیان رابطے کا ذریعہ ہے۔ اگر تمہارا دل قرآن کی طرف مائل ہو رہا ہے تو تمہیں جان لینا چاہئے تمہارے دل کو بنانے والا خالق تمہیں اپنے قریب کرنا چاہتا ہے۔ اس نے تمہیں چن لیا ہے۔ وہ تم پر اپنی رحمت کرنا چاہتا ہے۔۔ اور یہ رحمت ہر کسی کے نصیب میں نہیں ہوتی ہیری!"

"یہ تم کیا بات کر رہے ہو؟" میں کچھ جھنجھلاہٹ زدہ سا فوراً سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"اس میں تمہاری ہر الجھن کا حل مل جائے گا۔۔ تمہیں اسے پڑھ لینا چاہیے۔"

"یہ باقی کتابوں کی طرح نہیں ہے۔۔ یہ کتاب میرے ذہن کو اپنے کنٹرول میں کر رہی ہے۔"

"یہ کتاب اول ہے۔۔ یہ عام کتابوں کی طرح ہو بھی نہیں سکتی۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

میں لب بھینچے نظریں جھکائے اپنے جوتوں کو دیکھتا رہا۔ دل و دماغ میں جیسے جنگ چھڑی تھی۔ اور بلآخر چند لمحوں بعد میں فیصلے پر پہنچ گیا۔

دماغ کو پس پشت ڈالے اپنے دل کی آواز کو سنتے ہوئے میں واپس بیٹھ گیا۔ اور طویل سانس بھر کر مستور کو دیکھا۔

"آپ کا میرے پاس آنا۔ اور اس کی جانب راغب کرنا یقیناً بے مقصد نہیں ہے۔۔ کیا آپ مجھے بتائیں گے آپ کون ہیں؟"

میرے سنجیدہ سے سوال پر اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

"میں تمہیں اپنے نام اور ملک کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ مزید تسلی کے لیے یہ بتا دیتا ہوں کے میں حافظ قرآن ہوں۔۔ اور ان لوگوں کی مدد کرنے کا کام کرتا ہوں جو قرآن سے جڑنا چاہتے ہیں۔۔ اور یہ میں صرف اللہ کی رضا کے لیے کرتا ہوں۔"

"آپ مجھے کیسے جانتے ہیں؟ اور میری ہی مدد کرنے کا فیصلہ کیوں کیا آپ نے؟"

"میں اپنی مرضی سے کسی کو نہیں چنتا۔۔ اگر میں تم تک آیا ہوں تو اس میں اللہ ہی کی مرضی شامل تھی۔"

یہ دو مہینے میری زندگی کے سب سے افضل مہینے تھے۔ انھوں نے میری زندگی کو بدل کر رکھ دیا تھا۔ میرے سوچنے سمجھنے اور میری نظریات میں ایک بہت بڑا چینج آیا تھا۔

بے شک اس عرصے میں میں نے قرآن کے بہت تھوڑے سے حصے کو اسٹڈی کیا تھا۔ لیکن اس تھوڑے سے حصے میں بھی اتنی طاقت تھی کے اس نے میری ذات کو بدل کر رکھ دیا تھا۔ مستور نے مجھے کچھ تفاسیر کی کتابیں بھی پڑھنے کے لئے دی تھیں۔ چند دن پہلے میری اس سے آخری بار ملاقات ہوئی تھی تب اس نے مجھے وہ دی تھیں۔ میرے اسکول میں منتھلی ٹیسٹ شروع ہو چکے تھے۔ مجھے ساتھ میں ان کی تیاری بھی کرنی تھی۔ جس کی وجہ سے۔ یں لائبریری کی کتابیں اتنے وقت تک کے لئے اپنے پاس نہیں رکھ سکتا تھا۔ میں نے سوچا کے کتابیں ابھی واپس کر دیتا ہوں۔

ان دو مہینوں کے دوران ہم ہمیشہ لائبریری میں ہی ملا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ہم کسی اور جگہ نہیں ملے تھے۔ ہم دونوں کے پاس ایک دوسرے کے فون نمبرز بھی نہیں تھے۔ اتفاق بھی ایسا ہوتا تھا کے جس دن میں لائبریری جانے کا قصد کرتا وہ وہاں پہلے سے موجود ہوتا۔ کئی دفعہ تو ایسا بھی ہوتا تھا کے اس پوری لائبریری میں میرے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص موجود نہیں ہوتا تھا۔ صرف لائبریرین ہوتا تھا۔ جو دور دور سے ہمیں دیکھتا رہتا تھا۔

میں جب کتابیں لے کر لائبریری پہنچا تو وہاں صرف چند ایک لوگ ہی تھے۔ وہ جگہ خالی تھی جہاں عموماً میرے آنے سے پہلے مستور بیٹھا ہوا ہوتا تھا۔

مجھے دل میں تھوڑا افسوس ہوا۔ ٹیسٹ کی وجہ سے میں کچھ دنوں کے لئے بہت مصروف ہونے والا تھا۔ شاید آنے والے دنوں میں میرا لائبریری بھی نہ آنا ہوتا۔ میں یہی سوچ کر آیا تھا کے مستور سے مل لوں گا۔ اور اسے بتا بھی دوں گا کے میں اس مہینے مصروفیت کی وجہ سے آ نہیں پاوں گا۔

میں وہ کتابیں لئے کاونٹر پر آ گیا۔ جس کے پیچھے لائبریرین کھڑا تھا۔ وہ ایک درمیانی عمر کا آدمی تھا۔ عینک لگائے وہ مجھے ہی دیکھ رہا تھا۔

میں نے کتابیں کاونٹر پر رکھ کر اس سے کہا کے "یہ کتابیں مستور کے لیے ہیں۔ وہ جب بھی آئے تو اسے اس کی امانت دے دیجئے گا۔"

میرے مطالبے پر اس نے پیشانی پر بل ڈال کر مجھے دیکھا۔ "کون مستور؟"

اس کے سوال پر مجھے تھوڑی سی حیرانی ہوئی تھی۔ ہم دونوں گھنٹوں تک لائبریری میں بیٹھا کرتے تھے۔ اور وہاں بیٹھنے کی اجازت صرف انھیں تھیں جن کے پاس ممبر شپ تھی۔ اس کے بغیر لائبریری آنے والوں کے لئے دوسرا حصہ مختص تھا۔

"وہ لڑکا جو میرے ساتھ بیٹھا کرتا تھا۔ آپ نے تو ہمیشہ ہمیں ساتھ بیٹھے دیکھا بھی ہے۔"

وہ جو ہم دونوں کو کن انکھیوں سے دیکھا کرتا تھا میں نے اسے اسی بات کا حوالہ دیا۔

لیکن وہ مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا۔ جیسے میرا دماغ چل گیا ہو۔

"بے شک میں نے تمہیں یہاں بیٹھے اور پڑھتے ہوئے معتدد بار دیکھا ہے۔۔ لیکن میں نے صرف تمہیں ہی دیکھا ہے۔۔ تمہارے ساتھ مجھے کوئی دوسرا شخص بیٹھا ہوا کبھی دکھائی نہیں دیا۔۔ اور تمہیں دیکھنے کی بھی میری یہی وجہ ہوتی تھی کے تم اکیلے بیٹھ کر خود سے باتیں کیا کرتے تھے۔۔ کیا تم خود سے باتیں کرنے کے شوقین ہو۔۔؟"

وہ کتابوں پر اسٹیمپ لگاتا ہوا لاپرواہی سے بولے جا رہا تھا اور میرے وجود پر جیسے برف کی سلیں برس رہی تھیں۔

"اور جو نام تم نے ابھی لیا۔۔ مستور۔۔ یہ نام تو میرے ریکارڈ میں کہیں نہیں ہے۔۔۔ میں اتنے عرصے سے اس لائبریری میں کام کر رہا ہوں۔ میں بنا دیکھے بھی اس کا سارا ریکارڈ بتا سکتا ہوں۔"

"یقیناً آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔۔ آپ اپنے ذہن پر زور دے کر یاد کرنے کی کوشش کریں ایک بار۔۔ وہ لڑکا جو مجھ سے قد میں تھوڑا لمبا تھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی داڑھی تھی۔ اور اس کی آنکھوں کا رنگ بلیک تھا۔"

میں اسے یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اس نے اپنا کام چھوڑ کر گہری سانس لے کر مجھے دیکھا۔

"میری یادداشت بہت اچھی ہے۔ مجھے سب یاد رہتا ہے کون یہاں پہلی دفعہ آیا اور کون بار بار آیا ہے۔ تم جب بھی آئے ہو تو ہمیشہ میں نے تمہیں اکیلے ہی دیکھا تھا۔ ہاں ایک آدھ دفعہ ایک حجاب والی لڑکی تمہارے ساتھ ہوا کرتی تھی۔"

"یہ آپ کیا مذاق کر رہے ہیں میرے ساتھ؟ میں دو مہینوں سے اس سے یہاں ملنے آرہا ہوں۔ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کے۔۔"

مجھ سے الفاظ ہی نہیں بن پا رہے تھے۔ مجھے غصہ آرہا تھا کے وہ آدمی میرے ساتھ اتنا برا مذاق کیوں کر رہا تھا۔

"لڑکے میں تمہارے ساتھ کیوں مذاق کروں گا؟ اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں ہے تو میں تمہیں سی سی ٹی وی فوٹیج دکھا دیتا ہوں۔۔ تم خود دیکھ کر تسلی کر لو۔۔"

اس کی پیشکش مجھے کافی معقول لگی تھی۔ میں نے اس سے اسی دن کی فوٹیج دکھانے کو کہا جب ہم آخری بار ملے تھے۔ اسی دن مستور نے مجھے کتابیں دی تھیں۔ جس سے یہ ثابت ہو جاتا کے اگر مستور لائبریرین کو دکھائی نہیں دے رہا تو پھر وہ کتابیں کس نے مجھے دی تھی۔

میں کاونٹر کے پیچھے جا کر اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ جس نے کچھ دیر کیبورڈ پر بٹن پریس کرنے کے بعد ایک ویڈیو پلے کر دی تھے۔ ہم دونوں ہی اسکرین کو دیکھ رہے تھے۔ اور دونوں ہی ایک دوسرے کو غلط ثابت کرنے کے منتظر تھے۔

میں اسکرین پر خود کو دیکھ رہا تھا۔ لائبریری میں انٹر ہونے کے بعد میں اپنی مخصوص نشست پر جا کر بیٹھ گیا۔ جو کتابیں اس وقت کاونٹر پر ہمارے سامنے پڑی تھیں۔ جن کے متعلق میں نے دعوی کیا تھا کے یہ مجھے مستور نے دی ہیں۔ ویڈیو میں وہ پہلے سے اس میز پر پڑی تھیں۔ جنھیں جاتے وقت میں نے اپنے بیگ میں ڈال لیا تھا۔ اسکرین پر صرف میں ہی موجود تھا۔ میں اکیلا بیٹھا ہوا قرآن کو بغور پڑھ رہا تھا۔ اور اس طرح سے سامنے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جیسے میرے سامنے کوئی بیٹھا ہوا ہو۔ معلوم نہیں لیکن اس وقت میرے رونگٹے کھڑے ہوئے تھے۔ میرے جسم میں کوئی برق دوڑی تھی۔ اسکرین سے نظریں ہٹا کر اس لائبریرین نے فاتحانہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ جبکے میرے تو کاٹو بدن میں لہو نہیں تھا۔

"لگتا ہے تمہیں ہیلو سینیشن کی بیماری ہے۔۔" وہ کچھ مزاحیہ سے انداز میں بولا۔ مجھے غلط ثابت کر کے وہ خوش ہو رہا تھا۔

"مجھے کوئی بیماری نہیں ہے۔۔!"

میں نے غصے سے کہا۔ لیکن میرے اندر جیسے کوئی جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ میں وہاں سے واپس چلا گیا۔ اور لگاتار پانچ دن تک میں نے لائبریری کے چکر لگائیں ہیں۔ گھنٹوں وہاں بیٹھ کر مستور کا انتظار کیا ہے۔ لیکن اس کے بعد وہ مجھے دوبارہ نہیں دکھائی دیا۔ اور آج چھٹے دن میں لائبریری جانے کے بجائے آپ کے پاس آیا ہوں۔"

"آخری ملاقات میں مستور سے آپ کی کیا بات ہوئی تھی؟"

"کچھ خاص نہیں۔ان دو مہینوں میں ہماری ملاقات یا ہماری جان پہچان اتنی زیادہ نہیں ہوئی تھی۔"

"میرا دل ایک عجیب سی کشمکش کا شکار ہے۔میں اپنی زندگی میں کچھ بننا چاہتا ہوں۔اپنے خواب پورا کرنا چاہتا ہوں۔کچھ دن بعد میرا کنسرٹ ہے۔۔اور مجھے پوری امید ہے کے وہ کامیاب رہے گا۔وہ مجھے شہرت دے گا۔لیکن ساتھ ہی۔۔میرا دل کہتا ہے مجھے اس راستے پر نہیں چلنا چاہئے۔وہ راستہ مجھے تھکا دے گا۔میں اپنی منزل پر پہنچ تو جاوں گا لیکن کبھی سکون حاصل نہیں کر سکوں گا۔ ہمیشہ بھٹکتا ہی رہوں گا۔۔مستور سے بھی میں نے یہی کہا تھا۔لیکن اس نے مجھے کہا کے جو تمہارا دل کہتا ہے تم وہ کرو۔"

"مجھے کچھ بھی نہیں سمجھ آرہا۔میں کیا کروں۔۔کیا آپ میری مدد کر سکتے ہیں۔؟"

"تمہارے سامنے سب کچھ کرسٹل کلئیر ہے۔کیا یہ اللہ کی بلیسنگ نہیں ہے تم پر؟ کے تمہیں اس بارے میں پہلے سے فیلینگ آرہی ہے کے تمہارے خواب پورے ہونے کے بعد بھی ہمیشہ ادھورے ہی رہیں گے۔تمہیں ان میں سکون نہیں ملے گا۔۔کیا تمہیں اسے چھوڑ نہیں دینا چاہئے؟"

"مستور کے بارے میں آپ کچھ بتائیں گے مجھے؟"

اس کی بلوری آنکھوں میں گلابی سے ڈورے دکھائی دے رہے تھے۔"اسے بھول جاو ہیری۔۔صرف وہ یاد رکھو جو اس نے تمہیں کہا۔"وہ نرمی سے بولے لیکن وہ یک ٹک انھیں دیکھتا رہا۔

"کیا مجھے اسے ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔؟"

"تم کبھی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو پاو گے۔۔دنیا میں ایسے خوش نصیبوں ہی تعداد بہت کم ہے جو اپنی زندگی گناہوں میں تباہ کرنے سے پہلے ہی اپنے مقصد کو سمجھ جاتے ہیں۔اور سہی راستے کا انتخاب کر لیتے ہیں۔یہ اللہ کے چنے ہوئے بندے ہوتے ہیں۔۔اور مجھے یہ بتاتے ہوئے کافی خوشی محسوس ہو رہی ہے تمہارا نام بھی ان خوش نصیبوں میں شامل ہے۔۔میں تمہارے لیے دعا کروں گا۔تمہارے دل کی بے چینی اور کشمکش ختم ہو جائے۔اور تم اپنی زندگی کا بہترین فیصلہ لے سکو۔"

"کیا مستور کو میرے پاس اللہ نے بھیجا تھا؟"

"ہمارا کسی اجنبی سے ملنا۔کسی سے بات کرنا۔کسی سے کچھ سیکھنا۔کسی کو کچھ بتانا۔۔یہ کچھ بھی اتفاق نہیں ہوتا ہیری۔یہ سب کچھ ہماری قسمت اور ہمارے نصیب میں لکھا ہوتا ہے۔اور یہ سب اللہ کے حکم سے ہی ہوتا ہے۔مستور کا تمہارے پاس آنا۔اور پھر تمہارا علی کے ذریعے مجھ تک آنا کیا یہ سب تمہیں اتفاق ہی لگتا ہے۔؟"

Mahira Zaynab Khan Novel

اسے اپنے پیروں کے تلوں میں سنسناہٹ سی مچتی محسوس ہو رہی تھی۔ برقی لہریں اس کی رگوں میں گردش کرنے لگی تھیں۔ وہ اچانک ہی وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ کے وقت کا بے حد شکریہ۔۔ میں پھر آپ سے ملنے آوں گا۔"

وہ مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے انھیں سلام کرتا ہوا۔ وہاں سے نکل آیا تھا۔ ٹھنڈ سے بچنے کے لیے اس نے دونوں ہاتھوں کو اپنے پیٹ پر لپیٹ رکھا تھا۔ اس کا ذہن سن ہو رہا تھا۔ چلتے چلتے وہ فٹ پاتھ پر رکھی بینچ پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا۔

دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے وہ خود کو بے بسی کی انتہاوں پر محسوس کر رہا تھا۔ کوٹ کی جیب میں پڑا اس کا فون مسلسل بج رہا تھا۔ اس نے فون نکال کر نمبر دیکھا تو اس کے دوست کا تھا۔ وہ یقیناً اسے پریکٹس کے لئے آنے کا بول رہا ہو گا۔

لیکن ہیری نے اس کی کال کاٹ کر فون واپس جیب میں ڈال لیا۔

آس پاس کافی چہل پہل سی تھی۔ اسٹریٹ فوڈز کے بھی کارٹ اور اسٹالز تھوڑے تھوڑے فاصلے پر موجود تھے۔ جب کر گاہکوں کا رش سا لگا تھا۔

"دیکھو جب ہم اللہ سے کہتے ہیں کے نا کے اللہ ہم آپ سے محبت کرتے ہیں، آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ نا آپ کے سوا کبھی کسے سے کچھ مانگیں گے۔ نا کبھی کسی کے سامنے سر جھکائیں گے۔ تب اللہ ہمارا ٹیسٹ لیتے ہیں۔ اس چیز کے ذریعے جو ہمیں بے حد پیاری ہوتی ہے۔ یوں کہہ سکتے ہیں کے اس چیز میں ہماری جان ہوتی ہے۔

وہ کوئی چیز بھی ہو سکتی ہے۔ کوئی انسان بھی ہو سکتا ہے۔ کچھ بھی۔

اسے ہم سے کچھ مدت کے لیے دور کر دیا جاتا ہے۔۔ یہ دیکھنے کے لئے کے ہم اللہ کے فیصلے پر راضی رہ پاتے ہیں یا نہیں۔ ہم صبر کرتے ہیں یا واویلا مچا کر مایوس ہو کے اللہ سے دور ہو جاتے ہیں۔"

خاموشی سے اس چہل پہل کو دیکھتے ہوئے اس کے دماغ میں پروفیسر کی باتیں گونج رہی تھیں۔

"لیکن ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ہماری آزمائش ان چیزں کے ذریعے ہی کیوں ہوتی ہے جو ہمیں بے حد عزیز ہوتی ہیں؟"

"جس چیز میں تمہارا انٹرسٹ نہیں ہے۔ تمہیں اس میں دلچسپی نہیں ہے۔ اس کے کھو جانے یا چلے جانے سے تمہیں فرق نہیں پڑتا تو اللہ اس چیز کے ذریعے تمہاری آزمائش کیوں کریں گے؟"

"کیا یہ آزمائش ہر انسان کے حصے میں آتی ہے؟" اس نے پھر پوچھا۔

"ہر ایمان رکھنے والے کو اس سے گزرنا ہوتا ہے۔ کیوں کے اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کے جو ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو کہتے ہیں

کے ہم ایمان لائے تو ان کے ایمان کو ضرور جانچا جائے گا۔"

"میں اللہ سے جڑنا چاہتا ہوں۔ لیکن میرا خواب۔ میرا ایشن میرے اور اللہ کے درمیان میں آرہا ہے۔۔ میں اللہ کے قریب جانا چاہتا ہوں۔ لیکن میں اپنے خوابوں کو چھوڑنے کی ہمت نہیں کر پا رہا۔۔ مجھے لگتا ہے اگر میں نے یہ چانس ضائع کر دیا تو زندگی بھر اس پر پچھتاتا رہوں گا۔۔ میں دونوں کو ساتھ لے کر چلنا چاہتا ہوں۔ لیکن میری دوست کہتی ہے اچھائی اور برائی کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ ایک ہی دل میں نیکی اور بدی ساتھ نہیں رہ سکتے۔ یا تو دل میں فقط گمراہی کا اندھیرا ہو گا۔ یا پھر اللہ کے نور کی روشنی ہو گی۔"

"تمہاری دوست بلکل ٹھیک کہتی ہے۔ تمہارے اور اللہ کے درمیان صرف ایک چیز آسکتی ہے۔۔ اور وہ ہے شیطان۔۔ جب بھی تمہیں لگے تم کسی چیز کو اللہ سے زیادہ اہمیت دے رہے ہو تو سمجھ جانا اس میں شر ہے۔ اور جتنی جلدی ممکن ہو سکے اس سے دور ہو جانا۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔۔" اس نے ذہن کی ساری سوچوں کو جھٹکتے ہوئے دونوں ہاتھوں میں پیشانی گرالی تھی۔

"اپنا مذہب چھوڑ دیا تو میں سوسائٹی میں کیسے موو کروں گا؟ موم تو میرا قتل ہی کر دیں گی؟ اور میرے خوابوں کا کیا ہو گا؟"

وہ خود کلامی کے سے انداز میں بڑبڑا رہا تھا۔

پھر ہاتھوں میں سے سر اٹھاتے ہوئے اس نے گہری سانس بھری۔ "ٹھیک ہے۔ ہو گیا فیصلہ۔۔ اگر تو میرا کنسرٹ کامیاب رہا تو میں اپنے اس پیشن کو جاری رکھوں گا۔ اور بہت محنت کروں گا ایک کامیاب سنگر بننے کے لئے۔۔ لیکن اگر میرا کنسرٹ ناکام ہو جاتا ہے تو میں سب کچھ چھوڑ دوں گا۔۔۔ اپنا مذہب بھی۔"

فیصلہ کر کے وہ اب مطمئن لگ رہا تھا۔ کوٹ کی جیب سے فون نکال کر وہ اپنے دوست کو فون کرنے لگا تھا کے وہ پریکٹس کے لیے کچھ دیر تک پہنچ جائے گا۔

سب کچھ اس نے قسمت کے اوپر چھوڑ دیا تھا۔ جہاں اس کا نصیب اسے لے جائے گا وہ اسی پر راضی ہو جائے گا۔ لیکن وہ آنے والے کل سے انجان تھا۔۔ اس کے وہم اور گمان میں بھی نہیں تھا کے اس کی قسمت اسے کہاں لے جانے والی تھی۔۔

****

اس مصروف شہر کے دن کا آغاز ہو چکا تھا۔ ہر کسی کو اپنی منزل پر پہنچنے کی جلدی تھی۔ صبح سویرے سے ہی وہاں رونقیں آباد ہو جاتی تھیں۔

گھر کے باہر رکھے بینچ پر بیٹھے ہوئے اس نے ایک پیر دوسرے پیر کے اوپر ترچھا کر کے رکھا ہوا تھا۔ جسے مسلسل ہلاتے ہوئے وہ خاصا مضطرب لگ رہا تھا۔ یا شاید کسی کا محو انتظار تھا۔ اچانک ہی اس گھر کا مین ڈور کھلا جس پر وہ کب سے نظریں جمائے ہوئے تھا۔ لانگ کوٹ پہنے ہاتھ میں چھتری لیے وہ اسے مکمل نظر انداز کرتی گھر اسٹیپس اتری تو وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آیا۔

"تم نے فیصلہ کر لیا ہے مجھ سے کبھی بات نہ کرنے کا؟"

"دیکھو ہیری تم اور میں ایک الگ مزاج اور الگ رہنے سہن کے لوگ ہیں۔ تم اپنے لائف اسٹائل میں کمفرٹیبل ہو اور میں اپنے ہی لائف اسٹائل میں رہنا چاہتی ہوں۔۔"

آئزل ہم ایک دوسرے کو کتنے عرصے سے جانتے ہیں۔۔ آج تک کیا ہم نے ایک دوسرے کی لائف میں انٹرفئیر کیا ہے؟؟"

"اب پہلے جیسا وقت نہیں رہا ہیری!۔۔ اب سب بدل رہا ہے۔۔"

"کیا بدل رہا ہے؟ جواب دو مجھے کیا بدل رہا ہے؟"

اس کا انداز یکلخت ہی سخت ہوا۔

"تم نہیں چاہتی میں ایک کامیاب سنگر بنوں؟ ٹھیک ہے میں سب چھوڑ دوں گا تمہارے لئے۔۔ جیسے تم کہو گی وہ کروں گا"

"اگر میرے لئے یہ سب کرو گے پلیز مت کرنا۔۔"

"اللہ اس کے حق دار ہیں۔۔ تمہیں خود کو بدلنا ہے تو اللہ کے لئے بدلو۔۔ کیوں کے اس کا بدل صرف وہی تمہیں دے سکتا ہے۔۔ میرے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔۔"

"تم تو کہتی ہوں کے اللہ سب گناہ معاف کر دیتے ہیں"

"صرف وہ گناہ جو انجانے میں کئے جائیں۔۔ جن پر گلٹ ہوں۔۔ اور دوبارہ وہی گناہ نہ کرنے کا وعدہ کیا جائے تو۔۔ جانتے بوجھتے پلین کر کے کئے گئے گناہ کی کوئی معافی نہیں ہوتی ہیری۔۔ لیکن اللہ جسے چاہیں معاف کر دیں"

"میں ایک نون مسلم گھر میں پیدا ہوا۔۔ یہ میری غلطی نہیں ہے!"

"اگر تمہیں معلوم ہے کے کیا سہی ہے اور کیا غلط ہے۔۔۔اس کے باوجود بھی تم اگر غلطہ جگہ پر موجود رہو تو۔۔۔ہاں یہ تمہاری غلطی ہے"

"تم چاہتی ہو میں اپنا گھر چھوڑ دوں؟۔۔سب کچھ چھوڑ دوں"

"اگر ہدایت ملنے کے بعد تم انھیں اللہ کے راستے پر نہیں لا سکتے تو۔۔انھیں چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔۔"

"آج سے پہلے اس نے اس موضوع پر دو ٹوک بات کبھی نہیں کی تھی۔

آج سے پہلے آئزل اسے اتنی سخت کبھی نہیں لگی تھی

"تم نے قرآن کو پڑھا ہے ہیری۔۔جتنا تم اسے پڑھ چکے ہو۔۔سمجھ چکے ہو۔۔میرا نہیں خیال کے مجھے تمہیں کچھ بھی سمجھانے کی ضرورت ہے"

"تمہیں نہیں معلوم اس وقت مجھے کتنی خوشی ہوتی تھی جب تم آیات کی تفسیر کے بارے میں مجھ سے ڈسکشن کیا کرتے تھے۔۔مجھے لگتا تھا وہ دن دور نہیں جب تم مجھ سے کہو گے کے تم اللہ پر ایمان لے آئے ہو۔۔روز آخرت پر ایمان لے آئے ہو۔۔لیکن آج تم کنسرٹ کرنے جا رہے ہو۔۔"

اس کے لبوں پر بھیگی سی مسکراہٹ تھی۔اس کی آنکھوں سے آنسو خاموشی سے گالوں پر پھسلتے جا رہے تھے۔

گہری سانس بھر کے اس نے کتنے ہی آنسو اپنے اندر اتارے تھے۔

پھر دونوں ہاتھوں کو گردن کے پیچھے لے جا کر گلے میں پہنا لاکٹ اتار کو اس کی جانب بڑھا دیا۔۔

"تمہارے فیوچر کے لئے بیسٹ آف لک۔۔اللہ تمہیں بہت کامیاب کرے۔۔یہ لاکٹ ہماری دوستی کی نشانی سمجھ کر اپنے پاس رکھ لو۔۔"

"ہمیشہ کے لئے جا رہی ہو؟ واپس نہیں آو گی کبھی؟"

اس نے گلابی پڑتی آنکھوں سے وہ لاکٹ اس سے لے لیا تھا۔

"جانے والے اگر پیچھے پلٹ کر دیکھتے رہیں تو منزل پر پہنچ کر بھی افسردہ ہی رہتے ہیں۔۔"

وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

بلیک کلر کی جیکٹ پہنے۔ کتنی ہی چین گلے میں لٹکائے ہاتھوں میں مختلف بینڈز پہنے اس کے چہرے پر پر جوشی کے بجائے کافی سخت سے تاثرات تھے۔

کانوں میں بلوتھوتھ ڈیوائس لگائے وہ بیک اسٹیج چیئر پر بیٹھا تھا۔

ایک بھاگ دوڑ سی مچی تھی۔اس کے پہلے لائیو کنسرٹ میں صرف چند ہی منٹس رہ گئے تھے۔ باہر شائقین کا ایک جم گفیر تھا۔

پہلے تو وہ محظ شوقیہ اپنے گٹار بجانے اور گانے کی ویڈیوز اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر اپلوڈ کیا کرتا تھا۔جب وہ وائرل ہونے لگیں تو ساتھ ہی ہیری کا نام بھی جگمگانے لگا۔اسے کئی شوز میں مدعو کیا جاتا۔آفرز دی جاتی۔ لیکن وہ صرف اپنی پڑھائی پر فوکس کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ایک کے بعد ایک آنے والی آفرز سے وہ زیادہ دیر منہ نہیں موڑ سکا۔اس میں کچھ ہاتھ اس کے دوستوں کا بھی تھا۔ جو اسے موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے قائل کرتے رہتے تھے۔

بالآخر اس نے بھی اپنی قسمت کو آزمانے کا سوچا۔۔

آج اس کی زندگی کا اتنا اہم دن تھا۔ جس کے بعد کامیابی اس کے قدموں کی دھول بننے والی تھی۔ لیکن بجائے سرشار ہونے کے ایک نامعلوم سی اداسی نے اس کے اندر ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ وہ خود کو بددل محسوس کر رہا تھا۔

اس کنسرٹ کے لئے اس نے دن رات محنت کی تھی۔

لیکن اب اس کا دل جانے کیوں اچاٹ ہو چکا تھا۔

رہ رہ کر اس کا دھیان آئزل کی جانب جا رہا تھا۔اس کے ذہن میں اس کا اسکارف کے ہالے میں دمکتا چہرہ یاد آ رہا تھا۔

بچپن سے اس کی عادت تھی۔ وہ ہمیشہ اپنی ہر چھوٹی بڑی خوشی۔اپنے مسئلے اسی سے شئیر کیا کرتا تھا۔اور آج اتنے اہم موقع پر وہ اس کے ساتھ نہیں تھی۔

اس سے خفا تھی۔

ناراض تھی۔اور ماننا بھی نہیں چاہتی تھی۔

اس کے ایک ہاتھ میں مائک تھا اور دوسرے ہاتھ میں وہی لاکٹ تھا جسے وہ اس کے پاس چھوڑ کر گئی تھی۔

سنہری سی چین میں سنہرے ہی لفظوں سے اللہ لکھا تھا۔

وہ اس چمکتے لاکٹ کو دیکھے جا رہا تھا۔ "اب تک تو پہنچ گئی ہو گی ائیر پورٹ۔۔"

وہ مدھم آواز میں بڑبڑایا۔ "ہیری آنلی ٹو منٹس لیفٹ۔۔"

مینیجر نے عجلت میں اسے مخاطب کیا کے بس اب تیار رہے۔۔ اسٹیج پر جانے کا وقت آ گیا تھا۔

وہ گہری سانس بھرتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

اس کا فون بج رہا تھا۔۔ اسے رنگ ٹون صاف سنائی دے رہی تھی۔ لیکن اس کا فون اس کے پاس نہیں تھا۔۔

"میرا فون دو۔۔"

اس نے اسپاٹ بوائے کو آواز دی۔۔ جس کے ہاتھ میں اس کے لئے اپنی کی بوتل اور ٹشو کے ڈبے کے علاوہ اس کا فون بھی تھا۔

"سوری سر۔۔ صرف ایک منٹ میں آپ کی اینٹری ہے۔"

اپنی جاب کی وجہ سے اس نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا لیکن ہیری کو ایک عجیب سی الجھن لاحق ہو چکی تھی۔ فون کی رنگ ٹون متواتر بج رہی تھی۔ اسٹیج کی جانب بڑھتے قدموں کو روک کر وہ پلٹا۔۔ پھر تیز قدم اٹھاتے ہوئے اسپاٹ بوائے کے پاس پہنچ کر اس سے اپنا فون تقریباً چھیننے کے انداز میں لیا۔

نمبر علی کا تھا۔۔

فون پیس کر کے کان سے لگاتے ہوئے وہ نامحسوس انداز میں اپنا سینہ مسل رہا تھا۔ جیسے کوئی وزنی بوجھ سا اس پر لاد دیا گیا ہو۔۔

"سب ٹھیک ہے علی بھائی؟؟"

اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔ لیکن دوسری طرف سے علی کی آواز سن کر ایک ثانیے کو خاموش ہو گیا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

اس کے آس پاس ہوتی گردش تھم چکی تھی۔ عجلت میں آتے جاتے لوگوں کی بھاگم دوڑ۔۔ان کی آوازیں اسے کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا تھا۔۔نہ وہ کچھ دیکھ پا رہا تھا۔۔اس کی نگاہیں ساکت تھیں۔۔پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہو رہے تھے۔ حلق میں جیسے اس کے کانٹے اگ آئے تھے۔۔وہ چاہنے کے باوجود کچھ بول نہیں پا رہا تھا۔۔

تیز برستی بارش اور کڑکتی بجلیوں کے حصار میں نیویارک سٹی کی مصروف شاہراہ پر ایک غیر معمولی سا رش تھا۔۔

ایمبولینس اور پولیس کہ گاڑیوں کے سائرن تیز آواز سے گونج رہے تھے۔

کچھ دیر پہلے وہاں ایک کار حادثہ ہوا تھا۔۔ علی نے جب اسے فون پر اطلاع دی کے ائیر پورٹ جاتے ہوئے عدیل اور آئزل کا ایکسیڈنٹ ہو چکا ہے تو وہ سب کچھ پس پشت ڈال کر وہاں سے نکل آیا تھا۔ تیز رفتاری کے باعث کتنے ہی سگنل توڑ کے وہ وہاں پہنچا تھا۔لوگوں کے رش کو چیرتا وہ آگے بڑھتا گیا۔

جہاں دو اسٹریچز کو ایمبولینس میں ڈالا جا رہا تھا۔

قریب ہی وہ گاڑی تھی جو پوری طرح سے تباہ ہو چکی تھی۔

"ٹھہرو۔۔۔" وہ سفید چہرے اور تیز ہوتی سانسوں کے ساتھ قریب آیا۔

نرس کو دور ہٹنے کا اشارہ کیا پھر کانپتے ہاتھوں سے اس کے چہرے پر ڈھکے سفید کپڑے کو ہٹا دیا۔۔

اگر کوئی اس کے جسم کو چھوٹے چھوٹے ٹکروں میں بھی تیز دھار آلے سے کاٹ ڈالتا تو بھی شاید اسے اتنی تکلیف نہ ہوتی جتنی وہ اس وقت محسوس کر رہا تھا۔

ہمیشہ اس کی خواہش رہی تھی۔۔وہ چاہنے کے باوجود بھی کبھی آئزل کے بال نہیں دیکھ پایا تھا۔۔اسے معلوم تھا اس کے بال یقیناً بہت خوبصورت ہونگے۔۔ جبھی وہ انھیں چھپا کر رکھتی ہے۔۔

اور ابھی وہ سوچ رہا تھا کے کاش اپنے بالوں کی طرح اس نے اپنے چہرے کو بھی اسی طرح ہمیشہ چھپا کر رکھا ہوتا۔۔

وہ تو اس کے زندگی سے ہنستے مسکراتے اور نرم سے تاثرات والے چہرے کو دیکھنے کا عادی تھا۔۔ جن پر ابھی جا بجا خراشوں اور چوٹ کے نشان تھے۔

اس کے سفید چہرے پر خون دیکھ کر ہیری پاگل ہونے کے قریب تھا۔

آئزل اسے اپنا سب سے بہترین دوست کہتی تھی۔۔ لیکن اس نے کبھی اس سے ہاتھ تک نہیں ملایا تھا۔اور آج وہ اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھامے بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔۔

"میں مر جاوں گا تمہارے بغیر آئزل۔۔ معاف کر دو مجھے۔اپنے اللہ کے لئے معاف کر دو۔"

وہ بری طرح روتا یہی دہرائے جا رہا تھا۔

جب اس کے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا۔

علی نے اسے گلے لگا لیا تھا جو بری طرح بکھرتا جا رہا تھا۔

ایک تیز رفتار ٹرالر سے تصادم ہونے کے باعث موقع پر ہی عدیل اور آئزل کی ڈیتھ ہو گئی تھی۔

****

حال۔۔

اس نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ہی سائیڈ ٹیبل کی ڈرا کو کھول کر اس میں رکھا ایک لاکٹ باہر نکالا تھا۔لب بھینچے۔بے تاثر نگاہوں سے وہ ہتھیلی پر لیٹے ہوئے اس لاکٹ کو دیکھے جا رہا تھا۔صرف ایک ایک لاکٹ کو دیکھنے سے اسے اپنی زندگی کے گزرے ہوئے پل کسی فلم کی طرح اپنی نظروں کے سامنے گزرتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔جو ہر دفعہ اسے نئے سرے تکلیف میں مبتلا کر دیتے تھے۔

اس دن کے بعد سے اپنے گھر واپس بھی نہیں جا سکا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

اس کے پیرنٹس نے اسے گھر سے نکال دیا تھا۔ کیوں کے اس نے واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا کے وہ سنگر نہیں بننا چاہتا۔۔ وہ اپنی لائف میں کچھ اور کرنا چاہتا ہے۔

اس کے دوستوں نے بھی اسے بہتر سمجھانے کی کوشش کی تھی کے اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی خراب مت کرے۔۔ پلیٹ میں رکھ کر پیش کی جانے والی شہرت اور کامیابی کو مت ٹھکرائے۔ لیکن وہ بس کان لپیٹے سب کی سنتا رہتا۔ پڑھائی بھی اس نے چھوڑ رکھی تھی۔

نا اسے کچھ کھانے کا ہوش ہوتا تھا نا ہی پینے کا۔ ایک جگہ بیٹھ جاتا تو گھنٹوں وہیں بیٹھا رہتا تھا۔ سب اسے پاگل سمجھنے لگے تھے۔ جس نے ایک لڑکی کے مرنے کا روگ لگا لیا تھا خود کو۔

ایسے میں فرمان درانی نے ہی اسے سنبھالا تھا۔ اپنی پڑھائی کو بھی بیچ میں ڈراپ کر کے انھوں نے واپس پاکستان جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس بار وہ اکیلے نہیں تھے۔ اسے وہ اپنے ساتھ ہی لے جانا چاہتے تھے۔ اگر وہ وہیں رہتا تو کوئی بعید نہیں تھی کے سچ میں ذہنی توازن کھو بیٹھتا۔ جب فرمان نے اس کے پیرنٹس سے اسے ساتھ لے جانے کی بات کی تو انھوں نے بخوشی اجازت دے دی تھی۔

ہیری کی ذات سے انھیں محظ بے زاری ہوتی تھی۔ کیوں کے اس وجہ سے ان کے سرکل میں ان کی کافی سبکی ہوتی تھی۔ وہ ان کے لیے بس شرمندگی کی وجہ بن کر رہ گیا تھا۔

فرمان درانی کے ساتھ جب وہ پاکستان پہنچا تو ایک الگ ہی سچویشن کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

فرمان درانی کا حلقہ احباب بہت ہی محدود تھا۔ ان کے تایا کے علاوہ ان کا کوئی اور رشتے دار پاکستان کے میں نہیں رہتا تھا۔ وہ ان کے والد کی جگہ تھے۔ ہیری کو جب انھوں نے فرمان کے گھر میں دیکھا تھا تو کافی ناگواری اور نفرت کا اظہار کرتے ہوئے انھیں دوٹوک انداز میں کہا تھا کے اسے جہاں سے لے کر آئیں ہیں واپس وہاں چھوڑ کر آو۔ اس کی یہاں کوئی جگہ نہیں۔

فرمان نے زندگی میں پہلی دفعہ ان کی کسی بات کی نفی کی تھی۔ انھیں انکار کیا تھا کے وہ کسی قیمت پر اسے واپس لندن نہیں بھیجیں گے۔

ان کی اسی ہٹ دھرمی پر جعفر درانی نے ان سے ہر طرح کے تعلق کو ختم کر کے کبھی نہ ملنے کی قسم کھالی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

اس وقت وہ وہیں بیٹھا ہوا تھا۔اس کے دماغ میں جھکڑ سے چل رہے تھے۔اسے خود سے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔وہ واپس لندن نہیں جانا چاہتا تھا۔اور یہاں رہ کر فرمان کے لئے مشکلات میں اضافہ بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔کئی دفعہ اس کے ذہن میں خودکشی کے بھی خیال آتے تھے۔فرمان اس کے پاس گھنٹوں بیٹھ کر اسے سمجھایا کرتے تھے کے جو کچھ بھی اس کے ساتھ ہوا ہے اسے برا خواب سمجھ کر بھلا دے۔اپنی نئی زندگی کو نئے سرے سے شروع کرے۔

انھوں نے اسلام آباد میں ہی اس کا یونیورسٹی میں ایڈمشن میں کروا دیا تھا۔فرمان کے ووٹوں چھوٹے بھائی مہد اور دائم بھی اسے وقت دیتے تھے۔اسے اپنے ساتھ باہر میچ کھیلنے کے لئے لے جاتے تھے۔لیکن وہ پھر بھی اپنے خول میں ہی قید رہتا تھا۔زیادہ تر خاموش ہی رہتا تھا۔

وہ دن فرمان درانی کی زندگی کا سب سے خوبصورت دن تھا جب اس نے مسجد میں بیٹھ کر کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کیا تھا۔اس کی خواہش پر اسے کلمہ فرمان نے ہی پڑھایا تھا۔اس کا نام بھی انھوں نے ہی رکھا تھا۔

داریان۔۔داریان درانی۔

ڈاکومنٹس میں بھی اس کا سرنیم یہی لکھوایا تھا۔وہ فرمان درانی کا چھوٹا بھائی تھا۔اور یہی اس کا حوالہ تھا۔

مسجد کے مولوی صاحب نے فرمان سے کہا تھا کے عصر کی نماز کے بعد اسے میرے گھر بھیج دیا کریں میں اسے قرآن کی تعلیم دے دیا کروں گا۔

پھر یونیورسٹی سے آنے کے بعد اس نے وہاں جانا شروع کر دیا تھا۔وہاں ہر جمعرات کو ایک محفل کا اہتمام ہوا کرتا تھا۔۔جہاں ایک بڑی تعداد میں جن زادے اکھٹا ہو کر درود پاک کی محفل سجایا کرتے تھے۔اس دن یونیورسٹی سے آنے میں اسے کچھ دیر ہو گئی تھی۔اس لئے جب وہ مولوی صاحب کے گھر پہنچا تو وقت زیادہ ہو چکا تھا۔صحن خالی پڑا تھا۔وہ یونہی پردہ ہٹا کر اندر حجرے میں داخل ہو گیا۔جہاں مولوی صاحب کے بجائے ایک باریش سے بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ان کے علاوہ ایک سیاہ لباس والا لڑکا بھی ان کے سامنے دوزانو بیٹھا ہوا تھا۔

"معاف کیجئے گا میں مولوی صاحب کو ڈھونڈ رہا تھا۔"

اس نے فوراً ہی معذرت کرتے ہوئے کچھ شرمندگی سے کہا۔"آج تمہیں آنے میں دیر ہو گئی۔وہ تو مسجد کے لئے چلے گئے۔"

جواب اسی لڑکے نے دیا تھا جو شاہ صاحب کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔اس کی بات نے داریان کو کچھ حیرانگی سے دوچار کیا تھا۔وہ لڑکا جانتا تھا کے وہ یہاں پڑھنے آتا ہے۔لیکن داریان نے تو اسے پہلی دفعہ دیکھا تھا۔

"اندر آجاو داریان،آج کا سبق ہم تمہیں پڑھا دیں گے۔"انھوں نے کافی شفیق اور نرم سے انداز میں کہا تو داریان کچھ ہچکچاتے ہوئے اندر داخل ہو گیا

"کیا آپ مجھے جانتے ہیں۔؟"کچھ فاصلے پر دوزانو بیٹھتے ہوئے اس نے استفہامیہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔۔بلکل جانتے ہیں۔"

"لیکن میں نے تو آپ کو پہلے کبھی یہاں نہیں دیکھا۔"

"کیا تم جانتے ہو ہر جمعرات کو یہاں عشاء کے بعد محفل ہوتی ہے۔؟"سوال پھر اسی لڑکے نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں یہاں عصر کی نماز پڑھ کر آتا ہوں۔اور مغرب کی اذان سے پہلے چلا جاتا ہوں۔۔مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔میں نے تو کبھی اس دوران آپ کو آتے جاتے نہیں دیکھا۔"

"آج سے ہم تمہیں قرآن پڑھائیں گے۔"

اس کی بات کے جواب میں انھوں نے شفیق سے انداز میں کہا تو اس نے ہلکا سا سر کو خم دیا تھا۔

وہ ان کی پراسرار اور سحر انگیز شخصیت سے متاثر نظر آرہا تھا۔وہ ان سے پوچھنا چاہتا تھا۔کے مولوی صاحب کے بجائے وہ کیوں اسے قرآن پڑھائیں گے۔

لیکن وہ سوال اس کی زبان کی نوک پر آیا ہی نہیں۔

"میرا نام فاطم ہے۔اور میں ایک جن زاد ہوں۔"

تبھی اس نے اپنا ہاتھ داریان کی طرف بڑھایا تو وہ ٹکر ٹکر اس کے سفید ہاتھ کو دیکھنے کے بعد اس کے چہرے کو دیکھنے لگا۔جو اس کے ہاتھوں کو طرح کافی اجلی رنگت کا تھا۔لیکن اس کی آنکھیں اتنی ہی گہری سیاہ تھیں۔اور اس کی کہی گئی بات پر داریان کو لمحے بھر کو ٹھہر کر سوچا تھا کے اسے فاطم کی بات پر یقین کرنا چاہئے یا پھر اس کے مذاق پر ہنس دینا چاہئے۔

جناتوں کے بارے میں اسے کافی نالج تھی۔ کافی کچھ پڑھا بھی تھا اس نے۔ لیکن کبھی یہ نہیں سوچا تھا حقیت میں کوئی جن زادہ اس طرح سے اسے اپنا تعارف کروائے گا۔

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔" داریان اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"کیا تمہیں مجھ سے مل کر خوف محسوس نہیں ہوا؟" اس نے ابرو اچکاتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے کیوں ڈر لگے گا؟" اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"میں نے تم سے کہا نا کے میں جن زادہ ہوں۔ شاید تم نے میری بات کو سنجیدگی سے نہیں لیا؟" وہ کچھ خفا ہوا۔

"معاف کیجئے گا۔ آپ شاید چاہتے ہیں کے میں آپ کے سنائے گئے جوک پر ہنسوں۔ لیکن مجھے بلکل بھی ہنسی نہیں آرہی۔"

ان دونوں کے مکالمے سنتے ہوئے شاہ صاحب ذرا سا مسکرائے تھے۔

"میں نہیں چاہتا تھا کے تم پہلی ہی ملاقات میں یہ جان کر خوفزدہ ہو جاو۔ لیکن فاطم نے اب تمہیں بتا ہی دیا تو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ ہم دونوں جن زادے ہیں۔ جنات کی دنیا سے ہمارا تعلق ہے۔"

جس بات کو فاطم کی زبانی سن کر وہ مذاق سمجھا تھا۔ وہی بات شاہ صاحب کے منہ سے سننے کے بعد اسے اپنی دھڑکنوں کی روانی میں اضافہ محسوس ہوا تھا

ان کی شخصیت ایسی نہیں تھی کے وہ اس کے ساتھ مذاق کرتے یا غلط بیانی سے کام لیتے۔ اسے اپنا حلق خشک پڑتا ہوا محسوس ہوا۔
"کیا مجھے اب تمہیں پروف بھی دینا ہوگا؟" تبھی فاطم کی کچھ ناخوش سی آواز پر اس نے فاطم کو دیکھا تو اس کی سیاہ آنکھوں میں جیسے آگ کی لپیٹیں دکھائی دینے لگی تھیں۔ وہ بے ساختہ پیچھے ہٹا تھا۔ اس کا چہرہ لٹھے کی طرح سفید پڑنے لگا تھا۔

وہ بنا کچھ کہے بنا کچھ سنے وہاں سے بے ساختہ اٹھ کر بھاگا تھا۔

"تم نے اسے ڈرا دیا فاطم۔" پیچھے اس کی سماعتوں میں شاہ صاحب کی تنبیہہ کرتی آواز آئی تھی۔ لیکن وہ اندھا دھند بھاگتا ہوا وہاں سے سیدھا گھر پہنچا تھا۔

اس دن وہ شدید بخار میں مبتلا ہو گیا تھا۔ فرمان کو ساری بات بتانے کے بعد اس نے صاف کہہ دیا تھا کے وہ اب دوبارہ کبھی مولوی صاحب کے گھر نہیں جائے گا۔

اس کی اتنی خراب حالت پر وہ خود پریشان ہو گئے تھے۔ جب مولوی صاحب سے ملنے ان کے پاس گئے تو انھوں نے فرمان کو ساری بات کہہ سنائی تھی کے شاہ صاحب داریان کو اپنی شاگردی میں لینا چاہتے ہیں۔ وہ عام انسانوں سے مختلف ہے۔ وہ اسے بھی وہ علوم سکھانا چاہتے ہیں جو صرف جن زادوں کو سکھایا کرتے تھے۔

فرمان کے لیے یہ صورتحال کافی حیران کن اور عجیب تھی۔ لیکن وہ حامی بھر گئے تھے۔ ان کے پاس انکار کرنے کا جواز ہی نہیں تھا۔

دوسرے دن حیرت انگیز طور پر داعیان کا تیز بخار خود بخود اتر چکا تھا۔ اور اس نے خود کہا تھا کے وہ مولوی صاحب کے گھر جا رہا ہے اپنا سبق پڑھنے۔

فرمان نے اسے اپنے پاس بٹھا کر ایک ایک چیز تفصیل سے بیان کی تھی۔ حقیقت تو یہ تھی کے وہ اندر سے خود بھی خوف کا شکار تھے کیوں کے آج تک انھوں نے کبھی نہیں سنا تھا کے کسی انسان کو کسی جن زاد نے قرآن کی تعلیم دی ہے۔ لیکن یہ سوچ کر انھوں نے خود کو سنبھال لیا تھا کے ان کا داریان کوئی عام انسان نہیں تھا۔ وہ اس کی زندگی کے ہر پہلو سے واقف تھے۔ چھوٹی سی عمر سے جن حالات کو اس نے فیس کیا تھا وہ بلکل بھی معمولی نہیں تھے۔

اس دن کے بعد سے اس نے شاہ صاحب سے سبق لینا شروع کر دیا گیا۔ جو اسے سبق کے علاوہ قرآن کی آیات کی تفسیر بھی پڑھایا کرتے تھے۔ فاطم سے بھی اس کی اچھی دوستی ہو گئی تھی۔ جس میں زیادہ تر فاطم کا ہی ہاتھ تھا۔

دکھنے میں وہ دونوں ہم عمر لگتے تھے۔ لیکن فاطم نے جب اس سے کہا کے وہ اس سے پندرہ سال بڑا ہے تو پہلے داریان کو اس کی بات پر یقین ہی نہیں آیا تھا۔ لیکن پھر فرمان کی بات یاد آ گئی جنھوں نے اسے بتایا تھا جناتوں کی عمر انسانوں کے معاملے میں بہت زیادہ ہوا کرتی ہے۔

****

فاطم نے اس سے کہا تھا کے مولوی صاحب کے حجرے میں ہر جمعرات کے دن عشاء کے بعد درود شریف کی محفل سجتی ہے۔ اگر وہ آنا چاہے تو وہ بھی شرکت کر سکتا ہے۔ عشاء کی نماز ادا کر کے وہ فرمان کے ساتھ گھر جانے کے بجائے مولوی صاحب کے ساتھ ان کے حجرے میں تشریف لے آیا تھا۔ جہاں صحن میں ایک طرف پڑے تخت پر مختلف مٹھائیوں کے ٹوکرے پڑے تھے۔

"میرا ایک شاگرد ہے اس نے مجھ سے قرآن پڑھا تھا۔ تمہاری طرح وہ بھی شاہ صاحب کو بہت عزیز ہے۔ وہ دوسرے شہر چلا گیا ہے۔ کبھی کبھار ہی ملاقات ہو پاتی ہے اس سے۔ لیکن باقاعدگی سے ہر جمعے کے دن وہ یہ مٹھیائیاں جن زادوں کے لئے لازمی بجھوا دیتا ہے۔ کتنا ہی عرصہ ہو گیا لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کے وہ کسی دن بھجوانا بھول گیا ہو۔" پشت پر ہاتھ باندھے چلتے ہوئے وہ محبت سے اپنے شاگرد کا ذکر کر رہے تھے۔ "آجاو اندر چلتے ہیں"

وہ صرف فجر یا عصر کے وقت میں سبق پڑھنے آتا تھا اور مغرب ہونے سے پہلے چلا بھی جاتا تھا۔ لیکن ایسا پہلی بار ہوا تھا کے وہ رات ڈھلنے کے بعد ان کے حجرے میں آیا تھا۔ پورے صحن کی دیواروں پر جا بجا چھوٹے چھوٹے سے مٹی کے دیئے روشن کئے گئے تھے۔ جو تاریکی میں چمکتے ہوئے جگنوؤں کی طرح لگ رہے تھے۔ آج ایک بلکل الگ قسم کی معطر ہوا تھی۔ جو عام دنوں میں اس نے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ کہنی تک چڑھائی ہوئے سفید کرتے کی آستیوں کو کھینچ کر کلائی پر لاتے ہوئے وہ پردہ ہٹا کر جونہی اندر داخل ہوا وہاں کا منظر دیکھ کر دم بخود رہ گیا تھا۔

وہ کمرہ اتنا بڑا نہیں تھا۔ درمیانہ سا تھا۔ لیکن آج اتنا کشادہ محسوس ہو رہا تھا کے وہاں موجود کافی سارے جن زادوں کے بیٹھے ہونے کے بعد بھی وہ چھوٹا نہیں لگ رہا تھا۔ ان کے پہنچتے ہی اللہ تعالیٰ کی حمد ثناء کے بعد محفل کا آغاز ہو چکا تھا۔ مخملی گدے پر بیٹھے شاہ صاحب نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور ہاتھ سے اپنے برابر میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

اس کا دل عجیب سی کیفیت کا شکار ہو رہا تھا۔ ان سے آج سے پہلے یہ منظر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ نا ہی اس بارے میں کبھی گمان کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کے یہ سب اجلے لباسوں میں ملبوس کوئی انسان نہیں ہیں۔ بلکے وہ اور مولوی صاحب فقط وہ دونوں ہی وہاں انسان تھے۔

رخ مصطفیٰ ﷺ وہ کتاب ہے، جو محبتوں کا نصاب ہے

یہی پیش نظر رہے میرے، یہی رات دن میں پڑھا کروں

شاہ صاحب کے برابر میں بیٹھے اس نے بس ایک نگاہ اٹھا کر اپنے سامنے بیٹھے ان سب نورانی چہرے والوں پر ڈالی تھی جو آنکھیں بند کئے ایک آواز میں پڑھتے ہوئے کتنے پر سکون لگ رہے تھے۔ وہ جس خوبصورت انداز میں پڑھ رہے تھے اس سے ان کی رسول اللہ ﷺ سے محبت کا صاف اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

پروفیسر شمس الرحمان کے درس میں جب وہ شرکت کرنے جایا کرتا تھا۔ تب وہاں بھی اس نے کئی بار یہ درود شریف سنی تھی۔ وہ گہری سانس بھرتے ہوئے ان سب کی طرح گردن کو ذرا سا جھکا کر آنکھیں بند کیے ان کے ہم آواز ہو گیا تھا۔

اسے یہ تب زبانی یاد ہوئی تھی جب وہ رسول اللہ ﷺ کو جانتا نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی وہ زیر لب نہایت کم آواز میں وہاں پڑھتا رہتا تھا۔ کہیں اس کی ماں اس سے باز پرس نا کرنے لگ جائے کے وہ یہ سارا دن کیا پڑھتا رہتا ہے۔ تب اس کا دل دکھ سے بھر جایا کرتا تھا۔ وہ سوچتا تھا کے کیا کبھی ایسا دن بھی آئے گا کے وہ بنا ڈرے بلند آواز سے اللہ کے محبوب پر درود بھیجا کرے گا۔

اور آج اسے اتنی محبت اور عزت سے شاہ صاحب نے اپنے قریب بٹھا رکھا تھا۔ اسے اس درود و شریف کی محفل میں دعوت دے کر اسے اللہ کے حضور مشکور ہونے کا شرف بخش دیا تھا۔ جب سے اس نے کلمہ پڑھا تھا تب سے اس کی حسرتیں اللہ کی نعمتوں میں تبدیل ہو کر اسے مل رہی تھیں۔ وہ ہر سانس کے ساتھ اللہ کا شکر گزار رہتا تھا۔ پہلے کے مقابلے میں اس کی زندگی میں سکون تھا۔ ٹھہراو تھا۔

وہ دعا کیا کرتا تھا کے اسے وہ سب نہیں چاہئے جو اس کے دل کی خوشی ہے۔ اسے بس اس سے غرض ہے جو اس کے لئے بہتر ہے۔ اور اللہ نے اسے بہترین سے نواز دیا تھا۔

شاہ صاحب کے دوسری جانب فاطم موجود تھا۔ آج وہ بھی اسے سفید لباس میں نظر آیا تھا۔ جو عام دنوں سے زیادہ جاذب اور پیارا لگ رہا تھا۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی تھی۔ صرف ایک فاطم کی آواز تھی جو وہاں سرور بکھیر رہی تھی۔ وہ مسحور کن سا اسے سن رہا تھا۔ اپنی پرانی زندگی میں وہ ایک سنگر تھا۔ راہ چلتے لوگ بھی اس کی دلکش آواز اور لہجے کی تعریف کیا کرتے تھے۔ لیکن فاطم کے لب و لہجے کے آگے تو اسے اپنی آواز بھی بے معنی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ لفظوں کو جس طرح سے ادا کر رہا تھا وہ متاثر ہوئے بنا نا رہ سکا۔

ہے یہ آرزو، جو ہو سرخرو، ملے دو جہاں کی آبرو

میں کہوں کے غلام ہو آپ کا

وہ کہیں کے ہم کو قبول ہے۔

وہ دوبارہ سے سارے اشعار اکیلے پڑھ رہا تھا۔اور باقی سب اسے سن رہے تھے۔ایک پر کیف سی کیفیت کا وہ شکار ہو رہا تھا۔اس نے اتنی خوبصورت اور سحر انگیز آواز کبھی نہیں سنی تھی۔وہ ہر طرف سے بے نیاز اپنی شعلے جلتی آنکھوں کو بند کئے آقائے دوجہاں ﷺ سے اپنی محبت کا والہانہ اظہار کر رہا تھا۔تب داریان کو احساس ہوا تھا کے صرف وہ اکیلا نہیں تھا جس کا دل ان کی محبت میں تڑپ رہا تھا۔

سب نے کھڑے ہو کر سینے پر بازو باندھے حضرت محمد ﷺ کے حضور سلام پڑھ کر محفل کا اختتام کیا تھا۔مولوی صاحب نے اسے کہا تھا کے صحن میں رکھی مٹھائیاں لا کر سب میں تقسیم کر دے۔وہ سر کو خفیف سے جنبش دے کر ان کے کہے پر عمل کرنے لگا۔مٹھائی تقسیم کرتے کرتے وہ الجھن کا شکار ہوتا جا رہا تھا۔کیوں کے جن زادوں کی تعداد کم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔دکھنے میں تو وہ سب کم ہی لگ رہے تھے لیکن نا مٹھائیاں ختم ہونے میں آ رہی تھی اور نا ہی ان کی تعداد۔

وہ سب بھی مٹھائی لینے کو ظاہر ہو چکے تھے جو پہلے نظر نہیں آ رہے تھے۔اس نے مدد طلب نظروں سے فاطم کو دیکھا جو ایک اکیلا پورا ٹوکرا لئے بیٹھا تھا۔داریان کی نظروں کو بھی اس نے نظر انداز کر دیا تھا۔آج سے پہلے وہ ڈیوٹی اسی کے سر تھی۔لیکن آج قسمت سے داریان کی وجہ سے وہ انجام دینے سے بچ گیا تھا۔

وہ سب شکریہ ادا کرتے ہوئے اس سے مٹھائیاں لے کر چلے گئے تو کمرہ ایک دم ہی خالی خالی سا لگنے لگا تھا۔ساری رونق پل بھر میں ختم ہو گئی تھی۔اس کا دل اداس ہو گیا تھا۔وہ تو ابھی تک کچھ دیر پہلے کی کیفیت کے سحر میں جکڑا ہوا تھا۔اور یہ سوچ رہا تھا کے وہ دوبارہ کب اس محفل میں شرکت کرے گا۔

ڈریسنگ ٹیبل کے کنارے پر وہ دونوں بازو سینے پر باندھے بیٹھا ریشام کو دیکھ رہا تھا جو رائمہ پھوپھو کی گود میں سر رکھ کے لیٹی تھی۔

"آر یو شیور کے تم نے عبیر بھائی کو نہیں دیکھا تھا؟" عاشر نے جب دوسری بار بھی اس سے وہی بات دہرائی تو وہ ناگواری سے بولی۔ "کیا لکھ کر دوں میں تمہیں؟ کہہ تو رہی ہوں کے مجھے وہم ہو گیا تھا کے میں نے شاید عبیر بھائی کو دیکھا ہے" ہوش میں آنے کے بعد وہ صاف مکر گئی تھی اپنی بات سے۔ صرف یہی ایک گردان کئے جا رہی تھی کے اسے وہم ہوا تھا۔

لیکن وہ جانتا تھا۔ یہ وہم نہیں تھا!

اس صورتحال سے وہ بھی گزر چکا تھا۔ عبیر کو لگتا تھا کے وہ جن فاز کے سامنے حاضر ہو گا۔ لیکن وہ فاز کے پاس نہیں گیا۔ وہ ریشام کے پاس آیا تھا۔

لیکن کیوں؟؟ عاشر کے پاس تو اس صورت میں آیا تھا کے وہ آئندہ بریزے کے تلخ کلامی نہ کرے۔۔ یقیناً ریشام اور بریزے کا بھی کسی بات پر جھگڑا ہو گیا ہو گا۔ جبھی وہ اس کے سامنے ظاہر ہوا۔

لیکن عبیر کی شکل میں آ کر اس نے ایسا کیا کہا تھا ریشام کو جو وہ اتنی خوفزدہ ہو چکی تھی کے بے اختیار رو پڑی۔

بات یقینی طور پر کچھ اور ہی تھی۔ کیونکہ اگر صرف وہ اسے بریزے کے حوالے سے ڈرانے آتا تو وہ اس بات کو نہ چھپاتی۔ سب کو اس بارے میں لازمی بتاتی۔

لیکن اس نے نہیں بتایا۔ وہ صاف چھپا گئی۔ وہ باقی سب کو تو بہلا چکی تھی۔ لیکن عاشر اس کی باتوں میں آنے کو تیار نہیں تھا۔

کیوں کے یہ سب اس کے ساتھ بھی تو ہو چکا تھا۔ سب سمجھ رہے تھے کے وہ کمزوری کی باعث بے ہوش ہوئی ہے۔ پچھلے دنوں پڑھائی کے برڈن کی وجہ سے اس نے ٹھیک سے کھانا پینا بھی تو چھوڑ رکھا تھا۔ لیکن در حقیقت وہ لاعلم نہیں تھا۔ وہ اسے دھوکے میں نہیں رکھ سکتی تھی۔

اتنا تو جان ہی گیا تھا کے کچھ تھا جو بہت اسپیشل تھا۔ جسے چھپانے کی وہ جان توڑ کوشش کر رہی تھی۔ اس وقت روم میں کوئی بھی نہیں تھا۔ پھوپھو بھی نماز کی نیت سے جا چکی تھیں۔ لیکن وہ نہیں گیا۔

وہیں بیٹھا رہا اپنی جگہ پر۔ "تم بھی جاو۔۔ کیا ساری رات یہیں گزار دو گے؟"

اسے ڈریسنگ کے کنارے جمے دیکھ ریشام نے تنک کر پوچھا۔ رونے کے باعث اس کی آنکھیں سوجی سوجی سی تھیں۔

"مجھے کنفیوژن ہو رہی ہے۔۔اور کنفیوژن سے زیادہ مجھے تمہارا بی ہیویئر مشکوک کر رہا ہے۔۔"

"کیوں؟۔۔ایسا کیا کر دیا میں نے؟" سرخ ناک کے ساتھ اس نے تیز لہجے میں پوچھا۔۔

"میرے سامنے اس طرح پوز مت کرو۔۔مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتیں تم۔۔مجھے معلوم ہے وہ جن تمہارے سامنے آیا تھا عبیر بھائی کے روپ میں۔۔" وہ سپاٹ لہجے میں جتا کر بولا۔ "عاشر میں کہہ چکی ہوں مجھے وہم ہوا تھا تم بار بار ایک ہی بات کو ریپیٹ کیوں کر رہے ہو؟"

"کیوں کے مجھے معلوم ہے تمہیں وہم نہیں ہوا تھا! مجھے یقین ہے جو کچھ تم نے دیکھا وہ حقیقت تھا۔۔وہ وہم ہو ہی نہیں سکتا"

ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے وہ ریشام کے دل میں خوف جگا رہا تھا۔

"اچھا۔۔کیسے کہہ سکتے ہو تم اتنے وثوق سے؟" ڈر کو دباتے ہوئے وہ خود کو پر سکون رکھنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

"کیوں کے میں بھی اسے دیکھ چکا ہوں۔۔پہلے فاز کی شکل میں اور پھر اس کی اصلی شکل میں۔۔میں تسلیم کرتا ہوں کے بریزے جھوٹ نہیں کہہ رہی تھی لیکن۔۔"

وہ رکا۔ ریشام کا چہرہ دیکھا۔ جن پر پتھروں کی سی سختی تھی۔

لب سختی سے ایک دوسرے میں پیوست کر رکھے تھے۔

"تم اتنی خوفزدہ کس بات پر ہو گئی؟ کیا کہہ کر ڈرایا تھا اسنے تمہیں"

وہ جانچتی نظروں سے اسکے چہرے کے اتار چڑھاو کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"میرے روم سے نکلو۔۔" اس کا لہجہ تیز تھا۔ بد لحاظ سا۔

"ریشام میں صرف پوچھ۔۔۔"

"فوراً نکل جاو یہاں سے۔۔میں نے کسی جن کو نہیں دیکھا۔نہ ہی اس سے بات کی ہے۔۔دوبارہ میرے سامنے اس کا تذکرہ بھی مت کرنا"

وہ اپنے اندر کی وحشت کو دبا نہیں پا رہی تھی۔

درشتی سے اسے دفع ہونے کے لئے کہا۔جو تاسف بھری نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے روم سے باہر نکل گیا تھا۔

لیکن جاتے جاتے بھی اس نے قصد کر لیا تھا کے اصل حقیقت کا پتہ وہ لگا کر ہی رہے گا۔اور وہ تو تھا بھی ایسا کے جس چیز کے پیچھے پڑ جائے۔قبر تک اس کا پیچھا کرتا تھا۔

اپنی متجسس فطرت کے ہاتھوں وہ حد سے زیادہ مجبور تھا۔جو اسے چین سے کہیں بیٹھنے نہیں دیا کرتی تھی۔ریشام کی ذات اسے شبہ میں ڈال رہی تھی۔اس کے تجسس کو اور ہوا دے رہی تھی۔

اس بار وہی سہی۔۔اس بار ریشام غازی ہی سہی۔۔اسے باہر نکال کر روم لاک کر کے اسی سے پشت لگا کر وہیں بیٹھ گئی دونوں ہاتھوں میں سر گرائے۔آنسو اس کی آنکھوں سے بھل بھل بہہ رہے تھے۔

"یا اللہ ایسا بھی کیا کہہ دیا تھا میں نے بریزے کو جو وہ جن اس طرح سے مجھے ڈرا کر،دھمکا کر گیا ہے؟۔۔اگر اس نے سچ میں کسی کو بتا دیا تو؟؟"

اس سے آگے اس سے کچھ سوچا نہیں گیا۔نہ ہی وہ سوچنا چاہتی تھی۔

کیوں کے اس سے آگے تو صرف موت ہی تھی۔

لا متناہی سوچوں میں گھرا جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے چلتا ہوا وہ دیکھ نہیں پایا تھا کے وہ ڈھیر ساری کتابیں اٹھائے سامنے سے آ رہی ہے۔

وہ کتابیں اس کے سر سے اوپر جا رہی تھیں جبھی وہ بھی دیکھ نہیں پائی تھی کے کوئی سامنے سے آ رہا ہے۔نتیجتاً دونوں کا تصادم واقع ہوا۔

"دیکھ کر نہیں چلا جاتا تم سے؟" بریزے کے ہاتھ سے ساری کتابیں نیچے گر چکی تھیں جبھی اس پر برسی۔ "نہیں میں اپنی آنکھوں کا استعمال نہیں کرتا۔۔ لیکن تم تو کر ہی سکتی تھی نا؟ لیکن تمہیں زبان چلانے سے فرصت ملے تب نہ"

کتابیں اس کے چہرے پر لگی تھیں۔ ناک اور پیشانی کو سہلاتے اس نے گھور کر کہا۔

"تمہیں کوئی تمیز نہیں ہے بات کرنے کی؟"

"اوہ معذرت۔۔ میں بھول گیا تھا۔۔ آپ کی شان میں گستاخی کرنا ممنوع ہے۔۔ ورنہ آپ کے جن صاحب حاضر ہو کر اچھی خاصی ڈانٹ پلا جاتے ہیں۔۔ معاف کر دیں اس ناچیز انسان کو" دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر چہرے کے سامنے کیے وہ جذب سے کہہ رہا تھا۔

لہجے میں مصنوئی سا خوف بھی موجود تھا۔

"فاطم نام ہے اس کا" اس نے گھور کر جتایا۔ "اوہ۔۔ فاطم صاحب کو میرا اسلام پیش کیجئے گا"

"خود ہی دے دینا میں بھیج دوں گی اسے تمہارے پاس"

"یہ تو اور بھی اچھا ہے۔۔ مجھے ویسے بھی کچھ راز کی باتیں کرنی ہے اس سے"

"تمہیں ڈر نہیں لگتا عاشر؟" اس نے تیکھے چتونوں سے اسے دیکھتے پوچھا۔

"کس سے؟ اس جن سے یا تمہاری جیسی چڑیل سے؟" عاشر نے حیرانگی سے کہا۔

"پہلے بھی تم نے مجھ سے بدتمیزی کی تھی۔ اور یاد ہے نا کے وہ آیا تھا تمہارے پاس؟"

"ہاں آیا تھا۔۔ لیکن اسے کہو کے دوسروں کی شکل میں آ کر مجھے ڈرانے دھمکانے سے بہتر ہے کے اپنے اصل روپ میں میرے سامنے آئے۔۔ پھر مجھ سے بات کرے" وہ ہاتھ جھلا کر بولا۔ بھلے سے وہ اندر سے کتنا ہی اس سے خوفزدہ ہو لیکن بریزے کے سامنے مر کر بھی ظاہر نہیں کرنے والا تھا۔ "وہ تم سے جس انداز میں بات کرے گا شاید تمہیں پسند نہ آئے۔۔"

"پسند تو مجھے تم بھی نہیں ہو۔۔ پھر بھی تمہیں برداشت کر رہا ہوں نا؟ تو اسے بھی کر لوں گا" "مر جاو اپنے اس غرور کے ساتھ" چبا کر کہتے وہیں وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کتابیں سمیٹنے لگی۔

عاشر اس کے ساتھ سے ہو کر گزرنے لگا تھا جب بے ارادہ سی نگاہ نیچے گری کتابوں پر پڑی۔ جن میں نوٹ بکس اور رجسٹرز بھی شامل تھے۔ حیرت سے منہ کھولے اس نے جھپٹ کر بریزے کے ہاتھ سے نوٹ بک چھینی۔ وہ سارا کورس اس کے فرسٹ ائیر کا تھا۔ بریزے اس سے جونیئر تھی شاید اسی لیے وہ اس کے کمرے سے وہ سب اٹھا لائی تھی۔ "کس سے پوچھ کر تم نے اسے ہاتھ لگایا ہاں؟"

وہ شدید غصے کا شکار لگ رہا تھا۔ "اور میرے روم میں جانے کے لیے اجازت لی تھی تم نے مجھ سے؟"

"میں پھوپھو سے پوچھ کر گئی تھی۔

"وہ تمہاری پھوپھو کا نہیں میرا روم ہے۔۔ جہاں داخل ہونے کے لئے تمہیں مجھ سے پوچھنا چاہئے تھا۔۔" وہ تیز لہجے میں اس پر برس رہا تھا۔

"اتنا اوور ری ایکٹ مت کرو۔۔ میں نے کونسا تمہاری جائیدادوں کی فائلز اٹھالی ہیں جو تم اتنا غصہ کر رہے ہو؟"

"بریزے مجھے اس وقت اتنا شدید غصہ آرہا ہے تم پر کے میں تمہیں تھپڑ مارنے سے بھی دریغ نہیں کروں گا"

"کبھی تم مجھے بالکنی سے پھینکنے کا کہہ کر ڈراتے ہو اور کبھی تھپڑ مارنے کا کہہ کر۔۔ اتنا ہی شوق ہے تو۔۔ یہ لو مار دو تھپڑ اگر مار سکتے ہو تو۔۔" اس کا انداز چیلینج کرنے والا تھا۔

"اور تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کے میں تمہیں نہیں مار سکتا؟۔۔ میں نہیں ڈرتا تمہارے جن سے۔۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتا بولا۔

"میں فاطم کی وجہ سے نہیں کہہ رہی۔۔ اگر تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھانا ہی ہوتا تو اسی دن مار دیتے جس دن میں نے تم پر ہاتھ اٹھایا تھا۔۔"

"اچھا یاد دلایا۔۔ زیادہ خوش فہمی میں نہ رہنا۔۔ وقت آنے پر اس کا حساب بھی بے باک کر دوں گا۔۔ فلحال تو یہ سب اٹھاو اور واپس میرے روم میں لے جا کر رکھو۔۔"

چٹکی بجا کر کہتے اس نے حکم جاری کیا۔

"لیکن مجھے اس کی ضرورت ہے۔۔یہ کورس میرے کام آئے گا"

"تم مجھے پسند نہیں کرتی تو پھر میرے بنائے ہوئے نوٹس سے بھی تمہیں پڑھائی میں ہیلپ نہیں لینی چاہیے۔۔فاطم کو کہو وہ ارینج کرے گا نا تمہارے لیے نوٹس اور کورس۔۔"وہ پھر طنز سے بولا۔

"وہ میرے بنا کہے ہی کر دے گا۔۔کم از کم تمہاری طرح چھوٹے دل کا نہیں ہے"اسے گھورتے ہوئے بریزے بمشکل ساری کتابیں سمیٹ کر کھڑی ہوئی۔

"چھوٹا دل تو میرا بھی نہیں ہے۔۔بس تم جانتی نہیں ہو میں اپنی چیزوں کے کئے حد سے زیادہ پوزیسو ہوں۔۔جس پر میری نظر ہو میں اس پر کسی اور کی پرچھائی بھی برداشت نہیں کرتا۔۔"

"اپنی بیوی کو تو تم سات پردوں میں چھپا کر رکھنا پھر"

وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے عاشر کے روم میں داخل ہوئے۔

بریزے نے ساری کتابیں بیڈ پر رکھی۔پھر نوٹس اور رجسٹر کو علیحدہ کرتے ہوئے الماری میں لے جا کر رکھا۔اور کتابوں کو واپس بک شیلف میں سجایا۔

جبکے اس دوران وہ راکنگ چیئر پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا اس کی حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہا تھا۔

"کوئی شک نہیں کے میں ایسا ہی کروں گا۔۔"

"اپنے پاگل پن کی وجہ سے مار ہی دو گے تم بے چاری کو"

الماری کا دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے تاسف سے کہا۔

"تمہیں اس کے لئے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔۔عاشر مرزا کی بیوی کوئی عام لڑکی نہیں ہو گی۔۔"

"ہاں تمہارے لیے تو آسمان سے اتر کر آئے گی اسپیشلی"

"کیوں کیا میں ڈیزرو نہیں کرتا آسمان کی پری کو؟"

Mahira Zaynah Khan Novel

"شکل دیکھو اپنی اس میں۔۔ پھر بات کرنا پری کی۔۔" ڈریسنگ مرر کی جانب اشارہ کر کے اس نے طنزیہ مسکراہٹ کے جواب دیا۔

"جیسی بھی شکل ہے بہت پیاری بنائی ہے اللہ نے۔۔ اگر جن زاد ہوتا تو میں بھی ہر سیکنڈ اپنی شکل بدل لیتا۔۔ لیکن میں عاشر ہوں۔۔ ایک مٹی کا انسان۔۔ جیسی بھی ہے میں خوش ہوں اپنی شکل سے۔۔ اگر اسے بدلنے کا اختیار ہوتا بھی میرے پاس تو بھی میں نہ بدلتا۔۔"

"بار بار فاطم کو بیچ میں کیوں لا رہے ہو؟"

وہ اس کی ایک ہی گردان سے زچ ہو چکی تھی۔

"کیوں کے وہ آ رہا ہے بیچ میں!"

"اور اسے کہو کے صرف تم تک ہی محدود رہے۔ ریشام کو تنگ کرنے کی کوشش نہ کرے۔۔"

"ریشام کو تنگ کرنے کی کوشش؟"

اس کی پیشانی پر بل پڑے۔"

اسے کیا پڑی ہے کے وہ ریشام کو تنگ کرے گا؟"

"مجھے نہیں معلوم وہ یہ کیوں کر رہا ہے۔۔ لیکن اسے کہو ریشام سے دور رہے"

"عاشر تمہاری تو مجھے سمجھ ہی نہیں آتی۔۔ کبھی تم یقین ہی نہیں کرتے کے فاطم کا وجود ہے بھی یا نہیں۔۔ مجھے پاگل قرار دینے کی کوشش کرتے ہو کے میں پڑھائی نہ کرنے کا بہانہ بنا رہی ہوں ایک جن کا ڈرامہ کرئیٹ کر کے۔ اور کبھی کہتے ہو کے وہ جن ریشام کو تنگ کر رہا ہے۔۔ اسے دور رہنے کو کہو۔۔ تم چاہتے کیا ہو آخر؟"

"میں جو بھی چاہتا ہوں تم اس کی فکر میں خود کو پریشان مت کرو۔۔ اپنے چھوٹے سے ذہن پر اتنا بوجھ مت ڈالو" وہ سلگ ہی تو اٹھی تھی اس کے انداز پر۔

"اور اب جاو میرے روم سے باہر۔۔ ورنہ تمہارے فاطم صاحب برا منائیں گے"

"میں کہہ دوں گی تم ہی لائے تھے مجھے یہاں پر"

اس نے تنے ہوئے لہجے میں کہا تو وہ بدک اٹھا۔ "تمہیں شرم نہیں آئے گی جھوٹ بولتے ہوئے؟" اس نے تیز نظروں سے گھورا۔

"اس میں جھوٹ کہاں ہے؟ تم نے ہی تو کہا تھا کے بکس واپس لے جا کر رکھو۔۔ تم خود بھی تو رکھ سکتے تھے نا؟"

"انھیں تم نے اٹھایا تھا تو واپس رکھنے کی ذمہ داری بھی تمہاری ہی تھی۔"

"دے دو مجھے۔ تم کیا میوزیم میں رکھواو گے اپنی یاد کے طور پر؟"

اس کے سامنے کھڑی وہ ناراضگی سے کہہ رہی تھی۔ اشارہ ان کتابوں کی جانب ہی تھا۔

"میوزیم میں رکھواوں یا سمندر میں بہادوں۔ میری چیز ہے۔ میں کسی کو نہیں دوں گا۔۔ اور تمہیں تو بلکل بھی نہیں۔"

کرسی کی ہتھی پر کہنی ٹکا کر ہتھیلی میں سر گرائے وہ راجہ اندر بنا بیٹھا تھا۔

کل اس کا جامعہ میں پہلا دن تھا۔ کلاس میں جانے سے پہلے وہ تھوڑا کورس ریوائس کرنا چاہتی تھی۔ لیکن عاشر نے تو جیسے نہ دینے کی قسم کھالی تھی۔

"چلو ایک ڈیل کر لیتے ہیں" بریزے نے ترپ کا پتا پھینکا۔ "کیسی ڈیل؟" عاشر کو اس کی مسکراہٹ مشکوک لگ رہی تھی۔

وہ اس سے کسی بھلائی کی امید نہیں کر سکتا تھا۔ "تم مجھے اپنا سارا کورس دے دو۔۔ اور میں پھر وعدہ کرتی ہوں کے کسی کو نہیں بتاوں گی کے تم اسموکنگ کرتے ہو۔۔ ہاں اگر تم اس ڈیل سے منع کرتے ہو تو پھر جان لو۔۔ میں پھر سب کو اکٹھا کر کے تمہارا کارنامہ بتاوں گی۔۔ ابھی تک تمہارا راز محفوظ تھا میرے پاس۔۔ لیکن اب۔۔۔"

سینے پر بازو باندھے۔ نیلے دوپٹے سے سر ڈھکے۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر جلانے والے انداز میں کہتی اس کا سکون درہم برہم کر رہی تھی۔ عاشر نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے خود پر لعنت ملامت کی۔ وہ خود سے اعتراف کرنا نہیں چاہتا تھا۔

لیکن پھر بھی کر رہا تھا کے۔۔ وہ چڑیل اسے بلیک میل کرنے کی صلاحیت بھی رکھتی تھی۔ "گھی جب سیدھی انگلی سے نہ نکلے تو انگلی ٹیڑھی کرنی ہی پڑتی ہے عاشر مرزا۔۔"

اس کے تپے ہوئے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ ابرو اٹھا کر مسکرا کر کہتی اسے زہر سے بھی بری لگ رہی تھی۔

آنکھوں سے بازو ہٹا کر اس نے بھاری ہوتی پلکوں کو بامشکل کھولا۔اس کا آفس نیم اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔اس کے آرام کے خیال سے وہ جاتے ہوئے ساری لائٹس بند کر گئی تھی۔سوائے ایک کے۔جو اس کشادہ آفس کو روشن کرنے میں ناکافی ثابت ہو رہی تھی۔اس کا ذہن ابھی بھی غنودگی میں تھا۔کافی دیر ایک ہی پوزیشن میں لیٹے رہنے کی وجہ سے اس نے کروٹ بدلی تھی۔اور دوسرے ہی لمحے وہ صوفے پر سے دھڑام سے نیچے گرا۔"آہہ" بے ساختہ کراہتے ہوئے ماتھے کو مسلا۔

وہ کبھی زندگی میں صوفے پر نہیں سویا تھا۔وہ صرف کچھ دیر آرام کی نیت سے لیٹا تھا۔اسے نہیں معلوم تھا کے آنکھ لگ جائے گی۔ نینداڑن چھو ہو چکی تھی۔سر کا درد بھی غائب تھا۔کچھ دیر کی ہی سہی۔لیکن اس نیند کے بعد وہ خود کو فریش محسوس کر رہا تھا۔

وہ کارپیٹ سے اٹھا نہیں تھا۔وہیں صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھا فون کو چیک کرنے لگا۔جبھی کوئی آہستہ سے دروازہ دکھیل کر اندر آیا۔

نیم اندھیرے میں فون کی روشنی سالار کے چہرے پر پڑتی اسے چمکا رہی تھی۔

"اٹھ گئے تم؟"مہرماہ نے اسے جاگتے دیکھ کر سوئچ بورڈ سے سارے بٹن آن کر کے لائٹس جلا دی تھی۔کافی دیر غنودگی میں رہنے کے بعد ایک ساتھ اتنی روشنی اس کی آنکھوں پر پڑی تو اس نے بے ساختہ ایک ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیا۔

"بند کروا نھیں۔۔"ناپسندیدگی سے اس نے کہا تو مہرماہ نے اتنی روشنی جلنے دی تھی کے اندھیرا ابھی چھٹ گیا تھا۔اور کافی روشن بھی نہیں تھا۔

"میں دو بار آئی تھی تمہیں دیکھنے لیکن تم سو رہے تھے"

"تمہاری مہربانی سے۔۔ویسے ایک انسان کو اگر سر درد کی شکایت ہو تو اسے پین کلر دینے کے بجائے نیند کی گولی دے دینا کہاں کا انصاف ہے؟"اس کی آنکھوں میں مصنوئی سی خفگی کی جھلک تھی۔"تمہیں سر درد کی شکایت جس وجہ سے تھی میں نے اس وجہ کو دور کیا ہے صرف۔۔"

"اتنے کام رہ گئے میرے تمہاری وجہ سے۔۔"سر جھٹک کر فون آف کر کے ٹیبل پر ڈالتے ہوئے اس نے پیشانی مسلی۔"چھ بج رہے ہیں ابھی۔۔آفس ٹائم پانچ بجے تک ہے۔۔تم یہاں کیوں موجود ہو ابھی تک؟"دیوار پر لگی بڑی سی گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے اس نے چونک کر پوچھا۔"وہ۔۔میں کچھ کام کر رہی تھی۔۔پھر تم بھی تو سو رہے تھے۔"

"تمہیں میرے انتظار میں رکنے کی ضرورت نہیں تھی۔۔زید کو بتا کر وقت سے گھر چلے جانا چاہئے تھا تمہیں۔۔"اس کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کے اسے پسند نہیں آیا تھا اس کا وہاں ٹھہرنا۔"انھیں معلوم ہے وہ یہیں پر ہیں"

"باقی سب چلے گئے؟"

"ہاں۔۔"

"زید کو میرے پاس بھیج دو۔۔اور تم ڈرائیور کے ساتھ چلی جاو"اسٹینڈ پر سے کوٹ اتار کر پہنتے ہوئے وہ اس کی اگلی بات پر رکا۔

"میں کل آف کروں گی"

"کس خوشی میں؟"

"تمہیں اس سے کیا مطلب؟"اس نے ناگواری سے پوچھا۔"میرے سارے شیڈول تمہارے ذمے ہوتا ہے۔اگر بہت زیادہ مجبوری نہیں ہے تو آف مت کرو۔۔ہاف ڈے کے لئے ہی آکر زید کو سمجھا دینا باقی وہ دیکھ لے گا"سالار کے نرمی سے کہنے پر وہ کچھ خاموش کھڑی ہونٹ کچلتی رہی۔پھر دھیمی آواز میں بولی"بابا کو ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا ہے"سالار نے چونک کر اسے دیکھا۔پھر گہری سانس بھری۔"ٹھیک ہے۔۔زید ابھی تو یہیں پر ہے نا۔کل کا شیڈول ابھی بتا جانا اسے۔""اس کی ضرورت نہیں ہے آجاوں گی میں کل ہاف ڈے کے لئے"

وہ کہہ کر روم سے باہر چلی گئی تھی جب زید اندر آیا۔

"خیریت ہے سر؟ آج سے پہلے آپ کبھی آفس میں نہیں سوئے۔ طبعیت زیادہ خراب ہو گئی تھی آپ کی؟" وہ اس کے لیے فکر مند تھا۔

"نہیں بس سر میں درد تھا تو آنکھ لگ گئی۔ کیا ہوتا رہا آفس میں میرے سونے کے بعد؟"

والٹ اور گاڑی کی چابی ڈراسے نکالتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"کچھ خاص نہیں۔ سب روٹین کے مطابق ہو رہا تھا۔ آپ تقریباً چار گھنٹے تک سوئے ہیں۔ مس مہرماہ نے کسی کو آپ کے روم میں آنے کی اجازت نہیں دی۔ میں آپ کی خیریت معلوم کرنے آنا چاہتا تھا مجھے بھی نہیں آنے دیا۔ ساری ضروری اپائیمنٹس بھی کینسل کر دیں" "وہ گھر کیوں نہیں گئی؟ کیا کرتی رہی سارا وقت؟"

سالار کو صرف اس بات کو جاننے میں دلچسپی تھی۔

"مس سبرینہ آج آف پر تھیں۔ ان کے ذمے کچھ کام تھا تو مس مہرماہ اسے مکمل کر رہی تھیں۔" اس نے ادب سے جواب دیا۔ "آئندہ میری غیر موجودگی میں مہرماہ کو یہاں آف ٹائم کے بعد ہرگز اکیلے رکنے مت دینا۔" وہ سختی سے اسے باور کروا رہا تھا۔

زید نے ایک لمحے اسے دیکھا۔ خشک لبوں پر زبان پھیری۔ پھر نا چاہتے ہوئے بھی اپنی سوچ کو زبان دے ڈالی۔ "معذرت کے ساتھ۔۔۔ لیکن آپ کچھ زیادہ ہی فکر مند نہیں ہو رہے اس کے لیے؟۔۔ آئی مین وہ صرف ایک سیکریٹری ہے"

زید نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا کے کہیں وہ برا مان کر ڈانٹ ہی نہ دے۔ "سیکریٹری وہ صرف دنیا والوں کے لئے ہے!"

زیر لب مسکراتے ہوئے اس نے محظ اتنا ہی کہا۔ جس میں جانے کتنے ہی گہرے راز پنہاں تھے۔

ٹیرس پر پڑے بڑے سے جھولے پر بیٹھی وہ دور آسمان میں اڑتے پرندوں کے غول کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی سوچیں بھی انھیں کے ساتھ اڑان بھرتی اسے حال سے بیگانہ کر رہی تھی۔ جب وہ چھوٹی ٹرے میں دو کافی کے مگ رکھے وہاں آئی تو اس کی محویت کا سکوت ٹوٹا۔

"انکل کی طرف سے پریشان مت ہوں تم۔ اللہ نے چاہا تو وہ جلد ری کور کر لیں گے۔"

جب سے وہ آئی تھی ماشا اس کی دلجوئی کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔ ابھی بھی نرمی سے اسے دلاسہ دیا۔

"کیسے پریشان نہ ہوں؟ ان کی حالت دن بدن خراب ہوتی جا رہی ہے"

وہ از حد فکر مند لگ رہی تھی۔

"تمہیں کسی اچھے ڈاکٹر سے کنسلٹ کرنا چاہئے۔۔ فرمان بھائی تمہاری ہیلپ کر دیں گے"

"اچھے ڈاکٹر کی فیس بھی پھر اچھی خاصی ہی ہو گی۔ مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔ ساری پریشانیاں ایک ساتھ ہی آ گئیں مجھ پر" اس کی آواز میں نمی سی گھل رہی تھی۔

اوہ ہو ایسے نہیں کہتے۔"

ماشا نے بے ساختہ ٹوکا۔ "اللہ اپنے پسندیدہ بندوں کو ہی مشکلات میں گرفتار کرتے ہیں۔ یہ دیکھنے کے لئے کے کیا میرا بندہ واقعی مجھ سے محبت کرتا ہے یا نہیں۔۔ جب میں نے اسے خوشحالی دی تھی تب تو یہ میرا بڑا شکر گزار تھا۔ کیا تنگی میں بھی اتنا ہی فرمانبردار رہتا ہے یا مجھ سے منہ موڑ لیتا ہے۔"

"میں نے تو کبھی آسائشوں والی زندگی میں بھی اللہ کا شکر نہیں کیا۔ حق کی طرح سب کچھ استعمال کرتی تھی جیسے یہ دولت، عیش و عشرت بنا ہی میرے لیے ہو۔"

آنکھ کے کنارے جمع ہوتے پانی کو انگلی سے صاف کرتی وہ جیسے خود سے ہی شکوہ کناں تھی۔ "ماضی اگر دردناک ہو تو اسے یاد کر کے خود کو اذیت میں نہیں رکھتے۔"

"مجھ سے نہیں بھلایا جاتا۔ میں نے پوری زندگی اس آسائشات میں گزاری تھی۔ اور جب میں ان کی عادی ہو گئی تو سب کچھ چھن گیا مجھ سے"

نچلا لب دانتوں تلے دبائے وہ ایک بے نام اذیت کا شکار تھی۔ "اللہ مال و دولت دے کر بھی آزماتا ہے اور لے کر بھی۔۔ جو شکر کرتے ہیں اللہ انھیں اور نوازتا ہے۔ اور جو شکر نہیں کرتے۔ غرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں اللہ ان سے چھن بھی لیا کرتا ہے۔۔ اور

تمہیں اتنا افسوس کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ اللہ ہی کی چیز تھی۔ تم نے قدر نہیں کی تو اس نے لے لی واپس۔ ویسے آفس کیسا جا رہا ہے تمہارا؟"

اس کا دھیان بٹانے کو ماشا نے موضوع چینج کیا تو وہ بھی گہری سانس بھر کر خود کو پرسکون کرتی بولی۔

"ٹھیک ہے بس"

"ٹھیک؟ کیا تمہیں پسند نہیں آیا؟"

"پسند نہ بھی آیا تو بھی مجھے وہیں جاب کرنی پڑے گی" اس کے انداز میں بے زاری تھی۔ "تمہاری سیلری بھی اچھی ہے۔۔ ویسے تمہیں میڈیکل کی فیسیلیٹی تو ملی ہو گی آفس کی طرف سے۔۔؟"

"میں ان کے توسط سے کبھی بھی پاپا کا علاج نہیں کرواوں گی۔ میں کسی کا احسان نہیں لوں گی" ماشا اس ضدی لڑکی کی ہٹ دھرمی کو دیکھتی رہ گئی۔

"بے وقوف ہو تم۔۔ کیا تمہاری انا انکل کی صحت سے بڑھ کر ہے؟"

"ماشا میں تمہارے پاس مائنڈ ریلیکس کرنے آئی تھی۔ تم نے مجھے ایسے نصیحتیں کرنی ہیں تو بتا دو میں چلی جاتی ہوں یہاں سے۔"

ناراضگی سے کہتی وہ واقعی جھولے پر سے کھڑی ہو گئی تھی۔

"ناراض مت ہو۔۔ اچھا بیٹھ تو جاو۔ پرامس اب کچھ نہیں کہوں گی۔" اس نے بوکھلا کر اسے روکا۔ "تم مجھے بہت عزیز ہو مہرو۔۔ تمہیں پریشان نہیں دیکھ سکتی میں"

ماشا نے اسے گلے لگاتے ہوئے فکر مندی سے کہا تو جانے کتنے ہی آنسو اس نے اپنے اندر اتارے تھے۔

ایک وقت تھا جب اس کا وسیع حلقہ احباب ہوا کرتا تھا۔

کافی سارے دوست تھے اس کے جو ہمہ وقت اس کے لیے حاضر رہتے تھے۔ وقت اور حالات بدلے تو وہ بھی پہلے جیسے نہیں رہے۔

Mahira Zaynab Khan Novel

جب سلطان زہیر نے اس علاقے میں گھر رینٹ پر لیا تو تب ماشا سے اس کی دوستی ہوئی تھی۔ جو اس کے برے وقت میں اسے سنبھالنے میں کافی مددگار ثابت ہوئی تھی۔ ورنہ تو جن لوگوں کی دوستی پر اسے مان تھا انھوں نے تو پلٹ کر اس کی خبر تک نہ لی تھی۔

کلک کی آواز سے دروازہ کھلا تو اس نے وحشت سے اس جانب دیکھا۔ جانے کیسا خوف اس کے اندر سرائیت کر گیا تھا جو وہ ذرا سی آہٹ پر بھی چونک چونک جا رہی تھی۔

"کیا تم ٹھیک ہو ریشام؟" بریزے نے ہاتھ میں پکڑی ڈھیر ساری کتابیں بیڈ پر رکھتے ہوئے تشویش سے اسے دیکھا جس کی آنکھیں متورم سی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔" بھیگی آواز میں کہتے ہوئے وہ کمبل سر تک تان کر لیٹ گئی۔

جبھی وہ پیر سے ادھ کھلے دروازے کو دھکیلتے ہوئے اندر آیا۔

ہاتھوں میں پکڑے نوٹس اور رجسٹر بیڈ پر پھینکے۔ ساتھ ہی اسے کینہ طوز نگاہوں سے گھورا۔ جو گردن تانے کھڑی بے نیاز سی نظر آنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"آج کے بعد مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش مت کرنا بریزے غازی۔۔ اس بار چھوڑ رہا ہوں۔ اگلی بار جان بخشی نہیں کروں گا تمہاری!" شہادت کی انگلی اس کی جانب اٹھائے وہ سخت لہجے میں دھمکا رہا تھا جب بریزے نے اس کی جاب رخ موڑ کر اس کی اٹھی ہوئی انگلی دیکھا۔ پھر استہزائیہ مسکراتے ہوئے اسے اپنی مٹھی میں مقید کر لیا۔

"جان بخشی؟۔۔ اپنے الفاظ واپس لو۔۔ مجھے دھمکانا تمہیں مہنگا پڑ سکتا ہے"

[] "تم ایک کام کرو۔۔ فاطم کو کہو کے تمہیں اپنے ساتھ ہی کہیں لے جائے۔ پہاڑوں میں۔ جنگلات یا پھر بیابانوں میں۔ کہیں پر بھی۔ کم از کم ہماری زندگیوں میں تو سکون آئے گا" وہ شدید تپا ہوا لگ رہا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"جو لطف ہے اس درد میں، تجھے کہاں ملے گا وہ سکون میں؟" وہ شرارت سے شاعرانہ انداز میں بولی۔ عاشر کو دھمکا کر اس سے کتابیں ہتھیانے پر جو سرشاری محسوس ہو رہی تھی اس کی بات ہی الگ تھی۔

"اس نے تمہیں شاعری بھی سکھا دی؟" وہ طنز سے مبہم مسکرا کر بولا

"اس نے نہیں سکھائی۔۔ یہ الفاظ تو بس ابھی ابھی وارد ہوئے ہیں"

اس نے بے نیازی سے شانے اچکائے۔

"تو انتظار کرو۔۔ جب وہ آ جائے تو اسے سنانا۔۔ میری تو جان چھوڑو" عاشر نے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالا۔ "عاشر تم اتنا چڑتے کیوں ہو مجھ سے؟۔۔ میں اتنی بری بھی نہیں ہوں۔۔ کیا ہم دوست نہیں بن سکتے؟"

وہ مصنوئی سی معصومیت چہرے پر طاری کئے بولی۔ "اتنی چاپلوسی کس خوشی میں کر رہی ہو؟ کورس دے دیا ہے نا کیا کافی نہیں ہے؟ اب کیا اپنی جان بھی دے دوں تمہیں؟"

اس کے چہرے پر نظریں گاڑے اس نے استہزائیہ پوچھا۔

"کیا نہیں دے سکتے؟۔۔ تم میرے لیے اپنی جان قربان نہیں کر سکتے؟" آج جانے اس کے جی میں کیا سمائی تھی جو اسے زچ کرنے کا کوئی موقع نہیں جانے دے رہی تھی۔

"عاشر مرزا کی جان اتنی سستی نہیں جو تم پر قربان کر دوں"

وہ زہر خند سا بولا تو اس نے ڈھیروں ناراضگی سے اسے دیکھا۔

"ہنہ ڈائلاگ تو دیکھو"

"اس کو فیل بھی کرو" اس نے چبا کر جتایا۔

"تم دونوں دفع ہو جاو یہاں سے اس سے پہلے کے میں تم دونوں کو قربان کر کے قاتل بن جاوں" جبھی وہ تپے ہوئے چہرے کے ساتھ اٹھ بیٹھی۔ غصے سے ان دونوں کو لتاڑا جو موقع محل دیکھے بنا کہیں بھی شروع ہو جاتے تھے۔

ریشام کے سر میں ہتھوڑے کی طرح برس رہی تھیں ان کی آوازیں۔

"آئم سوری۔۔ریشام" بریزے نے شرمندگی سے کہتے ہوئے ساتھ ہی عاشر کو تیز نظروں سے دیکھا۔"تمہاری وجہ سے اس کی نیند خراب ہو گئی"

"میری وجہ سے؟"اس نے بریزے کے صاف جھوٹ پر اس ابرو بھینچ کر گھورا۔

"اب جاو بھی باہر۔۔دیکھ نہیں رہے اس کی طبعیت ٹھیک نہیں ہے"

اس چڑیل سے پناہ مانگتے ہوئے عاشر نے وہاں سے چلے جانا ہی بہتر جانا۔

تلاوت ختم کر کے قرآن پاک کو چوم کر دوبارہ جزدان میں رکھنے لگی تو بریزے بے ہچکچاتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"کیا ہوا؟"ریشام نے سوالیہ انداز میں اس سے پوچھا جس نے پہلے اپنے دائیں جانب دیکھا اور پھر دوبارہ ریشام کو۔

"وہ تمہاری آواز اچھی ہے۔پر سوز سی۔۔لیکن کئی جگہوں پر تم سہی الفاظ ادا نہیں کر رہی تھیں"

وہ من و عن وہی الفاظ دہراتے ہوئے اس کی غلطیاں بتا رہی تھی جو فاطم اسے کہہ رہا تھا۔

ریشام کو کچھ کھٹک رہا تھا۔کچھ ایسا تھا جو نارمل نہیں تھا۔

اس نے بے ساختہ چونکتے ہوئے کمرے کے اطراف میں نظریں دوڑانی شروع کر دی۔کوئی شک نہیں تھا کے وہ اسے ہی تلاش کر رہی تھی۔

"کیا وہ یہیں ہیں؟"اس نے سراسیمگی سے پوچھا۔

ریشام کے مطابق تو اس جن کو اب اس حویلی سے کوسوں دور بھاگ جانا چاہئے تھا۔لیکن کیا وہ ابھی بھی یہیں براجمان تھا؟ بریزے نے اثبات میں سر ہلایا تو ریشام نے بے ساختہ الماری کا سہارا لیا۔"ڈرو نہیں وہ تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔"

"میں قرآن پڑھ رہی تھی۔۔وہ پھر بھی نہیں گیا؟"

"وہ خود بھی قرآن پڑھتا ہے۔۔وہ براجن زاد نہیں ہے"

اور ریشام کے لیے تو وہ صرف ایک جن زاد تھا۔۔

جو اس کے راز سے واقفیت رکھتا تھا۔

اچھے برے سے اسے اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔وہ بس اس سے خوفزدہ تھی۔

کیوں کے کوئی بعید نہیں تھی کے وہ کبھی بھی کسی کے بھی سامنے آکر اس راز سے پردہ اٹھا دیتا۔

"تم نے کیا کہہ کر ڈرایا ہے اسے؟"ریشام کے وہاں سے جانے کے بعد بریزے نے تجسس سے پوچھا۔"ایک راز ہے اس کا میرے پاس"

"راز؟کیسا راز؟"وہ مزید متجسس ہوئی۔

"وہ میں تمہیں نہیں بتا سکتا"

"کیوں نہیں بتا سکتے؟تم تو عاشق ہو نہ مجھ پر؟کیا اپنی ہی بات سے پھر گئے ہو؟"وہ پھر خفا ہوئی۔

"میں کبھی اپنی بات سے نہیں پھرتا۔۔اور رہی اس کے راز کی بات تو۔۔جس کا پردہ اللہ نے رکھا ہوا ہے میں اسے کھول نہیں سکتا"

"جب اللہ چاہے گا تب اس کی بات بھی سامنے آجائے گی۔۔تمہیں اس کے لیے اتنا متجسس ہونے کی ضرورت نہیں ہے پڑھائی پر دھیان دو"

"تم کیسے جن ہو؟بجائے مجھے یہ کہنے کے پڑھائی وڑھائی کو چھوڑو بس میری ہو کر رہ جاو۔۔تم الٹا مجھے پڑھنے پر لگا رہے ہو"

"کیا تمہیں پڑھنا نہیں پسند؟"

اس نے ابرو اٹھا کر تحیر سے پوچھا۔

"بلکل بھی نہیں۔۔جتنا مجھے شوق تھا اتنا میں پڑھ چکی ہوں۔۔لیکن تمہاری وجہ سے یہ مصیبت میرے گلے پڑ گئی۔"

"میری وجہ سے؟"

فاطم نے اس کے ناراض ناراض سے چہرے کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"جب میں نے کہا کے مجھ پر کسی جن کا سایہ ہو گیا ہے تو کسی نے یقین نہیں کیا میری بات کا۔۔ بلکے مجھے مصروف کرنے کے لیے مجھے پڑھائی میں لگا دیا۔

"اگر تم نہیں پڑھنا چاہتی تو رہنے دو" اس کے مشورہ دینے پر ریزے نے پر جوشی سے اسے کہا

"تم ایک کام کرو۔۔ عاشر کی یونیورسٹی میں آگ لگا کر آجاو۔۔ پھر میری اس سے جان چھوٹ جائے گی"

"جنات تو یوں ہی بدنام ہیں۔۔ اصل شر پسند تو تم انسان ہوتے ہو"

"کیا تم میرے لئے اتنا نہیں کر سکتے؟" اس کے بڑبڑانے پر بریزے نے گہرے صدمے سے پوچھا۔ "یونیورسٹی میں آگ لگانے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں؟"

"تمہاری جگہ اگر کوئی ولن ہوتا تو پورے شہر کو ہی آگ لگا دیتا"

وہ نروٹھے سے لہجے میں جتا گئی۔ "بریزے تم کیوں چاہتی ہو کے سب جل کر مر جائیں؟"

"میں صرف اتنا دیکھنا چاہتی ہوں کے تم میرے لیے کیا کر سکتے ہو؟"

"محبت کے دعویدار ہو نا؟ تو پھر پروف بھی کرو"

اس کی سیاہ آنکھوں میں جلتے شعلوں کو دیکھتی وہ اس کی محبت کا ثبوت طلب کر رہی تھی۔

"جب وقت آئے گا تو تم یہ بھی جان لو گی۔" فاطم نے ہلکا سا ہاتھ اس کے سر پر مارا تو اسے لگا جیسے کسی شعلے نے اسے چھو لیا ہو۔

"کوئی انسان تو تمہارے قریب بھی نہیں بیٹھ سکتا۔ جلا ہی دو گے اسے"

وہ اپنے سر پر ہاتھ رکھے اسے گھورتی ہوئی فوراً سے پیچھے ہٹی۔"

ویسے اگر میں تمہیں گلے لگا لوں گا تو ممکن ہے کے میرا جلتا ہوا وجود سرد پڑ جائے۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

وہ شرارت چھپائے گہری سنجیدگی سے بولا تو بریزے نے تھوک نگل کر اسے دیکھا۔ پھر جلدی سے بیڈ سے اتر کر دروازے کی جانب بھاگی۔

"مجھ سے دور رہنا فاطم۔۔ میں جل کر مرنا نہیں چاہتی!"

وہ دروازے سے لگی کھڑی خوف کا شکار لگ رہی تھی۔

"صرف ایک بار۔۔"

وہ سماجت کرتا اس کے نزدیک پہنچ چکا تھا۔ جب بریزے نے سختی سے آنکھیں میچ لیں۔

"کیا تمہیں مجھ سے ڈر نہیں لگتا؟"

اس کے بہت قریب کہیں پر تپش سی سرگوشی ابھری۔

"مجھے تم سے ڈر نہیں لگتا۔ تم مجھے اپنے سحر میں مبتلا کر رہے ہو۔ کیا تم۔۔۔ تم ساحر ہو؟ سحر کرنے والا؟" اس نے آنکھیں نہیں کھولی۔

خوابیدہ سی آواز میں وہ بڑبڑائی۔

"میں فاطم ہوں۔۔ ایک عاشق۔۔ عشق کرنے والا"

مسکراتے لہجے میں کہتے ہوئے اس کے بالوں کو ہلکا سا چھوتے ہوئے وہ تحلیل ہو چکا تھا۔

جب اس کی خوشبو اور تپش کا احساس کم ہوتا محسوس ہوا تو بریزے نے پلیں وا کر کے دیکھا۔ لیکن سامنے کمرہ خالی پڑا تھا۔ "پھر غائب ہو گیا۔۔"

"وہ زیر لب کہتی سر جھٹک گئی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"خالی ذہن کے ساتھ وہ چپ چاپ آکر لاؤنج میں آئی جہاں سب ہی موجود تھے۔

ملازمہ نے اسے چائے لادی تھی۔ جسے لے کر وہ رائمہ کے پاس بیٹھ گئی۔

ناجانے کیا موضوع زیر بحث تھا۔اس کی سوچ کے تانے بانے تو کہیں اور ہی تھے۔

"بہت ہی وحشیانہ سلوک کیا گیا ہے۔۔ کم از کم قتل تو نہیں کرنا چاہئے تھا"

حمنہ تائی کی آواز اسے سوچوں کے گرداب سے کھینچ لائی تھی۔

جو افسوس سے کہہ رہی تھیں۔"قتل سے کم کوئی سزا نہیں ہوتی چچی جان۔۔"

یہ عبیر کی آواز تھی جو کافی سنجیدہ نظر آرہا تھا۔

"کیا ہوا ہے پھوپھو؟"ریشام نے رائمہ کو دیکھا۔ جن کے چہرے پر تذبذب کے اثرات تھے۔شاید وہ بتانا نہیں چاہتی تھیں۔

سارہ اپنے گاوں کا واقعہ بتا رہی تھی۔ایک زمیندار گھرانے کی لڑکی نے بھاگ کر شادی کرلی تھی کسی سے۔۔ نتیجتاً اس کے باپ بھائیوں نے غیرت کے نام پر ان دونوں کو قتل کر دیا"رائمہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھاما جس کا رنگ پیلا پڑتا جا رہا تھا۔

"جسے اپنے خاندان کی عزت کا پاس نہیں۔جو اپنے باپ بھائیوں کی عزت کو یوں مٹی میں رول دے۔۔اسے مر ہی جانا چاہئے"

"اتنی شدت پسندی بھی اچھی نہیں ہوتی عبیر۔۔اگر اس لڑکی کے گھر والے اس کے مرضی سے کر دیتے شادی۔"

زاریہ غازی نے بھی افسوس سے کہا۔

"یہ لڑکیاں کم عمر اور کم عقل ہوتی ہیں۔جہاں کسی نے دو میٹھے بول بولے وہیں سب کچھ پیچھے چھوڑ کر ان کے پیچھے چل پڑتی ہیں۔۔گھر والوں کو زیادہ بہتر پتا ہوتا ہے کے ان کے لئے کیا بہتر ہے اور کیا نہیں۔۔ان کے لئے فیصلے کرنے والے ان کے بڑے موجود ہوتے ہیں۔۔اگر وہ پھر بھی اتنی ہٹ دھرمی دکھائیں تو پھر ان کا انجام یہی ہونا چاہئے۔۔اگر ان کی جگہ میں ہوتا تو میں بھی یہی کرتا۔"

"بس بھی کرو عبیر۔۔اور شکر کرو تمہاری بہنیں اتنی بے وقوف نہیں ہیں"

رائمہ نے موضوع ختم کرنے کو اسے ٹوکا۔

"بے شک۔۔اپنی دونوں بہنوں پر مجھے بہت مان ہے۔۔فخر ہیں یہ دونوں میرا۔"اب کے ریشام اور بریزے کے لئے اس کے لہجے میں نرمی سی تھی۔

جانے کتنے ہی آنسو اس نے اپنے اندر اتارے تھے۔

"بہنیں تو بھائیوں کا غرور ہوا کرتی ہیں۔جب وہ کسی پرائے لڑکے کی محبت میں گھر سے قدم باہر نکالتی ہیں ساتھ ہی اپنے گھر کی بربادی کا سامان بھی کر جاتی ہیں۔۔پیچھے باقی کیا رہ جاتا ہے؟

کبھی نہ ختم ہونے والی ذلت، تضحیک؟جگ ہنسائی؟

کوئی باپ، کوئی بھائی پھر ساری زندگی سر اٹھا کر باہر نہیں نکل سکتا۔ان کی لاڈلی بہن ان کے لیے پھر صرف ایک گالی بن کر رہ جاتی ہے۔۔

دنیا تھوکتی ہے ایسے لوگوں پر کے دیکھو یہ وہی ہیں جن سے ان کی بہن نہ سنبھالی گئی۔۔پوری زندگی کی کمائی عزت لمحے میں مٹی میں مل جاتی ہے۔"

عبیر کی آواز مدھم پڑھتی جا رہی تھی۔ریشام کو اپنی بے بسی پر ماتم کرنے کو جی چاہ رہا تھا۔

براون کلر کے کیپری اور شرٹ پر ہم رنگ دوپٹہ اوڑھے چادر ہاتھ میں لئے وہ کہیں جانے کے لئے تیار لگ رہی تھی۔"پڑھائی ختم ہو گئی ہے تو اب کہاں کی تیاری ہے؟"سفینہ تائی نے اس نے چہرے کی سرخی کو جانچتی نظروں سے دیکھ کر استفسار کرنا ضروری سمجھا۔"کچھ کام ہے تائی امی یونیورسٹی سے کال آئی تھی""نگاہیں چراتے ہوئے وہ مدھم سا بولی۔

"تمہاری طبعیت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی۔کل چلی جانا"زاریہ نے اس کی پیشانی چھوتے ہوئے تشویش سے کہا۔

"آج ہی نمٹانا ہے یہ کام۔ جلد ہی آجاوں گی"

"فاز سے کہہ دو وہ تمہیں لے جائے گا" ان کے کہنے پر وہ انکار کر گئی۔

"وہ۔۔ میں یوسف کے ساتھ جا رہی ہوں۔۔ اسے بھی تو بلایا ہے"

"ٹھیک ہے جاو۔ جلدی آنے کی کوشش کرنا"

اس کی پیشانی چومتے ہوئے انھوں نے یاد دہانی کروائی تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

آج تو ہر شے نے جیسے اداسی کی چادر اوڑھ رکھی تھی۔

سب کچھ خفا خفا سا محسوس ہو رہا تھا۔ ساری رونقیں، ساری شادابیاں جیسے ماند پڑ گئی تھیں۔ یونیورسٹی کے وسیع گراونڈ میں پشت پر ہاتھ باندھے سیاہ شلوار قمیض پہنے وہ اس سے دو قدم پیچھے چل رہا تھا۔ جو کھلے اور شاداب سے آسمان کو دیکھتی سیاہ چادر میں لپٹی ہوئی تھی۔ "ایسی کیا بات ہو گئی جو آپ کو جھوٹ بول کر آنا پڑا؟"

اس کی بکھری ہوئی حالت اسے پریشانی میں مبتلا کر رہی تھی۔ زیادہ دیر خود کو روک نہیں پایا تو پوچھ ہی بیٹھا۔

"کیا تم یقین کرتے ہو جنات پر؟" وہ چلنا موقف کر کے اس کے سامنے رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔

جو اس کے اچانک سے رک جانے پر خود بھی وہیں تھم گیا تھا۔ "جنات پر تو وہ یقین نہیں کرتے جنھوں نے قرآن نہیں پڑھا۔۔ میں نے تو الحمدللہ پڑھا ہے"

"کیا تم نے کبھی کسی جن کو دیکھا ہے؟"

"خیریت ہے آج سے پہلے آپ نے کبھی اس موضوع پر بات نہیں چھیڑی۔" یوسف کو اس کا انداز غیر معمولی لگ رہا تھا۔

"ایک جن ہے۔۔ وہ بریزے کے پیچھے پڑا ہے۔۔ وہ مجھے بھی دکھائی دیا تھا۔ وہ سب جانتا ہے۔۔ تمہارے اور میرے بارے میں۔۔ اس نے مجھے بہت خوفزدہ کر دیا ہے"

Mahira Zaynab Khan Novel

"واقعی میں؟"اس نے بے یقینی سے پوچھا۔"میں جھوٹ نہیں کہہ رہی۔۔وہ آیا تھا میرے سامنے"

"آپ سورہ البقراہ پڑھا کریں وہ نہیں تنگ کرے گا"

"وہ اس سے بھی نہیں بھاگتا۔۔بلکے وہ سننے بیٹھ جاتا ہے۔۔اور پھر غلطیاں نکال کر سرزنش کرتا ہے کے ٹھیک سے پڑھا کرو"

"آپ کو کیسے معلوم؟"اس کی پیشانی پر شکنوں کا جال تھا۔

"مجھے بریزے نے بتایا۔۔جب میں نے تلاوت ختم کی تو اس نے مجھے کہا کے فاطم کہہ رہا ہے تم یہاں غلطی کر رہی تھیں۔"

"فاطم نام ہے اس کا؟"یوسف نے کچھ چونک کر تصدیق کی۔

"یہی بتایا تھا اس نے، تم اپنے گاوں چلے جاو یوسف۔۔مجھے تمہاری بہت فکر ہے"

"آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔۔سب ٹھیک ہو جائے گا وہ کسی کو کچھ نہیں بتائے گا"وہ نرمی سے بولا۔

"تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"کیوں کے یہ ایسی مخلوق ہے کے آپ جب تک خود سے انھیں پریشان نہ کریں یہ آپ کو نقصان نہیں پہنچاتی۔نہ ہی آپ کے کاموں میں عمل دخل کرتی ہے۔۔آپ اس سے کی جانب سے لاتعلق ہو جائیں وہ کچھ نہیں کرے گا"

"کیا وہ اچھا جن ہے؟"اس نے سراسیمگی سے پوچھا۔

"شاید ہاں۔۔یقیناً مومن قبیلے سے ہو گا۔ورنہ برے جنات اس گھر یا جگہ پر داخل نہیں ہوتے جہاں قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے"

"ان کے بھی قبیلے ہوتے ہیں؟"

اس نے حیرت سے پوچھا۔"قریباً ستر ہزار قبائل موجود ہیں ان کے دنیا میں۔۔اور ان کی۔آبادی اتنی زیادہ ہے کے کہتے ہیں کے اگر آسمان سے ایک سوئی بھی پھینکی جائے تو بھی وہ کسی نہ کسی جن کے سر پر ہی گرے گی۔۔"

Mahira Zainab Khan Novel

"ان میں ہر قسم کے جن پائے جاتے ہیں۔۔ کچھ شیطان کے پیروکار ہوتے ہیں تو کچھ مومن جنات ہوتے ہیں۔ کچھ آتش پسند ہوتے ہیں آگ کے قریب رہنا پسند کرتے ہیں۔ کچھ جنگل بیابانوں میں آباد ہوتے ہیں۔ کچھ عاشق ٹائپ کے ہوتے ہیں اور کچھ تو خون کے اتنے شوقین ہوتے ہیں کے اگر کسی انسان کا ایک قطرہ خون بھی زمین پر گرے تو وہ لپک کر اس کی جانب بھاگتے ہیں"

"تمہیں اتنی جانکاری کیسے ہے؟ کیا تمہارا بھی ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہیں؟" اس کی سیاہ آنکھوں میں شک کی پرچھائیاں تھیں۔

"کیوں ناچیز پر شک کر رہی ہیں؟۔۔ یہ اتنی کوئی انوکھی بات تو نہیں ہے۔ نہ ہی اتنی نایاب ہے کے بہت کم لوگ اسے جانتے ہو۔۔ یہ تو سب کو ہی معلوم ہے کے یہ دنیا جب قائم ہوئی تھی تو یہاں جنات ہی آباد تھے۔ جنھیں اللہ نے انسان کی پیدائش سے ہزاروں سال قبل آگ سے پیدا کیا تھا۔ پھر جب اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ابلیس سے فرمایا کے اپنا لشکر لے کر جاو اور سارے جنات کو پہاڑوں اور بیابانوں کی طرف بھیج دو۔۔"

"ہنہ ابلیس۔۔ کتنا فرمانبردار تھا یہ اللہ کا" وہ ہاتھ جھلا کر بولی۔

"فرمانبردار بھی اور بہت عبادت گزار بھی۔۔ لیکن اپنے غرور کے باعث عرش سے فرش پر پھینک دیا گیا۔"

"ایک تو ہمارے باپ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اوپر سے یہ قسم بھی کھائی کے اس کی اولاد کو بھی اللہ کو سجدہ کرنے سے روکتا رہوں گا۔۔ یہاں تک کے قیامت واقع ہو جائے"

"سہی نام رکھا گیا ہے اس کا۔۔ شیطان کہیں کا"

وہ بڑبڑائی تو وہ زیر لب مسکرا دیا۔ "اگر کوئی ہمارے باپ کو کچھ کہہ دے تو ہم تو مرنے مارنے پر اتر آتے ہیں سامنے والے کا گریبان پکڑ لیتے ہیں۔۔ لیکن یہ بات بھول جاتے ہیں کے جس نے آدم سے بیر باندھا۔ ہم اسی سے یارانہ قائم کیے ہوئے ہیں۔۔ جس کا نتیجہ عذاب کی صورت نکلے گا"

"میں نمازیں پڑھتی ہوں۔ میرے پاس پہلے ہی اتنی پریشانیاں ہیں اور تم مزید مجھے ڈرا رہے ہو" وہ نرم لہجے میں اسے سمجھاتا اسے اس کا فیصلہ بدلنے پر مجبور کر رہا تھا۔ اس کے دل و دماغ میں جنگ سی چھڑی تھی۔ کے اس شخص سے دستبردار ہونا بھی چاہئے یا نہیں؟ "کیا نمازیں پڑھنا کافی ہوتا ہے؟"

Mahira Zaynab Khan Novel

"آپ کو معلوم ہے۔۔کچھ نمازیں ایسی بھی ہوں گی جب کوئی بندہ قیامت کے دن وہ لے کر اللہ کے سامنے جائے گا تو وہ نمازیں اس کے منہ پر مار دی جائیں گی"

"کیوں؟" وہ بے ساختہ چونکی۔ "اللہ کو منافقت شرک سے بھی زیادہ ناپسند ہے۔۔شرک میں تو بندہ اللہ کو ماننے سے ہی انکار کر دیتا ہے معاذ اللہ۔۔

لیکن منافقت میں کیا کرتا ہے کے نماز تو پڑھ رہا ہوتا ہے لیکن اس کا ذہن ہی حاضر نہیں ہوتا۔جو صرف جان چھڑانے کو یا دنیا دکھاوے کو جلدی جلدی نماز پڑھ کر اپنے دنیاوی کاموں میں لگ جاتے ہیں نہ یہ وہی لوگ ہیں جنھیں اللہ پھر چھوڑیں گے نہیں"

"مجھے نماز میں بعض دفعہ تمہارا خیال آتا ہے۔۔میں خود سے یاد نہیں کرتی۔بس اچانک سی تمہاری کوئی بات یاد آجاتی ہے"

انگلیاں مروڑتی وہ ہچکچا کر بولی۔ "اپنے ساتھ ساتھ آپ میرا بھی جہنم میں جانے کا پورا پورا بندوبست کر رہی ہیں"

"کہہ تو رہی ہوں کے میں خود سے یاد نہیں کرتی۔۔بس شیطان ہی تمہارا خیال لے آتا ہے تاکے میں ٹھیک سے نماز نہ پڑھ سکوں"

"ہر بات میں شیطان کو الزام دے کر سائیڈ پر کر دینا بھی ٹھیک نہیں ہوتا۔۔وہ صرف انھیں بھٹکاتا ہے جو بھٹکنے کے لیے پہلے سے تیار بیٹھے ہوتے ہیں۔۔جو صرف ایک معمولی سے اشارے کے انتظار میں ہوتے ہیں۔۔نماز کو صرف فرض اور سنت سمجھ کر اتنا ایزی نہ لیا کریں۔۔سمجھ کر پڑھیں۔۔اور سب سے بڑھ کر یہ یاد کر کے اور دھیان میں رکھ کر پڑھیں کے آپ کس کو سجدہ کر رہی ہیں۔۔جب ذہن و دل میں اللہ کی یاد نہیں ہو گی تو سجدے میں جا کر کیا کریں گے بھلا؟۔دنیاوی محبتیں یہی رہ جائیں گی۔۔اللہ سے محبت کریں"

آنسوؤں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے نظریں نیچی کئے وہ اس سیاہ لباس والے شخص کی کلائی پر بندھے سیاہ دھاگے کو دیکھ رہی تھی۔

پھر خود پر انتہا کا ضبط کرتے ہوئے بولی۔

"یہ دھاگہ توڑ دو۔۔" یوسف نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔کیا اتنی جلدی اثر ہو گیا تھا اس پر؟

"کیوں؟"

"کیوں کے میرا رشتہ پکا ہو رہا ہے سالار بھائی سے۔۔"

وہ زخمی سا مسکرائی تھی۔ لیکن یوسف نہیں دیکھ پایا تھا۔ حویلی سے باہر وہ چادر سے نقاب کیا کرتی تھی۔ لیکن اسے یاد نہیں تھا کے کبھی ریشام نے اس سے بھی چہرہ چھپایا ہو۔

آج پہلی بار تھا۔ اس نے دو انگلوں ے چہرے پر نقاب سا کر رکھا تھا۔ تو کیا سچ میں سارے تعلق ختم کرنے آئی تھی وہ۔؟ اس کا دل انجانے خوف کا شکار ہو کر دھڑکا۔ اس کی آنکھوں کے ساتھ ساتھ اس کا لہجہ بھی بھیگا ہوا تھا۔

"تمہارے لئے بہتر یہی ہو گا کے اپنے گاوں ہی چلے جاو"

"تو آپ کر لیں گی ان سے شادی؟"

اب کے اس کے انداز میں بھی ٹھہراؤ تھا۔ "اگر تم حویلی میں ہی رہو گے تو نہیں کروں گی۔۔ میں کسی اور سے شادی کے بعد تمہیں دیکھنا بھی نہیں چاہوں گی"

"تو آپ کو ابھی پریشانی کس چیز کی ہے؟ اس جن کے پاس اپنا راز ہونے کی یا سالار سر سے شادی کی؟"

"کسی کی بھی ہو۔۔ تمہیں اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے"

"اگر تم حویلی میں رہو گے تو میں کسی راہ چلتے سے بھی نکاح کر لوں گی لیکن سالار بھائی سے نہیں کروں گی"

"میرا واپس گاوں جانا شروع سے ہی طے تھا۔ میں تو یہاں صرف ڈگری لینے ہی آیا تھا" اگر تو اس نے فیصلہ کر لیا تھا تو پھر یوسف اسے اس کے فیصلے پر ثابت قدم ہی دیکھنا چاہتا تھا۔ اپنے دل کی دہائیوں کو نظر انداز کرتا وہ آج بھی پہلے جیسا یوسف بنا ہوا تھا۔

جس نے کبھی اس کے بڑھتے قدموں کی حوصلہ افزائی نہیں کی تھی۔ اور آج جب وہ قدم پیچھے ہٹا رہی تھی تو بھی وہ اس کے فیصلے کو سراہا رہا تھا۔ "کیا تم سچ میں چلے جاو گے؟" دل ہی تھا نا۔۔ اتنی جلدی تو راضی نہیں ہو سکتا اپنا چین و سکون اجڑنے پر۔

"مجھے خوشی ہے کے آپ نے ایک عقلمندانہ فیصلہ لیا ہے"

"بھول جاو گے تم مجھے؟"

آنسو اس کی آنکھوں کے کنارے سے بہتے گالوں پر بکھر رہے تھے۔

"آپ کو اتنی آسانی سے بھلایا نہیں جا سکتا۔۔ ہاں میں کوشش ضرور کروں گا"

"مجھ سے تو کوشش بھی نہیں کی جائے گی" اب کے وہ اختیار کھو بیٹھی تھی۔

بے ساختہ رو پڑی۔ "اپنی جان سے بڑھ کر تمہیں چاہا تھا۔۔ بارہا اپنی انا کو قربان کر کے تمہارے سامنے روئی ہوں۔۔ اور ایک تم ہو کے"

"تمہارے دل کی سختی کے آگے تو ان پہاڑوں کی سختی بھی کچھ نہیں"

"میں کل جا رہا ہوں گاوں" ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اس کے رونے سے نگاہیں چراتے اس نے اطلاع دی۔ اطلاع دینے سے زیادہ وہ آہستہ سے اس کی روح ہی کھینچ لے گیا تھا۔ یعنی اب وہ اسے دیکھنے سے بھی گئی۔

"میں آپ کے لئے دعا کروں گا۔۔ اللہ نے جس کو آپ کے ہمسفر کے طور پر چنا ہے۔ اس کی محبت آپ کے دل میں ڈال دے"

"میں نے ایسا کبھی نہیں چاہا تھا یوسف!"

"تقدیر کے آگے سب بے بس ہیں"

اس کے رونے پر اس کا دل کٹ رہا تھا۔ لیکن اتنے نازک موقع پر تسلی کے دو لفظ کہہ کر اس کے فیصلے میں دراڑیں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ "اللہ کے فیصلے پر راضی رہیں۔۔ وہ کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا"

اس کی بھی آنکھیں بھی گلابی پڑ رہی تھیں۔ "جب تم میرے نصیب میں نہیں تھے تو پھر تمہاری محبت کو بھی میرے دل میں نہیں ہونا چاہئے تھا"

"میں لوٹ کر نہیں آوں گا کبھی۔۔ آپ سالار سر سے شادی کے بعد یہاں سکون سے رہ سکتی ہیں"

"سکون؟ میرا سکون تو تم اپنے ساتھ لے جا رہے ہو۔ ریشام کا دل۔۔ اس کی روح۔۔ اس کا سکون سب کچھ تمہارے ساتھ ہی جائے گا۔ میں خالی جسم کا یہاں کیا کروں گی؟۔ تم سے دور بھی نہیں رہ سکتی۔ اور تمہیں مرتا ہوا بھی نہیں دیکھ سکتی۔۔ صرف اس لیے تم سے دستبردار ہو رہی ہوں کے اس بہانے تم زندہ تو رہو گے۔۔ تمہاری جان سے بڑھ کے بھی کچھ عزیز نہیں مجھے" اس کی جانب سے رخ موڑ کر یوسف نے شدت سے خود کو باز رکھا تھا اس کی دلجوئی کرنے سے۔ اس کا دل ٹکڑوں میں کٹ رہا تھا۔

اپنی قسمت پر وہ شکوہ کناں نہیں تھا۔ لیکن ریشام تھی۔۔

اسے کھلتی تھی یوسف کی معمولی حیثیت۔۔اگر تو وہ امیر کبیر ہوتا تو آج شاید اس سے دستبردار نہ ہونا پڑتا۔

سعادت غازی اپنے کمرے میں تینوں بیٹوں اور بہوؤں سمیت ایک ضروری گفتگو میں مصروف تھے۔رائمہ بھی وہیں موجود تھیں۔"کیا لگتا ہے کسی چیز کا فیصلہ ہو رہا ہو گا اندر؟"فاز نے بے چینی سے عاشر سے پوچھا۔جو ہاتھ کا تکیہ بنا کر سر کے نیچے رکھے میچ دیکھنے میں مگن تھا۔اسے اس چیز سے کوئی سروکار نہیں تھا کے آخر کس قسم کی میٹنگ جاری ہے بند دروازے کے پیچھے۔

"آپ کو کچھ آئیڈیا ہے؟"اس نے پھر سالار کی جانب رخ موڑا جو سنگل صوفے پر لیپ ٹاپ لئے کانوں میں ائیر بڈز لگائے بیٹھا تھا۔فاز کے مخاطب کرنے پر اس نے لاعلمی سے شانے اچکا دئے۔

چائے کا مگ پکڑے اپنے کمرے ہی بالکنی میں کھڑا باہر کے مناظر کو دیکھ رہا تھا۔عاشر بھی اس کے ساتھ وہیں بیٹھا تھا۔

"جب آپ جنات پر یقین کرتے ہیں تو پھر مان لیں کے اس حویلی میں بھی کوئی ہو سکتا ہے"

"آج سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا۔مجھے سمجھ نہیں آ رہا اس نے سعدین حویلی کا راستہ کہاں سے دیکھ لیا۔"

"بریزے لے کر آئی ہے نا اسے اپنے ساتھ"

"وہ تو حویلی سے کہیں باہر جاتی ہی نہیں۔۔"

"لیکن آپ کو یقین کرنا ہی پڑے گا۔اب تو وہ ریشام کو بھی دکھائی دیا تھا"

"لیکن وہ ماننے پر راضی نہیں کے اس نے دیکھا تھا"

"میں آپ سے ابھی بریزے کے بارے میں بات کر رہا تھا۔آپ کو اس سے ایک بار تفصیل سے پوچھنا چاہیے اس جن کے بارے میں"

"اور پھر کیا ہو گا؟"

عبیر نے بے زاری سے اسے دیکھا۔"پھر اس کی شادی کروانی پڑے گی اس جن زاد سے"

"عاشر تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا؟۔۔ایک انسان کی شادی کبھی جن سے ہوتی ہے بھلا؟"

اسے سخت ناگوار لگی تھی اس کی بات۔"کیوں نہیں ہو سکتی؟"

"آگ اور مٹی کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔فضول باتیں کر کے میرا دماغ مت خراب کرو۔۔"وہ اسے گھورتے ہوئے بڑبڑایا۔

"رہی بریزے تو میں دیکھ لوں گا کیا کھچڑی پک رہی ہے اس کے دماغ میں۔اتنا سمجھانے کے بعد بھی اسے سمجھ نہیں آرہی میری بات"

"میرے خیال سے وہ پسند کرتی ہے اس جن کو۔۔ جبھی تو اب کسی کو بتاتی نہیں کے وہ اسے دکھائی دیتا ہے۔بلکے چھپا جاتی ہے"

"عبیر بھائی آپ کو میری بات غور سے سننی چاہئے۔۔"

اسے متوجہ نہ ہوتے دیکھ وہ زور دے کر بولا۔اس سے پہلے کے عبیر اس کی فضول گوئی پر اچھے سے اس کی طبعیت صاف کرتا تبھی دروازے پر ہوئی ہلکی سی دستک پر وہ دونوں ہی متوجہ ہوئے تھے۔

"بیٹھو میں دیکھتا ہوں" عاشر کو وہیں رکنے کا کہہ کر وہ دروازہ کھولنے کی نیت سے ابھی دو قدم ہی بڑھا تھا کے جبھی دروازہ خود ہی کھل گیا۔"میں آپ کو ایک گڈ نیوز دینے آیا تھا۔سالار بھائی اور ریشام کا رشتہ پکا کر دیا گیا ہے کانفرنس میں"

وہ اپنی ہی دھن میں اس کے گوش گزار کر رہا تھا۔لیکن عبیر سن کھڑا تھا۔اس خبر نے اسے اتنا حیران نہیں کیا تھا جتنا خبر دینے والے نے اس کے ہوش اڑا دیے تھے۔اپنی پشت اسے جلتی ہوئی محسوس ہوئی۔جبھی کوئی سائیڈ سے نکل کر اس کے سامنے آیا۔

وہی سفید چہرہ اور سیاہ آنکھیں۔دروازے میں کھڑے عاشر کی سانس بھی سینے میں اٹکی۔

سر کو دائیں جانب جھکا کر خفیف سی حرکت دیتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آگ کے شعلے لپک رہے تھے۔

ہونٹوں پر استہزائیہ سی مسکراہٹ لیے وہ کچھ نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ باور کروا گیا تھا۔

دیکھتے دیکھتے ہی وہ ان دونوں کی نظروں کے سامنے تحلیل ہو گیا۔"عبیر بھائی۔۔"عاشر تیزی سے اس کی جانب لپکا۔

"آپ۔۔آپ ٹھیک ہیں؟۔۔وہ کیا کہہ رہا تھا؟"عاشر نے بے ساختہ اس کا بازو تھاما جس کا تنفس تیز ہو رہا تھا۔

"یہ ٹھیک نہیں ہو رہا۔۔بہت۔۔بہت غلط ہو رہا ہے۔۔بریزے؟۔۔کہاں ہیں بریزے؟"وہ شدید خوف اور اضطراب کا شکار لگ رہا تھا۔

"عبیر بھائی ٹھہر جائیں۔۔"

"کیسے رک جاوں؟وہ نقصان پہنچا سکتا ہے بریزے کو"وہ سخت مضطرب لگ رہا تھا۔پریشانی اس کے چہرے پر چھلک رہی تھی۔

"نقصان پہنچانے کی نیت نہیں ہے اس کی۔۔اگر ایسا ہوتا تو وہ پہلے ہی کر چکا ہوتا یہ کام۔"

"تو پھر۔۔لیکن۔۔"اس کی سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ کیسے ری ایکٹ کرے۔آج تک وہ جس بات کو جھٹلاتا آیا تھا۔جسے ماننے سے

اس نے صاف انکار کر دیا تھا۔اب وہی بات حقیقت بن کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔ جسے وہ نظر انداز بھی نہیں کر سکتا تھا۔"ریلیکس ہو جائیں۔۔وہ کچھ نہیں کرے گا"عبیر کو شانوں سے تھامے وہ اسے پر سکون کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جس کے اعصاب ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہے تھے۔

"لیکن ہمیں سب کو بتانا چاہیے اس بارے میں"

وہ باہر جانے کے لئے بضد تھا لیکن عاشر نے سختی سے اس کا بازو پکڑ کر اسے روکا ہوا تھا۔

"جیسے آپ نے میری بات کا یقین نہیں کیا ایسے ہی کوئی آپ کی بات کا یقین بھی نہیں کرے گا۔۔"

"فاطم کو خود آپ کے سامنے آنا پڑا تھا آپ کو یقین دلانے کے لئے"

عاشر کی بات قابل توجہ تھی لیکن وہ خوف کا شکار تھا۔

"تو کیا پھر وہ باقی سب کے سامنے بھی آئے گا؟"عبیر کے استفسار پر اس نے ایک گہری سانس اندر کھینچی

"فلحال تو اس بات کو آپ بھول جائیں۔۔خوشی کا موقع ہے۔۔سب ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے ہیں۔۔میں نہیں چاہتا کے اس خوشی کے ماحول میں خوف وہراسگی پھیل جائے"

"عاشر میرا دماغ ماوف ہو رہا ہے"وہ سر پکڑے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کچھ سمجھ نہیں آ رہا"

"اس کا حل بھی نکل ہی آئے گا۔آپ سنبھالیں خود کو"

وہ اسے تسلی دینے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا"

اپنے سارے جذبات واحساسات کو دل میں دفن کئے جب وہ حویلی پہنچی تو اس خبر نے اس کا استقبال کیا۔

اسے تو ماتم کرنے کی بھی فرصت نہ ملی تھی کے بڑا سا گلابی زرتار دوپٹہ اس کے سر پر اوڑھا کر صوفے پر بٹھا دیا گیا۔

وہ خالی الذہن کے ساتھ بیٹھی ان سب کو دیکھ رہی تھی جو ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے اس کے پاس بیٹھ کر اسے مٹھائی کھلا رہے تھے۔اس کی تو دنیا ہی ختم ہو گئی تھی۔وہ تو زہر کھانے کی تمنائی تھی۔ لیکن یہ سب تو اس کے حال سے بے پرواہ اس کا منہ میٹھا کروا رہے تھے۔

بے بسی اور ضبط کی انتہا تھی اس کے لیے۔بس نہیں چل رہا تھا کے سر سے نوچ کر وہ دوپٹہ اتار پھینکے جو اسے نوکیلے کانٹوں کی طرح چھب رہا تھا۔

دل تو اپنی موت آپ مر گیا تھا۔پہلی بار اسے اتنا کھل رہا تھا اتنے ہائی اسٹیٹس گھرانے کی بیٹی ہونا۔

اگر تو وہ بھی کسی مڈل کلاس گھر میں پیدا ہوئی ہوتی تو شاید آج اسے اپنی محبت کو حویلی کی بقا کے لئے قربان نہ کرنا پڑتا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

گلابی پڑتی آنکھوں کو اس نے سختی سے میچ کر آنسوؤں کو بہنے سے روکا۔

پوری حویلی میں اعلان کر دیا گیا تھا کے ریشام اور سالار کی شادی فکس کر دی گئی ہے۔ سفینہ تائی خود پر بے انتہا جبر کئے مسکراتے ہوئے ریشام کے سر سے صدقے کے پیسے وار رہی تھیں جب انھیں چوکھٹ پر کھڑا سالار نظر آیا۔

سینے پر بازو لپیٹے۔ شانے کو دروازے سے ٹکائے وہ انھی کی جانب متوجہ تھا۔ "آجاو۔ تم کیوں وہاں کھڑے ہو؟"

رائمہ اس کا ہاتھ پکڑ کر لے آئی تھیں۔ پھر اسے ریشام کے ساتھ ہی صوفے پر بٹھا کر گلاب جامن اس کے منہ میں ڈال دیا۔

سب ہنستے مسکراتے فون میں تصویریں کھنچتے ان خوبصورت لمحوں کو محفوظ کر رہے تھے۔

"اللہ تم دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے"

زاریہ نے ان دونوں کا صدقہ اتارتے ہوئے دعاوں سے نوازا۔

وہیں باہر یوسف تمام ملازمین سے ملتے ہوئے گاؤں جانے کے لئے تیار تھا۔ "خیال رکھنا اپنا۔۔ بہت یاد آو گے تم"

خالدہ بوا نے چادر کے کونے سے اپنی نم آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے کہا۔ وہ جتنا عرصہ بھی اس حویلی میں رہا تھا تمام ملازوں کو عزیز ہو گیا تھا۔

خالدہ بوا تو اسے اپنا بیٹا ہی سمجھا کرتی تھیں۔

"آپ گاوں آئیں گی تو مجھے خوشی ہو گی۔۔ کسی دن مجھے بھی مہمان نوازی کا موقع دیجئے گا" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"کیا تم ملنے بھی نہیں آو گے یوسف؟"

"فرصت ملی تو ضرور آوں گا چاچا"

چوکیدار کے افسوس سے پوچھنے پر اس نے نرمی سے جواب دیا۔

سب سے ملنے اور سعادت غازی کو بھی سلام کرنے کے بعد کندھے پر بیگ ڈالے اس نے ایک نظر سعدین حویلی کی فلک بوس عمارت پر ڈالی۔ گزرے دن فلم کی طرح اس کی نگاہوں کے سامنے گھومنے لگے تھے۔ اس سیاہ آنکھوں والی لڑکی کی بالکنی ویران پڑی تھی۔ جہاں وہ کھڑی ریلنگ پر دونوں ہاتھ جما کر کتنے استحقاق سے اسے دیکھا کرتی تھی۔ پہلے وہ اس کی محبت سے لبریز نگاہوں کو نظر انداز کر جایا کرتا تھا۔ اور آج جب وہ آنکھیں اسے الوداع کہنے کو موجود نا تھی تو دل کے کونے میں ایک درد سا جاگا تھا۔ لب بھینچ کے اس نے آخری نگاہ اس پر ڈالی۔ پھر سر جھٹکتے ہوئے گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اسے چھوڑنے دوسرا ڈرائیور کریم جا رہا تھا۔

"تو یہی تک تھا یوسف تمہارا سفر۔۔"

سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کر وہ خود سے بڑبڑایا۔

Mahira Zainab Khan Novel

گزرے ہوئے ایام ایک فلم کی طرح اس کی نگاہوں کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ وہ حویلی سے کوئی ساز و سامان نہیں لایا تھا۔ ان یادوں کا بوجھ ہی اتنا تھا کے اسے مزید کچھ ساتھ لینے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ وہ حویلی سے نکل تو گیا تھا لیکن اپنا دل، اپنا چین و سکون سب اس سیاہ آنکھوں والی لڑکی کی جھولی میں ہی ڈال آیا تھا۔

"ریشام یہ کیا حال کر لیا ہے تم نے اپنا؟"

سارہ اور رائمہ گفت و شنید میں مصروف جونہی اس کے کمرے میں داخل ہوئیں اسے زار و قطار روتے دیکھ دونوں کے ہاتھ پیر پھول گئے تھے۔ تیزی سے اس کے پاس پہنچی جو بیڈ کی پائنتی کے ساتھ بیٹھی تھی۔ دور فرش پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر سارہ نے اس کے شانے پر ڈالا۔ جس کے آنسو نہیں تھم رہے تھے۔ ٹوٹی ہوئی کتنی ہی کانچ کی چوڑیاں کارپیٹ پر اس کے پاس بکھری ہوئی تھیں۔

جسے سارہ نے ترحم سے اسے دیکھتے ہوئے سمیٹنا شروع کیا۔

"مجھے نہیں کرنی یہ شادی۔۔"

رائمہ کے گلے لگی وہ شدت سے رو دی تھی۔

اس میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کے یوسف کی جگہ کسی اور کو دے پاتی۔

"سارہ۔ دروازہ بند کرو۔۔"

رائمہ کی ہدایت پر وہ اثبات میں سر ہلاتی جلدی سے اٹھ کر دروازہ لاک کر آئی تھی۔

"تم نے پھر وہی بے وقوفوں والی باتیں شروع کر دیں؟۔۔ سالار سے اچھا لڑکا تمہیں کہاں ملے گا؟ وہ خوش رکھے گا تمہیں"

اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ پریشانی سے اسے سمجھا رہی تھیں۔ جس کے سرخ چہرے پر تناؤ تھا۔

"اگر تمہارے رونے کی کسی کو بھنک بھی پڑ گئی تو معلوم ہے کے کیا ہو گا؟"

"سالار بھائی بہت اچھے ہیں ریشام۔۔"

سارہ بھی اس کی زخمی کلائیوں پر سفید پٹی باندھتی اسے تاسف سے سمجھا رہی تھی۔ لیکن وہ برح طرح چونکی۔

اس کے دل کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی۔

"اسے آج جانا تھا۔۔" بے خودی میں کہتی وہ جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھی۔

"وہ نہیں جا سکتا۔۔" دل بے تحاشہ دھڑکنے لگا۔

دوپٹہ اس کے شانے سے پھسل کر نیچے جا گرا تھا۔

"وہ مجھے یہاں ایسے چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔۔" بکھرے بال۔ سوجی ہوئی آنکھوں کے ساتھ وہ بھاگتی ہوئی بالکنی میں پہنچی۔ اپنی حالت سے بے پرواہ وہ یک ٹک سامنے دیکھ رہی تھی جہاں دھول اڑاتی گاڑی گیٹ سے باہر نکل رہی تھی۔ پیچھے کھڑے تمام

Mahira Zaynab Khan Novel

ملازمین الوداعی نظروں سے اسے تک رہے تھے۔

اس نے دیر کر دی تھی۔ وہ اسے آخر بار دیکھ بھی نہیں پائی تھی۔

یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی اس کی روح کو بے دردی سے کھینچ رہا تھا۔ دونوں ہاتھوں میں چہرہ تھامے وہ بری طرح روتی وہیں بیٹھتی چلی گئی۔

جب کے رائمہ اور سارہ ششدر کھڑی اسے تڑپ تڑپ کے روتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔

"یوسف؟۔۔"

رائمہ اور سارہ نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

ان دونوں کی آنکھوں میں ایک جیسا جذبہ تھا۔ حیرانگی اور خوف کا۔۔

"پھوپھو۔۔" سارہ کا دل انجانے خوف سے بے تحاشہ دھڑکا۔

اگر تو کسی کو پتا چل جاتا تو؟۔۔" وہ تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کے آگے کیا ہو سکتا تھا۔ رائمہ خود اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں متامل نظر آتی تھیں۔ ان کے بدترین خدشے کی تصدیق ہو چکی تھی۔

جو ہلکا سا شک انھیں تھا وہ آج ایک خوفناک حقیقت اختیار کر گیا تھا۔

جی تو چاہ رہا تھا کے کھینچ کے تھپڑ ماریں ریشام کے منہ پر۔

جو جانتے بوجھتے اس آگ میں کود پڑی تھی جس کے انجام میں صرف موت ہی ملنی تھی۔

"اسے سنبھال سارہ۔۔ میرا تو ذہن مفلوج ہو رہا ہے۔"

رائمہ کو اپنی ہی آواز سرسراتی محسوس ہوئی۔

"میں تم سے شرمندہ ہوں بریزے، میں نے تمہاری بات کا اعتبار نہیں کیا۔"

عبیر اس کے سر پر ہاتھ رکھے افسوس زدہ سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ جبکے بریزے کے آنکھیں بلاوجہ ہی شفاف پانیوں سے بھر رہی تھیں۔ "آپ کی کوئی غلطی نہیں ہے عبیر بھائی۔ حویلی میں موجود باقی سب نے بھی تو مجھے جھٹلاتے ہوئے مجھے طنز کا نشانہ بنایا تھا۔

انگلیوں سے آنکھوں کے بھیگے گوشے صاف کرتے ہوئے آنسوؤں کو بہنے سے روکنے کی اپنی سی کوشش کرتے ہوئے اس نے پھیکا سا مسکرا کر اس کی شرمندگی کو زائل کرنا چاہا۔

"مجھے اسی بات کا دکھ ہے کے مجھے باقی سب کی طرح ری ایکٹ نہیں کرنا چاہئے تھا۔ کم از کم مجھے تو تمہاری بات پر یقین کتنا چاہئے تھا۔" نفی میں سر ہلاتا وہ افسوس سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں ہے۔" بریزے نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھاما تھا۔

"اگر میں آپ کی جگہ ہوتی تو شاید میں بھی یہی کرتی۔ آپ اس بات کو بھول جائیں۔ آپ بہت اچھے بھائی ہیں۔ سب سے اچھے ہیں۔" عبیر نے مسکراتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اس کے سر کو تھپکا تھا۔

"ویسے آپ کو یقین آیا کیسے میری بات کا؟۔ کیا آپ نے بھی اسے دیکھا؟" بریزے جھجھکتے ہوئے اپنے تجسس کے ہاتھوں ذہن میں مچلتا ہوا سوال لبوں پر لے ہی آئی تھی۔ عبیر نے اس کے استفسار پر بے ساختہ عاشر کو دیکھا تھا جو کب سے سینے پر بازو باندھے خاموشی سے ان دونوں کو محو کلام دیکھ رہا تھا۔

"میرے خیال سے وہ اوبسیسڈ ہو چکا ہے عاشر کی شکل سے۔" عبیر کے لاپرواہ سے انداز پر جہاں بریزے چونکی تھی وہیں اس نے ناراضگی سے اسے دیکھتے ہوئے استغفر اللہ کہا تھا۔

بریزے کا دل بے تحاشہ دھڑکنے لگا تھا۔ کہیں فاطم نے عبیر سے الٹی سیدھی باتیں نا کر دی ہوں۔

عاشر بغور اسے لب کچلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ جو کچھ کنفیوز سی نظر آنے لگی تھی۔

"بتا دیں اسے عبیر بھائی کے اس جن زاد نے میری شکل میں آپ کو بھی دھمکیاں دی ہیں"

جہاں بریزے نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا وہیں عبیر نے خشمگیں نظر اس پر ڈالی۔ بریزے کا چہرہ لمحے میں سرخ پڑا تھا۔ فاطم سے اسے اس چیز کی توقع ہرگز نہیں تھی۔

"دھمکی؟ دھمکیاں دی ہیں اس نے؟" وہ آنکھیں پھیلائے عبیر کو دیکھے جا رہی تھی۔

"اور نہیں تو کیا۔ نا جانے ہم نے تم پر ایسے کون سے ظلم کے پہاڑ توڑ دیے ہیں جو وہ ایسے طیش میں گھومتا پھرتا ہے باری باری سب کو اپنے عتاب سے ڈرانے کی کوشش کر رہا ہے۔ کیا اس کی نظر کمزور ہے؟ کیا اسے نظر نہیں آتا کے تم بلکل سہی سلامت ہو۔ ہم تمہیں تہہ خانے میں بند کر کے تم پر کسی قسم کا کوئی تشدد نہیں کرتے ہیں" وہ اکھڑے ہوئے سے انداز میں کہے جا رہا تھا۔ بریزے لب بھینچے تیز نظروں سے اس کی تیزی سے چلتی زبان کو دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی کے اگر عبیر وہاں موجود نا ہوتا تو وہ اس کا گلا دبانے سے بھی دریغ نا کرتی۔

"خاموش ہو جاو عاشر۔ تمہاری آواز نا آئے اب مجھے" عبیر کے تنبیہ کرنے پر وہ ناخوشی سے بڑبڑاتا ہوا پھر سے سینے پر بازو لپیٹے سائیڈ میں دیکھنے لگا۔

"بریزے" گہری سانس بھر کر خود کو بولنے کے لیے تیار کرتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔ جو نظریں جھکائے گود میں

رکھے ہاتھوں کو مسلتی آزردہ سی لگ رہی تھی۔

"میں نے اپنی ابھی تک کی زندگی میں اس طرح کی سچویشن کو کبھی فیس نہیں کیا۔ہاں میں مانتا ہوں انسانوں کے علاوہ بھی دوسری ایسی مخلوقات اس دنیا میں موجود ہیں جو ہماری نظروں سے اوجھل ہیں۔ لیکن میں اگر تمہیں سچ بتاوں تو میں نے کبھی اس قسم کا گمان بھی نہیں کیا کے میرا ان سے کبھی واسطہ پڑے گا۔ابھی تک گھر میں بڑوں تک یہ بات نہیں پہنچی ہے۔اور میں یہ بھی جانتا ہوں کے جب وہ اس بات کے متعلق جانیں گے تو ان کے ذہن میں کس طرح کے خیالات آئیں گے۔اور وہ کس نظر سے تمہیں دیکھیں گے۔یہ پرانے خیالات کے لوگ ہیں۔ جن جنات وغیرہ کو بہت ہی کوئی اچھوت قسم کی چیز سمجھتے ہیں۔ میں تمہیں اس سب سے بچانا چاہتا ہوں۔"

"آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"اس نے شبنمی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔لہجہ سپاٹ سا تھا۔ہر احساس سے عاری۔

"اس بات کو یہی ختم کر دیتے ہیں۔اس قصے کو یہی ختم ہو جانا چاہئے۔"

"عبیر بھائی میں سب کچھ کر کے دیکھ چکی ہوں۔وہ پیچھا چھوڑنے کو راضی نہیں ہے"

"یہ میرے یا تمہارے بس کی بات نہیں ہے بریزے۔ان جیسی مخلوق سے نمٹنے کے لئے ان کے جیسے لوگوں سے ہی مدد لینی پڑتی ہے۔میں ایک عالم دین کو جانتا ہوں۔ان سے یہ مسئلہ ڈسکس کیا جا سکتا ہے۔"

وہ پلکیں گراتی اٹھاتی پریشان سی اپنی جگہ بیٹھی تھی۔اسے وہ الفاظ نہیں مل رہے تھے جن کا استعمال کر کے وہ عبیر کو یہ سمجھا سکتی کے وہ چاہ کر بھی فاطم کو یہاں آنے سے روک نہیں پائے گا۔

"آپ اسے کہیں کے اس جن زادے کو یہاں بلائے۔بیٹھ کر فیس ٹو فیس بات کرتے ہیں۔تیسرے کو درمیان میں لائے بغیر ہم خود ہی معاملہ سورٹ کر لیتے ہیں۔"اس سے زیادہ دیر خاموش نا رہا گیا تو وہ پھر بول اٹھا۔

"کیا معاملہ طے کرنا ہے تمہیں اس کے ساتھ؟"بریزے نے چھبتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"پوچھنا ہے نا اس سے کے جہیز کو لے کر اس کی کیا مانگیں ہیں؟ یا وہ سچا عاشق ہے تو دو جوڑوں میں ہی تمہیں رخصت کروا کر لے جائے گا؟"

"تمہیں یہ سب مذاق لگ رہا ہے عاشر؟ بہت مزہ آرہا ہے تمہیں؟"وہ زیادہ دیر خود پر قابو نہیں رکھ پائی تھی۔اس دفعہ اس نے عبیر کی موجودگی کو بھی فراموش کر دیا تھا۔ جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اس نے طیش سے بھرے لہجے میں کہا۔اس کے پھولے پھولے سے گلابی گال سرخ ہونے لگے تھے۔ عبیر نے تاسف سے انگوٹھے اور انگلی سے پیشانی کو مسلا تھا۔وہ دونوں مد

مقابل کھڑے محض اس کے سر درد کی وجہ بن رہے تھے۔

"میں تو صرف اتنا کہہ رہا ہوں کے اتنی خوشی کا موقع ہے سالار بھائی اور ریشام کی شادی کی باتیں چل رہی ہیں۔اور ایسے میں وہ صاحب فرمارہے ہیں کے بڑی کو چھوڑ کر چھوٹی کا رشتہ کر دو۔یہ کوئی بات ہوئی بھلا؟ ریشام سے پہلے تمہاری شادی کیسے ہو سکتی ہے؟"

کمر پر دونوں ہاتھ جمائے وہ اکھڑے انداز میں بول رہا تھا۔پیشانی پر شکنوں کا جال بچھا تھا۔بریزے نے مٹھیاں بھینچ کر بہت مشکل سے اس کو تھپڑ مارنے سے خود کو روکا تھا۔

"بیٹھ جاو بریزے"عبیر نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اسے تنبیہہ کی۔کہیں وہ غصے میں آکر سچ میں عاشر کی گردن نا دبوچ لے۔

"آپ اسے بٹھایئے مت،اس کے دو تھپڑ لگائیں وہ خود ہی ظاہر ہو جائے گا۔پھر اس سے سارا معاملہ طے کر کے بریزے کو اس کے ساتھ پہاڑوں پر رخصت کر دیں گے۔وہیں سے آتا ہے ناوہ؟"

عبیر اسے کہنی سے دبوچے دروازے تک لے آیا تھا۔جس کی زبان بھی ساتھ ساتھ ہی چل رہی تھی۔

"آپ اس طرح سے مجھے دھکے دے کر باہر نکالیں گے تو میں جا کر اعلان کر دوں گا۔سب کو جمع کر کے بتادوں گا ایک جن زادہ بریزے سے شادی کرنا چاہتا ہے"وہ دروازے کے درمیان ہی ہاتھ رکھ کر کھڑا عبیر کو دھمکا رہا تھا۔

"کیا ہو گا پھر؟"عبیر نے ضبط سے پوچھا۔وہ سننا چاہتا تھا کے وہ مزید کیا گوہر افشانیاں کر سکتا ہے۔

"سب خوشی منائیں گے کے اس سے جان چھوٹ جائے گی۔ورنہ کہاں اس کے لئے رشتہ تلاش کرنے کی خواری کاٹتے۔"

"عبیر بھائی یہ اتنی دیر سے بد تمیزی کیے جا رہا ہے آپ اسے کچھ کہہ کیوں نہیں رہے؟"وہ روہانسی ہوتی ہوئی شکوہ کناں سے لہجے میں بولی۔

"تمہارا دماغ تو میں درست کرتا ہوں آکر"خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے عبیر نے اسے باہر کر کے اس کے منہ پر دروازہ بند کر دیا تھا۔

"اس کی باتوں پر دھیان مت دیا کرو تم جانتی تو ہو اس کی نیچر کو"

وہ اب اسے سمجھا رہا تھا جو دوپٹے کے کونے سے اپنی نم آنکھوں کو صاف کر رہی تھی۔

"فلحال میں حویلی میں کسی سے بھی اس حقیقت کا ذکر نہیں کروں گا۔جب تک اس کا کوئی حل نہیں نکل آتا تب تک کسی اور کو اس بارے میں پتا چلا تو سب فضول میں پریشان ہوں گے۔پھر ریشام اور سالار کی شادی کی خوشی بھی پھیکی پڑ جائے گی۔میں پوری

کوشش کروں گا کے جتنی جلدی ہو سکے اس بارے میں تحقیقات کروں"

مسلسل وائبریٹ ہوتے فون کو جیب سے نکال کر نمبر دیکھتے ہوئے وہ ساتھ ہی بریزے کو بھی کہتا جا رہا تھا۔ "پریشان مت ہونا بلکل بھی۔ تمہارا بڑا بھائی تمہارے ساتھ ہے" تسلی بھرے انداز میں کہا تو اس نے مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"بولو آدم" فون کان سے لگائے وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تو بریزے نے دروازہ لاک کیا پھر خود کے گرد لپٹا ہوا گلابی دوپٹہ سر سے پیچھے کی جانب دھکیلا تو شہد رنگ بالوں نے اس کے چہرے کا احاطہ کر لیا۔ سنگل صوفے پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھتے ہوئے اس نے سر پیچھے کو گرا کر آنکھیں موند لیں تھیں۔ کمرے میں جلتی ساری لائٹس ایک ایک کر کے خود ہی مدھم پڑنے لگی تو کچھ دیر پہلے کا روشن کمرہ اب خواب ناک سا منظر پیش کر رہا تھا۔

ایک جانی پہچانی سی خوشبو نے کب سے اسے اپنے سحر میں جکڑا ہوا تھا۔ عبیر اور عاشر کی موجودگی میں جس کا اثر دھیما سا تھا۔ اب وہ تیزی سے اس کے دماغ پر اثر انداز ہوتی اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کر رہی تھی۔ وہ جانتی تھی وہ اس کے سامنے بیٹھا ہو گا۔ وہ اس بات سے بھی باخبر تھی کے وہ سارا وقت اسی کمرے میں موجود تھا۔ عاشر اور عبیر کی باتوں کو بھی اس نے بغور سنا تھا۔

آہستہ سے پلکیں وا کر کے دیکھا تو سینٹرل میز کے کنارے پر وہ بیٹھا دکھائی دیا۔ جو ارد گرد کو خاطر میں لائے بغیر اس کے چہرے کو دیکھے جا رہا تھا۔ جس کے گالوں پر آنسوؤں کے مٹے مٹے سے نشان تھے۔

"شرم آتی ہے تمہیں؟ کوئی لحاظ ہے تمہارے اندر؟ یا صرف یہ چیزیں انسانوں کے اندر ہی ہوتی ہیں؟۔" ایک دم ہی سیدھے ہوتے ہوئے اس نے تیز لہجے میں اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تمہیں اس بات پر اعتراض ہے کے میں نے تمہارے بھائیوں کی باتیں سنی ہیں؟ اور مشکل سے خود پر قابو کیا ہے کے ان کا وہ حشر کر دوں کے وہ بات کرنے کے ہی قابل نا رہیں؟"

وہ جب بولا تو اس کا لہجہ سلگتا ہوا سا تھا۔

"مجھے اس بات سے مسئلہ نہیں ہے کے تم نے ہماری باتیں سنی ہیں۔ مجھے اس بات پر اعتراض ہے کے تم نے عبیر بھائی کی نظروں میں میرا کیا امیج بنا دیا ہے۔ تمہیں ضرورت ہی کیا تھی ان کے سامنے جا کر فضول باتیں کرنے کی؟" وہ عبیر کے نام پر زور دیتے ہوئے اپنے طیش پر کوئی قابو نہیں رکھ پا رہی تھی۔ سوچ سوچ کر وہ شرمندگی کی گہرائیوں میں ڈوبتی جا رہی تھی کے عبیر اس کے متعلق کیا سوچ رہا ہو گا۔

"میں دوبارہ بھی جاؤں گا۔ اور دوبارہ یہی باتیں کروں گا۔" اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ چیلنجنگ انداز میں بولا۔ "کیا

فائدہ حاصل ہو گا اس سے ؟"اس کی آنکھوں کی سنہری اور سلگتی سی لو میں اضافہ ہونے لگا تھا جسے دیکھ کر بریزے نے اپنی آواز کو مدھم کر لیا تھا۔اس کی سنجیدگی کے آگے وہ اپنا غصہ قائم نہیں رکھ پاتی تھی۔

وہ صوفے پر بیٹھی تھی اور وہ اس کے سامنے میز کے کونے پر براجمان تھا۔

"تم صرف میرے گھر والوں کی نظروں میں مجھے ڈی گریڈ کر رہے ہو۔سب مجھے پاگل سمجھنے لگیں گے مجھے علحدہ کر دیں گے۔میں تنہا رہ جاوں گی "وہ کہتی ہوئی آہستہ آہستہ پیچھے کی جانب ہو رہی تھی کیوں کے وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اس کی جانب جھکتا جا رہا تھا۔

جب اس کا سر صوفے کی بیک سے لگا تو اس نے بے ساختہ اپنی آنکھوں کو بند کر لیا تھا۔صوفے کے بازو پر سختی سے جمے اس کے ہاتھوں میں کپکپاہٹ اتر آئی تھی۔اس کے ہاتھوں سے کچھ انچ دور فاطم نے اپنے ہاتھ مضبوطی سے رکھ دئے تھے۔اس کے چہرے سے کچھ دور فاصلے پر رکے وہ اس کی لرزتی پلکوں کو دیکھے جا رہا تھا۔

بریزے کو ایک تپش سی اپنے رگ وپے میں سرائیت کرتی محسوس ہو رہی تھی۔

"جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں۔تم تنہا نہیں ہوں۔"

اس کا لہجہ سمندر کی گہرائیوں جتنا گہرا اور گھمبیر تھا۔

ذرا سا مزید اس کی جانب جھکتا وہ اس کی سماعتوں میں ہلکا سا بڑبڑایا تھا۔

"خوشگلم"

یک لفظی بات کہہ کر وہ دھوئیں میں تبدیل ہوتا وہاں سے رخصت ہو چکا تھا۔مزید وہاں ٹھہرے رہ کر وہ اپنی برداشت کو آزمانا نہیں چاہتا تھا۔

اس کی موجودگی میں وہ آنکھیں میچ گئی تھی۔اور جب یہ احساس ہوا کے وہ جا چکا ہے تو تب بھی اداسی سے وہ آنکھیں کھول نہیں پائی تھی کے ،پلکیں اٹھاتی تو اس کا چہرہ دکھائی نا دیتا۔

"خوشگلم "کان کی لو کو مسلتے ہوئے وہ سیدھی ہو بیٹھی۔زیر لب وہی لفظ پڑھتی وہ ذہن پر زور دے رہی تھی کے آخر اس کا کیا مطلب ہو سکتا تھا۔فاطم نے آج سے پہلے کبھی اسے یہ لفظ نہیں کہا تھا۔

رائمہ کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ دل میں تو خوف پنجے گاڑے بیٹھ چکا تھا۔ انھیں کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ وہ از حد پریشانی کا شکار کسی سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھیں۔

سارہ کو بھی انھوں نے سختی سے تاکید کی تھی کے کسی کے سامنے منہ نہ کھولے۔

اگر تو کسی مرد کو یہ بات معلوم پڑ جاتی تو کوئی بعید نہیں تھی کے پہلے فرصت میں یوسف کو جان سے مار دیا جاتا۔ جس نے سعدین حویلی کی بیٹی کو اتنا نڈر اور باغی بنا دیا تھا۔

اس سب صورتحال میں انھیں یہی ٹھیک لگ رہا تھا کے کسی طرح جلد سے جلد ریشام اور سالار کی شادی ہو جائے۔ شاید ایسے میں وہ یوسف کو بھلانے میں کامیاب ہو جاتی۔

جو بھی تھا انھیں سب سے پہلے ریشام کو سنبھالنا تھا۔ جو ابھی تک سوگ کی کیفیت میں تھی۔

جو یقین ہی نہیں کر پا رہی تھی کے یوسف سچ میں حویلی سے جا چکا تھا۔

بیٹھک میں سعادت غازی سربراہی صوفے پر براجمان اس ملازم سے محو گفتگو تھے جو ان کے سامنے ہاتھ باندھے مودب سا کھڑا تھا۔

"یوسف کو چھوڑ آئے ہو گاوں؟"

"جی بڑے غازی۔۔" اس نے ادب سے جواب دیا۔

"کیا اس کے گھر والوں سے ملے تھے؟" انھوں نے اگلا سوال کیا۔

"ملا تھا۔۔ جو پیسے آپ نے ان کے لیے بھجوائے تھے وہ میں دینے لگا تھا لیکن یوسف نے دیکھ لیا۔۔ اور پیسے واپس کر دئے"

"بہت ہی خوددار ہے یہ لڑکا۔۔"

"امید ہے اپنا فیصلہ بدل کر وہ جلد ہی لوٹے گا"

"مجھے نہیں لگتا بڑے صاحب۔۔ وہ تو کہہ رہا تھا گاوں میں اسکول اور ہسپتال وغیرہ بنوانے کا ارادہ رکھتا ہے"

"اس میں کونسا وقت لگتا ہے؟۔۔ بنوا کر واپس بھی تو آسکتا ہے"

وہ لاپرواہی سے بولے۔ انھیں یقین ساتھا کے وہ واپس ضرور لوٹے گا۔

کافی پھینٹے ہوئے وہ برا منہ بناتے ہوئے سفینہ غازی کی ڈانٹ سن رہی تھی جو کچن کے کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتی تھی۔

"ریشام بھی تو ہے نا اتنی مشکل پڑھائی کرنے کے باوجود کبھی نا کبھی کچن میں آکر کوئی نئی ڈش سیکھ لیتی ہے لیکن تمہیں تو پتا نہیں کیا بیزاری ہے"

"تائی امی اتنا ملازم ہیں حویلی میں۔ میرا کھانا پکانا سیکھنا ضروری ہے کیا؟"

"لڑکیوں کی پہچان ان کی گھر داری سے ہی ہوتی ہے۔ لیکن تمہارا حال دیکھتے ہوئے تو لگ رہا ہے تمہارے جہیز میں ملازموں کو بھی ساتھ بھیجنا پڑے گا"

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ ویسے آپ لوگ میری ایسی جگہ شادی مت کیجئے گا جہاں ملازم ہی نا ہوں۔۔ میں بتا رہی ہوں مجھ سے نہیں ہوتے یہ گھر کے کام۔۔" کافی پھینٹ کر اس نے چمچ شیلف پر رکھتے ہوئے بے زاری سے کہا جب کے سفینہ غازی ہکا بکا سی اس کی فرمائشیں سن رہی تھیں۔ "تم تو بہت ہی بے لحاظ ہوتی جا رہی ہو۔ بتاتی ہوں تمہاری ماں کو ابھی"

"امی سے کیوں شکایت لگا رہی ہیں میری؟ میں بنا دیتی ہوں آج کا سارا کھانا" حمنہ غازی کے ذکر پر وہ بوکھلاتے ہوئے جلدی سے خوش آمدانا بولی۔ "تم رہنے ہی دو بی بی۔ تم نے آج کھانا پکایا تو ساری حویلی کو فاقہ کرنا پڑے گا۔۔"

"آپ خود ہی کہتی ہیں اور پھر خود ہی منع کر دیتی ہیں"

"طریقے سے صبح جلدی اٹھ کر آنا کل۔۔ پھر میں تمہیں سکھاوں گی کچن کے بنیادی اصول"

"کچن کے بھی اصول ہوتے ہیں؟"اس نے حیرانگی سے پوچھا

سفینہ غازی نے اس کی بات کا جواب دینا ضروری ہی نہیں سمجھا تھا۔وہ جان گئیں تھیں کے اس پتھر سے سر پھوڑنا بیکار ہے۔

"اچھا میں ابھی جا رہی ہوں لیکن کل آپ سے لازمی کوئی ڈش بنانا سیکھوں گی۔"جبھی کوئی خیال سا اس کے ذہن میں کوندا تھا۔

کچن کے دروازے سے وہ واپس پلٹ آئی تھی۔

"تائی امی کھیر بناوں میں آج؟"اس نے جس خوشامدی انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا تھا سفینہ غازی سمیت وہاں کام کرتی ملازمین نے بھی ایک دفعہ تو ضرور ہی چونک کر اسے دیکھا تھا۔ابھی کچھ لمحوں پہلے ہی تو وہ صاف انکار رہی تھی کے اس سے کام نہیں ہوتے اور اب کھیر بنانے کی فرمائش کر رہی تھی۔

"آپ مجھے ریسیپی بتادیں بس۔۔میں خود ہی بنالوں گی۔"

کافی کا مگ شیلف پر رکھ کر اس نے دونوں ہاتھوں میں بالوں کو سمیٹ کر ان کا میسی سا جوڑا بنایا۔پھر دوبارہ سے دوپٹہ سر پر جماتے ہوئے فریج سے دودھ نکال لائی۔

"چلو اسی سے شروعات کرتے ہیں۔کم وقت اور کم محنت میں بن جائے گی۔۔"سفینہ غازی نے بالآخر حیرانگی کو کم کرتے ہوئے حامی بھر لی تھی۔

دودھ میں چاول ڈال کر چولہے پر چڑھانے کے بعد وہ چینی کا جار اٹھا کر بھر بھر کر چینی کے چمچ ڈالنے لگی تو سفینہ غازی نے اسے بے ساختہ ٹوکا۔

"بس کرو اتنی چینی مت ڈالو۔۔"

"مجھے میٹھی کھیر پسند ہے تائی امی۔"

"ہاں لیکن کھیر کو میٹھا کرنے کے لئے اس میں چند چمچ ہی کافی ہوتے ہیں۔اور جتنی مقدار میں تم بنا رہی ہو اتنے میں تو دو چمچ ہی کافی ہیں۔۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

دو تین پیالی جتنی کھیر میں اس نے کوئی آدھا پاؤ سے بھی زیادہ چینی ڈال دی تھی۔ سفینہ غازی کو پتا تھا یہیں ہونا ہے۔اس کھیر کا حشر ہو چکا تھا۔

"جب تک یہ گاڑھی نہ ہو جائے ایسے ہی چمچ چلاتی رہنا۔"

یقین دہانی کروا کر وہ اپنے دوسرے کاموں کو دیکھنے لگیں۔جب کے وہ دلجمعی سے ان کے کہے پر عمل کر رہی تھی۔لبوں پر آپ ہی مسکراہٹ جھلک دکھا رہی تھی۔

اب تائی امی کو وہ کیا بتاتی۔ جس کے لئے خاص وہ کھیر بنا رہی تھی وہ میٹھے کا کتنے شوقین تھا۔اس کے متوقع رد عمل کا سوچتے ہوئے اس کے دل میں لطیف سے احساس سر ابھار رہے تھے۔

"میں نے سنا ہے تم لوگ میٹھے کے بہت شوقین ہوتے ہو۔اور رات گئے مٹھائی کی بند دکانوں کے اندر سے ان کا صفائیاں بھی کر جاتے ہو۔۔ایسا ہی ہے؟"

"ان ڈائریکٹلی تم ہمیں مٹھائی چور کہنا چاہ رہی ہو؟"

"نہیں نہیں تمہارے جیسے اچھے جن تو پیسے رکھ کر لے کر جاتے ہیں نا؟" سینے پر بازو لپیٹے وہ ابرو اٹھائے اسے دیکھ رہی تھی۔ مسکراہٹ دباتے ہوئے وہ اسے دیکھنے کے بجائے سائیڈ پر دیکھ رہا تھا۔ جبھی اس نے سائیڈ ٹیبل پر سے کپڑا ہٹا کر اس کے نیچے رکھا شیشے کا باول اٹھا کر اس کے سامنے آئی۔

کچھ کہنے کی بجائے آنکھوں سے اس باول کی طرف اشارہ کیا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

اس لڑکی کی آنکھوں میں اسے اب خوف نہیں دکھائی دیتا تھا۔ جب تک وہ اسے جانتی نہیں تھی اس سے ڈرنے سے زیادہ اس پر غصہ رہتی تھی کے وہ اسے ہر جگہ دکھائی کیوں دیتا تھا۔ اور اب اسے جاننے کے بعد اس کا غصہ اس کا ڈر خوف سب ختم ہو گیا تھا۔ اس کی اعتماد اور غرور سے چمکتی آنکھیں فاطم کو اس پر سے نگاہیں ہٹانے نہیں دیتی تھیں۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کے اس کے اندر ایسی کون سی کشش تھی جو وہ اس کی جانب دیوانہ وار کھنچا جا رہا تھا۔

"میں نے پہلی بار کچھ بنایا ہے وہ بھی تمہارے لئے۔۔ ٹیسٹ کر کے بتاؤ نا کیسی بنی ہے" وہ اس کی نظروں سے خائف ہوتی جھنجھلا کر بولی۔ اس نے جیسے ہی باول کی جانب ہاتھ بڑھایا بریزے اسے پیچھے کھینچ گئی۔ "ایک منٹ۔۔ تمہیں پتا چل گیا تھا نا کھیر کا؟ کیوں کے جب سے تم آئے تھے تب سے پورے کمرے میں اس طرح سے دیکھ رہے تھے جیسے کچھ ڈھونڈ رہے ہو" صبیح پیشانی پر کتنے ہی بل ڈالے وہ اسے کینہ طوز نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

اسے یہ جان کر حیرانگی نہیں ہوئی تھی کے وہ اس کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی آبزرو کرنے لگی ہے۔

"جب تم یہ بنا رہی تھیں تب ہی اس کی خوشبو مجھ تک پہنچ گئی تھی۔ اور میں صرف خاص اس کے لیے ہی آیا تھا"

اس نے کمال اطمینان سے کہتے ہوئے باول اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا تھا۔

وہ لب بھینچے اسے گھورتی ہی رہ گئی تھی۔ جو چمچ بھر کے منہ میں رکھتے ہوئے ستائش سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے یقین نہیں تھا کے تم اتنی اچھی بنا سکوں گی۔۔"

"یہ تعریف ہے؟" اس نے ضبط سے پوچھا۔ "سچ میں بہت اچھی بنی ہے بس تھوڑا سا میٹھا۔۔" فاطم!" اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ تیز لہجے میں اسے پکارتے ہوئے اس کے ہاتھ سے باول جھپٹ گئی تھی۔ "بھلائی کا زمانہ ہی نہیں ہے۔ مجھے بنانی ہی نہیں چاہیئے تھی" اسے گھورتے ہوئے وہ رخ موڑ گئی تھی۔ ابھی تک اس نے خود بھی ٹیسٹ نہیں کی تھی کے کیسے بنی ہے۔ اگر وہ پہلے چکھ لیتی تو ضرور اس کا شوگر لیول ٹھیک کر دیتی۔ بریزے نے اسی چمچ میں تھوڑی سی کھیر لے کر منہ میں رکھی ایک دم اس کے چہرے کے زاویے بگڑے۔ برا سا منہ بنا کر چمچ واپس باول میں پٹخی۔

"تمہاری وجہ سے میں نے اتنی ساری چینی ڈالی تھی۔ اور یہ کھیر اتنی میٹھی شہد کی طرح ہو رہی ہے اور تمہیں یہ پھر بھی کم میٹھی لگ رہی ہے؟ کیا پورا چینی کا ڈبہ خالی کرنا چاہیئے تھا مجھے؟ اتنا میٹھا کیوں کھاتے ہو تم؟"

"تم نے میری پوری بات سنی ہی کب تھی؟ میں یہی کہنا چاہ رہا تھا کے چینی کا بے دریغ استعمال کیا ہے تم نے۔۔"

"اوہ" اس کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑے۔ "لیکن تم اتنے شوقین ہو میٹھے کے تمہیں یہ اتنی میٹھی لگنی نہیں چاہئے۔ پکڑو اسے اور تم ہی ختم کرو گے" بریزے نے باول اسے پکڑانے کو بے دھیانی میں اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تھا جب بے ساختہ اس سے پیچھے ہٹی۔ وہ اپنے ہاتھ کو جھٹک رہی تھی جو اس کی تپش سے دہک رہا تھا۔

فاطم نے بنا کچھ کہے خاموشی سے اس کے ہاتھ سے باول لے لیا تھا۔ اسے پہلی بار اپنا آپ اچھا نہیں لگا تھا۔ اپنے آگ سے بنے وجود سے اسے ناگواری محسوس ہوئی تھی۔

"تم ہمیشہ ایسے ہی رہو گے؟"

دوسرے ہاتھ سے انگلیوں کو مسلتے ہوئے اس نے حیرانگی سے پوچھا۔ "تمہیں کیا لگتا ہے کچھ سالوں بعد میں اپ گریڈ ہو کر کچھ اور بن جاوں گا؟"

"میرا وہ مطلب نہیں تھا" وہ بے ساختہ ہنس پڑی تھی۔ جبکے وہ چمچ بھر کر منہ میں رکھ رہا تھا۔ دانستہ اس کے مسکراتے چہرے سے نگاہ چرائی تھی۔ فاطم نے اسے ایسے کھلکھلا کر ہنستے بہت کم دیکھا تھا۔ لیکن اب سوچ رہا تھا کے وہ ٹھیک ہی کرتی تھی تو جو کم ہنستی تھی۔

"بتاو تحفے میں کیا چاہئے؟"

"کیسا تحفہ؟"

"تم نے میرے لیے اتنی محنت سے یہ میٹھا بنایا ہے۔ میرا فرض بنتا ہے تمہیں کچھ انعام میں دوں۔"

"ہمم۔" اس نے پر سوچ نظروں سے اسے دیکھا۔

"جو مانگوں گی وہ دو گے؟"

اس نے تسلی چاہی تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ "وعدہ۔"

"اگر ایسی بات ہے تو پھر تم اپنی مرضی سے کچھ بھی دے دو۔۔"

"اگر تمہیں میری پسند، پسند نہ آئی تو؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"تمہیں ایک جگہ لے کر چلتا ہوں امید ہے تمہیں اچھی لگے گی۔"

"میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جا سکتی۔ گھر پر کیا کہوں گی کے کہاں جا رہی ہوں؟"

بے ساختہ بدک کر پیچھے ہٹتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر نفی میں سر ہلایا۔

"گھر والوں کو بتانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟"

"انھیں بنا بتائے گھر سے چلی جاوں؟۔۔ڈانٹ پڑوانی ہے سب سے مجھے۔؟۔۔رہنے دوں مجھے تم سے کوئی تحفہ۔۔" وہ بولتی ہوئی ایک دم ہی پیچھے مڑی تھی کیوں کے بیڈ پر پڑا اس کا فون بج رہا تھا۔ لیکن جیسے ہی وہ مڑی تو اسے لگا اس کی سانسیں تھم چکی ہوں۔ اس نے فاطم کی طرف سے رخ موڑ کر بیڈ کی طرف کیا تھا۔ لیکن وہاں تو بیڈ نہیں تھا۔ وہ جو دیکھ رہی تھی اس نے بریزے کی عقل کو دنگ کر دیا تھا۔ آس پاس سے گزرتے ہوئے لوگوں کا کافی رش لگا تھا۔ جہاں دائیں بائیں مختلف اسٹالز لگے تھے۔ سنہری سفید قمقمیں ہر طرف روشن تھے۔ جیسے کسی چاند رات کا گمان ہو رہا تھا۔ اس نے تھوک نگلتے ہوئے پلکیں میچ کر کر پھر سے اپنا رخ موڑا۔ وہ یہی سمجھی تھی کے اس کے دوبارہ سے پلٹنے پر وہ اپنے کمرے میں ہی ہو گی۔ اور فاطم اس کے سامنے ہی کھڑا ہو گا۔

اس نے آنکھیں کھولی واقعی میں فاطم اس کے سامنے ہی تھا۔ لیکن وہ اپنے کمرے میں نہیں تھی۔ وہ ابھی بھی اس بازار کے درمیان میں کھڑی تھی۔

اسے سامنے دیکھ کر اس کا خود کچھ کم ہوا تو لپک کر اس کے نزدیک آئی۔

"یہ تم مجھے کہاں لے آئے ہو؟ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" اس کے چہرے پر کچھ حیرانگی اور نا سمجھی کے ناقابل فہم سے تاثرات تھے۔ کچھ جھنجلاہٹ بھی تھی کے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"تمہیں پسند ہے نا اس کی طرح کی چہل پہل۔"

"ہاں لیکن۔۔" وہ لمحے کو تھمی۔

اس نے کچھ دن پہلے ہی تو سرسری سا تذکرہ کیا تھا کے اسے چاندرات کی رونقیں دیکھنا بہت پسند ہے۔ لیکن کبھی بھی اسے جانے کی اجازت نہیں ملتی تھی۔ نہ ہی کوئی لے کر جاتا تھا۔ ریشام کو تو ویسے بھی شوق نہیں تھا۔۔ وہ بھی صاف انکار کر جاتی تھی۔ ایسے میں صرف بریزے کو لے جانے پر کوئی راضی ہی نہیں ہوتا تھا۔ فاز تو اس کی فرمائش سن کر ہی کسی نہ کسی کام کی مصروفیت کا بہانہ بنالیتا تھا۔ عاشر سے تو کچھ کہنا ہی فضول تھا۔ اور سالار کی ریزروڈ نیچر کے باعث وہ اس سے اتنی فرینک نہیں تھی کے اس سے فرمائشیں کرتی۔ اور رہی بات عبیر غازی کی تو وہ سہلوت سے انکار کر دیا کرتا تھا۔ کے اس طرح کی رش اور بھیڑ بھاڑ والہ جگہ پر جانا مناسب نہیں لگتا۔ لیکن وہ اس سے پوچھتا ضرور تھا کے اگر اسے کچھ چاہئے تو وہ منگوا دے گا۔ تب وہ بے دلی سے منع کرتی ہوئی وہاں سے چلی جاتی تھی۔

اور اب ایسے اچانک اس کی برسوں سے دل میں دبی ہوئی وہ خواہش پوری ہوئی تھی کے وہ انگشت بدناں رہ گئی تھی۔

اور جس شخص کے ذریعے ہوئی تھی اس نے تو کبھی گمان بھی نہیں کیا تھا کے وہ اس کے کہے بغیر اس کی خواہش کو پورا کر دے گا۔

چوڑیاں، مہندی، جیولری، شوز چاندرات کی مناسبت سے ہر طرح کی چیزیں وہاں سجی ہوئی تھیں۔ دکانداروں اور خریداروں کی قیمتوں کو لے کر ضد بحث۔ بچوں کی ضدیں وہ خوابیدہ سی کیفیت میں انھیں دیکھ رہی تھی۔

"کیا یہ خواب ہے فاطم؟"

اس نے بریزے کی آنکھوں میں دیکھا۔ جہاں کتنے ہی دیے جل رہے تھے۔

"کیا یہ تمہیں خواب لگ رہا ہے؟"

"حقیقت لگ رہا ہے سب۔" اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں جانتی ہوں یہ حقیقت نہیں ہے۔۔ ہے ناں؟"

"یہ وہ دنیا ہے جسے میں نے تمہارے لئے بنایا ہے۔ یہ میرا وہ الوژن ہے جسے تم بھی اسی طرح سے دیکھ سکتی ہو جس طرح سے میں دیکھ سکتا ہوں۔"

"اپنے ذہن سے ہر فکر اور پریشانی کو نکال دو۔ صرف ان لمحوں میں سانس لو۔"

"جاوانجوائے کرو۔۔"

"مجھے چوڑیاں لینی ہے۔۔"اس کی بات دھیان سے سنتے ہوئے اس نے پر جوشی سے ایک اسٹال کو دیکھتے ہوئے کہا جہاں رنگ برنگی ڈھیروں کانچ کی چوڑیاں سجی ہوئی تھیں۔

"تم بھی میرے ساتھ چلو۔۔"

رش میں سے جگہ بناتے ہوئے وہ دونوں اس اسٹال تک پہنچ چکے تھے۔ جہاں ان کے علاوہ اور بھی گاہک کھڑے تھے۔

"تمہارا فیوریٹ کلر کون سا ہے؟"

بریزے نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھ کر پوچھا۔ جس کی نظر اس کے سر پر ٹکے اس لال رنگ کے دوپٹے پر تھی۔ جس کا بارڈر سنہرے رنگ کا بنا ہوا تھا۔

"سرخ۔۔"اس نے یک لفظی جواب دیا۔"سرخ؟ جبھی تمہیں گلاب اتنے پسند ہیں۔"

"کس کلر کی چوڑیاں چاہئے آپ کو؟"دکاندار دوسرے گاہکوں کو بھگتا کر خوش اخلاقی سے بریزے کی جانب متوجہ ہوا۔

"ریڈ کلر کی۔۔"

سر ہلاتے ہوئے اس نے کافی سارے سرخ چوڑیوں کے ڈبے اس کے سامنے رکھ دئے تھے۔ جو لال رنگ کے مختلف شیڈز تھے۔

"اس نے بلڈ ریڈ کا انتخاب کیا تھا۔

"سائز ٹھیک لگ رہا ہے؟"ایک ہاتھ میں کافی ساری چوڑیاں چڑھانے کے بعد اس نے ہاتھ فاطم کے سامنے لہرایا تو اس نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اب مجھے مہندی لگوانی ہے۔ بہت پیاری سی۔"

دونوں ہاتھوں میں چوڑیاں پہننے کے بعد اس نے وہاں سے جانے کے کیلئے رخ موڑتے ہوئے ساتھ ہی اسے کہا۔ لیکن پیچھے سے دکاندار کی آواز نے اس کے قدم روک لئے تھے۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"میڈم پیسے نہیں دیے آپ نے۔"

اس کا مطالبہ بریزے کو حیران کر گیا تھا۔"یہ پیسے کیوں مانگ رہا ہے؟"اس نے فاطم کے قریب آکر حیرانگی سے پوچھا۔

"اس کی چیز خریدی ہے تم نے۔اب پیسے تو دینے پڑیں گے نا؟"

"لیکن یہ دنیا تو حقیقت نہیں ہے۔۔پیسے بھی نہیں ہے میرے پاس۔"

وہ کچھ پریشان سی نظر آنے لگی۔

"ہاں تو بتادو اسے کے پیسے نہیں ہے تمہارے پاس"

"کیا بات کر رہے ہو؟وہ واپس مانگ لے گا اپنی چوڑیاں"بریزے نے بے ساختہ دونوں ہاتھوں کو پشت پر کر لیا تھا۔

"کوئی بات نہیں میڈم۔۔آپ تحفہ رکھ لیں۔"دفعتاً اس نے دوبارہ اسی خوش اخلاق سے لہجے میں انھیں کہا۔

"عجیب دنیا ہے تمہاری۔"وہ بڑبڑاتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

دونوں ہاتھوں کو چہرے کے سامنے کئے ان کی کھنکتی ہوئی چوڑیوں کو وہ مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔اور وہ بس اسے دیکھ رہا تھا۔

اس کی مسکراہٹ، جیسے چاندنی کی روشنی میں چمکتے ستارے، دل کی تاریکیوں کو منور کر دینے والی تھی۔اس کی مسکراہٹ پر وہ اپنا آپ بھی وار دینے کو تیار بیٹھا تھا۔

اُس لمحے میں، اُس کے دل کی گہرائیوں میں محبت کی ایک نرم لہر اُٹھ رہی تھی، جو دل کی ہر بیتی ہوئی گھڑی کو خوابیدہ بنانے لگی تھی۔

Mahira Zainab Khan Novel

بلیو جینز پر وائٹ شرٹ پہنے۔ آنکھوں پر ڈارک گاگلز لگائے وہ سیٹی پر دھن بجاتے ہوئے اپنی گاڑی کے پاس آیا۔ ابھی ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولنے کے لیے ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا کے جبھی کچے دھاگے کی کڑھائی والی سفید چادر اوڑھے وہ بھی وہیں آگئی۔

"تمہیں لے تو جا رہا ہوں میں اپنے ساتھ۔۔ لیکن وہاں ڈھنگ سے رہنا۔۔ کسی سے زیادہ جان پہچان بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"عاشر مجھے جتنی ہدایتیں میرے بابا نے دینی تھی انھوں نے دے دی ہیں۔۔ تم میرے باپ نہ بنو تو بہتر ہو گا" وہ طنز سے مسکراتے ہوئے اسے باور کروانے کو بولی۔

"وہ میری یونیورسٹی ہے ایک ایک بندہ جانتا ہے مجھے وہاں پر"

"کیا تم نے وہ یونیورسٹی خریدی ہوئی ہے؟۔ اور تم تو ایسے پوز کر رہے ہو جیسے تم عاشر مرزا نہ ہوئے کوئی ٹام کروز ہو گئے جو تمہارے اسکینڈلز بن جائیں گے"

وہ ناک سکیڑ کر بولی۔

"ٹام کروز نہ سہی اس سے کم بھی نہیں ہوں"

"اونچی دکان پھیکے پکوان۔ چلو جلدی ورنہ پہلے ہی دن لیٹ کروا دو گے مجھے" وہ سر جھٹکتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گئی تو عاشر نے بھی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

اگنیشن میں چابی لگا کر گاڑی اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہا۔ کئی بار ٹرائے کرنے کے بعد بھی جب گاڑی نے اسٹارٹ نہ ہونے کی قسم کھائی تو اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارتا وہ بڑبڑاتے ہوئے باہر نکلا۔ پھر بونٹ اٹھا کر تاروں کو دیکھنے لگا۔

بریزے بھی بے زار سی باہر نکل آئی۔

"تمہاری گاڑی بھی تمہاری طرح ہے۔۔ بلکل فارغ"

"اثر دیکھ رہی ہو اپنی نحوست کا؟ ابھی صرف نکل رہے تھے یونیورسٹی جانے کے لیے۔۔ کے گاڑی ہی خراب ہو گئی میری۔ وہاں پہنچ کر تو جانے کیا کچھ دیکھنا پڑے گا۔۔ اللہ ہی رحم کرے مجھ پر۔۔" وہ چبا کر بولا۔

"کیوں ایک دوسرے کو کھا جانے والے انداز میں گھور رہے ہو؟ کیا مسئلہ ہو گیا ہے؟"

کوٹ بازو پر ڈالے اپنی گاڑی کی جانب بڑھتا سالار انھیں آمنے سامنے کھڑے دیکھ کر ان کے پاس چلا آیا۔ "دیکھیں نہ سالار بھائی میرا پہلا دن ہے یونیورسٹی کا۔ اس کی وجہ سے لیٹ ہو رہی ہوں"

سالار نے عاشر کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"گاڑی اسٹارٹ نہیں ہو رہی ہے۔ میں اپنی بائیک پر چلا جاوں گا اسے آپ چھوڑ دیجئے گا"

عاشر کو تو سنہرا موقع مل گیا تھا اس آفت سے جان چھڑانے کا۔

"میری تو میٹنگ ہے۔۔ تم ایسا کرو میری گاڑی لے جاو۔ میں عبیر بھائی کے ساتھ ہی چلا جاوں گا"

"دیکھ لیں۔ اس کی نحوست کی وجہ سے میری قیمتی گاڑی خراب ہو چکی ہے ایسا نہ ہو کے آپ کی گاڑی کے ساتھ بھی کچھ ایسا ویسا ہو جائے"

"سالار بھائی آپ اسے سمجھا لیں زیادہ میرے منہ لگنے کی کوشش نہ کرے" بریزے نے کینہ طوز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے سالار کو ناراضگی سے کہا۔ "عاشر مت تنگ کرو اسے"

"اور تم کنفیوز مت ہونا۔ پہلا دن ہے یونیورسٹی میں کانفیڈنٹ رہنا"

اسے ساتھ لگاتے ہوئے سالار بڑے بھائیوں کی طرح سمجھا رہا تھا۔

"اسے تسلیاں دینے کے بجائے دعائیں مانگیں کے جامعہ والے محفوظ رہیں اس کے شر سے۔" بریزے نے سالار کو ایسا دیکھا جیسے کہہ رہی ہو "دیکھ رہے ہیں آپ اسے؟"

"نا جانے کیسے پڑھو گے تم دونوں وہاں۔"

سالار نے سر جھٹکتے ہوئے گاڑی کی چابیاں عاشر کی جانب اچھالتے ہوئے کہا۔

"آج یہ میرے ساتھ جا رہی ہے بس سمجھ لیں آج سے اس جامعہ کی بربادی شروع ہو رہی ہے" بریزے اس کی فضول گوئی پر پر تپش سی نگاہوں سے اسے دیکھتی سالار کی گاڑی کہ جانب بڑھ گئی تھی۔

"نہیں ہے وہ یہاں پر۔"

اس کے بیک ویو مرر سے بار بار بیک سیٹ کی جانب دیکھنے پر وہ چڑ کر بولی۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا کے اس نے تمہیں میرے ساتھ تنہا چھوڑ دیا۔"

"کیوں تم کوئی آدم خور ہو جو مجھے کھا جاو گے؟"

"ایسا کرو گاڑی روک کر چھت پر بھی دیکھ لو" اس نے جل کر مشورہ دیا۔

"ویسے لگ تو مجھے بھی ایسا ہی رہا کے کہیں وہ گاڑی کی چھت پر بیٹھ کر ہمارے ساتھ یونی نہ جا رہا ہو"

"تمہیں معلوم ہے تم کتنا فضول بولنے لگ گئے ہو؟ تم پہلے ہی ٹھیک تھے ہر وقت ناک پر غصہ لئے گھومتے رہتے تھے"

"پہلے بھی تمہاری شکل دیکھ کر ہی آیا کرتا تھا غصہ"

"تم مسلسل میرا موڈ خراب کئے جا رہے ہو۔ خاموش ہو جاو کچھ دیر"

بریزے نے زچ ہو کر اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

"کیا کر رہی ہو گھر کیوں نہیں گئیں ابھی تک؟۔" وہ دھڑ سے دروازہ کھول کر اندر آیا۔

"وہ۔۔میں بس یہ کام مکمل کر کے جا ہی رہی تھی"

فائل سے سر اٹھا کر مصروف سے انداز میں کہہ کر دوبارہ اس پر جھک گئی۔جبکے سالار نے لب بھینچتے ہوئے وہ فائل اس کے سامنے سے اٹھالی۔

مہرماہ نے حیرانگی و نا سمجھی کے ملے جلے جذبات سے اسے دیکھا

جو سرسری سی نگاہ اس فائل پر ڈال کر اپنے قبضے میں لے چکا تھا۔

"جو جس کے کرنے کا کام ہے اس کو وہ کرنے دو۔اور تمہیں جس کام کے لئے یہاں رکھا گیا ہے وہی کام کرو تو بہتر ہو گا مہرماہ سلطان!" ٹیبل پر ہاتھ رکھے آگے کو جھکے وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"میرا فری ٹائم تھا یہ۔تمہاری شکل دیکھنے سے بہتر ہے کے میں کسی کی ہیلپ ہی کروا دوں" وہ بے زاری سے بولی۔

"میری شکل دیکھو یا دیواروں کو دیکھو یا پھر دیواروں سے ٹکریں مارو۔۔میرے علاوہ کسی اور کو امپورٹنس دینے کی تمہیں اجازت نہیں ہے۔"

"اچھا؟۔۔اجازت نہیں ہے؟اور یہ ڈیسائیڈ کرنے والے تم کون ہوتے ہو؟"اس نے آنکھوں میں اشتعال لئے اسے دیکھا۔

"میں باس ہوں تمہارا"اس نے جتا کر کہا۔

"باس ہو تم میرے۔۔میں تمہارے پاس جاب کرتی ہوں۔۔تم نے خریدا نہیں ہے مجھے۔۔مجھ پر اپنے حکم مت چلایا کرو"

وہ جھٹکے سے اپنی چیئر پیچھے دھکیل کر اٹھی۔

"زمانہ کافی آگے نکل چکا ہے حکم چلانے کے لئے اب خریدنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔۔بلکے جاب پر رکھ لینا کافی ہوتا ہے"

اس کے لبوں پر ایک مدھم سی مسکراہٹ ابھری تھی۔

"سالار۔۔کس بات کی ضد لگالی ہے تم نے مجھ سے؟؟تم میری جان چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟"وہ تنگ آچکی تھی اس سے۔

"تمہاری جان تو میں قیامت تک نہیں چھوڑوں گا۔۔کافی بنا کر میرے روم میں لاو"

وہ حکم صادر کر کے جا چکا تھا۔

"نا جانے کس گناہ کی سزا کے طور پر مسلط ہو گئے ہو مجھ پر"

وہ اس کی پشت کو گھورتی رہ گئی۔

جب وہ اپنے روم میں پہنچا تو زید پہلے سے وہاں موجود تھا۔

"یہ مس سبرینہ کو لے جا کر دو۔۔اور ان سے کہو یہ کام مکمل کر کے اپنا ریزینیشن لیٹر میری ٹیبل پر پہنچا دیں۔۔"

"لیکن سر۔۔۔"

سالار وہ فائل اس کی جانب اچھالتے ہوئے گھوم کر اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھتے ہوئے بولا تو زید نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

وہ تو کافی اچھا کام کرتی تھی پھر ایسا کیا ہو گیا تھا کے وہ کھڑے کھڑے اسے جاب سے فارغ کر رہا تھا۔

سالار نے اسے جواب دینے کے بجائے صرف ابرو کو خفیف سے جنبش دی تو وہ گہری سانس بھرتے ہوئے سر اثبات میں ہلا گیا۔

یقیناً وہ بات کی تہہ تک پہنچ گیا تھا۔

اگر سبرینہ کسی اور ایمپلائی سے اپنا کام مکمل کرواتی تو شاید اسے وارننگ دے کر چھوڑ دیا جاتا۔

لیکن اس نے غلطی کی۔ جو سالار غازی کی سیکرٹری کو اپنا کام کرنے کو دے دیا۔

پہلی انٹروڈکشن کی کلاس کافی اچھی رہی تھی۔ وہ سب سے خوش دلی سے ملتی کافی خوش تھی۔ کافی ٹائم بعد پھر سے اسٹڈیز جاری رکھنے پر وہ کچھ کنفیوز تھی تو ایکسائٹڈ بھی بہت تھی۔

دوسری کلاس شروع ہونے میں تھوڑا وقت تھا۔ اس نے سوچا ایک چکر لائبریری کا ہی لگا آئے۔ ویسے تو اس کی نئی دوستوں نے اسے یونیورسٹی دکھا دی تھی پوری۔

اس لئے لائبریری کا راستہ اسے یاد تھا۔ لیکن اچانک ہی ایک شور و غل کی آواز اس کے کان سے ٹکرائی۔

دیکھتے ہی دیکھتے کچھ نقاب پوش لڑکوں نے ڈنڈے اٹھائے یونی پر دھاوا بول دیا۔

ہر طرف توڑ پھوڑ مچاتے وہ جامعہ کی املاک کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ اسٹوڈنٹس کو مارنے سے بھی دریغ نہیں کر رہے تھے۔

"اللہ یہ جہادی کدھر سے آ گئے؟"

وہ خوف کا شکار، حواس باختہ جلدی سے لائبریری کے اندر داخل ہو گئی۔ جہاں اور بھی اسٹوڈنٹس موجود تھے۔

ہوا کچھ یوں تھا کے یونین کونسل کی سیٹ کے لئے جو الیکشن ہوئے تھے اس کا رزلٹ اناؤس کیا گیا تھا۔

جس کے باعث ہارنے والی پارٹی کی طرف سے یہ الزام عائد کیا گیا تھا کے دھاندلی کی گئی ہے۔ جب ان کی درخواست پر ایکشن لینے کے بجائے اسے رد کر دیا گیا تو انھوں نے مشتعل ہو کر ساری جامعہ میں فساد برپا کر دیا۔ لیکن اس شور شرابے پر تو قابو پا لیا گیا تھا۔

ایک شور اس کے بعد اٹھا تھا۔ سب کی زبانوں پر اب کوئی اور ذکر عام تھا۔

عاشر مرزا نے پوری جامعہ کو ہلا کر رکھ دیا تھا کیوں کے اس فساد اور توڑ پھوڑ کے دوران اس کی کزن لاپتہ ہو چکی تھیں۔

سیکیورٹی گارڈز کے ساتھ وہ خود ایک ایک جگہ پر اسے تلاش کرتے ہوئے ساتھ ہی جامعہ کی انتظامیہ کو بھی سنگین نتائج کی دھمکیاں دیتے ہوئے ان پر برس رہا تھا۔

اس کے دوست بھی اس کے پیچھے پیچھے چلتے اسے پر سکون کرنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہے تھے جو غصے میں بپھرا کسی کو خاطر

Mahira Zaynab Khan Novel

میں نہیں لا رہا تھا۔

بریزے کو اپنا اندازہ سہی ہی لگا تھا۔

وہ یونیورسٹی یقیناً اس کی جاگیر میں ہی شمار کی جاتی تھی۔

ان مشتعل اسٹوڈنٹس نے جامعہ کو اتنا ٹف ٹائم نہیں دیا تھا جتنا عاشر نے آدھے گھنٹے میں سب کو حواس باختہ کر دیا تھا۔

سب بوکھلاہٹ کا شکار کسی نہ کسی طرح اسے ڈھونڈنے میں کامیاب ہو ہی گئے تھے جو لائبریری میں باقی اسٹوڈنٹس کے ساتھ پناہ لئے ہوئے تھی۔

ابھی وہ ڈین کے آفس میں ایک طرف پڑے تھری سیٹر صوفے پر بیٹھی تھی۔

جبکے وہ میز کے سامنے پڑی کرسی پر پیر پہ پیر رکھے بیٹھا از حد سنجیدگی اور تنفر سے ان سے مخاطب تھا۔

"آپ کی انتظامیہ کی لاپرواہی کی وجہ سے جو کچھ بھی جامعہ میں ہو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔۔"

"عاشر میں تم سے سوری کر رہا ہوں آئندہ ایسا کچھ نہیں ہو گا"

وہ اسے نرمی سے سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔

آخر کو اس کے نانا کی طرف سے اس یونیورسٹی کو کافی بھاری فنڈز ملا کرتے تھے۔

وہ عاشر مرزا تھا۔ وہ غازیوں کا بیٹا نہیں تھا۔ سعادت غازی کا نواسہ تھا۔ اس جامعہ میں اس کی اہمیت پھر بھی ایسی تھی جیسے وہ یونیورسٹی اس کے نانا کے اسے وراثت میں لکھ دی ہو۔

کافی دیر تک ڈین سے بات چیت کرنے کے بعد وہ اسے لئے پارکنگ میں آ گیا۔ ویسے تو بریزے کی کلاسز ابھی باقی تھیں لیکن عاشر نے اسے وہاں مزید ٹھہرنے ہی نہ دیا۔

وہ لب کچلتی اس کے پیچھے پیچھے چلتی گاڑی تک پہنچ گئی۔

"میری دو کلاس رہتی ہیں ابھی"

اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کے وہ اس کے سامنے ہچکچا کیوں رہی تھی۔ وہ پہلے کی طرح نڈر نہیں لگ رہی تھی جو اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کیا کرتی تھی۔

کچھ دیر پہلے عاشر کا جو روپ اس نے دیکھا وہ اسے حیرانگی سے دوچار کر گیا تھا۔

کیا وہ اس کے لیے اتنی اہمیت رکھتی تھی کے ذرا دیر کے لئے نظروں سے اوجھل ہو جانے پر اس نے پوری جامعہ کی دوڑیں لگوا دی تھیں۔

"اتنی توڑ پھوڑ کافی نہیں ہے بریزے غازی؟ کیا تالے لگوا کر جان چھوڑو گی اس جامعہ کی؟"

Mahira Zaynab Khan Novel

"میں نے تو کچھ پڑھا ہی نہیں تھا ابھی"

"شکر ہے اللہ کا۔۔اگر تو آپ کچھ پڑھ لیتی تو بس ایک آگ لگنے کی ہی کسر رہ جانی تھی اس جامعہ میں"

بریزے کو معلوم تھا اب اس نے ساری زندگی اس کا پیچھا نہیں چھوڑنا تھا۔وہ بگھو بگھو کر مارنے کا فن خوب رکھتا تھا۔

"میری وجہ سے نہیں ہوا کچھ بھی" وہ منہ پھلا کر بولی۔

"اچھا واقعی میں؟ مجھے تو لگا فاطم نے بھیجا ہے ان لڑکوں کو"

اس کی مصنوئی حیرانگی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

"بحر حال جتنا پڑھنا تھا پڑھ لیا۔۔اب گھر میں بیٹھو سکون سے"

"اتنی مشکل سے میرا پڑھنے کا ارادہ بنا ہے اور تم اب پابندیاں لگا رہے ہو مجھ پر"

"تم پر پابندی نہیں لگاوں گا تو مجھے ڈر ہے کے اس یونیورسٹی کی ایک اینٹ بھی نہیں بچے گی"

وہ بے چارگی سے بولا تو بریزے اسے گھورتی ہوئی منہ پھلا کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

تیاریاں زور و شور سے شروع کر دی گئی تھیں۔شادی کی تاریخ اسی مہینے کی رکھی گئی تھی۔وہ کسی کام میں شریک نہیں ہو رہی تھی۔ سارا دن منہ لپیٹے پڑی رہتی۔بریزے اور سارہ زبردستی اسے اٹھا کر اپنے ساتھ بازار لے جانے کی کوشش کرتیں تو صاف انکار کر جاتی۔

"نہ کسی کام میں دلچسپی لیتی ہو نہ ٹھیک سے کھاتی پیتی ہو۔۔ایسے کیسے چلے گا ریشام؟"

سارہ اس کی منتیں کرتے تنگ آچکی تھی۔

"کوئی اپنے زندہ دفن ہونے کے لیے بھی تیاریاں کرتا ہے کیا بھابھی؟"

"فضول مت بولو ورنہ تھپڑ کھاو گی مجھ سے"

"تم نے تو اسے روگ ہی بنا لیا ہے اپنی زندگی کا"

"جب وہ عقلمندی کا ثبوت دیتے ہوئے یہاں سے جا سکتا ہے تو تم موو آن کیوں نہیں کر سکتیں؟ ٹھیک ہے ہو جاتی ہے محبت۔۔ کوئی برائی نہیں اس میں۔۔لیکن ہر کوئی اتنا خوش نصیب نہیں ہوتا کے اسے حاصل کر پائے۔۔تمہارے نصیب میں بھی نہیں ہے تو صبر کر جاو۔۔"

"اس سے محبت کی تو میں نے اپنا آپ بھلا دیا۔اسے دیکھتی تھی تو خود کو فراموش کر بیٹھتی تھی۔۔اس کے علاوہ مجھے منظر میں کچھ اور دکھائی نہیں دیتا تھا۔۔اور آپ کہہ رہی ہیں کے اسے بھول جاوں؟"

"آپ مجھے مار دیں۔۔میں اسے بھلا نہیں سکتی"

Mahira Zaynab Khan Novel

گھٹنوں کے گرد بازو پھیلائے بیٹھی اس کی آواز زخموں سے چور تھی۔

"مجھے تو سمجھ نہیں آرہا کیا کروں تمہارا۔۔ تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے۔ چند دن رہ گئے ہیں تمہاری شادی میں۔۔"

"شادی میں نہیں میری موت میں"

سارہ نے برداشت کا گھونٹ بھرا۔ وہ اس ضدی لڑکی کو سمجھا نہیں سکتی تھی۔ تبھی وہ دروازہ کھول کر برے موڈ کے ساتھ اندر آئی۔

سر سے چادر اور کندھے پر سے بیگ اتار کر صوفے پر پھینکا اور خود بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"اب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" سارہ نے ناسمجھی سے اس کے اکھڑے نقوش دیکھے تو خفگی سے کہتے ہوئے وہ ساری بات گوش گزار کر گئی۔

"اب تو وہ مجھے کسی قیمت پر نہیں لے کر جائے گا اپنے ساتھ"

وہ روہانسی ہو گئی۔

"جو ہوا اچھا ہی ہوا۔ اب ریشام اور سالار بھائی کی شادی کے بعد ہی جانا۔۔"

رات چاروں اور اپنے پر پھیلائے تسلط جما چکی تھی۔

لیکن سعدین حویلی کی رونق دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ پوری حویلی کو برقی قمقموں سے دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ دونوں اس کی سجاوٹ دیکھتے ہوئے باہر لان میں واک کر رہے تھے

سر اٹھا کر حویلی کی جگمگاتی عمارت کو دیکھتے ہوئے عبیر نے سالار سے دوستانا انداز میں پوچھا تھا۔

"خوش ہو نا سالار؟"

اس سوال پر ایک دھیمی سی مسکراہٹ نے اس کے لبوں کو چھوا تھا۔

"معلوم نہیں عبیر بھائی۔۔" پشت پر دونوں ہاتھ باندھے وہ گہری سانس بھر کر بولا۔

"یہ کیسا جواب ہوا بھلا؟ تم تو پسند کرتے تھے نہ ریشام کو؟" اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"ہمم وہ اچھی لڑکی ہے۔۔ کسی کو بھی آسانی سے محبت ہو سکتی ہے اس سے۔۔"

"تمہیں بھی ہو گئی؟"

"نہیں۔۔ مجھے وہ صرف اچھی لگتی ہے۔۔ میرا نہیں خیال کے وہ پسندیدگی ابھی محبت کے رنگ میں ڈھلی ہے۔ لیکن مجھے امید ہے کے کبھی نا کبھی مجھے اس سے محبت ہو ہی جائے گی"

عبیر اس کے چہرے کو دیکھے گیا۔ جس پر کسی قسم کا کوئی تاثر نہیں تھا۔ ریشام کے ذکر پر بھی اس کی آنکھوں میں ایسی کوئی چمک نہیں آئی تھی۔ جبکے وہ اس کی بیوی بننے والی تھی۔

اس جنت نظیر وادی کے شان و شوکت سے کھڑے فلک شگاف پہاڑوں کی چوٹیاں سفید برف سے ڈھکی ہوئی تھیں۔

دور تک پھیلی ہریالی اور آبشاروں کو دیکھ کر وہ وادی جنت کا ایک حسین ٹکڑا ہی معلوم ہوتی تھی۔

جہاں گزرتا ہوا پانی میٹھے گیت کی طرح شور کرتا ہوا سا تھا۔

ہواوں کی سرمستی میں جھومتے رنگ برنگے ہر طرح کے پھولوں کی چھب ہی نرالی تھی۔

اس خوبصورت اور پہاڑی علاقے میں ایک قدیم طرز کی بڑی سی حویلی اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ کھڑی الگ ہی سحر سا اس ماحول میں پھونک رہی تھی۔

جانے کتنے ہی راز اپنے اندر دفن کئے کتنی ہی کہانیوں کی رازدار تھی۔

جس کا آہنی بڑا سا دروازہ چوپٹ کھلا تھا۔

ہر سو خوشی کا سماں تھا۔

اولین چاند کے دن تھے۔

ہر طرف اندھیرا اور خاموشی کا راج تھا۔

لیکن برقی قمقموں اور روشنیوں سے جگ مگ کرتی سعدین حویلی دور سے ہی جگمگاتی ساری توجہ اپنی جانب مبذول کر رہی تھی۔

وہاں تو مانو ایک جشن کا سماں تھا۔ خوشی کے شادیانے بجائے جا رہے تھے۔

وہاں موجود ہر شخص کے چہرے پر خوشی اور مسرت کے رنگ تھے۔

کئی مرلے پر پھیلی حویلی کے اطراف میں عام دنوں میں جو جگہ خالی پڑی رہتی تھی

وہاں گاڑیوں کی ایک بڑی قطار موجود تھی۔

کافی بڑی تعداد میں وہاں مہمان مدعو تھے۔

باہر کی طرح اندر کا ماحول بھی کافی شوخ سا تھا۔

بڑے سے لاؤنج کو گیندے کے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ لکڑی کا بڑا سا جھولا بھی پھولوں سے لدا تھا۔

ملازمین مستعدی سے کام نمٹاتے پھر رہے تھے وہیں ساری لڑکیاں لاؤنج میں ہی ڈھولک سنبھالے شادی کے گیت گانے میں مصروف تھیں۔

Mahira Zaynab Khan Novel

کسی کام سے اندر آتے سالار غازی نے جب وہ ماحول دیکھا تو ایک مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا تھا۔

اس نے صرف ایک نظر ہی جھولے پر موجود اس وجود کو دیکھا تھا جس نے مایوں کا زرد لباس زیب تن کر رکھا تھا۔

وہ باوجود کوشش کے اس کالمبے سے گھونگھٹ میں چھپا چہرہ دیکھنے میں ناکام رہا تھا۔

"سالار بیٹا، اب تم بھی جلدی سے آجاو رسم کے لئے۔۔ پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے"

حمنہ چاچی نے اسے دوبارہ باہر کی جانب جاتے دیکھا تو اسے روک کر کہا۔

"بس دو منٹ چاچی۔۔ ابھی آرہا ہوں"

وہ ان سے کہہ کر باہر فاز کے پاس آیا تھا تاکے اسے ٹیریس کی لائیٹس ٹھیک کروانے کے لیے بھیج سکے۔ لیکن تمام مرد حضرات کو اس نے دروازے کی جانب کھڑے دیکھا تو تعجب میں گھرے اس نے وہیں قدم بڑھا دیے۔

بڑا سا آہنی دروازہ چوپٹ کھلا تھا۔

جہاں بلکل سامنے دو پولیس کی گاڑیاں کھڑی تھیں۔

سعدین حویلی کے دروازے پر پولیس کی آمد؟

وہاں موجود ہر شخص کو حیرانی میں مبتلا کر گئی تھی۔

"کیسے آنا ہوا ایس ایچ او صاحب؟"

وجاہت تایا نے لہجے کی ناگواری کو چھپانے کی قطعی کوشش نہیں کی تھی۔

"میں معذرت خواہ ہوں وجاہت صاحب کے۔۔۔ اس موقع پر آپ کے در پر آنا پڑا۔۔ لیکن بات ہی کچھ ایسی تھی کے ہمیں مجبورا آنا پڑا۔"

"آپ کھل کر بتائیں گے اپنے یہاں آنے کی وجہ؟" چھوٹے تایا نے بھی سنجیدگی سے پوچھا تھا۔ مہمانوں کی توجہ بھی اسی جانب تھی۔

"اصل میں میرے پاس ایف آئی آر درج کروائی گئی تھی کے سعدین حویلی میں ریشام ضمیر غازی کی زبردستی شادی کروائی جا رہی ہے۔۔"

وہ الفاظ وہاں موجود ہر شخص کو الجھانے کے ساتھ ساتھ غصہ دلا گئے تھے۔

"آپ کا دماغ تو ٹھیک ہے؟ یہ کیا فضول بات کر رہے ہیں آپ؟"

حویلی کی بیٹی کا نام ایک پولیس والے کی زبان پر سب کو ہی طیش دلا گیا تھا۔

"ہماری بیٹی کی شادی اس کی مرضی و منشا سے ہو رہی ہے۔۔۔"

"کس نے ایف آئی آر درج کروائی ہے؟ نام بتائیں گے آپ؟" سالار کا انداز سخت ناگوار تھا۔

"جی بالکل۔۔"ایس ایچ او اس کی جانب دیکھ کر بولا۔

"یہ ایف آئی آر ریشام ضمیر غازی کے شوہر انس غازی نے درج کروائی ہے۔۔میرے پاس کورٹ کا نوٹس بھی موجود ہے۔۔آپ کسی کی منکوحہ کا زبردستی نکاح کروائیں گے تو مجھے مجبوراً آپ کو اریسٹ کرنا پڑے گا"

وہ کوئی الفاظ تھے یا پگھلا ہوا سیسہ تھا؟ جو وہاں موجود ہر شخص کی سماعتوں میں انڈیلا گیا تھا۔ ضمیر غازی نے جھپٹ کر وہ نکاح نامہ ان کے ہاتھ سے لیا۔

جب اس کے متن پر نظریں دوڑائیں تو پیشانی کے بلوں پر میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔

"یہ۔۔انس غازی؟۔۔کون ہے یہ انس غازی؟"

ان کے چہرے پر الجھن کے تاثرات رقم تھے۔

"نام سے تو معلوم پڑتا ہے کے آپ ہی کے خاندان کا کوئی چشم چراغ ہے"

"غازی خاندان میں کوئی لڑکا ایسا نہیں جس کا نام انس ہو"

وہ پھنکار کر بولے

"تو پھر آپ کو اپنی صاحب زادی سے استفسار کرنا چاہئے نا غازی صاحب۔۔اسے تو معلوم ہی ہو گا"

"زبان سنبھال کر اور اپنی اوقات میں رہ کر بات کرو۔"عبیر کا بس نہ چلا تھا کے اس پولیس آفیسر کا گریبان ہی پکڑ لیتا۔

"میں صرف اطلاع دینے آیا تھا کے آپ زبردستی انس غازی کی بیوی کی شادی کروانے کا جرم سرزد نہ کیجئے۔۔خیال رکھئے گا مجھے دوبارہ آپ کے دروازے پر نہ آنا پڑے۔۔اگر پھر سے آنا پڑا تو ریشام ضمیر غازی کے شوہر اور کورٹ کی جانب سے آرڈرز ہیں کے میں پھر ان کو ساتھ ہی لے جاوں"

ٹھہر ٹھہر کر کہتے وہ اچھے سے باور کروانے کے بعد اپنے آفیسرز کے ساتھ واپس جا چکے تھے۔

پولیس کی ساری گاڑیاں واپس پلٹ گئی تھیں۔

لیکن ایک داغ سعدیں حویلی کے ماتھے پر سجا گئی تھی۔

گاوں کی اونچی نیچی پگڈنڈیوں اور کچے راستوں سے ہوتے ہوئے اس نے گھر کے سامنے گاڑی روکی۔ پھر اتر کے اس دروازے پر دستک دی۔ جب تک دروازہ کھلا وہ تب تک نظریں دوڑاتے ہوئے ارد گرد کا جائزہ لے رہا تھا۔

جہاں دور تک کچے پکے سے مکان بنے تھے۔ جن کے باہر میلے سے کپڑوں میں ملبوس بچے بے فکری اور خوش باشی سے کھیلنے میں

Mahira Zaynab Khan Novel

مگن تھے۔

"جی فرمائے؟"

ایک نوعمر بچے نے دروازہ کھول کر اسے دیکھ کر پوچھا۔

"میرا نام کریم ہے۔۔ میں سعدین حویلی سے آیا ہوں۔۔ کیا یوسف ہے گھر پر؟"

"یوسف بھائی؟۔۔ جی وہ ہیں گھر پر۔۔ آپ اندر آجائیں میں بلاتا ہوں"

اس کے تعارف کروانے پر وہ بچہ خوشدلی سے اسے اندر لے آیا تھا پھر اسے بیٹھک میں بٹھا کر اپنے بڑے بھائی کو بلانے چل دیا۔

اسے سعادت غازی نے ہی یوسف کو لینے کے لئے بھیجا تھا۔ تاکے شادی کے کاموں میں ہاتھ بٹا سکے۔

عبیر کی شادی میں جس خوش اسلوبی سے اس نے ساری ذمہ داریوں کو اٹھایا تھا سب ہی اس کے قائل ہو گئے تھے۔

کچھ ہی دیر بعد اس نے بیٹھک میں قدم رکھے تو کریم اسے دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

شادی کا گھر ماتم کے ماحول میں تبدیل ہو چکا تھا۔

گھونگٹ اٹھائے وہ برستی آنکھوں سے سب کے چہرے دیکھ رہی تھی۔

"ریشام کیا ہے یہ سب؟"

ضمیر غازی ہاتھ میں وہی نکاح نامہ پکڑے شدید اشتعال میں اس سے باز پرس کر رہے تھے۔

"آرام سے ضمیر۔۔ پہلے اس سے تصدیق کر لو۔۔ اگر تو اس نے یہ کام کیا ہے تو پھر اس کی سزا میں خود اسے دوں گا۔"

"تایا ابو میرا یقین کیجئے میں نے کسی سے کوئی نکاح نہیں کیا۔۔ میں تو جانتی بھی نہیں ہوں کے کون ہے یہ انس غازی"

وہ روتے ہوئے خود کی بے گناہی کا یقین دلانے کی کوشش کر رہی تھی جب سفینہ تائی نے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔

وہ گال پر ہاتھ رکھے رونا بھول چکی تھی۔ اسے تو آج تک کسی نے ڈانٹا تک نہ تھا

اور آج اسے تھپڑ مارا گیا تھا وہ بھی اس جرم کی پاداش میں جو اس نے کیا ہی نہیں تھا۔

اس کی صفائی میں کہے گئے لفظوں کو سننے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

اتنی بے اعتباری وہ بھی اس حویلی کی بیٹی پر

"ماں ہاتھ مت اٹھایئے اس پر" عبیر نے ضبط سے انھیں کہا۔

"تمہارے دستخط ہیں اس پر۔۔ تم کیسے ہماری آنکھوں میں دھول جھونک رہی ہو؟"

اسے نظر انداز کیے وہ ریشام پر برس رہی تھیں۔

زاریہ اور ضمیر غازی تو اب تک بے یقین تھے کے ان کی بیٹی کوئی ایسی حرکت بھی کر سکتی ہے۔

Mahira Zeynab Khan Novel

"میں جھوٹ نہیں کہہ رہی ہوں خدارا میری بات کا یقین کیجئے یہ جعلی نکاح نامہ ہے۔۔میں نے کسی سے نکاح نہیں کیا"

وہ مایوں کی دلہن بری طرح روتی سب کو اپنی بے گناہی کا یقین دلانے کی سر توڑ کوشش کر رہی تھی جنھوں نے اس کی بغیر کسی ثبوتوں اور اس کی صفائی کے اسے مجرم ٹھہرا دیا تھا۔

"کیا تم نے نکاح کیا ہے ریشام؟"

ضمیر غازی اس کے سامنے کھڑے پوچھتے ضبط کی انتہاوں پر تھے۔

ریشام نے دھندھلائی آنکھوں سے انھیں دیکھتے ہوئے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا

"بابا آپ تو یقین کریں مجھ پر۔۔آپ کی ریشام کیا کبھی ایسا قدم اٹھا سکتی ہے؟آپ تو مجھے مجرم نہ کہیں۔۔میں جھوٹ نہیں کہہ رہی ہوں بابا۔۔میں نہیں جانتی اس شخص کو۔۔یہ نکاح نامہ جعلی ہے۔یہ میں نے سائن نہیں کیا"

"جب تمہیں اس شخص کے بارے میں کوئی علم نہیں تو وہ تمہارے بارے میں اتنا سب کیسے جانتا ہے کے اسے تمہارا دستخط بھی معلوم ہے؟"

ریشام کے الفظ جیسے سارے ختم ہو گئے تھے۔

وہ پتھرائی آنکھوں سے ان کی بے یقینی کو دیکھ رہی تھی۔

اس کے ہاتھوں سے ضمیر غازی کا ہاتھ چھوٹ گیا۔

"مجھے کسی سے کوئی مطلب نہیں ہے کوئی میرے بارے میں جو سمجھنا چاہے سمجھے۔۔مجھے صرف آپ کا خیال ہے بابا۔۔کیا آپ کو بھی میں قصوروار نظر آتی ہوں؟"

"بس بہت ہوا تمہارا ڈرامہ۔۔جب تم نے کسی اور سے نکاح کر ہی لیا تھا تو پھر یہ سب تماشہ لگانے کی کیا ضرورت تھی تمہیں؟۔۔اس حویلی کی عزت کو تم نے مٹی میں ملا کر رکھ دیا۔۔"

سفیدی تائی زہریلے لہجے میں جانے کیا کچھ کہے جا رہی تھیں۔ریشام کا دل تو اس بات پر کٹ رہا تھا کے انھیں خاموش کروانے کو کوئی آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔یعنی سب ان سے متفق تھے۔

صرف ایک لمحے میں سارا کایا پلٹ گئی تھی۔کچھ دیر پہلے جو حویلی قہقہوں اور شادی کے گیتوں سے گونج رہی تھی وہاں اب رونے اور چلانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

یوں گمان ہوتا تھا جیسے ہنستے بستے گھر کو کوئی بد نظر کھا گئی ہو۔

پیلے لباس میں اس کا چہرہ بھی زرد ہو رہا تھا۔

رو رو کر اس کی آنکھیں خشک ہو چکی تھیں۔جس شخص کی وجہ سے اسکی یہ حالت تھی اگر تو وہ اس کے سامنے آجاتا تو وہ اسے قتل

Mahira Zaynab Khan Novel

کرنے سے بھی دریغ نہ کرتی۔

"کپڑے بدل لو ریشام۔۔" نگاہیں چراتے ہوئے سادہ سے کپڑوں کا ہینگر لئے وہ اس کے پاس آئی۔

"سالار بھائی نے منع کر دیا ہے شادی سے؟" اس نے خالی خالی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"ایک نکاح کر کے تم اس گھر میں گنہگار بن چکی ہو۔اب کیا نکاح پر نکاح کر کے مزید اپنے گناہوں میں اضافہ کرنا ہے؟"

"کیا آپ کو بھی مجھ پر بھروسہ نہیں؟"

"مجھے تم پر بھروسہ ہے ریشام۔۔ لیکن" وہ بات ادھوری چھوڑ گئی۔

"لیکن کیا بھابھی؟"

"آنکھوں دیکھا بھی تو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔۔ تمہارے انکار کو کوئی قبول نہیں کرے گا۔۔ اگر تم ڈر کے باعث انکار کر رہی ہو تو ایسا مت کرو۔۔ سب کو سچائی بتا دو" وہ ملتجی انداز میں بولی تو ریشام نے اسے شاکی نظروں سے دیکھا۔

"سچائی؟ میرے پاس کچھ نہیں ہے کہنے کے لئے۔۔ میں جس کو جانتی ہی نہیں اس سے نکاح کیسے کروں گی؟"

"کپڑے بدل لو۔۔"

سارہ سپاٹ سے لہجے میں کہتی ہوئی اس کے ہاتھوں سے وہ ہری چوڑیاں اور پھولوں کے کنگن اتارنے لگی جو کچھ گھنٹوں پہلے اس نے ہی کتنے چاو سے اسے پہنائے تھے۔

وہ لب سئے بنا کچھ کہے اسے دیکھتی رہی۔ لیکن آنسو اس زیادتی پر خاموش نہیں رہے تھے۔

اس کا عالیشان سا کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ نائٹ بلب کی مدھم سی روشنی اس اندھیرے کا مقابلہ کرنے میں ناکام ثابت ہو رہی تھی۔اے سی کی خنکی سے اس کمرے کا ماحول مزید خواب ناک سا معلوم ہو رہا تھا۔ سینے کے بل جہازی سائز بیڈ پر لیٹا وہ پر سکون گہری نیند کی وادیوں میں اترا ہوا تھا۔

اس کے وجیہہ چہرے پر آج سے پہلے اتنا سکون کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔

اچانک ہی اس کی پلکوں میں اضطرابی حالت میں حرکت سی ہوئی۔

سینے میں اٹھتے درد کے باعث وہ نیند سے جاگتے ہوئے ہوش کی دنیا میں آنے پر مجبور ہوا۔

لب بھینچ کر اس درد کو محسوس کرتے ہوئے وہ اٹھ بیٹھا۔

بکھرے بال اور سرخ ڈوروں سے سجی آنکھوں کے ساتھ وہ دل کے مقام پر سیدھا ہاتھ رکھے اپنی بے ترتیب ہوتی سانسوں کو

Mahira Zaynab Khan Novel

سنبھالنے کی کوشش میں بے حال ہو رہا تھا۔

جبھی کوئی دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا۔ جب اندھیرے میں کچھ بجھائی نہ دیا تو نووارد نے سوئچ بورڈ پر ہاتھ مار کر ساری لائٹس آن کر دیں تو اس نے بے ساختہ آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔

"تمہیں اتنی تمیز تو ہونی چاہئے کے کسی کے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے اجازت ہی لے لو"

آنکھیں جب روشنی سے مانوس ہونے لگیں تو وہ ناگواری سے اس پر برسا جو اس کے بیڈ کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔

"کیا خوب کہا۔ تم سعدین حویلی میں چٹکی بجاتے طوفان کھڑے کر دو اور میں تمہارے روم میں بغیر اجازت داخل بھی نہیں ہو سکتا؟" اس نے ماتھے پر بل لیے اسے گھورتے ہوئے استفسار کیا۔

"چپ کرو جاوداریان مجھے ویسے بھی کچھ اچھا فیل نہیں ہو رہا"

سینہ مسلتے ہوئے وہ اضطرابی حالت میں کہتے ہوئے بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اتنے لوگ مل کر تمہارے حق میں بددعائیں کر رہے ہوں گے ظاہر ہے کچھ تو اثر ہو گا ہی نہ؟"

"مجھے کسی سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ میری بلا سے جہنم میں جائیں سب"

اس کی نیلی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ زہر خند لہجے میں بولا۔

"اور ریشام غازی؟"

اس کے سکون سے پوچھنے پر وہ لمحے کو چپ ہوا۔ ابرو بھینچ کر اسے دیکھا۔ پھر رکھائی سے بولا۔

"وہ ان میں شامل نہیں ہے"

"تو اسے کس کیٹیگری میں رکھا ہوا ہے تم نے؟"

"کسی بھی کیٹیگری میں نہیں ہے۔۔ سارے دل پر اس کا قبضہ ہے۔ میں کون ہوتا ہوں اسے کسی ایک حصے تک محدود کرنے والا؟"

"بددعائیں دے رہی ہو گی تمہیں"

"معلوم ہے مجھے۔۔ جبھی سکون سے سوتے ہوئے بے چین ہو کر اٹھ بیٹھا۔

"بہت بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے تم نے اسے" داریان نے افسوس سے کہا تو اس نے لہو رنگ آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"جانتا ہوں لیکن اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا میرے پاس۔۔ وہ سالار غازی سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں نے صرف اس شادی کو روکا ہے"

"لیکن تمہارے کئے کا خمیازہ وہ بھگت رہی ہو گی"

"وہ سہہ لے گی۔۔ جب پتھر دل یوسف کو برداشت کر سکتی ہے تو یہ چھوٹے موٹے دکھ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔۔"

کیا یوسف نہیں آیا؟"

کریم کے استفسار پر نووارد نے کچھ الجھ کر اسے دیکھا۔"میں ہی یوسف ہوں۔ کیا کام ہے آپ کو مجھ سے؟"

"تم؟"

کریم نے حیرانگی سے اسے سر سے پیر تک دیکھا۔

"یہ کیا مذاق کر رہے ہو تم میرے ساتھ۔ تم یوسف کیسے ہو سکتے ہو؟"اس نے طیش سے پوچھا۔

"میں ہی یوسف ہوں آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں میں سمجھ نہیں پا رہا؟"وہ ناسمجھی اور الجھن کا شکار تھا۔

"لیکن تمہیں تو میں نے سعدین حویلی میں کبھی نہیں دیکھا۔"

"میں وہاں کام نہیں کرتا۔۔ میں تو مکینک ہوں"اس کی باتیں کریم کے ہوش اڑا رہی تھیں۔

"تم یوسف ولید ہی ہو نا؟"مزید تسلی کے لئے اس نے پورا نام پوچھا۔

"ہاں میرا نام یہی ہے"

"لیکن اس نام سے تو کوئی اور شخص کام کرتا تھا حویلی میں"اس کے تصدیق کرنے پر اس نے الجھ کر کہا۔

"مجھے نہیں معلوم آپ کس بارے میں بات کر رہے ہیں مجھے تو مکینک کی جاب پر انس غازی نے رکھوایا تھا۔"

"انس غازی؟"وہ اپنی جگہ ساکت ہوا۔

وہ راستے میں تھا جب اس کے ساتھی ملازم نے اسے فون کر کے ساری صورتحال سے آگاہ کیا تھا۔انس غازی کا نام تو ویسے بھی سب کی زبانوں پر زد عام ہو چکا تھا۔

"اس کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟"کریم نے عجلت میں پوچھا۔اسے خطرے کی گھنٹی بجتی سنائی دے رہی تھی۔وہ جلد از جلد فون کر کے حویلی کے کسی فرد کو خبردار کرنا چاہتا تھا۔

"میں ان کے بارے صرف اتنا جانتا۔۔"

وہ ابھی کہہ ہی رہا تھا کے جبھی دو تین نقاب پوش عجلت میں دروازہ کھول کر اندر گھس آئے۔

دو نے کریم کو مضبوطی سے اپنی گرفت میں لیا جب کے ایک نے اس کے منہ پر کس کے پٹی باندھ دی۔

"اپنا منہ بند رکھنا اگر انس غازی کے قہر کا نشانہ نہیں بننا چاہتے تو۔"

لال انگارہ ہوتی نگاہوں سے اسے دھمکاتے ہوئے وہ تینوں اسے زبردستی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

بلیک پینٹ پر وائیٹ سوئیٹ شرٹ پہنے۔آستینوں کو کہنیوں تک کھینچے وہ دو دو سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے داریان سے بات کرتا نیچے

اترتا دکھائی دے رہا تھا۔

"نیند پوری ہو گئی آپ کی؟ مجھے تو لگا آپ بروز قیامت ہی آنکھیں کھولیں گے"

کچن سے چائے کی کیتلی لے کر نکلتی ماشا نے جب اسے فریش سا دیکھا تو خفگی سے جتا کر بولی۔

"بڑے بھائی کو کوئی ایسے کہتا ہے؟"

اس کے لئے ناشتہ تیار کرتی صوفیہ نے بیٹی کو سرزنش کی۔

"اسے کہہ لینے دیں امی۔۔آج مجھے کسی کی کوئی بات نہیں لگ رہی"

اس کا خوشگوار موڈ کبھی کبھار ہی دیکھنے کو ملتا تھا۔

"آپ کی پڑھائی ختم ہو چکی ہے تو اب آپ میری دوست سے شادی کر لیں"

اس نے ڈائننگ ٹیبل کی سربراہی کرسی سنبھالی تو جھٹ اس کے دائیں جانب بیٹھتی ماشا نے بے صبری سے کہا۔ وہ جو کرسٹل کے گلاس کو منہ سے لگائے پانی حلق میں انڈیل رہا تھا وہیں اسے زور کی کھانسی آئی۔

"یہ ڈیل کب ہوئی تھی ماشا غازی؟"

انس نے حیرانگی کے تاثرات چہرے پر سجاتے ہوئے پوچھا۔

"آپ اپنی بات سے پھر رہے ہیں؟"

وہ ناراضگی و خفگی سے بولی۔

"تمہاری جو دوست ہے نا مہر ماہ سلطان۔۔اس کو مجھ سے بھی اچھا لائف پارٹنر مل جائے گا۔۔انفیکٹ میں اس شخص کو جانتا بھی ہوں"

"کون ہے وہ شخص؟ مجھے بتایئے نہ پلیز" پرجوش ہوتے ہوئے اس کا بازو پکڑے وہ اس کے سر ہو چکی تھی۔

"جب وقت آئے گا تو تمہیں خود ہی پتا چل جائے گا۔۔اور یہ بتاؤ کالج کیوں نہیں گئیں تم؟۔۔ڈاکٹر بننے کا بھوت اتر گیا کیا سر سے؟"

اب کے اس کے لہجے میں خالص بڑے بھائیوں والا رعب تھا۔

"اتنی آسانی سے نہیں اترنے والا یہ بھوت۔۔دیکھئے گا ایک دن بیسٹ ڈاکٹر بن کر دکھاوں گی"

"بیسٹ ڈاکٹر بننے کے لیے پڑھنا بھی پڑتا ہے بیٹا"

"آپ کے آنے کی خوشی میں نہیں گئی تھی۔۔یقین مانیں آپ کے بغیر تو جیسے ساری رونقیں ختم ہو گئی تھیں۔۔شکر ہے آپ کی پڑھائی تو ختم ہوئی"

"اسے سکون سے ناشتہ کرنے دو ماشا"

Mahira Zaynab Khan Novel

صوفیہ نے اسے تنبیہ کرتے ہوئے وہاں سے اٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ ناچار اٹھ گئی۔

"مجھے ایک دو کام نمٹانے ہیں۔ان سے فری ہو جاوں پھر ہم شطرنج کی بازی کھیلیں گے"

انس نے اس بال بگاڑتے ہوئے کہا تو اس کا آف موڈ پھر سے بحال ہو گیا۔

"بھول نہیں جایئے گا"

وہ یقین دہانی کرواتی کچن میں چلی گئی۔ان کی باتوں کے دوران وہ جو ماشا کے سامنے والی کرسی پر بیٹھا فون پر مصروف تھا۔اب اس کے جاتے ہی انس کی جانب متوجہ ہوا جس نے اپنی ناشتے کی ٹرے اس کی جانب کھسکا دی تھی۔

"شام کے چار بج رہے ہیں۔میں صبح سویرے ناشتہ کرنے کا عادی ہوں"

بغیر کسی مروت کے داریان نے وہ ٹرے دوبارہ اس کی جانب بڑھائی تو وہ شانے اچکاتے ہوئے ناشتہ کرنے لگا۔

"ناشتہ کر لو پھر رضا انکل اور فرمان بھائی کے سامنے حاضری ہے تمہاری"

چائے کا کپ ہاتھ میں لئے وہ اس کے گوش گزار کر رہا تھا جب کے وہ ایسے بیٹھا تھا جیسے ناشتہ کرنے کے سے زیادہ ضروری کام کوئی ہو ہی نہیں سکتا اس دنیا میں"

"وہ صوفے پر پیر اوپر کیے گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی۔دروازہ ناک ہونے کی دستک سنائی دی تو وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔پھر پاس ہی پڑا دوپٹہ اٹھا کر سر پر اوڑھتے ہوئے اپنے گرد پھیلا لیا تھا۔پہلے جو سیاہ دراز زلفیں بے فکری سے اس کے گرد لپٹی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔وہ اب اس کے آنچل میں چھپ چکی تھیں۔دروازہ دھکیلتے ہوئے فاز نے اندر قدم رکھے اس کے پیچھے عاشر بھی داخل ہوا تھا۔

"تم دونوں بھی تفتیش کرنے آئے ہو مجھ سے؟" ریشام نے سر اٹھا کر شکوہ کناں نگاہوں سے انھیں دیکھا۔

جو اس کے پاس دائیں بائیں بیٹھ گئے تھے۔"دیکھو ہمیں یقین ہے تم ایسا کوئی کام نہیں کر سکتیں جس سے حویلی کی عزت پر کوئی حرف آئے" فاز نے ہلکے پھلکے سے انداز میں لاپرواہی سے کہا۔وہ دونوں یقیناً اس کی دلجوئی کرنے آئے تھے۔

"جسے یہ بات کہنی چاہئے تھی اس نے تو مجھ سے پوچھا تک نہیں ایک بار بھی۔۔اور رشتہ ہی ختم کر دیا"

بھیگا گال رگڑتے ہوئے وہ سالار سے بھی خفا تھی۔وہ سب کچھ پس پشت ڈال کر اسے اپنی زندگی بنانے جا رہی تھی۔اگر وہ اس سے شادی کر رہا تھا تو کم از کم اس پر اعتبار تو کرتا۔

"سالار بھائی بہت ڈسٹرب ہیں۔۔حالات تمہارے سامنے ہی ہیں۔۔اگر شادی کی تقریبات جاری رکھی جاتیں تو ایسے میں کوئی بعید نہیں تھی کے پولیس دوبارہ آ جاتی۔۔انھوں نے ہماری عزت کی خاطر یہ فیصلہ کیا تھا"

عاشر اس کے سر پر ہاتھ رکھے نرمی سے اسے سمجھا رہا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

میرے سامنے کسی کی وکالت مت کرو۔۔مجھے سب پر شدید غصہ ہے"

"تمہارا غصہ جائز ہے۔۔لیکن فوری طور پر صورتحال کو سمجھنا تھوڑا مشکل تھا"

"اسی لیے سب مجھ پر چڑھ دوڑے"اس نے گلابی پر شکوہ آنکھوں سے انھیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ابھی اس شخص کا بھی تو کچھ پتا نہیں چل رہا ہے نا۔پتا نہیں کون ہے اور کہاں سے آکر ہماری زندگیوں میں بھونچال مچا گیا ہے"

"جو بھی ہے میں تو اس کا شکریہ ادا ضرور کروں گی جس کی وجہ سے سب کی اصلیت میرے سامنے آئی۔"

فاز اور عاشر بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔جو سلوک اس کے ساتھ کیا گیا تھا وہ واقعی قابل مذمت تھا۔اسی لئے وہ دونوں اس کے پاس آئے تھا تاکے اس کے دل کا بوجھ ہلکا کر سکیں لیکن وہ تو کچھ کہنے سننے کو ہی راضی نہیں تھی۔

سیاہ اندھیری رات کی پراسرار سی خاموشی کو تیز برستی بارش کی جلترنگ نے توڑ رکھا تھا۔کافی دیر تک ریشام کے پاس بیٹھے رہ کر اس کی دلجوئی کرنے اور اس کے سونے کے بعد ہی وہ اپنے روم میں آئی تھی۔

لیکن دھیان رہ رہ کر اسی کی طرف جا رہا تھا۔خالی کمرہ اسے کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔وہ آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی گلاس وال سرکا کر باہر بالکنی میں آگئی تھی۔جس کے سفید ٹائلز بارش کی بوچھاڑ سے کچھ گیلے ہو رہے تھے۔سلیپرز ایک طرف اتار کر وہ ننگے پیر وہاں نکل آئی تھی۔تیز ٹھٹھرا دینے والی ہواوں نے اس کے بالوں سے چھیڑ خانی شروع کر دی تھی۔ریلینگ پر دونوں ہاتھ رکھے وہ بارش برسنے سے مٹی کے اندر سے اٹھتی اس سوندھی سی خوشبو کو اپنے اندر اتار رہی تھی۔

بارش کی جس قدر ریشام دیوانی تھی۔بریزے کو اتنی پسند کبھی نہیں رہی تھی۔ایسے موسم میں ریشام پہروں اپنی بالکنی میں بیٹھ کر چائے کے کپ کے ساتھ دور پہاڑوں اور سبزے کے مناظر سے لطف اندوز ہوتی رہتی تھی۔لیکن بریزے ہمیشہ کھڑکیاں دروازے بند کر کے۔بلینکٹ میں دبک کر،لائٹس آف کر کے موویز دیکھنا زیادہ پسند کرتی تھی۔

لیکن آج دل کی بے کلی کی وجہ سے اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو رہا تھا۔

وہ جو آنکھیں بند کرے اپنے چہرے پر پڑی سرد ہواوں کو محسوس کر رہی تھی۔یکلخت ہی ایک مانوس سی خوشبو اس کے گرد پھیلی تھی۔اس نے پلکیں اٹھائی تو اسے اپنے بہت قریب کھڑا پایا۔بریزے کا رخ سامنے پہاڑوں کی جانب تھا۔جبکے وہ ریلینگ سے پشت ٹکائے۔بازو لپیٹے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

"آج یہ پھول اتنا مرجھایا ہوا کیوں ہے؟"

اس کی گھمبیر سی آواز اس کی دھڑکنوں میں اشتعال بڑھا گئی تھی۔

"ریشام کی وجہ سے ٹینس ہوں۔۔اس کی ذہنی حالت بہت خراب ہو رہی ہے۔"

ہوا سے پیچھے ڈھلکتے دوپٹے کو دوبارہ کھینچ کر لاتے ہوئے اس بے دھیمی آواز میں کہا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"مجھ میں تو حوصلہ ہی نہیں ہے ریشام کے سامنے جانے کا۔۔اتنا برا حال کر لیا ہے اس نے رو رو کر۔۔پتا نہیں کیوں سب اسے قصوروار سمجھ رہے ہیں"

"تائی امی اور تایا ابو کا تو بس نہیں چل رہا تھا کے اسے جان سے ہی مار دیں" ریشام کے لئے اسے بہت برا فیل ہو رہا تھا۔اتنا تو وہ بھی اسے جانتی تھی کے وہ کوئی انتہائی قدم نہیں اٹھا سکتی۔لیکن باقی مکینوں کو جانے کیا ہو گیا تھا جو بنا کسی ثبوت کے اس نکاح نامے کو سچ مان بیٹھے تھے۔

"ویسے تم جانتے ہو نا کون ہے انس غازی؟"

بریزے نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس سے پوچھا۔دل میں اچانک ہی ایک خیال نے سر ابھارا تھا کے یقیناً وہ کچھ نہ کچھ جانتا ہو گا۔

"جانتا ہوں۔"اس کے مختصر سا جواب دینے پر بریزے کے چہرے پر دبا دبا سے جوش جھلکا۔

"کیا تم مجھے بتا سکتے ہو وہ کون ہے؟"

"تمہیں اس کے بارے میں کیوں جاننا ہے؟"

"ظاہر ہے سب کو بتانا ہے۔اس نے پوری حویلی کی ناک میں دم کر رکھا ہے۔"

وہ نخوت سے بولی۔

"میں تمہیں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتا سکتا!"

"کیوں نہیں بتا سکتے؟"اس نے حیرانگی سے پوچھا۔

"کیوں کے تمہارا جاننا اتنا ضروری نہیں ہے۔"

وہ کچھ کہنے لگی تھی لیکن وہ پھر ٹوک گیا۔

"وہ جب چاہے گا خود ہی منظر عام پر آ جائے گا۔۔تمہیں اس کی وجہ سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ نرمی سے ہی اس سے بات کر رہا تھا۔لیکن اس کے انکار پر بریزے نے خفگی سے اسے دیکھا۔وہ ہمیشہ اس کی ہر بات مانتا تھا۔آج اسکا پہلی دفعہ ایسے کسی بات سے انکار کرنا اسے خفا کر گیا تھا۔

بنا کچھ کہے اس نے منہ پھلاتے ہوئے دوبارہ سامنے دیکھنا شروع کر دیا تھا جہاں ابھی بھی ہلکی ہلکی سی بارش برس رہی تھی۔

حویلی کی بیرونی لائٹس روشن ہونے کی وجہ سے اسے کچھ دور کا علاقہ بھی صاف دکھائی دے رہا تھا۔لیکن اس سے آگے بس اندھیرا تھا۔یا پھر دور پہاڑوں کی چوٹیوں پر جمی ہوئی وہ برف تھی۔جس کی سفیدی اندھیری رات میں روشنی کی طرح چمک رہی تھی۔

"خاموش کیوں ہو گئی ہو؟"

وہ اسے بولتی ہوئی ہی اچھی لگتی تھی۔جب بھی وہ اس کے پاس آتا تھا۔اس کے پاس سنانے کے لئے ڈھیروں باتیں ہوتی تھیں۔جو

وہ کبھی کسی اور سے نہیں کرتی تھی۔

"تم سے باتیں کرنا مجھے اچھا لگتا ہے۔ کیوں کے تم باقی لوگوں کی طرح نہیں ہو۔ تم درمیان میں میری باتیں کاٹتے نہیں ہو۔ دھیان سے میری باتیں سنتے ہو۔ چاہے وہ جتنی ہی بے تکی ہوں۔۔ مجھے لگتا تھا میں تمہارے لیے اہمیت رکھتی ہوں۔ تم مجھے وہ توجہ دیتے ہو جو ہر کسی کو نہیں دیتے۔۔ لیکن تمہاری اتنی چھوٹی سے بات کے لیے انکار کر دینے پر مجھے لگ رہا ہے جیسے میں تمہارے بارے میں غلط سوچ رہی تھی۔ تم مجھے اہمیت دیتے ہو لیکن اتنی زیادہ بھی نہیں کے تم میری۔۔۔"

دونوں ہاتھوں کو ریلنگ پر رکھے تھوڑا سا جھک کر کھڑی ہوئی وہ خفگی بھرے لہجے میں کہتی جا رہی تھی۔ جواباً وہ کچھ بھی نہیں بول رہا تھا۔ اس کے ناراض ناراض سے چہرے کو تک رہا تھا۔

وہ بے ساختہ رکی تھی۔ آنکھوں کہ پتلیوں کو سکیڑ کر دور آسمان میں کچھ دیکھنا چاہا۔ وہاں برستی بارش کے درمیان ایک سنہری سی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ جو تیزی سے پھیلتی ہوئی انھی کی سمت بڑھتی پورے آسمان کو روشن کرتی جا رہی تھی۔ "فاطم۔۔۔ یہ کیا ہے۔"

خوابیدہ سی کیفیت میں اس نے اپنا ہاتھ فاطم کے بازو پر رکھا۔

لیکن وہ دھیان دئے بنا ابھی بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

بریزے نے منہ کھولے سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔ جہاں پورا آسمان سنہری روشنیوں میں نہا گیا تھا۔ برستی کن من بوندوں کے علاوہ کئی قسموں کے وہ پھول تھے جو وہاں برسنا شروع ہو چکے تھے۔ جن کی دلفریب سی مہک فضا میں گھلتی جا رہی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" اپنے اوپر برستے ان پھولوں کو دیکھتے ہوئے بریزے نے دمبخود کے عالم میں اس کا بازو جھنجھوڑ دیا تھا۔ پھر کچھ ڈر کی کیفیت میں بے ساختہ اس کے قریب ہو کر اس کے شانے کو مضبوطی سے بھینچے سینے میں اپنا منہ چھپا لیا تھا۔

"پھول ہی تو ہیں۔ ان سے خوفزدہ کون ہوتا ہے؟" اس کا سر سہلاتے ہوئے اس نے نرمی سے پوچھا۔

"آسمان سے برس رہے ہیں۔۔ یہ تم نے کیا ہے ناں؟" سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ جس کی آنکھوں میں روشنیاں سی جل رہی تھیں۔ محبت بھری نگاہوں سے وہ اسے دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں پھول بہت پسند ہیں نا؟" اس سے تھوڑا دور ہوتے ہوئے بریزے نے پھر نظریں اٹھا کر پوچھا۔

"تم ہمیشہ اپنی محبت کا اظہار کرنے کے لئے پھولوں کا استعمال کرتے ہو۔"

"اگر تم اجازت دو تو میں لفظوں کے ساتھ ساتھ عملاً بھی اظہار کر سکتا ہوں۔"

کچھ تھا اس کے بھاری اور گھمبیر سے لہجے میں۔ جو وہ بے اختیار نظریں چرا کر، اپنے سرخی مائل ہوتے چہرے کو چھپانے کے لئے رخ موڑ گئی تھی۔

"میں تو تمہیں اس جہاں میں لے جانا چاہتا ہوں جہاں پھولوں کے علاوہ اور کچھ نہ ہو۔ تم زمین پر قدم رکھو تو وہاں پھولوں کی چادر

بچھی ہو۔اوپر دیکھو تو آسمان پر پھولوں کے علاوہ اور کچھ نہ دکھائی دے۔" سینے پر بازو لپیٹے، نرم لہجے کہتا ہوا وہ اس کے چہرے کے بدلتے رنگوں کو گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

جہاں کچھ دیر پہلے کی خفگی اور اداسی کس شائبہ بھی نہیں تھا۔

صرف اس کا موڈ بحال کرنے کے لئے اس نے اپنے اختیارات کی حد سے تجاوز کرنا شروع کر دیا تھا۔

جو وژن دیکھنے کی صلاحیت صرف اس میں تھی۔اس نے بریزے کو بھی اس میں شامل کر کے، اپنی طاقت میں اسے بھی حصہ دار بنا لیا تھا۔

اس کی محبت بھی تو حد سے بڑھنے لگی تھی۔ جسے فاطم نے بڑھنے سے روکا بھی نہیں تھا۔جب جب وہ اسے دیکھتا تھا اس کے عشق میں برکت بڑھتی جا رہی تھی۔

اس کے شانے پر ہاتھ رکھے۔ نظریں جھکائے وہ نچلا لب دانتوں تلے دبائے جانے کن سوچوں میں کھو چکی تھی۔

وجود میں اٹھتی تکلیف اس کے چہرے پر چھلکنے لگی تھی۔ جسے وہ کمال مہارت سے چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔اپنے اندر سے اٹھتی ہوئی اس تپش کو اس نے کسی حد تک کم کر لیا تھا۔ کم از کم آج وہ نہیں چاہتا تھا کے بریزے اسے چھو کر تکلیف میں مبتلا ہو۔

ورنہ پہلے کبھی کبھار اتفاقاً اس کا ہاتھ پکڑ لینے پر یا بے دھیانی میں اسے چھو لینے پر بے ساختہ اس سے دور ہٹتے ہوئے شکایت کرتی تھی کے "تم ایک دن مجھے جلا ہی دو گے۔"

وہ اسے کبھی نہیں بتا سکا۔ جس تپش سے وہ خوفزدہ رہتی ہے اس کے عشق کی تپش کئی گناہ زیادہ تھی جس نے فاطم کو خود میں جکڑ کر اسے بے بس کر رکھا تھا۔

اچانک ہی اس نے پہلو میں گرا ہاتھ اٹھا کر ہتھیلی پھیلائی۔ جو اگلے ہی سیکنڈ مہکتے گلاب کی پتیوں سے بھر گئی تھی۔دوسرے ہی سیکنڈ اس نے بریزے کے گرے دوپٹے کے ہالے میں دمکتے چہرے پر پھینکیں تھی۔

وہ ہڑبڑا اٹھی۔ بے ساختہ اسے دیکھا۔وہ دونوں ابھی بھی پھولوں کی برستی بارش میں کھڑے تھے۔

اس نے دوبارہ وہی حرکت کی۔ جیسے ہی وہ پھول اس کے چہرے پر پھینکتا وہیں اس کی ہتھیلی دوبارہ ان مہکتے پھولوں سے بھر جاتی۔

"یہ کیا کر رہے ہو رکو تو سہی۔۔"

وہ اسے روکنے کی کوشش کرتے ہوئے ساتھ میں ہنس بھی رہی تھی۔ جو اس کی ہر کوشش کو ناکام بناتے ہوئے اپنا کام جاری رکھے ہوئے تھا۔"فاطم بس کر جاو۔۔" وہ اس سے بچنے کی کوشش میں دونوں ہاتھوں کو سامنے کیے کھلکھلا کر ہنستی ہوئی پوری بالکنی میں اس سے بچنے کے لئے گیلے ٹھنڈے فرش پر بھاگ رہی تھی۔

Mahira Zainab Khan Novel

وہ جب داریان کے ساتھ اسٹڈی میں داخل ہوا تو رضا صاحب اور فرمان اسی کے منتظر تھے۔ بیٹھنے کے بجائے وہ میز کی سطح سے ٹیک لگا کر سینے پر بازو باندھے کھڑا ہو گیا۔ "خوش ہو تم اپنی ضد پوری کر کے؟" رضا صاحب کے چہرے پر ناخوشی کے تاثرات تھے۔

وہ ہمیشہ اپنے اکلوتے بیٹے سے اس کی حرکتوں کے باعث نالاں ہی رہتے تھے۔

"ابھی ضد پوری نہیں ہوئی میری"

"انس۔۔ تمہاری حرکتوں کو بہت تحمل سے برداشت کیا ہے انکل نے۔ اتنا بڑا قدم اٹھانے سے پہلے کم از کم تمہیں ایک بار مشورہ تو کر لینا چاہئے تھا" فرمان بھی رضا صاحب کے ہم خیال تھے۔

وہ دونوں اس کے ہر کام سے باخبر تھے۔

"میرے پاس کوئی دوسرا آپشن نہیں تھا فرمان بھائی۔"

"لیکن تمہیں جعلی نکاح نامہ دے کے پولیس کو ان کے دروازے پر نہیں بھیجنا چاہئے تھا۔ جلد یا بدیر انھیں حقیقت معلوم ہو ہی جائے گی" وہ پریشانی سے بولے۔

"جب تک انھیں حقیقت معلوم ہو گی تب تک میں ریشام غازی کو وہاں سے نکالنے میں کامیاب ہو چکا ہوں گا"

"لیکن سعدین حویلی میں تم اس مقصد سے نہیں گئے تھے" رضا صاحب نے جیسے اسے کچھ یاد دلایا۔

"میں جانتا ہوں۔۔ وہ لڑکی میری راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوئی۔۔ میں نے کوشش کی تھی کے اسے رکاوٹ نہ بننے دوں لیکن۔۔ میں بے بس ہو گیا تھا۔"

"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی انس۔۔ ریشام کے ساتھ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ کم از کم اسے اعتماد میں لے لیتے" رضا غازی گہرے تاسف سے بولے۔

"میں نے اس لڑکی کو اگنور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن۔۔" وہ بات ادھوری چھوڑ کر سر جھٹک گیا۔

"بحر حال کیا سوچا ہے اب تم نے؟" فرمان نے اس سے آگے کا لائحہ عمل جاننا چاہا۔

"فلحال تو ریشام کو کسی طرح وہاں سے نکالنا ہے۔۔"

"یہ کام اتنا آسان نہیں ہے" خاموشی سے ان کی باتیں سنتے داریان نے بھی لب کشائی کی۔

"اتنا مشکل بھی نہیں ہے"

وہ اسے دیکھتے ہوئے ترکی باترکی بولا۔

"اس سے بات کر کے ایک بار اسے اعتماد میں لے لو"

رضا غازی کو صرف اس لڑکی کی فکر تھی جسے انھوں نے دیکھا بھی نہیں تھا۔ جو ان کے بیٹے کی حرکتوں کے باعث اس مشکل میں گرفتار ہو چکی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"ایسا ممکن نہیں ہے۔۔اسے اس کے روم تک محصور کر دیا گیا ہے۔"

یقیناً اس کے وفادار اسے پل پل کی خبر دے رہے تھے۔

"ڈیڈ۔۔آپ بھروسہ کریں مجھ پر۔۔سعدین حویلی پر جتنا ان لوگوں کا حق ہے اتنا ہی آپ کا بھی ہے۔۔آپ سعادت غازی کے بیٹے ہیں اور یہ بات ان سب کو تسلیم کرنی ہو گی"

وہ مضبوط لہجے باور کروا رہا تھا۔

"ان گڑے مردوں کو اکھاڑنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے انس۔۔میرے باپ نے مجھے اس وقت بھی قبول نہیں کیا تھا جب میری ماں انھیں روتے ہوئے یقین دلانے کی کوشش کر رہی تھیں کے میں انھی کا خون ہوں۔۔باپ کے ہوتے ہوئے بھی میں نے یتیموں والی زندگی بسر کی۔۔زندگی کی تلخیوں اور محرومیوں نے مجھے ان آسائشات کے بغیر زندگی گزارنا سکھا دیا ہے۔۔مجھے اب کسی شے کا لالچ یا طلب نہیں ہے۔۔تم بھی

اس کی بھیگی آنکھوں میں ہزاروں شکوے تھے۔

"جب میں یہ بات کہہ رہی تھی تو تب کسی نے میری بات کا یقین نہیں کیا؟ بھری محفل میں سب کے سامنے مجھے تھپڑ مارا گیا۔ میری تذلیل کی گئی۔۔مجھے بے حیا جیسے القابات تک سے نوازا گیا جب کسی نے میرے حق میں ایک لفظ تک نہ بولا۔۔میں اس گھر کی بیٹی تھی بابا۔۔لیکن میرے ساتھ وہ سلوک کیا گیا کے میں اپنی ہی نظروں میں گر گئی۔۔ان گناہوں کا بوجھ مجھ پر لادا گیا جو میں نے سرے سے کئے ہی نہیں تھے۔میں کسی کو معاف نہیں کروں گی کسی کو بھی نہیں"

"ریشام وہ سب بہت اچانک ہوا۔۔ہمیں سمجھ نہیں آیا تھا کچھ"

عبیر بھی شرمندہ سا اس کے سامنے بیٹھا بے بسی سے کہہ رہا تھا۔

"آپ کو میں نے ہمیشہ اپنا بڑا بھائی کہا ہی نہیں مانا بھی ہے۔۔لیکن آپ نے میرا مان نہیں رکھا عبیر بھائی۔۔آپ ایک بار کہہ دیتے کے ریشام ایسا نہیں کر سکتی۔۔مجھے یقین ہے اس پر۔۔کیا کسی کی مجال تھی کے وہ مجھ پر الزامات عائد کرتا؟"

آنسوؤں سے اس کا چہرہ تر تھا۔

"کوئی بات نہیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔تمہارا اور سالار کا نکاح کل ہی ہو گا"

"میں اب کوئی نکاح نہیں کروں گی کسی سے۔۔"

اس کے سختی سے کہنے پر سب کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

لیکن وہ سب کو نظر انداز کیے سالار کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"اس شخص کے جھوٹ کی وجہ سے آپ نے مجھ سے رشتہ ختم کیا تھا نہ۔۔آج میں آپ کو انکار کر رہی ہوں۔۔ریشام غازی آپ سے شادی نہیں کرے گی!"

"پاگل مت بنو ریشام۔۔ابھی تم اتنی بڑی نہیں ہوئی ہو جو اس حویلی کے معاملات میں دخل اندازی کرو"

سالار کو سخت ناگوار گزری تھی اتنی ہٹ دھرمی۔

"دخل اندازی؟۔۔کیا مجھے اپنی ذات کے لئے بھی بولنے کا حق نہیں ہے؟"

"تمہاری وجہ سے بہت سبکی ہو چکی ہے ہماری۔۔بہتر ہو گا اب تم خاموشی سے وہی کرو جیسا ہم چاہتے ہیں"

"میری وجہ سے سبکی؟ کیا آپ ابھی بھی مجھے ہی قصوروار گردان رہی ہیں تائی امی؟"

"میں مر جاوں گی لیکن اب یہ شادی کسی قیمت پر نہیں کروں گی۔۔اس حویلی میں رہنے سے تو بہتر ہے کے میں مر ہی جاوں۔"

"میری عزت نفس کو کچلا گیا ہے۔جو مجھ پر اعتماد ہی نہیں کرتے میں ان کے ساتھ رہنا بھی نہیں چاہوں گی"

بھیگی اور شاکی نظروں سے سب کو دیکھتی وہ وہاں سے بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی تھی۔

اس کے پیچھے رائمہ اور بریزے بھی آئیں تھیں۔

"ریشام سنبھالو خود کو۔۔"

"آپ ان سے جا کر کہہ دیں پھوپھو اگر کسی نے مجھے مجبور کیا تو میں زہر کھا کے مر جاوں گی"

"مرنا مسئلے کا حل نہیں ہے ریشام۔۔"

بریزے نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے دکھ سے کہا۔

"تم ہی بتاو پھر کیا کروں میں؟۔۔میرا تو دم گھٹ رہا ہے اس قید میں"

"اللہ پر یقین رکھو۔۔کچھ برا نہیں ہو گا تمہارے ساتھ"

"میرے ساتھ کچھ اچھا نہیں ہوتا۔۔جس کی خواہش کرتی ہوں وہی مجھ سے چھن جاتی ہے"

"اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے پھوپھو آپ یہ نکاح ملتوی کروا دیں"

بریزے نے ان سے التجا کی تھی

"یہ فیصلہ بابا جان کا ہے۔۔وہ کسی صورت اسے نہیں بدلیں گے"

وہ خود بے بس تھیں۔اپنی لاڈلی بھتیجی کے لئے چاہتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔

"ریشام۔۔میری بیٹی"

Mahira Zaynab Khan Novel

"نہ کہیں مجھے اپنی بیٹی"

اس نے ضمیر غازی کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔

"آپ کی اکلوتی بیٹی کے ساتھ اتنا برا کیا ان لوگوں نے اور آپ نے انھیں کچھ بھی نہیں کہا"

اس نے کتنے ہی آنسو اپنے اندر اتارے ہوئے انھیں کہا۔

"ہم مجبور تھے بیٹا۔۔ تمہارے دادا اور تایا کے سامنے کیا ہماری چلتی تھی؟"

"اس حویلی سے چلیں بابا۔۔ میرا دم گھٹ رہا ہے یہاں پر۔۔ ہم کہیں اور شفٹ ہو جاتے ہیں"

وہ ملتجی تھی۔

"یہ ناممکن ہے۔۔ بابا صاحب کبھی راضی نہیں ہونگے"

اس کا سر سہلاتے ہوئے انھوں نے لاچاری سے کہا۔

"مجھے سالار بھائی سے شادی نہیں کرنی بابا۔۔ ان سے کہیں مجھے مجبور نہ کریں"

ان کا ہاتھ پکڑے وہ کسی سہمے ہوئے بچے کی طرح رہ رہی تھی۔

لیکن ضمیر غازی تسلی کے دو بول بھی اسے نہ کہہ سکے تھے۔

لب بھینچے اس سے نگاہیں چرا گئے تھے۔

اپنی بیٹی کے لیے اسٹینڈ لینے کی اجازت بھی نہیں تھی انھیں۔

عشاء کی نماز ادا کر کے وہ اپنے لئے پاپ کارن کا پیالہ بھر کر بالکنی میں آئی تھی۔ جو کافی کشادہ تھی۔ ایک طرف بڑا سا جھولا پڑا تھا۔ اور گرل کے ساتھ ساتھ کافی سارے گملے بھی پڑے تھے۔ جن میں موسم کے پھول اپنی بہار دکھاتے اس بالکنی کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہے تھے۔ دیواروں پر بھی گہرے سبز رنگ کی بیلوں کا جال سا بچھا تھا۔ جن میں چھوٹے چھوٹے سے رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ دونوں پیروں کو اوپر کیے وہ جھولے پر پیچھے کو ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ اوائل چاند کے دن تھے۔ جس کی روشنی مدھم سی تھی۔ کیوں کے آسمان پر آج آوارہ بادلوں کی ٹولیاں نکل آئی تھیں۔ پاپ کارن منہ میں ڈالتے ہوئے وہ سامنے بیٹھے شخص سے بھی ہمکلام تھی۔ اور کافی دیر سے وہی بولے جا رہی تھی۔ سامنے موجود شخص بس خاموشی سے اسے سنتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ اگر تو کوئی حویلی کا فرد اسے اتنے زور و شور سے باتیں کرتے ہوئے دیکھ لیتا تو یقیناً اس کی ذہنی حالت پر شک کرتا کے وہ پاگل ہو چکی ہے جو خود سے باتیں کر رہی ہے۔ بریزے کو جو دکھائی دیتا تھا وہ ہر کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

یا یوں کہنا چاہئے کے جو بریزے کے سامنے ظاہر ہوتا تھا وہ ہر کسی کے سامنے نہیں آتا تھا۔ وہ باقیوں کو اس کے جتنا اہم نہیں سمجھتا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"میں تمہیں اپنے خاندان کی عورت کے بارے میں بتاتی ہوں"

اچانک ہی کوئی واقعہ یاد آنے پر وہ پر جوش سی ہوتی ہوئی سیدھی ہوئی۔ ہوا سا اس کر مزی آنچل بار بار سر سے ڈھلک رہا تھا۔ جسے وہ بار بار آگے کی جانب کھینچ رہی تھی۔

"ویسے رشتے میں وہ ہماری دور کی خالہ لگتی ہیں۔ شادی کے بعد وہ کینیڈا اشفٹ ہو گئی تھی۔ جب دادی جان حیات تھیں تب وہ ہمیں ان کے بارے میں بتایا کرتی تھیں۔

وہ اپنے والدین ہی بہت لاڈلی تھیں۔ ایک دن ان کے ابو کی ہارٹ اٹیک کی وجہ سے ڈیتھ ہو گئی تھی۔ اور اس صدمے کے برداشت نا کرتے ہوئے دوسرے دن ان کی امی کی بھی ڈیتھ ہو گئی۔ وہ اس وقت پاکستان میں نہیں تھیں۔ اور فلائٹ وغیرہ کے ایشوز کی وجہ سے وہ جنازے میں بھی شرکت نا کر سکیں۔ جب وہ پاکستان پہنچی تو ہفتہ گزر چکا تھا۔ وہ سارا سارا دن روتی رہتی تھیں کے آخری وقت میں وہ اپنے پیرنٹس سے مل نہیں سکی۔ گاوں کی کسی عورت نے انھیں ایک عامل کا بتایا۔ جو اپنے عملیات کی وجہ سے کافی مشہور تھا۔ اور اس کی speciality یہی تھی کے وہ روحوں کو بلا کر ان کے پیاروں سے ان کی ملاقات کروایا کرتا تھا۔ روبی خالہ جب ان کے پاس جانے کا فیصلہ کیا تو ان کے گھر میں سب نے انھیں منع کیا بہت روکا کے یہ کام ٹھیک نہیں ہے آپ ان چکروں میں مت پڑیں۔ لیکن وہ اپنی پیرنٹس کی جدائی سے اتنی ڈس ہارٹ تھیں کے ایک دن خاموشی سے بنا کسی کو بتائے اس عامل کے پاس چلی گئیں۔ اسے بھاری رقم بھی دی۔ اور جب وہ واپس گھر آئی تو ان کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ اور وہ پر جوشی سے کہتی جا رہی تھیں کے وہ اپنے والدین کی روحوں سے بات کر کے آئی ہیں۔ کین یو بلیو دز؟"

بریزے کو اس عامل کے عمل اور طاقت پر کوئی یقین نہیں تھا۔ بات کے آخر میں اس نے استہزایہ سے انداز میں فاطم سے استفسار کیا کے "مجھے تو یقین نہیں ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

سینے پر بازو لپیٹے وہ غور سے بناٹو کے اسے سن رہا تھا۔ جب وہ بات مکمل کر چکی تو اس نے گہری سانس بھری۔

"عربی زبان کا ایک لفظ ہے قرین۔"

اس نے جب بولنا شروع کیا تو بریزے نے پاپ کارن کا پیالہ سائیڈ پر رکھا۔ پیروں کے گرد بازو لپیٹتے ہوئے پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہوئی۔ فاطم کی باتوں میں اسے حد سے زیادہ دلچسپی تھی۔ کیوں کے وہ اسے وہ باتیں بتایا کرتا تھا خواس نے پہلے کبھی نہیں سنی ہوتی تھی۔

وہ اس کے ہمہ تن گوش ہونے پر ہلکا سا مسکرایا تھا۔

"قرین کو اردو میں ہمزاد کہتے ہیں۔ جو انسان کی پیدائش سے اس کے ساتھ ہوتا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے اس بارے میں۔ یہ ہمیشہ انسانوں کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ کیا یہ تمہارے ساتھ بھی ہوتے ہیں؟" اس نے تجسس سے پوچھا۔

"بلکل۔ ہماری مخلوق میں بھی یہ موجود ہوتے ہیں۔"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر تائید کی۔

"یہ دکھنے میں کیسے ہوتے ہیں فاطم؟"

"اللہ کو بہتر معلوم ہے۔ لیکن کیا تمہیں یہ معلوم ہے کے ایک طاقتور عامل یا ایک ساحر اپنے عمل کے ذریعے کسی بھی انسان کے قرین کو اپنے سامنے حاضر کر سکتے ہیں؟"

اس کے استفسار پر بریزے کی آنکھیں حیرانگی سے پھیلیں تھیں۔

"اور جب کسی انسان کا ہمزاد ساحر کے سامنے ظاہر ہوتا ہے تو وہ اسی انسان کی شکل میں آتا ہے۔ وہ اس انسان کی آواز میں بات کرتا ہے۔ اس کی ہینڈ رائٹنگ تک کو وہ کاپی کر سکتا ہے۔ اور وہ ساری باتیں بھی بتا سکتا ہے جو اس انسان کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو معلوم نا ہو۔ لیکن ایک عرصے تک اس انسان کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اس کے لیے یہ کوئی مشکل نہیں ہوتا۔ اور جو تم نے ابھی کہا کے اس عامل نے تمہاری خالہ کے والدین کی روحوں سے ان کی بات کروائی تھیں تو حقیقت میں اس عامل نے ان کے قرین کو سمن کیا ہو گا۔"

"سمن کا مطلب تو پتا ہے نا تمہیں؟"

"اپنے سامنے حاضر کرنا یا بلانا۔" وہ ٹرانس کی کیفیت میں بولی۔

بریزے کو ٹھنڈی ہوائیں اپنے جسم کے آر پار ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔ اس کے جسم میں ایک برق سی دوڑنے لگی تھی۔

"بعض دفعہ مجھے بہت ڈر لگتا ہے فاطم کے میں ایک ایسے شخص سے بات کر رہی ہوں جو میری دنیا کا نہیں ہے۔ مجھے تمہاری دنیا کے بارے میں جاننے کا بہت اشتیاق ہے۔ لیکن ساتھ ہی ایک خوف سا بھی رہتا ہے۔"

"تمہیں خوفزدہ ہونا بھی چاہیئے۔ جسے اللہ نے تمہاری نظروں سے اوجھل کر رکھا ہے تمہیں اس کے بارے میں جاننے کا اشتیاق نہیں ہونا چاہیئے!"

"کیا تمہاری دنیا بہت خطرناک ہے؟"

"بہت زیادہ۔ اس بات کا اندازہ تم اس سے لگا لو کے جب ابلیس فرشتوں کے گروہ کے ساتھ زمین پر اتر کے ان شیطانوں کو جنگلات اور وادیوں کی جانب بھگایا کرتا تھا کے وہ زمین میں خون ریزی کرتے تھے۔ اور فساد برپا کر کے رکھتے تھے۔ حضرت آدم کی تخلیق کے وقت فرشتوں کو اسی چیز کی فکر تھی کے پہلے ہی یہ جناتی قوم زمین پر اتنے فساد کرتی ہے اور اب اللہ کہہ رہے ہیں کے میں انسان کو بنانے والا ہوں۔

خیر جب اللہ نے ابلیس کو دھتکار دیا تھا تو وہ واپس انھی شیطانوں کے پاس گیا تھا جن کو وہ خود مار کے بھگاتا تھا۔ اس نے انھیں اپنی ٹیم میں شامل کیا اور جو اللہ سے وعدہ کیا تھا انسانوں کو بھٹکانے کا۔ اس کو پورا کرنے کے لیے اس نے اپنی فورس بنا کے ان کے ساتھ

بھرپور طریقے سے انسانوں پر اٹیک کیا۔ تم نے کچھ دنوں پہلے مجھ سے کہا تھا کے شیطان ایک اکیلا ہے پھر بھی پوری دنیا کے لوگوں کو بھٹکا رہا ہے۔ میں تمہیں بتاوں تو بے شک وہ خبیث ایک ہی ہے۔ لیکن اس کا جو گروہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے اس کا تم اندازہ نہیں لگا سکتیں۔ اس گروہ میں کئی قسم کے شیطان جن شامل ہیں۔ مثال کے طور پر نماز میں جو برے خیالات دل میں ڈالتا ہے کے کسی طرح نماز سے دھیان ہٹا سکے اس شیطان کو خنضاب کہتے ہیں۔ گھر کی چھتوں پر رہنے والے۔ ہواوں میں اڑنے والے۔ بازاروں میں شر پھیلانے والے۔ اور اس کے علاوہ ان میں انتہائی پاور فل قسم کے شیاطین بھی ہوتے ہیں۔ جنہیں اللہ نے بہت سی طاقتیں دی ہوئی ہوتی ہیں۔ انھیں عفریت کہا جاتا ہے۔

"ایک دوسرے بھی بلکل مختلف دو قسم کی مخلوقات ایک ساتھ رہتی ہیں۔ لیکن اللہ نے ان کے درمیان پردہ حائل کر دیا ہے تاکے دونوں اپنے کام سے کام رکھیں اور ایک دوسرے کے حال میں تجسس نا رکھیں۔"

"جب تمہیں سب کچھ معلوم ہے۔ تمہاری حدود کا بھی تمہیں پتا ہے پھر تم نے پردہ کیوں ہٹایا؟ اپنی دنیا سے نکل کر تم نے میری دنیا میں قدم کیوں رکھا؟"

اس نے پیشانی پر بل ڈال کر تنک کر پوچھا۔

"جان بوجھ کر ارادہ کر کے تمہارا پیچھے نہیں آیا ہوں۔ انجانے میں تمہارے پیچھے چل پڑا۔"

"ہاں ہاں تمہارے جیسا اتنا نیک، پرہیز گار، مومن جن ایسی نازیبا حرکت کر بھی کیسے سکتا ہے۔؟ یقیناً تمہیں بھی شیطان نے بہکا دیا ہو گا۔۔ لیکن تم شیطان کے بہکاوے میں کیسے آ سکتے ہو؟ عام لوگوں کے مقابلے میں تو تمہارا روحانیت کا درجہ کافی بلند ہو گا۔۔"

وہ جو زیر لب مسکراتا ہوا اس کی تیکھے لہجے میں میں بولی گئی بات سن رہا تھا اچانک ہی اس کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

فاطم نے انگلی اٹھا کر بنا کچھ کہے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ جو بولتے بولتے ایک دم رک گئی تھی۔ استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی جس کے چہرے کے تاثرات بدلتے جا رہے تھے۔ وہ جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھ کر سفید جالی دار پردے ہٹا کر کمرے میں آیا۔ چاروں اور نگاہیں گھماتے ہوئے وہ جانے کیا تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ "کیا ہوا ہے تمہیں؟" وہ بھی اس کے پیچھے ہی آئی تھی۔ اور اب حیرانگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ریشام کے روم میں جاو۔۔ ایک گھنٹے سے پہلے تم اس کمرے کے دروازے کے قریب بھی نہیں آو گی!" سائیڈ ٹیبل سے جگ اٹھا کر گلاس میں پانی انڈیلتے ہوئے وہ سنجیدگی سے اسے تاکید کرتا پریشان ہونے پر مجبور کر گیا تھا۔ "لیکن ہوا کیا ہے؟"

وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کے اسے اچانک سے کیا ہو گیا ہے؟ وہ اس طرح سے کیوں پیش آ رہا ہے۔

"جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ جب تم واپس آو گی تو شاید میں تمہیں یہاں نہ ملوں۔۔ لیکن۔۔" اس کے پریشان اور کچھ کچھ خوف زدہ سے چہرے کو دیکھا تو گلاس کو واپس ٹیبل پر رکھا پھر اس کے نزدیک آ گیا۔

اس کے دوپٹے سے ڈھکے سر پر اپنا ہاتھ رکھ کے اس نے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔ کچھ دیر تک اسی پوزیشن میں رہتے ہوئے اس نے زیر لب کچھ دعاوں اور سورتوں کا ورد کیا پھر آہستگی سے اس کے چہرے پر پھونک ماری۔

"میری بات پر عمل کرنا۔ ایک گھنٹے سے پہلے اس کمرے کا دروازہ مت کھولنا۔!"

"تم مجھے خوفزدہ کر رہے ہو۔"

ناراضگی سے کہتی ہوئی وہ دروازہ کی جانب بڑھی۔

"میں اب صبح ہی واپس آوں گی۔" نکلنے سے پہلے خفگی سے کہا۔

"یہ زیادہ بہتر رہیگا!"

خفا سی نظر اس پر ڈالتے ہوئے وہ باہر نکل گئی۔ دروازہ بند کرنے ہی لگی تھی لیکن اس کے ہاتھ بڑھانے سے پہلے ہی ایک تیز ہوا کا جھونکا اسے پٹ سے بند کر گیا۔ وہ بے ساختہ دو قدم پیچھے ہٹی۔

"یہ میرے کمرے میں آخر کر کیا رہا ہے؟" خوف کے ساتھ ساتھ اسے تجسس بھی لاحق ہو چکا تھا۔ دل میں آیا تھا کے ایک بار دروازہ کھول کر تو دیکھے۔ لیکن پھر اس کے متوقع غصے کے پیش نظر اپنا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے اس نے ریشام کے کمرے کی جانب قدم بڑھا دیئے تھے۔

جبکے اندر خالی کمرے میں وہ تنہا کھڑا تھا۔ پانی کا گلاس اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ بلند آواز سے قرآن کی آیات پڑھ رہا تھا۔

اس کی آنکھیں بند تھیں۔ لیکن پھر بھی وہ شدت سے محسوس کر سکتا تھا کے اس کے آس پاس کچھ اسٹرونگ سی نیگیٹو انرجی موجود ہے۔ دیواروں اور زمین پر کسی بھاری جسامت کے وجود کے رینگنے کی آواز بھی اس کی سماعتوں تک بخوبی پہنچ رہی تھیں۔ کوئی اس کا نام بار بار پکارتے ہوئے اسے ڈسٹریکٹ کرنے کی بھی پوری پوری کوشش کر رہا تھا۔

لیکن وہ سختی سے ہر چیز کو پس پشت ڈالے سورہ بقرہ کے بعد سورہ آل عمران کی آیات پڑھنا شروع کر چکا تھا۔ آہستہ آہستہ سے اس کے گرد سے وہ تیز اور جکڑنے والی کوئی چیز دور ہوتی جا رہی تھی۔ کچھ دیر تک اسے اپنے علاوہ کسی اور کی موجودگی وہاں محسوس نہیں ہوئی تھی۔ تلاوت ختم کر کے اس نے درود شریف پڑھ کر پانی پر دم کیا۔ اور اس کمرے کے ہر کونے میں اس پانی کے چھینٹے مارنے لگا۔

کچھ غلط ہو جانے کا احساس اسے شدت سے ہوا تھا۔ خالی گلاس پر اس کی گرفت سخت ہوتی جا رہی تھی۔ جن شیطانوں سے وہ اپنے قبیلے کی حفاظت کیا کرتا تھا ان میں سے کچھ آج اسے بریزے کے کمرے میں دکھائی دئے تھے۔ اور اس چیز نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔

اسکے دشمن اس کی سب سے بڑی کمزوری تک پہنچ گئے تھے۔

آف وائٹ سادی سی فراک زیب تن کیے اس نے بیڈ پر پڑی سیاہ چادر اٹھا کر اوڑھی۔ بہت سارونے کے باعث آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔

چہرہ بھی بخار کے باعث تپ رہا تھا۔ اس میں کھڑے ہونے کی بھی ہمت نہیں تھی پھر بھی اپنی ساری ہمت مجتمع کی ہوئی تھی۔

"شام کو تمہارا نکاح ہے۔۔ کہاں جا رہی ہو تم؟"

بریزے نے ہینگ ہوا نکاح کا جوڑا لا کر بیڈ پر رکھتے ہوئے اسے کہیں جانے کے لیے تیار دیکھا تو حیرت سے پوچھا۔

"درگاہ پر جا رہی ہوں دعا مانگنے۔۔ کے پھر سے کوئی انس غازی آ کر یہ نکاح رکوا دے" وہ زیر خند لہجے میں بولی۔

"آہستہ بولو۔۔ اگر کسی نے سن لیا تو"

اس نے دہل کر اسے خاموش کروایا۔

"تو؟ جس کو جو سننا ہے وہ سنے۔۔ مجھے اب کسی کی پرواہ نہیں۔۔ میرے لئے اب کسی کی کوئی اہمیت نہیں۔۔" اس کا لہجہ کسی بھی جذبات سے عاری تھا۔

"ٹھہرو میں تمہارے ساتھ چلوں گی"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔ میں کسی کی شکل دیکھے بنا اکیلے رہنا چاہتی ہوں کچھ دیر۔۔" ہاتھ اٹھا کر وہ بریزے کو روک گئی تھی۔

"کوئی تمہیں اکیلے جانے نہیں دے گا ریشام اسی لئے کہہ رہی ہوں مجھے ساتھ لے جاو"

"میں نے کہا نہ کچھ دیر اکیلے رہنا چاہتی ہوں۔ اور فکر نہ کرو یہاں سے بھاگ نہیں رہی ہوں۔۔ آ جاوں گی واپس کچھ دیر میں"

چادر سر پر اوڑھتے ہوئے وہ روم سے باہر نکل آئی۔

"خیریت؟ کہاں کا ارادہ ہے؟" عبیر کسی کام سے اسی کے پاس آ رہا تھا۔

"کیا میں کچھ دیر کے لئے باہر بھی نہیں جا سکتی عبیر بھائی؟"

"ضرور جاسکتی ہو لیکن آج۔؟"

"بس تھوڑی دیر کے لئے درگاہ تک جا رہی ہوں۔۔ شام سے پہلے لوٹ آوں گی"

"ٹھہرو میں چلتا ہوں تمہارے ساتھ"

"میں اکیلے رہنا چاہتی ہوں کچھ دیر۔۔ کیا مجھے سب سے اجازت مانگنی پڑے گی اب باری باری؟"

وہ شدید بے زاری کے ساتھ طیش میں بھی مبتلا ہو چکی تھی۔ آخر کو اتنے سوال جواب کیوں پوچھے جا رہے تھے اس سے۔

"ٹھیک ہے چلی جاو۔۔ جلد ہی لوٹ آنا۔۔"

"اور صرف اس لئے تمہیں اکیلے جانے دے رہا ہوں تا کے تم ہم سے ناراضگی ختم کر دو کے ہم تم پر اعتبار نہیں کرتے"

"اگر مجھ پر اعتبار کرتے تو اتنے سارے گارڈز کو نہ بھیجتے میرے ساتھ"

باہر اس کی گاڑی کے پاس کھڑے مستعد گارڈز کو دیکھ کر وہ طنز کی آمیزش لئے متنفر سے انداز میں بولی۔

"تمہاری سیکیورٹی کے لئے ہے"

اس کی بات کا برا منانے بغیر وہ نرمی سے بولا۔ لیکن وہ سب سے بد ظن ہو چکی تھی۔ کوئی جواب دینا بھی ضروری خیال نہیں کیا۔

دائیں بائیں سرسبز کھیتوں کا ایک نا ختم ہونے والا سلسلہ تھا۔

کھڑکی سے باہر کے منظر دیکھتی اس کی آنکھ کے کناروں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

جس گاڑی میں وہ سوار تھی اس کے پیچھے دو تین اسلحہ بردار محافظوں کی گاڑیاں بھی تھیں۔

اسے مزید رونا آ رہا تھا کے وہ کونسا وہاں سے بھاگ جاتی تو جو اتنے سارے گارڈز کو اس کے ہمراہ کیا گیا تھا۔

جتنی زیادہ انس غازی سے اسے نفرت محسوس ہو رہی تھی اتنی ہی وہ اس کی شکر گزار بھی تھی جس کی وجہ سے اسے اپنے خونی رشتوں کے اصل چہرے دیکھنے کو ملے تھے۔

کچے راستے پر چلتی گاڑی اچانک رکی تو ریشام نے چونک کر ادھیڑ عمر ڈرائیور کو دیکھا۔

"کیا ہوا خان بابا؟" راستے کے بیچ و بیچ گاڑی روکنے پر وہ تشویش کا شکار تھی۔ تبھی ونڈ اسکرین سے اسے سامنے کا منظر دکھائی دیا۔

جہاں کچھ فاصلے پر ایک سیاہ ہائی لکس انکے راستے میں دیوار بن کر کھڑی تھی۔

اور صرف وہی نہیں۔۔ اس کے پیچھے کافی گاڑیوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔

وائیٹ سوئیٹ شرٹ پر ڈینم کی جیکٹ پہنے وہ شخص گاڑی سے ٹیک لگائے کافی پر سکون سا کھڑا تھا۔

اس کے تازہ ہیئر کٹ کے بعد اس کے گھنے بال پیچھے کی جانب سیٹ تھے۔ آنکھوں پر دھوپ کا کالا چشمہ لگائے جوتوں میں مقید پیروں کو قینچی صورت کئے وہ پر سکون سا کھڑا تھا۔

جیسے ایک انچ بھی وہاں سے نہ ہلنے کی قسم کھائی ہوئی ہو۔

اس کا حلیہ اس کا انداز اب اتنا بھی بدلا ہوا نہیں تھا کے وہ اسے پہچان نہ پاتی۔

"یوسف۔۔"

اس کے کپکپاتے لبوں سے اسکا نام ادا ہوا تو دل دھاڑے مار مار کر رونے کو مچل گیا۔ اسے دیکھ کر یوں گمان ہوا جیسے تپتے صحرا میں کوئی گھنا شجر دکھائی دے گیا ہو۔

وہ بے خودی میں گاڑی سے باہر نکل آئی۔

جسے نکلتے دیکھ وہ بھاری قدم اٹھاتا اس کے نزدیک بڑھنے لگا۔ اس کا ہر قدم ریشام کو اپنے دل پر پڑتا محسوس ہو رہا تھا۔

اس میں اور باقیوں میں کوئی فرق تو نہیں تھا۔

اس نے کبھی ریشام کے جزبوں کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ لیکن کبھی اسے دھتکارا بھی نہیں تھا۔ کبھی اسے سختی سے روکا بھی نہیں تھا۔

ریشام کو لگا جیسے وہ سب اس کے ان گناہوں کی ہی سزا تھی جو اس نے اپنی حد سے بڑھ جانے کے باعث کمائے تھے۔

اس شخص پر وہ جان چھڑکتی تھی۔ ڈھکے چھپے الفاظ میں کئی بار اقرار بھی کر چکی تھی۔

اور یہی اس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔

اسے اللہ کی قائم کردہ حدود کو توڑنا نہیں چاہئے تھا۔

لیکن وہ اپنے دل کا کیا کرتی جو اسے مسیحا مان بیٹھا تھا۔

وہ اس کی بے تکی باتوں کو بناٹو کے چپ چاپ سن لیا کرتا تھا۔

ریشام کا دل چاہا کے اسے اپنے اوپر بیتی ایک ایک ناانصافی کے بارے میں بتائے۔

ریشام کے نزدیک تو وہ تو خود اس سے کہی زیادہ مجبور و بے بس تھا۔ وہ کسی کا گریبان پکڑ کر اس کے لئے کسی سے باز پرس نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن کم از کم وہ اپنا دل تو ہلکا کر ہی سکتی تھی اس کے آگے۔

"تم کہاں چلے گئے تھے یوسف؟"

وہ اسے دیکھ کر خود سے بے گانہ ہو چکی تھی۔اسے لگ رہا تھا اس پر آنے والی ساری مصیبتیں صرف یوسف کے دور چلے جانے سے ہی تھیں۔

انس کے چہرے پر پتھریلے تاثرات رقم تھے۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کے سب کچھ تہس نہس کر ڈالے۔

ریشام کی جو حالت اس کے سامنے تھی اس کا آدھا قصوروار تو وہ خود بھی تھا۔لیکن باقی آدھے کے جو ذمہ دار تھے انھیں وہ کسی صورت بخشنے والا نہیں تھا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا ریشام بی بی"

اس کے سر سے ڈھلکتی سیاہ چادر کو اپنے ہاتھ سے ٹھیک کرتے ہوئے اپنے ازلی نرم لہجے میں بولا۔

"تمہیں کیا معلوم کیا قیامت گزری ہے مجھ پر"

اسے دیکھ کر ریشام کے زخم پھر سے رسنے لگے تھے۔

اپنی تذلیل بھلا کے اپنی عزت نفس کو مار کر وہ جو پھر سے سالار سے شادی کرنے کو تیار ہو چکی تھی۔

اب یوسف کو دیکھنے کے بعد اس کا دل شدت سے چاہ رہا تھا کے کاش وہ اس کا مسیحا بن جائے۔

"مجھے سب معلوم ہے۔۔آپ فکر نہ کریں جنھوں نے آپ کو تکلیف پہنچائی میں انھیں سکون کا سانس لینے نہیں دوں گا"

ریشام کو لگا جیسے وقت تھم گیا ہو۔کیا وہ حقیقت میں اس کے سامنے کھڑا تھا یا وہ کسی خواب کے زیر اثر تھی۔

اس کی مختصر باتیں اس کے جلتے زخموں پر ٹھنڈی پھوار بن کر برسی تھیں۔

اس کے انداز میں سحر تھا۔۔جس کی قید میں وہ اس کی اسیر تھی۔

"میڈم کو گاڑی میں بٹھاو"

گردن کو خفیف سا موڑتے ہوئے اپنے ایک ملازم سے مخاطب ہوتے ہوئے وہ سخت لہجے میں بولا۔جو اس کی شخصیت کا خاصہ تھا۔

"میں درگاہ جا رہی تھی"اس کے کہنے پر یوسف اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"آپ کی دعا قبول ہو گئی ہے۔۔یوسف آپ کی جھولی میں ڈال دیا گیا ہے۔۔شکرانہ ادا کرنے ہم ساتھ چلیں گے۔ فلحال آپ گاڑی میں بیٹھیں۔"

وہ تو جیسے اپنی جگہ سن کھڑی رہ گئی تھی۔سماعتیں بے یقین تھیں۔

اس کا اتنا خوشگوار اقرار۔۔

کہیں وہ کوئی سراب تو نہیں تھا؟ کوئی نظر کا دھوکا یا پھر اس کا وہم۔۔

ریشام کے خدشات کی نفی کرتا وہ مجسم حقیقت میں ڈھلا اس کے سامنے موجود تھا

وہ بھی تب جب وہ بلکل ہی امید چھوڑ بیٹھی تھی۔

اس کا دل تو سجدہ شکر بجالانے کو چاہ رہا تھا۔ وہ اس کا مسیحا بن کے ہی آیا تھا۔

"لیکن تم مجھے کہاں بھیج رہے ہو؟ شام کو نکاح ہے میرا سالار بھائی سے"

"یہ لوگ ابھی تک بعض نہیں آئے؟" ہاتھ میں پکڑی پسٹل کی نال پیشانی پر ٹکائے اس نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا۔

"آپ مجھے ایک بات کا جواب دیں"

ریشام کا تو رواں رواں سماعت بن گیا تھا۔

"اگر سالار سے شادی نہیں کرنا چاہتیں تو میرے ساتھ چلیں۔ اور اگر آپ اس سے نکاح کرنا چاہتی ہیں تو ابھی بتایئے۔۔ میں یہیں سے واپس پلٹ جاوں گا"

"کیا تم لینے آئے ہو مجھے؟"

وہ سانس روکے اپنی قسمت پر حیران اس سے محو سوال تھی۔

"ہاں لینے آیا ہوں آپ کو۔۔ اور معذرت خواہ بھی ہوں کے میں نے دیر کر دی آنے میں"

وہ خود پر افسوس کرتا کہہ رہا تھا۔

"لیکن میں تمہارے ساتھ کیسے جا سکتی ہوں؟"

دوسرے ہی لمحے وہ شدید بے بسی کو ہاتھوں مجبور ہو کر بولی

"آپ کسی کی فکر مت کریں۔ کسی سے مت ڈریں۔ کوئی آپ کو کچھ نہیں کہے گا"

فلک شگاف پہاڑ۔ پربت۔ ہوائیں سب اس کی قسمت پر رقص کرتے اسے مبارک باد رہے تھے جس کی قسمت نے ایسے پلٹا کھایا تھا کے وہ دم بخود رہ گئی تھی۔

وہ شخص آنکھوں میں امید اور مان لیے اسے کہہ رہا تھا کے "میرے ساتھ چلیں۔۔ میں آپ کو لینے آیا ہوں"

اس کا سحر آہستہ آہستہ اسے خود میں جکڑنے لگا تھا۔

کوئی چپکے سے اس کے کان میں کہہ رہا تھا کے ریشام کو اس کی بات مان لینی چاہیئے۔

اسے خالی ہاتھ بھیج کر ناشکری نہیں کرنی چاہیئے۔

اسے بھول گیا تھا کے وہ حویلی میں کیا کہہ کر آئی ہے۔اسے نہیں یاد رہا تھا کے عبیر نے اس کے نکلتے وقت کس مان واعتبار سے اسے اکیلے جانے کی اجازت دی تھی۔

اس کے ذہن میں کچھ نہیں تھا۔

کچھ بھی نہیں۔اپنی اذیت، بے اعتباری، دکھ۔۔وہ سب بھلا چکی تھی۔

اسے کچھ دکھائی دے رہا تھا تو صرف اس کا یوسف تھا۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

انس نے اس کے لیے اپنی گاڑی کا دروازہ کھولا تو ریشام نے اسے ساتھ نہ آتے دیکھ خوف سے پوچھا۔

"ڈرنا آپ کی خاصیت تو نہیں ہے۔۔آپ خوفزدہ نہ ہوں۔ کچھ کام نمٹا کر آجاوں گا آپ کے پاس۔۔"

اس نے مصنوئی حیرانگی سے کہتے ہوئے اس کا خوف زائل کرنے کو کہا پھر یقین دہانی کروائی۔

ڈرائیور اور جتنے بھی گارڈز ریشام کے ساتھ گئے تھے وہ سب ندامت سے سر جھکا کر کھڑے تھے۔

جو قسم کھانے کو تیار تھے کے ریشام کی گمشدگی کے بارے میں انھیں کوئی علم نہیں تھا۔حالانکے ان سب کی آنکھوں کے سامنے یوسف اسے وہاں سے لے گیا تھا۔

حویلی پر قیامت تو سہی معنوں میں اب ٹوٹی تھی۔

"کس کام کے لئے رکھا ہوا ہے تم لوگوں کو؟ تم لوگوں کے سامنے سے وہ غائب ہو گئی اور تمہیں خبر ہی نہیں ہو سکی؟"

سالار کو ان کی باتوں پر ذرا بھر یقین نہیں تھا۔اسے معلوم تھا وہ لوگ جھوٹ بول رہے تھے۔لیکن باوجود کوشش کے بھی اپنا منہ نہیں کھول رہے تھے۔

حویلی میں کہرام برپا ہو چکا تھا۔ریشام کے اغواء کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔

تھانے میں ایس ایچ او کے آفس میں وہ اکیلا اس کے سامنے بیٹھا تھا۔اسکے گارڈز آفس سے باہر پہرا دے رہے تھے۔

جو سادہ حلیے میں سول کپڑوں میں ملبوس اس طرح سے تھے کے انھیں دیکھنے پر یہ گمان نہیں ہوتا تھا کے وہ سیکیورٹی گارڈز ہیں۔ بلکے وہ عام لوگ ہی لگا کرتے تھے۔

سیاہ دھاگہ بندھے والے ہاتھ میں پیپر ویٹ گھماتے ہوئے وہ ایس ایچ او کی کسی بات پر دھیما سا مسکرایا۔

"ایک تو آپ نے مجھے جعلی نکاح نامہ دے کر سعدین حویلی کے دروازے پر بھیجا اور متضاد یہ کے غازیوں کی بیٹی کو اغواء کر کے حبس بے جا میں رکھا ہوا ہے۔۔آپ کو معلوم بھی ہے کے کتنے پرچے کٹوا چکے ہیں حویلی والے آپ کے خلاف؟"

اس کے بات کرنے کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کے وہ سامنے بیٹھے شخص سے کس قدر مرعوب ہے۔

"میں اس سے بھی زیادہ کا حق دار ہوں۔۔بحر حال یہاں میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آیا تھا اس تعاون کے لئے جو آپ نے کیا"

"کیوں شرمندہ کر رہے ہیں غازی صاحب۔۔جو نوازشیں آپ ہم پر کرتے رہتے ہیں یہ تو اس کے آگے کچھ بھی نہیں"

"آپ جب بھی پکاریں گے ہم حاضر ہو جائیں گے۔لیکن آپ کا یہاں آنا خطرے سے خالی نہیں۔سعدین حویلی والے دن میں کئی چکر لگا جاتے ہیں تھانے کے۔انس غازی کو دیکھنے کے لئے تڑپ رہے ہیں۔۔"

"تڑپنے دو انھیں۔۔اتنی آسانی سے تو میں ان کے سامنے آنے والا نہیں"

وہ علاقہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا جس کے چاروں اطراف میں خاردار جھاڑیاں تھیں۔ایک پراسرار سی خاموشی وہاں پھیلی تھی۔

کافی ساری گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس کو جلا کر روشنی کا انتظام کیا گیا تھا۔

کافی سارے لوگ ہاتھوں میں اسلحے اٹھائے چونکنے کھڑے تھے ایسے میں وہ واحد تھا جو ایک گاڑی سے ٹیک لگائے وہ سگریٹ لبوں میں دبائے لائیٹر سے اسے شعلہ دکھا رہا تھا جبھی دو لوگ کریم کو سختی سے پکڑے اس کے سامنے لے آئے۔

"یوسف۔۔"حیرانگی سے وہ اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ رہا تھا۔

خود کو ان کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش ترک کر کے وہ سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر حیرت زدہ تھا۔

جو اس یوسف سے قدرے مختلف تھا جسے وہ جانتا تھا۔

"سگریٹ کا کش لے کر منہ سے دھواں نکالتے ہوئے وہ اس کی حیرانگی پر ہلکا سا مسکرایا۔پھر مضبوطی سے قدم بڑھاتا اس کی جانب بڑھا۔"

:کیسے ہو میرے دوست ؟۔۔سنا ہے مجھ سے ملنے گاوں گئے تھے ؟"

ایک طرف سے جیکٹ ہٹا کے اس نے کمر کے پیچھے سے وہ اپنا قیمتی پسٹل نکال کر اسے لوڈ کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہ سب کیا ہے یوسف ؟"

وہ خوف کی کیفیت میں اتنے سارے گارڈز کے گھیرے میں گھرا پیشانی پر شکنے لیے ہوئے استفسار کر رہا تھا۔

"کیا تمہیں ابھی تک معلوم نہیں ہوا کے میں یوسف نہیں ہوں ؟"

"کون ہو تم پھر ؟"

"اچھا سوال ہے۔۔لیکن اس کا جواب جاننا تمہارے لئے اتنا ضروری نہیں ہے"

"مجھے بتاو کون ہو تم ؟"اس کے چہرے پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔

"کیا کرو گے جان کر؟" وہ استہزائیہ سا بولا۔

"بتادیں سر۔۔ورنہ مر جائے گا تجسس میں" اس کے ساتھ کھڑے زید نے مصنوئی تاسف سے کہا۔

"چلو تمہارے کہنے پر بتادیتا ہوں سالار غازی کے مینیجر۔" انس کے کہنے پر وہ سر نفی میں ہلاتا ہنس پڑا۔

"میرا نام جاننا چاہتے ہو نا تم؟۔۔میرا نام انس ہے۔۔انس رضا غازی"

یہ انکشاف کریم کے چودہ طبق روشن کر دینے کے لئے کافی تھا۔

"تم۔۔نمک حرام" وہ اس کا گریبان پکڑ کر اس پر جھپٹنا چاہتا تھا لیکن اس کے بندوں کی گرفت میں وہ محض پھڑ پھڑا کر رہ گیا۔

پسٹل انس کے ہاتھ میں بھی تھی لیکن اسے استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی کیوں کے زید نے پہلے ہی پستول کا بٹ کریم کے سر پر مارتے ہوئے اس گھٹنوں کے بل گرا دیا تھا۔ "میں تمہاری حقیقت سب کو بتادوں گا۔"

"اس خواہش کو تو دل میں ہی دفن کر دو۔۔ورنہ صرف ایک گولی تمہارے سر میں ماروں گا اور یہ سب ہاتھ اٹھا کر تمہاری فاتحہ پڑھ لیں گے"

ایک گھٹنا زمین پر ٹکا کر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پسٹل کی نال اس کے ماتھے پر رکھے وہ سفاکی سے بولتا وہ یوسف نہیں تھا جو دھیمی آواز میں بولتا زیادہ تر خاموش رہا کرتا تھا۔

آبادی سے ہٹ کر ویرانے میں پہاڑوں کے درمیان بنا وہ فارم ہاوس کافی خوبصورت تھا جس کے چاروں اطراف میں فل پروف سیکیورٹی تھی۔

جب اس کی گاڑی احاطے میں آکر رکی تو اسکے پیچھے اس کے گارڈز کی گاڑیاں بھی تھیں۔

"نظر رکھنا"

اپنے خاص آدمی زید کو تنبیہ کرتے ہوئے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اندرونی عمارت کی جانب بڑھ گیا۔

راہداری سے گزرتے ہوئے دائیں طرف بنی سیڑھیاں گولائی میں اوپر کی جانب جا رہی تھیں۔ دو دو سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے وہ اوپر پہنچا جہاں لاؤنج میں ہی وہ اسے دکھائی دی تھی۔

اس کے قدموں کی رفتار میں کمی آئی۔ دھڑکنوں میں اشتعال سا اٹھا۔

"مجھے یہاں بھیج کر کہاں چلے گئے تھے تم؟"

سفید لباس اور سیاہ چادر میں قید وہ اس کے مقابل آتی پریشانی سے بولی۔

"ایک کام سے گیا تھا۔" اس کا سارا غصہ ساری طراری۔ ساری انا اس لڑکی کے سامنے آتے ہی سائیڈ پر ہو جاتی تھی۔ وہ کسی کو جواب دہ نہیں تھا۔ لیکن اس کے سامنے بے بس تھا۔

"کیا آپ ٹھیک ہیں؟" اس کے گلابی چہرے کی شادابی اس وقت ماند تھی۔

"تمہیں اس سے کیا؟" وہ شکوہ کناں تھی۔

"تم تو چھوڑ کر چلے گئے تھے مجھے۔۔ پھر کیوں آئے ہو واپس؟"

"واپس آنے کے لئے ہی گیا تھا" ریشام کے سامنے ہمیشہ اس کا سر اور نگاہیں جھکی رہتی تھیں۔ لیکن آج ایسا نہیں تھا۔ وہ نگاہیں اٹھا کر اس سے بات کر رہا تھا۔

"اپنی قسمت سے راضی ہوتے ہوئے تمہیں بھلانے کی کوشش کر کے، سالار بھائی سے شادی کر رہی تھی میں لیکن پھر۔۔۔ جو سلوک میرے ساتھ میرے ہی گھر میں کیا گیا میں تمہیں بتا بھی نہیں سکتی۔۔"

"آپ کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ہر چیز سے باخبر ہوں" وہ نرمی سے بولا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کون ہے انس غازی؟" ریشام نے یاد آنے پر پوچھا۔

"اس کو بھی اسی وقت منظر عام پر آنا تھا جب سب کچھ ٹھیک ہو گیا تھا۔" اس سے استفسار کرتے ہوئے وہ آخر میں جل بھن کر بولی۔

"ہاں لیکن اسی کے وجہ سے آپ کے خونی رشتوں کی سچائی آپ پر آشکار ہوئی ہے"

"وہ شخص میرے سامنے آگیا تو میں چھوڑوں گی نہیں اسے"

"اور تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟" کافی دیر سے دل میں مچلتا سوال اس کے لبوں پر آ ہی گیا تھا۔

"تاکے آپ کو ان سے بچا سکوں"

"بچانا ہی تھا تو چھوڑ کے کیوں گئے تھے؟" اس کو وہ دکھ بھلائے نہیں بھولتا تھا۔

"ڈر گیا تھا۔۔ اگر آپ کو نگاہوں سے دور نہ کرتا تو جذبات میں آکر میں کچھ ایسے اقدام اٹھا لیتا جو اس وقت سازگار نہیں تھے۔

"تو کیا اب سازگار ہیں؟ اور یہ راتوں رات تمہارے ہاتھ کون سا خزانہ لگ گیا ہے؟"

اس کا حلیہ دیکھتے ہوئے وہ مشکوک تھی۔

انس نے ابھی تک اسی وائٹ سوئیٹ شرٹ پر جیکٹ پہن رکھی تھی۔

اس کا قیمتی لباس۔ مہنگا ہیئر کٹ ہاتھ میں قیمتی پسٹل اور موبائل فون۔

وہ کہیں سے بھی وہ یوسف نہیں لگ رہا تھا جو ہر وقت مفلسی اور غریبی کا رونا روتے رہتا تھا اس کے سامنے۔

"کہیں تمہیں۔ تمہیں انس غازی نے تو نہیں بھیجا؟" سرسراتے لہجے میں کہتی ہوئی وہ خوفزدہ سی دو قدم پیچھے ہٹی۔

"میں کسی کے کہنے پر نہیں آیا۔۔ کیا آپ بھروسہ کرتی ہیں مجھ پر؟"

اس کی آنکھوں میں سوال تھا۔ وہ تو اس سے اندھا عشق کرتی تھی اور وہ محض بھروسے کی بابت پوچھ رہا تھا۔

"کیا مجھ سے یہ بات پوچھنے کی ضرورت تھی تمہیں؟۔۔ اگر تم پر اعتبار نہ ہوتا تو کیا تمہارے ساتھ یہاں آتی؟" وہ نروٹھے سے لہجے میں بولی۔

"سالار سے شادی کرنے پر راضی ہیں آپ؟"

"مجھے کسی صورت ان سے شادی نہیں کرنی" وہ اذیت سے بولی۔

"لیکن آپ حویلی واپس گئیں تو آپ کو لازمی کرنی پڑے گی"

"مجھے نفرت ہو رہی ہے سب سے۔۔میں وہاں قدم بھی نہیں رکھنا چاہتی۔۔"

"اگر سالار سے شادی نہیں کرنا چاہتیں تو ٹھیک ہے۔۔"اس نے لمحے کا وقفے دے کر گہری سانس بھری پھر نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"مجھ سے نکاح کر لیں"

وہ آنکھیں پھیلائے بس اسے دیکھتی ہی رہ گئی تھی۔

اس نے ایک بار پہلے بھی اسے یہی کہا تھا جب ریشام نے دہل کر سینے پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔کیوں کے یوسف کی پوزیشن سے وہ اچھے سے آگاہ تھی ایک ملازم سے شادی کر لینے پر ان دونوں کو ہی مار دیا جاتا۔جب وہ اسی ڈر کے باعث انکار کر گئی تھی۔لیکن آج جب اس نے وہی بات کہی تو ریشام کو ڈر نہیں لگا تھا۔

جانے کیوں اسے لگا کے وہ اس کے زخموں کا مرہم بن کے آیا ہے۔اب کی بار اگر اس نے ہاں کر دی تو وہ اسے بچا لے گا۔اسے مرنے نہیں دے گا۔کیا دعائیں ایسے بھی مستجاب ہوا کرتی ہیں۔

لیکن کہیں اندر ایک خوف کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔"جو الزامات مجھ پر لگائے گئے ہیں کیا انھیں سچ ثابت کر دوں؟"

"انس غازی سے نکاح نہیں کیا تھا میں نے۔۔پھر بھی زندہ در گور ہونے والی تھی میں۔تم سے نکاح کر لیا تو ایک سیکنڈ کے لئے بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے مجھے"

وہ گومگو کی کیفیت میں تھی۔

"میرے نکاح میں آجائیں گی تو کسی کی ہمت نہیں ہو گی آپ کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی۔میں آپ کو حویلی نہیں بھیجوں گا دوبارہ"

ریشام کا دل سر پٹخ رہا تھا کے بس اس، شخص سے مزید سوال جواب نہ کرے۔اس کی کہی باتوں پر یقین کر لے۔

"تم پہلے اتنی ہمت دکھا دیتے تو اتنی نوبت ہی نہ آتی"اس کی ساری پریشانیوں کی وجہ آخر میں وہی شخص نکلتا تھا۔

"ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے ریشام بی بی۔۔یہ سب اسی طرح سے ہونا لکھا تھا۔

"میرا یقین کرو میں نے تمہیں کوئی تعویذ گھول کر نہیں پلائے پھر تم اتنا کیسے بدل گئے ہو یوسف؟"

ریشام کو وہ بدلا بدلا سا یوسف سمجھ نہیں آرہا تھا۔

"جو اثر آپ کی شدت سے مانگی گئی دعاوں میں تھا وہ کسی تعویذ میں نہیں ہو سکتا بھلا؟"

"ایک اور بات کہنی تھی مجھے۔۔امید ہے آپ اسے سمجھیں گی"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"پہلے آپ بتایئے۔۔کیا نکاح کے لئے راضی ہیں؟"

"میں راضی ہوں یوسف۔۔مجھے نہیں معلوم میں یہ قدم اٹھا کر ٹھیک کر رہی ہوں یا نہیں۔۔لیکن میں سالار بھائی سے شادی کر کے اس جگہ زندگی نہیں گزار سکتی جہاں مجھ پر اعتبار ہی نہیں کیا جاتا۔"

انس کو تو صرف اس کی پہلی بات ہی سنائی دی تھی۔

"جب نکاح کے وقت، میرا نام لے کر آپ کی رضامندی جاننا چاہیں تو انکار مت کیجئے گا۔۔اس کے بعد بے شک آپ مجھے قتل کر دیجئے گا۔۔"

"ایسے کیوں کہہ رہے ہو؟"وہ شدید حیران پریشان سی بولی۔

"میری التجا سمجھ لیں۔۔پہلی بار آپ سے کچھ مانگ رہا ہوں۔۔انکار کر کے میرا دل مت توڑیے گا"

"تم مجھے ڈرا رہے ہو"وہ پھر اس کے انداز سے شاکی ہوئی۔

"فلحال تو مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے"

آنے والے حالات کا جان کر وہ سچ میں متفکر تھا۔ نجانے حقیقت جان کر وہ کیسے ری ایکٹ کرے گی۔

"یوسف اتنی سیکیورٹی یہ سب؟۔۔کیا تم غیر قانونی کاموں میں ملوث تو نہیں ہو؟"

Mahira Zaynab Khan Novel

لاؤنج کی پوری دیوار گلاس کی بنی تھی۔ جہاں سے باہر کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ریشام کی نظر وہاں پڑی تو پریشانی اور کچھ مشکوک سی نظروں سے اسے دیکھا۔

"کچھ دیر میں ساری حقیقت معلوم پڑ جائے گی آپ کو۔۔ میں آپ کو نکاح سے پہلے کچھ بھی نہیں بتاوں گا"

"تم نے بھی ضد ہی لگالی ہے جانے کون سے راز چھپا رہے ہو"

"میں پھر کہہ رہا ہوں نکاح کے وقت مکر مت جایئے گا"

"میں نے ہاں کہہ دیا ہے جب ایک بار تو کیوں بچوں کی طرح بی ہیو کر رہے ہو" وہ زچ ہو چکی تھی اس کی ایک ہی تکرار سے۔

"مجھے ڈر ہے آپ مکر جائیں گی اپنی بات سے"

"جب میں اپنے منہ سے اقرار کر رہی ہوں تو پھر کیوں مکروں گی بھلا" ابرو بھینچ کر اس نے الٹا سوال کر ڈالا۔

"مجھے اعتبار نہیں۔۔ وعدہ کریں"

اس نے فون کو پسٹل والے ہاتھ میں منتقل کرتے ہوئے دوسرا ہاتھ اس کے سامنے بڑھا دیا۔

ریشام نے تنک کر اسے دیکھا۔

پھر سر جھٹک کر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"وعدہ کر رہی ہوں۔ نہیں کروں گی انکار" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ یقین سے بولی

"اس احسان کے لیے میں ساری زندگی آپ کا ممنون رہوں گا"

اس کا مومی ہاتھ ہلکا سا دباتے ہوئے اس نے چھوڑ دیا تھا۔

اس کی نگاہوں میں جگنوؤں سی چمک جل اٹھی تھی۔

"پتا نہیں کیا اثر ہو گیا ہے تمہارے دماغ پر جو اسطرح کی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو"

Mahira Zaynab Khan Novel

ریشام اس کے لئے تشویش کا شکار تھی۔اب اس کی بھی کوئی غلطی نہیں تھی۔اس نے یوسف کو ہمیشہ سنجیدہ و سپاٹ ہی دیکھا تھا۔

اب ایسے میں وہ اس سے مسکرا کر بات کرتا اس انداز سے پیش آ رہا تھا کے اس کا حیران ہونا لازمی بنتا تھا۔

اسے وہیں حیران پریشان چھوڑ کر سیڑھیاں اتر کر نیچے کی جانب بڑھتے ہوئے اس نے اسی ہاتھ کی کلائی میں بندھے سیاہ دھاگے کو چوما۔پھر سرشاری سی کیفیت میں گھر اڈرائینگ روم میں داخل ہو گیا جہاں نکاح خواں اور گواہان موجود تھے۔

وہ نظریں گھما کر اس پر تعیش سے کمرے کا جائزہ لے رہی تھی جو کافی کشادہ اور خوبصورت سا تھا۔بیڈ کے کنارے بیٹھتے ہوئے اس نے قریب پڑے اس جوڑے پر ہاتھ پھیرا جو سرخ رنگ کا خوبصورت سا دیدہ زیب تھا۔کچھ دیر پہلے ایک ادھیڑ ملازمہ وہ وہاں رکھ گئی تھی۔ریشام نے وہ زیب تن کرنے کے بجائے صرف اس کا دوپٹہ اٹھا کر سر پر اوڑھ لیا تھا۔قد آور آئینے کے سامنے کھڑی وہ خود کو دیکھ رہی تھی۔

اس کی سفید فراک کو اس بڑے سے دوپٹے نے تقریباً چھپا ہی لیا تھا۔

اس کے گھر والے یقیناً اس کی گمشدگی پر خاموش نہیں بیٹھے ہوئے ہونگے۔ان کی طرف سے ایک دھڑکا بھی اسے لگا ہوا تھا۔

وہ انھی سوچوں میں غلطاں تھی جب دروازہ کھٹکھٹا کر کسی نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔

ریشام نے دوپٹے کو چہرے پر گرا کر گھونگٹ سا نکالتے ہوئے اندر آنے کی اجازت دے دی تھی۔

جبھی زید کی ہمراہی میں نکاح خواں اور دو تین لوگ اندر داخل ہوئے۔

یوسف ان کے ساتھ نہیں تھا۔

وہ پہلے لڑکی کی رضامندی جاننے آئے تھے۔"یہاں بیٹھ جائیں بھابھی"

زید نے اسے سنگل صوفے پر بیٹھنے کو کہا تو وہ کچھ حیرانگی کی کیفیت میں اسے دیکھتی چپ چاپ بیٹھ گئی۔

زید کو وہ کئی بار حویلی آتے ہوئے دیکھ چکی تھی۔ جسے وہ سالار غازی کے مینیجر کی حیثیت سے ہی جانتی تھی۔ لیکن یہ یہاں پر کیوں تھا؟

ریشام کو کسی انجانے خطرے کی بجتی گھنٹیاں سنائی دے رہی تھیں۔ لیکن پھر بھی وہ برے خیالات کو جھٹکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اور پھر یوسف نے وعدہ کیا تھا کے وہ نکاح کے بعد سب کچھ اسے بتادے گا۔ یہی سوچ کر وہ پر سکون ہو گئی تھی۔

نکاح خواں اور باقی گواہاں تھری سیٹر صوفے پر بیٹھ گئے تھے جبکے زید رائیٹنگ ٹیبل کے پاس سے کرسی اٹھا کر ان کے قریب رکھے اس پر براجمان ہوا تو نکاح کی کاروائی شروع کی گئی۔

"ریشام غازی۔۔ ولد ضمیر غازی آپ کو انس غازی ولد رضا غازی کے نکاح میں باعوض پچاس لاکھ حق مہر سکہ رائج الوقت دیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

زید کی نظریں اس کے جھکے ہوئے سر پر تھی۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ انس نے اسے کافی ڈرا کر بھیجا تھا کے حقیقت جان کر وہ کچھ بھی ری ایکٹ کر سکتی ہے۔ خبردار رہنا۔

وہ خدشے میں گھرا تھا کے کہیں وہ انکار نہ کر دے۔ لیکن وہ تو بے جنبش تھی۔

پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اپنے گود میں دھرے ہاتھوں کو دیکھتی وہ سن بیٹھی تھی۔ اس کے ذہن جھکڑ چل رہے تھے۔

"مجھے اعتبار نہیں وعدہ کریں۔۔۔ آپ مکر تو نہیں جائیں گی؟۔۔۔ پہلی بار آپ سے کچھ مانگ رہا ہوں۔۔ میرا دل نہ توڑیئے گا۔۔۔ کیا آپ کو مجھ پر بھروسہ ہے۔۔۔ نکاح کے بعد میں آپ کو سب بتادوں گا۔۔۔ نکاح کے وقت جب میرا نام لے کر آپ کی رضا پوچھی جائے تو انکار نہ کیجئے گا۔۔" کچھ دیر پہلے کی گئی یوسف کے ساتھ گفتگو اس کے ذہن میں فلم کی طرح چل رہی تھی۔

وہ جو سمجھ رہی تھی کے یوسف کے واپس لوٹ آنے سے اب اس کے سارے زخم بھر جائیں گے۔ اپنے سگے رشتوں سے ملے دکھوں کا مداوا ہو جائے گا۔ اسے پھر کبھی رونا نہیں پڑے گا۔

لیکن آنسو ایک تواتر سے اس کی آنکھوں سے بہتے جا رہے تھے۔ وہ جیت کے بھی ہار چکی تھی۔ اپنی منزل کے اتنا قریب پہنچنے کے بعد وہ منہ کے بل نیچے گری تھی۔ جو تکلیفیں اس کے گھر والوں کی طرف سے اسے ملی تھیں اس تکلیف کے آگے تو وہ کچھ بھی نہیں تھیں۔

خاموشی سے بہت کچھ اس کے اندر ٹوٹتا چلا گیا۔ جس کی تکلیف سے اس کا دل بلبلا اٹھا تھا۔

"پہلی بار آپ سے کچھ مانگ رہا ہوں۔۔ انکار مت کیجئے گا۔۔"

"انکار مت کیجئے گا۔۔"

"انکار مت کیجئے گا۔۔"

ذہن میں ہوتی بازگشت پر اس نے سختی سے آنکھیں میچ کر کھولیں۔

اس کی لہولہان روح ماتم کناں تھی۔

لیکن پھر بھی لرزتے لبوں کے ساتھ اسے قبول کر گئی۔ اس دشمن جاں کا مان رکھ لیا تھا۔ انکار نہیں کیا تھا۔

وہ جو بھی تھا۔ اپنی ذات سے بڑھ کر اسے عزیز رہا تھا۔ ایک عرصہ اس کی محبت میں مبتلا رہی تھی۔ اس شخص کو اس نے اپنے دل میں سب سے اونچی مسند پر بٹھایا تھا۔ اس کا جو مجسمہ اس کے ذہن و دل میں تھا آج وہ شیشے کی طرح ٹوٹ کر چکنا چور ہو چکا تھا۔

ریشام غازی نے صرف اسی محبت کی خاطر اقرار کر کے اس پر پہلا اور آخری احسان کیا تھا۔

انس کو اس کی محبت پر مان تھا۔ تو اس نے اس کا بھرم رکھ لیا تھا۔

لیکن اب دل سے اس کی محبت نکلنے میں لمحہ بھی نہیں لگا تھا۔

محبت کو نفرت میں بدلنے کے لئے زیادہ وقت درکار بھی نہیں ہوتا۔ صرف لمحوں کا کھیل ہوتا ہے۔ اور بازی یوں پلٹ جاتی ہے۔

پین اس کے ہاتھ میں لرز رہا تھا۔ پھر بھی اسے جہاں جہاں سائن کرنے کو کہا گیا وہ کرتی چلی گئی۔

وہ جانتی تھی یہ نکاح نامہ نہیں اس کی موت کا پروانہ تھا۔ جواب اسے سعدین حویلی کی جانب سے ملنے والی تھی۔

وہ جب سب کے ساتھ نیچے اترا تو انس ڈرائینگ روم کے بجائے وہیں ٹہلتا ہوا دکھائی دیا۔

اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ وہ سخت بے چینی کا شکار تھا کے معلوم نہیں ریشام نے انکار کیا تھا یا اقرار۔۔

زید کی سنجیدہ شکل اسے ڈرانے کے لیے کافی تھی۔ اس میں پوچھنے کی ہمت ہی نہیں تھی۔ لیکن جب زید نے اس کے گلے لگتے ہوئے "مبارک ہو سر" کہا تو بے ساختہ وہ سن ہوا پھر اس نے شکر کا سانس بھرا۔

اور کچھ ہی دیر میں جب اس کی جانب سے ایجاب و قبول کا مرحلہ طے ہوا تو اسے یوں گمان ہوا جیسے ساری دنیا کو فتح کر لیا ہو۔

سب اس کی مٹھی میں آ گیا ہو۔ خود سے زیادہ خوش نصیب اسے آج کوئی اور نہیں لگ رہا تھا۔ اس کا جی بے ساختہ شکرانے کے نوافل ادا کرنے کو چاہا۔ سب سے مل کر مبارک باد وصول کرنے کے بعد وہ کچھ دیر وہیں ان لوگوں کے پاس بیٹھا رہا جو اس کے نکاح میں شریک ہوئے تھے۔

انھیں رخصت کر کے جب وہ روم میں داخل ہوا تو اسے دیکھتا جہاں کا تہاں رہ گیا تھا۔ سرخ دوپٹے میں اس کا چاند چہرہ اس وقت پتھریلے تاثرات سے سجا تھا اس کی بھیگی آنکھیں۔ سرخ پڑتی ناک۔ اور سختی سے پیوست ہوئے لب۔۔

اس کا انداز اس سمے بہت بھاری پڑ رہا تھا انس پر۔

وہ ابھی تک اسی صوفے پر بے حس و حرکت بیٹھی تھی۔ بس فرق صرف اتنا تھا کے کچھ دیر پہلے کیا گیا گھونگٹ موجود نہیں تھا۔ انس کا دل کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔

وہ ندامت سے چلتا ہوا آ کر اس کے پاس رکا۔ ریشام نے سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اس کی جانب۔ وہ وہیں کھڑا اس کے جھکے سر کو دیکھا رہا۔

کچھ ساعتیں گزریں۔ لیکن اس کی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ تو وہ دونوں گھٹنے زمین پر ٹیکتے ہوئے اس کے پاس بیٹھ گیا۔ کسی مجرم کی طرح۔ وہ خود کے لئے خوش تھا۔ جو اس نے چاہا اسے پا لیا تھا۔

لیکن ساتھ ہی اس لڑکی کے لئے بھی افسردہ تھا جو اس کے دھوکے کے باعث سخت بدگمانی کا شکار تھی۔

وہ جانتا تھا اس کا جرم کتنا سنگین ہے۔اسے اندازہ تھا کے اس کی سزا کتنی کڑی ہونے والی ہے۔وہ پھر بھی اس سزا کو سننے کے لئے منتظر تھا۔

وہ چاہتا تھا کے وہ اس پر چیخے چلائے اسے برا بھلا کہے۔بددعائیں دے۔۔

لیکن وہ پیوست لب بیٹھی تھی۔صرف آنسو تھے جو بہے جا رہے تھے۔

اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کے اسے مخاطب کرتا۔

"تم نے کبھی بتایا ہی نہیں مجھے کے اتنی نفرت کرتے ہو مجھ سے"

اس کی بھیگی نظروں نے اس کے چہرے کو دیکھا جس پر ندامت رقم تھی۔

"ایک بار کہہ دیتے کے نہیں کرتے مجھ سے محبت۔۔میں پیچھے ہٹ جاتی۔۔دوبارہ تمہاری راہ میں نہ آتی۔۔اس طرح سے بدلہ کیوں لیا تم نے مجھ سے؟میری محبت تم پر اتنی ناگوار گزری تھی کے تم نے مجھ سے اسے چھین ہی لیا؟۔۔"

"ساری دنیا کو چھوڑ کر تم پر بھروسہ کیا تھا۔۔اور تم نے ہی مجھے دھوکا دیا۔۔میرے گھر والوں نے صرف مجھ ہر الزامات لگائے تھے۔اور تم نے ان الزامات کو سچ ثابت کروا دیا۔۔اس نکاح کے بعد تمہیں معلوم ہے میری کیا حیثیت رہ جائے گی میرے گھر میں؟"

"ریشام پلیز میری بات سنیں۔۔"

اس کے آنسو انس کے دل پر تیر کی طرح لگ رہے تھے۔وہ ملتجی لہجے میں بولا۔

لیکن ریشام کو اس کا مخاطب کرنا ہی کانٹوں کی چبھن سے دوچار کر گیا۔

اسے پتا ہی نہیں چلا کے کب اس کا ہاتھ انس پر اٹھا۔

کمرے کی پراسرار خاموشی میں اس تھپڑ کی گونج در و دیوار سے ٹکرائی تھی۔

"مار دیا ہے تم نے ریشام کو۔۔ زندہ در گور کر دیا ہے اسے۔۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کے تم مجھے اتنا بڑا دھوکا دو گے"

اس تھپڑ کے جواب میں اس نے کچھ نہیں کہا۔ کیوں کے وہ جانتا تھا جس تکلیف و قرب سے وہ گزر رہی ہے اس کے آگے تو وہ کچھ بھی نہیں۔

"میں اعتراف کرتا ہوں کے مجرم ہوں آپ کا لیکن۔۔ لیکن میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں تھا۔۔ آپ کو کھونا نہیں چاہتا تھا"

"تم نے مجھے کھو دیا ہے یوسف۔۔ میری زات کو تم نے مٹی کے ذروں میں تبدیل کر دیا ہے۔۔"

"میں سب ٹھیک کر دوں گا"

"کچھ ٹھیک نہیں کر سکتے تم۔۔ کچھ بھی نہیں"

وہ وہاں سے اٹھ جانا چاہتی تھی لیکن بے بس تھی کیوں کے وہ اس کی راہ میں ہی تو بیٹھا۔

"مجھے آنا ہی نہیں چاہئے تھا تمہارے ساتھ۔۔" چہرہ ہاتھوں میں چھپائے وہ بری طرح روتی رہی۔ انس نے اسے خاموش کروانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ وہ چاہتا تھا کے وہ اچھے سے رو لے تا کے اس کے دل کا غبار نکل جائے۔ وہ لب بھینچے اسے دیکھتا رہا۔

"بتاو مجھے کیوں کیا تم نے میرے ساتھ ایسا؟ کیا میں ہی ملی تھی تمہیں؟

تھوڑی ہی دیر بعد اس نے سخت اشتعال میں آتے ہوئے ایک اور تھپڑ انس کے منہ پر دے مارا۔ جس کے لئے وہ قطعی تیار نہیں تھا۔

"دو تھپڑ مار چکی ہیں آپ۔۔ جو میرے کئے گئے دھوکے کے لئے کافی ہیں۔۔ اب اگر آپ نے تیسری بار مجھ پر ہاتھ اٹھایا تو یہ سراسر زیادتی ہو گی میرے ساتھ" وہ پیشانی پر بل ڈالے بولا۔

"جو تم نے میرے ساتھ کیا ہے اس کے جواب میں تو یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ حویلی چھوڑ کے آو مجھے واپس۔۔ میں سب کو تمہاری حقیقت بتا دوں گی کے کیسے تم نے مجھے ٹریپ کر کے نکاح کیا ہے" انگلی اٹھا کر وہ سختی سے بولی۔

"یہاں آنے سے پہلے آپ کو بتا چکا تھا کے نکاح ہو جانے کے بعد آپ کو دوبارہ حویلی نہیں بھیجوں گا"

"تم کون ہوتے ہو اس کا فیصلہ کرنے والے؟" وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔

"آپ کا مجازی خدا" نچلا لب دبائے اس کا لہجہ معنی خیزی سے لئے ہوئے تھا۔

"جسٹ شٹ اپ۔۔کچھ نہیں لگتے تم میرے"

"قبول کر کے مکر رہی ہیں۔۔حالانکے وعدہ کیا تھا آپ نے کے نہیں مکریں گی اپنی بات سے"

"میرا دل چاہ رہا ہے میں تمہاری جان لے لوں" انس کا وجود اس وقت اتنا ناگوار گزر رہا تھا اس پر کے بس میں ہوتا تو اس کا گلہ ہی دبا دیتی۔

اس کا لہجہ زہر میں بجھا ہوا تھا۔انس نے بنا کچھ کہے چپ چاپ پشت سے اپنی پسٹل نکال کر اس کی جانب بڑھا دی۔

"ابھی مرنا نہیں چاہتا۔۔کافی کچھ حساب بے باق کرنے ہیں۔۔لیکن آپ مجھے مزید سانس لیتے ہوئے نہیں دیکھ سکتیں تو بے شک مار دیں مجھے"

ریشام نے بس ایک نظر ہی دیکھا تھا اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو۔

پھر انس کے اندازے کے عین مطابق وہ پسٹل جھپٹ کر اٹھالی

اس کے کپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے بخوبی اندازہ ہو رہا تھا کے اس قسم کی چیز اس نے پہلی بار ہاتھ میں اٹھائی ہے۔

وہ پھر بھی ڈر و خوف کا شکار نہیں ہوا تھا نہ ہی اس کے سکون میں کمی آئی تھی۔وہ اب بھی اس کے سامنے ویسے ہی بیٹھا تھا۔

اس نے پسٹل کا رخ اس کی پیشانی کی جانب کر دیا تھا۔

پسٹل اس کے ہاتھ میں تھی۔اور مجرم اس کے سامنے گھٹنے ٹیکے بیٹھا تھا۔

شروع سے لے کر ابھی تک کا عرصہ اس کے ذہن میں ابھر کر معدوم ہونے لگا۔اس کے جان سے عزیز خونی رشتوں کے چہرے۔ان کی بے اعتباری۔یوسف کا دھوکا سب کچھ اس کے دماغ میں گڈ مڈ ہوتا جا رہا تھا۔

آخر میں اسے صرف اتنا یاد رہا کے سامنے موجود وہ شخص اس کا کچھ بھی نہیں لگتا۔وہ صرف اس کا گنہگار ہے جس نے اس کے اعتبار کا فائدہ اٹھا کر اسے دھوکے میں رکھا۔پھر اس نے لمحہ بھی صرف نہیں کیا تھا ٹریگر پر رکھی انگلی کو دبانے میں۔

ایک کلک کی ارتعاش جہاں گھٹنوں کے بل بیٹھے یوسف کو ساکت کر گئی تھی وہیں ریشام کی آنکھیں بھی حیرانگی سے پھیلیں۔

نفی میں سر ہلاتا وہ جھٹکے سے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔چہرے پر ہاتھ رکھے بے یقینی سے اسے دیکھنے کے بعد وہ کبھی گلاس وال کے پاس جاتا تو کبھی پھر ریشام کو دیکھتا۔وہ بے یقین تھا۔سخت بے یقین!!

چہرے سے وہ سخت ناخوش بھی لگتا تھا۔

"اگر میگزین خالی نہ ہوتا تو آپ نے تو مجھے سچ میں جان سے مار دینا تھا"

وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کے وہ غصے میں اس حد تک بھی جا سکتی ہے۔

ریشام نے حیرانگی سے کئی بار ٹریگر کو دبایا۔جب اسے یقین ہو گیا کے وہ گولیوں سے خالی پسٹل ہے تو اس کی سر سے لگی پیر پر بجھی۔

کینہ طور نظروں سے گھورتی ہوئی وہ اٹھی۔

"پھر دھوکا دیا تم نے مجھے!"

غصے میں سرخ ہوتی اس نے خالی پسٹل اس پر ہی پھینک ماری تھی جسے خود سے بچانے کی کوشش میں اس نے پکڑ تو لیا تھا لیکن پھر بھی وہ کافی زور سے اس کی پیشانی پر لگی تھی۔

جہاں سے اب خون کی بوندیں تیزی سے نمودار ہونا شروع ہو چکی تھیں۔

"اتنی تشدد پسند کب سے ہو گئیں آپ؟"

ہتھیلی کو پیشانی پر سختی سے جماتے ہوئے وہ تاسف سے بولا۔

"جب سے تمہارا اصل چہرہ دیکھا ہے"

زہر خند لہجے میں کہتی وہ وہاں سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے پہنچی پھر راہداری سے نکل کر باہر آ گئی۔ جہاں دو اسٹیپس نیچے اترنے کے بعد پورچ تھا۔ وہ وہیں رک گئی۔ زید کے پاس۔

جو فون پر کسی سے بات کرنے میں مصروف تھا۔ ریشام کو وہاں دیکھا تو بری طرح حیران ہوا۔

"تم سالار بھائی کے مینجر تھے۔۔ تم بھی ملے ہوئے تھے اس کے ساتھ؟"

اب کے اس کے زیر عتاب وہ آیا تھا۔

"ایسی بات نہیں بھابھی۔۔ اصل میں۔۔ میں انس سر کا دوست ہوں" وہ باوجود کوشش کے اپنے لہجے ہی لڑکھڑاہٹ پر قابو نہیں پا پایا تھا۔

"دوست ہو تو پھر اسے سر کیوں کہہ رہے ہو؟"

لیکن وہ ریشام کے پیچھے کھڑے انس کو دیکھ رہا تھا جس نے لبوں پر شہادت کی انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر دو انگلیوں سے وہاں سے نو دو گیارہ ہو جانے کا عندیہ دیا۔

"مجھ سے پوچھ لیں میں بتا دیتا ہوں۔۔"

زید کے وہاں سے نکلتے ہی وہ گھوم کر اس کے سامنے آیا۔

"صرف زید ہی نہیں۔۔ آپ کی حویلی میں زیادہ تر ملازم میرے ہی حکم کے مطابق چلتے ہیں"

"اور گارڈز؟" ریشام کو سخت ناگوار گزر رہا تھا اس کا اتنا پر سکون انداز۔

"وہ بھی میرے ہی لیے کام کرتے ہیں"

"اور کس کو خریدا ہوا ہے تم نے یہ بھی بتا دو"

"اب ہر بات تو نہیں بتائی جا سکتی۔۔ کچھ باتوں کا راز رہنا ہی بہتر ہوتا ہے"

"کاش تمہارا راز بھی کبھی نہ کھلتا مجھ پر۔۔ تم انتہائی گرے ہوئے انسان ہو"

اس کی جانب سے رخ موڑ کر وہ بڑے سے مین گیٹ کو دیکھنے لگی جہاں کافی سارے گارڈز چوکنے ہوئے کھڑے پہرا دے رہے تھے۔ قریب ہی دو تین نسلی کتے بھی موٹی سی زنجیر سے بندھے ہوئے تھے۔

"انس غازی کو ایک دنیا سلام کرتی ہے۔۔ اور آپ نا صرف مجھے تھپڑوں سے نواز چکی ہے اوپر سے مسلسل مجھے ڈس ریسپیکٹ بھی کر رہی ہیں"

"تم اس سے کہی زیادہ ڈیزرو کرتے ہو۔۔"

تلخی سے کہتے ہوئے اس کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ کے کس طرح وہاں سے نکلا جائے۔

"جب میرے گھر والوں پر تمہاری حقیقت کھلے گی نا تب تمہیں سمجھ آئے گا کے غازی خاندان سے دشمنی پالنا کتنا مہنگا پڑ سکتا ہے"

"میں بھی اسی خاندان کا چشم و چراغ ہوں۔۔ میری رگوں میں بھی وہی خون دوڑ رہا ہے۔۔ ان کے لئے بہتر یہی ہو گا کے مجھ سے دشمنی نہ پالیں۔۔ میں اپنے حریفوں پر رحم نہیں کھایا کرتا"

"انتہائی زہر لگ رہے ہو انس غازی بن کر"

"آپ ابھی تک انس سے ملی ہی کہاں ہیں؟ آپ کے لئے تو میں ابھی بھی یوسف ہی بنا ہوا ہوں۔۔ انس سے مل لیتی تو شاید آپ کو میں زہر سے بھی بدتر لگنے لگ جاتا"

"اچھا تمہارا وہ روپ دیکھنا باقی ہے کیا ابھی؟" وہ طنزیہ مسکراہٹ سے بولی۔

"بلکل۔۔ لیکن آپ اسے دیکھنے کی خواہش نہ ہی کریں تو بہتر ہو گا۔۔ کافی سفاک ہے وہ۔۔"

"کیا رشتہ ہے تمہارا حویلی سے؟۔۔ خود کو غازی کیوں کہتے ہو تم؟" آنکھوں میں تپش لئے وہ پوچھ بیٹھی۔

"میں کزن ہوں آپ کا۔۔ سگا نہ سہی سوتیلا ہی سہی"

"میرے کزن؟"

"جب آپ اپنے دادا جان سے میری شکایتیں لگائیں گی تو تب ان سے پوچھئے گا"

"تم میرے دادا پر الزام لگا رہے ہو" اس کا غصہ پھر عود کے آیا۔

"الزام لگانا میری فطرت نہیں ہے ریشام بی بی۔۔ ویسے یہاں سے بھاگنے کی جو ترکیبیں آپ بنا رہی ہیں ان سے باز آجائیں تو بہتر ہے۔۔ یہاں سے نکلنا اتنا آسان نہیں ہے" کیا وہ اس کی سوچ تک رسائی رکھتا تھا؟

"تم مجھے یہاں قید کے نہیں رکھ سکتے۔۔" وہ بپھر کر بولی

"یہ قید نہیں ہے۔۔ اگر آپ سمجھیں تو۔۔"

"کچھ نہیں سمجھنا مجھے۔۔ جان چھوڑو میری۔۔"

دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑتی وہ وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔

بے بسی کے مارے پھر اس کی سیاہ آنکھیں شفاف پانیوں سے بھرنے لگی تھیں۔

"آپ واپس روم میں چلی جائیں۔۔ یہاں نہ بیٹھیں"

تیز خنک ہواؤں کے پیش نظر وہ نرمی سے بولا۔

کیوں کے وہ بغیر کسی گرم کپڑوں کے ابھی بھی صرف وہ سرخ دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھی۔

"تم مجھے آرڈر نہیں کر سکتے"

"کیا آپ ابھی بھی مجھے اپنا ملازم سمجھ رہی ہیں؟"

"ملازم تو میں نے تمہیں اس وقت بھی نہیں سمجھا تھا جب تم ایک ملازم کی حیثیت سے حویلی میں داخل ہوئے تھے" شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھتی وہ کیا کچھ جتا گئی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"یہی آپ کی سب سے بڑی غلطی تھی۔۔"

"تم سارے الزام میرے سر پہ ڈال کے بری الذمہ نہیں ہو سکتے"

"بھوک تو لگ رہی ہو گی آپ کو۔۔ کھانا کھائیں گی؟"

"زہر کھلا دو" اچانک ہی موضوع بدل دینے پر اسے گھورتے ہوئے اس نے تپ کر کہا۔

"وہ تو اس وقت دستیاب نہیں ہے"

اس نے بے چارگی سے کہا تو ریشام ایک تیز نظر اس پر ڈالتی ہوئی وہاں سے اٹھ کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔

بے ساختہ مسکراہٹ دباتے ہوئے وہ اسی جگہ بیٹھ گیا تھا جہاں سے وہ اٹھ کر گئی تھی۔

سعدین حویلی کی در و دیواریں ماتم کناں تھیں۔ وہاں سوگ کا سماں تھا۔

جبھی وہ تیز قدموں سے چلتا وہاں آیا۔

"انس غازی نے ہی اغواء کیا ہے اسے"

اس کے اتنے وثوق سے کہتے پر سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"تمہیں کیسے معلوم؟" عبیر نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"ابھی پولیس کے پاس سے ہی ہو کر آ رہا ہوں"

"جب پولیس کو معلوم ہے تو پھر اس تک پہنچنا آسان ہو گا" وہاج غازی کے کہنے پر سالار نے نفی میں سر ہلایا۔

"یہ ممکن نہیں۔۔ پولیس خود اسے پروٹیکشن دے رہی ہے۔۔ سب کو اپنے ساتھ ملا رکھا ہے اس نے"

"کب تک چھپے گا۔۔ کبھی تو منظر عام پر آئے گا ہی" عبیر کے لہجے میں سنگینی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"تو کیا جب تک ہم ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھے رہیں گے؟ وہ میری بیٹی ہے جس کو اس نے قید کر کے رکھا ہوا ہے" ضمیر غازی غصے سے بولے۔ اپنی بیٹی کی بازیابی کے لئے وہ کچھ بھی کر سکتے تھے۔

"اسے ریشام کے علاوہ کسی سے سروکار نہیں ہے۔۔ ورنہ ضرور اپنا مطالبہ پیش کرتا۔" عبیر کا اندازہ ٹھیک تھا۔ کیوں کے صبح سے اس کی طرف سے کوئی رابطہ نہیں کیا گیا تھا۔

"یوں بھی تو ہو سکتا ہے کے ریشام اپنی مرضی سے اس کے ساتھ گئی ہو"

"وہ جب اسے جانتی ہی نہیں تو اس کے ساتھ کیوں جائے گی؟ فضول بات نہ کرو سالار" عبیر نے اسے سختی سے ٹوکا۔

"میں صرف تصویر کا دوسرا رخ دکھا رہا تھا"

اس بے فوراً ہی اپنی بات کی وضاحت کی۔ لیکن پھر بھی سب کو سخت ناگوار گزری تھی اس کی بات۔

وہ صبح کی گھر سے نکلی ہوئی تھی۔ باہر گہری کالی رات اپنے ڈیرے جما چکی تھی۔ گھڑی کی سوئیاں ڈیڑھ کے ہندسے پر پہنچ چکی تھیں۔

جیسے جیسے وقت بڑھتا جا رہا تھا ویسے ویسے اسے ہول اٹھ رہے تھے۔ کسی بھی طرح اسے صبح سے پہلے یہاں سے نکلنا تھا۔

لیکن پہرا اتنا سخت تھا کے وہ بھاگنے کا سوچ بھی نہیں سختی تھی۔

صرف ایک ہی طریقہ تھا وہاں سے نکلنے کا۔

کسی طرح انس کو راضی کر لیا جاتا۔ لیکن وہ تو جیسے اس موضوع پر کچھ سننے کو تیار ہی نہیں تھا۔

لیکن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے بھی تو کچھ نہیں ہونے والا تھا۔

ایک ناپسندیدہ فیصلہ کر کے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

اسے نہیں معلوم تھا کے وہ اس وقت کہاں پر ہو گا۔ پھر بھی اس کی تلاش میں کمرے سے نکل کر راہداری میں آئی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

طائرانہ سی نگاہ یہاں وہاں ڈالتے ہوئے سیدھی چل رہی تھی۔ سمجھ نہیں آرہا تھا کے کون سا راستہ کہاں پر جارہا ہے۔ وہ سیڑھیاں اترنے لگی تھی جبھی بے ارادہ سی نگاہ بڑی سی گلاس وال سے باہر نظر آتے منظر پر پڑی۔

ریشام اسی طرف آگئی تھی۔ جہاں سے باہر لان اور پورچ دکھائی دے رہا تھا۔

ایک آدمی کو گردن سے پکڑے۔ پسٹل کی نال سختی سے اس کے سر پر رکھے وہ کوئی اور نہیں انس ہی تھا۔ جو سفاکی سے کہتے ہوئے جانے اس سے کیا باز پرس کر رہا تھا۔ آواز اسے سنائی نہیں دے رہی تھی۔

اپنی اپنی گنز لوڈ کئے کچھ گارڈز انس کے پیچھے ہی کھڑے تھے اسے بیک دینے کے لئے۔

وہ ڈر کے بے ساختہ پیچھے ہٹی۔ یہ یوسف اس کے لئے اجنبی تھا۔

جبھی باہر گولیاں چلنے کی آواز آئی تو اس نے خوف سے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ اس کا دل سوکھے پتے کی طرح لرز رہا تھا۔

کیا اس کا یوسف قاتل بھی تھا؟

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے ہی دھیان میں روم کی طرف جارہا تھا۔ جب ریشام کو وہاں کھڑے دیکھا تو تیزی سے اس کے پاس پہنچا۔

"ریشام۔۔ آپ ٹھیک ہیں؟" اس کے انداز حد درجہ فکر مند تھا۔

"مجھے میرے گھر جانے دو یوسف۔۔ خدا کے لئے مجھے یہاں سے جانے دو"

اس کے بازو پر پیشانی ٹکائے وہ بری طرح روتی ایک ہی گردان کئے جارہی تھی۔

انس نے کرب سے آنکھیں بند کرتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

اس کی خواہش پوری کرنا اس کے بس میں نہیں تھا۔ وہ دوبارہ اسے وہاں بھیجنے کا روادار نہیں تھا۔ لیکن اس کا رونا بھی اس کی برداشت سے باہر تھا۔

وہ کینہ طوز نظروں سے اس کی پشت کو گھور رہی تھی جو فون کان سے لگائے گلاس وال کے پاس کھڑا جانے کس سے محو گفتگو تھا۔

اس کی نظروں کا ارتکاز محسوس کر کے پلٹا تو وہ ابھی بھی پر تپش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

زیر لب مسکراتے ہوئے اس نے فون بند کر کے جیکٹ کی جیب میں ڈالا۔ پھر اس کے نزدیک چلا آیا جو بیڈ پر بیٹھی تھی۔

"اگر میں آپ کی بات مان لوں تو بدلے میں مجھے کیا ملے گا؟"

"بدلے میں تمہیں صرف موت ملے گی۔۔اس سے زیادہ کی توقع تم رکھنا بھی مت"

"آلرائٹ۔۔میرے خیال سے آپ کا موڈ نہیں ہے گھر واپس جانے کا۔۔"

وہ سمجھنے والے انداز میں سر ہلاتا وہاں سے پلٹ کر جانے لگا تھا جب وہ ہڑبڑا کر اٹھتے ہوئے اسے پکار گئی۔

"یوسف۔۔"

وہ رک گیا تھا۔ پھر پلٹ کر دوبارہ اس کو دیکھا جو تذبذب کا شکار لگ رہی تھی۔

"تم مجھے ابھی حویلی لے چلو میں دادا جان سے تمہاری سفارش کر دوں گی کے تمہیں کم سے کم سزا دیں"

"مجھے کسی اور سے نہیں آپ سے بدلہ چاہئے"

"کیسا بدلہ؟"

"اگر کسی نے آپ پر اس نکاح کو ختم کرنے کا دباؤ ڈالا تو آپ میرے حق میں فیصلہ دیں گی۔۔مجھے صرف اتنی ضمانت چاہئے"

"دل تو کر رہا ہے ضمانت کے طور پر چار تھپڑ اور مار دوں تمہیں"

"میں اس پر بھی راضی ہوں۔۔"

"کسی غلط فہمی میں نہ رہنا۔۔میں خود پہلی فرصت میں تم سے طلاق لوں گی"

"اگر آپ کا یہی ارادہ تھا تو آپ کو مجھے بتانا نہیں چاہئے تھا۔ ہو سکتا ہے کے میرا پھر موڈ بدل جائے آپ کو گھر واپس بھیجنے کا"

"تم مجھے صرف ایک فون کرنے دو میرے گھر پر۔۔وہ لوگ مجھے خود ہی یہاں سے لے جائیں گے"

Mahira Zaynab Khan Novel

"میرے گھر میں آکر میرے سامنے آپ کو لے جانا اتنا آسان نہیں ہوگا ان کے لئے۔۔اگر آپ کے گھر کا کوئی ایک فرد بھی اس علاقے میں دکھائی بھی دیا تو میرے بندے ایک سیکنڈ ضائع نہیں کریں گے اسے گولی مارنے میں"

وہ سنگین لہجے میں اسے باور کروا رہا تھا اور وہ سوچ رہی تھی کے جانے کس دہشت گرد کے پاس پھنس گئی تھی۔

"تمہیں جو ضمانت چاہیے تم لے لو مجھ سے۔۔چاہے تو بلینک پیپر پر سائن کروالو۔۔لیکن مجھے میرے گھر جانے دو بس"

وہاں سے نکلنے کے لئے وہ کچھ بھی کر سکتی تھی۔بس ایک بار حویلی پہنچ جاتی اس کے بعد تو وہ اس کی شکل بھی نہ دیکھتی زندگی بھر۔

جبھی ایک محفوظ سی مسکراہٹ سے اسے دیکھتے ہوئے انس نے سائیڈ ٹیبل کی ڈراسے ایک نوٹ پیڈ اور پین نکال کر اس کی جانب بڑھا دیا تھا۔

"تم سچ میں بلینک پیپر پر سائن کرواؤ گے مجھ سے؟" وہ شاکی ہوئی۔

"آپ نے خود پیشکش کی تھی" اس نے شانے اچکا کر کہا۔

"میں نے پیشکش کی اور تمہیں موقع مل گیا فائدہ اٹھانے کا"

اسے گھورتے ہوئے نوٹ پیڈ اور پین اس کے ہاتھ سے جھپٹتے ہوئے اس نے ایک خالی صفحے پر اپنے سائن کئے پھر نوٹ پیڈ کو بیڈ پر پھینک دیا۔

"چلو اب۔۔"

"کھانا بجھوا رہا ہوں آپ کے لئے وہ کھالیں پھر چلتے ہیں"

"یوسف پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے۔۔تم مزید وقت ضائع کر رہے ہو"

"گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے وہ ضبط سے بولی۔

"آپ کو میری بات ماننی پڑے گی ورنہ میں اپنا ارادہ بدل بھی سکتا ہوں"

اس کی بڑھتی فرمائشوں پر وہ خون کے گھونٹ بھرنے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کے انس نے اس کے بات مان لی ہے۔اور وہ خود اسے حویلی واپس چھوڑنے جارہا ہے۔

"آپ کپڑے بدل لیں بی بی"

ایک ٹرے میں اس کے لئے کھانا لے کر آتی ملازمہ نے اسے کہا۔ صبح سے زیب تن کیا ہوا اس کا سفید لباس اب کافی ملگجا سا ہو چکا تھا۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں ایسے ہی۔۔ویسے بھی میرے پاس اور کپڑے نہیں ہیں۔

وہ انکار کر گئی تھی۔اور وہ کونسا اپنے ساتھ جوڑے کے کر آئی تھی جو چینج کر لیتی۔

اس نے پانی کا گلاس اٹھا کر ابھی لبوں سے لگایا ہی تھا جبھی اس نے وارڈ کھول کر کچھ دیکھنا شروع کر دیا۔

ریشام پانی پینا بھول کر اسی جانب دیکھ رہی تھی جہاں ایک ترتیب سے کافی سارے قیمتی ڈیزائنر ڈریسز لٹکے ہوئے تھے۔

"انس صاحب نے کہا تھا کے یہ پہن لیں"

ایک شیشے کے کام سے مزین بھاری سا مہرون رنگ کا جوڑا لئے وہ اس کے پاس آکر بولی۔

"تمہارے صاحب کیا مجھے مکلاوے کی دلہن بنا کر چھوڑنے جارہے ہیں؟۔۔اسے لے جا کر واپس رکھو اور جو سب سے ہلکا اور سادہ ڈریس ہے وہ لے آو"

ریشام کے کہنے پر وہ سر ہلاتی واپس چلی گئی۔کافی تلاش و بسیار کے بعد گہرے نیلے رنگ کا جوڑا نکال لائی جو سو بر سا تھا۔وہ پھر بھی ٹھیک تھا۔

دو چار لقمے لے کر اس نے ٹرے پرے کھسکا دی تھی۔

پھر جلدی سے کپڑے چینج کرنے کے بعد بالوں میں برش پھیر کر ان کا میسی سا جوڑا بنایا۔اور شانے پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر سر پر اوڑھا۔

اپنی سیادہ چادر کی تلاش میں نظریں دوڑائیں تو وہ اسے کہیں دکھائی نہیں دی۔ یقیناً وہ ملازمہ اس کے اتارے ہوئے کپڑوں کے ساتھ وہ چادر بھی لے گئی تھی۔

وہ باہر جا کر چادر واپس منگوانے کا سوچ ہی رہی تھی پھر خیال جھٹک کر وارڈروب کے پاس چلی آئی۔

جیسے ہی ایک پٹ کھولا سامنے ہر رنگ کے ملبوسات کی بہار اسے نظر آئی۔ نیچے کچھ شوز اور سلیپرز وغیرہ پڑے تھے۔

اس کے آنے سے پہلے ہی اس کے لئے ساری تیاری کر کے رکھی گئی تھی۔

ریشام نے دوسرا پٹ کھولا تو اس میں انس کے کچھ کپڑے موجود تھے۔ یقیناً وہ خود بھی اس فارم ہاوس پر کبھی کبھار رہا کرتا ہو گا۔

ریشام کا دل تو نہیں چاہ رہا تھا لیکن بحالت مجبوری میں وہ براون کلر کی گرم شال اس نے اٹھا کر اوڑھ لی تھی جو اتنی بڑی تھی کے سر پر اوڑھنے کے باوجود بھی وہ اس میں پوری چھپ گئی تھی۔

پھر جب وہ پورٹیکو میں آئی تو اسے خود کا منتظر پایا۔ جو سیاہ رنگ کی شلوار قمیض زیب تن کیے نکھرا ستھرا سا کھڑا تھا۔

اس کے اونچے قد پر وہ رنگ جچتا بھی خوب تھا۔ جب یوسف بن کے رہتا تھا تو تب اتنی توجہ نہیں دیا کرتا تھا خود پر۔ لیکن ابھی تو اس کی وجاہت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

اس کی جانب آتی ریشام نے جب اسے دیکھا تو قدموں میں سستی در آئی۔

نا جانے کیوں اس کے اتنے ظلم کے بعد بھی اس کا دل انس کی راہ میں ہی رل جانے کو مچل رہا تھا۔ جس کی طرف سے اس نے سختی سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔

"میں چاہتا تھا آپ میرے رنگ میں رنگ کر اپنے گھر واپس جائیں۔۔"

شاید وہ اسے مہرون والا جوڑے بھیجنے کی بابت بتا رہا تھا۔

"خیر یہ بھی ٹھیک ہے"

وہ تو اپنی شال اس کے قبضے میں دیکھ کر ہی خوش ہو گیا تھا۔ اس کی بائیں آنکھ سے کچھ اوپر لگی سفید بینڈیج کو دیکھ کر اس کا لمحے کو افسوس سے بھر گیا تھا۔

"واپسی پر دے دوں گی۔"لیکن جب بولی تو انداز اکھڑا ہوا ہی تھا۔

"ریشام۔۔"اس نے بھاری لہجے میں اسے پکارا۔ جس کی دھڑکنیں اس کی آواز پر ہی مدھم پڑنے لگی تھیں۔"ارادہ نہیں تھا میرا بلکل بھی آپ کو یہاں لانے کے بعد واپس بھیجنے کا۔۔ صرف آپ کے مجبور کرنے پر آپ کی خاطر یہ کر رہا ہوں"

"تو کیا چاہتے ہو اب تم اس کے لئے؟"اس نے بیزاری سے پوچھا۔

"میں بتا چکا ہوں آپ کو۔۔۔ میں آپ کا خیال کر رہا ہوں تو۔۔ آپ بھی میرا خیال کیجئے گا"

"مجھے ریشام سننے کی عادت نہیں ہے۔۔ مجھے ریشام بی بی ہی کہا کرو"اس کی معنی خیز سی التجا کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ سخت لہجے میں بولی۔

"جو آپ کا حکم۔۔"

یوسف نے اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اس کے لئے فرنٹ ڈور کھول دیا تھا۔

مسجدوں سے فجر کی اذانوں کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ سعدین حویلی کے مکینوں کی ساری رات آنکھوں میں کٹی تھی۔

کچھ دیر میں سورج نمودار ہو جانا تھا۔ جس کے ساتھ ہی اس حویلی کی برسوں کی عزت اور ساکھ مٹی میں مل جاتی۔

ریشام کے اغواء کو کئی گھنٹے بیت چکے تھے۔ جس کا سراغ لگانے کی سر توڑ کوشش کرنے کے بعد بھی وہ ناکام ہی نظر آ رہے تھے۔

سعادت غازی کو ریشام کی گمشدگی سے زیادہ اپنی انا اور غرور کی فکر تھی۔ آج تک کسی کی ہمت نہیں ہوئی تھی ان نے نگاہ اٹھا کر بات کرنے

کی۔

لیکن ریشام کی بدولت اب وہ انھی لوگوں کی طنزیہ باتیں سننے والے تھے۔ ان کی شان رتبہ سب زمین بوس ہونے والا تھا۔

بیٹھک میں ان کے تینوں بیٹے ان کی دلجوئی کرنے کی پوری کوشش کر رہے تھے۔انھیں یقین دہانی کروا رہے تھے کے اس شخص کو وہ نشان عبرت بنادیں گے جس نے غازیوں کی بیٹی کو اغوا کر کے ان کی غیرت کو للکارا ہے۔

دو ملازم بھاگتے ہوئے وہاں داخل ہوئے۔

"بڑے صاحب۔۔"ان کے سانس پھولے ہوئے تھے جیسے کافی دور سے بھاگتے ہوئے آرہے ہوں۔اور انداز ایسا تھا جیسے جانے کیا حیرت انگیز چیز ان کی آنکھوں نے دیکھ لی ہو۔

"کیا ہوا ہے؟"وہاج غازی نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"وہ۔۔یوسف آیا ہے"

"کیا وہ پہلی بار یہاں آیا ہے جو اس طرح سے خبر دے رہے ہو"اس بار وجاہت غازی سے ناگواری سے کڑے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں بڑے صاحب۔۔وہ اکیلا نہیں آیا ہے۔۔اس کے ساتھ کافی سارے گارڈز اور پولیس بھی ہے۔۔"

اب کے ان کے چہروں کے رنگ بدلے تھے۔بے ساختہ سب نے ایک دوسرے کے متغیر چہرے دیکھے۔

"اور ساتھ میں۔۔"

"کون ہے ساتھ میں؟"ضمیر غازی کا انداز لرز رہا تھا۔

"اور ساتھ میں ریشام بی بی بھی ہیں"اس ملازم کے انداز میں خوشی بھی تھی۔تفکر بھی۔

وہ سب تیزی سے باہر نکلے۔جہاں پورٹیکو میں صرف انس کی سیاہ پراڈو کھڑی تھی۔لیکن حویلی کے دروازے سے باہر پولیس کی گاڑی کے علاوہ کافی ساری گاڑیاں ایک لائن میں دور تک کھڑی دکھائی دے رہی تھیں۔

جو گارڈز حویلی کی سیکیورٹی پر معمور تھے۔انس کے ساتھ آئے گارڈز نے ان پر ہتھیار تانتے ہوئے پوری حویلی کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔

سعدین حویلی کے احاطے میں جب اس نے گاڑی روکی تو خوشی سے سرشار پر جوشی سے اس نے دروازہ کھولنے کے لیے ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا جب انس اس کے دوسرے ہاتھ پر اپنا بھاری ہاتھ رکھتے ہوئے اسے روک گیا۔

ریشام نے چونک کر اس کے ہاتھ کو دیکھنے کے بعد اس کی جانب دیکھا۔

جس کی آنکھوں میں التجا تھی۔ وہ اسے روک لینا چاہتا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات کسی ہارے ہوئے جواری کے سے تھے۔ جو جیت کر بھی شکست کھا چکا تھا۔

"اتنا حوصلہ کر کے مجھے یہاں تک لے آئے ہو تو اندر بھی جانے دو" ریشام خلاف توقع کچھ نرم لہجے میں بولی۔ وہ اس کی شکر گزار تھی جس نے اس کی بات کا مان رکھا تھا۔

"میرا دل راضی نہیں آپ کو وہاں بھیجنے پر" وہ پچھتا رہا تھا اپنے فیصلے پر۔ اسے ریشام کو یہاں نہیں لانا چاہئے تھا۔

"یوسف یہ میرا گھر ہے"

اب کے اس کے انداز میں نرمی مفقود تھی۔

"مجھے معلوم ہے۔۔ لیکن میں آپ کو یہاں اس حویلی کی بیٹی کی حیثیت سے نہیں۔۔ بلکے اپنی بیوی کی حیثیت سے چھوڑ کر جا رہا ہوں"

اس نے ڈیش بورڈ پر پڑا مخملی کیس اٹھا کر اسے کھولا۔ پھر اس میں سے چمکتی دمکتی گولڈ کی چین نکال کر پہلے اس کا لاک کھولا۔ پھر ذرا سا اس کی جانب جھکتے ہوئے اس کے گلے میں پہنا دی۔

اسے روکے ٹوکے بنا وہ اس کی کاروائی کو دیکھتی رہی۔ کچھ حیرانگی اور کچھ بے یقینی سے۔۔۔

"آپ میرے دل کا چین ہیں۔۔ آپ مجھ سے جدا رہیں گی تو میں بے سکون رہوں گا۔۔ کوشش کیجئے گا جلد واپس آنے کی"

کتنے نرم اور مان بھرے انداز میں التجا کر رہا تھا وہ۔۔

"میری واپسی کی امید میں مت رہنا۔۔ میں اب کبھی نہیں آوں گی تمہارے پاس!"

ریشام کی دھڑکنوں میں اشتعال سا اٹھ رہا تھا لیکن پھر بھی چہرے کے تاثرات کو اس نے سخت ہی رکھا۔

"جب بھی آپ کا ارادہ بنے۔۔ صرف ایک بار آواز دے دیجئے گا۔۔ میں اسی وقت آپ کو یہاں سے لے جاوں گا۔۔"

اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لئے اس کی جانب جھک کر اس کے شال سے ڈھکے سر کو چومتے ہوئے آنچ دیتے لہجے میں کہتا اسے ساکت کر گیا تھا۔

"اپنی حد میں رہو یوسف!"

ریشام نے اس کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ کھینچ کے ایک تیز نظر اس پر ڈال کر ناگواری سے کہا۔

"اب حد میں رہنے کا وقت نہیں ہے ریشام بی بی۔۔"

مسکرا کر پر شوق نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے انس نے ڈیش بورڈ سے اپنی پسٹل اٹھا کر لوڈ کی۔ پھر گاڑی سے باہر نکل گیا۔

ریشام بھی اس کی تقلید میں باہر اتر گئی تھی۔ اور اس سے پہلے ہی بھاگتی ہوئی اندرونی عمارت کی جانب بڑھ گئی۔

"ڈی ایس پی رضا غازی کا بیٹا ہے وہ۔۔ انس رضا غازی"

وہ فون کان سے لگائے کھڑا تھا جہاں اسے دوسری جانب سے وہ خفیہ ذرائع سے ملی معلومات دی جا رہی تھی۔

"ڈی ایس پی کا بیٹا۔۔"

اس نے ضبط کا گھونٹ بھرا۔ لیکن اسے کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی۔ اسے اتنا یقین تو تھا ہی کے سعدین حویلی سے ٹکر لینے والا کوئی معمولی شخص نہیں ہو گا۔

وہ ابھی باقیوں کو بھی اس کی اطلاع دینے کے لئے نکل رہا تھا جبھی ایک غیر معمولی سے شور کی آواز آئی تو وہ حیرانگی سے لاؤنج میں نکل آیا۔

"ریشام؟"

سب کے مرجھائے ہوئے چہروں پر جیسے زندگی کی نئی چمک دوڑ گئی تھی۔وہ بنا کسی کو دیکھے بھاگتی ہوئی زاریہ غازی کے گلے لگتے ہوئے رونا شروع ہو چکی تھی۔پہلی بار اتنا وقت گھر سے وہ تنہا باہر رہی تھی۔

"تم ٹھیک تو ہو نہ ریشام؟"

ساری خواتین اس کے گرد جمع ہو چکی تھیں۔

جبھی مضبوط قدم اٹھاتا ہوا وہ وہاں داخل ہوتا دکھائی دیا۔

ایک نظر اپنی پسندیدہ شال میں لپٹی ریشام کو دیکھا پھر سر جھٹکتے ہوئے وہاں پڑے سربراہی صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھ گیا۔ ایک ہاتھ میں پسٹل لئے۔جب کے دوسرے ہاتھ کی کہنی کو صوفے کے بازو پر رکھ کے ہاتھ کی مٹھی بنا کر اس پر چہرہ ٹکائے وہ ان عورتوں کو ہی دیکھ رہا تھا جو ریشام سے سوالات کیے جا رہی تھیں۔

جب اسے وہاں اس شان سے بیٹھے دیکھا تو شدید حیرانگی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

"یوسف؟۔۔ریشام کو تم واپس لے کر آئے ہو؟"رائمہ غازی نے حیرانگی سے استفسار کیا۔"

"یہ میرے ساتھ ہی تھیں رائمہ پھوپھو۔۔"

جہاں وہ اس کی بات پر حیران ہوئیں وہیں اس کے طرز تخاطب پر گہرا شاک لگا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو یوسف؟"وہ سب اس کی جرات پر حیرت زدہ تھیں۔

"اپنی بیوی کو یہاں چھوڑنے آیا تھا۔۔وہ کچھ دن اپنے گھر والوں کے ساتھ گزارنا چاہ رہی تھی"

اس کی بات وہاں آتے ہوئے سالار اور عبیر کے ساتھ ساتھ سعادت غازی اور ان کے تینوں بیٹوں نے بھی سنی تھی۔اور سننے کے بعد وہ سب سناٹے میں رہ گئے تھے۔

حویلی کے ٹکڑوں پر پلنے والا دو ٹکے کا ملازم اس حویلی کی بیٹی کو اپنی بیوی کہہ رہا تھا؟؟

"تو تم ہو انس غازی؟"

سالار کے دماغ نے منٹوں میں سارے تفریق جمع کر کے جو جواب اسے دیا تو وہ تلخی و تمسخر سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

جبکے باقی سب کے چہرے ایسے تھے جیسے انھیں سانپ سونگھ گیا ہو۔

"یوسف انس ہے؟"

شدید بے یقینی سے وہ سب کبھی ایک دوسرے کو دیکھتے تو کبھی شان تفاخر سے بیٹھے انس کو۔

"یہ کیا بکواس کر رہے ہو تم؟؟" وجاہت تایا غصے سے لرز رہے تھے۔

"بکواس نہیں ہے تایا جان۔۔ حقیقت ہے۔۔"

اس کا اطمینان دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔

"کوئی بھی کہیں سے بھی اٹھ کر آ کے خود کو غازیوں کا خون کہے گا تو کیا ہم مان لیں گے؟"

وہ زہریلے لہجے میں بولے۔

"آپ کو ماننا پڑے گا۔۔ میں انس غازی ہوں۔۔ ڈی ایس پی رضا غازی کا بیٹا۔۔ اور سعادت غازی کا پوتا" ایک ایک لفظ کو اس نے چباتے ہوئے ادا کیا تھا۔

"تم جو کوئی بھی ہو ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔ اور تمہارے اس ڈرامے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔۔ معلوم ہے ہمیں وہ نکاح نامہ جعلی تھا۔۔"

عبیر کا انداز بھی کڑا تھا۔

"بے شک وہ والا نکاح نامہ جعلی تھا۔۔ لیکن آج صبح ہی میرا اور ریشام غازی کا نکاح ہوا ہے۔۔ جس کی گواہی وہ خود دیں گی"

اس کی بات وہاں سب کو شاک ہی تو لگا گئی تھی۔ کیا ریشام نے واقعی اس سے نکاح کر لیا تھا؟

"بابا مجھے نہیں معلوم تھا یہ انس ہے"

سب کی توجہ اپنی جانب ہوتے دیکھ اس کا رنگ سفید پڑ چکا تھا۔

سب کی نظروں میں سوال تھا۔۔ ملامت تھی۔اشتعال۔۔دکھ صدمہ کیا کچھ نہیں تھا۔

"کیا مطلب تمہیں نہیں معلوم تھا؟تم اسے کیا سمجھ کر نکاح کر رہیں تھیں پھر؟کیا یوسف سمجھ کر؟"سالار کے سختی سے دریافت کرنے پر اس کی آواز جیسے حلق میں ہی اٹک گئی تھی۔دل الگ بند ہوا جا رہا تھا۔

کیا ایسے سب کو معلوم پڑنا تھا؟؟کیا اس کا پردہ چاک ہونے والا تھا؟

اس سے کچھ بولا نہیں جا رہا تھا۔آخر کو اپنے گناہ کا اعتراف اپنے منہ سے کرتی بھی تو کیسے۔۔وہ بھی سب کے سامنے۔۔۔

"میں نے گن پوائنٹ پر سائن کروائے تھے پیپرز!"

بوجھل و پراسرار سی خاموشی میں اس کی بھاری آواز گونجی۔

وہ اچانک ہی بول پڑا تھا۔ریشام نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا جو آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے خاموش رہنے کی تلقین کر رہا تھا۔

وہ اسے بچا رہا تھا۔۔اس کا پردہ رکھ رہا تھا۔سارا الزام اپنے سر لے کر خود کو اس کی نظروں میں سرخرو کر گیا تھا۔

ریشام کو بھلے ہی اس سے کتنے شکوے شکایتیں ہوں۔لیکن اس سمے وہ شخص اسے دنیا میں سب سے بڑھ کر عزیز ہو گیا تھا۔

لب بھینچے وہ کتنے ہی تشکر کے آنسو پی گئی تھی۔

"اور یہ نکاح نامہ لئے میرے وکیل اور پولیس باہر ہی کھڑے ہیں۔۔اس حویلی کا تقدس پامال نہیں کرنا چاہتا اس لئے انھیں اپنے ساتھ اندر نہیں لے کر آیا"

اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے وہ دونوں ہاتھ پشت پر باندھے گردن تانے بولا۔

عاشر اور فاز کہیں باہر تھے۔جب انھیں اطلاع ملی تو بھاگتے ہوئے وہاں پہنچے جہاں کا ماحول خاصا گرما ہوا تھا۔

"اندر جائیں آپ سب۔۔"

وہ سختی سے ساری خواتین سے بولا۔"ممی اسے لے کر جائیں روم میں"

رائمہ کے ساتھ کھڑی روتی ہوئی ریشام کو دیکھ کر اس نے دوبارہ درشتی سے کہا۔

ویسے بھی حویلی کی کایہ وطیرہ نہیں تھا۔ کسی بھی معاملے میں عورتوں کو بولنے یا عمل دخل کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

"کیا تمہیں سمجھ نہیں آئی میری بات؟" سب جا چکی تھیں لیکن بریزے وہیں رکی رہی تو وہ طیش سے اس پر برسا۔

وہ جانا نہیں چاہتی تھی وہاں سے۔۔ وہیں رک کر سچائی جاننے کی خواہش مند تھی۔ لیکن عاشر کی موجودگی میں کہاں وہ اپنی خواہش کو پورا کر سکتی تھی ناچار اسے گھورتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

"حویلی کے تقدس کو پامال نہیں کرنا چاہتے تھے تو پھر یہ فوج اپنے ساتھ کیوں لے کر آئے تھے تم؟ کیا ایسے ہمیں یقین دلانا چاہتے تھے کے تم واقعی اس حویلی کے بیٹے ہو؟"

وہاج غازی غصے سے بولے۔ ساری دنیا میں ان کا تماشا لگا دیا تھا اس شخص نے دوبار ان کے دروازے پر پولیس کو لا کر۔

"آپ مانیں یا نا مانیں۔۔ لیکن حقیقت یہی ہے۔۔ میں آپ ہی کا خون ہوں دادا جان۔۔"

وہاج غازی کو جواب دینے کے بعد اس کا روئے سخن سعادت غازی کی جانب مڑ چکا تھا جن کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے۔ آنکھوں میں ویرانی سی چھلک رہی تھی۔

وہ اس کی بات کے جواب میں ایک لفظ نہیں بولے تھے۔ بس چپ چاپ خاموشی سے اسے اپنے بیٹوں اور پوتوں کو جواب دیتے سن رہے تھے۔

"آپ اپنی اولاد کو بتائے نہ اپنی دوسری شادی کے بارے میں"

اس کا انداز بے تاثر تھا۔ لیکن ان سب کو طمانچے کی طرح لگی تھی اس کی بات۔

"بکواس بند کرو تم اپنی کیا الزامات لگائے جا رہے ہو"

"مجھے خاموش کروانے کے بجائے ان سے پوچھیئے حقیقت"

اب کے وہ تلخی سے بولا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"ہمیں کسی سے کچھ جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ کیا چاہتے ہو تم؟ مال دولت؟۔۔ ہم تمہیں بلینک چیک دے دیں گے۔۔ لیکن ریشام کو ابھی اور اسی وقت طلاق دو گے تم"

عبیر کے مطالبے پر سب نے چونک کر اسے دیکھا۔

"اگر میں حقیقت بتاوں تو میں اسی نیت سے یوسف بن کے یہاں داخل ہوا تھا۔ مجھے سعادت غازی کی پراپرٹی میں سے اپنا حصہ اور اپنی حیثیت چاہئیے تھی۔۔ میں چاہتا تھا کے آپ دنیا کے سامنے قبول کریں کے میں آپ کا پوتا اور رضا غازی آپ کے سگے بیٹے ہیں"

"لیکن اب مجھے آپ سے۔۔ اس حویلی سے کچھ بھی نہیں چاہئے۔ مجھے کوئی سروکار نہیں ہے۔۔"

وہ کبھی سعادت غازی کو دیکھتے ہوئے بول رہا تھا تو کبھی ان لوگوں کے غم و غصے سے سجے چہروں کو۔۔

"تمہیں جتنی رقم چاہئے ہم تمہیں دے دیں گے لیکن اس کے بعد کبھی اس در پر مت آنا"

وجاہت غازی نے مفاہمت کا دامن تھامتے ہوئے اس سے جان چھڑانے کو پیشکش کی۔

"میں نے کہا نہ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔۔ میں اپنی کروڑوں کی وراثت ریشام غازی کے صدقے کے طور پر چھوڑ دوں گا۔۔ مجھے صرف اپنی بیوی سے مطلب ہے۔۔ جب تک وہ یہاں ہے اسے میری امانت سمجھ کر رکھیں۔۔ میں جلد ہی اسے یہاں سے لے جاوں گا"

"دادا جان آپ ٹھیک ہیں؟"

فاز نے تشویش سے ان کی حالت کے پیش نظر پوچھا جن کے چہرے پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔

"مجھے میرے کمرے میں لے چلو۔۔"

ان کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ وہ ٹھیک نہیں لگ رہے تھے فاز انھیں بازو سے تھام کر سہارا دیتے ہوئے وہاں سے لے گیا تھا۔

"ریشام کا نام دوبارہ اپنی زبان پر لائے تو یہیں زندہ گاڑ دوں گا تمہیں۔۔ سمجھے؟" اس سے پہلے کے وہ غصے سے پاگل ہوتے ہوئے انس کو گریبان سے پکڑ لیتا عاشر اور عبیر نے بے ساختہ اسے پکڑ کر روکا تھا۔

"یہ بھی کر کے دیکھ لو اگر کر سکتے ہو تو۔۔بحر حال۔۔جو مجھے کہنا تھا میں کہہ چکا ہوں۔۔باقی اصل حقیقت تو سعادت غازی خود بتا ہی دیں گے"

"اور ایک بات! اگر اتنی فوج کو صرف ریشام کو یہاں چھوڑنے کے لئے لا سکتا ہوں تو جب اسے لینے کے لیے آوں گا تو یہ ضرور سوچئے گا جب کتنی بڑی فوج میرے ہمراہ ہو گی"

اس کے سکون میں پھر بھی کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ایک تمسخر بھری مسکراتی نگاہ ان سب پر ڈال کر اس نے گریبان میں سے ڈارک گلاسز نکال کر آنکھوں پر چڑھائے۔پھر ہاتھ کو پیشانی تک لے جاتے ہوئے چار انگلیوں سے سلام کرتے ہوئے قیمتی قالین کو اپنے پیروں تلے روندتے ہوئے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

وہ سیاہ لباس والا شخص آن کی آن میں حویلی والوں کا غرور مٹی میں ملا گیا تھا۔

ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مضبوط لہجے میں سفاکی سے بات کرتا وہ کوئی عام انسان نہیں لگ رہا تھا۔

اس کا انداز چیخ چیخ بتا رہا تھا کے وہ اسی حویلی کا خون ہے۔

"آپ لوگوں نے اسے اتنی آسانی سے جانے کیسے دیا؟"

سالار کا اشتعال کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔وہ ان سب سے شاکی تھا جو نہ خود اسے کچھ کہہ رہے تھے اور نہ اسے کچھ کہنے دے رہے تھے۔

"فکر مت کرو۔۔اپنے کیے کا ازالہ کرے گا وہ۔۔وہ پچھتائے گا سعدین حویلی سے دشمنی پال کے"

"یہ دشمنی نہیں ہے بابا۔۔وہ صرف اپنا حق مانگ رہا ہے"

عبیر نے ضبط سے اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔لیکن ضمیر غازی کرختگی سے بولے۔

"کیسا حق؟ کون سا حق؟۔۔ہم کیسے مان لیں کے وہ سچ کہہ رہا ہے؟اور اگر سچ کہہ بھی رہا ہے تو کیا اتنے سالوں تک وہ کہاں تھا؟ پہلے کیوں نہیں آ کر اس نے اپنا حق جتایا؟ کیا اسے راتوں رات خواب آیا تھا؟ یا الہام ہوا تھا کے وہ سعادت غازی کا پوتا ہے؟"

"اس کا جواب تو دادا جان ہی دے سکتے ہیں۔۔لیکن اگر یہ سب سچ ہوا تو پھر؟؟"

"یہ سچ نہیں ہونا چاہئے عبیر۔۔۔یہ سچ نہیں ہونا چاہئے!!"

اس بار وجاہت غازی نے سنگینی سے کہا۔

یقیناً وہ اس طوفان کی آہٹ کی آواز سن چکے تھے جو جلد یا بدیر اس حویلی سے ٹکرا کر انھیں اپنی لپیٹ میں لینے والا تھا۔

"انس بھائی۔۔"

لب بھینچے خالی دل لئے وہ اپنی گاڑی کی جانب بڑھ رہا تھا جب پشت سے آتی آواز پر رکا۔

"آپ نے اسے بتا تو نہیں دیا تھا نہ کے آپ کے نکاح میں ہم بھی شریک تھے؟"

اس نے رک کر پلٹ کے انھیں دیکھا جو کچھ فکر مند سے تھے۔

"نہیں بتایا"

اس کے اعصاب تنے ہوئے تھے لیکن ان کے چہرے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا تو ان دونوں نے بے ساختہ سکون کے سانس بھرے۔

"اگر تو اسے معلوم پڑ جاتا تو ہماری جان کو آجاتی۔آپ تو ویسے ہی جان چھڑا کر بھاگ رہے ہیں"

فاز نے بے ساختہ تشکر سے کہا۔

اب وہ انھیں کیا بتاتا کے وہ جان چھڑا کر نہیں بھاگ رہا تھا۔بلکے اپنی جان کو ناچاہتے ہوئے بھی وہاں چھوڑ جانے پر مجبور تھا۔

"اگر کوئی بھی مسئلہ ہو تو مجھے کال کر دینا۔۔"

اس نے سنجیدگی سے باور کروایا تو عاشر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آپ فکر مند نہ ہوں۔۔ہم سنبھال لیں گے یہاں"

عاشر نے یقین دہانی کرواتے ہوئے ساتھ ہی اندرونی عمارت میں داخل ہونے والے دروازے کی جانب دیکھا جہاں سے اسے کسی آہٹ کے ابھرنے کی آواز آئی تھی۔

"انشاءاللہ پھر ملاقات ہو گی"

"ہاں اب تو آپ کا آنا جانا لگا رہے گا"

وہ مسکرا کر اسے سی آف کرنے کے بعد تیزی سے دو اسٹیپس چڑھنے کے بعد وہ دروازہ کھول کر اندرونی حصے میں داخل ہو گیا۔

تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے عاشر نے اسے راہداری میں ہی روک لیا تھا۔ وہ اچانک سے اس کے سامنے آجانے سے چونک کر رکی۔

عاشر کی پیشانی پر لاتعداد بل پڑے تھے۔ وہ تیوریاں چڑھائے اسے گھور رہا تھا۔ بریزے نے بے ساختہ تھوک نگلا۔

"کیا سنا ہے تم نے؟"

"میں نے؟"

"کچھ بھی نہیں۔۔ کچھ بھی نہیں سنا" چوری پکڑے جانے پر وہ خجالت سے مسکرا کر کہتی صاف مکر رہی تھی۔

"جھوٹ مت بولو میں تمہیں دیکھ چکا تھا چھپ کر ہماری باتیں سنتے ہوئے" اس کی تیوریاں مزید چڑھیں۔

"میرا یقین کرو میں نے کچھ نہیں سنا"

"اگر تم نے کسی کے بھی سامنے اپنی زبان کھولی تو بہت برا پیش آوں گا تمہارے ساتھ" وہ انگلی اٹھائے سختی سے بولا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے عاشر؟ کیا بریزے غازی تمہاری دھمکیاں سننے کے لئے پیدا ہوئی ہے؟" اب کے اس کے چہرے کے تاثرات بھی بگڑے تھے۔

"نہیں۔۔ بریزے غازی میرے ہاتھوں قتل ہونے کے لئے پیدا ہوئی ہے" وہ بھی دوبدو بولتے ہوئے اس کا پارہ مزید ہائی کر گیا۔

"اب تو میں سب کو چیخ چیخ کر بتاوں گی کے یوسف کے ساتھ ساتھ تم بھی ملے ہوئے تھے اور فاز بھی سب جانتا۔۔۔"

ابھی اس کی بات منہ میں ہی تھی جب ہی عاشر نے پھرتی سے اس کے منہ پر ہتھیلی جماتے ہوئے اس کی تیز آواز کا گلہ گھونٹا۔

وہ دیوار سے لگی خونخوار نظروں سے اس کا ہاتھ ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اس کی مضبوط گرفت کے باعث ناکام ہی رہی تھی۔

"آخری بار کہہ رہا ہوں تمہیں۔۔اپنی زبان بند رکھنا ورنہ میں سچ میں جان سے مار دوں گا"

آنکھوں میں تپش لئے وہ سنگین انداز میں اسے دھمکاتے ہوئے جھٹکے سے چھوڑ کر وہاں سے نکل گیا تھا۔

"وحشی انسان۔۔۔"

دونوں ہاتھوں کو گالوں پر رکھ کر انھیں دباتے ہوئے وہ اس کی پشت کو گھورتے ہوئے بڑبڑائی۔

"کتنے کا دن آف ملا ہوا ہے تمہیں آفس سے؟"

"جب تک میرے باس کی شادی چل رہی ہے۔۔سچ بتاوں تو میں تو بہت ہی خوش ہوں اس کی شادی سے۔۔اس کی توجہ تو ہٹے گی مجھ پر سے"

مالٹے چھیل کر اس کی قاشیں منہ میں ڈالتے ہوئے وہ کافی ریلیکس انداز میں بیٹھی اس سے محو گفتگو تھی۔

جب بھی اس کے پاس فری وقت ہوتا وہ کچھ دیر ماشا کے پاس ضرور گزارنے آیا کرتی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"تمہیں اتنا برا کیوں لگتا ہے تمہارا باس؟"

اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"کیوں کے مجھے وہ پسند نہیں۔۔"

"اور ناپسندیدگی کی وجہ کیا ہے؟"

"وہ میرا کلاس فیلو بھی رہ چکا ہے ماشا۔۔اور یونی ٹائم پر تو ہماری بلکل بھی نہیں بنتی تھی۔ کوئی موقع نہیں چھوڑتے تھے ہم ایک دوسرے کو تنگ کرنے اور نیچا دکھانے کا۔۔اتنے ٹائم بعد جب آمنا سامنا ہوا اور اسے موقع مل گیا مجھے تنگ کرنے کا تو بس فضول میں میرے پیچھے پڑا رہتا ہے"

اس کا انداز بے زاری لئے ہوئے تھا۔

"اگر تو اس کی شادی نہ ہو رہی ہوتی تو میں یہی کہتی کے یقیناً وہ تم میں انٹرسٹڈ ہو گا۔۔ جبھی تو تمہارا اتنا خیال کرتا ہے۔۔ لیکن بد قسمتی سے اس کی تو شادی ہو رہی ہے"

"انٹرسٹڈ وہ بھی مجھ میں؟ کیا فضول بات کر رہی ہو ماشا؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" مہر ماہ کی پیشانی پر بل پڑے۔

"کیوں نہیں ہو سکتا۔۔اب دیکھو جس طرح سے تم اس کی باتیں کرتی ہو وہ تمہاری اتنی کیئر کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر تمہیں ٹوکتا بھی نہیں ہے باس کہنے کے لیے۔ تم اس کے مینیجر کے سامنے بھی اس کی عزت نہیں کرتیں اور وہ پھر بھی تمہیں کچھ نہیں کہتا۔۔"

یہ پہلو تو واقعی غور طلب تھا۔ لیکن وہ اس بارے میں کچھ بھی نہیں سوچنا چاہتی تھی۔

"اگر وہ تمہیں ناپسند کرتا تو تمہیں جاب سے نہ نکال دیتا؟ لیکن وہ بہانے ڈھونڈ رہا ہے تمہیں روک رکھنے کے لئے"

"لیکن وہ کسی اور سے شادی کر رہا ہے؟" ماشا کے پر جوشی سے کہنے پر اس نے جتا کر کہا۔

"ہاں یہ بات بھی سوچنے والی ہے کے وہ ایسا کیوں کر رہا ہے"

"معلوم ہے مجھے وہ صرف ترس کھا رہا ہے مجھ پر۔۔ میری زندگی نے جو پلٹا کھایا ہے وہ واقف ہے اس سے"

وہ زہر خند لہجے میں بولی۔

"تم اوور تھنک کر رہی ہو"

ماشا نے خفگی سے کہا۔ لیکن وہ کوئی جواب دیے بنا چپ چاپ بچا ہوا مالٹا کھاتی رہی۔

"اچھا موڈ تو نہ خراب کرو۔۔"

اسے چپ لگ جانے پر وہ لجاجت سے بولی۔

"ٹھیک ہے میرا موڈ۔۔"

وہ سابقہ انداز میں ہی بولی۔

امام صاحب کے حجرے میں موجود وہ ان کے سامنے بیٹھا تھا۔ جس کے چہرے پر کچھ الجھن اور پریشانی تھی۔ شاہ صاحب کے تاثرات بھی اس سے مختلف نہ تھے۔ "مجھے یقین نہیں آرہا کے فاطم ایسا کر سکتا ہے؟"

وہ سخت بے یقینی کا شکار لگتے تھے۔ "مجھے تو کافی تشویش ہو رہی ہے۔۔ وہ کافی ضدی اور شدت پسند ہے۔۔"

"پریشان نہ ہو داریان۔۔ ایک بار وہ آجائے تو ہم اس سے بات کر کے دیکھتے ہیں"

"دعا کیجئے گا شاہ صاحب کے جو میں نے سنا ہے وہ سچ نہ ہو۔۔ اگر وہی حقیقت ہوئی تو بڑی تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا"

"اللہ نے چاہا تو ایسا کچھ نہیں ہو گا۔۔"

اسے تسلی دیتے ہوئے انھوں نے آنکھیں بند کر کے زیر لب کچھ پڑھا۔ اور کچھ ہی لمحوں میں وہاں جانی پہچانی سی خوشبو پھیل گئی۔

"السلام علیکم۔۔۔" اس نے ظاہر ہوتے ہوئے ان دونوں پر سلامتی بھیجی۔ لیکن جواباً داریان اور شاہ صاحب نے اتنی گرم جوشی سے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔

"کیا کوئی پریشانی ہے؟" سمجھ تو وہ گیا تھا لیکن پھر بھی نا سمجھی سے پوچھا۔

"فاطم۔۔۔ تمہیں معلوم ہے نہ اللہ نے جنات کی حدود قائم کر رکھی ہیں؟ جنوں کو اجازت نہیں ہے انسانوں کو تنگ کرنے۔ان کے ساتھ شرارتیں کرنے اور ان سے۔۔۔ شادی کرنے کی"

وہ لب بھینچ گیا۔اسکی آنکھوں میں شعلوں کی لپک سی دکھائی دینے لگی۔

"مجھے پسند ہے وہ لڑکی"

"لیکن وہ انسان ہے۔۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"مجھے نہایت افسوس ہو رہا ہے۔۔ تمہیں معلوم بھی ہے تمہارا رتبہ کیا ہے؟اس کے باوجود تم یہ بچکانہ بات کر رہے ہو"

"میں مجبور ہوں۔۔ کم از کم اس کے معاملے میں میں بے بس ہوں"

"میں تمہیں پھر بھی خبردار کروں گا کے تم بعض آجاو۔وہ کام مت کرو جو تمہارے لئے نقصان دہ ثابت ہو"

ان دونوں کی گفتگو کے دوران وہ خاموشی سے انھیں بولتے ہوئے سن رہا تھا۔

"اب جب یہ ثابت ہو چکا ہے کے یہ والا نکاح نامہ جعلی نہیں ہے تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کے وہ ریشام کا شرعی اور قانونی شوہر ہے"

میز پر پڑے نکاح نامے کو دیکھتے ہوئے وہاج تایا نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"لیکن یہ بات ابھی تک ثابت نہیں ہوئی ہے کے وہ سعادت غازی کا پوتا ہونے کی جو بکواس کر رہا ہے وہ سچ ہے یا نہیں"

"بابا کو تو ایک چپ سی لگ گئی ہے۔۔ وہ کسی سے کوئی بات ہی نہیں کر رہے ہیں۔۔ خود کو اپنے کمرے میں محصور کر لیا ہے"

ضمیر غازی نے پیشانی مسلتے ہوئے پریشانی سے کہا۔

"دادا جان کے انداز سے تو یہی لگ رہا ہے کے وہ جھوٹ نہیں بول رہا"

"جب جھوٹ نہیں بول رہا تو پھر یوسف بن کر وہ ڈرامہ لگانے کی کیا ضرورت تھی اسے؟" وہ تلخی سے بولے۔

"انتہائی مکار انسان ہے۔۔ ساری پلاننگ کر کے یہاں داخل ہوا تھا۔۔ حویلی کے ملازمین تک تو اس نے اپنے ساتھ ملا رکھا تھا۔۔ حویلی کی ایک ایک بات سے وہ باخبر ہے۔۔۔ اسے ہماری ساری خامیوں کے بارے میں معلوم ہو گا۔۔ یقیناً اتنا عرصہ جو اس نے یوسف بن کے یہاں گزارا ہے یونہی تو نہیں وقت برباد کیا ہو گا"

"بے شک تم سہی کہہ رہے ہو۔۔ اسے ہماری سب خامیوں اور کمزوریوں کے بارے میں معلوم ہے۔۔ جبھی تو ریشام کا استعمال کیا اس نے"

وہاج تایا نے سالار کی بات سے پورا اتفاق کیا تھا۔

"کل ہی خلع کا نوٹس بھجوائے اسے۔۔۔ ریشام کو اس شخص کے ہاتھوں استعمال ہونے نہیں دیا جا سکتا بلکل بھی۔۔ اور میں اس لئے نہیں کہہ رہا ہے کے میری اس سے شادی ہونے والی تھی۔ وہ پہلے اس حویلی کی عزت ہے۔۔ پھر میری عزت ہے۔۔ میں نہیں چاہوں گا کے کوئی بھی منہ اٹھا کے آئے اور کچھ بھی بکواس کر کے چلا جائے" اب وہ زہر خند لہجے میں بولا۔

"یہ معاملہ بھی نمٹ ہی جائے گا۔۔ اور یہ مسئلہ ختم ہو تو ریشام اور سالار کے ساتھ ہی بریزے کی شادی کا بھی بندوبست کرو۔۔۔"

"بریزے کی شادی؟۔۔ اس نے تو ابھی داخلہ لیا ہے آگے" وجاہت غازی کے نخوت سے کہنے پر فازنے ناسمجھی و حیرانگی سے کہا۔

"بس پڑھ لیا اس نے جتنا پڑھنا تھا۔ ایک نے پڑھ کر کیا نہال کر دیا ہمیں جو اسے بھی اب یونیورسٹی بھیجنا شروع کر دیں"

"لیکن اس سب میں بریزے کی کوئی غلطی نہیں ہے بابا۔۔۔ اس گناہ کی تلافی وہ کیوں کرے جو اس نے کیا ہی نہیں؟"

"مجھ سے بحث مت کرو عبیر۔۔ جو میں نے کہہ دیا بس کہہ دیا۔۔ بابا جان سے میں خود بات کر لوں گا۔۔ بریزے کی شادی بھی ریشام کے ساتھ ہی ہو گی۔۔"

انھوں نے جیسے بات ہی ختم کر دی تھی۔

اس ساری گفتگو کے دوران وہ جو خاموش سا سنگل صوفے پر پیچھے کو ٹیک لگائے بیٹھا ان سب کو سن رہا تھا۔ وجاہت غازی کی بات پر وہ بخلت سیدھا ہو بیٹھا۔

"بریزے کی شادی مجھ سے ہو گی"

وہ جب بولا تو اس کا انداز سرد و سپاٹ تھا۔

"تمہارے علاوہ اور کس سے کریں گے؟"

جہاں عبیر نے بیزاری سے کہا وہیں وہاج غازی نے ناگواری سے عاشر کو دیکھا۔

"تم نے یہ خوش فہمی کب سے پال لی کے میں تم سے اپنی بیٹی کی شادی کروں گا؟"

وہاج غازی کے تمسخر سے کہنے پر وہ سب بری طرح چونکے تھے۔

یہ بات تو بڑوں کے درمیان شروع سے طے تھی کے ریشام کی شادی سالار سے ہو گی اور بریزے کی عاشر سے۔۔

لیکن وہاج غازی اپنی بات سے پھر رہے تھے۔

اس فیصلے سے انکار کر رہے تھے جو سعادت غازی نے کیا تھا۔

عاشر ان کا بھانجا تھا۔ انھیں عزیز بھی تھا۔ لیکن اپنی بیٹی کے لئے موضوع نہیں لگتا تھا۔ کیوں کے وہ کافی غیر ذمہ اور لاابالی سی نیچر کا مالک تھا۔ یہی بات انھیں کھلتی تھی کے وہ اپنی زندگی میں سنجیدہ کیوں نہیں ہوتا۔

"مجھ سے کیوں نہیں ہو سکتی اس کی شادی؟"

اس کا انداز پر تپش سا تھا۔

"تم مجھے اس قابل نہیں لگتے کے میری بیٹی سے شادی کرو۔" وہ تنفر سے بولے۔

"یہ آپ لوگ کس بحث میں پڑ گئے ہیں؟"

سالار نے ناپسندیدگی سے اس بے موقع بحث کو دیکھا۔

"آپ چاہیں یا نہ چاہیں آپ کی بیٹی کی شادی مجھ سے ہی ہو گی"

وہ سر اٹھا کر بولا تو اس کا چہرہ اور انداز سفاکی لئے ہوئے تھا۔ آنکھوں میں الگ شعلے دہک رہے تھے۔

"بات کرنے کی تمیز بھی بھول بیٹھے ہو کیا عاشر؟"

وجاہت غازی نے غصے سے اسے گھر کا۔

"اگر اس کی شادی کسی اور سے کرنے کا سوچا بھی تو یہیں قیامت ڈھا دوں گا"

"کیا پاگل ہو گئے ہو تم؟"

سالار نے سخت ناگواری سے کہتے ہوئے اس کی جانب قدم بڑھانے چاہے تھے جبھی عبیر نے پھرتی سے اسے بازو سے پکڑ کر عاشر کے قریب جانے سے روکا۔

"ٹھہر جاو۔۔ عاشر نہیں ہے وہ"

عبیر کے چہرے پر پسینہ نمودار ہو رہا تھا۔

"کیا مطلب عاشر نہیں ہے؟ کون ہے پھر؟"

وہ تڑک کر بولا۔ لیکن تبھی اس نے بڑی سی شیشے کی سینٹرل ٹیبل ایک ہاتھ سے اٹھا کر جارحانہ انداز میں پلٹ دی تھی۔ جو اتنی بھاری تھی کے اسے کھسکانے کے لئے بھی تین چار لوگ درکار ہوتے تھے۔

وہ سب ابھی دنگ نظروں سے اسے دیکھ ہی رہے تھے کے ساتھ ہی اچانک ہی گلاس وال اور بڑی سی کھڑکیوں کے شیشے چھناکے سے ٹوٹے۔۔ ایک تیز سی آواز سارے میں پھیل گئی تھی۔ ساری لائیٹس خود بخود بند کھول ہونا شروع ہو چکی تھیں۔

"کیا ہو گیا ہے اسے؟"

وہ سب شدید حیران ہونے کے ساتھ ساتھ خوفزدہ بھی ہو چکے تھے۔ یوں لگتا تھا جانے کتنی زور آور قوتیں اس کے اندر آ گئیں ہوں۔

ابھی وہ ریشام کے مسئلے سے ہی نہ نکل پائے تھے یہ نئی افتاد آپڑی تھی۔

لکڑی کے بنے خوبصورت سے گھر کی ساری لائٹس آف تھیں۔ماسوائے اس ایک کمرے کے۔ جس کے بند دروازے کے نیچے سے پتلی سی روشنی کی لکیر باہر آرہی تھی۔

جب ہی ایک جھٹکے سے وہ دروازہ کھولا گیا۔

ہیری نے ہڑبڑا کے نووارد کو دیکھا۔

"کیا کر رہے ہو تم اس وقت ؟"

وہ اس کی ماں تھی۔ جو اس وقت غم وغصے کا شکار لگ رہی تھی۔

"تم پھر وہی کتاب پڑھ رہے ہو؟"

اس کے ہاتھ میں قرآن پاک کی تفسیر دیکھ کر وہ طیش سے بولی۔

"کل تمہارا کنسرٹ ہے ہیری۔۔بجائے تم اس پر توجہ دینے کے یہ کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

"میں اپنی تیاری کر چکا ہوں ممی۔۔۔ نیند نہیں آرہی تھی تو بس ویسے ہی پڑھ رہا تھا"

اس نے جلدی سے بند کرتے ہوئے جواب دیا۔

"بند کرو اسے اور سونے کی کوشش کرو۔۔۔اور جہاں سے یہ کتابیں لے کر آئے ہو کل یہ سب واپس کر وانھیں جا کے۔۔"

اس کی ماں کو معلوم تھا اس کی سائڈ ٹیبل کی ڈرا میں کتنی اسلامی کتابیں پڑی تھیں۔ وہ اس کی بابت اسے وارن کر رہی تھی۔

"اور میری بات سنو تم۔۔آئزل کے کزن کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں۔۔وہ لڑکی کم تھی تمہارا برین واش کرنے لئے جواب اس کا کزن بھی آن پہنچا؟"

"وہ میرے دوست ہیں" وہ تذبذب سے بولا۔

"دوستی کرنی ہے تو اپنے جیسے اپنے مذہب کے لوگوں سے کرو۔۔ تم نہیں جانتے ان مسلمز کو"

"مسلمان ایسے نہیں ہوتے جیسے ہمارا میڈیا انھیں شو کرتا ہے۔۔"

"تم مجھ سے بحث کر رہے ہو ہیری؟" وہ شدید شاکی تھیں۔

"سوری ممی" اس نے نظریں نیچی کر کے ترنت معافی مانگی۔

"بند کرو اسے۔۔ اور سو جاو"

"دوبارہ تمہارے کمرے کی لائے جلی ہوئی نہ دیکھوں میں"

اسے تنبیہ کرتے ہوئے جب وہ روم سے نکل کر چلی گئیں تو ہیری نے ناچاہتے ہوئے بھی تفسیر کو چومنے کے شیلف پر رکھ دیا تھا۔

"جب کل صبح تم گھر سے نکل رہی تھیں تو تب یہ سوٹ نہیں پہنا ہوا تھا تم نے"

گلاس لبوں سے لگائے پانی کے گھونٹ اس کے حلق میں ہی اٹک گئے تھے۔ جنھیں بمشکل نیچے اتارتے ہوئے اس نے گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھ کے سارہ کو دیکھا جو جانچتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اور یہ شال بھی تمہاری نہیں ہے۔۔ ہے ناں؟"

اب کے اس نے غور سے اس مردانہ شال کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا جو ریشام نے ابھی بھی خود کے گرد لپیٹی ہوئی تھی۔

اس سے کوئی جواب نہیں بن پا رہا تھا کے وہ کیا کہے۔۔

اب یہ تو کہہ نہیں سکتی تھی کے انس غازی نے اس کی آمد سے پہلے ہی پوری وارڈروب نئے ملبوسات سے بھر رکھی تھی۔

"کن باتوں میں پڑ رہی ہو سارہ؟۔۔ اسے آرام کرنے دو"

رائمہ غازی نے اس کے چہرے پر تذبذب کے رنگ دیکھے تو سارہ سے بولیں۔

وہ سب اس سے ایسے ہمدردی کر رہے تھے جیسے انس اسے سچ میں گن پوائنٹ پر اغواء کر کے لے کر گیا ہو۔ جانے کیا ہوتا اگر ان سب کو پتا چل جاتا کے وہ اپنی مرضی سے اس حویلی کی عزت کو اپنے پیروں تلے روند کر نکلی تھی۔

زاریہ غازی تو کتنی ہی دیر اسے خود سے لپٹائے روتی رہی تھیں

"وہ انسان اس حویلی کی عزتوں سے کھیل رہا ہے اور یہ اس کی شال کو سینے سے لگا کر بیٹھی ہے۔۔ یہ بات اتنی سیدھی نہیں ہے جتنی یہ دونوں بنا کر پیش کر رہے۔۔ کچھ تو ضرور ہے جو یہ بھی چھپا رہی ہے اور وہ یوسف عرف انس غازی بھی چھپا رہا ہے"

سفینہ تائی نے گھاگ نظروں سے ریشام کے چہرے کے اتار چڑھاو دیکھتے ہوئے پر سوچ اور تیز لہجے میں کہا تو اس نے مدد طلب نظروں سے رائمہ کو دیکھا۔

"بھابھی جو بھی بات ہو گی وہ سامنے آ ہی جائے گی۔۔ اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہئے"

انھوں نے لہجے کو نرمی رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ورنہ سفینہ کے اتنے سوال کرنے پر وہ بھی ناگواری محسوس کر رہی تھیں۔

لیکن ان کی فطرت سے واقف تھی اس لئے جواباً کچھ نہیں کہہ رہی تھیں۔

"ہنہہ۔۔"

وہ نخوت سے ہنکارا بھرتے ہوئے وہاں سے نکلیں تو ان کے پیچھے رائمہ سمیت سب ہی نکل گئی تھیں۔ صرف بریزے اس کے پاس موجود تھی۔

شکست خوردہ سے سعادت غازی نے خود کو اپنے کمرے میں مقید کر لیا تھا۔ ریشام کے علاوہ انھوں نے کسی کو بھی اندر آنے کی اجازت نہیں دی تھی۔

وہ فکر مندی سے ان کا ہاتھ میں ہاتھوں میں لئے بیٹھی تھی۔ جن کے چہرے پر گہرا کرب تھا۔

"کیا وہ سچ کہہ رہا تھا دادا جان؟"

"کیا وہ سچ میں آپ کا پوتا ہے؟"

وہ دھیمے لہجے میں ان سے استفسار کیے جا رہی تھی جو آنکھیں موندیں بیڈ کی بیک سے ٹیک لگائے ماضی کے اوراق کو کھول کر پڑھنا شروع ہو چکے تھے۔

گہری کالی رات میں تیز بارش کی بوچھاڑوں نے ہر طرف جل تھل سا مچا دیا تھا۔ بجلی کے کڑکنے سے لمحے بھر کے لیے سارے میں خوفناک سی روشنی پھیل جاتی تھی۔ پھر دوسرے ہی سیکنڈ وہی گھپ اندھیرا چھا جاتا۔

گھر کی اندرونی عمارت میں زہرا خاتون وجاہت اور وہاج کے ساتھ بے خبر سوئی ہوئی تھیں جن کی عمریں دو اور چار سال کے لگ بھگ تھیں۔ جبکے سعادت غازی باہر دالان میں شیڈ کے نیچے کھڑے اس عورت کو حقارت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے اسے وہاں سے چلے جانے کے لیے کہہ رہے تھے جس نے ایک چھوٹے سے روتے بلکتے بچے کو سینے سے لگا رکھا تھا۔

"آپ میرے ساتھ اتنا بڑا ظلم کیوں کر رہے ہیں؟۔۔ آپ اپنے خون سے کیسے ناواقف ہو سکتے ہیں۔۔ یہ آپ کا ہی بیٹا ہے۔۔ میرا اور آپ کا۔۔"

"بس بہت سن لی میں نے تمہاری بکواس۔۔۔۔ دو منٹ میں یہاں سے نکل جاو اور دوبارہ تم نے یہاں قدم رکھنے کی جرت بھی کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔"

سفاکی سے کہتے ہوئے انھوں نے اس عورت کو بے دردی سے بازو سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے دروازے سے باہر نکال کر کنڈی لگا دی تھی۔

انھیں نہیں معلوم پڑا کے وہ عورت کتنی دیر تک اس طوفانی بارش میں اس چوکھٹ پر بیٹھی اپنے بیٹے کے ساتھ ساتھ خود بھی بلک بلک کر روتی رہی تھی۔

ریشام کا دل لرز رہا تھا۔ آنکھوں میں نمکین پانی جمع تھا۔

لب کاٹتے ہوئے وہ انھیں دھیمی آواز میں کہتے ہوئے سن رہی تھی۔

"اس کا نام حلیمہ تھا۔۔"

ماضی کا کرب آنسو کی شکل میں سعادت غازی کی آنکھ سے ٹپکا۔

"تمہاری دادی زہرہ سے میری شادی میرے ماں باپ نے اپنی مرضی سے کروائی تھی۔ شادی کے کچھ ہی وقت بعد جب مجھ پر ذمہ داریاں ڈالی گئی تو میں نے بھی گاوں جا کر زمینوں کو دیکھنا شروع کر دیا۔ ایک دفعہ واپسی میں میری گاڑی خراب ہو گئی تھی۔ اور وقت بھی کافی زیادہ ہو گیا تھا۔ رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ جہاں ہماری رہائش ہوا کرتی تھی وہ جگہ بھی دور تھی۔ وہاں تک پیدل جانا بھی ممکن نہ تھا۔ ایسے میں حلیمہ کے باپ نے مجھے رات اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ میرے آرام کا ہر ممکن سامان کیا۔ جب پہلی بار اسے دیکھا تو مجھے لگا جیسے مجھے میری منزل مقصود مل گئی ہو۔۔ میں نے بہانے بہانے سے ان کے گھر جانا شروع کر دیا۔ اس کا باپ بھی یہ بات سمجھ گیا تھا کے میں اس میں دلچسپی لے رہا ہوں۔۔ پھر اس نے ایک دن مجھ سے حلیمہ سے شادی کرنے کو کہہ دیا۔۔ پہلے تو مجھے سمجھ ہی نہیں آیا کے میں کیا کہوں۔۔ کیوں کے میں پہلے سے شادی شدہ اور ایک بچے کا باپ تھا۔

لیکن وہ یہ بات نہیں جانتا تھا۔ میں نے اسی کا فائدہ اٹھا کر حلیمہ سے نکاح کر لیا۔۔ لیکن اسے حویلی نہیں لے کر آیا کبھی۔۔ جب بھی میں گاوں جاتا وہ مجھ سے ایک ہی فرمائش کرتی کے اسے حویلی جانا ہے۔۔ میں ہر بار کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے اسے ٹال دیتا۔

پھر جب اس کے باپ نے بھی دبے لفظوں میں کہنا شروع کیا تو مجھے بے زاری ہونے لگی۔۔ کیوں کے حلیمہ میں مجھے پہلے جیسی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ میں اپنی خاندانی بیوی اور بچوں کے ساتھ خوش تھا۔

پھر آہستہ آہستہ میں نے گاوں جانا بلکل ہی چھوڑ دیا۔ جب کبھی زمینوں پر جانا ہوتا تو میں وہیں سے پلٹ آتا۔ حلیمہ کے پاس نہیں جایا کرتا تھا۔

ایک روز اطلاع ملی کے حلیمہ کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ماں تو اس کی پہلے ہی نہیں تھی۔

مجھے افسوس ہوا۔خود کو ملامت کی۔۔۔پھر ارادہ بھی کیا وہاں جانے کا لیکن زہرہ کی طبعیت خرابی کی وجہ سے میں جا نہیں سکا۔۔اور پھر آہستہ آہستہ وہ میرے ذہن سے محو ہوتی بلکل ہی نکل گئی۔میں اسے بھول چکا تھا۔لیکن پھر اس نے حویلی کے دروازے پر دستک دی۔"

لمحے بھر کو سانس لینے کے لئے وہ رکے۔

"میں ڈر گیا تھا۔۔اگر تو اس کے بارے میں میرے گھر والے جان جاتے تو میرے لئے مشکلات کھڑی ہو سکتی تھیں۔زہرہ مجھ سے بد ظن ہو جاتی اور سب سے بڑھ کر مجھے جائیداد سے عاق کر دیا جاتا چھپ کر دوسری شادی کرنے پر۔۔۔اسے لئے میں نے اسے دھتکار دیا۔۔اور اسے ڈرا دھمکا کر وہاں سے بھیج دیا۔۔۔"

"آپ نے دوبارہ کبھی انھیں ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی دادا؟"

ان کی آپ بیتی سنتی ریشام نے بھیگے لہجے میں پوچھا تو انھوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اس واقعے کے کچھ ہی عرصے بعد میرے ضمیر نے مجھے ملامت کرنا شروع کر دیا۔میرا گناہ مجھے سونے نہیں دیتا تھا۔۔میں نے اسے ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی۔۔اپنے سارے ذرائع استعمال کیے اسے تلاش کرنے میں۔۔لیکن اس دن کے بعد وہ دوبارہ نہیں ملی۔۔۔تین بیٹے اور ایک بیٹی ہونے کے باوجود بھی میرا دل اس بچے کے لئے روتا تھا جو برستی بارش میں بھوک سے بلک رہا تھا۔جی چاہتا کے بس وہ کہیں سے میرے پاس آ جائے تو میں اسے سینے سے لگا لوں۔۔وہ میرا ہی خون تھا۔۔میرا بیٹا تھا جسے وہ رضا کہہ کر پکار رہی تھی۔اور جب میں امید ہی کھو بیٹھا تھا تو اللہ نے کیسے مجھے اس سے ملا دیا۔۔"

برستی آنکھوں سے انھوں نے ریشام کو دیکھا۔

"اتنے عرصے بعد مجھے اس کے زندہ ہونے کی نوید مل گئی۔۔معلوم نہیں حلیمہ حیات ہو گی یا نہیں۔۔انس کو فون کرو تم۔۔اسے کہو اپنے باپ کو میرے پاس لے کر آئے"

ریشام کے ہاتھ پکڑے وہ کسی بچے کی طرح اس سے التجا کر رہے تھے۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"یہ چین۔۔"

سعادت غازی نے بری طرح چونک کر اس کے گلے میں موجود اس چین کو دیکھا۔

"یہ مجھے۔۔۔"

ریشام اس کو انگلیوں میں تھامے یہ کہنے میں ہچکچا رہی تھی کے وہ انس نے اسے پہنائی تھی۔

"حلیمہ کو دیا گیا یہ میرا واحد تحفہ تھا ریشام۔۔"

ان کی بات پر وہ دنگ رہ گئی تھی۔

حویلی کے اندرونی عمارت میں موجود لوگوں کو خبر ہی نہیں تھی کے باہر بیٹھک میں کیا طوفان آیا ہوا تھا۔

سربراہی صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا وہ اس وقت اپنے آپ میں نہیں لگ رہا تھا۔ لہو چھلکاتی نگاہوں سے غیر مرئی نقطے کو دیکھتا ان سب کا خون خشک کئے جا رہا تھا۔

"حویلی میں اتنا سب ہوتا رہا اور تم نے ہمیں کچھ بتانے کی ضرورت ہی نہ محسوس کی؟"

وجاہت غازی عبیر پر برس رہے تھے جس نے ساری بات ان کے گوش گزار کی تھی۔

"سوری بابا۔۔ لیکن مجھے خود بہت بعد میں پتا چلا تھا"

وہ ندامت سے بولا۔

کچھ دیر پہلے جو بیٹھک پر تعیش اور آرائشوں سے آراستہ تھی وہ اب جنگ کے بعد کا منظر پیش کر رہی تھی۔

فاطم نے جی بھر کے اپنا اشتعال وہاں نکالا تھا۔ جو ابھی بھی کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

"میرا فون دیکھا ہے تم نے؟"

اس نے روم میں آتے ہی بے صبری سے بریزے سے پوچھا۔

"تمہارا فون تو عبیر بھائی کے پاس ہے"

"ان کے پاس؟" ریشام پہلے چونکی۔

"ان کے پاس کیوں ہے میرا فون؟" پھر حیرانگی اور ناپسندیدگی سے بولی۔

"تمہارا کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔ نہ ہی تم سے کوئی کونٹیکٹ ہو پا رہا تھا تو انھوں نے مجھ سے مانگا تھا شاید اس سے کچھ پتا چل جائے" وہ شانے اچکا کر بولی۔

"اوہ۔۔"

اس نے گہری سانس بھری۔ اتنا حوصلہ نہیں تھا اس میں کے جا کر عبیر سے اپنے فون کے بارے میں سوال کرتی۔

"تمہارا فون دو مجھے"

"کس سے بات کرنی ہے تمہیں؟"

"میں تمہیں کیوں بتاوں مجھے کس سے بات کرنی ہے"

"مت بتاو معلوم ہے مجھے یوسف کو ہی کرنی ہو گی۔۔ ویسے ماننا پڑے گا۔۔ یہ پہلا انسان ہے جس نے سعدین حویلی کی اینٹ سے اینٹ بجائی ہے"

"چپ رہو بریزے۔۔ اور باہر جاو تم" سائیڈ ٹیبل پر پڑا اس کا فون اٹھا کر وہ بے زاری سے ٹوک گئی۔

"ایسی کون سی باتیں کرنی ہیں تمہیں اس سے جو میرے سامنے نہیں ہو سکتی؟" وہ چھیڑنے سے باز نہیں آئی تھی۔

"جا رہی ہو یا نہیں؟" ریشام نے گھورتے ہوئے کہا۔

"اچھا بھئی جا رہی ہوں۔ کر لو تم سکون سے بات" وہ اسے چھوڑ کر روم سے باہر نکل تھی۔

وہ اس وقت تھانے میں ڈی ایس پی کے روم میں موجود رضا غازی سے ڈانٹ سننے میں مصروف تھا۔

"آخر تمہیں ضرورت ہی کیا تھی وہاں اکیلے جانے کی؟"

"اکیلے نہیں گیا تھا بابا۔۔۔"

"معلوم ہے مجھے پوری فوج کو لے کر گئے تھے اپنے ساتھ۔۔ لیکن تم گئے ہی کیوں تھے وہاں جب میں نے تمہیں منع کر رکھا تھا"

"ریشام کو چھوڑنے گیا تھا۔۔ وہ واپس جانا چاہتی تھی۔۔ اسے معلوم پڑ گیا تھا کے میں یوسف نہیں انس ہی ہوں"

"تم نے اپنی مرضی جو کرنا تھا کر لیا لیکن اب صرف وہی ہو گا جو وہی بچی چاہے گی۔۔ اگر وہ تم سے علیحدگی بھی چاہے گی تو تم اسے پریشرائز کئے بنا اسے ڈائیورس دو گے"

وہ انگلی اٹھا کر باور کرواتے ہوئے بولے۔

"آپ جیسا چاہیں گے میں ویسا ہی کروں گا"

وہ اس کی اتنی فرمانبرداری پر اسے گھور کر رہ گئے۔ اب انھیں کیا معلوم کے ان کے لاڈلے بیٹے نے اس بچی سے بلینک پیپر پر سائن کروا رکھے ہیں۔

تھانے سے باہر آتے ہی وہ پارکنگ میں کھڑی اپنی گاڑی کا دروازہ کھول ہی رہا تھا کے جبھی ہاتھ میں موجود فون وائبریٹ ہوا۔

نمبر ان نون تھا۔ لیکن پھر بھی اس نے فوراً کال پک تھی۔ اس امید پر کے شاید اسی دشمن جاں کا فون ہو۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"پہلی ہی بیل پر کال ریسیو کر لی گئی تھی۔

"تم نے بتایا کیوں نہیں مجھے ؟"

اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"آپ کو جانے کی ہی اتنی جلدی تھی۔۔آپ کچھ دیر رک جاتیں تو میں بتا دیتا تو آپ کو ساری بات"

دوسری جانب اس کا لہجہ کافی خوشگوار تھا۔

"دادا جان بلا رہے ہیں تمہارے بابا کو"

ریشام نے آہستگی سے کہا.

"اور ان کے باقی بیٹے ؟"

"وہ سب تو میٹنگ میں مصروف ہیں۔۔کل ہی خلع کا نوٹس بھیجنے کا ارادہ ہے ان کا"

کھڑکی کے پاس کھڑی وہ باہر کا منظر دیکھتے ہوئے گلے میں پڑی چین کو دو انگلیوں سے چھیڑتی کہہ رہی تھی۔

"پہلے تو آپ ہی دستخط کریں گی !"اس کا انداز جتانے والا اور بہت کچھ یاد کروانے والا تھا۔

"تمہیں ضمانت دی تھی۔۔میں کیسے وہ پیپر سائن کر سکتی ہوں ؟"

لمحے کو اس نے طمانیت سے آنکھیں بند کی تھیں۔دل میں ڈھیروں سکون اترتا محسوس ہوا۔لیکن کہیں ایک انجانا سا ڈر بھی تھا۔

"اور اگر کسی نے دباؤ ڈالا تو"

"دادا جان کے ہوتے ہوئے کوئی مجھے پریشرائز نہیں کر سکتا۔۔اور اگر پھر بھی حالات سازگار نہ ہوئے تو۔۔۔"

"تو آپ مجھے کال کر دیجئے گا۔۔میں آجاوں گا آپ کو لینے"

اس کی بات کاٹ کر وہ ترنت بولا۔

Mahira Zainab Khan Novel

"تم اتنا پروٹوکول اپنے ساتھ لے کر آتے ہو کے گاوں والے پریشان ہو جاتے ہیں کے سعدین حویلی پر نا جانے کس نے حملہ کر دیا ہے"

ریشام نے مصنوئی خفگی سے کہا۔

"آپ کی شان میں اتنا پروٹوکول لانا تو بنتا ہی ہے"

اس کا گہرا انداز اس کی دھڑکن کی رفتار بڑھا گیا تھا۔

"تمہیں شرم نہیں آتی اتنا عرصہ تک غریبی اور مفلسی کا رونا روتے رہے میرے سامنے؟"

اس کا غصہ عود کر آیا۔

"ریشام بی بی میرے اصل مقصد سے تو آپ آگاہ ہو ہی گئی ہیں۔۔ میں نہیں چاہتا تھا کے میرے انتقام کی زد میں آپ آئیں۔۔ اسی لئے آپ کو نظر انداز کرتا رہتا تھا کے شاید آپ پیچھے ہٹ جائیں۔۔ لیکن آپ نے تو مجھے اپنے ہی جان میں پھنسا لیا۔۔ آپ نے میرے مقصد کے درمیان میں آ کر مجھے کمزور کر دیا۔۔"

"تم تو جیسے بہت معصوم اور شریف انسان تھے ناں؟" وہ تیکھے لہجے میں بولی۔

"کوئی شک نہیں جب میں پہلی بار حویلی میں داخل ہوا تھا تو میں ایسا ہی تھا۔۔ لیکن آپ کی نظر کرم مجھ پر پڑنے کی دیر تھی کے آپ کی صحبت میں رہ رہ کر میں بھی آپ کے جیسا ہو گیا"

"ہنہ رہنے دو بس۔۔ اپنی غلطی تم مانتے ہی کہاں ہو"

وہ نخوت سے بولی۔

"انتظار کیجئے گا۔۔ میں بہت جلد آوں گا۔۔"

بھاری لب و لہجے میں کہتے ہوئے وہ رابطہ منقطع کر چکا تھا۔ لیکن وہ پھر بھی فون کو کام سے لگائے آنکھیں بند کئے کھڑی رہی تھی۔۔ اس کا انتظار تو ابھی سے شروع ہو چکا تھا۔

وہ ایک پوش اور سرسبز سا علاقہ تھا۔ جہاں کی صاف ستھری سڑکوں پر اس کی گاڑی دوڑتی دکھائی دے رہی تھی۔ ڈیش بورڈ پر پڑے فون کی اسکرین پر گوگل میپ اسے راستہ دکھا رہا تھا۔ یقیناً جس جگہ وہ جا رہا تھا اس کے راستوں سے آشنا نہیں تھا۔ چند منٹوں بعد اس نے بڑے سے سفید گیٹ کے پاس اپنی گاڑی لے جا کر روکی۔

آنکھوں پر سے ڈارک گلاسز اتار کر گریبان میں اٹکاتے ہوئے وہ فون اٹھا کر باہر نکل آیا۔ ایک نظر فون کی اسکرین کو دیکھنے کے بعد دروازے کے ساتھ ہی لگی نیم پلیٹ کو دیکھا جہاں سنہری لفظوں میں غازی مینشن لکھا تھا۔ جس کے نیچے ہی بریکٹ میں لکھا "ڈی ایس پی رضا غازی" دیکھ کر اسے اطمینان ہو گیا کے وہ سہی جگہ پہنچا تھا۔

دو قدم آگے بڑھ کے اس نے بیل بجا دی۔

کچھ ہی دیر میں دروازہ کھل گیا تھا۔

وہ چونکتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا جو دروازے کھولے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتی اس کی آمد کا مقصد جاننا چاہتی تھی۔

وہ چھوٹی سی کم عمر لڑکی یقیناً انس غازی کی بہن ماشا غازی ہی تھی۔

"انٹرسٹنگ۔۔" سالار کے لبوں پر مسکراہٹ ابھری۔

"السلام وعلیکم۔۔ مجھے سالار غازی کہتے ہیں۔۔ کیا میں آپ کے بھائی سے مل سکتا ہوں؟"

وہ کافی نرمی اور خوشگواری سے پوچھتا اسے تذبذب کا شکار کر گیا۔

آج سے پہلے کبھی کسی نے اس دروازے پر آ کر انس کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔

"آپ میرے بھائی کو کیسے جانتے ہیں؟"

وہ اس کے سر نیم پر بری طرح چونک کر پوچھ بیٹھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"کیا تمہارے بھائی نے تمہیں کچھ نہیں بتایا؟"

"کس بارے میں نہیں بتایا؟"

"یہی کے میں میں تمہارا کزن ہوں"

"میرے کزن؟؟ میں نے تو آپ کو آج سے پہلے کبھی دیکھا ہی نہیں۔۔آپ میرے کزن کیسے ہو سکتے ہیں؟؟"

وہ اب مشکوک نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی

مہاد اور دائم کو جلد آنے کی یقین دہانی کرتے ہوئے وہ کہنیوں تک پہنچی ہوئی آستینوں کو نیچے کرتے ہوئے مسجد جانے کے لیے نکل رہا تھا۔

اس کی پیشانی اور چہرے سے ابھی بھی وضو کے قطرے چمک رہے تھے۔

گھر سے نکلتے ہی جب برابر میں انس کے گھر کے پاس کھڑی ایک انجان گاڑی کو دیکھا تو بری طرح چونکا۔

اپنی چھٹی حس پر خبردار ہوتے ہوئے وہ تیزی سے قدم اٹھاتا وہاں پہنچا جہاں ماشا ابھی بھی آدھا دروازہ کھولے اس سے تفتیش کر رہی تھی۔

"میں کیسے یقین کر لوں کے آپ جو کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے؟؟"

"اس کی الجھن زدہ سی آواز داریان کے کانوں سے بھی ٹکرائی تھی۔

ابھی سالار اس کی بات کا جواب دینے ہی لگا تھا جبھی اس کی آمد پر خاموش ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

وہیں ماشا بھی اسے دیکھ کر گڑبڑا اٹھی تھی۔پہلے کی نسبت اب اسے داریان سے خوف آتا تھا۔دائم اور مہد کی زبانی وہ کہانیاں سن کر اسے پکا یقین ہو چلا تھا کے داریان کا تعلق صرف جنات سے نہیں ہے۔بلکے وہ بھی کوئی چھوٹا موٹا سا جن ہی ہے۔۔

"اندر جاو۔۔"

اس نے سنجیدگی سے ماشا کو حکم جاری کیا۔

"یہ خود کو میرے کزن کہہ رہے ہیں اور میں تو۔۔۔"

"میں نے کہا نہ اندر جاو۔۔"

اس کے سخت انداز پر ماشا کے الفاظ اس کے منہ میں ہی رہ گئے تھے۔ کینہ طوز نظروں سے دیکھتی وہ دروازہ پٹخ کے بند کرتی اندر چلی گئی تھی۔

"آپ کی تعریف؟"

سالار نے سر سے پیر تک اس سفید کرتا شلوار میں موجود داریان کو تکا۔

جو چہرے کے نقوش سے فارنر لگتا تھا

"داریان درانی نام ہے میرا۔۔ میں انس غازی کا دوست ہوں"

اس کی نیلی آنکھوں کی طرح اس کی آواز میں بھی نرمی کا شائبہ نہیں تھا۔

"میں یہاں انس سے ملنے آیا تھا۔۔ شاید وہ گھر پر موجود نہیں ہے"

اسے صاف لہجے میں روانی سے اردو بولتے دیکھ سالار نے ستائشی نظروں سے اسے دیکھنے کے بعد کہا۔

"وہ نہیں ہے۔۔ لیکن میں ہوں!"

"لیکن میں جس سلسلے میں اس سے بات کرنے آیا تھا وہ تم سے نہیں کر سکتا"

"لیکن میں بتا چکا ہوں وہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہے"

"مجھے انتظار کرنے میں کوئی ایشو نہیں ہے"

اس کا وہاں سے جانے کا ارادہ نہیں لگ رہا تھا

"داریان میں نے کب سے تمہیں کہہ رکھا ہے ان کتابوں کا آخر کب لا کر دو گے؟"

پشت سے ابھری آواز پر سالار غازی کا دل دھڑکنا بھول گیا تھا۔

وہ جو کوئی بھی تھی یہ نہیں جانتی تھی کے داریان کے سامنے کون کھڑا ہے۔اسے صرف اس کی پشت دکھائی دے رہی تھی۔

"اگر شام تک میری کتابیں نہیں ملیں تو خیر نہیں ہو گی تمہاری!"

وہ اب کافی سنگین انداز میں اسے دھمکا رہی تھی۔

"شام سے پہلے ہی لادوں گا"

"پکا؟"

اس کے یقین دہانی کروانے پر بھی اسے اعتبار نہیں تھا۔

"یہ کون ہے؟"

ساتھ ہی تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اشاروں کنائیوں میں اس سے دریافت کیا۔

لیکن داریان کے جواب دینے سے پہلے ہی وہ خود ہی رخ موڑ گیا۔

مہرماہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے گرتے گرتے بچی۔

اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کے سالار غازی اسے سر راہ بھی مل سکتا ہے۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟؟"

وہ شاک زدہ سی بولی۔

"کیا تمہارا گھر پاس میں ہی ہے؟"

اس کے سوال کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اس نے استفسار کیا تو اس کا سر خود بخود اثبات میں ہل گیا۔

ایسا پہلی بار ہی ہوا تھا کے نماز میں بھی اس کا دھیان کہیں اور لگا ہوا تھا۔

نماز پڑھ کے وہ جب گھر کے دروازے پر پہنچا تو تبھی ایک بائک سوار نے اس کے قریب اپنی بائک لا کر روکی۔

پھر ہیلمٹ اتار کر بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے غور سے داریان کی شکل دیکھی۔

"بابا سے ڈانٹ تو میں نے سنی ہے۔۔چہرہ تمہارا کیوں اترا ہوا ہے؟۔۔کیا کوئی مسئلہ ہو گیا ہے؟"اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"مسئلہ خود چل کر یہاں پہنچ چکا ہے"

"کیا مطلب؟کون آیا ہے سعدین حویلی سے؟"داریان کی بات پر اس نے چونک کر پوچھا۔

"وہی جس کی ناہونے والی بیوی کو تم نے اپنے نکاح میں لے رکھا ہے"

اس کے شانے ڈھیلے پڑے۔انس کو معلوم تھا کے وہ ضرور آئے گا۔

وہ خاموش بیٹھنے والوں میں سے نہیں تھا۔

"کہاں پر ہے؟کیا گھر میں ہے؟"

"تمہاری بہن نے اسے گھر میں گھسنے ہی نہیں دیا۔۔اسے یقین نہیں آرہا تھا کے اس کا بھی کوئی کزن اس دنیا میں ہو سکتا ہے"

"داریان کے کہنے پر وہ ہنس پڑا۔

سلطان زہیر کے چھوٹے لیکن نفاست سے سجے ڈرائنگ روم میں وہ سنگل صوفے پر آرام دہ انداز میں بیٹھا ان سے اس طرح گفتگو کر رہا تھے جیسے ان سے برسوں کی آشنائی ہو۔

"مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا کے مہرماہ تمہارے پاس جاب کرتی ہے"

"ویسے تم دونوں کی تو یونیورسٹی لائف میں کبھی بنی ہی نہیں تھی ایک دوسرے سے۔۔"

"جب حالات بدلتے ہیں نا بابا تو ناپسند لوگوں کو برداشت کرنا بھی انسان سیکھ ہی جاتا ہے" وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔

"ویسے انکل آپ کی بیٹی پڑھائی سے زیادہ اپنے کپڑوں پر توجہ دیا کرتی تھی۔۔ لیکن اب دیکھیں تو اتنے فلسفے بولتی ہے کے اپنی کتابیں لانچ کر دے مارکیٹ میں" اس کی نسبت سالار کا انداز شوخ سا تھا۔

"میری بیٹی بہت بدل گئی ہے۔۔۔"

"میں نے آسائیشوں کا عادی بنا کر اسے جاب کے لئے دھکے کھانوں پر مجبور کر دیا۔۔ چاہے کسی انسان کے پاس کتنا ہی مال و دولت کیوں نہ ہو۔۔ اسے اپنے بچوں کو ضرورت سے زیادہ لاڈ پیار میں اتنا نہیں بگاڑنا چاہئے کے جب وقت بدلے اور ہاتھ میں کچھ نہ رہے تو اس کے بچے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے بجائے اس وقت کو یاد کر کے شکوے کریں کے ہم اتنے خوشحال تھے اب ہمارے پاس کچھ نہیں رہا۔"

"بابا آپ کن باتوں میں لگ گئے ہیں؟" مہر ماہ نے انھیں ٹوکتے ہوئے ساتھ ہی سالار کو کہا۔

"چلیں؟ آپ کو دیر ہو رہی ہو گی"

"تمہاری ماں کھانا تیار کر رہی ہے بیٹا"

وہ اسے اتنی جلدی بھیجنے پر رضامند نہیں تھے۔

"بابا انھیں میٹنگ میں شرکت کرنی ہے یہ پھر کبھی کھا لیں گے" مہر ماہ اسے جلد سے جلد وہاں سے چلتا کرنا چاہتی تھی۔

"میری میٹنگ کینسل ہو گئی ہے۔۔"

اس کے اطلاع دینے پر مہر ماہ اسے گھور کر رہ گئی۔

"چلو یہ بھی اچھا ہی ہوا۔۔ جاو تم بھی اپنی ماں کے ساتھ ہاتھ بٹاو کچن میں" سلطان صاحب نے اسے وہاں سے بھیج ہی دیا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

وہ اچانک گہری نیند سے جاگتے ہوئے جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔ بھاری ہوتے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے وہ بیڈ سے اتر گیا۔

ایک عجیب سی بے چینی نے اس کے وجود کو جکڑا ہوا تھا۔ کمرے کی گھٹن کو کم کرنے کے لیے اس نے دبیز پردوں کو ایک جانب کھسکا کر ساری کھڑکیاں کھول دی تھیں۔ جہاں سے نظر آتا باہر کا منظر دیکھ کر وہ چونکا۔ کافی سارے مزدور بیٹھک کی جانب کام میں مصروف دکھائی دے رہے تھے۔ اسے لگا شاید سعادت غازی بیٹھک میں رینیویشن کروا رہے ہیں۔

"اتنی ٹینس ماحول میں نانا جان کو آخر بیٹھک کی تزئین و آرائش کا خیال کیسے آسکتا ہے"

وہ بڑبڑاتے ہوئے شاور لینے کے بعد فریش سا ہو کر روم سے باہر نکل آیا۔

جینز پر وائٹ شرٹ پہنے ملازم کو چائے لانے کا کہہ کر وہ باہر لان میں ہی آگیا تھا۔ جہاں فاز اسے ایک کرسی پر بیٹھا دکھائی دیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ڈرل مشین تھی اس کے سامنے میز پر کچھ اوزار بھی پڑے تھے۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں پر؟" اس کے استفسار پر فاز نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"جو توڑ پھوڑ تم نے مچائی تھی اسی کو ٹھیک کیا جا رہا ہے"

"میں نے کون سی توڑ پھوڑ مچا دی؟۔۔ میں تو ابھی سو کر اٹھا ہوں"

"میں سونے سے پہلے کی بات کر رہا ہوں۔۔ کچھ یاد ہے کس وقت سوئے تھے تم؟"

"پتا نہیں۔۔ کچھ یاد نہیں آرہا کے کیا ہوا تھا۔۔ صرف اتنا یاد ہے کے ہم سب ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے بیٹھک میں۔۔ اور انس بھائی کے متعلق بات ہو رہی تھی" پیشانی کو دو انگلیوں سے مسلتے ہوئے اس نے کہا۔

"اس کے بعد وجاہت تایا نے کہا کے ریشام کو خلع دلوا کر سالار بھائی سے اس کی شادی کریں گے اور ساتھ میں بریزے اور تمہاری بھی۔۔"

"بریزے اور میری؟؟ کیا بکواس کر رہے ہو؟" وہ اپنی جگہ اچھل ہی تو پڑا تھا۔

"یہ بکواس تم نے خود کی تھی اپنے منہ سے کے تمہیں بریزے سے شادی کرنی ہے"

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے؟ میں کیوں کہوں گا ایسا؟" فاز کا پر سکون انداز اس کے غصے کے گراف کو بڑھا رہا تھا۔

"مجھے معلوم ہے تم مر کے بھی نہیں کہو گے یہ بات لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا؟ لیکن تمہاری زبانی فاطم نے اپنا رشتہ پیش کیا تھا" اس نے عاشر کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ سن رہ گیا۔

"تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کے وہ میرے اندر داخل ہو کر یہ بات کر کے گیا تھا؟"

"جی بلکل۔۔ وہ تمہارے اندر سرائیت کر گیا تھا کل رات۔۔ لیکن عبیر بھائی اور میرے سوا کسی کو معلوم نہیں تھا۔۔ سب کو یہی لگا کے تم خود کہہ رہے ہو اسی لیے پھر۔۔"

"پھر کیا ہوا جلدی بتاؤ نہیں تو یہ ڈرل مشین تمہارے سر میں دے ماروں گا"

"ارے صبر تو کرو بتا رہا ہوں۔۔ ویسے بھی یہ مشین بے چارے مزدوروں کی ہے۔۔ اس میں کچھ خرابی ہو گئی ہے وہی ٹھیک کر رہا ہوں"

"اور پھر یہ ہوا کے بابا نے منع کر دیا۔۔ کے وہ اپنی لڑکی کا ہاتھ تمہارے جیسے نالائق اور نکمے انسان کے ہاتھ میں نہیں دیں گے"

"انھوں نے میرے لیے یہ الفاظ کہے؟" عاشر نے بے یقینی سے پوچھا۔

اسے یقین نہیں تھا کے اس کے اتنے اچھے ماموں اس کے لئے ایسا کہہ سکتے ہیں۔

"انھوں نے ذرا مہذب لفظوں میں کہا تھا۔۔ لیکن ان لفظوں کا مطلب یہی تھا۔۔"

"نکما نالائق؟"

"جی بلکل۔۔ اور پھر اس کے بعد فاطم صاحب کو جو غصہ آیا ہے۔۔ ایسی اٹھا پٹخ کی ہے کے بابا کا تو بی پی ہی شوٹ کر گیا کے ان کی بیٹی پر ایک جن کا سایہ ہے۔ عبیر بھائی کی الگ کلاس لگی ہے کے سب کچھ جانتے ہوئے بھی انھوں نے کسی کو کچھ خبر نہیں ہونے دی۔۔"

"ریشام کا مسئلہ بھول کر ان سب کو بریزے کی فکر لگ گئی ہے۔۔ وجاہت تایا اور ضمیر چاچو کے ساتھ امام صاحب کی طرف گئے ہوئے ہیں کے کسی طرح اس جن سے جان چھڑا سکے"

"اور وہ فساد کی جڑ کہاں ہے جس کی وجہ ہے یہ سارا کھڑاگ پھیلا ہے؟" عاشر نے طنز سے پوچھا۔

"بریزے کی بات کر رہے ہو؟"

"تو اور کس کی بات کروں گا؟ اسی کی وجہ سے تو سارا سکون برباد ہو کر رہ گیا ہے"

"ذرا تمیز سے ذکر کرو میری بہن کے بارے میں۔۔"

"اور اگر نہ کروں تو؟"

"ورنہ پھر سب کے کان بھر کے تمہاری شادی کروا دوں گا اسی کے ساتھ۔۔"

"دوسروں لفظوں میں تم یہ چاہتے ہو کے میں خودکشی پر مجبور ہو جاوں؟"

"خودکشی حرام ہے یار۔۔ مر کے سیدھا جہنم میں چلے جاو گے۔ کوئی فائدہ نہیں ہو گا ایسے تو تمہارے مرنے کا"

"بریزے کے ساتھ ساری زندگی گزارنا کسی جہنم سے کم نہیں" وہ تلخی سے بولا جبھی ملازم اس کی چائے لے آیا۔

"عاشر صاب آپ کی چائے"

"نہیں پینا مجھے" وہ تڑخ کے بولا۔

"عاشر صاحب کا دماغ خراب ہو چکا ہے یہ مجھے دے دو ادھر"

فاز نے کہتے ہوئے وہ کپ ٹرے میں سے اٹھا لیا تھا۔

وہ جب سلطان صاحب کے گھر میں داخل ہوا تو وہ اسے لان میں ہی مل گئی۔ "سنا ہے تمہارا باس آیا ہوا ہے؟"

"آیا ہے اور جانے کا نام بھی نہیں لے رہا" "وہ تو تمہارا کلاس فیلو بھی رہ چکا ہے پھر اتنا برا کیوں لگتا ہے وہ تمہیں؟"

"ایک تو مجھے سمجھ نہیں آتا سب مجھ سے یہی بات کیوں پوچھتے ہیں۔۔۔ اب وہ نہیں اچھا لگتا مجھے تو بس نہیں لگتا۔۔ ضروری نہیں ہے کے کوئی وجہ ہو" وہ چڑ کے بولی۔

"اچھا بھئی ناراض مت ہو۔۔یہ بتاو ہے کدھر وہ؟"

"ڈرائنگ روم میں ہے"

وہ اکھڑ انداز میں بولی تو وہ تیز تیز قدم اٹھاتا وہاں داخل ہو گیا جہاں وہ تنہا ہی صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا تھا۔ سلطان صاحب شاید کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔

"کیسے ہو سالار غازی؟" دوستانہ انداز میں کہتے ہوئے وہ اس کے سامنے براجمان ہو گیا۔ وہ اسے وہاں دیکھ کر چونکا پھر ایک مسکراہٹ اس کے لبوں پر ابھری۔

"فٹ اینڈ فائن۔۔تم سناو دوسروں کا حق مار کے خوش تو بہت ہوں گے"

"دوسروں کا حق؟۔۔کیا تم میری بیوی کی بات کر رہے ہو؟"

انس کا انداز نارمل تھا لیکن پھر بھی اسے اندر تک جلا گیا تھا۔

"میں ریشام کی بات کر رہا ہوں۔۔جس سے تم نے زبردستی پیپرز سائن کروائے تھے۔۔تم نے خود اعتراف کیا تھا اس بات کا"

"جو جس کے نصیب میں لکھا ہوتا ہے وہ اس تک کسی نہ کسی طرح سے پہنچ ہی جاتا ہے۔۔تمہیں یہ بات مان لینی چاہئے کے وہ۔۔۔تمہارے نصیب میں نہیں تھی"

"نصیب میں تمہارے بھی نہیں تھی۔ تم نے جس طرح اسے اپنی زندگی میں شامل کیا ہے اس سے سب ہی واقف ہیں۔۔بحر حال میں چاہتا ہوں تم اسے چھوڑ دو۔۔ڈائیورس دے دو"

انس نے اس کی بات سن کر لمحے کا توقف لیا۔ پھر سکون سے کہتے ہوئے استفسار کیا۔

"ٹھیک ہے چھوڑ دوں گا۔۔بدلے میں مجھے کیا دو گے تم مجھے؟"

سالار کو اندازہ نہیں تھا وہ اتنی آسانی سے آمادہ ہو جائے گا۔

"جو بھی تم چاہو۔۔"

اس کی کھلی پیشکش پر ایک مسکراہٹ انس کے لبوں پر ابھر کر معدوم ہوئی

"اگر تمہیں ریشام سے ہی مطلب ہے تو میں اسے چھوڑ دوں گا لیکن پھر۔۔"

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی جبکے وہ اس کی شرط جاننے کو متجسس تھا۔

"ریشام کی تمام پراپرٹی میرے نام ہونی چاہیئے"

انس کو معلوم تھا اسے کس طرح سے گھیرنا ہے۔اس نے بھی ایسا ترپ کا پتا پھینکا تھا کے چند ساعتوں کے لئے اسے چپ ہی لگا دی تھی۔

"ارے انس تم کب آئے؟"

ان کے سلسلہ کلام کو سلطان صاحب کی آمد نے روکا تھا۔

"کچھ دیر پہلے ہی آیا ہوں انکل۔۔آپ کی طبعیت کیسی ہے؟"

وہ اٹھ کر خوش مزاجی سے ان سے ملنے لگا۔

"طبیعت تو بس ٹھیک ہی ہے۔۔ان سے ملو یہ مہر ماہ کے باس ہیں"

ساتھ ہی سالار کی جانب اشارہ کر کے انھوں نے تعارف کروایا۔

"میں مل چکا ہوں ان سے۔۔"

"اور یہ میرے ہمسائے میں رہتا ہے۔۔اس کے باپ سے کافی اچھی دوستی ہے میری۔۔اس علاقے کا ڈی ایس پی ہے وہ۔۔"

رضا غازی کا ذکر کرتے ہوئے وہ فخر سے کہہ رہے تھے۔

"مل کر اچھا لگا۔۔۔انس غازی"

اس کے چہرے پر بھی تلخ سی مسکراہٹ تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"تمہاری وجہ سے اتنی ڈانٹ پڑی ہے مجھے۔۔ کیا ضرورت تھی سب کے سامنے وہ تماشہ کرنے کی؟"

وہ سخت غصے کا شکار ہو کر کب سے اس پر برس رہی تھی جو ذرا سا بھی برا منائے مسکراتے ہوئے اسے سن رہا تھا۔

"فاطم تم میری بات سن کیوں نہیں رہے؟"

"تمہاری ہی تو سن رہا ہوں اتنی دیر سے"

"کیوں کیا تم نے ایسا۔۔ معلوم ہے سب کتنا خوفزدہ ہو چکے ہیں۔۔ اور مجھے تو ایسی نظروں سے دیکھنے لگے ہیں جیسے میں خود ایک چلتی پھرتی جن زادی ہوں۔۔ تم نے مجھے مشکوک کر دیا ہے سب کی نظروں میں"

"وہ سب تمہاری شادی کی بات کر رہے تھے۔۔ میں نے صرف اتنا کہا کے۔۔ کے تمہاری شادی صرف مجھ سے ہو گی"

"کیا ضرورت تھی بھلا یہ بات کہنے کی؟ وہ بھی عاشر کے ذریعے۔۔"

"وہ جس انداز میں تم سے بات کرتا ہے۔ تم سے بدتمیزی کرتا ہے۔ مجھے وہ پسند نہیں۔ بس اسی وجہ سے اس سے بدلہ لینے کے لیے کیا۔"

"تمہارا طریقہ بہت غلط تھا۔ میں اتنی کوشش کر رہی ہوں کے تمہیں سب سے چھپا کر رکھنے کی۔۔ اور تم نے منظر عام پر آ کر سب بگاڑ دیا۔"

"اب چھپنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ اب سامنے آنا ہی پڑے گا۔"

"اور وہ کس لئے؟"

"ریشام کے ساتھ ساتھ تمہاری شادی کا فیصلہ بھی ہونے لگا ہے"

"میری شادی؟" وہ بری طرح چونکی۔

"میں نے کیا غلطی کی ہے؟میری شادی کیوں کروا رہے ہیں؟"

"تمہیں شادی نہیں کرنی مجھ سے؟"

"تم سے؟نہ تم ایک انسان بن سکتے ہو اور نہ میں ایک جن بن سکتی ہوں۔۔پھر کیسے ہو گی ہماری شادی؟"اس نے بے زاری سے پوچھا۔

"کسی اور سے شادی کر لو گی تم؟"

"تم سے نہیں ہو سکتی تو کسی اور سے بھی نہیں کروں گی۔۔"

"ساری زندگی میرے نام پر گزار دو گی؟"

"ہاں گزار دوں گی"

"اور اگر پھر بھی کسی انسان سے شادی کرنی پڑ گئی تو؟"

"نہیں کروں گی۔۔"وہ اس کی آنکھوں میں جلتے شعلوں کو دیکھتی ہوئی مضبوط لہجے میں بولی۔

"دیکھتا ہوں کب تک قائم رہتی ہو اپنی بات پر"

"چیلینج کر رہے ہو؟"

"سمجھ سکتی ہو۔۔"اس نے شانے اچکا کر کہا۔جبھی باہر سے آتے شور و غل پر اس نے ناپسندیدگی سے بریزے کو دیکھا۔

"یہ تمہارے گھر والے سکون سے کیوں نہیں رہتے؟"

"تمہارے اور یوسف کے نام کی دھوم مچنے سے پہلے ہم سکون سے ہی رہتے تھے۔"

وہ ہاتھ جھلا کر بولی۔دروازہ زور زور سے بجایا جا رہا تھا۔

"اب جاو بھی۔۔"اسے وہیں جمے دیکھ کر بریزے نے اسے کہا۔

"اب تو سب جان ہی چکے ہیں تو پھر کیوں جاوں میں؟"

"کسی نے ابھی تک تمہارا یہ اصل روپ نہیں دیکھا۔۔ تم میرے لیے مزید مشکلات کھڑی کر دو گے۔۔"

"کھول دو دروازہ میں نہیں دکھائی دوں گا کسی کو"

اس کے سکون سے کہنے پر وہ اسے تیز نظروں سے دیکھتی ہوئی دروازے کھولنے کو آگے بڑھ گئی۔

"کیا دروازہ توڑنے کا ارادہ ہے تمہارا؟"

بریزے نے اس کی صورت دیکھتے ہی تیز لہجے میں پوچھا لیکن وہ اس کی بات کا جواب دئے بنا آگ بھری نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔

"نہ مجھے تم سے کوئی مطلب ہے۔۔ اور نہ ہی تمہارے اس عاشق جن سے۔۔ میری بلا سے تم دونوں بھاڑ میں جاو۔۔ مجھے صرف اتنا کہنا تھا کے اس سے کہو کے۔۔ مجھ سے دور رہے۔۔"

"کیوں تم کوئی حسین دوشیزہ ہو جو ڈر رہے ہو کے وہ تم پر بھی عاشق ہو جائے گا" بریزے نے طنز سے کہنے پر جہاں فاطم بے ساختہ ہنس پڑا تھا وہیں عاشر کا بس نہ چلا تھا کے اسے دو تھپڑ ہی لگا دے۔

"زبان سنبھال کر بات کرو۔۔ اگر میں کچھ کہتا نہیں ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کے جو منہ میں آئے بولتی رہو"

"عاشر میرا کوئی موڈ نہیں ہے تمہاری یہ فضول باتیں سننے کا"

وہ بے زاری سے بولی۔

"اب تو سب کو خبر ہو چکی ہے۔۔ کب تک چھپا کر رکھو گی اسے سات پردوں میں؟"

کن انکھیوں سے خالی پڑے کمرے میں نظریں دوڑاتے وہ طنزیہ مسکراہٹ سے کہہ رہا تھا۔

نا جانے کیوں اسے لگ رہا تھا کے وہ وہیں موجود تھا۔

"سات پردوں میں چھپاوں یا ہزار پردوں میں چھپاوں۔۔ تمہیں اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہئے"

Mahira Zaynab Khan Novel

"دوسروں تک اپنی بات پہنچانے کے لیے اگر وہ میرا سہارا لے گا تو پھر مجھے بھی تو مطلب رکھنا پڑے گا نا بریزے ڈیئر؟"

"ختم ہو گئی تمہاری بکواس یا اور کچھ بھی کہنا ہے؟؟"

"یہی پر ہے نہ وہ؟" اس نے مشکوک انداز میں پوچھا۔

"ہاں یہی پر ہے۔۔ بلاوں اسے؟ بات کرنا چاہو گے اس کے ساتھ؟"

"اتنے برے دن نہیں آئے میرے جو ایک جن زادے کے ساتھ گپ شپ لگاوں" وہ تنفر سے بولا۔

"ارے ڈر کیوں رہے ہو؟ وہ تو اتنا پیارا سا ہے۔۔ کر لو نہ اس سے باتیں۔۔ اچھا لگے گا تمہیں" بظاہر مسکراتے ہوئے لیکن وہ طنز سے کہہ رہی تھی۔

"تمہارے ماں باپ کو بتاوں جا کر کے ایک جن سے باتیں کر رہی ہو روم لاک کر کے؟" عاشر نے اسے گھور کے کہا۔

"جاو کہہ دو جا کر مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۔ لیکن بعد میں وہ جن آ کر تمہاری کلاس لے گا تو پھر خوف سے خود ہی کہیں چھپ کر بیٹھ جاو گے"

"ایکسکیوز می۔۔۔ عاشر مرزا ڈرتا نہیں ہے کسی سے۔۔" اس نے ہاتھ جھلا کر کہا۔

"اچھا پھر اس دن تمہاری ہوائیاں کیوں اڑ گئی تھیں جب وہ فاز کی شکل میں تمہارے سامنے آیا تھا؟؟"

"کس دن کی بات کر رہی ہو مجھے تو یاد نہیں"

یاد تو اسے سب تھا۔ لیکن اس کے سامنے بھلا کیوں اقرار کرتا کے وہ واقعی خوفزدہ ہوا تھا۔

اور یہ بات اسے پتا کیسے چلی؟ یقیناً اس فاطم کے بچے نے ہی اسے بتایا ہو گا۔

عاشر کو وہ دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن پھر بھی دل ہی دل میں کتنی ہی صلواتیں اسے سنا گیا تھا۔

اس کے جاتے ہی وہ دونوں بے اختیار ہنسے تھے۔

"آپ کو اتنا بڑا سچ ہم سے چھپانا نہیں چاہئے تھا بابا"

"آپ کو ہمیں اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہئے تھا"

"کیا ہماری ماں کو معلوم تھا آپ کی دوسری شادی کے بارے میں؟"

"وجاہت بھائی بابا نے جو کچھ بھی کیا ہو آپ کو کم از کم کوئی حق نہیں ہے ان سے جواب طلبی کا۔" رائمہ کو سخت ناگوار لگا تھا وجاہت غازی کا انداز۔

"میں بیٹا ہوں ان کا۔۔ مجھے یہ جاننے کا پورا حق ہے کے ہمیں اندھیرے میں رکھ کے ہمارے ساتھ اتنا بڑا دھوکا کیوں کیا گیا آخر؟"

"میں نے کوئی دھوکا نہیں کیا۔۔ صرف سچ کو چھپایا تھا"

"اور وہ سچ آپ کی عزت کو مٹی میں ملا گیا۔۔ اس نے کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا ہمیں" وہ تلخی سے بولے۔

"وہ بھی میرا خون ہے" سعادت غازی نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"اگر آپ اپنے اس بیٹے اور اس کے بیوی بچوں کو اس حویلی میں لانے کا سوچ رہیں ہیں تو میں بتا دوں آپ کو میں اس کے حق میں بلکل بھی نہیں ہوں۔۔ میرے جیتے جی وہ اس حویلی میں قدم نہیں رکھیں گے۔۔"

"ریشام کو مہرہ بنا کر یہ کھیل رچانے کے بجائے انھیں ہمارے سامنے آکر دوبدو بات کرنی چاہئے تھی۔۔ میرے بیٹے کی شادی خراب کی۔۔ ریشام سے زبردستی نکاح کیا۔۔ ہماری عزت دو کوڑی کی کر دی اور آپ کہتے ہیں کے انھیں اس حویلی میں آنے دوں؟۔۔ ناممکن!"

"جو رشتہ میرا تم سب سے ہے وہی اس سے بھی ہے۔۔ اس حویلی پر جتنا تم لوگوں کا حق ہے اتنا ہی اس کا بھی ہے۔۔"

"آپ میرے مقابلے میں اسے لا کر کھڑا کر رہے ہیں جسے ابھی تک آپ نے دیکھا بھی نہیں ہے؟" وجاہت غازی گہرے شاک کے عالم تھے۔

"دیکھنے کے لیے ہی تو بلا رہا ہوں۔۔ آنکھیں ترس گئی ہیں میری اس کے لئے"

ان کے لہجے میں پدرانہ شفقت تھی۔ برسوں سے جس کی تلاش جس کا انتظار انھیں سکون نہیں لینے دیتا تھا وہ اب ختم ہونے والا تھا۔

وہ اپنے اس بیٹے سے ملنے کے لئے تڑپ رہے تھے جسے انھوں نے ایک بار بھی نہیں دیکھا تھا۔

سینے پر بازو باندھے سر پر دوپٹہ لیے وہ منہ پھلا کر وہاں بیٹھی تھی۔ رائمہ پھوپھو مختلف سورتیں پڑھ پڑھ کر اس پر پھونک رہی تھیں۔ جب کے حمنہ غازی جانے کبھی مرچوں سے اس کی نظر اتارتیں تو کبھی انڈوں سے۔۔

کوئی اسے ایک لمحے کے لئے بھی اکیلا نہیں چھوڑ رہا تھا۔ ہر وقت کوئی نہ کوئی ساتھ لازمی ہوتا تھا۔

"یہ انڈے اس کے سر میں مار دیں مامی۔۔ وہ خود ہی چلا جائے گا"

عاشر کوئی موقع نہیں چھوڑ رہا تھا اسے تپانے کا۔

"جب میں کہہ رہی ہوں کے مجھ پر کسی جن کا کوئی سایہ نہیں ہے تو پھر آپ کو لوگ یقین کیوں نہیں کر رہے میری بات کا؟؟" وہ زچ ہو چکی تھی۔

"یہ سہی کہہ رہی ہے مامی۔۔ نظر تو آپ کو اس جن کی اتارنی چاہئے جو اس چڑیل کے ہتھے چڑھ گیا ہے۔۔ بے چارہ"

"اس کو خاموش کروالیں پھوپھو۔۔" وہ ضبط کے گھونٹ بھر کے بولی۔

"چپ کرو جاو عاشر۔۔ نہیں تنگ کرو اسے"

"تنگ تو اس نے کر رکھا ہے ہم سب کو۔۔"

"تم چپ کرو گے یا نہیں؟" بریزے نے تپ کر کہا

"نہیں کروں گا میں چپ۔۔ کیا کرو گی تم؟ ایسا کرو یہ میز اٹھا کر دور پھینک دو۔۔ اور یہ صوفے ہوا میں اڑا دو۔۔ یہ سب بھی تو دیکھیں نہ فاطم صاحب کی کرامات"

اس کی فضول گوئی پر وہ جھٹکے سے اٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔

"کر دیا نہ اسے ناراض؟ خاموش تو بیٹھا جاتا ہی نہیں ہے تم سے۔۔"

رائمہ نے ناراضگی سے اسے کہا۔

"آپ جانتے ہیں بابا، مجھے دولت اور جائیداد کی کوئی حوس نہیں ہے۔۔ آپ نے جتنا میرے اور ماشا کے لئے کیا ہے وہ ہمارے لیے کافی ہے۔۔۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کے آپ اپنے بابا اور بھائیوں سے مل لیں۔۔ میں نے ساری زندگی آپ کو خوش ہوتے ہوئے بھی ایک خالی پن محسوس کیا ہے آپ کے اندر۔ یہ جانتے ہوئے بھی کے آپ کے بابا کون ہیں آپ نے ہمیشہ انھیں دور سے ہی دیکھا ہے۔۔ کبھی ان کے قریب نہیں گئے کبھی ان سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی لیکن اب۔۔۔ اب میں آپ کو مزید اس اذیت میں جلنے نہیں دوں گا"

"وہ مجھے قبول نہیں کریں گے بیٹا۔۔ میرے سوتیلے بھائی کبھی نہیں چاہیں گے کے میں وہاں جاوں" ان کے لہجے میں زمانے کی تھکن تھی۔

دل تو ان کا بھی چاہتا تھا سعادت غازی کے پاس جانے کا۔ ان سے ملنے کا۔ اپنے بھائیوں سے ملنے کا لیکن ایک خوف نے ان کے اندر پنجے گاڑ رکھے تھے کے اگر انھیں دھتکار دیا گیا تو کیا ہو گا۔

"آپ کو ان کی نہیں اپنے بابا کی فکر کرنی چاہئے۔۔ جن سے آپ کا خون کا رشتہ ہے۔۔ آپ ان کے سگے بیٹے ہیں۔۔" وہ ہر صورت انھیں قائل کرنا چاہتا تھا وہاں جانے کے لئے۔

"انس ٹھیک کہہ رہا ہے انکل۔۔ انھوں نے آپ کو خود بلایا ہے ملنے کے لئے۔۔ آپ کو وہاں جانا چاہئے ایک بار۔۔"

فرمان درانی بھی انس کے حق میں تھے۔ وہ بھی انھیں قائل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"فلحال ماشا اور صوفیہ آنٹی کو نہ لے کر جائیں۔۔ صرف آپ اور انس چلے جائیں"

"بھروسہ رکھیں بابا۔۔مایوسی نہیں ہو گی آپ کو!"

انس نے دلاسہ دینے والے انداز میں کہا تو انھوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

لگتا تھا جیسے تمام آفتیں ایک ساتھ ہی سعدین حویلی پر آن پڑی تھیں۔

وہاج غازی اور ضمیر غازی جب واپس لوٹے تو ان کے چہروں پر گہری سنجیدگی اور پریشانی کی لکیریں تھیں۔

امام صاحب نے بھی اس بات کی تصدیق کر دی تھی کے حویلی پر واقعی میں کسی جناتی قوت کا سایہ تھا۔بے شک وہ تنگ کرنے والا براجن نہیں تھا۔لیکن تھا تو ایک جن زادہ ہی۔۔

کچھ احتیاطی تدابیروں کے علاوہ انھوں نے جلد از جلد بریزے کی شادی کر دینے کا بھی تاکید کی تھی۔ایسے میں زیادہ چانسز تھے کے وہ جن خود ہی دور ہو جاتا۔اب وہ شیطانی صفت جن تو تھا نہیں جو اللہ کا ذکر وہاں ہونے سے بھاگ جاتا۔لیکن پھر بھی امام صاحب نے روزانہ صبح شام بلند آواز سے تلاوت کلام پاک کرنے کے ساتھ ساتھ تحدیدی نامہ مبارک انھیں دیا تھا پوری حویلی میں لگانے کے لئے۔

جو کسی بھی طرح کے جن سے حفاظت کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

جب سعادت غازی کے سامنے ساری بات رکھی گئی تو انھوں نے جمعے کو ہی بریزے اور عاشر کا نکاح کرنے کا حکم دے دیا۔جس کے آنے میں چار دن تھے۔

اس بار وہاج غازی بھی کچھ نہیں بولے تھے۔ڈھلکے شانوں اور جھکی گردن کے ساتھ انھوں نے وہ فیصلہ قبول کر لیا تھا۔

اپنی بیٹی کی شادی وہ کسی بہت اچھے لڑکے سے کرنا چاہتے تھے لیکن جس قسم کا مسئلہ اسے درپیش تھا ایسے میں انھیں بھی یہی ٹھیک لگا کے گھر کی بات گھر میں ہی رہ جائے۔اگر حویلی سے یہ بات باہر چلی جاتی تو جو تھوڑی بہت عزت بھی حویلی والوں کی رہ گئی تھی وہ بھی خاک میں مل جاتی۔

سعادت غازی کے فیصلے پر سب ہی خوش تھے۔سوائے ایک شخص کے۔

جس نے تنے تاثرات اور بھنچے ہوئے ابرو کے ساتھ فوراً انکار کر دیا تھا۔

"معذرت کے ساتھ لیکن مجھے آپ کا یہ فیصلہ منظور نہیں ہے نانا جان" اس کی بات وہاں موجود ہر شخص کو ہلا گئی تھی۔

آج تک کسی نے ہمت نہیں کی تھی ان کے فیصلے کے خلاف جانے کی۔

عبیر اور سالار تک نے ان کے حکم کی ہمیشہ تعمیل کی تھی۔ لیکن وہ عاشر مرزا تھا۔ وہ ان کے جیسا نہیں تھا۔

"کیوں؟ کیا وجہ ہے آخر؟"

"کوئی وجہ نہیں ہے۔۔ مجھے بس اس سے شادی نہیں کرنی۔۔ اور پھر وہاج ماموں پہلے ہی انکار کر چکے تھے کے وہ ایک غیر سنجیدہ لا ابالی شخص کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی نہیں کریں گے" اس کا سنجیدہ انداز بہت کچھ جتاتا ہوا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کے وہ بات تم نے نہیں کی تھی"

"لیکن انکار آپ نے میرے لئے کیا تھا۔"

"کیا تم اسی وجہ سے ضد میں آ کر منع کر رہے ہو؟" وہاج غازی نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"نہیں مجھے ویسے بھی اس سے شادی نہیں کرنی تھی۔۔ میرا اور اس کا مزاج مختلف ہے"

"کیا تم ہمارے فیصلے کے خلاف جاو گے؟ کیا اتنے بڑے ہو گئے ہو تم؟"

سعادت غازی نے سخت ناگواری سے دریافت کیا۔

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر نانا جان۔۔ لیکن یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے۔۔ میری پوری زندگی کا سوال ہے۔۔ جسے میں کسی اور کے لئے قربان نہیں کروں گا"

وہ سرد لہجے میں کہتے ہوئے جھٹکے سے اٹھ کر وہاں سے نکل گیا تھا۔

"عاشر۔۔۔" وہ ان کے آواز دینے پر بھی نہیں رکا تھا

"آپ اس پر دباؤ نہ ڈالے بابا۔۔ اگر وہ نہیں کرنا چاہتا تو رہنے دیں۔۔"

وہاج غازی نے شکست خوردگی سے کہا۔ "لیکن بریزے؟" انھیں اس کی فکر تھی۔

"میرا ایک دوست ہے زمان۔۔ آپ جانتے ہی ہوں گے اسے۔۔ اس نے اپنے بیٹے کا پروپوزل دیا ہے بریزے کے لئے۔۔ ڈاکٹر ہے اس کا بیٹا۔۔ مجھے تو یہ رشتہ ہر لحاظ سے معقول لگتا ہے" وہاج غازی سعادت غازی کو دھیمے لہجے میں اس کی تفصیل بتا رہے تھے۔

ہر سو تاریکی کا عالم تھا۔ اسے یاد بھی نہیں تھا کے وہ کتنے گھنٹے باہر بے مقصد گاڑی دوڑاتا رہا۔ اس کا وجود ایک ان دیکھے الاو میں جل رہا تھا۔

جب اشتعال کچھ کم ہوا تو تب اس نے حویلی کا رخ کیا۔ وہ اپنے روم میں داخل ہوا لیکن وہاں موجود سعادت غازی کو دیکھ کر بری طرح چونکا۔ "نانا جان آپ یہاں؟"

"یہ کیا وقت ہے گھر آنے کا؟" ان کا انداز سرزنش کرنے والا نہیں تھا۔

لیکن سنجیدہ تھا۔ "مجھے اس بات سے لاعلم کیوں رکھا گیا؟"

وہ جب بولا تو اس کی آواز بھاری تھی۔ جس میں گہرا کرب جھلک رہا تھا۔

"کیا کرتے تم اگر یہ بات تمہیں معلوم ہوتی تو؟"

"اگر مجھے معلوم ہوتا تو کب کا یہ حویلی چھوڑ کر جا چکا ہوتا"

Mahira Zaynab Khan Novel

"مجھے معلوم ہے بریزے اور تمہارا مزاج مختلف ہے۔۔ لیکن ہم نہیں چاہتے تھے بریزے یا ریشام کی شادی حویلی سے باہر ہو۔۔ وہ بھی اس صورت میں جب رشتے گھر میں ہی موجود ہوں"

"آپ نے فیصلہ کرنے سے پہلے یہ نہیں سوچا کے وہ اور میں کیا چاہتے ہیں؟" اس کا لہجہ پر تپش تھا۔

"نہیں۔۔ مجھے اعتماد تھا کے میرے بچے مجھ پر بھروسہ کرتے ہیں۔۔ وہ میرے کیے گئے فیصلے پر انگلی نہیں اٹھائیں گے۔۔ لیکن میں غلط تھا"

سعادت غازی کا شکست خوردہ انداز دیکھ کر اسے اپنی خود پسندی پر غصہ آنے لگا تھا۔

"آئم سوری۔۔ لیکن۔۔۔ لیکن میں بریزے سے شادی نہیں کروں گا"

"کیا تم مجھے وجہ بتانا پسند کرو گے؟"

"کوئی وجہ نہیں ہے۔۔۔" وہ سچ ہی کہہ رہا تھا بریزے سے شادی نہ کرنے کے لئے اس کے پاس کوئی وجہ نہیں تھی۔

"پھر؟"" مجھے نہیں لگتا کے ہم دونوں ساتھ زندگی گزار سکیں گے"

"زندگی سمجھوتے کے بغیر نہیں گزرتی عاشر۔۔ تم اسے اپنے روپ میں ڈھال لیتے یا اس کے روپ میں ڈھل جاتے۔۔۔ لیکن خیر۔۔"

"وہاج نے اپنے دوست کے بیٹے کے پروپوزل کے بارے میں بتایا تھا۔ وہ آئیں گے کل۔۔ اگر مجھے مناسب لگے تو بہت جلد بریزے کا نکاح کر دیا جائے گا۔۔"

ان کی بات پر وہ چونک کر انھیں دیکھنے لگا۔

"سو جاو تم۔۔" اس کا شانہ تھپک کر وہ روم سے چلے گئے تو اس نے سکون کا سانس بھرا کے بالآخر اس لڑکی سے جان چھوٹنے والی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

رسمی سی ملاقات کے بعد ڈاکٹر عاصم کی فیملی کو ہاں کہہ دی گئی تھی۔ کچھ دنوں بعد عاصم کو لندن جانا تھا کسی کورس کے سلسلے میں۔ اس لئے ان کی طرف سے بھی نکاح کی فرمائش کی گئی تو وہاج غازی نے سکھ کا سانس لیا کے ان کے کہے بنا ہی سب ان کی منشاء کے مطابق ہو رہا تھا۔

"تم اتنی اداس کیوں بیٹھی ہو؟"

رائمہ نے ہاتھ میں اس کا چہرہ تھامتے ہوئے پوچھا تو اس نے شکوہ کناں نگاہوں سے انھیں دیکھا۔

"مجھے ابھی شادی نہیں کرنی پھوپھو"

"شادی نہیں کر رہے ہیں بریزے۔ صرف نکاح ہو رہا ہے"

"مجھے نکاح بھی نہیں کرنا"

"اتنی عجلت میں نکاح کے حق میں تو کوئی بھی نہیں تھا۔ لیکن مجبوری میں ایسا کرنا پڑ رہا ہے"

"ایسا کبھی نہیں ہو گا۔۔"

"ریشام کی وجہ سے سب پہلے ہی کافی ٹینشن میں شکار ہیں۔۔ کم از کم تم تو عقل سے کام لو" رائمہ غازی کا سر دکھنے لگا تھا۔ اس حویلی کے بچوں کے مسئلے ختم ہی نہیں ہوتے تھے۔ کبھی ریشام تو کبھی عاشر اور اب بریزے۔

"اگر میں ہاں کر بھی دوں تو وہ۔۔۔ وہ ایسا نہیں ہونے دے گا"

"تم اس کی باتوں میں آ کر اسے خود پر حاوی مت ہونے دو۔۔ ایک جن اور انسان کا ملن ناممکن ہے۔"

"وہ نہیں سمجھتا یہ بات"

"لیکن وہ تو بہت نیک اور شریف ہے پھر بھی؟"

"مجھے نہیں معلوم پھوپھو لیکن۔۔۔ میرا ابھی دل نہیں مان رہا اس کے علاوہ کسی اور سے شادی کرنے کے لیے" آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔

"تم بھی بلکل ہی پاگل ہو گئی ہو۔۔اپنے جیسا ہی بنا لیا ہے اس نے تمہیں"

وہ بھیگی آنکھوں سے مسکرا دی۔۔

"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کے ایک جن زادے سے محبت کر بیٹھوں گی"

"ایسی محبت کا کیا فائدہ جو کوئی تمہیں نصیب ہی نہیں ہو گی۔۔"

"ایسے کیوں کہہ رہی ہیں پھوپھو؟"اسے لگا جیسے کسی نے اس کا دل مسل ڈالا ہو۔

"عقل سے کام لو بریزے۔۔تمہارا اور اس کا کوئی جوڑ نہیں۔۔۔تم نے اسے شے دی ہو گی جبھی وہ اتنی آگے بڑھا"

"میں اسے منع نہیں کر سکتی۔۔نہ ہی اسے روک سکتی ہوں یہاں آنے سے"

"تم اسے منع کر کے دیکھو۔۔کہہ دو کے تمہیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔۔نہ ہی تم اس سے محبت کرتی ہو"

"وہ سمجھ جائے گا کے میں جھوٹ بول رہی ہوں"

"سچ کیا ہے پھر؟"

"سچ یہی ہے کے میں۔۔۔اسے نہیں چھوڑ سکتی"

رائمہ نے تاسف سے اسے دیکھا۔

وہ اس پر زور زبردستی نہیں کر سکتی تھیں۔انھوں نے ہمیشہ اسے عاشر کے حوالے سے ہی سوچا تھا۔جس کی وجہ سے وہ انھیں اور بھی زیادہ عزیز تھی۔

لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھیں کے ان کا بیٹا ہی دغا کر جائے گا۔

انھوں نے اسے منانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن اس کے پاس صرف ایک ہی جواب تھا کے بریزے کا اس کا مزاج مختلف ہے اور وہ لڑکی اسے پسند بھی نہیں اس لیے وہ اس سے شادی نہیں کرے گا۔۔"

یہ آپ کون سی کہانیاں سنا رہے ہیں مجھے تو کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا؟"

ماشا ٹکر ٹکر انس اور رضا غازی کی شکل دیکھتے ہوئے ان باتوں کو سمجھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ صوفیہ کو تو ان باتوں کا پہلے سے معلوم تھا لیکن ماشا کے علم میں نہیں تھا۔

"سچ یہی ہے۔۔" انس نے ہلکے سے اس کے سر پر تھپڑ لگاتے ہوئے کہا تو اس نے ناراضگی سے اپنے بڑے بھائی کو دیکھا۔

"مجھے تو یقین نہیں۔۔ پہلے تو ہمارے کوئی ددھیال رشتے دار نہیں تھے اور یہ ایک دم سے راتوں رات اتنے سارے نکل آئے۔"

"میں نے کہا تھا بابا اسے نہ بتائیں ابھی"

"لیا مطلب اور کتنا عرصہ آپ لوگ چھپا کر رکھنے والے تھے مجھ سے یہ راز؟" وہ سخت شاکی تھی

"میں تو کبھی نہیں بتانا چاہتا تھا لیکن بابا نے کہا کے بتا دو بے چاری کو۔۔ اسے بھی تو معلوم ہونا چاہیے نہ کے اس کے دادا تایا، چاچا اور پھوپھو بھی موجود ہیں"

"اچھا تو پہلے کہاں تھے یہ سب؟" اس نے طنز سے پوچھا۔

"جہاں ابھی ہیں پہلے بھی وہیں تھے۔۔ بس تمہیں نہیں معلوم تھا!"

"مجھ سے کیوں چھپایا تو؟"

"ہم نہیں چاہتے تھے کے تمہیں معلوم ہو"

انس کا انداز مسلسل اس کے غصے کا گراف بڑھا رہا تھا۔

"میں بھی چلوں گی آپ کے ساتھ"

"نہیں"

"لیکن کیوں؟"

"ابھی نہیں بعد میں لے کر جائیں گے تمہیں"

Mahira Zaynab Khan Novel

"بھئی مجھے ملنا ہے اپنے رشتے داروں سے۔۔ کیا ان کے بچے ہیں؟"

"تمہاری عمر کا تو کوئی بھی نہیں ہے"

انس کے دوبدو کہنے پر وہ خفگی سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

آج صبح سے سعادت غازی کا دل ایک الگ ہی خوشی کا شکار تھا۔ آج انس اور رضا غازی نے آنا تھا۔ ان کا بس نہ چلتا تھا کے اپنے بیٹے اور پوتے کے آنے کی خوشی میں کیا کیا نہ انتظامات کر ڈالیں۔

"تیاریاں تو ایسے کی جا رہی ہیں جیسے وزیر اعظم کی سواری آنے والی ہے"

وجاہت غازی تنفر سے ملازموں کو عجلت میں بھاگتے دوڑتے دیکھ رہے تھے جو حویلی کی تزئین و آرائش میں مصروف عمل تھے۔

سعادت غازی نے کسی قسم کی کوئی کسر نہ چھوڑ رکھی تھی۔ ہر چیز کا پورا پورا خیال رکھا جا رہا تھا۔ نا جانے کتنے ہی قسم کے پکوانوں کی تیاری کی جا رہی تھی کچن میں۔

"وائٹ اور ریڈ کلر کے دیدہ زیب لباس میں ملبوس آرگنزا کے دوپٹے کو سلیقے سے اوڑھے وہ خود بھی ملازموں کو ہدایت دے رہی تھی۔

"تم کیا کر رہی ہو یہاں؟" انھوں نے ریشام کو دیکھ کر کر خفگی سے پوچھا۔

"وہ صفائی۔۔ صفائی کروا رہی تھی تایا جان" اس نے گڑبڑا کر جواب دیا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے اس کی۔۔ اپنے روم میں جاو"

"لیکن میں روم میں کیوں جاوں؟" وہ سختی سے بولے تو اس نے نا سمجھی سے پوچھا

"کیوں کے میں نہیں چاہتا کے تم رضا اور انس غازی کی موجودگی میں یہاں رہو"

ریشام کو سخت ناگوار گزری تھی ان کی یہ بات لیکن آگے سے بنا کچھ کہے وہ وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

پھر آف موڈ کے ساتھ ضمیر غازی کے پاس گئی جو کچھ کاغذات کی ورق گردانی کر رہے تھے۔

"انھوں نے مجھے روم میں بند رہنے کو کہا ہے اور آپ انھیں کچھ بھی نہیں کہہ رہے"

"تمہارے تایا ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔ تم کمرے میں ہی رہنا"

وہ مصروف سے انداز میں بولے تو وہ مزید خفا ہو گئی۔

"اس سب میں میرا کیا قصور ہے مجھے کیوں نظر بند کیا جا رہا ہے؟"

"جو تمہارے لئے بہتر ہے تمہارے ساتھ وہی کیا جا رہا ہے"

سادگی سے کہتے ہوئے انھوں نے ایک لفافہ اس کی جاب بڑھایا۔

"یہ کیا ہے بابا؟؟"

اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"خلع کے کاغذات"

وہ الفاظ اس کے دل میں نشتر بن کے اترے تھے۔ لفافہ اس کے ہاتھ میں لرز گیا تھا۔

"کیا آپ بھی ایسا چاہتے ہیں بابا؟" اس کی آواز میں بھی واضح لڑکھڑاہٹ تھی۔

"میں اس رشتے کے حق میں نہیں ہوں۔۔ میں انس غازی کی اس حرکت پر اسے معاف بھی نہیں کروں گا کبھی۔۔ اس نے گن پوائنٹ پر تم سے پیپر سائن کروائے تھے۔۔ رشتے ایسے زور زبردستی کی بنیاد پر قائم نہیں کیے جاتے"

"لیکن بابا۔۔"

"میں نہیں چاہتا یہ رشتہ قائم رہے"

"اور دادا جان۔۔؟" اسے موہوم سی امید تھی یقیناً سعادت غازی ایسا کبھی نہیں ہونے دیں گے۔۔

وہ اس رشتے کو ٹوٹنے نہیں دیں گے۔

"انھیں میں منالوں گا ریشام۔۔ تمہیں زبردستی اس شخص کے ساتھ بندھے نہیں رہنے دیں گے"

دو آنسو خاموشی سے اس کے آنکھوں کے کناروں سے بہتے ہوئے گال پر پھسل گئے تھے۔

اس نے پلکیں جھکالی تھیں۔۔ وہ کہہ بھی نہیں پائی تھی کے وہ اس زبردستی کے رشتے سے چھٹکارا نہیں چاہتی۔۔ بلکے تاعمر اس میں بندھے رہنا چاہتی ہے

"روم میں ہی رہنا اپنے"

وہ اسے دوبارہ یاددہانی کرواتے ہوئے بولے تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ گھڑی بھی آن پہنچی تھی جس کے کئی لوگ شدت سے منتظر تھے۔

ایک سیاہ چمکتی گاڑی حویلی کے پورچ میں آکر رکی جس پر کتنے ہی لوگوں کی توجہ مرکوز تھی۔

اگنیشن سے چابی نکالتے ہوئے انس نے رضا غازی کو دیکھا۔

"بالآخر میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے بابا۔۔ آپ کو وہاں لے آیا ہوں جہاں آپ کو ہونا چاہئے تھا۔"

"کہنے کو میں ایک عمر میچور عمر کا آدمی ہوں لیکن پھر بھی میرا دل منتشر ہے۔۔"

ان کے دل کی حالت ان کے چہرے سے بھی عیاں تھی۔ وہ پہلی بار اپنے باپ کے اپنے بہن بھائیوں کے روبرو ہونے والے تھے۔

"تم؟۔۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

ضمیر غازی نے انتہائی حیرت سے رضا غازی کو دیکھا تھا جو ان کی اس حیرت پر ہلکا سا مسکرائے تھے۔

وہ ان کے لیے اجنبی نہیں تھے۔ بلکے سعادت غازی کے تینوں بیٹے اور وہ خود بھی رضا غازی کو آج تک صرف ایک ڈی ایس پی کی حیثیت سے ہی جانتے تھے۔ ان کی حقیقت تو آج آشکار ہوئی تھی۔

"میں گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کے وہ شخص تم ہونگے۔۔"

وہ اب بھی بے یقینی کا شکار تھے۔ کئی بار پراپرٹی وغیرہ کے معاملات میں رضا غازی کافی معاون ثابت ہوتے تھے۔ ضمیر غازی سے کافی اچھے مراسم بھی تھے۔ یہی چیز ان کے شاک کا باعث تھی۔

"السلام و علیکم ضمیر انکل۔۔"

ان کی حیرت کو انس کی آواز نے کم کیا تھا۔

لمحے میں ان کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی۔

"آجاو بابا انتظار کر رہے ہیں۔" اسے نظر انداز کر کے رضا غازی کو کہتے ہوئے وہ اپنی معیت میں بیٹھک میں لے آئے تھے۔

گرے کلر کی شلوار قمیض زیب تن کیے سوبر سی پرسنیلٹی والے رضا غازی اپنی عمر سے کم ہی دکھائی دیتے تھے۔

سیاہ بالوں کے درمیان جھانکتے کچھ کچھ سفید بال انھیں مزید گریس فل بناتے تھے۔

سعادت غازی نے جب انھیں دروازے سے داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو بے ساختہ ٹھٹکے تھے۔ باقی نفوس کا بھی یہی حال تھا۔

ضمیر غازی کی طرح سب ہی ان سے آشنا تھے۔

"السلام و علیکم۔۔"

سب پر ایک سرسری سی نظر ڈالتے ہوئے انھوں نے بلند آواز سے سلام کیا۔

"ڈی ایس پی رضا غازی۔۔"

جو غازی انڈسٹریز کے کتنے ہی قانونی معاملات کو منٹوں میں سلجھا دیا کرتے تھے۔

وہ سیدھا ان کے پاس ہی گئے تھے۔ان کے جھریوں زدہ چہرے اور بوڑھے وجود کو دیکھتے ہوئے پر نم سا مسکرا رہے تھے۔

"تم نے۔۔۔تم نے بتایا کیوں نہیں کبھی؟"

سعادت غازی کی نم آنکھوں میں شکوہ تھا۔"میں خوفزدہ تھا۔۔۔کہیں آپ مجھے دھتکار نہ دیں"

وہ بھاری آواز میں بولے تو سعادت غازی کو بے ساختہ وہ چھوٹا سا بچہ یاد آگیا جسے حلیمہ نے سینے سے لگا رکھا تھا۔جو روتے ہوئے برستی بارش میں ان سے رحم کی بھیک مانگ رہی تھی۔

جسے انھوں نے دھتکار دیا تھا۔اور پھر بعد ازاں ساری زندگی اسے تلاش کرنے میں گزار کر دی۔

ہر ممکن کوشش کرنے کے بعد بھی اسے ڈھونڈنے میں ناکام ہی رہے تھے۔

قسمت کو شاید ان کا ایسے ملنے مقصود تھا۔

پھر انھیں نکیں معلوم پڑا وہ کتنی ہی دیر انھیں سینے سے لگا کر روئے تھے۔

آج ان کی تلاش ان کا انتظار اختتام پذیر ہوا تھا۔

آج انھیں اپنا بیٹا واپس مل گیا تھا جس کے ملنے کی امید ہی وہ کھو بیٹھے تھے۔لیکن سعادت غازی کے علاوہ اور کسی کو اتنی خوشی نہیں تھی ان کے وہاں آنے کی۔۔

"محبت حاصل ہونا ضروری نہیں ہے۔۔اس کے بغیر بھی زندگی گزاری جاسکتی ہے"

"میں تمہاری جگہ ہوتا تو شاید گزار دیتا لیکن۔۔میں تم نہیں ہوں۔۔"

اس کی آواز میں جتاتا سا تاثر تھا۔

"میں یہ کبھی نہیں چاہوں گا کے تم میری جگہ پر خود کو رکھو۔۔"

داریان نے جو کرب خود کی ذات پر جھیلا تھا وہ کبھی نہیں چاہتا تھا کے اس تکلیف سے وہ بھی گزرے۔

"اس کی شادی ہو رہی ہے"

چند ساعتیں گزرنے کے بعد اس کی آواز ابھری تو داریان نے چونک کر اسے دیکھا۔

"اسے کرنے دو فاطم۔۔۔اس کی زندگی مشکل میں مت ڈالو"

اس کے لہجے میں التجا تھی۔

"میں اپنی زندگی کا کیا کروں جو خوف ایک طوفان کی زد میں ہے؟"

"تم نے اپنی جان کو خود مشکل میں ڈالا ہے۔۔ تمہیں اپنی حدوں کو توڑنا نہیں چاہئے تھا۔"

"وہ لمحہ مجھ پر بھاری تھا۔۔ جب اسے دیکھا تو پھر کچھ اور دکھائی ہی نہیں دیا۔۔اپنے مقصد سے ہٹ کے اپنے کام سے بے پرواہ ہو کے میں اس کے پیچھے چل پڑا۔۔"

وہ مسکرا دیا۔۔ وہ اسی کی کہانی دہرا رہا تھا شاید۔

"تمہیں معلوم ہے فاطم۔۔ ہر انسان کی زندگی میں یہ لمحہ آتا ہے۔۔"

"محبت کا؟"

"نہیں آزمائش کا"

"وہ آزمائش جو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے"

"تمہیں کیا لگتا ہے کیا وہ لڑکی یونہی تمہاری راہ میں آگئی تھی؟ نہیں میرے دوست۔۔ یہ تو تمہارا امتحان تھا۔۔"

"تم نے اپنی زندگی کے اتنے سال صرف اللہ سے محبت کرنے اور اپنے مقصد میں صرف کئے۔۔ اللہ دیکھنا چاہتے تھے کے اگر تمہیں موقع دیا جائے اللہ کو چھوڑ دینے کا تو کیا تم اسے چھوڑ دو گے؟؟۔۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

"اللہ تو اس طرح سے اپنے بندوں کو آزماتا ہے خبر بھی نہیں ہو پاتی۔۔جب تک ہم پر کوئی مصیبت نہ آئے۔۔جب تک ہمارے پاس کوئی گناہ کا ذریعہ نہ ہو تب تک تو ہم بہت اللہ کی عبادت کرتے ہیں بہت اس کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔۔لیکن اللہ جہاں ہمیں آزمانے کے لئے ہمیں ذرا سی ڈھیل دیتا ہے کے میں دیکھوں کے میرا یہ پیارا بندہ بھٹکنے والوں میں سے تو نہیں ہے۔۔اگر اسے موقع دیا گیا تو کیا یہ گناہ کرلے گا یا پھر سختی سے اپنا منہ موڑ لے گا کے نہیں مجھے تو اللہ نے ہدایت دی ہے میں کیسے پھر گناہ کی طرف پلٹ سکتا ہوں۔۔تم کہتے ہو یہ لمحہ بہت بھاری تھا۔۔دراصل یہی لمحہ تو تمہارا امتحان تھا۔"

"یقین نہیں ہو رہا میں ایک جن ہو کر ایک انسان کا لیکچر سن رہا ہوں"

وہ استہزائیہ بولا۔

"میں تمہارے بھلے کے لیے ہی کہہ رہا ہوں جن زادے۔۔اللہ نے تمہیں انسان نہیں بنایا۔۔اس لئے ایک انسان کی محبت کے پیچھے خود کو خوار مت کرو۔۔اپنے مقصد کو چھوڑ کر فضول کاموں کے پیچھے مت پڑو"

"محبت کو تم فضول کہہ رہے ہو؟" فاطم نے اچھنبے سے اسے دیکھا

"بعض دفعہ یہ فضول چیز کے علاوہ اور کچھ نہیں لگتی"

"لیکن تم بھی تو ایک لڑکی کی محبت میں مبتلا ہو کر ہی اللہ سے ملے تھے"

"اللہ سے ملا تھا۔۔اس سے دور نہیں ہوا تھا۔۔"

وہ کچھ جتا کر بولا تو فاطم نے سر جھٹک دیا۔وہ مزید گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"چلتا ہوں میں۔۔شاہ صاحب یاد فرما رہے ہیں"

"کافی فکر مند ہیں تمہارے لیے۔۔"

"جانتا ہوں۔۔۔وہ مجھ پر زور دے رہے ہیں کے یہاں سے کہیں دور چلا جاوں۔۔"

"تو کیا تم چلے جاو گے؟"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟؟ میں چلا گیا تو تمہاری دنیا تو بے رنگ ہو جائے گی" مسکرا کر اسے کہتے ہوئے وہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ہوا میں تحلیل ہو چکا تھا۔

داریان گہری سانس لے کر واپس جانے کے لئے پلٹا تو ٹھٹھک کر رکا

وہ سفید چہرہ لئے نمک کا مجسمہ بنی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کے ماشا وہاں کھڑی ہو گی۔

مہرماہ نے بزنس سے ریلیٹڈ کچھ کتابیں لانے کو کہا تھا داریان سے۔ لیکن اپنی جاب کی مصروفیت کی وجہ سے اس کا جانا ہی نہیں ہو پا رہا تھا۔ اور پھر داریان خود بھی اتنا مصروف رہتا تھا کے ہر بار بھول جاتا تھا۔ آج اس نے مہرماہ کو میسج کر کے بتا دیا تھا کے وہ اس کی کتابیں لے آیا ہے اور شام تک بھجوا بھی دے گا لیکن اس سے صبر نہیں ہوا تو اس نے ماشا سے کہہ دیا کے جا کر اس سے کتابیں لے آئے خود وہ آفس کے کسی کام میں مصروف تھی۔ آف ڈے ہونے کے باوجود بھی وہ کسی فائل پر کام کر رہی تھی۔

ویک اینڈز وہ ماشا کے ساتھ ہی گزارتی تھی۔ آج بھی اپنا سامان اور لیپ ٹاپ لئے وہ اسی کے گھر پر موجود تھی جب اسے پھر اپنی کتابیں یاد آ گئیں

"انھوں نے کہا ہے کے وہ شام کو کو بھجوا دیں گے تو صبر کر جاو"

"میں صبر نہیں کر سکتی میرا کام رکا ہوا ہے۔۔ مجھے کچھ ٹرانزیکشن سمجھ نہیں آ رہیں ہیں۔۔"

"تو تم اپنے باس سے پوچھ لو۔۔" ماشا کا کوئی ارادہ نہیں تھا داریان کے پاس جانے کا۔

"تم جا رہی ہو یا نہیں؟"

"نہیں؟"

"تم میرے لئے اتنا بھی نہیں کر سکتی ماشا؟" اس کے چہرے پر رو دینے والے تاثرات تھے۔

"زیادہ ڈرامے کرنے کی ضرورت نہیں ہے جا رہی ہوں"

اسے گھورتے ہوئے وہ ناچار اٹھ کھڑی ہوئی جبکے وہ پیچھے پھر سے ہنستے ہوئے اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔

عیشہ بھابھی نے اسے کہا تھا کے داریان گھر پر نہیں ہے اس لئے وہ خود ہی جا کر اس کے روم سے اپنی مطلوبہ کتابیں اٹھا لے۔

اس کی غیر موجودگی کا سن کر وہ بھی پر سکون سی اس کے روم میں آ گئی تھی۔ نفاست سے اس کے مزاج کے مطابق سجا کمرہ کافی کشادہ اور عالیشان سا تھا۔ ایک طائرانہ سی نگاہ سارے میں ڈالتے ہوئے اسے رائٹنگ ٹیبل کے پاس پڑی وہ کتابیں نظر آ گئی تھیں۔

جنھیں اٹھا کر وہ واپس پلٹ رہی تھی جب کچھ آوازیں اس کے کان میں پڑی۔

وہ چونک کر رکی۔

بھابھی نے تو کہا تھا کے داریان گھر پر نہیں ہے۔ لیکن پھر یہ بالکنی میں سے کس کی آوازیں آ رہی تھیں؟

وہ جانا نہیں چاہتی تھی لیکن تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر دھیمے قدم اٹھا کر وہاں بڑھ گئی۔

وہ داریان ہی تھا جس کی پشت تھی ماشا کی جانب۔ لیکن دوسرے سیاہ لباس والے شخص کو وہ نہیں جان پائی تھی۔ کیوں کے وہ بھی رخ موڑے کھڑا تھا۔

آج سے پہلے تو اس نے کبھی داریان کے کسی دوست کو گھر میں آتے نہیں دیکھا تھا۔

ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس کی آنکھوں کے سامنے غائب ہو گیا۔

وہ ہکا بکا کھڑی رہ گئی۔ اسے لگا جیسے نظر کا دھوکا ہوا ہے اسے۔۔

لیکن وہ کوئی دھوکا نہیں تھا۔ داریان اکیلا ہی کھڑا تھا اس کے سامنے۔

"وہ۔۔ وہ کہاں گیا؟؟"

Mahira Zaynab Khan Novel

ماشا کے لبوں سے سرسراتی سی آواز نکلی۔ حیرت کی زیادتی سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

اس کا ذہن وہ سب قبول نہیں کر پایا تھا۔اس کا سر گھومنے لگا۔

اس سے پہلے کے وہ زمین بوس ہو جاتی داریان نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا تھا۔

وہ حیرت سے اسے تک رہا تھا۔ کہیں اس نے فاطم کو تو نہیں دیکھ لیا؟

"ڈیم اٹ۔۔"

"ماشا۔۔۔آنکھیں کھولو۔۔۔"

اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے وہ فکر مندی سے کہے جا رہا تھا لیکن وہ بے سدھ تھی۔اس کے گال پر رکھی داریان کی انگلیاں ساکت ہوئیں۔اس کی نظریں ماشا کے چہرے پر جھکی تھیں لیکن اس کی سوچیں کہیں اور پرواز کر گئی تھیں۔ وہ اس رات میں جا پہنچا تھا جب برستی بارش کی تیز بوچھاڑ نے اسے بگھوڈالا تھا۔ طوفانی بارش اور کڑکڑاتی بجلیوں نے ڈھار کھا تھا۔

اور وہ ہر طرف سے بے نیاز اس لڑکی کو پکار رکھا تھا جس کا چہرہ یخ بستہ تھا۔اس کی زندگی سے بھرپور آنکھیں اس سمے بند تھیں۔ وہ دیوانہ وار اسے پکار رہا تھا۔

داریان کو دھڑکنوں کی رفتار مدھم پڑنے لگیں۔۔

آج اتنے عرصے بعد وہ پھر اسی جذبے کو محسوس کر رہا تھا۔

کیا وقت اپنے آپ کو دہرا رہا تھا؟

اس سمے تو وہ لڑکی اس کی جان سے عزیز محبت تھی۔

اور اس لڑکی میں اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن جانے کیوں اس کے دل کی رفتار مدھم پڑنے لگیں۔

"داریان بھائی۔۔ لڑکی کو بے ہوش کر دیا آپ نے؟"

دائم کی حیرت میں ڈوبی آواز اسے پھر سے ہوش کی دنیا میں کھینچ لائی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"مجھے نہیں معلوم اسے کیا ہو گیا؟"

اس کا انداز کچھ گھبراہٹ لیے ہوئے تھا۔ سمجھ نہیں آرہا تھے کے کیا کہے۔

"بھابھی کو بلا کر لاو جلدی۔۔"

ماشا کو اپنے بیڈ پر لٹاتے ہوئے اس نے دائم کو حکم جاری کیا۔

"میں انھیں کیا کہہ کر بلانے جاوں؟؟ کے آپ نے ماشا کو بے ہوش کر دیا؟"

دائم نے الجھن سے پوچھا تو داریان نے تیز نظروں سے اسے دیکھا"

"فضول مت بولو اور جا کر بلاو انھیں۔۔"

"ٹھیک ہے بھئی جا رہا ہوں۔۔"

اس کے غصے سے خائف ہوتے ہوئے وہ فوراً ہی روم سے نکل گیا تھا۔

جب کے وہ دوبارہ اس کی جانب دیکھنے لگا جو ہوش و خرد سے بیگانہ تھی۔

گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی وہ جانے کب سے رونے میں مصروف تھی۔

اسے یاد نہیں تھا کے کسی بات پر وہ اتنا روئی ہو کبھی۔

"ایک جانی پہچانی سی خوشبو اس کے اطراف میں بکھری تھی جو اس کے اندر بھی بسی ہوئی تھی۔۔ لیکن پھر بھی اس نے سر نہیں اٹھایا۔

اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے فاطم نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا تو اس نے آہستہ سے سر اٹھا کر بنا اسے دیکھے ہاتھ کی پشت سے بھیگے گالوں کو صاف کیا۔

"کیا تم اپنے وعدے پر قائم رہ پاو گی؟"

اس کا سوال بریزے کو اندر تک توڑ گیا تھا۔اس کا جواب تو اس کے پاس بھی نہیں تھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔۔"بھرائی ہوئی آواز میں کہتی وہ اسے دیکھنے سے گریز برت رہی تھی۔

فاطم کی آنکھوں کے شعلوں کی تپش بڑھتی ہی جا رہی تھی۔اس معصوم سی لڑکی کی حالت کا ذمہ دار وہ خود کو تصور کر رہا تھا۔

وہ اسے دکھوں اور تکلیف کی آگ میں نہیں جھونک سکتا تھا۔لیکن اپنے دل کے ہاتھوں بے بس تھا۔نہ وہ اسے چھوڑ سکتا تھا اور نہ ہی اپنا سکتا تھا۔

"رونا بند کرو۔۔"فاطم نے نرمی سے کہتے ہوئے اپنے گرم ہاتھ اس کے گال پر رکھا تو بریزے نے چونک کر اس کی جانب دیکھا جس کا دل دھڑکنا بھول چکا تھا۔بریزے کی بھیگی آنکھوں میں اس کا دل جانے کتنی بار ڈوب کر ابھرا تھا۔اسے تو شاید احساس ہی نہیں تھا تبھی بریزے نے ہچکچاتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنے چہرے پر سے ہٹایا جو پر تپش سا ہو کر دہکنے لگا تھا۔

وائٹ کرتا شلوار پر براون کوٹ پہنے وہ پشت پر بازو باندھے وہ چھت پر کھڑا چاند کو تک رہا تھا۔

کشادہ سی چھت پر وہ اکیلا کھڑا تھا۔جہاں لائٹس کا زیادہ انتظام نہیں تھا۔صرف تھوڑی بہت روشنی تھی۔لیکن باقی روشنی کا انتظام چاند نے کر رہا تھا۔جس کی شفاف روشنی نے ہر شے کو منور کر دیا تھا۔

آسمان بلکل صاف تھا۔ایک آدھ بادل بھی نہیں تھا۔

کچھ دیر پہلے اسے ایک میسج موصول ہوا تھا جس میں وہ اسے چھت پر ملنے کے لئے کہہ رہی تھی۔

سب کے بیچ سے اٹھ کر آنا اس کے لیے آسان نہ تھا۔لیکن پیچھے کے راستے سے آنے میں وہ کامیاب ہو ہی گیا تھا۔

اس کی سماعتوں میں کسی کے آنے کی آہٹ سنائی دی جیسے کوئی تیز تیز قدموں سے سیڑھیاں چڑھ رہا ہو۔۔

انس نے آہستگی سے اپنے آنکھیں بند کر لیں۔۔اس کا اٹھتا ایک ایک قدم وہ اپنے دل پر پڑتا محسوس کر رہا تھا۔

وہ جیسے ہی آ کر رکی تو انس کی پشت کو دیکھ کر پھولی سانسوں کو ہموار کرنے لگی جبھی وہ اس کی جانب رخ موڑ گیا۔

سرخ اور سفید امتزاج کے جوڑے میں سرخ دوپٹے سے سر ڈھکے وہ اس کے سامنے تھی۔جسے دیکھ کر لگ رہا تھا جانے کرنے عرصے بعد وہ اس کا چہرہ دیکھ رہا ہو۔ایک آسودہ سی مسکراہٹ انس کے لبوں پر ابھری تھی۔

ریشام کو دیکھنے کے بعد اسے اپنے مردہ تن میں پھر سے توانائی دوڑتی محسوس ہوئی۔اب اس کے سوا انس کو کچھ دکھائی بھی تو نہیں دیتا تھا۔

"خیریت ہے آپ نے چوری چھپے ملنے کے لئے بلایا؟"

"سب کے سامنے بلانے کی جرآت کرتی تو پھر کوئی طوفان اٹھ کھڑا ہوتا"

"آپ ایک بار یہ جرت کرتیں تو سہی۔۔آپ کی طرف بڑھنے والے سادے طوفانوں کا رخ میں اپنی جانب موڑ لیتا"

"فلحال تو اس طوفان کو سنبھالو۔"

اس نے خاکی لفافہ انس کی جانب بڑھایا جسے اس نے ناسمجھی سے دیکھتے ہوئے تھام لیا۔

"خلع نامہ؟"

کاغذ نکال کر اس کا متن دیکھنے کے بعد اس ے ابرو اٹھا کر ریشام کو دیکھا۔

"سائن نہیں کئے آپ نے؟"

"میں نے سوچا ساتھ میں کریں گے اسی لیے لے آئی"

وہ جل کر بولی تو وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔

"ویل۔۔مجھے یہ دیکھ کر کافی اچھا لگا کے آپ اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹیں۔۔"

"بالفرض اگر میں یہ سائن کر دیتی تو؟؟اگر میں اپنی بات سے مکر جاتی تو؟؟"

"تو۔۔"

پر سوچ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے مضبوطی سے دو قدم اس کی جانب بڑھائے۔۔

"بالفرض اگر آپ ایسا کرتیں تو میں آپ کو جان سے مار دیتا۔"

"ہاں؟؟"

وہ بے ساختہ پیچھے ہٹی۔

"تم۔۔۔سچ میں؟۔۔۔سچ میں مجھے مار دیتے؟"

"بلکل۔۔۔میں سچ میں آپ کی جان لے لیتا"

"اچھا۔۔میرے گھر میں کھڑے ہو کر مجھ پر ہی رعب دکھا رہے ہو؟"

"مائنڈ اٹ پرنسس۔۔یہ اب میرا بھی گھر ہے"

"اس بات کا فیصلہ نہیں ہوا ابھی کے تمہیں قبول کر کے اس گھر کا حصہ دار بنانا بھی ہے یا نہیں"

Mahira Zaynab Khan Novel

"مجھے آپ نے قبول کر لیا ہے میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔۔مزید مجھے کسی اور کی پرواہ نہیں"

"تمہیں ان کی پرواہ کرنی پڑے گی۔۔کم از کم میرے بابا سے تو اپنے تعلقات ٹھیک کر ہی سکتے ہو۔۔"

"آپ جو کہیں گی میں ویسا کر لوں گا۔۔"

"اتنی فرمانبرداری تب دکھا دیتے جب یوسف بنے ہوئے تھے۔۔میرا خون تو نہ جلتا اتنا"

"جب آپ کو معلوم تھا کے یوسف آپ میں انٹرسٹڈ نہیں ہے تو پھر اس کے پیچھے کیوں پڑی رہتی تھیں؟"

اس کے استفسار پر ریشام نے نفی میں گردن ہلائی۔

"غلط۔۔۔یوسف مجھ میں انٹرسٹڈ تھا معلوم ہے مجھے۔۔یہ اور بات ہے کے ہمیشہ لاتعلقی اور سختی کا لبادہ اوڑھے رکھتا تھا ہمیشہ۔۔اس کا حساب تو میں اچھے سے لوں گی تم سے۔"

"میں ہر حساب دینے کو تیار ہوں" سینے پر ہاتھ رکھے اس بھی سر کو ہلکا سا خم دے کر جواب دیا۔

"بابا سے ملنے نہیں آئیں آپ؟"

"تایا جان نے منع کیا تھا تمہارے اور ان کے سامنے جانے سے۔۔روم میں ہی بند رہنے کا حکم دیا تھا"

"ضمیر چاچو نے کچھ نہیں کہا؟"انس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"انھیں بھی یہی ٹھیک لگا۔۔"

"تایا جان کی فکر نہیں ہے مجھے۔۔تم بس بابا سے بات کر لو۔انھیں منا لو۔۔ورنہ وہ مجھے فورس کریں گے پیپرز سائن کرنے کے لئے"

"کوئی آپ آپ فورس نہیں کرے گا۔۔"

"اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہو تم یہ بات؟"

"جب آپ یہاں پر موجود ہی نہیں ہو نگی تو پھر کوئی کیسے آپ کو پریشرائز کرے گا؟"

"کیا مطلب کیا کہنا چاہتے ہو تم؟"اس کو پھر خطرے کی گھنٹی بجتی سنائی دینے لگی۔

"آپ میرے ساتھ چلیں۔۔میرے گھر"

"کبھی بھی نہیں۔۔۔"وہ بدک اٹھی۔

"تم میرے گھر والوں کو راضی کرو۔۔میں ان کی مرضی کے خلاف دوسری بار گھر سے نہیں جاوں گی"

"اگر وہ راضی نہ ہوئے تو؟"

"پھر بھول جانا مجھے"

"اوہ۔۔یہ تو ناممکن ہے"

"تمہارے پاس اب یہی آپشن ہیں۔۔یا تو مجھے بھول جاو یا پھر میرے گھر والوں کو منالو"

"میرے پاس تیسرا آپشن بھی ہے"

"تیسرا آپشن؟"

"آپ میری بیوی ہیں۔۔آپ کو یہاں سے لے جانے سے مجھے کوئی روک نہیں سکتا"

"اور اگر میں خود ہی نا جانا چاہوں تو؟"

"آپ کو جانا پڑے گا"

"میں نہیں جاوں گی۔۔اور اگر زبردستی کروگے تو،تب تو بلکل بھی نہیں جاوں گی۔۔بلکے تایا جان سے کہہ دوں گی کے مجھے اس شخص سے علیحدگی لینی ہے۔۔اور پھر سالار بھائی سے بھی شادی کرلوں گی"

"اور پھر میں آپ کو اور آپ کے سالار بھائی کو گولی ماردوں گا۔۔کیسا رہے گا؟"اس کی بات کاٹ کر وہ دوبدو بولا تو ریشام نے ناراضگی سے اسے دیکھا۔

"کم از کم آپ کو میرے سامنے یہ بات نہیں کرنی چاہئے تھی۔۔"

اس کے لب و لہجے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کے اسے کتنی گراں گزری تھی ریشام کی بات۔

اس کے نازک سے ہاتھ کو پکڑ کر زور سے دباتے ہوئے وہ بولا تو ریشام نے درد سے بلبلاتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالنا چاہا تھا لیکن وہ شاید چھوڑنے پر آمادہ نہ تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے نہیں کروں گی آئندہ یہ بات۔ہاتھ چھوڑو میرا"

"یوسف میں نے کہا ہاتھ چھوڑو"

لیکن اس نے نہیں چھوڑا۔وہ ویسے ہی یک ٹک اسے دیکھے جا رہا تھا۔

"کیا اسے اتنی بری لگی تھی بات؟"

اس نے حیرانگی سے اس کی سنجیدہ اور سپاٹ نقوش کو دیکھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

بنا کچھ کہے اسے کا ہاتھ چھوڑ کر وہ پھر سے رخ موڑ کر آسمان پر محو استراحت چاند کو تکنے لگا۔

پشت پر دونوں ہاتھ باندھے وہ اس کی وہاں موجودگی سے لاتعلقی ظاہر کرتے ہوئے اپنی ناراضگی کا اشارہ دے رہا تھا۔

"تم تو ناراض ہی ہو گئے"

ریشام اس کے ٹھیک سامنے آکھڑی ہوئی تھی۔انس نے چاند سے نظریں ہٹا کر سامنے کھڑے اپنے چاند کو دیکھا تو محسوس ہوا اس سے بڑھ کر کوئی خوبصورت نہیں۔کوئی جان سے پیارا نہیں۔

"اس طرح کی باتیں دوبارہ کریں گی تو ایک لمحہ نہیں لگاؤں گا آپ کو یہاں سے لے جانے میں"

"ٹھیک ہے بھئی نہیں کہوں گی دوبارہ۔۔یہ دیکھو میرے جڑے ہوئے ہاتھ"

ریشام نے کہتے ہوئے سچ مچ اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے تھے۔جنھیں ایک نظر دیکھنے کے بعد وہ سر جھٹک کر ہنس پڑا تھا۔

"جب سارے معاملات طے پا گئے ہیں تو ایک اور فیصلہ بھی ہو جانا چاہئے نہ؟" وجاہت غازی کی آواز ابھری تو سب نے ہی چونک کر انھیں دیکھا۔

"کیسا فیصلہ؟"

"تم اپنے بیٹے سے کہو ریشام کو ڈائیورس دے۔۔وہ میرے بیٹے سے منسوب تھی۔۔" وہ بنا کسی کو دیکھے صرف رضا غازی سے مخاطب تھے۔

"پہلے کی بات اور تھی وجاہت۔۔نکاح جیسے بھی حالات میں ہوا ہو

میں اسے ختم کرنے کے حق میں نہیں ہوں"

سعادت غازی کی جانب سے دیا گیا وہ جواب سب ہی نفوس کو ورطہ حیرت میں ڈال گیا تھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بابا؟"

ضمیر غازی بھی حیرت زدہ تھے۔

"معذرت کے ساتھ وجاہت بھائی۔۔لیکن میں انس سے کبھی نہیں کہوں گا ریشام کو چھوڑنے کے لئے۔۔"

"اس نکاح کو ختم کرنے کے اور بھی کئی طریقے ہیں۔۔تم تو خود پولیس آفیسر ہو تمہیں زیادہ بہتر معلوم ہو گا" رضا غازی کو دیکھتے ہوئے وہ زہر خند لہجے میں بولے۔

"بے شک۔۔ لیکن آپ نے نکاح نامہ شاید غور سے پڑھا نہیں۔۔اس میں ریشام کے پاس خلع لینے کا حق نہیں ہے۔۔اس لئے ان کی طلاق صرف اسی صورت میں ہو گی جب انس ایسا چاہے گا۔۔"

ایک جھٹکا ہی تو لگا تھا سب کو۔۔

"تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی میری بیٹی کے ساتھ ایسا کرنے کی؟"

ضمیر غازی سخت غصے میں انس سے مخاطب ہوئے جو لاتعلق سا سعادت غازی کی برابر والی نشست پر بیٹھا تھا۔

"اس حویلی میں تمہاری حیثیت کو میں تب ہی قبول کروں گا جب تمہارا بیٹا ریشام کو طلاق دے گا"

"بس بہت ہو گیا۔۔چپ ہو جاو تم سب"

"بابا آپ ان کی وجہ سے ہمارے ساتھ ناانصافی نہیں کر سکتے"

"مجھے بہتر معمول ہے کس کے ساتھ کیا کرنا ہے۔۔فلحال اس بات کو یہیں پر ختم کر دو۔۔"

"میں اس نکاح کو نہیں مانتا بابا۔۔"

"نکاح دوبارہ بھی کیا جا سکتا ہے لیکن۔۔۔آئندہ کوئی میرے سامنے انس اور ریشام کی علیحدگی کے بارے میں بات نہیں کرے گا۔۔"

سعادت غازی کافی سخت لہجے میں ان سب کو باور کروا رہے تھے۔

"بابا نے تمہیں اس حویلی میں ہمارے برابر کی حیثیت دی ہے لیکن تم یہ مت سمجھنا کے جو جی میں آئے گا وہ کرو گے۔۔بابا کے علاوہ کوئی تمہیں قبول نہیں کرے گا۔۔کیوں کے تم کونسا ہمارے سگے بھائی ہو"

"میرا لئے اتنا ہی کافی ہے کے آپ نے مجھے اپنا بھائی تسلیم کر لیا۔۔بے شک سوتیلا ہی سہی"

ان کے مقابلے میں وہ کافی نرمی سے بات کر رہے تھے۔

"دیکھو رضا ہمیں تم سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۔بابا تمہیں یہاں رہنے کو کہیں یا الگ سے کوئی گھر تمہارے نام کر دیں۔۔لیکن حقیقت یہی ہے کے ہم میں سے کوئی بھی تم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتا"

وجاہت غازی تنفر سے دوٹوک لہجے میں کہہ رہے تھے۔جب کے ہاتھ کی مٹھیاں بھینچے وہ خود پر بمشکل ضبط کیے ہوئے تھا۔

"میں اسی لیے بابا کو یہاں نہیں لانا چاہتا تھا۔۔ان کے آنے سے کوئی بھی خوش نہیں ہے بلکے صرف انسیکیور فیل کر رہے ہیں۔۔بہتر ہے کے ہم یہاں سے چلے ہی جائیں"

"ایسے کیوں کہہ رہے ہو انس؟۔۔جو حیثیت ان سب کی ہے وہی تمہاری اور رضا کی بھی ہے۔۔اس حویلی میں آنے اور رہنے سے تمہیں کوئی روک نہیں سکتا"

"لیکن آپ کی سگی اولاد کو یہ سب گوارا نہیں۔۔"

"تمہیں ان کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔"

سالار اور عبیر دونوں ہی ابرو اٹھائے اسے دیکھ رہے تھے جو کچھ ناراض اور اکھڑا سا دادا جان سے گفتگو کر رہا تھا اور وہ اسے محبت سے دیکھتے ہوئے نرمی سے جانے کیا سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔

"نا جانے کون سا سحر پھونکا ہے اس نے"

وہ تلخی سے بولا تو عبیر نے اسے دیکھا۔

"خون کی کشش ہے۔۔پہلی بار اپنے بیٹے اور پوتے سے ملے ہیں اس لیے زیادہ پر جوش ہیں"

"ایسی بھی کیا خوشی جو ان کی وجہ سے وہ ہماری حق تلفی کر رہے ہیں؟"

"یہ وقت ان سب باتوں کا نہیں ہے سالار۔۔ابھی انھیں اکیلا چھوڑ دینا چاہئے۔۔ہم بعد میں ان سے بات کریں گے۔۔"

عبیر نے موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے سالار کے ساتھ ساتھ فاز اور عاشر کو بھی وہاں سے اٹھنے کا اشارہ کیا۔

اس وقت بیٹھک میں صرف سعادت غازی کے ساتھ انس اور رضا غازی ہی تھے۔

"میں آپ سے معافی مانگنا چاہتا ہوں بابا جو کچھ بھی انس نے کیا۔۔میں نے اسے منع کیا تھا لیکن۔۔"

"انس کو کچھ مت کہو رضا۔۔مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں ہے۔۔"

"بابا نے مجھے یہ سب کرنے سے منع کیا تھا لیکن میں یوسف بن کر یہاں صرف اس لئے آیا تھا کے یہ دیکھ سکوں کے آپ کو اپنا بیٹا یاد ہے یا نہیں۔۔اگر آپ بابا کو بھول چکے ہوتے تو میں کب کا یہاں سے لوٹ چکا ہوتا"

"لیکن تمہیں اس بات کا کیسے پتا چلا؟ میں نے تو کبھی اس بات کا کسی سے ذکر نہیں کیا۔" وہ یہ جاننے میں متجسس تھے۔

"میں یہاں ظاہری طور پر ملازم تھا۔۔ لیکن اس حویلی کے ایک ایک فرد کی حرکت پر میری پوری نظر تھی دادا جان۔۔ میں اس حویلی کے کونے کونے سے واقف ہوں۔۔ اور یہی نہیں غازی انڈسٹریز ہونے والے سارے معاملات بھی میرے علم ہیں۔۔"

"تم نے اسے اسپیشل فورس میں کیوں نہیں بھیجا رضا؟"

سعادت غازی نے اس کی باتیں سن کر رضا غازی سے استفسار کیا۔

"یہ وہاں جائے بغیر بھی کافی اچھے سے اپنے کام انجام دے لیتا ہے"

"تم نے ریشام کے ساتھ ہی بزنس کی ڈگری لی ہے۔۔ تم چاہو تو غازی انڈسٹریز کو جوائن کر سکتے ہو"

"اس سب کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے دادا جان۔۔"

"تم کوئی اپنا بزنس کر رہے ہو؟"

"نہیں میں جاب کرتا ہوں۔۔"

"جب تمہاری خود کی کمپنی موجود ہے تو تمہیں جاب کرنے کی کیا ضرورت ہے"

"مجھے وہ جاب پسند ہے۔۔ میں اسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔۔"

"چلو ٹھیک ہے لیکن اگر وقت ملے تو کمپنی میں بھی وقت دے دیا کرو"

"میرا نہیں خیال کے آپ کے بیٹے مجھے وہاں جاتا دیکھ کر خوش ہونگے"

"مجھے معلوم ہے۔۔ اس لیے میں کل ہی وکیل کو بلا کر تم سب کی پراپرٹیز تمہارے نام کر دوں گا"

"ابھی آپ ایسا مت کریں بابا۔۔ ورنہ پھر کوئی محاذ اٹھ کھڑا ہو گا۔۔ میرے خیال سے پہلے وہاج کی بیٹی کا نکاح ہو جانے دیں۔۔"

رضا غازی کی بات انھیں معقول لگی تھی۔

"لیکن مجھے۔۔۔ مجھے معاف کر دینا رضا۔۔ تمہاری ماں کے ساتھ میں نے اچھا سلوک نہیں کیا"

ان کا دکھ اور افسوس ان کے چہرے سے ظاہر تھا۔

"وہ جب بھی آپ کا ذکر کرتی تھیں تو آپ کے حوالے سے کبھی کوئی شکوہ نہیں کرتی تھیں۔۔جب بھی میں ان سے پوچھتا کے بابا ہمارے ساتھ کیوں نہیں رہتے تو وہ مجھے یہی کہتی تھیں کے تمہارے بابا ناراض ہیں اس لئے ہم سے نہیں ملتے۔۔انھوں نے کبھی حقیقت نہیں بتائی تھی۔۔لیکن مجھے معلوم ہوتا تھا کے وہ غلط بیانی سے کام لے رہی ہیں"

"مجھے بھی آپ سے کوئی شکوہ نہیں ہے"

ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے وہ شائستگی سے بولے۔

"حد ہی ہو گئی ہے۔۔بابا نے تو انھیں لا کر ہمارے سر پر ہی بٹھا دیا ہے۔۔دیکھنا کل کو وہ جائیداد کا بٹوارہ بھی کر دیں گے"

"آج نہیں تو کل یہ کام بھی وہ ضرور کریں گے۔۔اور یہ کوئی انوکھی بات تو ہے نہیں۔۔قانونی حیثیت انھیں حاصل ہے پراپرٹی پر ان کا بھی حق ہے"

عبیر کے لہجے پر وجاہت غازی نے غصے سے اسے دیکھا۔

"عبیر ٹھیک کہہ رہا ہے وجاہت بھائی۔۔"

وہاج غازی بھی اس کی خیال سے متفق تھے۔

"ہم چاہ کر بھی ان سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے۔"

وہ خاموشی سے ان سب کی گفتگو سن رہا تھا جب ہاتھ میں موجود اس کا فون تھرتھرایا۔

اسکرین پر نظر آتے میسج کو دیکھتے ہوئے وہ روم سے باہر نکل آیا تھا۔

اسکرین پر انگلیوں کو حرکت دیتے ہوئے اس نے پیغام کھولا تو ایک تصویر اسے بھیجی گئی تھی۔

وہ اسے غور سے دیکھنے لگا۔

ماشاتو آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔جب کے اسے یہ کام کچھ دیر تک لازمی مکمل کرنا تھا۔اسی لئے ناچار اس نے لیپ ٹاپ کی اسکرین کی ایک تصویر کھینچ کر سالار کو سینڈ کر دی۔ساتھ ہی ایشو کے بارے میں بتاتے ہوئے اس سے حل بھی پوچھا۔

وہ بے صبری سے اس کے جواب کا انتظار کر رہی تھی جب کچھ ہی سیکنڈز بعد اس کی میسج ٹون بجی۔

"اس نے ایک لائن میں اس کی مشکل کا حل بتا دیا تھا۔

کچھ فگرز کو اس نے غلط لکھا تھا جس کی وجہ سے مسئلہ ہو رہا تھا۔وہ بے ساختہ شکر کا سانس بھر کر جلدی جلدی اپنا کام ختم کرنے لگی۔

آج جمعے کا دن طلوع ہوا تھا تو ہمیشہ کی طرح آج بھی کتنے ہی ضرورت مندوں کو صدقہ و خیرات کرتے ہوئے دن کی شروعات کی گئی تھی۔

آج کے مبارک دن ویسے بھی اتنا خوشی کا موقع تھا۔

لیکن ساتھ ہی کہیں نہ کہیں ایک انجانا سا خوف بھی سب کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھا۔

وہاج غازی سادگی سے نکاح کرنا چاہتے تھے لیکن سعادت غازی نے کافی سارے مہمانوان کو مدعو کر رکھا تھا۔آخر کو پوتی کا نکاح تھا۔

وہاج غازی کو اس بات کی فکر تھی کے کہیں وہ جن پھر سے آکر کوئی تماشہ نہ کر دے۔

وہ بھی اس صورت میں جب پوری حویلی میں کافی مہمان موجود تھے۔وائٹ اور گولڈن کلر کے جوڑے میں سرخ یاقوت سے بنی اپنی خاندانی جیولری پہنے وہ بار بار ہاتھ میں موجود ٹشو سے آنکھوں کے کونے صاف کر رہی تھی جو بار بار بھیگ جاتے تھے۔

کچھ دیر میں ڈاکٹر عاصم کے گھر والے نکاح کے کئے آنے والے تھے۔جن کے استقبال کی تیاریاں زور و شور سے کی جا رہی تھیں۔

Mahira Zaynab Khan Novel

ایک وہی تھی جس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ جس کی چھٹی حس اسے کسی طوفان کے آنے کی پیشن گوئی کر رہی تھی۔

وہ سخت بے چینی کا شکار تھی۔ کسے معلوم کیا ہونے والا تھا۔

پچھلے کچھ دنوں سے وہ اسے ایک بار بھی نہیں دکھائی دیا تھا۔ اس کے یاد کرنے اور بلانے کے باوجود بھی وہ نہیں آیا تھا۔

اس کا دل انجانے خدشوں میں گھرا تھا۔ وہ یہ نکاح نہیں کرنا چاہتی تھی کسی بھی قیمت پر۔ لیکن راہ فرار اختیار کرنے کی بھی کوئی صورت نہیں دکھائی دے رہی تھی۔

اگر وہ انسان ہوتا تو شاید وہ اس کے ساتھ بھاگ جانے پر غور ضرور کرتی۔ لیکن مسئلہ ہی یہی تھا کے وہ ایک جن زادے کو دل کے ساتھ ساتھ زبان بھی دے بیٹھی تھی کے اس کے علاوہ کسی اور سے شادی نہیں کرے گی۔

لیکن آج کا یہ دن اس کا امتحان بن کے طلوع ہوا تھا۔

وقت کے ساتھ ساتھ اس کی گھبراہٹ میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ تنہا کمرے میں بیٹھتے بیٹھتے اس کا دل اٹھنے لگا تو اپنے بھاری لباس کو سنبھالتے ہوئے وہ روم سے باہر نکل آئی۔

ہر طرف چہل پہل تھی سب ہی اپنی تیاریاں میں مصروف نظر آ رہے تھے۔ بریزے کو سمجھ نہیں آیا کے وہ کہاں جائے۔

"یہ آتما بن کے کہاں گھوم رہی ہو؟"

وہ اپنی ہی دھن میں آتے ہوئے اسے دیکھ رک ٹھٹھک کر رکا پھر اس کے جوڑے کے رنگ پر چوٹ کرتے ہوئے بولا۔

"تم سے مطلب اپنے کام سے کام رکھو"

وہ تیز لہجے میں اسی پر الٹی۔

"اپنے دلہن ہونے کا ہی لحاظ کرتے ہوئے اپنی زبان بند رکھ لو"

"نہیں کروں گی میں اپنی زبان بند۔۔ تمہیں اپنے کان بند کرنے ہیں تو شوق سے کر لو۔۔"

تپے ہوئے لہجے میں کہتی وہ ساتھ ہی ریلینگ پر تھوڑا سا نیچے کا منظر دیکھ رہی تھی جہاں کافی سارے مہمان موجود تھے۔

بریزے کی گھبراہٹ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ وہ اتنے ہجوم میں جا کر بھی نہیں بیٹھ سکتی تھی اور تنہا بیٹھنے میں بھی اسے انجانا سا خوف محسوس ہو رہا تھا۔ ریشام بھی نا جانے کہاں تھی۔ تیار ہونے میں اس کی مدد کرنے کے بعد وہ دوبارہ دکھائی ہی نہیں دی تھی۔

"تم یہیں کھڑے ہو ابھی تک؟"

بریزے نے ماتھے پر سجا ٹیکا ٹھیک کرتے ہوئے اسے وہیں جمے دیکھا تو بے زاری سے بولی۔ جس نے گہری سانس بھرتے ہوئے نچلا لب دانتوں تلے دباتے ہوئے اس کے سنہرے روپ سے رخ موڑ لیا تھا۔

"یہاں مت گھومو روم میں جا کر بیٹھو۔۔ میں ریشام کو بھیج رہا ہوں تمہارے پاس"

سفید شلوار قمیض پر پہنی کریم کلر کی واسکٹ کی جیب میں سے اس نے فون نکالتے ہوئے اسے تنبیہہ کی۔ جس کے سارے بٹن کھلے ہوئے تھے۔

"تمہیں مجھے آرڈر دینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

تنفر سے کہتے ہوئے اس کا کوئی ارادہ نہیں لگ رہا تھا وہاں سے ہلنے کا۔ جبکے آتے جاتے مہمان کافی دلچسپی سے اسے وہاں کھڑا دیکھ رہے تھے۔

عاشر نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے اسے دیکھا۔

مجال ہے جو یہ لڑکی کبھی اس کی بات سن لے۔

"تمہیں اتنا ہی شوق ہو رہا ہے اس ڈاکٹر کا انتظار کرنے کا تو باہر مین گیٹ پر جا کر کھڑی ہو جاو"

"تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے عاشر؟ تم جا کر اپنا کام کیوں نہیں کرتے؟"

"مجھے تمہارے یہاں کھڑے ہونے سے مسئلہ ہو رہا ہے"

آتے جاتے لوگ معنی خیزی سے بریزے کو دیکھ رہے تھے جو عاشر کو جانے کیوں ناگوار لگ رہا تھا۔ اسی لیے وہ اسے وہاں سے ہٹانا چاہتا تھا۔

"اب تو میں یہیں کھڑی رہوں گی۔۔ کر لو جو کرنا ہے"

سینے پر بازو باندھتے ہوئے وہ ہٹ دھرمی سے اسے جلانے کو بولی۔

ہاتھوں کو حرکت دینے سے کانچ کی چوڑیاں اس کی کلائی میں کھنک اٹھی تھیں۔

عاشر نے ایک نظر اسے دیکھنے کے بعد دوبارہ نہیں دیکھا۔

"کھڑی رہو میری بلا سے۔۔"

اس نے ایک سیکنڈ میں ہی اس کے سر پر ٹکے دوپٹے کو نیچے کھینچ دیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ دوپٹہ ایک گھونگٹ سا بن کر اس کا چہرہ چھپا گیا تھا۔

"بدتمیز انسان۔۔۔"

جب تک بریزے نے دوپٹہ چہرے سے ہٹایا تب تک وہ تیز تیز سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"یہ ماموں اتنے ناراض کیوں لگ رہے ہیں؟"

فون پر ٹائپنگ کرتا ہوا وہ لان میں پہنچا تو وجاہت غازی کو بڑبڑاتے دیکھ کر اس نے ناسمجھی سے فاز سے استفسار کیا۔

"انس بھائی پر غصہ ہیں"

"کیوں؟۔۔ کیا وہ آگئے؟" عاشر نے حیرانگی سے پوچھتے ہوئے ساتھ ہی چونک کر کہا۔

انس نے تو منع کر دیا تھا کے وہ نہیں آئے گا۔

"آگئے ہیں وہ بھی اپنے پورے پروٹوکول کے ساتھ۔۔ حویلی سے باہر دور تک ان کے گارڈز کی گاڑیاں کھڑی ہیں۔۔ بیچارے مہمانوں کو پارکنگ کا ایشو ہو رہا ہے"

"شریفوں کی طرح آنا اسے پسند نہیں ہے کیا؟ جب دیکھو پوری فوج کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے آتا ہے۔۔ ہم کیا اپنے کام چھوڑ کے اس پر حملہ کرنے کے لیے بیٹھے ہیں جو وہ ایسے حفاظتی اقدامات کرتا ہے؟"

Mahira Zaynab Khan Novel

وہ سخت غصے میں ضمیر غازی اور وہاج غازی سے مخاطب تھے۔

"بابا اپنا بی پی مت بڑھائیں اتنی سی بات پر"

عبیر نے انھیں پر سکون کرنے کو ملتجی لہجے میں کہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کے اس خوشی کے موقع پر کوئی بدمزگی ہو۔

"اب وہ ڈی ایس پی کے بیٹے ہیں اتنا پروٹوکول تو ساتھ رکھنا بنتا ہی ہے ان کا۔۔"

"بے شک"

فاز کے کہنے کر عاشر نے اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے دوبارہ موبائل کی اسکرین کو دیکھا۔

جہاں اب بھی ریشام کی طرف سے کوئی ریپلائی نہیں تھا۔

"ہیں کہاں یہ لڑکی؟۔۔"

ٹی پنک کلر کے ڈریس پر کانوں میں جھمکیاں ڈالتے ہوئے وہ اپنی تیاری کو فائنل ٹچ دے رہی تھی جب زاریہ غازی نے ٹھٹھک کر اسے دیکھا۔

"تمہارے پاس اتنے نئے جوڑے پڑے ہیں پھر تم نے یہ کیوں پہنا ہے؟"

اسے عبیر کے ولیمے والا جوڑا پہنے دیکھ انھوں نے ناپسندیدگی سے کہا۔

"کسی کی میچنگ کی جیولری نہیں تھی تو کسی کی میچنگ چوڑیاں نہیں تھیں۔۔اور پھر یہ مجھے پسند بھی ہے اسی لئے پہن لیا۔"

وہ مصروف سے انداز میں بولی لیکن زاریہ غازی جانچتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"یہ وہی ڈریس ہے نا جو یوسف نے دلایا تھا تمہیں؟"

چین کا لاک بند کرتے ہوئے اس کے ہاتھ تھمے۔ چور نظروں سے سنگھار میز کے شیشے سے اپنی ماں کا عکس دیکھا۔

"وہی ہے۔۔" وہ دھیمے لہجے میں اتنا ہی بولی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

چینج کرواسے۔۔۔"

انھوں نے سختی سے کہاتو ریشام نے بری طرح چونک کر انھیں دیکھا۔

"لیکن کیوں؟"

"اتناسب ہونے کے باوجود بھی تم پوچھ رہی ہو کے کیوں؟؟۔۔۔اسے فوراً چینج کرواور آئندہ مجھے یہ تمہاری وارڈروب میں بھی نہیں دکھائی دینا چاہئے۔۔"

انگلی اٹھا کر سختی سے وارن کرتی ہوئی وہ وہاں سے چلی گئی تھیں۔

چند لمحے تو وہ لب دانتوں تلے دبائے کھڑی رہی۔ پھر سر جھٹک کر بیڈ پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر سر پر سیٹ کرنے لگی۔

جبھی اس کی نگاہ چارجنگ پر لگے اپنے فون پر پڑی جس کی اسکرین بلنک ہو رہی تھی۔

اس نے اٹھا کو آن کیا تو سامنے ہی عاشر کے کئی پیغامات جگمگانے لگے جو اسے بریزے کے پاس جانے کے لئے کہہ رہا تھا۔

ریشام نے بے ساختہ پیشانی کو چھوا۔ وہ بھول ہی گئی تھی کے بریزے نے اسے جلد آنے کی تاکید کی تھی۔

رضا غازی نے کسی ارجنٹ کیس کے سلسلے میں مصروف ہونے کی وجہ سے آنے سے معذرت کرتے ہوئے انس کو وہاں بھیج دیا تھا۔

جو سعادت غازی کے کہنے کے باوجود ماشا اور صوفیہ کو اپنے ساتھ نہیں لایا تھا۔

وی آئی پی گیسٹ کے لئے مختص نشستوں پر سے ایک صوفے پر براجمان وہ سب سے لاتعلق بنا بیٹھا اپنے فون پر مصروف تھا۔

صرف ایک سعادت غازی ہی تھے جن سے اچھے سے ملنے کے بعد کافی دیر ان سے گفتگو کرتا رہا تھا۔

ان کے علاوہ اس نے کسی سے ملنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔

اس نے فون سے نظریں ہٹا اس کی جانب دیکھا جو اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔

ایک ہلکی سی مسکراہٹ انس کے لبوں پر ابھر کر معدوم ہوئی۔

"کیا تم اب بھی اس ڈیل پر قائم ہو؟"

"تمہاری کزن کا آج نکاح ہے سالار غازی۔۔ کم از کم آج کے دن تو تم اپنے کاروبار کو سائیڈ پر رکھ سکتے ہو"

"کاروباری فطرت رکھنے والوں کی یہی خامی ہوتی ہے۔۔ وہ ہر لمحے چوکنے رہتے ہیں۔ کیا معلوم کب کس وقت منافع بخش کام ہاتھ لگ جائے۔"

"اسے خامی تو نہیں کہیں گے۔۔ یہ تو ایک اچھی بات ہے۔۔ لیکن پیسے پر محبت کو قربان کر دینا میرے نزدیک تو عقل مندی نہیں۔۔"

انس کا پر سکون اور کچھ مصنوئی افسوس بھرا انداز اسے اندر تک ہلا گیا تھا۔

جبھی اس کے ذہن میں جھماکہ ہوا۔

مہر ماہ اس کی نیبر تھی۔ داریان سے وہ اس کی انڈر اسٹینڈنگ دیکھ چکا تھا یقیناً اس نے ہی کچھ کہہ دیا ہو گا۔

"کافی جانکاری ہے تمہارے پاس۔۔ کتنے جاسوس پھیلا رکھے ہیں تم نے اپنے؟"

"ڈھونڈ سکتے ہو تو ڈھونڈ لو"

وہ شانے اچکا کر لاپرواہی سے بولا۔

"انس بھائی۔۔ سالار بھائی۔۔"

ان کی گفتگو کو فاز کے دخل نے توڑا تھا۔ جس کا چہرہ سفید پڑ رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے؟" سالار نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"عاصم۔۔۔ ڈاکٹر عاصم کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔۔ وہ لوگ۔۔۔ بارات نہیں لا رہے"

وہاج غازی کو فون پر ملی اطلاع من و عن اس نے کپکپاتے لہجے میں دہرائی تو وہ دونوں بے ساختہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔

سرخ ناک اور بھیگی آنکھوں سے دنیا جہاں کا شکوہ نظروں میں سموئے وہ بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھ رہی تھی جس کا چہرہ اور گردن دونوں جھکے ہوئے تھے۔اس کے مقابلے میں وہ اسے نا دیکھنے کی سعی کر رہا تھا۔

اسے نہیں معلوم تھا باہر کیا شور و غل مچا ہوا ہے۔

"تم انسانوں کے مقابلے میں ہماری عمر بہت زیادہ ہوا کرتی ہے۔مجھے نہیں یاد میں نے کسی بھی دن اللہ کی یاد سے غفلت برتی ہو۔۔لیکن جب میں نے تمہیں دیکھا۔۔مجھے سب کچھ بھول گیا۔۔تمہارے علاوہ مجھے کچھ بھی یاد نہیں رہا۔۔لیکن میں کان لپیٹے بس تمہارے پیچھے پیچھے چلتا گیا۔

مجھے اس بات کا قلق ہے کے میں نے ایک سراب کے پیچھے اپنی عبادتوں کو ضائع کر دیا۔"

اس کی سیاہ آنکھوں کے بڑھکتے شعلے ماند پڑے تھے۔شانے بھی ڈھلکے ہوئے تھے۔

"تم مجھے دھوکہ کہہ رہے ہو؟"

اس نے سرسراتے لہجے میں بھیگی آواز میں استفسار کیا تو اس نے ضبط سے اسے دیکھا۔

"تمہاری محبت میں مبتلا ہو جانا میرے لیے ایک دھوکے سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں بریزے۔۔مجھے اس بات کا ہمیشہ افسوس رہے گا کے میں نے اپنے ساتھ تمہارے جذبات و احساسات کو بھی مجروح کیا۔۔یہ میری سب سے بڑی غلطی تھی۔۔مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔۔"

"میں نے اپنی حدوں سے تجاوز کر کے خود بھی گناہ کے دلدل میں قدم رکھے اور ساتھ میں تمہیں بھی گھسیٹ لیا۔"

"محبت پر تو ہمارا اختیار نہیں ہوتا نا فاطم"

"بے شک۔۔لیکن وہ محبت کس کام کی جو آپ کو حرام کی ترغیب دے"

"کیا تمہیں پہلے خیال نہیں آیا تھا؟"اس کے اعصاب چیخ رہے تھے۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کے سب تہس نہس کر دے۔

"پہلے خیال آیا ہوتا تو یہ سب نہ ہوتا"

"تم نے کہا تھا تم ہمیشہ میرے ساتھ رہو گے"

وہ بری طرح روتی اسے اس کے وعدے یاد دلا رہی تھی۔

"مجھے یاد ہے جو کچھ بھی میں نے کہا۔اور میں اس کے لیے شرمندہ ہوں تم سے"

"تمہاری شرمندگی کا میں کیا کروں؟؟۔۔جب تمہیں مجھے چھوڑ کر ہی جانا تھا تو میری راہ میں کیوں آئے تھے؟ کیوں مجھے اپنا اسیر کیا تھا؟"

"میں بھول گیا تھا کے میں ایک جن زادہ ہوں۔۔تمہارا اور میرا ملن ناممکن ہے"

"ملن ممکن نہیں ہے"

بے دردی سے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ تمسخرانہ ہنسی۔

"بریزے۔۔میرے پاس وہ الفاظ نہیں جو میں تم سے معافی مانگنے کے کئے کہہ سکوں"

"تم مجھے جان سے مار دو۔۔میں تمہارے علاوہ کسی اور کو قبول نہیں کروں گی"

"کچھ وقت بعد تم مجھے بھول بھی جاو گی"

"تم بھلا دو گے مجھے؟"اس کی آنکھیں جلنے لگی تھیں۔اس کا دل ٹکڑوں میں کٹ رہا تھا۔

یہ سوچ سوچ کر اس کا سر پھٹنے لگا تھا کے وہ اسے چھوڑ جانے کی بات کر رہا تھا۔

"یقین سے نہیں کہہ سکتا۔۔لیکن میں پوری کوشش کروں گا۔اور عاصم کے ایکسیڈنٹ میں میرا کوئی ہاتھ نہیں۔۔وہ قدرتی طور پر ایک حادثے کا شکار ہوا ہے"

Mahira Zaynab Khan Novel

وہ خاموش کھڑی بہتے ہوئے آنسوؤں سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔ جو اسے الوداع کہنے آیا تھا۔

"اپنا خیال رکھنا بریزے۔۔"

"میں تمہاری زندگی خراب نہیں کرنا چاہتا۔۔۔"

"اگر تم مجھے چھوڑ کر گئے تو میں سچ میں زہر کھا کے مر جاوں گی"

وہ جب بولی تو اس کا لہجہ سنگین تھا۔

"ایک جن زادے کے پیچھے کیوں اپنی زندگی کو جہنم بنا رہی ہو"

"یہ سب تمہاری وجہ سے ہی ہو رہا ہے۔۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی اس کے لئے"

فاطم کا ہاتھ اس کے سر پر دھرا تھا جو چہرہ ہاتھوں میں چھپائے بری طرح رو رہی تھی۔

"مجھے معاف کر دینا۔۔"

زخمی سا مسکراتے ہوئے وہ دھیرے دھیرے پیچھے ہٹتے ہوئے بخلت ہی دھواں بن کر تحلیل ہو گیا۔

اپنی یادوں کو اس کے پاس چھوڑے وہ کبھی واپس نہ آنے کے لیے چلا گیا تھا۔

"فاطم۔۔۔ فاطم۔۔"

وہ دیوانہ وار کھڑی کی جانب بڑھی۔ اس کے دونوں پٹ کھولے وہ روتے ہوئے اسے پکار رہی تھی۔

اپنی حدوں کو توڑنے ان سے تجاوز کرنے کی اسے سزا اسے سنا دی گئی تھی۔

اسے ہمیشہ کے لئے وہاں بھیج دیا گیا تھا جہاں سے واپس آنا اس کے بس میں نہیں تھا۔

"بریزے۔۔"

دروازے میں کھڑی ریشام نے شاک کے عالم میں اسے دیکھا پھر تیزی سے اس کے پاس جا کر اسے سنبھالا۔

"کیا ہو گیا ہے بریزے۔۔ ہوش میں آو"

اسے دونوں بازو سے پکڑے وہ سختی سے کہہ رہی تھی جو اس وقت اپنے ہوش و حواس میں نہیں لگ رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے اسے؟" عیشہ نے تشویش سے ماشا کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بے ہوش ہو گئی ہے"

"وہ تو مجھے بھی نظر آ رہا ہے لیکن کیسے ہو گئی بے ہوش؟"

دائم کے اطلاع دینے پر اس نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا پھر ساتھ ہی اسے اٹھانے کو تدبیریں کرنے لگی۔

"اب یہ تو داریان بھائی ہی بتائیں گے۔۔"

"داریان؟" عیشہ نے حیرانگی سے اس طرح دیکھا کے وہ بلاوجہ ہی اپنی جگہ پر شرمندہ ہو گیا۔

جبھی اس کے ہاتھ میں پکڑے فون پر رنگ ہونے لگی تو وہ شکر کرتا جلدی سے بالکنی میں آ گیا۔ لیکن جب اسکرین پر نظر آتے نام کو دیکھا تو فون اس کے ہاتھ سے گرتے گرتے بچا۔

انس غازی کو کیا الہام ہوا تھا کے اس کی بہن داریان کے کمرے میں بے ہوش پڑی ہے۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام یہ بتاؤ فاطم سے کوئی بات ہوئی تھی تمہاری؟"

اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"ہاں لیکن کیوں؟"

"جس لڑکے سے بریزے غازی کی شادی ہونے والی تھی اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے"

"اوہ۔۔ پھر اب؟" اس نے افسوس سے پوچھا۔

"خطرے کی تو کوئی بات نہیں ہے۔ معمولی سے زخم تھے لیکن اس کے گھر والوں نے اس رشتے سے انکار کر دیا ہے۔۔"

"اتنی سی بات پر انکار؟" وہ حیرانگی سے بولا۔

"فرسودہ قسم کی سوچ کے مالک ہیں۔۔ایکسیڈنٹ کو بدشگونی سمجھ کر منع کر دیا نکاح سے" انس اسے تفصیل بتاتا جا رہا تھا۔

"حیرت ہے اتنے ایجوکیٹڈ ہونے کے بعد اس قسم کی بات کر رہے ہیں"

"بس کیا کر سکتے ہیں اللہ ہدایت دے ایسے لوگوں کو"

"تو تمہیں کیا لگتا ہے یہ کام فاطم کا ہے؟"

"تو اور کس کا ہو سکتا ہے اس کے علاوہ؟"

"لیکن انس۔۔"

داریان نے فون ایک کان سے دوسرے کان پر منتقل کرتے ہوئے بات جاری رکھی۔

"کچھ دیر پہلے ہی میری اس سے بات ہوئی تھی۔۔وہ یہ کام نہیں کر سکتا۔۔بے شک اس نے کہا تھا کے وہ تمہاری کزن کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔لیکن اسی وقت شاہ صاحب نے اسے بلا لیا تھا۔یقیناً انھوں نے اسے اپنا فیصلہ سنا دیا ہو گا"

"کس چیز کا فیصلہ؟"

"فیصلہ یعنی جو حرکت اس سے سرزد ہوئی تھی اس کی سزا اسے سنائی گئی ہو گی۔۔"

"کس قسم کی سزا؟"

"اب اس بارے میں زیادہ جانکاری نہیں ہے مجھے۔۔جناتوں کی سزائیں بھی مختلف قسم کی ہوا کرتی ہیں"

"کیا وہ واپس آ سکتا ہے دوبارہ؟"

"میرا نہیں خیال۔۔"

وہ فون بند کر کے جب روم میں آیا تو وہ سر تھامے بیٹھی تھی۔عیشہ اس کے پاس ہی بیٹھی اس کی طبیت پوچھ رہی تھی۔ لیکن جب اس نے غیر ارادی طور پر داریان کو دیکھا تو پھر سے اس کے چہرے پر خوف کے سائے لہرانے لگے۔

جو کچھ اس نے کچھ دیر پہلے دیکھا وہ اس کی نگاہوں میں گھومنے لگا۔اسے نہیں معلوم تھا کے وہ کیسی مخلوق تھی جو ان کی نگاہوں کے سامنے ہوا میں تحلیل ہو گئی تھی۔اس کے اعصاب اتنے مضبوط نہیں تھے کے یہ بوجھ سہار پاتی۔

"تم یہاں کتابیں لینے آئیں تھی ناماشا پھر بے ہوش کیسے ہو گئیں؟"

عیشہ پریشانی سے اس سے دریافت کر رہی تھی۔

"وہ مجھے۔۔۔ چکر۔۔ چکر آ گئے تھے بس"

داریان کو نہ دیکھنے کی سعی کرتے ہوئے وہ صاف چھپا گئی تھی۔

"ہم وہیں تو پوچھ رہے ہیں کے چکر کیسے آ گئے؟"

دائم نے کہاں باز آنا تھا۔اس سچویشن میں بھی اسے چھیڑنے سے باز نہ آیا۔

لیکن داریان کی صرف ایک گھوری پر وہ سیدھا ہوا تھا۔

اسے جب احساس ہوا کے وہ داریان کے بیڈ روم میں ہے تو بوکھلا کر بیڈ سے اٹھی۔

"آرام سے۔۔ کس بات کی جلدی ہے؟"

عیشہ نے اس کی عجلت پر فوراً ٹوکا۔

"وہ مہرماہ۔۔۔انتظار کر رہی ہو گی اپنی کتابوں کا"

اس نے شکر کیا کے وقت پر بہانہ سوجھ گیا تھا۔

"یہ مہرماہ کو دے آو۔"

داریان نے تین چار کتابیں ٹیبل پر سے اٹھاتے ہوئے دائم کو تھمائی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"کیا ابھی جانا ہے؟"

"اچھا اچھا جا رہا ہوں"

اس کی نظروں سے خائف ہوتے ہوئے وہ جلدی سے نکل گیا تھا۔

"میں جا کر کچن دیکھتی ہوں تم نیچے آجاو تمہارے لئے ملک شیک بنا رہی ہوں۔۔ کھاتی پیتی کچھ ہو نہیں تو چکر تو آنے ہی ہیں۔۔"

وہ جب تنبیہہ کرتی ہوئی چلی گئی تو ماشا بھی سرعت سے نکلنے لگی تھی لیکن عقب سے آتی اس کی آواز رک گئی۔ جس نے اس کا نام پکار کر اسے روکا تھا۔

"میری بات سنو ماشا۔۔"

اسے یاد نہیں تھا کے وہ کبھی اس سے ہمکلام ہوا ہو۔اس کے منہ سے اپنا نام ہی اس نے پہلی بار سنا تھا۔

"وہ جو کچھ تم نے دیکھا۔۔"

اس کی بات ادھوری ہی تھی کے وہ باعجلت دو قدم پیچھے ہٹی۔

اس کی نگاہوں میں خوف ہلکورے لے رہا تھا۔وہ تو اس بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

اس کے ڈر کو وہ صاف محسوس کر سکتا تھا۔ جسے وہ کم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ اس وقت شدید خوف کا شکار لگ رہی تھی۔

اسے کامل یقین ہو چلا تھا کے داریان بھی حقیقت میں کوئی جن ہی تھا

ویسے بھی تو وہ کون سا فرمان درانی کا سگا بھائی تھا۔

"بے وقوف لڑکی۔۔"

اس کے وہاں سے بھاگ جانے پر وہ تاسف سے سر ہلا کر رہ گیا تھا۔

وہاج اور ضمیر غازی کے ساتھ عبیر بھی گیا تھا ہاسپٹل ڈاکٹر عاصم کو دیکھنے۔

کچھ دیر پہلے وہ لوٹے تھے۔ان کے چہرے پر پریشانی اور تفکر کی پرچھائیاں تھیں۔وہاج غازی کے شانے ڈھلکے ہوئے تھے۔ایک لمحے میں ہی وہ صدیوں کے بیمار لگ رہے تھے

عاصم کی فیملی نے اس رشتے سے معذرت کر لی تھی۔انھوں نے نکاح کرنے سے منع کر دیا تھا۔

وہ خبر آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔ہر طرف چہ مگوئیاں اور سرگوشیاں ہو رہی تھیں۔

وہاج غازی کا تو دل بیٹھا جا رہا تھا۔

"چاچو آپ سنبھالیں خود کو"

عبیر نے پریشانی سے کہا

"میں کیسے سنبھالوں خود کو؟ کیسے سامنا کروں اپنی بیٹی کا؟" وہ زخمی لہجے میں بولے۔

"کیا کیا دیکھنا پڑ رہا ہے اس حویلی کو۔۔"

"سوچا بھی نہیں تھا کے ایک جن کی وجہ سے بھی اتنی بدنامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔۔میں تو شکر ہی ادا کرتی ہوں کے اللہ نے ہمیں صرف دو لڑکیوں سے ہی نوازا اور ہوتی تو جانے کتنے گل کھلاتیں وہ بھی"

سفینہ غازی تلخی سے کہے جا رہی تھیں۔

"ایسی باتیں کیوں کر رہی ہیں ماں؟"

سالار نے ناگواری سے انھیں دیکھا۔

"تو اور کیسی باتیں کروں؟اس جن کی وجہ سے ایک معصوم انسان موت کے منہ سے زندہ آیا ہے۔۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

"وہ صرف ایک ایکسیڈنٹ تھا"

"اسی نے کروایا تھا معلوم ہے مجھے۔۔وہ نہیں چاہتا کے بریزے کی شادی کسی اور سے ہو۔۔"

"تم لوگ بریزے کو بچانے کے لئے اس کی شادی کسی اور سے کروا رہے تھے اور اس جن نے اس لڑکے کو ہی راستے سے ہٹا دیا۔۔"

"جب کسی لڑکی پر جن کا سایہ پڑ جاتا ہے نا تو ساری زندگی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا"

"صرف عاصم ہی نہیں۔۔جس سے بھی بریزے کی شادی کرنے کا سوچو گے اس کی جان کو خطرے میں ہی ڈالو گے"

"اللہ نے کرے بھابھی۔۔وہ صرف ایک حادثہ تھا۔۔اچھا ہی ہوا ان کی دقیانوسی سوچ کا ہمیں پہلے ہی پتا چل گیا۔"

رائمہ نے حمنہ غازی کو سنبھالتے ہوئے ناپسندیدگی سے کہا۔

"لیکن جو داغ اس کے دامن پر لگا ہے اس کا کیا؟ لوگ تو یہی کہیں گے نا کے بریزے کی بارات واپس چلی گئی"

"ایسی لڑکی سے کوئی شادی نہیں کرنا چاہتا"

باوجود کوشش کے وہ یہ نہیں کہہ سکی تھیں کے وہ اپنے بیٹے کی شادی کر دیں گی بریزے سے۔۔کیونکے اپنے بیٹے کی عادت سے بھی وہ بخوبی واقف تھیں۔۔عاشر مرزا کسی کے بھی زبردستی کے فیصلوں کو خود پر مسلط نہیں ہونے دیتا تھا۔

کوئی بعید نہیں تھی کے وہ بھی انکار کر دیتا۔۔رائمہ نہیں چاہتی تھیں کے وہ بریزے کے لئے دوسری بار بھی انکار کر کے اسے دل برداشتہ کرے۔

اس لئے انھوں نے اس سے نا پوچھنا ہی بہتر جانا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

اس کے چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی۔ وہ نظریں جھکائے ہوئے تھا لیکن اس کے چہرے سے بخوبی اندازہ ہو رہا تھا کے وہ کس قدر ذہنی تناؤ کا شکار ہے۔

وہ اس وقت سعادت غازی کے ساتھ اکیلا ان کے کمرے میں بیٹھا تھا۔

"میں تمہیں جذباتی طور پر بلیک میل نہیں کرنا چاہتا۔۔ میں جانتا ہوں تم اس میں انٹرسٹڈ بھی نہیں ہو۔۔ اور یہ بھی کے تم اس کے لئے صاف انکار کر چکے ہو۔۔ لیکن"

بات کو جاری رکھنے کے لیے انھوں نے چند لمحے خاموش ہو کر ڈھیروں ہمت کو مجتمع کیا تھا۔

عاشر کو بخوبی اندازہ تھا ان کی طرف سے کی جانے والی گزارش کا۔ لیکن پھر بھی نچلا لب سختی سے دبائے، نظر جھکا کر بیٹھا تھا۔

اپنے نانا کی جو فرمائش وہ سننے والا تھا اس کو برداشت کرنے لیے اسے بہت سی برداشت اور تحمل کی ضرورت تھی۔

"لیکن میں چاہتا ہوں کے بریزے کی طرف جو انگلیاں اٹھی ہیں تم اسے ان سے بچالو۔۔ وہ یہ سب ڈیزرو نہیں کرتی عاشر۔۔"

"وہاج ماموں مجھے پسند نہیں کرتے۔۔ میں خود بھی ان کی بیٹی کو پسند نہیں کرتا۔۔ اس رشتے کو قائم کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا"

اس کی جھکی نظریں اپنے جوتوں پر تھیں۔ آواز میں ایک سرد پن تھا۔

"میں جانتا ہوں لیکن میری برسوں کی عزت خاک میں مل رہی ہے۔۔ لیکن مجھے اس کا کوئی افسوس نہیں ہے۔ مجھے بریزے کی فکر ہے۔۔ میں اسے لوگوں کی زہریلی باتوں کا نشانہ بنتے نہیں دیکھنا چاہتا"

"آپ کسی اور سے اس کی شادی کروادیں۔۔ میں یہ نکاح نہیں کر سکتا"

سعادت غازی نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

"مجھے تم پر بہت مان ہے عاشر۔ تم میرے اکلوتے نواسے ہو"

"یہ صرف ایک کاغذی رشتہ تو نہیں ہو گا نانا جان کے جو ضرورت پڑنے پر قائم کیا جائے اور بعد میں ختم کر دیا جائے۔۔ یہ میری پوری زندگی کا سوال ہے۔۔"

اب کے وہ بولا تو اس کے لہجے میں زمانے بھر کی ناراضگی تھی۔

"خاندان میں اس کے ہم عمر لڑکے موجود ہیں۔ جو میرے ایک بار کہنے پر ہی اس سے شادی کو تیار ہو جائیں گے۔۔ لیکن تمہارے علاوہ مجھے کسی پر اعتبار نہیں ہے۔۔ تمہارے علاوہ اسے کوئی نہیں سنبھال سکتا۔۔"

"آپ مجھ سے۔۔ بہت بڑی قربانی مانگ رہے ہیں"

پیشانی مسلتے ہوئے اس کے اعصاب تن رہے تھے۔

"تمہیں اس قربانی کا اجر ملے گا میرے بیٹے۔۔"

وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھے جذب سے کہتے اسے منا لینا چاہتے تھے۔

"مشکل حالات میں خون کے رشتے ہی ایک دوسرے کے کام آتے ہیں"

"سب کو یہی لگ رہا ہے کے عاصم کا ایکسیڈنٹ اس جن زادے کی وجہ سے ہوا ہے۔۔ کیوں کے اس نے یہی کہا تھا کے وہ بریزے کی شادی کسی اور سے نہیں ہونے دے گا"

"ایک بار اگر یہ نکاح ہو گیا تو ممکن ہے کے وہ اس کا پیچھا چھوڑ دے گا"

"لیکن اس کی کوئی گارنٹی نہیں ہے۔ جنات اتنی آسانی سے کسی کا پیچھا نہیں چھوڑا کرتے۔"

"اس صورتحال سے نمٹنے کا مجھے تو کوئی اور راستہ بجھائی نہیں دے رہا"

وہ تکان اور بے بسی سے بولے۔ تو عاشر نے ان کی قابل رحم حالت دیکھتے ہوئے گہری سانس بھری۔

"آپ کی عزت میری عزت ہے نانا جان۔۔ آپ کے لیے میں یہ قربانی دینے کے لئے بھی تیار ہوں۔۔"

عاشر کی بات سے جیسے ان کے اندر توانائی سی بھر گئی تھی۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ تم کرو گے بریزے سے نکاح؟"

انھیں یقین نہیں آیا تو پھر سے پوچھا۔ جواباً اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

"لیکن میری ایک شرط ہے۔۔"

"یہ کیوں اتار دیا تم نے؟" ریشام نے چونک کر اسے دیکھا جو ایک ایک کر کے اپنی ساری جیولری اتار رہی تھی۔

"دو بار ٹھکرا دی گئی ہوں۔۔اب کس کے انتظار میں دلہن بن کر بیٹھی رہوں؟" اس کے سرخ چہرے پر آنسو تواتر سے بہہ رہے تھے۔

"بریزے سنبھالو خود کو"

اس کے چہرے کو ہاتھوں میں بھرے وہ نرمی سے بولی لیکن اسکا رونا جاری تھا۔

"نکاح کے لئے آرہے ہیں سب، ٹھیک سے ہو کر بیٹھو۔۔"

ریشام کی بات اسے ورطہ حیرت میں ڈال گئی تھی۔وہ رونا بھول کر حیرت زدہ سی نگاہوں سے یک ٹک اسے دیکھے گئی۔

"لیکن وہ تو؟"

اسے تو یہی بتایا گیا تھا کے عاصم کی فیملی نے صاف منع کر دیا ہے تو کیا وہ مان گئے تھے؟

وہ ریشام سے پوچھ بھی نہیں سکی تھی۔

اسے دوبارہ جیولری پہنانے کا وقت نہیں تھا ریشام نے جلدی جلدی میں ہی اس کے کامدار دوپٹے کو چہرے تک اوڑھا دیا۔

وہ سن سی بیٹھی رہ گئی۔رائمہ پھوپھو نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے اس کے کانپتے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا۔ایک ایک کر کے گھر کی سب ہی خواتین اس کے روم میں آچکی تھیں۔

وہ گھونگھٹ کی اوٹ سے عبیر غازی کو دیکھ رہی تھی۔جو اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے نکاح کی کاروائی شروع کرنے لگا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Noval

اسے تو سنبھلنے کا موقع بھی نہیں دیا گیا تھا۔اسے نہیں معلوم تھا کے اس کے کمرے میں اس وقت کون کون موجود تھا۔اور کن تمسخرانہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

عاصم کے ایکسیڈنٹ کا قصوروار سب اسے ہی ٹھہرا رہے تھے کے جس لڑکی سے شادی ہونے سے پہلے ہی یہ بدشگن ہو گیا۔شادی ہو جانے کے بعد تو نا جانے کون سی افتاد کا سامنا کرنا پڑتا۔

لیکن وہیں پر سب عاشر کی ہمت کو بھی داد دے رہے تھے جو جانتے بوجھتے اس لڑکی سے نکاح کر رہا تھا۔

یہ بات تو سب کو ہی معلوم تھی کے بچپن سے ریشام سالار سے منسوب تھی اور بریزے عاشر سے۔

لیکن یہ بات صرف بڑوں تک ہی محدود تھی۔

جب عاشر کا نام لیتے ہوئے اس کی رضا جاننی چاہی تو رکی ہوئی سانسوں کے ساتھ وہ پیوستہ لب بیٹھی رہی۔

وہ جانتی تھی اس کے ہوتے ہوئے کسی اور سے منت سماجت کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہی ہو گی۔وہ یہ بھی جانتی تھی کے وہ اسے سخت ناپسند کرتا ہے اور پہلے ہی اس سے شادی کے لیے بھی انکار کر چکا ہے۔لیکن اگر وہ مان گیا تھا تو صرف پریشرائز کرنے کی وجہ سے۔

بریزے کسی صورت اس سے نکاح نہیں کرنا چاہتی تھی۔وہ شدید اضطراب کا شکار تھی۔لیکن کچھ دیر پہلے جو اس نے اپنے حوالے سے جو باتیں سنی تھیں کے وہ برچھی کی طرح اس کے دل کو زخمی کر گئی تھیں۔کے اس لڑکی کے سبز قدم ہیں۔۔اس پر جنات کا سایہ ہے۔۔اس سے شادی کرنے والا کوئی بھی شخص محفوظ نہیں رہے گا۔

اس کا دل ماتم کناں تھا۔

سب اس کی رضامندی جاننے کو اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

اگر حویلی کی عزت بچانے کے لئے عاشر مرزا ایک ناپسندیدہ قدم اٹھا سکتا تھا تو پھر اس کے پاس تو انکار کرنے کا جواز ہی نہیں بنتا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

سعادت غازی کی بیٹھک میں اس وقت ایک ہجوم ہی تو لگا تھا تمام رشتے دار ابھی تک وہیں موجود تھے۔ جو صورتحال انھیں دیکھنے کو مل رہی تھی وہ ان کے لئے کافی دلچسپی کا باعث تھی۔

وہ تو صرف بریزے کے نکاح میں شرکت کرنے آئے تھے لیکن انھیں نہیں معلوم تھا کے اس کا نکاح عاشر سے ہو گا۔

اسے نہیں معلوم تھا کے اس نے واسکٹ اتار کر کہاں پھینکی تھی۔ اس وقت وہ سفید کرتا شلوار زیب تن کئے از حد سنجیدہ صورت لئے بیٹھا تھا۔

"ہمیں معلوم ہے تم پر زبردستی یہ فیصلہ تھوپا گیا ہے۔ لیکن جب تم نے اقرار کر ہی لیا ہے تو اپنا منہ بھی ٹھیک کرو۔"

اس کے قریب بیٹھتے ہوئے عبیر اس کے بازو پر امام ضامن باندھتے ہوئے دھیمی آواز میں اسے اپنے چہرے کے زاویے ٹھیک کرنے کے لئے کہہ رہا تھا۔ کیوں کے وہاں موجود ہر شخص کی نگاہ صرف اس کے سرد و سپاٹ سے چہرے پر تھی۔

آپ کیا چاہتے ہیں کے میں قہقہے لگاتے ہوئے اپنی بے بسی کا جشن مناوں؟" وہ از حد ناراض لگ رہا تھا۔

وہ محظ تاسف سے سر ہلا کر رہ گیا۔

بے تاثر انداز میں نکاح کی کاروائی دیکھتے اور سنتے ہوئے اس نے کچھ کاغذات پر دستخط کر دئے تھے۔

ارادہ تو تھا کے فوراً وہاں سے اٹھ کر چلا جائے گا لیکن اتنے مہمانوں کی موجودگی میں وہ یہ کر نہیں پایا تھا۔

سعادت غازی نے جب اسے گلے لگا کر مبارک باد دی تو ساتھ ہی سرگوشیانہ انداز میں اس کا شکریہ بھی ادا کیا جس نے ان کی عزت کی لاج رکھ لی تھی۔

"شرمندہ مت کریں نانا جان۔۔ بس میری شرط پر عمل درآمد ہونا چاہئے"

جبری مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہوئے وہ الگ ہوا۔

جنھوں نے اثبات میں سر ہلا کر اسے یقین دہانی کروائی تھی کے وہ اپنی بات کا پاس رکھیں گے۔

"مبارک ہو۔۔"

ایک ایک کر کے سب اس سے گلے ملتے ہوئے خوشدلی سے اسے نکاح کی مبارکباد دے رہے تھے۔

وہاج غازی شرمندگی کا شکار تھے۔انھیں سمجھ نہیں آرہی تھی کے کس طرح اس کا شکریہ ادا کریں جس نے اپنے دل کو مار کے ان کی عزت رکھ لی تھی۔

جوان کی بیٹی کے لئے اپنی جان خطرے میں ڈال رہا تھا۔

"میں تمہارا شکر گزار ہوں۔"

"میرا فرض تھا ماموں۔"اس کے چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ تھی۔

"مجھے بیک وقت خوشی بھی ہے اور تمہارے لیے ہلکے سے افسوس کا بھی شکار ہوں۔"

اس کے گلے لگتے فاز نے کہا۔

"اس حویلی کے ہر فرد کو ہی خوشی ہے کے بریزے غازی کو میرے سر پر مسلط کر دیا گیا ہے۔"

وہ ناخوشی سے بولا۔

"دیکھو میں یہ تو نہیں کہوں گا تم اس کے ساتھ بہت خوش رہو گے۔۔کیوں کے میں جانتا ہوں یہ ناممکن سی بات ہے۔۔لیکن پھر بھی۔۔بہت خوشی ہو رہی ہے مجھے۔۔"

عاشر کے تیز اور کھا جانے والے تاثرات دیکھتا ہوا وہ آخر میں بے اختیار ہنس پڑا تھا۔

اس کی شکل دیکھ دیکھ کر جانے کیوں مسکراہٹ تھمنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"میری ریس ہے۔میں جا رہا ہوں۔۔کال کرنے کی کوشش بھی کی تو منہ توڑ دوں گا تمہارا۔"

وائبریٹ ہوتے فون کو نظرانداز کرتے ہوئے اس نے قمیض کی سلویس کو اوپر کھینچتے ہوئے کہا۔

ابھی تو اسے اپنے دوستوں کو بھی فیس کرنا تھا۔جن کا حقیقت جان کر جانے کیا ری ایکشن ہونے والا تھا۔

"اپنے نکاح کا کھانا تو کھا کر جاو۔"

فاز کے ٹوکنے پر اس نے کچھ کہنے کے بجائے بس ایک تیز نظر اس پر ڈالنا ہی گوارا کیا تھا۔

حویلی کی ساری رونقوں اور چہل پہل کو پس پشت ڈالتے ہوئے کپڑے چینج کر کے بائیک لے کر فوراً وہاں سے نکل گیا تھا۔

ایک ایک کر کے سارے مہمان رخصت ہو چکے تھے۔ ابھی صرف گھر کے افراد ہی لاونج میں بیٹھے تھے۔ وہاج غازی کے گلے لگی وہ جب سے ہی رونے میں مصروف تھی۔

سب اسے تسلی دلاسے دے کر تھک چکے تھے لیکن اس کا دکھ تو جیسے ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

"عاشر کا کچھ پتا چلا؟" رائمہ نے فکر مندی سے سالار سے پوچھا جس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ وہ کب سے اس کا نمبر ٹرائی کر رہا تھا جو مسلسل آف جا رہا تھا۔

رات کافی بیت چکی تھی اب سب کو ہی فکر ہونے لگی تھی۔ ساتھ ہی دھڑکا بھی لگا ہوا تھا کے اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش نہ آجائے۔

"بات ہو گئی ہے میری عاشر سے۔۔ کچھ دیر تک آجائے گا واپس"

فون کان سے ہٹا کر اس نے سعادت غازی کو اطلاع دی تو سب نے سکھ کا سانس لیا۔

"یہ دونوں تو پہلے ہی ناک میں دم کئے رکھتے تھے۔ سونے پہ سہاگہ اب تو یہ دونوں ساتھ مل کر ہمارا سکون برباد کیے رکھیں گے"

سفینہ تائی تلخی سے بولی تو سب نے ہی ناپسندیدگی سے انھیں دیکھا۔

"اجازت دیجئے دادا جان۔۔ میں اب چلتا ہوں"

جتنے استحقاق سے یہ دادا جان کہتا ہے کوئی بعید نہیں کے آپ کے بابا نے ساری جائیداد اس کے نام پر کر دینی ہیں"

سفینہ غازی تنفر سے انس کو دیکھتے ہوئے وجاہت غازی سے ہلکی آواز میں بولیں۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"معلوم ہے مجھے۔۔جب سے حقیقت انھیں معلوم ہوئی تب سے ان باپ بیٹے کے صدقے واری جا رہے ہیں"ان کے جذبات بھی بیوی سے مختلف نہ تھے۔

"رات بہت ہو گئی ہے۔۔آج یہیں رک جاو۔"انھوں نے نرمی اور شفقت سے کہا۔

"گھر پہ سب انتظار کر رہیں ہونگے میرا"

ان کی پیشکش پر اس نے سہولت سے انکار کر دیا تھا۔

"انھیں فون کر کے اطلاع دے دو آج تم یہیں رکو گے۔"وہ اسے روکنے پر مصر تھے۔

"ریشام۔۔"

قطعی لہجے میں کہتے ہوئے انھوں نے اسے مخاطب کیا جو سرعت سے ان کی جانب متوجہ ہوئی۔

"جی دادا جان۔۔"

"بریزے کو عاشر کے روم میں لے جاو"

سب نے ایک شاک کے عالم میں انھیں دیکھا۔

"عاشر کے روم میں؟"

اتنی اچانک رخصتی کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی۔

"لیکن بابا اتنی جلدی؟۔۔"

وہاج غازی نے کچھ کہنا چاہا تو وہ ہاتھ اٹھا کر روک گئے۔

"یہ کام بعد میں بھی تو ہونا ہی ہے نا تو پھر ابھی ہی سہی"

ان کے فیصلوں کے آگے کسی کو بولنے کی اجازت ہی نہیں تھی۔لیکن ان کا فیصلہ وہاں موجود ہر شخص کو ورطہ حیرت میں ضرور ڈال گیا تھا۔

"میں اس کے روم میں نہیں جاوں گی ریشام"

وہ دروازے کے پاس ہی رک گئی۔

"یہ دادا جان کا فیصلہ ہے میں اس بارے میں کچھ بھی نہیں کر سکتی"

وہ اس کا بازو پکڑے اندر لے آئی تھی۔

"تم لوگ میرے ساتھ اچھا نہیں کر رہے"

وہ روہانسی تھی۔"اسی کو قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کر لو"

اس کے بھاری لباس کو سنبھالتے ہوئے ریشام نے اسے بیڈ پر بیٹھنے میں مدد دیتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"اللہ تمہیں نظر بد سے بچائے میری بچی۔۔"رائمہ تو اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھامے اس پر نہال جا رہی تھیں۔ان کے دل کی تو خواہش پوری ہو گئی تھی۔

"رونا بند کرو بریزے۔۔میرا بیٹا اتنا برا بھی نہیں ہے۔"

"آپ کو نہیں معلوم وہ کتنا برا ہے"وہ بھیگی آواز میں ناراضگی سے بولی

"میں تو دل سے چاہتی تھی کے تمہاری اس سے شادی ہو۔۔دیکھو کیسے اللہ نے راہ بنا دی"

"پریشان مت ہو سب ٹھیک ہو جائے گا"

"اب تم کہاں جا رہی ہو؟"

"اپنے روم میں جا رہی ہوں سونے"

"ٹھہرو میں بھی چلتی ہوں تمہارے ساتھ"وہ بیڈ سے اٹھنے لگی۔

"تم یہی رہو گی۔۔"ریشام نے اس کے شانوں کو تھام کر سختی سے کہتے ہوئے دوبارہ بٹھا دیا۔

"مجھے یہاں نہیں رہنا اس جنگلی انسان کے ساتھ"

"لیکن وہ تو تمہیں یہاں رکھنا چاہتا ہے"

"اس کا دماغ نہیں خراب جو وہ ایسا چاہے گا۔" وہ تلخی سے بولی۔ جسم و جاں میں جیسے شعلے بھڑک رہے تھے۔

"تم آرام سے بیٹھ جاو اب۔۔"

"میں اس کے ساتھ یہاں کسی صورت نہیں رہوں گی۔"

"دیکھو بریزے میں بہت تھک چکی ہوں۔۔ تمہیں یہاں سے لے جا کر میں اس سے باتیں نہیں سننا چاہتی" اس نے تھکے ہوئے انداز میں بے زاری سے کہا۔ جبھی بنا کسی دستک کے دروازہ کھلا۔

ہاتھ میں ہیلمٹ لئے دوسرے ہاتھ سے پیشانی پر آئے بالوں کو پیچھے کی جانب کرتے ہوئے اس نے ابرو اٹھا کر ریشام کو دیکھا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"بریزے کو چھوڑنے آئی تھی۔۔" وہ کہتے ہوئے جانے لگی تھی جب بریزے نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"مجھے ساتھ لے کر جاو"

عاشر کی نظروں سے چھپی نہیں رہی تھی اس کی حرکت، لیکن انجان بنتے ہوئے ہیلمٹ کو رائٹنگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس سے ٹیک لگائے وہ فون کھول کر اس مصروف ہو گیا۔

وہ اس کے روکنے کے باوجود بھی نہیں رکی تھی۔ بیڈ کے کونے پر ٹکے ہوئے اس نے کتنے ہی آنسوؤں کو اپنے اندر اتارا۔ کیسے ایک بوجھ کی طرح اسے اتار کر پھینکا گیا تھا۔

وہ دروازہ بند کر کے جا چکی تھی جب وہ فون بند کر کے ٹیبل پر ڈالتے ہوئے اس کی جانب بڑھا۔

اس کے نزدیک آنے پر وہ مزید پیچھے ہوئی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

لیکن وہ سنجیدہ صورت لئے اسے نظر انداز کرتے ہوئے، جھک کر سائیڈ ٹیبل کی ڈراسے لائٹر اور سگریٹ کا پیکٹ نکالتے ہوئے بالکنی میں چلا گیا تھا۔

بریزے چند لمحے اسے گھورتی رہی۔ایک وقت وہ بھی تھا جب اس کی اسموکنگ کی عادت بریزے پر آشکار ہو جانے پر اس نے بریزے کو اپنی ساری کتابیں صرف اس وجہ سے دے دی تھیں کے وہ اس بات کو بھول جائے کے وہ سگریٹ نوشی کرتا ہے۔اور حویلی میں بھی کسی کو نہ بتائے۔

لیکن آج کتنے دھڑلے سے وہ اس کے سامنے سے سگریٹ کا پیکٹ اور لائٹر لے کر گیا تھا۔

نکاح جیسے بھی حالات میں ہوا ہو لیکن اس کی طرف سے رکھی گئی رخصتی کی شرط پر اندر تک سلگ رہی تھی۔اسے دنیا میں جس شخص سے اتنی نفرت تھی۔جو اتنا ناقابل برداشت تھا۔خود کو اسی کی دلہن کے روپ میں،اسی کے کمرے میں موجود دیکھنا اسے بے بسی کی حدوں پر لے جا رہا تھا۔

"اپنا بھاری لباس سنبھالتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور سیدھا دروازے کی جانب بڑھی ہینڈل پر ہاتھ رکھ کے اسے گھمایا لیکن وہ لاکڈ تھا۔

باوجود کوشش کے وہ اسے کھول نہیں پائی تھی۔

"کیا مصیبت ہے"

وہ بڑبڑاتی ہوئی پیچھے ہٹی۔پھر بالکنی کے پاس آئی جہاں وہ کھلی فضا میں سگریٹ سلگائے ہوئے تھا۔بریزے کو سخت نفرت تھی اس کی بدبو سے۔

"یہ دروازہ کیوں نہیں کھل رہا ہے؟"

عقب سے آتی اس کی آواز پر عاشر نے پلٹ کر اسے دیکھا۔سفید اور سنہرے رنگ سے مزین برائیڈل ڈریس میں اس کے سامنے کھڑی ناگواری اور بے زاری سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے تم انتہائی برے لگتے ہو۔۔"

"میرا بس چلے تو تمہارا قتل کر دوں۔"

"تم میرے سامنے مت آیا کرو۔"

"تم جیسا بد تمیز انسان میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا"

عاشر کے ذہن میں وہ آوازیں گونج رہی تھیں۔ جن میں اس کا نفرت کا اظہار چھلک رہا تھا۔

"کیوں کے وہ لاکڈ ہے۔" وہ بولا تو اس کا لہجہ پر سکون سا تھا۔

"کھولو اسے، مجھے باہر جانا ہے"

"کیوں جانا ہے باہر؟" وہ اب رخ موڑے مکمل اسی کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔

"کیوں کے مجھے تمہارے ساتھ نہیں رہنا"

"تم نانا جان کے فیصلے کو ماننے سے انکار کر رہی ہو؟" ریلینگ پر دونوں کہنیاں رکھے۔ پشت ٹکائے وہ کچھ گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"وہ میرا اور ان کا مسئلہ ہے تم دروازہ کھولو ورنہ اچھا نہیں ہو گا" اس کے بر عکس اس کی براون آنکھوں میں آگ کی لپٹ تھی۔ اس کی شکل دیکھ کر اس کا طیش بڑھتا جا رہا تھا۔ متضاد اس کا بحث کرنا۔

"نہیں کھولوں گا۔ کر لو جو کر سکتی ہو"

اس کو ہٹ دھرمی پر قائم دیکھ کر وہ بے بسی کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک قہر بار نگاہ اس پر ڈال کر دوبارہ روم میں آ گئی تھی۔

"جنگلی۔۔ بے ہودہ۔۔ بد تمیز انسان۔۔" اونچی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے وہ اپنی آنکھوں کو بھیگنے سے روک نہیں پائی تھی۔

بے بسی بھری نظریں اس کمرے میں دوڑائیں۔ جہاں ایک دفعہ آ جانے پر اس نے سختی سے کہا تھا کے آئندہ اس کے کمرے میں قدم نہ رکھے۔

سلیقے سے سجا ہوا گرے اور آف وائٹ کی تھیم کا وہ کمرہ کبھی اسے بہت پسند ہوا کرتا تھا۔ لیکن آج تو جیسے کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

اس کا دل جیسے کوئی آگ کی زنجیروں میں جکڑ رہا تھا۔ قدم قدم چلتے ہوئے وہ ڈریسنگ تک آ کر رکی۔ آئینے میں ابھرتے اپنے عکس کو دیکھا۔

رونے کے باعث اس کا میک اپ کچھ پھیل چکا تھا۔ کاجل بھی بہہ کر رخساروں تک آنے لگا تھا۔ بنا کسی جیولری کے اس کے روپ سے ویرانی جھلک رہی تھی۔

دونوں ہاتھوں میں ڈریسنگ کی سطح کو سختی سے تھامے اس نے اپنی چیخوں کا گلا گھونٹا تھا۔

پھر ایک نگاہ ان پرفیومز کی کلیکشن پر پڑی۔ جو ترتیب سے وہاں سجی ہوئی تھی۔

وہ جانتی تھی عاشر پرفیومز کا کس قدر دیوانہ تھا۔

Calvin klein,Channel,Aramni,Clive Christian, creed,dior

اور بھی اسی طرح کے مشہور برینڈز کی ایک وسیع اور زبردست سی کلیکشن تھی اس کے پاس۔

بریزے کی نگاہیں ان مختلف رنگوں کی بوتلوں پر تھیں۔

وہ جو اتنی دیر سے اپنے اندر کے اشتعال کو دبانے کی کوشش میں بے حال ہو رہی تھی۔ اب جیسے سب کچھ اس کے برداشت سے نکل چکا تھا۔ جھپٹتے ہوئے اس نے بوتلوں کو ایک ایک کر کے کھینچ کر ڈریسنگ کے مرر پر دے مارا تھا۔ جو ایک چھناکے کی آواز سے ٹوٹ کر کرچیوں میں بکھرتی جا رہی تھیں۔ کتنے ہی چھوٹے کانچ اس کی طرف بھی گرے تھے۔ وہ ہر چیز سے، ہر احساس سے بے پرواہ ہو چکی تھی۔ اسے یہ بھی نہیں دکھائی دے رہا تھا کے اس کی ہتھیلی زخمی ہو کر خون ٹپکانے لگی تھی۔

لیکن اس کے ذہن میں صرف اس شخص کی باتوں کی بازگشت ہو رہی تھی۔۔ جو اسے چھوڑ کر جا چکا تھا۔ جو اس سے معذرت کر کے گیا تھا کے وہ اسے اپنا نہیں سکتا۔ جہاں اس کی شادی ہو رہی ہے وہ وہاں شادی کر لے۔

وہ بری طرح روتی ہوئی چہرے کو دونوں ہاتھوں میں چھپائے وہیں بیٹھتی چلی گئی تھی۔

اس کا دل چاہ رہا تھا کے وہ چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھا لے۔ کہیں سے فاطم اس کے سامنے آ جائے تو اس کا گریبان پکڑ کر اس پر چلائے۔ اس پر غصہ کرے۔ اس سے پوچھے کے آخر اس کی کیا غلطی تھی۔ اس کے ساتھ اتنا برا کیوں کیا۔

شیشہ ٹوٹنے کی آواز پر وہ تیزی سے بالکنی سے نکل کر کمرے میں آیا تھا۔

پہلی نگاہ اس کے وجود پر پڑی تھی۔ جو زمین پر بیٹھی اپنے نصیب کو رو رہی تھی۔ پھر ڈریسنگ کو دیکھا۔ جو اجڑ چکی تھی۔ اس کے مہنگے پرفیومز زمین پر بکھرے ہوئے اپنی قسمت پر ماتم کناں تھے۔ اس کے دل پر ہاتھ پڑا تھا۔ ان میں سے ایک بھی باقی نہیں بچا تھا۔

اس سے پہلے کے وہ اس سے بازپرس کرتا۔ اس کی زخمی ہتھیلی سے بہتے خون کو دیکھ کر ٹھہر گیا تھا۔ دل کو کچھ ہوا تھا۔

اس کا چھوٹا سا زخم اسے اپنے قیمتی پرفیومز کا سوگ بھلا گیا تھا۔

کرچیوں کو پیروں تلے روندتا ہوا وہ اس تک پہنچا۔

"بریزے۔۔ اٹھو یہاں سے۔۔" لہجے کو نرم کرتے ہوئے وہ اس کے پاس بیٹھا اس کے چہرے پر سے ہاتھ ہٹانے لگا۔

"دور ہو جاو مجھ سے۔۔ تمہاری وجہ سے وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔۔۔ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔۔" اس کے چھونے کی دیر تھی کے وہ بری طرح بھڑک کر وہاں سے اٹھی۔ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کے وہ کیا بات کس کے سامنے بول رہی ہے۔ اسے بس اپنی ناکام محبت کا غم تھا۔ اور اس زبردستی نکاح کا صدمہ تھا۔

جو اس کے ذہن پر اثر انداز ہوتے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو مفلوج کر رہے تھے۔

"تم مجھے کیوں قصوروار ٹھہرا رہی ہو؟ اس میں میری کیا غلطی ہے اگر وہ تمہیں چھوڑ گیا تو؟"

اس نے بھیگی پلکوں اور سرخ ناک سے عاشر کو دیکھا۔ جو اس کے قریب کھڑا تھا۔ اتنا قریب شاید وہ پہلی بار آیا تھا۔

کمرے کی گہری ہولناکی میں صرف بریزے کی سسکیوں کی آوازیں تھیں جو اس کی خاموشی کا توڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"اسے واپس لا دو عاشر۔۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

۔ چند لمحے اسے دیکھتے رہنے کے بعد وہ اس کے سینے پر سر رکھے۔ روتے ہوئے بس ایک ہی گردان کئے جا رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ پتھر کی مورت بن گیا تھا۔ اسے محسوس ہوا جیسے وہ سانس نہیں لے رہا

اپنے زخمی ہاتھ سے اس کی وائٹ ڈریس شرٹ کو دبوچے وہ شاید اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہی تھی۔ اس کے خون سے اس کی شرٹ رنگین ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے ضبط سے اپنے ہونٹ کو دانتوں تلے کچلا تھا۔

عاشر نے دھیرے سے اس کے کپکپاتے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔ میکانکی انداز میں دوسرا ہاتھ اس کے سر پر رکھا۔ جانے کتنے ہی پل ایسے ہی گزر گئے تھے۔ اس کے دل پر جیسے بوجھ آن پڑا تھا۔ بریزے کے آنسوؤں کا بوجھ۔ جو اس کے سینے پر بہہ رہے تھے۔ وہ بھی کسی دوسرے شخص کے لیے۔

اس کے پاس جیسے سارے لفظوں کال پڑ گیا تھا۔ دفعتاً گہری سانس بھرتے ہوئے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے اس نے بریزے کو شانوں سے تھام کر بیڈ پر بٹھایا۔

پھر ڈرامیں سے فرسٹ ایڈ باکس نکال کر گھٹنوں کے بل اس کے پاس نیچے بیٹھتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑا۔

اپنا ٹھنڈا یخ بستہ، زخمی سا ہاتھ اس کے مضبوط ہاتھ میں دیکھ کر کچھ گرمائش کا احساس ہونے پر جیسے اس کا شعور بیدار ہونے لگا تھا۔ سوئی ہوئی ساری حسیں جاگ اٹھی تھیں۔ گھبرا کر بے اختیار اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے کھینچنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کی سخت گرفت کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکی۔ جو اس کے زخم کو صاف کرنے کے بعد اب سفید پٹی سے باندھ رہا تھا۔

وہ سانس روکے اس کی شرٹ پر لگے ان خون کے دھبوں کو دیکھ رہی تھی۔

اور سوچ رہی تھی کے وہ کیا کچھ اس کے سامنے کہہ گئی ہے۔

"اسے واپس لانے والی تمہاری فرمائش میں پوری نہیں کر سکتا۔۔ کیوں کے یہ میرے بس میں نہیں ہے۔۔ اور اگر میرے اختیار میں ہوتا۔۔"

سامان واپس باکس میں ڈالتے ہوئے اس نے نظر اٹھا کر بریزے کی آنکھوں میں دیکھا۔ جو سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تب بھی نہیں لے کر آتا۔۔"

بے مروت سے لہجے میں کہتا ہوا وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔

بریزے پر جیسے گھڑوں پانی پڑا تھا۔ چہرہ اہانت سے سرخ پڑا۔ بے اختیار خود کو کوسا۔ جو انجانے میں اس سے جانے کیا کچھ کہہ گئی تھی۔

"دروازہ۔۔دروازے کا لاک کھولو مجھے اپنے روم میں جانا ہے۔" نظریں اٹھائے بغیر اس نے بھیگی سی آواز میں کہا۔جانے کیوں لہجے میں کپکپاہٹ سی تھی۔

وہ اپنے اس بکھرے سے روپ میں اس کے سامنے نہیں رہنا چاہتی تھی۔ان کا تو ہمیشہ برابری کا مقابلہ ہوا کرتا تھا۔ایسے میں وہ اپنے اس شکست خوردہ سے وجود کے ساتھ اس کے سامنے بیٹھے خود کو بہت چھوٹا محسوس کر رہی تھی۔

"اس دروازے کا لاک اب صبح ہی کھلے گا۔۔" وارڈروب کھولے وہ اپنے کپڑے نکال رہا تھا۔جب سکون سے بولا۔

تبھی وہ جھٹکے سے اٹھی۔

"تم ابھی جا کر سب کو بولو کے تم دادا جان کے فیصلے کو نہیں مانتے"

گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے وہ اپنی خود اعتمادی کو بڑھاتے ہوئے بولی تو اس کی آواز میں ایک حکم تھا۔

"کون سے فیصلے کو؟"

اس نے کپڑے کندھے پر ڈالتے ہوئے بازو سینے پر لپیٹ لیے تھے۔اب براہ راست اسے دیکھ رہا تھا۔

"اسی فیصلے کو"

اس کا اشارہ خود کی اس کے کمرے میں موجودگی پر تھا۔

"لیکن مجھے تو کوئی اعتراض نہیں نانا جان کے اس فیصلے پر۔"

"تمہیں تو میں اچھی ہی نہیں لگتی پھر کیوں کیا تم نے مجھ سے نکاح؟"

اسے حیرانگی کے ساتھ ساتھ بے چینی بھی لاحق تھی۔اور ساتھ میں اس کی گہری نظروں سے جھنجھلاہٹ کا بھی شکار ہو رہی تھی۔

"بریزے غازی ایک چیز ہوتی ہے جسے مجبوری کہتے ہیں۔۔اور ایک چیز ہوتی ہے جسے مصلحت کہتے ہیں۔۔اور ایک چیز ہوتی ہے جسے جبر کہتے ہیں۔۔تم سے نکاح کرنے کے پیچھے صرف ان تین وجوہات کا ہاتھ ہے۔" وہ طنز سے کہتا ہوا نزدیک آیا۔

"تو تم کونسا کسی کی مجبوری، مصلحت اور جبر کو خاطر میں لاتے ہو۔۔ تم صاف انکار بھی تو کر سکتے تھے۔" وہ اتنے ہی قدم پیچھے ہٹتی ہوئی تیز لہجے میں بولی۔

"میں نے کئی بار کیا تھا۔۔ میں نے کہا بھی تھا اس چڑیل کو میرے پیچھے نہ لگائیں لیکن نانا جان نے میری ایک نہیں سنی۔۔ اب جس طرح تمہیں مجھ پر مسلط کیا گیا ہے نا اسی طرح میں بھی تمہارے سر پر سوار رہوں گا تاکے تم بھی وہ سب محسوس کر سکو جو میں کر رہا ہوں۔" وہ اب جان بوجھ کر ایسا انداز اپناتا ہوا ان گزرے لمحات کے اثر کو زائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جنھوں نے اس کے اعصاب پر برا اثر ڈالا تھا۔

اس نے پلکیں میچ کر ڈھیروں برداشت کو اپنے اندر اتارا۔

مجھے تمہارے ساتھ تو ہرگز نہیں رہنا۔۔ شرافت سے چابی دو مجھے اپنے روم میں جانا ہے۔" ہاتھ میں اٹھتی ٹیسوں کو برداشت کرتے ہوئے وہ تڑخ کر بولی۔

عاشر نے سکون سے جیب سے چابی نکال کر اس کی طرف اچھال دی تھی جسے اس نے سرعت سے کیچ کیا تھا۔

"جا کر چینج کرو اور دوبارہ اپنی اصلی حالت میں واپس آجاو"

"بھول ہے تمہاری کے میں واپس آوں گی یہاں"

تنفر سے اسے دیکھتی ہوئی وہ دروازہ کی جانب بڑھ گئی۔ "بے وقوف۔" بڑبڑاتا ہوا وہ چینج کرنے واشروم کی طرف بڑھ گیا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

وہ چینج کرنے کی نیت سے الماری سے کپڑے نکال رہی تھی جب دروازے پر کسی بے دستک دی۔ ریشام کو خیال گزرا کے کہیں بریزے نہ آگئی ہو۔ اس نے کپڑے بیڈ پر پھینکتے ہوئے جلدی سے دروازہ کھولا جہاں کھڑے فاز کو دیکھ کر وہ چونکی۔

"کیا ہوا ہے؟" اس نے حیرانگی سے پوچھا۔

"تمہارے پاس پین کلر ہو گی؟"

"کچن میں ہے دوائیوں کا باکس۔ وہاں سے لے لیتے"

"اتنی دیر سے وہیں ڈھونڈ رہا تھا۔ لیکن نہیں ملا مجھے۔"

"چلو میں دے دیتی ہوں" اسے پیچھے آنے کا کہہ کر وہ کچن کی جانب بڑھ گئی۔

"خیریت تو ہے؟ تمہیں پین کلر کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟"

ریشام نے اس سے پوچھا جو کچن میں آکر فریج کھول کر کچھ کھانے کے لئے تلاش کر رہا تھا۔ "اپنے لئے نہیں چاہیے"

"تو پھر؟" اس نے کیبنٹ میں سے باکس برآمد کرتے ہوئے اسے دیکھا۔

"انس بھائی کے سر میں درد ہو رہا تھا ان کے لیے لینے آیا تھا"

کچھ کھانے لائق نہ ملا تو اس نے فریج کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ جو انس کے نام پر چونک اٹھی تھی۔ "وہ تمہارے روم میں ہے؟"

"ہمم۔۔میرے ساتھ ہی رکے ہوئے ہیں"

"چائے بنادوں؟"" ریشام نے پین کلر اسے تھماتے ہوئے پوچھا جس کے چہرے پر فوراً ہی پر جوشی آگئی تھی۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ؟میرے لیے بھی بنانا"

"یہ کہاں گھومتا پھر رہا ہے؟"

جار سے نمکو نکال کر کھاتے فاز نے دور سے ہی اسے دیکھ لیا تھا۔ جبھی چونک کر بولا۔

"ساری حویلی میں تمہیں ڈھونڈ رہا تھا کچن میں کیا کر رہے ہو؟"

وہ آتے ہی برے موڈ سے بولا۔

"چائے بنوا رہا ہوں۔۔تم کیوں بھٹکی ہوئی روح کی طرح حویلی کے چکر لگا رہے ہو؟"

"اے سی نہیں چل رہا میرے روم کا۔۔اپنے پلاس پیچ کس لے کر آو اور ٹھیک کرواسے"

"ایک تو تم لوگوں نے سہی مجھے مفت کا ملازم سمجھ رکھا ہے"

جار کو شیلف پر رکھ کے اس نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے نروٹھے لہجے میں کہا۔

"تم کیوں دلہن بن کے چائے بنا رہی ہو؟"

عاشر اب کے اس سے مخاطب ہوا جو ابھی تک اسی حلیے میں تھی۔

"چینج کرنے ہی جا رہی تھی لیکن یہ آگیا تھا پین کلر لینے"

"انس بھائی نے بھیجا تھا" اس نے ساتھ ہی وجہ بتادی۔

"انھیں کیا ہوا؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"کچھ نہیں بس سر میں درد تھا"

Mahira Zainab Khan Novel

"تم دونوں کا کہاں سے بھائی ہو گیا وہ؟ کیا اتنی جلدی قبول کر لیا تم نے اسے؟

وہ ابرو بھینچے ان دونوں کی گفتگو سنتے ہوئے بیچ میں بولی۔

"اب جو بھی ہے حقیقت کو تو تسلیم کرنا ہی پڑے گا نا؟۔۔ تم چائے بناو۔۔ بن جائے تو مجھے بلا لینا"

فاز عجلت میں ہوتے ہوئے کچن سے نکل گیا تھا۔

"بے شک۔۔" وہ بھی زبردستی مسکراتے ہوئے کہتا فاز کے پیچھے چلا گیا۔

"بریزے کہاں ہے؟"

گریبان میں پلاس اٹکائے اسٹول پر چڑھے فاز نے ایک دم یاد آنے پر چونک کر اسے دیکھا جو نیچے اسٹول پکڑ کے کھڑا تھا۔ نیند کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں سرخی نمایاں تھی۔

"اپنے روم میں چلی گئی" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"کیا زیادہ وقت لگے گا؟"

"ہاں کچھ ٹائم لگ جائے گا" وہ مصروف سے انداز میں بولا تو وہ اسٹول چھوڑ کے پیچھے ہٹ گیا۔ "جب ٹھیک ہو جائے تو فون کر دینا مجھے"

سائیڈ ٹیبل سے اپنا فون، لائٹر اور سگریٹ کا پیکٹ اٹھا کر وہ روم سے باہر نکل گیا تھا۔ پیچھے وہ اسے آوازیں ہی دیتا رہ گیا تھا۔

اس نے دروازہ دھکیل کر اندر قدم رکھے تو خوابناک سے ماحول نے اس کا استقبال کیا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

ساری لائٹس آف تھیں صرف ایک نائٹ بلب کی مدھم روشنی نے کمرے کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔ کھڑکیوں پر بھی بھاری پردے پڑے تھے۔ نیند سے اس کی پلکیں بھاری ہونے لگی تھیں

وہ چاروں اور نظریں دوڑاتے ہوئے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

پھر دروازہ لاک کر کے وہ بیڈ کے نزدیک آیا۔ ایک طرف وہ کمبل میں لپٹی ہوئی گہری نیند میں تھی۔

اپنا فون وغیرہ سب سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ بلینکٹ اوڑھتے ہوئے وہیں دراز ہو گیا۔

چائے بنا کر کپ میں نکالتے ہوئے اس نے چند منٹ فاز کا انتظار کیا تھا۔ لیکن جب وہ نا آیا تو پھر وہ خود ہی ٹرے اٹھا کر اس کے روم کی طرف بڑھ گئی۔

گہری سانس بھر کر خود کو ریلیکس کرتے ہوئے۔ نیم وا دروازہ دکھیل کر اندر داخل ہو گئی۔

جہاں وہ بیڈ کے نزدیک پڑے بڑے سے ون سیٹر صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا تھا۔ سر کو بھی ہاتھ میں پکڑے فون پر جھکا رکھا تھا۔ جب آہٹ پر اس کیطرف متوجہ ہوا تو اس کی آنکھوں میں حیرانگی کا تاثر ابھرا۔

یقیناً وہ اس کی موجودگی کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ لیکن پل بھر میں ہی اس کی لبوں پر مسکراہٹ ابھری تھی۔ فون آف کر کے بیڈ پر رکھا اور اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"فاز نے کہا تھا کے تمہارے سر میں درد ہے اسے لیے بنا دی چائے"

"ٹرے اس کی جانب بڑھائے ہوئے اس نے ساتھ ہی توجیہہ بھی پیش کی۔

"پین کلر کافی تھی۔ اس تکلف کی ضرورت نہیں تھی۔۔ بیٹھئے"

کپ اٹھاتے ہوئے اس نے ساتھ ہی ریشام کو بیڈ پر بیٹھنے کو کہا۔ جو کھلے ہوئے دروازے کو دیکھتے ہوئے ہچکچاتی ہوئی بیٹھ گئی۔

دھڑکا لگا ہوا تھا کے کہیں کوئی آ نہ جائے۔

Mahira Zaynab Khan Novel

صوفے کے بازو پر کہنی ٹکائے مٹھی گال تلے رکھے وہ فرصت سے چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

اس کے خریدے ہوئے دیدہ زیب لباس میں ملبوس جیولری اور میک اپ کے ساتھ ساتھ بڑے سے دوپٹے کو سر پر اوڑھنے کے ساتھ ساتھ اس نے ایک پلو کو آگے کی جانب سے پھیلا کر دوسرے کندھے پر پن سے سیٹ کر رہا تھا۔اس کے دراز بال کھلے ہوئے تھے لیکن سارے پشت پر بکھرے اس کے دوپٹے میں چھپے ہوئے تھے۔

انس کی نظریں اس کی گردن میں دمکتی اس چین پر پڑیں تو جلتے دل پر جیسے ٹھنڈی پھوار برس پڑی۔

"تمہارا یہاں رکنا کسی کو خاص پسند نہیں آیا۔۔خاص کر وجاہت تایا کو۔۔ان کا تو غصہ ہی نہیں کم ہو رہا"اس کی گہری نظروں میں نہ دیکھنے کی سعی کرتے ہوئے اس نے کہا۔ مقصد صرف اس کی توجہ خود پر سے ہٹانا تھا۔

"معلوم ہے مجھے۔۔یہاں کوئی زیادہ پسند نہیں کرتا مجھے "کپ کی سطح پر انگلی پھیرتے ہوئے وہ سنجیدہ سا بولا۔

"تو تم کیا چاہتے ہو؟جو حرکتیں تم نے کی ہیں اس کے بعد پھولوں کے ہار پہنائیں جائیں تمہیں؟"

"پھولوں کے ہار تو انھیں پہنانے ہی پڑیں گے۔۔چاہے دلی رضامندی سے چاہے مجبوراً۔۔"

"اتنی ڈیمانڈز رکھو گے تو تایا جان تمہیں شوٹ ہی کر دیں گے"

"آپ کے علاوہ تو میں نے کسی چیز کی ڈیمانڈ رکھی ہی نہیں"

اس کی آنکھوں میں نرم سا تاثر تھا۔

"وہ اس پر بھی راضی نہیں"

"آپ تو راضی ہیں نا؟"

"میرے چاہنے یا نا چاہنے سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"مجھے صرف آپ کی رضا درکار ہے۔۔باقی میں کسی کو خاطر میں لانا ضروری بھی نہیں سمجھتا۔"

اس نے بھاری لب و لہجے میں کہتے ہوئے کپ اس کی جانب بڑھا دیا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

جس پر ریشام نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں اتنی ہی پیتا ہوں۔۔"

ریشام نے اس کا بڑھایا ہوا کپ تھام لیا تھا جو آدھا بھرا ہوا تھا۔

"تم اپنی امی اور بہن کو یہاں نہیں لاو گے دادا جان سے ملوانے؟"

"ارادہ تو ہے لیکن فلحال ان کا یہاں نہ آنا ہی بہتر ہے۔۔پہلے آپ کے گھر والے مجھے تو قبول کر لیں"

"اپنے اخلاق بہتر کرو ان کے ساتھ"

"میں نے کون سا ان کے ساتھ جنگ چھیڑ رکھی ہے؟"

"پھر بھی یوسف۔۔ تھوڑا سا نرم مزاجی سے سب سے ملو۔۔" وہ ملتجی لہجے میں بولی۔

"نرم مزاجی سے؟"

"ہاں کیوں کے مجھے ڈر ہے کے مجھ پر دباؤ نہ ڈالا جائے تم سے علیحدگی کے لئے"

انس نے ابرو کو حرکت دیتے ہوئے اسے دیکھا جس نے اس کی چھوڑی ہوئی چائے سے ایک گھونٹ ہی لیا تھا کے اس نے آگے کو ہو کر اس کے ہاتھ سے کپ جھپٹ لیا۔

"یہ کیا حرکت ہے؟"

اس نے اتنی سرعت سے کپ چھینا تھا کے چائے کپ سے چھلکنے ہی والی تھی بس۔

وہ اس کی گھوری کو خاطر میں لائے بغیر مسکراہٹ دباتا پھر سے چائے پینا شروع ہو چکا تھا۔

"پہلی بات تو یہ ریشام بی بی۔۔"

"علیحدگی کو تو آپ اپنے ذہن سے نکال دیں۔۔اور دوسری بات یہ کے اگر کسی نے بھی اس رشتے کو ختم کرنے کی کوشش کی تو میں ہر گز نرمی اختیار نہیں کروں گا۔۔۔چاہیں وہ ضمیر انکل ہی کیوں نہ ہوں"

Mahira Zainab Khan Novel

"تم میرے بابا کے بارے میں بات کر رہے ہو؟

وہ تیز لہجے میں لفظوں پر زور دیتے ہوئے اسے جتا کر بولی۔

"میں جانتا ہوں میں کیا کہہ رہا ہوں"

"تم معافی نہیں مانگ سکتے ان سے؟"

"میری خاطر بھی نہیں؟"

اس کی خاموشی پر اس نے دوبارہ پوچھا۔

"آپ سوچ بھی نہیں سکتیں کے میں آپ کی خاطر کیا کیا کر سکتا ہوں۔۔یہ تو بس ایک معافی ہے"

"یعنی کے تم مانگ لو گے؟"

اس نے پر جوشی سے پوچھا تو اس نے سر کو ہلکی سی جنبش دی۔

"چلیں ابھی؟"

انس نے اس کی ایکسپائٹمنٹ دیکھتے ہوئے کلائی میں بندھی گھڑی میں وقت دیکھا جہاں آدھی رات گزرنے کا وقت ہو چکا تھا۔

"اس وقت؟"

انس نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا تو اس نے دیوار گیر گھڑی کو دیکھا جہاں رات کافی بیت چکی تھی۔

"اوہ۔۔"

وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا ہوا؟"اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"میں اس وقت تمہارے ساتھ تنہا بیٹھی ہوں اس کمرے میں اگر کسی نے دیکھ لیا نہ تم سوچ بھی نہیں سکتے کتنی ڈانٹ پڑ سکتی ہے مجھے"

"آپ کو واقعی میں لگتا ہے کے میرے ہوتے ہوئے کوئی آپ کو ڈانٹ سکتا ہے؟"

چیلنجنگ انداز میں وہ زیر لب مسکراتے ہوئے بولا تو نفی میں سر ہلا گئی۔

"بیٹھ جائیں واپس کوئی کچھ نہیں کہے گا آپ کو"

"نہیں تم آرام کرو۔ تمہارے سر میں بھی تو درد ہو رہا ہے نا۔ تم نے پین کلر بھی نہیں لی ابھی تک"

"اب نہیں ہے۔۔ آپ کی بنائی ہوئی چائے سے ہی آرام آ گیا"

"مجھے نیند آ رہی ہے اب میں چلتی ہوں"

"دوسروں کی نیند اڑا کر خود سکون سے سو جانا اچھی بات تو نہیں ہے"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

اس نے ابرو بھینچ کر اسے دیکھا۔

"میرا مطلب تھا کے آپ نے چائے بنا کر دے دی۔۔ میری تو نیند ہی اڑ جاتی ہے چائے پی کر"

"تو مت پیتے۔ میں نے اصرار تو نہیں کیا تھا"

"آپ اتنے پیار سے بنا کر لائی تھیں میں کیسے انکار کر دیتا؟"

"صبح کب تم جاو گے تم؟"

اس نے اچانک ہی بات پلٹ دی۔ "آپ ناشتہ بنائیں گی میرے لیے؟"

وہ چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے محفوظ سا بولا۔

"کتنے بجے تک جاو گے؟" اس کے سوال کو وہ صاف نظر انداز کر گئی تھی۔

"کیا بنائیں گی ناشتے میں؟" وہ بھی کہاں پیچھے رہنے والا تھا۔

اس نے گہری سانس بھری۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"شب بخیر۔۔"

اس کی مسکراتی نگاہوں میں دیکھتے ہوئے وہ خفگی سے کہتے ہوئے روم سے باہر نکل گئی تھی۔

اس نے نیند کی حالت میں کروٹ لی تو ہاتھ ایک سخت چیز سے ٹکرایا۔ جانے کس احساس کے تحت وہ گہری نیند سے بیدار ہوئی تھی۔

"کیا کر رہی ہو پیچھے ہٹاو ہاتھ"

دوسری طرف اس نے بھی نیند میں ڈوبے بریزے کا ہاتھ اپنے سر پہ سے جھٹکا جو اندھیرے کے باعث اسے ٹٹول رہی تھی۔

اس کی آواز کانوں میں پڑی تو پہلے تو وہ ساکت ہوئی پھر جلدی سے سائیڈ ٹیبل کا لیمپ روشن کیا۔ نیند بھک سے اڑی تھی۔

عاشر مرزا اس کے روم میں۔ اس کے بیڈ پر سو رہا تھا۔ کہیں وہ کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی تھی؟

بریزے نے مشتعل ہوتے ہوئے بلینکٹ اس پر سے کھینچ لیا۔

"کیا کر رہے ہو تم میرے روم میں؟"

وہ سیخ پا تھی اس کی اس حرکت پر۔ کچھ دیر پہلے کا سارا اثر جیسے زائل ہو چکا تھا۔

"میں نے پوچھا تم کیا کر رہے ہو میرے روم میں؟"

اب کے اس نے تکیہ اٹھا کر اس کے منہ پر مارا تھا جو جھنجھلاتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

"نظر نہیں آ رہا؟ اندھی ہو؟"

نیند خراب ہونے پر وہ مشتعل سا بولا۔ "تم میرے روم میں کیوں سو رہے ہو؟"

"کیوں کے مجھے نیند آ رہی ہے۔" وہ چبا کر بولا۔

"اٹھو یہاں سے فوراً"

"بریزے میرا دماغ مت خراب کرو سونے دو مجھے" اس کے ہاتھ سے تکیہ کھینچ کر وہ پھر سے سونے کے لیے لیٹ چکا تھا۔ وہ پیشانی پر لاتعداد شکنے لیے اسے گھور رہی تھی۔

"لیکن میں تمہارے ساتھ یہاں نہیں سوئوں گی"

"آئی ڈونٹ کیئر۔ جہاں دل کرے جا کر سو جاو"

"تم۔۔ بد تمیز انسان۔۔" وہ زیر لب بڑبڑاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ایک قہر بار نگاہ اس پر ڈالی اور صوفے پر سے دوپٹہ اٹھا کر اوڑھتے ہوئے روم سے باہر نکل گئی۔

نیند میں ڈوبی آنکھوں کے ساتھ زیر لب اسے کوستی وہ ریشام کے روم میں جا کر سونے کا ارادہ رکھتی تھی لیکن دروازہ لاکڈ دیکھا تو پھر سے عاشر پر بے انتہا غصہ آیا۔

بڑبڑاتے ہوئے وہ اسی کے کمرے میں آگئی تھی۔

جہاں فاز اپنا کام ختم کر کے کب کا جا چکا تھا۔

لائٹس آف کرنے کے بعد دروازہ لاک کرتے ہوئے وہ بیڈ پر جا کر گر گئی تھی۔

وہ ایک دم گہری نیند سے جاگی تھی۔ ہڑبڑاتے ہوئے دیوار گیر گھڑی کو دیکھا جہاں سوا سات کا وقت ہو رہا تھا۔

"میں نے دیر تو نہیں کر دی کہیں؟"

سائیڈ پر دوپٹہ اٹھا کر اوڑھتے ہوئے وہ جلدی سے بھاگتی ہوئی بالکنی میں آئی جہاں سے سرسبز سا پورا لان دکھائی دے رہا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

صبح کا اجالہ پھیل چکا تھا۔ پرندوں کی بولیاں، ٹھنڈی ہوائیں اور لہراتے پیڑ اور پودے الگ ہی فرحت بخش سا سکون دے رہے تھے۔

مدھم پڑتی دھڑکنوں سے وہ نیچے پورچ میں دیکھ رہی تھی جہاں وہ سعادت غازی سے کوئی بات کرتا اپنی سیاہ گاڑی کا دروازہ کھول رہا تھا۔

چہرے پر کسی کی پر تپش سی نظروں کا ارتکاز محسوس کرتے ہوئے اس نے آنکھوں پر لگے ڈارک گاگلز اتار کر نظریں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔ جو سیاہ آنچل سے سر ڈھکے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"نور صبح۔۔"

وہ جو جاتے سمے اسے دیکھنے کی خواہش دل میں رکھے ہوا تھا۔ وہ پوری ہو گئی تھی۔ اس کی صبح اب مکمل ہو چکی تھی۔ انس کی صبح کا نور تو اس کے چہرے سے ہی تھا۔

چند لمحوں تک اس کی آنکھوں میں دیکھتے رہنے کے بعد وہ دوبارہ سے گاگلز آنکھوں پر چڑھاتے ہوئے سعادت غازی سے رخصت لیتے ہوئے اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔

لیکن وہ تب تک وہیں کھڑی رہی جب تک اس کی گاڑی نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی۔

"نہ تو اس کے آنے کا پتا چلتا ہے اور نہ ہی جانے کا۔۔ اتنی بھی کیا جلدی تھی یہاں سے جانے کی؟ کچھ دیر رک جاتا تو ناشتہ بنا ہی دیتے ہم۔۔ ہم تو اپنے دشمنوں کو بھی کھلائے پلائے بغیر نہیں جانے دیتے اور وہ تو پھر بابا جان کا پوتا ہے"

کچن میں اس وقت ناشتے کی تیاری زور و شور سے جاری تھی۔ ساتھ ہی سفینہ تائی بھی بلند آواز سے اپنے خیالات کا اظہار کیے جا رہی تھیں۔

"ڈائننگ ٹیبل کے گرد پڑی کرسی پر بیٹھی وہ چائے پیتے ہوئے انجان سی بنی بیٹھی تھی۔

دل میں کہیں ایک افسوس سا دبا تھا کے کاش وہ صبح جلدی ہی اٹھ جاتی۔

جبھی سب نے حیرت سے کچن میں داخل ہوتی بریزے کو دیکھا جو کاٹن کے سادے سے سوٹ میں سر درد کے باعث پیشانی کو مسلتی ہوئی کافی کی طلب میں وہاں آئی تھی۔

"ریشام میرے لئے کافی بنا دو پلیز"

نیند کی کمی کے باعث بوجھل سے لہجے میں کہتے ہوئے اس کے پاس والی کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے میز پر سر ٹکاتے ہوئے بولی۔

"تمہارے پاس کیا ڈھنگ کے کپڑے بھی نہیں ہیں؟" سفینہ تائی نے ناپسندیدگی سے اس کے حلیے کو دیکھا۔

"اٹھو بریزے جا کر چینج کرو۔۔ ریشام تم جاو اس کے ساتھ اور ڈھنگ سے تیار کرواسے"

"میں کافی پی کر چینج کر لوں گی پھوپھو۔۔"

وہ بے ساختہ بولی۔ اس کے کمرے میں تو ابھی تک عاشر کا قبضہ تھا۔ وہ ریشام کو وہاں نہیں لے جا سکتی تھی۔

"تم جاو روم میں۔ میں کافی بنا کر لا رہی ہوں تمہاری۔۔"

سب کی توجہ خود پر دیکھ کر ناچار اسے اٹھنا ہی پڑا تھا۔

جب اپنے روم میں آئی تو وہاں ابھی تک خوابناک سا ماحول بنا تھا۔

وہ کینہ طوز نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی جو گہری نیند میں ڈوبا تھا۔

بریزے نے انجام کی پرواہ کئے بغیر سائیڈ ٹیبل پر پڑا پانی سے بھرا جگ اٹھا کر بنا سوچے سمجھے اس کے چہرے پر پھینک دیا۔

اگلے ہی لمحے وہ ہڑبڑاتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ جب حواس ٹھکانے لگے تو جگ پکڑے کھڑی بریزے پر نظر گئی جو تمسخرانہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میرے روم میں سونے کا شوق پورا ہو گیا ہو تو اب تم یہاں سے تشریف لے جا سکتے ہو"

جگ کو واپس اس کی جگہ پر رکھتے ہوئے وہ صاف صاف اسے نکل جانے کے لئے کہہ رہی تھی۔

جو انگوٹھے سے بھیگی ابرو کو صاف کرتا ہوا بلینکٹ ہٹا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کل میں تمہارے روم میں سویا تھا۔ آج تم میرے روم میں سوو گی تو میں تمہیں بتاوں گا کے میزبانی کیسے کی جاتی ہے"

"زبردستی کے بن بلائے مہمانوں کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے"

"اور جو ساری زندگی کے لئے زبردستی آپ پر مسلط کر دئے جائیں ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے؟"

جواباً وہ پھر گہرا طنز کر گیا

"میرے پاس اختیار نہیں تھا ورنہ میں کبھی تم سے نکاح نہ کرتی"

"تمہارے پاس اختیار نہیں تھا اور مجھے میرے اختیار کو استعمال کرنے ہی نہیں دیا گیا۔۔ میرے لاکھ منع کرنے کے باوجود بھی تمہارا نام میرے نام کے ساتھ جوڑ دیا گیا"

بریزے کی برداشت کی حد ہو چکی تھی۔ وہ کل رات سے اس سے یہی باتیں سن رہی تھی کے اسے زبردستی عاشر پر مسلط کیا گیا ہے۔ اپنی ذات کی اتنی ناقدری اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ عاشر کے طنز اس کی انا پر ضرب لگا رہے تھے۔

"ان چاہی نئی زندگی کی پہلی صبح مبارک ہو میری پیاری بیوی۔!!"

سرگوشی میں کہتے ہوئے اس کی جان جلاتا وہ روم سے نکل گیا تھا۔

"کیا کہا ہے تم نے بریزے کو؟"

وہ جو ناشتہ کرنے مصروف تھا رائمہ کے تیز لہجے میں کئے گئے استفسار پر حیرانگی سے بولا۔

"میں نے؟ کچھ بھی نہیں"

"تو پھر وہ کیوں رو رہی ہے؟"

"مجھے کیا معلوم کیوں رو رہی ہے"

"عاشر اتنے معصوم مت بنو۔۔ تم رات سے اس بے چاری کے پیچھے پڑے ہوئے ہو اسے باتیں سنائے جا رہے ہو"

"میں نے اسے کوئی باتیں نہیں سنائی۔ اسے خود ہی شوق ہو رہا ہے رونے کا تو میں کیا کر سکتا ہوں؟" وہ شانے اچکا کر بے نیازی سے بولا۔

"جب نکاح کر ہی لیا ہے تو اس کی حیثیت کو قبول بھی کر لو"

"مجھ پر دباؤ ڈال کر اسے اپنانے پر مجبور کیا گیا تھا۔ میں یہ بات اتنی آسانی سے نہیں بھلا سکتا"

ہاتھ میں پکڑا ٹوسٹ ٹرے میں رکھتے ہوئے وہ ناشتہ ادھورا چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہے اب حقیقت کو تسلیم کر کے اپنی زندگی میں آگے بڑھ جاو"

اس کے غصے اور ناراضگی سے وہ اچھے سے واقف تھیں جبھی اس بات نرمی سے کہا۔

لیکن وہ تو جیسے کچھ سننا ہی نہیں چاہتا تھا۔ بڑبڑاتا ہوا ڈائننگ روم سے باہر نکل آیا۔

اور سامنے ہی اس سے ٹاکرا ہو گیا۔

"عاشر مرزا تم سہی سلامت ہو؟"۔۔ زرا مجھے دیکھ لینے دو۔۔ تمہارا سر تو سلامت ہے نا؟" حیرانگی کے بعد فکر مندی سے کہتا ہوا وہ نزدیک آ کر اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر دیکھنے لگا۔

"ہاسپٹل جانے کی تو ضرورت نہیں ہے؟"

"پیچھے ہٹاو اپنے ہاتھ۔" وہ گھور کر بولا۔ "یار مجھے تمہاری فکر ہو رہی تھی۔ لیکن یقین کرو تمہیں سہی سلامت۔۔ اور سب سے بڑھ کر زندہ دیکھ کر حقیقتاً خوشی ہو رہی ہے۔ ورنہ مجھے تو لگا تھا کے اب تمہارے کمرے سے تمہاری لاش ہی باہر آئے گی۔"

"کیا فضول باتیں کئے جا رہے ہو اپنی بہن کی طرح؟۔۔ جان چھوڑو میری۔"

وہ ڈپٹ کر بولا۔

فائلوں کے پلندے سنبھالے وہ ہلکی سی دستک دے کر اندر داخل ہوئی تو سیدھی نظر اس پر پڑی جو اپنی راکنگ چیئر پر سر پیچھے کو ٹکائے بیٹھا تھا۔

پلکیں وا کرتے ہوئے اس نے نو وارد کو دیکھا پھر کسل مندی سے دو انگلیوں سے پیشانی مسلتا سیدھا ہو بیٹھا۔

"تم نے اپنی پڑھائی دوبارہ شروع کیوں نہیں کی؟"

مہرماہ کی بڑھائی ہوئی فائلز کو تھامتے ہوئے اس نے غیر متوقع سوال کیا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ پھر اس کے تاثرات یک بارگی بدلے تھے۔

"فنانشل کرائسز کی وجہ سے چھوڑ دی تھی۔ جاب کی وجہ سے دوبارہ کمٹمینیو کرنے کا ٹائم ہی نہیں ملا"

"کتنے سمسٹرز رہ گئے تھے؟"

"دو۔۔"

"ہمم۔۔"

"مجھے نہیں پڑھنا آگے"

اس کے تاثرات سے ہی وہ اس کی سوچ کا اندازہ لگاتے ہوئے جلدی سے بولی۔

"ڈگری کے لئے تمہیں یہ سمسٹرز پڑھنے ہی پڑیں گے۔۔ ہر کوئی میری طرح نہیں ہوتا جو بنا ڈگری کے تمہیں جاب پر رکھ لے"

"میں نے منتیں نہیں کی تھیں تم سے۔۔ تم نے زبردستی مجھے جاب پر رکھا ہوا ہے بھولو مت" اس نے گھورتے ہوئے یاد دلایا۔

لیکن وہ جواب دینے کے بجائے فائل کی ورق گردانی کرتے ہوئے تاسف سے سر ہلاتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"تم نے تو غازی انڈسٹریز کو بینک کرپٹ کرنے کا تہہ کر لیا ہے شاید"

"پھر سے کوئی بلنڈر ہو گیا؟" مہر ماہ کے چہرے پر پریشانی دکھنے لگی تھی۔

"یہ اماونٹ کیکولیٹ کرو ذرا پھر سے"

"سہی تو ہے"

"یہ سہی ہے؟"

سالار نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

"یہاں آو۔۔" اس کے کہنے پر وہ اس کے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔ "اب دھیان سے دیکھو۔"

پین کو کھلی ہوئی فائل کے متن پر رکھتے وہ اسے ایک ایک پوائنٹ سمجھاتا جا رہا تھا۔ آخر میں جو فگر اس نے کیلکولیٹ کیا تو مہر ماہ نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

"اتنا بڑا ڈفرنس۔۔؟؟"

"اگر میں تمہاری بنائی ہوئی فائل کو ری چیک نہ کروں تو کوئی بعید نہیں کے ہمیں روڈ پہ آنے میں صرف چند دن ہی لگیں گے"

"مجھے نہیں سمجھ آتا یہ کام۔۔ مجھ سے نہیں ہوتا یہ سب۔۔ تم مجھے جاب سے نکال دو"

ناراضگی سے کہتے ہوئے اس نے دونوں میز پر رکھتے ہوئے ان پر سر رکھ دیا تھا۔

ہلکا سا مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے وہ ساتھ ہی تیزی سے فون کی اسکرین پر انگلیاں چلا رہا تھا۔

"اسی لیے کہہ رہا ہوں پڑھ لو آگے کام آئے گا تمہارے"

"جاب کے ساتھ پڑھائی مینیج نہیں کر سکتی میں"

وہ نروٹھے لہجے میں بولی۔

"یونیورسٹی جانے کی ضرورت نہیں ہے تم دو گھنٹے یہاں بیٹھ کر بھی پڑھ سکتی ہو"

"اچھا؟ جامعہ کے پروفیسرز اتنے اچھے ہیں کے وہ مجھے خود پڑھانے آئیں گے یہاں؟"

اس کے طنز سے پوچھنے پر سالار نے محفوظ سی مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔

"پروفیسرز کو یہاں بلانے کی ہی ضرورت نہیں۔۔ تمہیں تو میں خود بھی پڑھا سکتا ہوں"

"سوری سوری۔۔ مجھے تمہارا یہ احسان نہیں چاہئے بلکل بھی" دونوں ہاتھ اٹھا کر وہ فوراً انکار کر گئی۔

"یہ میرا احسان نہیں ہے۔ بلکے میری مجبوری ہے"

"دیکھو میں آئندہ سے کوئی بلنڈر نہیں کروں گی۔۔ پہلے دس دفعہ خود فائل چیک کروں گی اور کوشش کروں گی کے اس میں ذرا سی بھی غلطی نہ ہو"

"تم ہزار دفعہ بھی اسے چیک کرو گی تب بھی غلطیاں نکلنے کا پورا پورا امکان ہے مجھے"

"لیکن میری غلطیوں کو تم منٹوں میں ٹھیک کر دیتے ہو۔۔ اس لئے مجھے پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں۔۔ ہے نا؟"

"کل اپنے ڈاکومنٹس لے کر یونیورسٹی چلی جانا۔۔ یہ سمسٹر تمہیں ہر حال میں پڑھنا ہے"

"میں نہیں پڑھنا چاہتی آگے تم میرے معاملے میں اتنی مداخلت کیوں کرتے ہو؟"

وہ اس کی ضد پر جھنجھلا اٹھی تھی۔

"مہر ماہ سلطان تمہیں اپنے پیروں پر کھڑا ہونا ہے۔ اپنے پیرینٹس کو دیکھنا ہے ان کی کیئر کرنی ہے۔۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے۔۔ اگر مستقبل میں تمہیں کہیں اور جاب کرنا پڑ گئی تو اس کے لیے تمہیں ڈگری کی ضرورت پڑے گی"

یعنی دیر سے ہی سہی سالار غازی سے اس کی جان چھوٹ سکتی تھی۔

وہ ابھی تشکر کا سانس بھی نہیں لے پائی تھی کے اس کی دوسری بات نے اسے سر تا پا سلگا دیا۔

"جو کے ایک ناممکن سی بات ہے لیکن پھر بھی۔۔"

"مجھے آگے نہیں پڑھنا یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔۔"

Mahira Zainab Khan Novel

وہ ہٹ دھرمی سے کہتے ہوئے جھٹکے سے اٹھی۔

"تمہارا بچپنا کب ختم ہو گا مہر ماہ؟"

"میں تمہیں آخری بار کہہ رہی ہوں تم میرے معاملات سے دور رہو۔۔مجھے معلوم ہے میرے لئے کیا بہتر ہے اور مجھے کیا کرنا ہے"

"عقل تو تم میں ذرا سی بھی نہیں ہے۔۔اپنے لئے فیصلے کیا خاک لو گی؟"

وہ اب اسے جان بوجھ کر تپا رہا تھا۔

"تم مجھے انڈر ایسٹیمیٹ کر رہے ہو" وہ ضبط سے بولی۔

"میں تمہیں حقیقت بتا رہا ہوں"

"اگر تمہیں حقیقت بیان کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو ایک چیز مجھے کلئیر کر دو۔۔"

"جی عرض کریں" وہ سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے مکمل اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"جب تم اپنی کزن میں انٹرسٹڈ ہو تو پھر میرے پیچھے پڑنے کا کیا مقصد ہے تمہارا؟"

"تم سے کس نے کہا کے میں اپنی کزن میں انٹرسٹڈ ہوں؟"

سالار نے ایک ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تم اس سے شادی کرنے والے تھے" وہ دونوں ابرو کو اٹھاتی جتا کر بولی۔

تو یہ کہاں لکھا ہے کے شادی صرف پیار محبت کی بیس پر ہی ہوتی ہے؟اس سے شادی کرنے کے پیچھے میری ترجیحات کچھ اور تھیں"

"تمہارے یہاں خاندان سے باہر شادی نہیں ہوتی اس لئے؟"

اس نے اپنی سوچ کے مطابق دریافت کیا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"نہیں"

"پھر؟"

"تم شاید مجھے گریڈی سمجھو لیکن حقیقت یہ ہے کے۔۔میری کزن کے نام پر جو پراپرٹی ہے میں اس میں زیادہ انٹرسٹڈ ہوں"

"تم پراپرٹی کے پیچھے اس سے شادی کر رہے تھے"

اس کی آنکھیں حیرانگی سے پھیلیں۔

"ہاں۔۔بعض دفعہ آپ کو دل کے بجائے دماغ کی سنتے ہوئے فیصلے لینے پڑتے ہیں۔۔"

"اس سب میں اس لڑکی کا کیا قصور؟ تمہیں اس کی زندگی برباد نہیں کرنی چاہئے تھی"

"تمہیں اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔اس کا نکاح کسی اور سے ہو گیا ہے"

"اس کی شادی کہیں اور ہو گئی؟"

"میں نے کہا ہے اس کا نکاح کہیں اور ہو گیا ہے"

"تو ایک ہی بات ہے نا"

"تمہارے لئے ایک ہی بات ہے میرے لئے نہیں ہے"

"اب تم کیا کرو گے؟"

"تمہیں میری زندگی کے بارے میں جاننے میں اتنا ہی تجسس ہے تو میرے ساتھ حویلی کیوں نہیں چلتیں؟"

"کیا تم اسے چھوڑ دو گے؟"

وہ صرف اس لڑکی کے بارے میں جاننے میں متجسس تھی۔

"تم کہو گی تو چھوڑ دوں گا"

"لیکن پھر پراپرٹی کا کیا ہو گا؟"

Mahira Zaynab Khan Novel

"شاید وہ میرے نصیب میں نہیں"

"بلکل۔۔جو نصیب میں نہیں ہوتا وہ ہاتھ میں آکر بھی نکل جاتا ہے"

"لیکن مجھے نہیں معلوم تھا تم تھوڑی سی پراپرٹی کے پیچھے اس لڑکی کے ساتھ ایسا کرو گے "وہ افسوس سے ہر ہلاتے ہوئے بولی۔

"اس تھوڑی سی پراپرٹی کی مارکیٹ ویلیو اٹھارہ کروڑ ہے"

"اٹھارہ کروڑ ہو یا سو کروڑ۔۔پیسہ تو بس آنی جانی چیز ہے"

"بے شک تم سے بہتر کون جان سکتا ہے یہ بات"

"تم نے میری دوسری بات کا جواب نہیں دیا؟"

"یہ میرا آفس ہے۔میں یہاں کام کرنے آتا ہوں۔تم سے گوسپ کرنے نہیں"

وہ اچانک ہی بکھری ہوئی فائلز کو سمیٹنا شروع ہو گیا تو وہ اسے تیز نظروں سے دیکھتی رہ گئی۔

سالار غازی صرف تب تک بات کرتا تھا جب تک اس کا مطلب ہوتا تھا۔

"ویسے انس سے تمہاری رشتے داری کیسے نکل آئی؟"

اس نے یاد آنے پر اچانک سے پوچھا۔

"کب سے جانتی ہو تم اسے؟"اس نے جواب دینے کے بجائے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جب سے میں اس ایریا میں شفٹ ہوئی ہوں۔۔نیبرز میں صرف رضا انکل اور فرمان بھائی کی فیملی سے ہی اچھے ٹرمز ہیں۔کیا انس سچ میں تمہارا کزن ہے؟"

"ہمم۔۔"

مصروف سے انداز میں اس نے صرف ہنکارا ہی بھرا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

پستئی اور آتشی کلر کے اسٹائلش سے ڈریس کو زیب تن کیے۔ نازک سی گولڈ کی جیولری پہنے اس نے دراز بالوں کو کرل کر کے کھلا چھوڑ رکھا تھا۔ مہندی سے سجے ہاتھوں میں بھی کافی ساری چوڑیاں پہنی ہوئی تھیں۔ ایک ہاتھ میں ابھی بھی سفید پٹی بندھی ہوئی تھی۔

بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے اس نے پیروں کو لمبا کر کے قینچی صورت کر رکھا تھا۔ جن میں دمکتی گولڈ کی پازیب الگ ہی چھب دکھا رہی تھی۔

اسے سارہ اور ریشام نے ہی تیار کیا تھا۔ ورنہ تو صبح سے کافی عام سے حلیے میں ہی گھوم رہی تھی۔

انگوٹھیاں پہنے ہاتھوں میں فون پکڑے وہ مکمل طور پر اسی کی جانب متوجہ تھی۔ عاشر کی موجودگی کو نظرانداز کئے وہ اسکرین پر انگوٹھا چلاتی اسکرولنگ کرنے میں مصروف تھی۔

وہ جب باہر سے آیا تھا تو جینز اور ہائی نیک پر اس نے جیکٹ پہن رکھی تھی۔ اپنے ہی دھیان میں وہ روم میں داخل ہوا تو اسے دیکھ کر لمحے کو رکا۔ سر سے پیر تک اس کی تیاری کو جانچتے ہوئے وہ سر جھٹک کر وارڈروب کے پاس آیا۔ پھر اپنی جیکٹ اتار کر اندر رکھتے ہوئے اس نے بجتے ہوئے فون کو دیکھا پھر سلائیڈ کر کے کال پک کرتے ہوئے وہ بڑی سے کھڑکی کے پاس آ گیا جس کے پردے ہٹے ہوئے تھے۔

"فون کان سے لگائے جب اس نے مقابل کی بات سنی تو زیر لب مسکرا دیا۔

"معلوم نہیں تھا مجھے کام نکلنے جانے پر تم ایسے آنکھیں ماتھے پر رکھ لو گے"

دوسری جانب اس کا دوست تھا جو اس سے شکوے کر رہا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے میں تمہیں کال کرنے ہی والا تھا۔۔۔"

"شکریہ کہنے کی بلکل ضرورت نہیں ہے۔۔ اس کے بدلے تم ایک اچھا سا ڈنر بھی کروا سکتے ہو مجھے"

وہ جلدی سے بولا تو وہ بخوشی راضی ہو گیا تھا۔مزید کچھ باتیں کر کے اس نے فون بند کر دیا تھا۔

اگر اس احسان کے بدلے عاصم اس سے اس کی ساری جائیداد بھی مانگتا تو بھی وہ دینے سے کبھی نہ ہچکچاتا۔

ڈھیروں سکون اپنے اندر اترتا محسوس کر کے اس نے سرشاری سے اس لڑکی کو دیکھا جو اس کے بیڈ پر تسلط جمائے استحقاق سے بیٹھی تھی۔

اس کی سوچیں اسے ماضی میں بہا لے گئی تھیں۔

کئی سال پیچھے۔۔

جہاں وہ بہت چھوٹا سا اپنے بابا کے انتقال کے بعد رائمہ کی انگلی تھامے سعدین حویلی میں داخل ہوا تھا۔

وہاں سب نے خوشدلی سے ان کا خیر مقدم کیا تھا۔

سب ان کی دل جوئی میں مصروف رہتے تھے سوائے ایک کے۔۔

وہ تھی حویلی کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی اولاد بریزے غازی۔

پہلے ساری توجہ اور پیار کی حقدار وہ اکیلی تھی۔ لیکن جب سے عاشر مرزا وہاں آیا تھا وہ کہیں پس منظر میں چلی گئی تھی۔اب سب کو اس سے زیادہ عاشر کی فکر لگی ہوتی تھی کے اس نے کھانا ٹھیک سے کھایا یا نہیں وہ اداس کیوں بیٹھا ہے۔وہ بات کیوں نہیں کر رہا۔

وہ اندر ہی اندر عاشر کی نفرت کا بیج خود میں بو رہی تھی۔

زیادہ عرصہ وہ یہ سب برداشت کر بھی نہیں سکی تھی۔

عاشر کا داخلہ بھی اس کے ہی اسکول میں کروایا گیا تھا۔دونوں ہم عمر تھے اس لئے ایک ہی کلاس میں پڑھ رہے تھے۔

وہ کبھی اس کی بکس چھپا دیتی تو کبھی اس کا ہوم ورک والا پیج پھاڑ دیتی۔

جب ٹیچرز سے اسے ڈانٹ پڑتی تو تب جا کر بریزے غازی کی سکون ملتا۔۔

اور اس نے صرف یہاں پر بس نہیں کیا تھا۔اب تو وہ حویلی میں بھی اس کے ساتھ ایسا ہی کرتی تھی۔

عاشر کو سب کی نظروں میں برا ثابت کر کے وہ اپنی کھوئی حیثیت واپس پانا چاہتی تھی۔

"پھوپھو عاشر نے مجھے مارا ہے"

وہ کئی بار روتے ہوئے رائمہ کے پاس جا کر اس کی جھوٹی شکایتیں لگاتی تو وہ اسے بس دیکھ کر رہ جاتا۔اپنی صفائی میں کچھ کہہ بھی نہیں پاتا تھا کے اس کی ماں کچھ سننے کے بجائے جواباً اسے ڈانٹ دیا کرتی تھی۔

اور بعد میں جب وہ فاتحانہ مسکراہٹ لبوں پر سجا کر اسے دیکھتی تو اس کا دل بھی چاہتا کے وہ بھی اس کی جھوٹی شکایتیں لگا کر اسے ڈانٹ پڑوائے۔

لیکن باوجود کوشش کے وہ ایسا کر نہیں پاتا تھا۔

صرف اپنی ماں سے ہی نہیں وہ کئی بار وہاج غازی، وجاہت غازی اور سعادت غازی سے بھی ڈانٹ سن چکا تھا کے وہ جان بوجھ کر بریزے کو تنگ کرتا ہے۔انھیں ایسا لگتا کے شاید وہ اپنے بابا کے جانے کی وجہ سے ڈسٹرب ہے اس لئے اس کا اشتعال وہ بریزے پر نکالتا ہے۔

لیکن حقیقت تو سوائے ان دونوں کے کوئی نہیں جانتا تھا۔

پھر ایک دن اسے بدلہ لینے کا موقع مل ہی گیا۔

اس وقت وہ دونوں میٹرک کے اسٹوڈنٹس تھے۔ایگزام کے دوران بریزے کے پیچھے بیٹھی لڑکی نے چیٹنگ کرنے کے بعد چھوٹے سے پیپر کو موڑ کر جلدی سے بریزے کے پیروں کے پاس پھینک دیا۔

اس نے خود کو بچا کر بریزے پھنسا دیا تھا۔

ٹیچر اس کی صفائی سنے بنا اسے پرنسپل کے آفس لے گئی تھیں۔

اسے وارننگ دے کر چھوڑ دیا گیا تھا لیکن اس کے پندرہ منٹ ضائع ہو چکے تھے جس کے باعث وہ ٹھیک سے پیپر نہیں کر پائی تھی۔

پوری کلاس اسے جن نظروں سے دیکھ رہی تھی اس کی آنکھیں پانی سے بھرتی جا رہی تھیں۔

عاشر کو معلوم تھا اس نے چیٹنگ نہیں کی ہو گی لیکن اس کے ہاتھ جو سنہری موقع آیا تھا وہ اسے کیسے جانے دیتا۔

حویلی جا کر اس نے سب کے سامنے بتا دیا کے بریزے نے آج چیٹنگ کی ہے۔

پہلے تو حیرت اور شاک سے اسے دیکھتے رہے لیکن وہاج غازی نے اسکول فون کر کے کنفرم کرنے کے بعد بریزے کو جو ڈانٹا تھا اسے آج بھی وہ لمحہ یاد تھا جب وہ برستی آنکھوں سے انھیں یقین دلانے کی کوشش کر رہی تھی کے اس نے چیٹنگ نہیں کی۔

لیکن کسی نے اس کی بات کا یقین نہ کیا۔

وہ جب تنہا لان میں بیٹھی رو رہی تھی تو وہ اس کے پاس گیا تھا۔

اسے یہ بتانا چاہتا تھا کے آج اس نے بھی اپنے سارے بدلے ایک ساتھ لے لئے۔

"بہت خوش ہو نا تم میری جھوٹی شکایت لگا کر؟۔۔"

شکوہ کناں آنسو سے لبریز آنکھوں سے اسے دیکھتی وہ بھیگے لہجے میں کہتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھی۔

لیکن وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکا تھا۔اس کا دل تو اس کے آنسوؤں میں ہی بہہ گیا تھا۔

وہ اپنے بدلتے احساسات پر خائف تھا۔

اس دن کا تو اس نے شدت سے انتظار کیا تھا۔وہ بھی ایک دن بریزے غازی کو روتے ہوئے دیکھے گا۔لیکن آج جب وہ روئی تھی تو اسے وہ سکون کیوں نہیں ملا جس کی اسے عرصے سے تلاش تھی۔

وہ اپنے دل کی بغاوت پر ڈر گیا تھا۔اس کے لئے ابھرتے جزبوں کو اس نے اپنے دل میں ہی دبا لیا تھا۔

اگر اسے بھنک بھی پڑ جاتی تو عاشر سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا کے وہ کیا ہنگامہ برپا کر سکتی تھی۔

وقت کے مدارج طے کرتے ہوئے وہ اب یونیورسٹی لائف میں قدم رکھ چکے تھے لیکن ان کے درمیان کی سرد جنگ اب بھی قائم تھی۔

بریزے کو وہ آج بھی اتنا ہی ناپسند تھا جتنا پہلے دن لگا تھا۔

اس کے مزاج میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔وہ آج بھی اس کی جھوٹی سچی شکایتیں لگا کر اسے ڈانٹ پڑوانے کی کوشش میں رہتی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

اور دوسری جانب وہ تھا جو صرف اس وجہ سے اس سے اسی کے انداز میں پیش آتا تھا کے کہیں وہ اس کے راز دل کو نہ جان جائے۔

وہ کبھی اس پر یہ آشکار نہیں کرنا چاہتا تھا کے وہ دل و جان سے اس پر مر مٹا ہے۔ وہ اس کی نس نس میں خون کی طرح شامل تھی۔ لیکن جب اس سے سامنا ہوتا تھا تو ہمیشہ طنزیہ گفتگو کرتے ہوئے وہ سرد مہری سے ہی پیش آتا تھا۔

"اگر اسے معلوم ہو جاتا کے وہ اسے اپنا دل دے بیٹھا ہے تو نا جانے کتنا اس کا مذاق بناتی۔ اس کے ہاتھ تو مانو ایک مشغلہ آ جاتا تھا۔

اسی وجہ سے وہ کبھی اپنے دل کو اس کے سامنے کھول نہیں پایا تھا۔

وہ ہمیشہ یہی ظاہر کرتا تھا کے جتنی نفرت بریزے اس سے کرتی ہے وہ بھی اس سے بڑھ کر اسے ناپسند کرتا ہے۔

عاصم اس کا پرانا دوست تھا۔ جب اس کا پروپوزل اس کے لیے آیا تو اس نے بنا جھجھکے ساری سچویشن اسے بتائی تو وہ اس کا ساتھ دینے کے لیے فوری راضی ہو گیا۔

اسے صرف اتنا کرنا تھا کے کسی بھی طرح عین نکاح والے دن کوئی بھی جواز بنا کر انکار کرنا تھا تا کے کوئی دوسرا حل سوجھنے اور سوچ وبچار کرنے کے بجائے اس سچویشن کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کا پلین کامیاب ہو جائے۔

پھر جھوٹے ایکسیڈنٹ کی خبر پھیلا کر نقلی زخم بنانا ایک ڈاکٹر کے تو بائیں ہاتھ کا کام تھا۔

کسی کو کان وکان شک بھی نہیں ہوا تھا کے عاشر اور بریزے کا افراتفری میں کیا گیا نکاح، محظ عاشر کے ترتیب دیے گئے منصوبے اور اس کی اور ڈاکٹر عاصم کی ملی بھگت کا نتیجہ ہے۔

"کیوں اتنی ہنسی آ رہی ہے تمہیں؟"

بریزے نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"تم سے مطلب؟۔"

وہ سلگ ہی تو اٹھی تھی اس کے جواب پر۔

"یہ سب کے سامنے مظلومیت کا لبادہ اوڑھ کر رونا دھونا کیوں مچا رکھا ہے تم نے؟"

"کیا؟ کیا کہا تم نے؟"

وہ پیشانی پر تیوریاں ڈالے اسے دیکھتے ہوئے بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں نے رونا دھونا مچا رکھا ہے؟"

"سب کو میری شکایتیں نہیں لگائی تم نے کے میں تم پر طنز کر رہا ہوں کل سے؟" عاشر کی جو کلاس رائمہ نے لگائی تھی وہ اس پر تپا بیٹھا تھا۔ بریزے کو اپنی بیوی کے روپ میں اپنے ہی بیڈ روم میں موجود دیکھ کر بے شک اس کا دل الگ ہی ترنگ میں بج رہا تھا۔ لیکن فلحال وہ اپنی اس خوشی کو کھلم کھلا منانے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ ابھی اپنی اس اداکاری کو اسے کچھ عرصہ ایسے ہی جاری رکھنا تھا۔

"تو اس میں جھوٹ کیا ہے؟ تم کل سے مسلسل مجھے ڈس ریسپکیٹ کر رہے ہو"

"ڈس ریسپکیٹ انھیں کیا جاتا ہے جن کی کوئی عزت ہوتی ہے" کمر پر دونوں ہاتھ رکھے وہ تنفر سے بولا۔

"عاشر اب تم حد سے بڑھ رہے ہو" وہ انگلی اٹھا کر ضبط سے بولی۔

"مجھے حد سے آگے بڑھنے پر تم مجبور کر رہی ہو۔۔ اس کمرے کے معاملات یہیں پر رہیں تو بہتر ہے"

"میں تمہیں پسند نہیں کرتی۔"

وہ شدید ناگواری سے لبریز لہجے میں اسے آگاہ کر رہی تھی۔

"وہ بتاؤ جو میں نہیں جانتا"

"میں تمہارے ساتھ یہاں نہیں رہوں گی!"

"تو کہاں رہنا پسند کریں گی آپ؟ حویلی کے آس پاس کہیں فائیو اسٹار ہوٹل بنوا دوں آپ کے لئے؟"

وہ طنز سے بولا۔ "میں اس کمرے میں صرف اس شرط پر رہوں گی کے تم یہاں نہیں رہو گے۔"

"ایک تو میں نے تم سے نا چاہتے بھی نکاح کیا اور اوپر سے تم چاہتی ہو کے میں اپنے ہی روم سے بے دخل ہو جاوں؟"

"اسی لیے میں تمہارے ساتھ رہنا نہیں چاہتی۔۔ ہر دوسری بات کے اختتام پر تم مجھے نکاح کا طنز کرتے ہو"

زمین پر لٹکتے بڑے سے دوپٹے کو جھٹک کر اٹھاتے ہوئے اس نے دوبارہ شانے پر ٹکایا جو پھسل پھسل کر زمین کو سلامی دئے جا رہا تھا۔

"تو میں اور کیا کروں؟ میری زندگی خراب ہو گئی اور میں شکوہ بھی نہیں کر سکتا؟"

جھٹکنے کے باعث اس کا پلو عاشر کے چہرے پر لگا تھا۔ لیکن بولا کچھ نہیں

"زندگی تو میری خراب ہو گئی ہے جو تم جیسے انسان کے ساتھ باندھ دیا گیا مجھے" شاکی انداز میں کہتی وہ وہاں رکی نہیں تھی۔ آنکھوں کے بھیگے گوشوں کو صاف کرتی ہوئی وہ نچلے پورشن کی طرف جاتی سیڑھیوں کی جانب بڑھی۔ جونہی کچھ اسٹیپس نیچے اتری وہاں سیٹنگ ایریا میں بیٹھی حویلی کی خواتین کو دیکھ کر اس کے قدموں کی رفتار سست پڑی تھیں۔ وہ سب اسے جن نظروں سے دیکھ رہی تھیں بریزے نے تھوک نگلتے ہوئے ان کی طرف نہ دیکھنے کی سعی کی۔ پھر تیز تیز قدموں سے نیچے اتری۔

"یہاں آو ازبریزے۔۔" اسے کچن کی جانب بڑھتے دیکھ کر سفینہ غازی نے کرخت سے لہجے میں اسے بلایا۔

"جی تائی امی؟" زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے وہ قریب آئی۔ ساتھ ہی سر سے ڈھلکتے ریشمی کامدار دوپٹے کو ٹھیک کیا۔

"یہ تربیت کی ہے تمہاری ماں نے تمہاری؟"

"کس طرح سے لڑ رہی ہو تم عاشر کے ساتھ۔۔ نیچے تک آوازیں آ رہی تھیں۔۔ کیا آج سے پہلے حویلی کی کسی عورت نے یہ انداز اپنایا ہے اپنے شوہر کے ساتھ؟"

"وہ۔۔بدتمیزی کر رہا تھا۔انسلٹ کر رہا تھا میری۔" وہ تذبذب کا شکار ہوتے ہوئے بولی۔کچھ دیر پہلے عاشر سے بات کرتے ہوئے وہ جیسے مرچیں چبا رہی تھی۔لیکن اب آواز کافی دھیمی تھی۔

"وہ کچھ بھی کہے تمہیں حق نہیں ہے اس کے سامنے اونچی آواز میں بات کرنے کا۔۔مرد سے زبان چلانا غازی خاندان کی عورتوں کا شیوا نہیں ہے۔۔"

"صرف عورتوں کی اسی سوچ نے مردوں کو سر پر چڑھا رکھا ہے۔۔اگر وہ بنا کسی وجہ کے میری انسلٹ کرے گا میں کیوں برداشت کروں؟ کیا میری کوئی سیلف ریسپکیٹ نہیں ہے؟"

اس کی آواز اونچی نہیں تھی۔نہ ہی اس کا لہجہ گستاخانہ تھا۔لیکن جو اس کے الفاظ تھے وہ وہاں موجود سب کو ہلا گئے تھے۔سب اسے ایسی نظروں سے دیکھ رہے تھے جیسے اس نے کوئی بہت بڑا جرم کر دیا ہو۔وہ ہمیشہ سے ایسی ہی تھی۔بے خوف و خطر اپنے دل کی بات زبان پر لے آتی تھی۔

"مرد کے سامنے عورت کی کوئی انا، کوئی سیلف رسپیکٹ نہیں ہوتی بریزے۔۔عورت کو ہی جھکنا پڑتا ہے۔۔اسے ہی قربانی دینی پڑتی ہے۔۔مرد کا درجہ عورت سے زیادہ ہے۔"

رائمہ غازی نے معاملے کو سنبھالتے ہوئے اسے نرمی سے سمجھانا چاہا۔

"مرد اگر عورت کا من چاہا ہو تو اس کے سامنے جھکنے میں کوئی برائی نہیں ہے۔لیکن جس مرد کا مقصد محض عورت پر حاکمیت قائم کرنا ہو۔۔اسے نیچا دکھانا ہو۔۔اسے بات بات پر طعنے دینا۔اسے ٹارچر کرنا ہو تو ایسی مرد کی میری نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔۔"

وہ اور کچھ بھی کہنا چاہتی تھی۔انھیں یہ بتانا چاہتی تھی کے اگر اس کا رویہ عاشر کے ساتھ برا ہے تو صرف عاشر کے برتاو کی وجہ سے۔۔اگر وہ اس سے نرمی سے پیش آئے گا۔اسے محبت سے بات کرے گا تو پھر اسے کیا پڑی ہے اس سے فضول میں جھگڑنے کی۔۔لیکن اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی سفینہ غازی کا تیز طرار سا تھپڑ اس کے پھولے سے گلابی گال کو سرخ کر گیا تھا۔جس کی گونج در دیوار سے جا ٹکرائی تھی۔

"بھابھی یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟" رائمہ نے بے ساختہ بریزے کو اپنے حصار میں لے کر ان سے چھپایا تھا۔

"اس کے جیسی زبان دراز لڑکیوں کو یہی زبان سمجھ آتی ہے۔۔ تم نے ہی اسے لاڈ پیار دے کر سر پر بٹھا رکھا ہے۔۔ سمجھاو اسے کے جو بغاوت کی آگ اس کے اندر سر اٹھا رہی ہے اسے بڑھکنے سے پہلے ہی بجھا دے۔۔ ورنہ اس کی بھرپائی بہت مہنگی پڑے گی۔"

وہ گال پر ہاتھ رکھے۔ بھیگی اور شاک زدہ نظروں سے ٹکر ٹکر انھیں دیکھ رہی تھی۔ اس کی حمایت میں بولنے کو کوئی آگے نہیں بڑھا تھا۔ اس نے اپنی ماں کا چہرہ دیکھا۔ جو دکھ اور ملامت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ زاریہ غازی کے چہرے پر بھی اسے افسوس دکھائی دیا تھا۔ سارہ بھی خاموشی سے سب دیکھ رہی تھی۔ ریشام وہاں نہیں تھی۔ بریزے جانتی تھی اگر وہ وہاں موجود بھی ہوتی تو وہ بھی اس کے حق میں آواز نہ اٹھا پاتی۔ اگر وہ کچھ بولنے کی کوشش کرتی بھی تو اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا۔

اس نے زخمی دل سے رستے خون کو نظر انداز کر کے کتنے ہی آنسوؤں کو اندر ہی اتار لیا تھا۔

اس نے خود کو ڈھارس دی۔ خود کو اس شاک سے نکالنے کی کوشش کی۔

یہ کونسا کوئی نئی بات تھی۔ ہمیشہ اس کی بات کو سننے اور سمجھنے کے بجائے اسے ضدی، ہٹ دھرم اور بدتمیز کہہ کر اسے ڈانٹ دیا جاتا تھا۔

اس نے جھٹکے سے رائمہ غازی کا حصار توڑا۔ اور بنا کسی کو دیکھے وہ آنسوؤں میں بھیگا گال رگڑتی ہوئی اپنے روم کی جانب بھاگی تھی۔

وہ جو اتنی دیر سے ریلنگ پر دونوں ہاتھ رکھے نیچے جھکے کھڑا دلچسپی سے ساری کاروائی دیکھ رہا تھا۔ ایک دم ہی سیدھا ہوا تھا۔ پیشانی پر گہرے بل نمودار ہوئے۔ رگ و پے میں جیسے شعلے جلنے لگے۔ ہاتھ سے پیشانی پر آئے بالوں کو پیچھے دھکیلتا ہوا وہ تیز تیز قدموں سے اترتے ہوئے نیچے پہنچا۔ جہاں سفینہ تائی اب حمنہ غازی سے سخت رویہ اپنائے انھیں بریزے کی تربیت کے متعلق باتیں سنا رہی تھیں۔

"ممانی جان۔۔"

"عاشر کو وہاں دیکھا تو خاموش ہو کر ان کی جانب متوجہ ہوئیں۔ جس کے چہرے پر پتھروں کی سی سختی تھی۔

"آپ نے بریزے پر ہاتھ کیوں کیوں اٹھایا؟" اس کا لہجہ برف کی طرح سرد تھا۔

"اسے اس کی زبان درازی کی سزا ملی ہے۔۔ تم فکر مت کرو ہم سمجھائیں گے اسے۔۔ وہ تم سے آئندہ بدتمیزی سے پیش نہیں آئے گی۔"

وہ متانت سے بولیں۔ لیکن اس نے جواب میں جو بات کہی وہ سفینہ غازی سمیت سب کو چونکا گئی تھی۔

"آپ سے پہلی اور آخری بار گزارش کر رہا ہوں کے بریزے پر آج کے بعد آپ نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے انجام کی زد میں یہ پوری حویلی آئے گی۔۔"

"عاشر۔۔" رائمہ نے بیچ میں اسے ٹوکنا چاہا تو وہ ہاتھ اٹھا کر روک گیا۔

"وہ مجھ سے کس لہجے میں بات کرتی ہے۔ میرے ساتھ بدتمیزی سے پیش آتی ہے۔ میری عزت نہیں کرتی۔۔ اینڈ آل دیٹ!

"یہ میرا اور میری بیوی کا ذاتی معاملہ ہے۔۔ میں نے اسے اس بات کی اجازت دی ہے۔۔ جب مجھے اس کے رویے سے کوئی ایشو نہیں ہے تو۔۔ اور کسی کو بھی نہیں ہونا چاہئے۔۔"

پشت پر دونوں ہاتھ باندھے۔ براون کلر کی شلوار قمیض پہنے وہ انتہائی سرد اور سنجیدہ لہجے میں وہاں موجود ہر شخص کو باور کروا رہا تھا کے اگر آج کے بعد بریزے کے ساتھ کوئی ناانصافی کی گئی تو بدلے میں وہ کسی کو نہیں بخشے گا۔

"عاشر یہ عورتوں کا معاملہ ہے۔۔ تمہیں ان نزاکتوں کا نہیں معلوم۔۔ ہم اس کے بھلے کے لیے اسے سمجھانے کی کوشش۔۔"

"آپ کو اسے کچھ سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر آپ اس پر ہاتھ اٹھائیں گی۔ اس سے سخت لہجے میں بات کریں گی تو یہ میرے لیے ہرگز قابل برداشت نہیں ہوگا۔۔ اور دھیان رکھئے گا کے آئندہ۔۔۔" اس نے ایک سرد نظر سب پر ڈالی۔

"بریزے کو کچھ بھی کہنے سے پہلے یہ سوچ لیجیے گا کے جواب اس کی طرف سے نہیں۔۔ میری طرف سے آئے گا۔۔!"

کاٹ دار سے لہجے میں کہتا ہوا وہ ان سب کو حیرتوں کے سمندر میں غرق کرتا وہاں سے نکل گیا تھا۔

بالٹ گھما کر اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا تو توقع کے عین مطابق وہ اندر رونے کا شغل پورا کرتے ہوئے پورے کمرے کا حلیہ بگاڑ چکی تھی۔

بیڈ کی پائنتی سے ٹیک لگائے نیچے کارپیٹ پر وہ بازوں میں سر چھپائے بیٹھی تھی۔ وہ دروازہ لاک کر کے اس کی سمت بڑھا۔

کسی کی آہٹ کی موجودگی پر اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ پھر آنکھوں میں ڈھیروں نفرت آسمائی۔

"سکون مل گیا تمہیں؟ اب خوش ہو تم؟ ہمیشہ تمہاری وجہ سے ڈانٹ سننے کو ملتی تھی۔ آج تو تھپڑ بھی پڑ گیا۔۔" اس کی بھیگی گلابی سی آنکھوں کو دیکھنا اس کے لئے مشکل ثابت ہو رہا تھا۔

اس کا دوپٹہ کندھے پر جھول رہا تھا۔ ورنہ عاشر نے آج سے پہلے اسے کبھی خالی سر نہیں دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں کے ہم رنگ براون بال چہرے کے دونوں طرف سے دائیں بائیں شانوں پر گرے تھے۔

وہ کچھ کہنے کی بجائے ایک گھٹنہ زمین پر ٹیکے دوسرے پر کہنی ٹکائے اس کے پاس بیٹھا۔ "سہی ڈانٹ پڑی ہے تمہیں۔۔ تمہیں کوئی طریقہ نہیں ہے بات کرنے کا۔۔" اس کے نرم لہجے میں کہے گئے الفاظ بریزے کو طیش دلانے کو کافی تھے۔

"چلے جاو یہاں سے اس سے پہلے کے میں تمہاری شان میں مزید گستاخی کروں۔۔" اس نے دانت پیستے ہوئے ضبط سے کہا۔

"مجھے قبول ہے۔۔ تمہاری گستاخی، تمہاری نفرت، تمہارا غصہ سب کچھ۔۔۔ کیوں کے میں بھی تمہارے ساتھ ایسے ہی پیش آتا ہوں۔۔ لیکن باہر جو خواتین موجود ہیں وہ اب ہم دونوں کو صرف کزنز کی حیثیت سے نہیں بلکے ایک شوہر اور بیوی کی نظر سے دیکھتی ہیں۔۔ اگر تم ان کے سامنے مجھ سے اس لہجے میں بات کرو گی تو تمہیں دوبارہ بھی ڈانٹ پڑے گی۔۔"

"تم چاہتے ہو میں تم سے تمیز سے بات کروں؟ وہ بھی یہیں چاہتی ہیں۔۔ لیکن انھیں صرف یہی کیوں دکھائی دیتا ہے کے عورت کو مرد کی عزت کرنی چاہئے۔۔ وہ تمہیں کیوں نہیں کہتی کے تم بریزے سے پیار سے بات کیا کرو؟ بے شک عورت کا درجہ مرد سے کم ہوتا ہے۔ دونوں برابری کے لیول پر نہیں ہو سکتے۔۔ لیکن اس بات کو جواز بنا کر عورت کو اپنی حاکمیت کے زور پر اپنی من مرضی کے مطابق چلانا ٹھیک ہے؟ اس سے آرام سے، نرمی سے بات نہیں کی جا سکتی؟"

گھٹنوں پر دونوں بازو باندھے وہ بھیگے لہجے میں اب اس سے باز پرس کر رہی تھی۔

"سفینہ تائی کہتی ہیں کے خاندان کی کوئی عورت اپنے شوہر سے ایسے بد تمیزی نہیں کرتی جیسے میں کرتی ہوں۔۔ کیا میرے علاوہ کسی اور عورت کا اس طرح جبری نکاح کروا کر عاشر مرزا جیسے انسان کو اس پر مسلط کیا گیا تھا؟"

"بے شک تم اپنی جگہ ٹھیک ہو۔۔"

اس نے سر کو خفیف سی جنبش دے کر اس ہی حمایت کی۔

"لیکن اب اس پر صبر کرنے کے علاوہ تو اور کچھ نہیں کیا جا سکتا نا؟"

"مجھے لگا تھا کے میری شادی ہو جائے گی تو میری اس حویلی کے گھٹن زدہ ماحول سے جان چھوٹ جائے گی۔ کسی اور گھر جاوں گی تو کم از کم وہاں کھل کر اپنی مرضی سے سانس تو لے سکوں گی۔۔۔ لیکن میری قسمت تو دیکھو۔۔ ساری زندگی اس قید خانے میں گزارنی پڑے گی۔۔" دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے وہ پھر رونا شروع ہو چکی تھی۔

دکھ بھی ایسا تھا کے کسی طور کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

"میں تمہیں نیا گھر لے دوں گا!"

اس کے آنسو بے ساختہ تھمے تھے۔ ہاتھ چہرے سے ہٹا کر اسے دیکھا۔۔ جو ابھی تک اسکے قریب بیٹھا تھا۔

"تم کیوں لے کر دو گے؟۔۔ وہاں لے جا کر مجھے مزید ٹارچر کرو گے؟۔۔ تمہارا مقصد بھی مجھے قید کرنا ہی ہے۔۔ وہاں تو کوئی موجود بھی نہیں ہو گا جس سے میں تمہاری شکایت لگا سکوں۔۔ یہی مقصد ہے نہ تمہارا؟"

وہ تیز اور متنفر سی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ عاشر کے پاس کہنے کے لیے ایک داستان تھی۔۔ جو فلا وقت اسے سنانا سازگار نہیں تھا۔

"ہاں یہی مقصد ہے میرا۔۔ ویسے مجھے یاد آیا۔۔ کل جو تم نے میرے قیمتی پرفیومز توڑے ہیں ان کی بھرپائی کون کرے گا۔؟۔"

اس کا لہجہ اچانک ہی بدلا تھا۔ بریزے نے چور نظر سے اسے دیکھا۔ کل رات سے اسے اسی چیز کا دھڑکا لگا تھا کے وہ یقیناً اس بات پر اسے بخشے گا نہیں۔۔ وہ تو اپنی معمولی سی چیز پر بھی اتنا ری ایکٹ کرتا تھا۔ اور پھر وہ تو اس کے فیوریٹ اور بہت مہنگے پرفیومز تھے جنھیں اس نے توڑ کر اپنا اشتعال نکالا تھا۔

"تم میرے پرفیومز رکھ لینا۔" اس کی پیشکش پر عاشر نے جن نظروں سے اسے دیکھا تھا وہ بے ساختہ گڑبڑا اٹھی تھی۔

اس کے بیشتر پرفیومز بھی انھی برینڈز کے تھے۔ لیکن ان لیڈیز پرفیومز سے بھلا اس کا کیا لیا دینا تھا۔

"مم میں تمہیں پیسے دے دوں گی۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش بھی نہیں کر رہی تھی۔

"ان کی قیمت لاکھوں میں تھی۔"

"اتنے پیسے نہیں ہیں میرے پاس۔۔ میں بابا سے لے کر دے دوں گی۔"

بریزے کے ذہن سے سارے دکھ سارے غم نکل چکے تھے۔ اب صرف پریشانی تھی تو اس کے پرفیومز کی۔۔ جس نے اب اسے باتیں مار مار کر اس کا جینا اجیرن کر دینا تھا۔

"میں تمہیں ایک شرط پر ان کی طرف سے معافی دے سکتا ہوں۔۔"

اس نے چونک کر اسے دیکھا۔

"آئندہ تم بیڈروم سے باہر مجھ سے بدتمیزی نہیں کرو گی۔۔"

اس نے لب بھینچ کر اسے دیکھا۔

"تمہارے ہی بھلے کے لئے کہہ رہا ہوں۔۔" اس کے گھورنے پر اس نے وجہ بیان کی۔ لیکن اس کا ذہن ان چند الفاظ پر اٹک گیا تھا۔

"بیڈروم سے باہر؟"

تو کیا وہ اسے اجازت دے رہا تھا کے اکیلے میں وہ جیسے چاہے اس کے ساتھ سلوک کرے؟ جتنی چاہے اتنی بدتمیزی کرے؟

اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ کچھ عجیب سا احساس۔۔ وہ اسے رعایت کیوں دے رہا تھا۔؟ وہ تو اس کا نقصان کر چکی تھی۔ جس کی بھرپائی بھی وہ اس طرح سے کروا رہا تھا کے اس میں صرف بریزے کا ہی فائدہ تھا۔

جو بھی تھا لیکن کچھ دیر پہلے کی کیفیت اب زائل ہو چکی تھی۔ وہ رو نہیں رہی تھی۔۔ نہ ہی دل برداشتہ تھی۔

"چلو اٹھو اب یہاں سے۔۔ روم میں جاو۔"

"میں اپنے ہی روم میں ہوں۔۔" اس نے جتا کر یاد دلایا۔

"ہمارے مشترکہ روم میں جاو۔"

اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اس نے بھی زور دے کر کہا۔ صرف اپنا بیڈ روم نہیں کہا تھا۔ نکاح کے اگلے دن ہی اس کی اہمیت کو اس کی حیثیت کو قبول کر لیا تھا۔ "وہ کام کرو ہی مت کے جس سے لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع ملے۔۔"

ساتھ ہی اسے وجہ بھی بتا دی تھی۔

"مجھے تمہارے کمرے کا انٹیریئر نہیں پسند!"

اس کے پاس نا جانے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔۔ لیکن اس کی ہر بات کی نفی کرنا تو اس کی عادت تھی نہ۔ کوئی جواز تو بنانا ہی تھا نا جانے کا۔

وہ یہ سمجھی کے اب وہ غصے میں ضرور کہے گا کے "اب میں تمہاری وجہ سے اسے چینج نہیں کر سکتا۔"

اور وہ کرتا بھی کیوں۔۔ اس نے تو اپنی مرضی سے ایک ایک چیز سلیکٹ کی تھی۔ ہر چیز کو اپنی پسند سے رکھا تھا۔

"کچھ دن دو مجھے، میں چینج کروا دوں گا۔" فون پر آنے والی کال کو دیکھتے ہوئے وہ بولا تو بریزے بنا پلک جھپکائے اسے دیکھے گئی۔

سانس روکے۔۔ بے یقینی سے۔ یقین کرنے میں بہت دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

روم میں چلی جانا۔۔ اور اگر کوئی کچھ کہے تو خاموش ہو جانا۔۔ آگے سے کچھ بھی کہنے کے بجائے مجھے فون کر کے میرے ساتھ جھگڑ لینا۔۔"

اسے یقین دہانی کرواتے وہ کال لیس کر کے کان سے لگا کر مقابل سے بات کرتا ہوا اس کے کمرے سے چلا گیا تھا۔

لیکن ایک حصار سا وہاں چھوڑ گیا تھا جس نے بریزے کو اپنے اندر سمیٹنا شروع کر دیا تھا۔

وہ یقین کر ہی نہیں سکتی تھی کے وہ باتیں عاشر مرزا اس سے کہہ کر گیا ہے۔۔

اگر دنیا کا کوئی بھی شخص یہ باتیں کہتا تو اسے ذرا بھی حیرانگی نہ ہوتی۔۔

لیکن وہ باتیں اس شخص نے کہی تھی جس کی طرف سے اسے ایک فیصد بھی امید نہیں تھی۔

"نکاح کے بعد محبت ہو ہی جاتی ہے۔" اس کے ذہن میں رائمہ غازی کے الفاظ گونجے۔۔

"کیا واقعی میں اسے محبت ہونے لگی تھی؟ محظ ایک دن بعد ہی؟۔۔ عاشر مرزا اور اس سے محبت کرے؟۔۔ توبہ توبہ۔۔"

اس نے بے ساختہ دونوں گالوں پر ہاتھ رکھے جھرجھری لی۔۔

عاشر مر جائے لیکن کبھی اس سے محبت کرنے کا خواب میں بھی نہ سوچے۔۔ لیکن پھر کیا اثر ہو گیا ہے اس کے دماغ پر؟؟"

وہ تذبذب کا شکار کھڑی تھی۔

عاشر جو کرنا چاہتا تھا اس میں کامیاب ہو گیا تھا۔۔ اس کا ذہن ان تکلیف دہ سوچوں اور رویوں سے ہٹا کر اپنی جانب مبذول کروا گیا تھا۔ وہ اب چاہنے کے باوجود اس سے تلخ اور سرد رویہ نہیں اپنا پا رہا تھا۔

اس کی شاندار سی اسٹڈی میں کافی دیر سے ایک خاموشی کا راج تھا۔ گود میں دونوں ہاتھ باہم ملا کر دھرے وہ دھڑکتے دل سے وہاں سے بیٹھی تھی۔ کچھ دیر پہلے عبیر نے ہی اسے وہاں بلوایا تھا۔ جب اس کے سامنے راکنگ چیئر پر بیٹھے عبیر نے بغور اس کو دیکھتے رہنے کے بعد اس سے سوال کیا۔

"میں باقی سب کو قائل کرنے کی کوشش کروں گا۔۔ لیکن پہلے میں یہ جاننا چاہتا ہوں کیا تم سچ میں اس رشتے کو قائم رکھنا چاہتی ہو؟" اس کا لہجہ سوالیہ لہجہ سپاٹ تھا۔ لیکن اس میں وہ۔ نرمی موجود تھی جو ہمیشہ ریشام سے بات کرتے ہوئے ہوتی تھی۔ ریشام نے لب کچلتے ہوئے نظریں اٹھا کر بھی اس کی جانب نہیں دیکھا تھا۔

"میرے چاہنے یا نہ چاہنے سے کیا فرق پڑتا ہے عبیر بھائی؟"

وہ دھیمے سے بولی۔ انداز میں ناامیدی اور بے بسی کی گہری جھلک تھی۔

"تم اپنی مرضی بتاو۔۔ باقی سب کی فکر مت کرو۔۔ان سے میں بات کروں گا"

"سچ میں؟؟"

اب کے ریشام نے چونک کر اسے دیکھا۔وہ بے ساختہ خوش ہوا تھی تھی لیکن ابھی بھی ایک ناامیدی سی تھی۔

"آج سے پہلے میں نے کیا کبھی تمہاری کوئی ضد پوری نہیں کی؟"

اس کا سادہ سا انداز اسے شرمندہ کر گیا تھا۔عبیر کے بڑھائے ہوئے فون کو اس نے جھجھکتے ہوئے تھام لیا۔

"مجھے بھول ہی گیا تھا کے تمہارا فون میرے پاس ہے۔" ساتھ ہی دیر سے لوٹانے کی وجہ بھی بتا رہا تھا۔

"پریشان ہونے کی بلکل ضرورت نہیں ہے۔۔جیسا تم چاہو گی سب ویسا ہی ہو گا"

وہ مضبوط لہجے میں کہے جا رہا تھا۔جو وہ پلکیں جھکائے سن رہی تھی۔

وہ یونہی شکوے کرتی تھی کے وہ اکلوتی کیوں ہے۔اس کے بھی بہن بھائی ہونے چاہئے تھے۔لیکن عبیر نے کبھی اسے ایک بڑے بھائی کی کمی کو محسوس نہیں ہونے دیا تھا۔

اس صورتحال پر وہ سمجھ رہی تھی کے اگر اس کا کوئی سگا بھائی ہوتا تو وہ اس کے جذبات کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ پاتا۔اس کی خوشی کے لئے حویلی کے سارے مکینوں کے خلاف جا کر اس کی سائیڈ لیتا۔لیکن وہ بھول بیٹھی تھی کے عبیر غازی اس کے لئے ہمیشہ سگے بھائیوں سے بھی بڑھ کر ثابت ہوا تھا۔

جس نے کبھی اسے اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔اس کے ہر غلط اور سہی کام میں اس کا ساتھ دیا تھا۔

پھر یہ کیسے ممکن تھا کے وہ اس موقع پر اس کا ساتھ چھوڑ دیتا۔؟

"ویسے مجھے لگتا ہے کے بینک میں جاب کرنے کے بجائے اسے چاہئے تھا کے وہ اپنے بابا کے ہی پروفیشن کو اپناتا"

"بینک میں جاب؟"

ریشام نے چونک کر اسے دیکھا۔کیا وہ انس کے بارے میں بات کر رہا تھا؟

"تمہیں یہی نہیں معلوم کے وہ بینک میں جاب کرتا ہے؟"

عبیر نے مصنوئی حیرت اور افسوس سے اسے دیکھا جو جھینپ گئی تھی۔

لیکن اس کے دماغ میں وہ لمحے تازہ ہو رہے تھے جب وہ اس کے ساتھ اس کے فارم ہاوس پر تھی۔ جہاں اس کے گارڈ اور اس کے رعب و دبدبے کو دیکھ کر تو کہیں سے نہیں لگ رہا تھا کے وہ کسی بینک میں جاب کرتا ہو گا۔

اور پھر کون سا جاب والا بندہ ہمہ وقت پسٹل ہاتھ میں لے کر ہر دوسرے سیکنڈ کسی نئے بندے کو ٹھکانے لگا رہا ہوتا ہے۔

اگر تو وہ یوسف کے بارے میں یہ بات کہتا تو شاید وہ یقین کر بھی لیتی۔

لیکن انس اور اس کے انداز کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئی تھی۔

کم از کم وہ تو اس پر اعتبار کر ہی نہیں سکتی تھی۔

کہیں نہ کہیں کچھ تو گڑبڑ ضرور تھی۔ جس کے بارے میں صرف انس ہی اسے بتا سکتا تھا۔

سعادت غازی کے روم کو اس وقت ایک نامحسوس سے سرد پن نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

ضمیر غازی کافی سنجیدہ تاثرات چہرے پر لئے سعادت غازی سے دوٹوک بات کرنے کے موڈ میں تھے۔

"ریشام میری اکلوتی بیٹی ہے۔۔اس کی شادی میں کسی اچھے خاندان میں کرنا چاہتا ہوں بابا"

"انس کا تعلق بھی غازی خاندان سے ہے۔۔اپنے خاندان سے بہتر تم اور کس کی تلاش میں ہو؟"

ان کے جواب پر وہ لمحے کو خاموش ہو گئے تھے۔ لیکن پھر کچھ ہی لمحوں بعد ان کی آواز گونجی۔

"میں تو اس لڑکے کو ٹھیک سے جانتا بھی نہیں ہوں۔۔سلام دعا سے زیادہ تو وہ کسی سے کوئی بات کرنا پسند ہی نہیں کرتا۔۔اور ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم کے وہ کام کیا کرتا ہے"

وہ آج ان سارے خدشات اور اعتراضات کو ظاہر کر رہے تھے جو انھیں انس کی ذات کے حوالے سے تھے

Mahira Zaynab Khan Novel

"اس کی اپنی پرائیویٹ سیکیورٹی کمپنی ہے۔ پاکستان کی کافی جانی مانی کمپنی ہے"

سعادت غازی انھیں تفصیلات بتا رہے تھے اور وہ ناقابل فہم تاثرات لئے ان کی شکل دیکھتے ہوئے یہ یقین کرنے کی کوشش کر رہے تھے جس ادارے کا نام وہ بتا رہے تھے وہ ادارہ سچ میں انس غازی کی ماتحتی میں کام کرتا ہے

اس کی ساکھ کے بارے میں تو وہ اچھے سے جانتے تھے۔

"لیکن۔۔۔اس کا باپ تو پولیس آفیسر ہے۔۔ پھر اس نے یہ پروفیشن کیوں نہیں اپنایا؟"

"سب کے شوق ان کی ترجیحات مختلف ہوتے ہیں ضمیر۔۔۔ یہ بات بہت کم لوگ جانتے ہیں اس سیکیورٹی کمپنی کو وہ ہیڈ کرتا ہے۔۔ دنیا کی نظر میں وہ صرف ایک بینک میں جاب کرتا ہے"

"یہ کمپنی غیر قانونی تو نہیں ہے پھر اسے صیغہ راز میں رکھنے کی کیا ضرورت ہے"

"یہ تو انس ہی بہتر جانتا ہے۔۔ بحر حال جلد بازی سے کام مت لو۔۔"

"بابا وہ آپ کا پوتا ہے اس لئے آپ اس کی طرفداری کر رہے ہیں۔۔ لیکن آپ یہ فراموش کر گئے ہیں کے یوسف بن کر وہ ہمیں کیسے دھوکا دیتا رہا ہے"

"میں اس کے سارے کاموں سے لاعلم نہیں ہوں۔ اس نے جو بھی کیا جس مقصد کے تحت کیا میں سب جانتا ہوں۔۔ دیر سے ہی سہی لیکن اس نے کچھ کچھ حقیقت تو مجھے بتا ہی دی تھی۔"

"اور آپ جانتے بوجھتے یہ چاہتے ہیں کے میں اپنی بیٹی اسے دے دوں؟"

"وہ میرا پوتا ہے۔۔ اور تمہارا بھتیجا بھی"

انھوں نے لفظوں پر زور دے کر کہا۔

"تم اس کی حیثیت کو تسلیم نہ کر کے مجھے جھٹلانے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"معاف کیجئے گا بابا میرا مطلب وہ نہیں تھا" انھیں فوراً ہی شرمندہ نے آن گھیرا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"بے شک رضا اور انس آپ کا خون ہیں لیکن ہمارے لیے وہ ہمیشہ سوتیلے ہی رہیں گے"

"کیا تم لوگ ان سے صرف وجہ سے نفرت کرتے ہو کے ان کی ماں کوئی اور ہے؟"

وہ افسوس بھری نظروں سے انھیں دیکھ رہے تھے۔

وہ نہیں جانتے تھے کے ان کی اولاد اتنے چھوٹے دل کی بھی ہو سکتی ہے۔

"میں ان کی حیثیت تسلیم کرنے کو تیار ہوں۔۔آپ بے شک انھیں حویلی میں ہی لے آئیں۔۔لیکن مجھے یہ منظور نہیں ہے میری بیٹی کا نام اس کے نام کے ساتھ جڑے"

"دوسرے الفاظ میں تم میرے فیصلے کو ماننے سے انکار کر رہے ہو؟"

"بابا آپ میری بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے"

ضمیر کو وہ الفاظ نہیں مل رہے تھے جن سے وہ اپنے باپ کو قائل کر سکتے۔

"تم اسے تھوڑا وقت دو۔۔مجھے امید ہے تم اس سے مایوس نہیں ہوں گے"

انھوں نے نرمی سے کہتے ہوئے بات ہی سمیٹ دی تھی۔

اور یہاں وہ بات پھر سے ادھوری رہ گئی تھی۔

آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو بھرے وہ لب بھینچے اسے دیکھ رہی تھی جو اس کے تاثرات کو نظر انداز کیے اسکی وارڈروب میں سے سارے ڈریسز نکال کر بیڈ پر ڈھیر کرتی جا رہی تھی۔ باقی سارا سامان وہ پہلے ہی عاشر کے روم میں رکھ آئی تھی۔

"رونا بند کرو بریزے۔۔یہ آرڈر حویلی کی معزز خواتین کی طرف سے جاری ہوا ہے کے تمہارا سارا سامان عاشر کے روم میں شفٹ کر دیا جائے"

"کاش کے وہ انسان میری زندگی سے ہی کہیں اور شفٹ ہو جائے۔"

وہ شدید تپی ہوئی تھی۔ دوپہر کو اس کے ساتھ ہوئی گفتگو کا کوئی اثر اس کے چہرے پر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ اس سے مزید متنفر ہونے لگی تھی۔ وہ اس کے سامنے اچھائی کا ذرامہ کر کے اسے اپنے تابع کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

بریزے کو اس کا وہ نرم انداز بری طرح کھٹک رہا تھا۔

وہ تو اپنا مطلب ہونے کے باوجود بھی کبھی نرمی سے بات نہیں کیا کرتا تھا۔ بریزے سے اسے کچھ چاہئے بھی ہوتا تھا تو ہمیشہ ہی اس کا انداز آگ لگانے والا ہوتا تھا۔

پھر وہ کیسے اس کی چکنی چپڑی باتوں کا اعتبار کر سکتی تھی۔

اس بارے میں اس نے بہت سوچا تھا۔ ہر پہلو کا باریک بینی سے مشاہدہ کیا تھا۔ آخر میں فیصلہ کر کے ہی وہاں سے اٹھی تھی کے کچھ بھی ہو جائے وہ عاشر کی باتوں میں نہیں آئے گی۔

ساری زندگی اس نے خون کے آنسو رلائے تھے اب وہ اس کی چند میٹھی باتوں کی وجہ سے اس کے گذشتہ رویے کو نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔

اس کے دل میں نئے سرے اس کے لیے بدگمانیاں اکھٹی ہونے لگی تھیں۔

فاطم کے جانے کا دکھ، شادی ہو جانے کے بعد بھی اسی حویلی میں رہنے کا دکھ، اور سب سے بڑھ کر عاشر سے نکاح ہو جانے کا غم اسے نڈھال کئے دے رہا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے؟"

ریشام نے ناراضگی سے اسے دیکھا۔

"مجھے مت ٹوکو اسے برا کہنے سے۔۔ تم نہیں جانتی اس وقت میرے دل پر کیا گزر رہی ہے۔ ساری زندگی میں کیا ایک وہی شخص رہ گیا تھا میرے لیے؟"

اس نے مشکل سے آنسوؤں کو بہنے سے روکا۔ شکوہ کناں نظروں سے ریشام کو دیکھا۔

"تم اس سے اتنی بدگمان کیوں ہو رہی ہو؟ ہو سکتا ہے کے وہ اصل میں ویسا نہ ہو جیسا تم اسے سمجھتی ہو۔"

"وہ اصل میں کیسا ہے یہ تم بھی اچھے سے جانتی ہو اور میں بھی۔۔ تمہیں کیا لگتا ہے ریشام؟ ہمارے نکاح کے بعد کیا کوئی معجزہ ہو جائے گا؟ جو اس کا دل میرے لئے بدل جائے گا؟"

"کیا معلوم کے کوئی معجزہ ہو ہی جائے۔"

"میں ایک عام سی لڑکی ہوں۔ میرے لیے کیا معجزہ ہو گا؟"

"دنیا بے شک تمہیں عام سمجھے۔۔ لیکن اللہ کے لئے تم بہت خاص ہو۔ اللہ یونہی تمہیں کسی ناقدرے شخص کے حوالے نہیں کریں گے۔ اگر عاشر کو تمہارا نصیب بنایا گیا ہے تو اسے دل سے قبول کرو۔۔ اللہ تمہارے لیے تمہارے حالات کو تمہاری مرضی کے مطابق بنانے پر قادر ہیں۔"

وہ نرمی لہجے میں کہتی ہوئی اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تمہاری قسمت کتنی اچھی ہے نا۔۔ انس بھائی سے شادی ہو جانے کے بعد شہر چلی جاو گی۔۔ اپنی مرضی سے اپنی زندگی گزارو گی۔۔ نہ کوئی روک ٹوک۔۔ نہ کوئی پابندیاں۔۔"

"بریزے اتنا منفی مت سوچو۔۔۔ عاشر تمہارا بہت۔۔"

"بس رہنے دو۔۔۔ کم از کم اس انسان کی طرف سے میں کوئی خوش فہمی نہیں پالنا چاہتی۔۔ اگر وہ اپنے منہ سے بھی کہے گا نا میں تمہارے لیے یہ اور وہ کروں گا۔۔۔ مجھے تب بھی اس کی باتوں پر اعتبار نہیں آئے گا۔۔"

بھیگی اور متنفر سی آواز میں کہتی ہوئی بیڈ پر پڑے سارے ہینگرز اٹھا کر وہ روم سے باہر آ گئی تھی۔ اب جو بھی تھا اس خواتین کے آرڈر کو نا مان کر وہ مزید ڈانٹ ڈپٹ نہیں سن سکتی تھی۔

ریشام اس کے لیے بس افسوس ہی کر سکتی تھی۔ اس کے اختیار میں ہوتا تو بریزے کے ساتھ کبھی ایسی ناانصافی نہ ہونے دیتی۔ لیکن وہ اپنے معاملے میں ہی اتنی بے بس واقع ہوئی تھی۔

اپنے ہی دھیان میں دروازہ دھکیل کر وہ اندر داخل ہوئی تو کھڑکی کے پاس پشت کئے کھڑے اسے دیکھ کر وہ وہیں ٹھٹھک کر رکی تھی۔ قدموں میں آپ ہی سستی در آئی تھی۔

وہ یک ٹک اس سیاہ لباس والے شخص کو دیکھ رہی تھی جو اسے کسی کی شدت سے یاد دلا رہا تھا۔

آہٹ پر وہ پلٹا تو بریزے کو لگا جیسے کسی نے اس کا سانس روک دیا ہو۔

"فاطم؟"

اس کے سرسراتے لبوں سے فقط اتنا ہی نکلا۔ سارے ہینگرز اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرے تھے۔

لیکن اسے کوئی پرواہ ہی کب تھی۔

جب وہ پہلی بار فاطم سے عاشر کے روپ میں ملی تھی تو تب بھی اس کی آنکھیں ایسی ہی تھیں۔ گہری سیاہ۔

اور ابھی بھی۔

"کیا وہ واپس آ گیا تھا؟"

اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہنا شروع ہو چکے تھے۔ جب کے وہ نرمی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم کہاں چلے گئے تھے مجھے چھوڑ کر؟"

اس کے سینے پر مکے برساتے ہوئے وہ روتے ہوئے شکوہ کناں تھیں جو آہستگی سے اس کے سر کو سہلا رہا تھا۔

"میں تو ہمیشہ سے یہیں پر تھا۔ تم نے کبھی محسوس ہی نہیں کیا۔"

"میں نے محسوس نہیں کیا؟۔۔ کہہ بھی کیسے سکتے ہو تم؟"

بریزے کے لئے تو وہ صرف عاشر کی شکل تھی۔ ورنہ تو وہ اس کا فاطم ہی تھا جو اس سے کبھی اونچی آواز میں بات نہیں کرتا تھا۔ نہ ہی اسے ڈانٹا تھا۔

"تمہیں معلوم ہے تمہارے جانے کی وجہ سے اس پاگل سے میری شادی ہو گئی۔"

"تمہارے لئے یہی بہتر تھا"

"مجھے مت بتاؤ میرے لئے کیا بہتر ہے اور کیا نہیں"

"جب چلے ہی گئے تھے تو دوبارہ کیوں آئے ہو ہاں؟"

اب کے وہ رونا بھول کر ناراضگی سے اس پر برس رہی تھی۔

"بس ویسے ہی تمہیں دیکھنے کا دل کر رہا تھا"

"دیکھنے کا دل کر رہا تھا یا میرے زخموں پر نمک چھڑکنے کا؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔۔قدرت کے قانون کو توڑنے والے پھر اللہ کے قہر سے بچ نہیں پاتے۔۔تمہارے اور میرے لئے یہی ٹھیک تھا"

"ہاں پہلے کسی کو اپنا اسیر کر لو اور پھر بہانے بنا کر چھوڑ جاو۔۔بے وفا کہیں کے"

اس نے بے دردی سے گال رگڑتے ہوئے غصے سے اسے دیکھا۔

"چلو میں تو بے وفا ہی سہی لیکن جس سے تمہاری شادی ہوئی ہے وہ تو بے وفا نہیں ہے نا"

"اس کا تو ذکر بھی مت کرنا میرے سامنے۔۔انتہائی زہر لگتا ہے وہ مجھے"

عاشر کے تو صرف ذکر پر ہی اس کا موڈ خراب ہو جایا کرتا تھا۔

"اگر اس نے یہ سن لیا تو وہ کیا سوچے گا تمہارے بارے میں؟"

"اس کے پاس دماغ ہو گا تو وہ کچھ سوچے گا نا؟؟ ویسے بھی مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا وہ کچھ بھی سوچے میرے بارے میں"

"اب تم واپس تو نہیں جاو گے؟"

تنفر سے کہنے کے بعد اس نے آس و امید سے پوچھا۔

"واپس جانے کے لئے ہی تو آیا ہوں"

"کیوں آئے تھے پھر؟" اس کا غصہ پھر عود کے آیا۔

"بس تمہیں دیکھنے آیا تھا"

اس کی انگلیاں بریزے کے چہرے پر آئی زلفوں کو سنوار رہی تھیں۔اس کی سیاہ آنکھوں میں محبت ہی محبت تھی۔

"چلے جاو واپس اور دوبارہ یہاں آنا بھی مت"

اس کی جانب سے رخ موڑ کر وہ سختی سے بولی۔

ٹپ ٹپ گرتے آنسوؤں کو فوراً صاف کیا۔

"ٹھیک ہے میری شہزادی۔۔"

وہ حسرت سے الوداعی انداز میں بولا تو بریزے بے ساختہ چونکی پھر رخ بدل کر اسے دیکھا۔"اب میں سچ میں واپس نہیں آوں گا"

وہ دھمکا رہا تھا جبکے وہ ابرو بھنچے ماتھے پر تیوریاں لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

مٹھیاں بھنچے وہ سرد نظروں سے اس کی سیاہ نگاہوں میں دیکھے جا رہی تھی۔

کچھ تو تھا جو اسے ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

دوسرے ہی لمحے وہ چار قدم آگے بڑھ کے اس کے سامنے آرکی اور ہلکے سے چھونے کے انداز میں ایک تھپڑ اس کے گال پر مارا۔

"شرم نہیں آتی تمہیں عاشر؟؟"

وہ اسے گھورتے ہوئے دانت پیس کر بولی جب کے وہ پہلے چونکا پھر بے ساختہ قہقہ لگا کر ہنس پڑا۔

اسے پتا نہیں تھا وہ اتنی جلدی پہچان جائے گی۔

مٹھیاں بھنچے وہ اسے غصے سے گھورے جا رہی تھی جو اس کے بے وقوف بن جانے پر ہنسے جا رہا تھا۔بریزے نے اسے پوری زندگی میں اتنا ہنستے ہوئے پہلی بار دیکھا تھا۔

"وہ مجھے کبھی شہزادی نہیں کہتا تھا۔۔یہیں تم غلطی کر گئے"

وہ چبا کر بولی۔"وہ نہیں کہتا تھا لیکن میں تو کہہ رہا ہوں نا"

"تمہارے کہنے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا"

"آئندہ میرے ساتھ ایسا گھٹیا مذاق کیا نا تو جان لے لوں گی میں تمہاری"

وہ شدید تپی ہوئی تھی۔انگلی اٹھا کر اسے وارننگ دیتے ہوئے وارڈروب کی جانب بڑھ گئی۔

ارادہ تھا بیڈ پر بکھرے ہوئے اپنے کپڑوں کو اٹھا کر سیٹ کرے گی لیکن پھر اس کی آواز کانوں میں پڑی تو ضبط سے آنکھیں میچ گئی۔

"فاطم۔۔فاطم کہاں چلے گئے تھے تم؟ مجھے چھوڑ کر کیوں چلے گئے تھے فاطم؟؟"

ڈریسنگ کے سامنے کھڑے وہ آنکھوں میں سے لینز نکالتے ہوئے اس کی ایکٹنگ کرتے ہوئے اس کا پارہ ہائی کیے جا رہا تھا۔

"مجھے چھوڑ کے مت جاو فاطم۔۔مجھے بھی اپنے ساتھ پہاڑوں میں لے جاو"

وہ باز نہیں آیا تو بریزے نے بیڈ سے تکیہ اٹھا کر اسے دے مارا۔پھر اس نے یہی پر بس نہیں کیا تھا جو اس کے ہاتھ لگ رہا تھا وہ اسے اٹھا اٹھا کر مار رہی تھی۔یہاں تک کے ڈبوں میں سے اپنے مہنگے شوز اور ہیلز بھی اس پر برسا دی تھیں۔

"ارے بس بھی کرو۔۔میں نے بس ایک مذاق ہی کیا تھا"

"مجھے نہیں پسند تمہارے یہ گھٹیا مذاق"

اس کی روئی روئی سی سرخ پڑتی نگاہوں کا کرب اس کے دل میں ندامت جگا گیا تھا۔

"اوکے آئم سوری"

اس نے شاید زندگی میں پہلی بار اس سے معافی مانگی تھی۔

بھاڑ میں جاو تم اور تمہارا سوری۔۔مذاق بنا کر رکھ دیا ہے تم لوگوں نے میرا"

آج اسے خود پر انتہا کا ترس آ رہا تھا۔اور عاشر کو خود پر غصہ۔۔

آخر کیا ضرورت تھی وہ مذاق کرنے کی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"زہے نصیب! اتنے دنوں بعد آپ کا نمبر آن ہوا ہے۔۔ کیا فون مل گیا واپس؟" وہ تو اسکرین پر جگمگاتا اس کا نام دیکھ کر ہی خوش ہو گیا تھا۔

"عبیر بھائی نے کچھ دیر پہلے ہی واپس کیا ہے"

"تمہاری جاب کیسی جا رہی ہے؟" ساتھ ہی استفسار کیا۔

"میری جاب؟"

اس نے مصنوئی حیرانگی سے پوچھا۔

"عبیر بھائی بتا رہے تھے کے تم ایک بینک میں جاب کرتے ہو۔"

"آپ کو نہیں معلوم آپ کا شوہر کیا کام کرتا ہے؟"

"مجھے کیسے معلوم ہو گا تم نے کبھی بتایا ہی نہیں مجھے" اس نے شانے اچکا کر کہا۔

"آپ دیکھ کر تو گئیں تھی۔" اس کا اشارہ بھی فارم ہاوس والے دن کی طرف تھا۔

"جب تو تم مجھے ایک مافیا لگ رہے تھے بس۔۔"

"مافیا؟ سیریسلی؟؟ لگتا ہے آپ نے کبھی حقیقت میں کسی مافیا کو نہیں دیکھا"

"میں نے تمہیں دیکھا تھا" وہ دوبدو بولی۔ "میں تو ایک سیدھا سادہ سا انسان ہوں"

"اور بہت غریب سے بھی۔۔ یہ بھی بول دو" ریشام نے تنک کر کہا۔

"آپ کو پا کر مجھے خود سے بڑھ کو کوئی امیر نہیں لگتا"

"تمہیں معلوم ہے جو دھوکا تم نے کیا تھا اس کے بعد تو میں نے سوچ لیا تھا کے ساری زندگی تمہیں معاف نہیں کروں گی"

"لیکن پھر۔۔۔" "جب تم نے سب کے سامنے میرا پردہ رکھا۔۔ اور نکاح والی ساری بات خود پر لے لی تو۔۔"

"اسکے بعد آپ کو مجھ سے پھر سے محبت ہو گئی؟"

اس کی بات کاٹ کر اس نے شرارت سے پوچھا۔

"اگر میں آپ کو حقیقت بتاوں تو میں نے کوئی عظیم کام نہیں کیا۔۔اگر میں آپ سے محبت کرتا ہوں تو پھر یہ میرا فرض ہے کے میں آپ کی طرف اٹھی ساری انگلیوں کا رخ اپنی جانب کر لوں۔۔اگر میں ایسا نہ کروں تو پھر میرا مر جانا ہی بہتر ہے"

ریشام نے دہل کر اسکرین کو دیکھا۔یہ انس غازی ہمیشہ ہی اپنے لفظوں سے اس کی جان جلاتا رہتا تھا۔جبھی دروازے پر کسی نے دستک دے کر خود سے دروازہ وا کر دیا۔

ریشام نے کچھ چونکتے ہوئے دروازے میں کھڑے شخص کو دیکھا۔

اسے نہیں معلوم تھا وہ کتنے بعد آج ایک دوسرے کے روبرو آئے تھے۔

"ریشام نے فوراً ہی کال کاٹ دی تھی۔

"کوئی۔۔۔کام تھا سالار بھائی؟"اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ اتنا گھبرا کیوں رہی تھی۔انس سے بات کر کے وہ کوئی غلط کام تو نہیں کر رہی تھی۔

"کیا ہم بات کر سکتے ہیں؟"

اس کے چہرے اور انداز میں سرد پن سا گھلا تھا۔

"بیٹھئے۔۔"اس نے صوفے کی جانب اشارہ کیا تو وہ سر ہلاتا بیٹھ گیا۔

ریشام اس کے سامنے ہی کھڑی تھی۔بیٹھی نہیں۔"میں گھما پھرا کر بات کرنے کے بجائے سیدھے پوائنٹ پر آنا چاہتا ہوں۔۔"

وہ اسے دیکھتے ہوئے بات کا آغاز کر گیا تھا لیکن وہ خاموش رہی دھڑکتے دل سے اس کے بات کو آگے بڑھانے کی منتظر تھی۔"جو کچھ بھی ہوا۔۔انفیکٹ جو بھی انس غازی نے کیا۔۔کم از کم میں اسے اتنی آسانی سے بھلانے اور معاف کرنے کو تیار نہیں ہوں۔۔۔اس حویلی سے اس کا رشتہ صرف اور صرف دادا جان کی وجہ سے ہی ہے۔۔اس کے علاوہ میں نہیں چاہتا کے حویلی کا کوئی بھی فرد اس سے کسی بھی قسم کی کوئی رشتے داری رکھے"

"آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

اس کی طویل بات کے جواب میں وہ صرف اتنا ہی بولی۔"اس سے فاصلہ رکھو۔۔"

"لیکن آپ۔۔۔"

"بس ریشام۔۔۔مجھے اس چیز کا کوئی افسوس نہیں ہے کے میری شادی تم سے نہیں ہو سکی۔۔لیکن میں اس چیز پر بھی راضی نہیں ہوں کے تم اس کے نکاح میں رہو"اس کی بات کاٹ کر وہ ناگواری سے بولا۔

"جب تک وہ ڈائیورس نہیں دے گا تب تک یہ رشتہ ختم نہیں ہو گا"

لہجے میں مضبوطی پیدا کرتے ہوئے وہ اس نقطے پر بھی اس کی توجہ دلا گئی تھی۔جس نے سرد نگاہوں سے اسے دیکھا۔"وہ ڈائیورس دے گا۔۔اسے دینی پڑے گی۔۔لیکن تم اس سے کسی قسم کا رابطہ نہیں رکھو گی۔۔۔دھیان رکھنا مجھے دوبارہ یاد دہانی نہ کروانی پڑے"سفاکی سے کہتے ہوئے اس کے معصوم سے دل کو ٹکڑوں میں بانٹا وہ اپنی کہہ کر جا چکا تھا۔

آنسو پیتے ہوئے اس نے سلگتے دل کے ساتھ فون کو بیڈ پر پھینکا تھا۔

جب اسے لگتا تھا کے اب سب ٹھیک ہونے والا ہے۔تب کوئی نہ کوئی دیوار بیچ میں اٹھ کھڑی ہوتی تھی۔

گھٹنوں میں سر دیے وہ لان کی سیڑھیوں پر بیٹھی تھی۔خنک ہوائیں اس کے بالوں سے اٹھکھیلیاں کرتی اس کے وجود سے ٹکرا رہی تھیں جس سے بے پرواہ وہ اپنے ہی خیالوں میں گم تھی۔

چونکی تو تب جب کسی نے گرم شال اس کے کندھوں پر ڈالی۔بریزے نے ایک نظر شال کو دیکھنے کے بعد سر اٹھا کر اسے دیکھا جو اس کے برابر میں ہی بیٹھ چکا تھا۔سیدھے ہاتھ میں بھاپ اڑاتا کافی کا مگ بھی پکڑ رکھا تھا۔

کچھ دیر پہلے کا سارا منظر اس کی نظروں کے سامنے گھوم گیا۔ تیز نظر سے اسے دیکھتی وہ فوراً وہاں سے اٹھنے لگی تھی لیکن سیڑھی کی سطح پر ہی رکھے اس کے ہاتھ پر عاشر نے اپنا بھاری ہاتھ رکھ کر اس کے ارادے کو ناکام بنا دیا تھا۔

بریزے نے صرف ایک ایک گھوری سے اسے نوازا تھا۔ پھر کھینچ کر اپنا ہاتھ اس کی گرفت نکالا۔ لیکن وہاں سے اٹھی نہیں۔

"میری نیت تمہیں ہرٹ کرنے کی نہیں تھی۔"

"اوہ دیکھو تو ذرا کون یہ بات کہہ رہا ہے۔۔ جس نے اپنی ساری زندگی مجھے ہرٹ کرنے کے سوا کچھ نہیں کیا"

اس کے الفاظ طنز میں بھیگے تھے۔

"میں نے سچ میں صرف ایک چھوٹا سا مذاق کیا تھا بریزے"

"وہ میرے لئے ایک گھٹیا حرکت کے سوا کچھ نہیں تھا۔"

"مجھے اندازہ ہے کے تم اس کے چلے جانے سے افسردہ ہو لیکن۔۔"

"لیکن تمہیں یہ بات سمجھ نہیں آئے گی عاشر مرزا۔۔ جب کوئی جان سے پیارا آپ کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے نا اس کی تکلیف تم نہیں سمجھو گے کبھی۔۔"

وہ زخمی لہجے میں بولتی ہوئی سامنے لان میں دیکھ رہی تھی۔ لیکن عاشر رخ موڑے اس کی من موہنی سی صورت کو دل میں بسا رہا تھا۔

"جب اپنی نظروں کے سامنے اپنی محبت کو کسی اور کا ہوتا ہوا دیکھو تو وہ تکلیف جو سارے جسم میں زخم کی طرح دکھنے لگتی ہے۔۔ میں اس سے واقف ہوں"

"اس اذیت کو تم کیسے محسوس کر سکتے ہو؟ تم نے کبھی کسی سے محبت کی ہو تو جانو گے نا"

اس کی بھیگی آواز اور افسوس بھرے لہجے میں کہی گئی ان باتوں پر وہ پھیکا سا مسکراتے ہوئے اس پر سے نظریں ہٹا کر روشن سے چمکتے چاند کو دیکھنے لگا۔

"میں نے محبت نہیں کی؟"

وہ ہلکا سا بڑبڑایا۔

"ایک تو مجھے اس کے جانے کا غم نہیں بھولتا اوپر سے تم مجھ پر مسلط ہو گئے ہو۔"

وہ اپنی ہی کہے جا رہی تھی۔ اور وہ ایک ہی جملے پر اٹکا تھا۔ اس کے بس میں ہوتا تو وہ اسے بتاتا کے اس نے ساری زندگی محبت کے سوا کچھ کیا ہی نہیں تھا۔

"تمہیں اندازہ بھی نہیں ہے کے وہ مجھ سے کتنی محبت کرتا تھا"

عاشر کو ایک آگ سی اپنے دل میں لگتی محسوس ہو رہی تھی۔ لب بھینچ کر اسے دیکھا۔ وہ اس کے عاشق جن کی داستان سننے کے لئے ہی تو اتنی ٹھنڈ میں وہاں بیٹھا تھا۔

"جب وہ ساتھ ہوتا تھا تو مجھے کسی چیز کا کوئی غم نہیں ہوتا تھا۔۔ وہ میرے سارے غموں کو خوشیوں میں بدل دیتا تھا۔۔ اس نے میرے لیے وہ سب کچھ کیا جس کا میں نے کبھی شاید تصور بھی نہیں کیا تھا۔۔"

بھیگی سی آواز میں کہتی ہوئی بریزے کی غیر ارادہ سی نگاہ اس کے ہاتھ میں پکڑے مگ پر گئیں جن میں سے دھوئیں کے مرغولے ابھی بھی اٹھ رہے تھے۔ لیکن اس نے ایک گھونٹ بھی نہیں لیا تھا اس میں سے۔

نا جانے کیوں اسے کچھ کھٹکا تھا۔ اپنے بازو پر ہاتھ رکھ کے اس نے شال کی نرماہٹ کو محسوس کیا۔ پوری زندگی میں شاید ایسا پہلی بار ہوا تھا کے عاشر مرزا نے خود سے اپنی کوئی چیز اسے دی تھی۔

"یہ کافی تم میرے لئے بنا کر لائے ہو؟"

بریزے کے حیرانگی اور کچھ مشکوک سے انداز سے پوچھنے پر اس نے سلگتی نظروں سے اسے دیکھا۔ چند لمحے پہلے وہ اچھی طرح سے اپنے لفظوں سے اس کے دل کو لہولہان کر چکی تھی۔ اس کے لبوں سے فاطم کا صرف نام سننا ہی اس کے دل پر جلتے ہوئے انگارے رکھ دیتا تھا۔ اس کا ذکر سننا اس کے لیے دنیا کا مشکل ترین اور تکلیف دہ کام تھا۔

کاش بریزے کو معلوم ہوتا تھا کے وہ اس جن زادے کا ذکر کر کے اس خاک زادے کو کن تکلیفوں سے دوچار کر دیتی ہے۔

عاشر نے نظروں کا زاویہ اس پر سے ہٹاتے ہوئے بنا کچھ کہے اپنا مگ اس کی جانب بڑھا دیا۔

خوشگوار سی حیرت میں گھرتے ہوئے اس نے مگ پکڑ لیا تھا۔

اس کی اتنی مہربانی پر تو وہ اس کی تمام تر بدتمیزیوں کو فراموش کر سکتی تھی۔

اتنی ٹھنڈ میں جب بھاپ اڑاتا کافی کا مگ میسر ہوا تو جیسے سارے دکھ لمحے بھر کو کہیں دور جا سوئے تھے۔

بریزے کے ذہن میں دوپہر کا منظر گھوم گیا۔ کچھ لمحے کے لیے اسے عاشر کی باتوں پر اعتبار آنے لگا تھا۔ مشکل سے ہی سہی لیکن اس نے عاشر پر بھروسہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن پھر۔۔

صرف ایک گھونٹ بھرتے ہی اس کے چہرے کے تاثرات بگڑے۔

"یخ۔۔"

اس نے مگ کو سائیڈ پر پٹختے ہوئے منہ پر ہاتھ رکھا۔ اس عجیب سے محلول سے سارے منہ کا ذائقہ ہی کڑوا ہو گیا تھا۔

عاشر نے بے ساختہ امڈتی مسکراہٹ کو بامشکل روکا۔

اب اس کے جلتے دل پر پھوار پڑی تھی۔ اب جا کے اسے سکون محسوس ہوا۔

بریزے کو آخر ضرورت ہی کیا تھی اس کے سامنے فاطم کا ذکر کر کے اس کا موڈ خراب کرنے کی۔

"یہ کیا تھا عاشر؟؟"

وہ ابھی بھی برے منہ بناتی اسی دیکھ رہی تھی۔ اس کی اچھائی کا گمان پھر سے برا ثابت ہوا۔

یہ تو کنفرم تھا کے وہ کافی نہیں تھی۔ اگر تو اس نے پہلی بار بھی بنائی تھی تو تب بھی اتنا واہیات ذائقہ نہیں ہو سکتا تھا اس کا۔

"تمہیں کیا لگا تھا کے میں تمہارے لئے کافی بنا کر لاوں گا؟؟ ہنہ چڑیل!"

تنفر سے کہتے ہوئے وہ اپنی پرانی جون میں لوٹتے ہوئے ہاتھ جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

بریزے نے شدید ضبط سے اسے دیکھا۔ بس نہیں چل رہا تھا کے وہ مگ اس کے سر میں دے مارے۔

اس شخص سے وہ اپنے لئے کوئی بھلائی کی توقع رکھ ہی نہیں سکتی تھی۔

دروازہ لاک کرتے ہوئے اس نے بریزے کو دیکھا جو اس کی وارڈروب سے اسکے کپڑے نکال کر ایک طرف کرتے ہوئے خود کا سامان سیٹ کر رہی تھی۔

عاشر اس کی مصروفیت کو یکھتے ہوئے بیڈ پر جا کر نیم دراز ہو گیا تھا۔ سائیڈ ٹیبل پر پڑے فون کو اٹھا کر اسے چیک کرنے لگا۔

جب تک وہ اپنا کام ختم کر کے پلٹی اسے بیڈ پر براجمان دیکھ کر چونکی پھر دانت پیستے ہوئے بیڈ پر سے تکیہ اور بلینکٹ اٹھا کر دائیں ہاتھ پڑے بڑے سے صوفے پر رکھا۔

وہ کنگ سائز صوفہ تھا۔ وہ آرام سے اس پر سو سکتی تھی۔

وہ کن انکھیوں سے اس کی حرکات کا جائزہ لے رہا تھا۔ جواب دونوں پیر اوپر کر کے بیٹھی ہاتھوں پر موسچرائز لگانے لگی تھی۔ پھر بلینکٹ اوڑھ کر نیم دراز ہوتے ہوئے فون اٹھا کر اس پر مصروف ہو گئی۔

"بیڈ پر سو جاو بریزے۔۔!" اس نے بھاری آواز میں بولتے ہوئے اچانک ہی اسے مخاطب کیا۔

"تمہارے ساتھ نہیں سوؤں گی۔"

"میں نے نہیں کہا کے مجھ سے لگ کر سوؤ۔۔ ایک طرف کونے میں سو جاو۔۔"

بریزے کو چہرہ خفت اور شرم سے گلابی ہوا تھا۔

"درمیان میں اسپیس کم ہے۔ میں یہیں ٹھیک ہوں۔"

اسے دیکھے بنا اس نے وجہ بتائی۔ عاشر نے بے اختیار اپنے کنگ سائز بیڈ کو دیکھا۔ جو اسے محظ اس وجہ سے چھوٹا لگ رہا تھا کے اسے عاشر کے ساتھ شئیر کرنا پڑے گا۔

"اتنی جگہ پر دیوار چین بھی کھڑی ہو جائے۔ تمہیں جانے کس بات کا خوف ہے۔۔"

وہ ذو معنی سی بات کرتا ہوا فون بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھ گیا تھا۔

Mahira Zaynah Khan Novel

بریزے کی سانس پل میں خشک ہوئی تھی۔

انجانے خوف سے دل کی دھڑکنوں میں اشتعال بڑھا۔چور نظروں سے اسے دیکھا جو ساری لائٹس آف کرنے کے بعد بیڈ کے درمیان میں اوندھے منہ گرتے ہوئے سارے پر اپنا قبضہ جما گیا تھا۔

"ابھی کہہ رہا تھا میرے ساتھ ہی شئیر کر لو۔۔جگہ چھوڑی کہاں ہے میرے لئے؟"اسکرین کی ہلکی سی لائٹ کی وجہ سے کچھ روشنی ہونے پر اس نے عاشر کو دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں اسے کوسا۔

اس کے سونے کا اسٹائل دیکھ کر بریزے کو اپنے صوفے پر سونے کے فیصلے پر کافی اطمینان ہوا تھا۔

غازی انڈسٹریز کی پر شکوہ عمارت میں داخل ہو کر وہ دونوں چہروں پر بے زاری لئے اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے جو تھری پیس سوٹ میں ملبوس فون کان سے لگائے کسی کو ہدایت دے رہا تھا۔

لفٹ میں سوار ہو کر وہ اب تیسری منزل پر پہنچ چکے تھے۔

عاشر اور فاز دونوں ہی بزنس کے معاملات سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔لیکن عبیر غازی پھر بھی تین یا چار مہینے میں ایک بار ان دونوں کو زبردستی آفس لایا کرتا تھا۔بزنس میں ان کا بھی تو حصہ تھا۔اسٹاف سے ملانے اور اکاؤنٹس وغیرہ کے بارے میں بریفنگ دیتے ہوئے موجودہ اور تکمیل شدہ پروجیکٹس کے بارے میں بھی انھیں تفصیل سے بتایا جاتا تھا جو وہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے تھے۔

عبیر بھائی ان دونوں کو کیا کمپیوٹر اور پنکھے ٹھیک کروانے کے لئے لے کر آئے ہیں؟"
سالار نے ایک الیکٹرکل انجنئیر اور ایک سوفٹ ویئر انجنئیر کو اپنے روم میں بیٹھے دیکھا تو چھیڑنے والے انداز میں بولا۔
جس پر ان دونوں نے ہی ناراضگی سے اسے دیکھا۔
"عبیر بھائی نیند میں سے اٹھا کر زبردستی لے آئے ہیں میرا تو سر پھٹ رہا ہے درد سے۔۔میں گھر جا رہا ہوں"

"منگوائی ہے کافی، سکون سے بیٹھ کر پیو۔۔ کچھ دیر میں ایک میٹنگ ارینج کی ہے تم دونوں کے لئے۔"

"میری تو سمجھ نہیں آرہا ہے کے اس فیلڈ میں ہمارا کام ہی نہیں ہے تو پھر کیا ضرورت ہے ہمیں یہاں اپنا سر کھپانے کی؟"

"وقت ایک سا نہیں رہتا فاز غازی۔۔ کیا معلوم کب ضرورت پڑ جائے"

وہ سنجیدگی سے بولا۔

"میرے خیال سے آپ انھیں واپس جانے دیں بھائی۔۔ ویسے بھی بزنس وغیرہ ان کے سمجھنے کی چیز نہیں ہے"

سالار کی بات کے جواب میں ابھی وہ کچھ کہنے ہی لگا تھا جبھی نووارد کی آمد پر چونک کر چپ ہوا۔

"سالار جو فائلز تم نے مجھے بجھوائی تھی وہ۔۔۔"

وہ بے دھیانی میں بنا دستک کے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی لیکن وہاں موجود شخصیات کو دیکھ کر پہلے چونکی پھر سٹپٹا گئی۔

سالار کی کرسی پر عبیر بیٹھا تھا۔ اور اس کے سامنے فاز اور عاشر موجود تھے۔ جب کے سالار خود کتابوں کی ریک کے پاس اس سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

سب کی توجہ اور کچھ حیرانگی بھری نظریں خود پر دیکھ کر وہ بوکھلا چکی تھی۔ ڈرتے ڈرتے سالار کو دیکھا۔

وہ جن نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا مہر ماہ کو اپنا خون خشک ہوتا محسوس ہوا۔

"مم میں بعد میں آجاوں گی۔۔"

وہ کہتی جھپاک سے الٹے قدموں نکل گئی تھی۔

"یہاں کیا باس کی یہی عزت کی جاتی ہے عبیر بھائی؟"

فاز نے سنجیدگی سے عبیر کو مخاطب کیا۔ لیکن چہرے پر شرارت صاف دکھائی دے رہی تھی۔

عبیر تو خود حیران تھا سالار کی سیکریٹری کا یہ طرز تخاطب دیکھ کر۔

ایسا نہیں تھا کے وہ پہلی بار مہر ماہ سے ملا تھا۔ وہ پہلے بھی کئی دفعہ اس سے مل چکا تھا۔ لیکن تب تو وہ ہمیشہ اسے پروفیشنل انداز میں ہی ملا کرتی تھی۔ سالار کے ساتھ بھی باس والا رویہ ہی اپناتی تھی۔

لیکن یہ تو اسے بھی آج پتا چلا تھا کے وہ اکیلے میں اس کی بلکل عزت نہیں کرتی تھی۔

"کیا چکر ہے سالار بھائی؟"

فاز اور عاشر دونوں ہی اسے محفوظ سی مسکراہٹ اور چھیڑنے والے انداز میں دیکھ رہے تھے جو خفیف سے انداز میں نفی میں سر ہلاتا بنا کچھ کہے دروازہ دھکیل کر باہر نکل گیا تھا۔

"آپ نے کبھی کوئی جن دیکھا ہے؟"

"جن؟ نہیں تو۔" اسرار بھری سرگوشی پر حیران ہونے کے بعد اس نے انکار کرتے ہوئے ساتھ ہی استفسار کیا۔

"جن لفظ کا تو مطلب ہی یہی ہوتا ہے کے نہ دکھائی دینے والا۔۔ تم نے کہاں دیکھ لیا؟"

"مجھے لگتا ہے۔۔۔ مجھے لگتا ہے کے داریان۔۔ داریان جن ہے"

"اور تمہیں ایسا کیوں لگا؟"

وہ اب کے پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"میں نے انھیں دیکھا تھا۔۔ وہ کسی کے ساتھ کھڑے تھے اور پھر وہ میری آنکھوں کے سامنے غائب ہو گیا۔۔"

"آپ یقین نہیں کریں گے انس بھائی وہ ایک دھوئیں کی طرح تحلیل ہو گیا تھا۔"

"وہم ہوا ہو گا تمہیں"

اس کے جوش و خروش کو نظر انداز کیے وہ نارمل سا بولا۔

"کوئی وہم نہیں ہوا تھا مجھے۔۔ میں سچ کہہ رہی ہوں وہ ایک جن ہی ہیں۔۔ ہمیں فرمان بھائی کو بتانا چاہئے یہ بات کے انھوں نے جسے اپنے گھر میں رکھا ہوا ہے وہ ایک انسان نہیں ہے"

"داریان کو فرمان بھائی اپنے ساتھ بھائی کی طرح مانتے ہیں۔۔ اس کے خلاف وہ کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتے۔۔ ان سے داریان کی شکایت کرو گی تو فضول میں ڈانٹ سنو گی ان سے"

"لیکن وہ انھیں نقصان بھی تو پہنچا سکتے ہیں نا؟"

وہ ہر صورت اسے یقین دلانا چاہتی تھی کے جو اس نے دیکھا تھا وہ جھوٹ نہیں تھا۔

"وہ اتنے عرصے سے ان کے ساتھ رہ رہا ہے۔۔ اس نے پہلے انھیں کوئی تکلیف دی ہے جو وہ اب دے گا؟"

"مہد اور دائم نے مجھے بتایا تھا کے انھوں نے ایک۔۔ ایک جن زاد سے قرآن پاک پڑھا تھا۔۔ اور یہ بھی کے ان کا بریک اپ ہو گیا تھا کسی جن زادی سے۔۔ اس لئے وہ ہمیشہ اتنے سنجیدہ اور اکھڑے اکھڑے رہتے ہیں"

نا جانے وہ کون کون سے ٹکڑوں کو اٹھا کر جوڑ توڑ میں لگی تھی

"تو تمہیں کیا لگتا ہے جو تمہارے سامنے غائب ہو گیا تھا وہ اسی جن زادی کا بھائی ہو گا جو اسے منانے کے لئے آیا ہو گا؟"

"کیا معلوم یہی حقیقت ہو؟"

"پڑھائی پر دھیان دو ماشا۔۔ داریان کے بارے میں اتنا تجسس مت رکھو۔۔"

وہ بے زاری سے بولا تو ماشا نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کے آپ بھی مجھ سے کچھ چھپا رہے ہیں؟"

"میں تم سے بھلا کیا چھپاؤں گا؟"

Mahira Zaynab Khan Novel

"آپ کو بھی معلوم ہے کے وہ جن ہے۔۔ لیکن آپ اس بات کو تسلیم نہیں کر رہے ہیں"

"یا میرے اللہ۔۔۔ اگر داریان نے تمہارے منہ سے یہ بات سن لی تو معلوم ہے نا تمہیں کے وہ کتنا غصہ کرے گا؟"

انس نے اسے ڈراتے ہوئے کہا تاکے وہ اس موضوع کا پیچھا چھوڑ دے۔

"وہ تو عام باتوں پر بھی ایسے ہی غصہ کیا کرتے ہیں۔۔ ویسے وہ اتنے اکھڑ مزاج کیوں ہیں؟ کیا واقعی میں ان کا کسی جن زادی سے بریک اپ ہوا تھا؟"

"تم خود ہی پوچھ لو اس سے""خود ہی پوچھ لوں؟"

ماشا نے حیرانگی اور ناسمجھی سے کہتے ہوئے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو جیسے اس کی سانس حلق میں ہی اٹک گئی۔

وہ نا جانے کب سے وہاں کھڑا ان کی گفتگو سن رہا تھا۔

وہ تو لان میں کین کی کرسی پر بیٹھی ساتھ ہی میز پر اپنی کتابیں رکھے پڑھائی میں مگن تھی لیکن جب انس اس کے پاس آکر بیٹھا تو اس نے کئی دنوں سے مچلتے تجسس کو آج اس پر ظاہر کر ہی دیا تھا۔

لیکن اسے یہ نہیں معلوم تھا جس کے بارے میں وہ اتنی رازداری سے جان کاری لینے کی کوشش کر رہی ہے وہ اس کے پیچھے ہی موجود تھا۔

"آج تم بتا ہی دو کے کسی جن زادی سے تمہارا بریک اپ ہوا ہے یا نہیں؟ کم از کم میری بہن کا تجسس تو ختم ہو"

انس نے براہ راست اسے مخاطب کر کے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں یہ سچ ہے"

جہاں داریان نے تصدیق کی وہیں ماشا نے حیرت سے منہ کھولے انس کو دیکھا۔

"دیکھا دیکھا انس بھائی میں نے کہا تھا نا کے یہ خود بھی ایک جن ہیں"

اپنی بات کو سچ ثابت ہوتے دیکھ وہ پر جوشی سے اس کے کہہ رہی تھی جو داریان کو مبالغہ آرائی سے کام لیتے دیکھ گھور رہا تھا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے اس کے چہرے کا رنگ بدلا۔

وہ فوراً سے انس کا بازو پکڑ کر اس کے پیچھے ہو گئی۔

ایک جن اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"گاڑی کی چابی دو۔۔ میری سروس کے لیے گئی ہوئی ہے"

اس نے اپنی آمد کا مقصد بتاتے ہوئے ساتھ ہی وجہ بھی بتائی تو انس جیب سے چابی نکال کر اس کی جانب اچھال دی۔

"جا کہاں رہے ہو جن بھائی؟ آکر ہمارے ساتھ چائے پانی تو پی لو"

اس کو پلٹتے دیکھ انس نے پکارا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"تم سے کس نے کہا جن زادے چائے پانی پیتے ہیں؟۔۔۔"

"کیا یہ خون پیتے ہیں؟"

داریان کے ابرو اٹھا کر استفسار کرنے پر ماشا نے اس رازداری سے اس سے پوچھا۔

"کیا ہو گیا ہے ماشا وہ ویمپائر تھوڑی ہے جو خون پیے گا"

انس نے اس کی عقل پر افسوس کرتے ہوئے کہا۔

"میں پی لیتا ہوں خون۔۔مجھے اچھا لگتا ہے"

اس کا نارمل اور سنجیدہ سے انداز پر ماشا نے فق چہرے کے ساتھ انس کو دیکھا۔

"کیا یہ سچ میں خون پیتے ہیں؟"

وہ سر جھٹکتا ہوا چابی لے کر جا چکا تھا جب کے وہ اس کے سر ہو چکی تھی۔اسے قائل کرنے کی کوشش کر رہی تھی کے انھیں فوری طور پر فرمان کو اس بات سے آگاہ کر دینا چاہئے کے داریان انسان نہیں ہے۔۔

انس اسے کوستے ہوئے ماشا کو یقین دلانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا کے وہ صرف مذاق میں یہ سب کہہ کر گیا ہے لیکن وہ یہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھی کیوں کے داریان کی نیچر تو ایسی تھی ہی نہیں کے وہ ان سے ایسا مذاق کرتا۔۔

"مس مہر ماہ میں نے آپ کو اتنی دفعہ کہا ہے کے سالار سر آپ کو بلا رہے ہیں آپ سن کیوں نہیں رہیں ہیں میری بات؟"

مریم کے کیبن کا پانچواں چکر لگاتے ہوئے وہ زچ ہوتے ہوئے بولا جو کمپیوٹر کے سامنے بیٹھی کی بورڈ پر کھٹا کھٹ انگلیاں چلاتے ہوئے خود کو مصروف ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"میں ابھی مصروف ہوں کچھ دیر میں آتی ہوں"

اس نے ہر بار کی طرح اس دفعہ بھی بنا سر اٹھائے وہی جملہ کہا تو وہ ضبط کر کے رہ گیا۔

"یہ آخری بار تھا جو میں آپ کو بلانے آیا ہوں۔۔اس سے زیادہ میں باس کو ٹال نہیں پاوں گا۔۔مس مریم آپ فری ہیں تو یہ فائلز ایچ آر ڈپارٹمنٹ میں پہنچا دیں"

اسے وارن کرنے کے بعد۔مریم کو فری بیٹھے فون یوز کرتے دیکھ زید نے اسے آرڈر جاری کیا جو اس کی وہاں آمد سے آف کر چکی تھی۔

"اوکے سر۔۔"وہ عجلت میں اس سے فائلز لے کر چلی گئی تھی۔زید بھی اس کے پیچھے ہی نکلا تھا۔

جب کے مہرماہ کی حرکت کرتی انگلیاں تھمی تھیں۔اس نے تھک کے سر کی بورڈ پر گرادیا تھا۔

میٹنگ روم میں ایک بڑی سی میز کے گرد کافی ساری کرسیاں پڑی تھیں۔

سربراہی کرسی پر وجاہت غازی موجود تھے جب کے ان کے دائیں بائیں وہاج اور ضمیر غازی بیٹھے تھے۔اور باقی کرسیوں پر عبیر کے ساتھ فاز اور عاشر کے علاوہ مینیجر بھی موجود تھے جو مختلف ڈپارٹمنٹ کے بارے میں بریفنگ دیتے ہوئے فیکٹری میں جاری آرڈرز کی تکمیل کے بارے میں آگاہ کررہے تھے۔

جسے سنتے ہوئے وہ دونوں سمجھنے کی ناکام کوشش کررہے تھے۔

"اکاؤنٹس ڈپارٹمنٹ سے جو آڈٹ رپورٹ آئی ہے وہ دیکھی آپ سب نے؟"

بلیک تھری پیس میں ملبوس کوٹ کے بٹن کھولے تبھی وہ کچھ فائلز ہاتھ میں لئے دروازہ دکھیل کر اندر آتے ہوئے بولا۔وجہہ چہرے پر سنجیدگی اور تشویش تھی۔

"کسی نے اکاؤنٹس میں چھیڑ چھاڑ کی ہے۔ایک بڑی رقم غائب ہے"

سب نے چونک کر اسے دیکھا۔پھر اس کی بڑھائی ہوئی فائل میں سے کاغذات نکال کر ان کی ورق گردانی کرتے ہوئے سب کے چہرے پر ہی کچھ حیرانگی اور پریشانی کے اثرات تھے۔

"یہ کیسے ممکن ہے۔۔فنانس ڈپارٹمنٹ تو تمہاری نگرانی میں کام کرتا ہے ناسالار؟"

فائل کے کاغذات پر نظریں دوڑاتے ہوئے عبیر نے کچھ حیرانگی سے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔جس کے چہرے پر خود پریشانی کے اثرات تھے۔

"جی عبیر بھائی ہر پروجیکٹ کی ساری ڈیٹیلز میں خود دیکھتا ہوں لیکن۔۔۔۔سمجھ نہیں آرہا"

"یہی نہیں گذشتہ سالوں کی جو آڈٹ رپورٹس ہیں ان میں بھی کئی جگہوں پر ہیر پھیر ہے۔۔لیکن وہ اماونٹ اتنی بڑی نہیں تھی۔۔"

وہاج غازی بھی نازک سے فریم کے ریڈینگ گلاسز لگائے پیپرز دیکھتے ہوئے بولے۔

"کہیں یہ کام انس غازی کا تو نہیں؟"

وجاہت غازی کے اظہار خیال پر عبیر نے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ صرف ایک بینک مینیجر ہے۔۔غازی انڈسٹریز میں رسائی پانا اس کے لئے ممکن نہیں"

"تم اسے اتنا بھی بے ضرر مت سمجھو عبیر۔۔اپنا حق حاصل کرنے کے لئے وہ کسی بھی حد تک جا سکتا ہے"

"لیکن بابا میرا نہیں خیال کے وہ اپنا حق حاصل کرنے کے لئے یہ چھوٹی حرکت کرے گا"

"اس سے کچھ بعید نہیں!" وہ تنفر سے بولے

"ہو سکتا ہے یہ کام اسی کا ہو" سالار غازی بھی اپنے باپ کا ہم خیال تھا۔

ضمیر غازی خاموشی سے بیٹھے ان کی گفتگو سن رہے تھے جبکے فاز اور عاشر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

وہ دونوں ہی اچھی طرح جانتے تھے کے یہ کام انس کا ہو ہی نہیں سکتا۔

اور یہ بات خود سالار بھی جانتا تھا وہ کے چھپ کے وار کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔تو پھر کیوں وہ اسی پر اپنا شک ظاہر کر رہا تھا؟

"زید سر میں نے کہا نہ میں آ رہی ہوں کچھ دیر میں"

پھر سے دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ جھنجھلا کر بولی لیکن جب نو وارد پر نظر پڑی تو اس کی حرکت کرتی انگلیاں ساکت ہو گئیں۔

بے ساختہ تھوک نگل کر اسے دیکھا جس کی پیشانی پر بل تھے۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کے تمہارے بھائی وہاں موجود ہیں۔۔آئی سوئیر میں نہیں جانتی تھی اگر معلوم ہوتا تو کبھی تمہیں ایسے مخاطب نہ کرتی"

جلدی جلدی اپنی صفائی بیان کرتے ہوئے وہ وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی جو خشمگیں نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔

"میں تمہیں اتنی دیر سے بلا رہا تھا تم آ کیوں نہیں رہی تھیں؟ کیا تم یہ چاہتی ہو کے میں پورے آفس میں ہائیڈ اینڈ سیک کھیل کر تمہیں ڈھونڈو اور پھر تم سے اپنے کام کہوں؟"

"تم اتنا غصہ کیوں ہو رہے ہو میں کام میں مصروف تھی بس آ ہی رہی تھی۔"

"اچھا تو کیا اب میں تمہارے فری ہونے کا انتظار کروں؟"

"یہ باس والا رعب مجھ پر جھاڑنے کی ضرورت نہیں ہے سالار غازی!"

مہر ماہ کو کہاں عادت تھی اسکا یہ رعب بھرا انداز دیکھنے کی۔

"شاید تم یہ بات بھول رہی ہو کے تم میری ایمپلائی ہو۔"

"اور تم بھی مت بھولو کے تم نے مجھے زبردستی یہاں روک رکھا ہے

ورنہ مجھے کوئی شوق نہیں ہے یہاں جاب کرنے کی۔۔"

"آہستہ بولو۔۔آواز باہر نہیں جانی چاہئے تمہاری"

ایک نظر بند دروازے کو دیکھتے ہوئے وہ ڈپٹ کر بولا۔

"کیوں تمہیں ڈر ہے کے تمہارے بھائی اور کزنز کی طرح پورے آفس میں بھی یہ بات پھیل جائے گی کے ایک معمولی سی ایمپلائی تمہاری عزت نہیں کرتی؟"اس کے تراشیدہ لبوں پر طنز بھری مسکراہٹ ابھری.

"اپنی عزت کی پرواہ ہوتی تو پہلے ہی دن تمہارا منہ بند کر چکا ہوتا میں۔۔مجھے پرواہ ہے تو صرف تمہاری۔۔میں نہیں چاہتا کے کوئی تمہارے کردار کے بارے میں انگلی اٹھا کر غلط باتیں کہے کے آخر ایسی کیا بات ہے اس لڑکی میں جو سالار غازی نے اسے سر پہ چڑھا رکھا ہے"

وہ ایک ایک لفظ کو چباتے ہوئے جانے اسے کیا کچھ باور کروا رہا تھا۔

"آج تم یہ بات کلئیر کر ہی دو کے آخر کس وجہ سے تم مجھے اتنی اہمیت دیتے ہو؟"

چہرے پر جھولتی لٹھوں کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے اس نے اپنی بات جاری رکھی "محبت تم مجھ سے کرتے نہیں ہو۔۔اور میرے پاس تو اتنی پراپرٹی بھی نہیں ہے کے جس کے لالچ میں تم میرے پیچھے پڑو"

روانی میں کہتے ہوئے اسے اندازہ ہی نہیں تھا کے وہ کتنی تلخ باتیں اسے کہہ گئی ہے۔

جواباً اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔لب بھینچے اور پیشانی کی ابھری رگوں سے چند ثانیے اسے دیکھتا رہا پھر بنا کچھ کہے پلٹ کر چلا گیا۔لیکن جاتے ہوئے اس نے دے مارنے والے انداز میں دروازے کو بند کیا تھا۔جو اس کے شدید غصے کا اظہار تھا۔

مہرماہ کو ندامت نے ڈھیروں آگھیرا تھا۔وہ خود کو کوس رہی تھی آخر کیا ضرورت تھی وہ سب اسے کہنے کی۔

لیکن اب تو تیر کمان سے نکل چکا تھا۔وہ یقیناً اس سے ناراض ہو کر گیا تھا۔

سر ہاتھوں میں تھامے وہ کرسی پر گر گئی تھی۔

وہ تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے ہاسپٹل کی راہداریوں میں بھاگتے ہوئے اپنے مطلوبہ روم میں پہنچا۔ جہاں ڈاکٹر رضا غازی کی بینڈیج کر رہے تھے۔

"کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ ٹھیک ہوں میں۔"

دروازے میں کھڑے انس کو دیکھتے ہوئے اس نے تسلی دینے والے انداز میں کہا۔

"لیکن بابا یہ سب ہوا کیسے؟" اس کے چہرے پر از حد پریشانی تھی۔

"ایک معمولی سا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا بس۔"

"آپ کیا مجھے کوئی چھوٹا نا سمجھ بچہ سمجھتے ہیں جسے معلوم نہیں چلے گا کے آپ پر اٹیک ہوا تھا؟" وہ بپھر کر بولا۔

"انس۔۔۔ تمہیں میری جاب کا معلوم تو ہے۔۔ یہ سب ہونا ایک عام سی بات ہے" وہ اسے پر سکون کرنے کو نارمل سے انداز میں بولے۔ جو ان کی چھوٹی سی چھوٹی تکلیف پر بھی بے چین ہو اٹھتا تھا۔

"رضا صاحب آپ کی کوئی نیکی کام آ گئی۔۔ ورنہ جس طرح کے حالات تھے آپ کا بچ پانا بہت مشکل تھا۔۔"

"کوئی پریشانی کی بات تو نہیں ہے نا ڈاکٹر؟"

"فلحال تو نہیں ہے۔۔ کیوں کے جتنی گولیاں ان کی گاڑی پر برسائی گئی تھیں اللہ کے فضل سے یہ ان سب سے محفوظ رہے۔۔ بس کچھ چوٹیں آئی ہیں آج رات ہم انڈر آبزرویشن رکھیں گے۔۔ کل آپ انھیں لے جا سکیں گے"

"اگر میرے خدشے کی تصدیق ہو گئی تو میں جینا حرام کر دوں گا اس حویلی والوں کا!"

اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔

"وہ لوگ ایسا نہیں کر سکتے۔۔ تم ان کے بارے میں غلط گمان مت رکھو"

رضا غازی ہمیشہ کی طرح اسے اپنا دل صاف رکھنے کو کہہ رہے تھے جس کا اس وقت بس نہیں چل رہا تھا وہ شخص اس کے سامنے آئے تو وہ اسے گولیوں سے بھون دے۔

"ویسے سچ کہوں تو مجھے تو ایک فیصد بھی امید نہیں تھی کے وہ جن اتنی آسانی سے پیچھا چھوڑ دے گا۔۔جو کچھ اس بے چارے لڑکے کے ساتھ ہوا مجھے تو ڈر ہی لگا رہا تھا کے کہیں عاشر کو بھی وہ نقصان نہ پہنچا دے"

سفینہ تائی اپنے خیال ان پر گوش گزار رہی تھیں۔کافی پیتی بریزے نے بامشکل وہ تلخ گھونٹ حلق میں اتارا تھا۔پہلے ہی وہ حمنہ غازی کی ڈانٹ سن کر روم سے نکل کر سب کے درمیان آکر بیٹھی تھی۔

ورنہ اس کا دل چاہتا تھا ان کی منفی باتیں سننے سے اچھا ہے کے بس تنہا ہی بیٹھی رہے

"اب ان باتوں کا کیا فائدہ بھابھی؟اللہ کے کرم سے اب سب کچھ ٹھیک ہے۔۔"

"بے شک بے شک۔۔"

انھوں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بات جاری رکھی۔"بس خدا آگے بھی بہتر ہی رکھے۔۔"

"بریزے تم یونیورسٹی کیوں نہیں جا رہیں؟اپنی پڑھائی تو مکمل کر لو"

بات کا رخ بدلنے کو رائمہ نے اچانک ہی اپنے برابر میں بیٹھی بریزے کو مخاطب کیا جو نفی میں سر ہلاتے ہوئے انکار کرنے والی تھی۔

اس کا دل اب ہر شے سے بیزار ہو چکا تھا۔

لیکن اس سے پہلے ہی سفینہ تائی نے ناپسندیدگی سے اسے دیکھا۔

"کن چکروں میں الجھا رہی ہو اسے رائمہ؟؟اور تم اب ان پڑھائی وڑھائی کے چکروں کو چھوڑو اور اپنے شوہر کو سنبھالو۔۔شادی ہو چکی ہے اب تمہاری۔"

وہ باری باری ان دونوں سے بولیں۔ لیکن بریزے کو ہدایت دیتے ہوئے لہجے کو نارمل ہی رکھا تھا۔ ورنہ سفینہ غازی کہاں آرام سے کوئی بات کیا کرتی تھیں۔

"ایسے بھی کسی کی شادی ہوتی ہے کیا؟"

سینے پر بازو لپیٹے وہ آنسوؤں کو پیتی شکوہ کناں لہجے میں بولی۔ آواز اتنی دھیمی تھی کے محظ اس کے لفظ رائمہ غازی ہی سن سکی تھیں۔ جنھوں نے محبت سے اسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔

"بھابھی کی بات کا برا مت مانو۔۔ میں عاشر سے بات کروں گی وہ تمہیں بھی اپنے ساتھ لے جایا کرے گا۔"

"رہنے دیں پھوپھو آپ کے بیٹے کی سوچ بھی تائی اماں سے مختلف تھوڑی ہے۔"

اس کے ذکر پر وہ مزید منہ پھلا کر بولی۔

جب ہی وہ دونوں داخلی دروازے سے وہاں داخل ہوتے دکھائی دئے۔

عاشر تو سلام کرتے ہوئے سیدھا اپنے روم کی جانب بڑھ گیا تھا جبکے فاز وہیں تھری سیٹر صوفے پر اوندھے منہ دراز ہو گیا۔

عبیر نے آج سچ میں ان دونوں کو ذہنی اور جسمانی طور پر تھکا ڈالا تھا۔

"بریزے جاو چائے بنا کر دو عاشر کو۔۔" حمنہ غازی اسے حکم جاری کیا۔

"میں جاوں" اس نے استفہامیہ پوچھا۔

"تو اور کون جائے گا؟" ان کی برہم سی نگاہوں سے بچتی ہوئی وہ ناچار وہاں سے اٹھی تھی۔

"عجیب مصیبت گلے پڑ گئی ہے۔"

آفس سے واپس آنے کے بعد وہ جوتوں سمیت بیڈ پر لیٹا فون پر ٹائپنگ میں مصروف انس کو میسج کرتے ہوئے جانے کیا کچھ بتا رہا تھا۔

بنا اسے مخاطب کیے کپ لے کر بیڈ پر اس کے قریب آ بیٹھی۔ جو ابھی بھی لیٹا ہوا تھا۔ وہ بھی اس انداز سے کے اس کے پیر زمین پر ہی تھے۔

عاشر نے اسکرین سے نظریں ہٹا کر کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔ جو اس کی جانب ہی متوجہ تھی۔ کاسنی اور پرپل امتزاج کے ایمبرائڈیڈ لباس کے ساتھ مختلف جیولری پہنے ہوئے تھی۔ روم میں آتے ہی اس نے سر سے دوپٹہ پیچھے دھکیل دیا تھا۔ جیسے ہمیشہ کرتی آئی تھی۔ لیکن پہلے وہ روم میں تنہا ہوتی تھی۔ جس میں اب عاشر کا بھی اضافہ ہو چکا تھا۔ نکاح سے پہلے تک وہ اس کے سامنے بھی کبھی بنا سر ڈھکے نہیں جاتی تھی۔ لیکن اب اس کے زندگی میں شامل ہونے بعد اس کی وجہ سے وہ اپنے روم میں بھی دوپٹے میں قید ہو کر نہیں بیٹھ سکتی تھی۔ صرف ایک اس کا ذاتی کمرہ ہی تو تھا جہاں وہ سکون سے سانس لے پاتی تھی۔

لیکن اب اس میں وہ مخل ہو چکا تھا۔ جس کے لئے وہ اپنے کمفرٹ کو پس پشت نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔

"کہہ بھی دو جو کہنا ہے۔"

اس کی نظروں کا ارتکاز محسوس کر کے فون بند کر کے وہ سیدھا ہو بیٹھا۔ پھر جھک کر جوتوں کے تسمے کھول کو پیروں کو ان سے آزاد کروانے لگا۔

"پھوپھو کہہ رہی تھیں کے عاشر کے یونیورسٹی جانا شروع کر دو۔"

اس کی فرمائش سن کر گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے بریزے کے سامنے کپ لینے کو ہاتھ بڑھایا۔

"لے کر جاو گے یا نہیں؟"

کپ کو پیچھے کیے۔ پیشانی پر شکنیں ڈالے وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے محو سوال تھی۔

شوق تو اب اسے بھی ذرا نہیں رہا تھا۔ لیکن اپنی انا اور فطرت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسے وہی کام کرنا تھا جس سے اسے ہمیشہ روکا جاتا تھا۔ منع کیا جاتا تھا۔

آج سفینہ تائی کے صاف انکار کرنے کی وجہ سے اس کی سوئی ہوئی انا بیدار ہو چکی تھی۔

گزرے دنوں میں جو حالات اسے درپیش رہے تھے انھوں نے اسے ذہنی طور پر توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا جس کے باعث اس کی اپنی کوئی پسند ناپسند تو جیسے کہیں پس منظر میں چلی گئی تھی۔ وہ صرف دوسروں کے لئے فیصلے پر اپنی زندگی کی ڈور کو ہلتے دیکھ رہی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

لیکن آج اس میں پرانی والی بریزے کی گہری چھاپ تھی۔ جو ہر کام اپنی من مرضی کے مطابق کرنا پسند کرتی تھی۔ اور ان کاموں کو تو وہ ہر حال میں انجام دے کر چھوڑتی تھی جن سے اسے باز رہنے کو کہا جاتا تھا۔ پھر بے شک اس کے انجام پر اسے کتنے ہی مسئلے درپیش کیوں نہ ہوں۔

عاشر کی گہری نظریں اس کی نگاہوں سے الجھی ہوئی تھیں۔

ویسے تو وہ اتنا شوقین نہیں تھا لیکن تھکن کے باعث چائے کی طلب اسے بے حال کر رہی تھی اور ایک وہ تھی جو اپنی شرائط منوائے بغیر کپ اس کے حوالے کرنے کو راضی نہ تھی۔

اس کے کمرے میں معنی خیز سی خاموشی نے اپنا ڈیرہ جما لیا تھا۔

بیڈ پر آمنے سامنے بیٹھے ایک دوسرے کی نگاہوں میں جھانکتے وہ دنیا سے بے پرواہ لگ رہے تھے۔

ایک کی نگاہیں صرف اپنے سوال کا جواب جاننے کی منتظر تھیں تو مقابل کی آنکھوں میں وہ تاثر تھا جو آج سے پہلے بریزے کی نظریں کبھی جان ہی نہیں پائی تھیں۔

اگر وہ دھیان دیتی تو اسے وہاں خود کے لئے محبتوں کا ٹھاٹھے مارتا سمندر دکھائی دیتا۔ جن کی گہرائی میں وہ خود کو ڈوبنے سے روک نہ پاتی۔

لیکن وہ دھیان دیتی تب نہ۔

"اگر میں انکار کروں تو؟"

اس کی جانب ہلکا سا جھکتے ہوئے اس نے گہرے لہجے میں استفسار کیا۔

اس نے ابرو بھینچ کر اسے دیکھا پھر کپ کو لبوں سے لگا گئی۔

ساتھ ہی ابرو کو خفیف سی جنبش دے کر طنز سے اسے یہ باور کروایا کے اگر وہ اس کی بات نہیں مان سکتا تھا تو پھر اسے بھی کوئی شوق نہیں تھا اس کی خدمتیں کرنے کا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

وہ سر جھٹک کر مسکرا دیا۔ "یونیورسٹی والوں سے کون سی دشمنی پال لی ہے تم نے؟ سکون سے رہنے دو نا بے چاروں کو" وہ افسوس بھرے لہجے میں کہتے ہوئے اس کے قبضے میں موجود کپ کو دیکھ رہا تھا۔ جس میں سے اٹھتے دھوئیں کے مرغولے اس کی طلب کو کو بڑھا رہے تھے

ایک تو چائے اور وہ بھی بریزے کے ہاتھوں کی بنی ہوئی۔ اس ایک کپ کے لئے تو وہ ہر قیمت دینے کو تیار تھا۔

"لے کر جاؤ گے یا نہیں؟" اس نے پھر سابقہ سوال دہرایا۔

"اور اگر پھر کوئی ایشو ہوا تو اس کی ذمہ داری کون لے گا؟"

"تم"

"میں؟"

"میں بھی تو تمہاری ذمہ داری ہوں نا اب؟"۔۔۔اس لیے میرے مسئلے تمہارے مسئلے"

زلفوں کو کان کے پیچھے کیا تو کانوں میں پہنے جھمکے عاشر کی نگاہوں کے حصار میں آئے۔ بریزے کو اندازہ ہی نہیں تھا کے وہ اسے کن فضاوں میں پہنچا چکی تھی۔ وہ تو سانس روکے اس کی ایک ایک ادا پر نثار جا رہا تھا۔

وہ نہایت ہی خاموشی سے اس کے دل کی دنیا میں طلاطم برپا کر گئی تھی۔

جانے کتنی ہی دیر وہ اس کے لفظوں کے سحر میں کھویا رہتا۔ جبھی اس نے چوڑیوں سے سجے ہاتھ کو اٹھا کر اس کے سامنے چٹکی بجا کر اسے دوبارہ حال میں آنے پر مجبور کیا۔

"ڈیل؟؟"

وہ منتظر نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کس چیز کی ڈیل؟۔۔ تم نے بتایا ہی نہیں مجھے بدلے میں کیا ملے گا؟"

"اوہ۔۔" بریزے نے یاد آنے پر جلدی سے کپ اس کی جانب بڑھایا۔ اس سے پہلے کے وہ تھامتا اس نے واپس کھینچ لیا"

"دوبارہ بنا کر لا دیتی ہوں۔۔ ٹھنڈی ہو چکی ہے"

جبراً مسکراتے ہوئے اس نے عذر تراشا۔ ورنہ سچ تو یہی تھا وہ اسے اپنی جھوٹی چائے نہیں دینا چاہتی تھی۔ ویسے بھی عاشر مرزا کو کہاں عادت تھی کے کسی کی استعمال شدہ چیز کو ہاتھ بھی لگاتا۔

لیکن اس سمے وہ ساکت سی اپنی جگہ بیٹھی رہ گئی تھی جب وہ اس کے ہاتھ سے کپ اچک کر لبوں سے لگا گیا تھا۔

وہ ذائقہ اس نے پہلی دفعہ چکھا تھا۔ اور پہلی دفعہ میں ہی اس کا دیوانہ ہو چکا تھا۔

"اتنی چینی کیوں ڈالی ہے؟ میں میٹھے کا اتنا شوقین نہیں ہوں!"

دل کے برعکس اس کے لبوں پر اعتراض ابھرا تھا۔ یقیناً جو کے مصنوئی تھا۔ اور بریزے کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر بے دردی سے کچل دیا تھا۔

کوئی تھا جو میٹھے کا انتہائی شوقین تھا۔ پل بھر کے لئے اس کا ماضی اسے گہرے دکھ اور غم سے بوجھل کر گیا تھا۔ پلکیں گرائے وہ ساکن بیٹھی رہ گئی۔

جب عاشر نے اپنا فون اس کی جانب بڑھایا تو اس نے چونک کر اسے دیکھتے ہوئے پھر عاشر کا چہرہ دیکھا۔

"میرے روم کا انٹیریئر پسند نہیں تھا نا تمہیں؟ کچھ ڈیزائنز شورٹ لسٹ کئے ہیں دیکھ لو جو پسند ہے۔۔ ویسا ہی بنوا دوں گا۔۔"

وہ اسے ایک لمحے میں ماضی سے کھینچ لایا تھا۔ وہ ٹکر ٹکر اس کی شکل دیکھے گئی۔ وہ تو سمجھی تھی وہ محظ مذاق میں اس سے کہہ کر گیا تھا۔

اس نے آہستگی سے اس کے بڑھائے ہوئے فون کو تھاما۔

اسے اس روم سے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ ہر چیز اپنے لحاظ سے پرفیکٹ تھی۔ لیکن اب بات انا پر آ رہی تھی۔ اور پھر وہ خود سے پیشکش کر رہا تھا تو وہ کیوں انکار کرتی۔

ساتھ ہی کسی خیال کے تحت اس کی آنکھیں چمکیں۔

اسے سفینہ تائی کو غلط ثابت کرنے کا موقع میسر آ گیا تھا۔ انھوں نے برملا کہا تھا کے اس زبردستی کے بندھن کو باندھ کے رکھنا عاشر کبھی پسند نہیں کرے گا۔ اسے بریزے ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ وہ کبھی اس کے ساتھ کمپرومائز نہیں کرے گا۔

اور اب وہی عاشر اپنا فون اسے دیے کہہ رہا تھا کے اپنی مرضی سے اس کے روم کا ڈیزائن بدل دے۔

اسے اپنے تن بدن میں سرشاری سی دوڑتی محسوس ہوئی۔

وہ چائے کے گھونٹ بھر رہا تھا۔اور وہ اس کے ساتھ بیٹھی مختلف ڈیزائنز پر تبادلہ خیال کرتے ہوئے اسے اپنی پسند سے آگاہ کر رہی تھی۔

"مجھے یہ والا پسند آرہا ہے۔بس اس کی والز کا کلر تھوڑا لائٹ ہونا چاہئے۔اور اس کے فرنیچر کا ڈیزائن ویسا ہونا چاہئے جو وائٹ والے فرنیچر کا تھا۔۔"

"تمہیں کیسا لگ رہا ہے؟"

اپنی پسند بتاتے ہوئے ساتھ ہی اس کی رائے جاننی چاہی۔جس نے ایک لمحے کے لیے بھی اسکرین کو نہیں دیکھا تھا۔وہ سارا وقت اس نے اپنے من پسند چہرے کو دیکھتے ہوئے گزارا تھا۔

اس کے بغور خود کو دیکھنے پر وہ ذرا سا چونکی تھی۔اس کی نظریں بدلی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔"کیا؟"ابرو کو سوالیہ انداز میں حرکت دی۔لیکن اس دفعہ بھی وہ کچھ نہیں بولا۔بس اسے دیکھے جا رہا تھا۔جیسے اس کے علاوہ کسی اور سے کوئی سروکار ہی نہ ہو۔

اس کا فون اسے تھماتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔"میرا تھوڑا سا سامان روم میں ہی پڑا ہے ابھی تک۔۔میں وہ لے کر آتی ہوں۔۔"

جبری سا مسکراتے ہوئے وہ دوپٹہ اوڑھ کر فوراً سے دروازہ کھول کر وہاں سے نکلی تھی۔کچھ دیر کے لئے ہی سہی لیکن وہ اس کی دھڑکنیں روک گیا تھا۔

"ابھی کیسی ہے طبعیت؟"

"اچھا اچھا میں آوں گا کچھ دیر تک"

ریشام کن انکھیوں سے سعادت غازی کو فون پر بات کرتے ہوئے سن رہی تھی۔ کوئی بعید نہیں تھی کے وہ دوسری جانب انس سے ہی گفتگو کر رہے تھے۔ عبیر بھی پاس ہی بیٹھا تھا۔ "کیا ہوا ہے دادا؟"

ان کے فون بند کرنے پر عبیر نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"رضا پر اٹیک ہوا ہے" "اوہ" جہاں عبیر نے تاسف سے سر ہلایا وہیں ریشام کی سماعتیں بھی ان کی جانب لگ گئیں۔

"رضا انکل کی جاب کی نوعیت بھی تو ایسی ہے۔۔اس فیلڈ میں تو ہر قدم پر دس دشمن کھڑے ملتے ہیں"

"اپنے بیٹوں سے تو مجھے کوئی امید ہے نہیں کے ان تینوں میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملنے جائے گا لیکن۔۔"

سعادت غازی کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ بول پڑا تھا۔

"میں چلتا ہوں نہ آپ کے ساتھ۔۔میں بھی تو حویلی کا بڑا بیٹا ہوں۔۔ جلد یا بدیر بابا جان اور ضمیر چاچو اور وہاج چاچو بھی ان کی حیثیت تسلیم کر ہی لیں گے"

سعادت غازی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے رضامندی ظاہر کر دی۔ جب اس کی نگاہ ریشام پر پڑی جو اسے اشاروں کنائیوں میں ساتھ لے جانے کا کہہ رہی تھی جب کے وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے انکار کر گیا۔

"پلیز۔۔" وہ ملتجی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے منانے کی کوشش کر رہی تھی۔

دو دن ہو چکے تھے سالار کی ناراضگی کو۔ مہر ماہ کے ساتھ اس کا رویہ کافی نارمل تھا۔ کام کی بات کے علاوہ وہ اس سے مزید کوئی بات نہیں کر رہا تھا۔ نہ ہی اسے سوری کہنے کا موقع دے رہا تھا۔ جب بھی آفس کے کام کے علاوہ وہ کوئی اور بات شروع کرنے کی کوشش کرتی وہ ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیتا۔ یا کسی اور کام میں مصروف کر دیتا۔

لیکن پورے آفس کی جیسے شامت آئی ہوئی تھی۔ ہمیشہ پر سکون رہنے والا سالار غازی اب ہر ایمپلائی کی چھوٹی سی چھوٹی غلطی پر بھی اسے جھڑک رہا تھا۔ پورا آفس اس کے زیر عتاب آیا ہوا تھا۔

اس کے رویے سے پریشان سب یہ جاننے کو متجسس تھے آخر کس چیز نے اس کا موڈ اتنا خراب کر دیا ہے۔

یہاں تک کے زید بھی تین بار اس سے ڈانٹ سن چکا تھا۔

اسے تو معلوم ہی تھا کے یقیناً مہر ماہ ہی اس کے غصے کا باعث بنی ہو گی۔ کئی بار وہ اس سے پوچھ بھی چکا تھا اور رخواست بھی کر چکا تھا کے اگر واقعی میں سالار کے بگڑے ہوئے موڈ میں اس کا ہاتھ ہے تو مہربانی کر کے اس سے جا کر معافی مانگ لے۔۔ لیکن وہ تو صاف مکر گئی تھی کے وہ جانتی ہی نہیں تھی کے سالار کیوں اور کس بات پر خفا ہے۔

دو دن ہو چکے تھے سالار کی ناراضگی کو۔ مہر ماہ کے ساتھ اس کا رویہ کافی نارمل تھا۔ کام کی بات کے علاوہ وہ اس سے مزید کوئی بات نہیں کر رہا تھا۔ نہ ہی اسے سوری کہنے کا موقع دے رہا تھا۔ جب بھی آفس کے کام کے علاوہ وہ کوئی اور بات شروع کرنے کی کوشش کرتی وہ ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیتا۔ یا کسی اور کام میں مصروف کر دیتا۔

لیکن پورے آفس کی جیسے شامت آئی ہوئی تھی۔ ہمیشہ پر سکون رہنے والا سالار غازی اب ہر ایمپلائی کی چھوٹی سی چھوٹی غلطی پر بھی اسے جھڑک رہا تھا۔ پورا آفس اس کے زیر عتاب آیا ہوا تھا۔

اس کے رویے سے پریشان سب یہ جاننے کو متجسس تھے آخر کس چیز نے اس کا موڈ اتنا خراب کر دیا ہے۔

یہاں تک کے زید بھی تین بار اس سے ڈانٹ سن چکا تھا۔

اسے تو معلوم ہی تھا کے یقیناً مہر ماہ ہی اس کے غصے کا باعث بنی ہو گی۔ کئی بار وہ اس سے پوچھ بھی چکا تھا اور رخواست بھی کر چکا تھا کے اگر واقعی میں سالار کے بگڑے ہوئے موڈ میں اس کا ہاتھ ہے تو مہربانی کر کے اس سے جا کر معافی مانگ لے۔۔ لیکن وہ تو صاف مکر گئی تھی کے وہ جانتی ہی نہیں تھی کے سالار کیوں اور کس بات پر خفا ہے۔

Mahira Zaynab Khan Novel

پر تعیش سے کمرے کی بڑی بڑی گلاس والز کے سارے کرٹنز گرے ہوئے تھے۔ سنہری اور سفید روشنیوں میں کمرہ جگمگا رہا تھا۔ ایک طرف بڑی سی میز کے پیچھے پڑی پاور چیئر پر بیٹھا وہ سامنے لیپ ٹاپ کی روشن اسکرین کی جانب دیکھ رہا تھا۔ الٹے ہاتھ کی کہنی میز پر ٹکی تھی۔ اور شہادت کی انگلی لبوں کے اوپر اور انگوٹھا تھوڑی تلے رکھے وہ دھیان سے نوٹس کو اسٹڈی کر رہا تھا۔ جو اس کی کل کی میٹنگ کے حوالے سے تھے۔ گرے کوٹ سائیڈ میں اسٹینڈ پر لٹکا ہوا تھا۔ بلیک ڈریس شرٹ اور گرے لائنگ والی ٹائی لگائے وہ وجیہہ لگ رہا تھا۔ گہرے کالے بال ایک سائیڈ پر سلیقے سے سیٹ تھے۔ جبھی ہلکے سے دروازہ ناک کرنے کے بعد کوئی اندر داخل ہوا۔

سالار کی نگاہیں بے ساختہ اس کی جانب اٹھی تھیں۔ آج پہلا دن تھا جو وہ ناک کر کے آئی تھی۔ ورنہ آفس جوائن کرنے کے پہلے دن سے وہ بے دھڑک اندر آجایا کرتی تھی۔

"یہ فائلز کمپلیٹ ہو گئی ہیں۔ انھیں چیک کر لو۔۔ کچھ باقی ہیں تو وہ میں کل تم تمہیں دے دوں گی۔"

اس سے نظریں ملائے بغیر اس نے میز کے قریب آکر کچھ فائلز اس کے سامنے رکھی۔ بظاہر تو وہ اسکی لائی گئی فائلز کی ورق گردانی کر رہا تھا لیکن کن انکھیوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا جس کی روئی روئی آنکھیں اور سرخ سی ناک اسے بے چین کئے دے رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے؟"

فائل بند کر کے ایک طرف رکھتے ہوئے اس نے اپنی خود ساختہ ناراضگی ختم کرتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ یہ تو طے تھا کے سالار غازی نے خود ہی ناراض ہو کے خود ہی مان جانا تھا۔

"کچھ نہیں۔۔" اس نے چونک کر نفی میں سر ہلا کر کہا۔

"تم اتنی آسانی سے رونے والی نہیں ہو مہر ماہ۔۔ بتاو مجھے کیا ہوا ہے؟" لیکن وہ اب بھی خاموش کھڑی آنسو پیتی رہی۔

"مہر ماہ" اب کے اس کا انداز سخت تھا۔ لیکن صرف اس کا نام لینے پر ہی اکتفا کیا۔

"نرمین کے ساتھ کچھ تلخ کلامی ہو گئی تھی۔۔"

"نرمین؟" اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"ایچ آر ڈپارٹمنٹ کی مینجر۔"

"کیا کہا اس نے تمہیں؟"

"کچھ بھی نہیں کہا۔۔ میرا مسئلہ ہے میں خود ہینڈل کر لوں گی۔"

"بے شک تم ہینڈل کر لو گی۔۔ اور تمہیں کرنا بھی چاہئے۔۔ لیکن اٹ لیسٹ مجھے بتا دو کے بات کیا ہوئی ہے؟"

سالار نے کچھ نرمی سے پوچھا تو مہر ماہ نے لمحے بھر کو بھیگی سی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھ کر دوبارہ گرا لیں۔ "ایمپلائیز کی باتیں ہیں۔۔ بہتر ہے کے ان کے درمیان ہی رہے۔۔ میں نہیں چاہتی کے تم اس میں مداخلت کرو۔"

"آلرائٹ۔۔ میں نرمین سے پوچھ لیتا ہوں۔۔" اسے آمادہ نہ ہوتے دیکھ اس نے گہری سانس بھر کر انٹر کام کی طرف ہاتھ بڑھایا جبھی مہر ماہ نے اچانک سے آگے بڑھ کر انٹر کام کو اس سے دور کیا تھا۔

"پہلے ہی وہ میرے بارے میں جانے کیا کچھ سوچتی ہے۔ تم مزید اسے بڑھاوا دے دو۔" وہ کچھ جھنجھلاہٹ کا شکار ہوئی۔

"کیا سوچتی ہے وہ تمہارے بارے میں؟"

اس نے چند لمحے سالار کی آنکھوں میں دیکھا۔

"زیادہ کچھ نہیں، بس یہی کے تم نے مجھ جیسی معمولی ورکر کو سر پر چڑھا رکھا ہے۔۔ تم مجھے زیادہ ہی ویلیو دیتے ہو۔۔"

"سالار پلیز۔۔ ہم اس کنٹریکٹ کو ختم کر دیتے ہیں۔۔ یہ ہم دونوں کے لئے محض ایک بوجھ ہے۔۔ میں اتنی قابل نہیں ہوں۔۔ میرا کام تمہیں یا زید سر کو ہی کرنا پڑتا ہے۔۔ میں تمہاری سیکریٹری نہیں بنے رہنا چاہتی۔۔ صرف نرمین ہی نہیں ہے جو ایسا سوچتی ہے۔۔ آفس کے بیشتر ورکرز بے شک میرے منہ پر کچھ نہیں کہتے لیکن تمہارا میرے ساتھ جو رویہ ہے وہ انھیں بھی کھٹکتا ہے۔"

"کیسا رویہ ہے میرا تمہارے ساتھ؟" اس کی بات دھیان سے سنتے ہوئے اس نے آخر میں پوچھا۔

"تم مجھے باقی ایمپلائز سے زیادہ اہمیت دیتے ہو۔"

"یہ تو کوئی اتنی بڑی وجہ نہیں ہے۔"

"تمہارے لئے نہیں ہے لیکن باقی سب تو۔۔۔"

"میں نرمین کو ٹرمینیٹ کر رہا ہوں۔۔!" اس کی بات کاٹ کر وہ زید کو فون ملائے اسے ہدایت دینے لگا تھا۔

وہ بے یقینی سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"اسے جاب سے کیوں نکال رہے ہو؟ اتنی بڑی بات نہیں تھی۔ میں نے کہا تھا میں ہینڈل کر لوں گی لیکن تم۔۔"

وہ از حد پریشانی کی کیفیت میں دونوں ہاتھوں سے پیشانی دباتی غیر آرام دہ لگ رہی تھی۔

"جاب سے کیوں نکالا سالار؟" جب کچھ سمجھ نہ آیا تو بے بسی سے اسے دیکھا۔ اور وہ بس اس کی بھیگی بھیگی سی آنکھوں اور گالوں پر موجود آنسوؤں کے مٹے مٹے سے نشانات دیکھ رہا تھا۔ نرمین کو ان آنسوؤں کی قیمت تو چکانی ہی تھی۔

"تمہیں کسی کی طرف سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ اگر کوئی فضول بات کرتا بھی ہے تو تمہارے اندر اتنی قابلیت تو ہے کے تم اسی وقت اپنی آگ لگا دینے والی باتوں سے اس کا منہ بند کر دو۔۔"

مہر ماہ نے سخت لفظوں کا استعمال کرنے سے خود کو بامشکل روکا تھا۔

"اور اگر مخالف میں کوئی سینئر ہو تو تمہیں اس کی فکر کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔ جو تمہارا دل کرے تم اسے سنا سکتی ہو۔۔"

"کچھ غلط کہہ رہا ہوں؟" مہر ماہ کے تاثرات دیکھتے ہوئے اس نے ابرو اٹھا کر استفسار کیا۔ "نہیں جب باس کی عزت کرنا ہی تمہارے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا تو پھر ان چھوٹے موٹے سینئرز کو خاطر میں لانے کی کوئی تک نہیں بنتی۔۔"

"میں سب کی موجودگی میں تو تم سے تمیز سے ہی بات کرتی ہوں۔" ناراضگی سے اس نے انگلی کی مدد سے بھیگی پلکوں کو رگڑ کو آنسوؤں کو بہنے سے پہلے ہی روک لیا تھا۔

"میں تمہاری اس نوازش کا تہہ دل سے احسان مند ہوں۔"

"اسے ٹرمینیٹ مت کرو پلیز۔۔ ورنہ وہ یہی سمجھے گی میں نے اسے نکلوایا ہے۔"

"اسے جو سمجھنا ہے اسے سمجھنے دو۔۔ اس نے تمہیں رلایا ہے۔۔ اور میرے لئے یہ بلکل قابل قبول نہیں ہے۔"

لیپ ٹاپ کی اسکرین گرا کر وہ اٹھا۔ پیچھے اسٹینڈ سے کوٹ اٹھا کر پہنا۔ پھر ٹیبل پر سے فون اور چابی اٹھا کر اس تک آیا تو جو ابھی تک پلکیں جھپکے بنا اسے بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔

"تمہیں رلانے کا حق صرف مجھے ہے۔۔"اس کی طرف جھک کر مسکراتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے دو انگلیوں سے اس کے گال کو چھوا۔

مہرماہ کے تاثرات فوراً بدلے۔ برہم نگاہوں سے اسے دیکھا۔"جب جب مجھے لگتا ہے تم واقعی میں ایک اچھے انسان ہو۔۔ میں ہی تمہیں سمجھنے میں غلطی کر رہی ہوں۔۔اسی وقت تم مجھے غلط ثابت کر دیتے ہو۔۔"وہ چباتے ہوئے تیز لہجے میں بولی۔

سالار نے کلائی سامنے کر کے گھڑی پر وقت دیکھا۔ پھر سکون سے سینے پر بازو باندھے لیے۔"میٹنگ شروع ہونے میں دس منٹ ہیں۔۔"

"کیا کروں میں پھر؟"اس نے تیوریاں چڑھا کر ناگواری سے پوچھا۔

"میرے ساتھ جھگڑنے کا اپنا شوق پورا کر سکتی ہو۔۔"

وہ مطمئن لہجے میں بولتا ہوا اسے سرتاپا سلگا گیا۔"میں اتنے بے ہودہ شوق نہیں پالتی۔"وہ تنفر سے کہتی ہوئی جانے کے لئے رخ پلٹ گئی۔ جبھی دروازے پر دستک ہوئی۔ سالار نے اچانک ہی اس کی کلائی دبوچ کر اپنی جانب کھینچ لیا۔ مہرماہ اسے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔"یس کم ان۔۔"اسی وقت اس نے بلند آواز سے باہر کھڑے شخص کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔

مہرماہ اس کی حرکت پر اسے ٹھیک سے سنا بھی نہیں پائی تھی جبھی اندر داخل ہوتی نرمین کو دیکھ کر وہ بری طرح چونکی۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کے قریب کھڑے دیکھ کر نرمین کے قدموں میں بھی سستی آئی تھی۔

مہرماہ نے ترنت اپنا ہاتھ اس کی نرم گرفت سے آزاد کروایا تھا۔ ساتھ ہی کن انکھیوں سے کھا جانے والے انداز میں سالار کو دیکھا۔ جو جان کر کے نرمین کو کچھ غلط سمجھنے میں مجبور کر رہا تھا۔

"آپ نے بلوایا تھا سر؟"وہ بے تاثر نظروں سے مہرماہ کو دیکھتی ہوئی سالار سے مخاطب ہوئی۔"آپ کو صرف اتنا بتانا تھا کے آپ کو کراچی والی برانچ میں ٹرانسفر کر دیا ہے۔ باقی کی تفصیلات زید آپ کو دے دیگا۔"

اس نے حیرانگی سے سالار کے حکم کو سنا۔"لیکن اتنا اچانک۔۔"حیرانگی کے باعث اس سے کچھ بولا بھی نہیں گیا تھا۔

"تقریباً ایک ہفتے بعد اس برانچ کی پوسٹ خالی ہو جائے گی۔آپ تب ہی جوائن کریں گی۔فلیٹ اور گاڑی آپ کو کمپنی کی طرف سے ملے گی۔اور ساتھ ہی آپ کی سیلری میں بھی ٹوئنٹی پرسنٹ اضافہ کیا گیا ہے۔۔اور یہ صرف آپ کی قابلیت کی وجہ سے ہے ۔۔اتنا کچھ آپ نے کمپنی کے لئے کیا ہے تو اب۔۔ہمارا بھی رائٹ بنتا ہے۔"آخری کے دو جملے اس نے مہرماہ کو دیکھتے ہوئے کہے تھے۔

"تھینک یو سو مچ سر۔۔تھینک یو سو مچ۔۔"خوشی کے جذبات سے مغلوب ہوتی ہوئی وہ اس سے اجازت لے کر تقریباً بھاگتی ہوئی وہاں سے گئی تھی۔یہ خوشی کی خبر اسے پورے اسٹاف کے ساتھ شئیر کرنی تھی۔اس کے برعکس مہرماہ کا چہرہ ڈھیروں ضبط کے باعث سرخی مائل ہو رہا تھا۔"تمہیں کیا ہوا؟"اس نے مصنوئی حیرانگی سے مہرماہ کو دیکھا۔"صرف تمہاری بات مانی ہے میں نے۔۔تم نے ہی کہا تھا اسے جاب سے مت نکالو۔"

"جاب سے نکالنے سے منع کیا تھا۔یہ نہیں کہا تھا کے اسے پروموٹ کر دو۔۔"

غم و غصے کی حدیں آسمان کو چھو رہی تھیں۔

وہ گ برساتی نظروں سے اسے گھورتی ہوئی وہاں ٹھہری نہیں تھی۔تن فن کرتی وہاں سے نکلی تھی۔سالار کو اندازہ ہو رہا تھا کے وہ ہفتے بھر تک اس کی شکل دیکھنے سے بھی گریز کرے گی۔

جانے اسے بھی کیا مزہ آتا تھا بار بار اسے لڑنے جھگڑنے میں۔

"مما پلیز جانے دیں کچھ دیر تک آجاں گی نا واپس۔"

وہ کب سے اپنی ماں کو منانے کی کوشش کر رہی تھی کے اسے سعادت غازی کے ساتھ جانے کی اجازت دے دیں۔لیکن وہ نا صرف اسے سختی سے منع کر چکی تھیں بلکے ساتھ ہی جھڑک بھی دیا تھا۔

جن لوگوں سے کوئی رشتہ داری ہی نہیں رکھنی تھی وہاں جانے کی تک ہی کیا بنتی ہے آخر"

"تیار نہیں ہوئی ابھی تک؟" جب ہی کھڑے دروازے پر رکے عبیر نے کرتے کی سلیوس فولڈ کرتے ہوئے اسے کہا۔

"مما نہیں جانے دے رہیں" وہ منہ بسور کر بولی۔

"تم ہی سمجھاو اسے عبیر۔ کب سے منع کر رہی ہوں لیکن ضد کئے جا رہی ہے"

"اجازت دے دیں چاچی۔۔ میں ساتھ جا رہا ہوں۔۔ خیال رکھوں گا اس کا"

"اس کی یقین دہانی کروانے پر انھوں نے ناچاہتے ہوئے بھی اسے اجازت دے دی تھی۔ ریشام کا چہرہ فوراً ہی کھل اٹھا۔

عبیر اسے جلد آنے کی تاکید کرتے ہوئے پورچ میں جا چکا تھا۔

کچھ ہی دیر میں وہ گرے اور پنک کلر کے سادے نفیس سے سوٹ میں ملبوس وہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑی اپنے لمبے بالوں کو سمیٹ کو میسی سا جوڑا بنانے کے بعد بڑا سا شیفون کا دوپٹے اٹھا کر سلیقے سے سر پر جمایا۔ لیکن اسٹیپ کٹنگ کے باعث کچھ آوارہ لٹھے بار بار کان کے پیچھے کرنے کے بعد بھی اس کے رخساروں پر جھول رہی تھیں۔

وارڈروب سے وہ اپنی چادر نکال رہی تھی جب سائیڈ میں ہی انس کی براون شال پر اس کی نظر پڑی۔ لمحے میں ہی فیصلہ کر کے اس نے چادر واپس رکھ کے شال اٹھا کر شانوں پر پھیلا لی تھی۔ جب تک وہ اپنا ہینڈ بیگ لے کر پورٹیکو میں آئی سعادت غازی اور عبیر غازی بس گاڑی میں بیٹھے ہی لگے تھے۔

"آپ کو پتا ہے آپ دنیا کے سب سے اچھے بھائی ہیں"

اس کے پاس آ کر رکی وہ محبت سے بولی تو وہ سر جھٹک کر مسکرا دیا۔

"اتنا مکھن لگانے کی ضرورت نہیں ہے"

وہ اس کی چھوٹی سی ناک کھینچ کر بولا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔ فاز اور عاشر بھی بہت اچھے ہیں لیکن آپ سب سے زیادہ اچھے ہیں"

"اوکے۔۔اور سالار؟"

"وہ تھوڑے کم اچھے ہیں۔۔اتنے سنجیدہ اور غصے میں تو رہتے ہیں ہر وقت"

گاڑی میں گونجتی ان دونوں کی آوازیں لمحہ لمحہ سعدین حویلی سے دور ہوتی جا رہیں تھیں۔

اس پر شکوہ بلڈنگ کے دسویں فلور پر موجود ایک پر تعیش سے آفس میں بیٹھے وہ اس روم کا طائرانہ جائزہ لے رہے تھے۔چائے کا مگ ان کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے وہ خود بھی ان کے سامنے پڑے صوفے پر براجمان ہو گیا۔

"یہ سیکورٹی ادارہ سچ میں تمہاری ماتحتی میں کام کرتا ہے؟"

"آپ کو ابھی بھی کوئی شک ہے؟"

ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھے اس نے ابرو کو خفیف سی جنبش دے کر پوچھا تو انھوں نے سمجھنے والے انداز میں اثبات میں سر ہلایا۔

"اب تک جتنا میں تمہیں سمجھ پایا ہوں تم ایک شاطر انسان ہو۔۔"

"ایسا کمپلیمنٹ مجھے پہلی بار ملا ہے"

"تم یوسف بن کے صرف یہ دیکھنے کے لیے سعدین حویلی میں داخل نہیں ہوئے تھے کے تمہیں بابا اور رضا کو ایک دوسرے کو ملوانا چاہتے تھے۔۔"

ضمیر غازی کو پختہ یقین تھا کے پس منظر میں ضرور ہی کوئی دوسری وجہ بھی تھی

۔

"تو آپ کو کیا لگتا ہے۔۔حویلی میں داخل ہونے کی میری اور کیا نیت ہو سکتی ہے؟"

وہ جاننا چاہتا تھا کے ان کے دماغ میں اس وقت کیا چل رہا ہے۔

"غازی انڈسٹریز"

ان کے دو لفظی جواب پر اس کی لبوں پر محفوظ سی مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی۔

"غازی انڈسٹریز؟"

اس نے جواباً ضمیر غازی کی بات دہرائی۔

"اب جب کے میں تمہارا اثر ورسوخ دیکھ چکا ہوں تو مجھے اس بات کو ماننے میں کوئی عار نہیں کے کمپنی کے اندرونی معاملات میں بھی تمہاری رسائی ہے"

انس نے کپ لبوں سے لگاتے ہوئے کوئی جواب نہیں دیا تھا نہ ہی ان کی بات کی تردید کی تھی۔

"ضمیر انکل۔۔۔"

سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے اب کے اس کے چہرے اور انداز سے سنجیدگی چھلکتی دکھائی دے رہی تھی۔

"میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا کیوں کے واقعی میں غازی انڈسٹریز کی پل پل کی خبر مجھے موصول ہوتی رہتی ہے۔۔ وہاں کام کرنے والے بیشتر ایمپلائی میرے ہی بندے ہیں۔۔ مجھے میرا حق چاہیے ہو گا تو میں ڈائریکٹ سعدین حویلی کے دروازے پر دستک دوں گا۔۔ لیکن میں اتنی گری ہوئی حرکت کبھی نہیں کروں گا۔۔"

کمپنی کی وہ خفیہ خبر بھی اس تک پہنچ چکی تھی۔

" کمپنی کے اکاؤنٹس میں چھیڑ چھاڑ کرنے کی ہمت کوئی عام سا ملازم کبھی نہیں کرے گا اور اگر کسی قیمتی اور انتہائی حفاظت سے رکھی جانے چیز کو۔۔ چور اگر چوری کرے تو پہلے باہر کے لوگوں پر شک ظاہر کرنے کے بجائے گھر کے ہی افراد سے تفتیش کرنی چاہئے"

"کوئی اپنے ہی گھر میں چوری کیوں کرے گا بھلا؟ اور تم اتنا بڑا الزام آخر لگا کس پر رہے ہو؟"

"اگر بات صرف الزام لگانے کی ہوتی تو میں کبھی اپنا خیال آپ پر ظاہر ہی نہیں کرتا۔۔ لیکن اگر میں یہ بات اتنے وثوق سے کہہ رہا ہوں تو ہو سکتا ہے کے میں سچ کہہ رہا ہوں۔۔"

"فنانس اور پروڈکشن ڈیپارٹمنٹ کا سارا کام تو سالار کے ذمے ہیں"

"تو پھر سالار غازی سے باز پرس کیوں نہیں کی گئی؟"

"وہ تو اس سب سے لاعلمی کا اظہار کر رہا ہے"

"حیرت کی بات ہے نا انکل کے ایک چھوٹی سے چھوٹی ٹرانزیکشن سے بھی وہ لاعلم نہیں ہوتا۔۔اور گزشتہ کچھ سالوں سے کمپنی کے اکاؤنٹس میں اتنی ہیر پھیر ہو رہی ہے اور اسے اس بات کا علم ہی نہیں"

"تو تمہیں سالار پر شک ہے"

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں صرف آپ کو سامنے کی بات بتا رہا ہوں"

"تم دونوں ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے۔۔۔ کہیں تم اسی لئے تو یہ سب نہیں کہہ رہے؟"

"یہاں بات باہمی پسند ناپسند کی نہیں ہے ضمیر انکل۔۔"

"لیکن میں نہیں سمجھ پا رہا سالار ایسا کیوں کرے گا"

وہ دو انگلیوں سے پیشانی مسلتے ہوئے اس بات کو ماننے میں متامل نظر آتے تھے۔

جبکے وہ نچلا لب دانتوں تلے دبائے انھیں دیکھتا ہوا ایک اور حقیقت ان پر آشکار کرنا چاہتا تھا۔۔

"عبیر بھائی کہاں ہے؟"

گھر کے آرام دہ کپڑوں میں ملبوس لیپ ٹاپ ہاتھ میں لیے وہ عبیر کی تلاش میں لاونج میں آیا تھا۔

"آپ کو نہیں معلوم عبیر بھائی تو رضا انکل کے گھر گئے ہیں دادا جان کو لے کر"

Mahira Zaynab Khan Novel

جواب فاز کی جانب سے آیا تھا۔ جبھی اس نے وجاہت غازی کو دیکھا جو ناگواری سے اپنے دونوں بھائیوں کو جانے کیا کچھ کہہ رہے تھے۔

"کم از کم جانے سے پہلے ایک بار بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا بابا نے۔۔جب سے یہ رضا ہماری زندگیوں میں آیا ہے سکون تو جیسے رخصت ہی ہو گیا ہے"

کیا عبیر بھائی نے بھی اطلاع نہیں دی تھی؟"

سالار نے سنجیدگی سے فاز سے پوچھا جس نے لاعلمی سے شانے اچکا دیے۔

ان تینوں کا وہاں جانا اس پر شدید ناگوار گزرا تھا۔

وہ کیسے آخر اس شخص کی چوکھٹ پر جا سکتے تھے جس نے اسکی ہوئے والی بیوی کو ٹریپ کر کے اس سے نکاح کیا تھا۔

لیپ ٹاپ صوفے پر رکھ کے وہ جیب سے فون نکال کر عبیر کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ یہ محسوس کیے بنا کے وہ کب سے ضمیر غازی کی خاموش نگاہوں کے حصار میں تھا۔

ضروری کام میں الجھا ہوا وہ آفس میں ہی بیٹھا تھا جب ماشا نے اسے کال کر کے فوراً گھر پہنچنے کو کہا تھا۔

"میں مصروف ہوں ماشا! ابھی نہیں آسکتا کچھ وقت لگ جائے گا"

"بھائی جلدی گھر پہنچیں۔۔بھابھی آئی ہیں"

"بھابھی؟ انس نے بری طرح چونک کر فون کی اسکرین کو دیکھا جہاں کال ابھی جاری تھی۔

"کس کی بھابھی؟" فون کو کندھے اور کان کے بیچ پھنسائے وہ عجلت میں ساری فائلوں کو سمیٹ کو دراز میں رکھتا جا رہا تھا۔

"ریشام بھابھی۔"

وہ کال کاٹ چکی تھی جب کے وہ بھی گاڑی کی چابی اٹھا کر جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"بریزے وہ سیٹ لے کر آو جو تمہیں نکاح پر پہننے کے لئے دیا تھا۔" سفینہ غازی کے کہنے پر اس نے کچھ نا سمجھی سے انھیں دیکھا۔

"روبی کا وہ سیٹ جو تم نے نکاح پر پہنا تھا۔" اس کے استفہامیہ سے چہرے کو دیکھتے ہوئے انھوں نے زور دے کر کہا۔

"مجھے لگا آپ نے وہ سیٹ مجھے دے دیا تھا۔"

"اس کے ساتھ جو گولڈ کا سیٹ تھا۔ وہ تمہارے لیے تھا۔ حویلی کی بیٹیوں کو ان کی شادی پر گولڈ کی جیولری ہی دی جاتی ہے۔ لیکن ساتھ میں تمہیں روبی کا سیٹ اس لئے پہننے کے لئے دیا تھا کے تم اس حویلی کی اب بہو بھی ہو۔۔ سارہ کو بھی زمرد کا سیٹ دیا تھا شادی پر۔"

"آپ نے سارہ بھابھی سے بھی واپس لیا تھا؟"

"وہ اس کا تحفہ تھا۔ وہ غازی خاندان کی بڑی بہو ہے۔۔"

"آپ نے کہا ہے کے میں بھی بہو ہوں تو پھر آپ مجھ سے کیوں واپس مانگ رہی ہیں؟"

"تم غازی خاندان کی نہیں مرزا خاندان کی بہو ہو۔۔ تمہیں اس حویلی کی بہو کا درجہ اس لیے دیا ہے کے رائمہ اور عاشر یہیں رہتے ہیں۔۔"

"لیکن وہ جیولری۔۔۔"

"وہ صرف تمہیں پہننے کے لئے دی تھی۔ اب اسے واپس کر دو۔۔"

وہ بے دلی سے اٹھ کر اپنے روم میں آ گئی۔۔ وہ جیولری نکاح پر پہننے کے لئے دی گئی تھی جبکے وہ نکاح ہونے سے پہلے ہی اسے اتار کر پھینک چکی تھی۔ لیکن حقیقتاً اس جیولری پر اس کا دل آ چکا تھا۔ روبی کا چمکتا ہوا، آنکھوں کو خیرہ کن کرتا وہ یونیک سا ڈیزائن اسے واپس کرنے کا جی نہیں چاہ رہا تھا۔ پھر بھی لاکر میں سے مخملی باکس نکال کر سفینہ غازی کے پاس لے آئی۔ جواب باکس کھولے جیولری کا معائنہ کر رہی تھیں۔

روبی کا چوکر، ساتھ ہی مالا اور ائیر رنگز کے علاوہ بندیا کے ساتھ جڑی ہوئی شیش پٹی تھی۔اس کے خوبصورتی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔"اس کے ساتھ چوڑیاں اور انگوٹھی بھی تھی۔۔وہ کہاں ہے؟"

"چوڑیاں اور انگوٹھی؟"

اس نے ناسمجھی سے انھیں دیکھا۔

"اس کے ساتھ سونے کی آٹھ چوڑیاں تھیں۔جن پر روبی اور زمرد کے پتھر لگے تھے۔اور ساتھ میں ویسی ہی ایک انگوٹھی تھی۔"

"وہ۔۔میرے پاس بس یہی تھی۔"

اس نے کچھ ڈرتے ڈرتے بتایا۔نکاح سے پہلے جب اس نے جیولری اتاری تھی تو اسی وقت باکس میں رکھ دی تھی۔اور آج وہ باکس کھولا تھا۔اسے یاد نہیں آرہا تھا کے اس نے چوڑیاں اور انگوٹھی کہاں رکھی تھی۔اور اتاری کب تھی۔کیوں کے نکاح کے وقت وہ واحد جیولری تھی جو اس نے پہن رکھی تھی۔

"کہیں تم نے گما تو نہیں دی؟"

"نہیں تائی امی میں نے اپنے ہاتھ سے سنبھال کر رکھی تھی۔"

"ایسے کیسے تم نے سنبھال کر رکھی تھی؟ تمہیں معلوم بھی ہے وہ صرف ایک انگوٹھی کی قیمت کیا تھی؟ مجھے دینی ہی نہیں چاہیے تھی تم جیسی لاپرواہ لڑکی کو اتنی قیمتی جیولری۔۔جا کر ڈھونڈو میری شکل مت دیکھو۔"

وہ آنسو پیتی وہاں سے عاشر کے کمرے میں آئی تھی۔الماری کھولے آنسوؤں کی وجہ سے دھندلی آنکھوں سے چیزے ادھر ادھر کرتی ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی۔اسے یاد آگیا تھا کے عاشر سے جھگڑتے ہوئے اس نے وہ جیولری اس کے کمرے میں ہی کہیں پھینکی تھی۔لیکن بعد میں وہ اس کے روم سے چلی گئی تھی۔اور جب دوبارہ سونے کے لیے آئی تھی تو کمرہ صاف ستھرا ملا تھا۔ جو توڑ پھوڑ اس نے کی تھی وہاں اس کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔یقیناً اس کے جانے کے بعد عاشر نے ہی وہاں کی صفائی کی تھی۔سفینہ غازی کی باتوں نے اسے اتنا دلبرداشتہ کر دیا تھا کے اس کا ذہن ہی نہیں گیا اس طرف کے عاشر سے فون کر کے اس سے پوچھ ہی لے۔جبھی دھاڑ سے دروازہ کھلا تھا۔

سفینہ غازی اور حمنہ غازی دونوں اندر داخل ہوئی تھیں۔

"بریزے تم نے جیولری سنبھال کر کیوں نہیں رکھی؟" انھوں نے بھی اسے آڑے ہاتھوں لیا۔ سفینہ غازی انھیں بھی آگاہ کر چکی تھیں۔

"ہٹو تم یہاں سے۔۔" تائی امی اسے ہٹا کر خود وارڈروب کے سامنے کھڑی ایک ہینگر نکال کر نیچے پھینکتی جا رہی تھیں۔ منٹوں میں انھوں نے پوری وارڈروب نیچے کارپیٹ پر ڈھیر کر دی تھی۔ وہ بس خاموشی سے سب دیکھتی جا رہی تھی تھی۔

"تمہارے جیسی لاپرواہ لڑکی میں نے آج تک نہیں دیکھی بریزے۔ صبح شام تم اتنی ڈانٹ سنتی ہو لیکن مجال ہے کے اس کا تم پر کوئی اثر ہو جائے۔"

وہ لب کچلتی ہوئی بھاری دل سے انھیں سن رہی تھی۔ جبھی اس کی نگاہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر پڑے سگریٹ کے پیکٹ اور لائٹر پر پڑی۔ وہ چونک کر اپنی جگہ سے فوراً حرکت میں آئی۔ اگر تو ان دونوں میں سے کسی کی اس پر نظر پڑ جاتی تو الگ مصیبت گلے پڑتی۔

وہ جلدی سے وہاں سے ہٹی۔ دونوں چیزیں مٹھی میں دبوچ کر دراز میں رکھنے کے لئے جونہی اسے کھولا اندر اسے وہی جیولری پڑی دکھائی دی تھی۔ عاشر نے اسے اٹھا کر اپنی سائیڈ کی ڈرا میں رکھا ہوا تھا۔

بریزے نے گردن موڑ کر ان دونوں کو دیکھا۔ سفینہ غازی ابھی بھی اونچی آواز میں اسے صلواتیں سنا رہی تھیں۔ اس نے خاموشی سے وہ جیولری اٹھائی۔ پھر ان کے پاس آتے ہوئے ان کی جانب بڑھا دی۔

"شکر ہے اللہ کا۔ ورنہ مجھے تو لگا تھا بس فاتحہ ہی پڑھنی پڑے گی اس پر۔۔" جیولری دیکھ کر جیسے ان کی جان میں جان آئی تھی۔

"اگر عاشر سنبھال کر نہ رکھتا تو ساتھ میں میرا سوئم بھی ہو جاتا۔" وہ محظ سوچ ہی سکی تھی۔ بولنے کی جرات نہیں کی تھی۔

"یہ سب سمیٹو اور کچن میں آجاو۔۔ رات کے کھانے کی تیاری تم ساتھ کراو گی۔۔"

دیگر کاموں کے لئے ملازمین کی ایک فوج تھی وہاں لیکن کھانا پکانا عورتوں کے ذمے تھا۔

وہ ہمیشہ یہی سوچا کرتی تھی کے جب اتنے ملازمین ہیں تو کھانا خود سے پکانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟"

Mahira Zaynab Khan Novel

ان کے جانے کے بعد وہ نیچے کارپیٹ پر بیٹھ گئی۔اس کے قیمتی ملبوسات، سینڈلز، جیولری سب کچھ نیچے ڈھیر ہوا پڑا اس ستم ظریفی پر ماتم کناں لگ تھا۔وہ آج تک سمجھ نہیں پائی تھی کے اس کے ساتھ ایسا رویہ کیوں رکھا جاتا تھا۔اگر اس سے کچھ غلطی ہو بھی جاتی تھی تو اسے سمجھانے کے بجائے ہمیشہ ڈانٹ ڈپٹ ہی کی جاتی تھی۔ریشام تو ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیا کرتی تھی۔ "جی بہتر۔" کہہ کر بات ہی ختم کر دیتی تھی۔جس کی وجہ سے کئی بار وہ بچ جاتی تھی۔لیکن بریزے کبھی اس کی طرح نہیں بن سکی تھی۔اپنی غلطی نہ ہوتے ہوئے بھی معافی مانگنا، پھٹکار سننا اس کی انا گوارا نہیں کرتی تھی۔نہ ہی وہ اپنی زبان پر قابو رکھ پاتی تھی۔ وہ بولنے کی کوشش کرتی تھی۔اصل بات انھیں سنانے کی کوشش بھی کرتی تھی لیکن ہمیشہ اسے زبان دراز، منہ پھٹ جیسے الفاظ کہہ کر خاموش کروا دیا جاتا۔

بعض دفعہ وہ سخت اینزائٹی اور ڈپریشن کا شکار ہو جاتی تھی۔پہلے وہ رویا نہیں کرتی تھی۔بس ان کے تلخ رویوں پر جلتی کڑھتی رہتی تھی۔حمنہ غازی اس کی سگی ماں ہو کر بھی اس کی سائیڈ نہیں لے پاتی تھیں۔پہلے پہل وہ برملا کہا کرتی تھیں کے انھیں فاز کے بعد بھی بیٹے کی خواہش کی تھی۔اور پھر بریزے کے پیدا ہونے کے بعد ایسی پیچیدگیاں ہوئی تھیں کے وہ دوبارہ کبھی ماں نہیں بن سکتی تھیں۔اس کی ذمہ دار بھی وہ اسے ٹھہراتیں۔

ایسے میں وہ ریشام سے اپنا موازنہ کرنے لگتی۔وہ تو اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔اس کا تو کوئی بھائی نہیں تھا۔پھر بھی زاریہ اور ضمیر غازی اسے پلکوں پر بٹھا کر رکھتے تھے۔اب اسے بات بات پر رونا آنے لگا تھا۔وہ پہلے کی طرح خود کو مضبوط نہیں سمجھ پا رہی تھی۔

سفینہ غازی کی تلخ باتیں اس کے ذہن میں گونج رہی تھی۔وہ غائب دماغی سے وہاں بیٹھی تھی۔دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز پر بھی اس میں کوئی جنبش نہیں ہوئی۔

"آج میری ریس ہے۔۔اور وہ بھی فائنل۔مجھے واپس آنے میں دیر ہو جائے گی۔"

کلائی میں سے گھڑی اتارتے ہوئے وہ اپنی ہی دھن میں کہے جا رہا تھا۔

"اگر کوئی میرے متعلق پوچھیں تو کہہ دینا میں روم میں ہی سو رہا ہوں۔۔نیچے کیوں بیٹھی ہو بریزے؟اور یہ اتنا پھیلاوا کیوں کیا ہوا ہے؟"

بریزے کی اس کی جانب پشت تھی۔ جبھی وہ اس کے بھیگے چہرے کو دیکھ نہیں پایا تھا۔

"تائی امی نے نکالا تھا سامان۔ وہ جیولری ڈھونڈ رہی تھیں۔" خود پر کنٹرول کرتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ساتھ ہی کچھ ہینگرز اٹھا کر وارڈروب میں لٹکانے لگی۔

"وہ روم میں آئی تھیں؟" اس کی پیشانی پر بل پڑے۔

"وہ اصل میں نکاح پر انھوں نے خاندانی سیٹ دیا تھا مجھے۔ اس کی کچھ جیولری مسنگ تھی تو وہی ڈھونڈ رہے تھے ہم۔" وہ لہجے کی لڑکھڑاہٹ پر قابو پانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

"انھوں نے تم سے جیولری واپس کیوں مانگی؟"

"کہہ رہی تھیں پہننے کے لئے دی تھی بس۔۔ ہمیشہ کے لئے تحفے میں نہیں دی تھی۔"

نیچے جھک کر اس نے کپڑے اٹھائے تو اس کی بھیگی سی گلابی آنکھوں کو دیکھ کر وہ اپنی جگہ تھم گیا تھا۔ یقیناً پھر اسے ڈانٹا گیا تھا۔ ورنہ وہ اتنی آسانی سے رونے والوں میں سے نہیں تھی۔

قدم قدم چلتا ہوا اس کے نزدیک آیا۔

"انھوں نے ڈانٹا تمہیں؟" اب کے اس کے لہجے میں سنجیدگی در آئی تھی۔

"غلطی میری ہی تھی۔۔ مجھے سنبھال کر رکھنی چاہئے تھی۔ کافی قیمتی تھی ان کی جیولری۔" اس نے پھیکا سا مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ لیکن عاشر کا دل جیسے کوئی مٹھی میں لئے جا رہا تھا۔ اس کا رویا رویا سا چہرہ اس کے لئے ناقابل برداشت ہو رہا تھا۔

"انفیکٹ مجھے وہ جیولری پہننی ہی نہیں چاہئے تھی۔۔ اس قابل ہی نہیں ہوں میں۔۔" اس کی آنکھوں میں پھر آنسو تیرنے لگے۔ "اور میں نے ان کے ساتھ کوئی بدتمیزی بھی نہیں کی کیوں کے تم نے منع کیا تھا۔"

عاشر نے بنا کچھ کہے آہستگی سے اسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔ اور بس وہ جو اس کے سامنے نہ رونے کی کوشش کر رہی تھی سب بیکار چلی گئی تھی۔ اس کے سینے سے لگی وہ بے ساختہ روتی چلی گئی۔

"مجھے نہیں سمجھ آتا عاشر میرے ساتھ ایسا رویہ کیوں رکھا جاتا ہے؟ میں کوئی سوتیلی بیٹی بھی نہیں ہوں۔۔ پھر بھی مما مجھ سے اتنا پیار نہیں کرتیں جتنا فاز سے کرتی ہیں۔۔ تائی امی تو بنا کسی وجہ کے بھی اتنی باتیں سنا دیتیں ہیں۔۔ میں تھوڑی دیر سے اٹھ جاوں تو انہیں مسئلہ ہے۔۔ سر پر دوپٹہ نہ ٹکے تو مسئلہ ہے۔۔ کچن کے کاموں پر دھیان نہ دوں تو انھیں مسئلہ ہے۔۔ اگر اپنی صفائی میں کچھ کہنے لگوں تو بھی مجھے ڈانٹ دیتی ہیں۔ میں ہر بار ان رویوں کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔۔ لیکن اب میرا صبر جواب دے رہا ہے۔۔ اب مجھ سے اور نہیں سہا جاتا۔"

اس کی شرٹ مٹھیوں میں دبوچے آج وہ اپنے سارے دکھ، سارے غم اسے سنا گئی تھی۔

وہ اسے بنا ٹوکے بس خاموشی سے اپنے دل کو کٹتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ بریزے کے ساتھ ہوئی آئی ناانصافی کو وہ خود بھی کئی بار دیکھ چکا تھا۔ اور متزاد وہ بھی تو پہلے اس کے ساتھ یہی کرتا آیا تھا۔ اس کا رویہ بریزے کے ساتھ کون سا خوشگوار ہوتا تھا۔

"آئم سوری۔۔ وہ میں بس۔۔" فوراً اس سے الگ ہوتے ہوئے وہ اپنی اختیاری پر اس سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھی۔

"تم ریڈی ہو جاو، ہم کہیں باہر چلتے ہیں۔" وہ نرمی سے بولا۔

"باہر کہاں؟ لان میں؟" اس نے ترنت پوچھا۔ وہ حویلی سے باہر جاتی ہی کہاں تھی۔ کبھی کسی تہوار یا شادی وغیرہ کی شاپنگ کے لیے جایا کرتی تھی۔

"ہم شہر جا رہے ہیں۔۔ لانگ ڈرائیو پر۔۔" وہ اپنی سائیڈ کی وارڈروب کھولے کپڑے نکالنے لگا۔"

"اسوقت شہر؟" اس نے بڑی سی گلاس والز سے باہر اترتی رات کے سائے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "ابھی جائیں گے تو واپسی پر دیر ہو جائے گی"

"سو واٹ؟"

"پہلے صرف تمہیں ڈانٹ پڑا کرتی تھی۔ اب تم چاہتے ہو کے تمہارے ساتھ ساتھ مجھے بھی باتیں سننے کو ملے؟"

عاشر نے مڑ کر اسے دیکھا۔ سینے پر بازو لپیٹے، رونے کے باعث سوجی سوجی سی آنکھوں میں خفگی اتری ہوئی تھی۔

"کوئی بھی نہیں ڈانٹے گا۔۔"

"تائی امی بہت غصہ کریں گی۔"

"میں ہوں نہ تمہارے ساتھ؟ کچھ بھی نہیں کہیں گی۔" نچلا لب دانتوں تلے دبائے وہ پر سوچ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ پھر دونوں ہاتھ پہلو میں گرادئے۔

"اگر انھوں نے مجھے ڈانٹا تو پھر تم دیکھنا۔۔" وہ کچھ دھمکانے والے انداز میں بولی۔

وہ جب گھر پہنچا تو ڈرائنگ روم کی باتوں کی آوازیں آرہی تھیں جہاں ایک الگ ہی محفل جمی ہوئی تھی۔

فرمان اور عیشہ کے ساتھ ساتھ دائم اور مہد بھی وہاں موجود تھے۔

"السلام علیکم۔۔۔"

اس نے کورس میں سب کو سلام کیا جو کچھ دیر پہلے باتوں میں مصروف تھے اب اس کی جانب متوجہ ہوئے۔ جس نے سعادت غازی کے سامنے سر کو ہلکا سا خم دیا تو انھوں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"کیسی طبعیت ہے آپ کی؟"

ان سے ملنے کے بعد اس نے عبیر سے مصافحہ کیا۔ پھر تھری سیٹر صوفے پر بیٹھے فرمان درانی کے برابر میں براجمان ہو گیا۔

"تمہارا کام کیسا چل رہا ہے انس؟"

عبیر اسے مخاطب کئے اس کی جاب کے متعلق استفسار کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہی چل رہا ہے عبیر بھائی۔"

اس کا انداز نارمل سا تھا۔ ریشام کی زبانی ہی اسے پتا چلا تھا کے عبیر کے علاوہ اور کوئی ان کے رشتے کو قائم رکھنے پر راضی نہیں تھا۔

وہ سر کو خفیف سی جنبش دینے کے بعد دوبارہ فرمان سے بات کرنے میں مشغول ہو گیا تھا۔جبکے انس کی پر سوچ نظریں اس کے خوبرو چہرے پر ٹکی تھیں۔

ریشام کہتی تھی "وہ ہمارے گھر کے سب سے سمجھ دار انسان ہیں۔اور میرے لیے تو ہمیشہ اسٹینڈ لیتے ہیں۔"

مفاہمت کا دامن تھامے وہ اپنے چھوٹے بھائی کی ناراضگی کو پس پشت ڈالے ان کے دروازے پر آیا تھا۔انس اس کے وصف ک قائل ہوا تھا۔

بلیک پینٹ پر بلیک ہی زپ والی ہڈی پہنے، چوڑی کلائی میں گھڑی باندھتے ہوئے فریش سا لاونج میں آیا۔" کہیں جا رہے ہو عاشر؟" رائمہ غازی نے اس کی تیاری دیکھتے ہوئے اس سے استفسار کیا۔ جبھی پیچھے سے وہ بھی آتشی رنگ کی لانگ شرٹ اور پلازو پہنے شانوں پر براون شال پھیلائے وہ بھی وہیں آئی تھی۔

"ہم شہر جا رہے ہیں۔۔ کھانا باہر ہی کھائیں گے۔۔ آنے میں کچھ دیر ہو جائے گی۔"

وہ انھیں آگاہ کر رہا تھا جبکے وہ بریزے کو ساتھ لگائے اسے پیار کر رہی تھیں۔

ان دونوں کے بیچ سب نارمل ہو رہا تھا۔اور یہی بات انھیں سکون دے رہی تھی

"خیریت سے جاو۔"

بصد شکر کے ان کے علاوہ کسی اور سے ان کا سامنا نہیں ہوا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

شاور لینے کے بعد براون شلوار قمیض زیب تن کئے اس نے گیلے بالوں کو پیچھے کی جانب سیٹ کر رکھا تھا۔ وہ فریش ہونے کے لیے اوپر چلا آیا تھا ورنہ تو باقی سب ابھی تک باتوں میں مصروف تھے۔ سیاہ دھاگہ بندھے والی کلائی میں گھڑی باندھتے ہوئے وہ اپنے ہی دھیان میں روم سے نکل رہا تھا جب ٹھٹھک کر رکا۔

وہ اسی وقت کوریڈور سے مڑتی وہاں آرہی تھی۔ ساتھ میں ماشا بھی تھی جو نا جانے کون کون سی باتیں اس سے کر رہی تھیں۔

ان دونوں کو دیکھ کر لگ نہیں رہا تھا کے وہ پہلی بار ایک دوسرے سے ملی ہیں۔

"میں بھابھی کو گھر دکھا رہی تھی۔"

انس کو دروازے سے ہی ٹیک لگا کر سینے پر بازو باندھے کھڑے دیکھا تو ماشا نے شرارت بھری مسکراہٹ سے کہا۔

"باقی کا گھر میں دکھا دوں گا۔۔" دوسرے الفاظ میں وہ اسے وہاں سے بھاگ جانے کے لئے کہہ رہا تھا۔ "جلدی سے دکھا کر انھیں واپس لے آیئے۔۔ عبیر بھائی انتظار کر رہے ہیں ان کا۔" وہ شرارت سے کہتی ہوئی واپسی کے لئے مڑ گئی تھی۔

"کیسی ہیں آپ؟"

ماشا کے وہاں سے جاتے ہی وہ اس سے مخاطب ہوا۔

"میں تو بہت اچھی ہوں۔۔ تم اپنی سناو۔" وہ گردن اٹھا کر اس کی نگاہوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ ساتھ ہی استفسار بھی کیا۔

"اپنے بارے میں تو بہت کچھ سنانا ہے۔ لیکن چاہتا ہوں کے کسی دن فرصت سے میرے پاس آئیں۔۔ جلدی واپس جانے کا بہانہ کیے بغیر!"

"اپنے فراڈ کے قصے سنانے ہیں؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا کے وہ دونوں ملیں اور ریشام اسے ماضی کا طنزیہ حوالہ دئے بغیر کوئی بات کر لے۔

وہ بنا کچھ کہے اس کے خوبصورت سے چہرے کو دیکھے گیا۔ "وہ کون سا خوش نصیب دن طلوع ہو گا جب آپ مجھے معافی دیں گی؟"

"تم ٹھیک سے معافی مانگو گے تو میں معاف کر دوں گی۔"

"کیا شرائط ہیں آپ کی؟"

"میری شرائط پوری کر دو گے؟"

"ہر شرط پوری کر دوں گا۔۔ لیکن اس کے بعد بھی آپ نے مجھے یوسف کے دھوکے کا طعنہ دینے کی کوشش بھی تو۔۔۔ ریشام بی بی آپ یاد رکھئے گا پھر انس غازی کس بلا کا نام ہے۔۔"

"اچھا تو تم اب مجھے دھمکا بھی رہے ہو؟ بھول گئے ہو تم عبیر بھائی نیچے ہی بیٹھے ہیں۔"

اس نے ابرو بھینچ کر تیکھے لہجے میں اسے وارن کیا۔

"آپ کے عبیر بھائی کی مجال کیا ہے میرے سامنے؟"

"اللہ اللہ۔۔ ان کے بارے میں کوئی غلط بات نہیں سنوں گی میں۔۔ تم جانتے بھی ہو پوری حویلی تمہارے خلاف ہے۔ لیکن صرف عبیر بھائی ہیں جو ہمارے ساتھ کھڑے ہیں۔"

"بہت جلد عبیر بھائی کا یہ احسان میں سود سمیت انھیں لوٹا دوں گا۔" وہ مسکراتا ہوا مطمئن سا بولا۔

ریشام نے ناقابل فہم سے تاثرات سے اسے دیکھا۔ "سب۔۔۔ خیریت تو ہے نا؟"

انس کے الفاظ اسے کچھ الجھا رہے تھے۔

"ہاں ہاں۔۔ سب خیریت ہے۔۔ بلکے آپ بتائیے حویلی کی سوگوار فضا کے بارے میں۔"

"کیا بتاوں؟ کچھ ہے ہی نہیں بتانے کے لئے۔۔ عبیر بھائی اور دادا جان کنوینس کر تو رہے ہیں ہمارے رشتے کے لئے۔"

"آپ کے تایا راضی نہیں ہوئے ابھی تک؟"

"ابھی تک تو نہیں۔" وہ کچھ اداسی سے بولی۔ لہجے کی چہچہاہٹ مدھم پڑ گئی تھیں۔

"وہ کہتے ہیں کے یوسف کو بھول جاو۔۔ اب تم ہی بتاو بھلا یہ بات بھی کوئی مانی جا سکتی ہے کیا؟۔۔ میں نے تو تمہارے کہنے پر ہی اپنے قدموں کو پیچھے نہیں ہٹایا پھر کسی اور کی بات کیوں مانوں؟"

سینے پر بازو باندھے اسی کے انداز میں کھڑی وہ اسے محو سوال تھی۔

"ویسے میں بھی یہی چاہتا ہوں کے آپ یوسف کو بھول جائیں"

"صرف انس کو یاد رکھیں"

اس کے وجود کے گرد لپٹی اپنی شال پر اسے بے انتہا رشک آیا تھا۔

وہ لڑکی ہر دفعہ ہی اس کے دل کی دنیا نئے سرے سے فتح کر جاتی تھی

"انس کی ذات کے حوالے سے مجھے کافی تحفظات ہیں۔۔آئے دن کوئی نئی بات پتا چلتی ہے۔۔مجھے تو کوئی اعتبار ہی نہیں اس پر۔"

"اور یوسف پر؟"

وہ جاننے کو متجسس تھا۔

"اس پر تو مجھے خود سے بڑھ کر بھروسہ تھا۔۔"

"یعنی آپ کو نظریں جھکا کر رکھنے والا خاموش سا یوسف پسند تھا جس پر آپ مالکانہ رعب دکھایا کرتی تھیں۔۔آئی سی"

اس نے جیسے سنجھتے ہوئے سر ہلا کر کہا۔

"جھوٹ تو نہیں بولو۔۔میں نے تمہیں کبھی ملازم سمجھا ہی نہیں تھا"

وہ دم سادھے یک ٹک اس لڑکی کو دیکھے جا رہا تھا جس نے دو قدم اس کی جانب بڑھا کر لمحے بھر کو اس کے گال پر ہاتھ رکھ کر وہ بات کہی تھی۔

اس کے ہاتھ کی نرماہٹ کو محسوس کرتے اس کے جسم کا سارا خون جیسے اس کے گال پر سمٹ آیا تھا۔

اچانک ہی اس کی دھڑکنوں کی رفتار سست پڑنے لگی تھی۔

"بے شک میں تمہیں ملازم نہیں سمجھتی تھی لیکن تم مجھے "ریشام بی بی" کہتے ہوئے ہی اچھے لگتے تھے۔۔"

اس سے پہلے کے وہ ہوش میں آتا۔ نچلا لب دانتوں تلے دبا کر شرارت سے کہتی ہوئی وہ پلٹ کو بھاگتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔

پیچھے وہ صرف اپنے گال پر ہاتھ رکھے کھڑا رہ گیا تھا۔

"یہ بہت غلط کیا آپ نے ریشام بی بی۔۔!"

اس کا ذرا دیر کا لمس ابھی بھی اس کے چہرے پر دہک رہا تھا۔

"مجھے باہر نہیں جانا"

اس نے جونہی ریسٹورنٹ کے باہر گاڑی روکی بریزے کے انکار پر اس کی طرف مڑا۔

"ہم یہیں منگوا لیتے ہیں کھانا۔" اس کے ابرو اٹھا کر دیکھنے پر اس نے صفائی دی۔

"ریسٹورنٹ میں جا کر کھانے میں کیا برائی ہے؟"

بریزے نے نظریں چرا لی تھیں۔ وہ اسے بتا نہیں سکی تھی وہ لڑکی جو اس کے سامنے تیس مار خاں بنی گھومتی ہے اسے عجیب سی اینزائٹی ہو رہی تھی پہلی دفعہ کسی ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر کھانا کھانے پر۔ اس کا سارا کانفیڈنس لیول یہاں آ کر زیرو ہو گیا تھا۔ متزاد ونڈ اسکرین سے باہر نظر آتے بے فکرے سے لڑکے لڑکیوں کو دیکھ کر اس کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے رہی تھی۔ لڑکیوں کی بولڈ ڈریسنگ دیکھ کر وہ اپنی چادر میں مزید سمٹتی جا رہی تھی۔

"ٹھیک ہے یہیں منگوا لیتے ہیں۔"

اس سے کچھ بھی سوال جواب کیے بغیر وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ویٹر کو بلانے لگا تھا۔

بریزے نے بے ساختہ پر سکون سانس لی تھی۔ اسے اپنی بے بسی چبھ رہی تھی۔ لیکن اس میں اب اس کا بھی کیا قصور تھا۔ وہ پہلی دفعہ ایسی جگہ آئی تھی۔ بیک سیٹ سے سر ٹکائے وہ کھڑکی سے باہر ہی دیکھ رہی تھی۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے عاشر اسے چند پل کے لیے حویلی کی قید سے نکال کر اسے دنیا دکھانے لایا ہے۔ جس کی خواہش اس کے دل میں برسوں سے دبی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

آج پہلی دفعہ عاشر اسے برا نہیں لگا تھا۔ پہلی دفعہ بریزے نے اس کے بارے میں اچھا گمان کیا تھا۔

اس کی پسند کا ڈنر کرنے کے بعد ایک طویل کھردری سی دور تک خالی پڑی روڈ کے ایک طرف اس نے اچانک ہی گاڑی روک دی تھی۔ وہاں دور تک صرف اندھیرا تھا۔ اور روڈ کے دائیں بائیں بڑے بڑے درختوں کا نا ختم ہونے والا سلسلہ تھا۔ صرف اسٹریٹ پولز کی مدھم سی لائٹ نے وہاں کی ہیبت کو کم کرنے کی کوشش کی تھی۔ جس میں کوئی خاطر خواہ کامیابی ہوتی نظر نہیں آ رہی تھی۔

"ہم یہاں کیوں رکے ہیں؟"

اس کھڑکی کے باہر پھیلے اندھیرے کو دیکھنے کے بعد عاشر کو دیکھا۔ جس نے اس کی طرف دیکھنے کے بعد جھک کر اس کی سائیڈ کا شیشہ فولڈ کر دیا تھا۔

اور اسی وقت دو ہیوی بائیک سوار ہوا کی تیزی سے وہاں سے گزرے تھے۔ بریزے لمحے کو سن بیٹھی رہ گئی۔ پھر بے ساختہ کھڑکی پر دونوں ہاتھ رکھے کچھ باہر نکل کر دھواں اڑاتی دور تک جاتی ان بائکس کو دیکھا۔

"ویڈیو میں تو اندازہ ہی نہیں ہوتا تھا کے یہ اتنی تیز رفتار سے چلتی ہیں۔۔" وہ جھرجھری لیتے ہوئے سیدھے ہو کر بیٹھی۔ "ویسے تمہاری بھی تو آج فائنل ریس تھی نہ؟ تم گئے نہیں؟"

"میں تمہارے ساتھ بیٹھا ہوں۔۔ اگر تم یہاں نہیں ہوتیں تو ان دونوں کے ساتھ تیسری بائیک میری ہوتی۔" سر کو پیچھے ٹکائے وہ مطمئن سے انداز میں بولا۔

"یہ تمہاری؟۔۔ تمہاری ریس تھی؟"

Mahira Zaynab Khan Novel

بریزے نے حیرانگی سے ان بائیکس سوار کے متعلق پوچھا۔ "تم اتنی تیز بائیک چلاتے ہو؟" وہ شدید حیرانگی کی کیفیت میں تھی۔ وہ صرف اتنا جانتی تھی کے وہ ہیوی بائیک چلانے کا شوقین تھا۔ لیکن اس نے کبھی اسے بائیک چلاتے ہوئے دیکھا نہیں تھا۔ تبھی اس نے اپنا فون اٹھایا۔ انگوٹھا چلاتے ہوئے اپنا انسٹا گرام کا اکاؤنٹ اوپن کر کے فون اس کی طرف بڑھایا۔

بریزے نے اسے تھام کر دیکھنا شروع کیا۔ اس کے بائیک چلانے کی کافی ساری ویڈیوز تھیں۔ لیکن ہر ویڈیو میں اس نے ہیلمٹ پہن رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے اسے پہچاننا اتنا آسان نہیں لگ رہا تھا۔ بریزے کی نظریں اس کے فولورز پر پڑی۔ جن کی تعداد اربوں میں تھی۔ "پانچ ملین فولوروز؟" اس نے آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھا۔ پھر دوبارہ اسکرین پر چمکتے اس کے یوزرنیم کو۔۔ اوپر کنگ لکھا تھا۔ سنہرے تاج کے اموجی کے ساتھ۔ اور اس کے نیچے عاشر صہیب۔۔"

اس نے اپنے بابا کا نام ساتھ لگایا ہوا تھا۔ ورنہ زیادہ تر وہ مرزا استعمال کیا کرتا تھا۔

بریزے کو کچھ کھٹکنے لگا تھا۔ کچھ ان ایزی سا فیل ہو رہا تھا۔

یہ اکاونٹ وہ پہلی دفعہ نہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ اس اکاؤنٹ اور اس پر موجود ویڈیوز کو متعدد بار دیکھ چکی تھی۔ اسے بائیکرز پسند تھے۔ وہ ان کی ویڈیوز شوق سے دیکھا کرتی تھی۔ لیکن یہ بات اسے آج پتا چلی تھی کے اس نے عاشر مرزا کو فولو کر رکھا تھا۔ اس کا فیوریٹ بائیکر اس کا شوہر ہی تھا۔

اس نے ایک ویڈیو پلے کی۔ جو بائیک کے ہینڈل پر لگے کیمرے سے شوٹ کی گئی تھی۔ سیاہ رنگ کے کرتے میں ملبوس، اوپری تینوں بٹن کھولے، ہیلمٹ پہنے وہ تیزی سے بائیک چلا رہا تھا۔ بیک گراونڈ پر لگا میوزک بھی گاڑی میں گونجے لگا تھا۔ یہ وہ ویڈیو تھی جو کل رات ہی اس نے دیکھی تھی۔

گلے میں چین پہنی ہوئی تھی۔ اور ہاتھ میں مختلف بینڈز چڑھا رکھے تھے۔ لیکن جب وہ حویلی میں ہوتا تھا تو ان میں سے کچھ بھی موجود نہیں ہوتا تھا۔

"تم مجھے یہ دکھا کر متاثر کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟" اس نے ابرو بھینچ کر اسے دیکھا۔ جس کے چہرے پر پل بھر میں مسکراہٹ ابھری تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

کل میں نے تمہیں اپنی ویڈیوز دیکھتے اور ان کو لائیک کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ تو سوچا کے تمہیں بتا دوں کے تمہیں جس انسان پر کرش ہے وہ۔۔ میں ہی ہوں۔"

"فون بریزے کے ہاتھ سے گرتے گرتے بچا تھا۔

"استغفر اللہ مجھے تم پر کوئی کرش نہیں ہے۔۔ اور تمہاری ویڈیوز نہیں دیکھ رہی تھی میں۔" اس نے بے ساختہ کہا۔ لیکن عاشر سی معنی خیز سی مسکراہٹ بتا رہی تھی کے نہ وہ اسے دھوکا دے سکتی تھی اور نہ ہی خود کو۔

"اس کا۔۔ اس کا پاسورڈ بتانا۔ یہ بند ہو گیا ہے۔" آواز کم کرنے کے چکر میں اس سے پاور بٹن دب گیا تھا۔ محظ اس کی توجہ دوسری طرف کرنے کے لیے اس نے کھسیانی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"Buttercup2827"

اس کی مطمئن سی آواز ابھری۔ تو بریزے جلدی جلدی ٹائپ کرنے لگی۔ لیکن بے ساختہ اس کے حرکت کرتے انگوٹھے تھمے۔ دھڑکن بھی لمحے بھر کو سست پڑی تھی۔

"بٹر کپ۔۔ یہ وہی نام تھا جو وہ عاشر کو چڑانے کے لیے بار بار بولا کرتی تھی۔ اور وہ ہمیشہ اس پر برہم ہوتا تھا۔ بچپن سے اسے وہ نام زہر لگتا تھا۔ کئی بار اس نام کو لے کر ان کی لڑائی کافی سنجیدہ نوعیت کی صورتحال بنا دیتی تھی۔ بعض دفعہ بڑوں تک بھی بات جا پہنچتی تھی۔

اور آج اس کے پاسورڈ کا وہی نام اسے چونکا گیا تھا۔ اب تو بیشتر وہ عاشر کی وجہ سے چونکتی ہی رہتی تھی۔ وہ بٹر کپ میں ہی الجھی ہوئی تھی۔ ستائیس اور اٹھائیس کے ہندسوں پر اس کا دھیان نہیں گیا تھا۔

اٹھائیس جون بریزے کی برتھ ڈیٹ تھی۔ اور ستائیس جنوری عاشر کی۔

وہ اس سے پورے ڈیڑھ سال چھوٹی تھی۔ "حیرت ہے مجھے۔ اتنے ناپسندیدہ نام کو تم نے پاسورڈ بنا رکھا ہے۔"

"ویسے اچھا کیا تم نے مجھے یہ دکھا دیا۔ اب میں تمہاری ساری ویڈیوز دادا جان کو دکھاوں گی۔ پھر تمہیں یہ کرتب دکھانے کا انعام ملے گا!"

اس نے فون بند کر دیا تھا۔ ذہن ابھی تک یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کے واقعی میں اتنے عرصے تک وہ عاشر سے اوبسیسڈ رہی تھی۔

"مجھے تو یقین نہیں آرہا یہ تمہارا اکاونٹ ہے۔۔ یقیناً تم مجھے پاگل بنا رہے ہو۔۔ ضروری نہیں ہے کے اس لڑکے کا نام بھی عاشر صہیب ہے تو وہ تم ہی ہوں گے۔"

وہ تانوں بانوں کو سلجھاتی، الجھاتی تنک کر بولی۔ اس کا چہرہ اور آنکھیں یہی تاثر دے رہی تھیں کے اسے عاشر کی باتوں پر ذرہ بھر بھی یقین نہیں ہے۔

"تم مجھے اپنی آئی ڈی بتاو میں تمہیں اسی اکاونٹ سے فولو کرتا ہوں پھر تمہیں یقین آجائے گا۔"

اس کے مطالبے پر وہ بدک اٹھی تھی۔ پیشانی پر پسینے کی نمی چمکنے لگی۔ اس نے عاشر کو فولو کر رکھا تھا۔ یہ بات وہ مر کے بھی اس کے علم میں لانا نہیں چاہتی تھی۔

"نہیں مجھے یقین ہے۔۔ یہ یقیناً تم ہی ہو۔۔ اتنی قابلیت اور مہارت سے بائیک چلاتے ہو۔۔ بلکے ہواوں میں اڑاتے ہو۔۔ اتنے فولورز تو تم ڈیزرو کرتے ہو۔"

"ویلڈن۔۔" خفیف سا مسکراتے ہوئے ساتھ ہی اس کے کسرتی بازو پر شاباشی دینے کے انداز میں تھپکی دی۔

ابھی وہ کچھ کہنے ہی لگا تھا کے جبھی ایک بائیک سوار تیز رفتاری میں ان کے قریب سے گزرا تھا۔ بریزے نے چونک کر باہر دیکھا۔ لیکن وہ سیکنڈز میں نظروں سے اوجھل ہوا تھا۔ اس کی رفتار ان دونوں سے بھی زیادہ تھی جو کچھ دیر پہلے وہاں سے گزرے تھے۔

"کیا یہ بھی ریس میں شریک ہے؟"

بریزے نے اس سے استفسار کیا۔ "یہ اتنی دیر سے کیوں آیا ہے؟ وہ دونوں تو فنشنگ لائن کراس کرنے والے ہوں گے۔" اس کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ بولی۔

"یہی جیتے گا۔۔"

"تمہیں کیسے معلوم؟" اس نے تنک کر پوچھا۔ "میرا بیسٹ فرینڈ ہے۔ مجھ پر ہی گیا ہے۔ ریس کے آغاز میں ہی اسٹریس اور برڈن لینے کے بجائے ہم سکون سے رائڈنگ کرتے ہیں۔ ساری انرجی آخری مومنٹ کے لئے سنبھال رکھتے ہیں۔"

"ہم چل سکتے ہیں؟""کہاں پر؟"

"جہاں فنشنگ لائن ہے۔۔مجھے بھی دیکھنا ہے پلیز۔۔۔چلو نا۔۔"

وہ بچوں کی طرح اس سے فرمائش کر رہی تھی۔"وہاں ایک بھی لڑکی نہیں ہو گی۔میں تمہیں وہاں نہیں لے جا سکتا۔"اس نے صاف انکار کیا تھا۔

"عاشر پلیز ایک دفعہ لے چلو۔۔پرامس اس کے بعد دوبارہ ضد نہیں کروں گی۔"

اس نے کار اسٹارٹ کر دی۔"ہم حویلی جا رہے ہیں۔"ساتھ ہی اسے آگاہ کیا۔جو ناراضگی سے اسے دیکھنے کے بعد کھڑکی کی طرف رخ پھیر گئی تھی۔

بات نہ ماننے پر وہ اس سے ناراض ہو گئی تھی۔حیرانگی کی بات تھی نہ۔

ان کے درمیان تو کبھی اس طرح کی چیز کا کوئی عمل دخل ہی نہیں تھا کے وہ اس سے فرمائش کرتی۔اس سے اپنی ضدیں منواتی۔اور پوری نہ کرنے پر منہ پھلا کر بیٹھ جاتی۔

ہمیشہ ان دونوں کی گفتگو کا اختتام لڑائی جھگڑے پر ہی ہوتا تھا۔دونوں ہی ایک دوسرے کو دوبارہ نہ دیکھنے کی قسم کھا کر اٹھتے تھے۔

لیکن آج بات کچھ اور تھی۔اور وہ بات ان دونوں کے دل میں الگ ترنگ بجا رہی تھی۔وہ نچلا لب دانتوں تلے دبائے ونڈ اسکرین کو دیکھتا،ساری توجہ ڈرائیونگ پر مرکوز کئے ہوئے تھا۔سیدھے ہاتھ کی کہنی کھلی کھڑکی پر ٹکا رکھی تھی۔اور الٹے ہاتھ کی ہتھیلی سے اسٹئیرنگ سنبھال رکھا تھا۔

جبکے برابر میں بیٹھی ہوئی بریزے صرف باہر دوڑتے مناظر پر نظریں جمائے ہوئی تھی۔بے شک گھپ اندھیرے کے باعث اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

دو انگلیوں سے پیشانی مسلتے ہوئے وہ وہ خود پر حیران تھی کے وہ عاشر سے اپنی بات منوانے کے لئے ضد کر رہی تھی؟

کبھی وہ اس کے سینے سے لگی رو رہی ہوتی ہے۔کبھی اس سے شکایتیں لگا رہی ہوتی ہے۔

ایسا تو اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کے عاشر کے ساتھ اس کے تعلقات بحال ہونگے۔

اس کی سوچوں کو بریک تب لگا جب اس نے گاڑی روکی۔

بریزے نے سامنے نظر آتے منظر کو دیکھنے کے بعد عاشر کو دیکھا۔ جو بیک مرر میں دیکھتا ہوا اپنے بال ٹھیک کر رہا تھا۔ زپر ہڈی کی سلیوس اوپر کھینچ رکھی تھی۔ اس کے مضبوط بازوؤں کی رگیں ابھری ہوئی تھیں۔

اس کی محویت نوٹ کر کے اس نے اچانک ہی نظروں کا زاویہ بدل کر بریزے کو دیکھا۔ اس کی براون آنکھیں بے تاثر تھیں۔ چہرہ بھی سپاٹ تھا۔

اس نے لفظوں کا سہارا لیے بغیر محظ ابرو اچکا کر سوالیہ انداز میں اس سے اس طرح دیکھنے کی وجہ پوچھی۔

"کیوں کر رہے ہو یہ سب؟" اس کی مدھم جذبات سی عاری آواز نے عاشر کو حیران کیا تھا۔ اس نے بے ساختہ ونڈ اسکرین کو دیکھا۔ کچھ فاصلے پر کافی سارے لوگ موجود تھے۔ ریس ختم ہونے والی تھی۔ جس کے وہ سب بے صبری سے منتظر تھے۔

"کیا کر رہا ہوں میں؟" ایک پیر کو تھوڑا سا اوپر کئے وہ مکمل اس کی طرف گھوم گیا۔ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ انداز کچھ نا سمجھی لئے ہوئے تھا۔

"تم اس طرح سے بی ہیو کیوں کرنے لگے ہو میرے ساتھ؟ میں تمہارے اس انداز کی عادی نہیں ہوں۔"

"کس طرح کا بی ہیو؟" سینے پر بازو لپیٹے، کھڑکی سے ٹیک لگائے وہ اس پر سے نظریں نہیں ہٹا پا رہا تھا۔

"تم میری ساری باتیں کیوں ماننے لگے ہو؟۔۔ میں رو رہی ہوتی ہوں مجھے تو چپ کروانے کی کوشش کرتے ہو۔۔ میری غیر موجودگی میں میرے لئے اسٹینڈ لیتے ہو۔۔ اپنے کمرے کا انٹیریئر میرے لئے چینج کروا دیتے ہو۔۔"

"کیا تمہیں مجھ سے کچھ چاہئے۔۔؟" چند لمحوں کا توقف کرنے کے بعد اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"مجھے تم سے کیا چاہئے ہو گا؟" اس نے پہلی بار لب کشائی کی۔

"تم میرے لئے اتنا کرنے لگے ہو۔۔ یقیناً تمہیں بھی کچھ چاہئے ہی ہو گا۔۔ کیوں کے ہمارے درمیان ہمیشہ سے ڈیل ہوتی آئی ہے۔۔ دونوں کا فائدہ ہوتا ہے۔"

"دونوں کا ہی فائدہ ہے۔"

"تمہارا کیا فائدہ ہے اس میں ؟۔ کیا تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو؟ اپنے کسی غلط کام میں مجھے شریک کرنا چاہتے ہو جبھی تم نے میری اتنی کیئر کرنی شروع کر دی ہے۔؟"

"اگر تم نے غیر قانونی کام کرنے شروع کر دیئے ہیں تو بتا دو مجھے۔۔ پرامس میں کسی کو نہیں بتاوں گی۔۔"

براون شال کے حالے میں اسکا چاند چہرہ دمک رہا تھا۔ وہ امید بھری اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی جیسے وہ ابھی کہہ دے گا کے "ہاں بریزے۔۔ تمہارا اتنا خیال رکھنے کی وجہ یہی ہے کے میں نے ڈر گز بیچنی اور گن پوائنٹ پر بندے اٹھانے کا کام شروع کر دیا ہے۔ اب تم میرا ساتھ دینا۔ اور اپنا منہ بند رکھنا۔۔"

اس سے آگے کا وہ سوچ ہی نہیں سکتی تھی۔ اپنے مطلب کے علاوہ کبھی کسی نے اس کے پاس کچھ دیر بیٹھنا گوارا نہیں کیا تھا۔۔ وہ کیسے یقین کر سکتی تھی کے اس کا اتنا دھیان رکھنے کے پیچھے کوئی وجہ نہیں تھی؟

اور رہی بات عاشر کی تو۔۔

اسے ایک فیصد بھی امید نہیں تھی کے وہ اپنے مطلب کے علاوہ اس سے کبھی بات بھی کرے گا۔

"اس سے آگے تم کچھ اور سوچ سکتی ہو؟۔"

"اس کے علاوہ اور کیا وجہ ہو سکتی ہے بھلا؟"

"کیا میں بغیر کسی مطلب کے تمہاری کیئر نہیں کر سکتا؟"

"آج سے پہلے کبھی نہیں کی۔ تو اب کیوں کرنے لگو گے؟"

"پوائنٹ ہے۔۔" سر کو خفیف سی جنبش دیتا ہوا وہ لاک کھول کر باہر نکل گیا۔ پھر دروازہ بند کر کے گھوم کر اس کی طرف آیا۔ اس کی طرف کا دروازہ کھول کر گاڑی کی چھت پر ہاتھ رکھے، دوسرا ہاتھ دروازے کی کھڑکی پر رکھے وہ اس کی طرف جھکا۔

"میں تمہاری ساری باتوں کا جواب دوں گا۔۔ لیکن کسی اچھی جگہ پر۔۔ کسی خاص موقع پر۔۔ کسی بہترین وقت پر۔۔" اس پر جھکے کھڑے، اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے گھمبیر سی آواز میں بولتا ہوا وہ جیسے کوئی سحر سا پھونک رہا تھا۔

"آجاو باہر۔۔ تمہیں اپنے دوستوں سے ملواتا ہوں۔۔ نکاح پر آ نہیں سکے تھے۔"

اپنا ہاتھ اس کے سامنے پھیلائے نرمی سے بولا۔

"تم مجھے اپنے دوستوں سے ملوانے لے جا رہے ہو۔۔ غیرت نہیں آ رہی تمہیں۔؟" چند لمحے سوچنے میں وقف کرنے کے بعد اس کے بڑھائے ہوئے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے کچھ طنز بھرے انداز میں پوچھا تو وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"وہ تمہاری طرف دیکھیں گے بھی نہیں۔۔ بس تمہیں نکاح کی مبارک باد دینا چاہتے ہیں۔۔" اس کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے وہ پیچھے ہوا تو وہ بھی گاڑی سے باہر نکل آئی۔

بریزے نے دوسرے ہاتھ میں اس کی کہنی تھام لی تھی۔ وہ اس طرح کی بے ہنگم اور شور شرابے والی جگہ پر پہلی بار آئی تھی۔

ریس اختتام پذیر ہو چکی تھی۔ کچھ فاصلے پر ہی اس کا گروپ اپنی جیت کی خوشی پر جوشی سے مناتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ جو چھ سات لڑکوں پر مشتمل تھا۔ وہ سب تقریباً عاشر کے ہی ہم عمر تھے۔

جبھی ان کی نگاہ عاشر اور بریزے پر پڑی۔

"اوہو۔۔ ویلکم بھئی ویلکم۔۔" ان کے ایک دم سے متوجہ ہونے پر بریزے مزید اس کے نزدیک ہو گئی تھی۔ چادر سے اس نے چہرے کا نقاب سا کر رکھا تھا۔

"السلام علیکم بھابھی۔۔ شادی کی بہت بہت مبارک ہو آپ کو۔۔"

احتراماً نظریں جھکائے وہ سب اسے مبارکباد دے رہے تھے۔ "وعلیکم السلام۔۔" ان سب کی اتنی گرمی جوشی پر وہ پزل ہو رہی تھی۔ عاشر کی کہنی پر اس کی گرفت سخت ہوئی تھی۔ جسے اس نے صاف محسوس کیا تھا۔

"یقین مانیں ہمیں دلی خوشی ہوئی آپ دونوں کو ساتھ دیکھ کر۔۔"

"یہ لوگ مجھے جانتے ہیں؟" اس کے کان میں جھکے اس نے کچھ رازداری سے پوچھا۔ "صرف اتنا جانتے ہیں جتنا میں نے بتایا ہے۔۔"

"تم نے میرے بارے میں انھیں کیا بتایا ہے؟"

"یہی کے۔۔۔" وہ ٹھہرا۔۔ نظروں کا زاویہ بدل کر اسے دیکھا۔۔ مسکرایا۔ "تم میری بیوی ہو۔" اور اپنے لفظوں سے اسے ساکن کر گیا۔

اگر بریزے کا دل ابھی بھی دھڑک رہا تھا تو کمال کر رہا تھا۔

وہ کب سے عاشر کے لئے اتنی اہم ہو گئی تھی کے وہ دوسروں کو بخوشی بتا رہا تھا کے وہ اس کی بیوی ہے۔

ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے دوسرے میں بریزے کا ہاتھ تھامے وہ ان سے باتوں میں مشغول ہو چکا تھا۔ مخالف گروپ اور ریس کے متعلق ان سے گفتگو کر رہا تھا۔ جواب جیتی گئی انعامی رقم کی ٹریٹ کی جگہ ڈیسائیڈ کر رہے تھے۔ اور وہ بس ساکت کھڑی اس کے لفظوں میں کھوئی ہوئی تھی۔

عاشر کے منہ سے ایسے الفاظ سننا اسے حیرتوں کے سمندر میں غرق کرنے کے لیے کافی تھا۔

وہ عاشر سے نکاح کی ٹریٹ مانگ رہے تھے۔ اور ساتھ میں بریزے سے ریکوئسٹ کر رہے تھے وہ سب اپنی طرف سے ان کی شادی کی دعوت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ قبول کرے تو۔

بریزے کے کوئی بات پلے نہیں پڑ رہی تھی۔ بس دل تھا جو الگ ہی بے ہنگم سی رفتار پر دھڑک رہا تھا۔ اس کا ہاتھ ابھی بھی عاشر کے ہاتھ میں دبا تھا۔ اور ذہن میں بس ایک ہی بازگشت ہو رہی تھی۔۔ "تم میری بیوی ہو۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

صبح فجر کے بعد کا وقت تھا۔اجالہ ابھی پوری طرح سے نمودار نہیں ہوا تھا۔ہلکی ہلکی سی دھند نے بھی اپنا تسلط جمایا ہوا تھا۔آسمان صاف تھا۔نیلا شفاف سا۔اتنا پر سکون اتنا خاموش۔۔۔جیسے کبھی موت کا سا سناٹا ہو۔۔

ایسے میں قبرستان کے باہر روڈ پر ایک گاڑی کھڑی تھی جس کی پچھلی نشست پر بیٹھی صوفیہ بیگم دوپٹے سے سر ڈھانپے دعا کے انداز میں ہاتھ اٹھائے فاتحہ پڑھنے میں مصروف تھیں۔جبکے رضا اور سعادت غازی اندر قبرستان میں حلیمہ کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لیے گئے ہوئے تھے۔پہلے تو صرف رضا غازی ہی وہاں جایا کرتے تھے لیکن اب ان کے ساتھ سعادت غازی بھی ہوتے تھے جو قبر پر پانی اور پھولوں کا چھڑکاؤ کرنے کے بعد کتنی ہی دیر وہاں بیٹھے رہتے تھے۔وہ اپنے اس گناہ پر انھیں آج بھی ندامت تھی جو انھیں بار بار وہاں لے آتی تھی۔

ہر بار کی طرح اس بار بھی وہاں سے واپسی پر ان کا دل بوجھل تھا۔ایک احساس جرم ان کی ذات سا لپٹا انھیں بے کل لئے رکھتا تھا۔

"ماں کو آپ سے کوئی شکوہ نہیں تھا بابا۔۔انھوں نے کبھی آپ کے لئے برے الفاظ استعمال نہیں کیے"

رضا غازی ان کا بازو تھامے ہمیشہ کی طرح ان کی دل جوئی کر رہے تھے۔

"لیکن میرا یہ احساس جرم کوئی ختم نہیں ہوگا کے میں نے تمہاری ماں کے ساتھ ناانصافی کی تھی۔"

وہ دونوں گفتگو کرتے ہوئے اب قبرستان سے باہر آ چکے تھے۔جہاں اب سورج کی کرنیں نمودار ہونا شروع ہو چکی تھیں۔"مجھے آپ سے کچھ بات کرنی بابا۔۔"

"میں جلد سے جلد ریشام کو رخصت کروانا چاہتا ہوں"ان کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ایکسیڈنٹ کے باعث پیشانی پر سفید پٹی بندھی تھی۔گزشتہ دنوں سے جن حالات سے وہ دوچار تھے۔شاید آنے والے دنوں کے بارے میں ان کی چھٹی حس انھیں پہلے ہی خبردار کرنے کا کام انجام دے رہی تھی۔

"وہ تمہاری امانت ہے۔۔تم کبھی بھی اسے لے جا سکتے ہو۔"

انھوں نے بنا کسی ہچکچاہٹ کھ ہامی بھر لی تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کے ان کے تینوں بیٹے اس رشتے کو قائم رکھنے کے خلاف تھے۔ وہ جلد از جلد ریشام کی خلع چاہتے تھے۔ لیکن یہاں سعادت غازی نے رضا غازی کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ انھوں نے پہلی دفعہ اپنے باپ سے کچھ مانگا تھا تو وہ انھیں خالی ہاتھ نہیں رہنے دینا چاہتے تھے۔

ان کے کچھ دور فاصلے پر ایک بلیک ویگو کافی دیر سے وہاں ان کے تعاقب میں کھڑی تھی۔ جس کی طرف سے وہ دونوں ہی انجان تھے۔

جب ان دونوں کو باہر آتے دیکھا تو فرنٹ سیٹ پر مستعد بیٹھے شخص نے اپنی گن کا رخ اس جانب کیا۔

اس شخص کے آدھے چہرے پر سیاہ ماسک لگا تھا۔ سر پہ پی کیپ پہن رکھی تھی۔ آنکھوں کے سرد پن کو بھی سیاہ چشمے نے چھپا رکھا تھا۔

ٹریگر پر رکھی اس کی انگلی کا دباو بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

ڈرائیونگ سیٹ پر موجود شخص اس انتظار میں چوکس بیٹھا تھا کے وہ اپنا کام ختم کرے تو وہ گاڑی آگے بڑھا دے۔

جبھی فضا میں ارتعاش سا بلند ہوا تھا۔ اچانک ہی گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے پوری فضا میں ہلچل سی مچ گئی تھی۔

سعادت غازی سکتے کی حالت میں رضا غازی کو دیکھ رہے تھے جن کی گردن اور شانے سے خون کے پھوارے پھوٹ پڑے تھے۔ ماہر شوٹر کا نشانہ وہی تھے ورنہ گولی تو ان کے برابر میں کھڑے سعادت غازی کو بھی لگ سکتی تھی۔

وہ بوکھلاہٹ اور خوفزدگی کا شکار خون میں لت پت اپنے بیٹے کو پکار رہے تھے جو زمین پر گر چکے تھے۔

"رضا۔۔" صوفیہ بیگم جیسے ہی گھبرائی ہوئی باہر آئی کچھ گولیاں ان پر بھی برسائی گئی تھیں۔

سعادت غازی کبھی زمین پر گرے رضا غازی کا چہرہ تھپتھپاتے ہوئے انھیں جگانے کی کوشش کرتے تو کبھی اپنی بہو کو دیکھتے۔ ان کا دل اور آنکھیں خون کے آنسو رو رہے تھے۔۔ بوڑھے باپ کے سامنے اس کے بیٹے اور بہو کا قتل ہو چکا تھا۔ جس بیٹے سے ملے انھیں زیادہ وقت بھی نہیں گزرا تھا۔

رضا کا زندگی سے عاری چہرہ تھامے وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔ان کے ساتھ آیا ڈرائیور خوفزدگی کے عالم میں کپکپاتے ہاتھوں سے فون پر نمبر ملاتے ہوئے پولیس کو اطلاع دے رہا تھا۔

جبکے کچھ دور کھڑی گاڑی میں بیٹھے اس شخص نے اپنے کام کو انجام دینے کے بعد گن کی نال سے نکلتے دھوئیں کو دیکھتے ہوئے اس نے کھڑکی کا شیشہ چڑھا دیا تھا۔

صوفیہ اور رضا غازی کے قتل کی خبر جب حویلی پہنچی تو جیسے ایک سکتہ در و دیوار سے لپٹ گیا تھا۔سعدین حویلی میں ایک صف ماتم بچھا تھا۔وسیع لان میں دریاں بچھا کر افسوس کے لیے آئے ہوئے لوگوں کے بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔

رضا غای اور صوفیہ کی آخری رسومات ادا کی جا چکی تھیں۔کچھ دیر پہلے ہی سب قبرستان سے واپس آئے تھے۔

سعادت غازی کے آنسو تھے کے تھمتے ہی نا تھے۔عرصے بعد ملے بیٹے کو خود اپنے ہاتھوں سے دفنا کر آئے تھے۔ان کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ان کے تینوں بیٹے اور پوتے ان کے پاس موجود تھے انھیں دلاسہ دینے کو لیکن دل تو جیسے پھٹنے کے قریب تھا۔ہر کوئی بے یقینی کا شکار تھے۔کوئی اس حقیقت کو ماننے پر اپنے دل کو قائل ہی نہیں کر پا رہا تھا۔

اس کے چہرے پر پتھروں کی سی سختی تھی۔آنکھیں تو ایسی تھی جیسے لہو ابھی چھلک پڑے گا۔اسے نہیں معلوم تھا کے کون کون اس کے پاس آ کر اس سے تعزیت کر رہا تھا۔کل وہ ساری رات آفس میں ہی تھا۔ایک ضروری فائل پر اسنے پوری رات جاگ کر کام کیا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

صبح فجر کے وقت کہیں جا کر اس کا کام ختم ہوا تو دکھتے سر کو دو انگلیوں سے دباتے ہوئے اس نے فون کو اٹھا کر دیکھا۔ جہاں ماشا کی کتنی ہی مسڈ کالز تھیں

وہ جب تک گھر نہ پہنچ جاتا وہ ایسے ہی اسے فون کر کے جلدی آنے کے لیے کہتی رہتی تھی۔

"کچھ دیر میں پہنچ رہا ہوں ماشا رانی!"

ماشا کو ٹیکسٹ بھیج کر وہ سامان سمیٹنے لگا۔ جانتا تھا وہ نماز کے لئے جاگ رہی ہو گی۔ جب وہ گھر پہنچا تو صبح کا اجالہ پھیل چکا تھا۔ گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے گاڑی گھر میں لے جانے کے بجائے باہر ہی کھڑی کر دی تھی۔

جیسے ہی وہ ڈرائیونگ سیٹ سے باہر نکلا اسی وقت داریان اور فرمان کو حواس باختگی کے عالم میں گھر سے نکلتے ہوئے دیکھا۔

"انس۔۔۔"

وہ دونوں اس کی جانب بڑھے۔

"کیا ہوا فرمان بھائی؟ سب خیریت ہے؟" انس نے ان کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر تشویش سے پوچھا۔ "فون کہاں ہے تمہارا؟"

ان کے بجائے داریان نے اس سے پوچھا تو اس نے جیکیٹ کی جیب سے فون نکالا جو لو بیٹری کے باعث بند ہو چکا تھا۔

انس کو یاد آیا جب وہ ماشا کو ٹیکسٹ کر رہا تھا تو تب اس نے سوچا تھا کے وہ گھر جا کر ہی اسے چارج کرے گا۔

"چارجنگ ختم ہو گئی تھی۔ کوئی مسئلہ ہوا ہے کیا؟"

وہ پریشانی سے انھیں دیکھ رہا تھا کے وہ لوگ اسے کچھ بتا کیوں نہیں رہے تھے آخر۔

فرمان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے جیسے اسے اپنے ساتھ کا یقین دلایا تھا۔ وہ دونوں وہ الفاظ نہیں ڈھونڈ پا رہے تھے جس کے زریعے اسے اس بھیانک حقیقت کے بارے میں بتا پاتے۔ "انکل اور آنٹی پر قبرستان کے باہر اٹیک ہوا تھا"

داریان نے از حد مشکل سے وہ الفاظ ادا کیے تھے۔ جب کے وہ ابھی بھی ناقابل فہم تاثرات کے ساتھ باری باری ٹکر ٹکر انھیں دیکھ رہا تھا۔

"موقع پر ہی۔۔۔ڈیتھ ہو گئی"

داریان کو اپنی ہی آواز لرزتی محسوس ہوئی تھی۔جیسے اسے تو لگا جیسے اس کے کانوں میں صور پھونک دیا گیا ہو

"کیا بکواس کر رہے ہو تم؟" شاک اور صدمے کے بعد اب وہ شدید غصے کی کیفیت میں اسے گھور رہا تھا۔وہ مان ہی نہیں سکتا تھا کے اس کے ہنستے مسکراتے ماں باپ اب دنیا میں نہیں رہے تھے۔

وہ یقین کر بھی کیسے سکتا تھا۔کل ہی تو وہ انھیں صحیح سلامت چھوڑ کر گیا تھا۔لیکن واپسی میں اسے یہ کیا سننے کو مل رہا تھا۔

کے اس کے ماں باپ مر چکے تھے۔

"فرمان بھائی یہ کیا کہہ رہا ہے؟" شدید ضبط کے باوجود بھی اس کی آواز اور آنکھوں میں نمی در آئی تھی۔

فرمان نے بنا کچھ کہے اسے گلے لگا لیا تھا۔"انس!۔۔سنبھالو خود کو۔۔ان کا جانا ایسے ہی لکھا تھا"

فرمان خود بھی یقینی کا شکار اسے تسلی دینے کی ناکام سی کوشش کر رہے تھے۔اگر انس خود پر قابو نہ رکھ پاتا تو باقی معاملات کو کیسے سنبھال پاتا۔

"جھوٹ بول رہے ہیں آپ دونوں مجھ سے۔۔"

وہ ایک جھٹکے سے ان سے الگ ہوا۔اس کی آنکھیں لہو رنگ ہو چکی تھیں۔

"انھیں ہاسپٹل لے جایا گیا تھا لیکن۔۔وہ جانبر نہ ہو سکے۔۔ان کی ڈیڈ باڈیز تمہارے دادا سعدین حویلی لے گئے ہیں۔"

ضبط کے باعث اس نے اتنی سختی سے نچلا لب دانتوں تلے دبا رکھا تھا اس سے خون چھلک پڑا۔وہ یہ سب سننا نہیں چاہتا تھا۔وہ دل میں شدت سے دعا مانگ رہا تھا کے کاش اس وقت اسے بھی موت آ جائے۔

اس نے تو اپنے بابا سے وعدہ کیا تھا کے وہ انہیں تکلیف پہنچانے والے کی زندگی کو جہنم بنا دے گا۔۔

"ماشا؟۔۔ماشا کہاں ہے؟" اس نے بے قراری سے پوچھا۔"عیشہ اس کے ساتھ ہے۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

اور ابھی جنازے سے واپسی پر افسوس کے لیے آئے ہوئے لوگ ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے تھے۔ سارے مرد حضرات بیٹھک میں موجود سعادت غازی کی دلجوئی کرنے اور انھیں دلاسے دینے میں مگن تھے۔ لیکن وہ وہاں نہیں گیا۔ وہ باہر لان کے اسٹیپس پر ہی بیٹھا تھا۔ جھکی گردن اور ڈھلکے شانوں کے ساتھ۔

شام کب کی ڈھل چکی تھی۔ ہر طرف رات کا بسیرا تھا۔ لیکن اس کے اندر جیسے زندگی کی رونق ماند پڑ چکی تھی۔ وہ ایک خالی سا کھوکھلا وجود خود کو محسوس کر رہا تھا۔

عبیر، فاز اور عاشر کے علاوہ سالار بھی اس کے پاس آیا تھا۔۔۔ اس سے افسوس کیا تھا۔ تعزیت کی تھی۔ لیکن اس نے سر اٹھا کر بھی کسی کو نہ دیکھا۔

اس کے ساتھ بیٹھا داریان ہی ان سب سے بات کر رہا تھا۔ لیکن اب تو وہ بھی جا چکا تھا۔ اس کے اندر ایک لاوا سا پک رہا تھا۔ ایک الاو تھا جو ابل ابل کر باہر آنے کو بیتاب تھا۔ لیکن پھر بھی اس میں بلا کی برداشت تھی۔ جو اپنے اندر طوفان مچاتے جزبات کو قابو کیے بیٹھا تھا۔

فرمان درانی اور ظہیر سلطان کی فیملیز بھی اس وقت سعدین حویلی میں موجود تھیں۔

ماشا اس وقت مہر ماہ اور عیشہ کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔ وہ جب سے حویلی آئی تھی رونے کے علاوہ اس نے کچھ نہیں کیا تھا۔

لیکن سارا دن گزرنے کے بعد اس کے غم اور اذیت پر اشتعال غالب آنے لگا تھا۔

لب بھینچے برستی آنکھوں سے وہ اس کمرے کی در و دیوار کو دیکھ رہی تھی۔

اس کے کانوں میں انس کی باتیں گردش کر رہی تھیں۔

وہ اس سے صرف صبح ملی تھی۔ جس نے اسے گلے لگا کر صرف اتنا کہا تھا کے وہ "اپنے ماں باپ کا انتقام ضرور لے گا۔۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

لیکن اسے صبر نہیں آرہا تھا۔اس کی ہنسی بستی دنیا لمحے میں اجڑ گئی تھی۔اس کے سامنے اگر اس کے ماں باپ کا قاتل آجاتا تو وہ خود اپنے ہاتھوں سے اس کی جان لے لیتی۔

پچھلی بار کی طرح اس بار وہ فاز کے کمرے میں نہیں ٹھہرا تھا۔اس کے لئے الگ سے کمرے کی صفائی ستھرائی کر کے تیار کر دیا گیا تھا۔

اس کا بس چلتا تو وہ ساری رات باہر لان میں ہی گزار دیتا۔ لیکن ضمیر غازی نے زبردستی اسے وہاں سے اٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔وہ خود اسے اپنے ساتھ اس کے روم میں لے کر آئے تھے۔ کتنی ہی دیر اس کے پاس بیٹھے اسے نرم لہجے میں سمجھاتے رہے تھے کے اللہ کی رضا سمجھ کر اس حقیقت کو قبول کر لو۔

لیکن وہ کوئی بھی جواب دینے کے بجائے چپ چاپ سنتا رہا تھا۔

انس کی اس شکست خوردہ سی حالت دیکھ کر وہ جیسے اس کی ساری غلطیوں کو معاف کر گئے تھے۔انھیں اٹھ کر گئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ صبح سے اس نے ایک گھونٹ بھی پانی کا نہیں پیا تھا۔

جانے کتنی ہی دیر گزر گئی تھی اسے بیڈ پر ساکت بیٹھے۔

جبھی دروازہ ہلکی سی آواز سے بند ہوا۔ کوئی دھیمے قدم اٹھاتا ہوا اس کے نزدیک آیا۔

ہاتھ میں پکڑی ٹرے کو سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ اس کے جھکے سر کو دیکھتے ہوئے اس کے برابر میں بیٹھ گئی۔ بنا کچھ کہے دونوں ہاتھوں میں اس کا بازو تھامتے ہوئے سر اس کے شانے سے ٹکا دیا۔ لیکن اس کے پتھر وجود میں پھر بھی کوئی جنبش نہ ہوئی۔

ریشام کی خود کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ وہ صرف ان سے ایک بار ملی تھی۔اور ایک ہی ملاقات میں ان کی خوش اخلاقی کی گرویدہ ہو گئی تھی۔ صوفیہ اور رضا غازی اس لئے اس سے محبت سے نہیں ملے تھے کے وہ سعدین حویلی کی بڑی بیٹی تھی۔ بلکے اس لئے بھی کے وہ ان کے اکلوتے بیٹے کی پسند تھی۔اس کی محبت تھی۔اور پھر اب تو شریک حیات بھی بن چکی تھی۔

صوفیہ غازی نے تو اسے اپنے ہاتھ سے اتار کر سونے کی انگوٹھی بھی پہنا دی تھی یہ کہہ کر کے

"میری تو خواہش ہے کے انس اور تمہاری شادی جلد سے جلد ہو جائے۔۔ لیکن وہ تب کی بات ہے۔۔ابھی تو تم پہلی بار اس گھر میں آئی ہو۔۔یہ تحفہ تو ابھی قبول کر لو"

وہ منع کرتی رہ گئی تھی لیکن ان کی محبت کے آگے اسے ہتھیار ڈالنے ہی پڑے تھے۔

وہ پہلی اور آخری ملاقات یاد کر کے اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔اس کے اپنے دل کی حالت عجیب تھی۔اسے وہ الفاظ نہیں مل رہے تھے کے جن کا استعمال کر کے وہ انس کو دلاسہ دے پاتی۔

Mahira Zainab Khan Novel

وہ سب سے منفرد ہی تھی۔لبوں سے کچھ نہیں کہہ رہی تھی لیکن اپنے عمل اور خاموشی سے اپنے ساتھ ہونے کا اسے پورا یقین دلا رہی تھی۔

جبھی اس کے ساکت وجود میں جنبش سی ہوئی۔انس نے اپنے بازو پر سے اس کے ہاتھ ہٹا دیے تھے۔وہ ابھی کچھ کہہ بھی نہیں پائی تھی کے وہ اسے خود سے لگائے اس کے کندھے پر سر رکھے بری طرح ٹوٹ کر بکھر چکا تھا۔وہ اب خود پر مزید ضبط کے پہرے نہیں بٹھا پایا تھا۔

اس کا دل غم سے پھٹ رہا تھا۔اس کے اندر جو الاو دہک رہے تھے انھیں بہہ نکلنے کو راستہ مل گیا تھا۔

اس کے آنسوں ریشام کی شال کو بھگونے لگے تھے۔اس نے تو کبھی کسی مرد کو آج سے پہلے روتے نہیں دیکھا تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کے وہ اسے کیسے سنبھالے۔اس کی تکلیف پر وہ خود بھی رو پڑی تھی۔اس کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی روتے ہوئے اس کے بالوں کو سہلا رہی تھی۔

"یوسف۔۔"

وہ بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی جو ایک جھٹکے سے اس سے الگ ہو کر کھڑا ہو چکا تھا۔

اس کا وجود آگ کی لپٹوں میں تھا۔کوئی گرم سی سلاخیں اسے اپنے وجود کے آر پار ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ "یوسف میری طرف دیکھو۔۔۔"ریشام اس کی جانب بڑھی اس کے جلتے چہرے کو اپنی ہتھیلی میں بھرے اسے تحکم سے کہہ رہی تھی۔جو اس وقت ٹوٹی بکھری حالت میں کھڑا نفی میں سر ہلا رہا تھا۔اس کے چہرے پر اذیت ہی اذیت رقم تھی۔

سارا دن جس مشکل سے وہ خود پر ضبط کے پہرے بٹھائے ہوئے تھا وہ ایک ایک کر کے سارے ٹوٹ چکے تھے۔یا یوں کہنا چاہئے کے ریشام غازی کی موجودگی میں وہ سارے بندھ توڑ بیٹھا تھا۔اس لڑکی کے سامنے وہ خود پر جبر نہیں کر سکا تھا۔

"آپ چلی جائیں یہاں سے"

اس کے اندر گھٹن کا احساس بڑھتا ہی جا رہا تھا۔بھاری لہجے میں سختی سے اسے جانے کو کہا۔جو اس کی بات ماننے کے بجائے مزید اس کے قریب آگئی تھی۔

"تمہیں ایسے چھوڑ کر کہیں نہیں جاوں گی میں۔"

"ریشام خدا کے لیے مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔"

اس نے ریشام کے سامنے ہاتھ نہیں جوڑے تھے۔لیکن اس کا لہجہ اس کا انداز ملتجی تھا۔"میں تمہیں چھوڑ کر کہیں بھی نہیں جاوں گی!"

اس کے کندھے پر پیشانی ٹکائے وہ خود بھی رو رہی تھی۔انس نے شدت سے پلکوں کو میچا تھا۔"میرے پاس تمہیں تسلی دینے کے

لئے کوئی الفاظ نہیں ہیں۔ میں شاید تمہارے غم کو محسوس بھی نہیں کر سکتی لیکن۔۔۔ تم ہمت مت ہارو۔ تم کمزور پڑو گے تو ماشا کو کون سنبھالے گا۔؟"

"خود کو سنبھالو یوسف۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا!"

اس کی پیشانی پر بکھرے بالوں کو سنوارتے ہوئے وہ اسے بہلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ٹھیک ہو جائے گا؟"

انس نے چونک کر اسے دیکھا۔

"میرے ماں باپ قتل ہو چکے ہیں ریشام بی بی!۔۔ وہ واپس نہیں آ سکتے!"

غم و غصے سے اس کی رگیں ابھر آئی تھیں۔

"ان کے قاتل کیفر کردار تک ضرور پہنچے گے۔" وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

"قاتل تو آپ کے گھر میں موجود ہے۔"

انس کے زخم خوردہ سے لہجے پر اس نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا۔

"کیا۔۔ کہا کہہ رہے ہو تم؟" اس کے لبوں سے سرسراتی سی آواز نکلی۔

آخر وہ کس پر اپنا شک ظاہر کر رہا تھا۔ لیکن وہ اس کی بات کا جواب دینے کے لیے وہاں رکا ہی نہیں تھا۔ وہ سکتے کی حالت میں وہیں کھڑی اسے روک بھی نہیں پائی تھی۔

گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے اس نے قبر کی نم مٹی کو اپنی مٹھی میں بھرا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں شدت گریہ سے سرخ پڑی ہوئی تھیں۔ رضا غازی نے اسے ہزار بار یہ بات سمجھائی تھی کے سعدین حویلی سے رشتہ جوڑنے کی بھاری قیمت چکانی پڑے گی۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کے یہ قیمت اس کے ماں باپ کے خون سے ادا کی جانی تھی۔

اسے رہ رہ کر خود پر طیش آ رہا تھا کے کاش وہ اپنے ضد سے مجبور ہو کر حقیقت کو منظر عام پر نہ لاتا۔ جو جیسا چل رہا تھا اس کو ویسے ہی چلنے دیتا۔

لیکن اس کے سر پر بھی جیسے اس وقت جنوں چڑھا تھا اپنے باپ کی شناخت کو دنیا کے سامنے لانے کا۔ ساری زندگی اس نے رضا غازی کو جس بے بسی اور دکھ کی آگ میں جلتے دیکھا تھا وہ بس انھیں اس غم سے نکالنا چاہتا تھا۔

سگے باپ کے ہوتے ہوئے بھی انھوں نے یتیموں والی زندگی بسر کی۔

وہ فجر سے بہت پہلے ہی حویلی سے نکل آیا تھا۔ نماز ادا کر کے وہ سیدھا قبرستان ہی پہنچا تھا۔ اس کی دل میں بھڑکتی آگ شدت پکڑتی

Mahira Zaynab Khan Novel

جارہی تھی۔

"کیااب یہ دونوں بہن بھائی یہیں رہیں گے؟"

سالار نے ایک نظر لاونج میں بیٹھی ماشا کو دیکھ کر عبیر سے پوچھا۔

"ظاہر ہے۔۔یہ ان کا بھی گھر ہے۔"

عبیر نے کچھ زور دے کر کہا۔ لیکن وہ اس کی جانب کہاں متوجہ تھا۔ وہ تو ماشا اور عیشہ کے ساتھ بیٹھی مہر ماہ کو دیکھ رہا تھا۔ جو دھانی رنگ کے شرٹ اور کیپری کے ساتھ ہم رنگ دوپٹہ سر پر اوڑھے نم آنکھوں اور سرخ ناک کے ساتھ ماشا کو اپنے ساتھ لگائے بیٹھی جانے اس سے کیا کچھ کہہ رہی تھی۔

"تمہیں آفس نہیں جانا؟"

عبیر نے اس کی محویت کو دیکھتے ہوئے اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔

وہ دونوں اس وقت اوپن کچن سے ملحقہ سیٹنگ روم میں بیٹھے تھے۔ جس کی ساری دیواریں گلاس کی تھیں۔ جہاں سے باہر لان کا سارا منظر دکھائی دیتا تھا۔ اس کا ایک گلاس ڈور وہیں لان میں کھلتا تھا۔ جب کے دوسرا وسیع لاونج میں۔

وہاں خواتین کی موجودگی کے باعث وہ دونوں سیٹنگ میں ہی بیٹھے تھے۔

"آج موڈ نہیں میرا جانے کا۔۔" وہ کسل مندی سے بولا تو عبیر نے چونک کر اسے دیکھا۔ سالار کے منہ سے ایسی بات سن کر وہ واقع میں حیران تھا۔

جبھی لان کی طرف کھلنے والے دروازے سے اسے داخل ہوتے دیکھ عبیر نے پریشانی سے اسے مخاطب کیا۔

"انس؟۔۔کہاں چلے گئے تھے تم؟ کب سے تمہارا فون ٹرائی کر رہا تھا میں"

جس نے شدت ضبط سے لب بھینچ رکھے تھے۔ چہرے سے وہ نارمل نہیں لگ رہا تھا

بنا کچھ کہے وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ان تک پہنچا پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک زوردار گھونسا سالار کے منہ پر مارا۔ وہ اس کے لئے قطعی تیار نہیں تھا۔

"واٹ دا ہیل؟؟"

ہاتھ کی پشت کو ناک پر رکھتے ہوئے اس نے طیش سے انس کو دیکھا۔ اگر عبیر ترنت بیچ میں نہ آتا تو کوئی بعید نہیں تھی کے وہ یہ حرکت دوبارہ کرتا۔

"کیا کر رہے ہو تم یہ؟" عبیر نے بمشکل ہی انس کو سنبھالا تھا۔ لیکن وہ اسے دیکھ کہاں رہا تھا۔ اس کی آگ اگلتی نظریں تو سالار پر تھیں صرف۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"میں۔۔قبر تک تمہارا پیچھا کروں گا سالار غازی!"

بھاری آواز میں ایک ایک لفظ کو چبا کر کہتے ہوئے وہ جیسے آنکھوں سے نکلتی تپش سے ہی اسے جلا کر راکھ کر دینا چاہتا تھا۔

جھٹکے سے اس نے خود کو عبیر کی گرفت سے آزاد کروایا تھا۔وہ کہہ کر وہاں رکا بھی نہیں تھا۔سیدھا سعادت غازی کے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"آپ مجھے اس طرح سے کیوں دیکھ رہے ہیں عبیر بھائی؟۔۔کیا میں آپ کو اتنا بزدل نظر آتا ہوں جو چھپ کر وار کروں گا؟"

ناک سے بہتے خون کو روکنے کے لیے اس نے رومال کو زور سے دبا رکھا تھا۔

عبیر کو خود کو جانچتی نظروں سے دیکھتا پایا تو بھنا کر بولا۔

"میں تم پر شک نہیں کر رہا ہوں سالار۔۔لیکن۔۔"

"کیا لیکن؟"

"وہ تم پر ہی کیوں اپنا شک ظاہر کر رہا ہے؟"عبیر کا انداز سنجیدگی لئے ہوا تھا۔

"اللہ ہی جانے۔۔مجھے کیا معلوم۔۔"

وہ بے زاری سے سر جھٹک کر بولا۔"ایک تو اسے بھی ساری دنیا میں صرف میں ہی اس کا دشمن نظر آتا ہوں"

لیکن پھر طیش میں کہا۔

"ریشام کی وجہ سے تم دونوں کے درمیان جو سرد جنگ چل رہی ہے میں اس سے ناواقف نہیں ہوں"

"عبیر بھائی۔۔مانتا ہوں ریشام میری سابقہ منگیتر رہ چکی ہے۔۔اور یہ بھی کے اس نے کس دھوکے سے اس سے نکاح کیا ہے۔۔

لیکن یہ بات اتنی بھی کوئی ناقابل برداشت نہیں ہے جو میں اتنی ذلیل حرکت کروں"

اس کا اشارہ انس کے پیرنٹس کی ڈیتھ کی طرف ہی تھا۔

"عبیر۔۔آپ خود کو اتنا پریشان کیوں کر رہے ہیں؟"

سارہ نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے تفکر سے کہا۔جو دو انگلیوں سے اپنی پیشانی مسل رہا تھا۔

"میں اس حویلی کا بڑا بیٹا ہوں سارہ!۔۔یہ سارے بچے میری انگلی پکڑ کر چلنا سیکھے ہیں۔۔اسکول اور کالج میں جو بھی ان کے ایشوز ہوا کرتے تھے یہ اپنے ماں باپ کو بتانے کے بجائے میرے پاس آیا کرتے تھے۔۔کیوں کے انھیں یقین تھا کے ان کا بڑا بھائی بنا ڈانٹے ان کے مسئلے سلجھا دیا کرے گا۔"

"لیکن یہ سب صرف آپ کے کزنز ہیں! آپ کو ان کے لیے خود کو ہلکان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ویسے بھی یہ لوگ اس عمر تک پہنچ چکے ہیں کے اپنے مسئلے خود حل کر سکے"

جس دن میرے میٹرک کا رزلٹ آوٹ ہوا اس دن میں دادا جان کے پاس گیا تھا انھیں خوشی خوشی بتانے کے میں کتنے اچھے نمبرز سے پاس ہوا ہوں۔۔ لیکن تمہیں معلوم ہے انھوں نے مجھے مبارکباد میں کیا کہا تھا؟"

سارہ نے محظ نفی میں سر ہلایا۔

"یہی کے عبیر۔۔اب تم بڑے ہو چکے ہو۔۔اب تم پر کافی ذمہ داریاں عائد ہونے والی ہیں۔۔سب سے پہلی اور اہم یہ کے ۔۔ہمیشہ اپنے بہن بھائیوں کا خیال رکھو گے۔۔۔"

"میں نے انھیں کبھی کزن سمجھا ہی نہیں۔۔وہ سب میرے لئے میرے چھوٹے بہن بھائیوں کی طرح ہیں۔۔میں یونیورسٹی سے تھکا ہارا جب حویلی واپس آیا کرتا تھا تو ان سب کے لاتعداد جھگڑے میرے منتظر ہوا کرتے تھے۔۔۔اور میں بنا کوئی اور کام کیے بیٹھ کر ان کے مسئلوں کو سلجھایا کرتا تھا۔یقین مانوں ان کی نوک جھونک اور شرارتیں دیکھ کر ہی میری ساری تھکن اتر جایا کرتی تھی۔ یہ بچے میرے سامنے بڑے ہوئے ہیں۔۔بے شک اپنی زندگی کے فیصلے کرنے کی عمر میں داخل ہو چکے ہیں۔لیکن میرے لئے تو ہمیشہ وہیں چھوٹے چھوٹے بچے رہیں گے"

ایک افسردہ سی مسکراہٹ لبوں پر لئے وہ کہے جا رہا تھا۔

اسکے ماں باپ تو کب کے گھر جا چکے تھے۔وہ ماشا کی وجہ سے رک گئی تھی۔اب گھر جانے کے لیے نکل رہی تھی تو پورچ میں ہی کھڑے سالار غازی کو دیکھ کر اس کی تیوریاں چڑھیں۔

"بیٹھو میں ڈراپ کر دوں گا" وہ سنجیدگی سے بولا۔تو مہر ماہ نے تنفر سے اسے دیکھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔کیب بلوائی ہے میں نے"

"واپس بھیج دیا ہے میں نے اسے"

"کس خوشی میں؟"

"کیوں کے میں موجود ہوں تمہیں ڈراپ کرنے کے لئے"

"تمہیں بہت شوق ہے میرا ڈرائیور بننے کا؟"

"ڈرائیور بننے کے علاوہ تو میں اور بھی کچھ بننا چاہتا ہوں تمہارا۔۔"

"ہٹو میرے راستے سے مجھے دیر ہو رہی ہے"

اس کی بات پر کان بھی دھرے بنا ہینڈ بیگ سے گاگلز نکال کر آنکھوں پر چڑھاتے ہوئے وہ تنک کر بولی۔

دھوپ سیدھی اس کے گلابی چہرے پر پڑ رہی تھی۔ دھانی آنچل کے ہالے میں دمکتا اس کے دل کی دیواروں پر نقش ہوتا جا رہا تھا۔

اس کی بات ماننے کے بجائے سالار نے گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔ لیکن نظریں اس کے چہرے پر ہی جمائی ہوئی تھیں۔

"تمہارے ساتھ سفر کرنے کے بجائے میں پیدل چلنا زیادہ پسند کروں گی"

وہ تلخی سے بولی۔

"میں بھی پیدل چل لوں گا تمہارے ساتھ۔۔"

وہ بلا توقف بولا تو مہر ماہ نے لمحے کو گردن موڑ کر اونچی سی سعدین حویلی کی شان و شوکت کو دیکھا۔ اور پھر سامنے کھڑے اس کے وارث کو۔۔

جو اپنی حیثیت اور شناخت کو بھلائے اس عام سی لڑکی کے ہاتھوں بخوشی اپنی عزت افزائی کروا رہا تھا۔

مہر ماہ بنا کسی تاثر کے اسے دیکھتی ہوئی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ لیکن ذہن میں الجھنوں کا بسیرا تھا۔

یہ سچ تھا کے یونیورسٹی لائف میں وہ اپنی عمارت کے زعم میں کسی کو منہ لگانا پسند نہیں کرتی تھی۔ جن میں اس کا کلاس فیلو سالار غازی بھی تھا۔ اکثر و بیشتر ان دونوں کی تلخ کلامی بھی ہو جایا کرتی تھی۔ لیکن پھر کرائسز کی وجہ سے اس نے اپنی پڑھائی ڈراپ کر دی تھی۔ اس کے وہ سارے دوست جن پر انھیں اعتبار تھا کے وہ اس پر جان چھڑکتے ہیں ان میں سے ایک نے بھی اس سے رابطہ رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ اور پھر کچھ ہی بعد جب اسے غازی انڈسٹریز میں جاب کرنے کے ایک ہفتے بعد پتا چلا کے اس کا باس کوئی اور نہیں بلکے وہی سالار غازی ہے جس کے ساتھ اس کی ایک ملاقات بھی خوشگوار نہیں گزری تھی۔

اچھے پیکیج کے باوجود بھی وہ یہ جاب جاری رکھنے کی روادار نہیں تھی کیوں کے وہ جانتی تھی سالار غازی ہر سیکنڈ اس کے ماضی اور حال کو نشانہ بنا کر اسے نیچا دکھانے کی کوشش کرے گا۔ وہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی کے جس شخص کو وہ کبھی خاطر میں نہیں لاتی تھی اسے ایک دن اسی کی سیکریٹری بننا پڑے گا۔

لیکن قسمت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے یہ کڑوا گھونٹ بھی پی ہی لیا تھا۔ کیوں کے اس کے پاس کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔

اس کی سوچ کے برعکس سالار نے ایک دن بھی اس پر نہ کوئی طنز کیا تھا اور نہ طعنہ دیا تھا۔ بلکے اس کے ساتھ تمام اسٹاف سے زیادہ ہی اچھا برتاو روا رکھتا تھا۔

جواب کسی سے ڈھکا چھپا نہیں رہا تھا۔ مہرماہ خود ورکرز کی چہ مگوئیوں کو سن چکی تھی جو اس کے اور سالار کی زات کے حوالے سے تھی۔

نرمین سے بھی اس کی اسی بات پر تلخ کلامی ہو گئی تھی جو تنفر سے اس پر الزامات عائد کیے جا رہی تھی کے وہ سالار کو اپنی جانب مائل کرتی ہے۔

کوئی اس کے بارے میں کچھ بھی کہتا پھرے وہ کسی پر ذرا کان نہیں دھرتی تھی۔ لیکن اس بار اس کی انا پر تازیانہ لگا تھا۔ یہ الزام برداشت کئے جانے کے قابل نہیں تھا اس کے لیے۔

اسی کی وجہ سے ان دونوں کے درمیان سرد مہری آگئی تھی۔ مہرماہ کو اس کی حرکت بہت کھلی تھی جب اس نے جان بوجھ کر نرمین کے سامنے اس کا امیج خراب کرنے کی کوشش کی تھی۔

وہ بات بات پر اسے زچ کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ اسے سلگانے اور طیش دلانے کے لیے تو وہ موقع کی تاک میں رہتا تھا۔ اس دن کے بعد سے اس نے خود ہی آفس جانا چھوڑ دیا۔

دو دن اس نے آف کیا تھا۔ اپنے فون کو بھی سوئچ آف کر دیا تھا تا کے آفس سے آنے والی کوئی بھی کال ریسیو نہ کرنی پڑے۔

اور تیسرے دن وہ یہاں تھی۔ سالار غازی کے ہمراہ اس کی گاڑی میں موجود۔

ان ساری باتوں کے باوجود بھی وہ سالار سے نفرت نہیں کرتی تھی۔ وہ اسے اچھا نہیں لگتا تھا لیکن برا بھی نہیں لگتا تھا۔

لیکن آج جو باتیں ماشا کی زبانی اسے معلوم ہوئی تھیں چند ثانیے کے لیے تو وہ گنگ سی رہ گئی تھی۔اسے یقین کرنے میں دشواری کا سامنا تھا۔لیکن ماشا نے کافی وثوق سے کہا تھا سالار غازی کے علاوہ کسی اور کی دشمنی نہیں ہے انس بھائی سے۔۔

ریشام کی وجہ سے وہ انس بھائی سے بدلہ لینا چاہتے تھے اسی لئے انھوں نے یہ سب کیا۔

اس وقت تو وہ جیسے تیسے برداشت کر گئی تھی۔لیکن اب سالار کو دیکھا تو اس کے اندر بھی ایک آگ دہک اٹھی تھی۔ماشا کا کرب اس کی آنکھوں کے سامنے آرہا تھا بار بار۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کے تم اتنے گھٹیا شخص نکلو گے۔"

ونڈ اسکرین سے نظریں ہٹا کر سالار نے حیرانگی سے اسے دیکھا جو نفرت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

سالار کے چہرے پر فوراً ہی ناگواری کے رنگ دکھائی دئے تھے۔

"جو اپنے لالچ کی وجہ سے کسی کی جان ہی لے لے۔"

اس کا ایک ایک لفظ سالار کے چہرے پر تھپڑ کی طرح لگ رہا تھا۔

یکلخت ہی اس کا پاؤں بریک پر جا پڑا۔

سخت تاثرات لیے وہ اس کی جانب مڑا تو مہر ماہ نامحسوس انداز میں پیچھے ہٹی۔

"مجھے نہیں معلوم کس نے کیا بکواس کی ہے تمہارے سامنے۔۔لیکن مجھ سے بات کرتے ہوئے اپنے لفظوں پر دھیان دو۔۔یہ نہ ہو بعد میں تمہیں ان ہی لفظوں پر شرمندہ ہونا پڑے۔"

سالار نے بے حد ضبط سے کہا تھا۔

"مجھے معلوم ہے میں کیا کہہ رہی ہوں۔۔یہ اچھے بننے کا نقاب کا چڑھا کر جو اصلی چہرہ تم نے اپنا چھپا رکھا ہے نہ میں اس سے انجان نہیں ہوں!"

"یقیناً تم ابھی بھی ریشام کی پراپرٹی کے پیچھے پڑے ہوئے ہو اور ساتھ میں انس اور ماشا کو بھی قتل کروانا چاہتے ہو"

پیشانی پر تیوریاں لئے وہ بنا کچھ کہے اس کی زہر میں بجھی باتیں سنتا جا رہا تھا۔

"جب اس نے اپنی بات ختم کی تو وہ سر پیچھے کو گرا کر بے ساختہ ہنس پڑا۔

مہرماہ نے چونک کر اسے دیکھا جس کا چہرہ بے تماشہ ہنسنے کی وجہ سے سرخ پڑتا جا رہا تھا۔

"مائی گاڈ۔۔ مجھے نہیں پتا تھا کے تم جیسی بے وقوف لڑکی اتنی آسانی سے میرے پلان کو سمجھ جائے گی۔"

پیچھے کو ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے وہ کافی محفوظ سے انداز میں بولا۔

لیکن اس کے چہرے کا رنگ جیسے اڑتا جا رہا تھا۔

"تو کیا سچ میں تم نے۔۔۔؟"

مہرماہ کو سانس لینے میں دشواری کا سامنا تھا۔ وہ تو سمجھ رہی تھی کے وہ فوراً انکار کر دے گا۔ کہے گا کے "مہرماہ تم پاگل ہو جو ایسا سوچتی ہو میرے بارے میں؟"

لیکن وہ تو اپنے منہ سے اپنے جرم کا اقرار کر رہا تھا۔

وہ پلکیں جھپک بنا شاک کی حالت میں اسے دیکھ رہی تھی جس نے ڈیش بورڈ پر پڑے لائٹر کو اٹھا کو لبوں میں دبی سگریٹ کو شعلہ دکھایا تھا۔

اس نے تو آج سے پہلے کبھی اسے اسموکنگ کرتے نہیں دیکھا تھا۔

تو مس مہرماہ سلطان!"

ایک گہرا کش لے کر وہ اس کی جانب مڑا۔

"تمہارا اندازہ ٹھیک تھا میرے بارے میں۔۔ میں فطرتاً ایک لالچی انسان ہوں۔۔ مجھے دولت سے عشق ہے۔۔"

"تم نے ماشا کے پیرنٹس کو کیوں قتل کیا؟"

وہ ڈر و خوف کا شکار رندھی آواز میں بولی۔

"پراپرٹی کی وجہ سے۔۔وہ میرے راستے میں ایک بڑی رکاوٹ تھے۔اگر انھیں نہ مارتا تو سعادت غازی کی پراپرٹی کا ایک بڑا حصہ ان کے نام منتقل ہو جاتا۔۔جو کے میں کسی طور برداشت نہیں کر سکتا تھا"

"تو کیا تم ماشا اور انس۔۔۔۔"مہرماہ سے اپنی بات مکمل بھی نہیں کی گئی تھی۔

"میرے راستے میں رکاوٹ بننے والا ہر شخص اپنے انجام کو پہنچے گا مہرماہ سلطان"

اس کے لب و لہجے میں جتنی نرمی تھی۔اس کی آنکھوں میں اتنی ہی سفاکی جھلک رہی تھی۔

گھٹن کا احساس اس کے اندر بڑھتا ہی جا رہا تھا۔گاڑی کا دروازہ کھول کر وہ باہر نکل آئی۔چوڑی سی روڈ کے دونوں اطراف میں اونچی گھاس اور جھاڑیاں تھیں۔

جب کے دور پہاڑوں میں سورج ڈوبنے کی تیاری کرتے ہوئے سارے میں ویرانی سی پھیلا چکا تھا۔

کھلی فضا میں گہری سانس لیتے ہوئے اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ کتنے ہی آنسو نکلے تھے۔

"اندر بیٹھو۔۔یہ جگہ ٹھیک نہیں ہے۔"

دوسری جانب سے وہ بھی باہر نکل کر اسے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔

وہ ایک گنجان آباد سا علاقہ تھا۔جہاں رات ڈھلتے ہی اکثر کچھ جنگلی جانور بھی آنکلتے تھے۔

"میں تمہارے ساتھ نہیں جاوں گی!"

وہ زخمی نظروں سے اسے دیکھتی کاٹ دار لہجے میں بولی۔

"میں تمہیں یہاں اکیلے نہیں چھوڑ سکتا"

"سالار غازی!۔۔تمہیں اچھے سے معلوم ہے میرے پاس نہ کوئی دولت ہے اور نہ ہی کوئی پراپرٹی۔۔اس لیے تم میرا پیچھا چھوڑ دو۔۔میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے"

مہرماہ نے وہی بات دہرائی تھی جو وہ کچھ دن پہلے بھی اسے کہہ چکی تھی اور بدلے میں اس کی ناراضگی اور غصہ بھی جھیلا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

لیکن اس بار سالار کے چہرے پر کوئی ناگوار تاثرات نہیں تھے۔ بلکے ایک الگ ہی مسکراہٹ اس کے لبوں پر جھلک دکھا رہی تھی۔

"مجھے تم سے تمہاری پراپرٹی نہیں۔۔ بس تمہاری ذات چاہئے"

ہوا سے لہراتے اس کے بالوں کی لٹھ کو انگلی پر لپیٹتے ہوئے اس کے انداز میں صرف نرمی تھی۔

وہ جیسے کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی۔ اس کے الفاظ اس کی کان میں سائیں سائیں کر رہے تھے۔ پیشانی پر پسینے کی بوندیں چمکنے لگیں۔

"گاڑی میں بیٹھو شام ڈھل رہی ہے۔ یہاں رکنا ٹھیک نہیں!" اس نے فوراً ہی اپنے تاثرات بدلتے ہوئے کہا۔ مہر ماہ مر کے بھی اس کے ساتھ نہیں جانا چاہتی تھی۔ اور سالار غازی اسے وہاں تنہا چھوڑ کر نہیں جانے پر راضی نہیں تھا۔

"بی بی یہ کہاں دندناتی پھر رہی ہو؟"

سفینہ تائی نے اسے دھڑ دھڑ سیڑھیاں اترتے دیکھ کر ناگواری سے ٹوکا۔ اس کے لباس کو دیکھ کر بھی ان کی تیوریاں چڑھی تھیں۔

"اپنے بھائی کے پاس جا رہی ہوں میں" ناچار اس نے رک کر کہا۔

"تمہارا بھائی اس وقت بیٹھک میں موجود ہے۔۔ اور وہاں حویلی کی عورتیں منہ اٹھا کر نہیں چلی جاتیں۔"

"تو کیا منہ یہیں رکھ کر جاتی ہیں؟"

"زبان دیکھو ذرا اس کل کی لڑکی کی۔"

"جاو اپنے کمرے میں جا کر بیٹھو۔۔ بریزے اسے پہننے کے لئے ڈھنگ کے کپڑے دو"

"کیا ہوا ہے میرے کپڑوں کو؟"

"میں نے تمہیں کہا ہے اپنے کمرے میں جاو پھر کہاں جا رہی ہو؟"

"اپنے بھائی کے پاس جا رہی ہوں۔۔اور مجھ پر اس حویلی کے قائدے قانون زبردستی لاگو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔کیوں کے اس حویلی سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے"

زہر خند لہجے میں کہتی ہوئی وہ وہاں رکی نہیں تھی۔

کھسوں میں مقید پیروں کو مضبوطی سے حویلی کے فرش کو روندتے ہوئے وہ تقریباً بھاگتے ہوئے بیرونی سمت آئی۔جہاں سے اپنے ہی دھیان میں داخل ہوتے فاز سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔

"کہاں جا رہی ہیں آپ؟"

فاز نے ایک نظر دیکھ کر اس پر سے نگاہ ہٹالی تھی۔اس نے کبھی حویلی کی لڑکی کو بنا دوپٹے یا بنا سر ڈھکے نہیں دیکھا تھا۔سامنے کھڑی لڑکی کا تعلق بھی اب اس حویلی سے جڑ چکا تھا۔وہ بے شک اس چیز کو قبول نہ کرتی۔لیکن فاز غازی اس کی حیثیت اور اہمیت کو دل سے قبول کر چکا تھا۔

"کیا مجھے ہر قدم پر سب کو صفائیاں دینی پڑیں گی؟"

اس کا انداز آگ کی تپش لئے ہوئے تھا۔وہ تو اس چھوٹی سی لڑکی کے انداز دیکھ کر ہی دنگ رہ گیا تھا۔

"میں آپ سے صفائی نہیں مانگ رہا لیکن باہر مہمان موجود ہیں آپ اس طرح سے نہیں جا سکتی ہیں"

اس کے برعکس فاز کا انداز نرمی لیے ہوئے تھا۔

"مجھے مت بتاؤ مجھے کس کے سامنے کس طرح سے جانا ہے۔۔اپنے کام سے کام رکھو تم"

اپنی اور فاز کی عمر کا خیال کئے بغیر وہ نفرت انگیزی سے بپھر کر بولی۔

"فائن!"نچلا لب دباتے ہوئے وہ سر کو خفیف سی جنبش دیتے ہوئے ماشا کے پیچھے ہی کھڑی بریزے سے مخاطب ہوا۔

"کوئی چادر یا شال وغیرہ لے کر آؤ"

وہ فوراً ہی سر ہلاتی اپنے کمرے کی جانب بھاگی تھی جبکے وہ بھیگی شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی جو اس کی راہ میں دیوار بن کر کھڑا تھا۔جسے گرا کر وہ آگے نہیں بڑھ سکتی تھی۔

"آپ بے شک اس حویلی سے لاتعلق ظاہر کریں لیکن جو حیثیت اور مقام اس حویلی نے آپ کو دیا ہے اس کی پاسداری آپ کو کرنی ہو گی!"

بریزے کی لائی ہوئی شال اس کے گرد پھیلا کر اوڑھاتے ہوئے وہ کافی ٹھوس لہجے میں اسے باور کروا رہا تھا۔ جو خود پر بے انتہا ضبط کیے کھڑی تھی۔

یہ اجنبی ماحول اس کے لیے ناقابل برداشت ہوتا جا رہا تھا۔

"چلیں۔۔"

اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے اس نے دوبارہ باہر کی جانب قدم بڑھائے تو خون کے گھونٹ پیتے ہوئے اس نے فاز کی تقلید کی۔

تعزیت کے لئے آئے کافی سارے مہمان رخصت ہو چکے تھے۔ کچھ اکا دکا ہی باقی تھے جو جانے کے لئے تیار کھڑے تھے۔

وہ بنا ادھر ادھر دیکھے فاز کے پیچھے چلتی ہوئی سعادت غازی کی بیٹھک میں داخل ہو گئی۔ جہاں ان کے علاوہ صرف عبیر ہی موجود تھا۔ جو کچھ دیر پہلے ہی ایک فون کال سننے باہر گیا تھا۔

"انس بھائی کہاں ہیں؟" اس کی نگاہوں کو جب انس کہیں دکھائی نہ دیا تو اس نے فاز کو دیکھا۔ جس نے شانے اچکا دئے تھے۔

"مجھے نہیں معلوم"

"تم پھر یہاں کیوں لے کر آئے ہو مجھے؟" اس نے پر تپش لہجے میں کہا۔

"میں نے بلایا تھا ماشا!"

اس سے پہلے کے فاز اسے جواب دیتا سعادت غازی نے نرمی سے اسے مخاطب کیا۔

"آج سے تم یہی رہو گی"

"میں یہاں کس حیثیت سے رہوں؟ یہ میرا گھر نہیں ہے!"

"یہ تمہارا بھی گھر ہے ماشا!"

سعادت غازی اسے روکنے کے لئے کب سے قائل کر رہے تھے۔"یہ میرا گھر نہیں ہے۔۔"وہ رندھی آواز میں یہی بات دہرائے جا رہی تھی۔

"یہ گھر اور یہ گھر والے میرے کچھ نہیں لگتے۔۔کچھ بھی نہیں"

"تمہارا باپ میرا سگا بیٹا تھا"

"وہی بیٹا نہ جس کی آپ نے ساری زندگی شکل نہیں دیکھی؟ایک گناہ کی طرح چھپایا جسے؟"

"ماشا میری بیٹی"انھوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھنا چاہا تو وہ پیچھے ہو گئی۔

"آپ کی وجہ سے میرے ماما بابا اس دنیا سے چلے گئے۔۔صرف آپ وجہ ہیں ان کی موت کی"

سعادت غازی کے دل میں اٹھتا درد زور پکڑتا جا رہا تھا۔

اس چھوٹی سی لڑکی کی تکلیف ان کی تکلیف سے چھوٹی تو نہیں تھی۔

"میرے ماں باپ اس دنیا سے چلے گئے صرف آپ کی وجہ سے"

فاز کافی دیر سے چپ چاپ کبھی ماشا کو دیکھ رہا تھا تو کبھی سعادت غازی کو۔

جب ان کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھے تو لپک کر ان کی طرف آیا۔

"دادا آپ ٹھیک تو ہیں؟"فاز کو ان کی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔

"میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی! صرف آپ کی وجہ سے میرے بابا نے اپنی ساری زندگی کرب میں گزاری"

ان کی حالت سے انجان وہ اپنے اندر کا غبار نکالے جا رہی تھی۔

"اسٹاپ اٹ!"

فاز ایک دم ہی اس پر بگڑا۔

"دیکھ نہیں رہیں آپ ان کی حالت خراب ہو رہی ہے؟"

ماشا کو ایک دم چپ لگی۔ وہ لڑکا اسے ڈانٹ رہا تھا جس کے نام سے بھی وہ واقف نہیں تھی۔

"دادا آپ ٹھیک نہیں ہیں میرے ساتھ ہاسپٹل چلیں"

"میں ٹھیک ہوں۔۔ماشا میری بات سنو بیٹا"

فاز کا ہاتھ ہٹا کر وہ پھر اسے مخاطب کر بیٹھے جو برستی آنکھوں سے نفی میں سر ہلاتی دروازہ کھول کر باہر نکل گئی تھی۔

اس حویلی والے سب ہی پتھر دل تھے۔ سب کو بس دوسروں کا دل توڑنا آتا تھا۔

بار بار انس کو کال ملانے کے بعد بھی جب اس کا نمبر نہ ملا تو اس نے فرمان کو فون کیا۔ وہ روتے اسے بس یہی کہے جا رہی تھی وہ آ کر اسے یہاں سے لے جائے۔ ورنہ اس کا سانس بند ہو جائے گا۔

اسے یقین دہانی کروانے کے بعد انھوں نے کچھ دیر بعد ہی داریان کو اسے لینے کے لئے بھیج دیا تھا۔

"بنا بتائے کہاں جا رہی ہو تم؟"

"میری مرضی میں جہاں بھی جاوں آپ کون ہوتی ہیں مجھ سے باز پرس کرنے والی؟"

"لڑکی اپنی زبان کو لگام ڈالو۔۔ تمہارے ماں باپ چلے گئے ہیں اس دنیا سے جو تمہاری یہ بد تمیزی برداشت کر لیا کرتے تھے"

اس کا دل جیسے کسی نے مسل کر رکھ دیا تھا۔

بھابھی آپ یہ کس طرح بات کر رہی ہیں؟"

"دیکھ نہیں رہی تم یہ کس طرح سے مجھے جواب دے رہی ہے؟"

"کیا ہوا ہے ماشا؟ مجھے بتاو کہاں جا رہی ہو تم؟ میں چلتی ہوں تمہارے ساتھ"

رائمہ نے اسے محبت سے اسے کہا۔

"فرمان بھائی کے گھر" وہ روتے ہوئے بامشکل بولی۔

جبھی ملازم نے باہر داریان کے آنے کی اطلاع دی تھی جو ماشا کو لینے آیا تھا۔

"اس کے بھائی کو معلوم بھی ہے یا نہیں؟ یہ نہ ہو کے وہ آکر ہم پر ہی برسنا شروع ہو جائے کے ہم نے اس کی بہن کا خیال نہیں رکھا"

داریان تو اسے دیکھ کر حیرت زدہ ہی رہ گیا تھا۔

وہ اس ماشا کو تو قطعی نہیں جانتا تھا۔ جس کے چہرے پر ہمہ وقت رہنے والی مسکراہٹ کے بجائے بھیگے گالوں پر آنسوں کے نشان تھے۔

برستی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ بنا کچھ کہے اس کی گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ اسے اس وقت کچھ بھی سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ذہن و دل میں ایک جھکڑ سے چل رہے تھے۔ وہ اس حویلی سے کہیں بہت دور چلے جانا چاہتی تھی۔

سعادت غازی کو وہ زبردستی ہاسپٹل لے کر آیا تھا۔ جن کا چیک اپ جاری تھا۔ ان کے ہارٹ بیٹ مدھم پڑتی جا رہی تھی۔

اس کے اطلاع دینے پر عبیر اور انس کے علاوہ ضمیر غازی اور زاریہ غازی بھی وہاں پہنچے تھے۔ جو ان کی حالت کے پیش نظر پریشانی سے دوچار ان کی صحت یابی کے لیے دعا گو تھے۔

دیوار سے ٹیک لگائے اس کی نظر اپنے جوتوں پر تھی۔ جھکی گردن کو اس نے تب اٹھایا جب شانے پر کسی کے ہاتھ کا لمس محسوس ہوا۔

"تمہارے دکھ کا مداوا نہیں کر سکتا میں۔۔ لیکن وقت سب سے بڑا مرہم ہے۔۔ اللہ تمہیں صبر دے"

"مجھے صبر تب ہی آئے گا جب اس شخص کو اپنے ہاتھوں سے گولی مارں گا!"

عبیر کا ہاتھ اپنے شانے سے ہٹا کر اس نے سفاکی سے کہا۔

ساری دنیا سے ہی اس نے بیر باندھ لیا تھا۔

عبیر اسے تاسف سے دیکھ کر رہ گیا۔

"

"مجھے اچھے سے معلوم ہے میرے ماں باپ کا قاتل کون ہے۔۔ جلد یا بدیر۔۔ میں اپنے ہاتھوں سے اس کی جان لوں گا"

"سالار یہ سب نہیں کر سکتا انس۔۔ وہ اتنا نہیں گر سکتا۔۔ وہ میرا بھائی ہے میں جانتا ہوں اسے"

"جس دن میں نے اس کے منہ سے اعتراف جرم کروالیا اس دن یقین آجائے گا آپ کو عبیر بھائی۔۔ کے وہ کس حد تک گر سکتا ہے!"

"جلد بازی میں شدت سے کام مت لو۔۔ رضا انکل پر جو اٹیک ہوا ہے وہ ان کے کسی اور دشمن کی جانب سے بھی تو ہو سکتا ہے"

"کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟"

"تمہارا بابا ایک پولیس آفیسر تھے انس۔۔ اور پولیس آفیسرز کے دوستوں کی تعداد اتنی نہیں ہوتی جتنی قطار میں دشمن گھات لگا کر بیٹھے ہوتے ہیں"

"ہمیں پہلے انکوائری کرنی چاہئے۔۔ جب تم ساری جانچ پڑتال نہیں ہو جاتی تب تک کسی پر بھی الزام لگانا ٹھیک بات نہیں"

"لیکن میں جانتا ہوں۔۔ سالار کے علاوہ میرا مجرم اور کوئی نہیں ہے!"

اس کے لہجے کی مضبوطی اس کے سنگین ارادوں کا پتا دے رہی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

بند کمرے میں حبس زدہ سا ماحول تھا۔ یا صرف اسے ہی محسوس ہو رہا تھا۔

وائٹ کلر شلوار قمیض زیب تن کئے۔ شال کو شانوں پر ڈالے اس کی گردن کی رگیں ابھری ہوئی تھیں۔ اگر خود پر ڈھیروں ضبط نہ کرتا تو یقیناً وہ آج کسی کا قتل کر گزرتا۔

وجاہت غازی کے مطالبے کو اس نے کڑوے گھونٹ کی طرح پیا تھا۔

"دیکھو انس۔۔ تمہارا اور تمہاری بہن کا پراپرٹی میں جو بھی حصہ بنتا ہے وہ تمہارے نام صرف اسی وقت منتقل ہو گا جب تم ریشام کو طلاق دو گے۔۔ بصورت دیگر تمہیں اسے سے دستبردار ہونا ہو گا"

شیشے کی میز پر پڑے پیپرز کو اٹھا کر اس نے ایک سرسری سی نگاہ ان پر ڈالی تھی۔

دوسرے ہی لمحے وہ ڈائیورس پیپرز پرزے پرزے ہو چکے تھے۔

یہ تو طے تھا کے جتنی بار وہ کاغذات انس کے ہاتھ میں آتے ان کا انجام یہی ہونا تھا۔

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں ریشام غازی کے علاوہ میں کسی اور چیز کا خواہش مند نہیں ہوں!"

ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے وہ سرد لہجے میں کہتے انھیں سختی سے باور کروا رہا تھا م

"ریشام کو اگر اپنے نکاح میں رکھو گے تو پھر اسے بھی اپنی پراپرٹی چھوڑنی ہو گی!"

انھوں نے ایک اور پہلو اس کے سامنے رکھا۔

وہ اس وقت ان کے ساتھ تنہا بیٹھا تھا۔ ان دونوں کے علاوہ وہاں کوئی تیسرا شخص نہیں تھا۔ تحمل سے ان کی بات کو سنا۔ پھر جھٹکے سے وہاں سے اٹھ کر روم سے نکل کر دھم دھم سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر پہنچا۔ وہ اسے اوپری منزل کے لاونج میں ہی بیٹھی دکھائی دے گئی تھی۔

سادے سے ہلکے جامنی سوٹ میں شال کو اپنے گرد پھیلائے ہاتھ میں سپارہ لئے صوفے پر بیٹھی تھی۔

اس کے ہلتے لبوں کو دیکھتے ہوئے اس کے قدموں میں سستی در آئی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"انس۔۔؟"

رائمہ نے اسے حیرانگی سے دیکھا۔آج سے پہلے وہ کبھی سیڑھیاں عبور کر کے وہاں تک نہیں آیا تھا۔بے شک وہ اس حویلی کا بیٹا تھا لیکن اپنی حدود کا پھر بھی خیال رکھتا تھا۔

پھوپھو کی آواز پر متوجہ ہوتے ہوئے ریشام بھی اسے دیکھ کر چونکی۔پھر سپارہ بند کر کے میز پر رکھی رحل پر رکھا۔

وہاں ان کے علاوہ بریزے اور حویلی کی باقی عورتیں بھی موجود تھیں۔

لیکن وہ کسی کو بھی دیکھے بنا اس کی طرف آیا تھا۔

ریشام کا دل انجانے احساس سے دھڑکنے لگا۔

جب جب انس نے اس کی برف قدم بڑھائے تھے تب تب ان دونوں کو ایک نئی افتاد کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

"میرے ساتھ چلیں!۔۔میرے گھر"

اس کا لہجہ کسی بھی جذبات سے عاری انتہائی سنجیدہ تھا۔

صرف ریشام نہیں تھی جو اس کے مطالبے پر حیران ہوئی تھی۔وہاں موجود ہر شخص کے تاثرات تقریباً اس کے جیسے ہی تھے

"انس۔۔ایسے کیوں کہہ رہے ہو کوئی بات ہو گئی ہے کیا؟"رائمہ نے پریشانی سے اس کا بازو تھاما۔

"ریشام میری بیوی ہے رائمہ پھوپھو۔۔میں انھیں یہاں سے لے جا رہا ہوں"

"ایسے کیسے لے جا سکتے ہو؟یہ کوئی موم کی گڑیا ہے جو اپنی مرضی سے جب جی چاہا لے گئے۔جب جی چاہا چھوڑ گئے"

سفینہ تائی تو اس کی بات سن کر ہی بھڑک کر گویا ہوئیں۔لیکن وہ صرف ریشام کو دیکھ رہا تھا جس کی سیاہ آنکھوں میں ناسمجھی اور بے یقینی تھی۔

وہ اسے حکم نہیں دے رہا تھا۔نہ اس کے سامنے اپنا مطالبہ رکھ رہا تھا۔جب کے اسے دیکھنے والے اس کے انداز سے یہی سمجھ رہے تھے۔

لیکن یہ ریشام ہی جانتی تھی کے اس کے لہجے میں صرف گزارش تھی۔التجا تھی۔

وہ اس پر حکم نہیں چلا سکتا تھا۔اس پر اپنی مرضی مسلط کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

لیکن ریشام ایک الگ ہی کشمکش کا شکار تھی۔وہ اس کی بات مان کر کیسے اس کے ساتھ جا سکتی تھی جب کے اس کے ماں باپ میں سے کوئی وہاں موجود بھی نہیں تھا۔ان ہی مرضی و منشا کے بغیر وہ کبھی اتنا بڑا قدم نہیں اٹھا سکتی تھی۔

وہ اس کی التجا کرتی نظروں میں دیکھتی بھیگی نظروں سے بے بسی اور بے کسی کے ہاتھوں مجبور نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"آپ انکار کریں گی تو میں دوبارہ لینے نہیں آوں گا"

وہ از حد سنجیدہ تھا۔

ریشام کا دل جیسے ایک چھناکے سے ٹوٹا تھا۔تیر کی طرح لگا تھا اس کا لہجہ۔

کیا وہ رشتہ ختم کرنے کی بات کر رہا تھا؟

"اتنی مشکل سچویشن میں ڈال کر وہ ایسا کہہ بھی کیسے سکتا تھا اسے۔

ایک بار حویلی سے قدم باہر نکالنے کی غلطی وہ کر چکی تھی۔دوسری بار تو وہ مر کر بھی یہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔

وہ عجیب دوراہے پر کھڑی تھی۔وہ سامنے کھڑے شخص سے دستبردار نہیں ہو سکتی تھی۔لیکن وہ اسے عزت سے اس کے ساتھ رخصت ہو کر جانا چاہتی تھی۔

ایسے تو بلکل بھی نہیں۔اپنے ماں باپ کی غیر موجودگی میں ان کے علم میں لائے بغیر وہ یہ انتہائی قدم نہیں اٹھا سکتی تھی۔

"تم مجھے۔۔۔طلاق دے دو گے؟"

تیز تیز دھڑکتے دل کے ساتھ وہ اس ہر جانے کے بارے میں دریافت کر رہی تھی جو اس کے ساتھ نہ جانے کی صورت میں اسے بھرنا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

دل پر لگے زخم سے خون دھیرے دھیرے رسنے لگا۔ سامنے کھڑا وہ خوبرو شخص جسے اس نے اپنے دل کی سب سے اونچی مسند پر بٹھایا تھا وہ اس کی ذات کو ٹکڑوں میں بانٹ رہا تھا۔

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس سوال کا جواب اس کے پاس تھا بھی نہیں۔ ریشام اور انس کا جدا ہونا کیا اتنا آسان تھا؟ کیا اسے لئے اسے جتن کر کے اپنایا تھا کے طلاق دے دے؟

"اگر تم نے اس حویلی سے ایک قدم بھی باہر نکالا تو تم پر اس حویلی کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند ہو جائیں گے ریشام!"

انس نے اپنی پشت سے ابھری وجاہت غازی کی بات کو سنتے ہوئے ضبط سے ریشام کو دیکھا جو عجب دوراہے پر کھڑی تھی۔

"جانا چاہتی ہو تو کوئی تمہیں روکے گا نہیں۔ لیکن اپنے سارے رشتے ناطے یہیں دفن کر کے جاو"

"وجاہت بھائی یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

رائمہ غازی تو اس صورتحال پر از حد پریشانی سے کبھی انس اور ریشام کو دیکھتیں تو کبھی وجاہت غازی کو۔

جنھوں نے آج اس رشتے کو منطقی انجام تک پہنچانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

کاش عبیر یا ضمیر غازی میں سے کوئی وہاں ہوتا تو اس سچویشن کو آرام سے ہینڈل کر لیتا۔

لیکن ان میں سے کوئی بھی وہاں موجود نہ تھا۔

ریشام کے ذہن کے پردے پر ماضی لہرا رہا تھا جب وہ اسے اس بات کے لئے طعنے دیا کرتی تھی کے وہ ایک بزدل انسان ہے۔ جس میں اتنی ہمت نہیں کے محبت کرنے کے باوجود وہ دنیا کے سامنے اس کا اقرار کرنے سے ڈرتا تھا۔

اور آج وہ پورے حق سے۔ سب کے سامنے اسے لے جانے کے لئے آیا تھا تو وہ پیچھے قدم ہٹا رہی تھی۔

"محبت کرنا اس کے دعویدار ہونا جتنا آسان ہے اتنا ہی مشکل اس کے امتحانوں کو پاس کرنا اور اس طویل کھاردار راستے کو عبور کر کے منزل تک پہنچنا ہے۔ اگر آپ محبت کے راستے میں آنے والی آزمائشوں کو برداشت کرنے اور قربانیاں دینے کی ہمت نہیں رکھتیں تو آپ کو محبت کا علم لہرا کر اظہار کرنے کی بھی ضرورت نہیں تھی!" اس کی آواز مخطا اتنی تھی کے سامنے کھڑی ریشام کو ہی سنائی دی تھی۔ ایک آنسو اس کی آنکھ سے بہتے ہوئے گال پر پھسلا۔ پھر دوسرا اور تیسرا۔

"تم مجھے بغاوت کرنے کے لیے کہہ رہے ہو؟"

انس کی صورت اسے دھندلی دکھائی دینے لگی تو اس نے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں رگڑیں۔

"میں بغاوت کر کے ہی یہاں تک پہنچا ہوں۔۔اب آپ کی باری ہے!"

وہ اپنے حصے کی بغاوت کر چکا تھا لیکن ریشام میں اتنا حوصلہ نہیں تھا۔وہ حویلی کی عزت کو اپنی محبت پر قربان نہیں کر سکتی تھی۔

"بابا کو۔۔آنے دو ایک بار۔۔میں اپنے ماں باپ کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاوں گی!" بھیگتی آنکھوں اور کپکپاتے لہجے میں وہ اس سے التجا کر رہی تھی۔

انس نے نچلا لب دانتوں تلے دبائے اسے دیکھا پھر سر کو خفیف سی جنبش دیتے ہوئے بنا اسے دیکھے واپسی کو قدم بڑھائے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔

اسے سیڑھیاں اترتے دیکھ وہ جیسے ٹرانس سے جاگی۔

اس کے پیچھے آتے ہوئے ریشام نے اس کا بازو پکڑ کر روکا۔

"مجھے۔۔۔مجھے ڈائیورس تو نہیں دو گے نا؟"

خوف اس کے لہجے میں سر ابھر رہا تھا۔

"جب آپ میرے ساتھ جانا ہی نہیں چاہتیں تو میرے نام سے بندھے رہنے کا بھی کوئی جواز نہیں بنتا۔۔"وہ اسے دیکھ نہیں رہا تھا۔

"یوسف۔۔۔"

اس کا دل دھڑکنا بھول گیا تھا۔زخم اور گہرے ہونے لگے۔

"تم ایسا نہیں کرو گے!"

"آپ مجھے مجبور کر رہی ہیں!"

اس کی سیاہ آنکھوں میں اپنی کربناک سے گلابی مائل آنکھیں گاڑے وہ دوبدو بولا۔

"زندگی کے فیصلے ایسے جذبات میں آکر نہیں کئے جاتے۔۔ بابا کو آنے دو ایک بار پلیز۔۔" وہ کچھ بھی کر کے بس اسے روک لینا چاہتی تھی۔ اگر ایک بار ضمیر غازی آجاتے تو شاید حالات سنبھل جاتے۔

"میں یہاں دو منٹ بھی نہیں ٹھہرنا چاہتا۔۔ اتنی دیر رک گیا ہوں تو صرف۔۔۔ آپ کی خاطر"

اس کے لیے وہ اپنی ہر ناگواری کو پس پشت ڈال کر اسے اپنانے کے جتن کر رہا تھا۔ اور ایک وہ تھی کے جس کے قدموں میں اس حویلی کی عزت کی بیڑیاں پڑی تھیں۔ جنھیں توڑنا اس کے بس میں نہیں تھا۔

"میری خاطر؟"

ریشام نے زخمی سا مسکراتے ہوئے اس کا بازو چھوڑا۔

"میری خاطر مجھے ہی زندہ درگور کر کے جا رہے ہو؟"

"فیصلے کا حق دیا تھا میں نے آپ کو"

"تم مرد ہو یوسف! تمہارے قدموں میں وہ زنجیریں نہیں ہیں جنھوں نے مجھے باندھ رکھا ہے۔۔۔ تمہاری محبت سے زیادہ مجھے اپنی عزت عزیز ہے۔۔ میں اپنے ماں باپ کا سر نہیں جھکا سکتی!"

"ان زنجیروں کا خیال آپ کو پہلے کیوں نہیں آیا ریشام بی بی؟" انس نے سختی سے اس کا بازو دبوچ کر اپنے مقابل کیا۔

"میں نے کہا تھا آپ کو۔۔ ہزار بار سمجھایا تھا اس آگ سے مت کھیلیں۔۔ لیکن آپ کو شوق چڑھا تھا۔۔ اپنے ساتھ ساتھ آپ نے مجھے بھی اس آگ میں جھونک کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا ہے"

وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے لب بھینچے اسے دیکھے جا رہی تھی جس کی شکست خوردہ سی حالت ریشام کے دل میں انی کی طرح گڑ رہی تھی۔

وہ تو اس شخص کے سارے دکھ سارے غم اپنی ذات میں سمیٹ لینا چاہتی تھی۔ لیکن نا چاہتے ہوئے بھی خود اس کی تکلیفوں کا باعث بن رہی تھی۔

"تم پچھتا رہے ہو مجھ سے نکاح کر کے؟"

اسے اپنی بھیگی آواز کہیں دور سے آتی محسوس ہوئی تھی۔ بہت کچھ ٹوٹا تھا اس کے اندر۔ جس کی کرچیاں پانی کی صورت اس کی آنکھوں سے بہہ رہا تھا۔

ایک طنزیہ سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر ابھر کر معدوم ہوئی۔

"مجھے اسی دن موت آجائے جس دن میں اس نکاح پر پچھتاوں"

"پھر کیوں کر رہے ہو مجھ پر یہ ظلم؟"

"میں ظلم کر رہا ہوں؟ ظلم تو آپ مجھ پر کر رہی ہیں۔ میں آپ کے لئے ہر حد سے گزر جانے کو تیار کھڑا ہوں اور میری خاطر کچھ بھی نہیں کر رہی ہیں"

"میں تمہارے ساتھ نہیں جاوں گی" وہ قطعیت سے بولی۔

"آپ کا آخری فیصلہ ہے؟" انتہائی ضبط سے پوچھا گیا۔

"یاد رکھئے گا میں اب پلٹ کر نہیں آوں گا۔۔ آپ آنا چاہیں گی تو آپ کو خود آنا پڑے گا!"

"ٹھیک ہے انس۔۔ جو تمہیں سہی لگے وہ کرو"

بلکتے دل کو نظر انداز کر کے بھیگا گال رگڑتے ہوئے وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

سامنا کھڑا شخص اب اس کے لئے انس غازی ہی تھا۔ جو اس کے لئے یکسر اجنبی تھا۔ اس کا یوسف تو جانے کہا کھو گیا تھا۔ اسے شدت سے وہ یاد آرہا تھا جو اسے دیکھ کر ہی اپنی پلکیں جھکا لیا کرتا تھا۔

جب بات کرتا تھا تو اس کی آواز میں صرف نرمی اور احترام ہوا کرتا تھا۔

"اگر ہمارا رشتہ اتنا ہی لکھا تھا تو اتنا ہی سہی۔۔ ڈائیورس پیپرز بھجوا دینا"

شدید ضبط سے کانپتے لہجے میں اپنی بات پوری کی۔

"کیا سمجھ رکھا ہے آپ نے مجھے؟ کھلونا ہوں میں کوئی؟۔۔جب دل کیا حاصل کر لیا جب دل کیا اٹھا کر اپنی زندگی سے باہر پھینک دیا۔"

"تم میری جگہ نہیں کھڑے ورنہ میری مجبوریوں کو سمجھ جاتے"

وہ طنز سے ہنسا۔

"آپ کی مجبوریاں۔۔آپ کے گھر کی عزت۔۔آپ کے والدین کی محبت۔۔۔میرا اس سب میں کیا قصور تھا؟ مجھے بس اتنا بتایئے؟"

"جب آپ کو بیچ راہ میں واپس پلٹ جانا تھا تو مجھے اس راستے کا مسافر کیوں بنایا آپ نے؟"

"تمہیں معلوم ہے میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا ہے کچھ بھی"

"لیکن جو میرا نقصان ہوا ہے اس کا مداوا کون کرے گا؟"

"انس۔۔۔مت کرو میرے ساتھ ایسے۔۔کم از کم تم تو سمجھو مجھے۔"

بے بسی کے ہاتھوں وہ رو پڑی تھی۔

وہ لب بھینچے اسے دیکھتا رہا۔پلٹ کر چلا گیا۔

اس کے دامن کو آنسوؤں اور ملال سے بھر کر گیا تھا۔اس کی نام نہاد محبت سے مایوس ہو کر گیا تھا۔

سہی کہتے ہیں لوگ۔

محبت بزدلوں کے لئے نہیں بنی ہے۔

جو اپنی محبت کے لئے دنیا کے سامنے کھڑے نہیں ہو سکتے ایسے لوگوں کو محبت کرنے کا کوئی حق ہی نہیں پہنچتا۔

لیکن ریشام غازی کے بھی اپنے ہی اصول تھے۔

محبت اگر اپنے ہی ماں باپ کے سامنے کھڑے ہو جانے پر اکساتی ہے تو پھر وہ باز آئی ایسی محبت سے۔

وہ تنے تاثرات کے ساتھ خالی دل لئے پورچ کی سیڑھیاں اترتے ہوئے جیسے ہی پورچ میں پہنچا بڑے سے آہنی کھڑے دروازے سے اس کی گاڑی داخل ہو رہی تھی۔ سیاہ شلوار قمیض پہنے آستینوں کو کہنیوں تک چڑھائے وہ آنکھوں پر سے گاگلز ہٹاتے ہوئے فرنٹ سیٹ سے اترا۔ اس کی توجہ انس کی طرف ہی تھی۔

جو بے تاثر سنجیدہ سی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں اپنے ذرائع سے بھی معلوم کروا رہا ہوں۔ تمہارے پیرنٹس کے قاتل بہت جلد پکڑے جائیں گے۔" سالار کے انداز میں ہمدردی تھی۔

"ان سب میں الجھ کر اپنی انرجی ضائع کرنے کے بجائے اپنے لئے کوئی بہترین وکیل ڈھونڈ لو۔۔ بہت جلد تمہیں اس کی ضرورت پڑنے والی ہے۔"

اس کے برعکس انس کا انداز انتہائی سرد تھا۔ اندر تک خون جما دینے والا!

"تو تمہیں لگتا ہے تم سالار غازی کو سلاخوں کے پیچھے ڈالنے کی ہمت رکھتے ہو؟"

"میں قانون کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہتا۔ ورنہ تمہیں اپنے طریقے سے بتاتا کے انس غازی کتنی ہمت رکھتا ہے۔"

ایک دھیمی سی تمسخر سی مسکراہٹ سالار غازی کے چہرے کا حصہ بنی تھی۔ اپنا بھاری ہاتھ اس نے انس کے کندھے پر رکھتے ہوئے اس کی آنکھوں کی تپش کو دیکھتے ہوئے وہ بولا۔

"تم نہیں کر سکتے!"

اس چھوٹے سے جملے میں وہ کچھ اسے جتانا چاہ رہا تھا وہ اچھے سے سمجھ رہا تھا۔

وہ صرف کہہ نہیں رہا تھا۔ اسے سمجھا رہا تھا۔ آگاہ کر رہا تھا کے وہ سالار غازی کو شکست نہیں دے سکتا تھا!

انس نے فوراً ہی اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔ جیسے وہ کوئی ناگوار سی چیز ہو۔

دہکتی نظر سے اسے دیکھا جیسے نظروں سے ہی اس کے وجود کو جلا کر خاکستر کر دینا چاہتا ہو۔

تبھی کھلے دروازے سے ایک اور گاڑی اندر داخل ہوتی دکھائی دی۔ وہ عبیر کی گاڑی تھی۔ جو ہاسپٹل سے سالار کے ساتھ ہی نکلا تھا۔ اور ابھی ابھی وہاں پہنچا تھا۔

پینٹ شرٹ میں ملبوس ایش گرے کوٹ بازو پر ڈالے وہ تھکان زدہ لگ رہا تھا۔ ہاسپٹل سے پہلے وہ آفس گیا تھا۔ آج اس کا سارا دن ہی مصروف گزرا تھا۔

پورچ میں جب ان دونوں کو آمنے سامنے کھڑے دیکھا تو چونک کر نفی میں سر ہلا گیا۔

"انس۔۔"

وہ اسے مخاطب کرتا ان کے جانب آیا۔

"کیا ہوا ہے؟" ان کے بیچ کے سرد پن کو محسوس کرتے ہوئے اس نے باری باری ان دونوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں عبیر بھائی۔۔ میں بس اپنی طرف سے اس کا دل صاف کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ لیکن یہ تو ابھی بھی یہی سمجھتا ہے اس کے پیرنٹس۔۔"

"جسٹ شٹ اپ۔۔"

سالار کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ درشتی سے اس کی بات کاٹ گیا۔

"قاتل اپنے انجام کو ضرور پہنچے گا!"

چبا کر کہتے ہوئے وہ وہاں سے اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"سالار۔"

عبیر نے ملامت سے دیکھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"میں نے تمہیں کہا تھا نہ کے اس سے آمنا سامنا مت کرنا"

"میری کیا غلطی ہے اس میں۔ میں کیوں مجرموں کی طرح چھپ کر بیٹھوں؟"

"اگر وہ تمہیں مجرم سمجھتا ہے تو اس کے پاس شواہد بھی ہونگے۔۔ وہ ایسے ہی کسی پر الزام نہیں لگا سکتا"

"اور اگر وہ جھوٹے الزام سچ ثابت ہو گئے تو تب آپ کیا کریں گے؟"

"سالار!"

عبیر نے سخت ناگواری سے اسے دیکھا۔

"اگر یہ سچ ہوا تو انس سے پہلے میں تمہارا منہ توڑوں گا!۔۔ آئندہ یہ بات میرے سامنے کہنا بھی مت!"

درشتی سے کہتے ہوئے وہ اندرنی عمارت کی جانب بڑھ گیا تھا۔

جبکے سالار وہیں کھڑا رہا تھا۔ گہری سانس ہوا کے سپرد کئے وہ زخمی مسکراہٹ کے ساتھ دور روشن آسمان کی جانب دیکھ رہا تھا۔ نا جانے اس کی قسمت اسے کس راہ پر ڈالنے والی تھی۔

اندرنی عمارت میں آتے ہی اس کی نظر ریشام پر پڑی تھی جو سیڑھیوں کے پاس ہی گھٹنے ٹیکے نیچے بیٹھی بری طرح رو رہی تھی۔

عبیر نے تو زندگی میں کبھی اس کی آنکھوں میں ایک آنسو نہیں آنے دیا تھا۔ اور آج اسے اتنی دلگرفتی سے روتے دیکھ کر اس کا دل کٹنے لگا تھا۔

"ریشام۔۔ میرا بچہ۔۔"

کوٹ ایک طرف اچھال کر وہ اس کے قریب بیٹھا۔ ہمیشہ کی طرح اسے بچوں کی طرح سنبھالنے کی کوشش کی جو خود پر سے سارے اختیار کھوتی ہوئی اس کے کندھے پر سر رکھے اور بکھرنے لگی تھی۔

"وہ مجھے ڈائیورس دے دیگا عبیر بھائی۔۔۔ اس نے کہا تھا۔۔"

وہ ہچکیاں لیتے ہوئے بامشکل ہی اپنی بات پوری کر پائی تھی۔ ایک ایک کر کے حویلی کے سارے مکین وہاں اکھٹا ہونے لگے تھے۔

"رونا بند کرو پہلے۔۔اور مجھے بتاو کے کیا ہوا ہے۔؟" وہ پریشانی کے عالم میں اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے اسے خاموش کروانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"وہ مجھے لینے آیا تھا۔۔میں نہیں گئی۔۔وہ ناراض ہو گیا مجھ سے۔۔"

عبیر کو جیسے چپ لگی تھی۔لب بھینچے اس نے ایک سرد نظر وہاں موجود نفوس پر ڈالی۔

"تمہیں میری بات پر یقین ہے نا؟میرا بھروسہ کرو وہ نہیں دے گا تمہیں طلاق۔۔"

اس کا چہرہ اپنے ہاتھ میں تھامے وہ نرمی سے بول رہا تھا۔اور ریشام بھیگی دھندلی نگاہوں سے اسے دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن آنسو تھے کے بیچ میں دیوار بن رہے تھے۔

"ریشام اپنے روم میں چلو بیٹا۔۔" رائمہ غازی نے ہی آگے بڑھ کر اسے اپنے حصار میں لیا تھا۔

کہیں اندر ان کا دل خوف کا شکار تھا۔آج سے پہلے خاندان کی کسی لڑکی نے اس طرح سے گھر کے مردوں کے سامنے کسی لڑکے کے لئے آنسو نہیں بہائے تھے۔

نہ اپنے بھائیوں کے سامنے اپنی محبت کا سوگ منایا تھا۔

لیکن وہ ریشام غازی تھی۔وہ ہر وہ کام کر سکتی تھی جو اس خاندان کی لڑکی نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچا ہو۔

اور پھر اس کی پشت پر کھڑے ہونے والا بھائی عبیر کے جیسا ہو تو پھر اسے کس بات کا خوف اور غم ستا سکتا تھا۔

"آپ کی کوئی بات ہوئی تھی انس سے؟"

عبیر نے انتہائی سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں وجاہت غازی سے دریافت کیا۔اسے کہیں نہ کہیں لگ رہا تھا کے یقیناً وجاہت غازی نے انس سے کچھ کہا ہو گا۔ورنہ وہ اس طرح سے طیش میں آکر وہ قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔

"میں نے بس اتنا کہا تھا کے ریشام کو اپنے نکاح میں رکھو گے تو پھر ساری جائیداد سے دستبردار ہونا پڑے گا۔"

"پھر؟"

"پھر کیا اس نے مان لی تھی میری بات۔۔ لیکن ریشام نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔"

"بابا آپ کو معلوم بھی ہے وہ اس وقت کس ذہنی حالت کا شکار ہے۔اس کے ماں باپ کو مرے ابھی کچھ دن بھی نہیں گزرے۔ آپ کو ایسا مطالبہ نہیں رکھنا چاہئے تھا اس کے سامنے۔" وہ اپنے لہجے کی ناگواری کو چھپا بھی نہیں پایا تھا۔

"تمہیں اس کی وکالت کرنے کی ضرورت نہیں ہے عبیر۔مجھے بہتر معلوم ہے جو بھی میں نے کیا۔"

ان کے ناپسندیدہ سے انداز پر اس نے بے تاثر سے نگاہوں سے انھیں دیکھا۔

"ضمیر چاچو کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔میرے خیال سے ہمیں ریشام کی رخصتی کر دینی چاہئے۔"

"ریشام کو بھی اپنی پراپرٹی چھوڑنی ہو گی۔۔"

"وہ ریشام کا قانونی حق ہے۔ہمیں اس سے وہ چھین نہیں سکتے۔۔"

"ریشام اور انس کے رشتے کے لیے میری بس یہی شرط ہے۔اگر وہ دونوں راضی ہے تو تمہیں ان کے قانونی و شرعی حقوق یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے۔" انھوں نے تنفر سے کہتے ہوئے بات ہی ختم کر دی تھی۔

"بابا۔۔آپ ان کے معاملے میں نہیں بولیں گے۔۔"

عبیر کا وہ لہجہ اس حویلی کی در و دیوار نے شاید پہلی بار سنا تھا۔اس نے تو کبھی اپنے معاملے میں بھی کبھی اپنے حق کے لئے بھی آواز بلند نہیں کی تھی۔اسے آج بھی اپنے لئے فیصلے لینے کا اختیار نہیں تھا۔لیکن ریشام کے لیے وہ ان کے سامنے ڈٹ گیا تھا۔

"عبیر تم ہوش میں تو ہو نہ؟ جانتے ہو نہ اپنے باپ سے بات کر رہے ہو؟"

سفینہ غازی نے بھی مداخلت کرتے ہوئے تیز لہجے میں اسے گھر کا۔

ان کا اتنا فرمانبردار بیٹا ریشام کے لئے اسٹینڈ لیتا ہوا انھیں ایک آنکھ نہیں بھا رہا تھا۔

"میں سب جانتا ہوں ماں۔۔۔سب کچھ! لیکن آپ سب بھی جان لیں کے آخری فیصلہ ریشام کا ہی ہو گا۔۔اسے اس کے حق سے کوئی محروم نہیں کر سکتا۔۔کم از کم میرے ہوتے ہوئے تو ہر گز نہیں۔۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

ایک ایک لفظ پر زور دیتا ہوا۔ سرد نگاہ سب پر ڈالتا ہوا وہ وہاں رکا ہی نہیں تھا۔

دروازے سے ہی ٹیک لگائے کھڑے، سینے پر بازو باندھے سالار کی جزبات سے عاری نظروں نے دور تک عبیر کی پشت کا پیچھا کیا تھا۔

سب کہتے تھے کے وہ بریزے اور ریشام کا بڑا بھائی ہے۔۔ آج اس نے ثابت بھی کر دیا تھا۔ اس نے ریشام کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہونے دیا تھا کے وہ اکلوتی ہے۔ اس کا کوئی بھائی نہیں ہے۔

لیکن عبیر اپنے سگے بھائی کو فراموش کر گیا تھا۔ ریشام کے سامنے اسے سالار بھی نہیں دکھائی دیتا تھا۔

بریزے نے اچھنبے سے اسے دیکھا تھا جو آنکھوں پر بازو رکھے کاوچ پر لیٹا تھا۔

سارے دن میں اس نے اب جا کر اس کی شکل دیکھی تھی۔ وہ اور فاز جانے سارا دن کیا کرتے رہے تھے۔ گھڑی رات کے ساڑھے گیارہ بجا رہی تھی۔ پتا نہیں اس نے کھانا بھی کھایا تھا یا نہیں۔ وہ کافی دیر سے ریشام کے روم میں اس کے پاس بیٹھی رہی تھی۔ اس کے سونے کے بعد ہی اپنے روم میں آئی تھی۔

نیند سے اس کی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔ اس کا ارادہ بھی بس سونے کا تھا۔ لیکن رائمہ کی باتیں ذہن میں گونج رہی تھی جنھوں نے کئی بار اسے تاکید کی تھی کے عاشر واپس آئے تو اس سے کھانے کا پوچھ لیا کرو۔ اسے خود سے کہنے کی عادت نہیں ہے۔ اگر نہ پوچھو تو وہ ویسے ہی سو جاتا ہے۔

"عاشر۔۔۔"

ناچاہتے ہوئے بھی اس کے پاس آ کر اسے پکارا۔ "عاشر۔۔" دوسری بار اس نے پھر آواز دی۔

"ہمم؟" بنا کوئی حرکت کئے اس نے محظ اتنا ہی کہا۔ "کہاں تھے تم سارا دن؟"

"تم کیا مجھے یاد کر رہی تھیں؟" بریزے کو اس کی بھاری مدھم سی آواز سنائی دی

"پھوپھو پریشان ہو رہی تھیں۔ تم فون بھی نہیں اٹھا رہے تھے کسی کا"

"تم کرتیں تو اٹھا لیتا۔"

"کھانا کھاو گے؟ گرم کر کے لاوں؟" اس کے غیر متوقع جوابات بریزے کو حیرانگی کے ساتھ ساتھ الجھن میں بھی ڈال رہے تھے لیکن پھر بھی نظر انداز کئے جا رہی تھی۔ "بھوک نہیں ہے"

"ٹھیک ہے۔"

وہ شانے اچکاتے ہوئے وہ بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔ دوپٹہ اتار کر ایک طرف رکھا۔ پھر موسچرائزر اٹھا کر ہاتھوں پر لگانے لگی۔ کن انکھیوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی جواب اٹھ کر بیٹھ چکا تھا۔ سر فون پر جھکائے جانے کیا ٹائپنگ کر رہا تھا۔ خوبصورت تو وہ بلا کا تھا۔ یونیورسٹی کے پہلے دن ہی وہ اس کی وجاہت کے چرچے پوری جامعہ میں گونجتے سن چکی تھی۔ اوپر سے اس کا مغرور انداز اس کی وجاہت میں کئی گناہ اضافے کا باعث بنتا تھا۔ بریزے کو ہمیشہ سے یہی لگتا تھا کے وہ اپنے اسی غرور کی وجہ سے اسے ناپسند کرتا ہے۔ اور صرف لڑتا جھگڑتا ہی رہتا ہے۔ وہ تو سوچتی تھی کے اس کی ہونے والی بیوی بھی اس کی ٹکر کی ہو گی۔ انتہا کی زہین اور خوبصورت۔ جو اس کے ساتھ کھڑی ہو تو مانو چاند سورج کی جوڑی بن گئی ہو۔

لیکن اس کی بیوی کی حیثیت سے آج وہ اس کے روم میں موجود تھی۔ جس کا اس نے خواب میں بھی کبھی تصور نہیں کیا تھا۔

خیر کم تو وہ بھی نہیں تھی۔ غازی خاندان کی کوئی لڑکی بھی اس کی خوبصورتی کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ عاشر کو دیکھتی وہ خود کو یہی ڈھارس دے رہی تھی۔

جبھی نظروں کا ارتعاش اپنے چہرے پر محسوس کرتے ہوئے اس نے فون سے نظریں ہٹا کر اچانک ہی اس کی طرف دیکھا جو نگاہوں کا تصادم ہونے پر گڑبڑا کر رخ ہی پھیر گئی تھی۔

بنا کچھ کہے وہ فون آف کر کے میز پر ڈالتے ہوئے الماری سے آرام دہ کپڑے نکال کر شاور لینے چلا گیا تھا۔

کچھ ہی دیر میں ٹراوزر اور ٹی شرٹ پہنے گیلے بالوں کو تولیے سے رگڑتے ہوئے وہ باہر آیا تو وہ بلینکٹ اوڑھے گہری نیند سو چکی تھی۔

تولیہ اسٹینڈ پر ڈال کر مرر کے سامنے کھڑے ہو کر بالوں میں برش پھیرتے ہوئے وہ اسے ہی دیکھے جا رہا تھا۔

برش ٹیبل پر رکھنے کے بعد اس کے قدم خود باخود اس کی جانب بڑھ گئے تھے۔

رخسار تلے ہتھیلی رکھے وہ بے سدھ تھی۔اس کی دراز پلکوں کی جھالروں کو دیکھتے ہوئے وہ اس کے پاس ہی بیٹھ گیا تھا۔وہ لاکھ اس کی طرف سے غافل ہونے کی کوشش کرتا۔لیکن دل تھا کے ہر وقت بغاوت پر آمادہ رہتا تھا۔وہ اسے کیسے بتاتا کے اس کے سارے دن کی تھکاوٹ اس کا چہرہ دیکھ کر ہی زائل ہو جاتی تھی۔

اسے دیکھنے کے بعد وہ اپنے ہوش میں نہیں رہتا تھا۔اس کی آنکھیں عاشر کو دنیا سے بیگانہ کر دیا کرتی تھی۔

دو انگلیاں اس کے پھولے ہوئے گال پر پھیرتے ہوئے اس کے اپنے دل کی دھڑکنوں میں طلاتم برپا تھا۔

وہ اس لمحے کے انتظار میں تھا جب اسے بریزے کی آنکھوں میں اپنا چہرہ دیکھنا تھا۔اس کے دل میں بھی بس اپنا نام نقش کرنا تھا۔

اس کے جلتے لمس سے کسمسا کر اس نے پلکیں اٹھا کر دیکھا۔جب عاشر کو اپنے اتنے قریب بیٹھے دیکھا تو چونک کر جلدی سے اٹھی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" پیشانی پر لاتعداد شکنیں ابھریں۔

"تمہیں دیکھ رہا تھا" کتنے سکون سے وہ سچائی بیان کر رہا تھا۔

اس کے جواب پر وہ چپ سی اسے دیکھتی رہ گئی۔اب تو اکثر و بیشتر اس کی جانب سے اسی طرح کے جوابات ملا کرتے تھے۔

اپنے قریب بیٹھا وہ یک ٹک اسے دیکھتے ہوئے اسے پزل کر رہا تھا۔

"تمہیں معلوم ہے آج گھر میں کیا ہوا؟"

بریزے کو اس کا دھیان خود پر سے ہٹانے کا فوری بہانہ سوجھ گیا تھا۔

"سب معلوم ہے مجھے" وہ پر سکون سا بولا۔

"میرا تو دل گھبرا رہا ہے۔کیا انس بھائی سچ میں ڈائیورس دے دیں گے ریشام کو؟" وہ پریشانی سے اس سے پوچھ رہی تھی۔نامحسوس انداز میں پیچھے کو سرک گئی تھی۔عاشر کی اتنی قریب موجودگی اس کے حواسوں کو جھنجھوڑ رہی تھی۔

"انس بھائی دنیا کو آگ لگا دیں گے لیکن ریشام کو کبھی نہیں چھوڑیں گے"

"لیکن جتنے غصے میں وہ گئے تھے مجھے تو لگا بس سب کچھ ختم کر کے جا رہے ہیں"

"وہ ختم کریں یا شروع کریں ان دونوں میاں بیوی کے آپس کا معاملہ ہے۔ تم اپنے شوہر پر دھیان دو۔"

"تم پر کیا دھیان دوں؟" بریزے کے لہجے میں فوراً ہی طنز و بے زاری کے رنگ در آئے۔

"مثلاً یہ کے۔۔ میرا سر ہی دبا دو۔۔"

"یونیورسٹی تو تم جا نہیں رہے۔ گھر پر بھی نہیں ہوتے۔ پھر سارا سارا دن کہاں غائب رہتے ہو؟" اس کا انداز مشکوک تھا۔

"ہیں کچھ ضروری کام" وہ کان کی لو کھجاتے ہوئے انجان سا بولا۔

"کیسے کام؟"

"اب سب کچھ تو تمہیں نہیں بتا سکتا۔۔"

"اتنے خفیہ طریقے سے انجام دے رہے ہو۔۔ کہیں ڈر گز اسمگلنگ کا کام تو نہیں کرنے لگے"

عاشر کو جانے کیوں بلاوجہ ہی کھانسی آئی تھی۔

"اللہ کو مانو۔۔ کیوں اپنے شوہر پر اتنے سنگین الزامات لگا رہی ہو"

"تم خود کو میرا شوہر کہہ رہے ہو۔۔ حالانکے جب نکاح ہوا تو تب تو نا جانے کون سا جن تمہارے اندر آسمایا تھا تو جو تم بات بے بات مجھے باتیں سناتے رہتے تھے۔" سینے پر بازو لپیٹے وہ ناراضگی سے گویا ہوئی۔

"اب ساری زندگی تمہاری شکل ہی دیکھنی ہے تو پھر واویلا کرنے کے بجائے میں نے صبر کر لیا۔۔"

بریزے اس صابر انسان کی شکل دیکھتی رہ گئی۔

"لیکن تم تو۔۔۔ کسی اور سے شادی کرنا چاہتے تھے۔۔ کسی بہت اچھی لڑکی سے"

"میں نے مان لیا ہے کے اچھی لڑکی میری قسمت میں نہیں ہے۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

"میری زندگی سے معلق سوالات ختم ہو گئے ہیں تو سر دبا دیں گی آپ؟"

"مجھ سے تو اس قسم کی خدمتوں کی توقع رکھنا ہی مت۔۔ گلا دبوانا ہے تو بتا دینا وہ میں بخوشی کر دوں گی"

"تمہیں نہیں لگتا کے اب ہمیں اپنی ساری پرانی باتوں کو بھول کر نئے سرے سے سب شروع کرنا چاہئے؟"

"نہیں"

وہ ترنت بولی۔"تم نے جو بدتمیزیاں میرے ساتھ کی ہیں وہ میں اتنی سے تو تمہیں معاف نہیں کروں گی"

"تم بھی تو فوراً سے بدلا لے کر حساب بے باک کیا کرتی تھیں اس کا کیا؟"

"کون سے حساب؟"

"اچھا چھوڑو۔۔ ہم دوستی کر لیتے ہیں"

عاشر نے سیز فائل کرتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھا دیا جسے اس نے ایک ابرو اٹھا کر دیکھا۔ پھر عاشر کے تاثرات کو۔۔

وہ اس کے دوستانہ انداز کو جانچ رہی تھی۔اس کی جانب سے مشکوک تھی۔اب اس کا کیا بھروسہ اس دوستی کرنے کے پیچھے بھی اس کی کون سی شرارت تھی۔

"کیا واقعی میں وہ ساری پرانی لڑائی جھگڑوں کو پس پشت ڈال کر نئی زندگی کی شروعات کرنا چاہتا تھا۔

"میں سنجیدہ ہوں۔۔ مذاق نہیں کر رہا"

اسے شش پنج میں گرفتار دیکھ کر اس نے جیسے تسلی دی تھی۔

"سوچ کر جواب دوں گی"

اس کے بڑھائے ہاتھ کو نظر انداز کر کے وہ بولی۔اس کی دوستی کی پیشکش پر ابھی وہ کافی غور و فکر کرنا چاہتی تھی۔کیوں کے کم از کم اس شخص سے وہ اپنے لئے بھلائی کی توقع نہیں کر سکتی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

بنا کچھ کہے شانے اچکاتے ہوئے وہ اٹھ کر اوندھے منہ بیڈ پر گر گیا تھا۔ پھر کچھ ہی دیر بعد اس کی جانب کروٹ لیتے ہوئے ہتھیلی میں چہرہ گرائے اس سے استفسار کیا۔

"سوچ لیا؟"

"اتنی سی دیر میں کیا سوچوں میں؟" بریزے نے تنک کر پوچھا۔

"تو تمہیں کتنے سال درکار ہیں؟ جب یاجوج ماجوج کا نزول ہو جائے تب جواب دو گی؟"

"لڑکیاں مرتی ہیں مجھ سے دوستی کرنے کو اور ایک تم ہو کے تمہارے شک و شبہات ہی نہیں ختم ہو رہے"

"ٹرسٹ می۔۔ میں ایک اچھا لڑکا ہوں"

"تمہیں پتا ہے مجھے اس وقت کیا لگ رہا ہے؟" اس نے ضبط سے پوچھا۔

"کیا لگ رہا ہے؟"

"یہی کے تم بلاوجہ میرے سر پر سوار ہونے کی کوشش کر رہے ہو"

"اچھا۔۔ تو ہونے دو پھر"

"تم نہ مجھ سے فری ہونے کی کوشش مت کرو" وہ اس کی جانب گھومی انگلی اٹھا کر اسے وارننگ دے رہی تھی۔

"جاو چائے بنا کر لاو میرے لئے" وہ تحکم سے بولا۔

بریزے نے اس کی پیشکش ٹھکرائی تو اس کا انداز بھی بدل گیا۔

میں کیوں جاوں؟ اور اتنی رات گئے چائے کون پیتا ہے؟" بریزے کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہونے لگا۔

"میں حمنہ مامی کو جا کر چائے پینے کی فرمائش کروں گا تو پتا ہے کیا ہو گا؟ تب تمہیں ان سے ڈانٹ بھی سننے کو ملے گی اور چائے بھی بنانی پڑے گی۔ اس لئے بہتر کے خود سے چلی جاو"

لب کچلتے ہوئے پر سوچ نظروں سے اسے دیکھتی رہی پھر کچھ جمع تفریق کر کے جھٹ اپنا نازک سا ہاتھ اس کے سامنے کر دیا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"میں نے سوچ لیا۔ ہم دوستی کر لیتے ہیں"

عاشر نے بامشکل اپنی ہنسی کو روکا تھا۔

"پکا؟"اس نے ابرو اٹھا کر پوچھا۔

"ہاں پکا"اس کے ترنت جواب دینے پر عاشر نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

کئی سالوں سے ان کے قائم سرد پن کی دیواریں چٹخنے لگی تھیں۔ عاشر کی پیش قدمی کے باعث ان کے بیچ حائل ناگواری اور ناپسندیدگی کے جذبات جیسے ہوا میں تحلیل ہونے لگے تھے۔ نئے رشتے کو اپنا کر نئی زندگی کی راہ پر وہ دونوں ہم قدم ہو کر ایک ساتھ اس سفر کو شروع کرنے جا رہے تھے۔

"اب تو نہیں بنواؤ گے نہ مجھ سے چائے؟"

اس نے ایک آس و امید سے پوچھا۔

"وہ تو تمہیں ہی بنانی پڑے گی۔۔اب میری کوئی دوسری بیوی تو ہے نہیں ورنہ میں اس سے بنوا لیتا"

"مجھے نہیں کرنی تم سے دوستی۔۔ تم دوسری شادی ہی کر لو" خفگی سے کہتے ہوئے اس نے فوراً ہی اپنا ہاتھ کھینچ لیا تھا۔

اسے جب اس دوستی کا کوئی فائدہ نظر نہ آیا تو دوبارہ قدم پیچھے ہٹا لئے۔

"میرا تو دوسری شادی میں فلحال کوئی انٹرسٹ نہیں ہے"

"میرے کیا اتنے برے حالات آ گئے ہیں کے اتنی رات کو میں عاشر مرزا کے لیے چائے بناؤں؟"وہ جلتی بھنتی سوچ رہی تھی۔

"تم تو اسموکنگ کے شوقین ہو نہ؟۔۔ایسا کرو سگریٹ پی لو۔۔ چائے پی کر کیا کرو گے؟"

اف بریزے غازی کے مشورے۔۔

"میں نے سگریٹ پینا چھوڑ دی ہے"

"کیوں؟"اس نے شدید حیرانگی سے پوچھا۔

"پہلے ٹینشن کی وجہ سے پیا کرتا تھا۔۔ لیکن اب وہ ٹینشن ختم ہو گئی ہے میری"

"میں نہیں پوچھوں گی کے ایسی کون سی ٹینشن تمہیں لاحق تھی۔۔ لیکن میرے خیال سے تو اب تمہیں زیادہ سگریٹ پینا شروع کر دینا چاہئے تھا۔۔ کیوں کے تم ہی کہا کرتے تھے کے میری ذات تمہارے لئے محض سر درد اور ٹینشن کا باعث ہے"

وہ اس کے میٹھے سے طنز پر محض مسکرا کر رہ گیا۔

"سہی کہہ رہی ہو۔اب تو تم مستقل میرے سر سوار ہو چکی ہو اب تو مجھے ڈر گزلینا شروع کر دینا چاہئے"

"استغفر اللہ۔۔"

بریزے نے جھر جھری لیتے ہوئے ایک گھوری سے اسے نوازا۔

"تم سے اور امید بھی کیا رکھی جا سکتی ہے"

وہ بڑبڑاتے ہوئے اٹھ ہی گئی تھی۔

رائمہ کی گود میں سر رکھے آنکھیں موندیں لیٹی تھی۔ لیکن آنکھوں کے کناروں سے آنسو پانی کی صورت ابھی بھی بہہ رہے تھے۔

"وہ مجھ سے مایوس ہو کر گیا ہے پھوپھو"

اس کی دھیمی سی آواز رائمہ بامشکل سن پا رہی تھیں۔ "میں اس بزدل ہونے کا طعنہ دیا کرتی تھی۔ لیکن آج وہ میرے ہی الفاظ میرے منہ پر مار کر گیا ہے"

"پھوپھو وہ ایسا کر بھی کیسے سکتا ہے میرے ساتھ؟"

وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔اس کے دراز کھلے ہوئے بالوں کے چہرے کے دائیں بائیں میں تسلط سا جما لیا۔ "وہ ایسے نہیں کر سکتا ریشام! وہ غصے میں ہے ابھی۔ سب ٹھیک ہو جائے گا پریشان مت ہو"

"کیسے پریشان نہ ہوں؟ وہ صاف کہہ کر گیا ہے کہ۔۔" اس کی بات ادھوری ہی رہ گئی تھی۔

جبھی کھلے دروازے پر دستک ہوئی تو ریشام اور رائمہ نے چونک کر دیکھا۔

"بابا۔۔" دروازے میں کھڑے ضمیر غازی کو دیکھ کر اس نے جھٹ سائیڈ پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر سر پہ اوڑھا تھا۔

آج جو کچھ بھی حویلی میں ہوا اس سب کی خبر انھیں مل چکی تھی۔

ضمیر اور زاریہ غازی ہاسپٹل سے سیدھا وہیں آئے تھے۔ یقیناً انھیں بھی سارے واقعے کی خبر مل چکی تھی۔

"انس نے تم سے ساتھ جانے کو کہا تھا؟" ضمیر غازی کا دل تو اپنی لاڈلی بیٹی کی حالت دیکھ کر ہی دکھ سے بھر چکا تھا۔

"جی" اس نے جھکے سر کے ساتھ جواب دیا۔

"کیوں نہیں گئیں تم؟"

"آپ کی اجازت کے بغیر کیسے چلی جاتی؟ تایا جان کے علاوہ کوئی مرد نہیں تھا حویلی میں۔ اور اگر میں چلی جاتی تو تائی امی کا کیا بھروسہ سارے خاندان میں مشہور کر دیتیں کے میں گھر سے بھاگ گئی"

"جب سے تمہارا اور انس کا نکاح ہوا ہے میں نے تب سے تمہاری آنکھوں میں آنسو ہی دیکھے ہیں ریشام"

"تم میری اکلوتی اولاد ہو۔۔۔ تمہاری خوشی میرے لیے ہر چیز سے بڑھ کر ہے"

"تایا جان نے کہا کے اگر میں انس کے ساتھ چلی گئی تو میرا حویلی سے ہر قسم کا تعلق ختم ہو جائے گا۔۔ یہ کوئی کہنے کی بات ہے ان کی؟"

"ریشام!" ضمیر غازی نے گہری سانس بھر کر اسے دیکھا۔

"تمہارے دادا جان اس وقت ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہیں۔ ان کی غیر موجودگی میں سعدین حویلی کی سربراہی کرسی کے وارث تمہارے تایا جان ہی ہیں۔ ان کے فیصلوں اور اصولوں کو کوئی چیلینج نہیں کر سکتا"

"تو آپ بھی مجھ سے پر رشتہ ختم کر دیں گے؟" وہ بے یقینی کا شکار لگ رہی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔۔ لیکن"

"لیکن کیا بابا؟" اس نے اپنے سر پر دھرا ان کا ہاتھ ہٹا دیا۔

"میرے خیال سے تمہارا اور انس کا الگ ہو جانا ہی بہتر ہے۔ تمہارا یہ رشتہ تمہارے لیے بس پریشانیاں ہی پیدا کرے گا"

"تمہارے بابا ٹھیک کہہ رہے ہیں ریشام۔۔ اس کے نام سے بندھے رہنے سے بہتر ہے تم اس بے جوڑ تعلق سے آزاد ہو جاو۔۔ ہم تمہاری شادی کہیں اور کر دیں گے"

"سچ پوچھو تو وہ لڑکا مجھے کافی مغرور سا لگتا ہے۔ کسی سے ڈھنگ سے بات تو وہ کرتا ہی نہیں ہے۔۔ تم سے یہ جبری نکاح بھی اس نے بس سعدین حویلی کو نیچا دکھانے کے لیے کیا تھا۔"

"مما وہ ایسا نہیں ہے" اسے لگ رہا تھا جیسے کوئی ہولے ہولے اس کے دل کو ٹکڑوں میں کاٹتا جا رہا ہو۔

آخر یہ ساری دنیا ان کے رشتے کے اتنی خلاف کیوں ہو گئی تھی۔

"اس کی طرفداری مت کرو ریشام۔ تم نے دیکھا نہیں کیسے وہ سالار پر اپنے ماں باپ کے قتل کا الزام لگا رہا ہے"

"تو ہو سکتا ہے کے سالار بھائی۔۔"

"ریشام!" زاریہ غازی نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

"اس کا اثر ہو گیا ہے تم پر جو اس کی ہی طرح سوچ رہی ہو؟"

انھیں سختی ناگوار گزرا تھا اس کا سالار پر شک کرنا۔

وہ بے بسی سے لب کچلتی رہ گئی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

وائٹ پلازو پر گھٹنے تک آتی بلیک شرٹ پر وائٹ ہی دوپٹہ شانے پر ڈالے وہ اس کے روم میں بیٹھی تھی۔ چہرے پر سخت سے تاثرات تھے۔ لب بھینچ بھینچ رکھے تھے

ہاف بالوں کو کیچر میں قید کیے باقی کو پشت پر کھلا چھوڑ رکھا تھا۔

کچھ دن پہلے جب یہاں سے گئی تھی تو دل میں مصم ارادہ کر کے نکلی تھی آئندہ اس آفس میں داخل نہیں ہو گی کبھی۔

لیکن آج پھر وہ یہاں بیٹھی تھی۔ اسکی خود سے کی گئی قسمیں اور وعدے سالار غازی کے آگے ناکام ہو جایا کرتے تھے۔

"تم میرے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے!"

اس کے چہرے کی طرح آواز میں بھی سختی اور ناگواری تھی۔

"تم کنٹریکٹ کی خلاف ورزی کرو گی تو مجھے زبردستی کرنا پڑے گی!"

اس کے برعکس وہ کافی پرسکون اور ٹھہرے ہوئے انداز میں بات کر رہا تھا۔

"میں ایک قاتل کے ساتھ کوئی کنٹریکٹ نہیں رکھنا چاہتی۔۔ بے شک تم مجھے جیل ہی بھیج دو"

مہرماہ کا لہجہ حد درجہ نفرت آمیز تھا۔ وہ اس کی حقیقت جاننے کے بعد اس کی شکل دیکھنے کی بھی روادار نہیں تھی۔ لیکن پھر بھی مجبوراً اسے آفس آنا پڑا تھا۔

"یہ قاتل تمہیں جیل بھیج دے گا تو خود کہاں جائے گا؟"

"سالار۔۔ خدارا مجھے سچ بتاؤ۔۔ تم اتنے پتھر دل نہیں ہو سکتے تم نے جھوٹ کہا تھا نا؟"

"ضروری نہیں ہے مہرماہ کے اگر آپ نرم دل ہوں تو دوسروں کو بھی ویسا ہی سمجھیں۔۔ ہر انسان دوسرے انسان سے مختلف ہوتا ہے۔۔ سب کی سوچ، ان کی پسند ناپسند، ان کی ترجیحات۔۔ سب مختلف ہو سکتا ہے"

"لیکن تم ایک قاتل۔۔۔"

"میں صرف ایک قاتل ہی نہیں۔۔ ایک اسمگلر بھی ہوں۔۔ میں قیمتی اسلحے اور ڈرگز کی اسمگلنگ کا کام بھی کرتا ہوں"

وہ حیرت کی زیادتی سے اس کی سچائی اس کے منہ سے سن رہی تھی۔

"میں۔۔انس کو سب بتادوں گی تمہارے بارے میں"

"تمہیں کیا لگتا ہے کیا اسے معلوم نہیں ہو گا یہ سب؟"

"وہ جانتا ہے؟"

مہرماہ کو شدید حیرانگی تھی کے سب جانتے بوجھتے ہوئے بھی انس نے اسے گولیاں کیوں نہیں ماری تھیں۔

"اس نے۔۔اس نے تمہیں کچھ نہیں کہا؟"

"وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا"

"تم انس کو شاید جانتے نہیں ہو"

"تم سے زیادہ میں اسے جانتا ہوں۔۔وہ مجھے نقصان پہچانے کی ہمت نہیں رکھتا۔۔"

"تم میرے سامنے اعتراف جرم کر چکے ہو۔۔میں پولیس کو بھی بتا سکتی ہوں"

وہ اس کے دھمکانے والے انداز پر بے ساختہ ہنسا تھا۔

"مہرماہ سلطان۔۔"

کہنیوں پر میز پر ٹکا کر وہ تھوڑا آگے کی جانب جھکا۔

"تمہارے پولیس اسٹیشن پہنچنے کی نوبت بھی نہیں آئے گی!"

"کیا کہنا چاہتے ہو تم؟"

"ہو سکتا ہے کوئی تمہیں راستے میں ہی کڈنیپ کر لے۔۔یا پھر وہیں تمہیں گولی مار دے۔۔"

"میں صرف اندازاً کہہ رہا ہوں سیریس مت ہو"

اس کے اڑی رنگت کو دیکھتے ہوئے ساتھ ہی دلاسہ بھی دے ڈالا۔

وہ اسے سنگین نتائج کی دھمکیاں دے رہا تھا۔ وہ بے بسی کی انتہا پر تھی۔ وہ چاہتے ہوئے بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔

"بحر حال۔۔" کلائی پر بندھی گھڑی کو آنکھوں کے سامنے کرتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"مجھے ایک ضروری کام کے لئے ابھی نکلنا ہے۔۔ میری غیر موجودگی میں تمہیں اس آفس میں رکنے کی ضرورت نہیں۔۔ میرے ساتھ چلو میں تمہیں گھر ڈراپ کر دوں گا" لیکن وہ عجلت میں اپنی چیئر سے اٹھی۔

"ڈرائیور۔۔ کے ساتھ چلی جاوں گی میں۔"

عرق آلود پیشانی کو صاف کرتی وہ لڑکھڑاتے لہجے میں بولی۔

"میں ہوں نہ آپ کا ڈرائیور۔۔" سالار نے چند لمحے اسے دیکھنے کے بعد نارمل سے لہجے میں کہا۔ پھر اپنی چیزیں اٹھانے کے بعد روم سے باہر نکل گیا تھا۔

ایک وہ دن بھی تھا جو سعدین حویلی میں طلوع ہوا تو اس کی کرنوں نے محظ غم اور افسوس ہی وہاں کے مکینوں ہی جھولی میں ڈالا تھا۔ سہ پہر کا آغاز ہی ہوا تھا۔ معمولات کے کام جاری و ساری تھی۔ لیکن ایسے میں ملنے والی اس خبر نے سب کے پیروں کے نیچے سے جیسے زمین کھینچ لی تھی۔

سالار کو پولیس نے اریسٹ کر لیا ہے"

وہ خبر حویلی میں ایک طوفان مچانے کے لیے کافی تھی۔۔۔

سعادت غازی اور وجاہت غازی کے علاوہ حویلی میں باقی کوئی اور مرد موجود نہیں تھا۔ سالار کی گرفتاری کی خبر بھی فازنے کال کر کے دی تھی۔

"آپ کو کیا ضرورت تھی اتنی شرطیں رکھنے کی؟ جب وہ ریشام کو لے جا رہا تھا تو جانے دیتے اس کے ساتھ۔۔۔ جب تک ریشام اس حویلی میں رہے گی تب تک وہ ہماری جان کا عذاب بنا رہے گا۔۔"

"میرے سالار کو واپس لے کر آئیں مجھے نہیں معلوم۔"

سفینہ غازی نے جب روتے ہوئے وجاہت غازی سے کہتی جا رہی تھیں جن کے چہرے پر پریشانی کے اثرات نمایاں تھے۔ان سمیت کسی کو اندازہ نہیں تھا کے انس اس طرح سے کوئی قدم اٹھا سکتا ہے۔سفینہ غازی سمیت وہ بھی یہی سمجھ رہے تھے کے اس نے سالار کو گرفتار کروا کر صرف ریشام کے ساتھ ناجانے کا بدلہ لیا ہے۔ورنہ وہ ابھی تک یہی کہتا آیا تھا کے بے شک اس کے پاس سالار کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔لیکن پھر بھی وہ اسے ہی قاتل مانتا ہے۔

"عبیر گیا ہے معاملات دیکھنے۔وہ سالار کو واپس لے آئے گا۔تم چپ تو کرو کچھ دیر۔۔"عبیر کو کال ملاتے ہوئے انھوں نے ساتھ ہی ناگواری سے انھیں ٹوکا تھا۔

"اس کے ماں باپ کا قتل ہوا ہے وجاہت صاحب!اس کا سارا شک تو ہم پر ہی ہے جیسے ہم نے اس کے ماں باپ کو مارا ہے۔۔وہ تو جب تک ہم سب کو قبرستان کا راستہ نہیں دکھائے گا چین سے نہیں بیٹھے گا۔"

وہ بے چین دل کے ساتھ کہہ رہی تھیں جبکے وجاہت غازی فون کان سے لگائے رابطہ ملنے کے بعد عبیر سے محو گفتگو ہو چکے تھے۔

"عبیر!۔۔سالار کے بارے میں کچھ پتا چلا؟"انھوں نے باعجلت پوچھا۔

"بابا آپ پریشان نہ ہوں۔۔مجھے سالار پر پورا بھروسہ ہے وہ اس طرح کا کام کبھی نہیں کر سکتا۔"دوسری جانب سے اس کی کچھ تکان زدہ سی آواز سنائی دی۔

"تم گئے تھے اس سے ملنے؟کب واپس آئے گا وہ؟'انھوں نے بے قراری سے پوچھا۔

"وکیل سے بات کی ہے میں نے۔۔سالار سے ابھی تک ملاقات نہیں ہو پائی ہے انس سے بات کرنے کی بھی کوشش کر رہا ہوں میں آپ فکر نہ کریں۔"

وہ انھیں تفصیل بتاتے ہوئے انھیں مطمئن کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

غازی انڈسٹریز کی پر تعیش سی بلڈنگ کے وسیع روم میں اپنی رانگ چیئر سے ٹیک لگائے وہ فون کان سے لگائے ہوئے تھا۔ کوٹ اسٹینڈ پر لٹک رکھا تھا۔اس کے اور سالار کے نقوش کافی ملتے جلتے تھے۔ لیکن سالار کے چہرے پر جتنی سنجیدگی ہمہ وقت قائم رہتی تھی۔ عبیر کے تاثرات اتنے ہی نرمی لئے ہوئے تھے۔

غازی خاندان کا سب سے بڑا اور سب سے سعادت مند بیٹا عبیر وجاہت غازی!

جس نے اپنی زندگی کے معمولی سے فیصلے بھی اپنی مرضی سے نہیں کئے تھے۔

اس کی پڑھائی اور شادی تک کے فیصلے اس کے باپ دادا نے کئے تھے۔

وہ پورے خاندان میں ایک آئیڈیل بیٹا مشہور تھا۔

جو اپنے کزنز کو بڑے بھائی کی طرح ٹریٹ کیا کرتا تھا۔اپنے خاندان کو جوڑے رکھنے کے لئے وہ کسی بھی حد تک جا سکتا تھا۔

اس کے لئے اس کی پہلی ترجیح وہ حویلی اور اس کے مکین تھے۔ جن پر وہ جان جھڑکتا تھا۔

لیکن ایک ساتھ پڑنے والی اتنی ساری زمہ داریوں نے اسے ذہنی طور پر کافی تھکا ڈالا تھا۔گھر میں چل رہی اتنی ٹینشن اور سالار کے اریسٹ ہونے کی وجہ سے بھی اسے سر کھجانے کی بھی فرصت نہیں مل رہی تھی۔ وہ کبھی حویلی میں ہوتا تو کبھی ہاسپٹل میں۔ سالار سے ملنے بھی ابھی تک نہیں جا سکا تھا۔ لیکن فون پر مسلسل اپنے وکیل سے رابطے میں تھا۔اس پر سارے آفس کی ذمہ داری بھی اسی پر پڑی تھی۔

"سالار کی گرفتاری کی خبر ایک بھی نیوز چینل پر نہیں آنی چاہیے! میں تمہیں دھمکی نہیں دے رہا ہوں۔ لیکن اگر ایسا کچھ ہوا تو تمہاری زندگی جہنم بنا دوں گا۔"

"میرا مسئلہ نہیں ہے۔ میڈیا کو کیسے ہینڈل کرنا ہے تم جانتے ہو۔۔"

ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کیے وہ تنے اعصاب کے ساتھ فون کان سے لگائے دوسری جانب اپنے خاص آدمی سے محو گفتگو تھا۔

صبح سالار جب آفس جانے کے لئے نکلا تو اسے راستے میں ہی کافی ساری پولیس اور اسپیشل سروس کی گاڑیوں نے اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔

اس سچویشن کے لیے وہ پہلے سے ہی ذہنی طور پر تیار تھا۔

صرف ایک کال عبیر غازی کو کرنے کے بعد اس نے بنا کسی مزاحمت کے گرفتاری دے دی تھی۔

ابھی اسے اریسٹ ہوئے کافی دیر گزر چکی تھی۔ عبیر غازی کے علاوہ وجاہت غازی اور ضمیر غازی بھی فوری طور پر پولیس اسٹیشن پہنچے تھے۔ لیکن اسپیشل سروس کے آفیسرز کی بھاری نفری اس پولیس اسٹیشن کے گرد موجود تھی۔

اتنی سخت سیکیورٹی دیکھ کر تو لگتا تھا جیسے کسی بہت ہی خطرناک دہشت گرد کو گرفتار کیا گیا ہو۔

آفس سے آنے والی فون کالز کی وجہ سے اسے آفس آنا پڑا تھا۔ سارا کام ڈسٹرب ہو رہا تھا۔ سالار کے معاملے کو ضمیر غازی کے سپرد کر کے اس نے آفس کے کاموں سے جان چھڑوانے کا بیڑہ اٹھا لیا تھا۔ لیکن دماغ تھا کے صرف سالار میں ہی اٹکا تھا۔

وہ جانتا تھا کے وہ مزاج کا تھوڑا تیز ہے۔ کسی سے بات کرتے ہوئے بھی اس کا انداز ایسا ہوتا تھا جیسے مقابل پر احسان کر رہا ہو۔ اور کسی ناپسندیدہ انسان کو تو وہ دیکھنا تک گوارہ نہیں کرتا تھا۔

اس کے باجود اسے اپنے سالار پر پورا بھروسہ تھا۔ وہ اچھے سے جانتا تھا کے انس کی طرف سے لگایا گیا الزام محض الزام ہی ہے!

اس میں کوئی صداقت نہیں ہے۔ سالار قاتل ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ لیکن جس طرح سے آناً فاناً ساری کاروائی کی گئی تھی اسے یقین ہو چکا تھا کے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اسے عدالت میں بھی پیش کر دیا جائے گا۔ کیوں کے کسی ملزم کو حراست میں صرف اتنی ہی دیر رکھا جا سکتا ہے۔ اگر اس دوران عدالت میں پیش نہ کیا جائے تو ایسی حراست غیر قانونی کہلاتی ہے۔ اگر تو ان کے پاس کسی قسم کے ثبوت یا گواہ نہ ہوتے تو وہ اتنی عجلت میں سالار کی گرفتاری عمل میں لا ہی نہیں سکتے تھے۔

اپنے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے وہ پوری کوشش کر رہا تھا کے عدالت میں پیشی ہونے سے قبل ہی جلد سے جلد سالار کو وہاں سے باہر نکال سکے۔

ڈرامیں سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر اس نے دو گولیاں میں میں ڈال کر انھیں پانی سے نگل لیا تھا۔ کچھ دنوں سے اس کے مائیگرین میں شدت بڑھتی جا رہی تھی۔

چار انگلیوں سے گردن کی پشت کو دباتے ہوئے وہ سامنے کھلے پڑے لیپ ٹاپ کی اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔ جہاں ایک سماجی رابطے کی ایپ کھلی ہوئی تھی۔ کچھ پیغامات ایسے موجود تھے جو انتظار میں تھے وہ کب انھیں کھول کر دیکھے گا۔

وہ پڑھے بغیر بھی جانتا تھا کے ان پیغامات میں کس قسم کی اطلاعات موجود تھیں۔ جن کی جانب متوجہ ہونا، اور اس کے علم میں آنا کتنا ضروری تھا۔ لیکن فلحال اس کے لیے سالار سے زیادہ ضروری اس وقت کچھ نہیں تھا۔

جبھی دو انگلیوں سے دروازہ ناک کرنے کے بعد کوئی اندر داخل ہوا۔ عبیر کی شہد رنگ نظریں اس کی جانب اٹھیں۔

"انس غازی۔۔" اس نے فقط دو لفظ کہنے پر اکتفا کیا تھا۔ عبیر نے سر کو خم دے کر اجازت دی تو وہ سر ہلاتے ہوئے پورا دروازہ دکھیل گیا۔

لیپ ٹاپ کی اسکرین گراتے ہوئے وہ آرام دہ انداز میں پیچھے کو ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس کی ساری توجہ اب آدم کے پیچھے ہی اندر داخل ہوتے اس نووارد پر تھی

جو بلیک ہڈی پہنے اس کے سامنے پڑی چیئر گھسیٹ کر بیٹھ رہا تھا۔

آدم بیٹھنے کے بجائے پشت پر دونوں ہاتھ باندھے سنجیدہ سا انس سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا۔ "مجھے خوشی ہوئی کے میرے ایک دفعہ کہنے پر ہی تم مجھ سے ملنے چلے آئے۔"

عبیر کا انداز دوستانہ تھا۔ "کیا تم کافی پینا چاہو گے؟"

اس کے استفسار پر سامنے بیٹھے شخص نے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے سیاہ ماسک کو ناک سے نیچے دکھیلا۔

"مجھے آپ کی ایک بات بہت پسند ہے۔۔ بے شک آپ کے سامنے کتنا ہی ناقابل برداشت اور ناپسندیدہ شخص کیوں نہ بیٹھا ہو۔۔ آپ اسے کافی کی پیشکش لازمی کرتے ہیں۔"

اس کے کچھ ستائشی اور تعریفی انداز پر وہ مبہم سا مسکرایا۔

"کیا تمہیں میری مہمان نوازی نے متاثر کیا؟"

"بے شک۔۔ لیکن میری متجسس فطرت مجھے اس بات سے روکتی ہے کے میں کسی بھی ظاہری طور پر۔۔ خوش اخلاق بننے والے انسان کی پیش کی گئی کافی کی آفر کو۔۔ فوراً قبول کر لوں۔۔۔"

اس نے اپنی بات روک دی تھی۔ کمرے میں لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی۔ ایک گہری اور بھید بھری خاموشی۔

"کافی زہریلی بھی ہو سکتی ہے۔!" انس کے لاپرواہ سے لہجے میں دی گئی وضاحت پر عبیر کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

"میرے خیال سے تو اگر کوئی تمہیں کافی کی آفر کرتا ہے تو اسے بغیر کسی شک و شبے کے قبول کر لینا چاہئے۔۔۔ کیوں کے تمہارے جیسے انسان کو مارنے کے لئے زہریلی کافی کا استعمال کوئی بے وقوف اور احمق انسان نہیں کرے گا!"

چند لمحے موقف کرنے کے بعد اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں اسے تعریف کے زمرے میں لے لیتا ہوں۔۔۔ ویسے کیا آپ مجھے اتنا اسٹرونگ سمجھتے ہیں؟"

"نہیں میں اسے زہر کی بے قدری کہوں گا! جہاں تک میں تمہیں جانتا ہوں تمہیں شکست دینے کے لیے تمہیں جسمانی طور پر نقصان پہنچانے کے بجائے یہاں حملہ آور ہونا زیادہ سود مند رہے گا۔" اس نے شہادت کی انگلی سے اپنی کن پٹی پر دستک دی۔

"اور اسے کہتے ہیں ایموشنل اور سائیکالوجیکل اٹیک! تمہارے لیے یہ بھی بہت ہے۔۔"

وائٹ ڈریس شرٹ پہنے فولڈڈ سلیوس کے ساتھ وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا کافی پر اعتماد لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کی چمک اس کی شخصیت کو بارعب بنا رہی تھی۔

یہاں آجے سے پہلے انس نے جو اس کے متعلق سوچا تھا وہ اس کے برعکس پیش آ رہا تھا۔

"مجھے لگا تھا سالار کی گرفتاری کی وجہ سے آپ پریشان ہوں گے۔۔ اور مجھ سے درخواست کریں گے کے میں ایف آئی آر واپس لے لوں۔۔ لیکن مجھے لگ رہا ہے شاید سالار کی طرف سے زیادہ کوئی فکر مندی نہیں ہے آپ کو۔!"

ناچاہتے ہوئے بھی اس کا لہجے میں طنز کی آمیزش ہوئی تھی۔

"مجھے فکر مندی اس لیے نہیں ہے کے میں جانتا ہوں کے وہ قاتل نہیں ہے۔۔"

اپنی سنہری آنکھوں کو اس کی آنکھوں میں ڈال کر اس نے کافی مضبوط لہجے میں کہا۔ "اور یقیناً تم بھی یہ بات اچھے سے جانتے ہو۔۔"

"مجھے حیرانگی ہے تو صرف اسی بات کی تم نے یہ سب تماشا کیوں کرئیٹ کیا ہے؟"

"عبیر بھائی۔۔" دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم ملاتے ہوئے وہ آگے کو ہو کر بیٹھا۔ اس نے اتنی سختی سے انھیں ملا رکھا تھا کے اس کی نسیں ابھر آئی تھیں۔

"جس انسان کے ماں باپ کو بنا کسی وجہ کے قتل کر دیا گیا ہو اس انسان سے یہ بات کہنا غیر اخلاقی نہیں؟"

اس کی آواز کی طرح آنکھوں میں بھی سخت سا تاثر ابھرا۔

"جیسے کے میں نے کہا تھا۔۔ تمہیں شکست دینا بہت ہی آسان ہے۔۔"

وہ لاپرواہ سا بولا۔ "تمہیں ذہنی طور پر اتنا مضبوط ہونا چاہئے کے مقابل کا کیا گیا نفسیاتی وار تم پر کوئی افیکٹ نہ ڈال سکے۔۔۔ اگر تم بات بات پر اپنے غم اور ملال کو یاد کرتے رہو گے تو تمہاری اس خامی کو نشانہ بنانے والے ہزاروں لوگ تمہیں قدم قدم پر ملیں گے۔۔ کس بات نے تمہارا کتنا نقصان کیا۔ کس چیز نے تمہیں کتنا دکھ پہنچایا۔ جسٹ فار گیٹ اٹ! اپنی تکلیفوں کا اظہار صرف خود سے کرنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ کسی کو اپنے بارے میں شک بھی مت لگنے دو کے کیا چیز تمہاری کمزوری کی وجہ بنتی ہے۔۔"

اب کے وہ اپنے ازلی باوقار انداز میں نرمی لئے بھاری لب و لہجے میں اسے سمجھا رہا تھا۔ دفعتاً اس نے ابرو سے آدم کو کوئی اشارہ کیا جسے سمجھتے ہوئے اس نے چھت کو چھوتی بڑی سی ریک میں رکھی فائل نکال کر انس کے سامنے لا کر رکھ دی تھی۔

"اپنے طور پر بھی میں نے نکوائری کروائی تھی۔ تمہارے مرحوم پولیس آفیسر بابا کے بہت سے دشمن تھے۔ کافی ایسے لوگ جن سے ان کے تعلقات بلکل بھی خوشگوار نہیں تھے۔۔ اور کچھ ایسے بھی تھے۔۔۔ جو رضا غازی کی طاقت اور قوت سے بہت اونچے تھے۔ جن کا مقابلہ کرنا اور انھیں شکست دینا تمہارے بابا کے لیے ناممکن تھا۔۔ نتیجہ ان کی موت کی صورت میں نکلا۔۔ اس فائل میں کچھ لوگوں کی تفصیلات ہیں۔ جن کے خلاف تمہارے بابا جاسوسی کرنے اور ان کے خلاف ثبوت اکھٹے کرنے کا کام سرانجام دے رہے تھے۔"

وہ سرسری سی نظر کاغذات پر ڈال رہا تھا جہاں پر دو تین عادی مجرم لوگوں کے نام اور کچھ تفصیلات لکھی تھیں۔

"مزید یہ کے رضا غازی کئی بار انھیں ٹارگٹ کلنگ اور اسمگلنگ کے الزام میں گرفتار کر چکے تھے لیکن ایک بڑی سیاسی شخصیت کی پشت پناہی ہونے کی وجہ سے وہ کچھ دن میں ہی جیل سے رہا ہو جاتے تھے۔"

"میرے اندازے کے مطابق رضا اور صوفیہ کے قتل میں انھی میں سے کوئی ملوث ہو سکتا ہے۔"

"کہیں آپ سالار کو بچانے کے لئے تو ان لوگوں پر الزام لگا کر قاتل کے طور پر پیش نہیں کر رہے؟" اس نے فائل سے نظریں اٹھا کر عبیر کو بے تاثر نظروں سے دیکھا۔

"میں ایسا کیوں کروں گا؟" اس نے کچھ حیرانگی اور ناسمجھی کا اظہار کیا۔

"کیوں کے سالار آپ کا بھائی ہے۔ آپ نے بچپن سے لے کر اب تک اس کے ہر سہی غلط کام میں اس کا ساتھ دیا ہے اس کی غلطیوں پر پردہ ڈالا ہے۔"

اس کے لفظوں کو زور دینے پر اس نے سر کو اثبات میں جنبش دی۔

"بے شک میں نے اس کے ہر غلط کام پر پردہ ڈالا ہے۔ لیکن کسی کا قتل کرنا کوئی چھوٹی سی غلطی نہیں ہے انس۔۔ جو میں اس کی طرفداری کروں۔ اگر ایسا حقیقت میں ہوتا بھی تو سب سے پہلا شخص میں ہی ہوتا جو اس کے خلاف گواہی دیتا۔"

وہ گہری سانس بھرتا ہوا کرسی دھکیل کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں آپ کے اس تعاون کا شکر گزار ہوں۔۔"

عبیر نے اس کے بڑھائے ہوئے ہاتھ کو دیکھا۔ جو مصافحہ کرنا چاہتا تھا۔ پھر نرم سا مسکراتے ہوئے اس نے بھی اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے انس کے ہاتھ کو تھام لیا۔

"میں تمہاری حیثیت قبول کر چکا ہوں!۔۔ اور میں چاہتا ہوں کے ہمارے درمیان سب نارمل ہو جائے۔۔"

"میں نے آپ کو دھوکا دیا تھا۔ آپ کے سامنے یوسف بن کر آیا تھا۔"

اس نے جیسے اپنا جرم اسے یاد دلایا۔

وہ صرف نام کا بڑا بیٹا نہیں تھا۔ اگر پورا غازی خاندان اس کی اعلی ظرفی کی گواہی دیتا تھا تو یہ بے وجہ نہیں تھا۔ وہ باقیوں سے مختلف تھا۔ بہت سلجھا ہوا اور بہت بردبار۔۔ وہ آسانی سے معاف کر دیا کرتا تھا وہ بھی سامنے والے کو شرمندہ کیے بغیر۔۔

"وہ تمہاری غلطی تھی۔ اور میں غلطیوں کو معاف کر دیا کرتا ہوں۔"

"آپ کا وصف ہے کے آپ اس دھوکے کو صرف میری غلطی گردان رہے ہیں۔" وہ۔ حقیقتاً متاثر ہوا تھا۔

"اسے تم اپنی خوش قسمتی سمجھ سکتے ہو ورنہ۔۔ دھوکہ دینے والوں کو میں زمین میں دفن کر دینے کا قائل ہوں۔"

وہ اتنے نرم لہجے میں اتنی خطرناک باتیں آخر کیسے کر لیا کرتا تھا؟" یقیناً یہ عبیر غازی کا ہی کمال تھا۔ جو اتنی ناگوار باتیں کرتے ہوئے بھی پیشانی پر ایک شکن تک نہیں آنے دیتا تھا۔ وہ اپنے تاثرات کو چھپانے میں انتہا کا ماہر تھا۔

جو عرصہ اس نے عبیر کے ساتھ یوسف بن کر گزارا تھا۔ وہ آج اس عبیر سے یکسر مختلف نظر آ رہا تھا۔

جب وہ غازی انڈسٹریز سے باہر نکلا تو موسم میں خاطر خواہ تبدیلی آئی تھی۔ پہلے تو صرف بادلوں نے آسمان کو گھیر رکھا تھا اب گھن گھرج کے ساتھ برسنا بھی شروع ہو چکے تھے۔ ہڈی سر پر گراتے ہوئے اس کا رخ پارکنگ میں کھڑی اپنی گاڑی کی جانب تھا۔ دفعتاً کال ٹیون بجنے پر وہ رکا۔ پھر کال ریس کر کے فون کان سے لگایا۔

دوسری طرف سے جانے اسے کیا کہا گیا تھا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات اس وقت پتھریلے تھے۔ ایک برفیلی سی نظر اس نے ہاتھ میں پکڑی بلیو کلر والی فائل پر ڈالی۔

"اس کے وکیل کو انتظار کرواو۔۔ اس سے پہلے میں ملوں گا۔۔"

تھانے کے ایس ایچ او کو ہدایت دیتے ہوئے اس نے فون بند کر دیا تھا۔ اسے یہاں سے اب سالار سے ملنے جانا تھا۔

فون کو ہڈی کی جیب میں ڈالتے ہوئے وہ اپنی بی ایم ڈبلیو کی جانب بڑھا۔ اور ساتھ ہی چلتے ہوئے اس نے فائل کو چار ٹکڑوں میں تقسیم کر کے قریب ہی ڈسٹ میں اچھال دیا تھا۔

اس فائل میں اصل قاتل کا نام درج نہیں تھا۔ وہ فائل انس کے کسی کام کی نہیں تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

وہ گاڑی وہاں سے نکال لے گیا تھا۔اس کی ساری حرکات و سکنات کو بہت اوپری منزل کے گلاس وال کے پاس کھڑے عبیر نے بے تاثر چہرے کے ساتھ دیکھا تھا۔

جیل کے ملاقاتی کمرے میں ایک میز کے دونوں اطراف میں دو کرسیاں پڑی تھیں۔ تھانے کے معمول کے شور شرابے اور افراتفری کے برعکس وہاں ایک خاموشی اور کچھ سکون سا محسوس ہوتا تھا۔

ایسے میں ایک کرسی پر وہ بیٹھا دکھائی دے رہا تھا۔لائٹ براون تھری پیس سوٹ میں ملبوس کچھ بیزار سا لگ رہا تھا۔میز پر رکھے اس کے دونوں ہاتھوں پر ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ کوٹ کے اندر پہنے ڈارک براون شرٹ کے اوپری بٹن کھلے ہوئے تھے۔ٹائی ندارد تھی۔

ہمیشہ جیل سے سیٹ رہنے والے بال اس وقت بے ترتیبی اور لاپرواہی کا شکار لگ رہے تھے۔ہمیشہ کی طرح اس کے چہرے پر ایک سنجیدگی سی قائم تھی۔

اسے اریسٹ ہوئے کافی دیر گزر چکی تھی۔ لیکن اس کے گھر والوں کو اس سے ملنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ ضمیر اور وجاہت غازی بھی کافی کوششوں کے بعد اس سے ملنے میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔اس کا وکیل بھی ابھی تک باہر انتظار میں بیٹھا تھا کے کسی طرح وہ سالار سے بات کر سکے۔ لیکن ڈیوٹی پر موجود آفیسرز اس کی دھمکیوں پر کان دھرے بنا اپنے معلوم کے کاموں میں مصروف تھے۔

لیکن وہ دروازہ کھول کر ملاقاتی کمرے میں داخل ہوا۔ایک نظر سالار کو دیکھنے کے بعد اس کے سامنے پڑی چیئر گھسیٹ کر ٹانگ پر ٹانگ رکھ کے بیٹھ گیا۔

وجود کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے سالار بھی پیچھے کو ٹیک لگا لیا۔

"کہا تھا نہ کے تمہیں جیل کی سلاخوں کے پیچھے لا کر ہی دم لوں گا!"

انس کے لہجے میں کوئی تضحیک یا تنفر نہیں تھا۔اس کا انداز سپاٹ تھا۔ہاتھ میں پکڑے سنہرے لائٹر کو گھماتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میرے وکیل کو بلاو مجھے تم سے بات نہیں کرنی!" وہ تنفر سے بولا۔

"اپنے وکیل سے بھی تمہاری ملاقات ہو جائے گی۔۔لیکن پہلے تمہیں مجھ سے بات کرنی ہو گی!۔۔"

"کیوں مجھے اس کیس میں پھنسانے کی کوشش کر رہے ہو؟ تمہارے پاس تو کوئی ثبوت بھی نہیں ہے۔" انس کے پر سکون لہجے کے برعکس سالار کے انداز میں ناگواری تھی۔

"ثبوت؟" انس نے ایک ابرو اٹھا کر اسے دیکھا پھر ہاتھ میں گھومتا لائٹ اس کی جانب اچھالا۔جسے اس نے سرعت سے کیچ کیا تھا۔

"میرے پاس گواہی موجود ہے۔۔وہ بھی مہر ماہ سلطان کی! تم نے اس کے سامنے اعتراف جرم کیا تھا۔" انس کا انداز جتاتا ہوا تھا۔کچھ مبہم سا وہ مسکرایا بھی تھا۔

"یہ بے وقوف لڑکی!" وہ چونکا پھر تاسف سے سر ہلایا۔

"تمہیں اس معاملے میں اسے شامل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔اس کا اس سب سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔" وہ درشتی سے بولا۔

"لیکن تمہارا تو اس سے بہت کچھ لینا دینا ہے نا؟" اس نے لہجے میں حیرانگی سمو کر کہا۔

"وہ میرا پرسنل مسئلہ ہے۔۔تمہیں کیوں لگتا ہے میں تمہارے ساتھ ڈسکس کروں گا؟" اس نے ابرو اٹھا کر سوالیہ انداز میں انس کو دیکھ کر کہا۔

"اچھا؟ لیکن مجھے تو لگا تھا شاید ہمارے درمیان اب اتنا تعلق تو ہے کے ایک دوسرے کے ساتھ اپنے پرسنل معاملات شئیر کر سکیں۔"

"تمہارے جیسے دھوکے باز انسان سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے!"

انس نے چند لمحے کے لئے اس کے سنجیدہ اور سرد چہرے کے دیکھا۔پھر گہری سانس بھری۔

"میں یہاں آنے پہلے تمہارے بھائی سے ملنے گیا تھا!"

"میں جانتا ہوں۔۔یقیناً بھائی نے تمہیں سیٹلمنٹ کے لئے راضی کر لیا ہو گا۔۔۔بتاو انھوں نے تمہیں کیا آفر دی؟ ریشام کی پراپرٹی کے علاوہ اور کتنی جائیدادیں تم نے اپنے نام کروائی ہیں؟"

"تمہارے بھائی نے مجھے جائیدادیں آفر کرنے کے بجائے صرف چند لوگوں کی تفصیلات فراہم کی ہیں جن پر انھیں شک ہے کے میرے ماں باپ کے قاتل وہی ہو سکتے ہیں۔"

سالار کو اس کی بات سن کر جانے کیوں ہنسی آئی تھی۔ لیکن ضبط کر گیا۔

"مجھے لگا تھا وہ تم سے بہت محبت کرتے ہیں۔اور تمہیں بچانے کے لئے ہر ممکن حد تک جائیں گے۔۔ لیکن بد قسمتی سے ایسا کچھ نہیں ہوا!"

"انھوں نے عقلمندی سے کام لیا ہے۔۔وہ بھی جانتے ہیں اور تم بھی جانتے ہو کے میں قاتل نہیں ہوں۔۔اگر مقدمہ عدالت میں چلا بھی تو میں رہا ہو جاوں گا۔۔ایسے میں پھر تم پر اپنی دولت لٹانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔"

"تم دونوں کی صرف شکلیں نہیں ملتیں۔۔بلکے سوچنے میں بھی ایک جیسے ہو۔۔"

"مجھے یہ کمپلیمنٹ پہلی بار ملا ہے۔۔ورنہ زیادہ تر مجھ سے ملنے والے یہی کہتے ہیں کے عبیر بھائی مجھ سے زیادہ سمجھدار اور دور اندیش ہیں۔"

"ویسے کون ہیں وہ لوگ جن کی تفصیلات تمہیں بھائی نے دی ہیں؟"اس کے استفسار پر انس نے شانے اچکا دیے۔"اس فائل میں عبیر غازی کا نام درج نہیں تھا اس لئے میں نے اسے وہیں پھاڑ کر پھینک دیا۔"

اس کے لاپرواہ سے انداز میں کہی گئی بات ایک نوکیلی چھبن کی طرح سالار کے دل میں اتری تھی۔انس اس کے بھائی کو اپنے ماں باپ کا قاتل گردان رہا تھا۔

"بحر حال۔۔تم کریکٹر سے باہر آ سکتے ہو یہاں کوئی کیمرے نہیں لگے ہوئے۔"

انس کے نارمل سے انداز پر اس نے گردن گھما کر چاروں اور دیکھا۔ پھر تاثرات کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے گہری سانس بھری۔

"تمہاری وجہ سے میں نے اس لڑکی کو خود سے بدگمان کر دیا۔۔اب اس کے سامنے میری پوزیشن تم ہی کلئیر کرو گے" ٹیبل پر پڑے سگریٹ کے پیکٹ کو اٹھا کر اس میں سے ایک نکال کر لبوں میں دباتے ہوئے ساتھ ہی لائٹر سے شعلہ دکھایا۔

"میرے پاس تمہارے مسئلوں کو سلجھانے کے علاوہ بھی اور بہت سے کام ہیں۔"

وہ ہاتھ جھلا کر بولا تو سالار نے ابرو بھینچ کر اسے دیکھا۔ پھر ایک گہرا کش لے کر دھواں فضا میں چھوڑا۔

"تم میرے مسئلے کو نہیں سلجھاو گے پھر ابھی سے اپنے دماغ میں بٹھا لو کے تمہاری اور ریشام کی شادی میں سب سے بڑا فساد میں ہی کروں گا۔" وہ لفظوں پر زور دے کر بولا۔

"تم مجھ سے پھر کوئی امید مت رکھنا کے میں تمہارے لیے کسی قسم کی گنجائش پیدا کروں گا۔۔۔"

"جانتے ہو نا تمہیں جیل بھیجنا میرے لیے کوئی مشکل امر نہیں ہے۔؟"

"تم شاید جانتے نہیں ہو کے جیل میں بیٹھے بیٹھے بھی میں باہر کی دنیا کو اپنے اشاروں پر چلا سکتا ہوں۔"

"اوہ پلیز۔۔ تمہارے منہ سے تمہاری تعریفیں سننے کا تو بلکل بھی موڈ نہیں ہے میرا۔" وہ بیزاری سے ٹوک گیا۔

"لیکن سچ یہی ہے میری مدد کے بغیر تم ریشام کو سعدین حویلی سے نہیں لے جا سکتے۔۔ وہ بھی اس صورت میں جب ساری حویلی والے تمہارے خلاف ہیں!"

انس اس کے دھمکانے پر محظ مسکرا کر رہ گیا۔

"تمہیں میری مدد کرنی ہی پڑے گی۔۔اب اپنی خوشی سے کرو یا پھر بے دلی سے۔۔"

انس نے کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی۔ پھر سالار کے سامنے پڑا لائٹر اور سگریٹ کا پیکٹ اٹھا کر ہڈی کی جیب میں ڈالا۔

"اب وہ وقت آنے والا ہے۔۔ تمہیں ذہنی طور پر بہت مضبوط رہنا ہے۔۔"

اچانک ہی ایک سنجیدگی کی فضا وہاں قائم ہوئی تھی۔انس کی بات پر اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔بے شک اندر ہی اندر بہت کچھ آہستگی سے ٹوٹتا چلا گیا تھا۔آنے والے دنوں کے بارے میں صرف سوچنا ہی اسے تکلیف سے دوچار کر رہا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"انس۔۔۔" وہ جو دروازے کی جانب بڑھ رہا تھا اس کے روکنے پر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"بھائی۔۔پریشان تھے میرے لئے؟"

اس کی دھیمی سی آواز میں کچھ ہلکا سا تجسس بھی تھا۔جب کے انس کی آنکھوں میں نرم سا تاثر تھا۔

"انھیں اپنے جذبات کو چھپانے میں کمال حاصل ہے۔۔ان کے چہرے سے ان کے اندرونی کیفیت کا اندازہ لگانا بہت ہی مشکل ہے!"

انس کے نارمل سے لہجے میں لہجے پر سالار پھیکا سا مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلا کر نظروں کو گرا کر اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگا۔جو کافی دیر سے ہتھکڑیوں کی قید میں تھے۔

"لیکن وہ تمہارے لیے فکر مند تھے۔ان کی آنکھوں کی چمک بجھی ہوئی تھی۔"

"ایسا ہو ہی نہیں سکتا کے ہم میں سے کوئی کسی مشکل میں پھنس جائے اور عبیر بھائی ہمیں بچانے نہ آئیں۔۔" سالار نے بنا اسے دیکھے کہا۔

اور اس بند کمرے کے باہر سعدین حویلی کی دنیا تو جیسے طوفانوں کی زد میں تھی۔جو سالار غازی کو جیل سے نکالنے کے لیے جان توڑ کوششوں میں مصروف تھے۔

شہر سے کچھ دور گنجان آباد سے علاقے کی خالی سی روڈ کے ایک طرف گرے کلر کی گاڑی کھڑی تھی۔ایک نقاب پوش ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا۔ایک ہاتھ اسٹیرنگ پر رکھے وہ ساتھ بیٹھے شخص کو مسلسل سخت سست سنا رہا تھا۔جو دونوں پیروں کو اوپر کیے۔گود میں لیپ ٹاپ رکھے بیٹھا تھا۔

"کیا فائدہ تمہارے سوفٹ ویئر انجینئرنگ پڑھنے کا جب تم سے یہ کیمرے ہی جام نہیں کیے جا رہے۔"

"میں اس کام میں اتنا ماہر نہیں ہوں۔۔ابھی سیکھ رہا ہوں۔۔اور پھر ان کا سیکیورٹی سسٹم کافی پاور فل ہے۔۔اس میں داخل ہونا میرے لیے ایک مشکل ٹاسک ثابت ہو رہا ہے۔"

"تم فارغ بیٹھ کر مجھے باتیں سنانے کے بجائے عبیر بھائی کی ای میلز تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔؟ پروگرامنگ تو تم بھی جانتے ہو۔"

کھٹاکھٹ کی پیڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے اس نے اسکرین سے نظریں ہٹائے بنا فاز کو مشورہ دیا۔

میری پروگرامنگ اسکلز تمہاری جتنی اچھی نہیں ہے۔۔اور پھر عبیر بھائی ایک سمجھدار انسان ہیں۔۔وہ اپنے سائیڈ بزنس کے لئے ای میلز یا میسجز کا انتخاب کبھی نہیں کریں گے۔۔"

"انس بھائی نے کہا تھا کے مجھے ان کا فون یا پھر لیپ ٹاپ ہیک کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔۔"

"تم نے کیا پھر؟" عاشر نے مصروفیت سے انداز میں کہا۔اسکرین پر اب نمبرز شور ہے تھے۔ہنڈرڈ کی گنتی پوری ہونے والی تھی۔ وہ اپنی انتھک کوشش میں کامیاب ہونے والا تھا۔

وہ پرسکون سانس خارج کرتا ہوا مکمل اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"مجھے لگا اگر میں ایسا کروں گا تو کبھی خود کو معاف نہیں کر سکوں گا میں نے عبیر بھائی کی جاسوسی کی۔"

گاڑی میں ایک سوگوار سی فضا بن گئی تھی۔اپنی اپنی جگہ ان دونوں کے دلوں پر بوجھ آن پڑا تھا۔چند لمحے خاموشی کی نظر ہو گئے تھے۔فاز کی اداس سے لہجے میں کہی گئی وہ بات عاشر کو بھی گہرے پچھتاوے میں دکھیل رہی تھی۔اس کی نظریں روشن اسکرین پر تھیں۔

"لیکن میں نے پھر بھی کوشش کی۔۔میں دیکھنا چاہتا تھا کے انس بھائی ہمیں مس گائیڈ تو نہیں کر رہے ہیں؟ کہیں وہ صرف عبیر بھائی پر الزام تو نہیں لگا رہے لیکن۔۔۔ان کے فون اور لیپ ٹاپ کی سیکیورٹی سسٹم میں گھسنا میرے اور تمہارے جیسے پروگرامرز کا کام ہرگز نہیں ہے۔! عبیر بھائی کا وہ مینیجر آدم ابراہیم۔۔۔ان کاموں میں اس کی مہارت ہم سے کئی گنا زیادہ ہے۔۔"

"عبیر بھائی کی ساری سیکورٹی اسی کے ذمے ہے۔۔جب آخری دفعہ وہ ہمیں آفس لے کر گئے تھے میری ساری توجہ اسی پر تھی۔ عبیر بھائی کا فون۔ان کا ٹیب، لیپ ٹاپ۔۔ان کا آفس روم۔۔ان کی گاڑی۔۔ہر چیز وہ خود مانیٹر کرتا ہے۔ذرا سا بھی عبیر بھائی کے کسی بھی سسٹم میں چھیڑ چھاڑ کی جائے اس کے پاس فوراً خبر پہنچتی ہے۔"

"اسے پروگرامنگ آتی ہے؟ جہاں تک مجھے یاد ہے عبیر بھائی نے کہا تھا کے اس کے پاس ایم بی اے کی ڈگری ہے۔" اس نے کچھ حیرانگی کا اظہار کیا۔ آدم ویسے بھی ہمیشہ سنجیدہ سا اور لیے دینے رہنے والا خشک سا انسان تھا۔ عبیر کے علاوہ کسی اور سے وہ محظ کام کی حد تک ہی بات کرتا تھا۔ ہمی وقت اس کے چہرے پر جو سرد پن ہوتا تھا وہ خود ہی مقابل کو اسے مخاطب کرنے سے روک دیتا تھا۔

"عبیر بھائی کی کوئی بھی بات اب میرے لیے قابل اعتبار نہیں ہے۔!"

اچانک ہی اس کے لہجے میں سرد پن در آیا۔

"وہ میرے رول ماڈل تھے۔۔ان کے جیسا انسان میں نے اپنی لائف نہیں دیکھا۔۔ لیکن آج مجھے انتہائی برا فیل ہو رہا ہے کے وہ ان کاموں میں ملوث ہیں؟۔۔ دیز از سو ڈسٹربنگ!!"

وہ اس سے انتہا کا بدگمان ہو چکا تھا۔ برابر میں بیٹھے عاشر کا خیال بھی اس سے مختلف نہ تھا۔

"کیمرے جام ہو چکے ہیں۔۔۔انس بھائی کو انفارم کرو۔۔ان کے گارڈز کہاں رہ گئے ہیں؟"

چہرے پر ماسک چڑھاتے ہوئے اس نے عجلت میں فاز کو کہا پھر ساتھ ہی لیپ ٹاپ اٹھا کر بیک سیٹ پر رکھا۔ اتنے میں وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے فون بھی کان سے لگا چکا تھا۔ صرف پانچ منٹ کے فاصلے پر وہ فارم ہاوس واقع تھا جو گھنے درختوں کے درمیان چھپا ہوا تھا۔ اسٹیئرنگ گھماتے ہوئے گاڑی مین روڈ پر لاتے ہوئے وہ دوسری طرف سے انس سے رابطہ قائم کر کے اسے صورتحال کے بارے میں آگاہ کر رہا تھا۔

آبادی سے ذرا دور ہٹ کر اس فارم ہاوس کے خفیہ تہہ خانے میں کافی لوگ مستعدی سے بڑے بڑے باکسز کو گاڑیوں سے میں سے نکال کر وہاں ایک طرف ترتیب سے رکھتے جا رہے تھے۔ جو سیل پیک تھے۔ وہاں موجود ہر شخص کو ہی علم تھا کے خاکی رنگ کے ڈبوں کے اندر آخر کیا چیز موجود تھی۔

دو باکسز اندر رکھنے کے بعد جب تیسرا باکس وہ گاڑی سے لینے آیا تو ہاتھ میں لوڈڈ پسٹل لئے چونکنا سا گارڈ اس کے پیچھے پیچھے آیا تھا۔

"رکو تم۔۔" گارڈ کے آواز دینے پر وہ رک گیا۔

اس کا آدھا چہرہ ماسک سے ڈھکا ہوا تھا۔ سر پر پی کیپ پہننے کے باوجود بھی اس نے ہڈی سے سر ڈھانپ رکھا تھا۔

"آئی ڈی کارڈ دکھاو" وہاں کام کرنے والے ہر ورکر کے چہرے پر آدھا سیاہ ماسک لگا تھا لیکن گلے میں ایک آئی ڈی کارڈ بھی موجود تھا۔

اس شخص سے وہ اسی کے بارے میں دریافت کر رہا تھا۔

"وہ تو۔۔ نہیں ہے میرے پاس۔" باکس زمین پر رکھتے ہوئے اس نے کھسیانے سے انداز میں کہا۔ تو گارڈ نے پسٹل اس پر تان لی۔

"کون ہو تم؟" وہ بھڑک کر بولا۔

"میری بہن کا شوہر اور دنیا کا کمینہ ترین انسان۔۔" جبھی اس کے پیچھے سے کسی نے بھاری چیز اٹھا کر اس کے سر پر ماری۔ جو فوراً ہی بے ہوش ہوتا ایک طرف ڈھلک گیا۔

کانچ کی ٹوٹی ہوئی بوتل سائیڈ پر پھینکتے ہوئے فاز نے اسے دیکھا جو ہڈی پیچھے کو گرا کر اب ماسک نیچے کر چکا تھا۔

"اب سمجھ آیا میری بیوی کے اندر ایسی مار دھاڑ والی خصلتیں آئی کہاں سے ہیں۔"

عاشر نے نیچے گرے گارڈ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں آکر نہیں بچاتا تو دونوں پکڑے جاتے اور اس گارڈ کی جگہ ہم دونوں یہاں گرے ہوئے ہوتے۔"

"کسی کے آنے سے پہلے اس کو ٹھکانے لگانے کی کرو جلدی۔

"ابھی تین گاڑیاں اور آنی ہیں۔"

عاشر نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا تو وہ بے زاری سے بولا۔

"اللہ ہی پوچھے گا عبیر بھائی کو۔۔ اتنے وسیع پیمانے پر اسمگلنگ کا کام کر رہے ہیں۔ کسی کو کان و کان خبر تک نہیں ہونے دی۔"

"ویسے تو وہ اس فارم ہاوس پر کم ہی آتے ہیں۔۔ لیکن آج اگر اتفاق سے آگئے تو پوچھ لینا ان سے۔۔ ساتھ میں شکوے بھی کر لینا۔۔ ہو سکتا ہے ان کی بھائی کی محبت جوش مار جائے اور وہ تمہیں بھی اپنے کام میں شریک کر لیں۔"

"انس بھائی اور سالار بھائی نے انھیں مصروف کر رکھا ہے۔۔ میرا نہیں خیال کے وہ یہاں آئیں گے"

عبیر کی طرف سے وہ ریلیکس تھا۔ سارا کام انس کے پلین کے مطابق ہو رہا تھا۔ عبیر کا راز اس پر فاش کرنے کے لئے انھیں پروف چاہئے تھے۔ جو اس فارم ہاوس کی صورت انھیں ملا تھا۔ سالار کی جھوٹی گرفتاری بھی اسی وجہ سے کروائی گئی تھی کے عبیر کا سارا دھیان صرف اسی پر رہے۔

"گارڈز کچھ فاصلے پر ہی موجود ہیں۔ جب تک ان کے سامان کی ڈلیوری مکمل نہیں ہو جاتی انس بھائی نے کہا ہے کے ہمیں منظر عام پر نہیں آنا چاہیے!"

دوبارہ اندر کی جاب بڑھتے ہوئے وہ دونوں دھیمی آواز میں گفتگو کرتے باقی لوگوں کی طرف چلے گئے تھے۔ جو بقیہ باکسز کو اٹھا کر تہہ خانے میں لے جانے کا کام انجام دے رہے تھے۔

آیئے تھوڑا پیچھے چلتے ہیں۔۔

کچھ دن پہلے انس غازی کے پر تعیش سے آفس میں۔ جہاں ابھی بھی ضمیر غازی اس کے سامنے بیٹھے محو گفتگو تھے۔ اور اس شش پنج میں گرفتار تھے کے ریشام سے نکاح نہ ہونے کی وجہ سے سالار اتنا بڑا قدم کیسے اٹھا سکتا ہے؟

جبکے کپ کی سطح پر انگلی پھیرتے ہوئے انس اپنے آپ کو کچھ کہنے کے لیے تیار کر رہا تھا۔ بالآخر ایک نتیجے پر پہنچ کر اس نے کپ کو میز پر رکھا۔

"ہم صرف سالار پر شک کیوں کر رہے ہیں ضمیر انکل؟"

"کیا مطلب کیا کہنا چاہتے ہو تمہیں عاشر اور فاز پر بھی شک ہے؟" ان کا لہجہ کچھ تلخ اور طنزیہ سا تھا۔ انھیں انس کی باتوں میں کوئی صداقت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

"مجھے ان پر شک نہیں ہے کیوں کے وہ دونوں میرے لیے ہی کام کرتے ہیں۔۔ لیکن سعدین حویلی میں عبیر غازی بھی تو موجود ہے۔"

"عبیر؟"

سرسراتے لہجے میں ان کے لبوں سے عبیر کا نام نکلا۔ وہ یک ٹک بے یقینی سے اسے دیکھے گئے۔ ضمیر کو اس آفس کے در و دیوار اپنے سر پر گھومتے ہوئے دکھائی دئے تھے۔

"اب تم عبیر پر شک کر رہے ہو؟" ضمیر غازی کے لہجے میں حیرانگی کے ساتھ ساتھ نامحسوس سی ناگواری بھی تھی۔

"ضمیر انکل اگر میں عبیر غازی کا نام لے رہا ہوں تو یقیناً میرے پاس ثبوت موجود ہوں گے۔۔ میں صرف شک کی بنیاد پر ان کا نام نہیں لے سکتا۔"

"لیکن عبیر؟"

وہ ابھی بھی اس بات پر یقین کرنے میں متامل تھے۔ "اگر تمہارے پاس ثبوت ہے تو اس پر الزام لگاو۔۔ ورنہ میرے لیے یہ بات پر گز قابل برداشت نہیں ہے۔۔ وہ میری گود میں کھیل کر جوان ہوا ہے۔۔ میں نہیں یقین کر سکتا کے وہ اس طرح کا کام کر سکتا ہے۔۔"

ان کی اس درجہ ناگواری پر وہ زیر لب مسکرا دیا۔ حالانکے سالار کی دفعہ انھوں نے حیرانگی کا اظہار کیا تھا۔ لیکن اس طرح کاری ایکشن نہیں دیا تھا۔ شاید انھیں عبیر پر خود سا بڑھ کر بھروسہ تھا۔ یا پھر سالار کی نیچر کو وہ اچھے سے جانتے تھے۔

جو بھی تھا۔ لیکن ان کا یہ ری ایکشن وہ پہلے سے جانتا تھا۔ ابھی تک اس نے جسے بھی عبیر کی سچائی کا بتایا تھا۔ پہلی فرصت میں اس پر یقین کرنے کے بجائے سامنے والے نے اسے طیش بھری نظر سے ہی دیکھا تھا۔

کیوں کے عبیر غازی کا جو چہرہ وہ دیکھ چکا تھا۔ دنیا اس سے انجان تھی۔ وہ ہر دلعزیز تھا۔ اس سے محبت کرنے اور عزت کرنے والوں کی ایک لمبی قطار تھی۔ اس کی نرم دلی اور اس کے خوشگفتار ہونے کا کون قائل نہیں تھا؟

یہی وجہ تھی کے اس کی ذات سے جوڑے گئے اس الزام کو برداشت کرنا نہایت مشکل ثابت ہوتا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"آپ کو معلوم ہے ضمیر انکل میں جب سعدین حویلی میں داخل ہوا تھا تو میرا ارادہ وہ نہیں تھا جو آپ سب کر لگتا ہے۔"

"تمہیں اپنا حق اور حیثیت چاہئے تھی۔"

وہ دوبدو بولے تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں تو اس بات سے لاعلم تھا۔اپنی حیثیت کا علم تو مجھے وہاں جا کر ہی پتا چلا تھا۔"

"میرا ایک دوست ہے۔۔انٹیلی جنس میں اچھی پوسٹ پر کام کر رہا ہے۔اس نے ایک کیس کا ذکر کیا تھا مجھ سے،اسے کچھ مدد درکار تھی اس سلسلے میں۔اور وہ کیس تھا عبیر غازی کا۔جو اسلحے،ڈرگز کی اسمگلنگ میں ملوث تھا۔"

اس کی باتیں ضمیر غازی کے ہوش اڑا رہیں تھیں۔

"اس کیس کی اسٹڈی کرنے کے بعد ہی مجھے پتا چلا کے یہ کتنے بڑے نیٹ ورک پر پھیلا ہوا ہے۔اور عبیر کو کن سیاسی اور مضبوط شخصیت کی پشت پناہی حاصل ہے۔"

"میرے دوست نے مجھے کہا تھا کے میں اپنے قابل اعتماد اور بھروسے کے آفیسرز سے یہ کام کرواوں۔لیکن یہ کیس میرے لئے کافی دلچسپی کا باعث تھا اسی لئے اس کیس کی خود جانچ پڑتال کرنے کا فیصلہ کیا میں نے۔۔"

"تبھی مجھ پر باقی کے انکشافات ہوئے۔"

"عبیر ایسا نہیں ہے۔۔یقیناً تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔۔"وہ یقین کرنا ہی نہیں چاہتے تھے اس کی بات پر۔اگر وہ ثبوت بھی لا کر ان کے سامنے رکھ دیتا تھا تو وہ تب بھی جھٹلا دیتے۔

"اور پھر سالار پر شک کرنے کی کیا وجہ تھی آخر؟۔۔تم دونوں کے درمیان اتنی بدگمانی کیوں تھی؟"انھوں نے ذہن میں مچلتی اس الجھن کو زبان پر آنے دیا۔

"وہ پلین کا حصہ تھا۔"

کمرے کی پراسرار سی خاموشی میں صرف انس کی آواز تھی جو وہاں گونج رہی تھی۔

کوٹ کو بازو پر ڈالے ہاتھ میں پکڑے فون کی اسکرین پر انگوٹھا چلاتے ہوئے وہ پارکنگ میں کھڑی اپنی بلیک شیورلیٹ کی جانب بڑھ رہا تھا۔اس کے لیپ ٹاپ کا بیگ تھامے آدم بھی اس کی تقلید کر رہا تھا۔

"کیا آپ تھانے جائیں گے سالار سر سے ملنے؟" وہ گاڑی کے قریب آکر رکا۔انگوٹھے سے سینڈ کا بٹن ٹچ کرتے ہوئے میسج بھیجتے ہوئے اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"میں آپ کے ساتھ چل سکتا ہوں۔؟!اس کا بیگ بیک سیٹ پر رکھتے ہوئے اس نے اجازت طلب کی۔وہ اس کی طرف سے فکر مند تھا۔اس کی خوبصورت سی شہد رنگ آنکھوں میں گلابی سے ڈورے دکھائی دے رہے تھے۔جو اس کے مائیگرین کی شدت کا واضح ثبوت دے رہے تھے۔سارا دن آفس رہنے کے بعد بھی اس کے چہرے اور وجود پر تکان غالب تھی۔وائٹ شرٹ کی سلیویس کہنیاں تک موڑ رکھی تھیں۔گریبان کے اوپری دو بٹن بھی کھلے ہوئے تھے۔

عبیر کے ایسے بے ترتیب حلیے کو آدم نے شاید ہی کبھی دیکھا تھا۔

ایسے میں وہ نہیں چاہتا تھا کے وہ خود ڈرائیو کر کے جائے۔جب سے انس کی حقیقت اس پر کھلی تھی اس نے دوبارہ اپنے لیے کوئی ڈرائیور نہیں رکھا تھا۔

وہ اپنی گاڑی خود ڈرائیو کرنے لگا تھا۔

اس آستین کے سانپ کے ڈسنے کے بعد وہ شاید ہی کسی پر اعتبار کر پاتا۔آدم کی سوچ تو انس کے بارے میں یہی تھی۔

اسے وہ ہر شخص قابل نفرت لگتا تھا جو عبیر کو دکھ دینے کی وجہ بنتا تھا۔

"تمہیں ساتھ آنا ہے تو اپنی گاڑی میں آجاو۔۔" فون بند کرتے ہوئے اس نے لاپرواہی سے انداز میں کہتے ہوئے ڈارک گاگلز آنکھوں پر چڑھائے۔

"مجھے خوشی ہوگی اگر آپ مجھے اپنی گاڑی ڈرائیو کرنے دیں تو۔۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

"پلیز ز۔"خواہش کا اظہار کرتے ہوئے آخر میں ملتجی سے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ہتھیلی پھیلائی تو وہ نفی میں سر ہلاتا ہوا گاڑی کی چابی اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولنے لگا۔اسے دوران آدم نے ہلکا سا رخ موڑ کر دو انگلیوں سے چوکنے کھڑے گارڈز کو اشارہ کیا تھا جو فوراً سے حرکت میں آتے ہوئے اپنے اسلحے سنبھالتے ہوئے ہائی لکس گاڑیوں میں سوار ہونے لگے تھے۔

دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھے عبیر نے ابرو اٹھا کر آدم کو دیکھا۔وہ گزرے دنوں سے اس کی سیکیورٹی کے معاملے میں کوئی سمجھوتہ نہیں کر رہا تھا۔بلکے پہلے سے زیادہ محتاط ہو چکا تھا۔"انھیں ساتھ لینے کی ضرورت نہیں ہے!"

عبیر نے کچھ ناخوشی سے کہا۔اسے اپنے ساتھ قافلے لے کر نکلنا زیادہ کچھ پسند نہیں تھا۔لیکن اس معاملے میں آدم اس کی بات پر کان دھرتا ہی نہیں تھا۔

"مجھے معلوم ہے آپ کو الجھن ہوتی ہے۔لیکن یہ گاڑیاں فاصلے پر رہیں گی۔۔۔"

وہ جواب دیے بنا اندر بیٹھ گیا تھا۔وہ جب تک گھوم کر ڈرائیور سیٹ پر آ کر بیٹھا۔عبیر کا فون گنگنا اٹھا تھا۔

"مجھے صرف اچھی خبر سننی ہے۔۔"

اس نے اسکرین پر نظر آتے الیاس خلجی کے نام کو دیکھتے ہوئے بڑبڑاتے ہوئے فون ریس کر کے کان سے لگا لیا۔

"مبارک ہو آپ کو عبیر صاحب۔۔سالار کی ضمانت ہو گئی ہے۔۔آپ کے کہنے پر میں نے اسی وقت فوری طور پر درخواست دائیر کر دی تھی جو کے اپروو ہو چکی ہے۔"

دوسری جانب اس کا وکیل کافی خوشگواری اور جوش سے اسے آگاہ کر رہا تھا۔لیکن عبیر کا چہرہ سپاٹ تھا۔اس نے محظ تھینک یو کہہ کر فون بند کر کے ڈیش بورڈ پر ڈال دیا گیا۔حالانکے وہ اتنا ریزروڈ اور بداخلاق نہیں تھا۔

لیکن کچھ تھا جو اس کی بے نام سی بے چینی کی وجہ بن رہا تھا۔کچھ ایسا تھا جو اسے آنے والے حالات کے بارے میں پہلے سے خبردار کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔اس کی چھٹی حس مسلسل اسے ریڈ سگنل دے رہی تھی۔

اس نے بے ساختہ اپنے سر کو تھاما۔اس کے ذہن میں جیسے آندھیوں کے جھکڑ سے گول گول گھومتے اسے شدید درد میں مبتلا کر رہے تھے۔

"سر آپ ٹھیک ہیں؟" ونڈ اسکرین سے نظریں ہٹا کر آدم نے تشویش سے اسے دیکھا۔ کبھی کبھی وہ جو بھی دوائیاں مائیگرین کے لئے استعمال کرتا تھا وہ اس پر اثر انداز ہی نہیں ہوتی تھیں۔ہائی پاور کی ڈوز کا اثر بھی صرف کچھ دیر تک قائم رہ پاتا تھا

۔"ہاسپٹل چلیں؟ڈاکٹر حشام سے رابطہ کروں؟"

اس نے پریشانی سے اسے دیکھتے ہوئے اس ڈاکٹر کا نام لیا جس سے وہ ایک عرصے سے اپنا چیک اپ کروا رہا تھا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔اے سی بند کر دو۔۔"

اس نے درد کی شدتوں کو دباتے ہوئے کھڑکی کا شیشہ فولڈ کر دیا تھا۔دوسری طرف آدم نے فوراً اس کے کہے پر عمل کرتے ہوئے اے سی آف کر دینے کے بعد اپنی سائیڈ کا شیشہ بھی نیچے گرا دیا تھا۔اسے تازہ ہوا کی ضرورت تھی۔آدم نے سن روف بھی فولڈ کر دی تھی۔

عبیر نے یہ گاڑی اپنے گریجویٹ ہوتے ہی لی تھی۔اسے گاڑیوں میں سن روف کافی زیادہ پسند تھا۔اسے لینے کی ایک وجہ بھی یہی تھی۔

"میں آپ کو پہلے حویلی لے جاتا ہوں۔۔پھر سالار سر کو ریسیور کرنے تھانے چلا جاوں گا۔"

اس نے اظہار خیال کیا تو وہ نفی میں سر ہلا گیا۔

"تھانے چلو۔۔میں نے صبح سے اسے دیکھا نہیں ہے۔۔"اس کے لہجے میں اپنے چھوٹے بھائی کا ذکر کرتے ہوئے ہمیشہ نرمی ہوتی تھی۔

حویلی کے بیسمنٹ میں بنے جم میں وہ روز رات کو ساتھ جم کرنے کے عادی تھے۔عبیر کو ڈنر کے بعد واک کی عادت تھی تو کئی بار سالار بھی اسے جوائن کیا کرتا تھا۔اس دوران وہ تھوڑا سا وقت وہ دونوں ساتھ گزار کر ہمیشہ ہی سکون محسوس کرتے تھے۔جس میں دن بھر کی روداد ایک دوسرے سے ڈسکس کرتے تھے۔

عبیر کو بے شک حویلی کے سارے بچوں سے یکسا محبت تھی۔ لیکن وہ اس کا سگا اور اکلوتا بھائی تھا۔ اور کچھ کچھ شکل میں بھی اس کے جیسا لگتا تھا۔ وہ عبیر سے عمر میں اتنا چھوٹا بھی نہیں تھا۔ لیکن عبیر کو جانے کیوں وہ ہمیشہ بچپن والا سالار ہی لگتا تھا۔ جو ذرا ذرا سی بات پر منہ پھلا کر ناراض ہو جایا کرتا تھا۔

لیکن کچھ مہینوں سے ان کے درمیان جیسے بہت سی دوریاں آگئی تھیں۔ سالار کچھ زیادہ ہی مصروف رہنے لگا تھا۔ اس نے جم کرنا چھوڑ دیا تھا۔ رات کو بھی وہ تب واپس آتا تھا جب ساری حویلی اندھیرے میں ڈوبی ہوتی تھی۔ عبیر سے بات کرتے ہوئے وہ نظریں نہیں ملاتا تھا۔ بات کرتا بھی تو چند الفاظ میں ختم کر دیتا۔

عبیر یہی سمجھتا تھا شاید وہ ریشام کی وجہ سے اس سے ناراض ہے۔ کیوں کے وہ اس کا ساتھ دینے کے بجائے ریشام اور انس کی حمایت کر رہا تھا۔

وہ کر بھی کیا سکتا تھا آخر۔۔

ریشام اسے بہت عزیز تھی۔ وہ اسے دکھ میں دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ معصوم تھی۔ نرم و نازک مزاج کی تھی۔ لیکن اس کے برعکس سالار تو ایک مضبوط انسان تھا۔ اسے تو اپنے جذبات پر قابو پانا آنا چاہئے تھا۔

عبیر نے یہی سوچ کر اسے خود کے حال پر چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا تھا کے کچھ وقت گزرے گا تو وہ خود ہی سنبھل جائے گا۔

گزرے دنوں میں بے شک ان کے درمیان بات نہیں ہوئی تھی لیکن کم اس کم عبیر اسے دیکھ تو لیتا تھا۔ اور آج تو سارا دن ہی اس کا سالار کو دیکھے بنا گزرا تھا۔ صبح ناشتے پر بھی وہ موجود نہیں تھا۔

سیٹ کی پشت پر سر رکھے وہ آنکھیں موندے۔ انگوٹھے اور انگلی سے پیشانی مسلتے ہوئے یہی سوچ رہا تھا کے کس طرح اس کی ناراضگی کو دور کرے۔

کس طرح اسے سمجھائے کے ریشام اور انس کے نکاح کو قائم رکھنے کا فیصلہ اس نے کس مجبوری کے تحت لیا تھا۔ اس نے ارادہ کر لیا تھا۔

آج وہ اس کی ہر ناراضگی کو دور کر دینا چاہتا تھا۔ اسے تو ویسے بھی ریشام سے زیادہ اس کی پراپرٹی میں دلچسپی تھی۔ ایک فیصلہ عبیر نے اسی وقت لیا تھا۔

اپنی پراپرٹی بھی اس کے نام کر دینے کا فیصلہ۔ وہ صرف اسے خوش دیکھنا چاہتا تھا۔ اب بے شک اس کے خوشی کے لیے اسے کتنی ہی بھاری رقم ادا کرنی پڑتی۔

"گولڈن کیسل کی طرف سے کوئی خبر ہے؟"

عبیر کے استفسار پر اس نے شانے اچکائے۔ "ایوری تھنگ از فائن اینڈ انڈر کنٹرول۔۔ قریباً دو گھنٹے پہلے میری اسفر سے بات ہوئی تھی۔ ریڈ ڈراپ کی آمد ہو چکی تھی بس اسی کو شفٹ کر رہے تھے۔"

ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالے دوسرے ہاتھ سے اس نے ڈیش بورڈ پر پڑا اپنا فون اٹھایا۔ وہ کوڈ ورڈز میں بات کر رہے تھے۔

"میری تائیوان کی ٹکٹ کنفرم کر دو۔۔"

گاڑی کی خاموشی کو اس کی سپاٹ سی آواز نے توڑا تھا۔ جو آدم کو بے ساختہ حیرانگی سے دوچار کر گئی تھی۔

"تائیوان؟ اتنا اچانک وہاں جانے کا ارادہ کیسے بنا آپ کا؟ کیا سب ٹھیک ہے وہاں؟"

عبیر کی بے تاثر نظریں باہر کے دوڑتے مناظر کی طرف متوجہ تھیں۔

"وہاں کا تو پتا نہیں لیکن مجھے یہاں کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا ہے۔۔۔ یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے جس دن کے آنے کا مجھے ہمیشہ اندیشہ رہتا تھا۔۔ وہ آنے ہی والا ہے۔۔"

اس کی آواز اتنی دھیمی اور کرب زدہ سی تھی کے آدم بھی چونک اٹھا تھا۔

"اسٹریس کی وجہ سے منفی سوچیں آپ پر حاوی ہو رہی ہیں۔۔"

"یہ اسٹریس نہیں ہے آدم! میرے دل کی کیفیت میں تمہیں بتا نہیں سکتا۔ مجھے کچھ دن کے لئے ہر چیز سے بریک چاہئے۔"

اس نے پھر بنا کچھ کہے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالے، ونڈ اسکرین کو دیکھنے کے ساتھ ساتھ فون کی اسکرین کو بھی دیکھتے ہوئے فلائیٹ کا شیڈیول نکالا تھا۔

"تائیوان کی ایک فلائیٹ چار گھنٹے بعد کی ہے اور دوسری فلائیٹ کل دوپہر۔۔"

"چار گھنٹے بعد والی بک کر دو۔۔"

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ اسے ٹوکتے ہوئے بولا۔ آدم کے ذہن میں بہت سی الجھنیں تھیں۔ عبیر کا یہ غیر معمولی رویہ اسے پریشان کر رہا تھا۔ وہ کبھی ایسے بی ہیو نہیں کرتا تھا۔ لیکن بنا کچھ بھی پوچھے اس نے فلائیٹ کنفرم کرنے کے بعد فون آف کر کے دوبارہ ڈیش بورڈ پر ڈال دیا تھا۔

ڈارک گرے سوٹ میں سیاہ ٹائی لگائے سلیقے سے سیٹ ہوئے بالوں کے ساتھ وہ اپنی ساری توجہ ڈرائیونگ کی طرف مبذول کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن سوچوں کی پرواز بار بار عبیر کی سمت مڑ رہی تھیں۔ سنجیدہ چہرے کے ساتھ وہ گاہے بگاہے کھڑکی پر لگے شیشے میں بھی دیکھ رہا تھا۔ جہاں سے سیاہ گاڑیاں فاصلے پر رہ کر انھیں فولو کر رہی تھیں۔ وہ نہیں جانتا تھا کے عبیر کو کس طرح کی سوچیں پریشان کر رہی ہیں۔ کس دن کے آنے کا اسے اندیشہ ہے۔ وہ بس اس کی حفاظت کرنا چاہتا تھا۔

"میں بھی آپ کے ساتھ چلوں؟"

وہ اسے اکیلے نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اس کی طرف سے وہ تشویش کا شکار ہو چکا تھا۔

"تمہاری یہاں زیادہ ضرورت ہے۔۔ سرمد اکیلے سب ہینڈل نہیں کر سکے گا۔"

وہ سہولت سے انکار کر گیا تھا۔

جب تھانے کی حدود میں گاڑی رکی تو وہ بھی اپنی سوچوں کو پس پشت ڈال کر سیٹ بیلٹ ہٹا کر باہر نکل آیا۔ مغرب کی اذانیں ہوئے کچھ ہی دیر گزری تھی۔ ہر سو ایک اداس سا اندھیرا پھیلتے ہوئے روشنیوں کو نگل رہا تھا۔

تھانے کی ساری بیرونی لائٹس بھی روشن ہونا شروع ہو چکی تھیں۔ چوپٹ کھلے گیٹ سے اس کے گارڈز کی گاڑیاں بھی وہاں داخل ہو رہی تھیں۔

اس نے اندرنی عمارت کی جانب قدم بڑھا دیے۔ آدم بھی اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

سامنے ہی برآمدے میں اسے الیاس خلجی بھی کھڑے دکھائی دئے تھے۔ جو کچھ فائلز اور بریف کیس لیے موجود تھے۔ عبیر جب وہاں داخل ہوا تو کچھ دیر پہلے سے یکسر مختلف حلیے میں تھا۔ آستین کلائیوں تک تھیں۔ وائٹ شرٹ کے سارے بٹنز بند تھے۔ جس پر سیاہ کوٹ پہن رکھا تھا۔ اس کے گھنے بال بھی پیچھے کی جانب تھے۔

ضمانت کے کاغذات پر سرسری سی نگاہ ڈالتے ہوئے وہ ایس ایچ او کے کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اور پھر کچھ دیر بعد جب وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھے کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھ رہا تھا تو اسی وقت دروازہ کھول کر دو پولیس آفیسر کی معیت میں چلتا ہوا وہ اندر داخل ہوا۔

عبیر کی نظریں تو بس سالار کے حلیے کو ہی دیکھتی رہ گئی تھیں۔ اس نے تو کبھی آف ڈیز میں بھی سالار کو بے ترتیب حلیے میں نہیں دیکھا تھا۔ وہ تو اپنے لباس اور حلیے پر کمپرومائز کرنے والا انسان ہی نہیں تھا۔ اور اب تو جیسے لگ رہا تھا وہ شاید کتنے ہی گھنٹوں سے ایک ہی جگہ، ایک ہی پوزیشن میں بیٹھا رہا ہو۔ اس کا برینڈڈ لباس شکن زدہ تھا۔ اسکے بے ترتیب بال۔ اس کی گلابی آنکھیں۔ بھنچے لب دیکھتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا۔

"کھولو اسے۔۔" کچھ درشتگی سے ایک پولیس آفیسر کو اس کی ہتھکڑیاں کھولنے کے لیے کہا۔ جو اسے اس وقت کافی ناگوار محسوس ہو رہی تھیں۔ جس نے فوراً حرکت میں آتے ہوئے چابی سے لاک کھولنے کے بعد ہتھکڑیاں اس کے ہاتھوں سے نکال دی تھیں۔

"ٹھیک ہو تم؟" عبیر نے اس کے نزدیک آکر کچھ فکر مندی بھرے نرم لہجے میں پوچھا جو یک ٹک عبیر کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظروں میں، اس کے چہرے کے تاثرات میں ایسا کچھ تھا جو عبیر سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"میں نے اپنی پوری کوشش کی تھی جلد سے جلد تمہاری ضمانت کروانے کی۔۔ درخواست اپروو ہونے میں کچھ وقت۔۔۔"

عبیر کے الفاظ وہیں تھم گئے تھے۔ کیوں کے وہ بنا کچھ بھی کہے اس کے گلے لگ گیا تھا۔ سالار اس سے قد میں کچھ انچ چھوٹا تھا۔ اس کی پیشانی عبیر کے کندھے پر تھی۔ اور دونوں بازو اس کے گرد باندھ رکھے تھے۔

اس سے وہ ساری باتوں کو اپنے ذہن سے نکال گیا تھا۔۔ وہ بھول گیا تھا کے انس اور اس کے درمیان کیا گفتگو ہوئی تھی۔ وہ یہ بھی فراموش کر گیا تھا کے گزشتہ کچھ مہینوں سے وہ عبیر کی حقیقت سے آشنا ہو چکا تھا۔ وہ جان چکا تھا کے اس کا بھائی کن کاموں میں ملوث تھا۔ لیکن۔۔

وہ اس کا بھائی تھا!

جس نے ہر ہر قدم پر اسے سنبھالا تھا۔اس کی بند آنکھوں کے کناروں سے ٹپکتی نمی عبیر کے کوٹ میں جذب ہو رہی تھی۔

سالار خود کو بے بسی کی حدوں پر محسوس کر رہا تھا۔اس کی شدت سے خواہش تھی کے انس کی کہی ہوئی ہر بات غلط ثابت ہو جائے۔عبیر ویسا نہ ہو جیسے اس نے بتایا تھا۔وہ صرف اپنے بھائی کی خوشبو کو محسوس کر رہا تھا۔شدت سے اس کے گلے لگا ہوا تھا جیسے آج کے بعد یہ موقع کبھی میسر ہی نہیں آئے گا۔

"بی اسٹرونگ مین!۔۔۔کیا بچوں کی طرح بی ہیو کر رہے ہو۔۔"عبیر نے آہستگی سے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے کچھ مصنوئی سا ڈپٹتے ہوئے خواشگور سے انداز میں ماحول پر چھائی کثافت کو کم کرنے کے لئے کہا۔

"آپ نے مجھے کبھی بڑا ہونے ہی کب دیا ہے؟اس لیے مجھے اپنے مسئلوں کو حل کرنے کی عادت نہیں ہے۔"

وہ شکوہ کر گیا۔اور اسے سن کر وہ عبیر کے لبوں پر ہلکی سی مسکان ابھری تھی۔وہ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔

"جب میں تمہارے ساتھ کھڑا ہوں تو تمہیں کسی مسئلے کو لے کر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔اور یہ بات تمہیں معلوم ہونی چاہے کے جب بھی تمہیں میری ضرورت ہو گی میں ہمیشہ تمہارے لئے آوں گا!

اس کے شانے پر ہاتھ رکھے وہ لفظوں پر زور دیتے ہوئے اسے یقین دہانی کروا رہا تھا۔"آپ ہمیشہ میرے لئے آئیں گے؟؟آپ نے یہ کیوں نہیں کہا کے آپ ہمیشہ میرے پاس موجود ہوں گے۔۔؟"

سالار کا استفسار اس کی مسکراہٹ کو پھیکا کر گیا تھا۔آنے والا وقت ان کے لئے کیا کچھ لے کر آنے والا تھا وہ خود نہیں جانتا تھا۔

"تم مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ ہی پاو گے۔۔"

"باقی کے معاملات آپ دیکھ لیں۔۔اور انس غازی سے اس کے وکیل سمیت سیٹلمنٹ کے لئے میٹنگ کریں۔۔اینڈ میک شیور کے اب سالار کا نام ان کی زبان پر نہیں آنا چاہئے۔"

اس نے رخ موڑ کر الیاس خلجی کو کچھ سخت لہجے میں ہدایت دی۔اب کے اس کا لہجہ اس لہجے سے مختلف تھا جو کچھ دیر پہلے سالار سے بات کرتے ہوئے تھا۔

چند مزید باتیں ایس ایچ او سے کرنے کے بعد اس نے بیرونی طرف قدم بڑھائے تو سالار کلائیوں کو دباتے ہوئے اس کی تقلید کرنے لگا۔

"آپ کا مائیگرین پھر سے بڑھ گیا۔۔ میڈیسن لی آپ نے؟"

اسے بار بار پیشانی مسلتے دیکھ کر سالار نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔ زیادہ تکلیف نہیں ہے۔" اس کا انداز لاپرواہ سا تھا۔

آدم انھیں حویلی ڈراپ کرنے کے بعد سیدھا اپنے فلیٹ پر آیا تھا۔ جو ایک پوش علاقے میں بنی بلڈنگ میں واقع تھا۔

سب سے پہلے گرم پانی سے شاور لینے کے بعد ایزی سے وائٹ شرٹ اور گرے ٹراوزر پہنے وہ تولیے سے بالوں کو رگڑتے ہوئے اوپن ائیر کچن میں آگیا۔ پھر فریج میں سے انرجی ڈرنک کا کین نکال کر اپنے اسٹوڈیو میں آیا۔ جہاں بڑی سی میز پر کافی ساری اسکرینز رکھی تھیں۔ وہ سب آن تھیں۔

کین لبوں سے لگا کر ڈرنک کو اندر اتارتے ہوئے وہ چیئر گھسیٹ کر بیٹھا۔

گہری سیاہ ذہانت سے بھرپور چمکتی نگاہیں اس بڑی سی اسکرین پر تھیں۔ جو فارم ہاوس کے آٹھ حصوں کی لائیو سی سی ٹی وی فوٹیج دکھا رہی تھی۔

سب کچھ معمول کے مطابق ہو رہا تھا۔ پھر دوسری اسکرینز کو دیکھتے ہوئے اس نے مزید سیکورٹی سسٹم کو چیک کرنے کے بعد کین کو میز پر رکھا۔ پھر اٹھ کر کچن میں آیا۔ کیبنٹ سے پاستا نکال کر بوائل ہونے کے لیے رکھا۔ پھر دوسرے پین میں اس کے لیے ساس بنانے لگا۔

ساتھ ہی ساتھ فون بھی اٹھا کر چیک کر رہا تھا۔

دھیان اب بھی عبیر کی جانب تھا۔ جس کی کچھ گھنٹوں بعد فلائیٹ تھی۔ آدم کی آنکھیں اس وقت نیند سے بھری ہوئی تھیں۔ صبح جب وہ فلیٹ سے نکلتا تھا سارا دن اس کا اتنا مصروف گزرتا تھا کے اس کے پاس چند لمحے رک کر سکون سے بیٹھنے کا وقت بھی نہیں ہوتا تھا۔ ایسے میں جب وہ واپس آتا تھا تو بس کچھ ہلکا پھلکا سا کھانے کے بعد کچھ دیر اسٹوڈیو میں گزار کر فوراً سے سو جاتا تھا۔

لیکن آج اس کا سونے کا ارادہ نہیں تھا۔ اسے عبیر کو ڈراپ کرنے ائیر پورٹ جانا تھا۔ حالانکے عبیر نے منع کیا تھا۔ لیکن اس کا دل انجانے خدشے میں گھرا ہوا تھا۔ وہ کسی قیمت پر عبیر کو اکیلے کہیں آنے جانے دینے کا قائل نہیں تھا۔

اسے کیفین کا استعمال کچھ خاص پسند نہیں تھا۔ اس لئے انرجی ڈرنک سے گزارا کر کے نیند کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

گرما گرم پاستے کی پلیٹ لے کر وہ دوبارہ اسٹوڈیو میں آیا۔ چیئر گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے پلیٹ کو سامنے میز پر رکھا۔

کانٹے کی مدد سے اسے منہ میں ڈالتے ہوئے اس کی توجہ پھر سے اسکرین کی جانب ہو چکی تھی۔ ابھی اس نے تیسری چمچ ہی منہ میں ڈالی تھی کے اسے چباتے ہوئے اس کی رفتار میں سستی آئی۔ اسکرین کے ایک حصے کی فوٹیج فارم ہاوس کے وسیع برآمدے کی تھی۔ جہاں ایک بلیک جیکٹ پہنے ساتھ ہی بلیک ماسک اور پی کیپ لگائے کوئی شخص داخل ہوتا دکھائی دیا۔

آدم کی دھڑکن لمحے میں تیز ہوئی تھی۔ اسکرین پر لائیو وڈیو چل رہی تھی۔ ٹائم اور ڈیٹ بھی بلکل ٹھیک تھا۔۔ لیکن ویڈیو میں دکھائی دینے والا شخص کوئی اور نہیں آدم ہی تھا۔

وہ دو دن پہلے جب وہاں گیا تھا تو اس نے یہی سب پہن رکھا تھا۔ اور وہ کیسے خود کو نا پہچان پاتا۔؟

کانٹے کو پلیٹ میں پھینک کر اس نے پلیٹ کو سائیڈ پر کیا۔ پھر فل سلیوس ٹی شرٹ کی آستینوں کو اوپر کھینچتے ہوئے ماوس پر ہاتھ رکھے کچھ کلک کرنے کے بعد کی بورڈ پر اس کی انگلیاں حرکت کر رہی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں عجیب تاثر ابھرا ہوا تھا۔ ساتھ ہی پیشانی پر بھی کئی بل نمودار ہوئے۔ اور دل کی دھڑکن بس عروج پر پہنچ رہی تھی۔ وہ شدت سے دعا گو تھا کے وہ جو سوچ رہا ہو وہ حقیقت نہ ہو۔ اگر اس کا سسٹم اسے لائیو فوٹیج میں دو دن پرانی ویڈیو کلپ دکھا رہا تھا تو یہ محظ سسٹم کا ہی ایشو ہو۔

بار بار وہ کبھی ماوس کا استعمال کر رہا تھا تو کبھی کی بورڈ پر تیزی سے ٹائپنگ کر رہا تھا۔ لیکن اچانک ہی وہ رکا۔ اس کے بدترین خدشے کی تصدیق ہو چکی تھی۔

آج کے دن۔ دوپہر تین بجے کے بعد سے کیمرے جام ہو چکے تھے۔ سسٹم میں جو بھی سی سی ٹی وی کلپس آٹو سیوڈ تھیں۔ وہ صرف تین بج کر پچیس منٹ تک تھیں۔ یا پھر اس سے پہلے کی۔ اس کے بعد کی کوئی ویڈیو اس کے ریکارڈ میں شو نہیں ہو رہی تھیں۔

کسی ماہر ہیکر نے بہت خوبصورتی کے ساتھ اس کے سسٹم کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی تھی۔ دوپہر تین بجے سے وہ فارم ہاوس جسے عبیر نے گولڈن کیسل کا نام دے رکھا تھا۔ اس پر کسی اور کا کنٹرول تھا۔ جبکہ ابھی رات کے ساڑھے آٹھ بجے کا وقت ہو رہا تھا۔

اس کی سانس جیسے سینے پر اٹک رہی تھی۔ بے ساختہ چیئر سے اٹھتے ہوئے وہ ہیں کچن کی جانب بھاگا۔ پھر کاونٹر پر پڑا اپنا فون اٹھا کر فوراً سے ان لاک کرتے ہوئے کال ملا کر کان سے لگایا۔

ایک ہاتھ کمر کے پہلو میں جمائے دوسرے سے فون کان سے لگائے۔ وہ بڑبڑاتے ہوئے دوسری جانب موجود شخص کو صلواتیں سنا رہا تھا جو مسلسل بیل جانے پر بھی کال ریسیو نہیں کر رہا تھا۔

آدم کو گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔ عبیر نے اسے جان سے مار دینا تھا۔ اگر یہ راز کسی پر کھل جاتا تو۔

"یار شاور لے رہا تھا۔ صبر بھی کر جایا کرو۔ اتنی کتنی یاد آ رہی تھی تمہیں میری؟؟"

رابطہ ہوتے ہوئے ہی اس کی آواز آدم کے کان سے ٹکرائی۔

"کیسل گئے تھے تم؟" آدم نے درشتگی سے پوچھا۔

"بس ابھی جانے والا تھا۔ کچھ دیر پہلے ہی ڈیڈ کی کارنر میٹنگ سے واپس آیا تھا۔۔ خیریت تو ہے؟"

اس نے تفصیل بتاتے ہوئے استفسار کیا۔

"ڈراپ زون۔۔!"

آدم کے صرف دو لفظ دوسری طرف موجود شخص کو ساکت کر گئے تھے۔ سہی معنوں میں آدم کے الفاظ اسے ہلا گئے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا کے سسٹم پر ہیکنگ اٹیک ہوا ہے۔

وہ بھی آدم کے ترتیب دئے گئے سیکیورٹی سسٹم پر؟

انتہائی ناممکن سی بات تھی۔ ہو ہی نہیں سکتا تھا کے آدم کی سیکورٹی کو کوئی توڑ کر اس میں داخل ہو کر اپنا کام کر جائے۔

لیکن وہ اپنے منہ سے یہ اعتراف کر رہا تھا۔

"کون ہے یہ مائی کا لال؟ جس نے تمہیں ٹکر دی ہے؟" دوسری طرف وہ بھی عجلت میں گھر سے نکلنے کی تیاری کرتے ہوئے ساتھ ہی آدم سے بھی گفتگو کر رہا تھا۔ جو واپس اسٹوڈیو میں آنے کے بعد میز کی سطح پر ہاتھ سختی سے سمجھائے پھر اسکرینز کو دیکھ رہا تھا۔"

"سسٹم لاگ چیک کیا ہے۔ دوپہر تین بجے سے سارے کیمرا ز جام ہیں۔ وہاں کی سیکیورٹی کی ذمہ داری تمہاری تھی نا؟ تمہیں کیسے علم نہیں ہوا؟ گارڈز وغیرہ سے تم نے رابطہ نہیں کیا؟"

"آدم کول ڈاؤن۔۔ میں نے سوچا کے کچھ دیر میں مجھے وہاں جانا ہی ہے تو پھر گارڈز سے بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ یقیناً سب معمول کے مطابق ہی ہو رہا ہو گا۔ اور پھر ساری سیکیورٹی تو تم خود بھی مانیٹر کرتے ہو۔ اس لئے بھی میں بے فکر تھا۔۔ لیکن تم پریشان مت ہو۔۔ میں نکل رہا ہوں ابھی۔۔ خود جا کر دیکھتا ہوں کیا صورتحال ہے۔۔"

"اکیلے جانے کی بیوقوفی مت کرنا۔۔ باڈی گارڈز کو ساتھ لے کر جاو۔۔"

آدم نے کچھ سخت لہجے میں سرمد کو ہدایت دینے کے بعد فون بند کر دیا تھا۔ پھر عبیر کا نمبر ڈائل کر کے فون دوبارہ کان سے لگایا۔

لیکن رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ فون آوٹ آف ریچ آ رہا تھا۔

آدم نے حیرانگی سے فون کی اسکرین کو دیکھا۔ پھر واٹس ایپ اور اس کے جیسی دوسری ایپس بھی کھول کر اسے پیغام بھیجنے کی کوشش کی۔ لیکن ہر جگہ وہ آف لائن نظر آ رہا تھا۔ اور یہ بات آدم کے لیے غیر معمولی تھی۔

اگر عبیر فوری رابطہ نہ بھی کرے تو ایک ریکارڈڈ پیغام موصول ہوتا تھا۔ لیکن آج وہ بھی نہیں مل رہا تھا۔

وہ آخر کہاں بزی تھا۔ اور یہ اچانک سے اس کا فون بند کیوں جا رہا تھا۔

آدم بار بار اس کا نمبر ملا رہا تھا۔ اور بار بار ایک ہی جواب اسے سننے کو مل رہا تھا۔ اس نے کچھ طیش میں فون کو کان سے ہٹایا۔ لیکن ایک سوچ نے اسے اپنی جگہ جیسے ساکت و جامد کر دیا تھا۔ لگ رہا تھا جیسے کسی نے ٹھنڈے پانی کی بالٹیاں اس پر انڈیل دی ہوں۔

Mahira Zaynab Khan Novel

اس کی نظریں بے ساختہ اسکرینز کی جانب اٹھیں۔ ہیکر نے اس کے سسٹم کو کنٹرول کرنے کے لئے فارم ہاوس کے سارے کیمروں اور سگنلز کو جام کرنے کے کیے سگنل جامر ڈیوائس کا استعمال کیا تھا۔ جو یقیناً فارم ہاوس میں ہی کہیں نصب کی گئی تھی۔

آدم کی نظر اپنے فون پر گئی۔ غیر معمولی طور پر عبیر کا فون بھی آوٹ آف ریچ مل رہا تھا۔ کیا ممکن تھا کے حویلی میں بھی سگنل جامر یوز کیا گیا ہو۔؟

"اللہ اللہ۔۔"اس نے بے ساختہ اپنی پیشانی کو تھاما۔ رگوں میں دوڑتے لہو کے ساتھ جیسے کوئی برقی رفتار بھی شامل ہو چکی تھی۔

آج کا سارا دن اس کے ذہن میں فلم کی طرح چلنے لگا۔ عبیر کی کچھ ان کمفرٹیبل کیفیت۔ آج ہی افغانستان سے کنسائمنٹ کا آنا۔ آج ہی کے دن سالار کی گرفتاری، اتفاق سے آج ہی جاپان سے وہ ڈیلیگیشن آئے تھے جنھیں دو دن بعد آنا تھا۔

اور آج ہی نایاب کمپنی نے اپنے اس آرڈر کمپنی نے اپنے اس آرڈر کو فوری بھیجنے کے لئے کہہ دیا تھا جو ایک ہفتے بعد ڈلیور ہونا تھا۔ جس کی وجہ سے ورکرز سے اوور ٹائم کروا کر ان کا آرڈر مکمل کیا گیا۔ اور پھر انس سے ہوئی ملاقات۔۔ سب کچھ اس کے دماغ میں گھوم رہا تھا۔ جس میں کچھ بھی معمولی نہیں تھا۔

آج ہی کے دن یہ سب ایک ساتھ ہونا آدم کو بری طرح چبھ رہا تھا۔ اور ان سب کاموں میں وہ دونوں اس قدر مصروف رہے تھے کے ان کا کنسائمنٹ کی طرف دھیان ہی نہیں گیا۔ اتنی ضروری شپمنٹ کا کام صرف ورکرز کے بھروسے پر ہوا تھا۔ وہ کبھی آفس کی میٹنگز بگھتا رہے تھے تو کبھی آرڈر کی صورتحال دیکھنے فیکٹری جا رہے تھے۔ کبھی ڈیلیگیشن کے ساتھ لنچ تو کبھی وکیل سے رابطے۔۔

انھیں لمحے کے لئے بھی فرصت نہیں ملی تھی۔

پروڈکشن ڈیپارٹمنٹ کا ہیڈ سالار تھا لیکن یہ کام بھی عبیر کو سنبھالنا پڑا تھا۔

اس کا دل گھبرانے لگا۔ عبیر پریشان اور بے سکون تھا تو یقیناً وہ بے وجہ نہیں تھا۔ اس کی گٹ فیلنگ کافی اسٹرونگ تھی۔ جبھی وہ آنے والے حالات کو پہلے ہی بھانپ گیا تھا۔

وہ مصیبت میں تھا۔ اور وہ اس سے انجان تھا۔

آدم نے بے ساختہ ڈرامیں سے ایک چھوٹا سا سیاہ رنگ کا فون نکالا جو بٹن والا تھا۔ اس کی اسکرین بھی چھوٹی سی تھی۔ وہ اسے لئے تیز قدموں سے فلیٹ کی بالکنی میں آیا۔

اسے کسی بھی طرح عبیر سے رابطہ کر کے اسے محتاط کرنا تھا۔اسے بتانا تھا کے جس نے فارم ہاوس تک رسائی حاصل کی تھی وہ حویلی میں بھی اپنا کام دکھا کر گیا تھا۔

اور اگر اس نے یہ کام کیا تھا تو عین ممکن تھا کے وہ عبیر کی حقیقت کو جان گیا تھا۔

فون کے بٹن پریس کرتے ہوئے وہ تیزی سے عبیر کو پیغام بھیجتے ہوئے شدت سے دعا گو تھا کے وہ اس کا پیغام پڑھ لے۔۔

وہ سیٹلائٹ فون تھا۔جو سگنل جام کرنے والی ڈیوائس کے آس پاس ہونے پر بھی ٹھیک ٹھاک کام کرتا تھا۔وہ ڈیوائس اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی۔

آدم نے اس سے التجا کی تھی کے اسے اپنے پاس ہی رکھا کرے۔حالات کا کچھ پتا نہیں ہے۔کسی بھی لمحے کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

عبیر کو وہ پسند نہیں آیا تھا۔لیکن اس کا دل رکھنے کے لیے اس نے اپنے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کی ڈرا میں اسے ڈال رکھا تھا۔اور جسے وہ ڈال کر تقریباً بھول ہی چکا تھا۔کیوں کے اسے یوز کرنے کا کوئی موقع ہی نہیں آیا تھا کبھی۔

چار گھنٹے پہلے۔۔

آدم تھوڑی دیر پہلے ہی سالار اور عبیر کو ڈراپ کرنے کے بعد جا چکا تھا۔عبیر کی گاڑی وہیں کھڑی کر کے وہ دوسری گاڑی لے گیا تھا۔

سالار اور عبیر دونوں سیڑھیوں کے پاس کھڑے تھے۔جو اندرنی عمارت کی جانب جا رہی تھیں۔حویلی کی قد آور عمارت شان سے کھڑی تھی۔جس کی بیرونی روشنیوں سے وہ خوبصورتی سے جگمگا رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں کے تم مجھ سے کافی خفا ہو۔۔بہت سی بدگمانیاں بھی ہوں گی تمہارے دل میں میرے لیے۔۔"

اس کی سنجیدہ سے آواز سنتے ہوئے سالار نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن وہ ہاتھ اٹھا کر روک گیا۔"ایسا پہلی بار ہوا ہے سالار کے ہمارے درمیان اتنا فاصلہ آ گیا ہے۔تمہاری ناراضگی کا دورانیہ پہلے کبھی اتنا نہیں بڑھا۔"

سالار نے لب بھینچے پلکیں گرالی تھیں۔بے شک اس نے کبھی زبان سے اعتراف نہیں کیا تھا۔نہ ہی عبیر کو براہ راست دوٹوک کہا تھا کے وہ اس سے ناراض ہے۔لیکن وہ پھر بھی جان گیا تھا۔

"کمپنی میں موجود اپنے آدھے شئیرز میں تمہارے نام ٹرانسفر کر رہا ہوں۔۔اور پاور آف اٹارنی بھی۔۔"

سالار نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا۔ٹھنڈی ہوائیں اس کے جسم کے آر پار گزرنے لگیں۔

"کمپنی کے پریذیڈنٹ بابا ہیں۔اور پاور آف اٹارنی ضمیر چاچو کے پاس تھی۔ لیکن انھوں نے وہ مجھے دے دی تھی۔۔اور وہ میں اب تمہیں دے رہا ہوں۔۔آنے والے کچھ مہینوں میں بابا ریٹائرمنٹ لے رہے ہیں۔۔ان کے بعد کمپنی کے مالک تم ہوں گے!"

"لیکن یہ سب؟۔۔۔بابا ریٹائرمنٹ لے رہے ہیں تو کمپنی پر پہلا حق ضمیر چاچو کا ہے۔"

اتنی غیر متوقع بات اس سے ہضم ہونا بھی مشکل ہو رہی تھی۔

"ان کی مرضی شامل ہے اس میں۔۔"

"لیکن آپ اپنے شئیرز مجھے کیوں دے رہے ہیں؟۔۔کیا آپ کو لگتا ہے ریشام انس سے متنفر ہونے کی وجہ ریشام کی پراپرٹی ہے جو میرے ہاتھ سے نکل گئی؟"

اس کے لہجے میں کچھ ناراضگی در آئی۔"کیا یہ سچ نہیں ہے؟"اس کا سنجیدگی سے کیا گیا استفسار اسے چپ لگا گیا تھا۔

"میں اتنا گریڈی بھی نہیں ہوں کے آپ کے شئیرز۔۔"

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔کچھ دن تک آفیشلی اناؤنس بھی ہو جائے گا۔"

اس کا ارادہ کمپنی میں اس کی اناؤنسمنٹ اپنے تائیوان کے ٹور سے واپس آنے کے بعد کرنے کا تھا۔لیکن دانستہ طور پر اس نے سالار سے ذکر نہیں کیا تھا کے وہ کچھ گھنٹوں بعد بیرون ملک جا رہا ہے۔

"اب تمہیں آرام کرنا چاہئے۔۔"نرم سے انداز میں بات کو سمیٹتے ہوئے وہ بازو پر کوٹ ڈالے سیڑھیاں چڑھ گیا۔"آپ جم کرنے آئیں گے؟"

سالار کے پوچھنے پر وہ رکا۔پھر گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"میں تھکا ہوا ہوں۔۔"اس کے لہجے میں بھی تکان غالب تھی۔ان ڈائریکٹلی وہ انکار کر رہا تھا۔سالار نے سمجھنے والے انداز سر ہلا دیا۔

پھر اس کے جانے کے بعد وہ وہیں نیچے کے دو اسٹیپس چھوڑ کر تیسرے پر بیٹھ گیا تھا۔

دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے ہتھیلیوں کو باہم ملائے اس کا سر جھکا ہوا تھا۔

بے نام سی اداسی اسے اپنے گرد گھیرا تنگ کرتی محسوس ہو رہی تھی۔

بیک وقت اس کے دل میں عبیر کے لیے محبت اور احترام تھا۔تو دوسری طرف وہ اس سے شدید متنفر تھا کے اس نے اپنے سائیڈ بزنس کی بھنک تک نہیں لگنے دے رہا تھا۔وہ اس سے پوچھنا چاہتا تھا۔اس سے بازپرس کرنا چاہتا تھا کے اس نے تو ہمیشہ انھیں

سچائی کا درس دیا تھا۔ ہمیشہ درست کاموں کی ترغیب دی تھی۔ ہمیشہ ہی انھیں غلط اور سہی کی تفریق سمجھائی تھی۔

لیکن خود کے لئے اس نے یہ رول کیوں بدل دیے تھے۔ خود پر انھیں لاگو کیوں نہیں کیا تھا؟

لیکن وہ انتہا کی بے بسی اور مجبوری میں گرفتار تھا کے وہ دوٹوک اس سے اس بارے میں بات نہیں کر سکتا تھا۔ انس نے اسے سختی سے منع کیا تھا۔ سہی وقت آنے سے پہلے اپنے منہ سے یہ بات کبھی نہ نکالنا۔ نہ کچھ ایسا ظاہر کرنا جس سے عبیر مشکوک ہو جائے۔

دونوں ہاتھوں میں بالوں کو دبوچے وہ شکستہ وجود کے ساتھ بیٹھا تھا۔ جب اس کا فون تھر تھرا اٹھا۔

میکانیکی انداز میں اس نے کوٹ کی جیب سے فون برآمد کر کے بنا نمبر دیکھے یس کر کے کان سے لگایا۔

دوسری طرف انس ہی تھا۔ جو ابھی عبیر کے فارم ہاوس پر موجود اسے ہدایت دے رہا تھا۔

"کہاں ہو تم؟"

"حویلی میں ہوں۔۔" اس نے بے تاثر سے لہجے میں کہا۔ "آگے کا لائحہ عمل تمہیں معلوم ہے نا؟"

"معلوم ہے۔۔" انس کے استفسار کرنے پر اس نے مختصر سا کہہ کر فون بند کر کے کوٹ کی جیب میں ڈالا پھر تھکی سی سانس خارج کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ حویلی کی پہرے داری پر معمور گارڈز بھی ہتھیار تھامے چوکنے کھڑے تھے۔ سالار نے انھیں دیکھتے ہوئے اندرنی عمارت کی طرف قدم بڑھائے۔

"I just want peace in my life"!

وہ تنے اعصاب کے ساتھ ناگواری سے بڑبڑاتے ہوئے تیز اور بھاری قدم اٹھا رہا تھا۔ انس اور عبیر کے درمیان پھنس کر وہ خود کو ذہنی طور پر بہت ڈسٹرب محسوس کر رہا تھا۔

سامنے ہی لاونج میں اسے حویلی کے سارے مکین خود کے انتظار میں کھڑے ملے۔

"سالار میرے بیٹے۔۔" سفینہ غازی نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا کر رونا شروع کر دیا تھا۔ وہ صبح سے اس کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہی تھیں۔

"میں ٹھیک ہوں ماں۔۔" اس نے نرمی سے کہا۔ کچھ دیر بعد سب سے ملنے کے بعد وہ تھکن کا کہہ کر اپنے روم میں چلا گیا تھا۔

شام سے ابر آلود رہنے والا موسم بلآخر مہربان ہو چکا تھا۔ آسمان پر ڈیرہ جمائے بادلوں نے برسنے کا ارادہ کر ہی لیا تھا۔ ٹھنڈی ہواوں کے ساتھ نرم سی پھوار بھی پڑنا شروع ہو چکی تھی۔

عبیر غازی کے کمرے کی دیوار کو چھوتی قد آور کھڑکیوں کے شیشے پر وہ بوندیں خاموشی سے پھسلتی اسے یک ٹک دیکھے جا رہی تھیں۔ جواب وہاں سے ہٹ کر فل سائز مرر کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

بلیک ہائی نیک کے ساتھ بلیک ہی کوٹ پہنے وہ کلائی میں رولیکس کی واچ پہنتے ہوئے شیشے میں سے سارہ دیکھنے لگا۔ جو بیڈ پر کمفرٹر اوڑھے سوئی ہوئی۔ وہ جلدی سونے کی عادی تھی۔ عبیر نے دوسری نگاہ اس پر ڈالنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔

پھر میز پر سجے پرفیومز میں سے ایک اٹھا کر خود پر اسپرے کرنے لگا۔

اسے زیادہ روشنیاں پسند نہیں تھیں۔ ابھی بھی کمرے میں مدھم سی لائٹس روشن تھیں۔ آئینے میں نظر آتا اس کا عکس بلکل واضح تھا۔

وہ اس عبیر غازی سے قدرے مختلف لگ رہا تھا۔ جس کے چہرے پر ہمہ وقت نرم سا تاثر ہوا کرتا تھا۔ جس کی صحبت میں بیٹھنے والے کچھ دیر میں ہی اس کی نرم مزاجی کے گرویدہ ہو جایا کرتے تھے۔

سنجیدہ و سپاٹ انداز میں خود کو دیکھتے ہوئے گہری سانس بھرتے ہوئے وہ شیشے کے سامنے سے ہٹ گیا تھا۔

کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری نظر وہ پورے کمرے میں دوڑاتا اس کے در و دیوار کو دیکھ رہا تھا۔

شاید اس کی نگاہیں کمرے کو الوداع کہہ رہی تھیں۔

رات گئے اس کے کمرے کا دروازہ آہستگی سے کھلا۔

محتاط انداز میں چلتے ہوئے اس کا رخ بیسمنٹ کی طرف تھا۔ بلیک اپر جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے قدموں کی رفتار میں تیزی لاتے ہوئے وہ چوکنے انداز میں اس طرف بڑھ رہا تھا۔ گیارہ بجے ہی وہاں سناٹوں کا راج تھا۔ ہر کوئی اپنے کمرے میں تھا۔

سالار کے چہرے پر انتہا کی سنجیدگی قائم تھی۔ وہ بیسمنٹ کے دروازے کے سامنے رکا۔

(اگر اس کا کیسل ہمارے کنٹرول میں آگیا تو وہاں پہنچنے والا سب سے پہلا انسان آدم ہو گا۔)

اس کے ذہن میں وہ باتیں گردش کر رہی تھیں جو کچھ دن پہلے ان کی میٹنگ کے دوران ہوئی تھیں۔ جس میں انس کے ساتھ فاز اور عاشر بھی شریک تھے۔

(عبیر کا وہ سارا دن ہم اتنا مصروف بنا دیں گے کے کیسل جانے کا وہ سوچے گا ہی نہیں اور وہ اس دن جم کرنے کا ارادہ بھی ملتوی کر دے گا۔ اور پھر بیسمنٹ میں ڈیوائس لگانا آسان ہو گا۔)

اس نے ہینڈل پر ہاتھ رکھے لاک کھولتے ہوئے دروازہ دھکیل دیا۔

(ہمیں اس بات کو میک شیور کرنا ہے کے جب آدم تک اس کے سسٹم ہیک ہونے کی خبر جائے تو وہ عبیر سے کسی قسم کا رابطہ نہ کر پائے۔)

اس نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔

(عبیر حویلی میں ہو گا۔ اسے کچھ خبر نہیں ہو گی کے حویلی سے باہر کیا کچھ ہو رہا ہے۔ اس طرح جب آدم فارم ہاوس پہنچے گا تو موقع پر اسے گرفتار کر لیا جائے گا۔"

اندھیرے میں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ فون کی ٹارچ آن کر کے اس کی روشنی میں سیڑھیاں اتر کے وہ دبے قدموں نیچے آیا۔

(لیکن ہم آدم کو کیوں ٹارگٹ کر رہے ہیں؟ ڈائریکٹ عبیر بھائی کو فارم ہاوس بلانا ٹھیک نہیں ہو گا؟)(اس کے ذہن میں فاز کی آواز گونجی جسے انس نے سن کر انس نے نفی میں سر ہلایا)

وسیع تہہ خانہ ایک پر تعیش سے جم میں بدلا ہوا تھا۔ جس میں انتہائی مہنگی اور بڑی بڑی سی ایکسر سائز مشینیں رکھی ہوئی تھیں۔

آخری سیڑھی اتر کر وہ گھوم کر سیڑھیوں کے نیچے آیا۔

(بادشاہ کے جتنے راز وزیر کے پاس ہوتے ہیں اتنے خود بادشاہ کو بھی نہیں معلوم ہوتے۔ بادشاہ کی گردن تک پہنچنے کے لئے ہمیں وزیر کو ہی شکنجے میں لینا پڑے گا۔)

وہاں بڑی سے پینٹنگ لگی ہوئی تھی۔ جس کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے اپر کی جیب سے ہاتھ باہر نکالا تو اس میں ایک ڈیوائس تھی۔

سگنل جام کرنے والی ڈیوائس۔

جسے اس نے پینٹنگ کے پیچھے لگا دیا تھا۔

سارہ سے اس کی شادی ہوئے چھ مہینے ہو چکے تھے۔ان کے درمیان سب کچھ نارمل ہوتے ہوئے بھی کچھ نارمل نہیں تھا۔ عبیر کا رویہ اس کے ساتھ ہمیشہ نرم اور نارمل ہوتا تھا۔ لیکن وہ اسے آج تک قبول نہیں کر پایا تھا۔ سارہ اس کے ساتھ رہتے ہوئے بھی اس سے کوسوں دور کے فاصلے پر تھی۔ وجہ صرف عبیر کا مزاج تھا۔ جس نے شادی کے شروع دنوں میں ہی اسے باور کروا دیا تھا کے اسے اس شادی میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔اور دلچسپی نہ ہونے کی وجہ بھی اسے بیان کرتے ہوئے اسے یہ اختیار دیا تھا کے وہ چاہے تو وہ اسے طلاق دے دے گا۔ کیوں کے وہ کبھی بھی اسے بیوی کے طور پر تسلیم نہیں کر سکتا۔

وہ وقت سارہ کے لئے کافی مشکل ثابت ہوا تھا۔ عبیر اس سے محبت نہیں کرتا تھا۔اور اس نے اس کا اظہار برملا کیا تھا۔اس کے باجود بھی سارہ نے اس بات کا ذکر کسی سے کرنے کی بجائے حالات سے سمجھوتہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

وہ اس سے محبت نہیں کرتا تھا تو کیا ہوا۔ وہ تو اسے بہت چاہتی تھی۔اسی لیے اس نے عبیر سے کہا تھا اسے طلاق نہ دے۔

وہ صرف اس دن کے انتظار میں تھی جب وہ اپنی محنت اور قربانیوں سے اس کے دل تک رسائی حاصل کر لیتی۔

لیکن عبیر جانتا تھا۔اس کی ساری کوششیں بیکار جائیں گی۔اس کا دل کبھی بھی سارہ کی طرف مائل نہیں ہو گا۔اسے بس سارہ پر افسوس ہی ہوتا تھا۔

اس نے میز پر پڑا ہوا اپنا فون اٹھایا۔اسکرین روشن کی تھی ایک بھی سگنل نہیں تھا۔

نہ نیٹورک اور نہ ہی وائی فائی۔

اس کی پیشانی پر ایک بل آیا۔ پھر دوسرا۔۔ پھر تیسرا۔۔ آج سے پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کے حویلی میں سگنلز کا کوئی مسئلہ ہوا ہو۔

اسے وہاں سے ائیر پورٹ جانا تھا۔ آدم نے کہا تھا وہ اسے ریسیو کرنے آئے گا۔ ٹائم گزر رہا تھا اور اس کے آنے کے کوئی آثار نہیں تھے۔

صرف دو منٹ میں کام ختم کر کے وہ وہاں سے نکلا۔ پھر حویلی کے پچھلے برآمدے میں آیا۔ وہاں بھی ایک مین گیٹ موجود تھا۔ وہاں سیکیورٹی گارڈ پہلے سے اسی کے انتظار میں کھڑے تھے۔ اس کے آتے ہی انھوں نے دروازے پر لگا تالہ کھول دیا۔

کچھ دیر میں ہی حویلی کے سارے کیمرا زاور دوسرے سگنلز جام ہونا شروع ہو چکے تھے۔ سب ان کے پلین کے مطابق ہو رہا تھا۔ باہر کھڑی سیاہ گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہی گاڑی آگے بڑھ گئی تھی۔ جس کا رخ اب عبیر کے فارم ہاوس کی جانب تھا۔

وہ فون ہاتھ میں پکڑے بیڈ کی جانب آیا۔ پھر سائیڈ ٹیبل کی ڈرا میں سے ایک باکس نکالا۔ وہ لکڑی کا منقش ڈبہ تھا۔ ڈبے کو الٹا کرنے کے بعد ایک چھوٹا سا خفیہ حصہ تھا۔ جسے اس نے سلائیڈ کیا تو چھوٹی سی چابی اس میں رکھی تھی۔ عبیر نے وہ چابی نکال کر خفیہ حصے کو سلائیڈ کر کے دوبارہ بند کیا۔ پھر اس باکس کا لگا لاک کھول کر ڈھکن اٹھایا۔

اس میں ایک چھوٹا سا فون رکھا تھا۔ براون کلر کا موٹا سا بٹن والا۔ ویسا ہی جیسا آدم کے پاس تھا۔ باکس کو واپس ڈرا میں ڈال کر فون کو آن کرتے ہوئے وہ گلاس ڈور کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

باہر چاند کی روشنی ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔ تیرویں تاریخ کا چاند کافی مکمل اور روشن روشن سا لگ رہا تھا۔ فون کے آتے ہی ایک پیغام اس پر جگمگایا۔

"!The shadow has faded"

وہ پیغام آدم کی طرف سے تھا۔ وہ چار الفاظ ایسے تھے جنھیں کئی لمحے ساکت وجود کے ساتھ وہ دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔ اس کے لب بھنچ گئے۔ اور آنکھوں میں برہمی در آئی۔

دونوں فونز کو کوٹ کی جیب میں ڈالتے ہوئے اس نے ٹیبل پر سے ضروری چیزیں اٹھائی اور روم سے باہر نکل آیا۔ کوریڈور کے

Mahira Zaynab Khan Novel

آخری سرے پر سالار کا روم تھا۔ وہاں سے گزرتے ہوئے اس کے قدم خود بخود اس کے کمرے کے پاس رکا تھا۔ ہاتھ اس کے دروازے کے ہینڈل پر جا کر تھما۔ اس نے بالٹ گھمایا لیکن وہ لاکڈ تھا۔ عبیر نے دوسرے ہاتھ کی پشت سے دستک دینا چاہی لیکن پھر کچھ سوچ کر ہاتھ نیچے گرا دیا۔

پھر وہاں سے چلتے ہوئے الٹے ہاتھ کے کوریڈور میں مڑا۔ دوسرا کمرہ ریشام کا تھا۔ جس کے سامنے رکھے ہوئے اس نے دو انگلیوں کی پشت سے دستک دی۔

کچھ ہی دیر بعد کلک کی آواز سے دروازہ کھلا۔

گرے کلر کا دوپٹہ اچھی طرح اوڑھے وہ اپنے دروازے پر اسے کھڑا دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

"ایک کام سے آوٹ آف سٹی جا رہا ہوں۔ سارہ سو رہی تھی میں نے اس کی نیند خراب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"لیکن خیریت ہے اتنی اچانک؟" ریشام نے کچھ فکر مندی سے پوچھا۔ کیوں کے اسے خراب موسم کی وجہ سے تشویش تھی۔

"جانا ضروری ہے۔ اور واپسی کا کنفرم نہیں ہے۔۔ اسے سنبھالو۔"

اس نے ایک کی چین میں پروئی ہوئی چابی اس کی طرف بڑھائی۔

جسے ریشام نے ناسمجھی سے دیکھتے ہوئے تھام لیا تھا۔ "یہ تو آپ کے اسٹڈی روم کی کیز ہیں یہ آپ مجھے۔۔؟"

وہ اس کی بات بیچ میں ہی ٹوک گیا۔ "میں نے اسے تمہارے نام کر دیا ہے۔ سارہ کو کتابوں میں دلچسپی نہیں ہے ورنہ اسے دے دیتا۔۔ اس کی سہی حقدار صرف تم ہو۔"

ریشام نے کیز کو چند لمحے دیکھا۔ پھر خفگی بھری نظر اٹھا کر اس کی شہد رنگ آنکھوں میں ڈالی۔ جو کچھ دیر پہلے کے مقابلے میں ہلکی سی چمک لئے ہوئے تھی۔

"بہلا رہے ہیں مجھے اسٹڈی کا لارادے کر؟ آپ کو یقیناً یہ ڈر ہو گا کے میں آپ سے تحفہ منگواوں گی؟"

سینے پر بازو لپیٹے وہ سیاہ آنکھوں میں ڈھیروں خفگی لیے اسے دیکھ رہی تھی۔ جس کے لبوں کے کنارے پر آپ ہی مسکراہٹ جھلملائی۔

اس کی عادت تھی۔ یا یوں کہنا چاہئے کے لازمی تھا کے عبیر بے شک بیرون ملک جائے یا پھر کسی دوسرے شہر۔ اسے واپسی پر ریشام کے لئے کوئی نہ کوئی گفٹ لازمی لا کر دینا ہوتا تھا۔ بعض دفعہ ریشام خود اسے کہہ کر بھیجا کرتی تھی کے مجھے یہ گفٹ چاہیے اور آپ نے یہی لانا ہے۔ اور عبیر وہی اس کے لئے ڈھونڈ ڈھونڈ کر لایا کرتا تھا۔ "کیا تمہیں لگتا ہے کے میں تمہیں تحفہ نا دینے کا کبھی بہانہ کر سکتا ہوں؟"

اس نے کچھ جتاتے سے انداز میں پوچھا۔ "مجھے بتاو تمہیں کیا چاہیے میں تمہارے لئے لے کر آوں گا۔"

وہ کمرے کے اندر کھڑی تھی۔ عبیر کمرے کے باہر۔ درمیان میں کمرے کی چوکھٹ حائل تھی۔

"پہلے آپ مجھے یہ بتایئے کے واپسی کب تک ہو گی؟"

"کنفرم نہیں کہہ سکتا۔۔ لیکن جلد ہی واپس آوں گا۔" اس کے لہجے میں وہی نرمی تھی جو ہمیشہ ریشام سے بات کرتے ہوئے ہوا کرتی تھی۔

"میں آپ کو ٹیکسٹ کر دوں گی۔"

"ویسے میں گیس کر سکتا ہوں کے اس بار بھی تمہیں کوئی کتاب یا پرفیوم ہی چاہئے ہو گا۔۔ ہمیشہ تم یہی منگواتی ہو۔"

"اب اگر آپ ٹھیک گیس کر ہی چکے ہیں تو اس بار میں آپ کو نہیں بتاوں گی کے اس بار مجھے کون سا پرفیوم اور کتاب چاہئے۔ اس بار آپ اپنی پسند سے لے کر آیئے گا۔۔"

"میری پسند تمہیں پسند آجائے گی؟"

"آپ کی پسند اور میری پسند مختلف کب ہے؟۔۔ ایسا ممکن ہی نہیں کے مجھے آپ کی پسند کی خریدی ہوئی کوئی چیز متاثر نہ کر سکے۔۔"

اگر وہ اسی طرح وہاں کھڑے باتیں کرتے ہوئے ساری رات بھی گزار دیتی تو شاید اسے احساس بھی نہ ہوتا۔

عبیر نے انگوٹھے اور دو انگلیوں سے پیشانی کو اس طرح سے چھوا جیسے اسے اچانک سے کوئی بات یاد آئی ہو۔

"مجھے انس سے ایک کام تھا۔ میں اسے کال بھی کر رہا تھا لیکن اس سے رابطہ نہیں ہو سکا۔ کیا تم اس سے پوچھ سکتی ہو کے وہ اسوقت کہاں ہے؟ میں ایئر پورٹ جاتے ہوئے اس سے مل کر جاوں گا۔"

"انس سے میری کچھ دیر پہلے بات ہوئی تھی۔ دادا جان نے کل اسے حویلی آنے کے لئے کہا تھا تو میں نے اسے ان کا پیغام دینے کے لیے فون کیا تھا۔۔ اس نے زیادہ بات ہی نہیں کی۔ بس یہ کہا کے ایک بہت ارجنٹ کام میں بزی ہوں۔"

ریشام نے اسے تفصیل سے آگاہ کیا۔

"آلرائیٹ اب سو جاو تم۔۔ میں لے آوں گا اپنی پسند کا کچھ۔" اس کے کان پر ہتھیلی رکھتے ہوئے وہ جیسے الوداع کہہ رہا تھا۔

مسکراتے ہوئے جلد سونے کی تاکید کی۔ کیوں کے وہ رات گئے تک مطالعہ کرنے کی عادی تھی۔

"خیال رکھئے گا آپ اپنا۔۔ سارہ بھابھی اور باقی سب کو بتادوں گی کے آپ بزنس ٹور پر گئے ہیں۔۔" ریشام نے بھی اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے اسے تاکید کی۔ کچھ عرصہ پہلے کے مقابلے میں وہ کچھ ویک لگ رہا تھا۔

"ویسے آپ جا کہاں رہے ہیں؟" اس کے استفسار پر عبیر نے آہستگی سے اپنا ہاتھ واپس کھنچا تھا۔

"سیکرٹ ہے۔۔ میں بتا نہیں سکتا۔"

"ہمارے درمیان کب سے سیکریٹ ہونے لگے؟" وہ کچھ خفا ہوئی۔

"میں تمہیں وہاں جا کر بتادوں گا۔۔ اندر جاو اب۔"

وہ اپنے تائیوان جانے کی اطلاع کسی کو بھی نہیں دینا چاہتا تھا۔ ریشام کو بھی نہیں۔۔

پھر وہاں سے نکل کر وہ چلتے ہوئے حویلی کی بیرونی طرف آ گیا تھا۔ اونچا زینے اترتے ہوئے اس نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا۔ جہاں یکایک ہی سیاہ بادل امڈ آئے تھے ہواوں کی تیزی میں بھی اضافہ ہوا تھا۔ ساتھ ہی بادلوں کی گھن گھرج کے ساتھ کن من بوندیں بھی برسنا شروع ہو چکی تھی۔

"ارجنٹ کام؟؟؟"

سر کو خفیف سی جنبش دیتے ہوئے وہ بڑبڑایا۔ وہ سمجھ گیا تھا انس کہاں بزی تھا۔

ایک ایک کر کے سارے پردے اس کے سامنے سے ہٹتے جا رہے تھے۔ اور منظر بلکل واضح ہو کر اسے دکھائی دے رہا تھا۔

اسے دیکھتے ہی چوکیدار سرعت سے اس کی طرف چھتری لے کر آیا۔ "آپ کہیں جا رہے ہیں تو گاڑی نکال دوں؟" اس نے سعادت مندی سے استفسار کیا تو عبیر نے اثبات میں سر ہلایا۔ "ویزل نکال دو۔۔" چھتری اس سے لیتے ہوئے اس نے کہا تو وہ سر ہلاتے ہوئے پورچ سے وہ گاڑی نکالنے لگا۔ جو حویلی کے عام استعمال کے لیے تھی۔ جو خاص کسی کے نام سے منسوب نہیں تھی۔ اسے کوئی بھی استعمال کر لیا کرتا تھا۔ چھتری پر برستی بوندوں کی آوازیں سنتے ہوئے وہ پتھریلی روش پر آ رکا۔ پھر چوکیدار کے ڈرائینگ سیٹ سے اترنے کے بعد وہ اندر بیٹھنے لگا۔ دروازے کی سطح پر ہاتھ جمائے اس نے ایک نگاہ حویلی ہی شان سی کھڑی عمارت پر ڈالی۔ جو بارش میں بھیگتی بیک وقت خوبصورت اور پراسرار سی لگ رہی تھی۔

اس نے اپنے زندگی کے تیس سال اس کی آغوش میں گزارے تھے۔ اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کے در دیواروں پر نقش تھا۔ اس کی تنہائیوں میں بیٹھ کر کئی بار عبیر نے اسے اپنا غمگسار بنایا تھا۔ اور آج وہ لمحہ آ گیا تھا کے وہ اسے الوداعی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کا بچپن، اس کی جوانی، اس کی کامیابیاں، اس کی ناکامیاں، اس کے دل کا بوجھ۔ اس کی افسردگی سب کچھ وہیں دفن کر کے جا رہا تھا۔ اور جاتے سمے وہ اپنی جھولی میں کچھ بھی ڈال کر نہیں لے جا رہا تھا۔ سب اس نے پس پشت ڈال دیا تھا۔ لیکن ایک چہرہ تھا۔ ایک مسکراہٹ تھی۔ ایک مدھر سی آواز تھی جو بہت لاڈ سے اس کا نام لے کر اس سے اپنی فرمائش اور ضدیں منوایا کرتی تھی۔ صرف اس کی یاد اپنے دل اور دماغ میں بسا کر وہاں سے لے جا رہا تھا۔ پلکیں میچ کر اس نے دل پر چھانے والی افسردگی سے جان چھڑائی۔ اور جیسے سارا ناطہ ایک پل میں اس حویلی سے ختم کر دیا۔

وہ بہت پہلے سے جانتا تھا کے یہ لمحہ اس کی زندگی میں لازمی آئے گا۔ لیکن اتنی جلد آنے کی اسے خبر نہیں تھی۔

اندر بیٹھ کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ چوکیدار نے بھی سیاہ چھتری فولڈ کر کے بیک سیٹ پر رکھ دی تھی۔

کچھ ہی دیر میں اس کی گاڑی فراٹے بھرتی ہوئی شہر جانے والے راستے پر دوڑ رہی تھی۔ ایک ہاتھ سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے دوسرے ہاتھ میں فون پکڑے وہ مسلسل نیٹورک کو دیکھ رہا تھا۔ اور قریباً آٹھ سو میٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد سگنل واپس آنا شروع ہوئے تھے۔ جس کے ساتھ ہی نوٹیفیکیشن کا جیسے انبار لگنا شروع ہو چکا تھا۔ سب کو نظر انداز کر کے اس نے آدم کا نمبر ملایا

تھا۔

جو پہلی ہی بیل پر اس نے اٹھالیا تھا۔ وہ شاید اسی موقع کی تلاش میں بیٹھا تھا۔

"کہاں ہیں آپ؟ آپ کا نمبر کیوں آف جا رہا تھا؟" اس نے چھوٹتے سے ہی بیتابی سے پوچھا۔ "مجھے لگا شاید حویلی میں کسی نے سگنل جامر ڈیوائس کا استعمال کیا ہے۔ جیسے کیسل پر کیا گیا تھا۔ لیکن شکر ہے کے میری غلط فہمی تھے۔ ورنہ میں یہی سمجھ رہا تھا کے لٹل فروگ (ننھا مینڈک) نے وہی ڈیوائس حویلی میں بھی نصب کی ہے جس کی وجہ سے آپ سے رابطہ نہیں ہو پا رہا۔"

ہیکر کا نام استعمال کرنے کے بجائے وہ دوسرے نام کا سہارا لے رہا تھا۔ کیوں کے اسطرح کی گفتگو کے لیے وہ کوڈ ورڈز کا ہی استعمال کیا کرتے تھے۔

"عبیر سر آپ کو فوری طور پر حویلی سے نکلنا ہو گا۔۔ آپ کی پروٹیکشن کے لیے مزید گارڈز کو۔۔۔"

"میری بات سنو آدم۔۔۔"

اس کی چلتی زبان عبیر کے ٹوکنے پر رکی۔ جس سے وہ بے ساختہ خاموش ہوا۔ لیکن عبیر کی جانب سے آتی آوازوں نے اسے حیران کیا تھا۔ تیز ہواوں کی آوازیں۔ تیز بارش کے برسنے کی آوازیں۔ گاڑی کے رفتار سے چلنے کی آوازیں۔

"آپ حویلی میں نہیں ہیں؟" اس نے حیرانگی سے پوچھا۔

"حویلی سے تقریباً ایک کلو میٹر دور آنے کے بعد میرے فون نے سگنل کیچ کیے ہیں۔۔ تمہارا اندازہ درست ہے حویلی میں بھی ڈیوائس کا استعمال کیا گیا ہے۔"

ہتھیلی سے اسٹیئرنگ گھما کر موڑ کاٹتے ہوئے اس نے کہا۔

"کچھ پتا چلا کیسل میں پارٹی ارینج کرنے والے لوگ ہیں کون؟"

"فلحال تو بس میں سسٹم کو ری سیٹ کرنے میں لگا ہوا تھا۔ بہت پاور فل بگ کا استعمال کیا گیا تھا۔ ویسے سر مدگیا ہے معاملات دیکھنے۔"

"آپ کی ٹکٹ کینسل کروادوں؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے میں تائیوان جا رہا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے پارٹی اٹینڈ کروں گا۔"

آدم کو بری طرح شاک لگا تھا۔ وہ فارم ہاوس جانے کی بات کر رہا تھا؟ سب کچھ جانتے بوجھتے بھی۔؟

"عبیر سر پلیز۔۔ ہمیں نہیں معلوم کے وہاں کون لوگ موجود ہیں۔۔ آپ کا وہاں جانا۔"

"گیم از اوور آدم! میں جانتا ہوں وہاں کون موجود ہو گا۔۔۔"

"آپ جانتے ہیں؟" اس نے حیرانگی سے پوچھا۔ عبیر نے حویلی سے نکلنے سے پہلے سیکیورٹی روم میں سارے سی سی ٹی وی کیمرا ز چیک کئے تھے۔ جن میں وہ سالار کو سگنل جامر ڈیوائس نصب کرتا دیکھ چکا تھا۔ سالار نے اس طرف زیادہ دھیان نہیں دیا تھا۔

کیوں کے اس نزدیک تو عبیر سارے دن کا تھکا ہارا گہری نیند میں ہو گا۔اور پھر اتنی رات گئے کسی کو فون اور نیٹ استعمال کرنے کی عادت نہیں تھی۔

آدم کی طرح وہ بھی آج کے دن کے معمولات پر غور کرنے کے بعد بات کی تہہ تک پہنچ گیا تھا۔لیکن آدم یہ نہیں جان پایا تھا کے اس سب کے پیچھے کن لوگوں کا ہاتھ ہے۔نہ اس کی سوچ اس طرف گئی تھی۔

لیکن عبیر نے وہ سرا تلاش کر لیا تھا۔سالار حویلی سے جا چکا تھا۔فاز اور عاشر حویلی میں موجود نہیں تھے۔وہ سب کہاں تھے آخر؟ یقیناً فارم ہاوس پر۔

"Clean the table"

عبیر نے وہ تین لفظ کہہ کر فون بند کر دیا۔اور آدم بس فون کی ٹوٹو سنتا ساکت دجامد کھڑا رہ گیا۔وہ سب کچھ تباہ کر دینے کے لئے کہہ رہا تھا۔سارے ثبوت مٹانے کے لئے۔ان کے سائیڈ بزنس کا سارا ریکارڈ ختم کرنے کے لئے۔

یہ جانتے ہوئے بھی کے وہ کتنا ضروری تھا اس کے لئے۔

اگر اس نے یہ انتہائی فیصلہ لیا تھا تو یقیناً کیسل پر حملہ کرنے والے کوئی عام لوگ نہیں تھے۔آدم یہی سمجھ رہا تھا کے انٹیلی جنس اس میں ملوث ہے۔

شاک سے نکلنے کے بعد فوراً سے حرکت میں آتے ہوئے اس نے کچھ گارڈز کو فارم ہاوس کی طرف روانہ کیا تھا۔تا کے اسے وہاں سے سیفلی نکال کر ائیر پورٹ لے جا سکیں۔

اس کے نزدیک عبیر کا تائیوان جانے کا فیصلہ بلکل ٹھیک تھا۔وہ خود بھی نہیں چاہتا تھا کے وہ گرفتار ہو جائے۔وہ بھی اس صورتحال میں جب اس کا ذاتی وکیل بیرون ملک تھا۔

دوسری کال اس نے سرمد کو کی تھی۔

جس نے کال پیک کر کے آدم کی طرح ہی سوالات پوچھنے شروع کر دیئے تھے کے وہ اتنی دیر سے کہاں مصروف تھا۔اس کا فون کیوں بند تھا۔

"تم کہاں ہو اسوقت؟"عبیر نے اس کی ساری باتوں کو نظر انداز کر کے استفسار کیا۔"کیسل جا رہا ہوں۔۔بس پندرہ منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔"

"فوراً یوٹرن لو۔۔اور جو میں کہہ رہا ہوں اسے دھیان سے سنو۔"

انتہائی سنجیدگی سے وہ ونڈ اسکرین پر سے بارش کے پانی کو صاف کرتے وائپرز کو دیکھتے ہوئے وہ اسے احکامات جاری کر رہا تھا۔جنھیں سنتے ہوئے اس کا چار گاڑیوں کا قافلہ وہیں سے واپس مڑ گیا تھا۔

وہ دو منزلہ اور پر تعیش سا فارم ہاوس اس سیاہ گھنے اندھیرے میں روشنیوں میں نہایا ہوا گیا۔ماہر آرکیٹیکٹ کی ذہانت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ جس کا رنگ و روغن سنہرے اور سفید کے امتزاج میں تھا۔ عبیر اسے گولڈن کیسل کہتا تھا تو بے جا نہیں کہتا تھا۔ وہاں موجود اس کے سارے سیکیورٹی گارڈز کو یرغمال بنایا ہوا تھا۔

اس کے لاونج میں گولائی میں رکھے سفید رنگ کے صوفوں پر انس اور عاشر بیٹھے دکھائی دے رہے تھے۔جبکے فاز آنکھوں پر بازو رکھے لیٹا ہوا تھا۔

عاشر کی گود میں لیپ ٹاپ پڑا تھا۔اور کان میں ائیر بڈز لگے ہوئے تھے۔

کی ہے۔" entry achiev"اس نے سیٹنگ ری سیٹ کر دی ہے۔۔بلآخر اسے پتا چل ہی گیا کے ہم نے اس کے سسٹم میں

عاشر نے فوراً انس کو مطلع کیا۔جو سر کو صوفے کی بیک پر پیچھے گرائے فون سامنے کئے اس میں مشغول تھا۔

"آپ نے جو سوفٹ ویئر بتایا تھا اس نے کافی بہترین کام کیا ہے۔۔جس نے آدم جیسے ماہر انسان کو بھی شک نہیں لگنے دیا کے اس کے سسٹم میں چور دروازے سے کوئی داخل ہوا ہے۔"

"اب اگر وہ جان گیا ہے تو لازماً محتاط ہو چکا ہو گا۔کچھ دیر تک سسٹم ری سیٹ کرنے کے بعد وہ یہاں لازمی پہنچے گا۔"

"آپ کو اتنا یقین کیسے ہے کے وہ آئے گا؟"

"عبیر نے سب کچھ اس کے حوالے کر رکھا ہے۔اس کی ذمہ داری آدم کی ہے۔اگر یہاں چڑیا بھی پر مار جائے تو اس کی خبر بھی آدم کو ہو جاتی ہے۔اور اب تو کیسل ہی ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔۔۔وہ کیسے نہیں آئے گا؟"

"لیکن میں اس کی ذہانت کا قائل ہوں۔۔ماننا پڑے گا کے وہ ایک شاطر انسان ہے۔"

"بے شک۔۔عبیر بھائی کی سیکیورٹی کے معاملے میں وہ کوئی سمجھوتہ نہیں کرتا۔میں باوجود کوشش کے ان کے پیغامات اور ای میلز تک رسائی حاصل نہیں کر سکا۔

ان کے لیپ ٹاپ، فون، ٹیب ہر جگہ اتنی زبردست سیکورٹی سسٹم ہے کے اس کو توڑنا آسان نہیں۔لیکن ساتھ ہی میں آپ کیا بھی گرویدہ ہو گیا ہوں۔اس کی سیکیورٹی کو توڑنے کے لئے وہ سوفٹ ویئر آپ ہی نے ترتیب دیا تھا۔"

وہ ستائش سے بولا۔

"لیکن آپ تو جب حویلی میں تھے تب ریشام کے ساتھ ماسٹرز کر رہے تھے وہ بھی بزنس میں۔۔۔ پھر آپ کو پروگرامنگ کی سمجھ کیسے ہے؟"

ساتھ ہی اس نے تجسس کے ہاتھوں پوچھا۔

"یوسف سے متعلق کسی بھی بات میں حقیقت نہیں ہے۔ ماسٹرز یوسف کر رہا تھا۔ انس نہیں۔۔۔" وہ بے پرواہی سے بولا۔

"تو پھر آپ کی ڈگری کیا ہے؟"

"میں پروگرامر ہوں۔"

اب بھی اس نے سابقہ انداز میں کہا۔ لیکن عاشر کے ساتھ ساتھ فاز بھی چونک کر اٹھ بیٹھا۔ وہ ان کی ساری باتیں سن رہا تھا۔

"آپ پروگرامر ہیں؟ آپ نے بتایا نہیں کبھی۔"

فاز حیرانگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "جبھی میں سوچوں آپ نے اتنی آسانی سے حل کیسے نکال دیا۔"

عاشر اسے متاثر نظر آ رہا تھا۔

"السلام وعلیکم۔۔۔"

جبھی کوئی بلند آواز سے سلام کرتا ہوا وہاں داخل ہوا تو وہ تینوں اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"وعلیکم السلام۔۔ آج کا دن آپ کا جیل میں کیسے گزرا؟"

عاشر نے شوخی سے پوچھا۔ "مجھے سارا دن جیل میں رکھنے کا تمہارا پلین انتہائی بکواس تھا۔" جواباً وہ برے موڈ کے ساتھ انس سے گویا ہوا۔

آج کا سارا دن اس کا بے سکون ہی گزرا تھا۔ جس کی وجہ سے تھکن اور بیزاری اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

"پھر تم مجھے بتا دیتے کے تمہارے علاوہ ایسی کون سی چیز ہے جس کی فکر میں تمہارا بھائی اپنی دنیا فراموش کر دے۔"

انس کا لہجہ بہت نارمل سا تھا۔اور وہ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔

"ویسے عبیر بھائی ہیں کہاں؟"اب کے فاز نے اس سے استفسار کیا۔"اب تک تو گہری نیند میں ہوں گے۔"

وہ کہتا ہوا سنگل صوفے پر جا بیٹھا تھا۔ساتھ ہی سینٹر میز پر سے سوفٹ ڈرنک کا کین اٹھا کر اسے کھولتے ہوئے لبوں سے لگایا۔

اسٹوڈیو میں بڑی بڑی اسکرینز کے سامنے بیٹھا ہوا وہ کافی سنجیدگی اور فوکس مائنڈ کے ساتھ ایک ایک فائل کو کرپٹ کرنے میں مشغول تھا۔عبیر نے اگر اسے ایک ایک ثبوت مٹا دینے کی تاکید کی تھی تو یقیناً حالات کافی خراب ہو چکے تھے۔

اسے کچھ کچھ اندازہ تھا کے رازداری سے ان پر نظر رکھی جا رہی تھی۔کئی دفعہ اس کا شک سالار پر بھی جاتا تھا۔جس کا اظہار اس نے عبیر سے کیا تھا۔لیکن عبیر نے کافی سنگین انداز میں اسے یہ باور کروایا تھا کے آئندہ اس نے سالار پر اس طرح سے شک کیا تو وہ اس کا برا حشر کرے گا۔اس وقت آدم نے چپ سادھ لی تھی۔لیکن کہیں نہ کہیں اس کی چھٹی حس اسے سالار کی طرف سے کافی مشکوک کرتی تھی۔اس وقت وہ عبیر کی وجہ سے خاموش ہو گیا تھا۔لیکن اب جو حالات اس طرح سے ان کے حالات سے نکلے تھے۔اس کا شک پھر سالار کی طرف ہی جا رہا تھا۔حالانکے عبیر نے اسے نہیں بتایا تھا۔

پیشانی پر بل لیے وہ کچھ خراب موڈ کے ساتھ جلد از جلد کام ختم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔اسی اثنا میں اس کا فون رنگ ہوا تھا۔

اس نے بے اختیار اسکرین کو دیکھا لیکن عبیر کے بجائے کسی اور کا نام روشن تھا۔آدم نے گہری سانس لے کر کال لیس کی۔

"نوفل بات کر رہا ہوں۔۔"دوسری جانب سے عجلت میں تعارف کروایا گیا۔

"جانتا ہوں میں آگے بولو۔۔"

دوسری جانب سے اسے جو خبر سے سنائی گئی تھی اس نے سہی معنوں میں آدم کو شل کر دیا تھا۔

"اریسٹ وارنٹ؟؟؟"اس کے لبوں سے سرسراتے سے الفاظ نکلے۔

جن گاڑیوں نے فارم ہاوس کے راستے سے یوٹرن لیا تھا وہ اب ایک کمپنی کے احاطے میں آکر آگے پیچھے رکی تھیں۔

جن کے دروازے کھلنے اور بند ہونے کے ساتھ اس میں سے اترتے گارڈز کے قدموں کی آوازیں بھی فضا میں گونج اٹھیں۔

کمپنی بند ہونے کے باعث اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ماسک چہرے پر چڑھاتے ہوئے وہ ڈرائنگ سیٹ سے باہر اترا۔ پھر بیک سیٹ سے ایک بڑی سی بوتل نکالی جو کسی کیمیکل سے بھری ہوئی تھی۔ گارڈز کے ہاتھوں میں بھی اسی طرح کی بوتلیں تھیں۔

کمپنی کی حفاظت پر معمولی دو گارڈز کو بے ہوش کرنے کے بعد عمارت سے بہت دور لے جا کر چھوڑ دیا گیا تھا۔ پھر تالہ توڑ کر وہ سب ایک ایک کر کے اندر داخل ہونے لگے۔سب سے آگے سرمد تھا۔

جو ملک کے مشہور ایم پی اے سفیان سہگل کا اکلوتا بیٹا اور یونیورسٹی کا اسٹوڈنٹ تھا۔ آدم کے بعد عبیر سب سے زیادہ بھروسہ اسی پر کرتا تھا۔ جو عبیر کے کاموں میں اس کا معاون تھا۔

صرف پندرہ منٹ بعد جب وہ اپنا کام ختم کر کے وہاں سے نکلے تو آخر میں سرمد نے دروازہ کراس کرنے سے پہلے وہیں قدم روک لیے۔ بے تاثر سے نظروں سے باہر دیکھنے لگا جہاں اس کے گارڈز اس کے منتظر کھڑے تھے۔اس کے پیچھے وسیع لابی ظر آرہی تھی۔اور ایک جانب سیڑھیاں تھی۔اس نے جیب سے لائٹر نکال کر اس کا بٹن دبایا تو ننھی سی لو کی روشنی میں اس کی آنکھیں چمکنے لگی۔

ذرا سا اسے اپنے چہرے کے قریب کرتے ہوئے اس نے ٹمٹماتی ہوئی لو کو دیکھا۔

زیر لب انس کی شان میں دو نازیبا الفاظ کہے پھر ہاتھ اونچا کر کے اسے اپنے پیچھے اچھال دیا۔اور خود باہر نکل گیا۔

جس کے نکلتے ہی وہاں پھیلے ہوئے کیمیکل میں ایک دم آگ بھڑک اٹھی تھی۔ جو تیزی سے پوری عمارت کو اپنی لپیٹ میں لینے لگی تھی۔

عمارت سے کچھ دور وہ سر اٹھائے اسے جلتی ہوئی عمارت کو دیکھ رہا تھا۔

اس کے ساتھ آئے گارڈز اس سے کچھ فاصلے پر پیچھے کھڑے تھے۔

Mahira Zaynab Khan Novel

کچھ دیر پہلے جب وہ کیسل جا رہا تھا عبیر نے فون کر کے اسے کہا تھا کے فوری پر کچھ ایسے اقدامات کرے کے انس کا سارا دھیان اس پر سے ہٹ جائے۔ لیکن اس کی کمپنی کو جلا دینے کا مشورہ عبیر کا نہیں تھا۔

اور سرمد کے ذہن میں پہلا خیال یہی آیا تھا۔ وہ دوستی اور دشمنی دونوں کو نبھانے میں ہی شدت پسند واقع ہوا تھا۔

عبیر کو وہ اپنے سگے بھائی کی طرح سمجھتا تھا۔ اس کا دوست سرمد کا دوست تھا اور اس کا دشمن سرمد کے لیے بھی اتنا ہی قابل نفرت تھا۔

تیز برستی بارش میں اونچی نیچی راہداریوں سے ہوتی ہوئی اس کی گاڑی اب آبادی سے دور ہٹ کر بنے فارم ہاوس کے مین گیٹ کے نزدیک آ کر رکی تھی۔ جو بند تھا۔

اگنیشن میں سے چابی نکالتے ہوئے اس نے بیک مرر میں دیکھتے ہوئے ہاتھ سے سارے بالوں کو پیچھے کی جانب سیٹ کیا لیکن ایک جانب سے کچھ بال اس کی پیشانی پر گرتے اسے خوبرو سا لک دے رہے تھے۔

ڈیش بورڈ پر سے سیاہ رنگ کا ماسک نکال کر آدھے چہرے پر چڑھایا۔

اس کے وجود میں جیسے زلزلوں کی تباہیاں مچی ہوئی تھیں۔ لیکن چہرے سے وہ بہت کمپوزڈ نظر آ رہا تھا۔

آس پاس کا سارا علاقہ گنجان آباد تھا۔ جس کے باعث روشنی کا بھی کوئی انتظام نہیں تھا۔ صرف فارم ہاوس کی جلتی روشنیاں ہی وہاں پھیلے اندھیرے کو کم کرنے میں کوشش کر رہی تھی۔ جب تک بیک سیٹ سے چھتری اٹھا کر وہ باہر نکلا تب تک آدم کے بھیجے ہوئے سیکیورٹی گارڈز بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔

جو گاڑیوں میں سے اتر کر فوراً سے اس کے پیچھے آ کر کھڑے ہونا شروع ہو چکے تھے۔ ان سب کے ہاتھ جدید اسلحے سے لیس تھے۔

جبھی کچھ بھاری اور مضبوط جسامت کے گارڈز نے آگے بڑھ کر زوردار لاتوں سے اس دروازے کو توڑ ڈالا تھا۔

کیسل کی حفاظت پر معمور جن گارڈز کو انس کے گارڈز نے یرغمال بنا رکھا تھا وہ سب ہڑ بڑا کر عبیر کی جانب بڑھے۔ جس کی وجہ سے وہ گارڈز بھی آزادی ملتے ہی اپنے اپنے اسلحے لیتے عبیر کے ساتھ مل چکے تھے۔

ایک گارڈ نے رائفل کی نال سیدھی عبیر کی پیشانی کی طرف کر رکھی تھی۔ جسے وہ بے تاثر اور احساس سے عاری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

باہر اچھا خاصہ گارڈز کا جھمگٹا لگ چکا تھا۔ جن کے نرغے میں وہ تن تنہا بغیر کسی پسٹل کے کھڑا تھا۔

عبیر کے گارڈز کی تعداد زیادہ تھی۔ جبھی وہ وہاں سے نکلنے اور اندرنی عمارت کی جانب بڑھنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

سر سے چھتری ہٹا کر اس نے سیاہ آسمان پر نگاہ ڈالی۔ جس سے برستی بوندوں نے لمحے بھر میں ہی اس کے چہرے کو بھگو ڈالا تھا۔

انگوٹھے سے آئی برو کو صاف کرتا ہوا وہ تیز قدم اٹھاتا ہوا سیڑھیاں چڑھ کر اندر داخل ہوا۔ وہ چھوٹا دروازہ بھی بند تھا۔ جس کے اندر وہ وسیع اور پر تعیش سا لاونج تھا۔

بالٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہزاروں سوچیں۔ ہزاروں دل کو چیر دینے والے غم اس پر وارد ہو رہے تھے۔ لمحے کے لیے شاید اس کا ہاتھ بھی لرزا تھا۔ کیوں کے دروازہ کھولنے کے بعد اسے وہ چہرے دکھائی دینے تھے جن کی نظروں میں اس نے اپنے لئے ہمیشہ عزت اور محبت دیکھی تھی۔ وہ بلکل بھی اب ان نظروں میں اپنے لیے نفرت دیکھنے کا خواہ نہیں تھا۔

وہ یہاں آیا تھا تو دل بہت بڑا کر کے آیا تھا۔ خود کو بہت سمجھا بجھا کر آیا تھا۔ وہ صرف دیکھنا چاہتا تھا کے کیا واقعی میں اس کے بھائی اس پر اعتماد کرنے کے بجائے اس کی مخالفت میں وہاں بیٹھے تھے۔

اس نے پلکوں کو شدت سے میچ کر کھولا۔ اس موقع پر وہ دعا بھی نہیں کر پا رہا تھا کے۔ اگر وہ جو کچھ سوچ رہا ہے وہ سچ نہ ہوا تو؟ اگر وہ صرف اس کا گمان ہی ہوا تو؟

سب کچھ ذہن سے جھٹکتے ہوئے اس نے بالٹ گھما کر دروازہ دھکیلا۔ جو لاک نہیں تھا۔

وہ جونہی بالٹ پر ہاتھ رکھے دو قدم اندر آیا جیسے مانو وقت رک سا گیا تھا۔ اور وقت کے ساتھ ساتھ وہاں موجود ہر جاندار کی سانس کے ساتھ پلکیں بھی جنبش کرنا بھول گئی تھیں۔

وہ چاروں نووارد کو اس طرح سے بھونچکے ہو کر دیکھ رہے تھے جیسے اس کی موجودگی کا انھوں نے سرے سے گمان ہی نہ کیا ہو۔

اور نووارد کی آنکھوں میں بس ایک تاثر ابھرا تھا۔ ویسا ہی اس کے لبوں پر بھی بکھرا تھا۔ تکلیف دہ تاثر۔ لیکن لب ہلکے سے مسکراہٹ میں ڈھکے ہوئے تھے۔ اور سنہری آنکھوں میں چمک تھی۔

اس نے اپنے چہرے پر پھر سے وہی مطمئن اور پر سکون ماسک چڑھا لیا تھا۔ جو اس کا خاصہ تھا۔

"مجھے اطلاع ملی تھی کے میرے کیسل پر میری اجازت کے بغیر کچھ لوگوں نے ایکس کیا ہے۔۔ میں نے سوچا دیکھ آوں۔۔" وہی ازلی نرم اور دوستانہ سی مسکراہٹ اور آواز۔۔

پینٹ کی ایک جیب میں ہاتھ ڈالے۔ مضبوط قدموں سے چلتے ہوئے وہ اس آرم چیئر پر ٹانگ پر ٹانگ رکھ بیٹھا تھا۔ جو ہمیشہ وہاں آنے کے بعد اس کی نشست ہوا کرتی تھی۔ مہرون رنگ کے اس مخملی بڑے سے سنگل صوفے پر وہ مٹھی بنا کر گال تلے رکھے انھیں ہی دیکھ رہا تھا۔ کہنی بھی صوفے کے بازو پر جمی تھی۔

ماسک چہرے سے نیچے تھا۔ ہائی نیک کو بھی دو انگلیوں سے تھوڑا نیچے کرنے کی کوشش کی کیوں کے گھٹن کا احساس شدت سے ہو رہا تھا۔

وہ سب تو یوں بیٹھے تھے جیسے مانو کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

سب کچھ ان کے پلین کے مطابق ہو رہا تھا۔ اور آخر میں جب وہ اپنی منزل کے اتنی قریب پہنچے تھے تو جیسے منہ کے بل گرے تھے۔ ساری گیم ان پر ہی الٹ گئی تھی۔

"کیا کر رہے ہو تم سب یہاں؟ میری جاسوسی؟۔۔ ہمم؟"

اس کا انداز اب بھی نارمل تھا۔ لیکن اس میں ہلکی سی نامحسوس سی تلخی بھی گھلی تھی۔

"ویسے ماننا پڑے گا۔۔ داد کے مستحق ہو تم سب۔۔ میں نہیں جانتا تھا کے اداکاری میں اتنی مہارت رکھتے ہو۔۔ ہاں فاز؟"

اس نے آخر میں اسے مخاطب کیا جو لب کچل رہا تھا۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

"اداکاری میں تو آپ بھی داد کے مستحق ہیں۔۔ عبیر بھائی!"

سب سے پہلے انس کا سکتہ ٹوٹا تھا۔ وہ بھی جواباً طنز سے گویا ہوا۔ ایک ایک لفظ کو چبا کر ادا کیا۔ عبیر نے ایک سرد اور کاٹ دار نگاہ اس پر ڈالی۔

"جب تک میں یہاں بیٹھا ہوں۔ مجھے مخاطب کرنے کی کوشش بھی مت کرنا ورنہ جانے سے پہلے یہیں تمہاری قبر بنا کر تمہیں دفن کر کے جاوں گا۔"

وہ اچانک ہی درشتگی سے اسے سنگین لہجے میں باور کروا گیا۔ جس کا چہرہ اہانت سے سرخ پڑا۔ باہر برستی بارش میں یکلخت تیزی آئی تھی۔ ساتھ ہی کہیں زوردار بجلی بھی کڑکی تھی۔ لاونج کی بڑی بڑی گلاس ونڈوز پر بارش کی بوندیں تڑتڑ برستی زوردور گونج پیدا کر رہی تھیں۔

اس سے پہلے کے وہ جواب میں کوئی تلخ بات کرتا۔ اس کے برابر میں بیٹھے سالار نے فوراً ہی اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ کر اسے نظروں میں ہی خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ جو نا چاہتے ہوئے بھی لبوں کو بھینچ گیا۔

"ہمیں سب پتا چل گیا ہے عبیر بھائی۔۔ انس بھائی نے ہمیں ایک ایک چیز سے آگاہ کر دیا ہے۔"

عاشر نے نم گلابی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کا دل کٹ رہا تھا خود کو عبیر کی مخالفت میں بیٹھے دیکھ کر۔ یہ حقیقت اس پر بہت بھاری پڑ رہی تھی۔

"آپ نے ایسا کیوں کیا عبیر بھائی؟ آپ کیسے ان کاموں میں ملوث ہو سکتے ہیں؟"

اب کے فاز نے لب کشائی کی۔

عبیر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کوٹ کی جیب میں پڑا اس کا فون تھرتھرایا تھا۔ وہ دیکھے بنا بھی جانتا تھا کے کال کرنے والا آدم ہی ہو گا۔ جو اسے جلد سے جلد ائیر پورٹ پہنچنے کے لئے کہنا چاہتا تھا۔ تاکے پولیس کے کیسل آنے سے پہلے وہ وہاں سے نکل جائے۔

سالار کا دل لرز رہا تھا۔ وہ خاموش لبوں سے سامنے بیٹھے شخص کو یک ٹک دیکھے جا رہا تھا۔ وہ تو تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کے وہ ایک قاتل کی حیثیت سے بھی اس کے سامنے آ سکتا ہے۔

"میں تم لوگوں کو بتا دیتا ہوں جو تم سننے کے لیے یہاں جمع ہوئے ہو۔۔"

وہ سنجیدگی سے کہتے ہوئے ایک ایک بے تاثر نظر سب پر ڈال رہا تھا۔اس سے پہلے کے وہ کچھ کہتا درمیان میں پڑی ٹیبل پر رکھا انس کا فون وائبریٹ ہونے لگا۔ جس کی اسکرین پر روشن ہوتا نام زید کا تھا۔

عبیر کے لبوں پر آپ ہی پر سکون مسکراہٹ نمودار ہوئی۔انس نے فون ہاتھ میں اٹھالیا تھا۔اس کا ارادہ کال کاٹنے کا تھا۔ لیکن عبیر کی پر سکون سی آواز پر وہ چونکا۔

"فون اٹھالو۔۔ تمہارا سننا بہت ضروری ہے"

اس کے چہرے کی آسودہ سی مسکان کو دیکھتے ہوئے اس نے گردن موڑ کر سالار کو دیکھا جس نے لاعلمی سے شانے اچکائے۔

"بلکے میرے خیال سے تو رہنے دو۔مت اٹھاو۔۔ ہو سکتا ہے آگے سے جو خبر تمہیں سنائی جائے وہ تمہارے لئے قابل برداشت نہ ہو۔"

اس کی چھٹی حس اسے کسی انہونی کے ہو جانے کا احساس شدت سے دلا رہی تھی۔ عبیر سمیت وہ تینوں اب انس کو دیکھ رہے تھے۔ جس کا دماغ اسے ریڈ الرٹ سگنل جاری کر رہا تھا۔

اس نے سلائیڈ کر کے کال ریسیو کر لی۔ پھر آہستگی سے فون کو کان سے لگالیا۔دوسری طرف زید کافی گھبرائے ہوئے انداز میں اسے اطلاع دے رہا تھا کے انس کی کمپنی میں آگ بھڑک اٹھی ہے۔اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ پوری عمارت کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے۔ جس پر باوجود کوشش کے کنٹرول نہیں ہو پا رہا۔

مٹھی رخسار تلے رکھے وہ کافی دلچسپی سے انس کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔ جو جیسے زلزلوں کی زد میں تھا۔اس کی آنکھیں شاک سے پھیلی تھیں۔اور دل بے ساختہ دھڑکنا بھول گیا تھا۔

"تم مجھے زیر کرنا چاہتے تھے نا؟ میں اب تمہیں جنگ میں گھسیٹوں گا۔اب تم دیکھو گے کے عبیر غازی اپنا انتقام کس طرح سے لیا کرتا ہے۔"

"سر سب کچھ ختم ہو چکا ہے۔۔"

عبیر کے بعد زید کی پریشان اور بے بس سی آواز ابھی بھی اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

وہاں ان پانچ نفوس کی موجودگی میں بھی اتنی خاموشی تھی کے انس کے برابر میں بیٹھے سالار نے بھی زید کی بات سنی تھی۔پریشانی اس کے چہرے سے بھی ظاہر تھی۔اس نے بری طرح چونک کر عبیر کو دیکھا۔

"بھائی آپ؟؟" وہ سخت بے یقینی کا شکار لگ رہا تھا۔وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کے عبیر اس حد تک جا سکتا ہے؟

لیکن عبیر کی آنکھوں میں اپنے سگے بھائی کے لیے ایسی بیگانگی تھی جیسے اسے جانتا ہی نہ ہو۔اس کی سرد نظروں کو سالار نے بھی شدت سے محسوس کیا تھا۔اور بہت مشکل سے برداشت کیا تھا۔

بہت کچھ آہستگی سے اس کے اندر ٹوٹتا جا رہا تھا۔

وہ یہاں صرف سالار کو دیکھنے آیا تھا وہ دیکھنا چاہتا تھا کے وہ واقعی میں بڑا ہو چکا ہے۔اسے اب عبیر کے سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔وہ اس کا خون تھا۔اسے اپنی آنکھوں کے سامنے جوان ہوتے دیکھا تھا۔وہ اس کی انگلی پکڑ کر چلنا سیکھا تھا۔اپنے ماں باپ کے بعد اس نے سب سے زیادہ عبیر کو چاہا تھا۔اور آج وہ دن بھی آیا تھا کے وہ دونوں آمنے سامنے موجود تھے۔دونوں کی آنکھوں میں شکوے تھے۔دونوں ہی ایک دوسرے سے خفا تھے۔

کیا وہ سچ میں اس کا بھائی ہی تھا؟ لیکن وہ تو ہمیشہ سے ایک نرم خو اور خوش مزاج سا رہنے والا شخص تھا۔یہ سامنے موجود شخص اپنے چہرے کے علاوہ اپنے ہر انداز سے اس عبیر غازی سے الٹ ہی معلوم ہو رہا تھا۔

جبھی خاموش سی فضا میں ایک ہلچل سی مچی تھی۔کافی سارے گارڈز اب لاونج میں پہنچ چکے تھے۔وہ عبیر کی حفاظت کے لئے اسے اپنے حصار میں لئے ہوئے تھے۔ان کے ہتھیاروں کا رخ انس اور سالار کی طرف ہی تھا۔فاز اور عاشر تو ہونق زدہ سے وہاں کی بگڑتی صورتحال دیکھ رہے تھے۔

وہ افسوس سے نفی میں سر ہلاتا ہوا اٹھا۔

"تمہارے ہوئے نقصان کے لئے مجھے کوئی دکھ نہیں ہے۔کیوں کے تم یہ ڈیزرو کرتے تھے۔میری دعا ہے کے آئندہ ہماری کوئی ملاقات نہ ہو۔اگر قسمت سے ہو بھی گئی تو وہ ملاقات تمہارے لیے اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہو گی۔"

ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے اس نے صرف انس کو مخاطب کیا تھا۔ پھر ایک جذبات سے عاری نگاہ، بس ایک نگاہ اس نے سالار کے بے یقین سے چہرے پر ڈالی تھی اور ہمیشہ کے لیے اسے نا دیکھنے کی قسم کھالی تھی۔ فاز اور عاشر پر تو اس نے ایک نگاہ غلط بھی نہ ڈالی تھی۔

اب وہ اس کا بھائی نہیں تھا۔ اس نے مان لیا تھا کے اس کا کوئی بھائی نہیں تھا۔ فاز، عاشر، سالار اسے کسی سے کوئی مطلب نہیں تھا۔ کوئی سروکار نہیں تھا۔ اس نے ہمیشہ ان سے محبت کی تھی۔ آدم کو ان پر شک تھا۔ لیکن اس نے اپنے دل میں کبھی اس شک کو پیدا نہیں ہونے دیا۔ وہ بار بار جھٹلاتا رہا کے وہ اس کے بھائی ہیں۔ اس پر جان دیتے ہیں اس کے خلاف کیوں کر ہو سکتے ہیں۔

لیکن اس دفعہ بھی قسمت نے اسے غلط ثابت کیا تھا۔ وہ اس کے خلاف تھے، وہ سہہ گیا تھا۔ لیکن وہ انس غازی کے ساتھ تھے وہ یہ نہیں برداشت کر پا رہا تھا۔

پھر تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے وہاں سے نکل گیا۔ جس کے پیچھے پیچھے اس کے گارڈز بھی نکلے تھے۔

کچھ ہی دیر بعد ایک گاڑیوں کو قافلہ ائیر پورٹ کی جانب رواد وا تھا۔

وہ بیک سیٹ پر بیٹھا تھا۔ اس کا سر پیچھے کو گرا ہوا تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ اور چہرہ سرد اور سپاٹ سا ہو رہا تھا۔ بند آنکھوں کے کناروں سے آہستگی سے دو آنسو قطرے اس کے کان کی طرف پھسلے تھے۔

جبھی مسلسل بجتے فون کو جیب سے نکال کر ریس کرنے کے بعد کان سے لگا لیا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے نوفل کا فون آیا تھا۔۔"

رابطہ ملتے ہی آدم کی کچھ تفکر زدہ سی آواز سنائی دی تھی لیکن عبیر نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ سننا چاہتا تھا کے آدم مزید کیا بولے گا۔

"اریسٹ وارنٹ جاری ہو گئے ہیں آپ کے۔۔"

"اتنی رات گئے؟" اس نے بغیر کوئی رد عمل دئے بند آنکھوں کے ساتھ ہی پوچھا۔ "بہت رازداری سے سارے معاملات ہوئے ہیں۔ وہ کہہ رہا تھا میں خود بھی بہت مشکل سے جاننے میں کامیاب ہو پایا ہوں۔۔"

"میں نے ہر اس شخص کو فون کیا جن پر مجھے یقین تھا کے وہ اس سچویشن میں آپ کا ساتھ ضرور دیں گے۔ کیوں کے آپ نے بھی کافی دفعہ ان کی مشکلات میں ان کا ساتھ دیا تھا۔۔ بیوروکریٹس۔۔ ایم این اے۔ ایم پی ایز۔۔ فوج کے اعلی عہدیداران۔۔ ایچ اینڈ ایوری پرسن۔۔ لیکن مجھے یہ جان کر کافی حیرانگی ہوئی کے ان میں سے کسی ایک نے بھی کوئی امید نہیں دلائی۔۔ سب نے اپنی معذوری ظاہر کرتے ہوئے آپ کے لیے معذرت بھیجی ہے کے وہ آپ کی مدد نہیں کر سکتے۔"

"تم نے میرے لیے کسی سے بھیک کیوں مانگی آدم؟"

اس نے پیشانی مسلتے ہوئے نارملی پوچھا۔

"شاید مجھے یہ غلط فہمی تھی کے آپ نے جس کی مشکل وقت میں اس کا ساتھ دیا تھا وہ بھی بدلے میں آپ کی مدد کرے گا۔۔"

اس کا لہجہ کچھ زخم زخم ہوا۔

"میں نے کسی کی مدد، بدلے کے لالچ میں نہیں کی تھی۔۔ سب کا اپنا اپنا ظرف ہے۔۔ کوئی کسی کی مدد کو اپنے اوپر احسان سمجھتا ہے۔ اور جب تک اس احسان کا بدلہ نہ دے تب تک بے چین رہتا ہے۔۔ وہیں دوسرے لوگ بھی ہوتے ہیں جو محض مفاد پرست ہوتے ہیں۔ وہ صرف 'لینا' جانتے ہیں۔ اور اسے حق سے وصول کرتے ہیں۔ 'دینے' سے انھیں کوئی سروکار نہیں ہوتا۔"

عبیر کے لہجے کی آنچ کو اس نے شدت سے محسوس کیا تھا۔ بے شک اس نے ظاہر نہیں کیا تھا لیکن کہیں اندر وہ بھی دلبرداشتہ ہوا تھا اس کی زبانی وہ بات سن کر۔

"نوفل تھانے میں ہی موجود ہے۔ اگر آپ کو گرفتار کر بھی لیا تو وہ معاملات سنبھال لے گا۔۔"

آدم نے دوسری بات کا آغاز کیا۔

"میں تائیوان جا رہا ہوں۔۔"

عبیر نے سنجیدہ سی آواز میں کہا۔ "مجھے آپ کا جانا ناممکن لگ رہا ہے عبیر سر۔۔ پولیس کو ہائی الرٹ جاری کیا گیا ہے۔"

Mahira Zainab Khan Novel

"میں۔۔ جارہاہوں۔۔" اس دفعہ اس نے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔ جس کے لہجے کی مضبوطی اس کے اٹل ارادوں کی خبر دے رہی تھی۔ آدم نے اسے یہ نہیں بتایا تھا کے ساتھ میں اس کے خود کے بھی وارنٹ جاری ہوئے تھے۔ کم اس کم وہ اپنی طرف سے اسے فکر مند نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"فی امان اللہ۔۔۔" آدم نے آہستگی سے کہہ کر فون کان سے ہٹا دیا تھا۔ دل انجانے خدشوں کے پیش نظر مسلسل تیز رفتار سے دھڑک رہا تھا۔ جبکے عبیر کے دل و دماغ میں بس ایک جنگ سی چھڑی ہوئی تھی۔

وہ چاہتا تھا کے سب کچھ اپنے ذہن سے جھٹک دے۔ لیکن اس کا ماضی۔ اس کا حال جیسے ایک عفریت کی طرح اسے اپنے آپ میں جکڑ رہا تھا۔

ناچاہتے ہوئے بھی وہ ماضی کے پنوں میں جھانکنے پر مجبور ہو گیا۔

چند سال پیچھے عبیر غازی کے ماضی میں

موجودہ دن سے گیارہ سال قبل

اگر تم اپنے دماغ کو قائم رکھ سکو، جب سب لوگ اپنے دماغ کھو رہے ہوں

اور تمہیں الزام دے رہے ہوں؛

اگر تم خود پر بھروسہ کر سکو، جب سب لوگ تمہیں شک کی نظر سے دیکھ رہے ہوں،

لیکن ان کے شک کی وجہ بھی سمجھ سکو؛

Mahira Zaynab Khan Novel

اگر تم صبر کر سکو اور انتظار کی تھکان سے تھک نہ جاؤ،

یا جھوٹ کی باتیں سنو تو جھوٹ میں نہ ڈھل جاؤ،

یا نفرت کو برداشت کرو تو نفرت میں نہ بدل جاؤ،

اور پھر بھی خود کو بہت اچھا یا بہت عقلمند نہ سمجھو؛

اگر تم خواب دیکھ سکو—اور خوابوں کو اپنا آقا نہ بناؤ؛

اگر تم سوچ سکو—اور خیالات کو اپنا مقصد نہ بناؤ؛

اگر تم کامیابی اور شکست کا سامنا کر سکو

اور ان دونوں جعلسازوں کو ایک ہی طرح سے دیکھ سکو؛

اگر تم سچائی کو برداشت کر سکو، جو تم نے کہا ہے

جہالت کی طرف سے توڑ دیا جائے،

یا وہ چیزیں دیکھو جنہیں تم نے اپنی زندگی دی، ٹوٹتے ہوئے،

اور ان کو پرانی ہڈیوں سے دوبارہ بنا دو؛

اگر تم اپنی تمام جیت کو ایک ہی بار میں لگا سکو

اور ایک ہی موقع پر سب کچھ خطرے میں ڈال سکو،

اور ہار جاؤ، اور پھر سے اپنے آغاز سے شروع کر سکو

اور اپنی ہار کے بارے میں کبھی نہ کہو؛

اگر تم اپنے دل، اعصاب اور پٹھوں کو مجبور کر سکو

کہ وہ تمہاری خدمت کریں، دیر تک، جب وہ خود ختم ہو چکے ہوں،

Mahira Zaynab Khan Novel

اور اس طرح مضبوط رہو جب تمہارے اندر کچھ نہ ہو

سوائے اس ارادے کے جو کہتا ہے: 'پکڑے رہو!';

اگر تم لوگوں کے ساتھ بات کر سکو اور اپنی خوبی برقرار رکھ سکو،

یا بادشاہوں کے ساتھ چل سکو—اور عام لوگوں سے رابطہ نہ کھو سکو،

اگر نہ تو دشمن تمہیں نقصان پہنچا سکیں اور نہ ہی محبت کرنے والے دوست،

اگر تمام لوگ تمہارے ساتھ گنتے ہوں، لیکن کوئی بھی بہت زیادہ نہ ہو؛

اگر تم ہر پل کو بھر سکو، جو معاف نہ کرنے والا ہے،

ساٹھ سیکنڈ کے فاصلے سے،

تو زمین تمہاری ہے اور اس میں سب کچھ،

اور—جو کہ زیادہ ہے—تم ایک آدمی بن جاؤ گے، میرے بیٹے!

نظم: Dylan thomas

کہہ دو ان حسرتوں سے کہیں اور جا بسیں

اتنی جگہ کہاں ہے دل داغدار میں۔

سہ پہر کا وقت تھا۔ سردیوں کے دن ہونے کی وجہ سے دھوپ کی تپش اتنی زیادہ محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ایسے میں یونیورسٹی کی وہ وسیع اور کشادہ سی چھت مکمل طور پر سورج کی نرم گرم سی کرنوں کی لپیٹ میں تھی۔ چھت کے چاروں طرف ڈھائی ڈھائی فٹ

کی دیواریں بنا کر سیفٹی کی چھوٹی سی کوشش کی گئی تھی۔ایسے میں ایک سترہ سالہ وہ لڑکا اسی دیوار پر بیٹھا تھا۔اس کے دونوں پیر چھت کے اندر کی طرف ہی لٹکے تھے۔ہاتھ میں پیپر میں لپٹا ہوا سینڈوچ تھا۔جسے کھاتے ہوئے وہ ہاتھ میں پکڑی کتاب کو چہرے کے سامنے کئے ٹیسٹ بھی ریوائز کر رہا تھا۔دائیں طرف دو کالج بیگز اور کچھ کتابیں بھی پڑی تھیں۔

جبھی کسی کے تیز تیز قدموں سے سیڑھیاں چڑھنے کی آوازیں اسے اپنی سماعتوں میں آتی سنائی دی۔لیکن وہ دھیان دئے بغیر اپنے کام میں مصروف رہا۔اور چونکا تو تب جب ایک لڑکا تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔وہ عبیر کا سینئر تھا۔عبیر کا گریجویشن کا پہلا سال تھا۔جبکے نووارد ماسٹرز کے فائنل ائیر میں تھا۔"فرجاد کہاں ہے؟"اس نے آتے ہی عبیر سے سوال کیا۔

"وہ ریسٹ روم گیا ہے"اس کی حالت کے پیش نظر وہ کچھ حیران پریشان سا ہوا۔ان کے سینئیر کو آخر اس فرجاد سے کیا کام ہو سکتا تھا؟۔

جبکے وہ کافی بکھری ہوئی حالت میں لگ رہا تھا۔شرٹ کے اوپری تین بٹن کھول رکھے تھے چہرہ اور آنکھیں نہایت سرخی مائل ہو رہے تھے۔جیسے نا جانے وہ ضبط کے کن مراحل سے گزر رہا تھا۔عبیر سمجھا شاید اس کی اور فرجاد کی کسی بات پر کوئی تلخ کلامی ہو گئی ہے۔لیکن اسے یونی جوائن کیے تین مہینے ہو چکے تھے۔اور فرجاد تب سے اس کے ساتھ تھا۔اور وہ ایسا لڑکا نہیں تھا۔اسے کسی سے لڑنے جھگڑنے کی عادت نہیں تھی۔وہ تو سامنے والے کی غلطی کو بھی مسکرا کر نظر انداز کر دیا کرتا تھا۔عبیر کی اور اس کی دوستی بھی صرف فرجاد کی دوستانہ نیچر کی وجہ سے ہی ہوئی تھی۔اسی لیے وہ سینئیر جس کا نام سعود تھا۔جس طرح سے فرجاد کے معتلق استفسار کر رہا تھا۔اس نے عبیر کو پریشانی میں مبتلا کر دیا تھا۔

"میں اس کے واپس آنے کا انتظار نہیں کر سکتا۔اس کا بیگ یہیں پڑا ہے۔اس میں کچھ پیکٹس پڑے ہوں گے۔نکال کر مجھے دو۔۔"

کندھے پر لٹکا بیگ اتارتے ہوئے اس نے عجلت میں عبیر کو حکم جاری کیا۔جو اس کے الفاظوں کو ہی سمجھنے کی کوشش کرتا رہ گیا تھا۔"تمہیں سمجھ نہیں آئی میری بات؟"وہ ٹکر ٹکر مسعود کی شکل دیکھ رہا تھا جب وہ کچھ اشتعال سے بولا تو اس نے فوراً ہوش میں آتے ہوئے پاس پڑا فرجاد کا بیگ اٹھا کر گود میں رکھا۔پھر زپ کھول کر اندر جھانکا۔اندر موجود چھوٹے چھوٹے سے سفید سے پاوڈر کے پیکٹس کو دیکھ کر اس کی پیشانی پر ٹھنڈے پسینے کے قطرے چمکنے لگے تھے۔بے شک وہ ایک ٹین ایج بچہ تھا۔لیکن وہ اتنا نا سمجھ بھی نہیں تھا۔جسے معلوم نا ہوتا کے وہ پیکٹ کس چیز کے ہیں؟

بیگ میں سے پیکٹس نکالتے ہوئے اس کی ہاتھوں میں واضح لرزش تھی۔

"یہ اسے دے دینا۔" عبیر کے ہاتھ سے چند پیکٹس جھپٹتے ہوئے اس نے ہزار کے نوٹوں کی گڈی اس کی طرف اچھالی تھی۔ پھر انھی تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے وہاں سے نکل گیا تھا۔ پیچھے وہ سن دماغ کے ساتھ بیٹھا رہ گیا تھا۔

وہ یقین نہیں کر پا رہا تھا کے فرجاد ان کاموں میں ملوث ہے؟

وہ تو خود عبیر کی عمر کا چھوٹا سا لڑکا ہے۔ وہ کیسے اور کیوں ان غلط کاموں کی طرف چل نکلا تھا؟

اور وہ اس کام میں ملوث کب سے تھا؟

اور عبیر کو کیسے اس کی خبر نا ہوئی تھی؟

"سارے سینڈوچز کھا گئے ہو یا میرے لئے کچھ بچایا ہے؟"

فرجاد کی شوخ سی آواز پر اس نے جھکی گردن اٹھا کر اسے دیکھا۔ "تمہیں کیا ہوا ہے؟" فرجاد اس کے خطرناک حد تک سنجیدہ اور سرد نگاہوں کو دیکھ کر کچھ حیران ہوا تھا۔ پھر اس کی نگاہ اپنے کھلے بیگ اور آس پاس بکھرے ان پیکٹس کی طرف گئی تو جیسے اسے چپ لگ گئی تھی۔ پھر مزید کچھ بھی پوچھے وہ لب بھینچے نزدیک آیا۔ گھٹنا زمین پر ٹیکتے ہوئے اس نے سارے پیکٹس اکھٹا کر کے اپنے بیگ میں ڈالے۔

"مسعود بھائی دے کر گئے ہیں۔" عبیر نے ہاتھ میں پکڑی وہ گڈی بھی اس کی طرف پھینکی تھی۔ عمل میں لفظوں کی طرح گہری کاٹ تھی۔

فرجاد نے بنا کچھ کہے وہ گڈی بھی اٹھا کر بیگ میں رکھ دی تھی۔

"کچھ کہو گے نہیں؟ صفائی نہیں دو گے اس کی؟۔۔ یا تم اپنے ان غلیظ کاموں میں اتنا دیدہ دلیر ہو چکے ہو کے تمہیں ذرا بھی ندامت محسوس نہیں ہو رہی کے تمہاری اصلیت مجھ پر کھل چکی ہے؟" وہ ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے فرجاد پر برس پڑا تھا۔ عبیر کے انداز میں نفرت ہی نفرت تھی۔

"کوئی ندامت نہیں ہے مجھے!"اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے وہ سپاٹ سے لہجے میں کہہ اٹھا۔اس کا انداز کسی بھی طرح کی ندامت یا شرمندگی سے پاک تھا۔

"دماغ خراب ہو چکا ہے تمہارا؟ پاگل ہو گئے ہو تم؟ جانتے بھی ہو کیسا زہر تم لوگوں کے اندر اتارنے کا کام کر رہے ہو؟"

"اسٹاپ اٹ عبیر!"بیگ ایک طرف پھینکتے ہوئے وہ اس کے مقابل آیا۔

"میں کسی کو زبردستی یہ زہر خریدنے پر آمادہ نہیں کرتا ہوں! وہ اپنی مرضی سے خود چل کر مجھ تک آتے ہیں اسے خریدنے۔" پھنکارتے ہوئے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے بیگ کی جانب اشارہ کیا۔

"مت کرو یہ کام۔۔غلط ہے یہ!"عبیر کو اپنی ہی آواز سرسراتی سی محسوس ہوئی تھی۔اس کے دماغ کی طنابیں چیخ رہی تھیں یہ سوچ سوچ کر کے فرجاد بھی ایسا ہو سکتا ہے؟

"تمہارے لئے غلط ہے۔بلکل،ہونا بھی چاہئے"اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وہ ضبط سے بولا۔

"تمہارے جیسے خاندانی،عزت دار،جدی پشتی رئیسوں کو یہ کام غلط ہی لگتا ہے۔۔بلکے غلط نہیں۔۔کیا کہا تھا تم نے؟"اس نے پیشانی پر شکنیں ڈالے کچھ سیکنڈ سوچا تھا۔"غلیظ۔۔یہی کہا تھا نہ تم نے؟غلیظ ہی لگے گا تمہیں یہ کام،غریبی اور مفلسی جو نہیں دیکھی تم نے۔۔سونے کا چمچ منہ میں لے کر پیدا ہونے والے امیروں کو یہ کام غلیظ ہی لگتا ہے"

"میری بات کو غلط رنگ مت دو۔"

"غلط رنگ نہ دوں؟۔"

"فرجاد بحث مت کرو میرے ساتھ! پھینکو ان سب کو۔اور آئندہ کے بعد تم یہ کام نہیں کرو گے۔"

"میں تمہاری بات ضرور مان لیتا اگر میرا مرحوم باپ میرے نام پر اپنی جائدادیں چھوڑ کر مرا ہوتا تو"

اس کی آواز میں گہرا کرب جھلک رہا تھا۔لبوں پر پھیکی سی درد بھری مسکراہٹ تھی۔

"میرا سوتیلا باپ مجھے دو وقت کا کھانا دے کر اور میری پڑھائی کا خرچہ اٹھا کر مجھے دن میں دس دفعہ حرام خوری کا طعنہ دیتا ہے۔۔میرے لیے اب اس گھر میں رہنا ناقابل برداشت ہے لیکن میری ماں ہر دفعہ مجھے قسمیں دے کر رکنے پر مجبور کر دیتی

ہے۔۔میری برداشت اب جواب دے چکی ہے۔۔مجھے پیسے چاہئے عبیر۔۔مجھے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا ہے۔۔تاکے کسی کی حقارت بھری نظروں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔کسی کے ٹکڑوں پر نہ پلنا پڑے۔"

"میں تمہیں غلط نہیں کہہ رہا ہوں۔تم اپنی جگہ ٹھیک ہو۔لیکن پیسے کمانے کا جو زریعہ تم نے ڈھونڈا ہے یہ غلط ہے۔۔قانوناً بھی جرم ہے۔اور اخلاقی طور پر۔۔"

"بس کرو عبیر۔۔ہم غریبوں کے پیٹ تقریروں سے نہیں بھرتے "اس کی بات بیچ میں ہی کاٹ کر وہ ناگواری سے بولا۔

"میں تمہاری پارٹ ٹائم جاب لگوادوں گا۔تمہاری پڑھائی پر بھی برڈن نہیں آئے گا"

وہ نرم انداز میں اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"چند ہزار کی جاب میں کیا ہی کر سکوں گا میں؟"

"تم آغاز تو کرو۔برکت تو اللہ نے دینی ہے۔۔حلال طریقے سے کماؤ گے تو کبھی تنگی کا شکار نہیں ہوں گے تم۔"

عبیر کا بس نہیں چل رہا تھا وہ کو طرح سے فرجاد کو اس دلدل سے باہر نکال سکے۔اس کے ذہن سے وہ ساری خرافات نوچ کر کہیں دور پھینک سکے۔جس نے اس کے دل و دماغ کو بری طرح جکڑ رکھا تھا۔

"مجھے یہ کام شروع کیے ہوئے دو مہینے ہو چکے ہیں۔اور تم جانتے ہو ان دو مہینوں میں، میں اتنے پیسے کما چکا ہوں جتنے کسی جاب میں کمانے میں مجھے دو سال لگ جاتے۔"

"کم از کم وہ حرام تو نہیں ہوتے!"

اپنا بیگ اور کتابیں اٹھا کر ملامت بھری نگاہ اس پر ڈال کر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے وہاں سے نکل گیا تھا۔وہ اس وقت اپنے آپے میں نہیں لگ رہا تھا۔عبیر سمجھ گیا تھا وہ جتنا فرجاد کو سمجھانے کی کوشش کرے گا وہ الٹا ہی پڑے گا۔

فلحال اس نے وہاں سے چلے جانا ہی بہتر جانا تھا کے موقع دیکھ کر وہ دوبارہ اسے سمجھانے اور روکنے کی کوشش کرے گا۔

اس وقت تو عبیر کی حالت ہی غیر ہو رہی تھی۔اس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔جبکے گہری سانس بھرتے ہوئے فرجاد نے اپنے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔انگلی کی پوروں سے نادیدہ آنسوؤں کو صاف کیا۔پھر پاکٹ میں سے لائٹر اور سگریٹ نکال کر چھوٹی

سی دیوار پر ایک پیر ٹکا کر اس کے گھٹنے پر کہنی ٹکائے وہ سگریٹ جلانے لگا۔ جیسے ہی ایک گہرا کش لیا اس کا فون وائبریٹ ہونے لگا۔ پرانا سا ٹوٹا پھوٹا بٹن والا فون نکال کر اس نے کال ریس کر کے فون کان سے لگایا۔

"شکار مل گیا ہے پاپا!" اپنے سوتیلے باپ سے بات کرتے ہوئے اس کا لب ولہجہ گزرے لمحوں کے مقابلے میں بلکل بدلا ہوا تھا۔

"آپ فکر نا کریں۔۔ جلد یا بدیر خود چل کر مجھ تک آئے گا۔۔ بس اس کی کوئی کمزوری میرے ہاتھ لگ جائے۔۔"

دور کھلی فضاوں میں دیکھتے ہوئے وہ کافی پر سکون لگ رہا تھا۔ اپنی عمر سے بڑا اور کتنا ہی شاطر۔۔

کچھ اس ادا سے آج وہ پہلو نشین رہے

جب تک ہمارے پاس رہے، ہم نہیں رہے

موسم سرما کی پہلی بارش پورے جوش خروش سے برس رہی تھی۔ لاونج کے بڑی ساری گلاس والز پر دبیز پردے پڑے تھے۔ ہیٹر چلنے کی وجہ سے اندرنی ماحول پر سکون اور گرم تھا۔

بلیک پینٹ پر گرے ہائی نیک پہنے کتاب ہاتھ میں پکڑے وہ یہاں سے وہاں ٹہلتے ہوئے ورق گردانی کر رہا تھا۔ ہاتھ میں کافی کا مگ بھی پکڑ رکھا تھا۔ انٹر میں ٹاپ کرنے کے بعد اب اس نے بی بی اے میں ایڈمشن لیا تھا۔ کلاسز شروع ہوئے تین مہینے ہو چکے تھے۔ کورس کی کتابوں کے علاوہ اس نے کاروباری دنیا سے متعلق کئی کتابیں خرید کر ان کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن آج اس کا ذہن کتاب کی جانب متوجہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ رہ رہ کر وہ یونی کا منظر اس کے سامنے گھومتا جا رہا تھا۔ جس کی وجہ سے ایک بے چینی نے اس کے وجود کے گرد بسیرا قائم کر لیا تھا۔ اسے وہ حل نہیں مل رہا تھا جس کی وجہ سے وہ فرجاد کی مشکل کو آسان کر پاتا۔ وجاہت غازی سے وہ اس کی جاب کے متعلق بات کرنا چاہتا تھا لیکن گزشتہ دو دنوں سے وہ دوسرے شہر گئے ہوئے تھے۔ لاونج میں سارے بچوں نے لوڈو کی محفل سجائی ہوئی تھی۔ سالار ان سے الگ تھلگ بیٹھا تھا۔ عبیر کے بعد وہی گھر میں بڑا تھا۔ اس چیز کا اسے بھی اندازہ تھا۔ خود سے چند سال چھوٹے کزنز کے ساتھ کھیلنے کے بجائے وہ ان پر رعب جمانا زیادہ پسند کرتا تھا۔ انھیں ڈانٹنے اور غصہ کر کے ہی اس نے سختی سے خود کو سالار بھائی کہلوانا شروع کیا تھا۔

"یار تم اتنے بڑے بھی نہیں ہو ہم سے "شروع شروع میں فاز نے ناراضگی سے احتجاج کرنا چاہا جسے سختی سے نظرانداز کر دیا گیا تھا۔ وہ پہلے بھی ان سے الگ تھلگ ہی رہتا تھا۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ سالار کے مزاج اور سوچ میں تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں۔ کچھ وہ عبیر کی پرسنالٹی سے بھی کافی متاثر تھا۔ وہ جو کہتا تھا سب چپ کر کے اس کی بات مان جایا کرتے تھے۔ بے شک وہ سب کے ساتھ فرینک تھا لیکن اس کے سامنے بولنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی کسی کی۔ آہستہ آہستہ اب سالار بھی خود کو عبیر کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ کس طرح سے بیٹھتا ہے۔ کس طرح سے بولتا ہے کس طریقے سے کھانا کھاتا ہے۔ ان دونوں کی شکلیں آپس میں کافی ملتی جلتی تھیں۔ عبیر کے چہرے پر ہمہ وقت ایک نرم سا تاثر ہوتا تھا۔ وہیں سالار کے چہرے پر ایک سختی ہوتی تھی۔ جسے مخاطب کرنے کے لیے بھی مقابل کو سو بار سوچنا پڑتا تھا۔ وہ بہت نپی تلی باتیں کرتا تھا۔ وہیں عبیر کی ذات ایسی تھی کے گھنٹوں بھی اس کے ساتھ بیٹھنے والے بور نہیں ہوتے تھے۔ وہ ہر ایک کو گرویدہ کرنے کا فن جانتا تھا۔

عاشر کا موڈ اس دن شاید اچھا تھا جو وہ ان کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ ورنہ وہ بھی اپنے آپ میں رہنا زیادہ پسند کرتا تھا۔ وہ بہت چھوٹی عمر میں اس حویلی میں آیا تھا۔ اپنے بابا کی ڈیتھ کے بعد وہ بہت زیادہ سنجیدہ اور کم گو ہو گیا تھا۔ ضرورت کے علاوہ وہ کسی سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ صرف عبیر ہی تھا جو اس کے انٹرنس نا لینے پر بھی روزانہ اس کے پاس بیٹھ کر اس سے چھوٹی چھوٹی باتیں کر کے اسے اس کے خول سے باہر نکالنے کی کوشش کرتا تھا۔ شروع شروع میں عبیر خود ہی اپنی باتیں کر کے اٹھ جایا کرتا تھا۔ اس کی مستقل مزاجی سے تنگ آ کر عاشر نے بھی اس سے بات کرنی شروع کر دی تھی۔ اسکول کی باتیں۔ بریزے کی جھوٹی شکایتیں۔ سالار کا بلاوجہ رعب جمانے والی حرکتیں۔ اب وہ اپنے غصے کو اپنے دل میں نہیں دباتا تھا۔ عبیر سے سب شئیر کرتا تھا۔ اور وہ سالار جیسا بلکل بھی نہیں تھا جو آدھی بات سن کر ڈانٹ دیتا۔

وہ تسلی سے ساری بات سننے کے بعد اپنا ردعمل دیتا تھا۔ غلطی ہونے کے باوجود بھی ڈانٹا نہیں تھا۔ بلکے نرمی سے سمجھاتا تھا۔

"عبیر بھائی دیکھیں نا اسے کب سے چیٹنگ کر رہا ہے یہ "ریشام کی جھنجھلاتی آواز اسے سوچوں کے گہرے گرداب سے کھینچ لائی تھی۔ گہری سانس لے کر اس نے سر جھٹک کر خود کو ریلیکس کیا۔ پھر کتاب میز پر رکھتے ہوئے ان کے پاس آ گیا تھا۔ "کیا مسئلہ ہے فاز؟" اس نے ابرو اٹھا کر اسے مخاطب کیا۔ چہرے سے وہ بلکل نارمل دکھائی دے رہا تھا۔ اپنی پریشانیوں اور الجھنوں کو وہ اپنی حد تک ہی رکھنے کا قائل تھا۔ حویلی میں سب سے بڑا ہونے کی وجہ سے اس کے پاس کوئی جذباتی سہارا نہیں تھا۔ اپنے اندرونی خلفشار کو وہ کسی سے ڈسکس نہیں کر پاتا تھا۔

"عبیر بھائی کیا میں چیٹنگ کر سکتا ہوں؟" اس نے نروٹھے لہجے میں اس سے پوچھا۔ "بلکل بھی نہیں۔ تم بہت ایماندار ہو۔۔ بلکل بھی چیٹنگ نہیں کر سکتے" عبیر کو اپنی سائیڈ لیتے دیکھ اس کی گردن فوراً ہی تنی تھی۔

وہ سب سینٹرل میز پر لوڈو رکھے اس کے اطراف میں نیچے قالین پر بیٹھے تھے۔ وہ ڈائنگ ٹیبل کے پاس رکھی کرسی اٹھا کر وہاں لاتے ہوئے ان کے نزدیک ہی بیٹھ گیا تھا۔ "اب تم میں سے کسی نے چیٹنگ کی تو وہ کھیل سے آوٹ ہو جائے گا" عبیر کو وہاں براجمان ہوتے دیکھ فاز نے بے دلی سے ڈائس پھینک کر اپنی باری لی تھی۔

عبیر کی موجودگی میں چیٹنگ کرنا اپنی موت کو آپ دعوت دینے جیسا تھا۔

ہر بار کسی نا کسی کی گوٹ مارے جانے پر باقی لوگ شور مچا مچا کر پوری حویلی سر پر اٹھا لیتے تھے۔

سنگل صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھے سالار نے ناپسندیدگی سے اپنے بدتمیز کزنز کو دیکھا تھا۔ جو اسے ٹھیک سے بک پڑھنے نہیں دے رہے تھے۔

وہ عبیر کا ریڈنگ ٹائم تھا تو سالار نے بھی اس کی دیکھا دیکھی کتابیں پڑھنا شروع کر دی تھیں۔ عبیر کی ہی اسٹڈی سے وہ کوئی نا کوئی کتاب اٹھا کر اس کے ساتھ ہی پڑھنے بیٹھ جاتا تھا۔ یہ اور بات تھی کے اسے ان کتابوں کی ذرا سمجھ نہیں آتی تھی۔ وہ ساری بزنس سے ریلیٹڈ ہوتی تھیں۔ عبیر کے دماغ میں شروع سے ہی یہ بات ڈال دی گئی تھی کے اسے ایک کامیاب بزنس مین بن کر اپنے خاندانی بزنس کو سنبھالنا ہے۔

وہ بچپن سے وکیل بننے کا جو خواب دیکھتا آیا تھا۔ اسے بھی اس نے اپنی ادھوری خواہشات کے صندوق میں بند کر دیا تھا۔ جو اتنا بھر چکا تھا کے اس میں جگہ بھی باقی نہیں رہی تھی۔

اس دن کے بعد سے فرجاد اور عبیر کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ عبیر نے یہ واضح طور پر محسوس کیا تھا کے وہ اس سے کھنچا کھنچا سا رہنے لگا تھا۔ کلاس ختم ہوتے ہی فوراً نکل جاتا تھا۔ عبیر اس سے بات کرنے کی کوشش بھی کرتا تو وہ بنا جواب دیئے آگے گزر جاتا۔

یہ صورتحال عبیر کے لئے پریشان کن تھی۔ وہ فرجاد کی مدد کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ تو کچھ سننے کو تیار ہی نہیں تھا۔

ایک دن وہ خالی کلاس میں بیٹھا تھا۔ اپنی اسائنمنٹ مکمل کر رہا تھا جب فرجاد گھبرایا ہوا سا بھاگتا ہوا کلاس میں داخل ہوا۔

"عبیر۔۔ میں تمہیں کب سے ڈھونڈ رہا تھا" دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھے آگے کو جھکے وہ تیز تیز سانس لیتے ہوئے بولا۔ جیسے نا جانے کتنی دیر سے وہ بدحواسی میں بھاگتا رہا ہو۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟ تم ٹھیک تو ہو؟" عبیر فوراً پریشانی سے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اس کی جانب متوجہ ہوا۔ "امی کی طبعیت خراب ہو گئی ہے انھیں ہاسپٹل لے کر گئے ہیں لیکن۔۔"

"کیا لیکن؟ اور تم یہاں کیا کر رہے ہو ابھی تک نکلے کیوں نہیں؟"

"میرا کام ادھورا رہ جائے گا" لب دانتوں تلے دبائے وہ بے بسی کی حدوں کو چھو رہا تھا۔ "اگر میں چلا گیا تھا تو آج یہ پیکٹس نہیں سیل ہو سکیں گے۔" اس کی آواز کرب ناک سی تھی۔ آنکھیں گلابی پڑ رہی تھیں۔

"کیا تم مجھے ایک فیور دے سکتے ہو؟"

اس کے آس اور امید سے پوچھنے پر عبیر بدک کر پیچھے ہٹا تھا۔

اس کے بنا کہے بھی وہ جان گیا تھا کے فرجاد اسے کیا کام کرنے کو کہنے والا تھا۔

"میں یہ کام ہرگز نہیں کروں گا۔" وہ اپنی ناگواری کو دبا نہیں پایا تھا۔ سختی سے اسے منع کر گیا۔

"مجھے پیسوں کی ضرورت ہے عبیر۔۔ امی ہارٹ پیشنٹ ہیں۔ سرجری کے لئے بھاری رقم چاہئے۔۔"

"میں بابا سے بات کرتا۔۔"۔

"نہیں عبیر۔۔ میں احسان نہیں لینا چاہتا۔۔ اگر تم میری مدد کرنا چاہتے ہو آج میری جگہ تم میرا کام سنبھال لو۔۔"

"میں یہ کیسے کر سکتا ہوں؟ تم جانتے بھی ہو مجھے کیا کرنے کو کہہ رہے ہو؟"

Mahira Zaynab Khan Novel

"میں جانتا ہوں۔۔ لیکن تمہارے علاوہ میں کسی اور پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔۔ پلیز سمجھنے کی کوشش کرو مجھے ہاسپٹل کے لئے نکلنا ہے۔۔ پلیز عبیر۔۔"

اس کے سامنے دونوں ہاتھوں کو جوڑے وہ بس رو پڑنے کو تھا۔ تب عبیر نے ایک ناپسندیدہ سا فیصلہ کرتے ہوئے چند لمحے اس کی شکل دیکھی تھی جہاں صرف تکلیف کے آثار تھے۔ پھر اس نے لب بھینچے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

اس کا ضمیر اسے ملامت کر رہا تھا کے اسے ہامی نہیں بھرنی چاہئے تھی۔ غلط کام میں اس کا ساتھ نہیں دینا چاہئے تھا۔ لیکن فرجاد اس کا دوست تھا۔ اس پر آئے مشکل وقت پر عبیر کا حق بنتا تھا اس کے ساتھ کھڑے ہونے کا۔ اگر وہی پیچھے قدم ہٹا کر اسے تنہا چھوڑ دیتا تھا تو وہ دوست کہلائے جانے کے لائق نہ ہوتا۔

اپنے ضمیر کی آواز کو نظر انداز کئے وہ بیگ ہاتھ میں پکڑے کھڑا رہ گیا تھا جو فرجاد اسے تھما کر گیا تھا۔

وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر پایا تھا۔

"تمہیں کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میرا بیگ تمہارے پاس دیکھ کر وہ خود تم تک آجائیں گے۔"

فرجاد کے الفاظ اس کے ذہن میں بازگشت کر رہے تھے۔ اس کے سیاہ رنگ کے بیگ پر ریڈ کلر کا سادہ سا بیج لگا تھا۔ یہ شاید اس نے سمبل کے طور پر لگا رکھا تھا۔

اور ایسا ہی ہوا تھا۔ فرجاد کے کسٹمرز خود چل کر اس تک آتے۔ اور ایک اچھی خاصی رقم اس کے حوالے کر کے وہ سفید پاؤڈر والے پیکٹ لے جاتے۔

لیکن اس لین دین میں خاصی رازداری برتی جاتی تھی۔ کوڈ ورڈز میں بات کرتے ہوئے خالی چپس اور بسکٹس کے ریپرز میں موجود وہ سفید پاؤڈر والے پیکٹس ان کے حوالے کرتے ہوئے اس کا دل بے تحاشہ دھڑک رہا تھا۔

بیگ کو سختی سے تھامے وہ پسینے سے تر پیشانی کے ساتھ ایک الگ تھلگ سے کونے میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ خریدنے والے سارے پیکٹس خرید کر ختم کر چکے تھے اس نے بیگ میں جھانک کر دیکھا تو وہ اوپر تک پیسوں سے بھر چکا تھا۔ بے شک وہ ایک کھاتے پیتے گھرانے اور امیر گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ لیکن جیب خرچ کے نام پر اسے ایک محدود رقم ہی دی جاتی تھی۔ اس کی تربیت ایسے نہیں کی گئی تھی کے وہ بگڑے ہوئے بچوں کی طرح جو دل کرتا وہ خریدنے کی ضد کرتا۔ نا اس کے مہنگے مہنگے سے شوق تھے۔ اس کی

تربیت پر خاصی توجہ دی گئی تھی۔ کیوں کے جیسے عبیر کرتا وہی سب حویلی کے باقی بچے بھی اسے دیکھ کر سیکھتے۔ اسی لئے اسے لاڈ پیار سے زیادہ نصیحتیں دے کر پالا گیا تھا۔

اس کی فطرت میں لالچ نہیں تھا۔ نہ پیسے کی حوس تھی۔ لیکن دل کے کونے میں کہیں ایک چھوٹا سا احساس جاگا تھا کے بنا کسی محنت کے ایک چھوٹا سا کام کرنے کے لئے اتنے پیسے مل رہے تھے تو یہ کوئی غلط بات تو نہیں تھی۔

"یہ حرام کا پیسہ ہے۔۔"

اس کے ضمیر نے کمزور سی تاویل پیش کی۔ دل اور دماغ میں جنگ چھڑنے لگی تھی۔ ان دونوں کی بحث کو سختی سے جھٹکتے ہوئے اس نے بیگ کی زپ بند کر دی۔

اور چند گھنٹوں بعد جب فرجاد واپس آیا تو اس نے چپ چاپ خاموشی سے وہ بیگ اس کے حوالے کر دیا۔

"حیرت ہے مجھے آج سب بک گئے۔" بیگ چیک کرتے ہوئے وہ خوشگواریت سے بولا۔

"میں تمہارا شکریہ کیسے ادا کروں عبیر؟ تم نے میرے لئے ایک انتہائی ناگوار کام سرانجام دیا ہے۔ تم نے دوستی کا حق ادا کر دیا ہے"

وہ اسے گلے لگائے فرط جذبات سے اس کا شکریہ ادا کئے جا رہا تھا۔ جسے ایک چپ سی لگی تھی۔ آج وہ فرجاد کو کچھ کہہ نہیں پایا تھا۔

"بابا صرف دو دن کی تو بات ہے۔ میرے سارے فرینڈز جا رہے ہیں مجھے بھی جانے دیں۔"

وہ کب سے وجاہت غازی کے روم میں بیٹھا ان سے فارم ہاوس جانے کی اجازت طلب کر رہا تھا۔ جس پر وہ راضی نہیں ہو رہے تھے۔

"میں تمہیں دو گھنٹے کے لیے بھی نہیں جانے دوں گا۔ اور ضرورت ہی کیا ہے دوستوں کے ساتھ کہیں جانے کی؟ تقریباً آدھے سے زیادہ دن تو تم یونیورسٹی میں ان کے ساتھ ہی گزارتے ہو۔"

عینک لگائے فائل کی ورق گردانی کرتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولے۔

"سارا دن پڑھائی میں گزر جاتا ہے۔ ایگزامز سے پہلے مائنڈ فریش کرنے کے لیے پوری کلاس نے یہ پلان بنایا ہے۔"

"میں تمہیں اجازت نہیں دوں گا۔اس لئے مجھ سے بحث مت کرو۔۔اور یہ تم نے ضد کرنا کہاں سے سیکھ لیا ہے؟تم تو کسی چیز کو لے کر ایسے نہیں کرتے ہو؟یہ سب تمہارے انھی دوستوں کی وجہ سے ہے نا؟وہیں سکھانے لگے ہیں تمہیں یہ بری عادتیں۔"وہ ناگواری اور ناپسندیدگی سے کہتے جا رہے تھے اور وہ لب بھینچے،پلکیں جھکائے اپنے دل کو ٹکڑوں میں بٹتا دیکھ رہا تھا۔

"جاو اپنے روم میں!آئندہ مجھ سے کسی بارے میں ضد مت کرنا۔۔آج تم اس طرح سے ضد بحث کر کے اپنی منواو گے تو تم سے چھوٹے تمہارے کزنز کیا سیکھیں گے؟وہ بھی تمہاری دیکھا دیکھی ہماری نہیں سنیں گے۔اپنی من مانیاں کرنے لگیں گے۔اور اس کے ذمہ دار صرف تم ہوں گے۔"

"سمجھ آ رہی ہے نا تمہیں میری بات؟"

"جی بابا۔"سارے شکوے شکایت اس کے لبوں پر دم توڑ گئے تھے۔اسے کچھ کہنے کے قابل چھوڑا ہی کہاں گیا تھا؟"

وہ دلبرداشتہ سا وہاں سے اٹھ گیا تھا۔

وہ ادائے دلبری ہو کے نوائے عاشقانہ

جو دلوں کو فتح کر لے،وہی فاتح زمانہ

دو لیکچرز کے بعد سارے طالب علموں نے باقی کی کلاسز بنک کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔کیوں کے سمیع کے فارم ہاوس جانے کے کئے سب کافی ایکسائٹڈ تھے۔کسی کو شاپنگ کرنی تھی۔کسی کو کچھ کھانے پینے کا سامان خریدنا تھا۔باربی کیو نائٹ منانے کی باتیں بھی عبیر کی سماعتوں سے ٹکرائی تھیں۔

"کتابیں سمیٹو بھئی تمہیں چلنا نہیں ہے کیا؟"ایک کلاس فیلو نے عبیر کو اپنی جگہ اسٹل بیٹھے دیکھا تو اس کے قریب آتے ہوئے عجلت میں بولا۔

"میں نہیں آ سکتا واسع"

اس نے سہولت سے انکار کیا تو باقی سب جو اپنی باتوں میں مصروف تھے عبیر کے انکار پر اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"کیا بات کر رہے ہو یار؟"

"پوری کلاس آ رہی ہے تم بھی چلو نا"

"چلو نا یار بہت مزہ آئے گا"

کافی ملی جلی سی آوازیں اسے سنائی دے رہی تھیں۔ سب اس کے ارد گرد کھڑے اسے منانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایک لمحے کو عبیر کا دل چاہا تھا کے اپنے بڑوں کی دی گئی ساری نصیحتوں کو پس پشت ڈال کر ان لوگوں کی بات مان لے۔ حویلی میں کوئی بہانہ بنا کر ان کے ساتھ چلا جائے گا۔ لیکن اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔ کبھی غلط بیانی سے کام نہیں لیا تھا۔ اسے وہ سے کشمکش کا شکار تھا۔ دل کہتا تھا کے سب چھوڑ چھاڑ ان کے ساتھ چل پڑے۔

اور دماغ کہتا تھا کے اسے یہ کام نہیں کرنا چاہئے۔ اپنے ماں باپ کا بھروسہ نہیں توڑنا چاہیے۔ وہ اس پر اتنا اعتماد کرتے ہیں۔ اگر انھیں حقیقت پتا چل گئی تو وہ کتنے ناراض ہوں گے۔ اور پھر کتنی ڈانٹ پڑے گی کے اس کے ایک غلط قدم اٹھانے سے باقی سب بھی اس کے جیسا کریں گے تو؟

"میرا کنفرم نہیں ہے۔۔ تم لوگ جاو میرا ارادہ بنا تو میں آ جاوں گا"

ٹال مٹول سے کام لیتے ہوئے اس نے فلحال ان لوگوں سے جان چھڑوائی تھی جو مسلسل اسے باغی ہو جانے کے کیے اکسا رہے تھے۔

دیکھتے ہی دیکھتے سب خوش گپیوں میں مصروف کلاس سے نکل گئے تھے۔ وہ خالی دل لئے وہاں تنہا بیٹھا رہ گیا تھا۔ ایسا پہلی دفعہ نہیں ہوا تھا کے حویلی سے اسے کسی چیز کی اجازت نہیں ملی تھی۔ یہ بچپن سے اس کے ساتھ ہوتا آیا تھا۔

"کیا بات ہے پریشان لگ رہے ہو۔"

کوئی اس کے برابر والی چیئر پر آ کر بیٹھتے ہوئے دوستانہ انداز میں بولا تو عبیر نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر ایک تھکی ماندی سی سانس بھری۔

فرجاد کی جانچتی نظروں نے اس کے تاثرات کا بغور جائزہ لیا تھا جو کچھ کہنے کے بجائے نفی میں سر ہلا گیا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"فارم ہاوس نہیں چل رہے تم؟"

"ویسے ہی موڈ نہیں ہے جانے کا۔"

"اگر کوئی پریشانی ہے تو میرے ساتھ ڈسکس کر سکتے ہو" وہ نرمی سے کہہ رہا تھا۔ پہلی دفعہ کسی نے اسے اپنا کندھا فراہم کیا تھا۔ پہلی دفعہ کسی نے اس کی باتوں کو سننے میں دلچسپی لی تھی۔ لیکن وہ پھر بھی خاموش رہا۔ پیوستہ لب بیٹھا اپنے جوتوں کو دیکھتا رہا۔

"شاید تم مجھ سے اپنی باتیں شئیر نہیں کرنا چاہتے۔۔ اٹس اوکے کئی لوگ ہوتے ہیں ایسے۔ جو اپنی تکلیفوں کو اپنی حد تک ہی رکھنا بہتر سمجھتے ہیں"

"ویسے تم جانتے ہو عبیر۔۔ ڈرگز لینے والے کبھی اپنی خوشی اور شوق سے یہ کام نہیں کرتے ہیں۔۔ سو طرح کی مجبوریاں انھیں لاحق ہوتی ہیں۔۔ وہ بھی تمہاری طرح کے ہوتے ہیں۔۔ کبھی کسی سے اپنا غم نہیں بانٹتے۔۔ اور اگر بانٹنا چاہیں تو قابل بھروسہ لوگ نہیں ملتے۔ ڈپریشن، اینزائٹی، پریشانیاں، تکلیفیں، ناکامیاں، کتنی ہی ایسی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے انسان نشے کا عادی بن جاتا ہے۔ نشے کو ہی اپنا غم گسار بنا لیتا ہے"

خالی کلاس میں صرف ایک فرجاد کی آواز تھی جو در دیواروں سے ٹکرا رہی تھی۔

اس کی باتیں سنتے ہوئے ایسا نہیں لگ رہا تھا جیسے کوئی سترہ اٹھارہ سال کا لڑکا بات کر رہا تھا۔ وہ اپنی عمر سے بہت پختہ دکھائی دے رہا تھا۔

اس کے مقابلے میں عبیر معصوم تھا۔ اسے ان سب چیزوں کے بارے میں رتی بھر بھی اندازہ نہیں تھا۔ اسٹرکٹ ماحول میں تربیت ہونے کی وجہ سے وہ ان سب چیزوں سے کوسوں دور تھا۔ اور اسی چیز کا فائدہ فرجاد بھرپور طریقے سے اٹھانا چاہتا تھا۔ جس کے لئے اس نے ابھی سے کوشش شروع کر دی تھی۔

"یہ پکڑو۔۔"

"یہ کیا ہے؟" عبیر نے شدید حیرانگی سے اس کے ہتھیلی پر رکھے سگریٹ اور لائٹر کو دیکھا۔ "تم مجھے بھی نشے پر لگانا چاہتے ہو؟" اس کا انداز شدید ناگواری لئے ہوئے تھا۔

"یہ سادے سگریٹ ہیں۔۔ان میں نشہ نہیں ہے۔۔ایک کش لگا کر دیکھو تمہارا ذہن پر سکون نا ہو جائے تو کہنا!"

وہ پر جوشی سے اسے اکسا رہا تھا۔

"اپنی بری عادتیں اپنی حد تک رکھو۔۔مجھے ان میں شامل مت کرو۔۔اگر میرے بابا کو یہ پینے کی بھنک بھی پڑ گئی تو مجھے مار کے حویلی میں ہی دفن کر دیں گے۔"

قہر بار نگاہ سے اسے دیکھتے ہوئے وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔

"جب تم ڈرگز سیل کر سکتے ہو تو پھر یہ اسموکنگ کرنے میں کیا برائی ہے؟" وہ ہلکے پھلکے لاپراوہ سے انداز میں ماضی کا حوالہ دے گیا۔اور وہ اپنی جگہ سن بیٹھا رہ گیا تھا۔فرجاد کی بات اسے کوڑے کی طرح لگی تھی۔پورے وجود میں سنسناہٹ سی پھیل گئی تھی۔

"اس نے یونیورسٹی میں لوگوں کو ڈرگز بیچی تھیں۔"

اپنا یہ عمل اسے آگ کی زنجیروں کی طرح خود کے گرد لپٹتا محسوس ہو رہا تھا۔

جھٹکے سے اس نے فرجاد کا گریبان دبوچ کر اپنے مقابل کیا تھا۔

"تم نے کروایا تھا مجھ سے وہ غلیظ کام! تم نے مجبور کیا تھا مجھے وہ کرنے کے لیے۔۔آئندہ اسے مجھ سے منسوب نہ کرنا!"

زہر بھرے لہجے میں پھنکارتے ہوئے اس کی گردن کی رگیں ابھر آئی تھیں۔

"فرجاد تو انگشت بدناں سا اس کا وہ انداز دیکھ رہا تھا۔

اسے پیچھے دھکیلتے ہوئے اس نے اپنے بال دونوں مٹھیوں میں جکڑ لیے تھے۔دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگی تھیں۔وہ سمجھ رہا تھا کے وہ بات اسی دن ختم نہیں ہو گئی تھی۔لیکن فرجاد کی زبان سے اس کا ذکر سن کر عبیر کو اچھے سے معلوم پڑ گیا تھا کے وہ بات ختم نہیں ہوئی تھی بلکے ساری زندگی کے لیے اس کی ذات کا حوالہ بن چکی تھی۔

اس نے ڈرگز فروخت کی تھی۔وہ یہ کیسے کر سکتا تھا؟ وہ غازیوں کا خون تھا۔سعدین حویلی کا سب سے بڑا پوتا۔

اگر اس ہے بڑوں تک یہ بات پہنچ جاتی تو وہ کیا منہ دکھاتا ان کو؟

سوچ سوچ کر اس کے دماغ کی طنابیں چٹخ رہی تھیں۔ جبھی اس کی نگاہ چیئر پر موجود سگریٹ اور لائٹر پر پڑی۔اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفلوج ہونے لگی تھی۔آناًفاناًوہ اس کی جانب بڑھا۔اور جھپٹنے کے سے انداز میں سگریٹ اٹھا کر لبوں میں دبائی، پھر دونوں ہاتھوں میں لائٹر پکڑے اسے شعلہ دکھانے لگا۔

فرجاد اس کی ایک ایک حرکت کو عقابی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا کر رہے ہو عبیر چھوڑو اسے" چہرے پر مصنوئی فکر مندی طاری کئے وہ اسے روکنے کی کوشش کرنے لگا لیکن عبیر نے تیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر اسے وہیں رکنے کا اشارہ کیا تھا۔

اور جیسے ہی پہلا کش لیا ایک کھانسی کا شدید دورہ اسے پڑا تھا۔ہاتھ جھلا کر چہرے کے سامنے سے دھواں ہٹاتے ہوئے اس کی آنکھوں پانی جمع ہونے لگا تھا۔

وہ دل ہی دل میں اس کی ہمت کو داد دے رہا تھا۔جو بنا کسی خوف کے دھڑلے سے کلاس روم میں ہی سگریٹ پینے کی کوشش کر رہا تھا۔ورنہ تو فرجاد نے کبھی ایسی جرات نہیں کی تھی۔ہمیشہ یونی کی چھت پر جا کر ہی وہ اپنا شوق پورا کیا کرتا تھا۔اس نے دل میں مسم ارادہ کر لیا تھا کے کسی نا کسی طرح عبیر کو اپنی گینگ میں لازمی شامل کرنا تھا۔

میں نے ہر بار نئی آنکھ سے دیکھا تجھ کو

مجھ کو ہر بار نیا عشق ہوا ہے تجھ سے۔

ماہ و سال یونہی گزرتے گئے۔اس کا بی بی اے کا آخری سال شروع ہو چکا تھا۔نوجوانی کی عمر میں قدم رکھتے ہوئے اس کے دل میں بھی کئی خواہشیں سر ابھار رہی تھیں۔اپنے کلاس فیلوز کو اپنی ذاتی گاڑی ڈرائیو کر کے یونیورسٹی آتے دیکھ اس کے دل میں بھی یہ

Mahira Zaynab Khan Novel

خواہش کر لائی تھی۔ جس کا اظہار اس نے اپنے بابا کے سامنے بھی کیا تھا۔ توقع کے عین مطابق وہ انکار کر چکے تھے کے بیچلرز کے بعد ہی اسے ڈرائیونگ کی اجازت دی جائے گی اس سے پہلے وہ گاڑی کا نام بھی نا لے۔

ان کی طرف سے انکار سن کر اس نے سعادت غازی کے کمرے کا رخ کیا تھا۔ ایک موہوم سی امید تھی اسے کے شاید دادا اس کی بات سن لیں، جیسے بچپن میں اس کی سائیڈ لیا کرتے تھے ویسے ہی آج اس کی گاڑی کی فرمائش بھی پوری کر دیں۔

لیکن انھوں نے بھی تحمل سے اسے سمجھاتے ہوئے فلحال گاڑی چلانے سے منع کر دیا تھا۔ تب اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔ چپ چاپ آ کر اپنے کمرے میں بند ہو گیا تھا۔ اوندھے منہ بیڈ پر گرتے ہوئے اس کے دل میں شکوے جمع ہونے لگے تھے۔ بدگمانیاں اپنے عروج پر پہنچ رہی تھیں۔

"ٹھیک ہی کہتا ہے فرجاد۔ انسان کے اپنے ہاتھ میں پیسے موجود ہوں تو اسے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ نہ اپنی خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے کسی کی شکل کی طرف دیکھنا پڑتا ہے۔ خود مختاری محتاجی سے بچا لیتی ہے۔"

آہستہ آہستہ اس کا نفس اس پر قابو پانے لگا تھا۔ فرجاد کی کوششیں رنگ لا رہی تھیں۔ عبیر کے ذہن میں جو بیج بو کر اتنے وقت سے اس کی آبیاری کر رہا تھا آج اس میں پو پھٹ چکی تھی۔ "کوئی میری بات نہیں سنتا۔ اب میں بھی کسی کی نہیں سنوں گا!"

وہ سیدھا ہو بیٹھا۔ پھر اٹھ کر رائٹنگ ٹیبل کے پاس آیا۔ جہاں رکھے بیگ میں اس نے ہاتھ ڈالا تھا۔ اور جب باہر نکالا تو اس میں سگریٹ کا پیکٹ اور لائٹر دبا ہوا تھا۔ انھیں مٹھی میں دبائے وہ گلاس وال دکھیل کر کمرے کی بالکنی میں آ گیا۔ باہر رات کا اندھیرا پھیلا تھا۔ جسے بیرونی لائٹس جلا کر کم کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ریلنگ سے ٹیک لگا کر ترچھا ہو کر کھڑے ہوتے ہوئے اس نے سگریٹ لبوں میں دبا کر سلگائی۔ اور ایک گہرا کش لے کر اس کے تیز دھوئیں کو اپنے وجود میں اتارا تھا۔ ایک طمانیت بھرا احساس اس کے اندر سرائیت کرنے لگا۔

سختیاں جب حد سے تجاوز کرنے لگیں تو وہ بچوں کو باغی اور بے باک بنا دیتی ہیں۔ وہ سہی غلط کی تمیز بھولنے لگتے ہیں۔ یہی کچھ عبیر کے ساتھ ہونے والا تھا۔

تصور میں، تخیل میں، خوابوں میں، خیالوں میں

میری بے تاب نظروں نے جدھر دیکھا۔ تمہیں دیکھا۔

بریزے کو ہمیشہ ہی اس سے شکایت رہی تھی کے وہ اس سے زیادہ ریشام سے محبت کرتا ہے۔اس دن وہ بریزے کے منہ بسور کر کہنے پر چونک گیا تھا۔ بے ساختہ ریشام کو دیکھا جو اونچی پونی ٹیل بنائے کالج کی اسائمنٹ بنا رہی تھی۔اسے پہلی بار اپنی کیفیت کا ادراک ہوا تھا۔اس نے پہلی بار ریشام کو کسی اور نظر سے دیکھا تھا۔اس کی نظروں میں ہمیشہ ریشام کے لیے محبت ہوتی تھی لیکن اس دن اس محبت کا معیار بہت اونچا تھا۔اس کی قسم بدل چکی تھی۔اس کا دل بدل چکا تھا۔اس کی نظریں جھک گئی تھیں۔لب بھینچ لئے تھے۔وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔ کتنی ہی دیر خالی کمرے میں سگریٹ پھونکتے ہوئے اس نے خود کو ڈپٹا تھا۔ کتنی ملامت کی تھی۔وہ اس سے کتنی چھوٹی تھی۔وہ اس کے بارے میں ایسا سوچ بھی کیسے سکتا تھا۔وہ خود کو بے بسی کی انتہا پر محسوس کر رہا تھا۔ ایک ہی گھر میں ایک ہی چھت تلے رہتے ہوئے وہ اسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔وہ اسے دیکھے بنا وقت نہیں گزار سکتا تھا۔اور اس کی موجودگی میں بھی وہ بے چین رہتا تھا۔ کہیں اس وہ اس کی نظریں نا پڑھ لے۔ کہیں اس کا راز دل نا جان جائے۔وہ عجیب دوراہے پر کھڑا تھا۔وہ ہمیشہ اسے بڑے بھائی کی عزت سے پیش آتی تھی۔وہ سب سے زیادہ اسی سے فرینک تھی۔اسی سے اپنی ہر بات شئیر کرتی تھی۔اپنے سارے مسئلے اس کے سر ڈال کر وہ بے فکر ہو جاتی تھی۔اور وہ اپنی ساری مصروفیات ترک کر کے ہر ممکن کوشش کرتا تھا اسے ان مسائل سے نکالنے کے لیے۔

اپنے دل سے جنگ کرتے کرتے بلاآخر اس نے ہتھیار ڈال دئے تھے۔اس نے قبول کر لیا تھا کے وہ پور پور ریشام کے عشق میں ڈوب چکا ہے۔اور وہ اس میں ڈوبے ہی رہنا چاہتا تھا۔ سہی وقت آنے کا انتظار کرتے ہوئے عبیر نے اس کی محبت کو سنبھال کر اپنے دل میں رکھ لیا تھا۔وہ ابھی تک خود سے ہی ٹھیک سے اعتراف نہ کر پایا تھا۔ کجا کے ریشام سے کچھ کہہ پاتا۔اس نے فیصلہ کیا تھا کے جب تک ان دونوں کی پڑھائی مکمل نہیں ہوتی وہ اسے کچھ نہیں بتائے گا۔

جس کے بعد اس کے بے چین دل کو تھوڑا قرار آیا تھا۔

ہر جفا تیری مناسب، ہر ستم تیرا درست

اب وہی میری تمنا ہے جو تیرے دل میں ہے

وہ گریجویشن کی ڈگری لے کر حویلی لوٹا تھا۔ وہ خوش تھا۔ لیکن دل میں کہیں ادھوری سی خواہش کر لائی تھی۔ وہ تو سیاہ کوٹ پہننے کا خواب دیکھا کرتا تھا۔ وکالت کی دنیا میں قدم رکھنا اس کے دل کی اولین خواہش تھی۔ لیکن ہاتھ میں رول ہوئی ڈگری کو دیکھتے ہوئے اس نے گہری سانس بھر کر ایک بار پھر خود پر ضبط کر لیا تھا۔

اب وہ بڑا ہو چکا تھا۔ اسے خود سے گاڑی ڈرائیو کرنے کی اجازت مل چکی تھی۔ آج پہلی بار وہ خود ڈرائیونگ کے اپنی ڈگری لینے یونیورسٹی گیا تھا۔ واپسی پر جب وہ لاونج کا بڑا سا دروازہ کھول کر اپنے ہی دھیان میں اندر داخل ہوا تو ایک شور و غل سا مچا ہوا تھا۔ سارے بچے خوشی سے اس پر پھولوں کی پتیاں پھینک رہے تھے۔ وہ بے ساختہ خوشگواریت سے ہنس رہا تھا۔ اسے اس چیز کا بلکل بھی انداز نہیں تھا ان سب نے اس کے لئے کوئی سرپرائز بھی ارینج کیا ہو گا۔ لیکن عبیر غازی کے وہ چھوٹے چھوٹے سے کزنز اب بڑے ہو چکے تھے۔ اگر عبیر ان سے محبت کرتا تھا تو بدلے میں وہ اس سے کہیں زیادہ اس سے محبت کرتے تھے۔ جنھوں نے محبت کرنا بھی تو اسی سے سیکھا تھا۔

وہ باری باری سب کو گلے لگا کر ان کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔

لاونج میں ہی چھوٹی سی ڈیکوریشن کی گئی تھی۔ سینٹرل میز پر اس کا فیورٹ کافی کیک بھی رکھا تھا۔ جس کے آس پاس کچھ گفٹس رکھے تھے جو وہ سب اپنی پاکٹ منی کو سیو کر کے اس کے لیے لے کر آئے تھے۔"

"کانگریچولیشن بھائی" سالار نے اس کے گلے لگتے ہوئے مسکرا کر اسے مبارکباد دی تھی۔ اس نے کافی قد نکال لیا تھا۔ عبیر سے چھوٹا ہونے کے باوجود بھی وہ اس کے کندھے تک آنے لگا تھا۔ اس کا بھرا بھرا سا چہرہ بھی اسے اس کی عمر سے بڑا دکھاتا تھا۔ اس کا اتنا قد نکل چکا تھا کے عبیر کے کپڑے بھی اسے پورے آجاتے تھے۔ وہ اس سے بنا پوچھے اس کی وارڈروب سے جو دل چاہتا نکال کر پہن لیا کرتا تھا۔ عبیر نے کبھی اسے اس چیز پر نہیں ٹوکا تھا۔

"چلیں نا کیک کاٹتے ہیں" ریشام اس کا بازو کھینچ کر اسے اپنے ساتھ لے آئی تھی۔ کیک پر موم بتیاں بھی لگائی ہوئی تھیں.

"میں کوئی چھوٹا بچہ تھوڑی ہوں" وہ مصنوئی ناراضگی سے منہ بسور کر بولا تو سب ہنس پڑے تھے۔

بے چینی کی آخری حد ہے، رات کا آخری لمحہ ہے

شعر کہوں یا سووں میں؟ تجھ کو سوچوں یا رووں میں؟

اس کی وسیع اسٹڈی میں خاموشی کا راج تھا۔ کھڑکی کے پردے ہٹے تھے۔ باہر لان خاموش اور ویران پڑا تھا۔ ٹیبل کی دراز کا لاک کھول کر اس نے اندر سے ایک درمیانی سائز کی ڈائری نکالی۔ سفید جلد والی چمکتی سادی سی ڈائری اٹھا کر اس نے پین ہولڈر میں سے ایک پین نکالا پھر قدم قدم چلتے ہوئے کھڑکی کے پاس آ کھڑا ہوا۔ لان کی ہولناکی ہنوز قائم تھی۔ شیشے کی قد آور بند کھڑکی سے وہ شانہ ٹکا کر کھڑا ہو گیا۔ پین کو دو انگلیوں میں دبائے اس نے ڈائری کو کھولا۔ پہلے ہی صفحے پر ایک چھوٹی سی لائن درج تھی۔

"میرے سب سے اچھے بھائی کے لئے!"

عبیر کو سمجھ نہیں آیا کے وہ اسکے "اچھا" لکھنے پر خوش ہوتا یا پھر اس کے بھائی لکھنے پر اس کے جذبات سے انجان اس لڑکی کی عقل پر افسوس کرتا۔ بحر حال اس نے سر جھٹک کر صفحہ پلٹا۔ کورے سادے سے سفید کاغذ بے داغ تھے۔ صبح کے اجلے نور کی طرح چمکتے وہ صفحے اس کی توجہ اپنی سمت کھینچ رہے تھے۔ ریشام نے وہ ڈائری اسے اس کے گریجویشن پر گفٹ کی تھی۔ وہ محبوب کی طرف سے ملا پہلا تحفہ تھا۔ لیکن وہ عبیر کے کس کام آ سکتا تھا بھلا۔ چند لمحے وہ اسے ہاتھ میں لئے سوچتا رہا تھا کے وہ اسے کس طرح کام میں لا سکتا ہے؟ پہلے اس نے سوچا کے وہ اسے اپنے آفس میں رکھے گا۔ وہاں تو وہ اس کے کام آ ہی جائے گی۔ لیکن پھر اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اس نے اس ڈائری کو ٹیبل کی ڈرا میں سنبھال کر لاک کر دیا تھا۔ کچھ دن گزرنے کے بعد اسے سمجھ آ گیا تھا کے اسے اسکا کیا کرنا ہے۔ وہ اس میں وہ ساری باتیں لکھنا چاہتا تھا جو وہ کبھی ریشام سے نہیں کہہ پایا تھا، نا ہی کبھی اسے کہہ سکتا تھا۔

"میری ریشام!"

ان دو لفظوں کو لکھنے کے بعد وہ ہاتھ روکے بس انھیں دیکھے گیا۔

صبح کے اجلے نور میں روپہلی، سنہری کرنوں کی طرح اس کا نام جگمگا رہا تھا۔ ڈائری کی حد تک ہی سہی وہ یہاں اس کی تھی، صرف اس کی! صرف اس کی ریشام۔

وہ دل سے مسکرایا۔ ریشام نے اسے کام کی چیز ہی گفٹ کی تھی۔ جو الفاظ وہ کبھی اپنی زبان پر نہیں لا سکتا تھا وہ انھیں بے دھڑک بنا خوف کے وہاں لکھ سکتا تھا۔ اور لکھ رہا تھا۔ مسکراتے لبوں کے ساتھ اس نے گہری سانس بھر کے نظریں اٹھا کے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ جہاں چاند کی روشنی میں لان نہایا ہوا لگ رہا تھا۔ خوشنما پھول چاندنی میں جھومتے محسوس ہو رہے تھے۔ دل کی دنیا آباد ہو تو باہر کی ویرانی اور وحشت بھی بری نہیں لگتی۔

اسٹڈی کی خاموشی میں اس کے قلم کے الفاظ سرور بکھیر رہے تھے۔ اور وہ محظ لفظ تو نا تھے۔

وہ تو عبیر غازی کے جزبات تھے۔ جنھیں وہ اپنے دل کے لہو سے رقم کرتا جا رہا تھا۔ یہ احساس اس کے لئے نیا تھا۔ انوکھا تھا۔ دلفریب تھا۔ وہ سمجھتا تھا وہ کبھی اس لڑکی کو اپنا حال دل نہیں سنا پائے گا۔ اپنی محبت کو اپنے دل میں دبائے ہی مر جائے گا۔ پہلے وہ اپنے جزبات سے نگاہ چرائے ریشام کو کہنے سے ڈرتا تھا، لیکن اب اسے طریقہ مل گیا تھا۔ وہ بنا خوف کے اسے بتا سکتا تھا۔ اسے مخاطب کر سکتا تھا۔ بنا کسی ڈر کے اس کا نام لے سکتا تھا۔ یہاں کوئی اسے سرزنش کرنے والا نہیں تھا۔ کوئی اسے روکنے والا نہیں تھا۔ اس کے دل میں جو لفظوں کا سمندر قید تھا۔ اسے

بہہ نکلنے کو راستہ مل گیا تھا۔ جواب قطرہ قطرہ اس سفید جلد والی ڈائری میں رقم ہوتا جا رہا تھا۔

آنکھوں پر سے چشمہ ہٹا کر سر پر ٹکاتے ہوئے وہ بھاری سا گلاس ڈور دھکیل کر اندر داخل ہوا۔ جہاں کا ماحول باہر کے معاملے میں کافی ٹھنڈا تھا۔ فرجاد اسے کونے کی میز کے گرد بیٹھا دکھائی دیا تو عبیر نے اس کی جانب قدم بڑھا دئے۔

"خوش آمدید غازی صاحب۔" سلام میں پہل کرتے ہوئے فرجاد کا انداز خوشگوار اور شوخی لئے ہوئے تھا جسکے عبیر نے محظ سر کے اشارے سے اس کا جواب دیا تھا۔

'گذشتہ چھ سات مہینے سے وہ اس کے ساتھ کام کر رہا تھا۔ وہ عبیر کو اپنے ساتھ شریک کرنے کے لئے قائل کر چکا تھا۔

فرجاد نے کندھے پر سے بیگ اتار کر اس میں سے ایک پیپر شیٹ نکال کر اس کے سامنے رکھی۔ جس میں کچھ تفصیلات درج تھی۔ عبیر وہ اٹھا کر نگاہوں کے سامنے کئے بغور دیکھ رہا تھا۔

"اس دفعہ کا پرافٹ دوگنا زیادہ ہے۔۔" ابرو اٹھا کر فرجاد کو دیکھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"جیسے کے میں نے کہا تھا کے اس کام میں منافع تمہاری سوچ سے کہی زیادہ ہے۔ جتنا پیسہ تم انویسٹ کرو گے پرافٹ تمہیں اس سے کہیں زیادہ ملے گا۔"

"اب مجھے تمہارا فیصلہ جاننا ہے۔۔ان پیسوں کو دوبارہ انویسٹ کرنا ہے یا ودڑا کرنا چاہتے ہو؟۔"

وہ پر سوچ نظروں سے شیٹ پر لکھی اپنے پرافٹ کی رقم کو دیکھ رہا تھا۔ چند ماہ پہلے فرجاد کے کہنے پر اس نے ایک خطیر رقم اس کے حوالے کر کے ڈرگز کے کام میں انوسیٹ کی تھی۔ اس کا کام محظ انویسٹر کا تھا۔ وہ پیسے لگاتا تھا اور سارا کام فرجاد اور اس کی گینگ سنبھالتی تھی۔ ملک کے کئی علاقوں سے ڈرگز خرید کر وہ دوسرے ممالک میں اسمگل کیا کرتے تھے۔

"اگر میں یہ پوری رقم ایک ساتھ انویسٹ کروں تو پرافٹ کی جو اماونٹ ملے گی اس سے کئی گناہ زیادہ ہو گی۔ ایف بی آر کو میرے پیچھے لگانا چاہتے ہو؟"

عبیر کے سنجیدہ سے انداز پر وہ بے اختیار ہنس پڑا۔

"تم سے کس نے کہا ہے ان پیسوں کو بینک میں رکھ کر ایف بی آر کی نظروں میں آو؟"

"حویلی میں رکھوں پھر؟" وہ جتنا سنجیدہ تھا فرجاد اتنا ہی ہنس رہا تھا۔

"میرے دوست۔۔ یہ دو نمبر کاموں میں بنائے گئے پیسوں کی تفصیلات محظ اپنے تک ہی رکھی جاتی ہے۔ یہ عام کاروبار میں کمائے گئے پیسوں کی طرح نہیں ہوتا کے جنھیں اکاونٹ میں سنبھال کر رکھ کر ان کی بینک اسٹیٹمنٹ اور ٹیکس ادا کیا جائے۔"

"ابھی تک تم نے پیسوں کو صرف ری انویسٹ ہی کیا ہے۔ اگر تم انھیں لینا بھی چاہتے ہو تو میں تمہیں اس کا طریقہ بتاتا ہوں۔ پیسوں کی تو تمہارے پاس کوئی کمی نہیں ہے۔ اپنے بابا سے بات کر کے دو تین ٹرسٹ بنواو یعنی ایسے فلاحی ادارے جو غریبوں اور مفلسوں کی مدد اور فلاح و بہبود کے لئے قائم کیے جائے۔ جن کا نظام صرف دوسرے لوگوں کی مالی مدد کی وجہ سے ہی چلتا ہے۔ ان فلاحی اداروں کے نام پر اکاؤنٹس اوپن کرواو اور ان میں اپنے پیسوں کو سنبھال کر رکھو۔ دن میں کئی لوگ صدقے، عطیات وغیرہ کے علاوہ ایک اچھی خاصی رقم ڈونیشن کے نام پر اداروں کو دیتے ہیں۔ اگر تم اپنے پیسوں کو مختلف لوگوں کے ذریعے کچھ حصوں میں ٹرسٹ کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرواو گے تو بتاو بھلا کسی کو شک کرنے کا موقع ملے گا بھی تو کیسے کے ادرے کے اکاونٹ میں پڑے پیسے تمہارے ہیں؟۔"

وہ آہستہ آواز میں ایک ایک تفصیل اس کے گوش گزار کر رہا تھا۔جبکے عبیر یک ٹک اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔کتنا شاطر ذہن تھا اس کا۔

"میں بات کرتا ہوں بابا سے۔۔کانٹریکٹ کہاں ہے؟"

"کس بات کا کانٹریکٹ؟"کافی کا مگ لبوں سے ہٹا کر فرجاد نے چونک کر پوچھا۔"میں تمہیں پیسے دے رہا ہوں تو ایگریمنٹ تو ہونا چاہیے نہ؟"

"یار عبیر۔۔"وہ پیشانی پر ہاتھ رکھے پھر ہنس پڑا تھا۔

"میں تمہیں اتنی دیر سے کیا سمجھا رہا ہوں؟یہ کام تمہارے خاندانی بزنس کے جیسا نہیں ہے جس میں چھوٹے سے چھوٹے معاملات میں بھی کانٹریکٹ سائن کئے جاتے ہیں۔ہمارے یہاں یہ کام صرف زبانی کلامی ہوتے ہیں۔اور زبان ہی سب کچھ ہوتی ہے۔بے شک یہ کام دو نمبری ہے لیکن ہم اپنے ساتھیوں سے دو نمبری نہیں کیا کرتے۔تم اتنے مہینے سے میرے ساتھ کام کر رہے ہو میں نے ایک ایک پیسے کی تفصیل تمہیں دی ہے نا؟۔۔بھروسہ رکھو آگے بھی تمہیں شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔"

اس کا انداز اطمینان دلاتا ہوا تھا۔

"اگر تمہارے پاس وقت ہو تو رات میں فارم ہاوس چکر لگانا۔ایک زبردست سی چیز تمہارے لئے رکھی ہے۔دیکھ کر دل خوش ہو جائے گا۔"

"ٹائم نہیں ہے۔ابھی آفس جانا ہے اس کے بعد دوبارہ حویلی۔"

اس کے انکار کرنے پر فرجاد نے ساتھ والی کرسی پر پڑا اپنا بیگ اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

"مجھے اندازہ تھا تمہارا جواب اسی طرح کا ہوگا۔اس لیے یہیں لے آیا ہوں۔۔"مطمئن سے انداز میں کہتے ہوئے اس نے ابرو کے اشارے سے بیگ کی جانب اشارہ کیا تو عبیر نے کچھ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہوئے بیگ اٹھا کر اپنے قریب کیا پھر زپ کھول کر اندر دیکھا۔اوپر کچھ کپڑے پڑے ہوئے تھے۔عبیر نے انھیں ہاتھ سے ایک طرف ہٹایا تو سیاہ رنگ کی چمچماتی گنز پر اس کی نظر پڑی۔اس نے بے ساختہ فرجاد کو دیکھا جو فخریہ مسکراتی نظروں سے ہی دیکھ رہا تھا۔"کل ہی یہ ہیڈ کوارٹر موصول ہوئی ہیں۔

تمہارے لئے میں سب سے بہترین اور قیمتی پہلے ہی نکال کر سائیڈ پر رکھ دی تھیں۔ تھوڑا وقت نکال کر فارم ہاوس چکر لگالو۔ جو پسند آئے وہ رکھ لینا۔"

"کیا قیمت ہے ان کی؟"

عبیر کی نظریں پھسل پھسل کر ان پر جا رہی تھی۔ اس کا دل مچل رہا تھا ان گنز کو باہر نکالنے کا۔ زندگی میں پہلی بار اس کا اصلی پستول ہاتھ میں لینے کا شوق پورا ہونے والا تھا۔ وہ بھی صرف فرجاد کی بدولت۔

"اب تم سے سودا کروں گا کیا میں؟ کیوں غیروں والی باتیں کرتے ہو۔۔ تم نے ساری رکھنی ہے ساری لے لو۔۔ تم سے بڑھ کر تو نہیں ہے۔"

اس کا لہجہ مصنوئی سی مٹھاس میں ڈوبا تھا۔ اور ہمیشہ طرح اس بار بھی وہ فرجاد کے چہرے پر لگے نقاب سے دھوکا کھا رہا تھا۔ یہ جانے بغیر کے لاکھوں کی پسٹل اسے تحفے میں دے کر فرجاد اس سے کروڑوں روپے کمانے کا ارادہ کئے بیٹھا تھا۔

وہ اس وقت اسٹڈی میں بیٹھی تھی۔ عبیر کی اسٹڈی کافی وسیع اور شاندار تھی۔ ریکس میں کتنی ہی کتابیں سجی ہوئی تھیں۔ اسے کتابیں پڑھنا بہت پسند تھا۔ کچھ دیر کے لئے وہ حقیقت سے روپوش ہو کر کتابوں کی دنیا میں خود کو غرق کر لیا کرتا تھا۔ لیکن اب اس سے زیادہ وہ اسٹڈی ریشام کے استعمال میں رہتی تھی۔ عبیر اور سالار کی طرح اسے بزنس میں کافی دلچسپی تھی۔ بڑوں کی مخالفت کے باوجود بھی اس نے بزنس کی فیلڈ کو ترجیح دی تھی۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی عبیر نے اس کی سائیڈ لی تھی۔ اس کے ایڈمشن کے لئے سب کو منایا تھا۔ اس کے پاس زیادہ وقت نہیں ہوتا تھا اس لئے سالار ہی اس کی پڑھائی میں مدد کروایا کرتا تھا۔ لیکن اسے پڑھانے سے زیادہ وہ اسے ٹوکتا ہی رہتا تھا کے وہ ایک لڑکی ہے اسے کیا ضرورت ہے بزنس پڑھنے کی۔

لیکن وہ کمال ضبط سے اس کی باتوں کو پی جاتی تھی۔

جب کبھی عبیر کے پاس وقت ہوتا تھا وہ اسے بزنس کی دنیا کے بارے میں معلومات دیتا رہتا تھا۔اس نے کئی کتابیں بھی اسے پڑھنے کے لئے دی تھیں۔ جنھیں پڑھنے کے بعد جب وہ اس کی عالیشان اسٹڈی میں داخل ہوئی تو بس باہر نکلنے کا اس کا دل ہی نا چاہا۔اس کا زیادہ تر وقت وہیں گزرنے لگا تھا۔

اس کی راکنگ چیئر پر بیٹھی پیچھے کو ٹیک لگائے وہ کتاب چہرے پر کیے انہماک سے پڑھنے میں مگن تھی جب وہ اپنی فائلز اٹھائے اسٹڈی میں داخل ہوا۔ گرے ٹی شرٹ اور بلیک ٹراوزر پہنے پتلیوں کو سکیڑ کر اس کے ہاتھ میں پکڑی کتاب دیکھی۔ پھر قدم قدم چلتے ہوئے اس کے سامنے آکر چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

ریشام نے آہٹ پر چونکتے ہوئے کتاب چہرے سے ہٹا کر اسے دیکھا۔ پھر ہڑ بڑا کر اپنی جگہ سے اٹھی۔

وہ اس کی چیئر پر بیٹھی تھی۔ لیکن وہ بنا کچھ کہے اس کے سامنے والی چیئر پر بیٹھ گیا تھا۔

"آئم سوری عبیر بھائی۔۔آپ بیٹھ جائیں اپنی چیئر پر"

اس نے شرمندگی سے ترنت کہا۔

وہ سیکنڈ ائیر میں آچکی تھی۔پہلے کی طرح کندھے پر رہنے والا دوپٹہ اب ہمہ وقت اس کے سر پر ٹکا رہتا تھا۔کاسنی رنگ کے سادے سے سوٹ میں ملبوس دیکھ کر عبیر نے مشکل سے اس پر سے نظریں ہٹائی تھیں۔

"اٹس اوکے تم بیٹھ جاو واپس۔"ہمیشہ کی طرح وہ نرمی سے بولا تو ناچار وہ دوبارہ بیٹھ گئی۔

"ویسے یہ کتاب کہاں سے ملی تمہیں؟"وہ کتاب ابھی بھی اس کے ہاتھ میں تھی۔"یہ؟"ریشام نے چونک کر ہاتھ میں پکڑی بوسیدہ سی کتاب کو دیکھا۔

"اس ریک میں کتابوں کے پیچھے رکھی تھی"

"اچھا۔۔مجھے لگا یہ مجھ سے کھو گئی ہے۔کئی سال پہلے میرے کسی دوست نے مجھے تحفے میں دی تھی۔میں نے بس آدھی کہانی ہی پڑھی تھی اس کی شاید"

"آپ نے یہ پوری کیوں نہیں پڑھی؟" ریشام کو گہرا صدمہ ہوا تھا اس کی بات سن کر۔

"آپ کو یہ پوری پڑھنی چاہیے اتنی مزے کی اسٹوری ہے اس کی" عبیر نے ہلکا سا مسکرا کر اس کی ایکسائٹمنٹ کو دیکھا۔ وہ ایک ناول تھا جس میں ایک ناکام عاشق کی یک طرفہ محبت کی داستان درج تھی۔ عبیر نے اسے چند صفحات پڑھ کر ہی چھوڑ دیا تھا۔ جو باتیں اس کتاب میں درج تھیں وہ سب اس کے ساتھ ہو چکا تھا۔ اسے یہ جاننے میں ذرا بھر بھی دلچسپی نہیں تھی کے اس ناکام عاشق کا انجام کیا ہوا تھا۔

"لیکن مجھے بہت برا لگا ناصیہ کا کردار۔ نفرت ہو رہی ہے اس سے۔ جو اسے آرون کے جزبات کے بارے میں پتا ہی نہیں چلا کبھی" وہ خفگی سے اس کتاب کے متعلق اپنی رائے دے رہی تھی۔ "تمہیں ناولز پڑھنا پسند ہیں؟"

عبیر نے جان کر اسے ٹوکا تھا۔ وہ جس طرح اس کتاب کی کہانی کو ڈسکس کر رہی تھی کوئی بعید نہیں تھی کے جلد ہی اس کا اختتام بھی اس کے گوش گزار کر دیتی۔ جو کے وہ جاننے میں بلکل بھی انٹرسٹڈ نہیں تھا۔ "میں نے پہلی بار اس طرح کی کوئی کتاب پڑھی ہے۔۔" وہ متاثر نظر آ رہی تھی۔

"میں تمہارے لئے اس طرح کے ناولز اور لا دوں گا" پین ہولڈر سے پین نکالتے ہوئے اس نے کہا

"سچ میں؟" اس نے بے ساختہ خوش ہوتے ہوئے پوچھا تو وہ مسکراتے ہوئے سر ہلا گیا تھا۔

"میں یہ کتاب لے جا رہی ہوں۔" عبیر کا خیال کرتے ہوئے وہ اٹھنے لگی تھی تا کے وہ اس کی موجودگی سے ڈسٹرب ہوئے بغیر سکون سے اپنا کام کر سکے۔

"یہیں بیٹھ کر پڑھ لو۔۔"

"آپ ڈسٹرب ہوں گے"

"اگر تم اس کی کہانی ڈسکس کیے بنا خاموشی سے پڑھو گی تو میں بلکل ڈسٹرب نہیں ہوں گا"

فائل کھولے اس کے پوائنٹس ہائی لائیٹ کرتے ہوئے وہ بنا اسے دیکھے اپنے بھاری لب و لہجے بول رہا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"میں خاموشی سے پڑھوں گی" وہ پرجوشی سے کہتی ہوئی راکنگ چیئر سے پیچھے کو ٹیک لگا کر دونوں پیر اوپر کر کے آرام دہ انداز میں بیٹھ گئی۔ صرف کچھ ہی دیر بعد عبیر کو اپنی پیشکش پر افسوس ہو رہا تھا۔ وہ خاموشی سے پڑھنے والی قاری نہیں تھی۔

عموماً کتابیں پڑھنے والے لوگ خود کو اس کہانی میں غرق کر لیتے ہیں۔ اس کے سارے اتار چڑھاو، سسپنس کرداروں کی حقیقت، پلاٹ ٹوئسٹ سب کچھ ان کے ذہن میں گھوم رہا ہوتا ہے لیکن کوئی دوسرا انسان ان کی شکل دیکھ کر اس بات کا اندازہ نہیں لگا پاتا کے اس کے دماغ میں کس طرح کی سوچیں چل رہی ہے

لیکن وہ دوسری قسم کے قاری میں سے تھی۔ اسے کہانی کا ہر سین، ہر ڈائلاگ ہر ٹوئسٹ ڈسکس کرنا ہوتا تھا۔ وہ اپنی سوچوں کو اپنے تک نہیں رکھ پاتی تھی۔

ہر تھوڑی دیر بعد وہ چہرے سے کتاب ہٹا کر عبیر کو کہانی کے متعلق بتاتی جا رہی تھی۔ یہ نوٹ کیے بنا کے وہ اپنا کام روکے سینے پر بازو لپیٹے صرف اسی کی جانب متوجہ، اسے دیکھے جا رہا ہے۔

وہ اس کی موجودگی میں اپنا دھیان کہیں اور لگا بھی کیسے سکتا تھا۔

اسٹڈی کی خاموشی اور بوجھل پن میں وہ سکون سے پیچھے کو ٹیک لگائے وہ آواز سن رہا تھا جو اسے دنیا کی ساری آوازوں میں سب سے زیادہ پسند تھی۔ "ناصیہ کے بھائی کو آرون نے قتل کیا تھا؟" وہ انگشت بدنداں سی حیرانگی سے ایک جھٹکے سے سیدھی ہوئی۔ عبیر نے گہری سانس بھری تھی۔

"اب اگلے دو گھنٹے تک وہ اس کردار کو صلواتیں سناتے ہوئے گزارنے والی تھی۔

"آپ نے مجھے بتایا کیوں یہ آرون اتنا برا کردار ہے؟"

"بتا دیتا تو تم کیا کرتی؟"

"میں یہ کتاب پڑھتی ہی نہیں" وہ چہرے سے سخت ناخوش لگتی تھی۔ ساری کہانی میں جو کردار اس کا پسندیدہ رہا تھا وہ آخر میں جا کر قابل نفرت ہو گیا تھا۔ "کتاب ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔ آگے کی اسٹوری پڑھو گی تو تمہیں سمجھ آ جائے گا آرون حق بجانب تھا۔"

"اس نے قتل کیا ہے! آپ اس کی سائیڈ کیسے لے سکتے ہیں؟"

"کوئی بھی انسان پرفیکٹ نہیں ہوتا۔ سب میں اچھائیاں اور برائیاں دونوں ہوتی ہیں۔ آرون نے بے شک نے قتل کیا ہے لیکن اس کے پاس وجہ تھی۔"

"کیا وجہ تھی؟"

"تم خود پڑھو۔۔ پھر مجھے بتانا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے"

"مجھے پڑھنی ہی نہیں ہے یہ اب" اس نے کتاب بند کر کے میز پر رکھ دی۔ "ایک تو بے وقوف انسان ناصیہ سے اپنی محبت کا اظہار نہیں کر سکا۔ ساری زندگی اس نے بزدلی میں گزار دی۔" اس کردار پر ریشام کو جتنا غصہ آ رہا تھا وہ اس کے چہرے سے بخوبی چھلک رہا تھا۔

"اظہار کر دینا اتنا آسان نہیں ہوتا"

"اس میں مشکل کیا ہے۔ اگر ہم کسی انسان کو پسند کرتے ہیں تو ہمیں یک طرفہ آگ میں جلتے رہے کے بجائے اسے بتا دینا چاہئے کے میرے دل میں تمہارے لئے کس قسم کے جذبات ہے۔ کم از کم ساری زندگی یہ رگریٹ تو نہیں ہوتا کے "میں اسے بتا نہیں سکا، مجھے اسے بتا دینا چاہئے تھا" عبیر اسے یک ٹک دیکھ رہا تھا۔ "اور اگر وہ منع کر دے تو؟ اگر یہ کہہ دے کے مجھے تو تم سے محبت نہیں ہے۔ تمہاری محبت تمہیں مبارک۔ پھر؟"

عبیر کو اپنی ہی دھیمی سی آواز سنائی دی تھی۔ اس کا جواب سننے کو اس کا رواں رواں سماعت بنا ہوا تھا۔ ریشام نے ہلکے سے شانے جھٹکے۔ "اس کی مرضی۔"

اس کے لاپرواہ سے انداز پر وہ گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"اس کی مرضی" اس کے الفاظ بڑبڑاتے ہوئے وہ توجہ کام کی جانب مبذول کر گیا۔

ماسٹرز میں ایڈمیشن لینے کے بعد اس نے ساتھ ہی آفس بھی جوائن کر لیا تھا۔ یونیورسٹی کے بعد کچھ دیر کے لیے وہ آفس بھی ضرور جایا کرتا تھا۔ میٹنگز میں بھی شریک ہوتا تھا۔ باقی کے معاملات میں بھی اس کی سنجیدگی اور دلچسپی کو دیکھتے ہوئے وجاہت غازی نے

اس کے لئے ذاتی آفس فرنشڈ کروادیا تھا۔ جہاں وہ ساتھ اپنی پڑھائی بھی کر لیا کرتا تھا۔ جس میں کمپنی کے مینجر اور دیگر اسٹاف بھی اس کی مدد کر دیا کرتے تھے۔

یونیورسٹی کے بعد آفس جانے کے بجائے وہ حویلی آگیا تھا۔ شاور لے کر چینج کرنے کے بعد سیاہ ٹریک سوٹ پہنے، کلائی پر گھڑی باندھتے ہوئے وہ بیرونی طرف بڑھ رہا تھا جب پیچھے سے اس نے آواز دے کر روکا۔

"عبیر بھائی آپ کہیں جا رہے ہیں؟"

عبیر نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ "ایک دوست کی طرف جا رہا ہوں۔" وہ عجلت میں نکل رہا تھا لیکن ریشام کے روکنے پر اسے دیکھا تو بھول گیا تھا کے اسے دیر ہو رہی ہے۔

"مجھے بھی شہر لے چلیں اپنے ساتھ۔ میں نے لائبریری سے کتابیں لینی ہیں۔"

"پھر کبھی لے جاوں گا۔ ابھی میرا ایک ضروری کام ہے"

عبیر نے اسے سہولت سے انکار کرنا چاہا تھا۔ ریشام کو ساتھ لے کر وہ فرجاد سے ملنے نہیں جا سکتا تھا۔

"پلیز لے چلیں نا، میں بہت بور ہو رہی ہوں۔ ابھی کالج میں کلاسز بھی نہیں شروع ہوئی ہیں۔"

"میری اسٹڈی میں پڑی ہیں اتنی کتابیں وہ پڑھ لو"

"سب بزنس کی کتابیں ہیں۔ مجھے ابھی ناولز ہی چاہئے۔"

وہ کچھ ضد سے بولی تھی۔ کیوں کے جانتی تھی کے عبیر اس کی فرمائشوں کو کبھی ٹالا نہیں کرتا تھا۔

"چادر لے کر آو اپنی۔"

ریشام کی سیاہ آنکھوں میں چمک در آئی تھی۔ "ابھی آتی ہوں" وہ بھاگتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی جبکہ وہ فون نکال کر فرجاد کو میسج کر کے بتا رہا تھا کے وہ چند گھنٹوں بعد ملنے آئے گا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

گاوں کی پر سکون اور ٹھہری ہوئی زندگی کے مقابلے میں شہر کی فضا میں کافی چہل پہل سی تھی۔فرنٹ سیٹ پر بیٹھے وہ شیشے سے باہر بھاگتے دوڑاتے مناظر کو کافی دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔جبکے وہ ڈرائیونگ کرتے ہوئے ساتھ ہی فون کان سے لگائے کسی سے باتوں میں مصروف تھا۔

جب اس نے ایک بک اسٹور کے سامنے گاڑی روکی تو اس کی گاڑی کے پیچھے آتی گارڈز کی دونوں پراڈو بھی فاصلے پر رک گئی تھیں۔ جنھوں نے فوراً گاڑی سے اترتے ہوئے اپنی پوزیشن سنبھال لی تھی۔

"ہمیں تو لائبریری جانا تھا نہ؟"اس نے سوالیہ نظروں سے عبیر کو دیکھا۔

"لائبریری سے کتابیں لے کر پڑھنے کے بعد لازمی واپس کرنا پڑتی ہیں۔اور میں کتابیں لے کر انھیں واپس کرنے کا قائل نہیں ہوں۔اسی لئے تمہیں یہاں لے کر آیا ہوں کے جتنی چاہیں اتنی کتابیں خرید لو۔۔تاکے انھیں پڑھتے ہوئے ذہن میں یہ فکر نا ہو کے انھیں پڑھنے کے بعد واپس بھی کرنا ہے۔"

وہ ٹھہرے ہوئے انداز میں بولتے ہوئے ڈوران لاک کر رہا تھا۔

جبکے وہ متاثر کن انداز میں اپنے خوبرو کزن کی سوچ کو سراہ رہی تھی۔

"جتنی چاہیں اتنی لے سکتی ہوں نہ؟"

چادر سے چہرے کو ڈھانپے اس نے کچھ شرارتی سے انداز میں پوچھا۔

"کہو تو اس بک اسٹور کی ملکیت تمہیں دلوا دیتا ہوں۔"

وہ اس کی سیاہ آنکھوں میں جھانکتا ہوا چیلنجنگ انداز میں بولا تو وہ بے اختیار ہنس پڑی تھی۔اس بات کو عبیر کا مذاق سمجھتے ہوئے وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گئی تھی۔

وہ دونوں ساتھ بک اسٹور میں داخل ہوئے تھے۔جہاں کاونٹر پر موجود ایک درمیانی عمر کی عورت کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہیں تھا۔

"حیرت ہے اتنا بڑا بک اسٹور خالی پڑا ہے۔ کتابیں خریدنے والے کم ہو گئے ہیں۔" وہاں کی ویرانی دیکھتے ہوئے وہ کہے بنا رہ نہیں پائی تھی۔

"کتابیں خریدنے والوں کو اسکرینز نے جکڑ لیا ہے۔ فون، ٹیبلٹ، لیپ ٹاپ پر وہ جب چاہے جو بھی چاہیں کتاب کہیں بھی پڑھ لیتے ہیں۔"

"اسکرین پر بھی کتاب پڑھنے میں کوئی مزہ آتا ہے بھلا؟ کہانیاں تو کتابوں کے صفحوں پر ہی سجی اچھی لگتی ہیں۔۔" ریکس میں سجی کتابوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ خوابیدہ سی کیفیت میں گھری کہہ رہی تھی۔ پہلی دفعہ اتنی ڈھیر ساری کتابیں دیکھی تھیں۔ دل چاہ رہا تھا ساری اپنے ساتھ چھپا کر حویلی لے جائے۔

"تم آرام سے دیکھو۔ پاس میں ہی ایک کافی شاپ ہے مجھے اپنے دوست سے ملنے جانا ہے۔ جب فری ہو جاو تو مجھے فون کر دینا۔"

"میرا سیل فون حویلی میں ہی رہ گیا ہے۔"

"میں کاونٹر پر اپنا نمبر دے کر جا رہا ہوں، ان سے فون کروا دینا۔"

عجلت بھرے لہجے میں اسے تاکید کرتے ہوئے وہ وہاں سے باہر نکل گیا تھا۔ جب کے وہ سارے میں گھوم پھر کر دلچسپی سے کتابوں کو دیکھ رہی تھی۔

اس نے نقاب ہٹا دیا تھا۔ صرف چادر کو سر پر اوڑھ رکھا تھا۔ اسٹور خالی ہونے کی وجہ سے وہ اطمینان سکون سے وہاں گھوم پھر مختلف کتابیں دیکھ رہی تھی۔

"کیا یہ اسٹور ایسے ہی خالی رہتا ہے؟ کوئی خریدنے نہیں آتا؟" ہاتھ میں ایک کتاب پکڑے وہ اس عورت سے پوچھ رہی تھی جو عینک لگائے کتابوں کی ترتیب درست کر رہی تھی۔

"خالی تو نہیں رہتا۔ کتابیں پڑھنے والے کم ہو گئے ہیں لیکن ختم نہیں ہوئے ہیں۔" وہ مصروفیت بھرے انداز میں بتا رہی تھی۔

"شاید آج کوئی نہیں آیا" وہ خود کلامی کے سے انداز میں بولی۔

"آج اس لئے نہیں آیا کیوں کے باہر کلوزڈ کا بورڈ لگا ہے۔" ریشام کی بڑبڑاہٹ سن کر اس نے اصل وجہ بتائی۔

"کلوزڈ کا بورڈ؟ لیکن اسٹور تو کھلا ہے آپ کا۔" وہ حیرانگی سے بولی۔

"تمہارے ساتھ جو لڑکا آیا تھا اس نے کہا تھا کے کچھ دیر کے لیے یہ اسٹور کلوز کر دوں۔"

"لیکن کیوں؟ اس سے تو آپ کا نقصان ہو گا؟" کتاب واپس ریک میں رکھ کر وہ اس عورت کی جانب متوجہ ہوئی۔ انداز میں کچھ پریشانی تھی۔

"نہیں اس نے مجھے اس کے لئے پے کیا تھا۔ اور کلوز اس لئے کروایا کے تم آرام سے اپنی کتابیں خرید لو۔ اسے بہت خیال ہے تمہارا۔ کیا وہ تمہارا بھائی ہے؟ اب کے اس نے کچھ دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا تو پہلے وہ چونک اٹھی تھی۔ پھر خوبصورت سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر جھلملانے لگی۔

"بڑے بھائی ہیں میرے۔" اس کے لہجے میں عبیر کے لئے عزت اور احترام سا تھا۔ جبھی کوئی دروازہ دکھیلتے ہوئے اندر داخل ہوا تو وہ دونوں اس کی جانب متوجہ ہوئیں۔

جم کرنے کی وجہ سے پہلے کے مقابلے میں اس کا جسم صحت مند لگنے لگا تھا۔ سیاہ ٹریک سوٹ کی جیکٹ کی زپ بھی کھلی ہوئی تھی۔ جس کے اندر وائٹ شرٹ پہن رکھی تھی۔ صاف رنگت پر ہلکی ہلکی سی بئیرڈ اس کی وجاہت میں اور اضافہ کر رہی تھی۔

"خرید لی کتابیں؟" اندر داخل ہوتے ہی وہ ریشام سے مخاطب ہوا تھا۔ ساتھ ہی ہاتھ میں پکڑا ہوا پینا کولاڈا کا ڈسپوزایبل گلاس اس کی جانب بڑھایا۔ "فلحال تو بس یہی سمجھ آئی ہیں۔" گلاس پکڑتے ہوئے اس نے کاونٹر کی طرف اس کی توجہ دلائی۔ جہاں کچھ کتابیں پڑی تھیں۔

عبیر ان کی جانب بڑھ گیا تھا۔ ایک ایک کتاب اٹھا کر وہ سرسری سا دیکھتے ہوئے سائیڈ پر رکھتا جا رہا تھا۔

"صرف ان کے سرورق اچھے ہونے کی وجہ سے خریدی ہیں یا ان کی اسٹوری لائن معلوم ہے تمہیں؟"

عبیر نے رخ موڑ کر اس سے استفسار کیا جو اسٹرو لبوں میں دبائے نفی میں سر ہلا گئی۔ "سرورق اچھے ہونے کی وجہ سے کتابیں خریدنے لگتی تو شاید ہی اس اسٹور میں کچھ باقی بچتا۔۔ ان کتابوں کے پیش لفظ میں اسٹوری کے بارے میں نے تھوڑی سی ڈسکرپشن پڑھ کر انھیں شارٹ لسٹ کیا ہے۔۔"

خفیف سے انداز میں سر اثبات میں ہلاتے ہوئے وہ اس عورت کی جانب متوجہ ہوا۔ "بل بتائیے۔۔"

"کچھ اور دیکھ لو۔۔ یہ تو تم ایک ہفتے میں پڑھ لو گی پھر دوبارہ یہاں لانے کی ضد کرو گی۔۔ ٹھہرو میں خود ہی دیکھتا ہوں۔۔"

کاونٹر سے ہٹ کر وہ ریکس کی جانب بڑھ گیا۔ کافی دیر تک مختلف کتابیں نکال نکال کر دیکھتے ہوئے اس نے اپنی پسند سے کئی کتابیں اس کے لئے خریدی تھیں۔

پھر دونوں ہاتھوں میں بڑے بڑے سے کتابوں سے بھرے شاپر پچھلی سیٹ پر رکھ کر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آکر بیٹھا تو وہ چھوٹتے ہی بولی۔

"اب آپ بھی میرے ساتھ یہ پڑھیں گے۔۔"

"اور ایگزام میں کیا لکھ کر آوں گا پھر؟"

"یہ بات تو آپ نہ ہی کریں۔ پورے خاندان میں آپ کے جتنا لائق فائق اور ذہین بچہ کوئی نہیں ہے۔ مجھے پکا یقین ہے آپ پیپر سے دو گھنٹے پہلے بھی پڑھیں گے تو پورے پورے مارکس لیں گے۔"

وہ کافی وثوق سے کہہ رہی تھی۔ کیوں کے اسکی بات میں صداقت تھی۔ وہ مبالغہ آرائی سے کام نہیں لے رہی تھی۔

"دو گھنٹے؟ تم مجھے انڈر ایسٹیمیٹ کر رہی ہو۔" اسٹئیرنگ گھماتے ہوئے وہ مصنوئی سی ناراضگی سے گویا ہوا۔

"اب اگر میں ایک گھنٹہ کہوں گی تو مجھے لگے گا کے میں مبالغہ آرائی سے کام لے رہی ہوں۔"

"یعنی تمہیں واقعی میں یقین نہیں ہے کے میں ایک گھنٹہ پڑھ کر بھی آرام سے پورا پیپر کر سکتا ہوں؟"

ریشام نے کچھ کہنے کے بجائے نفی میں گردن ہلائی تھی۔

"مجھے تو ایک گھنٹہ صرف پریشان ہونے میں ہی لگے گا کے کس چیز کی تیاری کروں اور کیا اسکپ کروں۔۔"

وہ جھرجھری لے کر بولی تو وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔

"ہاں لیکن میں یہ ضرور کہہ سکتی ہوں کے آپ ایک گھنٹے میں تیاری کر کے اچھے مارکس ضرور لے سکتے ہیں۔"

"بہت اچھے مارکس نہیں لے سکتا؟"

"شرط لگالیں میرے ساتھ۔ جس دن آپ کا پیپر ہوگا اس کی پوری رات آپ میرے ساتھ اسٹڈی میں رہیں گے اور میرے ساتھ ناولز پڑھتے رہیں گے۔ پھر اگلے دن ہی آپ کو وہاں سے رہائی ملے گی۔"

"منظور ہے؟" چیلنجنگ انداز میں کہتے ہوئے وہ پورا رخ اس کی طرف کیے بیٹھی تھی جس کی وجہ سے اسے ڈرائیونگ پر توجہ مرکوز کرنا مشکل لگ رہا تھا۔

"میں ہار مانتا ہوں۔" اس نے سر کو ہلکا سا خم دے کر جھکاتے شکست تسلیم کرلی تھی۔ اس کی طرف سے رکھی گئی شرط کی حامی بھرنے سے اچھا تھا کے وہ اس کے سامنے جھک ہی جاتا۔

ورنہ اتنے کم وقت میں پورے پیپر کو کور کرنا اس کے لئے کوئی مشکل بات نہیں تھی۔

"اب آپ شرط ہار گئے ہیں تو آپ کو پینلٹی بھرنی پڑے گی!"

وہ گردن تان کر بولی۔

"آپ کو میری اسائمنٹ بنا کر دینی ہوگی۔" وہ رعب سے بولی۔

"ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ اسائمنٹ تم خود بناؤ گی۔"

"مجھے وہ کوئسچنز ذرا بھی سمجھ نہیں آئے جن کی تیاری سالار بھائی نے کروائی تھی۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"تم اسے کہہ دیتیں وہ دوبارہ سے سمجھا دیتا"

"ایسا ہو ہی نہیں سکتا کے سالار بھائی ایک دفعہ کا سمجھایا ہوا سوال دوبارہ سمجھا دیں۔ البتہ باتیں ضرور سنا دیتے ہیں۔" اس نے خفگی سے کہا۔

"چلو تیاری میں کروادوں گا لیکن اسائمنٹ تم خود۔۔"

"آپ ہی بنا کر دیں گے" اس کی بات اچک کر وہ دھونس بھرے لہجے میں بولی تو عبیر نے بے ساختہ اسے دیکھا جو اپنی سیاہ غزالی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ عبیر نے بامشکل بے قابو ہوتے دل کو سنبھالا تھا۔

"بنادوں گا۔"

اس کی صرف ایک نگاہ پر ہی وہ اس کی بات مان گیا تھا۔ جانے کیسا سحر تھا اس کی نگاہوں میں جو عبیر کو اپنے حصار میں جکڑ کر کچھ سوچنے سمجھنے سے ہی محروم کر دیتا تھا۔ وہ خود پر حیران ہوتا تھا کے وہ کیسے اس کی ساری باتیں مان لیتا تھا۔ کبھی اسے انکار کیوں نہیں کرتا تھا۔

ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے اس نے ڈیش بورڈ پر پڑا اپنا فون اٹھا کر اسے ان لاک کرتے ہوئے ریشام کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"حویلی پہنچنے میں ابھی کافی دیر ہے۔ تم بور ہو جاو گی۔ کوئی مووی دیکھ لو۔"

مقصد صرف اس کی توجہ خود پر سے ہٹانا تھا۔ ورنہ تو وہ سارا سارا دن بھی اس سے باتیں کرتے ہوئے گزار دیتی تو ذرا بھی بور نہ ہوتی۔ نہ اسے وقت گزرنے کا احساس ہوتا۔ لیکن عبیر کے دل پر ایک ایک لمحہ بہت بھاری ثابت ہوتا تھا۔ وہ تو شکر تھا کے اس نے گاگلز پہن رکھے تھے ورنہ جذبات جھلکاتی اپنی شہد رنگ آنکھوں کی بڑھتی ہوئی چمک کو وہ ریشام سے چھپا نہیں پاتا۔

کھڑکی کے شیشے سے ٹیک لگائے عبیر کا فون دونوں ہاتھوں میں پکڑے وہ اپنی فیوریٹ مووی دیکھنے میں مگن ہو چکی تھی۔ جو وہ پہلے بھی کئی بار دیکھ چکی تھی۔ وہ اسے بار بار دیکھ سکتی تھی۔ روزانہ بھی دیکھتی تو تب بھی دل نہ بھرتا۔

"کتنی بار دیکھنی ہے تم نے یہ مووی؟"

مووی دیکھنے پر کچھ بیزاری سے پوچھا تھا۔ وہ خود بھی ایک بار وہ مووی دیکھ چکا تھا۔ وہ "tangled" عبیر نے اس کے پھر سے" بھی بار بار ریشام کے انسسٹ کرنے پر۔ لیکن اسے تو اس مووی میں ایسا کچھ خاص نہیں لگا تھا۔ اور دوسری طرف ریشام تھی جس کا اسے دیکھ دیکھ کر دل ہی نہیں بھرتا تھا۔

"میں اسے ہزار دفعہ بھی دیکھ سکتی ہوں۔" فون پر سے نظریں ہٹائے بنا اس نے کہا۔

"ایسا بھی کیا ہے اس میں؟"

ریشام نے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ جن میں ہلکی سی چمک تھی۔ اور لبوں پر پیاری سی مسکراہٹ۔

"لڑکیوں کو اسی طرح کی چیزیں فیسینیٹ کرتی ہیں۔۔ آپ کو معلوم ہے ڈرپوک سی راپنزل کو دنیا کے بارے میں کچھ بھی نہیں پتا تھا۔ نہ اس میں رہنے والے لوگوں کے بارے میں۔۔ ان شارٹ وہ ایک بہت معصوم اور دنیا سے نابلد لڑکی تھی۔ لیکن پھر بھی

اس نے اپنے خواب کو پورا کرنے کے لئے اس قید سے فرار حاصل کی تھی۔ وہ اپنے حالات پر صبر کر کے نہیں بیٹھی رہی تھی۔" وہ پر جوشی سے اپنی فیوریٹ مووی کے بارے میں گفتگو کر رہی تھی۔

"تمہاری راپنزل گھر سے بھاگ گئی تھی۔ وہ بھی اس لڑکے کے ساتھ جسے وہ جانتی تک نہیں تھی۔۔ ویری بیڈ!" اس نے تاسف سے سر ہلایا۔

"وہ اپنا خواب پورا کرنے گئی تھی۔!" ریشام نے کچھ خفگی سے لفظوں پر زور دے کر جتایا۔ "اگر فلین اس کی مدد نہ کرتا تو شاید وہ کبھی گھر سے قدم باہر نکالنے کا سوچتی بھی نہ۔"

"ہاں لیکن وہ موقع کی تاک میں بیٹھی تھی۔ جیسے ہی اسے موقع میسر آیا اس نے اس کا پورا پورا فائدہ اٹھایا۔"

"تو اس میں برائی ہی کیا ہے؟"

ریشام نے صدمے بھری حیرانگی سے اسے دیکھا۔

"آپ اسکی سوتیلی ماں کی سائیڈ لے رہے ہیں جس نے اسے ساری زندگی قید کر کے رکھا۔ اسے کبھی باہر نکلنے نہیں دیا۔"

"اس کی ماں کا انٹینشن جو بھی تھا۔ لیکن اس نے ٹھیک ہی کیا۔ راپنزل جیسی لڑکیوں کو قید کر کے ہی رکھنا چاہئے۔۔"

"ایسا کیوں؟۔۔ کیا وہ بری لڑکی تھی؟ آپ کے نزدیک اپنے خواب پورے کرنے والی لڑکیاں بری ہوتی ہیں؟"

"نہیں۔۔ میں تو سمجھتا ہوں کے لڑکیوں کو بہت مضبوط ہونا چاہئے۔ انھیں اس قابل بننا چاہئے کے اپنے خوابوں کو پورا کرنے کے لئے انھیں کسی "فلین رائیڈر" کا انتظار نہ کرنا پڑے۔ کے وہ ان کی زندگی میں آئے اور ان کی خواہشوں کو پورا کرنے میں ان کی مدد کرے۔"

"آپ سمجھ رہے ہیں کے راپنزل نے فلین کی وجہ سے اپنے خواب کو پورا کیا؟"

"کیا ایسا نہیں ہے؟" اس نے جواباً سوال پوچھا۔

"ہر گز نہیں۔۔۔ فلین رائیڈر جیسے لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ مددگار اور وسیلہ بنا کر بھیجتے ہیں۔ انسان کتنا ہی کامیاب ہو جائے۔ کتنا ہی عقلمند اور پاور فل ہو۔۔ کہیں نہ کہیں اسے بھی سہارے اور مدد کی ضرورت پیش آتی ہے۔۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کہتے ہیں نہ کے مدد

صرف ان کو ملتی ہیں جو مدد مانگتے ہیں۔ جو ایک ہی جگہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہتے ہیں کے مدد خود چل کر ہم تک آئے گی۔ کامیابی اور پیسہ پلیٹ میں رکھ کر ہمیں پیش کیا جائے گا وہ ہمیشہ پھر بیٹھے ہی رہ جاتے ہیں۔ جن میں کچھ کرنے کی لگن ہوتی ہے۔ جو اپنے خوابوں اور خواہشات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ساتھ ہی اللہ سے دعا بھی کرتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہوتے ہیں جن کے پیچھے کامیابیاں خود چل کر آتی ہیں۔ اور پھر اللہ بھی ایسے طریقوں سے اور ایسے لوگوں کے توسط سے ان تک مدد اور اپنی رحمت بھیجتے ہیں کے وہ دنگ رہ جاتے ہیں۔۔

"میری تو یہی سوچ ہے۔۔ آپ خواب دیکھیں، ہمت کریں۔ انھیں پورا کرنے کی جستجو کریں۔۔ اللہ نے آپ دل میں کسی چیز کی خواہش ڈالی ہے تو اسے آپ کے نصیب میں بھی لازمی لکھا ہے۔۔ کوئی بھی خیال، خواہش، خواب بے وجہ نہیں ہوتا۔ صرف انسان کی بزدلی ہوتی ہے جو اسے کمزور بناتی ہے۔ خوابوں سے گیواپ کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ اگر وہ خود پر یقین کرے۔ خود کو سمجھائے۔ ڈٹ کر حالات اور مشکلات کا سامنا کرے تو ایسی کون سی چیز ہے جو اس کے راستے میں آکر اسے روکنے کی جرات کر سکے؟"

عبیر دنگ سا اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اور یہ یقین کرنے کی کوشش کر رہا تھا کے وہ باتیں وہ ریشام کے منہ سے ہی سن رہا ہے۔ وہ ابھی صرف سیکنڈ ائیر میں تھی۔ وہ اس سے اتنی میچیورٹی کی توقع نہیں رکھ رہا تھا۔

"تم نے یہ باتیں کہاں سے سیکھی ہیں ریشام؟" اس نے حیرانگی سے پوچھا۔

"کتابوں سے۔"

"اچھا تو تم بھی فلین رائیڈر کا انتظار کر رہی ہو؟ جو ایک دن آکر تمہیں حویلی سے لے جائے گا؟"

بات کا رخ سنجیدگی کی طرف مڑتا ہوا دیکھ کر اس نے ہلکے پھلکے انداز میں اسے چھیڑنے کو کہا تھا۔ جس پر اس کے چہرے پر جھینپی سی مسکراہٹ ابھری تھی۔ لیکن جواب میں اس نے عبیر کو کچھ بھی نہیں کہا تھا۔

ساری توجہ فون کی طرف مبذول کر لی تھی۔ بے شک وہ عبیر سے کتنی ہی فرینک کیوں نہ ہوتی لیکن وہ اس کا بڑا بھائی تھا۔ وہ اسے کیسے کہہ سکتی تھی کے وہ واقعی میں ایک شہزادے کے آنے کا انتظار کر رہی ہے۔

جو اسے حویلی کی قید سے رہائی دلوا کر اسے پوری دنیا کی سیر کروانے لے جائے گا۔

ڈگری مکمل ہونے کے بعد باقاعدگی سے آفس جوائن کئے اسے چند مہینے ہو چکے تھے۔اس دن پہلی بار حویلی میں عبیر کی شادی کا موضوع چھڑا تھا۔

اس دن سب سے زیادہ خوشی ریشام کے چہرے پر تھی۔وہ اپنی ہونے والی بھابھی کے لئے بہت ایکسائٹڈ تھی۔

اس دن عبیر نے بہت مشکل سے ساری ہمت خود میں مجتمع کر کے سفینہ غازی کے سامنے اپنا مقدمہ رکھا تھا۔جسے وہ پہلی ہی پیشی میں ہار گیا تھا۔انھوں نے اس کی پوری بات سنے بغیر ہی غصے سے اسے ٹوک دیا تھا۔

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے نا عبیر؟ تمہیں پتا بھی ہے وہ تم سے کتنی چھوٹی ہے؟"

"تم مستقبل میں اس حویلی کے وارث بنو گے۔اور ریشام اس قابل ہرگز نہیں ہے۔۔بہتر ہے تم اسے بھول جاو اور آئندہ اس بات کا ذکر بھول کے بھی مت کرنا میرے سامنے"

وہ ہکا بکا رہ گیا تھا۔وہ تو سمجھ رہا تھا کے اس کی ماں اس کے فیصلے پر خوش ہوں گی۔لیکن انھوں نے تو بری طرح اسے جھڑک دیا تھا۔

"اتنی بھی چھوٹی نہیں ہے ماں!"

اس نے احتجاج کرنا چاہا تھا۔ریشام کی طرف بڑھتے ہوئے پہلے ہی قدم پر اسے منہ کے بل گرا دیا گیا تھا۔

"میں آئندہ اس موضوع پر کوئی بات نہیں سننا چاہتی!"

سفینہ غازی کے پر تپش لہجے میں کہنے پر اس نے لب بھینچ لئے تھے۔نظروں کو جھکا لیا تھا۔انھوں نے غور سے اپنے بیٹے کو دیکھا تھا۔جو قد کاٹھ میں ان سے بھی اونچا جا رہا تھا۔وہ پہلے کی طرح بچہ نہیں رہا تھا جسے سمجھا بجھا کر یش ڈانٹ کر سمجھا لیا جاتا۔خاموش کر دیا جاتا۔بڑھتی عمر کی وجہ سے اس کے اندر تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں۔سفینہ غازی نے اس کے نزدیک آ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"عبیر میرے بیٹے۔۔"انھوں نے لہجے میں محبت سمو کر اسے مخاطب کیا۔جس نے ان کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔وہ ہق دق رہ گئی تھیں اس کے عمل پر۔کے واقعی میں عبیر نے ان کا ہاتھ جھٹکا ہے؟لیکن وہ تو اتنا بے ادب نہیں تھا۔

"میری ہر بات کو ہر خواہش کو ہمیشہ رد کیا گیا ہے ماں۔ میں نے کبھی کوئی شکایت نہیں کی۔ ہمیشہ چپ رہا ہوں۔۔ لیکن میں نے آپ سے ایسا بھی کیا مانگ لیا جو ممکن نہیں ہو سکتا؟"

وہ از حد بد گمان تھا۔اس کی سنہری آنکھیں شکووں سے بھری تھی۔

"تم میرے اتنے میچور اور لائق بیٹے ہو۔۔ مستقبل میں اس پوری حویلی کی ذمہ داری تمہاری سر ہو گی۔اس کے معاملات تمہارے ہاتھوں میں سونپے جائیں گے۔اس لئے میں چاہتی ہوں کے تمہاری شادی ایسی لڑکی سے ہو جو تمہاری طرح بہت سمجھدار اور عقل مند ہو۔۔ جو ان معاملات کو بردباری سے سنبھال سکے۔ تمہارے شانے سے شانہ ملا کر چلے۔۔ رہی بار ریشام کی تو وہ ابھی چھوٹی ہے بہت۔ تمہاری شادی ہم ایک دو سال تک کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جب کے ریشام کی تو پڑھائی مکمل ہونے میں اتنے سال لگ جائیں گے۔اور پھر وہ بہت لاابالی اور نا سمجھ سی ہے۔اس کی سوچوں کے بارے میں تو تمہیں بھی معلوم ہے کے کے وہ حویلی کو ایک قید کہتی ہے۔۔ اسے ان ساری ذمہ داریوں سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ وہ بس اپنے خوابوں کو پورا کرنا چاہتی ہے۔ بزنس وومن بننا چاہتی ہے۔ آفس جانا چاہتی ہے۔" آخر میں ان کا لہجہ کچھ طنز بھرا تلخ سا ہوا تھا۔

"ریشام تمہارے لیے بلکل بھی موضوع نہیں ہے۔۔ اور میری بات سنو بیٹا۔۔ یہ بات یہیں ختم ہو جانی چاہیے۔۔ یہ ہمارے درمیان ہی رہے گی۔ اپنی اس خواہش کو تم دل سے نکال کر پھینک دو۔ اپنے بابا یا دادا جان سے اس کا ذکر ہر گز مت کرنا۔"

شیرنی بھرے مصنوئی مٹھاس سے لبریز لہجے میں وہ اسے دو ٹوک سمجھا رہی تھیں۔ لیکن اندرنی طور پر ان کا وجود سلگ رہا تھا۔

وہ حیران تھیں کے عبیر کے دل میں یہ خواہش آ بھی کیسے گئی؟

اپنے اتنے لائق فائق اور فرمانبردار بیٹے کو وہ ریشام جیسے من مانی کرنے والی لڑکی کے ہاتھوں میں دینے والی تو ہر گز نہیں تھیں۔ عبیر اثبات میں سر ہلا کر یقین دہانی کرواتے ہوئے وہاں سے اٹھ آیا تھا۔

اس محبت کو دل میں ہی دفنا دیا تھا۔اس بار بھی اس نے اپنے بڑے ہونے کا ثبوت دیا تھا۔اس نے ضد نہیں کی تھی۔ احتجاج نہیں کیا تھا۔ وہ کر بھی کیسے سکتا تھا۔ کے اسے ضد کرنے کا حق ملا ہی کب تھا۔

اس کے نصیب میں ہمیشہ سے قربانی ہی دینا لکھا گیا تھا۔ وہ کبھی کسی ناانصافی پر اداس نہیں ہوا تھا۔ لیکن اس بار اس کے دل سے خون رس رہا تھا۔اس بار وہ خود پر قابو نہیں رکھ پایا تھا۔اس دن وہ شاید پہلی دفعہ رویا تھا۔ ساری زندگی میں جتنی تلخ باتوں جتنی نا

انصافیوں جتنی اپنی خواہشوں کو وہ دل کے قبرستان میں خاموشی سے دباتا آیا تھا اس دن وہ کھل کر اپنی بے بسی پر رویا تھا۔ پہلی بار اپنی قسمت سے شکوہ کناں ہوا تھا۔ کافی عرصے سے چھوڑی ہوئی سگریٹ کا استعمال اس نے پھر سے شروع کر دیا تھا۔

ایک بار ریشام نے اسے اسموکنگ کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ اس دن وہ بہت روئی تھی۔ وہ اس کا سب سے اچھا بھائی تھا۔ وہ اس سے اس قسم کی امید نہیں رکھ سکتی تھی۔ تب عبیر نے خاموشی سے سگریٹ کا پیکٹ اور اپنا قیمتی لائٹر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا تھا۔

ہمیشہ کے لیے اس عادت کو چھوڑ دیا تھا۔ جب جب اپنی ناکام محبت یاد آتی تھی تب تب وہ سگریٹ کے دھوئیں میں اپنی سسکیوں کو اڑاتا تھا۔

وہ ایک کمال اداکار تھا۔ اس کے چہرے سے اس کی اندرنی کیفیت کا اندازہ لگانا بہت ہی مشکل کام تھا۔ سفینہ غازی کے کہنے پر وہ ریشام سے دستبردار ہو گیا تھا۔ لیکن اپنے شکوہ کناں دل سے نظریں نہیں ملا پا رہا تھا۔ اپنے دل کی اس نے سنی ہی کب تھی؟ ہمیشہ اپنی خواہش کو پس پشت ڈال کر اس نے دوسروں کی خوشی میں خوش رہنا کا فن سیکھا تھا۔ لیکن اس بار اس کا دل اسے بغاوت پر اکسا رہا تھا۔ اسے صبر نہیں آ رہا تھا۔ آج تک اس نے کسی ناانصافی پر احتجاج نہیں کیا تھا۔ لیکن ریشام غازی کو وہ چھوڑنے پر راضی نا تھا۔

اس دن عبیر نے ایک فیصلہ لیا تھا۔ ریشام غازی کو دل سے نکال دینے کا فیصلہ

لیکن اس کی قریب موجودگی میں یہ قطعی ممکن نہیں تھا۔ اسی لیے اس نے وجاہت غازی سے اصرار کیا تھا کے وہ نئی برانچ کے وزٹ کے لئے لاہور جانا چاہتا ہے۔ آفس جانا تو اس نے کب سے ہی شروع کر دیا تھا۔ اس کی بزنس میں دلچسپی دیکھتے ہوئے وجاہت غازی نے بھی اسے اجازت دے دی تھی۔

لاہور جانا صرف اس کا بہانہ تھا۔ اصل میں تو وہ راہ فرار اختیار کرنا چاہتا تھا۔ ریشام کے سامنے ہوتے ہوئے اسے نظر انداز کرنا اسکے بس میں نہیں تھا۔

اس دن وہ لاہور میں ہی تھا جب ریشام کی کال آئی تھی اس کے پاس۔

ویسے تو وہ تقریباً روز ہی فون کر کے اس سے اس کی واپسی کے متعلق دریافت کرتی تھی ساتھ ہی اسکے فون نا اٹھانے پر بھی شکوے کرتی تھی۔ لیکن وہ کمال مہارت سے مصروفیت کا بہانہ کر کے اسے ٹال دیتا تھا۔اس دن بات کچھ اور تھی۔اس نے میسج کر کے اسے جلد از جلد آنے کی تاکید کی تھی۔

عبیر نے میٹنگ کے بعد جب اس کا میسج دیکھا تو فوراً اسے کال کی تھی۔ وہ کچھ پریشان اور الجھی سی لگ رہی تھی۔اس کے اصرار کرنے پر بھی بتانے پر رضامند نہیں ہوئی تھی۔ صرف اس سے ملنے کے بعد ہی اسے بتانا چاہتی تھی۔

کئی دن بعد جانے والے عبیر غازی نے صرف اس کی خاطر کئی گھنٹوں کی ڈرائیونگ کر کے اس کے پاس حویلی پہنچا تھا۔ وہ رات گئے آیا تھا۔ حویلی سناٹے اور اندھیرے میں ڈوبی تھی لیکن وہ جاگ رہی تھی اس کے لیے

وہ کئی دن لگا کر واپس آیا تھا۔ سب سے زیادہ ناراض بھی اس سے ریشام ہی تھی۔ جو اس کی اتنی طویل غیر حاضری پر اس سے خفا تھی۔

"میں تمہارے لئے گفٹ لے کر آیا ہوں" اس نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے ہمیشہ کی طرح اسے نرمی سے بہلانا چاہا۔

"میں بڑی ہو چکی ہوں عبیر بھائی۔اب آپ کو مجھے بہلانے کے لئے کچھ اور سیکھنا ہو گا" سینے پر بازو لپیٹے وہ منہ پھلا کر کہہ رہی تھی۔ عبیر نے غور سے اسے دیکھا۔

وہ واقعی میں بڑی ہو چکی تھی۔اس کے کندھے تک آنے لگی تھی۔ چھوٹے سے دوپٹے کی جگہ اب بڑا سا دوپٹہ سر پر اوڑھنے لگی تھی۔اس کے چہرے کے نقوش پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو گئے تھے۔

وہ دھیمے سے مسکرا دیا۔ "ریشام ضمیر غازی کو منانے کے لیے مجھے کیا کرنا ہو گا؟"

"پہلے آپ میرا گفٹ دیں جو آپ میرے لیے لائیں ہیں۔۔"

اس کے مطالبے پر اس نے بیچارگی سی مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔

ریشام کی آنکھوں میں دبی دبی سی ناراضگی چھلکنے لگی۔

"نہیں لے کر آئیں نا؟ بہلا رہے تھے نا مجھے؟"

"تم میرے ساتھ شہر چلنا۔۔جو تم کہو گی میں تمہیں دلاوں گا"

اس نے دو منٹ رک کر سوچتے ہوئے کچھ جمع تفریق کی تھی

"اوکے۔۔"دوسرے ہی لمحے وہ مان گئی تھی۔

"اب آپ میری بات سنیں مجھے کہنا ہے آپ سے"وہ عجلت میں بولی۔

"بیٹا میں ابھی واپس آیا ہوں مجھے فریش تو ہونے دو"

اس نے تکان سے کہا تو وہ جلدی سے بولی۔

"ٹھیک ہے آپ فریش جائیں میں آپ کے لیے کافی بنا کر لا رہی ہوں"

اور کچھ ہی دیر میں جب وہ گرم پانی سے شاور لے کر تولیے سے بال رگڑتے ہوئے باہر آیا تو تبھی وہ اس کی اسٹرونگ کافی کا مگ لے کر آگئی تھی۔

تولیے کو اسٹینڈ پر ڈالتے ہوئے وہ بکھرے بالوں کے ساتھ ٹراوزر اور شرٹ پہنے آرم چیئر پر آبیٹھا تھا۔جو بیڈ کے دائیں طرف پڑا تھا۔

"کہو کیا بات کرنی ہے"

اس نے مگ لیتے ہوئے پوچھا۔

"ایک منٹ رکیں"کپ اسے پکڑا کر وہ جا کر دروازہ بند کر آئی تھی۔پھر اس کے سامنے بیڈ پر آکر بیٹھ گئی تھی۔انداز میں کچھ ہچکچاہٹ سی تھی۔"کہو بھی"اس کی خاموشی پر عبیر نے اسے ٹوکا۔اس کی آنکھیں تھکن کے باعث نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔

کافی ختم کر کے وہ جلد سے جلد بس سو جانا چاہتا تھا۔

وہ اس وقت کافی پیتا بھی نہیں تھا۔لیکن ریشام نے اس کے لئے بنائی تھی تو وہ کیسے انکار کر سکتا تھا۔

"وہ میرے کالج میں۔۔"

ریشام کو سمجھ نہیں آرہا تھا کے وہ کس طرح سے بات کا آغاز کرے۔بے شک وہ اس سے کافی فرینک تھی۔لیکن وہ بات ہی ایسی تھی کے اس کا ڈر نا فطری تھا۔کہیں عبیر غیرت میں آتے ہوئے کچھ کہہ ہی نا دے۔

"جو بھی بات ہے تم مجھے آرام سے بتاو۔۔ٹرسٹ می پوری بات سنیں بغیر میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا"

اس کے نرمی سے کہنے پر اس نے ڈھیروں ہمت اور اعتماد خود میں جمع کرتے ہوئے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"میرے کالج میں دو تین لڑکے ہیں۔۔میری کلاس کے نہیں ہے مجھ سے سینئر ہیں۔۔کچھ دنوں سے وہ میرا راستہ روک کر بد تمیزی کرتے ہیں۔مجھ پر فقرے اچھالتے ہیں۔۔میں نے ڈین سے بھی کمپلین کی تھی لیکن ان کا بیک گراونڈ بہت مضبوط ہے۔ان کی وارننگ دینے کے بعد بھی وہ باز نہیں آتے"

وہ آرام آرام سے کہتے ہوئے ساری بات اسے بتا گئی تھی۔

"اور یہ کب سے ہو رہا ہے؟"

"کچھ دن ہو گئے ہیں"

"ریشام۔۔"عبیر نے کپ میز پر رکھتے ہوئے اسے دیکھا۔

"میں یہاں نہیں تھا لیکن سالار تو یہیں تھا نا؟۔۔تم نے اس بارے میں اسے کیوں نہیں بتایا؟"

"انھیں بتا دیتی تو مجھے بھی ڈانٹ سننی پڑتی اور وہ لڑکے بھی بہت بری مار کھاتے ان سے۔۔آپ کو پتا تو ہے ان کی نیچر کا۔۔بات کرنے سے پہلے وہ ہاتھ اٹھانا زیادہ ضروری سمجھتے ہیں"

سالار کی نیچر سے وہ ہمیشہ نالاں ہی نظر آتی تھی۔

"میں چاہتی ہوں آپ بس طریقے سے انھیں سمجھا دیں۔آپ میرے بڑے بھائی کی حیثیت سے ان سے بات کریں گے تو وہ بھی کچھ رعب میں آکر اپنی حرکتیں چھوڑ دیں گے"

"ٹھیک ہے اور کچھ؟"

"تو پھر آپ کل آئیں گے نا کالج؟"

"میں کنفرم نہیں کہہ سکتا۔ آفس سے ٹائم مل گیا تو میں ضرور آوں گا۔۔ تم مجھے ان لڑکوں کے نام اور ان کی کلاس میسج کر دینا"

"تھینک یو عبیر بھائی۔"

اس نے تشکر سے اسے دیکھا۔ اس نے سہی فیصلہ کیا تھا۔ سالار کو بتانے کے بجائے اس نے عبیر کو اعتماد میں لیا تھا۔

جس نے نا صرف سکون سے اس کی بات سنی تھی بلکے اسے یقین بھی دلایا تھا کے وہ لڑکوں کو اپنے طریقے سے سمجھا دے گا۔

وہ خالی کپ اٹھا کر اسے شب بخیر کہتی ہوئی کمرے سے چلی گئی تھی پیچھے عبیر غازی کے تاثرات ترنت بدلے تھے۔ پیشانی پر بل واضح ہونے لگے تھے۔ آنکھوں میں درشتگی اتر آئی تھی۔ وہ لڑکے اب یقیناً اس کے قہر کا نشانہ بننے والے تھے۔

ریشام غازی کو تنگ کر کے انھوں نے عبیر کو اپنا دشمن بنایا تھا۔

اس کی گہری نیند بھک سے اڑ چکی تھی۔ ہاتھ میں فون پکڑے اس کی اسکرین پر روشن ہوتے ریشام کے میسج کو وہ دیکھ رہا تھا جن میں ان لڑکوں کے نام لکھے تھے۔

دوسرے دن سیاہ سوٹ میں ملبوس گرے ٹائی لگائے، جیل سے بالوں کو ایک سائیڈ پر سیٹ کیے وہ کلائی پر بندھی قیمتی گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے کوریڈور میں چل رہا تھا۔ اس کے پیچھے اس کا مینجر بھی تھا جو اس کا بریف کیس اٹھائے آ رہا تھا۔ وہ سید ھاڈین کے آفس میں آیا تھا۔ جو پہلے ہی کچھ ٹیچرز کے ساتھ میٹنگ میں مصروف تھے۔ عبیر غازی نے دو انگلیوں سے کھلے دروازے پر دستک دی تو سب اس کی جانب متوجہ ہوئے۔ وہ سعادت غازی کا بڑا پوتا تھا۔ وہی سعادت غازی جو اس یونیورسٹی کے ٹرسٹی تھے۔ "آیئے عبیر صاحب"

اسے دیکھتے ہی ڈین نے کرسی سے کھڑے ہوتے ہوئے خوشگواری سے اسے اندر آنے کی دعوت دیتے ہوئے ٹیچرز کے ساتھ میٹنگ برخاست کر دی تھی۔

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ کچھ دیر بعد میری ضروری میٹنگ ہے تو میں پوائنٹ پر آتا ہوں" چیئر پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھے وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"میں چاہتا ہوں آپ ان لڑکوں کو یہاں بلائیں"

عبیر کے کہنے پر اس کے مینجر نے ایک کاغذ میز پر رکھا۔ جسے پرنسپل نے اٹھا کر عینک لگاتے ہوئے اس پر نظریں دوڑائیں تو بے ساختہ عبیر کو دیکھا۔ جو چھبتی ہوئی نظروں سے انھیں دیکھ رہا تھا۔

"دیکھیں عبیر صاحب۔۔"انھوں نے گلاس کھنکھارتے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش کی تو وہ سختی سے ٹوک گیا۔"میں آپ کو بتا چکا ہوں کچھ دیر بعد میری میٹنگ ہے تو پلیز"

انھوں نے اس کے سرد انداز پر پیون کو بلا کر ان لڑکوں کو وہاں آنے کے لئے کہا تھا۔ جب تک وہ کرسی سے پشت ٹکائے ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھے فون پر ریشام کو میسج کر رہا تھا ڈین کے آفس میں آنے کے لئے۔

وہ کلاس ختم ہونے کے بعد باہر نکل رہی تھی جب اسے عبیر کا میسج ملا تھا۔ وہ اسی وقت سیدھی ڈین کے آفس میں آئی تھی۔ جہاں اسے عبیر بیٹھا دکھائی دیا تھا۔ اس کے ساتھ وہ تین لڑکے بھی ایک طرف ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔

"آو ریشام"

اسے دروازے پر کھڑے دیکھ کر اس نے اندر آنے کو کہا تو وہ جھجکی ہوئی اس کے پاس آگئی۔

بیٹا آپ نے بتایا کیوں نہیں کے آپ عبیر غازی کی کزن ہیں؟"ڈین نے خود پر ڈھیروں ضبط کرتے وہ افسوس سے اس سے پوچھا۔ اگر تو پہلے ہی اپنی شناخت ظاہر کر دیتی تو کم از کم انھیں عبیر سے یونیورسٹی سے نکال دیے جانے کی دھمکی تو نا ملتی۔

"یہی ہیں وہ لڑکے؟"اس نے سنجیدگی سے اس سے پوچھا۔ جس نے ایک نظر ان لڑکوں کو دیکھنے کے فوراً ان پر سے نگاہ ہٹا کر اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ عبیر نے ابرو اٹھا کر ڈین کو دیکھا جو اس کا مطلب سمجھ کر سر ہلاتے ہوئے کچھ کاغذات اٹھا کر ان لڑکوں کی جانب متوجہ ہوئے۔ ان تینوں لڑکوں کو کالج سے ریسٹیکیٹ کئے جانے کا فیصلہ سنا رہے تھے۔

"آئم سوری سسٹر۔۔ ویری سوری"ریشام حیرانگی سے انھیں دیکھ رہی تھی جو بنا کسی احتجاج کے ڈین کا فیصلہ قبول کر کے اس سے معافی مانگتے ہوئے روم سے چلے گئے تھے۔

"بہت معذرت عبیر صاحب۔۔ میں پوری کوشش کروں گا کے آئندہ آپ کو کالج آنے کی تکلیف نا اٹھانی پڑے"

"آپ کے اس تعاون کا بہت شکریہ سرفراز صاحب"

وہ اٹھ کر ان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تمہاری کوئی کلاس نہیں ہے تو میں گھر چھوڑ دوں تمہیں؟"

"ابھی دو کلاسز ہیں میری۔۔" وہ کہتے ہوئے ایک دم ہی رکی۔اس کے رکنے پر عبیر کے قدم بھی رکے تھے۔وہ دونوں کوریڈور میں کھڑے تھے۔"تھینک یو سو مچ عبیر بھائی" وہ تشکر سے اسے کہہ رہی تھی۔

"شکریہ کہنے کی ضرورت تھی؟" اس نے پیشانی پر بل ڈال کر مصنوئی ناراضگی سے اسے دیکھا۔

"میں چاہتی تھی کے بنا کسی بدمزگی کے معاملہ سورٹ ہو جائے۔اور آپ نے ویسا ہی کیا۔آپ کی جگہ سالار بھائی ہوتے تو وہ لڑکے کالج سے ریسٹیکیٹ ہونے کے بعد سیدھا ہاسپٹل پہنچے ہوئے ہوتے"

وہ مسکرا دیا تھا۔نامحسوس انداز میں ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی تھی۔وہ اسے بتا نہیں سکتا تھا کے رات کو اسی وقت اس نے ان لڑکوں کو ان کے گھر سے اٹھا کر انھیں کس طرح سے وارننگ دی تھی۔اور پھر ڈین کو کس طرح سے وہ فیصلہ لینے پر مجبور کیا تھا۔

وہ نرم مزاج آدمی تھا۔معاملے کو ہمیشہ ٹھنڈے دماغ سے حل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔لیکن ریشام غازی کے معاملے میں وہ ایک بلکل ہی الگ عبیر بن جاتا تھا۔اس کے لیے وہ ہر اس کام کو کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا تھا جسے کرنے کے بارے میں اس نے کبھی سوچا بھی نا ہو۔

وقت کے سکے کانسی کے برتن میں شور مچاتے گرتے گئے۔ورق پلٹتے گئے سال بدلتے گئے۔حویلی کے اطراف میں لگے درخت بوڑھے ہونے لگے تھے۔ان کی شاخیں زمین پر جھک آئی تھیں۔وہ ماضی کے عبیر غازی سے ایک مختلف انسان بن چکا تھا۔بزنس

کی دنیا کا جانا مانا چہرہ تھا۔ وہ کبھی گھاٹے کا سودا نہیں کرتا تھا۔ اس کی عقل مندی اس کی دانشوری کی وجہ سے غازی انڈسٹریز نے دن دگنی رات چگنی ترقی کی تھی۔ اور آج بھی وہ ترقی کی منازل طے کرتی آسمان کی بلندیوں کی جانب گامزن تھی۔

دوسری طرف اس کا اسمگلنگ کا کام بھی زوروں پر تھا۔ پہلے وہ محض پیسے لگاتا تھا۔ جسے کام میں لانا فرجاد کی ذمہ داری ہوتی تھی۔ اس کے ساتھ کام کرتے ہوئے اسے اتنے سال ہو چکے تھے۔ کے کچھ وقت پہلے تک اسے ایک راز ہی رکھا گیا تھا۔ دنیا کے لیے عبیر غازی صرف ایک بزنس ٹائیکون تھا۔ لیکن انڈر ورلڈ کی دنیا میں اس کی بڑی بڑی اور پاور فل شخصیات سے روابط قائم ہو چکے تھے۔ اتنے کم وقت میں اس نے اتنی کامیابیاں سمیٹی تھیں کے وہاں اس کے نام کے ڈنکے بجنے لگے تھے۔ پہلے کی طرح وہ مکمل طور فرجاد پر انحصار نہیں کرتا تھا۔ اب سارا معاملہ اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ کئی ایسے کام تھے جو اس کی ہی نگرانی میں اس کی اجازت سے کیے جاتے تھے۔ پہلے پہل ایک شرمندگی کے احساس میں ڈوبا رہتا تھا۔ اس کا ضمیر اسے کچوکے لگاتا رہتا تھا۔ لیکن لیکن آہستہ آہستہ اس نے اسے تھپک کر سلا دیا تھا۔

اسے خود کو مصروف کرنا تھا۔ اپنا دھیان بٹانا تھا۔ اپنے ماحول سے فرار حاصل کرنی تھی۔ جو اسے ایسے ہی میسر آیا تھا۔ یہاں اسے ایک اور چیز کی بھی آزادی تھی۔ یہاں وہ بے دریغ جتنے چاہے اتنے پیسے لگاتا اور کماتا تھا۔ کوئی اس سے پوچھ تاچھ کرنے والا نہیں تھا۔ اس سے بازپرس کرنے والا نہیں تھا۔ اسے ٹوکنے والا نہیں تھا کے وہ اتنے پیسے کہاں اور کیوں خرچ کرتا ہے۔

لیکن کمپنی کے سارے اکانونٹس کی آڈٹ رپورٹ تیار کی جاتی تھی۔ ایک ایک پیسے کا حساب رکھا جاتا تھا۔ ایسا نہیں تھا کے اسے پیسوں کو استعمال کرنے سے منع کیا جاتا تھا لیکن اسے وجاہت غازی کو بتانا پڑتا تھا کے اسے پیسے کس مقصد کے لیے چاہیئے۔ ان کے اپروول کے بعد اسے پیسے دئے جاتے ہیں۔ حویلی کے باقی بچوں کی تو پاکٹ منی بندھی ہوئی تھی۔ انھیں مہینے کے مہینے ہی ایک خطیر جیب خرچ دیا جاتا تھا۔ عبیر کو آزادی تھی کے وہ جتنے چاہے اتنے پیسے خرچ کرے لیکن ساتھ بس اتنی پابندی رکھی گئی تھی کے اگر اسے ایک بھاری رقم اکاونٹ سے نکلوانی ہے تو اسے پہلے ریزن بتانا پڑے گا۔ جو کے کمپنی کا اصول ہوتا ہے۔ کالج کے دنوں میں اس نے اپنا ذاتی اکاونٹ کھلوایا تھا۔ آج بھی وہی اس کے زیر استعمال تھا۔ اس میں ہر مہینے عبیر کے بنا کہے کمپنی کی طرف اسے ایک اچھی خاصی رقم ٹرانسفر کی جاتی تھی۔ اس کے ذاتی اکاونٹ کے علاوہ کمپنی کے اکاونٹ سے پیسے نکلوانے پر بھی اسے کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ لیکن اب اس کے مزاج میں تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں۔ انڈر ورڈ تک رسائی حاصل کر لینے کے بعد اس کی

شخصیت میں بھی اتار چڑھاو آرہے تھے۔ کمپنی کے رولز اور ریگولیشنز اسے پابندیاں لگنے لگے تھے۔ وہ پہلے کی طرح ہر کام کو کرنے سے پہلے اب وجاہت غازی یا سعادت غازی سے اجازت لینا ضروری نہیں سمجھتا تھا۔

سعدین حویلی کے سارے بچے وقت کی سیڑھیاں چڑھتے ایک نئے دور میں داخل ہو چکے تھے۔ جو سعدین حویلی کی در و دیوار ان کی شرارتوں سے اور قہقہوں سے گونجتی تھی آج وہ انھیں زندگی کے نئے سفر پر گامزن ہوتے دیکھ اداسی سے مسکرا رہی تھیں۔ وقت کتنی جلدی گزر گیا تھا۔ یہ کل کے ناسمجھ بچے اپنے روشن مستقبل کی تلاش میں یونیورسٹی جانا شروع ہو چکے تھے۔ عبیر کے ساتھ ان کی دوستی آج بھی ویسی ہی تھی۔ وہ آج بھی اپنے دل کی ساری باتیں اسی سے کرنے آتے تھے۔

عبیر کی اسٹڈی میں زیادہ وقت گزارنے کے بعد سالار کو بھی بزنس میں کافی انٹرنس پیدا ہوا تھا۔ ایم بی اے کی ڈگری لینے کے بعد اس نے بھی آفس جوائن کر لیا تھا۔ وہ آج بھی ایسا ہی تھا۔ اس کے مزاج میں بھی وقت نے کوئی اثر نہیں کیا تھا۔ وہ آج بھی عبیر کے مقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس کی زیادہ تر عادتیں عبیر کے جیسے ہی تھیں۔ صبح اٹھ کر جاگنگ پر جانا۔ اخبار پڑھنا۔ بزنس سے ریلیٹڈ کتابیں پڑھنا۔

عبیر کی ایک عادت تھی جو وہ اپنا نہیں پایا تھا۔ وہ تھی اس کی دوستانہ نیچر۔

وہ آج بھی اپنے کزنز سے زیادہ فرینک نہیں تھا۔ نا ہی ان کے ساتھ زیادہ ٹائم گزارتا تھا۔ صرف عبیر ہی تھا جو سارا دن آفس میں گزارنے کے بعد بھی ان کے لیے وقت نکالتا تھا۔

اس گزرے ماہ و سال میں ایسا کچھ ہوا تھا کے اس نے عبیر غازی کی ذات کو تھوڑا بہت بدل دیا تھا۔ دنیا کے سامنے وہ سعدین حویلی کا سب سے فرمانبردار اور سعادت مند بیٹھا تھا۔ لیکن اس کے دوسرے چہرے سے کوئی واقف نہیں تھا۔ وہ ڈپریشن کا مریض بن چکا تھا۔ اسٹریس کی وجہ سے اس کے سر میں مستقل درد رہنے لگا تھا۔ وہ بے شک سارا دن مسکراتے چہرے کا نقاب لگا کر گزار لیتا تھا۔ لیکن رات کو اپنے کمرے میں جب تنہا ہوتا تھا تو ماضی کا عبیر اس کے سامنے آبیٹھتا تھا۔ جس کی آنکھوں میں اس سے شکوہ ہوتا تھا۔ شکایت ہوتی تھی۔ جس نے اس کی کبھی نہیں سنی تھی۔ اس کی خوشی سے نظریں چرا کر ہمیشہ دوسروں کی خوشی کو فوقیت دی تھی۔

وہ اپنی ساری ناکام خواہشات کو دفن کر چکا تھا۔ لیکن ریشام غازی آج بھی پورے استحقاق سے اس کے دل میں براجمان تھی۔ وہ لاکھ کوشش کے باوجود بھی اس کے سحر سے پیچھا نہیں چھڑا پا رہا تھا۔ وہ اس کی لاحاصل تمنا تھی۔ وہ ایک ان دیکھی آگ میں جلس

رہا تھا۔اس کارواں رواں اس سے شکوہ کناں تھا۔اس نے کبھی اپنی ذات کے لئے کچھ نہیں کیا تھا۔کم از کم اس خوشی سے تو وہ خود کو محروم نا رکھتا۔اس کے وسیع پر تعیش کمرے کی لائٹس مدھم تھیں۔اسے روشنیاں پسند نہیں تھیں۔جگمگ کرتے کمرے میں اسے اپنی محرومیاں دکھائی دیتی تھیں۔کئی وقت گزرے اس نے اندھیرے میں رہنا شروع کر دیا تھا۔سیاہ گہری رات سے دوستی کر لی تھی۔اس کے دل میں سب کے شکوے شکایات دفن تھے۔سب اس کے سامنے اپنا دل ہلکا کر جایا کرتے تھے لیکن اسے آج تک ایسا شخص نہیں ملا تھا جس کے سامنے وہ اپنے دل کو ہلکا کر پاتا۔اپنے دل کی بھڑاس نکال پاتا۔کئی بار وہ تھک جاتا تھا۔وہ ساری زمہ داریوں سے بری الذمہ ہو کر کہیں روپوش ہو جانا چاہتا تھا۔وہ کچھ دیر کے لیے اچھا بیٹا اور اچھا بھائی بننے سے بریک لینا چاہتا تھا۔

بیڈ پر بیٹھے اس نے سائیڈ ٹیبل پر سے پانی کا گلاس اٹھا کر ڈپریشن اور اسٹریس کی میڈیسن اٹھا کر منہ میں رکھتے ہوئے پانی کے گھونٹ سے انھیں حلق میں اتارا تھا۔

ان دوائیوں میں سکون تھا۔کچھ دیر کے لئے ہی سہی اس کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے تھے۔ان کی بدولت وہ کچھ دیر غفلت کی نیند سو جایا کرتا تھا۔

ڈاکٹر اس کی ذہنی حالت کو لے تشویش کا شکار تھا۔اتنی کم عمر میں وہ اپنے ساتھ کیا کر رہا تھا؟اگر وہ لڑکی کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا تو اسے اپنا کیوں نہیں لیتا۔

لیکن وہ پھیکا سا مسکرا دیا تھا۔اسے یہ بتا نہیں پایا تھا کے وہ اس لڑکی کی وجہ سے ہی مجبور تھا۔وہ اسے اپنا بڑا بھائی سمجھتی تھی۔وہ اس کا اعتماد خود پر سے توڑنا نہیں چاہتا تھا۔اگر اسے پتا چل جاتا کے عبیر غازی اس کے عشق میں مبتلا ہے تو وہ اس کے بارے میں کیا سوچتی۔

تم میرے ساتھ رہو گے تو کیا کہے گا زمانہ

میری یہی ایک تمنا، تیرا یہی ایک بہانہ

سفید کرتا شلوار زیب تن کئے وہ سب کے ساتھ عید کی نماز پڑھ کر حویلی لوٹا تھا۔ یونیورسٹی میں پڑھنے کے باوجود وہ سب بچوں کی طرح اس کے گرد جھمگٹا لگائے، ہاتھ پھیلائے اپنی عیدی کے لئے اصرار کر رہے تھے۔ ہمیشہ کی طرح عبیر نے باری باری سب کو گلے لگاتے ہوئے ان کی عیدیاں ان کے حوالے کی پھر آرم چیئر پر بیٹھ گیا۔ وہ سب سے مل لیا تھا لیکن ریشام اسے کہیں نظر نہیں آئی تھی۔ بریزے، فاز اور عاشر کے پیچھے پڑی تھی ان سے عیدی مانگنے کے لیے جو ہمیشہ کی طرح صاف انکار کر رہے تھے۔ عبیر انھیں دیکھ کر مسکراتے ہوئے ٹی وی اسکرین کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ جبھی بے ساختہ چونکا تھا۔ حنائی ہاتھوں میں کانچ کی پیالی میں کھیر بڑھائے اس کے ہاتھوں کو دیکھتے دیکھتے اس نے نظر اٹھا کر اس کے چہرے کو دیکھا۔ "عید مبارک عبیر بھائی" عید کی مناسبت سے ہلکی پھلکی تیاری میں وہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔ لائٹ فیروزی اور پرپل کلر کے اسٹائلش ڈریس میں سر پر دوپٹہ اوڑھے وہ چند لمحے کے لیے عبیر غازی کی دھڑکوں کو ساکت کر گئی تھی۔ "یہ پکڑیں اور میری عیدی دیں مجھے جلدی سے" اس کے عجلت مچانے پر اس نے پیالی اس کے ہاتھ سے پکڑ لی تھی۔ پھر جیب میں سے والٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ بس میں ہوتا تو اس کے مہندی سے سجے ہاتھوں پر اپنا دل ہی نکال کر رکھ دیتا۔ لیکن یہ بس ہی تو نہیں چلتا تھا۔

"اتنی ساری عیدی؟" وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔ اور وہ یک ٹک اسے دیکھے گیا۔ عبیر نے سب کو پانچ پانچ ہزار دئے تھے۔ ریشام نے اس کے والٹ سے کئی نوٹ نکال لئے تھے۔ "آئندہ آپ کبھی مجھے اپنا والٹ دینے کی غلطی نہیں کریں گے" وہ ابرو اٹھا کر اسے جتاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ وہ بنا کچھ کہے پیچھے کو ٹیک لگائے آرام سے اس کی لائی ہوئی کھیر کھا رہا تھا۔ "غلطی تم کر رہی ہو اسے واپس دے کر۔"

"کیا آپ سچ میں دے رہے تھے؟" اس نے حیرانگی سے پوچھا۔ وہ سمجھی وہ مذاق کر رہا ہو گا اس کے ساتھ۔

"اب تو تم نے چانس مس کر دیا" عبیر نے فوراً ہی اس کے ہاتھ سے والٹ اچک لیا تھا۔ ریشام نے منہ بسور کر اسے دیکھا۔ "خیر ہے یہ بھی بہت زیادہ ہیں" اس کے قریب ہی پڑے تھری سیٹر صوفے کے کونے پر بیٹھتے ہوئے وہ مسکراتے ہوئے خود کو تسلی دینے سے زیادہ اسے جتا کر کہا۔ ساتھ ہی ہاتھ میں پکڑے پانچ پانچ ہزار کے نوٹ بھی گن رہی تھی۔

"تم نے کہاں ڈاکہ مارا ہے؟" فاز نے اچانک ہی اس کے ہاتھ سے سارے نوٹ جھپٹ لئے تھے۔ "واپس کرو میری عیدی" ریشام نے غصے سے اسے دیکھا۔ وہ پیسے اس کے ہاتھ لگ گئے تھے۔ یعنی اب وہ واپس ریشام کے ہاتھ میں آنے والے نہیں تھے۔

"یہ زیادتی ہے عبیر بھائی۔ ہمیں تو آپ نے پانچ ہزار پر ٹرخا دیا۔اور اس چڑیل کو ساٹھ ہزار دے دئے "نوٹ گنتے ہوئے وہ از حد برا مانتے ہوئے بولا۔ "انھوں نے نہیں دیے۔ میں نے خود نکالے تھے۔اب واپس کرو میرے پیسے"

"پیسوں کو چھوڑو یار میں تمہیں اچھی سے ٹریٹ دے دوں گا۔ شہر جا رہا ہوں واپسی پر تمہارے لیے فیورٹ پزا لے آوں گا"

وہ اسے بہلاتے ہوئے سارے نوٹ اپنے والٹ میں منتقل کر چکا تھا۔

وہ غصے سے اسے مارنے کو اٹھی تھی تبھی عبیر نے اس کی کلائی پکڑ لی تھی۔ "بیٹھ جاو واپس "اس کے ایک دفعہ کہنے پر ہی وہ واپس بیٹھ گئی تھی۔ "ریشام کی عیدی اسے واپس دو فاز"

اس کے کچھ رعب سے کہنے پر فاز نے فوراً ہی سارے نوٹ نکال کر ریشام کی جانب بڑھا دئے تھے۔ "فکر مت کرو۔ میں دوں گی تمہیں اچھی سی ٹریٹ۔" وہ اسے تسلی دیتے ہوئے بولی جو کینہ طوز نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کسی کی ہمت نہیں تھی عبیر کی موجودگی میں اسے کچھ کہہ پاتا۔

"بھائی آپ نے نا اس کو بگاڑ دیا ہے اتنا لاڈ پیار دے کر"

وہ ناراضگی سے عبیر سے مخاطب ہوا۔"

"میں اس قابل ہوں کے مجھے لاڈ پیار دیا جائے۔ بھولو مت، حویلی کی بڑی بیٹی ہوں میں۔ میری پیدائش پر جتنی خوشیاں منائی گئی تھیں تم تصور ہی نہیں کر سکتے"

"اس وقت تمہیں ہوش تھا ان خوشیوں کو دیکھنے اور سمجھنے کا؟" وہ بے زاری سے چمک کر بولا تو وہ جھینپ گئی۔ وہ تو وہی بیان کر رہی تھی جو وہ اپنے بڑوں سے آج تک سنتی آئی تھی۔

"عبیر بھائی تو سمجھدار تھے نا جب۔ ان سے ہی پوچھ لو" ریشام نے فوراً ہی صوفے کے بازو پر کہنی ٹکا کر اس میں چہرہ گرائے عبیر کو دیکھا۔ جس نے اسی وقت نظریں اٹھا کر ریشام کو دیکھا تھا۔ ترچھی ہو کر اس کی جانب رخ موڑے کاجل سے لبریز سیاہ آنکھوں سے عبیر کو دیکھ رہی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

اسے ایسے نہیں دیکھنا چاہئے تھا۔ عبیر کے دل کا کچھ تو خیال کرنا چاہئے تھا۔ وہ کتنی دفعہ اس کی سیاہ جھیل سی آنکھوں کے سمندر میں ڈوبا تھا۔ کتنی بار ابھرا تھا۔ اس ابھرنے اور ڈوبنے کا احساس اتنا دلفریب تھا کے وہ کنارے پر آنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ خود کو مر جانے دینا چاہتا تھا۔ اس کا سارا حسن ایک طرف تھا۔ اور ان آنکھوں کی مدہوشی الگ تھی۔ وہ انھیں جتنا دیکھتا اتنا ہی تشنہ رہتا۔ "آپ بتائے نا کتنی خوشیاں منائی گئی تھیں میرے پیدا ہونے پر؟" وہ اس سے محو سوال تھی۔ "پورے گاوں اور ساری حویلی کو دیو سے روشن کیا گیا تھا۔ ہر گھر میں ڈھیروں مٹھائیاں تقسیم کی گئی تھیں۔ کتنے ہی دن حویلی میں جشن کا سماں رہا تھا۔ سارا دن حویلی کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ آنے والے ہر سائل کو کتنے ہی صدقے دے کر رخصت کیا جاتا تھا"

عبیر کے ایک ایک لفظ پر اس کی گردن تنی جا رہی تھی۔ "اور میری دفعہ یہ سب نہیں ہوا تھا؟" سینے پر بازو لپیٹے کھڑی بریزے نے ناراضگی سے پوچھا۔

"پہلے شہزادی پیدا ہوئی تھی اس لئے اتنی خوشیاں منائی گئی تھیں۔ تمہارے پیدا ہونے پر حویلی کے سارے دروازے بند کر دئے گئے تھے تاکے کسی کو خبر نا ہو جائے کے ہمارے یہاں ایک چڑیل نے جنم لیا ہے" عاشر کی فضول گوئی پر بریزے نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

"یہ کیا کہہ رہا ہے عبیر بھائی؟"

"یہ سہی کہہ رہا ہے" وہ سمجھ رہی تھی کے وہ اس کی سائیڈ لے کر عاشر کو ڈانٹے گا۔ لیکن اس کے مصنوئی سنجیدگی سے کہنے پر جہاں اس کی آنکھوں میں پانی آیا تھا وہیں عاشر اور فاز کا فلک شگاف قہقہ گونجا تھا۔

"اب تو تمہیں یقین آ گیا نا؟" ان کے ہاتھ مانو ایک مشغلہ آ گیا تھا۔ وہ تو اب اس کی جان خشک کرنے والے تھے۔

اس سے پہلے کے آنسو بھری آنکھوں سے وہاں سے واک آوٹ کر جاتی عبیر نے اس کے گرد بازو پھیلا کر اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ "تمہاری دفعہ بھی اتنی ہی خوشیاں منائی گئی تھیں۔ تم جانتی ہو نا غازی خاندان میں بیٹوں سے زیادہ بیٹیوں پر جان چھڑکی جاتی ہے۔ تم دونوں ہی ہمارا سکون ہو" وہ اس کا سر سہلاتے ہوئے نرمی سے اسے بہلا رہا تھا۔

جیسے ہمیشہ کرتا آیا تھا۔ اس کے منانے کا طریقہ مختلف تھا۔ اور منفرد بھی۔

"میرے لیے تم دونوں ہی برابر ہو۔ تم دونوں سے مجھے ایک جتنی محبت ہے۔"

"آپ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ ریشام سے آپ کو زیادہ محبت ہے" ہاتھ کی پشت سے گال صاف کرتے ہوئے اس نے ناراضگی سے کہا۔

"اور اس میں کوئی شک نہیں۔"

اس سے پہلے کے عبیر کچھ کہتا وہ اچانک سے آ کر اس کا بازو اٹھاتے ہوئے اس کے شانے پر سر ٹکا گئی تھی۔ عبیر کا ہاتھ بھی اس نے دونوں ہاتھوں میں تھاما ہوا تھا۔

ریشام اور بریزے دونوں اس کے حصار میں تھیں۔ اس کا دل سینے سے نکل کر الٹے ہاتھ میں دھڑک رہا تھا۔ ریشام کو احساس ہونا چاہئے تھا۔ اس کی اتنی قریب موجودگی عبیر کے حواسوں پر کس طرح سوار ہو رہی تھی۔

"سالار کہاں ہے ویسے؟ مسجد سے تو وہ ساتھ ہی واپس آیا تھا؟"

عبیر نے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"وہ دروازے سے سب کو کورس میں عید مبارک کہہ کر اپنے روم میں چلے گئے تھے" فاز کے اطلاع دینے پر وہ نفی میں سر ہلاتا اس کے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

ناک کر کے درواہ کھولا تو وہ سیاہ کرتا شلوار پہنے بیڈ پر اوندھے منہ لیٹا فون پر مصروف تھا۔ عبیر کو دیکھا تو فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"تم کسی سے عید ملے بغیر روم میں آ گئے سالار؟" اس کا سنجیدہ انداز استفسار کرتا ہوا تھا۔ "میں نے سب کو وش کیا تھا"

اس نے ترنت صفائی پیش کی۔ "اگر دو اجنبی بھی آج کے دن کسی سے ملتے ہیں تو ان کے انداز میں بھی گرمجوشی ہوتی ہے۔ تم پر شاید میری بات کا اثر نہیں ہوتا۔ بھول گئے ہو میں نے تمہیں کیا سمجھایا تھا؟"

وہ بیڈ پر بیٹھا نظر جھکا کر اس کی باتیں سن رہا تھا۔

"دو منٹ میں نیچے آو۔ اور ان سب سے ایسے ملو جیسے کوئی بڑا بھائی ملتا ہے۔ وہ سب چھوٹے ہیں تم سے۔ تمہارے سرد مزاج کی وجہ سے تم سے بات کرنے سے بھی کتراتے ہیں۔"

"کچھ دیر میں آتا ہوں میں" وہ آج کے دن عبیر سے اس موضوع پر بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔اس لئے بنا کچھ کہے خاموشی سے اس کی بات مان لی تھی۔

کچھ ہی دیر میں وہ عبیر کے پیچھے سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے آتا دکھائی دے رہا تھا۔سیاہ رنگ اس کے دراز قد پر کافی جچ رہا تھا۔کرتے کی آستینیں بھی کہنیوں تک موڑ رکھی تھی۔گھنے بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کی جانب کرتے ہوئے وہ لاونج میں پہنچا۔

لیکن اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کے وہ کیسے پہل کرے۔"آپ ہماری عیدی دینا بھول گئے تھے۔وہی دینے آئے ہیں نا؟" فاز کے استفسار کرنے پر اس نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔پھر جیب میں سے نوٹوں کی گڈی نکال لی۔

"میں بڑی ہوں پہلے مجھے دیں" ریشام فوراً ہی اس کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی تھی۔"اس فقیرنی کو سو روپے دے کر فارغ کریں سالار بھائی" فاز نے ناراضگی پسندیدگی سے کہا ریشام نے تیز نظروں سے اسے گھورا۔

"یہ تم سب بانٹ لینا آپس میں" سالار نے وہ نوٹوں کی گڈی ریشام کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر رکھ دی تھی۔سب حیرت سے منہ کھولے اسے دیکھ رہے تھے۔

وہ بہت زیادہ پیسے تھے۔سالار ان پر اتنا مہربان کیسے ہو سکتا تھا آخر؟

"عید مبارک سالار بھائی" اتنی عیدی ہاتھ آنے پر عاشر اور فاز کورس میں کہتے ہوئے اس کے گلے لگ گئے تھے۔

"خیر مبارک" وہ مسکرا رہا تھا۔غصہ نہیں کر رہا تھا۔اور کچھ دیر بعد ہی وہاں کا منظر پہلی بار سعدین حویلی کی در و دیواروں نے دیکھا تھا۔

سالار غازی پہلی بار ان سب کے درمیان بیٹھا تھا۔صوفے پر بیٹھے پیچھے کو ٹیک لگائے شیر خرما کھاتے ہوئے وہ ان سب کے ساتھ کارڈز کھیل رہا تھا۔

اخبار کا کاروباری صفحہ پڑھتے ہوئے عبیر ساتھ ہی ان سب کو بھی دیکھ رہا تھا۔

آج وہ پر سکون تھا۔دیر سے ہی سہی لیکن سالار اس کی جگہ آرام سے پر کر سکتا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

مزاج یار سے جو جو شناسا ہوتا جا رہا ہوں

میں تنہا اور تنہا اور تنہا ہوتا جا رہا ہوں

گرے شرٹ اور بلیک پینٹ پہنے بلیک کوٹ کو بازو پر ڈالے وہ فون پر سر جھکائے انگوٹھے سے ٹائپنگ کرتے ہوئے بھاری قدم اٹھاتے ہوئے پورچ میں آیا تھا جب اپنی گاڑی کے پاس کھڑے اس نوجوان لڑکے کو دیکھ کر اس کے قدم رکے۔

پرانے سے بدرنگ کپڑے پہنے اپنے حال سے بے پرواہ وہ دونوں ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

"عبیر صاحب یہ یوسف ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا نا اس کے بارے میں" ادھیڑ عمر ملازم نے اس کا تعارف کروایا لیکن عبیر کے چہرے پر شناسائی کی کوئی رمق نہیں تھی۔ "اوہ اچھا" اچانک ہی اسے یاد آیا تھا۔ یوسف کے والد اس حویلی میں کئی عرصے سے ملازم تھے۔ بیماری کی وجہ سے انھوں نے کام چھوڑنے کا فیصلہ کر کے اپنی جگہ اپنے بیٹے کو حویلی میں بھیج دیا تھا۔ "کیا عمر ہے تمہاری؟" عبیر کے دوستانہ انداز پر یوسف نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ سالار کا ہم عمر تھا۔ وہ اس سے چھوٹے چھوٹے سوالات کر رہا تھا۔ اس کی پڑھائی کے بارے میں۔ جس نے کہا تھا کے وہ گریجویشن کے بعد اپنی پڑھائی جاری نہیں رکھ سکا تھا۔ "ڈرائیونگ آتی ہے نا تمہیں؟"

"جی سر" اس نے فوراً کہا۔

"گاڑی نکالو آج تم مجھے آفس ڈراپ کرو گے"

وہ کہتا ہوا دوبارہ فون کی جانب متوجہ ہوتا ہوا گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

"جبھی ایک ملازم لڑکا بھاگتا ہوا اس کا بریف کیس اور صبح کا تازہ اخبار اس کے لئے لے آیا تھا۔ یوسف نے اس سے دونوں چیزیں لے کر عبیر کے پاس رکھ دی تھی۔

"زئی میں نے تمہیں کتنی بار کہا ہے اس طرح کے مسئلے بتانے کے لیے مجھے فون مت کیا کرو۔ یہ چھوٹے سے کام تم خود بھی ہینڈل کر سکتے ہو۔۔"

فون کان سے لگائے وہ برہمی سے کسی سے مخاطب تھا۔

اس کی عالیشان گاڑی چلاتے ہوئے وہ بیک ویو مرر سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ پہلی ملاقات میں ہی عبیر غازی سے متاثر نظر آ رہا تھا۔

شام کی چائے وہ ہمیشہ لان میں بیٹھ کر پیا کرتا تھا۔ لکڑی کی چند کرسیوں اور سینٹر میں پڑی میز کے علاوہ وہاں ایک بڑا سا جھولا بھی پڑا تھا۔ جو ریشام اور بریزے کی ملکیت میں تھا۔ زیادہ تر اپنے ٹیسٹ وغیرہ کی تیاری وہ دونوں وہیں بیٹھ کر کرتی تھیں۔ لیکن جو جوان کی عمر بڑھ رہی تھی حویلی کی خواتین کی طرف سے ان پر کئی پابندیاں لگائی جا رہی تھی۔ انھیں بنا سر ڈھکے کمرے سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ بلا ضرورت لان میں جانا بھی سختی سے منع کر دیا تھا۔

لیکن صرف عبیر کی وجہ سے انھیں کچھ دیر کی اجازت مل جایا کرتی تھی۔ وہ جتنی دیر لان میں بیٹھ کر اپنی چائے پیتا تھا کئی بار وہ دونوں بھی اس کے پاس آ کر بیٹھ جایا کرتی تھیں۔ آج بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ وہ کرسی پر پیچھے کو ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ جینز کے اوپر اس نے سفید شرٹ پہن رکھی تھی۔ بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ بے پرواہ حلیے میں بھی ہینڈسم لگتا تھا۔ کپ لبوں سے لگائے وہ فون پر مصروف تھا۔ جب اندرنی عمارت سے وہ باہر نکلتی دکھائی دی۔ پیلے رنگ کے لباس پر سیاہ چادر اوڑھے اس نے کتابوں کے علاوہ ایک شال بھی ہاتھ میں اٹھائی ہوئی تھی۔ شام کے سائے ڈھلنے لگے تھے۔ پہاڑی اور ٹھنڈا علاقہ ہونے کی وجہ سے بھی وہاں سر شام ہی خنکی میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ فون پر ٹائپنگ کرتی اس کی انگلیاں تھمی تھیں۔ اس کی سانس بھی کچھ دیر کے لیے رک گئی تھی۔ وہ اپنی ہی دھن میں وہ شال عبیر کے شانوں پر پھیلا کر جھولے پر جا بیٹھی تھی۔ لیکن وہ جہاں کا تہاں بیٹھا رہ گیا تھا۔ وہ اپنی

جگہ سے حرکت بھی نہیں کر پایا تھا۔بظاہر وہ ایک چھوٹی اور معمولی سی ہی بات تھی۔ریشام کے علاوہ اگر کوئی وہ کام کرتا تو شاید اسے اتنا فیل بھی نہیں ہوتا لیکن وہ ریشام ضمیر غازی تھی۔وہ عام نہیں تھی۔وہ چھوٹی سی لڑکی اس کے پورے وجود پر حکمرانی کر رہی تھی۔اس کی چھوٹی سی چھوٹی بات بھی اس کے لیے انتہا کا درجہ رکھتی تھی۔شال کو اس نے اپنے وجود کے گرد لپیٹ لیا تھا۔وہ اپنی چائے ختم کر چکا تھا۔عادت کے مطابق اٹھ کر اندر جانے کے بعد کچھ دیر اسے جم کرنا تھا۔لیکن ریشام اپنے ٹیسٹ کی تیاری میں کافی منہمک تھی۔عبیر اسے ڈسٹرب نہیں کر سکتا تھا۔اسے اکیلا وہاں چھوڑ کر اندر بھی نہیں جا سکتا تھا۔وہ جھولا اس کی آنکھوں کے عین سامنے ہی تو تھا۔ٹانگ پر ٹانگ پر رکھتے ہوئے وہ آرام دہ انداز میں بیٹھ گیا۔بظاہر وہ فون پر مصروف تھا۔لیکن کن انکھیوں سے اس کے معصوم چہرے کو دیکھے جا رہا تھا۔جو اس کی نظروں سے بے پرواہ اپنی کتاب کی جانب متوجہ تھی۔آج سے پہلے اس نے عبیر کی محویت کو کب محسوس کیا تھا جو آج کرتی۔

رات کو کھانے کے بعد وہ کچھ دیر لان میں واک کرنے کے بعد اندر آیا تو لاونج کے داخلی دروازے پر ہی قدم رکھتے ہوئے اسے ریشام کی ناراض سی آواز سنائی دی تھی۔ضمیر غازی ریڈنگ گلاسز لگائے کسی فائل کا مطالعہ کر رہے تھے۔وہ ان کے پاس بیٹھی ناراضگی سے ان سے کچھ کہے جا رہی تھی۔عبیر پر نظر پڑی تو فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آئی۔لیکن اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی ضمیر غازی بول اٹھے تھے۔"تمہاری ہی سنتی ہے یہ۔تم ہی سمجھاو اسے۔کب سے آفس جانے کی ضد کر رہی ہے"

عبیر نے ان کی بات سن کر نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"عبیر بھائی میں کمپنی میں جاب کرنے کا نہیں کہہ رہی۔بس آفس جا کر دیکھنا چاہتی ہوں۔آپ کو تو پتا ہے مجھے کتنا شوق ہے بزنس وومن بننے کا"

"یہ اور بات ہے کے بزنس وومن بے ضرر سے کاکروچ کو دیکھ کر پوری حویلی سر پر اٹھا لیتی ہے"

فاز نے اس کی بات اچک کر شوخی سے کہا۔وہ بھی جم سے واپس آیا تھا۔عبیر نے بیسمنٹ میں اپنا ذاتی جم بنایا ہوا تھا جو پہلے صرف اس کی ملکیت تھا لیکن اب اس کے تینوں بھائی اس سے زیادہ وہاں وقت گزارتے تھے۔

"تم سے کسی نے کہا ہے اپنی رائے دینے کو؟"اس نے گھور کے فاز کو دیکھا۔" بابا کو پسند نہیں آئے گا ریشام" وجاہت غازی کی وجہ سے اس نے نرمی سے انکار کرنا چاہا۔ وجاہت غازی لڑکیوں کی بے جا آزادی کے سخت خلاف تھے۔"آپ میرے لئے ان سے بات نہیں کر سکتے؟"اس نے نروٹھے لہجے میں کہا۔ وہ اسے بتا نہیں سکتا تھا کے وہ"اس کے لیے"کیا کچھ کر سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے میں بات کروں گا بابا سے" وہ زیادہ دیر اسے ٹال ہی نہیں پاتا تھا۔ ہمیشہ اس کی ضد کے آگے سر جھکا دیتا تھا۔

دوسرے دن وہ آفس جانے کے لیے بلکل تیار پورچ میں کھڑا اس کا منتظر تھا۔ گلابی کلر کے سادے سے لباس میں گلابی ہی آنچل سے سر اوڑھے اس نے بڑی سی شال کندھوں پر پھیلائی ہوئی تھی۔ سرخ و سپید پیر کھسوں میں مقید تھے۔ وہ اس کے نزدیک آئی تو عبیر نے اس کی شال شانوں سے اٹھا کر اس کے سر پر اوڑھا دی تھی۔ حویلی کی خواتین بنا چہرہ ڈھانپے باہر نہیں نکل سکتی تھیں۔

"بیٹھو گاڑی میں"عبیر نے اس کے لیے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول دیا تھا۔"آج آپ خود ڈرائیو کریں گے؟"اس نے خوشگواریت سے پوچھا۔ کیوں کے وہ بھی جانتی تھی کے عبیر کی گاڑی ہمیشہ ڈرائیور ہی چلاتا تھا۔ لیکن آج وہ اس کے ساتھ جا رہی تھی تو عبیر غازی نے اپنی ایک اور عادت اس کے لیے بدل دی تھی۔

غازی انڈسٹریز کی پر شکوہ عمارت سر اٹھائے شان سے کھڑی تھی۔ وہ اپنے عالیشان و پر تعیش سے کمرے میں کاوچ پر بیٹھا تھا۔ ہاتھ میں پکڑے فون پر سر جھکا رکھا تھا۔ وہ کچھ مصروف دکھائی دے رہا تھا۔ اس پوری بلڈنگ میں سب سے وسیع اور اور ویل ڈیکوریٹ کمرہ اسی کا تھا۔ جس کی نفاست ہی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

وہ اس کی پاور چیئر پر بیٹھی تھی۔ دونوں ہاتھوں کو کرسی کے بازو پر پھیلائے اس کی گردن کچھ تنی ہوئی تھی۔"بہت اسٹرونگ وائب آ رہی ہیں یہاں بیٹھ کر۔"وہ پر جوشی سے بولی تو عبیر نے لمحے بھر کو نگاہ فون پر سے ہٹا کر اسے دیکھا تھا۔ اس کی بچوں جیسی خوشی پر مسکرا دیا تھا۔ فون آف کر کے اٹھ کر اس کے سامنے آیا۔

"ریشام میڈم آپ کی اجازت ہو تو آپ کو آفس کا وزٹ کروا دوں؟"اس نے عاجزی سے پوچھا تو وہ بے ساختہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"میری وجہ سے آپ کا کام ڈسٹرب ہو گا۔ آپ رہنے دیں میں خود ہی سب دیکھ لوں گی"

"میری میٹنگ میں کچھ ٹائم ہے جب تک میں تمہیں وزٹ کروادوں گا۔ آجاو شاباش پھر تمہیں واپس حویلی بھی چھوڑنا ہے"

رسٹ واچ میں وقت دیکھتے ہوئے اس نے عجلت میں کہا۔ "مجھے حویلی چھوڑنے آپ جائیں گے؟" میز پر سے اپنا بیگ اٹھا کر اس نے نزدیک آتے ہوئے اس نے حیرانگی سے پوچھا۔ "ہمم" اس نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اس کے لئے دروازہ کھول دیا تھا۔ "گاوں جانے میں اور پھر واپس آنے میں آپ کا اتنا وقت صرف ہو گا۔ آپ رہنے دیں میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جاوں گی"

"میں ہوں نا تمہارا ڈرائیور۔" لاپرواہی سے کہتے ہوئے اس نے ہاتھ سے باہر آنے کا اشارہ کیا تو وہ کھلے دروازے سے باہر آگئی۔

کچھ ہی دیر میں سارا آفس اسے دکھا کر وہ دونوں پارکنگ میں آچکے تھے۔ جب عبیر کے فون پر ایک بیرون ملک کا نمبر جگمگایا تھا۔ وہاں سے کال صرف کسی ضروری مقصد کے تحت ہی آتی تھی۔

عبیر نے شیڈ کے نیچے بیٹھے یوسف کو دیکھا۔ جو خاموشی سے اخبار ہاتھ میں لئے اسے پڑھ رہا تھا۔ وہ اپنے آپ میں لیے دینے والا خاموش مزاج سا لڑکا تھا۔ ریشام سے عمر میں کچھ بڑا تھا۔ لیکن کچھ دن ہی اسے اپنے ساتھ رکھ کر وہ یوسف کی نیچر سے آگاہ ہو چکا تھا۔ وہ اس پر ٹرسٹ کر سکتا تھا۔ "یوسف۔۔" اس نے آواز دے کر اسے بلایا تو وہ فوراً اخبار ایک طرف رکھ کر اس کے پاس آگیا۔ گزرے دنوں کے مقابلے میں وہ بہتر حلیے میں تھا۔ جینز کے اوپر اس نے شرٹ کے علاوہ بلیک جیکٹ بھی پہن رکھی تھی۔ لیکن اس کے گھنے بال لاپرواہی سے پیشانی پر پڑے تھے۔ "ریشام بی بی کو حویلی لے جاو۔ اگر یہ کسی جگہ رکنے اور کچھ کھانے کی فرمائش کریں تو ہرگز ان کی بات پر کان مت دھرنا"

وہ اسے ہدایتیں دے رہا تھا۔ جب ریشام نے خفگی سے اسے دیکھا۔ "شہر میں ہی ملتی ہیں ساری اچھی اچھی کھانے کی چیزیں۔ گاوں میں تو کچھ بھی نہیں رکھا۔ اور آپ ایسے کر رہے ہیں"

"جو تمہیں کھانا ہو مجھے ٹیکسٹ کر دینا۔ میں واپسی پر تمہارے لیے لیتا ہوا آوں گا۔ لیکن راستے میں اسے تنگ مت کرنا بلکل بھی" وہ اب عجلت میں اسے بھی سمجھا رہا تھا۔

جب تک اسے گاڑی میں بٹھا کر روانہ نہیں کر دیا وہ وہیں کھڑا رہا تھا۔

دروازے سے گاڑی باہر نکلتے ہی اس نے فون کی اسکرین کو دیکھا جہاں اسی نمبر سے ابھی بھی کال آرہی تھی۔

"کیا مسئلہ ہے یون زئی؟" فون کان سے لگائے اس نے ناگواری سے پوچھا۔ اسے ہزار دفعہ سمجھایا تھا کے اسے خود سے فون نا کیا کرے۔

لیکن دوسری طرف سے اس نے جو خبر اسے سنائی تھی اس کے گلے میں کچھ اٹکنے لگا تھا۔ فوراً دو انگلیوں سے ٹائی کو ڈھیلا کیا۔

"ٹھیک ہے میں دیکھ لوں گا"

فون بند کر کے اس نے گارڈ کو گاڑی نکالنے کو کہا تھا۔

اس سے چابی لے کر وہ خود ڈرائنگ سیٹ پر آ بیٹھا تھا۔ سیٹ بیلٹ لگاتے ہوئے ساتھ ہی سالار کو بھی میسج کر دیا تھا کے وہ میٹنگ میں شریک نہیں ہو گا تو کلائنٹ کو وہ خود ہی ہینڈل کر لے۔"

شہر کے ایک پوش علاقے میں ایک عالیشان سی کوٹھی کے پورچ میں اس کی گاڑی آ کر رکی تھی۔ ملازم کی معیت میں چلتے ہوئے وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا جہاں تھری سیٹر صوفے پر ایک ادھیڑ عمر شخص اسے سگار ہاتھ میں پکڑے تفاخر سے بیٹھا دکھائی دیا تھا۔

"آیئے عبیر صاحب۔۔"

وہ تنے تاثرات کے ساتھ اسے دیکھتا ہوا اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ "مجھے کچھ آپ کے بارے میں اطلاع ملی تھی تو میں نے اس افواہ پر کان دھرنے کے بجائے سوچا کے کیوں نا ڈائریکٹلی آپ سے کنفرم کر لیا جائے"

وہ بنا ادھر ادھر کی بات کیے سیدھا مدعے پر آیا تھا۔

نام ہے میرا۔ مجھے اسی نام سے بلایئے۔ مجھے یہ ہرگز نہیں پسند Abeer نہیں ہے، ubair" پہلی بات تو یہ ہے کے میرا نام جب کوئی میرے نام کو ٹھیک تلفظ سے ادا نہیں کر پاتا۔

"اور دوسری بات اتنے عرصے سے ایک ساتھ کام کر رہے ہیں زیدی صاحب آپ نے تو چائے پانی پوچھنا بھی ضروری نہیں سمجھا" عبیر کے ٹھنڈے انداز پر اس نے سر ہلاتے ہوئے مودب کھڑے ملازم کو چائے کا انتظام کرنے کا کہا۔

میں فرق ہی کتنا ہے۔انیس بیس کا ہی تو فرق ہے۔"وہ لاپرواہی سے بولا تو عبیر نے لمحے بھر کے ubairاور ،abeer"ویسے لیے سوچا کے اسے انیس بیس کا فرق سمجھا ہی دے۔لیکن پھر اپنا ارادہ بدل دیا۔

"کیا سنا ہے ویسے میرے بارے میں آپ نے؟"اس نے سپاٹ سے انداز میں پوچھا۔ گرے کوٹ پینٹ پہنے سیاہ ٹائی لگائے ہمیشہ کی طرح اس کے بال ایک سائیڈ پر جیل سے سیٹ تھے۔

"زیادہ کچھ نہیں سنا بس اڑتی اڑتی خبر ملی ہے کے ڈرگز اور اسلحے کے کام میں کافی دلچسپی ہے آپ کی۔اور کافی سرگرم بھی ہیں آپ"

وہ کچھ طنزاً اسے کہہ رہا تھا۔عبیر کے لبوں پر ایک مسکراہٹ ابھری۔ٹانگ پر ٹانگ رکھتے ہوئے وہ پیچھے کو ٹیک لگا کر آرام دہ انداز میں بیٹھا۔

"صحیح سنا ہے آپ نے"اس نے سر کو خم دے کر قبول کیا تو فاروق زیدی کے چہرے پر استہزائیہ سی مسکراہٹ ابھری۔فاروق زیدی ایک جانی مانی کمپنی کا سی ای او تھا۔لیکن بزنس سے زیادہ اس کی دلچسپی سیاست میں تھی۔غازی انڈسٹریز کے ساتھ اس کے ماضی میں کئی کانٹریکٹس بھی ہو چکے تھے۔لیکن عبیر اس جیسے شخص کو زیادہ منہ لگانا پسند نہیں کرتا تھا۔آج کافی دنوں بعد وہ اس سے ملا تھا۔عبیر کے "سائیڈ بزنس" کو جاننے والا وہ پہلا شخص تھا۔جس نے اس کے منہ پر اس کا برملا اعتراف بھی کر لیا تھا۔

وہ عبیر سے عمر میں کئی سال بڑا تھا۔لیکن اس کی شخصیت کی وجہ سے وہ کبھی اسے فرینک نہیں ہو پایا تھا۔

"ویسے غازی صاحب حویلی میں سب کو علم ہے اس بارے میں؟"اس کا انداز مصنوئی حیرت بھرا تھا۔اس آدمی کو بہت مزہ آتا تھا دوسروں کی بے بسی کا فائدہ اٹھانے میں۔منافع کمانے کا وہ کوئی موقع نہیں جانے دیتا تھا۔"حویلی کو چھوڑیں زیدی صاحب۔۔مجھے یہ بتائیں شاہ رخ کی طبعیت اب کیسی ہے؟"عبیر نے پرسکون لہجے میں اس کے بیٹے کے متعلق استفسار کیا۔

"شاہ رخ کی طبعیت کو کیا ہو گا؟وہ تو کینیڈا میں ہے نا پڑھائی کرنے گیا ہے"فاروق نے اسے یاد دلانا چاہا تھا کے اس کا بیٹا پاکستان میں نہیں ہوتا۔"وہ تو مجھے بھی معلوم ہے کے وہ کینیڈا میں ہے۔میں آپ سے اس کی طبعیت کے متعلق پوچھ رہا ہوں"عبیر کا اتنا پرسکون انداز اسے غیر آرام دہ کر رہا تھا۔ایش ٹرے میں سگار رگڑتے ہوئے وہ سیدھا ہو بیٹھا۔چہرے کے تاثرات کچھ سخت ہوئے۔"کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟"

"چائے پی لیں پہلے؟" ملازم ٹرالی گھسیٹتے ہوئے آیا تو عبیر نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ فاروق زیدی کے تاثرات لمہ بالمحہ بدلتے جا رہے تھے۔ "چلیں رہنے دیتے ہیں چائے پھر کبھی پی لیں گے۔ تو میں کہہ رہا تھا کے" اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اس نے کوٹ کے بٹن بند کر انگلی سے پیشانی کو چھو کر مصنوئی سا کچھ یاد آنے پر اسے دیکھا۔

"آپ کی شاہ رخ سے بات کب ہوئی تھی؟"

"تین۔۔ تین دن پہلے" وہ بے ساختہ بولا۔ فاروق زیدی کو گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔ عبیر اس کے ساتھ کیا کھیل کھیل رہا تھا آخر۔

"اچھا۔۔ دو دن پہلے میرا بندہ اسے ڈرگز پہنچانے اس کے فلیٹ پر پہنچا تو وہ پہلے ہی ڈرگز کی اوور ڈوز استعمال کرنے کی وجہ سے بے ہوش پڑا ملا تھا۔۔"

فاروق زیدی کی حیرانگی سی پھیلتی آنکھوں اور پھڑپڑاتے لبوں کو دیکھ کر اس نے ہاتھ اٹھا کر نفی میں سر ہلایا۔

"فکر نا کریں اسے ہاسپٹل منتقل کر دیا گیا تھا۔ آپ کال کر کے اس کی طبعیت ضرور پوچھ لیجیے گا۔۔ چھوٹا بچہ ہے نا۔ اکیس سال کی عمر میں اس طرح نشے کا عادی بن جانا اچھی بات نہیں ہوتی۔"

وہ اپنی طرف سے ہمدردی میں کہے جا رہا تھا۔ جب کے فاروق کی رگیں غصے سے ابھر آئی تھیں۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کے عبیر کا منہ توڑ دیتا "تم نے میرے بیٹے کو نشے کا عادی بنا دیا؟" فاروق زیدی نے اس کا کالر دبوچ لیا تھا۔

"زیدی صاحب۔" اس نے افسوس سے انھیں دیکھتے ہوئے آرام سے اپنا کالر چھڑوایا۔ "آپ ذاتیات پر اترنے کی کوشش کریں گے تو پھر میں تو عبیر غازی ہوں۔۔ میں تو آپ کے حلق میں آجاوں گا" اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے وہ سرد لہجے میں کہتا اسے ساکت کر گیا تھا۔

"میں چلتا ہوں۔۔ اپنی ضروری میٹنگ چھوڑ کر آیا تھا۔ جو کے مجھے بلکل پسند نہیں۔۔ تو آئندہ خیال رکھئے گا کے مجھے دوبارہ ایسے نا آنا پڑے"

اس کا شانہ تھپتھپا کر تاکید کرتے ہوئے وہ دروازے کی جانب بڑھا۔ لیکن کچھ قدم چلتے ہی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے وہ دوبارہ پلٹا۔

"یہ تو میں آپ کو بتانا ہی بھول گیا کے۔۔شاہ رخ میرا ریگولر کسٹمر ہے۔۔اس کی اسپیشل ریکوئسٹ پر ہی اسے ہر طرح کے ڈر گز فراہم کئے جاتے ہیں۔۔اب اجازت دیجئے"

وہ سر کو خم دے کر تفاخر سے قدم اٹھا کر قالین کو پیروں تلے روندتا وہاں سے چلا گیا تھا فاروق زیدی کے چہرے پر اس کے الفاظ تمانچے کی طرح پڑے تھے۔جو پوری شدت سے دہک رہے تھے۔

وہ اسٹڈی میں بیٹھا کسی کتاب کی ورق گردانی کر رہا تھا جب وجاہت غازی کا اسے پیغام ملا تھا۔رات کافی بیت چکی تھی۔اس نے وال کلاک پر نظریں ڈال کر ٹائم دیکھا۔جانے ایسی کیا خاص بات تھی جو انھوں نے اسے اس وقت طلب کیا تھا۔کتاب کو ٹیبل پر رکھ کر وہ وجاہت غازی کے کمرے میں داخل ہو گیا۔جہاں ان کے علاوہ سفینہ غازی بھی اس کی محو انتظار تھی۔"خیریت بابا آپ نے بلایا؟"اس نے استفسار کرتے ہوئے پوچھا۔"کچھ ضروری بات کرنی تھی تم سے۔۔بیٹھو یہاں"

وجاہت غازی کے کہنے پر وہ سنگل صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تمہارے دادا جان کے ایک پرانے دوست ہیں جعفر درانی۔۔بابا چاہتے ہیں کے ان کی بڑی بیٹی کے لیے تمہارا رشتہ مانگا جائے۔۔اسی سلسلے میں ہم کل ان کی طرف جا رہے ہیں۔۔اگر تمہارے پاس وقت ہے تو تم بھی چلو"

"آپ نے مجھے فیصلہ سنانے کے لئے بلایا تھا؟"اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"تو اور تمہیں کس لیے بلائیں گے؟بچوں کے رشتے کے بہتر فیصلے ان کے ماں باپ ہی کرتے ہیں۔"

"لیکن میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا"

"عبیر"وجاہت غازی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"تم بڑے بیٹے ہو اس حویلی کے۔تم سے چھوٹے تمہارے کزنز سب تمہیں اپنا رول ماڈل سمجھتے ہیں۔۔اگر تم ماں باپ کے فیصلے کے خلاف جاؤ گے تو انھیں بھی شہ ملے گی۔۔وہ بھی ہماری نہیں سنیں گے۔صرف اپنی من مرضی کریں گے"

"اس ایک جملے سے اسے اب نفرت ہو چکی تھی۔اسے یاد بھی نہیں تھا کے اس نے کتنی ہزار دفعہ وہ جملہ سن لیا تھا۔

"بابا۔۔کیا میری شادی ریشام سے نہیں ہو سکتی؟"اس نے بہت ہمت خود میں مجتمع کر کے ایک بار پھر اپنا مقدمہ اپنے ماں باپ کی عدالت میں رکھا تھا۔"عبیر۔۔"سفینہ نے تیز نظروں سے اسے دیکھا۔اسے منع بھی کیا تھا اس لڑکی کا نام زبان پر نہیں آنا چاہئے دوبارہ۔

"ریشام سے شادی نہیں ہو سکتی تمہاری وہ بہت چھوٹی ہے تم سے"

"اتنی چھوٹی بھی نہیں ہے ماں۔۔سات آٹھ سال زیادہ فرق تو نہیں ہوتا"

وہ اس بار اپنی ہر ممکن کوشش کرنا چاہتا تھا۔اس بار وہ ہار نہیں مان سکتا تھا۔"ریشام سے شادی کرنے میں کوئی مضحکہ نہیں ہے لیکن تمہارے دادا نے ریشام اور سالار کے ساتھ عاشر اور بریزے کا رشتہ طے کیا ہے۔یہ بات ابھی بچوں کے علم میں نہیں ہے"

وجاہت غازی نے اسے رسان سے سمجھایا ریشام کی شادی سالار سے ہونے کے بعد اس کی پراپرٹی ان کے حصے میں آ ہی جانی تھی۔ لیکن جعفر درانی کی بڑی بیٹی سارہ درانی سے عبیر کی شادی بھی اسی لئے کروائی جا رہی تھی کیوں کے کئی ایکڑ زمین اپنے ساتھ لانے والی تھی۔سعادت غازی وہ رشتہ صرف اپنی دوستی کو مضبوط کرنے کے لئے کر رہے تھے لیکن وجاہت غازی کی دلچسپی اپنے باپ کی دوستی سے زیادہ جہیز میں ملنے والی پراپرٹی میں تھی۔

"جو آپ کو بہتر لگے وہ آپ کریں"

وہ شکستہ دل وہاں سے اٹھ آیا تھا۔دل کے پرانے زخم پھر ادھڑ کر رسنے لگے تھے۔وہ تھک چکا تھا اس کی پیوند کاری کر کر کے۔وہ خود کو ختم کر لینا چاہتا تھا۔لیکن کچھ بھی اس کے بس میں نہیں تھا۔

وہ بے بسی کی انتہاوں پر تھا۔پہلے کبھی اسے اتنا محسوس نہیں ہوا تھا لیکن آج اسے اپنی فرمانبرداری بری طرح کھل رہی تھی۔کوئی گرم سلاخ اس کے وجود کے آر پار کر رہا تھا۔وہ سچ میں مر جانا چاہتا تھا۔اس نے ہمیشہ اپنے دل کو مار کے قربانیاں دی تھیں۔لیکن آج اپنے دل کی اولین خوشی کی قربانی پر وہ خود پر ضبط نہیں کر سکا تھا۔اس کے نیم روشن گھٹن زدہ کمرے میں اس کی دبی دبی سی سسکیاں گونج رہی تھیں۔دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے اس کی ساری آنکھوں میں کٹی تھی۔وہ بچہ نہیں تھا۔ایک سمجھدار نوجوان تھا۔عقل مند تھا۔باشعور تھا۔لیکن آج وہ ایک چھوٹے بچے کی طرح ہی رو رہا تھا۔جسے لاکھ سر پٹخنے پر بھی اس کے ماں باپ اس کی من پسند چیز دینے پر رضامند نا تھے۔

سارہ کے ساتھ اس کی شادی کی ڈیٹ فکس ہو چکی تھی۔ حویلی میں تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔ وہ مردہ دل کے ساتھ سب دیکھ رہا تھا۔ ریشام کی شادی سالار سے ہونی تھی۔ یعنی وہ ہمیشہ اسی حویلی میں رہنے والی تھی۔ اس کی نظروں کے سامنے۔ اس کا دل یہ قبول نہیں کر پا رہا تھا۔ وہ ریشام کو چھوڑنے پر راضی نہیں تھا۔ لیکن اسے اپنانا بھی اس کے اختیار میں نہیں تھا۔

خاموشی سے وہ سربراہی کرسی پر بیٹھا بے دلی سے ناشتہ کر رہا تھا۔ جب نگاہ لاونج کی جانب اٹھی۔ ریشام اور رائمہ ڈھیروں کپڑے بکھرائے بیٹھی تھی۔ نا جانے باقی خواتین کدھر تھیں۔ سرمئی کلر کا سوٹ پہنے ریشام نے ایک عروسی بھاری سا دوپٹہ اٹھا کر سر پر اوڑھ رکھا تھا۔ "کیسی لگ رہی ہوں میں؟" اس نے رائمہ سے پوچھا تو وہ اسے دیکھ کر مسکرا دی تھیں۔ نظروں میں کتنی ہی اس ہی بالائیں اتاری تھیں۔

عبیر کا ہونٹوں سے لگا چائے کا کپ وہیں تھم گیا تھا۔ وہ یک ٹک اسے دیکھے گیا۔ کوئی سادگی میں اتنا پرکشش، اتنا حسین کیسے ہو سکتا تھا۔

سرخ دوپٹے کے ہالے میں دمکتا اس کا چہرہ عبیر غازی کے دل کی دنیا کو تہہ و بالا کر رہا تھا۔

وہ ناشتہ ادھورا چھوڑ کر کپ اٹھائے لاونج میں آ گیا۔ سنگل صوفے پر بیٹھتے ہوئے نظریں اس پر ہی رکھی تھیں۔ "دیکھو عبیر، یہ سارے جوڑے سارہ کے لیے ہیں"

رائمہ غازی کے متوجہ کرنے پر اس نے بکھرے ہوئے ملبوسات کو دیکھا۔ اسے ان میں کیا دلچسپی ہو سکتی تھی وہ ریشام کے نام کے جوڑے تھوڑی تھے۔

"آپ کی دلہن کا دوپٹہ میں نے پہلے ہی اوڑھ لیا" اب کے وہ اس کی جانب گھومتے ہوئے شرارت سے اسے چھیڑتے ہوئے بولی۔

"تم پر زیادہ سوٹ کر رہا ہے" عبیر کی شہد رنگ آنکھوں میں اس کا سنہرا روپ جھلملا رہا تھا۔

"ہے نا؟" اس کی تعریف پر وہ کھل اٹھی تھی۔ "اب اتار دو ریشام، خراب ہو جائے گا"

رائمہ کے ٹوکنے پر اس نے وہ دوپٹہ سر سے اتار کر سمیٹ کر رکھ دیا تھا۔ پھر شانے پر پڑے سوٹ کے ہم رنگ دوپٹے کو سر پر اوڑھتے ہوئے وہ باقی ملبوسات بھی سمیٹنے لگی تھی۔ عبیر نے پہلی بار اس کے دراز سیاہ بالوں کو دیکھا تھا۔ جو پورے اسٹریٹ نہیں تھے۔ ہلکے ہلکے سے ان میں کرلز تھے۔ جس کی وجہ سے وہ کافی گھنے لگتے تھے۔ کتنی دیر لگی ہو گی ریشام کو سر سے دوپٹہ اتارنے اور دوسرا دوپٹہ اوڑھنے میں۔

وہ تھوڑے سے لمحے صوفے پر براجمان عبیر غازی نے سانس روک کر گزارے تھے۔ ریشام سے جڑی ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اس کے لیے انتہا کا درجہ رکھتی تھی۔ وہ صرف اس کے چہرے پر نہیں مرتا تھا۔ اس کی ہر ناز و ادا نے اسے اپنا دیوانہ بنا رکھا تھا۔ وہ ایک ہی جگہ بیٹھے ساری زندگی بھی اسے دیکھتے ہوئے گزار سکتا تھا۔ لیکن افسوس کے یہ بھی اس کے اختیار میں نہیں تھا۔

"پھوپھو آپ اسے رہنے دیں۔ سارہ کے لیے کوئی دوسرا وٹینگ ڈریس دیکھ لیں" عبیر کی آواز پر رائمہ اور ریشام دونوں نے ہی چونک کر اسے دیکھا تھا۔ "یہ میں نے اپنی پسند سے لیا تھا آپ کو اچھا نہیں لگا؟" ریشام نے صدمے سے اسے دیکھا۔ "اچھا ہے لیکن میرے خیال سے بلڈ ریڈ کی جگہ مہرون کلر زیادہ سوٹ کرے گا اس پر"

"تو اس ڈریس کا کیا ہو گا پھر؟" عبیر نے اس کے ہاتھ میں پکڑے اس بھاری ڈریس کو دیکھا جو اس کی گود میں پڑا تھا لیکن سارے میں بکھرا ہوا تھا۔

"یہ تم رکھ لو"

"میں کیسے رکھ سکتی ہوں آپ کی دلہن کا جوڑا؟"

"تم اپنی شادی پر پہن لینا"

"جب تک میری شادی ہو گی تب یہ فیشن ہی پرانا ہو جائے گا"

"تو میری شادی میں پہن لیں نا"

"اچھا؟" وہ بے ساختہ ہنسی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"اتنا بھاری برائیڈل ڈریس پہن کر میں مما سے مار کھانے سے بچ گئی تو اسے پہن کر جگہ جگہ گرتی پھروں گی۔اور مجھے سنبھالنے والا بھی کوئی نہیں ہو گا"

"ہم اسے ایکسچینج کروالیں گے "رائمہ نے ترنت حل پیش کیا۔

"ایکسچینج کروانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔اسے رہنے دیں ایسے ہی۔سارہ کے لئے آپ کوئی اور ڈریس لے آیئے گا"اس کا لہجہ نارمل تھا۔وہ یہی تاثر دے رہا تھا کے وہ عروسی لباس اسے سارہ کے لیے مناسب نہیں لگا تھا۔

حقیقت بھی یہی تھی۔

ریشام کے وجود کو چھونے والی چیز وہ کسی اور کے زیب تن نہیں دیکھ سکتا تھا۔بے شک وہ اس کی ہونے والی بیوی ہی کیوں نا ہو۔

"جب یہ کوئی نہیں پہن رہا تو میں اس کا دوپٹہ رکھ لیتی ہوں۔میں اس پر میچنگ کا ڈریس بنوالوں گی۔ٹھیک ہے؟"اس نے عبیر کی رضامندی جاننا چاہی تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم ہی رکھ لو"لاپرواسے انداز میں کہتے ہوئے جیب سے فون نکال کر وہ اس کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔آج اسے آفس نہیں جانا تھا۔کل ساری رات سر درد میں مبتلا گزاری تھی۔اس کی طبعیت مضمحل تھی۔آج اس کا ریسٹ کا ارادہ تھا۔جب سے عروسی دوپٹہ پہنے اسے دیکھا تھا۔اس کی ساری بیزاری و کثافت کہیں دور جا سوئی تھی۔اس کے بس میں ہوتا تو ریشام کو ویسے ہی سامنے بٹھا کر سارا دن اسے دیکھتا رہتا۔وہ تھی ہی اتنی پیاری سی۔ایک دفعہ دیکھ لو تو بار بار اسے دیکھنے کا دل چاہے۔عبیر غازی کا دل آیا تھا اس پر۔وہ معمولی ہو بھی نہیں سکتی تھی۔ہاں لیکن ایک ہوک سی دل میں ضرور اٹھی تھی کے وہ چھوٹی سی دلہن اس کی دسترس میں نہیں آنے والی تھی کبھی۔

"اب کیسی طبعیت ہے تمہاری؟"سفینہ غازی نے اس کے قریب آکر استفسار کیا۔وہ وہی لاونج میں صوفے پر لیٹا تھا۔سیدھا بازو آنکھوں پر رکھا ہوا تھا۔"سر میں درد ہے بس"وہ بھاری آواز میں بولا۔"بیڈ روم میں جا کر آرام سے لیٹ جاتے۔"سفینہ غازی اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے ہوئے نرمی سے بولیں۔"گھبراہٹ ہو رہی ہے۔یہیں ٹھیک ہوں"

"میں ریشام کو بھیجتی ہوں تمہارے پاس، دم کر دے گی تم پر"

کچھ ہی دیر بعد سرمئی دوپٹہ چہرے کے گرد لپیٹے وہ اس کے پاس آئی۔ "آپ کی طبیعت کیسی ہے اب؟" عبیر نے اس کی آواز پر ذرا سا بازو نیچے کر کے اسے دیکھا۔ شہد رنگ آنکھوں کی ویرانی پل بھر میں غائب ہوئی تھی۔ وہ اس کے قریب کھڑی تھی۔ وہ آج تک جان نہیں پایا تھا کے وہ اس کے لیے کیا تھی۔

اسے موت کے قریب کرنے والی یا پھر موت کے چنگل سے نکال کر واپس زندگی کے حوالے کرنے والی۔

اس کی موجودگی میں وہ عجب بے بسی سی محسوس کرتا تھا۔ اس کو دیکھنا بھی چاہتا تھا لیکن اسے دیکھتے ہوئے اتنا مدہوش ہو جاتا تھا کے بعض دفعہ اسے احساس ہوتا تھا کے وہ کافی دیر سے سانس روکے ہوئے ہے۔ اسے خود پر اتنا ستم نہیں کرنا چاہئے۔ اسے ایک بار بتا دینا چاہئے۔ پھر وہ جو مرضی فیصلہ کرے وہ دل سے اسے قبول کر لے گا۔ لیکن جانے کیوں راز دل عیاں کرنے میں وہ ہچکچا جاتا تھا۔ اس معاملے میں وہ بزدل واقع ہوا تھا۔ اور وہ بزدل ہی بنے رہنا چاہتا تھا۔ اگر وہ انکار کر دیتی تو وہ ساری زندگی بس ایک پچھتاوے کی قید میں گزارتا۔

کبھی نظر اٹھا کر اس کا سامنا نا کر پاتا۔ ابھی کم از کم وہ بنا کسی جھجھک کے اسے دیکھ تو لیتا تھا۔

وہ اس کے سرہانے بیٹھ گئی تھی۔ ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھے ہلکا ہلکا سا دباتے ہوئے وہ زیر لب کچھ ورد کر رہی تھی۔ عبیر کا ایک بازو آنکھوں سے کچھ نیچے ناک پر رکھا تھا۔ اور دوسرا اس کے دل کے مقام پر تھا۔ اس کی دھڑکنوں نے عجب طلاتم سا برپا کر رکھا تھا۔ آنکھیں بند کیے وہ پر سکون رہنے کی جان توڑ کوشش کر رہا تھا۔ اس دشمن جاں کا لمس مرہم کے بجائے ایک بھڑکتے ہوئے شعلے کی طرح محسوس ہو رہا تھا۔ جس کی تپش اس کے سارے جسم کو جھلسا رہی تھی۔

عبیر نے اس کے نازک سے ہاتھ کی پشت پر اپنا بھاری ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"ٹھیک سے دباو"

وہ بھاری لیکن نقاہت بھری آواز میں بولا تو ریشام نے ہلکے سے پھونک اسکے چہرے پر مارتے ہوئے ہاتھ پر دباؤ ڈالتے ہوئے اس کی پیشانی کو دبانا شروع کر دیا تھا۔

اس کی پلکیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ وہ سونا نہیں چاہتا تھا۔ نیند میں چلا جاتا تو اس پر کیف لمس کو محسوس کرنے سے محروم رہ جاتا۔ لیکن جانے کیا اثر تھا اس کی مسیحائی میں وہ چند لمحوں بعد ہی نیند کی وادیوں میں اتر گیا تھا۔

سنہری روشنیوں سے سجی سعدین حویلی پوری آب وتاب سے جگمگا رہی تھی۔ رات کی پیشانی میں کندن کے ٹیکے کی طرح چمکتی مسرور سی تھی۔ بالآخر شادی کے فنکشنز شروع ہو چکے تھے۔ آج رات مہندی کی تقریب تھی۔ ہر سو جگمگاہٹیں اور مسکراہٹیں رقصاں تھیں۔ حویلی میں ہو رہی پہلی شادی کی خوشی ہر کسی کے چہرے سے عیاں تھی۔ لیکن یہ کوئی نہیں جانتا تھا کے جس کی شادی ہو رہی تھی اس کا ہی دل ماتم کناں تھا۔ اس کی پھیکی مسکراہٹ کو اس کی خوشی سمجھ کر کوئی اس سے اس کی اندرنی کیفیت کے بارے میں سوال ہی نہیں کر رہا تھا۔ وہ تو اتنا ماہر تھا کے سامنے والے کے چہرے سے اس کی سوچوں کا اندازہ لگا لیا کرتا تھا۔ لیکن باقی سب اتنے ذہین کیوں نہیں تھے۔ اسے اپنا آپ شدت سے اکیلا محسوس ہو رہا تھا۔ آج تک اسے کوئی ایسا کندھا میسر نہیں آیا تھا کے جس پر سر رکھ کے وہ اپنے دل کا سارا غبار نکال کر پر سکون ہو جاتا۔

اسے اپنی نئی زندگی کی شروعات کی کوئی خوشی نہیں تھی۔ کوئی پر جوشی نہیں تھی۔ سارہ کی تصویر اس نے ایک ہی بار دیکھی تھی۔ جتنے عرصے منگنی رہی اس نے ایک دفعہ بھی خود سے اسے رابطہ نہیں کیا تھا۔ نا ہی اس کے دل میں ایسی کوئی خواہش نہیں تھی۔ صاف لفظوں میں کہا جائے تو اسے شادی میں کوئی دلچسپی تھی ہی نہیں۔ سارہ کے علاوہ اگر کوئی دوسری لڑکی ہوتی تب بھی عبیر کو اس میں کوئی انٹرنس نہیں ہونا تھا۔

محبت دوسری بار کی جا سکتی ہے، کئی بار کی جا سکتی ہے۔ لیکن اسے ریشام سے محبت نہیں تھی کے اس کی جگہ وہ کسی اور کو دے دیتا۔

اس نے تو ریشام غازی سے عشق کیا تھا۔ اور عشق بھی ایسا کے وہ اپنا آپ ہی فراموش کر بیٹھا تھا۔ ریشام کا دل دھڑکتا تھا تو عبیر کی سانسیں چلتی تھی۔ وہ اس کا کل سرمایہ تھی۔ لیکن پھر بھی اس کی دسترس میں نہیں تھی۔

دور و نزدیک کے کتنے ہی رشتے دار اس تقریب میں شریک تھے۔ ہر طرف رنگ برنگے لہراتے آنچل کی بہار تھی۔ لیکن اس کی نظریں صرف ایک رنگ پر مرکوز تھی۔ رسٹ کلر کی فراک میں ہمیشہ کی طرح سر پر دوپٹہ لئے، ہاتھوں میں پھولوں کے کنگن پہنے، کانوں میں چاند بالیاں ڈالے وہ سارے میں گھومتی، سب سے خوش اخلاقی سے مل رہی تھی۔ جب سب رسم کر چکے تب وہ

اس کے پاس آکر بیٹھی تھی۔ "آپ اتنے سنجیدہ ہو کر بیٹھے ہیں۔لگ رہا ہے جیسے آپ کی زبردستی شادی کروائی جا رہی ہے۔ تھوڑا سا مسکرا ہی لیں" مہندی رچے ہاتھوں سے وہ انگلی میں مہندی لے کر اس کے ہاتھ پر لگاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ریشام کی توجہ رسم پر تھی۔ عبیر کی نظریں صرف اس کی جھکی نگاہوں پر۔

"کچھ کہا ہے میں نے آپ سے" چمچ میں مٹھائی کا ٹکڑا رکھے اس کے سامنے کرتے ہوئے اب وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے زور دے کر بولی تو وہ اس کے کہنے پر مسکرا دیا۔

اتنی دیر سے مٹھائی کھاتے ہوئے اس کی بس ہو گئی تھی۔ ریشام کی بڑھائی ہوئی مٹھائی کو اس نے بس تھوڑا سا ہی چکھا تھا۔اور پھر اپنی جگہ سا کن بیٹھا رہ گیا تھا۔ چمچ میں بچی ہوئی مٹھائی وہ اپنے منہ میں ڈال گئی تھی۔اس کی حرکات پر کئی بار عبیر غازی واقعی میں حیران رہ جاتا تھا۔

کیا وہ بھی اس سے محبت کرتی ہے؟

بے شک وہ اس سے محبت کرتی تھی۔

لیکن اس کی محبت عبیر جیسی نہیں تھی۔

عبیر کے لئے وہ اس کا کل جہاں تھی۔

لیکن ریشام کے لیے وہ صرف اس کا بڑا بھائی تھا۔

"آپ کو پتا ہے آج آپ ضرورت سے زیادہ ہینڈسم لگ رہے ہیں؟" ہزار ہزار کے نوٹ اس کے سر پر سے وارتے ہوئے وہ رازداری سے بولی۔ وائٹ کلر کے کرتے شلوار پر سیاہ چادر گلے میں ڈالے وہ واقعی وجیہہ لگ رہا تھا۔اسے لگتا تھا کے اس کے چہرے پر بئیرڈ سوٹ نہیں کرتی۔اس لئے وہ اب کلین شیوڈ ہی رہتا تھا۔

اس کی ان اداوں پر وہ نا مرتا تو کیا کرتا؟

وہ یونہی دیوانہ نہیں ہوا تھا اس کا۔

اس لڑکی کو دل مٹھی میں لینے کا فن خوب آتا تھا۔ عبیر نے اس کے سامنے سر کو ہلکا سا جھکا دیا تھا تا کے وہ ٹھیک سے نوٹ وار سکے۔

"لائیے میرا نیگ دیجئے" اس نے مہندی سے سجی ہتھیلی اس کے سامنے پھیلا کر مطالبہ کیا۔

"نیگ کس بات کا؟" اس نے ٹشو پیپر سے گالوں پر لگا اینٹن صاف کرتے ہوئے ناسمجھی سے پوچھا۔ "جب بھائیوں کی شادی ہوتی ہے تو وہ اپنی بہنوں کو نیگ کے طور پر کوئی تحفہ دیتے ہیں۔ پیسے یا پھر گولڈ کی کوئی چیز"

اس کے تفصیل بتانے پر عبیر نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "ڈائمنڈ کی رنگ کیسی رہے گی؟" عبیر نے گردن ترچھی کر کے اسے دیکھتے ہوئے استفسار کیا جو پہلے ہی اس کی جانب رخ کئے بیٹھی تھی۔ اس کی پیشکش پر سیاہ آنکھیں حیرانگی سے پھیلیں۔

"سچ میں؟" وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "یقین نہیں ہے تمہیں مجھ پر؟" عبیر نے ابرو بھینچ کر اسے دیکھا تو خوشی اس کے چہرے پر چھلکنے لگی تھی۔

"رنگ میرے پاس آلریڈی ہے۔ ڈائمنڈ کا بریسلٹ اگر مل جائے تو۔۔" اس نے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

"ڈن۔۔ شادی سے فری ہوتے ہی سب سے پہلے تمہارا نیگ تمہیں دے دوں گا۔ اوکے؟"

"ڈن" وہ پرجوشی سے بولی۔ پھر دونوں ہاتھوں میں اپنی بھاری فراک سنبھال کر اٹھتے ہوئے اسٹیج سے اتر گئی تھی۔ عبیر کا دل بھی روتا بلکتا اس کے قدموں سے لپٹا اس کے پیچھے ہو لیا تھا۔ پیچھے وہ خالی سینہ لئے بیٹھا رہ گیا تھا۔ اپنے دل کو اس کی راہ میں رلنے سے روکتا بھی تو کیسے؟ وہ کون سا اس کی سنتا تھا۔

لاونج کے قالین پر بیچ میں ڈھولک پڑی تھی تھی۔ اطراف میں گاو تکیے اور فلور کشنز بچھے تھے۔

رسم کے بعد ساری لڑکیوں نے اب وہاں ڈیرہ ڈال لیا تھا۔ خواتین رسم کر کے اندرنی عمارت میں آ چکی تھیں۔ باہر اب مرد حضرات اور سارے لڑکوں نے محفل جمالی تھی۔ ہر تھوڑی دیر بعد آتش بازی اور ہوائی فائرنگ سے ساری فضا گونج رہی تھی۔

کتنے ہی صدقے اتارے جا رہے تھے۔ کتنی ہی خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے وہ بیزار ہو چکا تھا۔جب ہی فون کی رنگ بج اٹھی تھی۔ گلے میں سے پھولوں کا ہار اتار کر ایک طرف پھینکتے ہوئے وہ اسٹیج سے نیچے اتر کر ایک طرف آ گیا تھا۔

"سر مٹھائی کی ڈلیوری ہو گئی ہے۔ مہمانوں کو انتظار کروانا ہے یا میں خود پیش کر دوں؟"

دوسری جانب اس کا خاص بندہ ڈر گز کے بارے میں اطلاع دے رہا تھا جو کراچی سے آج آنا تھا۔

"مہمانوں کو انتظار مت کرواو۔ میں سرمد کو بھیج رہا ہوں وہ ڈیل کر لے گا"

سنجیدگی سے مزید ہدایت دینے کے بعد اس نے کال کاٹ کر کانٹیکٹس میں سے ایک نمبر نکال کر اس پر کال ملا دی تھی۔

کچھ ہی لمحوں میں رابطہ مل گیا تھا۔

"السلام و علیکم عبیر بھائی" دوسری جانب سے آواز ابھری۔

"فری ہو سرمد؟"

"آپ کے لئے تو وقت ہی وقت ہے۔ حکم کیجئے" وہ ہمہ تن گوش ہوا۔

عبیر نے اسے چند ہدایتیں دے کر فون بند کر دیا تھا۔ پھر گہری سانس بھر کر اطراف کا جائزہ لیا۔ سب اپنا الگ الگ گروپ بنائے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ مین گیٹ چوپٹ کھلا تھا۔ فاز اور عاشر دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھڑے ہاتھوں میں پسٹل لئے ہوائی فائرنگ کر رہے تھے۔ دونوں نے سفید شلوار قمیض پہن رکھی تھی۔ دونوں ہی وجیہہ تھے۔ دونوں ہی اس کی جان تھے۔ وقت گزرنے کا پتا بھی نہیں چلا تھا۔ کچھ عرصہ پہلے تک سائیکل چلانے والے یہ بچے جوان ہو چکے تھے۔ بنا کسی خوف کے فضا میں ہاتھ بلند کیے شان سے فائرنگ کر رہے تھے۔ ان کا اعتماد ان کا غرور ان کی مسکراہٹوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا۔

تب ہی اس کی نگاہ یوسف پر پڑی تھی۔ وہ کچھ فاصلے پر کھڑا تھا۔ ہاتھ میں پسٹل پکڑ رکھی تھی۔ اس کا میگزین نکالے وہ جانے کیا چیک کر رہا تھا۔ اس کے قریب دو لڑکے بھی کھڑے اسے پسٹل کے ساتھ زور آزمائی کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ یقیناً ان کی پسٹل چل نہیں رہی تھی جسے وہ یوسف کے پاس لائے تھے۔

یوسف کو پسٹل چلانی آتی ہے؟" عبیر کے لئے یہ حیرانگی کا سبب تھا۔

اس نے پہلی بار یوسف کو غور سے دیکھا تھا۔عام دنوں کے مقابلے میں آج وہ اپنے آپ سے بے پرواہ نہیں تھا۔سب کی طرح اس نے بھی سفید کرتا شلوار پہن رکھا تھا۔کرتے کی آستینیں کہنیوں تک موڑ رکھی تھی۔جس سے نکلتے اس کے مضبوط بازوں کی رگیں ابھری ہوئی تھیں۔

پیشانی پر بکھرے رہنے والے بال پیچھے کی جانب سیٹ کر رکھے تھے۔

پستول بدستور اس کے ہاتھ میں تھی۔کچھ دیر تک اسے جانچنے کے بعد اس نے لوڈ کرتے ہوئے ہاتھ فضا میں بلند کر کے جونہی ٹریگر دبایا گولی کی تیز آواز گونجی تھی۔

وہ دونوں لڑکے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی پستول لے کر باقی لڑکوں کی طرف چلے گئے تھے۔"کیا ہوا تھا؟"عبیر اس سے پستول کی خرابی کے متعلق پوچھ رہا تھا۔اسے وہاں دیکھ کر وہ فوراً مودب ہوا تھا۔"گولی پھنس گئی تھی۔"اس نے جواب دیا۔

"تمہیں گنز کے بارے میں اتنی معلومات کیسے ہے؟"

پھنسی ہوئی گولی کافی مشکل سے نکل پاتی تھی۔وہ بھی اس صورت میں جب تک پستول کو پورا کھول نا دیا جائے۔لیکن یوسف نے جس طرح سے منٹوں میں اسے باہر نکالا تھا وہ نظارہ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔"میرے پاس لائسنس ہے۔"اس نے ایک جملے میں ہی سارے جواب دے دیے تھے۔

لائسنس تھا یعنی اس کے پاس پسٹل تھی۔اور پسٹل ہونے کا مطلب اسے شوق تھا اس ہتھیار کو رکھنے کا۔اور جب ہتھیار اس کے پاس ہے تو ظاہر ہے اسے چلانا بھی آتا ہو گا۔اور اس کے متعلق کافی معلومات بھی اس کے پاس ہو گی۔

"امپریسو"وہ شروع سے ہی اس کی ذہانت اور صلاحیتوں کا قائل رہا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

وہ جو سمجھ رہا تھا کے سارہ سے شادی ہو جانے کے بعد وہ ریشام کی محبت کو دل سے نکالنے میں کامیاب ہو جائے گا محظ اس کی خام خیالی ہی ثابت ہوئی تھی۔اسے سارہ کے لیے افسوس ہوتا تھا لیکن خود پر اس سے کہی زیادہ ترس آتا تھا۔اور ترس سے زیادہ غصہ آتا تھا۔وہ کیسے اپنے دل کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنا ہوا اس کے اشارے پر چل رہا تھا۔وہ اپنے دل کو قابو میں نہیں کر پا رہا تھا۔آج بھی ریشام کی محبت اس کے اندر پنجے گاڑ کے پورے استحقاق سے براجمان تھی۔ہر زہر کا تریاق ہوتا ہے۔لیکن عشق کا تریاق کیا تھا؟اس کا عشق عبیر کی رگوں میں زہر کی طرح پھیلتا جا رہا تھا۔اور وہ بے بسی سے خود کو عشق کے ہاتھوں استعمال ہوتا دیکھ رہا تھا۔وہ اس زہر کا تریاق تک نہیں ڈھونڈ پا رہا تھا۔خود کو اس کے چنگل سے چھڑوا نہیں پا رہا تھا۔انھی دنوں سالار اور ریشام کی شادی کی باتیں ہونے لگی تھیں۔

اسے ساری دنیا سے نفرت ہو رہی تھی۔خود پر غصہ آ رہا تھا۔جب کچھ اختیار میں ہوتے ہوئے بھی وہ کچھ نہیں کر سکا تھا۔کیا تھا اگر وہ اپنی شادی کے وقت اسٹینڈ لے لیتا۔زندگی میں پہلی بار باغی ہو جاتا۔پہلی بار اپنی ضد منوا لیتا۔

لیکن وہ ایسا تھا ہی نہیں۔

اسے ضد کرنا آتا ہی کب تھا۔

باغی ہو جانا اس نے سیکھا ہی نہیں تھا۔

وہ تو ایک فرمانبردار بیٹا تھا۔

لیکن اب اسے اپنی اس فرمانبرداری پر بس طیش ہی آتا تھا۔ہمیشہ اس نے دوسروں کا خیال کر کے اپنے دل کا حق کا مارا تھا۔ہمیشہ اسے نظر انداز کیا تھا۔اور آج یہی دل اس سے انتقام لینے پر تل گیا تھا۔اس بار اس کا دل اس کے سامنے ڈٹ گیا تھا۔ہمیشہ کی طرح رو بلک کر خاموش نہیں ہوا تھا۔اس بار وہ بھی ضد پر اڑ چکا تھا۔لیکن اب فائدہ ہی کیا تھا؟

اس کی شادی ہو چکی تھی۔اور ریشام کی شادی ہونے والی تھی۔اب تو چاہ کر بھی کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

رات کا تیسرا پہر چل رہا تھا۔ہر جانب پر اسرار خاموشی کے ڈیرے تھے۔اسٹڈی میں داخل ہو کر اس نے پیچھے دروازہ لاک کر دیا تھا۔جیبوں میں ہاتھ ڈالے اس نے ایک نظر پورے اسٹڈی روم میں ڈالی۔ایک وقت تھا جب ان ریکس میں عبیر کی کتابیں ہوا کرتی تھیں۔لیکن اب وہ صرف ریشام کی ذاتی لائبریری لگا کرتی تھی۔ریکس میں اضافہ بھی اس نے صرف ریشام کے ناولز کی وجہ

سے ہی کیا تھا۔ عبیر کو حیرانگی ہوتی تھی۔ ریشام تو ان پیار محبت والی کہانیوں کی دیوانی تھی۔ وہ کبھی اس کے چہرے کو پڑھ کیوں نہیں پائی تھی؟ کبھی اپنی جانب اٹھی اس کی نگاہوں کے مفہوم کو سمجھ کیوں نہیں پائی تھی؟

کیا وہ اتنی ناسمجھ تھی۔ یا پھر حد سے زیادہ معصوم تھی جو وہ عبیر سے اس قسم کی محبت کی توقع ہی نہیں رکھ سکتی تھی۔

عبیر نے کئی بار اس کے چہرے کے جانچنے کی کوشش کی تھی لیکن ہمیشہ ناکام ہی رہا تھا۔

دھیمے قدم اٹھاتے ہوئے میز کی دوسری جانب آیا۔ ڈراکا لاک کھولتے ہوئے اس میں سے سفید جلد والی ڈائری نکالی۔ پھر راکنگ چیئر گھسیٹ کر براجمان ہو گیا۔ دل کا غبار جب حد سے بڑھ جاتا تھا تو وہ قلم کے ذریعے ہی اپنے بوجھ کو ہلکا کیا کرتا تھا۔ یہ راہ بھی اسے ریشام نے ہی دکھائی تھی۔ جس کے لئے وہ اس کا احسان مند تھا۔ ورنہ تو اس بوجھ کو اٹھاتے اٹھاتے وہ کب کا فنا ہو چکا تھا۔

سیاہ جیکٹ اور سیاہ ہی ماسک آدھے چہرے پر لگائے وہ ڈرائیونگ سیٹ سے نیچے اترا۔ شہر سے دور ویرانے میں بنے اس فارم ہاوس کو وہ بہت کم استعمال کیا کرتا تھا۔ جب کبھی سامان کا لوڈ زیادہ ہوتا تھا تو وہ عارضی طور پر اسے وئیر ہاوس میں تبدیل کر دیا کرتا تھا۔

کل صبح یہاں سے سارا سامان شفٹ کر جانا تھا۔ شادی میں مصروفیت کی وجہ سے اسے آج فرصت ملی تھی وہاں آنے کی۔

چند ایک کے علاوہ بیرونی لائٹس ساری آف تھیں۔ وہ جونہی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے دروازہ دھکیل کر اندرنی عمارت میں داخل ہوا تو پورے لاونج میں بڑے بڑے کارٹن پڑے تھے۔ باہر کی طرح اندر بھی کافی تعداد میں گارڈز موجود تھے۔

بے ساختہ نظر گلاس وال کے پاس کھڑے شخص کی جانب اٹھی۔ سیاہ ہائی نیک پر ڈینم کی جیکٹ پہنے اس نے ایک ہاتھ میں قیمتی پسٹل پکڑ رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں سلگتی ہوئی سگریٹ دبی تھی۔ پسٹل کو سینے کے قریب کیے پیشانی پر بال بکھرے بالوں کے ساتھ وہ پوز دئے کھڑا تھا۔ اس کے سامنے کھڑے عبیر کے چند گارڈز اپنے اسلحوں کو بغل میں دبائے فون ہاتھوں میں

پکڑے مختلف اینگل سے اس کی تصاویر اتار رہے تھے۔ہاتھ لبوں کے قریب کر کے سگریٹ لبوں میں دبا کر اس نے گہرا کش لیا۔ پھر فضا میں چہرہ اوپر کر کے دھواں چھوڑا۔

"ایکسلنٹ۔۔"پشت سے ابھرتی عبیر کی ستائشی آواز پر وہ ہڑبڑا کر پلٹا۔

"عبیر بھائی آپ؟ وہ اس کی آمد کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ جبھی حواس پل میں اڑے تھے۔ہاتھ کو چہرے کے قریب کر کے جھلاتے ہوئے وہ دھواں ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"آپ نے خبر ہی نہیں دی آنے سے پہلے؟"بے ساختہ کھانستے ہوئے اس نے زبردستی کی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا کر دریافت کیا۔"رپورٹ دو مجھے"بڑے سے آرم چیئر پر بیٹھتے ہوئے اس نے سپاٹ لہجے میں کہا تو وہ جھٹ اثبات میں سر ہلا کر پیشانی پر سے بال ہٹاتے ہوئے سینٹر میز کی جانب آیا۔اس پر پڑا اپنا فون اٹھا کر وہ کچھ اسکرول کرنے لگا۔ پھر چند سیکنڈز میں ہی اس نے ساری تفصیلات اس کے گوش گزار کر دی تھی۔ تین دنوں کے اندر اندر کس کس جگہ اور کن کن لوگوں کو کون سی اشیاء فراہم کی گئی تھیں۔

اس نے سب کچھ نوٹ ڈاؤن کر رکھا تھا۔"آپ کہیں تو ڈیٹا واٹس ایپ کر دوں؟"

وہ اس کی رائے مانگ رہا تھا۔ عبیر نے گہری سانس بھر کر نفی میں سر ہلایا۔وہ اس فیلڈ میں ایک بچہ تھا۔اس کام میں اسے کافی کچھ سیکھنا تھا۔

ان کاموں کی ڈیلینگ اور ڈیٹا ٹرانسفر کرنے کے لئے کبھی بھی ان ایپس کا استعمال مت کرنا"

طائرانہ سی نگاہ لاونج میں ڈالتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولا۔

"لیکن کیوں؟"اس کے چہرے پر استفہامیہ تاثرات تھے۔ لیکن عبیر کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"سمجھ گیا۔میں آپ کو ای میل کر دیتا ہوں"

وہ دوبارہ فون کی جانب متوجہ ہوا تو عبیر نے تیز نظروں سے اسے دیکھا۔

"کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں۔" وہ ڈپٹ کر بولا۔

"آپ مجھے کچھ بتائیں گے نہیں تو مجھے پتا کیسے چلے گا پھر؟" وہ ناراضگی سے بولا۔ "میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا ابھی صرف اپنی پڑھائی پر توجہ دو۔ اگر میں مصروف نا ہوتا تو کبھی بھی تمہیں یہ کام کرنے کو نا کہتا"

"مجھے پڑھنے کی ضرورت ہی کیا ہے جب مجھے فیوچر میں ایک گینگسٹر ہی بننا ہے تو؟ ویسے بھی ایجوکیشن سسٹم میرے باپ کے کنٹرول میں ہے ایک ڈگری کیا میں کئی ڈگریاں لے سکتا ہوں"

"تمہیں کیا لگتا ہے گینگسٹر ان پڑھ اور نالائق ہوتے ہیں؟"

"اور نہیں تو کیا۔ جب وہ اپنی زندگی میں ناکام ہو جاتے ہیں کچھ کر نہیں پاتے تو ایسے دو نمبر کاموں میں پیسہ بناتے ہیں"

"لیکن مجھے آپ کے بارے میں سمجھ نہیں آتا۔ آپ تو کمپنی کے سی ای او ہیں۔ اتنے لائق اتنے پڑھے لکھے۔ پھر آپ فیلڈ میں کیسے آ گئے؟"

"ضروری نہیں ہر کوئی صرف شوق اور مجبوری کے تحت یہ کام کرے۔ کچھ لوگوں کی قسمت بھی انھیں یہاں کھینچ لاتی ہے۔ جن سے وہ چاہ کر بھی جان نہیں چھڑا سکتے"

"السلام و علیکم"

وہ ایک دراز قد نوجوان تھا جس نے لاونج میں داخل ہوتے ہوئے بلند آواز سے سلام کیا تھا۔ وہ آفس ٹائم میں عبیر کا پرسنل سیکرٹری تھا اور آف ٹائم میں اس کی گینگ کا ایک متحرک ساتھی تھا۔ گذشتہ ایک ہفتے سے وہ بیرون ملک تھا۔ جس کی وجہ سے ہی اسے سرمد کی خدمات لینی پڑی تھی۔ ورنہ اس کی موجودگی میں عبیر کو کسی چیز کی کوئی فکر نہیں کرنی پڑتی تھی۔ اس کی ساری فیملی دبئی میں سیٹل تھی۔ اپنے بھائی کی شادی کی وجہ سے ہی وہ آف لے کر گیا تھا۔ ورنہ عبیر کبھی اسے ایک دو دن سے زیادہ آف نہیں دیا کرتا تھا۔ عبیر نے سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیا تو وہ جیکٹ کی اندرنی جیب سے کچھ نکالتے ہوئے اس کی جانب آ رہا تھا جب آس پاس بکھرے کارٹن سے وہ ٹکرا گیا تھا۔ "اتنے لمبے ہو کے نیچے کا کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا تمہیں" سرمد نے فوراً ہی اس کے چھ فٹ سے نکلتے قد پر چوٹ کی تھی۔ آدم اس سے قد میں بھی کچھ انچ اونچا تھا اور عمر میں بھی دو تین سال بڑا تھا۔ لیکن مجال ہے جو وہ عبیر کے علاوہ کسی کی عزت کر لے۔ "دو دن میں تم نے کیا حالت کر دی ہے یہاں کی"

بکھرے لاونج پر نظر ڈالتے ہوئے اس نے ناپسندیدگی سے اسے گھورا۔ پھر ایک خاکی لفافہ عبیر کی جانب بڑھایا۔

"بھائی سیدھی سی بات ہے تمہارے جتنی نفاست پسندی میری طبعیت پر گراں گزرتی ہے۔" وہ ہاتھ اٹھائے لاپرواہی سے بولا۔

ان دونوں کی باتوں سے بے نیاز وہ لفافے میں سے ایک مخملی کیس نکال کر اسے کھول چکا تھا۔ جہاں اندر ایک انتہائی نفیس اور قیمتی بریسلٹ جگر جگر کر رہا تھا۔ ڈائمنڈز کے علاوہ اس میں کئی طرح کے چھوٹے چھوٹے سے قیمتی پتھر بھی جڑے تھے جس سے اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگ رہے تھے۔ جو ڈیزائن عبیر نے بنایا تھا وہ سیم ویسا ہی تھا۔ اس دوران پہلی بار اس کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑی تھی۔ تصور کی آنکھ سے وہ اسے ایک نازک سی کلائی میں پہنا ہوا بھی دیکھ چکا تھا۔

"میں حویلی جا رہا ہوں" کیس بند کر کے لفافے میں ڈالتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ آج اس نے پچھلے دنوں آنے والے سامان اور ان کی خرید و فروخت سے معلق کئی حساب کتاب کرنے تھے۔ لیکن اس سے صبر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ جلد سے جلد اس بریسلٹ کو اس کی کلائی میں سجے ہوئے دیکھنا چاہتا تھا۔ ویسے بھی آدم واپس آ چکا تھا تو اسے مزید کسی فکر کی ضرورت نہیں تھی۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟ یہاں کی صفائی کون کرے گا؟" سرمد کو بھی عبیر کے پیچھے نکلتے دیکھ کر آدم نے ترنت اس کی گردن میں بازو حمائل کر کے اسے جکڑ لیا تھا۔

"تمہیں شرم نہیں آتی ایک مستقل کے گینگسٹر سے فارم ہاوس کی صفائی کرواو گے؟ عبیر بھائی دیکھئے نا اسے" آدم کی فولادی اور کسرتی بازو کی گرفت سے اپنی گردن چھڑوانے کی کوشش میں بے حال ہوتے ہوئے اس نے مدد کے لیے اسے پکارا۔

"کر لو صفائی۔ کوئی مضحکہ نہیں ہے اس میں۔ بڑے گول اچیو کرنے لئے پہلے چھوٹے اسٹیپس لینے پڑتے ہیں"

"لیکن میں صفائی نہیں کروں گا۔ تمہیں پتا نہیں ہے میرا باپ کون ہے؟"

وہ آدم کو گھور کے بولا۔ "اگر اسی طرح اپنے باپ کے نام پر فلیکس کرتے رہو گے تو کبھی اپنی پہچان نہیں بنا سکو گے۔ صفائی کرو۔"

ایک جھٹکے سے اسے چھوڑتے ہوئے وہ سمجھانے والے انداز میں بولا۔

"آپ جایئے عبیر بھائی اس کی فکر نا کریں۔" ان دونوں کی باتیں سنتے ہوئے وہ وہیں کھڑا تھا جب آدم نے تسلی سے کہا۔

"دھیان سے۔ زیادہ تنگ مت کرنا اسے۔ چھوٹا بھائی ہے میرا"

اسے تلقین کرتے ہوئے وہ جیب سے گاڑی کی چابی نکالتے ہوئے باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔"سنا کیا کہہ کر گئے ہیں؟" سرمد نے اس کی توجہ عبیر کے کہے لفظوں کی جانب کروائی۔ لیکن وہ ناک سے مکھی اڑاتے ہوئے تھری سیٹر صوفے پر گرتے ہوئے نیم دراز ہو چکا تھا۔ ائیر پورٹ سے سیدھا وہیں آیا تھا۔ تھکن اس کے چہرے پر غالب آ رہی تھی۔

"سنو مینیجر۔۔ کچھ کھاو گے تم؟ آرڈر کروں؟" سرمد کے پوچھنے پر اس بھی ایک بازو آنکھوں پر رکھے دوسرا ہاتھ جھلا کر انکار کیا تھا۔ وہ عبیر کا مینجر تھا۔ اور سرد اکثر و بیشتر اسے اسی طرح مخاطب کرتا تھا۔

یقیناً ائیر پورٹ سے ہی اس نے کچھ لے کر کھا لیا تھا۔

"ٹھیک ہے تو میں چلتا ہوں" فون کو جیکٹ کی اندرنی جیب میں رکھتے ہوئے اس نے آگاہ کیا۔ "ایک قدم بھی یہاں سے باہر نکالا تو تمہاری جان لینے میں ایک سیکنڈ نہیں لگاوں گا۔ پھر چاہیں عبیر بھائی مجھے قتل ہی کیوں نا کر دیں" اس کی سرد و سپاٹ سی آواز میں دھمکی ملنے پر وہ بڑبڑاتے ہوئے جیکٹ اتار کر ایک طرف پھینکتے ہوئے آستین چڑھائے پورے لاونج میں طائرانہ سی نگاہ ڈال رہا تھا کے اسے کہاں سے کام شروع کرنا چاہئے۔ "میرے باپ نے مجھے یہ ملازموں والے کام کرتے دیکھ لیا تو میرا گلا دبا کر مار دیں گے مجھے" وہ بلند آواز سے بولتا سارے خالی کارٹنز اٹھا کر ایک جانب جمع کرتا جا رہا تھا۔ دوسری جانب وہ اس پر کوئی توجہ دئے بنا ہی نیند کی وادیوں میں اتر چکا تھا۔

حویلی میں رات کا کھانا کھایا جا چکا تھا۔ جس کے بعد سب اپنے اپنے مشغلوں میں مصروف تھے۔ وہ حویلی پہنچنے کے بعد سیدھا اپنی اسٹڈی روم میں آیا تھا۔ وہ جانتا تھا یہ وقت ریشام کی پڑھائی کا ہوا کرتا تھا۔ وہ اسی کی اسٹڈی میں بیٹھ کر پڑھا کرتی تھی۔ راکنگ چیئر پر بیٹھی ٹیبل پر رکھی بک پر نظریں جھکائے وہ ساتھ ہی ساتھ نوٹ بک پر بھی کچھ لکھتی جا رہی تھی۔ گرے سوٹ کا ہم رنگ دوپٹہ لا پروائی سے شانے پر پڑا تھا۔ لمبے سیاہ بال اونچی پونی میں قید تھے۔ عبیر نے بے اختیار خود کو کوسا تھا۔ اسے بنا دستک دئے نہیں آنا چاہئے تھا۔ وہ بھی تو پڑھنے میں اتنی مگن تھی کے اس کی آمد کا اسے پتا ہی نہیں چلا تھا۔ عبیر نے اس کی جانب سے نگاہ چرا کر ہلکا سا

کھانستے ہوئے اسے متوجہ کیا تو چونکتے ہوئے اس نے بے ساختہ سر اٹھا کر دروازے کی جانب دیکھا۔ عبیر کی جھکی نظریں دیکھ کر اس نے ایک سیکنڈ کا بھی توقف کیے بنا شانے پر پڑے دوپٹے کو اٹھا کر سر پر اوڑھا تھا۔ "السلام وعلیکم" پھر شرمندگی کو زائل کرنے کے لئے اس پر سلامتی بھیجی۔ وہ سر کے اشارے سے جواب دیتا ہوا میز کے نزدیک آیا۔ "آج آپ نے دیر کر دی آنے میں۔ ڈنر میں بھی شریک نہیں ہوئے" وہ اپنا کام روکے دو انگلیوں میں پین گھماتے ہوئے اپنی سیاہ آنکھیں اس پر مرکوز کیے پوچھ رہی تھی۔ ریشام کا استحقاق سے اپنی اسٹڈی میں ہونا، اس کی چیئر پر بیٹھنا، اس کی اسٹیشنری استعمال کرنا ایک الگ ہی پر لطف سا سکون اس کی رگوں اتارتا تھا۔ اسے عبیر سے جڑی ہر چیز میں دلچسپی تھی۔ سوائے اس کے دل کے۔

"شادی میں مصروفیت کی وجہ سے کافی کام اکھٹا ہو گیا تھا اسی وجہ سے دیر ہو گئی۔"

چیئر گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے وہ بتا رہا تھا۔

"لیکن سالار بھائی جب آفس سے آئے تھے تو وہ بتا رہے تھے کے آپ آفس میں نہیں ہیں؟" ریشام کی آنکھوں میں کچھ ناسمجھی سی تھی۔ عبیر نے بے ساختہ اس کی نگاہوں میں دیکھا۔ وہ بے تاثر تھیں۔ اسے دیکھنے پر جو چمک عبیر کی شہد رنگ آنکھوں کو چمکاتی تھی وہ ریشام کی نظروں میں اسے کبھی دکھائی نہیں دی تھی۔

"اس کی وجہ سے دیر ہو گئی تھی" عبیر نے جیکٹ کی اندرنی جیب سے ایک مخملی کیس نکال کر اس کے سامنے رکھا۔ ریشام نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔ چہرے پر ناسمجھی سے تاثرات تھے۔ بخلت ہی جانے کس سوچ کی آمد کے تحت وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ دل بے ساختہ دھڑکا۔ کیا اس نے سچ میں اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا؟

اپنی کتابیں سائیڈ پر کرتے ہوئے اس نے بے ساختہ کیس اٹھا کر کھولا۔ اس کی کانچ سی آنکھوں سے بریسلٹ کے ڈائمنڈ اور قیمتی پتھروں کی چمک ٹکرا رہی تھی۔ وہ بے یقینی کی کیفیت میں بیٹھی تھی۔ اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کے اس کی مذاق میں کہی بات کو وہ پورا کر دے گا۔ وہ تو کہہ کر بھول بھی چکی تھی۔ لیکن وہ نہیں بھول سکتا تھا۔ اس کی فرمائش کو دل پر نقش کر چکا تھا۔ "اس کا ڈیزائن پسند نہیں آیا تو بتا دینا میں ریپلیس کروا دوں گا۔"

"مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے اور آپ کہہ رہے ہیں پسند نہیں آئے گا؟ یہ کتنا خوبصورت ہے؟" اس کی خوشی سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی۔ "اس کا لاک لگائیں"

نازک سی کلائی اس کے سامنے پھیلائے اس نے کہا۔

اس کے ڈریس کی سلیوس بھی کلائیوں تک تھیں۔ لیکن اس کی خواہش پوری ہو چکی تھی۔اس بریسلٹ کو اس کے ہاتھ میں پہنے دیکھنے کی۔

جس جگہ ریشام بیٹھی تھی اس نے اسی جگہ بیٹھ کر پوری رات گزار کر اس بریسلیٹ کے ڈیزائن کا اسکیچ بنایا تھا۔ بلکل اس کی طرح نازک سا۔خوبصورت سا۔اس کے چہرے کی طرح نگاہوں کو راحت بخشتا ہوا۔آج اسے سکون کی نیند آنے والی تھی۔

مسٹر ڈکلر کے لباس میں ملبوس چھوٹی ٹرے ہاتھوں میں پکڑے اس نے ہلکے سے دستک دے کر اسٹڈی کا دروازہ کھولا تھا۔ پھر اندر داخل ہو گئی۔آرم چیئر پر بیٹھے عبیر نے چہرے کے سامنے سے کتاب ہٹا کر اسے دیکھا۔

"آپ کے لئے چائے لے کر آئی ہوں۔"اس نے مسکراتے ہوئے ٹرے کی جانب اشارہ کیا جس میں ایک چائے کا مگ پڑا تھا۔

ریشام ہمیشہ دو کپ لاتی تھی۔اس کے ساتھ بیٹھ کر کوئی نہ کوئی کتاب پڑھتے ہوئے پیتی تھی۔

سارہ کو چائے سخت ناپسند تھی۔نہ وہ کبھی پیتی تھی اور نہ ہی کبھی بناتی تھی۔ عبیر ہمیشہ ریشام کے ہاتھ کی بنی چائے پیتا تھا۔اسے ملازم کے ہاتھوں بنی چائے بلکل پسند نہیں آتی تھی۔ شادی کے شروع دنوں میں سارہ نے کوشش کی تھی اس کے لیے چائے بنانے کی۔ لیکن وہ محظ ایک گھونٹ لے کر اسے انکار کر گیا تھا کے "آج کے بعد میرے لیے چائے نہ بنانا۔۔یہ کام ریشام کو ہی کرنے دیں۔"

سارہ دل مسوس کر رہ گئی تھی۔پسند نہ ہونے کے باوجود وہ پوری کوشش اور دلجمعی سے اسے بناتی تھی۔ لیکن اسے کبھی پسند ہی نہیں آتی تھی۔ پھر اس نے وہی طریقہ اپنایا جس طریقے سے ریشام بناتی تھی۔ پھر پورے ہفتے مشق کر کے وہ ریشام اور حویلی کے باقی مکینوں کو ٹیسٹ کروا کر ان کے تاثرات لیتی رہی تھی۔ صبح ہی سب نے اسے اوکے کر دیا تھا کے گزرے دنوں کے مقابلے میں آج بہت اچھی چائے بنی ہے۔ نیز یہ وہ عبیر کے سامنے پیش کر سکتی ہے۔اور ابھی رات کے ساڑھے گیارہ کا وقت تھا۔وہ آٹھ بجے آفس سے آیا تھا۔ معمول کے مطابق ڈنر، جم شاور کے بعد وہ اپنی اسٹڈی میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔اس کی روٹین ابھی تک شادی سے پہلے والی تھی۔ جس میں کوشش کے باوجود سارہ اپنی جگہ نہیں بنا پائی تھی۔ عبیر کے لئے اس کے پاس وقت ہی نہیں ہوتا تھا۔

"میں نے ریشام کا طریقہ سیکھ لیا ہے۔آج بلکل ویسی چائے بنائی ہے جیسی وہ بنایا کرتی ہے۔۔پی کر بتائیں۔۔"

ٹرے اس کی جانب بڑھائی تو عبیر نے مگ پکڑ لیا۔

"آپ کو زحمت کرنے کی ضروت نہیں تھی۔" مروتا ابھی اس کا شکریہ ادا نہ کیا تھا۔لیکن وہ اس کی بات پر دھیان دئے بنا اطراف کا جائزہ لیتی ہوئی رائٹنگ ٹیبل کے پاس پڑی چیئر پر بیٹھ گئی تھی۔وہ اس اسٹڈی میں دوسری بار آئی تھی۔چھت کو چھوتی کتابوں کی بڑی بڑی ریکس کو وہ ایسے دیکھ کر رہی تھی جیسے وہ ابھی اس پر گر پڑے گی۔اس کی اسٹڈی بہت بڑی تھی۔جس کی چاروں دیواریں ریکس کے پیچھے چھپی ہوئی تھیں۔لگتا تھا جیسے وہ عبیر کی چھوٹی سی ذاتی لائبریری ہو۔

"آپ کو کتابیں پڑھنا اتنا پسند کیوں ہے؟"اس کا دل مکدر ہونے لگا تھا۔اتنی تعداد میں کتابیں دیکھ کر اسے عجیب سا لگ رہا تھا۔اس نے وکالت کی ڈگری لی تھی لیکن اسے کبھی بھی کتابیں پڑھنا اتنا پسند نہیں رہا تھا۔

"آپ کو کتابیں پڑھنا پسند کیوں نہیں ہے؟"

عبیر نے جواباً سوال پوچھا تو وہ گڑ گڑا اٹھی تھی۔"اپنی اپنی پسند اور ذوق کی بات ہے۔" شانے اچکا کر اس نے جواب دیا۔

وہ ایک کتب بینی کے شوقین کو برملا نہیں کہہ سکتی تھی کے اسے کتابیں پڑھنا ہرگز پسند نہیں ہے۔اخلاقیات بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے نا۔

وہ اسے یہ بھی نہیں کہہ پائی تھی کے مشکل سے خود کو آمادہ کر کے اگر وہ کوئی کتاب پڑھنے کا فیصلہ کر بھی لے تو دو صفحے پڑھ کر ہی اس کے سر میں درد ہونے لگتا ہے۔

"مجھے کتابیں پڑھنا اس لیے پسند ہے کیونکہ کے اس میں میری ملاقات ان لوگوں سے ہوتی ہے جو میرے ہی جیسے ہوتے ہیں۔جن سے مل کر مجھے اپنا آپ اکیلا محسوس نہیں ہوتا۔مجھے خوشی ہوتی ہے کے اس دنیا میں 'میں اکیلا نہیں ہوں جو ان حالات سے گزر رہا ہوں۔"

"مجھے آپ کی بات سمجھ نہیں آرہی۔۔"اس نے کچھ ہچکچاتے ہوئے کہا۔

عبیر کے بھاری لب و لہجے کی گہرائی کو وہ کبھی جانچ ہی نہیں پائی تھی۔

اس نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے بھاپ اڑاتے چائے کا مگ لبوں سے لگایا۔ ہمیشہ کی طرح محظ ایک گھونٹ لیا تھا۔

پہلے کی نسبت کافی بہتری آئی تھی ذائقے میں۔ بے شک اس نے ریشام کے طریقے سے بنائی تھی لیکن ذائقہ سارہ کے اپنے ہاتھوں کا ہی تھا۔ اور عبیر اپنی ریشام کے ہاتھ کے ذائقے کا دیوانہ تھا۔

"آج بھی اچھی نہیں بنی؟" اس نے آرم چیئر کے پاس پڑی کافی ٹیبل پر مگ رکھا تو اس نے بجھے دل سے پوچھا۔

"اچھی ہے۔۔ لیکن ویسی نہیں ہے۔" اس نے سادگی سے کہا۔

کیا دل رکھنے کے لئے بھی وہ اسے نہیں پی سکتا تھا؟

سارہ کے لئے وہ اتنا پتھر دل کیوں تھا؟

وہ اس کی بیوی تھی لیکن اس کے انداز میں اس کے لئے کوئی لچک ہی نہیں تھی۔

جیسے مارے باندھے اس کے ساتھ زندگی گزار رہا ہو۔

جو جگہ اس نے ریشام کو دے رکھی تھی وہ سارہ کو ساری زندگی بھی نہیں ملنی تھی۔

گود میں دھرے ہاتھوں کو مسلتے ہوئے اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ کن انکھیوں سے اسے دیکھا جو میسج ٹون بجنے پر فون کی جانب متوجہ ہوا تھا۔ اسکرین کی روشنی اس کے چہرے کو چمکا رہی تھی۔ اور شہد رنگ آنکھوں سے ٹکراتی اس کی خوبصورتی کو اجاگر کر رہی تھی۔

ایک سوال تھا جو سارہ کے دل میں مچل رہا تھا۔۔ وہ کئی دنوں سے عبیر سے پوچھنا چاہتی تھی لیکن ہمیشہ ٹھہر جاتی تھی۔ اگر تو عبیر نے اس کا مثبت جواب دے دیا تو وہ کیا کرے گی۔؟

یہی ڈر اس کے قدم روک دیتا تھا۔ لیکن آج اس نے دل پر پتھر رکھ کر خود کو تیار کیا تھا۔ وہ شادی کے اس ڈیڑھ مہینے میں اچھے سے عبیر کو پرکھ چکی تھی۔ وہ نادان نہیں تھی جو اس کے رویے کو سمجھ نہ پاتی۔ اس کے خشک برتاو کو آرام سے برطرف کر دیتی۔

"آپ سے ایک بات پوچھنی تھی۔" خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے اس نے بلآخر سارہ ہمت مجتمع کر کے اسے مخاطب کیا تھا۔

"کہیے۔۔" وہ اس کی جانب متوجہ بھی نہیں تھا۔ایک ہاتھ صوفے کے بازو پر دھرا تھا تو دوسرے ہاتھ سے وہ اسکرین پر انگوٹھا چلاتے ہوئے تیزی سے کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔

"آپ کسی کو پسند کرتے ہیں؟" اس کی دھیمی سی آواز نے جیسے عبیر غازی کو ساکت و جامد کر دیا تھا۔اسے لگا اسٹڈی کی ساری کتابیں اس کے سر پر آ گری ہوں۔

ایک ہولناک سی خاموشی وہاں محسوس ہو رہی تھی۔ان دونوں کو اپنے دل کی دھڑکنیں بھی گونجتی سنائی دے رہی تھی۔سارہ کا دل جیسے سولی پر لٹکا تھا۔دھڑکنوں میں بے ہنگم سا شور برپا تھا کے وہ کیا جواب دے گا۔وہ تقریباً سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی۔

وہ جواب دینے میں اتنا وقت کیوں لگا رہا تھا؟

اس کی پیشانی پر پسینہ کیوں پھوٹ پڑا تھا؟

اسے سانس لینے میں دکت کیوں ہو رہی تھی؟

شادی کے محظ ڈیڑھ مہینے بعد ہی اس کی کیفیت سارہ پر آشکار ہو چکی تھیں۔اس کا کھنچا کھنچا سا اور لیا دیا سا انداز اسے پریشان کرتا تھا۔

ان کے درمیان نارمل کپل والی کوئی بات ہی نہیں تھی۔وہ اس سے ضرورت کے علاوہ کبھی مخاطب بھی نہیں کرتا تھا۔اس کا یہ رویہ سارہ کو بہت چبھتا تھا۔پہلے پہل اس نے عبیر کے اندز کو نظرانداز ہی کیا تھا کے شاید وہ کسی وجہ سے ڈسٹرب ہے۔یا پھر آفس کی وجہ سے پریشان ہے۔شادی کے بعد وہ آفس سے بھی وہ ہمیشہ بہت لیٹ آیا کرتا تھا۔اور آنے کے بعد زیادہ تر اپنی اسٹڈی میں ہی گزارا کرتا تھا۔

عبیر کی نظریں ابھی بھی اسکرین پر ہی تھی جہاں ریشام غازی کے نام کی چیٹ کھلی ہوئی تھی۔وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔اس لئے سارہ کو نہیں پتا تھا کے وہ کس سے میسج پر بات کر رہا ہے۔

اسے یہ بات بھی چبھی تھی کے کم از کم اپنی بیوی کی موجودگی میں تو وہ اپنے فون کو سائیڈ پر رکھ ہی سکتا ہے۔

یا میسج کرنے والا اس کے لئے سارہ سے زیادہ اہم تھا۔

دوسری طرف ریشام کا ٹیکسٹ اسکرین پر جگمگا رہا تھا جس میں وہ کچھ کتابوں کے نام اسے بھیج کر پوچھ رہی تھی کے "کیا وہ کل شہر سے اس کے لئے کتابیں لا سکتا ہے؟"

جس کے جواب میں اس نے لکھا تھا کے وہ اسے کل اپنے ساتھ بک اسٹور لے کر جائے گا۔

میسج وہ ٹائپ کر چکا تھا۔ لیکن سینڈ کرنے سے پہلے ہی سارہ کے سوال نے اسے چند لمحے کے لئے چونکا دیا تھا۔ اس نے ایک طویل سانس بھری۔ میسج کو سینڈ کیا۔ پھر فون بند کر کے وہ سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"میں کسی کو پسند نہیں کرتا۔" اس نے سادگی سے جواب دیا۔ سارہ کے سر سے کوئی بھاری بوجھ اترا تھا۔ وہ صرف اپنا وہم سمجھ رہی تھی۔ شکر ہے کے عبیر نے اس کی نفی کر دی تھی۔ لیکن عبیر کی اگلی بات اس کے جسم سے سارا خون نچوڑ لے گئی تھی۔ "میں اس سے محبت کرتا ہوں، یا پھر شاید عشق"

وہ کرنٹ کھا کے اس کے پاس سے اٹھی تھی۔ وہ کتنے آرام سے اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا کے وہ کسی غیر لڑکی میں دلچسپی رکھتا ہے۔ وہ اپنی کیفیت اور جذبات کے بارے میں الجھن کا شکار تھا۔ وہ خود نہیں جانتا تھا کے ریشام کے لیے اس کے محبت کس طرح کا درجہ رکھتی ہے۔

"عبیر۔۔ میں آپ کی بیوی ہوں" اسے اپنی کپکپاتی آواز کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔

"مجھے آپ کی قدر ہے سارہ! آپ ایک آئیڈیل بیوی ہیں۔ لیکن میں اپنے دل کو آپ سے محبت کرنے کے لئے راضی نہیں کر سکا۔ میرا دل پہلے ہی کسی اور کے شکنجے میں ہے۔ میں اس کی قید میں رہنا چاہتا ہوں۔ مجھے اس سے رہائی نہیں چاہئے"

"کون ہے وہ لڑکی؟" اس کی آنکھیں گلابی لڑ رہی تھیں۔ اس کا دل ٹکڑوں میں کٹ رہا تھا۔

"میں کسی کے سامنے اس کا نام اپنی زبان پر نہیں لا سکتا! میرا دل مجھے اس کی اجازت نہیں دیتا۔" ہلکے سے شانے جھٹکتے ہوئے وہ سادگی سے کہہ رہا تھا۔ اس کے ذکر پر اس کی شہد رنگ آنکھوں میں روشنیاں سی جل رہی تھیں۔ اس کے لہجے میں کس قدر حلاوت تھی۔

سارہ سے بات کرتے ہوئے اس کا انداز کبھی ایسا نہیں ہوتا تھا۔ "آپ کو نہیں لگتا کے آپ کی محبت کی اصل حقدار میں تھی؟" اس کی آنکھیں کرب سے گلابی پڑ رہی تھی۔

"میری محبت کی حقدار صرف وہی ہے۔ یہ آپ ہیں جو اس کی جگہ پر آئی ہیں۔" اسے اندازہ ہی نہیں تھا کے وہ اپنے کھردرے لفظوں سے کس طرح اس کی روح کو چھلنی کر رہا تھا۔ کیا کسی کے ساتھ ایسا بھی کیا جاتا ہے؟

"آپ نے میری زندگی کیوں خراب کی؟ اسی لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی آپ نے؟"

"اسے پتا ہی نہیں ہے کے میں اس کے سحر میں جکڑا ہوا ہوں۔ میں کبھی اسے بتا ہی نہیں سکا۔ ساری زندگی اس کے گرد دیوانوں کی طرح چکر لگاتے گزار دی کے شاید اسے خود سے کبھی احساس ہو جائے۔ وہ خود میری جانب راغب ہو جائے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اسے سب کی فکر رہتی تھی۔ سب کے جزبات کا اسے خیال رہتا تھا۔ لیکن میری دفعہ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے مجھے سمجھنا تو دور دیکھنا بھی پسند نا کیا۔ کوئی اتنا ظالم کیسے ہو سکتا ہے سارہ؟"

سارہ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ خود کسی پر ظلم کر کے اپنے لئے ہمدردی کا خواہشمند کیسے ہو سکتا تھا آخر؟"

"میرے دماغ میں، میرے دل میں، میری سوچوں میں، میرے خیالوں میں صرف اسی کا بسیرا ہے۔ صرف اسی کی اجارہ داری ہے۔ میں، میری محبت اور اس کا خیال، میرے اور میرے بیمار دل کے لئے کافی ہے سارہ۔ ہمیں اور کسی کی ضرورت محسوس ہی نہیں ہوتی۔ میں آپ کو بتانے میں ہچکچاہٹ کا شکار رہتا تھا۔ لیکن آپ نے خود اس بات کا ذکر چھیڑ کے میرے لیے آسانی کر دی۔ میرا دل میرے اختیار میں ہوتا تو شاید میں آپ کے لیے گنجائش نکال لیتا۔ لیکن میں مجبور ہوں۔ میں آپ سے محبت نہیں کرتا۔ نا ہی کرنا چاہتا ہوں۔ وہ میرے نصیب میں نہیں ہے۔ لیکن اس کا ایک خیال ہی میرے لئے بہت ہے۔"

"آپ کی زندگی میں میری جگہ کہاں ہے عبیر؟"

"میں نے آپ کو اپنی بیوی کا درجہ دیا ہوا ہے کیا یہ آپ کے لئے کافی نہیں؟"

"آپ، ایک جھوٹے، دغاباز انسان ہیں۔ آپ میرے ساتھ ایسے کیسے کر سکتے ہو؟ میری زندگی خراب کیوں کی آپ نے؟ کیوں کیا آپ نے میرے ساتھ ایسے؟" اس کے کالر سختی سے جکڑے وہ بھیگی آنکھوں سے شدید طیش میں تھی۔ "مجھے معاف کر دیں سارہ" وہ بے بسی بھری مسکراہٹ سے اسے دیکھ رہا تھا۔ خود کو اس کی گرفت سے چھڑوا نہیں رہا تھا۔ "آپ کو ہمیشہ اسی کا خیال رہا عبیر۔ آپ کو میری محبت نظر نہیں آئی کبھی؟"

Mahira Zaynab Khan Novel

اس استفسار پر عبیر غازی نے رخ پھیر لیا تھا۔ لب بھینچ لئے تھے۔ وہ اسے کیا جواب دیتا۔ اس کے پاس اتنی فرصت تھی ہی کہاں جو ریشام کے خیال سے نکل کر کسی اور کے بارے میں غور و فکر کر پاتا۔

وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے رو رہی تھی۔ عبیر کو اس سے ہمدردی کے علاوہ اور کوئی جذبہ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

اس دن کے بعد سے سارہ اور عبیر کے درمیان اس بات کا تذکرہ دوبارہ نہیں ہوا تھا۔ انھوں نے اپنے بیچ چل رہی سرد جنگ کا کسی کو احساس تک نہیں ہونے دیا تھا۔ سب کے سامنے وہ نارمل ہی رہا کرتے تھے۔ عبیر نے اسے پیشکش کی تھی اگر وہ طلاق لینا چاہتی ہے تو اسے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ وہ بخوشی اسے آزاد کر دے گا۔ جواباً سارہ اس اس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی تھی۔ جو کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری تھا۔ ان کا تعلق عبیر کے لئے ایک بوجھ تھا۔ لیکن سارہ کے لئے تو وہ اس کی کل کائنات تھا۔ ان کا رشتہ صرف بڑوں کی رضامندی سے طے ہوا تھا۔ شادی سے پہلے وہ دونوں باضابطہ ایک دوسرے سے کبھی نہیں ملے تھے۔ سارہ کو اس سے محبت شادی کے بعد ہی ہوئی تھی۔ وہ تھا ہی ایسا۔ ہینڈسم، گڈ لکنگ، تابعدار، خیال رکھنے والا۔

ایسی کون سی خوبی تھی جو اس میں نہیں تھی۔ وہ ایک پرفیکٹ اور آئیڈیل انسان تھا۔ اس کے بھائی ہی نہیں اس کے سارے کزنز بھی اس سے متاثر تھے۔ ایک دنیا اس پر جاں نثار کرتی تھی۔

پھر سارہ اس کی ہمراہی کا شرف حاصل ہونے پر کیوں نا فخر کرتی۔

عبیر کی محبت میں مبتلا ہونے میں اسے زیادہ عرصہ لگا بھی نہیں تھا۔

لیکن کہتے ہیں نا کے سمندر باہر سے جتنا پر سکون اور ٹھہرا ہوا لگتا ہے اندر سے اتنا ہی گہرا اور سفاک ہوتا ہے۔ ہر دم چوکنا و چوکس۔ جیسے کسی جاں کو نکلنے کو بے تاب بیٹھا ہو۔

سارہ کو اپنا شوہر عزیز تھا۔ وہ اس کی پہلی اور آخری محبت تھا۔ لیکن اس دن اس کا معصوم دل یہ جان کر کتنی خاموشی سے اس کے اندر ماتم کناں ہوا تھا کے وہ اپنے شوہر کی پہلی محبت نہیں تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

وہ کہتا تھا کے وہ اپنے حصے کی محبت کر چکا ہے اس کے دل میں مزید کسی کے رہنے ہی گنجائش نہیں ہے۔اس کی مرضی ہے۔اب وہ چاہے تو اس بٹے ہوئے انسان سے رشتہ قائم رکھے یا چاہے تو ختم کر دے۔کتنے آرام سے وہ راستہ جدا کرنے کی بات کر رہا تھا۔اس لڑکی کی محبت میں کیا اتنی شدت تھی جو وہ اپنی بیوی کے لیے بھی گنجائش نہیں نکال پا رہا تھا۔

سارہ نے مزید اس سے کوئی بات نہیں کی تھی۔وہ اس سے الگ نہیں ہونا چاہتی تھی۔وہ اس سے محبت نہیں کرتا تھا تو کیا ہوا۔وہ تو اس پر مرتی تھی نا۔

اس سے جدا ہو کر وہ اپنے دل کو اپنے ہی ہاتھوں قتل نہیں کر سکتی تھی۔لیکن اس کے قریب رہ کر بھی وہ اسے کئی مسافتوں کی دوری پر نظر آتا تھا۔وہ ایسے ہار مان کر نہیں بیٹھنا چاہتی تھی۔اسے حاصل کرنے کی وہ ممکن کوشش کرنا چاہتی تھی۔کبھی نا کبھی تو اسے سارہ کی محبت دکھائی دے گی۔کبھی تو وہ اس پر نظر کرم کرے گا۔کبھی تو اس لڑکی کے سحر سے نکلے گا۔

صرف اس دن کی آس پر سارہ نے الگ ہونے کا فیصلہ نہیں کیا تھا۔اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔وہ جو چاہتا ہے وہ کرے۔

جو مرضی کرنا چاہے کرے وہ اعتراض نہیں کرے گی۔

اس لڑکی سے بھی نکاح کرنا چاہے تو کر بے شک کر لے۔

بس اس کی ایک چھوٹی سی شرط تھی۔

وہ کبھی اسے طلاق نہیں دے گا۔

اس لڑکی سے شادی کرنے کے بعد بھی اسے نہیں چھوڑے گا۔

عبیر نے تاسف سے اسے دیکھا تھا۔وہ خود پر ظلم کر رہی تھی۔اسے عبیر سے بہتر شخص مل سکتا تھا۔

لیکن اسے عبیر سے بہتر کوئی چاہئے ہی نہیں تھا۔اسے تو بس عبیر سے ہی مطلب تھا۔صرف اسی کی محبت ہی چاہئے تھی۔جو اس نے صرف ایک لڑکی پر ہی تمام کر دی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

سالار کی نیچر کا اسے پتا تھا۔اسے ریشام میں زیادہ کوئی انٹرس نہیں تھا۔وہ اس سے شادی کر رہا تھا لیکن ریشام سے اس کی کوئی دلی وابستگی نہیں تھی۔

اگر سالار کی جگہ عبیر ہوتا تو اس سے شادی ہو جانے پر ساری زندگی اس کے صدقے اتارتا

سامنے بٹھا کر اسے تکتا رہتا۔اپنے دل کے سامنے سرخرو ہو جاتا لیکن ایسا ہوتا تب نا۔

اس رشتے سے ریشام کے چہرے پر بھی اسے کوئی خوشی دکھائی نہیں دی تھی۔اس نے کئی بار اس سے اس موضوع بات کرنے کی کوشش بھی کی تھی کے کیا وہ سالار سے شادی پر خوش نہیں ہے؟

لیکن وہ بڑے آرام سے اس کی بات ٹال جاتی تھی کے وہ صرف سالار کی روڈ نیچر کی وجہ سے پریشان ہے۔لیکن مہندی والے دن جب دروازے پر پولیس نے آکر نکاح نامہ دکھا کر یہ دعوا کیا تھا کے وہ انس غازی کی منکوحہ ہے وہ حیرت کا بت بنا رہ گیا تھا۔

جس شخص کا نام ہی حویلی کے مکینوں نے پہلی دفعہ سنا تھا وہ اس حویلی کی بیٹی کا شوہر تھا؟

لیکن کیسے؟ ریشام تو سختی سے انکار کر گئی تھی کے وہ اس شخص کو جانتی تک نہیں ہے۔باقی سب کی طرح وہ خود بھی اس کا نام پہلی بار سن رہی ہے۔عبیر نے اپنے اختیارات کا استعمال کر کے ہر ممکن کوشش کی تھی اس کا سراغ لگانے کی۔

اسے اپنی ریشام پر خود سے بڑھ کر بھروسہ تھا۔وہ اس کے سامنے بڑی ہوئی تھی۔اس کی ساری زندگی عبیر کے سامنے گزری تھی۔وہ ایسا قدم مر کے بھی نہیں اٹھا سکتی تھی۔وہ ضدی تھی۔لیکن باغی نہیں تھی۔یہ اس کی سرشت میں نہیں تھا۔وہ اس پر اندھا اعتماد کرتا تھا۔اور جس پر عبیر غازی خود سے بڑھ کر بھروسہ کرے اور وہ شخص اسے دھوکہ نا دے یہ تو ممکن نہیں تھا۔

اسے نہیں معلوم تھا کے اس کا وجود کتنے ٹکڑوں میں بٹا تھا۔یوسف ہی انس تھا۔یا یوں کہنا چاہیے کے وہ انس، یوسف بن کر اس کے سامنے آیا تھا۔اس کا کہنا تھا کے وہ صرف حویلی سے اپنی شناخت چاہتا ہے۔وہ سعدین حویلی کا بیٹا ہے۔

جس دن عبیر اس سے پہلی بار ملا تھا۔تب سے لے کر سارا منظر اس کے سامنے فلم کی طرح چل رہا تھا۔اسے حویلی سے صرف اپنی شناخت نہیں چاہئے تھی۔اسے عبیر کی جان بھی چاہئے تھی۔وہی جان جس کا نام ریشام غازی تھا۔

اور صرف انس ہی نہیں تھا جو ریشام کی محبت میں پاگل ہو رہا تھا۔ ریشام بھی تو اس نکاح کو ختم نہیں کرنا چاہتی تھی۔ عبیر نے ریشام سے وجہ نہیں پوچھی تھی۔ اس کی سیاہ آنکھیں خود ہی سب بتا رہی تھیں۔ وہ انس سے نکاح کو قائم رکھنا چاہتی تھی۔

وہی انس جس کو وہ یوسف کے نام سے جانتی تھی۔

یہ سب اتنا سیدھا سادہ یا اچانک نہیں تھا۔ وہ بے شک سچائی چھپا جاتی۔ لیکن عبیر سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں رہا تھا۔ ریشام اور یوسف پر اندے اعتماد کے پردے ایک ایک کر کے سارے اس کی نگاہوں کے سامنے سے ہٹتے چلے گئے تھے۔ وہ نہیں جانتا تھا کے دہ دونوں کب سے ایک دوسرے میں انوالوڈ تھے۔ لیکن وہ اس سب سے اتنا بے خبر کیسے رہ گیا تھا۔ وہ کبھی جان کیوں نہیں پایا تھا۔ یا تو ان دونوں کو چھپانے کا فن بخوبی آتا تھا یا عبیر غازی ہی ان کے مقابلے میں بے وقوف ثابت ہوا تھا۔ اس نے تو اس بارے میں کبھی گمان بھی نہیں کیا تھا کے ریشام جیسی لڑکی کسی ملازم کی محبت کا شکار بھی ہو سکتی ہے۔

وہ اس سے ایک بار پوچھنا چاہتا تھا۔ کیا اسے عبیر کی محبت دکھائی نہیں دی تھی کبھی؟ اس کی نگاہوں کا مفہوم سمجھنے کی کوشش نہیں کی تھی کبھی؟

اس کی اسٹڈی میں پراسرار سی خاموشی کا بسیرا تھا۔ خود وہ گلاس وال سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندیں نیچے قالین پر بیٹھا تھا۔ دو انگلیوں میں دبی سگریٹ کب سے سلگ رہی تھی۔ قسمت کی اس ستم ظریفی کے آگے اسے احتجاج کرنے کا بھی حق نہیں تھا۔

کرب سے اس کا دل پھٹ رہا تھا۔ بس نہیں چل رہا تھا کے سب کچھ تہس نہس کر کے قہر برپا کر دے۔ یا زیادہ نہیں تو کم از کم اس انس غازی کے سر میں گولی مار دے۔

کسی طرح تو اس کے اندر کا اشتعال نکلے۔ جو اسے اندر اندر ہی جھلسا رہا تھا۔

بند آنکھ کے کنارے سے ایک موتی ٹوٹ کر اس کے چہرے پر پھسلتا جا رہا تھا۔

وہ بے بسی کی انتہاؤں کو چھو رہا تھا۔ وہ مر جانا چاہتا تھا۔ لیکن یہ بھی اس کے اختیار میں کہاں تھا۔

اسے خود پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ کیوں اتنا کمزور پڑ رہا تھا۔ کیا ہوا اگر اسے اس کی محبت حاصل نہیں ہوئی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

وہ اکیلا تو نہیں تھا جس کے ساتھ یہ ناانصافی ہوئی تھی۔ دنیا اور قبرستان تو ایسے لوگوں سے بھرے پڑے تھے جو اپنے یک طرفہ عشق کی آگ میں تنہا جھلس رہے تھے۔ اور اسی نامکمل عشق کو سینے سے لگائے ابدی نیند جا سوئے تھے۔

ریشام کی محبت اسے تل تل مار رہی تھی۔ اسے سکون نہیں مل رہا تھا۔ ایک بے سکونی سی اس کی رگوں میں سرائیت کر رہی تھی۔

وہ رضا غازی کو پہلے سے جانتا تھا۔ کمپنی کے لیگل کاموں میں ان کی خدمات لی جاتی تھیں لیکن عبیر کی ان سے باضابطہ کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی لیکن جس دن وہ انس کے ساتھ حویلی میں داخل ہوئے تھے عبیر سے ملتے ہوئے ان کا خشک انداز اس نے صاف طور پر محسوس کیا تھا۔ وہ ایک گھاگ نظر رکھنے والا انسان تھا۔ مقابل کے چہرے سے ہی اس کے دماغ میں چل رہی سوچوں کا اندازہ لگا لیتا تھا۔ رضا غازی کی چبھتی ہوئی نگاہوں کو اس نے صاف طور پر محسوس کیا تھا۔ لیکن وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ رضا غازی کی اسے ناپسند کرنے کی وجہ کیا تھی آخر؟ وہ تو ان سے ملا ہی پہلی بار تھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے دماغ پر حملہ آور ہوتی سوچ نے اسے بے آرام کر دیا تھا۔ وہ پولیس میں ایک بڑے عہدے پر فائز تھے۔ وہ یقیناً اس کی اصلیت کے بارے میں کچھ نا کچھ جانتے ہی ہوں گے۔ اگر انھیں پتا تھا تو کوئی بعید نہیں تھی کے حویلی میں سب کو خبر ہو جاتی۔ اس دن وہ پہلی بار پریشان دکھائی دیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کے اس کا راز کسی پر افشاں ہو۔ وہ ایک آئیڈیل بیٹا تھا۔ اس کے کزنز اس کے بارے میں کیا سوچیں گے۔ وہ انھیں کیا جواب دے گا کے ان کا اتنا اچھا بھائی اس گھناونے کام کا سربراہ تھا۔ محظ ایڈونچر کے طور پر ایک دفعہ کرنے والے کام کو اس نے اپنا سائیڈ بزنس بنا لیا تھا۔ اس کی نگرانی میں کئی ملکوں تک وہ نشہ آور ادویات پہنچائی جاتی تھیں۔ اسے اداروں کی پشت پناہی حاصل تھی۔ ملک کی بڑی اور جانی مانی شخصیات اس کی بیک پر ہمہ وقت کھڑے رہتے تھے۔ جن کی سپورٹ کی وجہ سے وہ بنا کسی خوف و خطر کے اپنا کام جاری رکھے ہوئے تھا۔ لیکن رضا غازی جیسے سچے اور ایماندار آدمی سے وہ ان سیکیور محسوس کر رہا تھا۔ لیکن اس نے ان کے سامنے ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔ اپنے کسی عمل سے وہ ان کے شک کو یقین میں نہیں بدل سکتا تھا۔

جس پولیس اسٹیشن میں رضا غازی تعینات تھے وہاں کے کئی پولیس آفیسرز اس کے لیے ہی کام کرتے تھے۔ اس نے ہی انھیں رضا غازی پر نظر رکھنے کو کہا تھا۔ لیکن کئی دن گزرنے کے بعد بھی کوئی قابل گرفت بات ان کے ہاتھ نہیں لگی تھی۔ اور پھر اس رات وہ دوائیوں کے زیر اثر بے خبر سو رہا تھا۔ جب مستقل بجتے فون پر سارہ نے اسے جگایا تھا کے کہیں کوئی ضروری فون نا ہو۔

Mahira Zaynab Khan Novel

کال ریسیو کرتے ہی اس کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔ جو آفیسر زر رضا غازی کے پیچھے لگائے تھے انھوں نے ہی اسے اطلاع تھی کے اس کے خلاف کئی ثبوت رضا غازی کے پاس ہیں۔ جن میں اس کی بیرون ملک روانگی کے ریکارڈ شامل تھے کئی ڈرگ ڈیلر کے ساتھ ڈیل کرتے ہوئے اس کی کچھ تصاویر بھی تھیں۔ ثبوت رضا غازی کے پاس تھے یقیناً وہ انھیں منظر عام پر جلد ہی لانے والے تھے۔ وہ فیصلہ اس نے عجلت میں کیا تھا۔ وہ اپنی ریپوٹیشن خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ رضا غازی کو راستے سے ہٹانے کا اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔

پولیس اسٹیشن میں روز کا معمول تھا۔ بھانت بھانت کی بولیاں، انصاف کے لئے خوار ہوتے غریبوں ناچار لوگ، ہتھکڑیاں لگائے حوالداروں کی معیت میں چلتے قیدی۔ وہاں کا ماحول ایک عام انسان کے لئے سر درد کی طرح تھا۔ عزت دار طبقے کے لئے وہاں جانا ہی شرم کا مقام سمجھا جاتا تھا۔ گرے سوٹ، ٹائی میں، ملبوس آنکھوں پر ڈارک گاگلز لگائے وہ چند گارڈز کے حصار میں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے کوریڈور میں چل رہا تھا۔ فون کان سے لگائے کسی سے محو گفتگو بھی تھا۔ بات کرتے ہوئے ہی ایک کمرے میں داخل ہوا۔ جس کے باہر ایس پی رضا غازی کی نیم پلیٹ لگی تھی۔ "السلام و علیکم" گارڈز باہر ہی رک گئے تھے وہ اندر اکیلا آیا تھا۔ رضا صاحب میز کے دوسری جانب بیٹھے تھے۔ یونیفارم میں ملبوس وہ ایک درمیان عمر کے آدمی تھے۔ عبیر غازی کو تھانے میں دیکھ کر وہ حیرت کا شکار ہوئے تھے۔ لیکن فوراً خود کو کمپوز کر کے اس کے سلام کا جواب دیا تو وہ خود ہی چیئر گھسیٹ کر ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھ گیا۔ آنکھوں پر سے گاگلز اتار کر میز پر رکھے۔ "آپ سے ایک کام کے سلسلے میں آیا تھا"

رضا غازی کے چہرے پر استفہامیہ تاثرات تھے۔ اس جیسے شخص کو آخر ان سے کیا کام پڑ سکتا تھا؟

"مجھے ایک ایف آئی آر درج کروانی ہے"

اس کی وہاں آمد سے زیادہ اس کے مطالبے پر انھیں حیرانگی ہوئی تھی۔

"یہ میرا کام نہیں ہے تم آفیسر۔۔"

"رضا انکل" ان کی بات کاٹ کر وہ آگے ہوتے ہوئے نرمی سے بولا۔

"مجھے گھر کی باتیں باہر اچھالنا بلکل پسند نہیں ہے۔ اس لئے کہہ رہا ہوں یہ کام آپ خود کریں"

"کس کے خلاف ایف آئی آر لکھوانی ہے؟" انھوں نے سپاٹ انداز میں ایک فائل اور پین اٹھا کر اپنے سامنے رکھتے ہوئے پوچھا تو اطمینان سے پیچھے کو ٹیک لگاتے ہوئے بولا۔

"رضا غازی ولد سعادت حسین غازی" انھوں نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا۔ جس کی شہد رنگ آنکھوں میں الگ سی چمک تھی۔

"کچھ دن پہلے میرے ایک آفس ورکر نوید وقار کی روڈ ایکسیڈنٹ میں ڈیتھ ہو گئی تھی۔ جس کی گاڑی نے اسے ہٹ کیا تھا اگر میں غلط نہیں ہوں تو وہ آپ کے ایک بہت گہرے دوست یاسر عالم کی کم عمر بیٹی تھی۔ جس کے پاس ڈرائیونگ لائسنس بھی نہیں تھا۔ اور سب سے بڑھ کر وہ صرف سترہ سال کی تھی۔ یعنی اس کا شناختی کارڈ بھی نہیں بنا ہوا تھا۔ اس کیس کو آپ نے ہینڈل کیا تھا۔ اور اس لڑکی کو بچانے کے لئے آپ نے میرے ورکر کی موت کو ایک حادثہ قرار دے کر فائل بند کروا دی تھی۔۔ ایسا ہی ہے نا؟" اس کے اتنے مطمئن انداز پر رضا غازی کی پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہو رہے تھے۔ ان کا رنگ پل میں بدلا تھا۔

"کیا چاہتے ہو تم مجھ سے؟" انھوں نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں، مجھے بھلا آپ سے کیا چاہئے ہو گا؟" اس کے لہجے کی حیرانگی انھیں مصنوئی لگی تھی۔ گہری سانس بھر کر انھوں نے عبیر کی شہد رنگ آنکھوں میں دیکھا۔ پھر دونوں ہاتھوں کو باہم ملائے ٹیبل پر رکھے اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"کھل کر بات کرتے ہیں عبیر غازی۔ تمہیں میرے آفس تک صرف ایک معمولی سے ورکر کی ہمدردی نہیں لے کر آسکتی۔"

ان کے سرد لہجے پر اس کے عنابی لبوں پر مسکراہٹ ابھری تھی۔ پہلی دفعہ اس کے چہرے پر دلچسپ سے تاثرات ابھرے تھے۔

"تم مجھے تفصیل سے اپنے سائیڈ بزنس کے بارے میں بتا سکتے ہو۔" رضا غازی نے اپنی جانب سے اس کی اصلیت اس پر کھولتے ہوئے یہ گمان کیا تھا کے اب یقیناً اس کے چہرے پر غضب کا تاثر ابھرے گا۔ شاید اسے رضا غازی سے یہ امید نا ہو گی کے وہ اس کے بارے میں پہلے سے سب کچھ جانتے ہیں۔

اس نے لبوں اور آئی بروز کو ستائشی انداز میں ڈھالا تھا۔ پھر بے ساختہ ہنس پڑا۔

"کسی پر بے جا الزام لگانا قانوناً جرم ہے۔ اور آپ سے بہتر کون جان سکتا ہے؟"

"میں الزام نہیں لگا رہا ہوں۔ ثبوت ہیں جبھی بات کر رہا ہوں" ان کا لہجہ تلخی سے بھرپور تھا۔

"اہاں۔۔ کس طرح کے ثبوت ہیں؟ آپ کیا بات کر رہے ہیں مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا؟" وہ مسکراتے ہوئے لاعلمی ظاہر کرتا جتنا پیارا لگ رہا تھا رضا غازی کو اتنا ہی زہر لگ رہا تھا۔

"تمہاری یہ اداکاری میرے سامنے نہیں چلنے والی ہے۔ میں جانتا ہوں تم کس طرح کے غیر قانونی کاموں میں ملوث ہو۔ کن کن جگہوں پر اپنے کارندوں کے ذریعے منشیات فروخت کرتے ہو۔ اور سب سے بڑھ کر میں تمہارے غیر قانونی اسلحے کی خرید و فروخت کے بارے میں بھی سب جانتا ہوں۔"

وہ تفاخر سے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے اسے وہ سب بتاتے جا رہے تھے جو وہ جاننا چاہتا تھا۔

اس کے وہاں آنے کا مقصد ہی یہی تھا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کے رضا غازی کس حد تک اس کے بارے میں جانکاری رکھتے ہیں۔

اور اپنی اس کوشش میں وہ کامیاب بھی ٹھہرا تھا۔

"یہ تو صرف آدھی جانکاری ہے۔ پوری جانکاری میں آپ کو دیتا ہوں۔"

اس کے دلچسپ سے انداز پر وہ حیرانگی بھری نظروں سے اسے دیکھتے رہے۔

وہ ان کی سوچ کے برعکس پیش آ رہا تھا۔ وہ یہی سمجھ رہے تھے کے اتنی آسانی سے اقرار نہیں کرے گا۔ بلکے غصے میں آ کر انھیں برا بھلا کہے گا کے وہ اس پر الزامات لگا رہے ہیں۔

"لیکن اس سے پہلے ہم ایک ڈیل کر لیتے ہیں۔"

رضا غازی کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑتے۔ آہستہ آہستہ وہ اپنے مطلب کی طرف آ رہا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے میں تمہارے ساتھ کوئی ڈیل کروں گا؟" انتہائی ٹھنڈے لہجے میں انھوں نے استفسار کیا۔

"آپ کو کرنی پڑے گی! اس کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہے آپ کے پاس!"

"میں تمہارے ساتھ کوئی ڈیل نہیں کروں گا" وہ درشتگی سے بولے۔

Mahira Zaynah Khan Novel

"میرے خیال سے آپ کو سن لینا چاہئے!"

اس نے ناپسندیدگی سے ان کے ٹوکنے پر کہا۔

"میں بس اتنا کہہ رہا ہوں کے۔۔ میرے خلاف جو ثبوت آپ کے پاس ہیں انھیں میرے حوالے کر دیں۔۔۔ بدلے میں، میں آپ کی فائل نہیں کھلواوں گا" اب کی دفعہ وہ بنا کسی لگی لپٹی کے مدعے کی بات پر آیا تھا۔

"تمہیں ڈر ہے کے دنیا کے سامنے تمہارا سچ آجائے گا؟" انھوں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مجھے کسی قسم کا کوئی ڈر و خوف نہیں ہے۔ میں صرف آپ کی ہمدردی کے لئے کہہ رہا تھا۔ اگر آپ راضی نہیں ہیں تو کوئی ایشو نہیں ہے۔ آپ جب چاہیں جس کو چاہیں میرے بارے میں بتادیں۔۔ لیکن پھر اس سے یہ ہوگا کے آپ کی فائل بھی کھلے گی اور آپ کی یہ وردی بھی جائے گی"

"تم مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"آپ کو ابھی بھی لگ رہا ہے کے میں "کوشش" کر رہا ہوں؟" وہ دھیما سا تنفر سے ہنسا۔

یعنی وہ اوپن تھریڈ دے رہا تھا۔

"میں تمہارے ساتھ کسی قسم کی کوئی ڈیل نہیں کروں گا" لفظوں کو چبا کر ادا کرتے وہیں انھوں نے صاف انکار کیا تو کچھ دیر کے لئے اس کمرے میں خاموشی چھا گئی تھی۔ جسے عبیر کی پر سکون سی آواز نے توڑا تھا۔

"ڈیڑھ سال پہلے اس تھانے کے ایس ایس پی فاران نے ذاتی دشمنی کی وجہ سے کانسٹیبل کامران کو گولی مار کر قتل کر دیا تھا۔ جسے خودکشی ڈکلئیر کر کے کوئی کاروائی ہی نہیں کی گئی تھی۔ تب بھی اس تھانے کا چارج آپ کے پاس تھا۔ اور وہ سب آپ کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا"

دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم ملائے وہ اطمینان سے کہتا جا رہا تھا۔

وہ پورا ہوم ورک کر کے آیا تھا۔

"تمہیں جو کرنا ہے تم کرو۔۔ میں تمہاری دھمکیوں میں نہیں آوں گا!" ان کی آنکھیں لہو چھلکا رہی تھیں۔

"چھ مہینے پہلے ڈی آئی جی کے چھوٹے بیٹے حسن ابدال کو ریپ کیس میں اریسٹ کیا گیا تھا۔ لیکن ضمانت پر رہائی کے بعد اسے بیرون ملک فرار ہونے میں بھی آپ ہی مددگار ثابت ہوئے تھے"

"کیا میں کچھ غلط کہہ رہا ہوں؟" ان کی خون چھلکاتی آنکھوں کو دیکھ کر اس نے مصنوئی حیرانگی سے پوچھا۔

رضا غازی کی ہر بات کے جواب میں وہ ان کے ماضی کا کوئی نا کوئی تلخ باب اٹھا کر ان کے سامنے رکھ رہا تھا۔

"اور کیا مجھے یہ بتانے کی ضرورت ہے کے ایم این اے کاشف لاشاری کے بھتیجے کو دو لڑکوں کے قتل کے بعد بھی باعزت بری کروانے میں آپ کا ہاتھ تھا؟

"چلے جاو یہاں سے عبیر غازی۔ تمہاری کسی بھی دھمکی کا مجھ پر اثر نہیں ہوگا" ان کی پیشانی پر شکنوں کا گہرا جال بچھا تھا۔ عبیر کی موجودگی ان کے لیے ناقابل برداشت ثابت ہو رہی تھی۔

"آلرائٹ۔۔" وہ سر ہلاتے ہوئے کوٹ کے بٹن بند کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"اگر آپ سیٹلمنٹ پر راضی نہیں تو پھر کورٹ میں ملتے ہیں"

"تمہیں جتنے مقدمے مجھ پر بنانے ہیں تم بنالو۔ لیکن تمہیں جیل بھیجے بغیر تو میں بھی نہیں مروں گا"

"جیل؟" اس نے دائیں آنکھ کی ابرو اٹھا کر انھیں دیکھا۔ پھر دونوں ہاتھ ٹیبل کی کناروں پر سختی سے جماتے ہوئے ذرا سی ان کی طرف جھکا۔

"میں نے آپ کو پہلا اور آخری موقع دیا ہے۔ آپ سے حویلی کا رشتہ ہے اسی لیے نرمی سے پیش آرہا ہوں۔۔ اگر آپ میرے بارے میں جانتے ہی ہیں تو آپ کو میری سفاکی کے بارے میں بھی علم ہوگا" اس کی شہد رنگ آنکھوں میں بلا کا سرد پن تھا۔

"تمہیں مجھ پر کسی قسم کا کوئی ترس کھانے یا مجھے اس لیے گنجائش دینے کی ضرورت نہیں ہے کے تم سے میرا خون کا رشتہ ہے۔ تمہیں جو کرنا ہے تم کرو۔ مجھے اپنی وردی جانے کا کوئی غم نہیں ہے۔ میرا مقصد صرف تمہیں سزا دلانا ہے"

اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولے تو وہ گہری سانس بھرتے ہوئے سیدھا ہوا۔ پھر ٹائی کی ناٹ کو ذرا سا ڈھیلا کرتے ہوئے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"مجبور کر رہے ہیں اب آپ مجھے۔"اس کے لبوں پر چیلینجنگ سی مسکراہٹ ابھری۔

"اور یہ بہت غلط کر رہے ہیں!"اس کا ٹھنڈا اٹھار لہجہ رضا غازی کو لمحے بھر کو چونکا گیا تھا۔ان کی چھٹی حس انھیں کچھ پیغام دے رہی تھی۔

رات اپنے جوبن پر تھی۔ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے کر دنیا سے چھپا رکھا تھا۔وہ کوئی پرانی سی کئی عرصے سے بند پڑی فیکٹری تھی۔جس کا بڑا سا برآمدہ دھول مٹی سے اٹا تھا۔بڑی بڑی پرانی زنگ آلود مشینیوں پر سفید کپڑا پڑا تھا۔جو روشنی کی کمی کی وجہ سے کوئی بلند قامت دیو معلوم ہوتے تھے۔وہیں ایک لکڑی کی کرسی پر کوئی شخص نیم جان حالت میں بیٹھا تھا۔اس کے ہاتھ پیچھے کی جانب رسیوں سے بندھے تھے۔اس کے سر سے خون بہتا گریبان میں جذب ہو رہا تھا۔بے ہوشی کی وجہ سے اس کی گردن ایک طرف ڈھلکی ہوئی تھی۔

اس کے آس پاس کئی نقاب پوش افراد کھڑے تھے۔تبھی ایک شخص بھاری قدم اٹھاتا کرسی پر بیٹھے اس شخص کے نزدیک آیا۔بلیک جیکٹ میں ملبوس سیاہ ہی پی کیپ پہنے وہ جیسے ہی روشنی میں آیا اس کے چہرے کے نقوش کچھ واضح ہوئے۔اس کے ہاتھ میں ایک سوفٹ ڈرنک کا کین تھا۔ساتھ ہی کھڑے سرمد نے ایک چھوٹا سا باکس اس کی جانب بڑھایا۔جسے تھام کر وہ اس میں موجود تصاویر نکال کر دیکھ رہا تھا۔سرد نظروں سے ان تصویروں کے دیکھنے کے بعد اس نے جیکٹ کی اندرونی جیب سے لائٹر نکال کر اس کا شعلہ ان تصویروں کو دکھایا تو وہ فوراً سے آگ پکڑ کر راکھ میں بدلتی اس کے قدموں کے پاس گرنے لگی تھیں۔

وہ وہیں فوٹو گرافس تھیں جو رضا غازی نے اپنے سارے تعلقات استعمال کر کے اس کے ثبوت کے طور پر اکٹھا کی تھیں۔کین میں موجود مشروب کو اس نے ایک جھٹکے سے اس شخص پر پھینکا

جو ہڑبڑا کر جاگا تھا۔وہ رضا غازی کا اسسٹنٹ تھا۔ان کے ہر کام میں وہ شریک تھا۔عبیر سے متعلق ہر بات بھی اس کے علم میں تھی۔

نیم جان مردہ وجود کے ساتھ اس نے پلکیں اٹھا کر اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا تو اس کی آنکھیں پھٹنے کو تھیں۔اس کی سانس سینے میں اٹکنے لگی تھی۔اسے یقین کرنے میں از حد دشواری کا سامنا تھا کے وہ عبیر غازی کو روبرو دیکھ رہا تھا۔

"کیسی طبعیت ہے تمہاری؟ان کی طرف سے میں معافی مانگتا ہوں، میں نے انھیں منع بھی کیا تھا زیادہ تشدد کرنے سے"

وہ نرمی سے بولتا جا رہا تھا جبکے وہ رسیوں میں بندھا حیرانگی سے اسے سن رہا تھا۔"مم مجھے معاف کر دیں عبیر سر۔میں آپ کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتاوں گا"خوف وہراس کے عالم میں خود کو رسیوں سے آزاد کرنے کی تگ دود کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔"تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟"عبیر نے سیدھا ہاتھ پھیلایا تو پیچھے مودب سے کھڑے نقاب پوش نے ایک قیمتی بھاری سا پسٹل اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔"میں کچھ بھی نہیں جانتا آپ کے بارے میں"پسٹل دیکھ کر اس کا تنفس تیز ہو گیا تھا۔موت اسے اپنے نزدیک کھڑی محسوس ہوئی۔"جھوٹ"پسٹل لوڈ کر کے اس نے ایک فائیر اس لڑکے کے سیدھے پاوں پر کیا۔

خاموش ویران فضا میں اس کی دلدوز چیخیں گونجی تھی۔"صرف سچ بتاو۔"

اس کے جانب ہلکا سا جھکتے ہوئے اس نے نرمی سے پوچھا۔"کیا جانتے ہو میرے بارے میں؟"

"آپ۔۔آپ ایک بزنس مین ہیں"

عبیر بے ساختہ ہنسا۔"کیا تم میرے ساتھ ہوشیاری کرو گے؟"اب کے اس نے دوسرا فائیر اس کے دوسرے پاوں پر کیا تھا۔

"آپ ڈرگز اسمگلر ہیں۔"درد سے بلکتے ہوئے وہ زور سے چیخا۔

"تم تو بہت کچھ جانتے ہو میرے بارے میں"اس کے چہرے پر مصنوئی حیرانگی کا تاثر ابھرا۔

"تمہارا زندہ رہنا میرے لیے مشکلات کھڑی کر سکتا ہے"

"آپ مجھے مت ماریں۔خدارا مجھے مت ماریں۔میں کسی کو آپ کے بارے میں کچھ نہیں بتاوں گا۔میں یہاں سے بہت دور چلا جاوں گا۔میں یہ ملک بھی چھوڑ دوں گا"

"تم ملک چھوڑنے کے قابل نہیں رہے ہو"عبیر نے افسوس سے اس کے زخمی پیروں کو دیکھتے ہوئے کہا جن سے خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔"دنیا چھوڑنے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"ایک لمحے کو وہ ساکت ہوا۔اس کے زخمی چہرے پر پسینے بہنے لگا۔

"مجھے مت ماریں عبیر سر۔۔ میں مر گیا تو میری فیملی کرائسز میں آجائے گی۔ میرا کوئی اور بھائی نہیں ہے" وہ درد سے بلبلا التجا کر رہا تھا۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"بلکل فکر مت کرو۔ تمہارے جانے کے بعد انھیں کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہو گی"

اس کے شانے پر ہاتھ رکھے وہ اسے دلاسہ دے رہا تھا۔ "جہنم میں جاو تم" وہ نفرت سے بولا۔

"میں سمجھ رہا تھا تم میرا شکریہ ادا کرو گے۔ لیکن تم بد عادے رہے ہو"

"تمہارا مطلب مجھ سے تھا عبیر غازی۔ تم بے شک مجھے مار دو لیکن میرے گھر والوں سے دور رہنا۔ وہ تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتے"

"مجھے معلوم ہے وہ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ لیکن مجھے اچھا نہیں لگے گا کے تمہارے مرنے کے بعد تمہاری دونوں چھوٹی بہنیں نوکری کے لئے در در کی ٹھوکریں کھائیں۔ کیا میں انھیں غازی انڈسٹریز میں جاب پر رکھ لوں؟"

"تم گھٹیا انسان" "تم نے کہا تھا میں ایک ڈرگ ڈیلر اور اسمگلر ہوں۔ ہے نا؟"

"میں چاہتا ہوں تم مجھے ایک اور نام سے بھی جانو"

سرد نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے اس نے پسٹل لوڈ کی اور اس کی پیشانی کا نشانہ باندھا۔

"ایک سفاک قاتل۔"

سفاکیت سے کہتے ہوئے وہ جیسے ہی ٹریگر دبانے لگا پیچھے کھڑے سرمد نے ترنت گولی چلا دی تھی۔ لمحے کی ارتعاش ہوئی تھی۔ کرسی پر بندھے اس شخص کی گردن ایک جانب ڈھلک گئی تھی۔ عبیر نے گردن ترچھی کر کے اسے دیکھا۔ جس نے ہلکے سے شانے اچکا دئے تھے۔ جیسے کہہ رہا ہو کے "اگر میں موجود ہوں تو آپ کو گولی چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس میں کوئی شک نہیں تھا کے صرف آدم ہی نہیں اس کے سارے آدمی اس پر جان نثار کرنے کو ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔

"اس کی گاڑی کہاں ہے؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"فیکٹری سے باہر ہے سر۔"

"اسے آگ لگادو۔ڈاکٹر صائم کو بلا کر اس کا ٹریٹمنٹ کرواو۔اور جلد سے جلد اسے تائیوان بھیجنے کے انتظامات کرو۔آج سے یہ ایک مسنگ پرسن ہے"

پسٹل اس کی جانب اچھالتے ہوئے وہ بے تاثر لہجے میں کہتے ہوئے ہاتھ میں پہنے گلوز اتار رہا تھا۔"ڈونٹ وری سر میں ہینڈل کرلوں گا سب۔" پیچھے کھڑے اے ایس پی نے یقین دہانی کرواتے ہوئے کہا۔

پی کیپ اتار کر بالوں کو پیچھے کی جانب کرتے ہوئے اس نے پھر سے کیپ پہنی ایک نظر اس کے بے جان سے وجود پر ڈال کر فیکٹری سے باہر کی جانب قدم بڑھا دیے۔

پورے شہر میں صبح کی روپہلی سی سنہری دھوپ پھیلی تھی۔جس میں نرم گرم سی شدت تھی۔آج سورج کا مزاج زیادہ گرم نہیں تھا۔غازی انڈسٹریز کی بلڈنگ شان سے کھڑی تھی۔جس کے بڑے سے پارکنگ لاٹ میں پولیس کی دو گاڑیاں کھڑی دکھائی دے رہی تھیں۔پوری بلڈنگ میں ہلچل سی مچی تھی۔آج سے پہلے کبھی وہاں پولیس کی آمد نہیں ہوئی تھی۔وہ اپنے آفس میں موجود تھا۔بڑی سی گلاس وال کے ساتھ کھڑے اس نے نیچے نظر آتے پارکنگ کے منظر کو سرد نظروں سے دیکھا تھا۔

اس کے چہرے سے صاف معلوم ہو رہا تھا کے اسے اپنی کمپنی میں پولیس کا آنا کتنا ناگوار لگا تھا۔جبھی نیوی بلیو سوٹ میں ٹائی لگائے وہ دستک دیتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔

اس کا انداز عجلت بھرا تھا۔"وہ آپ کے متعلق پوچھ رہے ہیں عبیر سر"

"تم نے انھیں نیچے کیوں روک رکھا ہے؟ورکرز فضول میں شک میں مبتلا ہوں گے۔فوراً بھیجو انھیں میرے آفس میں۔"عبیر نے ناگواری سے اسے ہدایت دی تو وہ سر ہلاتے ہوئے دروازے کی جانب بھاگا

اس کی پیشانی کے بل نمایاں ہو رہے تھے۔عادتاً ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی۔

دونوں باپ بیٹے ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔بیٹے نے حویلی کے دروازے پر پولیس کو لا کر اپنا ارمان پورا کیا تھا۔اور باپ نے کمپنی میں اپنی فورس کو لا کر شوق پورا کیا تھا۔

رضا غازی سمیت جب کچھ پولیس آفیسرز بھی اس کے کمرے میں داخل ہوئے تو وہ بڑی سی شیشے کی میز کے کنارے سے ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ چہرے پر کچھ پہلے کا طیش مفقود تھا۔ سر کے اشارے سے انھیں ویلکم کہا جن کا چہرہ غیض و غضب سے سرخ پڑ رہا تھا۔

"پہلے انھیں باہر بھیج دیجئے انکل۔ تاکے ہم سکون سے بات کر سکیں؟"

ابرو اٹھا کر کہتے ہوئے اس کا انداز بہت کچھ جتاتا ہوا تھا۔ جب رضا غازی نے مشکل سے خود پر ضبط کرتے ہوئے سر کے اشارے سے اپنے آفیسرز کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔

"سچ بتانا مجھے عبیر۔۔ اویس کے ساتھ کیا کیا ہے تم نے؟ اس کی گاڑی کو کسی نے آگ لگا دی ہے۔ اور وہ خود لاپتہ ہے۔"

وہ غرارتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔ "کس بارے میں بات کر رہے ہیں آپ؟ میں سمجھ نہیں پا رہا"

اسکائی بلیو شرٹ کی آستینوں کو کہنیوں تک فولڈ کئے ڈارک بلیو ٹائی لگائے وہ چہرے پر حیرانگی کے تاثرات سجائے استفسار کر رہا تھا۔ "تم اچھے سے جانتے ہو میں کیا بکواس کر رہا ہوں" یکایک انھوں نے آگے بڑھ کر طیش میں اس کے کالر کو جکڑ کے غصے سے کہا

اس نے ایک نظر اپنے کالر کو ان کی گرفت میں دیکھ کر گہری سانس بھری۔ پھر آرام سے ان کے ضعیف سے ہاتھ کو آرام سے اپنے کالر سے ہٹایا تھا۔

"اپنا نا سہی اپنی فیملی کا خیال کیجئے انکل۔ اپنی حد سے بڑھ کر جو یہ حرکت کرتا ہے میں اس کی سانسیں اس پر تنگ کر دیا کرتا ہوں۔ آپ سے رشتے داری ہے۔ اسی لیے آپ کو وارن کر رہا ہوں۔ ورنہ کسی کو سمجھانے میں وقت برباد نہیں کیا کرتا میں"

ایک ایک لفظ اس نے چباتے ہوئے ادا کیا تھا۔ "اللہ کے قہر سے ڈرو تم۔ جب وہ اپنی رسی کھینچے گا تو اپنے اسی غرور سمیت زمین میں دفن ہو جاؤ گے تم"

"اس زمین میں دفن تو سب نے ہی ہونا ہے۔ لیکن کون جانے کس کا وقت کب مقرر ہے" شانے جھٹکتے ہوئے وہ لاپرواہی سے کہتا ان کے طیش کو ہوا دے رہا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"میں کسی اویس نامی شخص کو نہیں جانتا۔ اگر وہ لاپتہ ہے تو آپ کو اسے ڈھونڈنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ لیکن وہ کرنے کے بجائے آپ میرے آفس میں آکر تماشا کرئیٹ کر کے مجھ پر بے بنیاد الزام لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اور یہ بلکل بھی ٹھیک نہیں ہے۔" اب کے وہ نرمی سے بولا۔ "بکواس بند کرو اپنی۔ مجھے کوئی یقین نہیں ہے تمہاری بات پر۔۔ میں جانتا ہوں اسے تم نے ہی کڈنیپ کیا ہے۔ وہ جس اپارٹمنٹ میں رہتا ہے اس کی بلڈنگ کی سی سی ٹی وی فوٹیج میں ان لوگوں کے اویس کے اپارٹمنٹ آنے اور اسے زبردستی ساتھ لے جانے کی ویڈیو موجود ہے۔ جو میں عدالت میں پیش کر کے تمہارے وارنٹ نکلواوں گا۔"

غصے سے ان کا سانس پھول رہا تھا۔ جبکے دوسری جانب اس کے اطمینان میں کوئی کمی نہیں آرہی تھی۔ "میں آپ کو آفر کر رہا ہوں۔ آپ چاہیں تو کورٹ میں جا سکتے ہیں۔ کیس بھی فائل کر سکتے ہیں لیکن کیا ہے نا کی۔۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہے کئی گھنٹوں تک اس کی تلاش کرتے رہنے کے بعد بھی آپ کو میرے خلاف کوئی ثبوت نہیں ملا ہے۔ اور ملے گا بھی نہیں۔ سو فضول میں ٹائم ضائع نا کریں۔ آپ میرے ساتھ سیٹلمنٹ پر غور کریں"

"اپنا مشورہ اپنے پاس رکھو۔۔ ایک دن میں تمہیں یہیں سے اریسٹ کر کے لے جاوں گا"

اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے وہ چباتے ہوئے بولے۔

"اللہ نے چاہا تو ایسا ضرور ہو گا۔ لیکن آپ اتنی امید نا رکھیں۔ کہیں مجھے جیل میں ڈالنے کا خواب لئے ہی آپ اس دنیا سے چلے جائیں"

اس کا انداز کچھ تضحیک بھرا تھا۔

"وقت بتائے گا" سرخ آنکھوں سے اسے دیکھتے وہ جانے کے لیے پلٹ گیے تھے لیکن پشت سے ابھرتی اس کی آواز پر ان کے قدم رکے۔

"آپ اس طرح سے میری کمپنی کی ریپوٹیشن کو مشکوک کر کے نہیں جا سکتے"

Mahira Zaynab Khan Novel

پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ ان کے سامنے آیا۔ "نیچے لابی میں میرا پورا اسٹاف موجود ہو گا۔ آپ نے جانے سے پہلے انھیں کلئیر کر کے جانا ہے۔ اپنی فورس سمیت یہاں آنے کا ویلڈ ریزن دے کر انھیں مطمئن کر کے جائیں۔ مجھے یہ بلکل پسند نہیں میری کمپنی پر کوئی انگلی اٹھائے"

وہ خطرناک حد تک سخت تاثرات لئے اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھ رہے تھے۔

بس میں ہوتے ہوئے بھی وہ کچھ نہیں کر پا رہے تھے۔ اپنا وجود انھیں مفلوج لگ رہا تھا۔ ان کے ہاتھ میں اتنی پاور تھی کے وہ کسی بھی بڑی شخصیت کو اٹھا کر زمین پر لے آتے۔ لیکن اس دفعہ ان کا پالا کسی عام انسان سے نہیں پڑا تھا۔ وہ عبیر غازی تھا۔ ایک پرفیکٹ مجرم۔ اسے خود کو بچانا آتا تھا۔ وہ اپنے جرم کا الزام کسی اور پر نہیں لگاتا تھا۔ بلکے اعتماد کے ساتھ اسے سر تسلیم خم کر کے قبول کیا کرتا تھا۔ لیکن اتنی ہمت کسی میں کہاں تھی جو اس کے اقبال جرم کو سننے کے بعد بھی اس کے خلاف کوئی چارہ جوئی کی جاتی۔ وہ اپنی مجرمانہ دنیا کا لاڈلا تھا۔ اگر کوئی اس پر ہاتھ ڈالنے کا سوچتا بھی تو اس کا نام و نشان مٹانے کو سو لوگ آ کر عبیر کے تحفظ میں کھڑے ہو جاتے۔ کوئی اسے ہاتھ لگانے کی غلطی کرے تو ذرا۔ اس سب کے باوجود رضا غازی نے اسے اپنا ٹارگٹ بنایا تھا۔ اسمگلنگ اور ڈرگز جیسے جرم میں اس کے ملوث ہونے کا انھیں جب شک ہوا تو انھوں نے سارے کیسز دوسرے آفیسرز کے ہینڈ اوور کر کے اپنی ساری توجہ صرف اسی کی طرف مبذول کر دی تھی۔ لیکن چند دن میں ہی انھیں مسلسل دھمکی آمیز فون کالز مل رہی تھیں۔

وہ حیران تھے کے یہ بات اتنی جلدی باہر کیسے نکلی۔ وہ کافی رازداری سے اس کے خلاف انفارمیشن نکلوا رہے تھے۔ لیکن فون کالز کا سلسلہ شروع ہوا تو انھیں کامل یقین ہو گیا کے عبیر کے حمایتی صرف اس کے جیسے مجرم نہیں تھے۔ بلکے پولیس کے اعلی آفیسرز اور انٹیلی جنس کے بھی اونچے عہدے داروں نے اسے اپنی پشت پر چھپا رکھا تھا۔ انھیں اس بات میں بھی کوئی شک نہیں تھا کے ان کے تھانے میں بھی کئی آفیسرز اسی کے لیے کام کرتے ہیں۔ چند ایک کے علاوہ وہ تقریباً سب کی جانب سے ہی مشکوک تھے۔ جو انکے قریبی آفیسرز تھے وہ صرف انھی کے ساتھ کافی رازداری سے اس کے کیس پر کام کر رہے تھے۔ اویس بھی انھی میں سے ایک تھا۔ وہ پولیس آفیسر نہیں تھا۔ وہ ایک اخباری ادارے کا رپورٹر تھا۔ رضا غازی سے کافی قریب تھا۔ کچھ لوگوں کے علاوہ کسی کو اس بات کا علم تھا بھی نہیں کے وہ خفیہ طور پر رضا غازی کے کیسز پر کام کرتا ہے۔ سب کو یہی لگتا تھا کے وہ صرف اپنے آرٹیکلز اور مجرموں کی کہانیوں میں دلچسپی کی وجہ سے تھانے آتا ہے۔ جب تھانے کا کوئی بندہ اس پر شک نہیں کر سکا تھا تو پھر عبیر کو کیسے اس کے بارے میں خبر ہوئی؟

وہ اس انسان کو سمجھ ہی نہیں پائے تھے۔ جتنا اسے جاننے کی کوشش کرتے اس کی شخصیت اتنا ہی خود میں الجھا لیتی تھی۔ اسے سمجھنے کی کوشش کرنا بیکار تھا۔ وہ آسانی سے ہاتھ آنے والوں میں سے تھا ہی نہیں۔

"معاملہ سورٹ ہو گیا ہے"

ٹرے میں ایک بھاپ اڑاتی کافی کا مگ رکھے وہ دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا۔ ساتھ ہی رضا غازی کے بارے میں اطلاع دی کے وہ اسٹاف سے کہہ کر گئے تھے کے وہ صرف عبیر سے ملنے آئے تھے پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔

کہتے ہوئے اس نے ٹرے میز پر رکھی۔ دوسری جانب وہ پاور چیئر پر ٹیک لگائے پیچھے کو سر گرائے آنکھیں موندیں بیٹھا تھا۔ اس کی آمد پر پلکیں وا کر کے اسے دیکھا پھر سیدھا ہو بیٹھا۔ آنکھیں گلابی پڑ رہی تھیں۔ مائگرین بڑھتا جا رہا تھا۔ ٹیبل کی ڈراکھول کر ایک چھوٹی سی بوتل نکالی۔ پھر ڈھکن ہٹا کر چند گولیاں ہتھیلی میں رکھ کر منہ میں ڈالی اور پانی کے دو گھونٹ لے کر انھیں حلق میں اتارا۔ تنے اعصاب کچھ پر سکون ہو رہے تھے۔ گہری سانس بھر کر وہ اس کی سمت متوجہ ہوا۔ "کام سمجھ آ رہا ہے تمہیں؟" مگ ہاتھ میں پکڑتے ہوئے اس نے استفسار کیا۔ "مجھے تو کام سمجھ آ گیا ہے لیکن آپ کے ورکرز کو 'میں' سمجھ نہیں آ رہا۔ کے ایک پارلیمانی ممبر کا بیٹا اور ماسٹرز کا اسٹوڈنٹ ایک معمولی سی سیکرٹری کی جاب کیوں کر رہا ہے آخر؟"

"میرا سیکرٹری ہونا معمولی ہے تمہارے لئے؟" اس نے ابرو اٹھا کر سنجیدگی سے پوچھا۔

"ایسی بات نہیں ہے۔ بس یہاں کام کرنے میں وائب نہیں آ رہی۔ یہ شریفوں والے لباس میں اچھے بچوں کی طرح نائن ٹو فائیو جاب کرنا مجھے جلد ہی بیزار کر دے گا"

"بیزار تو تم مجھے ابھی بھی لگ رہے ہو"

فون اٹھا کر میلز چیک کرتے ہوئے وہ لاپرواہی سے بولا۔ عبیر کا پرسنل سیکرٹری آدم تھا۔ وہ کافی عرصے سے اس کے ساتھ کام کر رہا تھا۔ کچھ دنوں پہلے اس نے آدم کو تائیوان بھیجا تھا۔ وہاں کام کچھ بڑھ گیا تھا۔ یون زئی نے ہی اسے کہا تھا کے اپنے کسی قابل اعتماد بندے کو وہاں بھیج دے۔ پولیس وہاں سرگرم ہو چکی تھی۔ اور جگہ جگہ آپریشن کر کے ایسے گروہوں کو اریسٹ کر رہی تھی۔ اس قسم کی سچویشنز کو ہینڈل کرنے کے لیے عبیر خود جایا کرتا تھا۔ لیکن اس بار اس کا یہاں رکنا زیادہ ضروری تھا۔ اسی لیے اپنی جگہ اس

نے آدم کو بھیج دیا تھا۔ وہ اس کے ہر کام سے واقف تھا۔ یہاں کے کئی معاملات بھی اسی کے ذمے تھے۔ اس کی غیر موجودگی کی باعث عبیر نے سرمد کو اس کی جگہ پر کام کرنے کے لیے کہا تھا۔ جو دو دن میں ہی بیزار ہو چکا تھا۔ اسے اتنا ویل ڈریس رہنے اور اخلاقیات کا اتنا مظاہرہ کرنے کی عادت نہیں تھی۔ لیکن عبیر کی طرف سے مجبور تھا۔ اس کی کسی بات کی نفی کرنا اس نے جیسے سیکھا ہی نہیں تھا۔

"میں آپ کو ایک ایڈوائز دینا چاہ رہا تھا" بند دروازے کو دیکھتے ہوئے وہ کچھ جھجھکتے ہوئے بولا تو عبیر نے فوراً نظریں اٹھا کر سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"وہ ایک کہاوت ہے نا کے سانپ کا سر اٹھنے سے پہلے ہی اسے کچل دینا چاہئے"

اس کی پیشانی پر شکنیں دکھنے لگی۔

"میرے انکل کے بارے میں بات کر رہے ہو تم۔۔ حد میں رہ کر کرو"

وہ ناگواری سے اسے ٹوک گیا "میں آپ کو حقیقت سے آگاہ کر رہا ہوں عبیر بھائی۔ اپنے باپ کے ساتھ رہ کر مجھے ان معاملات کا کافی تجربہ ہے اسی لیے آپ سے کہنا چاہتا ہوں کے آپ خون کے جوش میں نا آئیں۔۔ ان کا کچھ بندوبست کر دیں اس سے پہلے کے دیر ہو جائے۔ ابھی تک معاملہ صرف آپ دونوں کے درمیان ہے۔ اگر انس غازی کو اس سب کی بھنک بھی پڑ گئی تو پھر بات ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

وہ واقعی میں حقیقت بیان کر رہا تھا۔ اس نہج پر اس نے بھی کئی بار سوچا تھا۔ لیکن ہر دفعہ اس کا ضمیر کوئی انتہائی قدم اٹھانے سے روک دیتا تھا۔ رضا غازی کچھ زیادہ متحرک ہو چکے تھے۔ انھیں خاموش کروانے کے لئے جلد سے جلد کوئی فیصلہ اسے لازمی لینا تھا۔

جبھی کوئی بنا دستک دئے دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا۔

"بھائی پولیس کیوں آئی تھی؟" اس کا انداز پریشان کن تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی فیکٹری سے واپس آیا تھا۔ کافی کا مگ اس کے لبوں سے لگا تھا۔ کن انکھیوں سے سرمد کو باہر جانے کا اشارہ کیا تو وہ سر اثبات میں ہلاتے ہوئے باہر نکل گیا تھا۔ "کچھ دن پہلے جو نوید وقار کی ڈیتھ ہوئی تھی اسی کے سلسلے میں بات کرنی تھی، کوئی مسئلے کی بات نہیں ہے"

"وہ تو ایک ایکسڈنٹ تھا نا؟"

سالار کے پوچھنے پر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر مگ ٹیبل پر رکھا۔

"ایک کم عمر لڑکی سے گاڑی ڈس بیلنس ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ حادثہ ہوا۔"

سالار کے چہرے پر حیرانگی کے تاثرات ابھرے۔

"اس کے خلاف کاروائی نہیں کی گئی؟"

"کوئی فائدہ نہیں اس کا۔ کاروائی کرنے سے اگر نوید وقار کو واپس زندگی مل سکتی تو میں ضرور کرواتا لیکن وہ اب واپس نہیں آ سکتا۔ اگر اس کی فائل کھلے گی تو بس اس لڑکی کی زندگی خراب ہو گی۔ بے شک اس کی غلطی ہے لیکن وہ بہت چھوٹی ہے ابھی۔ اس لئے میں نے مناسب نہیں سمجھا اور پھر نوید کے چھوٹے بھائی کی ڈگری کمپلیٹ ہونے میں کچھ ہی ٹائم بچا ہے تو اس کی جگہ وہ جاب کر لے گا۔ لیکن تب تک اس کی فیملی کو کمپنی کی طرف سے فائنشلی سپورٹ ملتی رہے گی" وہ سنجیدگی سے اسے تفصیل بتا رہا تھا۔

"تم بتاؤ فیکٹری کی کیا صورتحال ہے؟"

"نتھنگ اسپیشل۔۔ معمول کے مطابق ہو رہا ہے سارا کام"

وہ شانے اچکا کر بولا۔

"آدم نے کب تک واپس آنے ہے دبئی سے؟"

عبیر نے سب کو یہی کہا تھا کے وہ اپنے پرسنل کام سے آف لے کر دبئی گیا ہے۔

"پندرہ دن کی لیو لی ہے اس نے" عبیر نے غور سے اس کی شکل دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ جو آپ کا نیا سیکرٹری ہے"

چیئر گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے اس نے بولنا شروع کیا۔ سرمد کے ذکر پر اس کا لہجہ کچھ ناگوار سا لگ رہا تھا۔

"کچھ کہا ہے اس نے تمہیں؟" وہ اس کے تاثرات جانچ رہا تھا۔

"کہا تو کچھ نہیں لیکن۔۔مجھے سمجھ نہیں آرہا آپ نے اسے اپنے پرسنل سیکرٹری کی جاب پر کیوں رکھا ہے؟اس کے پاس ڈگری بھی نہیں ہے۔اور نا ہی وہ بزنس کی فیلڈ سے ہے۔اور سب سے بڑھ کر وہ ایجوکیشن منسٹر کا بیٹا ہے۔یعنی اسے ضرورت ہی کیا ہے ایک سیکرٹری کی جاب کرنے کی؟"

جب سے اس نے آدم کی جگہ سرمد کو کام کرتے ہوئے دیکھا تھا وہ تب سے ہی اسے کھٹک رہا تھا۔"بے شک اسے ضرورت نہیں ہے وہ بس شوق اور ایڈونچر کے طور پر کچھ دن ہی یہاں کام کرے گا۔"

"یہ امیر باپ کی بگڑی ہوئی اولادیں"وہ سر جھٹک کر بڑبڑایا۔

"تم بنا بات کے فضول میں ہر کسی سے بیر کیوں باندھ لیتے ہو سالار؟"

عبیر اس کی اس عادت سخت نالاں رہتا تھا۔اس کی طبعیت میں اتنی سرد مہری اور خود پسندی تھی کے وہ مشکل سے ہی کسی کو اپنے قریب آنے دیا کرتا تھا۔

"دنیا میں ہزار طرح کے مزاج والے لوگ پائے جاتے ہیں۔ضروری نہیں ہے کے ان کے مزاج تم سے میل کھائے۔سب کی عادت واطوار مختلف ہو سکتے ہیں اس میں کوئی بڑی بات نہیں ہے۔جو انسان جیسا ہو اسے ویسا ہی قبول کیا جاتا ہے۔"

وہ ہمیشہ کی طرح اسے سمجھا رہا تھا۔جو بنا کچھ نظریں جھکائے ہاتھ میں پیپر ویٹ گھماتے ہوئے اسے سن رہا تھا۔اس میں کوئی دو رائے نہیں تھی کے اسے اس کے خول سے نکالنے میں سب سے زیادہ مددگار عبیر ہی ثابت ہوا تھا۔اسی کی محنت کا نتیجہ تھا کے آج اس کا دل میں اپنے کزنز کے لیے تھوڑی سی ہی سہی لیکن محبت ضرور تھی۔پہلے کی طرح وہ ان سے نالاں نہیں رہتا تھا۔

اس نے آدم اور سرمد سے سختی سے کہا تھا کے رضا غازی کو نقصان پہنچانے کی بلکل کوشش نا کرے۔لیکن ان کی بڑھتی سرگرمیوں کے باعث صرف انھیں ڈرانے کے لیے آدم نے کچھ بندوں کو بھیجا تھا ان کی گاڑی پر فائرنگ کرنے کے لیے۔جس میں وہ کافی زخمی ہوئے تھے۔بعد میں عبیر کی ڈانٹ پھٹکار کو اس نے چپ چاپ سنا تھا۔لیکن شرمندہ وہ پھر بھی نہیں تھا۔سرمد اور اس کا بس چلتا تو سیکنڈز میں رضا غازی کا بندوبست کر دیتے لیکن عبیر کی وجہ سے وہ دونوں حد میں رہنے پر مجبور تھے۔

آدم کو شک تھا کے کہیں انس بھی اس بارے میں آگاہ نا ہو۔ ظاہر ہے وہ رضا غازی کا بیٹا تھا۔ وہ کیوں اس سے عبیر کی حقیقت چھپائیں گے۔ اس بارے میں عبیر نے بھی بہت سوچا تھا۔ لیکن پھر اس سوچ کو جھٹک دیا تھا۔ کیوں کے اس بارے میں انس سے اس کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ جب بھی اس سے ملاقات ہوتی تھی وہ پہلے کی طرح نارمل ہی لگا کرتا تھا۔ یقیناً رضا غازی نے اسے کچھ نہیں بتایا ہو گا۔

لیکن یہ بات اسے بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کے انھوں نے عبیر کی حقیقت کو صرف اپنے تک کیوں رکھا ہوا ہے؟ وہ حویلی میں سب کو خبر دار کیوں نہیں کر رہے؟ یا شاید وہ اس انتظار میں ہوں کے پہلے کچھ ثبوت ان کے ہاتھ لگ جائیں تو پھر وہ اس کی سچائی منظر عام پر لائیں۔ تا کے انھیں جھٹلانے کا کوئی راستہ ہی نا بچے۔ جو بھی تھا۔ غیر آرام دہ تو وہ بھی محسوس کر رہا تھا۔

ایک پلان تھا جو عبیر غازی نے بنایا تھا۔ جس میں کسی جھول کا اندیشہ ہی نہیں تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا وہ ہمیشہ اپنی دوسری شخصیت کو نقاب کے پیچھے کر رکھے گا تو کسی کو خبر نہیں ہو سکے گی۔ اور سب سے بڑھ کر اس کے بھائی۔ وہ تو عبیر پر جان چھڑکتے ہیں۔ وہ کبھی اس پر شک نہیں کریں گے۔ لیکن ایک پلان تھا جو اس کے بھائیوں نے اسے اپنے جال میں پھنسانے کو بنایا تھا۔ وہ دم بخود رہ گیا تھا۔ جہاں بیٹھا تھا۔ وہیں بیٹھا رہ گیا تھا۔

وہ ایک گہرا صدمہ تھا جو برچھی کی طرح اس کے دل کو زخمی کر گیا تھا۔

انس کا سالار پر شک کرنا بھی اس کا پلان تھا۔ اور سالار کا ریشام کی محبت کا دعوٰی کرنا بھی جھوٹ تھا۔ اسے کبھی ریشام میں دلچسپی تھی ہی نہیں۔ اس نے صرف انس کی باتوں پر عمل درآمد کیا تھا۔ تا کے بعد میں ان کے بیچ اختلاف کے لیے کوئی وجہ بن سکے۔

سالار کو سب علم تھا۔ وہ پہلے دن سے یوسف کی سچائی جانتا تھا۔ اور صرف وہی نہیں عاشر اور فاز بھی تو ان کے ساتھ شریک تھے۔ اسے تو اپنے بھائیوں پر اندھا بھروسہ تھا۔ وہ تو کبھی گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کے وہ کبھی اس کے خلاف بھی ہو سکتے ہیں۔

انھوں نے آنکھیں بند کر کے انس کے کہے پر عمل کیا۔ ایک دفعہ بھی اس کے پاس آ کر اس سے پوچھا نہیں تھا کے "عبیر بھائی کیا سچ ہے؟ کیا یہ سب آپ نے کیا ہے؟"

وہ ایک دفعہ ہی سہی اس کے پاس آتے تو سہی اس سے پوچھتے تو سہی۔ وہ انکار نہیں کرتا۔ اپنے سارے گناہ قبول کر لیتا۔ لیکن انھوں نے اس کے پاس آنا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا۔ انس غازی کے کہنے پر اس کے پلان میں شریک ہو کر اپنے بھائی کے خلاف ہی محاظ کھول لیا تھا۔

اتنی تکلیف اسے آج سے پہلے کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ کیا کچھ نہیں کیا تھا اس نے ان سب کے لئے۔ اپنی زندگی کو بھی وہ اپنی مرضی سے نہیں گزار سکا تھا صرف ان کی وجہ سے۔ کہیں وہ بھی اس کے نقش قدم پر چل کے باغی نا ہو جائیں۔ ان کی بے اعتباری اس کے وجود میں نوکیلی کیلوں کی طرح کھب رہی تھی۔ اسے وہ دن یاد آ رہا تھا جب آدم نے اس سے کہا تھا کے اسے انس کے ساتھ ساتھ سالار غازی پر بھی شک ہے۔ عبیر کی آنکھوں پر تو اپنے بھائیوں ہی محبت کی پٹی بندھی تھی اسی لیے وہ سارے معاملے کو اس نظر سے نہیں دیکھ رہا تھا جیسے آدم کو دکھائی دے رہا تھا۔ تب عبیر نے ایک گہری کاٹ دار نگاہ سے آدم کو دیکھا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ اور ایک انگلی اس کی پیسانی پر رکھ کر کافی سنگین لہجے میں اسے باور کروایا تھا کے اگر یہ محظ اس کا شک ہی ہوا۔ اگر سالار کا اس سب میں کوئی ہاتھ نا ہوا تو وہ خود اسے یہاں گولی مارے گا۔ جواباً آدم اسی طرح مطمئن کھڑا تھا۔ اسے اپنی چھٹی حس پر پورا بھروسہ تھا۔ اس نے ایک عرصہ دو چہرے والے منافقوں کے بیچ کام کرتے گزارا تھا۔ وہ مقابل کی آنکھوں سے ہی پہچان لیتا تھا کے اس کی بات میں کتنی سچائی ہے۔ اور اس نے اپنے چہرے پر کون سا نقاب چڑھا رکھا ہے۔ اس کا اندازہ غلط نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی اسے اپنے سینے میں ایک چبھن سی بھی محسوس ہو رہی تھی۔ اگر واقعی میں وہ جو سالار کے معتلق سوچ رہا ہے اگر وہ ویسا ہی نکلا تو عبیر کی ذہنی حالت کیا ہو گی۔ وہ اس سچائی کو کیسے برداشت کرے گا۔ اگر انس اس کے خلاف کوئی چال چل بھی رہا ہے تو عبیر کے لیے وہ اتنی حیرانگی کا باعث نہیں ہے۔ لیکن سالار تو اس کا اپنا خون ہے اس کے دھوکے کو عبیر کیسے سہہ پائے گا؟

حال:

لیکن وہ سہہ گیا تھا۔اس کا دل نہیں پھٹا تھا حقیقت جاننے کے بعد بھی اس کے چہرے کے تاثرات میں فرق نہیں آیا تھا۔بس ایک دل تھا جو ٹوٹ چکا تھا۔اسے عادت ہو چکی تھی۔وہ بار بار ٹوٹتا تھا اور وہ بار بار اسے جوڑنے کی کوشش کرتا تھا۔لیکن اس دفعہ اس نے اپنے لہو چھلکاتے دل کی پیوند کاری نہیں کی تھی۔اس بار اسے جھوٹا دلاسہ نہیں دیا تھا کے یہ آخری بار ہے۔اگلی دفعہ اسے کوئی اور صدمہ سہنا نہیں پڑے گا۔وہ تھک چکا تھا خود سے جھوٹ بول بول کر۔وہ بیزار ہو چکا تھا بار بار اپنے بکھرے وجود کو سمیٹ سمیٹ کر۔اسے اپنی زندگی میں سکون چاہئے تھا۔جو اسے اب سکون آور نیند کی گولیوں سے بھی نہیں ملتا تھا۔

عبیر کو اس انسان سے نفرت ہو چکی تھی۔ایک وقت تھا جب وہ اسے پسند آیا تھا۔لیکن تب اس نے انس کو سمجھنے میں غلطی کی تھی۔وہ اسے سمجھ نہیں پایا تھا۔اس کی دوہری شخصیت سے دھوکا کھا گیا تھا۔اس کی نفرت کی سب سے بڑی وجہ تو ریشام تھی۔

وہ کیسے اس انسان کو پسند کر سکتا تھا جس کی مٹھی میں ریشام کا دل تھا۔وہ لڑکی اس کی دیوانی تھی۔اگر وہ اسے کوئی جسمانی تکلیف پہنچاتا تو درد ریشام کو بھی محسوس ہوتا۔اسی لیے وہ اس طرح سے اس پر وار کرنا چاہتا تھا کے انس کی تکلیف کے آثار اس تک نا پہنچ پائیں۔

اسی برستی بارش میں وہ ملک چھوڑ گیا تھا۔جانے کا ارادہ تو اس کا پہلے سے بنا ہوا تھا۔لیکن جس طرح سے وہ گیا تھا یہ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔

دوسری جانب آدم کے فلیٹ کی صورتحال بھی عجیب تھی۔

کچھ دیر پہلے وہ جو ایزی سے کپڑوں میں ملبوس تھا۔اب چینج کر کے سیاہ پینٹ پر سیاہ شرٹ پہنے ہاتھ میں گھڑی باندھنے کے بعد کف لنکس لگا کر جیل سے بالوں کو سیٹ کیا۔پھر ایک سیاہ ٹائی اٹھا کر گلے میں باندھنے لگا۔کمرے میں اسوقت ساری روشنیاں جل رہی تھیں۔اور خوبرو چہرے والا دراز قد آدم بڑے سے مرر کے سامنے کھڑا خود کو دیکھ رہا تھا۔پرفیوم اٹھا کر گردن پر اسپرے کرنے کے بعد دوبارہ رکھا۔اور کوٹ بازو پر ڈالتے دوبارہ اسٹوڈیو میں آیا۔

نوفل نے اسے کہا تھا کے فلحال روپوش ہو جائے، منظر سے غائب ہو جائے ورنہ اسے اسی وقت گرفتار کر لیا جائے گا۔دروازے سے شانہ ٹکا کر کھڑے خالی نظروں سے اس چھوٹے سے کمرے کو دیکھ رہا تھا۔یونیورسٹی میں وہ عبیر کا جونئیر تھا۔اور جب ڈگری

مکمل ہونے کے بعد وہ جاب کے انٹرویو کے لیے غازی انڈسٹریز گیا تو سامنے عبیر کو بیٹھے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ نہیں جانتا تھا کے وہ کمپنی عبیر کی ملکیت ہے۔

اس نے بھی عبیر کی طرح ایم بی اے ہی کیا تھا۔ لیکن ساتھ ہی کمپیوٹر میں کافی دلچسپی ہونے کے باعث بہت سے کمپیوٹر کورسز بھی کر رکھے تھے۔ عبیر نے اسے آئی ٹی اور ایچ آر ڈپارٹمنٹ میں جانب دینے کے بجائے اپنا مینجر منتخب کر لیا تھا۔ جس نے کافی دلجمعی سے اپنی جاب کو انجام دیا تھا۔ عبیر اس پر کافی بھروسہ کرتا تھا۔ وہ بہت کم وقت میں عبیر کے نزدیک آ گیا تھا۔ جس کی وجہ سے عبیر نے اسے پھر اپنے سائیڈ بزنس کے بارے میں بھی ساری تفصیل بتا دی تھی۔ جس کا زیادہ تر کام پھر آدم ہی کرنے لگا تھا۔ اس کی فیملی میں اس کی ماں اور دو چھوٹے بہن بھائی تھے۔ عبیر نے ان سب کو دبئی سیٹل کروا دیا تھا۔ جس کی وجہ سے آدم کو گھر کی طرف سے کوئی فکر مندی نہیں تھی۔ اس کا سارا وقت اب صرف عبیر کے لیے وقف تھا۔ دو چار مہینوں میں وہ دبئی کا چکر لگا آیا کرتا تھا۔ لیکن ان سالوں میں اس کی فیملی دوبارہ پاکستان نہیں آئی تھی۔ یہ عبیر کی طرف سے پیش بندی تھی۔ کیوں کے جس کام میں وہ دونوں ملوث تھے۔ آنے والے کسی لمحے کے بارے میں وہ شیور نہیں تھے کے وہ ان کے حق میں ہی ہو گا۔ کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ اس لئے عبیر نے اس احتیاط سے کام لیا تھا کے اگر کبھی حالات آوٹ آف کنٹرول ہو بھی جائیں تو کم از کم آدم کی فیملی پر کوئی مصیبت نہ پڑے۔

اس کا ماضی اس کی آنکھوں کے سامنے کسی فلم کی طرح چل رہا تھا۔ اس نے کلائی سامنے کر کے گھڑی پر وقت دیکھا۔ پھر گہری سانس لیتا وہاں سے ہٹ گیا۔ کچھ دیر بعد جب وہ واپس آیا تو ایک سفید رنگ کی بڑی سی بوتل اس کے ہاتھ میں تھی۔ جس کا ڈھکن ہٹا کر اس میں موجود پیٹرول کو اس نے پورے اسٹوڈیو میں پھینکنا شروع کر دیا تھا۔

جب بوتل خالی ہو گئی تو اسے بھی ایک جانب اچھال کر اسٹوڈیو سے باہر نکل آیا۔

پھر اپنا فون آنکھوں کے سامنے کیا۔ روشن اسکرین کے وال پیپر پر نظر ڈالی۔ اور اسے بھی اندر اچھال دیا۔ اس کے کانوں میں دور سے بجتے سائرن کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

جو لمحہ بالمحہ قریب آتی جا رہی تھیں۔ اس کے چہرے کی سنجیدگی میں بھی اتنا ہی اضافہ ہو رہا تھا۔ جیب سے لائٹر نکال کر اس نے بٹن دبا کر اس کا شعلہ جلایا۔ پھر اسے اندر پھینک کر دروازہ بند کر دیا۔ سیکنڈز میں وہاں آگ پھیلنے لگی تھی۔ جو کچھ ہی دیر میں پورے اپارٹمنٹ کو جکڑنے والی تھی۔ لیکن وہ بے فکری سے اپنا کوٹ جھاڑ کر پہننے کے بعد آکسفورڈ شوز پہن کر اپارٹمنٹ سے باہر نکل

گیا۔اس کے قدم لفٹ سے کچھ فاصلے پر رکے۔ جس کے دروازے کھلتے ہی کافی سارے پولیس اہلکار اس میں سے نکلتے ہوئے آدم پر اپنے اسلحے تان گئے تھے۔ پورا کوریڈور خالی پڑا تھا۔اور وہ اکیلا پولیس کے نرغے میں دونوں ہاتھ اٹھائے جیسے ہتھیار ڈال گیا تھا۔ اسی وقت ایک پولیس والے نے اس کے دونوں ہاتھوں کو پیچھے لے جا کر ان پر ہتھکڑیاں لگا دی تھیں۔

(میں نے تمہیں اپنے کام میں اس لیے شریک کیا ہے کیوں کے میں تم پر بھروسہ کرتا ہوں۔)

وہ تیز تیز قدموں سے لفٹ میں داخل ہوئے۔

(تم میرے رائیٹ ہینڈ ہو۔ تمہارے بغیر میں کچھ بھی نہیں ہوں!"

لفٹ کے دروازے بند تھے۔اتنے نفوس کی موجودگی میں بھی ایک خوفناک سی خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔

(میں جانتا ہوں اگر میں کسی مشکل میں پھنس بھی گیا تو تم وہ پہلے انسان ہوں گے جو سب سے پہلے مجھ تک پہنچے گا۔۔)

گراونڈ فلور پر لفٹ آکر رکی تھی۔ جس سے باہر نکلتے ہی ایک پولیس والا اسے کالر سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے اس عمارت سے باہر نکالنے لگا۔ جس کے باہر ایک مجمع سا اکھٹا تھا۔ سائرن بجاتی کئی پولیس کی گاڑیاں وہاں کھڑی تھی۔ بارش میں ابھی بھی کوئی کمی نہیں آئی تھی۔

اسی دوران ایک سیاہ چمکتی گاڑی کے ٹائر وہاں چرچرائے تھے۔ڈرائیونگ سیٹ سے اتر کر زوردار آواز سے دروازہ بند کرتے ہوئے وہ تقریباً دوڑتا ہوا اس تک پہنچا تھا۔ایک قہر بار نگاہ اس پولیس والے پر ڈالی جس نے ابھی تک آدم کا کالر جکڑا ہوا تھا۔ سرمد نے زوردار دھکا دیتے ہوئے اسے آدم سے دور ہٹایا تھا۔"اگر اسے کسی نے ہاتھ بھی لگایا تو اسی وقت گولی مار دوں گا۔۔"وہ تیز خون چھلکاتی نگاہوں سے لفظوں کو چباتا ہوا ان سب کو گھور رہا تھا۔ جو اس کے غصیلے اور طیش زدہ سے چہرے کو دیکھتے ہوئے خود ہی کچھ قدم پیچھے ہٹ گئے تھے۔ وہ ایم پی اے کا بیٹا تھا۔انھیں اجازت نہیں تھی کسی حکومتی وزیر کے بیٹے کے سامنے اپنی زبان بھی کھول پاتے۔

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا؟ کیا بے وقوفی کی ہے تم نے؟ ایسے ہی گرفتاری دے دی؟"اب کے وہ طیش میں آدم پر برسا تھا۔ جو بارش میں تقریباً بھیگ چکا تھا۔

"ولیمے میں جا رہے ہو اپنے؟" آخر میں اس کے ٹپ ٹاپ حلیے کو دیکھتے ہوئے سرمد نے اس کا کوٹ پکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے تنفر سے پوچھا۔

آخر وہ اس خراب ہوتی صورتحال کو قبول کیوں کر رہا تھا؟ سرمد کی طرح پینک کیوں نہیں ہو رہا تھا۔

آدم نے اسے کچھ کہنے کے بجائے گردن اٹھا کر اس عمارت کو دیکھا۔ جس کے گیارویں فلور کی ایک بالکنی کافی روشن ہو رہی تھی۔ وہاں سے زوردار دھماکوں کی آوازوں کے ساتھ ساتھ آگ کی بڑی بڑی لپٹیں بھی ظاہر ہو رہی تھیں۔ سرمد نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھنے کے بعد دوبارہ آدم کو دیکھا۔ لیکن اب کے وہ ہکا بکا تھا۔ جبکے آدم مطمئن کھڑا تھا۔۔

"Table has been cleaned!"

"میں نے اپنی وفاداری کا حق ادا کر دیا ہے۔۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہیں۔ سب کنٹرول میں ہے۔۔"

"کیسے سب کنٹرول میں ہے؟ عبیر بھائی کا کچھ پتا نہیں چل رہا۔ وہ کہاں چلے گئے۔ تم اریسٹ ہو کر جیل جا رہے ہو۔۔ میں کیا کروں مجھے کچھ نہیں سمجھ آ رہا۔"

اس نے ماووف ہوتے دماغ کے ساتھ دونوں ہاتھوں میں اپنی پیشانی کو تھاما تھا۔

"وہ جہاں بھی گئے ہیں کچھ ہی عرصے میں واپس آ جائیں گے۔۔ پھر ساری چیزیں اپنی جگہ پر آ جائیں گی۔۔ لیکن ان کے واپس آنے تک۔۔ ہمیں ویسے ہی چلنا ہو گا جیسے قسمت ہمیں چلانا چاہتی ہے۔۔"

وہ کافی مطمئن اور پرسکون لگ رہا تھا۔ اور سرمد کو اس کا یہی بے فکر انداز بری طرح چبھ رہا تھا۔ آخر وہ انسان کیسے اتنا کالم رہ سکتا تھا۔

"بھاڑ میں جاؤ تم آدم! بھاڑ میں جاؤ۔۔۔" وہ طیش کو ضبط بھی نہیں کر پا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے سب کچھ اس کی مٹھی سی ریت کی طرح پھسلتا جا رہا ہو۔ اور وہ کچھ بھی نہ کر پا رہا ہو۔

"میں ضرور تمہیں گلے لگا کر تسلی دیتا لیکن میں۔۔۔ مجبور ہوں۔۔" اس نے افسوس بھرے لہجے میں کہتے ہوئے آخر میں شانے اچکائے کیوں کے اس کے دونوں ہاتھ پیچھے کو بندھے تھے۔

اور سرمد کی آنکھیں بس لمحہ لمحہ سرخ پڑتی جا رہی تھیں۔

"میں اپنے حریفوں کی امید پر پورا نہیں اتر سکتا۔۔انھوں نے سوچا ہوگا کے میں اس اچانک گرفتاری پر طیش میں آجاوں گا۔پولیس والوں کو برا بھلا کہوں گا۔۔بھاگنے کی کوشش کروں گا۔۔نہیں۔۔"اس نے بات روکتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"انھیں معلوم ہونا چاہئے کے انھوں نے۔۔عبیر غازی۔۔کے مینجر کو اریسٹ کیا ہے!"

"وہ مجھے اپنی پرچھائی کہا کرتے ہیں۔۔اور یہ میرے لئے ایک قیمتی اعزاز کی طرح ہے۔۔مجھے ان کے کہے کا پاس رکھنا ہے۔"

سرمد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ کافی پر اعتمادی سے بول رہا تھا۔ گردن اٹھائے۔بغیر کسی خوف و پریشانی کے۔

"تمہیں میرے پیچھے تھانے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔میں نہیں چاہتا اس کیس میں تمہارا نام بھی آئے۔۔عبیر بھائی بھی یہ نہیں چاہتے تھے۔۔"

اس نے بات میں وزن پیدا کرنے کے لیے ساتھ ہی عبیر کا حوالہ بھی دیا تھا۔کیوں کے اگر وہ آدم کی بات نہ ماننے کا فیصلہ کرتا بھی تو عبیر کی وجہ سے مجبور ہو جاتا۔

"میری طرف سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔تھانے میں نوفل موجود ہے۔"

ساتھ ہی اے ایس پی نوفل کا بھی ذکر کر دیا جو کافی عرصے سے ان کے گروپ میں شامل تھا۔

"خیال رکھنا۔۔"آخری کے دو الفاظ اس نے نرمی سے ادا کئے تھے۔اتنی دیر سے اس کی بات سنتا ہوا وہ کچھ بولنے کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔

وہ پولیس وین میں بیٹھ کر جا چکا تھا۔اور سرمد وہیں کھڑا بارش میں بھیگ رہا تھا۔

دل میں جیسے آگ کے شعلے دہک رہے تھے۔ایک قسم اس نے وہیں کھڑے اٹھائی تھی۔آدم اور عبیر کا ان کا مقام واپس دلوانے کی قسم۔۔

سب کچھ تباہ و برباد ہو چکا تھا۔جس کی ٹھیک ہونے اور دوبارہ سے تعمیر ہونے کے کوئی آثار نہیں نظر آرہے تھے۔

Mahira Zaynab Khan Novel

وہ لب بھینچے شکوہ کناں نگاہوں سے آدم کو دیکھتا رہ گیا تھا۔ وہ اسے بتانا چاہتا تھا کے وہ عبیر کے بھائیوں کی طرح اس کے خلاف جانے والوں میں سے نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ اس کے ساتھ کھڑے رہنے والوں میں سے ہے۔ عبیر کو ساری دنیا نے دھوکا دیا تھا۔ ایسے میں وہ اپنی وفاداری ثابت کرنا چاہتا تھا کے اسے عبیر سے کتنی محبت ہے۔ وہ اس کے لیے کیا کچھ کر سکتا ہے۔ اس نے سرمد کو ہمیشہ ایک چھوٹے بھائی کی طرح ٹریٹ کیا تھا۔ اب جب اس کا حق ادا کرنے کا وقت آیا تھا تو ان دونوں نے ہی اسے علیحدہ کر دیا تھا۔ وہ آج بھی اسے ایک چھوٹا بچہ ہی سمجھتے تھے۔

اس دن اس نے آدم کی بات مان لی تھی۔۔ لیکن اس نے خود سے وعدہ کیا تھا۔ سرمد سہگل نے خود کو یہ یقین دلایا تھا۔ اور یقین دلانے سے زیادہ یہ باور کروایا تھا کے اسے عبیر اور آدم کو واپس اسی مقام پر لے کر آنا ہے۔ ان کی جو جگہ ہے، جو حیثیت ہے انھیں واپس دلوائے گا۔ پھر بے شک اسے سالار غازی کو قتل کرنا پڑے یا انس غازی کو۔ وہ انھیں راستے سے ہٹانے میں بلکل نہیں ہچکچائے گا۔

کئی منزلہ پر سکون سی وہ عمارت اس وقت آگ کی لپٹوں میں تھی۔ سیاہ دھوئیں کے بادل آسمان پر چھاتے جا رہے تھے۔

فائیر بریگیڈ کی کئی گاڑیاں وہاں موجود تھی۔ جو آگ بجھانے کی کوشش میں مصروف عمل تھیں۔

وہ خالی خالی نظروں سے لب بھینچے اس جلتی ہوئی عمارت کو دیکھے جا رہا تھا۔ وہ اس کی زندگی کی کل کمائی تھی۔ جو سیکنڈز میں راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہوتی جا رہی تھی۔

گاڑی کی فرنٹ سیٹ کی بیک سے سر ٹکائے وہ آنکھیں موندیں بیٹھا تھا۔ بظاہر وہ پر سکون نظر آتا تھا لیکن اس کے اندر چنگاریاں سی سلگ رہی تھیں۔ انتقام کی اس آگ میں اس کا وجود بھی آہستہ آہستہ جلتے ہوئے اسے کھوکھلا کرنے لگا تھا۔ اور کتنی آزمائشوں کا سامنا کرنا تھا اسے آخر؟۔

پورا آسمان دھوئیں کے مرغولوں سے چھپ چکا تھا۔ جبھی دوسری جانب سے ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔

"شکر ہے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔"

اس نے ٹھنڈے پانی کی بوتل اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا جس نے پلکیں وا کر کے اسے دیکھا پھر بوتل اس سے لے کر دروازہ کھول کر باہر جھکتے ہوئے ٹھنڈے پانی کو جلتی ہوئی آنکھوں پر ڈالنے لگا۔

پورے علاقے میں شدید دھوئیں کے باعث سانس لینے میں بھی دقت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

ریسکیو ٹیمیں لوگوں کو وہاں سے ہٹانے کا کام کر رہی تھیں۔ لیکن وہ ایک انچ نہیں ہلا وہاں سے۔ سالار ہی زبردستی اسے گاڑی تک لایا تھا۔

"اب بہتر محسوس کر رہے ہو؟"

سالار کے استفسار پر اس نے محظ اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"میں نے زید سے کہہ دیا ہے۔ سارے معاملات وہ سنبھال لے گا۔ تم گھر چلو میرے ساتھ"

"میں یہیں رکوں گا۔"

گاڑی سے باہر آ کر اس نے بھاری آواز میں کہا۔ اس کے اندر کا کرب اس کے چہرے سے چھلک رہا تھا۔

"انس! مشکل میں مت ڈالو اپنے آپ کو۔ یہ معمالات بعد میں بھی نمٹائے جا سکتے ہیں۔۔۔ چلو یہاں سے۔"

"فاز اور عاشر پہنچ رہے ہیں یہاں۔ سچویشن کو وہ ہینڈل کر لیں گے۔"

ایک بے بس سی گہری سانس اس نے فضا کے سپرد کی تھی۔ اپنی برسوں کی محنت کو آگ کے شعلوں میں جلتے ہوئے دیکھ کر اس کا وجود بھی اسی آگ کی لپٹ میں جلتا راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو رہا تھا۔

عبیر کی نفرت میں اس کا تن من سلگ رہا تھا۔ وہ اسے زمین میں گاڑ دینا چاہتا تھا۔

سالار کے لاکھ اصرار کرنے کے بعد بھی وہ حویلی جانے پر رضامند نہیں ہوا تھا۔ ناچار اس نے داریان کو فون کر کے اسے بلوا لیا تھا۔

ماشا کو اس خبر سے لاعلم رکھا گیا تھا۔ انس نے ہی اسے بتانے سے منع کیا تھا۔

پے در پے ملنے والے دکھوں کو وہ جھیل گیا تھا۔ لیکن شاید وہ برداشت نہ کر پاتی۔

اس کی حالت ایسی تھی بھی نہیں کے وہ ماشا کے سامنے جا پاتا۔ اپنے گھر جانے کے بجائے وہ فرمان درانی کے گھر ہی رکا تھا۔ جب کے ماشا کے اکیلے ہونے کے خیال سے اس نے مہر ماہ کو اس کے پاس رکنے کے لئے کہہ دیا تھا۔

جبکے سالار وہاں سے سیدھا حویلی آیا تھا۔ فجر کی اذانیں ہو چکی تھیں۔ حویلی میں معمولات زندگی ظاہر ہونے لگے تھے۔

وہ جب وہاں پہنچا تو ابتر حالت میں تھا۔ متورم سی آنکھیں۔ پیشانی پر بکھرے بال۔ کرب زدہ چہرہ۔

آج کا دن اس پر کافی بھاری گزرا تھا۔ جو کڑوا سچ اس نے مشکل سے حلق سے اتارا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کے اس حقیقت کو کیسے اپنے گھر والوں کے سامنے رکھے گا۔

"سالار یہ کیا حالت کر رکھی ہے تم نے اپنی؟"

سفینہ غازی جو لاونج میں ہی تسبیح میں مشغول تھیں فوراً سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھیں۔ تشویش سے اس کے چہرے کو چھوا۔ جو ہاتھ کی پشت ہونٹوں پر رکھتا ہوا کھانس رہا تھا۔ اس کی حالت ان کا دل دہلا گئی تھی۔

"مجھ میں حوصلہ نہیں ہے کے سب کو الگ الگ بیان کروں۔۔ آپ سب کو یہاں بلا لیں تا کے میری مشکل بھی آسان ہو۔"

وہ کافی ٹوٹا اور بکھرا ہوا سا لگ رہا تھا۔ سفینہ غازی کے کسی کو بلانے سے پہلے ہی سب وہاں آنا شروع ہو گئے تھے۔ سعادت غازی سمیت ان کے تینوں بیٹے مسجد سے لوٹے تھے۔ اور رائمہ سمیت حمنہ اور زاریہ غازی بھی فجر کی نماز ادا کر کے وہیں آئی تھیں۔ باقی سب بھی سالار کو حیرانگی سے دیکھ رہے تھے۔ جس نے کچھ بھی کہے بنا آگے بڑھ کر لاونج میں نصب ان لارج اسکرین کو آن کر دیا تھا۔ پھر ریموٹ اٹھا کر چینل سرچ کرتے ہوئے ایک نیوز چینل لگا کر والیوم تیز کرنے کے بعد صوفے پر جا بیٹھا۔ وہ بھی اس انداز سے کے گھٹنوں پر کہنیاں رکھی تھیں۔ اور دونوں ہتھیلیوں میں جیسے چہرہ چھپا لیا تھا۔ جو کچھ ابھی تک وہ وہ دیکھ چکا تھا بہت مشکل سے برداشت کیا تھا۔ اب جو آگے دیکھنے والا تھا اسے خود کو بہت سی ہمت دینی تھی۔ بہت سا دلاسہ دینا تھا۔ عبیر کی اس حقیقت سے وہ خود ابھی تک نہیں سنبھل پایا تھا۔ وہ کیسے حویلی والوں کو سنبھال پاتا۔

سب کی نظریں اسکرین پر تھیں۔ جہاں اینکر بریکنگ نیوز نشر کرتے ہوئے پر جوشی سے اپنے ناظرین کو آگاہ کر رہی تھی کے شہر کے معروف بزنس مین ڈر گز اور اسلحے کی اسمگلنگ کے کیس میں گرفتاری دینے کے بجائے ملک سے فرار ہو گئے ہیں۔ اسکرین کے آدھے حصے میں اب عبیر غازی کی تصویریں دکھائی جا رہی تھیں۔ اور دوسری بریکنگ نیوز میں ایک پرائیوٹ سیکیورٹی کمپنی میں آگ بھڑک اٹھنے کی تفصیلات بھی بتائی جا رہی تھیں۔

"یہ سب کیا ہے سالار؟"

وجاہت غازی نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ جیسے ابھی وہ کہے گا کے یہ سب مذاق ہے۔ اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ بھائی ایسے نہیں ہے۔ یہ سب بکواس کر رہے ہیں۔"

لیکن جب وہ بولا تو اس کا لہجہ بے تاثر تھا۔

"یہی حقیقت ہے بابا۔۔ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے میں نے۔۔"

وہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گویا ہو۔

"یہ کیا فضول بکواس ہے؟ تم کیسے یقین کر سکتے ہو اس پر؟ وہ تمہارا بڑا بھائی ہے۔ سوچ بھی کیسے سکتے ہو کے وہ ایسے کر سکتا ہے؟"

سفینہ غازی کا لہجہ پھنکارتا ہوا تھا۔ وہ جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھا۔

"آپ لوگ یقین کریں یا نہ کریں۔۔ یہی سچ ہے۔۔ یہی حقیقت ہے۔۔۔ وہ ایک ڈرگ ڈیلر ہیں۔۔ جو گرفتاری کے ڈر سے ملک چھوڑ گئے ہیں۔۔ میری بات پر آپ کو یقین نہیں ہے تو فاز، عاشر یا پھر انس سے پوچھ لیں۔۔ وہ بھی سب حقیقت جانتے ہیں۔۔"

وہ تیز اور اونچی آواز میں جیسے بھڑک کر بولا تھا۔ اندر اٹھتا اشتعال دبانا اسے مشکل ثابت ہو رہا تھا۔ نم آنکھیں خون میں رنگین ہو رہی تھیں۔ وہ وہاں رکا نہیں تھا۔ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہو سیڑھیاں چڑھ گیا تھا۔ آج سے پہلے وہ کبھی اتنی بدلحاظی سے پیش نہیں آیا تھا۔ جبکے ریشام کے ساتھ ساتھ سارہ اور بریزے بھی جو اس کی آوازیں سن کر وہاں آئی تھیں اب جیسے کسی سکتے کی حالت میں تھیں۔

ریشام تو ٹکر ٹکر اسکرین کو دیکھے جا رہی تھی۔ کچھ گھنٹوں پہلے ہی تو وہ اس سے مل کر گیا تھا۔ اور کہہ کر گیا تھا کے آوٹ آف سٹی جا رہا ہے۔ اس وقت تو اس کے چہرے پر بھی ایسے کوئی تاثرات نہیں تھے کے وہ ملک سے فرار ہونے کی بات کر رہا ہے۔ وہ تو ویسے ہی بات کر رہا تھا جیسے نارمل کیا کرتا تھا۔

لیکن جو بھی تھا۔ ریشام کا دل بری طرح دھڑ کا تھا۔ عبیر کی سچائی اس پر بھی بھاری ثابت ہوئی تھی۔

بیڈ کی پائنتی سے ٹیک لگائے بیٹھے اس نے اپنے جبڑے کو سختی سے بھینچ رکھا تھا۔ گلابی پڑتی نم آنکھوں میں ایک الگ ہی وحشت دکھائی دے رہی تھی۔ ہمیشہ ترتیب اور سلیقے سے رہنے والے اس کے کمرے کا نقشہ بلکل ہی بگڑا ہوا تھا۔ ایک طوفان تھا جو اس کمرے میں آکر گزر گیا تھا۔ اور ایک طوفان وہ تھا جو سالار غازی کے اندر ہی کہیں ٹھہر گیا تھا۔ جس نے اس کے وجود کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ پچھتاوے کے زہریلے ناگ اسے اپنے کمرے میں جا بجا پن پھیلائے کھڑے دکھائی دے رہے تھے۔ اس کے ہاتھ سے سب کچھ ایک جھٹکے میں ریت کی طرح پھسل گیا تھا۔ وہ ایک اندھیرے غار میں خود کو پھنسا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ باہر نکلنے کا کوئی راستہ اسے بجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہر طرف دکھ، تکلیف، پچھتاوا اور بے رخی سی دکھائی دے رہی تھی۔

اس کے ذہن سے عبیر کی آنکھوں کا وہ تاثر ہٹ نہیں رہا تھا جس میں سالار کے لیے صرف بیگانگی تھی۔ اجنبیت تھی۔ اور گہرا تاسف تھا۔

اس نے دونوں ہاتھوں میں سختی سے اپنے بالوں کو جکڑ رکھا تھا۔ اس کا تنفس تیز ہو رہا تھا۔ چیخوں کا گلا گھونٹ کر اس نے بہت مشکل سے خود کو قابو میں رکھا ہوا تھا۔ وہ وقت میں پیچھے جا کر سب کچھ ٹھیک کر دینا چاہتا تھا۔

لیکن کچھ بھی اس کے اختیار میں نہیں تھا۔ انس کا ساتھ دے کر وہ عبیر کی نگاہوں میں گناہگار بنا تھا۔ جس کی سزا اس نے سالار کو نہیں دی تھی۔ اس کا ہر جانہ اس نے انس سے ہی وصول کیا تھا۔ اس کی زندگی بھر کی محنت اور کمائی اس نے ایک جھٹکے میں راکھ کے ڈھیر میں بدل کر رکھ دی تھی۔ جس کا ذمہ دار بھی وہ خود کو گردان رہا تھا۔ دو دن ہو چکے تھے آج عبیر کو ملک چھوڑے۔ دو دن سے اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلا تھا۔ حویلی کا ایک ایک فرد اس کے کمرے کا دروازہ بجا کر اسے باہر نکلنے کے لیے منت سماجت کر چکا تھا۔ لیکن اس کی پوزیشن میں ذرا سی بھی جنبش نہیں ہوئی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

تب ہی کسی نے ماسٹر کی سے اس کے روم کا دروازہ کھولا تھا۔ سوئچ بورڈ سے بٹن دبا کر صرف ایک لائٹ روشن کی تھی۔ اندھیرے میں ڈوبے کمرے میں جیسے اجالہ پھیل گیا تھا۔ انس نے اندر داخل ہو کر دروازہ دوبارہ بند کر دیا تھا۔ اس نے اپنے ساتھ کسی کو بھی اندر نہیں آنے دیا تھا۔ سالار کی شکست خوردہ سی حالت دیکھ کر وہ جیسے اپنے غم بھول گیا تھا۔ وہ جب پنجوں کے بل اس کے سامنے بیٹھا تو اس کے وجود میں پھر بھی کوئی ہلچل نہیں ہوئی تھی۔ پیچھے کو ٹیک لگائے دونوں پیروں کو کھڑا کیے ان کے گھٹنوں پر ہاتھوں کو رکھے اس کی نظریں اپنے ہاتھوں کی انگلیوں پر ہی جھکیں تھیں۔ جنھیں اس نے باہم ملا رکھا تھا۔ اس کے انتہائی سنجیدہ سے چہرے پر گہرا کرب جھلک رہا تھا۔ پورا وجود ہی جیسے ایک تکلیف میں مبتلا تھا۔ بکھرے بال اور دو دن پرانا ملگجا سا لباس۔ سختی سے بھنچے ہوئے جبڑے اور بائیں آنکھ سے بہتی ہوئی آنسوں کی قطار۔۔

وہ نارمل نہیں لگ رہا تھا۔ انس نے تاسف سے اس کی وہ حالت دیکھی تھی۔ "تمہیں خود کو قصوروار نہیں سمجھنا چاہئے۔ قسمت میں شاید یہی ہونا لکھا تھا۔"

اس کے شانے پر ہاتھ رکھے وہ اس کی ہمت بندھاتے ہوئے بولا۔ "اس میں تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے۔ خود کو سزا مت دو اس طرح۔۔ نیچے چلو سب پریشان ہو رہے ہیں تمہارے لیے۔" وہ نرمی سے بولتے ہوئے خاموش ہوا تھا۔ تب اس کی بھاری اور کرب زدہ سی آواز ابھری۔

"وہ ایک آئیڈیل بھائی تھے۔ ایک پرفیکٹ انسان۔ وہ کبھی غلطی نہیں کرتے تھے۔۔"

"کوئی بھی انسان مکمل پرفیکٹ نہیں ہوتا۔ نہ ہی وہ مکمل طور پر برا ہوتا ہے۔ اور نہ ہی مکمل طور پر نیک ہوتا ہے۔ برے اور گناہگار انسان میں بھی کہیں نہ کہیں اچھائی ضرور ہوتی ہے۔ اور اچھے اور نیک انسان میں بھی کوئی نا کوئی خامی موجود ہوتی ہے۔ ہم انسان ہیں۔ فرشتے نہیں ہیں۔ ہمارے اندر خامیاں اور کمی و بیشی ہو سکتی ہے۔ کسی نیک اور شریف انسان سے یہ توقع رکھنا کے وہ کبھی زندگی میں کوئی غلطی نہیں کرے گا یا ایسا کوئی کام نہیں کرے گا جو ہمیں برا فیل ہو۔۔ تو یہ ہماری غلطی ہوتی ہے۔ ہمیں انسانوں کو جج کرنے کے بجائے انھیں ان کی خامیوں کے ساتھ قبول کرنا چاہئے۔"

"یہ بات وہ کیوں نہیں سمجھتے؟ میری غلطی کو معاف نہیں کیا جا سکتا تھا؟ انھوں نے تو مجھے صفائی دینے کا موقع بھی نہیں دیا۔ میری وجہ سے انھیں حویلی کو چھوڑنا پڑا۔ میری ہی وجہ سے انھیں اس ملک سے جانا پڑا۔" اس کے زخموں سے پھر سے خون ٹپکنے لگا تھا۔

اس کا لہجہ اس کی آواز سب کسی گہری تکلیف میں مبتلا معلوم ہو رہے تھے۔ایک عجیب سا درد اور جلن اسے اپنے پورے وجود میں گردش کرتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"اگر یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے تو میں بھی پھر برابر کا قصوروار ہوں۔وہ تو جانے سے پہلے مجھے میرے کیے کی سزا بھی دے کر گیا ہے۔"

"اسی وجہ سے میرا دل پھٹ رہا ہے۔انھوں نے مجھے اس قابل بھی نہیں سمجھا کے مجھے ڈانٹ ڈپٹ کر کے مجھے کوئی سزا ہی سنا دیتے۔لیکن جو انھوں نے میرے ساتھ کیا ہے میں مرنے کے بعد بھی اسی پچھتاوے میں مبتلا رہوں گا کے میں نے انھیں دھوکا دیا۔"

چہرے کو ڈھانپے ہوئے اس کے دونوں ہاتھوں میں لرزش اتری ہوئی تھی۔

"وہ واپس ضرور آئے گا۔اس کا مینجر حراست میں ہے۔وہ اسے بچانے لازمی آئے گا۔وہ ساری زندگی دیار غیر میں نہیں گزارے گا۔اور جب وہ واپس آئے گا تب سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔"انس پر ممکن کوشش کر رہا تھا اسے اس کے غم سے نکالنے کی۔لیکن ایک وہ تو تھا کے اس پر کسی لفظ کا اثر ہی نہیں ہو رہا تھا۔

"تب تک میں کیا کروں گا؟"اس نے زخمی سے لہجے میں پوچھا۔

"تمہیں اس کی جگہ لینی ہو گی۔اپنے گھر کو ویسے ہی جوڑ کر رکھنا ہو گا جیسے وہ رکھتا تھا۔اپنے آفس کو ویسے ہی سنبھالنا ہو گا جیسے وہ سنبھالتا تھا۔تمہیں سالار کے ساتھ ساتھ اب عبیر غازی کی ذمہ داریاں بھی نبھانی ہیں۔"

"مجھ سے نہیں ہو گا۔۔میں ان کی جگہ نہیں لے سکتا۔اتنی بھاری ذمہ داری میں اپنے کندھوں پر نہیں اٹھا سکتا۔"

"دو دن سے سب پریشان ہیں۔تکلیف میں ہیں۔عبیر کے ہوتے ہوئے کبھی کسی پریشانی اور مشکل نے اس حویلی کے دروازے پر دستک نہیں دی تھی۔

"جب تک وہ واپس نہیں آتا تب تک اس کی خالی جگہ کو تمہیں ہی پر کرنا ہو گا۔ورنہ سب کچھ تلپٹ ہو جائے گا۔تمہیں خود کو سنبھالنا ہو گا۔اپنے جذبات کو قابو میں رکھو۔پچھتاوے اور دکھ کو اپنے اندر سے نکال دو۔اس دن کا انتظار کرو جب وہ واپس آ جائے گا۔تب اس سے مل کر سارے گئے شکوے دور کر لینا۔لیکن تب تک کے لئے۔۔اس بوجھ کو تمہیں اٹھانا ہی ہو گا۔"

سالار نے سرخ سی شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھا۔ جس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس کے شانے پر رکھے ہاتھ سے دباؤ ڈال تھا۔

"اب سے تم اس حویلی کے بڑے بیٹے ہو۔ تم اس طرح سے ہمت ہار کر نہیں بیٹھ سکتے۔ تمہیں خود کو مضبوط بنانا ہو گا۔ بہت سی ذمہ داریاں ہیں تم پر۔۔ تمہیں خود کو سنبھالنا ہے۔ اپنی فیملی کو دیکھنا ہے اور پھر۔۔ عبیر کو بھی تو ڈھونڈنا ہے۔"

"مجھ سے اتنی ہمدردی کیوں کر رہے ہو؟ میرے بھائی کی وجہ سے تمہارے پیرنٹس اس دنیا میں نہیں ہیں۔ ان کی وجہ سے ہی تمہاری کمپنی راکھ ہو گئی۔۔ تم پھر بھی مجھے ہمت دے رہے ہو۔؟" اس نے سرخ آنکھوں سے جزبات سے عاری لہجے میں پوچھا۔

"جو گناہ تمہارے بھائی نے کیا ہے اس کی سزا میں کسی اور کو نہیں دے سکتا۔ تمہیں بھی نہیں۔۔ سعدین حویلی کو جوان حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اس کی وجہ کہیں نہ کہیں میں خود کو ہی گردانتا ہوں۔"

"اگر میں یہاں نہ آتا تو شاید حالات مختلف ہوتے۔ عبیر کی حقیقت کسی نہ کسی طریقے سے تو سامنے آنی ہی تھی۔۔ کاش وہ میرے ذریعے نہ آئی ہوتی۔" اس کے انداز میں بھی گہرا تاسف تھا۔

"اگر بھائی واپس آ گئے تو تم کیا کرو گے؟ کیا ان سے انتقام لو گے؟" اس کے سوال پر انس چند لمحے اس کی سوالیہ آنکھوں میں دیکھے گیا۔

"کیا نہیں لینا چاہئے۔؟" پھر ابرو اٹھا کر استفسار کیا۔

"اگر تم انھیں سزا دلوانے کا سوچ رہے ہو تو میں کبھی انھیں ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کروں گا۔۔ میں تمہارا دکھ سمجھ سکتا ہوں۔۔ لیکن میں اپنے بھائی کو نہیں چھوڑ سکتا۔۔ اگر وہ واپس آئے تو میں ان کے اور تمہارے درمیان آ جاؤں گا۔۔ تمہیں جو سزا دینی ہو۔ جو انتقام لینا ہو۔۔ وہ تم مجھ سے لے لینا۔"

"میں اسے نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔۔ میں چاہتا ہوں کے وہ بس اپنے گناہوں پر پشیمانی ظاہر کرے۔ اگر اس نے مجھ سے میرے نقصان کی معافی مانگ لی تو۔۔ میں اسے معاف کر دوں گا۔ اپنے ماں باپ کا قتل بھی معاف کر دوں گا۔ پھر وہ جانے اور اس کا اللہ جانے۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟" سالار نے غیر یقینی سے اسے دیکھا۔

"جب سے ہم ملے ہیں میں نے ہمیشہ تم سے سچ ہی بولا ہے۔"

"کیا تم مجھ سے وعدہ کر سکتے ہو؟"

"مجھے لگتا تھا ہم اچھے دوست ہیں۔ تمہیں میری باتوں پر یقین ہو گا۔ لیکن مجھے اپنی بات کا ثبوت دینے کے لیے اگر وعدہ کرنا پڑ رہا ہے تو میں وعدہ کرنے کو بھی تیار ہوں۔"

سالار نے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔ وہ اسی طرح خاموش بیٹھا رہا۔ "فریش ہو کر نیچے آجاو۔ سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

انس خود ہی بولتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ سالار نے اس دفعہ بھی خاموش رہتے ہوئے محظ سر ہلانے پر اکتفا کیا تھا۔

****

چند ماہ پیچھے

تماشا روز کرتے ھو، وفاؤں کا جفاؤں کا

کبھی اترو میرے دل میں، محبت سیکھ جاؤ گے

ایگل سیکیورٹی ایجنسی کی بلند و بالا عمارت کے پانچویں فلور کے اس کمرے میں وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ کافی کے بھاپ اڑاتے مگ ان کے سامنے پڑے تھے۔ وہ پاور چیئر پر پیچھے کو ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ کوٹ اسٹینڈ پر لٹکا تھا۔ سفید شرٹ کی آستینوں کو اوپر چڑھائے وہ ہاتھ میں پکڑی فائل کو بغور دیکھ رہا تھا۔ "یہ تو ایک ویل نون انڈسٹریلسٹ ہے نا؟" فائل پر لگی ایک چھوٹی سی

تصویر کو دیکھتے ہوئے اس نے ابرو اٹھا کر سامنے بیٹھے شخص سے استفسار کیا جس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ "ظاہری طور پر ایک بزنس مین ہے لیکن اس کی شخصیت کا دوسرا پہلو دیکھو گے تو تمہارے لئے حیران کن ہو گا"

اس کی بات سنتے ہوئے اس نے صفحہ پلٹا تو وہاں درج تفصیلات پڑھتے ہوئے اس کی پیشانی پر بل نمایاں ہوتے جا رہے تھے

"میرے لئے یہ بات ناقابل یقین ہے۔" اس نے فائل بند کر کے میز پر ڈال دی۔ "کافی ممالک میں یہ اپنا نیٹ ورک بنا چکا ہے" وہ حیرانگی میں گھرا کہتا جا رہا تھا۔ "اس پر ہاتھ ڈالنا بھی آسان نہیں ہے۔ لیکن اس کے خلاف سولڈ پروف مل جائیں تو میرے لیے کام تھوڑا آسان ہو جائے گا" ضرار کی بات پر اس نے بے ساختہ دریافت کیا

"اوپر سے آرڈرز ہیں؟" انس کے پوچھنے پر اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"اوپر والوں کی پشت پناہی اور شے پر ہی تو ایسے لوگ بے خوف و خطر ہو کر یہ کام کرتے ہیں"

"یعنی تم یہ ذاتی طور پر کر رہے ہو؟" کافی کا مگ اٹھاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"میرا چھوٹا بھائی عزیر" ضرار نے ایک تصویر اٹھا کر اس کے سامنے رکھی جس میں کالج بوائے کی عمر جتنا لڑکا تھا۔ "یہ شہر کے سب سے مہنگے اور مشہور کالج میں پڑھتا ہے۔ اور صرف تھرڈ ائیر کا اسٹوڈنٹ ہے۔ کیا تم یقین کرو گے کے اسے ڈرگز کی ایک مخصوص مقدار نا دی جائے تو یہ دیواروں میں اپنا سر دے کر مارتا ہے۔ میرے پیروں میں گر کر روتا ہے کے اسے کسی طرح ایک ڈوز دے دی جائے۔ یقیناً میری اور میرے پیرنٹس کی کوتاہی ہے کے ہم نے زندگی میں اسے ہر خوشی اور ہر آسائش دی۔ اس کی ساری خواہشات کو پورا کیا لیکن کبھی یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کی کے وہ اپنا وقت کہاں اور کن کاموں میں صرف کرتا ہے۔ جب میں نے پہلی بار اسے ٹیرس پر دیکھا تو میرے پیروں تلے زمین نکل گئی تھی۔ میں نے اسے بہت مارا تھا۔ جس کا مجھے آج بھی افسوس ہے۔ مجھے اسے نہیں مارنا چاہئے تھا۔ غلطی میری ہی تھی۔ وہ جتنے پیسے مانگتا تھا میں بنا کسی عذر کے اسے دے دیا کرتا تھا۔ مجھے کیا خبر تھی کے وہ پیسے عزیر ان کاموں میں لگاتا ہے۔ بعد میں اس کے سارے دوستوں سے میں نے ملاقات کی۔ سب سے میں نے الگ الگ گفتگو کی۔ آسانی سے کوئی منہ کھولنے کو تیار نہیں تھا لیکن ذرا سا ڈرا دھمکا کے میں نے ان سے اگلوا ہی لیا تھا کے وہ سب کیسے اس نشے کے عادی بنے۔ کون انھیں لا کر دیتا تھا۔ اور کون اس کام میں ملوث ہے۔ اپنے طور پر میں نے کافی چھان بین کی۔ اس کالج میں ڈرگز فراہم کرنے والا کوئی ایک شخص نہیں تھا۔ بلکے پورا ایک گروہ تھا جو کم عمر لڑکوں کو اس نشے کی لت پر لگا رہا تھا۔ اور یقین

کر وہ ڈر گز فراہم کرنے والے بھی اسی کالج میں پڑھنے والے کچھ اسٹوڈنٹس ہی تھے۔اپنے رسورسز کی ہی وجہ سے میں صرف اتنا معول کرنے میں کامیاب ہو سکا ہوں کے یہ کام غازی خاندان کے سب سے بڑے بیٹے کی سربراہی میں کیا جاتا ہے۔ جسے ہمارے ملک کے کئی اونچے عہدے داروں کی بیک حاصل ہے۔ ہم چاہ کر بھی اس کے خلاف کوئی قانونی کاروائی نہیں کر سکتے۔اور بغیر کسی ثبوت کے تو کچھ کہنا ہی فضول ہے۔اس لیے میں چاہتا ہوں کے تم اس معاملے میں تم میری مدد کرو۔ عبیر غازی ایک گھاگ انسان ہے۔وہ کئی بار ملٹری ہیڈ کوارٹر آ چکا ہے۔ کئی ملٹری آفیسرز کی سپورٹ حاصل ہے اسے۔اس لئے میں اپنے ادارے کے کسی آفیسر کو اس کام میں شامل نہیں کر سکتا۔اور نا ہی خود کر سکتا ہوں۔ ہماری باضابطہ کوئی ملاقات نہیں ہوئی لیکن مجھے یقین ہے کے وہ مجھے پہچان جائے گا۔اسی لئے تم اپنے کسی بھروسے کے آدمی کو حویلی یا کمپنی میں داخل کرنے کی کوشش کرو۔اس کے خلاف ملا چھوٹے سے چھوٹا ثبوت بھی میرے بہت کام آ سکتا ہے۔اپنی طویل بات کے اختتام پر اس نے گہری سانس بھری۔انس جو خاموشی اور توجہ سے ساری بات سن رہا تھا۔آگے ہو کر بیٹھتے ہوئے ضرار کا چہرہ دیکھا۔"یہ کیس مجھے کافی انٹرسٹنگ لگ رہا ہے۔کیا میں اسے خود ہینڈل کر سکتا ہوں؟"

"تم؟"اس کی پیشکش پر ضرار کے چہرے پر حیرانگی اور ناسمجھی کے ملے جلے تاثرات تھے۔"ویل۔میں تو تم سے صرف ایک فیور لینے کے لئے آیا تھا۔اگر میں یہ کیس تمہارے ہینڈ اوور کر دوں تو کوئی شک نہیں کے عبیر غازی کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے دیکھنا بہت جلد نصیب ہو گا۔"

"ویسے اتنا آسان نہیں ہے۔ جتنا تم نے اس کے بارے میں بتایا ہے کوئی ثبوت ملنا تھوڑا مشکل لگ رہا ہے۔"

"مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں ہے۔ مجھے تمہاری کامیابی کا پورا یقین ہے۔"ضرار کا انداز تسلی دیتا ہوا تھا۔اس سارے وقت کے دوران وہ اب ریلیکس نظر آ رہا تھا۔کیوں کے عبیر غازی کا کیس ایک سہی انسان کے ہاتھ میں گیا تھا۔

"تمہارا سرنیم بھی تو غازی ہے۔سعدین حویلی سے تمہارا کوئی تو ریلیشن ہو گا"

"جسٹ آ کوائنسڈنٹ۔۔"اس کے چھیڑنے پر انس نے ہاتھ اٹھا کر نفی میں سر ہلا کر کہا۔

صرف کچھ دنوں میں ہی اس نے ضرار کے ساتھ مل کر ساری اسٹریٹجی بنالی تھی۔ کس طرح سے حویلی میں داخل ہونا ہے۔اور وہاں کے گارڈز کو کس طرح اپنی طرف کرنا ہے۔ یہ سارا پلین ضرار نے ترتیب دیا تھا۔ حویلی کے سارے مکینوں کی ضروری تفصیلات بھی اس نے انس کے حوالے کر دی تھی۔

یوسف کے نام کا شناختی کارڈ اس کے ضروری ڈاکیومنٹ سب اس نے ایک دن میں تیار کروا کے انس کو اچھی طرح سے اس کی کور اسٹوری کے بارے میں بتا دیا تھا۔

بیگ کندھے پر ڈالے اس نے سر اٹھا کر شان سے کھڑی سعدین حویلی کو دیکھا تھا۔ سفید اور سنہرے رنگ و روغن سے سجی وہ پر شکوہ سی پانچ منزلوں پر مشتمل عمارت تھی۔ بڑے سے آہنی دروازے کے پاس کتنے ہی گارڈز مستعدی سے چوکنے کھڑے تھے۔اس کی نظریں باریکی سے اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ایک ملازم کی معیت میں چلتا ہوا دروازے سے اندر داخل ہو گیا تھا۔ مین گیٹ سے اندرنی عمارت کے دروازے کا فاصلہ زیادہ تھا۔ وہ اس چمکتی سیاہ گاڑی کے پاس کھڑا ہو گیا۔ جو بلکل تیار تھی۔ ڈرائیور بھی باہر کھڑا اس کے مالک کا منتظر تھا۔ "عبیر غازی"

اس کے پیچھے کھڑے ملازم نے دھیمی آواز میں اس کی توجہ اندرنی عمارت سے نکلتے اس شخص کی جانب مبذول کروائی تھی۔ جو پینٹ کوٹ میں ملبوس، ڈارک گاگلز آنکھوں پر چڑھائے ہاتھ میں پکڑے فون کی جانب متوجہ انھی کی جانب آرہا تھا۔ "اس حویلی کی اندرنی عمارت کا نقشہ چاہیے مجھے۔ جتنی جلدی ممکن ہو یہ کام مکمل کرو" وہ بظاہر عبیر کو دیکھ رہا تھا لیکن دھیمی آواز میں اس سے مخاطب ہوا جو اس کے پیچھے کھڑا تھا۔ "راجر سر" اس نے فوراً سر ہلا کر جواب دیا۔

جب تک وہ بھی ان کے قریب پہنچ چکا تھا۔انس اس شخص سے پہلی بار مل رہا تھا۔ وہ پہلی بار میں ہی اس کی شخصیت سے متاثر نظر آرہا تھا۔ پہلی بار میں ہی عبیر کے دوستانہ انداز نے اسے کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ عبیر نے اسے اپنا ذاتی ڈرائیور رکھ لیا تھا۔

عبیر نے اسے کہا تھا آج وہی اسے آفس لے کر جائے گا۔

وہ سعادت مندی سے سر ہلاتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ سنبھال گیا۔

غازی انڈسٹریز کی وسیع عمارت کے سامنے اس کی گاڑی آکر رکی تو اسی وقت ایک دوسری گاڑی بھی اس کے پیچھے آئی تھی۔

عبیر کوٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے پسینجر سیٹ سے باہر نکلا۔ڈارک گاگلز کے پیچھے چھپی نظروں سے اسے دیکھا جو پیچھے کھڑی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سے اتر کر اسی کی طرف آرہا تھا۔

ایش گرے سوٹ میں نیوی بلیو ٹائی لگائے اسے مودب سے سلام کرتے ہوئے اس کی گاڑی سے اس کا بیگ اور اخبار باہر نکالا تھا۔

وہ عبیر غازی کا مینجر تھا۔آدم ابراہیم۔دراز قد اور گندمی رنگت والا سنجیدہ سا اپنے آپ میں رہنے والا۔

ہمیشہ وہ عبیر کے آنے سے پہلے ہی آفس میں موجود ہوتا تھا۔آج اسے ائیر پورٹ سے جاپان سے آنے والے ڈیلی گیشن کو ریسیو کر کے ہوٹل چھوڑنے جانا تھا۔جن کے ساتھ کمپنی کا ایک بہت اہم معاہدہ ہونے والا تھا۔اس لئے عبیر نے انھیں ریسیو کرنے کسی اور کے بجائے آدم کو ہی بھیجا تھا۔جو انھیں ہوٹل چھوڑ کو اب آفس آیا تھا۔اور عبیر کو ساری رپورٹ دے رہا تھا۔

"تم کچھ دیر بیٹھو یہاں۔ڈیڑھ گھنٹے بعد ایک میٹنگ کے لئے نکلنا ہے۔"

یوسف کو ہدایت دیتے ہوئے وہ آدم کے ساتھ اندرنی عمارت کی جانب بڑھ گیا تھا۔وہ نظر اٹھا کر اس پر تعیش سی بلڈنگ کو دیکھ رہا تھا۔جو باہر سے مکمل طور پر گلاس کی بنی ہوئی تھی۔

گہری سانس بھرتے ہوئے وہ ایک طرف شیڈ کے نیچے پڑی چند کرسیوں میں سے ایک پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔

آج اس کی ملازمت کا پہلا دن تھا۔معلوم نہیں اس نے وہاں کتنا عرصہ گزارنا تھا۔

عبیر کے متعلق اس کے پاس کافی معلومات تھی۔وہ ایک جانی مانی انڈسٹریز کا مالک تھا۔ایک کاروباری انسان۔حویلی کا سب سے بڑا بیٹا۔اپنے کزنز کا سب سے پیارا بھائی۔

اس کا یہ شفیق انداز صرف اپنی فیملی کے لئے نہیں تھا۔وہ جس سے بھی ملتا تھا اسے اپنا گرویدہ بنانے کا ہنر خوب رکھتا تھا۔

وہ صرف ایک عام سے ملازم کی طرح پس منظر میں رہ کر عبیر کی ہر حرکت پر نظر رکھنا چاہتا تھا۔وہ کہاں جاتا ہے، کیا کرتا ہے، کس سے ملتا ہے۔اس کے متعلق ہر چیز۔اسی لئے وہ ہمیشہ اپنے کام سے کام رکھتے ہوئے لیا دیا رہتا تھا۔کسی سے بات بھی کرتا تھا تو صرف ضرورت کے تحت۔۔کچھ عرصے میں ہی عبیر غازی اس پر اندھا اعتماد کرنے لگا تھا۔

سب کچھ معمول کے مطابق چل رہا تھا۔ تسلی بخش کوئی بھی جانکاری اس کے ہاتھ نہیں لگی تھی۔اور پھر ایک دن ایسا بھی آیا جس کے بارے میں ضرار اور انس نے سوچا نہیں تھا۔اپنی طرف سے انھوں نے پوری کوشش کی تھی کے یوسف کی کہانی میں کوئی جھول نا رہے۔اسی لئے کسی کے شک کرنے کی تو گنجائش ہی پیدا نہیں ہونی تھی۔

شام کے ٹھنڈے سائے ہر سو پھیلے ہوئے تھے۔شہر کے مرکز میں بنا وہ شاپنگ مال اس وقت لوگوں سے کچھا کھچ بھرا ہوا تھا۔کچھ اداکار اپنی آنے والی فلم کی پروموشن کرنے اور اپنے فینز سے میٹ اپ کے لئے وہاں آئے ہوئے تھے۔جن کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے لوگوں کا ایک جم گفیر امڈ آیا تھا۔مال کے ہر فلور اتنا رش تھا کے تل دھرنے کو بھی جگہ نا بچی تھی۔ایسے میں تقریباً خالی پڑے چوتھے فلور پر موجود دیوار سے نیچے جھانکتے ہوئے اس نے سر جھٹکا پھر کوٹ کی جیب سے فون نکال کر اسکرین روشن کی۔

ایک ڈیلیگیشن کے ساتھ اس کی میٹنگ تھی۔عبیر نے بھی اس میں شریک ہونا تھا لیکن عین وقت پر وہ کسی اور کام میں مصروفیت کی وجہ سے آ نہیں سکا تھا۔جب سالار اس مال میں داخل ہوا تھا تب یہاں کا ماحول معمول کے مطابق تھا۔لیکن صرف آدھے گھنٹے کے اندر اندر وہاں کا نقشہ ہی بدل گیا تھا۔بڑے بڑے اسپیکرز میں تیز آواز سے میوزک بج رہا تھا۔وقفے وقفے سے ہوسٹ کوئی جذباتی سا نعرہ مارتے ہوئے عوام کے جوش کو ہوا دے رہا تھا۔سارے اسٹورز خالی پڑے تھے۔مہرماہ اپنے شوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر ونڈو شاپنگ کر رہی تھی۔کیوں کے سالار نے خود ہی میٹنگ کینسل کر دی تھی فون پر کال ملاتے ہوئے وہ دوسری جانب ڈیلیگیشن سے ہی مخاطب تھا۔جبھی بے اختیار سی نظر سامنے ایکسلیٹر کی جانب اٹھی۔بلیک ہائی نیک پر بلیک ہی کوٹ پہنے وہ شخص کھڑا دکھائی دیا تھا۔اس کا سر ہاتھ میں پکڑے فون پر جھکا تھا۔اس کے پیچھے اس کے چند چونکنے سے سوٹڈ بوٹڈ سے گارڈ بھی تھے۔جنھیں وہ ہاتھ کی حرکت دیتے ہوئے کچھ جگہوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ہدایتیں بھی دے رہا تھا۔کچھ ہی سیکنڈز میں وہ سب الگ الگ سمت میں بڑھ گئے تھے۔یقیناً وہ اس مال کی سیکیورٹی کے حوالے سے انھیں ڈکٹیٹ کر رہا تھا۔گارڈز کے جانے کے بعد وہ وہاں تنہا کھڑا فون کان سے لگا چکا تھا۔

جب کے سالار کا ہاتھ پہلو میں آ گرا تھا۔حیرانگی کی جگہ اس کی آنکھوں میں اب طیش دکھائی دے رہا تھا۔

ساتھ ہی عبیر پر بھی جی بھر کر غصہ آیا تھا۔جو اپنی عادت سے مجبور ہو کر کسی کو جانے سمجھے بغیر ہی اس پر اندھا بھروسہ کر لیا کرتا تھا۔"بھائی سے تم نے گاؤں جانے کے لئے اجازت مانگی تھی نا؟"

جانی پہچانی سی آواز پر انس نے چونک کر پلٹتے ہوئے اسے دیکھا۔ لمحے بھر کو آنکھوں میں حیرانگی بھی ابھری تھی۔ جو دوسرے ہی لمحے ماند پڑ گئی تھی۔ اس نے سالار کی بات کے جواب میں کچھ کہا نہیں تھا۔ بلکے وہ فون پر ہی متوجہ رہا تھا۔

"آلرائیٹ۔۔ان دونوں کو ریڈ روم منتقل کرو۔ کچھ دیر تک پہنچتا ہوں میں" چند ہدایت دے کر اس نے فون بند کر کے کوٹ کی اندرنی جیب میں ڈالا۔ پھر گہری سانس بھر کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔ جو منتظر تھا کے وہ خود اپنے منہ سے کچھ بتائے۔

"تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟" انس کے سنجیدگی سے پوچھنے پر وہ چھبتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "پولیس ہے میرے ساتھ۔ کال کرنے لگا ہوں میں" تندہی سے کہتے ہوئے اس نے ساتھ ہی اپنا فون بھی آن کیا تھا۔

انس اس کی کیفیت بخوبی سمجھ رہا تھا۔ "پولیس کو انوالو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے واپس بھیجو اور ففتھ فلور پر آجاو میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں" وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ انس نے سامنے سے اپنی ہی دھن میں آتی مہرماہ کو دیکھ کر سنجیدگی سے اسے کہا پھر سیاہ ماسک آدھے چہرے پر چڑھاتے ہوئے پلٹ گیا۔ سالار نے چونک کر پلٹتے ہوئے مہرماہ کو دیکھا پھر دوبارہ انس کی جانب متوجہ ہوا جو ایلیویٹر کی جانب بڑھ چکا تھا۔

"کس سے بات کر رہے تھے تم؟" اس نے قریب آتے ہی اچھنبے سے پوچھا۔ "ڈرائیونگ آتی ہے نا تمہیں؟"

"ہاں لیکن کیوں؟" غیر موقع سوال پر اس نے حیرانگی سے پوچھا تبھی سالار نے کوٹ کی جیب سے کار کی چابی نکال کر اس کی طرف بڑھائی۔ تم آفس جاو مجھے کچھ ضروری کام ہے یہاں"

"میں اکیلے جاوں؟ اور یہاں کیا کام ہے تمہیں؟" وہ الجھن سے پوچھ رہی تھی۔ سالار کے تاثرات اسے غیر معمولی طور پر سخت لگ رہے تھے۔

"ہے کچھ ضروری کام۔ اور اگر عبیر بھائی آفس میں ہوں، اور میرا پوچھیں تو انھیں بتا دینا کے ایک دوست مل گیا تھا مال میں، اس کے ساتھ چلا گیا میں" وہ عجلت میں اسے ہدایتیں دے رہا تھا۔ جو اس کے سر پر سے گزر رہی تھیں۔ تبھی دو تین مسلح گارڈز کو اپنی جانب آتے دیکھ سالار ان کی جانب متوجہ ہوا۔ "ہمیں سر نے بھیجا ہے۔ میڈم کو پارکنگ تک چھوڑنے کے لئے۔ نیچے کافی کراوڈ ہے"

رائفل کو دونوں ہاتھوں میں سختی سے پکڑے اس نے اپنے آنے کا مدعا بتایا تو مہر ماہ سمیت سالار بھی چونکا تھا۔ یہ بات واقعی میں اس کے ذہن سے نکل گئی تھی کے مہر ماہ اتنے کراوڈ میں پارکنگ تک اکیلے کیسے جائے گی۔

لیکن وہ کچھ کشمکش کا شکار تھا۔ وہ ابھی تک اس کی اصلیت اور اس کا مقصد نہیں جان پایا تھا۔ ایسے میں اس پر بھروسہ کرنا کیا ٹھیک تھا۔

"یہ لوگ کون ہیں سالار؟ انھیں کس نے بھیجا ہے؟ وہ دھیمی آواز میں خوفزدہ سی کہہ رہی تھی۔ اس نے لمحے میں فیصلہ کیا تھا۔

"ان کے ساتھ جاو۔ اور آفس پہنچتے ہی مجھے لازمی کال کرنا"

"لیکن میں اکیلے کیسے؟" ڈر اس کے چہرے پر چھلک رہا تھا۔

لیکن اس کی سخت نظروں کو دیکھتے ہوئے ناچاہتے ہوئے بھی اس کی بات ماننے پر مجبور ہو گئی تھی۔

اسے گارڈز کے حصار میں رخصت کر کے وہ لفٹ آنے کا انتظار کیے بغیر تیز تیز قدموں سے بھاگتے ہوئے پانچویں فلور پر پہنچا۔ اس شاپنگ مال میں وہ متعدد بار آچکا تھا۔ لیکن اس فلور پر پہلی بار آیا تھا۔ شاپنگ مال عوام کے لیے صرف چار فلور تک محدود تھا۔

پانچویں فلور پر مختلف آفسز بنے ہوئے تھے۔ کچھ ذاتی کاروبار کرنے والے افراد کے تھے۔ اور کچھ سیاسی شخصیات کے۔

وہ جب اوپر پہنچا تو پہلے سے دو گارڈز اس کے منتظر کھڑے تھے۔ جن کی معیت میں چلتے ہوئے وہ ایک آفس کے باہر رکا۔ گارڈ نے اپنا آئی ڈی کارڈ دیوار پر نصب ڈیوائس پر اسکین کیا تو کلک کی آواز سے لاک کھلا۔ اسے اندر جانے کا اشارہ کر کے وہ دونوں پیچھے ہٹ گئے تھے۔ جبھی ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر گھماتے ہوئے اس نے دروازہ دھکیلا۔

اندرنی ماحول ایک عام لیکن پر تعیش کے آفس جیسا ہی تھا۔ لیکن پاور چیئر پر بیٹھے شخص کو دیکھ کر اس کے قدم سست پڑے تھے۔ وہ یوسف تھا۔ لیکن لگ نہیں رہا تھا" میں تمہارا ہی منتظر تھا" چیئر دھکیل کر وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ "تم ایک بہروپیے ہو کر اتنے دیدہ دلیری سے سرعام کیسے گھوم سکتے ہو آخر؟" سالار کا طنزیہ لہجہ تلخ تھا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مجھے احتیاط کرنی چاہیے تھی۔ لیکن خیر۔۔ اچھا ہی ہوا"

سر کو خفیف سی جنبش دیتے ہوئے اس نے شیشے کی میز پر پڑا ایک وزیٹنگ کارڈ اٹھا کر اس کی جانب بڑھایا۔ جس نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے کارڈ پکڑ لیا تھا۔

سرسری سی نگاہ اس پر ڈالی تو حیرانگی سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ سامنے کھڑا اس کے بھائی کا ملازم حقیقت میں ایک سیکیورٹی کمپنی کا سی ای او تھا۔

"یہ سب کیا مذاق ہے؟ وہ طیش سے بولا۔ "بیٹھ جاو۔ تحمل سے بات کرتے ہیں" انس نے ایک جانب پڑے تھری سیٹر صوفے کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا چاہتے ہو تم میرے بھائی سے؟ کیا ارادے ہیں تمہارے؟" وہ بیٹھنے کی بجائے قہر بھری نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔ جب کے وہ اسے نظر انداز کیے فون پر نظریں جھکائے کانٹیکٹس کھول کر ایک نمبر پر کال ملائے کان سے لگا چکا تھا۔ چند سیکنڈز میں ہی دوسری جانب رابطہ مل گیا تھا۔

وہ اس وقت فٹنس جم کے وسیع ہال میں قد آور شیشے کے سامنے کھڑا تھا۔ پسینے میں بھیگا دونوں ہاتھوں میں بھاری ڈمبل اٹھائے ایکسر سائز کرنے میں مگن تھا۔ کانوں میں ائیر بڈز لگے تھے۔ سرخ سفید چہرہ پسینے میں شرابور تھا۔ جبھی کال ٹیون نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔ انگلی سے ائیر بڈز کو پریس کر کے کال لیس کی تو دوسری جانب سے بنا کسی سلام دعا کے بولے گئے ان دو الفاظوں نے اسے جھٹکا دیا تھا۔

"پلان بی"

بے ساختہ ڈمبل نیچے پھینک کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ بڈز کانوں سے نکال کر سائڈ پر پڑا فون اٹھا کر کان سے لگایا۔

"پلان بی؟ کیسے خبر ہوئی ہے؟ کوئی ملازم یا پھر گارڈ؟" ضرار نے بے ساختگی سے پوچھا تو انس نے بے تاثر سی نگاہ سامنے کھڑے اس غصیلے انسان پر ڈالی۔

"سالار غازی" اس دفعہ بھی دو لفظی بات کہہ کر اس نے فون بند کر دیا تھا۔ "ڈیم اٹ" ٹاول اٹھا کر چہرے اور گردن کا پسینہ صاف کرنے کے بعد وہ اسے ایک طرف اچھالتا سیدھا پارکنگ کی جانب بھاگا تھا۔ وہاں سے نکل کر اب وہ اس کی لوکیشن ٹریس کر کے مال کی جانب گاڑی دوڑا رہا تھا۔ پلان بی یعنی اگر کسی پر ان کا راز آشکار ہوا تو اس صورتحال سے کیسے نمٹا جائے گا۔ کسی طرح یا تو اس شخص کا منہ بند کیا جائے گا یا پھر اسے اپنے ساتھ ملا لیا جائے گا۔ وہ جونہی اس کے آفس میں داخل ہوا۔ سنگل صوفے پر بیٹھتے سالار غازی کو دیکھ کر دھک سے رہ گیا۔ انس نے اپنی زبان سے اس کا نام لیا تھا لیکن ضرار کو یقین نہیں آیا تھا۔ وہ حویلی کے کسی ملازم یا سیکیورٹی گارڈ کی موجودگی کا تصور کر رہا تھا۔ اس کے تو گمان میں بھی نہیں گزار تھا وہاں اسے سالار غازی کا ہی چہرہ دیکھنے کو ملے گا۔ اتنی احتیاط کرنے کے باوجود بھی ان کا راز کھل چکا تھا۔ وہ بھی کس پر؟ اس مغرور اور اکھڑ طبیعت کے انسان پر۔ جس سے بات کرنے میں بھی بندے کو ہچکچاہٹ محسوس ہوتی تھی۔ وہ اندر داخل ہوتے ہوئے کن انکھیوں سے انس سے سچویشن کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ وہیں سالار کی چبھتی ہوئی نظریں اب ضرار پر رکی تھیں۔ وائٹ ٹی شرٹ اور بلیک ٹراوزر میں پیروں میں جم فٹ وئیر پہنے وہ کچھ حیران پریشان سا لگ رہا تھا۔ سالار اس سے پہلی بار ہی مل رہا تھا۔ "یہ میجر ضرار حدید ہیں۔۔ اس پلان میں میرے ساتھ برابر کا شریک ہے۔ انفیکٹ یہ پلان اسی نے ترتیب دیا تھا" انس نے حفظ ماتقدم کے طور پر پہلے ہی اسے آگاہ کر دیا تھا کے سالار غازی کا اس کا منہ توڑنے کا ارادہ ہے بھی تو صرف انس پر ہی اپنا غصہ نا نکالے۔ بلکے ساتھ میں ضرار پر بھی برابر کا ہاتھ صاف کرے۔

"مجھے تم لوگوں کے بارے میں جاننے کا کوئی اشتیاق نہیں ہے۔ مجھے صرف اتنا بتاو کے میرے بھائی سے کیا چاہتے ہو تم دونوں؟ کیوں اس کے پیچھے پڑے ہو؟"

اس کا غصہ ایک سیکنڈ کے لیے بھی کم نہیں ہو رہا تھا۔

اس کے دماغ میں دھماکے ہو رہے تھے۔ اور لہو میں جیسے شرارے سے پھوٹ رہے تھے۔ وہ مر کے بھی انس کی باتوں پر یقین نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن وہ محظ باتیں تو نا تھیں۔ اگر بات صرف خالی خولی الزامات اور شک و شبہات پر مبنی ہوتی تو وہ وہیں انس کا گریبان

پکڑ کر اسے پولیس کے حوالے کر دیتا۔ لیکن اس نے جو ثبوت سالار کے سامنے رکھے تھے وہ چاہ کر بھی ان سے نظریں نہیں پھیر سکتا تھا۔ وہ یقین نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ کر ہی نہیں سکتا تھا کے اس کا جان سے پیارا بھائی ڈر گز جیسے گھناونے کام کا سربراہ تھا۔

انس اور ضرار نے اس سے کوئی بات نہیں چھپائی تھی۔ ایک ایک پہلو نکال کر اس کے سامنے رکھا تھا۔ اب اس کے پاس دو ہی راستے بچے تھے یا تو عبیر کا بھائی ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے ان آنکھوں دیکھے ثبوتوں کو جھٹلا دیتا یا پھر ان کی باتوں پر یقین کر کے ان کا رازدار بن جاتا۔

اس نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ وہ خاموشی سے وہاں سے اٹھ آیا تھا۔ لیکن ذہن میں جیسے جھکڑ چل رہے تھے۔

انس نے اسے سختی سے منع کیا تھا کے وہ ابھی کسی سے بھی اس بارے میں کوئی ذکر نا کرے۔ وہ عبیر کے خلاف اور بھی ثبوت اکھٹے کرنا چاہتا تھا۔ اور یہ بھی چاہتا تھا کے سالار اس کا ساتھ دے۔

وہ یہ کیسے کر سکتا تھا؟

وہ اپنے سگے بھائی کی جاسوسی کیسے کر سکتا تھا آخر؟

اس نے انس سے ریکوئسٹ کی تھی کے وہ عبیر کا پیچھا چھوڑ دے۔ وہ اپنے طریقے سے عبیر کو سمجھا کر اس گندے تالاب سے واپس نکال لائے گا۔ وہ یہ کام چھوڑ دے گا۔

"اگر عبیر یہ کام چھوڑ بھی دے تو اسے اپنے گناہوں کی سزا کاٹنی ہی پڑے گی"

انس کے کھردرے الفاظ تیر کی طرح اس کی سماعتوں میں لگ رہے تھے۔

وہ کئی دن تک اس صدمے سے ہی نہیں نکل سکا تھا۔ وہ فیصلہ ہی نہیں کر سکا تھا کے اسے انس کا ساتھ دینا ہے یا عبیر کو بچانا ہے۔ لیکن انس نے جب ان لوگوں سے اسے ملوایا جو نشے کے عادی ہو کر اپنی زندگیاں برباد کر چکے تھے اس کے دل پر بھاری بوجھ آن گرا تھا۔ اسے خود سے شرمندگی ہو رہی تھی کے ان لوگوں کی ایسی حالت کا ذمہ دار اس کا بھائی تھا۔

وہ دونوں اس ویلفیئر میں موجود تھے جہاں نشے کے عادی لوگوں کا علاج کیا جاتا تھا۔ سالار کا دل ان لڑکوں کو دیکھ کر لرز رہا تھا جن کی عمریں بیس بائیس سال کے قریب تھیں۔ جن کے کندھوں پر ان کے گھر کی ذمہ داریاں تھیں۔ جن کے ماں باپ نے ان کے

حوالے سے کتنے ہی خواب آنکھوں میں سجائے ہوئے تھے۔اور وہ یہاں اس حالت میں پڑے تھے کے سالار سے مزید وہاں رکا ہی نہیں گیا تھا۔ضرار نے اسے اپنے بھائی عزیر سے بھی ملوایا تھا۔جو اتنی کم عمری میں نشے کا عادی بن چکا تھا۔اس کا علاج چل رہا تھا۔ لیکن اس بچے کی حالت دیکھ کر سالار کا دل ٹکڑوں میں کٹا تھا۔بات صرف عزیر کی نہیں تھی۔اور بھی ناجانے کتنے ہی اس کی عمر کے لڑکے تھے جو اس بری لت کا شکار ہو کر اپنی زندگیاں تباہ کر رہے تھے

"میں تم پر دباو نہیں ڈالوں گا۔تم جو مرضی فیصلہ لینا چاہو۔لے سکتے ہو۔میں بس اتنی ریکوئیسٹ کرنا چاہتا ہوں کے اگر تم میرا ساتھ نہیں دینا چاہتے تو کم از کم مجھے یہ کام کرنے سے مت روکو۔عبیر کو روکنا کتنا ضروری ہے یہ تم اب بہتر جان چکے ہو" وہ اس کے پیچھے ہی ویلفیئر سے باہر آیا تھا۔جو گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔سرخ آنکھوں سے گویا خون نکلنے کو بے تاب تھا۔انس کی باتیں اس نے خاموشی سے سنی تھیں۔"کیا گارنٹی ہے کے عبیر بھائی کی جگہ کوئی اور یہ کام نہیں کرے گا؟"اس نے نظر اٹھا کر انس کے چہرے پر گاڑی۔

تمہاری بات درست ہے۔ہم اس برائی کو جڑ سے ختم نہیں کر سکتے۔لیکن اس کی شاخوں کو بڑھنے سے تو روک ہی سکتے ہیں۔مجھ سے جہاں تک ہوا میں لڑوں گا۔میں ان بچوں کا مستقبل خراب ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔اور میں امید کرتا ہوں کے تم میرا ساتھ ضرور دو گے" وہ نرم لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"کیا چاہتے ہو تم مجھ سے؟ کیا کرنا ہو گا مجھے؟"انس کو دیکھے بنا اس نے سنجیدہ سے انداز میں کہا۔

گاڑی سے نکل کر اس نے ایگل سیکیورٹی ایجنسی کی پر شکوہ عمارت کو سر اٹھا کر دیکھا۔پھر ڈرائیونگ سیٹ سے اتر کر آتے انس غازی کو۔

"جب تم جاسوسی پر نکلے ہوئے ہوتے ہو تب تمہاری کمپنی کو کون دیکھتا ہے؟""میرا پارٹنر"جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے چلتے ہوئے اس نے جواب دیا۔پانچویں فلور کے کوریڈور کے وسط میں بنے ایک کمرے میں وہ داخل ہوا تو سالار بھی اس کی معیت میں آگے بڑھا۔

یہ آفس مال والے والے آفس سے دوگناہ زیادہ کشادہ اور پر تعیش تھا۔وہ سراہتی نظروں سے اطراف میں دیکھ رہا تھا۔"ضامن کاظمی میرا کلاس فیلو تھا۔اس کمپنی میں بیس فیصد شئیر ہولڈر اس کے نام پر ہے۔زیادہ تر وہ پیرس میں ہوتا ہے۔کمپنی میں شاذ و نادر ہی قدم رکھتا ہے۔میری غیر موجودگی میں یہاں رہنے کے کیے مشکل سے اسے راضی کیا تھا۔کچھ ذاتی کاموں کی وجہ سے اسے پیرس واپس جانا پڑا تو مجبوراً مجھے حویلی سے چھٹی لے کر یہاں آنا پڑا"

تفصیلاً اسے بتاتے ہوئے اس نے سالار کو بیٹھنے کو اشارہ کیا۔"چائے یا کافی؟"ساتھ ہی ہینڈل اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے اس سے دریافت کیا۔

"بلیک کافی"

دو کپ بلیک کافی کے کہہ کر فون کریڈل پر ڈال کر وہ اپنی پاور چیئر پر براجمان ہو گیا۔

"اب جب کے ساری بات تمہارے علم میں آچکی ہے تو۔۔میں تمہارے فیصلے کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں"

دونوں ہاتھوں کو باہم ملائے ٹیبل پر رکھے وہ سنجیدگی سے اس کے دماغ میں چل رہی سوچوں کے بارے میں جاننا رہا تھا۔"وہ میجر بھی تمہارا دوست ہے؟"اس نے غیر متوقع سوال پوچھا تھا۔یقیناً وہ ابھی تک کسی حتمی فیصلے پر نہیں پہنچا تھا۔انس نے بھی اس کی ذہنی حالت کا خیال کرتے ہوئے اس بارے میں مزید اس سے پوچھنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔"اولیولز تک وہ میرے ضامن کے ساتھ ہی تھا۔پھر اپنے ریٹائرڈ بریگیڈیئر باپ کی وجہ سے اسے ملٹری جوائن کرنی پڑی۔"

"اسے جانتے ہو تم؟"انس نے ڈرامیں سے کچھ تصاویر نکال کر اس کے سامنے رکھی جنھیں ہاتھ میں اٹھا کر دیکھتے ہوئے اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"یہ تو کوئی چائنیز ہے۔میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا"

"یہ تائیوانی ہے۔۔تائیوان کے انڈر ورلڈ کا بے تاج بادشاہ کہہ سکتے ہو تم اسے۔ایک بہت بڑے ڈرگز اور اسلحے کی اسمگلنگ کرنے والے گروہ کا مافیا سردار۔"

انس نے ایک اور تصوری اس کی جانب بڑھائی۔ جس پر سرسری سی نظر ڈالنے کے بعد وہ حیرانگی سے سیدھا ہو بیٹھا۔ وہ بے یقینی سے اس تصوری کو دیکھے جا رہا تھا۔ اسی تائیوانی مافیا کے ساتھ عبیر بیٹھا تھا۔ تصویر جس طرح سے لی گئی تھی صاف لگ رہا تھا وہ ان دونوں کے گفتگو میں محو ہونے کی وجہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بے خبری میں لی گئی ہے۔

دروازہ ناک کر کے اندر آتے ہوئے اس کا اسسٹنٹ ٹرے وہاں رکھ کر گیا۔ انس نے خود ہی مگ اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

"میرا دل یہ ماننے کو راضی نہیں کے عبیر بھائی ایسا کر سکتے ہیں؟" اس کا انداز شکست خوردہ سا لگ رہا تھا۔

"مجھے بھی یقین نہیں آیا تھا۔ انفیکٹ جب میں عبیر سے پہلی بار ملا میں تب بھی یقین نہیں کر پا رہا تھا۔ ایک شخص کے دو چہرے کیسے ہو سکتے ہیں آخر؟ اس کا ظاہر ایسا ہے کے کوئی بنا دیکھے بھی اس کی بے داغ شخصیت کے سحر میں گرفتار ہو جائے۔ لیکن اس کے باطن نے تو مجھے بھی گنگ کر دیا تھا۔ اگر کوئی یہ ثبوت نا دیکھے تو کبھی یقین ہی نا کرے کے عبیر غازی جیسا انسان اس کام میں ملوث ہو سکتا ہے۔"

"تم مجھے بھائی سے بات کرنے دو ایک بار۔ میرا دل نہیں مان رہا ان کے خلاف اس طرح سے کام کرنے کو۔"

وہ پہلی بار کسی سے منت کر رہا تھا۔ "ایسے مت کرو سالار۔ عبیر کو ذرا سا شک بھی ہوا تو ساری محنت پر پانی پھر جائے گا۔ ہم واپس زیرو پر آ جائیں گے۔ میں تم سے دوبارہ درخواست کر رہا ہوں۔ جذبات میں آ کر فیصلہ مت کرو"

"کیا سزا ہے اس جرم کی؟ اگر سارے ثبوت تمہیں مل گئے تو قانونی کاروائی کرو گے تم؟"

"یہ ضروری ہے۔ کاروائی تو کرنی پڑے گی"

انس کا انداز سنجیدگی لیے ہوئے تھا۔ سالار نے بے ساختہ پیچھے کو سر گرا کر سیٹ کی پشت سے ٹکا دیا تھا۔ اس کی آنکھیں لہو چھلکا رہی تھیں۔ دل تھا کے پھٹنے کو مچل رہا تھا۔ آج سے پہلے اس نے خود کو اتنا بے بس کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ عبیر کو جیل بھیجنے میں وہ کیسے مددگار ثابت ہو سکتا تھا۔ لیکن ان مظلوموں کے چہرے بھی اس کی نظروں کے سامنے سے ہٹتے نہیں تھے جن کی حالت عبیر کی وجہ سے تھی۔ عجب دوراہے پر کھڑا تھا سالار غازی۔

حویلی میں ساری رونق اسی کے دم سے تھیں۔ اس میں رہنے والے مکینوں نے کبھی عبیر کے بغیر رہنے کا گمان بھی نہیں کیا تھا۔ وہ کیسے اس غم کو جھیلیں گے۔ کیسے برداشت کریں گے عبیر کی سچائی کو۔

حویلی میں عبیر کی شادی کے حوالے سے باتیں زور پکڑ چکی تھیں۔ کچھ دنوں تک رشتہ فکس کرنے کے کئے سارہ کے گھر جانے کا بھی سوچا جا رہا تھا۔ سالار نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا تھا۔ دل و دماغ میں چھڑی جنگ سے تنگ آ کر اس نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ ایک طرف عبیر کی جاسوسی میں وہ انس کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ اور دوسری طرف اس کا راز بھی کسی پر آشکار نہیں کر رہا تھا۔ وہ سہولت سے ایک سائیڈ پر ہو چکا تھا کے انس کو جو بہتر لگتا ہے وہ کرے۔ سالار اس کے راستے میں نہیں آئے گا۔

انس نے اسے سختی سے منع کیا تھا کے عبیر کے علم میں بھی یہ بات نہیں آنی چاہئے کے تم یا میں اس کی سچائی سے آگاہ ہیں۔ لیکن سالار کے لیے عبیر کا سامنا کرنا بہت مشکل ثابت ہو رہا تھا۔ وہ اس سے بات کرتے ہوئے اس سے نگاہ نہیں ملا پاتا تھا۔ اسکی زندگی کو بدلنے میں عبیر کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ اپنی سنجیدہ طبعیت کی وجہ سے وہ حویلی میں کسی سے ضرورت کے علاوہ کوئی بات نہیں کیا کرتا تھا یا یوں کہنا مناسب ہو گا کے کسی کو منہ لگانا وہ ضروری نہیں سمجھتا تھا۔

لیکن گزرے دو تین سالوں میں اس میں واضح تبدیلی دیکھنے میں آئی تھی۔ اب وہ پہلے کی طرح ہمیشہ اکھڑا ہوا نہیں رہتا تھا۔ کچھ دیر کے لئے ہی سہی لیکن سب کے ساتھ آ کر بیٹھ جایا کرتا تھا۔ فاز اور عاشر کے ساتھ کبھی کرکٹ تو کبھی کارڈز بھی کھیل لیا کرتا تھا۔ وہ ہمیشہ سے عبیر کے جیسا بننا چاہتا تھا۔ اور عبیر چاہتا تھا وہ محظ اس کی عادتوں کو اپنانے کے بجائے اس کی نرمی مزاجی اس کی دوستانہ نیچر کو بھی اپنی شخصیت کا حصہ بنائے۔ اپنے کزنز کو ایسے ہی ٹریٹ کرے جیسے وہ کرتا ہے۔ کئی بار وہ جھنجھلا جاتا تھا کے جب آپ موجود ہیں تو مجھے آپ کی جگہ لینے کی کیا ضرورت ہے؟ عبیر گہری سانس بھر کر پھر سے اسے سمجھانے بیٹھ جاتا تھا کے میرے بعد تم ہی تو اس حویلی کے بڑے بیٹے ہو۔ میرے بعد تمہیں ان سب کو ایسے ہی جوڑ کر رکھنا ہے جیسے میں رکھتا ہوں۔ تب سالار نے ہار مان لی تھی۔ عبیر کے لئے اس نے اپنی عادتوں کو بدل ڈالا تھا۔ وجاہت غازی نے ایک دفعہ سرسری طور پر اسے بتایا تھا کے ریشام اور اس کی بات بچپن سے طے ہے۔ وہ ذرا سا چونکا تھا۔ لیکن اسے زیادہ کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ کیوں کے وہ کسی کے عشق میں مبتلا نہیں تھا۔ نا ہی اسے کوئی لڑکی پسند تھی۔

اس وقت اس نے کندھے اچکا دئے تھے کے اسے ریشام سے رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر اسے کوئی اور لڑکی پسند ہوتی تو شاید وہ انکار کر دیتا۔ اپنی زندگی کے اتنے اہم معاملے پر وہ کسی کے فیصلے کو خود پر نہیں تھونپ سکتا تھا۔

انس نے کافی آگے کی پلاننگ کر رکھی تھی۔ جب اس نے وہ اس کے گوش گزار کی تو وہ اس کی شکل دیکھتا رہ گیا تھا۔ "تم کہنا چاہ رہے ہو کے مجھے اپنی منگیتر سے جھوٹی محبت کا ڈرامہ کرنا ہو گا؟" سالار نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا جس نے ایک طویل سانس بھر کر ہوا کے سپرد کر کے خود کو پر سکون رکھا تھا۔ ورنہ سالار کا ریشام کو اپنی منگیتر کہنا اس کے لئے کافی ناقابل برداشت تھا۔ "یہ کرنا ہو گا تمہیں۔ حویلی میں سب کو یہی تاثر دینا ہے کے تمہیں اس سے محبت ہے۔"

"تمہارے ارادے ٹھیک نہیں لگ رہے ہیں مجھے۔ تم پوری بات کیوں نہیں بتا رہے ہو؟ آگے جا کر کیا کرنے والے ہو تم؟" وہ ناخوشی سے پوچھ رہا تھا۔

"میرے ارادے واقعی میں ٹھیک نہیں ہیں۔ میں ریشام کو درمیان میں نہیں لانا چاہتا۔ لیکن مجبوری ہے کے اسے تمہارے اور میرے درمیان ہونے والی سرد جنگ کی وجہ بننا ہو گا"

"تمہاری باتیں میرے سر پر سے گزر رہی ہیں"

اس وقت واقعی میں انس کی ذو معنی باتیں اس کے کچھ پلے نہیں پڑی تھیں۔ لیکن اس نے مزید کچھ نہیں پوچھا تھا۔ یہ تو اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کے وہ ریشام اور اس کا رشتہ ختم کروا کے وہ خود اس سے نکاح کا ارادہ کیے بیٹھا ہے۔

انھی دنوں کمپنی کے کام سے کراچی والی فیکٹری وزٹ کرنے کے بعد جب وہ آفس آیا تو مہرماہ سلطان کو وہاں دیکھ کر اسے حیرت کا جھٹکا ہی لگا تھا۔ اس کی پہلی سیکرٹری کا نٹریکٹ پورا ہونے کے بعد جاب چھوڑ گئی تھی۔ وہ جانے سے وجاہت غازی سے کہہ کر گیا تھا کے نئی سیکرٹری کے انٹرویوز وہ خود کر لیں۔ اس کی گذشتہ سیکریٹریز کو بھی انھوں نے ہی ہائیر کیا تھا۔ اس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کے وہ ان انٹرویوز کے لئے برباد کرتا۔ ویسے بھی وجاہت غازی اس کی نیچر سے اچھے سے آگاہ تھے۔ اس کی طبعیت کو دیکھتے ہوئے ہی وہ صرف اسے شارٹ لسٹ کرتے تھے جس میں صبر کا مادہ موجود ہو اور جو سالار کے سرد و گرم مزاج کو خندہ پیشانی برداشت کرے۔ مہرماہ کو اپنے آفس میں اپنی پرسنل سیکرٹری کی جگہ پر دیکھ کر اسے سہی معنوں میں جھٹکا ہی لگا تھا۔ وہ اس لڑکی کو اچھے سے جانتا تھا۔ یونیورسٹی میں وہ اس کی کلاس فیلو تھی۔ ہمہ وقت صراحی دار گردن میں سریا تنا رہتا تھا۔ نظریں جھکانا تو جیسے اس

نے سیکھا ہی نہیں تھا۔اسے اپنے باپ کی دولت کا کافی زعم تھا۔آئے دن ایک سے ایک برینڈڈ چیزوں کی نمائش کرتی نظر آتی تھی۔جیسے اس کے علاوہ تو کوئی شخص وہ چیزیں افورڈ ہی نہیں کر سکتا۔عام مڈل کلاس اسٹوڈنٹس کو تو وہ دیکھنا تک پسند نہیں کرتی تھی۔کلاس میں بھی ہمیشہ فرنٹ سیٹ پر اس کا قبضہ ہوتا تھا۔ایک سیٹ پر وہ خود ہوتی تھی اور دوسری سیٹ پر اس کا لاکھوں کا ہینڈ بیگ۔اور مجال ہے کوئی کم حیثیت کا اسٹوڈنٹ اس کے برابر میں بیٹھ جائے۔اس کے آس پاس ہمیشہ اس کے جیسے لوگوں کا ہی گھیرا ہوتا تھا۔جو اس کی ہی طرح اپنے باپ کی دولت پر عیش کرتے ہوئے دوسروں کو بات بے بات غربت کا طعنہ دیا کرتے تھے۔

وہ ہمیشہ سیکنڈ رو میں بیٹھا کرتا تھا۔کیوں کے فرنٹ رو پر ہمیشہ مہرماہ اور اس کی گینگ کا ہی ڈیرہ ہوتا تھا۔بے شک وہ سب سے آخر میں ہی کیوں نا کلاس میں آئیں لیکن کسی کی ہمت نہیں تھی کے ان کی جگہ پر بیٹھنے کا سوچ بھی لیتا۔

وہ دن بھی ایک عام دنوں کی طرح تھا۔اسے یونیورسٹی میں پہنچنے میں دیر ہو گئی تھی۔لیکچر شروع ہو چکا تھا۔وہ جب کلاس روم میں داخل ہوا تو ساری سیٹس فل تھیں۔منڈے ہونے کی وجہ سے وہ اسٹوڈنٹس بھی آج حاضر تھے جو اکثر و بیشتر ہی حاضری لگوانے آیا کرتے تھے۔اسے کوئی خالی سیٹ نظر نا آئی تو وہ مہرماہ کی برابر والی سیٹ پر پڑا ہینڈ بیگ اٹھا کر نیچے رکھتے ہوئے وہاں براجمان ہو گیا۔جو جرم اس نے کیا تھا پوری کلاس کو جیسے سانپ ہی سونگھ گیا تھا۔مہرماہ تو الگ سکتے میں بیٹھی تھی۔اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کے سالار نے یہ کیا حرکت کی ہے۔دوسرے ہی لمحے اس کا چہرہ سرخ ہو کر تمتمانے لگا۔کھا جانے والی نظروں سے گردن موڑ کر اسے گھورا جو بے نیاز سا فولڈر کھولے لبوں میں پین دبائے پروفیسر کو سن رہا تھا۔

"یو ایڈیٹ۔۔میرے بیس لاکھ کے بیگ کو تم نے زمین پر رکھ دیا؟تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی؟"مہرماہ کا بس نہیں چل رہا تھا کے سالار کے ساتھ کیا کر گزرے۔

اس کا پورا گینگ ہی اسے تیز نظروں سے گھور رہا تھا۔

"کبھی دیکھے بھی ہیں تم نے اتنے پیسے؟دو ٹکے کے غریب لوگ تمہیں کیا قدر ان چیزوں کی؟"

وہ غصے سے اس پر برسی جا رہی تھی۔جبکے وہ سکون سے ہاتھ کی پشت پر سر ٹکائے اس کا سرخ چہرہ دیکھ رہا تھا۔اس کے دل نے بے ساختہ اس کی خوبصورتی کو سراہا تھا۔لیکن شعلے اگلتی زبان نے اس کے حسن کو ماند کر دیا تھا۔اسے اس طرح کی بلاوجہ کی باتوں پر

طیش میں آکر لڑتی جھگڑتی لڑکیاں زہر لگتی تھیں۔اس کے خاندان کی کی ساری لڑکیاں۔دھیما بولنے والی تھیں۔غصے میں بھی کوئی اپنی آواز کو بلند نہیں کرتی تھیں۔مہرماہ جیسی لڑکی سے اس کا پالا پہلی دفعہ پڑا تھا۔اور پہلی دفعہ میں ہی وہ اسے سخت ناپسند کر چکا تھا۔

"بیگ اٹھا کر دو میرا۔" سالار کے چہرے کو دیکھتی وہ سختی سے بولی۔

"کیا مسئلہ ہے مہرماہ؟" کلاس ڈسٹرب ہونے پر پروفیسر بھی لیکچر روکے اس سے مخاطب ہوئے۔"آپ اسے کلاس سے باہر نکالیں انکل۔یہ بدتمیزی کر رہا ہے میرے ساتھ"

وہ اس کے باپ کے گہرے دوست تھے۔دونوں فیملیز کا بھی ایک دوسرے کے گھر کافی آنا جانا تھا۔اسی وجہ سے وہ انھیں یونیورسٹی میں ہی انکل ہی کہتی تھی۔جس پر انھوں نے کبھی اسے ٹوکا بھی نہیں تھا۔وہ سلطان زہیر کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی تھی۔کسی کی ہمت بھی نہیں تھی کے اسے کچھ کہہ پاتا۔

لیکن سامنے بھی سالار غازی تھا۔وہ دونوں ہی اپنی اپنی اناوں کے قیدی تھے۔قسمت نے آج ان دونوں کو آمنے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔دونوں ہی پیچھے ہٹنے کو تیار نا تھے۔

"تمہاری حیثیت ہے میرے ساتھ بیٹھنے کی؟" اس کی زبان کے ساتھ ساتھ آنکھیں بھی انگارے اگل رہی تھی۔سالار نے اپنی سرد نگاہیں اس کی آنکھوں میں گاڑی تھیں۔ارد گرد سے بے نیاز وہ دونوں اپنے اپنے جذبات سمیت ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔مہرماہ کی نگاہوں میں صرف نفرت کے رنگ تھے تو دوسری طرف مہرماہ کی خوبصورتی اب اس کی بدزبانی پر سبقت لے رہی تھیں۔اس نے مہرماہ سے کہی زیادہ حسین لڑکیاں دیکھ رکھی تھیں۔لیکن جانے کیوں اس لڑکی میں ایک کشش سی اسے محسوس ہو رہی تھی۔وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کے وہ اس بدتمیز لڑکی کی باتوں کو کیوں سنے جا رہا ہے۔اٹھ کر اس کا منہ بند کیوں نہیں کر رہا۔اسے بتا کیوں نہیں رہا ہے کے وہ چاہے تو کھڑے کھڑے ہزار ویسے بیگ خرید کر اس کے سامنے پھینک سکتا تھا۔اتنی جائیدادیں اس کے نام پر تھیں کے وہ چٹکیوں میں اس کے باپ کے کاروبار کو خرید لیتا۔

"جسٹ لیو اٹ مہرو۔کیوں ان چھوٹے لوگوں کے منہ لگ رہی ہو؟ یہ تمہارا اسٹینڈرڈ نہیں ہے" ان دونوں کو ایک دوسرے کو گھورتے پا کر مہرماہ کی دوست نے آگے بڑھ کر معاملے کو رفع دفع کرنے کی کوشش کی تھی۔"چھوڑ دو سحرش۔یہ بیگ یہی اٹھا کر دے گا مجھے۔اس کی ہمت بھی کیسے ہوئی میرے بیگ کو ہاتھ لگانے کی"

اس کا اشتعال کسی طور کم ہونے میں نہیں آرہا تھا۔اس کے خوش آمدی اس کے لئے ٹھنڈے پانی کی بوتلیں اور جوس لئے اسے پرسکون کرنے کی اپنی سی کوششیں کر رہے تھے۔ لیکن وہ تھی کے کسی کے قابو میں نہیں آرہی تھی۔ماحول خاصا گرم ہو چکا تھا۔ پروفیسر بھی انھیں ان کے حال پر چھوڑ کر ڈین کے بلانے پر وہاں سے چلے گئے تھے۔

"کیوں بات کو بڑھا رہے ہو؟ دے دو اٹھا کر بیگ۔ مر نہیں جاو گے تم" وہ سارے اب اس کے سر ہو چکے تھے۔"ریکوسٹ کرو مجھ سے۔ پلیز کہو پہلے۔ پھر اٹھا کر دوں گا" سالار کو جانے کیوں اسے طیش دلانے میں مزہ آرہا تھا۔وہ وہاں سے اٹھ بھی نہیں رہا تھا۔اور ان کی سن بھی نہیں رہا تھا۔ایسا پہلی بار ہوا تھا کے مہرماہ کو اس کی ٹکر کا کوئی ملا تھا۔

اس سے ریکوسٹ کرنے سے پہلے وہ اس کا قتل کرنا زیادہ پسند کرتی۔

"تم جانتے نہیں ہو میرے بابا کے کتنے تعلقات ہیں۔ تمہارا دماغ ٹھکانے لگانے میں زیادہ وقت بھی نہیں لگے گا۔" مخروطی انگلیوں سے چٹکی بجاتی اب وہ اسے دھمکانے پر اتر آئی تھی۔

"میں جاننا چاہتا ہوں تمہارے بابا کے کتنے اونچے تعلقات ہیں" اس کی دھمکیوں کا کوئی اثر لیے بنا وہ اشتیاق سے بولا۔

اور یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں تھا۔اس کے بعد بھی اکثر و بیشتر ان کا ٹکراو ہو جاتا اور پھر اسی طرح کی ضد بحث چلتی۔ بیچ بچاو کروانے والے ان دونوں کو اپنی اپنی ضد پر اڑے دیکھ کر زچ ہو جایا کرتے تھے۔ مشکل سے معاملہ رفع دفع کیا جاتا تھا۔

ڈگری مکمل ہونے میں صرف تین سمسٹر رہ گئے تھے۔ جبھی سننے میں آیا تھا کے مہرماہ سلطان نے یونیورسٹی چھوڑ دی ہے۔وہ ڈگری کمپلیٹ نہیں کر رہی۔ سالار کے لئے اس میں حیرانگی کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ وہ تو ویسے بھی یہی سمجھ رہا تھا کے اسے پڑھائی کا کوئی شوق ہے بھی نہیں۔ وہ تو بس اپنی امارت جھاڑنے کو ہی یونی آیا کرتی تھی۔ لیکن ایک عرصے بعد جس حال میں سالار نے آنے دیکھا تھا جانے کیوں اس کے دل پر ایک بوجھ آپڑا تھا۔ عیش و عشرت میں پلی بڑھی اس نازک سی لڑکی کو اپنی سیکریٹری کی جگہ دیکھ کر اسے کوئی خوشی نہیں ہوئی تھی۔ وہ حد سے زیادہ متجسس تھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کے ایسا کیا ہوا تھا جو مہرماہ سلطان اس حال کو آپہنچی تھی۔اسے عام سے لباس اور شوز پہنے دیکھ کر اس کے دل میں صرف تاسف آتا تھا۔اس کے کندھے سے لٹکے چند ہزار کے پرانے

ہینڈ بیگز کو دیکھ کر اسے شدت سے پرانی والی مہر ماہ یاد آتی تھی۔اور اس کی ساتھ اپنی پہلی بار ضابطہ ملاقات یاد آتی تھی۔وہ کیسے ایک بیگ کے لیے لڑنے مرنے پر اتر آئی تھی۔

اس نے زید سے کہا تھا کے جتنی ہو سکے اتنی انفارمیشن اس کے متعلق نکال کر دے۔جب ساری سچائی اس کے سامنے آئی تو سالار کا خون کھول اٹھا تھا۔وہ جو اپنے وقت بے وقت کے غصے اور اشتعال پر قابو پانا سیکھ چکا تھا۔وہ سب ایک ساتھ امڈ کر آیا تھا۔

فاروق زیدی سے متعلق بھی ساری معلومات اس نے نکلوائی تھی۔کس طرح لوگوں کو دھوکا دے کر ان کے کاروبار پر قابض ہو جایا کرتا تھا۔ایک ایک ڈیٹیل اس کے پاس تھی۔

سیاہ چمکتی سی گاڑی ایجنسی کے سامنے آکر رکی تو کوٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے وہ ڈرائنگ سیٹ سے نیچے اترا۔اس کے پیچھے وہ دونوں بھی باہر نکل آئے تھے۔جو حیرانگی سے کبھی اس بلڈنگ کو دیکھ رہے تھے تو کبھی سالار کو۔ان دونوں کی یونیورسٹی سے آف کروا کر وہ انھیں وہاں لے آیا تھا۔اور وجہ بھی نہیں بتا رہا تھا۔اس کی معیت میں چلتے ہوئے وہ دونوں عمارت کے اندر داخل ہو گئے تھے جہاں ہر طرف سوٹڈ بوٹڈ سے ورکرز اپنے اپنے کام میں مگن تھے "انس کہاں ہے؟" سامنے سے آتا مینیجر ان کے پاس آرکا تو سالار نے استفسار کیا۔سر تو میٹنگ میں ہیں۔آپ ان کے آفس میں بیٹھنے میں کافی بجھوا کر انھیں اطلاع کر دیتا ہوں"

"اسے ڈسٹرب مت کرو۔وہ جب فری ہو جائے تو تب اسے بتا دینا"

"یار میرے لئے چائے بجھوا دینا" سالار کے پیچھے پیچھے جاتے ہوئے اس نے رک کر مینیجر سے کہا جس نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

وہ ان دونوں کو لے کر انس کے روم میں آگیا تھا۔جو کافی متجسس تھے کے سالار انہیں کس سے ملانے لایا ہے۔کیوں کے ایسا شاید پہلی دفعہ ہی ہوا تھا کے وہ انھیں اپنے ساتھ لے کر کہیں آیا تھا۔لیکن کچھ پوچھنا بیکار ہی تھا۔بتانا تو اس نے ویسے بھی نہیں تھا۔

انھیں وہاں بیٹھے کچھ ہی دیر گزری تھی۔اس کے آفس کی پوری وال گلاس کی بنی تھی۔جس سے سامنے کا سارا منظر دکھائی دیتا تھا۔دفعتاً سامنے میٹنگ روم کا دروازہ کھلا۔اور کافی تعداد میں بلیک سوٹ میں ملبوس گارڈز باہر نکلے۔ان کے ساتھ جینز کے اوپر وائٹ سوئیٹ شرٹ پہنے، میسی بالوں والا وہ لڑکا بھی باہر نکل آیا تھا۔وہ سارے ابھی بھی اس کے گرد کھڑے اس کی مزید ہدایتیں سن رہے تھے۔تبھی اس کے مینجر نے اس کا بجتا ہوا فون اس کی جانب بڑھایا۔

"گو بوائز" فون اس سے لیتے ہوئے اس نے عجلت میں انھیں کہا تو سارے گراونڈ فلور کی جانب بھاگے تھے۔ "بولو ضامن" اب وہ کان سے لگائے کھڑا تھا۔ "میں نے بھیج دیا ہے۔ لیکن ایک معمولی سے سیاسی رہنما کے اتنی ہوئی سیکیورٹی کی ضرورت ہی کیا تھی آخر؟" بالوں میں ہاتھ چلاتے ہوئے وہ برے موڈ کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔ ضامن نے ایمرجنسی میں اسے بلوایا تھا۔ صوبے کے ایک منسٹر کی بیرون ملک سے آمد پر ائیر پورٹ پر وہ اپنی پوری ٹیم سمیت موجود تھا۔ اس منسٹر کی جان کو خطرہ تھا۔ کئی دفعہ اسے تھریڈ مل چکی تھی۔ سرکار کی طرف سے ملنے والے گارڈز اس کے لئے ناکافی تھے اس لئے اس نے پرائیویٹ گارڈز بھی ہائیر کر رکھے تھے۔ انس کبھی بھی کسی سیاسی رہنما کے ساتھ کوئی کانٹریکٹ نہیں کرتا تھا۔ وہ ان کی جانب سے سخت تپا رہتا تھا۔ کیوں کے ملک کا حال بھی اس کے سامنے تھا۔ ضامن نے اس کے علم میں لائے بغیر اس منسٹر سے کئی سال کا کانٹریکٹ کیا تھا۔ جب انس کو اس کی خبر ہوئی تھی تو وہ کافی برسا تھا اس پر۔ ابھی بھی وہ حویلی میں تھا۔ جب ضامن نے اسے کال کر کے فوراً آفس پہنچنے کا کہہ کر اسے سچویشن سے آگاہ کیا تھا کے اسے مزید گارڈز کی ضرورت ہے۔ فوراً سے وہاں پہنچ کر اس نے میٹنگ ارینج کی تھی۔ ان لارج اسکرین پر ائیر پورٹ کے مختلف حصوں کی فوٹیج وہاں شو ہو رہی تھی۔ پندرہ منٹ کی مختصر سی میٹنگ میں ضامن کو ویڈیو کال پر لے کر سب کو ہدایتیں دے کر انھیں وہاں بھیج دیا گیا تھا۔ ضامن کبھی کبھار ہی پاکستان آتا تھا اس لئے اس معاملے میں انس کا تجربہ کئی زیادہ تھا۔ ویسے تو ضامن اس کی جگہ کام سنبھال لیتا تھا لیکن کئی دفعہ اسے حویلی سے چھٹی لے کر کمپنی جا کر حالات کو مینج کرنا پڑتا تھا۔

مختصر سی بات کر کے اس نے فون بند کر کے واپس مینجر کی جانب بڑھا دیا تھا۔ یوسف کے نام پر جو سم اس کے پاس تھی۔ اس میں صرف وہی کانٹیکٹس تھے جو یوسف کو جانتے تھے۔ انس کو نہیں۔

انس کے آفس میں اس کی پاور چیئر پر بیٹھے سالار غازی نے کافی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ساتھ ہی فون کان سے لگا رکھا تھا۔ دوسری جانب زید اس سے آفس پہنچنے کے متعلق پوچھ رہا تھا کے اس کا کب تک آنے کا ارادہ ہے۔ جب کے عاشر اور فاز تو سانس روکے بھونچکے سے گلاس وال کے پار نظر آتے انس کو دیکھے جا رہے تھے۔ ان کے سامنے کی ہی تو بات تھی کے وہ عبیر سے کہہ کر گیا تھا کے "اسے شہر جانا ہے گاوں سے اس کے کوئی عزیز ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہیں"

آیا تو وہ شہر ہی تھا۔ لباس بھی اس نے وہی پہن رکھا تھا۔ لیکن ہاسپٹل کے بجائے اس عالیشان سی کمپنی میں موجود دیکھ کر وہ دونوں حیرانگی اور ناسمجھی کی کیفیت میں تھے۔

"سالار بھائی؟" فاز اس کی جانب مڑا جو زید کو میٹنگ سے متعلق ہدایت دے رہا تھا۔ فون بند کر کے کافی کا مگ لبوں سے لگاتے ہوئے اس کی جانب متوجہ ہوا۔ "یہ سب کیا ہے؟ یہ تو یوسف ہے نا؟" عاشر بھی الجھن زدہ سا اس کی جانب مڑا۔ جب تک انس بھی ان تینوں کو اپنے آفس میں براجمان دیکھ کر حیران ہوا تھا۔ سالار نے اسے آنے سے پہلے کوئی اطلاع نہیں دی تھی۔ "السلام و علیکم" وہ گلاس ڈور دھکیل کر اندر داخل ہوا۔ "انفارم نہیں کیا تم نے آنے سے پہلے"

اس نے جس طرح سالار کو مخاطب کیا تھا فاز اور عاشر ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے تھے۔ یہ سب چل کیا رہا تھا آخر۔ ان کے درمیان اتنا دوستانہ تعلق کب استوار ہوا تھا۔

"میں نے سوچا کے انھیں بھی اس سب میں شامل کر لیا جائے۔ اس لیے انھیں یہاں لے آیا تا کے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ باقی تم سنبھالو۔ میری ضروری میٹنگ ہے تو مجھے نکلنا ہے"

رسٹ واچ دیکھتے ہوئے وہ سنجیدگی سے کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"کام ہو گیا تھا میرا؟" کچھ یاد آنے پر اس نے رک کر پوچھا تو انس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ایک طرف پڑی میز پر سے ایک سیاہ کور والی فائل اٹھا کر اس کی جانب بڑھا دی تھی۔ "اس میں فاروق زیدی کو بلیک میل کرنے کے لئے کافی کچھ ہے"

سالار نے ورق پلٹتے ہوئے اس پر سرسری سی نگاہ ڈالی تھی۔ کم وقت میں بھی اس نے کافی کچھ معلومات اکٹھی کر دی تھی۔
"تھینکس۔ ملتے ہیں پھر" الوداعی کلمات کہتا ہوا وہ آنکھوں پر گاگلز چڑھاتے ہوئے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تو انس ان کی جانب متوجہ ہوا جو چہرے پر استفہامیہ تاثرات سجائے اسے گھورے جا رہے تھے۔ "ریلیکس ہو جاو۔ میں بتاتا ہوں تمہیں ساری بات۔ یہ بتاو کچھ کھانا ہے؟ میں منگوا دیتا ہوں"

وہ اسی دوستانہ انداز میں ان سے مخاطب تھا جس انداز میں سالار سے مخاطب تھا۔ لیکن وہ سالار سے کتنا مختلف تھا۔ اس نے تو حویلی سے نکلنے کے لئے عجلت اتنی مچائی تھی کے انھیں ٹھیک سے ناشتہ بھی نہیں کرنے دیا تھا۔ اس نے خود ہی انٹر کام اٹھا کر بہت کچھ کھانے کے لئے منگوا لیا تھا۔ پھر اپنی چیئر پر بیٹھتے ہوئے ان کی جانب متوجہ ہوا۔

"تم مجھے یوسف کے نام سے جانتے ہو۔ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کے میرا اصل نام انس رضا غازی ہے۔ اور میں اس کمپنی کا سی ای او ہوں" فاز اور عاشر نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"مجھے تمہارا مذاق پسند آیا۔اور بتاو۔یقیناً اب تم یہ کہنے والے ہوں گے کے تم ایک جاسوس ہو اور سعدین حویلی میں کسی جاسوسی کی نیت سے داخل ہوئے تھے؟"

عاشر کا انداز کافی طنزیہ تھا۔اور کچھ ترش سا۔اسے رہ رہ کر سالار پر غصہ آرہا تھا۔وہ اپنے منہ سے اعتراف کر رہا تھا کے وہ روپ بدل کر ان کی آنکھوں میں دھول جھونک رہا ہے۔وہ جھوٹا ہے،دغا باز ہے۔اس کے باجود سالار نے اسے پولیس کے حوالے نہیں کیا تھا۔الٹا انھیں اس سے ملوانے لے آیا تھا۔عاشر کا بس نہیں چل رہا تھا کے وہ کسی طرح عبیر کے علم میں ساری بات لے آئے۔وہ ان دونوں کو ہی اچھے سے دیکھ لے گا۔

"میرے بابا ایک پولیس آفیسر ہیں"انس ان دونوں کے اڑے اڑے سے تاثرات کو انجوئے کر رہا تھا۔وہ جان کر سنجیدہ انداز میں ایک دم ساری بات بتانے کے بجائے ٹھہر ٹھہر کر بتا رہا تھا۔

"تم ہمارے ساتھ کوئی مذاق تو نہیں کر رہے نا؟"عاشر نے خود پر گہرا ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔

"بلکل بھی نہیں"

"لیکن تم تو یوسف ہو"فاز نے بھی الجھن سے کہا۔"سعدین حویلی کے اندر میں یوسف ہی ہوں۔"

وہ انھیں ایک ایک بات بتاتا چلا گیا تھا۔وہ سب کچھ جو اس نے سالار سے کہا تھا۔وہ یقین نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن انھیں یقین کرنا پڑا تھا۔کیوں کے وہ جھوٹ نہیں کہہ رہا تھا۔اگر جھوٹ کہہ رہا ہوتا تو سالار اس کے ساتھ نا ہوتا۔اگر وہ اس پر یقین کر چکا تھا تو ان دونوں کا شک کرنے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"عبیر بھائی کیسے کر سکتے ہیں ایسا؟"وہ انگلی اور انگوٹھے سے پیشانی مسل رہا تھا۔سر میں جیسے دھماکے ہو رہے تھے۔

"تم عبیر بھائی پر الزام مت لگاو۔ان کے جیسا کوئی بھی نہیں ہے۔وہ کئی فلاحی ادارے اور ریحاب سینٹر قائم کرنے کے بعد ان لوگوں کا علاج کرواتے ہیں جو نشے کی لت میں مبتلا ہو چکے ہوتے ہیں۔"

عاشر نے تلخ لہجے میں اسے عبیر کی اچھائی اور اس کی دردمندی کا قائل کرنے کے لیے کہا۔

"انٹرسٹنگ۔۔واقعی میں نیک عمل ہے۔تعریف کے لائق۔۔داد کے مستحق۔۔لیکن تمہارے عبیر بھائی نے کبھی تمہیں یہ نہیں بتایا کے ان لوگوں کو نشے پر بھی وہی لگاتے ہیں؟

" he's a drug dealer,such a hypocrite.!"

انس نے کچھ طنز سے پوچھا۔جبکے وہ دونوں ہکا بکا سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

کہئے غازی صاحب؟کیسے آنا ہوا؟"فاروق زیدی نے اپنے سامنے براجمان سالار غازی سے استفسار کیا۔جو ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا تھا۔آتے ساتھ ہی اس نے وہی فائل سینٹرل میز پر پھینکی تھی۔جسے فاروق نے کن انکھیوں سے دیکھ کر اسے مخاطب کیا تھا۔"میں بیکار کی باتوں میں وقت ضائع کرنے کا شوقین نہیں ہوں۔۔مدعے پر آتے ہیں"

صوفے کی پشت پر بازو پھیلائے وہ کافی سنجیدگی سے بات کر رہا تھا۔فاروق نے بے ساختہ تھوک نگل کر حلق تر کیا تھا۔کچھ عرصہ پہلے اس کی جگہ عبیر غازی بیٹھا تھا۔اس سے جو ملاقات ہوئی تھی وہ ہرگز خوشگوار نہیں تھی۔اور اب اس کی جگہ اس کا چھوٹا بھائی بیٹھا تھا۔جس کے چہرے سے وہ اس سے کسی بھلائی کی توقع نہیں کر رہا تھا۔

"گزرے پندرہ سالوں کے دوران تم نے جس جس کے کاروبار اور سرکار کی زمینوں پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے اس میں ان سب کی تفصیلات موجود ہے۔"

ابرو سے فائل کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اس نے اسی سرد لہجے میں کہا۔

"یہ کیا بکواس ہے؟"اس کا مدعے پر آنا اسے مشتعل کر گیا تھا۔"میری بکواس ابھی ختم نہیں ہوئی۔"وہ ہاتھ اٹھا کر روک گیا پھر دوبارہ بات جاری رکھی۔میرے پاس تمام ثبوت موجود ہیں۔ایک ایک زمین کے ایک ایک کمپنی کے۔اور ہر اس شخص کا ریکارڈ بھی اس میں موجود ہے جس کے ساتھ تم نے پارٹنرشپ میں کاروبار شروع کرنے کے بعد غیر قانونی طریقے سے ان کے شئیر اپنے نام منتقل کر کے انھیں دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال پھینکا تھا۔"

وہ سرخ چہرے کے ساتھ اسے سن رہا تھا جو اس کے کارناموں کو اس کے منہ پر مار رہا تھا۔ بے شک وہ جھوٹ نہیں کہہ رہا تھا۔ لیکن اسے حیرانگی اس بات پر تھی کے اسے یہ سارے ثبوت ملے کہاں سے تھے۔ اور وہ اس سے چاہتا کیا تھا؟ آج تک سرکاری سطح پر بھی اس کے خلاف کوئی قانونی کاروائی نہیں ہوئی تھی۔ پھر یہ سالار غازی اسے جیل بھیجنے پر کیوں اڑ گیا تھا۔

"کیا چاہتے ہو تم مجھ سے؟" اس نے سرخ نگاہوں سے سالار کو گھورتے ہوئے ضبط سے پوچھا۔ جس نے شانے اچکا دئے تھے۔

"مجھے کسی سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ تم نے کسی کے ساتھ کیا کیا، کیوں کیا دیز اینڈ ڈیٹ۔"

"سلطان زہیر کی جو کمپنی تمہارے پاس ہے مجھے وہ واپس چاہیے"

"اس میں میرے چالیس فیصد شئیرز ہیں" اس کے مطالبے پر حیران ہوتے ہوئے اس نے ترنت کہا۔ "" صرف چالیس فیصد ہیں؟" سالار کے پوچھنے پر اس نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا۔ اسے یہ دھڑکا تھا کے کہیں وہ اس سے پورے شئیرز لینے کا ارادہ نا رکھتا ہو۔

"صرف چالیس پرسنٹ شئیرز تمہارے نام پر ہیں تو باقی کے ساٹھ فیصد بھی اپنے پاس رکھ کر انھیں اپنے سر میں مار رہے ہو تم؟" اچانک ہی وہ بپھرے ہوئے شیر کی طرح اٹھ کر اس کا گریبان پکڑ کر دھاڑا تھا۔ وہ تو اس کا انداز دیکھ کر ہی ہکا بکا رہ گیا تھا۔ وہ حقیقت بیان کرنے پر خود کو کوس رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ خاموشی سے لب سختی سے بھینچے اس دوسری فائل پر دستخط کر رہا تھا جو سالار اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ اس کا چہرہ اب جگہ جگہ سے سوجا ہوا نیل و نیل ہو رہا تھا۔

سلطان انڈسٹریز میں اس کے چالیس فیصد شئیرز تھے۔ باقی سب سلطان زہیر کے نام پر تھے۔ وہ کافی عقل مند اور سمجھ بوجھ والے انسان تھے۔ لیکن فاروق زیدی جیسے انسان نے انھیں اپنے شکار میں پھانس کر پہلے ان کی کمپنی میں شئیرز خریدے۔ پھر کچھ عرصے بعد دھوکے سے ان کے سارے شئیرز اپنے نام منتقل کر کے ان کے کاروبار، گھر اور سب کچھ اپنے نام کر لیا تھا۔

سالار غازی سارے کاغذات بنوا کر لایا تھا۔ سلطان زہیر کا جو کچھ اس نے چھینا تھا وہ سب اس سے واپس لے لیا تھا۔ اور تو اور سالار نے اس کے شئیرز بھی اس کے نام پر نہیں رہنے دئے تھے۔ لوڈڈ پسٹل اس کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے جب اس نے پوچھا تھا کے وہ خوشی اور پوری رضامندی سے اپنے شئیرز سلطان زہیر کے نام منتقل کر رہا ہے نا تو اس نے زور و شور سے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

لیکن سالار کے لیے اس کی رضامندی کافی نہیں تھی۔اس نے الگ سے پیپر پر اس کا اسٹیٹمنٹ لکھوا کر اس کے فنگر پرنٹس بھی لگوائے تھے۔

اس وقت فاروق زیدی کو صرف اپنی موت سر پر ناچتی دکھائی دے رہی تھی۔سالار کے خطرناک حد تک سنجیدہ اور سرد تاثرات اسے خوف میں مبتلا کر رہے تھے۔اسے کامل یقین تھا کے وہ صرف اسے گن دکھا کر ڈرانے نہیں آیا۔اس کے سر پر جو غصہ چڑھا تھا۔وہ اسے گولی مارنے سے بھی دریغ نا کرتا۔

اسے عبیر غازی یاد آرہا تھا۔وہ دونوں سگے بھائی تھے۔اور دونوں میں زمین آسمان جتنا فرق تھا۔عبیر جیسا بھی تھا۔شدید غصے میں بھی وہ کسی پر ہاتھ نہیں اٹھاتا تھا۔بے شک سامنے والے کی نسلیں تباہ کر دیتا۔

لیکن سالار تو عجیب ہی بد دماغ سا انسان تھا۔اسے غصہ بعد میں چڑھتا تھا۔اور ہاتھ وہ پہلے اٹھاتا تھا۔ان دونوں بھائیوں نے اس کی زندگی کو جہنم بنانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔

"اگر تم مجھ پر ہاتھ نا اٹھاتے تو شاید میں تمہیں بخش دیتا سالار غازی" وہ تصور میں اس سے مخاطب ہوتا زہر خند سے لہجے میں بولا۔ اس کا چہرہ بری طرح دکھ رہا تھا۔ل

مہرماہ سے اس نے اس معاملے کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔وہ اتنی جلدی اسے بتانے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔وہ چاہتا تھا کے پہلے وہ کم از کم اپنے سمسٹرز کلئیر کر لے۔اگر ایسے ہی کمپنی اس کے ہاتھ میں دے دیتا تو کوئی شک نہیں تھا کے اگلے ہی دن وہ واپس بینک کرپٹ ہو جاتی۔تب تک کے لیے اس نے کمپنی کے سارے معاملات اپنے ہاتھ میں رکھے تھے۔اسٹاف کو بھی چینج نہیں کیا تھا۔جو نظام چل رہا تھا اس کو ویسے ہی چلنے دیا تھا۔وہ چاہتا تھا کے اس کمپنی میں آدھے شئیرز وہ خرید لے تا کے جب مینجمنٹ مہرماہ کے پاس جائے تو اسے مشکلات سے نکالنے کے لیے وہ اس کے پاس موجود ہو۔

حویلی میں اس کی اور ریشام کی شادی سے متعلق موضوع زیر بحث رہتا تھا۔اسے پہلے ریشام سے شادی پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ابھی تک ساری زندگی ان کی ساتھ ہی گزری تھی۔وہ اس سے شادی کر بھی لیتا اگر مہرماہ کا اس سے ٹکراو نا ہوا ہوتا تو۔وہ نہیں جانتا تھا کے اس کے دل میں مہرماہ کے لئے کس قسم کے جذبات ہیں۔بس وہ اسے خود سے دور نہیں کرنا چاہتا تھا۔اس کے یونیورسٹی

چھوڑنے پر بھی وہ اسے بھولا نہیں تھا۔ اکثر و بیشتر اس کی یادیں۔ اس کا غصہ۔ اس کا مغرور اور سرخ و گلابی سا چہرہ اس کے ذہن پر لہراتا رہتا تھا۔ وہ اس سے کسی قیمت پر بھی دستبردار نہیں ہونا چاہتا تھا۔ انس نے اس سے کہا تھا کے جیسے چل رہا ہے ویسے ہی چلنے دے۔ ریشام سے شادی سے انکار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ گو کے ریشام کی عادتوں اور اس کی خود پسندی کی وجہ سے سفینہ غازی اب اس رشتے کے حق میں ہر گز نہیں تھیں۔ وہ چاہتی تھیں کے سالار کی شادی سارہ کی چھوٹی بہن سے ہو جائے۔ حویلی میں سب کو اس نے یہی تاثر دیا تھا کے اس کے دل میں ریشام کے لیے جذبات ہیں۔ لیکن سفینہ غازی کو اس سے کوئی غرض نہیں تھی کے وہ اس سے کتنی محبت کرتا ہے۔ انھیں بس ریشام سے مسئلہ تھا۔ جسے وہ اپنی بہو نہیں بنانا چاہتی تھیں۔ اگر وہ اپنی ضد پر اڑ کر یہ رشتہ ختم کروانے کو زور دیتیں تو انس کا سارا پلین خراب ہو سکتا تھا۔ اور اگر ایسا ہو جاتا تو اس نے سالار کو زندہ نہیں چھوڑنا تھا۔ اسی وجہ سے اس نے اپنی ماں کو یہ تاثر دیا تھا کے وہ ریشام سے صرف محبت کا ڈرامہ کر رہا ہے۔ ورنہ اصل میں تو وہ اس کی پراپرٹی میں زیادہ دلچسپی رکھتا ہے۔ کسی طرح اس نے انھیں راضی کر ہی لیا تھا۔

سب کچھ ان کے پلین کے مطابق ہو رہا تھا۔ لیکن پھر۔۔

رضا غازی کو ساری باتوں کا علم تھا۔ عبیر کے خلاف کافی کچھ مواد اکھٹا کرنے میں انھوں ہی مدد ہی تھی۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کے انس سعدین حویلی میں کیوں داخل ہوا ہے۔

وہ ایک دن اس سے ملنے ایجنسی آئے تھے۔ انس کو حویلی سے انھوں نے وہیں بلوا لیا تھا۔ جو اپنی پاور چیئر پر بیٹھا مختلف فائلز کی نظر ثانی کر رہا تھا۔ "بابا آپ بتایئے آپ نے جو بات کرنی ہے۔ یہ کام تو اسی طرح چلتے رہیں گے" اس کا اشارہ میز پر پڑے فائلوں کے پلندے کی طرف تھا۔ ضامن اس کے گوش گزار کرنے کے لئے ساری رپورٹس تیار کر کے رکھتا تھا۔ اگر چند گھنٹے کے لئے بھی ایجنسی آتا تھا تو آدھے سے زیادہ وقت اس کا انھی کاموں میں صرف ہوتا تھا۔ وہ جانچتی نظروں سے رضا غازی کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ جس پر کچھ تذبذب کے تاثرات تھے۔ جیسے وہ کچھ کہنا چاہتے ہوں لیکن کوئی وجہ انھیں ہچکچانے پر مجبور کر رہی تھی۔ "عبیر سے متعلق کوئی بات ہے؟" انس نے استفسار کیا تو انھوں نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا پھر نفی میں سر ہلا دیا۔

"تم سے متعلق ہے" ان کا چھوٹا سا جملہ اسے حیرانگی سے دوچار کر گیا تھا۔ رضا غازی اس کے بارے میں آخر کیا بات کرنا چاہتے تھے۔

"میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں، ایک سچائی، ایک حقیقت۔ لیکن ٹھنڈے دماغ سے سننا"

وہ چپ ہوئے تو پورے کمرے میں ایک عجیب سی خاموشی پھیل گئی تھی۔ رضا غازی نے آج سے پہلے اس سے اس انداز میں کبھی بات نہیں کی تھی۔ وہ پوری طرح ان کی جانب متوجہ ہوا غور سے ان کی بات سن رہا تھا۔ وہ اپنی بات کہہ کر خاموش ہو چکے تھے۔ اور انس بے تاثر نگاہوں سے انھیں دیکھ رہا تھا۔

"آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟" وہ جب بولا تو اس کا لہجہ کافی سرد سا تھا۔ "میں یہ تمہیں کبھی بھی نہیں بتانا چاہتا تھا۔ میں صرف اس وجہ سے تمہیں بتانے پر مجبور ہوا ہوں کے معلوم نہیں زندگی مجھے کبھی دوبارہ موقع دے یا نہیں"

اس کے دماغ کی طنابیں چیخ رہی تھیں۔ اپنے باپ کو ساری زندگی جس کرب میں جلتا ہوا دیکھتا آیا تھا۔ اور ہمیشہ اس وجہ کو جاننے سے انجان رہا تھا۔ اس کے ہزار دفعہ پوچھنے پر بھی انھوں نے کبھی اسے سچائی نہیں بتائی تھی کے ان کے بابا اور اور بہن بھائی آخر کہاں رہتے ہیں۔ وہ اپنے ددھیال کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ ماشا اور اسے ہمیشہ تجسس رہتا تھا۔ لیکن رضا غازی سختی سے انھیں اس بارے میں پوچھنے سے ٹوک دیا کرتے تھے۔ اور آج انھوں نے اپنے منہ سے اسے سچائی بتائی تھی۔ کے ان کے باپ کوئی اور نہیں سعادت غازی ہی ہیں۔

سالار نے بھی اس سے ایک دفعہ یہی پوچھا تھا کے اس کا سر نیم غازی کیوں ہے؟

تب اس نے شانے اچکا کر جواب دیا تھا کے "اس لئے کیوں کے میرے باپ کا سر نیم بھی غازی ہے"

قسمت اسے اس کے اپنوں کے در پر ہی لے کر آئی تھی۔ وہ یقین نہیں کر پا رہا تھا کے اس حویلی سے اس کا خون کا رشتہ تھا۔

شاپنگ مال کے کیفے ٹیریا میں اس وقت معمول کا رش تھا۔ ساری ٹیبلز فل تھیں۔ ایسے میں وہ دونوں کارنر میں پڑی میز کے گرد بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے پڑے سفید رنگ کے کپوں سے دھوئیں کے مرغولوں کے ساتھ کافی کی تلخ سی مہک بھی اٹھ رہی تھی۔ جس کی جانب وہ دونوں ہی متوجہ نا تھے۔ وہ کاونٹر پر لگے رش پر نگاہ جمائے بیٹھا تھا۔ نچلا لب دانتوں تلے دبائے پر سوچ نظروں سے دیکھتا جانے کیا کھوج رہا تھا۔ جب کے انس اس کے سامنے بیٹھا، میز پر دونوں ہاتھ رکھے بازوں میں سر چھپائے ہوئے

تھا۔اس کے سر میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ سالار نے منظر سے نگاہ ہٹا کر اسے دیکھا۔ پھر گہری سانس بھری۔ "تم ایک بار ڈاکٹر سے تفصیلی چیک اپ کیوں نہیں کروا لیتے؟"

"صرف مائگرین ہے" اس نے بنا سر اٹھائے جواب دیا۔ "عبیر بھائی کو بھی یہ لاحق ہے۔ لیکن ماننا پڑے گا تم میں اور ان میں کمال کی برداشت ہے۔ ورنہ یہ بیماری تو انسان کی جان آدھی کر دیتی ہے۔"

کپ کی سطح پر انگلی پھیرتے ہوئے اس نے کہا۔ "ویسے جو بات تھوڑی دیر پہلے تم نے مجھے بتائی ہے کیا وہ واقعی میں سچ ہے؟"

اس نے تجسس کے ہاتھوں کوئی تیسری دفعہ اس سے پوچھا تھا۔ "میرا تمہارا کوئی مذاق ہے؟" اس نے سر اٹھا کر سالار کو دیکھا۔ جس نے اس کی گلابی ڈوروں سے سجی آنکھیں دیکھتے ہوئے شانے اچکا دئے۔

"بلکل، ہمارا کوئی مذاق نہیں ہے۔ لیکن کیا واقعی میں تم میرے دادا جان کے گرینڈ سن ہو؟"

انس نے کراہ کر آنکھیں میچ لی تھیں۔ "تم میرے مائیگرین میں اضافہ کر رہے ہو۔ تمہیں یہاں بلانے اور یہ بات بتا دینے پر اب مجھے افسوس ہو رہا ہے" ناخوشی سے کہتے ہوئے وہ کن انکھیوں سے اطراف میں نظریں دوڑا رہا تھا۔ کچھ غیر معمولی سا احساس اسے محسوس ہو رہا تھا۔ لوگوں کے ملی جلی سی باتوں کی آواز، ان کے چلنے پھرنے اور آنے جانے کا احساس، کاونٹر پر موجود لوگوں کا رش۔ سب کچھ معمولی سا تھا۔ لیکن اس کی چھٹی حس اسے الارم دے رہی تھی۔ جیسے کسی کی زیرک نگاہ کے حصار میں ہوں وہ دونوں۔

چہرے سے نیچے کیا ہوا سیاہ ماسک اس نے دوبارہ ناک تک کھنچا تھا۔ پھر ٹیبل پر پڑی پی کیپ اٹھا کر سر پر جمائی۔ اور پشت پر گری ہڈ کر اٹھا کر اس پر ڈالا۔ وہ اس وقت بے پرواہ سے حلیے میں موجود تھا۔ بلیک جینز پر اس نے بلیک ہی ہڈی پہن رکھی تھی۔ وہ جب حویلی سے کسی کام سے آف لے کر شہر آتا تھا تو کافی محتاط ہوتا تھا۔ سالار سے ملنے میں تو اور بھی زیادہ احتیاط سے کام لیا کرتا تھا۔ آج سے پہلے وہ دونوں کبھی اس طرح سے کیفے میں آ کر نہیں بیٹھے تھے۔ ہمیشہ انس کی ایجنسی میں ہی ملاقات کیا کرتے تھے۔ آج وہ گھٹن کا شکار ہو رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے رضا غازی سے جو اس کی ملاقات ہوئی تھی۔ اور جو انکشاف اس پر ہوا تھا۔ وہ اس کے حواس پر کافی بھاری ثابت ہوا تھا۔ وہ ہر چیز سے کچھ دیر کے لیے فرار حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اسی لئے اس نے سالار کو کہیں باہر ملنے کو کہا تھا۔ وہ ڈیلیگیشن سے میٹنگ ختم کر کے نکل رہا تھا جب انس نے اسے وہیں رکنے کا کہا اور کچھ دیر میں وہیں پہنچ گیا تھا۔ گرے سوٹ پہنے سیاہ ہی ٹائی

لگائے نک سک سا تیار وہ اس سے قدرے مختلف لگ رہا تھا۔ بالوں کو جیل سے ایک جانب سیٹ کئے، آنکھوں کو ڈارک گاگلز سے چھپائے وہ وجیہہ لگ رہا تھا۔ وہ اپنے آپ کو خاصا مین ٹین رکھتا تھا۔ کبھی کبھار ہی رف حلیے میں دکھائی دیتا تھا۔

"کیا ہوا ہے خیریت؟" اس کی نگاہوں کے تعاقب میں یہاں وہاں دیکھتے ہوئے سالار نے کچھ نا سمجھی سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ وہ اسے پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ "میں ایجنسی جا رہا ہوں۔ کچھ کام دیکھنے ہیں اس کے بعد رات تک حویلی پہنچوں گا" ٹیبل پر پڑا اپنا فون اٹھا کر آن کرتے ہوئے وہ اسے بتا رہا تھا۔ "یہ کافی پی کر جاو۔ میں اس کی پیمنٹ کر چکا ہوں۔ ایسے ضائع مت کرو۔ فضول خرچ کرنے والے لوگ مجھے سخت ناپسند ہے" اسے جانے کے لئے تیار دیکھ وہ فوراً بول اٹھا تھا۔ "ہزاروں روپے کا سوٹ پہن کر لاکھوں کا فون ہاتھ میں لے کر بیٹھے ہو اور مجھے ایک کافی ضائع چلے جانے کا طعنہ دے رہے ہو؟ تمہیں اپنے لفظوں پر کوئی شرمندگی نہیں ہے؟" انس نے تنک کر کہا۔ "ہرگز نہیں۔ میں نے ان پر پیسے خرچ کیے ہیں تو میں انھیں استعمال کر کے وصول بھی کر رہا ہوں۔ مجھے ان چیزوں سے مسئلہ ہے جن پر پیسے خرچ کئے جائیں اور ان کا فائدہ حاصل نا کیا جائے۔ ٹیک اٹ"

ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھے تسلی سے اسے اپنا نظریہ سمجھاتے ہوئے ابرو کو خفیف سی جنبش دے کر کافی کی طرف توجہ دلائی تو وہ سر جھٹکتا دوبارہ بیٹھ گیا تھا۔

"ویسے مجھے افسوس ہو رہا ہے" وہ کپ لبوں سے لگا چکا تھا جب سالار نے دوبارہ بات شروع کی۔ انس نے کوئی جواب دینے کے بجائے محظ ابرو کو جنبش دی تھی۔ "جب تم میرے دادا جان کے پوتے اور ہمارے سوتیلے کزن کی حیثیت سے حویلی میں آو گے تو دادا جان پراپرٹی میں تمہارا اور انکل کا حصہ بھی نکالیں گے۔ یعنی ہماری پراپرٹی میں دو حصے دار اور آ گئے" وہ تاسف سے سر ہلاتے ہوئے اپنا خیال ظاہر کر رہا تھا۔ "اوہ ڈیم اٹ۔ تمہاری پراپٹی میں سے بھی چند کروڑ کی کمی ہو جائے گی۔ میں تمہارے غم میں برابر کا شریک ہوں" انس بھی اسے کے انداز میں گہرے دکھ کا اظہار کر رہا تھا۔ "تم میرا غم کم کر سکتے ہو اگر تم پراپرٹی میں سے اپنا حصہ نا لو تو" سالار کا انداز مصنوئی سنجیدہ تھا "ابھی تک مجھے پراپراٹی میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن اس کے بعد تو (ہاتھ میں پکڑے کپ کی جانب اشارہ کیا) اب مجھے کورٹ بھی جانا پڑا تو میں وہاں بھی جاوں گا۔ لیکن تم اس بھول میں مت رہنا کے میں اپنے اربوں کی وراثت چھوڑ دوں گا"

کافی کو بنیاد بنا کر اس نے سرد سے لہجے میں کہا تو وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں گراونڈ فلور کی جانب جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ لفٹ میں ٹیکنکل خرابی کے باعث سب سیڑھیوں کا استعمال کر رہے تھے وہ دونوں بھی اسی جانب بڑھ رہے تھے جب سالار بے ساختہ ہی رکا تھا۔ پھر ایک برانڈڈ بیگ کی شاپ کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں شیشے کی ریکس میں خوبصورت سے ہینڈ زبیگ کی کلیکشن سجی ہوئی تھی۔ "مجھے نہیں معلوم تھا تم اس قسم کے شوق بھی رکھتے ہو" اپنی پشت سے ابھری انس کی آواز پر اس نے گردن موڑ کر محظ اسے گھورنے پر اکتفا کیا تھا۔ "کچھ سمجھ نہیں آرہا کون سا خریدوں" کافی دیر تک مختلف بیگز دیکھنے کے بعد وہ تکان زدہ سا بولا۔ یہ اس کی زندگی کا پہلا موقع تھا جب وہ لیڈز بیگ خرید رہا تھا۔ "مجھے تو سمجھ ہی نہیں آرہا ہے کے تم یہاں پر آئے ہی کیوں ہو؟ یہ لیڈز بیگ تمہاری پرسنالٹی پر سوٹ نہیں کریں گے اور ویسے بھی۔۔" اس نے رک کر ایک بیگ کا پرائس ٹیگ ہاتھ میں لے کر دیکھا پھر دوبارہ بات کو وہیں سے شروع کیا۔ "آٹھ لاکھ کا بیگ ہے۔ اتنے پیسے اس بیگ پر خرچ کرو گے تو مجھے ڈر ہے کہیں تمہیں ہارٹ اٹیک نا آجائے۔ میری مانو تو یہاں سے چلتے ہیں۔ ویسے بھی سیلز مین اب مشکوک نظروں سے ہمیں دیکھ رہا ہے۔ وہ مجھے بھی تمہارے جیسا سمجھ رہا ہو گا"

اس کی باتوں پر دھیان دیے بنا وہ کان لپیٹے اپنے کام میں مشغول رہا تھا۔ سب سے اونچی ریک میں سجا سیاہ رنگ کا بیگ اس نے اتروایا تھا۔ جو کافی سوبر اور ڈیسنٹ سا تھا۔ جس پر برینڈ کا لوگو امبوس ہوا تھا۔ سیاہ اسٹریپ کے ساتھ اس کی چھوٹی سی زنجیر نما چین بھی سیاہ رنگ کی تھی۔

مہرماہ کے پاس اس نے اسی طرح کے سوبر سے بیگز دیکھے تھے ورنہ پہلے وہ کافی مختلف رنگوں کے فنکی سے بیگز استعمال کیا کرتی تھی۔ "بس اسے پیک کر دیں" اس نے تو بنا قیمت پوچھے ایک نظر میں ہی اسے فائنل کر دیا تھا۔ انس نے متجسس ہو کر بیگ پر لگے پرائس ٹیگ کو گھما کر دیکھا۔ پھر دوسری نظر اس نے سالار پر ڈالی تھی جو والٹ سے کارڈ نکال کر کاونٹر بوائے کو دے رہا تھا۔

"تمہیں معلوم بھی ہے کے یہ بیگ چھبیس لاکھ کا ہے؟" انس کو اپنے لفظوں پر بھی یقین نہیں آرہا تھا۔ "اچھا؟" سالار نے بے تاثر سے انداز میں اسے دیکھا تو اس نے گہری سانس بھر کر خود پر ڈھیروں ضبط کیا تھا۔ "تمہیں واقعی میں شرم آنی چاہئے سالار غازی! ایک پانچ سو روپے کی کافی کے پیچھے تم نے مجھے فضول خرچ کا طعنہ دیا تھا اور اب تم نے کھڑے کھڑے چھبیس لاکھ اڑا دئے؟"

"اڑائے نہیں ہیں" اس نے فوراً تصیح کی۔ "مجھے انھیں خرچ کر کے خوشی ہوئی ہے۔ اور یہ تو کچھ بھی نہیں۔ میں تو ایسے دس پندرہ بیگز اور خریدنا چاہتا ہوں لیکن مجھے ڈر ہے کے وہ انھیں قبول کرنے کے بجائے میرے سر میں نادے کر مار دے۔ اس لیے۔ ایک ایک کر کے دوں گا" ایک آنکھ ونک کرتے ہوئے وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ اس سارے وقت کے دوران وہ پہلی بار مسکرایا تھا۔

"مجھے تمہارے اکاونٹس پر نظر رکھوانی پڑی گی۔ ورنہ مجھے ڈر ہے کے تم میری پراپرٹی کو بھی اپنی سوئیٹ ہارٹ کے لئے ہیلز اور میک اپ خریدنے پر نااڑا دو"

اچھا یاد دلایا۔ مجھے کچھ ہیلز اور میک اپ بھی خریدنا ہے" گو کے اس کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا وہ بس انس کو چھیڑنے کے لئے سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ تبھی ایک سیلز مین بڑے سے شاپنگ بیگ میں ہینڈ بیگ کا باکس رکھے ان کے نزیک آیا۔

"یہ آپ کے باڈی گارڈ ہیں؟" بیگ سالار کی جانب بڑھاتے ہوئے اس نے انس کی جانب اشارہ کر کے پوچھا تو جہاں سالار نے اپنی ہنسی دبائی تھی وہیں انس نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا تھا۔ وہ دونوں ساتھ کھڑے یہی تاثر دے رہے تھے۔ گرے سوٹ میں ملبوس وہ کمپنی کا سی ای او لگ رہا تھا اور سیاہ کپڑے پہنے سیاہ ماسک سے چہرہ چھپائے وہ اس کا گارڈ لگ رہا تھا۔

"میرا دوست ہے"

سیلز مین کا شکریہ ادا کر کے بیگ پکڑتے ہوئے اس نے کہا۔ بے ساختگی میں کہے اپنے لفظوں پر وہ خود بھی چونکا تھا۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کے اس نے انس کو اپنا دوست کہا تھا۔ اور چونکا تو انس بھی تھا۔ اس تھوڑے سے عرصے میں ان کے بیچ حائل سرد دیوار گر چکی تھی۔ اب وہ پہلے کی طرح محظ کام کے معتلق ہی بات نہیں کیا کرتے تھے۔ نا ہی سالار غازی پہلے کے جیسا اکھڑا اکھڑا رہتا تھا۔ وہ بہت کم دوست بناتا تھا۔ اپنی ریزرو نیچر کی وجہ سے وہ کسی سے زیادہ گھل مل نہیں پاتا تھا۔ گنتی کے جو چند ایک دوست اسکول اور کالج میں بنے آج بھی وہی ساتھ تھے۔ وہ بھی صرف اس وجہ سے کے انھوں نے ڈگری ساتھ مکمل کی تھی۔ لیکن ان سے بھی وہ شاذ و نادر ہی ملاقات کیا کرتا تھا۔ ایسے میں صرف ایک انس غازی تھا جس سے کافی کم وقت میں اس کی اچھی خاصی انڈر اسٹینڈنگ ہو چکی تھی۔ پہلے پہل تو وہ اسے ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔ صرف عبیر کی وجہ سے وہ اسے ناپسند کرتا تھا۔ لیکن جب اس نے یہ یقین دلایا کے عبیر کے ذریعے جب اس کے پورے گروہ تک پہنچ جائیں گے تو وہ اسے جیل نہیں جانے دے گا۔ وہ کسی نا کسی طرح اسے بچا لے گا۔ عبیر کا نام بھی درمیان میں نہیں آئے گا۔ صرف اس وجہ سے سالار کے بھاری پڑتے اعصاب پر سکون ہوئے تھے۔ اور انس اسے پہلے کی طرح برا نہیں لگا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

وہ دن بھی آیا تھا جس کا انس اور سالار دونوں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کے عبیر اس حد تک جا سکتا ہے۔ وہ اس کے ماں باپ کا قتل کر چکا تھا۔

اور قتل کرنے کے بعد بھی اس کے چہرے پر کبھی بھی کسی قسم کا کوئی گلٹ نظر نہیں آیا تھا۔ اس وقت انس کے خون شرارے پھوٹ رہے تھے۔ وہ گولیاں اس کے سر میں مار دینا چاہتا تھا۔ لیکن سالار نے اسے بہت مشکل سے سنبھالا تھا۔ اسے جذباتی سہارا دیا تھا۔ اسے دلاسہ دیا تھا کے۔۔ اگر وہ کوئی انتہائی قدم اٹھائے گا تو ان کے بنائے ہوئے سارے پلین پر پانی پھر جائے گا۔ ساری محنت ضائع چلی جائے گی۔ ریشام کے بعد وہ اس کے گلے لگ کر بہت رویا تھا۔

وہ حویلی میں اس طرح سے نہیں مل سکتے تھے۔ جب انس قتل کے دوسرے دن قبرستان گیا تھا تو سالار بھی وہیں آ گیا تھا۔ سالار نے اسے سمجھانے کی کوشش بھی کی تھی کے ضروری نہیں ہے کے عبیر نے ہی وہ قتل کئے ہوں۔ رضا غازی کے تو اور بھی مخالفین ہیں۔ یہ بھی تو ہو سکتا کے ان میں سے ہی کسی نے دشمنی نکالی ہو۔ لیکن وہ سختی سی اس کی بات کی تردید کرتے ہوئے نفی میں سر ہلانے لگا۔

"اس نے دھمکی دی تھی بابا کو۔۔ اس کے علاوہ یہ کسی کا کام نہیں ہے۔۔ جس دن وہ اپنے منہ سے اعتراف کرے گا اس دن تمہیں یقین آ جائے گا۔"

وہ جتنے وثوق بھرے لہجے میں بولا تھا سالار نے اسی شدت سے دل میں دعا کی تھی کے اس کی بات سچ نہ ہو۔ قاتل کوئی اور ہو۔ لیکن کہیں نہ کہیں وہ بھی اندر سے ڈرا ہوا تھا۔ کیوں کے اس کا شک بھی صرف عبیر پر ہی جا رہا تھا۔

****

موجودہ دن۔۔۔

مت پوچھ کیا ہے ترک تمنا کی تلخیاں

دل جس کو چاہتا ہے، اسے مانگتا نہیں

آج بیس دن گزر چکے تھے عبیر غازی کو ملک چھوڑے۔ان بیس دنوں میں حویلی کے مکینوں نے خود کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی تھی کے وہ واقعی میں ان کی زندگیوں سے بہت دور چلا گیا ہے۔ایسا پہلی بار ہوا تھا کے اتنے دنوں سے سعدین حویلی کے در و دیواروں نے عبیر کی آواز نہیں سنی تھی۔ہر سو ایک عجیب اور نامعلوم سی اداسی کا ڈیرہ تھا۔لگتا تھا جیسے سب کچھ تلپٹ ہو گیا ہو۔ سالار کی زندگی تو اتنی الجھ چکی تھی کے باوجود کوشش کے وہ اسے سلجھانے کے لیے کوئی سرا تلاش نہیں پا رہا تھا۔وہ تو پہلے ہی اتنا لیا دیا سا رہتا تھا اب تو اس نے مزید چپ سادھ لی تھی۔گھنٹوں وہ ایک ہی جگہ بیٹھ کر گزار دیتا۔جس کا اسے احساس تک نہ ہوتا۔ وجاہت غازی دل کی بیماری لگا کر بلکل ڈھے گئے تھے۔سفینہ غازی سارا سارا دن عبیر کو یاد کرتے رونے میں گزار دیتیں۔

یہ صدمہ وہاج غازی اور ضمیر غازی کے لیے بھی بہت بڑا تھا۔لیکن انھیں بزنس بھی دیکھنا ہوتا تھا۔ایسے میں پھر فاز اور عاشر ہی سب کو تسلی دلاسے دینے کی کوشش کرتے تھے ورنہ سالار تو اپنا آپ ہی بھلا بیٹھا تھا۔دوسری جانب سارہ تھی جس کی حالت سالار سے مختلف نہ تھی۔وہ تو پہلے ہی بہت کم بولتی تھی۔اب تو جیسے اسے گہری چپ لگ گئی تھی۔کسی چیز کا اسے ہوش تک نہ رہتا تھا۔سارا دن کمرے میں بیٹھی عبیر کی چیزوں کو دیکھ کر اسے یاد کرتی روتی رہتی تھی۔وہ سخت ڈپریشن کا شکار ہو چکی تھی۔ہر آہٹ پر چونک چونک اٹھتی۔بے قراری سے دروازے کو دیکھتی جیسے عبیر آ گیا ہو۔بارہا سالار سے پوچھتی کے عبیر کا کچھ پتا چلا اور وہ بے بسی سے نفی میں سر ہلا دیتا۔انس نے بھی سالار کو سمجھانے کی بہت کوشش کی تھی کے اسے اس طرح سے سب سے کٹ کر نہیں بیٹھنا چاہئے۔حویلی والوں کو اس کی ضرورت ہے۔عبیر کے بعد وہی گھر میں بڑا بیٹا ہے۔اب عبیر کے جانے کے بعد اسے ہی عبیر کی جگہ لینی ہے۔

لیکن وہ کیسے عبیر کی جگہ لے سکتا تھا۔کیا وہ اس قابل تھا؟اگر نہیں بھی تھا تو اب اسے اتنا قابل بننے کی کوشش کرنی تھی۔اپنے گھر کے بکھرے شیرازے کو سمیٹنا تھا۔سب کچھ واپس ٹھیک کرنا تھا۔ہر چیز کو واپس اس کی جگہ پر لے کر آنا تھا۔چاہے اب اسے اس کے لیے کتنی ہی حد تک جانا پڑے۔۔

اندرنی عمارت کی طرف جاتے چند اسٹیپس میں سے ایک پر وہ بیٹھا ہوا تھا۔سنجیدہ چہرے کے ساتھ سامنے پورٹیکو میں کھڑی اپنی گاڑی کو دیکھے جا رہا تھا۔وہی گاڑی جو عبیر نے اس کے ماسٹرز مکمل کرنے پر گفٹ کی تھی۔کچھ وقت پہلے تک وہ اس کی ڈریم کار تھی۔اس نے کافی ضد بھی کی تھی اسے لینے کے لیے۔لیکن بدقسمتی سے اسے تب اجازت نہیں ملی تھی۔وجاہت غازی نے صاف انکار کر دیا تھا کے حویلی میں پہلے ہی اتنی گاڑیاں موجود ہیں۔مزید کوئی خریدنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن عبیر نے اس سے وعدہ

کیا تھا کے وہ اس کے ماسٹرز کر لینے کے بعد اسے ضرور لے کر دے گا۔ سالار کو گاڑیوں کا انتہا کا شوق تھا۔ ہر مہینے اس کا دل کسی نئے ماڈل کی کار پر آیا ہوا ہوتا تھا۔

اس دن سہ پہر کا وقت تھا۔ جب نئی نکور گاڑی حویلی کے اندر داخل ہوئی۔ ریشام اور بریزے فاز کے ساتھ لان میں بیڈ منٹن کھیل رہی تھیں۔ جب ڈرائیونگ سیٹ سے اترتے عبیر غازی کو دیکھا تو حیرانگی سے ان تینوں نے نظروں کا تبادلہ کیا۔ "عبیر بھائی آپ نے نئی کار لی ہے؟" ریشام اس کے بونٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پر جوشی سے پوچھ رہی تھی۔

"یہ سالار کا گفٹ ہے۔" اس نے ان تینوں کی ایکسائٹمنٹ دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

وہ تینوں اسی وقت بھاگتے ہوئے اس کے کمرے میں پہنچے تھے۔ ڈاکومنٹس وغیرہ کا کچھ کام کرنے وہ یونیورسٹی گیا تھا۔ وہاں سے آ کر وہ سو گیا تھا۔ ابھی بھی گہری نیند میں تھا۔ لیکن ایک غیر معمولی سے شور کی باعث ہڑبڑا کر اٹھا تھا۔ وہ نیند بھری آنکھوں سے خود پر جھکے ان تینوں کو دیکھ رہا تھا جو اسے جلدی سے اٹھنے کو کہہ رہے تھے۔ اسے فریش ہونے کا موقع دئے بنا ہی اسے کھینچتے ہوئے نیچے لے آئے تھے۔ آنکھیں مسلتے ہوئے وہ جونہی باہر پورچ میں آیا ٹھٹھک کر رکا۔ آنکھیں پھاڑ کر سامنے نظر آتے منظر پر یقین کرنی کی کوشش کی۔

ڈوبتے سورج کی کرنوں سے وہ سیاہ کار چمک رہی تھی۔ کچھ ٹائم پہلے تک وہ اس کی ڈریم کار تھی۔ عبیر نے اس سے وعدہ کیا تھا کے وہ اس کے ماسٹرز پر اسے لے کر دے گا۔ سالار بھول گیا تھا۔ لیکن عبیر نہیں بھولا تھا۔ وہ کچھ بھی نہیں بھولتا تھا۔

اس کے چہرے پر خوشی، حیرانگی، پر جوشی کے سارے ملے جلے سے تاثرات تھے۔

"آئی کانٹ بلیو اٹ" ہاتھ کو گاڑی پر پھیرتے ہوئے اس کی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں سے جدا نہیں ہو رہی تھی۔ "فریش ہو جاو۔ پھر انھیں ٹریٹ دینے لے جانا"

عبیر کو اس کی خوشی مطمئن کر گئی تھی۔ اسے واپس آفس پہنچنا تھا۔ کلائی پر بندھی گھڑی دیکھتے ہوئے اسے تاکید کی۔ "تھینک یو سو مچ بھائی" وہ فوراً ہی اس کے گلے آ لگا تھا۔ زور سے اسے بھینچے وہ اپنی محبت اور تشکر کا اظہار کر رہا تھا۔ "یو ڈیزرو اٹ" اس نے طمانیت سے اس کا شانہ تھپکا۔

"عبیر بھائی وہ پوچھنا یہ تھا کے ایسا گفٹ صرف ماسٹرز پر ہی ملتا ہے؟ گریجویشن پر نہیں مل سکتا؟" ریشام گاڑی کو دیکھتے ہوئے حسرت اور کچھ امید سے آنکھیں جھپکتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔اس کے گریجویٹ ہونے میں بھی ابھی وقت تھا۔

"تمہیں سائیکل دلا دیں گے" فاز نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا تو اس نے تیوری چڑھا کر اسے گھورا۔ "مجھے صرف آپ کی جیسی گاڑی چاہیئے" وہ سینے پر بازو باندھے گردن اٹھا کر ضد سے بولی تو وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔وہ جتنے استحقاق سے بنا کسی جھجک کے اپنی فرمائشیں اس سے کیا کرتی تھی عبیر کا بس نہیں چلتا تھا کے وہ اس کے لیے کیا کچھ کر گزرے۔

"میں تمہیں اپنی گاڑی ہی دے دوں گا۔لیکن ماسٹرز کرو پہلے"

کوٹ کی اندرنی جیب سے فون نکالتے ہوئے اس نے لاپرواہی سے کہا۔جہاں فاز اور بریزے نے ستائشی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا وہی ریشام کے چہرے پر بے ساختی خوشی کی لہر دوڑی تھی۔سب سے مہنگی اور خوبصورت گاڑی عبیر کے پاس تھی۔اور یہ بات سب کے ہی علم میں تھی۔اپنی گاڑی وہ بھائیوں کو بھی چلانے نہیں دیتا تھا۔لیکن اس بات میں بھی کوئی شک نہیں تھا کے ریشام پر وہ جان چھڑکتا تھا۔

ماضی کے دریچوں کو بند کر کے وہ گہری سانس بھرتے ہوئے اٹھا۔کار پورچ میں کونے میں عبیر کی گاڑی کھڑی تھی۔جسے سیاہ رنگ کے کپڑے نے ڈھک رکھا تھا۔اس کے جانے کے بعد کسی نے اس کی گاڑی کو استعمال نہیں کیا تھا۔لیکن پھر بھی سالار ہر تیسرے دن اسے باہر نکال کر خود ہی پائپ لگا کر اسے دھو دیا کرتا تھا۔وہ اس کا ویسے ہی خیال رکھتا تھا جیسے عبیر رکھا کرتا تھا۔ٹراوزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ اٹھ کر اندرنی عمارت میں داخل ہوا۔جہاں لاونج میں آرم چیئر پر وہ بیٹھی تھی۔کتاب ہاتھ میں پکڑے چہرے کے سامنے کئے اس میں غرق تھی۔"ریشام"

سالار کے مخاطب کرنے پر اس نے چونک کر کتاب چہرے کے سامنے سے ہٹائی۔پھر سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے اس کی جانب متوجہ ہوئی۔"جی سالار بھائی؟" اس کے چہرے پر سوالیہ تاثرات تھے سالار نے بنا کچھ کہے جیب سے ایک چابی نکال کر اس کے سامنے بڑھا دی۔پھر آنکھوں سے اسے پکڑنے کا اشارہ کیا۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے ناسمجھی سے ہاتھ بڑھا کر وہ چابی پکڑی۔جو ایک چین میں پروئی ہوئی تھی۔اور ساتھ میں ایک چھوٹی سی بھیڑیئے کی شکل بھی تھی۔وہ پہچان گئی تھی اسے۔وہ عبیر کی اوڈی کی، کی چین تھی۔لیکن سالار اسے کیوں دے رہا تھا۔

"وہ اپنے جانے سے پہلے ہی اپنی گاڑی کی ملکیت تمہیں دے گئے تھے۔انھوں نے کہا تھا تمہارے ماسٹرز کر لینے پر وہ اپنی گاڑی تمہیں دے دیں گے۔"

وہ سنجیدگی سے اسے یاد دلا رہا تھا۔"مجھے لگا وہ مذاق میں کہہ رہے تھے" کی چین پر انگوٹھا پھیرتے ہوئے اس کے لہجے میں اداسیاں گھلی تھیں۔اور وہ سچ ہی کہہ رہی تھی۔اسے یقین نہیں تھا کے وہ اپنی جان سے عزیز گاڑی اسے دے دے گا۔

وہ جاتے سمے اس حویلی سے کچھ بھی نہیں لے کر گیا تھا۔لیکن اپنی یادیں ہر سو چھوڑ کر گیا تھا۔

وہ دونوں اپنی جگہ خاموشی سے اپنی سوچوں کے گرداب میں ڈوبے بیٹھے تھے۔وہ نا ہوتے ہوئے بھی ہر جگہ موجود تھا۔وہ ایسا نہیں تھا جسے آسانی سے بھلا دیا جاتا یا سختی سے ذہن سے جھٹک دیا جاتا۔وہ تو اس خوشنما اور خوبصورت پھول کی طرح تھا جسے ہمیشہ کے لیے کسی کتاب میں محفوظ کر کے رکھ لیا جاتا تھا۔وہ آج بھی ان کے دلوں میں،ان کے ذہنوں میں پوری حسیات سمیت موجود تھا۔

"سالار سریہ کوریئر آیا تھا۔۔۔"

ملازمہ کی آواز نے ان دونوں کو سوچوں کے گرداب سے کھینچ نکالا تھا۔

"جاو تم۔۔۔"خاکی لفافہ اس سے پکڑتے ہوئے سالار نے اسے جانے کو کہا۔پھر لفافہ کھول کر اندر سے ایک کاغذ باہر نکالا۔اگلے لمحے اسے کھول کر وہ اس پر لکھی تحریر کو پڑھ رہا تھا۔جلی حرفوں میں لکھے طلاق نامے کو پڑھتے ہوئے اس کے سر پر زمین آسمان گھوم گئے تھے۔اس نے بری طرح چونک کر ریشام کو دیکھا۔جو اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کیا لکھا ہے اس میں؟"وہ خود ہی اٹھ کر قریب آ گئی۔کیوں کے سالار کی زبان تو جیسے سلب ہو گئی تھی۔ریشام نے اس کے ہاتھ سے پیپر لے کر اس پر نظر دوڑائی۔اور دوسرے ہی سیکنڈ بے ساختہ اپنے لبوں پر ہاتھ رکھے پھٹی پھٹی آنکھوں سے سالار کو دیکھا۔

جو پیشانی مسلتا ہوا سخت کبیدہ خاطر لگ رہا تھا۔غازی خاندان کی تاریخ میں آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کے کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہو۔بے شک رشتے میں کتنی ہی رنجشیں۔آزمائشیں اور مشکلات ہوں۔ہمیشہ مل بانٹ کر ان کا حل نکالا جاتا تھا۔کیوں کے طلاق کو اس خاندان میں بہت ہی برا اور ناگوار فعل سمجھا جاتا تھا۔شریعت میں اس کی اجازت ہوتے ہوئے بھی اسے کسی سنگین گناہ تک سے تشبیہ دی جاتی تھی۔اور آج اس گناہ کا مرتکب عبیر غازی ٹھہرا تھا۔

شادی کے محظ سات مہینے بعد اس نے سارہ درانی کو طلاق بھیج دی تھی۔اپنے روپوش ہونے کے بعد اس نے شاید پہلا کام یہی کیا تھا۔اپنے گلے سے بندھے ایک ان چاہے رشتے کا بوجھ اس نے اتار پھینکا تھا۔

ایک کے بعد ایک کلنک وہ اس حویلی کی پیشانی پر سجاتا جا رہا تھا۔ جس کی عزت اور آبرو کی حفاظت پر وہ ہمیشہ اپنے دل کو مار کر قربانیاں دیا کرتا تھا۔آج جیسے وہ بغاوت پر اتر آیا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد وہاں سالار اور ریشام کے علاوہ حویلی کا ایک ایک فرد موجود تھا۔رائمہ غازی نے سارہ کے گرد اپنا بازو پھیلا رکھا تھا جو شانوں پر شال اوڑھے اس کاغذ کو ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھی۔اس کی آنکھ میں ایک آنسو بھی نہیں تھا۔اور چہرہ کسی بھی تاثر سے پاک تھا۔

ان سات مہینوں میں اس نے کیا کچھ نہیں کیا تھا اس شخص کا دل جیتنے کے لئے۔ لیکن نہ اس کی وفاداری کام آئی اور نہ اس کی التجا اور نہ ہی اس کی محبت۔۔

عبیر کا دل اپنے لیے نرم کرنے میں وہ ناکام ہو گئی تھی۔

اس نے عبیر سے کہا بھی تھا کے اگر وہ اس سے محبت نہیں بھی کرنا چاہتا تو مت کرے۔۔ لیکن اسے طلاق نہ دے۔۔وہ ساری زندگی اس کے نام پر گزار دے گی۔

اس کی اس گزارش پر عبیر نے اسے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔انکار کر کے نہ اس کا دل توڑا تھا۔اور نہ ہی اقرار کر کے اسے کوئی امید تھمائی تھی۔

کوئی بھولا بھٹکا سا آنسو اس کے آنکھ کے کنارے سے ٹپکا۔اور دل بری طرح کرلایا۔اس نے خود کو بری طرح ڈپٹا۔۔وہ اس انسان کے لیے کیسے آنسو بہا سکتی تھی جس نے اسے کبھی بیوی کا درجہ دیا ہی نہیں تھا۔وہ کہتا تھا وہ کسی اور سے محبت کرتا ہے۔یہ کیسی محبت تھی اس کی؟جو اسے حاصل نہ ہوتے ہوئے بھی اسے اپنے شکنجے میں اتنی بری طرح سے جکڑی ہوئی تھی کے وہ اپنی بیوی کی طرف مائل نہیں ہو پا رہا تھا۔

"مجھے اپنے گھر جانا ہے۔۔۔"

پیپر کو ہاتھ میں دبوچتے ہوئے وہ جھٹکے سے اٹھی۔ رونے سے خود کو باز رکھے کافی مضبوط ظاہر کر رہی تھی۔ لیکن اس کا سرخ چہرہ اس کے جذبات کی عکاسی کر رہا تھا۔ لیکن وہ سب کے سامنے رو دھو کر واویلا مچا کر ہمدردیاں نہیں سمیٹنا چاہتی تھی۔ وہ عبیر غازی کی سابقہ بیوی تھی۔ اسے یہ کمزوری سوٹ نہیں کرتی تھی۔

"بھابھی پلیز بیٹھ جائیں۔۔ آپ یہاں سے کہیں نہیں جائیں گی۔ یہ آپ کا گھر ہے۔۔ میں عبیر بھائی کو ڈھونڈنے کی کوشش۔۔۔"

"بس کرو سالار۔۔" سارہ نے ہاتھ اٹھا کر بے ساختہ اسے روکتے ہوئے دوسرے ہاتھ میں دبوچے ہوئے اس کاغذ کو سامنے کیا۔

"تمہارے بھائی نے مجھ سے یہاں رہنے کا حق چھین لیا ہے۔۔ مجھے نہیں معلوم اس نے مجھے طلاق کیوں دی ہے کس وجہ سے دی ہے لیکن۔۔۔ میں اس کے یک طرفہ فیصلے کو قبول کرتی ہوں۔۔"

وہ بھیگی آواز اور نم پلکوں کے ساتھ اپنے دھیمے لیکن کچھ زخمی سے لہجے میں بول رہی تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کے عبیر نے اسے شاید اسی لڑکی کی وجہ سے چھوڑا ہے۔ لیکن اس نے یہ بات چھپالی تھی۔ کسی کے سامنے ظاہر نہیں کیا تھا۔ اس کا پردہ رکھا تھا۔

اس وجہ سے نہیں کے وہ عبیر کی محبت میں اس پر احسان کرنا چاہتی تھی۔ بلکے اس وجہ سے بھی کے کوئی اسے ترحم بھری نظروں سے دیکھ کر یہ نہ کہیں کے وہ ایک "ان چاہی بیوی تھی۔۔" جسے عبیر نے کبھی اہمیت نہیں دی۔ اپنی ذات کے لیے یہ الفاظ سننا اس کے لیے کسی تذلیل سے کم نہیں تھا۔

اسے عبیر سے محبت اور انسیت تب تک تھی جب تک اس کا نام۔ اس کا اسٹیٹس اس کے نام کے ساتھ جڑا تھا۔

عبیر کے وسیع سے بیڈ روم میں وہ بیڈ کے کنارے بیٹھی تھی۔ دونوں ہاتھ گود میں رکھے تھے۔ جن میں ایک سفید کاغذ دبا ہوا تھا۔ پیپرز کے علاوہ ایک خط بھی تھا۔ جو صرف سارہ کے لئے تھا۔ جسے اس کے علاوہ کسی اور نے نہیں پڑھا تھا۔

وہ عبیر کی طرف سے لکھا ایک معذرت نامہ تھا۔

جس میں وہ اس سے معذرت کر رہا تھا کے وہ اسے آزاد کر رہا ہے۔ اسے اس بے نام رشتے میں باندھ کر وہ اس کی زندگی برباد نہیں کرنا چاہتا۔ خط میں بھی اس نے مختصر سے الفاظ کا انتخاب کرتے ہوئے آخر میں اسے نئی زندگی شروع کرنے کا پر خلوص مشورہ دیتے ہوئے اپنی نیک تمنائوں کا اظہار کیا تھا۔

وہ اسے پڑھ کر سکتے میں رہ گئی تھی۔اس سے التجا کرنے کے باوجود عبیر نے اسے خود سے علیحدہ کر دیا تھا۔یک طرف فیصلہ لیتے ہوئے اسے اپنی زندگی سے نکال دیا تھا۔وہ تو ساری زندگی اس کے نام پر بیٹھے رہنے کو بھی راضی تھی۔لیکن اس نے یہ بھی گوارہ نہیں کیا تھا۔۔سامنے ہی دیوار پر عبیر کا بڑا سا پورٹریٹ لگا ہوا تھا۔جسے وہ بغیر پلکیں جھپکے دیکھے جا رہی تھی۔

وہ اندر دروازہ لاک کر کے بیٹھی تھی۔اپنے گھر پر وہ اطلاع کر چکی تھی۔اس کی فیملی اسے لینے آ رہی تھی۔اور باہر ساری حویلی جیسے ایک گہرے کرب سے گزر رہی تھی۔یہ جھٹکا پہلے ملنے والے جھٹکوں سے کم نہیں تھا۔

"اگر مجھے پتا چل جائے کے وہ لڑکی کون ہے جس نے تمہیں میرا ہوتے ہوئے بھی کبھی میرا ہونے نہیں دیا۔۔میں اس کے چہرے پر تیزاب پھینکنے سے بھی نہیں کتراوں گی۔کیا کچھ نہیں کیا تھا میں نے تمہارے لئے؟تم نے مجھ پر اس کو فوقیت دی۔۔تم تو شادی کے پہلے دن سے مجھ سے جان چھڑوانا چاہتے تھے۔۔بالآخر تمہیں موقع نصیب ہو گیا۔۔"

تلخی بھرے لہجے میں کہتی ہوئی وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر پورٹریٹ کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔اس کی آواز بھیگی ہوئی سی تھی لیکن آنکھیں خشک تھیں۔

"میری اس طرح سے تذلیل کرنے کا تو، تمہیں حق نہیں تھا۔محبت تو بہت دور کی بات۔۔تم نے مجھے نفرت کے قابل بھی نہیں سمجھا۔۔۔"

اس کی آواز کافی دھیمی تھی۔اور لہجہ اتنا ہی نرمی لیے ہوئے تھا جتنا عبیر سے بات کرتے ہوئے ہوا کرتا تھا۔

"یقیناً مجھ میں ہی کوئی کمی ہو گی۔جو میں تمہارا دل جیتنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔۔۔لیکن کیا تم میں اتنی ہمت نہیں تھی کے میرے سامنے کھڑے ہو کر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مجھے طلاق دیتے؟

مجھے تمہارے اس فیصلے نے تکلیف دی ہے۔اتنی تکلیف کے میرا دل زخموں سے چور ہو رہا ہے۔۔اگر تم روپوش نہ ہوتے تو یقیناً میں تم سے ضرور اس کا بدلہ لیتی۔۔لیکن مجھے تمہارے لئے افسوس ہوتا ہے کے میرے کچھ نہ کرنے کے باوجود بھی تم ایک سزا کاٹ رہے ہو۔۔اس حویلی کو جوڑ کر رکھنے کے لیے تم ہمیشہ بے چین رہتے تھے نہ۔اب اسی حویلی سے کوسوں دور۔سب سے کٹ کر بیٹھے ہو۔۔تمہارے لئے اس سزا سے بڑھ کر تو اور کچھ بھی نہیں ہے۔۔"

اس کے لہجے میں ملے جلے سے تاثرات تھے۔ غم اور افسوس بھی جھلک رہا تھا۔ غصہ بھی ظاہر ہو رہا تھا۔ اپنی بے قدری اور ٹھکرائے جانے کا احساس بھی اس پر غالب آ رہا تھا۔

پورٹریٹ کے سامنے سے ہٹ کر اب وہ رخ موڑے پورے کمرے میں ایک دوڑا رہی تھی۔۔ الوداعی نگاہ۔

وہ سات مہینے جو اس نے وہاں گزارے تھے۔ ایک ایک لمحہ اس کی نظروں کے سامنے سے گزر رہا تھا۔

جن میں کوئی پل اتنا خوشگوار نہیں تھا کے وہ اسے یاد کے طور پر سنبھال کر اپنے ساتھ لے کر جاتی۔

تائیوان۔۔۔

رات کی گہری خاموشی ساحل پر چھائی ہوئی تھی، چاند کی ہلکی روشنی نے سمندر کی لہروں پر ایک چمکدار چادر بچھا رکھی تھی، جو رات کی تاریکی میں چمکتی کافی پراسرار لگ رہی تھی۔ سمندر کی لہریں آہستہ آہستہ کنارے پر آ کر ٹوٹ رہی تھیں۔ وہ ریت پر بیٹھا ہوا تھا۔ آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ اس کے جسم پر سمندر کی نمکین ہوا کا اثر لپٹ رہا تھا۔ اور تیز ہواؤں سے اس کی سفید شرٹ پھڑپڑا رہی تھی۔

وہ خاموشی سے ان سمندر کی لہروں کو سن رہا تھا جو نرم ساز کی طرح گونج رہی تھی۔ ہر لہر کے ساتھ ایک نئی یاد تازہ ہو رہی تھی، جو اس کے دل میں گہرے زخم چھوڑ گئی تھی۔ چاند کی مدھم روشنی میں اس کے چہرے پر دکھ اور تکلیف کے آثار نمایاں ہو رہے تھے، اور آنکھوں کے کنارے پر چمکنے والے آنسو اس کے دل کے زخموں کے ادھڑنے کا پتا دے رہے تھے۔

نیلے آسمان پر چمکتے تارے اسے اس طرح سے دیکھ رہے تھے جیسے وہ بھی اس کے درد کا حصہ بن گئے ہوں۔

ہوا میں ٹھنڈک کا احساس تھا، جو کہ رات کے سکون کو مزید بڑھا رہا تھا۔ ریت کی نرم اور ٹھنڈی تاثیر اس کے جسم میں سرائیت کر رہی تھی

اس نے اپنی نظریں دور افق پر مرکوز کر رکھی تھیں، جہاں آسمان اور سمندر ملتے نظر آتے تھے۔ ساحل پر وہ تنہا، اپنے ماضی کی تلخ یادوں میں محو تھا، جو اس کے دل کی گہرائیوں میں دفن تھی۔

رات قطرہ قطرہ پگھل رہی تھی۔ اس کے علاوہ وہاں آس پاس کوئی ذی نفس نہیں تھا۔ لیکن اس کے پیچھے کچھ فاصلے پر کچھ گاڑیاں کھڑی تھیں۔ جن کے باہر کچھ گارڈز چوکنے سے کھڑے تھے۔ ان میں ایک یون زئی بھی تھا۔ جس کی اہمیت آدم کی طرح ہی تھی۔ پاکستان میں ایک مینجر آدم تھا۔ اور یہاں تائیوان میں یون زئی اس کے لئے سارے کام سرانجام دیتا تھا۔

اسلام آباد:

یونیورسٹی کا تھکا دینے والا دن بھگتا کر وہ کچھ دیر ریسٹ کی نیت سے سو گیا تھا۔ اور جب بیدار ہوا تو فریش ہو کر سیدھا نیچے کے پورشن کی راہ لی۔

گرے شرٹ کے کف پلٹتے ہوئے سیڑھیاں اترتا ہوا وہ کچھ چونکا تھا۔ کیونکے نیچے سیٹنگ ایریا میں خلاف معمول اسے سب بیٹھے دکھائی دے رہے تھے۔ ابھی ساڑھے پانچ بجے کا وقت تھا۔ فرمان درانی کے آفس سے آنے کا وقت سات بجے کا تھا۔ مہد دائم بھی اس وقت وہیں بیٹھے تھے۔ جو عموماً اپنی اکیڈمی میں ہوتے تھے یا پھر گراونڈ میں گلی کے باقی لڑکوں کے ساتھ میچ کھیل رہے ہوتے تھے۔ عیشہ کا بھی یہ وقت کچن میں شام کی چائے کی تیاری میں گزرتا تھا۔ لیکن آج ایسا کچھ نہیں تھا۔

"اسلام علیکم۔۔" وہ عادتاً سلام کرتا ہوا نیچے اترا۔ اور معمول کے مطابق فرمان سے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ جسے تھامتے ہوئے انھوں نے زیر لب اس کے سلام کا جواب دیا۔

"سب خیریت ہے؟ آج آپ جلدی آ گئے آفس سے۔۔" ایک طائرانہ سی نگاہ سب پر ڈالتے ہوئے اس نے پوچھا۔ جس کے سوال پر وہاں گہری خاموشی چھا گئی تھی۔

"عبیر غازی نے سارہ کو ڈائیورس دے دی ہے۔"

عیشہ نے دلگرفتی سے اسے آگاہ کیا۔"عبیر غازی؟لیکن وہ تو روپوش ہیں۔"

اس نے حیرانگی سے فرمان کو دیکھا۔یہ خبر اسے چونکا گئی تھی۔

"تایا ابو کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔۔"مہد نے بھی اس کی اطلاع میں اضافہ کیا۔

جو اس کے لیے کافی حیران کن ثابت ہو رہا تھا۔

"بے شک یہ دکھ کی بات ہے۔ہمیں ان کے گھر جانا چاہئے۔"

"ہم ان کی خوشی میں شریک نہیں ہوئے لیکن ان کے غم میں ان کے ساتھ کھڑے ہونا چاہئے۔"

"مجھے سمجھ نہیں آرہا کے وہاں جانا چاہئے یا نہیں؟"

فرمان کچھ بے چینی کا شکار لگ رہے تھے۔عجیب الجھن کا شکار تھے۔

"ہمیں ضرور جانا چاہئے اور۔۔"وہ کہتے کہتے رکا۔"آپ چلے جائیں۔۔بھابھی اور ان دونوں کو بھی ساتھ لے جائیں۔اب کے وہ متانت سے بولا۔

"میں زرا انس سے بات کر لوں۔۔"

فون لے کر وہ باہر گارڈن میں نکل آیا تھا۔کال ملا کر فون کان سے لگایا تھا۔

کوئی تیسری بیل پر کال ریسیو کی گئی تھی۔"وعلیکم السلام یہ بتاو کیا یہ خبر سچ ہے؟"

انس کے سلام کرنے پر اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔"کون سی خبر؟"

"سارہ اور عبیر کے ڈائیورس کی۔"

"ہاں سچ ہے۔۔کل ہی عبیر کے وکیل کی جانب سے نوٹس ملا تھا حویلی میں۔"

"لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟کیا اس نے کوئی رابطہ نہیں کیا؟"

"نہیں صرف وکیل کے ذریعے طلاق بھیجی ہے۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

"لیکن انھوں نے ایسا کیوں کیا؟ کیا ان کی شادی ٹھیک نہیں چل رہی تھی؟"

"اس بارے میں مجھے کچھ علم نہیں۔ سالار کا کہنا ہے کے ان کے بیچ سب نارمل لگتا تھا۔ وہ کبھی کسی ایشو کو لے کر ضد بحث کرتے یا جھگڑتے ہوئے بھی نہیں دکھائی دئے تھے۔۔ سارہ کو بھی نہیں معلوم کے عبیر نے اسے طلاق کیوں بھیجی ہے۔"

"وہ وکیل کون ہے؟ کیا یہ اس کے زریعے عبیر بھائی تک نہیں پہنچا جا سکتا؟"

"ناممکن ہے۔۔ لاہور ہائی کورٹ کا وکیل ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اس کا بہت گہرا دوست بھی ہے۔ میرا نہیں خیال کے وہ عبیر تک پہنچنے میں ہماری ذرا سی بھی مدد کرے گا۔"

"لیکن تمہیں اس سے ایک بار ملنا چاہئے۔ اس سے کم از کم ایک بار بات کر کے دیکھو۔"

"یار داریان تم اس انسان کو نہیں جانتے۔ انتہا کا گھمنڈی انسان ہے۔ اس سے ملنے کے لئے گھنٹوں تک اس کی اپائنٹمنٹ کے انتظار میں بیٹھنا مجھے گوارا نہیں۔"

"لیکن وہ ہے کون؟ مجھے نام تو بتاؤ اس کا۔" اس نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوچھا۔

"حتان داؤد۔" اس نے سپاٹ سے انداز میں کہا۔

"حتان داؤد؟" وہ بری طرح چونکا تھا۔ وہ اس نام سے ناواقف نہیں تھا۔ ملک کا جانا مانا اور انتہائی قابل وکیل۔ جس کی مقبولیت کے ڈنکے پورے ملک میں بجتے تھے۔

"میں نے تو پہلے کبھی نہیں سنا کے وہ عبیر کا دوست ہے۔"

"مجھے بھی نہیں معلوم تھا۔ سالار نے ہی بتایا تھا کے وہ دونوں کالج کے ٹائم سے دوست ہیں۔ بحر حال۔۔"

اس نے گہری سانس بھری۔ "پتا تو اس کا لگا کر ہی رہوں گا۔" وہ مضبوط لہجے میں بولا۔

جعفر ہاوس میں اتنے نفوس کی موجودگی میں ایک خاموشی سی رچی ہوئی تھی۔ جعفر درانی کے کمرے میں فرمان کے علاوہ مہد اور دائم بھی موجود تھے۔ آمنہ انھوں نے کوئی سات سال بعد اس گھر میں قدم رکھے تھے۔ جعفر درانی کے علاوہ فرمان کا کوئی قریبی

عزیز نہیں تھا۔ لیکن چھ سال پہلے جب وہ داریان کے ساتھ لندن سے لوٹنے تھے تو اسی وقت انھوں نے فرمان سے اپنے سارے تعلقات ختم کر دئے تھے۔ انھوں نے اپنے تایا کو منانے کی از حد کوشش کی تھی لیکن وہ کسی طور ماننے کو راضی ہی نہیں تھے۔ انھوں نے داریان کو دیکھنا تم گوارا نہیں کیا تھا۔ اور آج جب وہ دونوں اتنے عرصے بعد ملے تھے تو دونوں میں سے کسی نے بھی گزرے ہوئے ماضی کا قصہ نہیں چھیڑا تھا۔ جعفر درانی کی طبعیت ناساز تھی۔ وہ بیڈ پر تقریباً نیم دراز لیٹے تھے۔ ضعیف عمر ہونے کے باجود کافی چاک وچوبند اور جاہ جلال والے لگتے تھے۔ ان کے چہرے پر بھی ایک رعب سا ہوتا تھا۔ لیکن آج بیٹی کے غم اور اچانک سے لگنے والی بیماری نے انھیں نڈھال کر رکھا تھا۔

فرمان ان کے قریب ہی چیئر پر بیٹھے انھیں تسلی دے رہے تھے کے وہ ہمت نہ ہارے۔۔ اللہ سب بہتر کرے گا۔ سارہ دونوں چھوٹے بہن بھائی فصیح اور سونیا بھی وہیں بیٹھے تھے۔ لیکن وہ خود اپنے روم میں تھی۔ عیشہ اور سارہ کی ماں رقیہ درانی بھی اس کے پاس بیٹھی سارہ کو ہی دیکھ رہی تھیں جو بیڈ کی بیک سے ٹیک لگائے کسی غیر مرئی نقطے کو کھوج رہی تھی۔

بالوں کو بے ترتیبی سے جوڑے میں باندھ رکھا تھا۔ آنکھیں خالی خالی سی تھیں۔ اور چہرے سے جیسے ویرانی چھلک رہی تھی۔ "جب سے اسے وہاں سے لے کر آئیں ہیں تب سے ہی اپنے حواس میں نہیں ہے۔ نہ ہم سے کچھ بات کر رہی ہیں۔ نہ ہی ہمیں طلاق کی وجہ بتا رہی ہے۔۔" وہ گلوگیر اور گہرے دکھ سے عیشہ کو بتا رہی تھیں۔ جو سارہ کے قریب بیٹھی تھی۔ "تم ہی کچھ پوچھو اس سے۔ شاید تمہاری بات سن لے۔۔ تمہارے تایا کی دوا کا وقت ہو گیا۔ میں آتی ہوں کچھ دیر میں۔۔"

"آپ فکر نہ کریں تائی امی۔۔ میں بات کرتی ہوں۔" عیشہ نے انھیں تسلی دلائی۔ پھر ان کے جانے کے بعد اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس کا ٹھنڈا سا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھاما۔

"میں تمہاری ذاتی زندگی میں انٹرفیئر نہیں کرنا چاہتی سارہ۔۔ کوئی بھی نہیں چاہتا کے اس کے پرسنل میٹرز میں کوئی مداخلت کرے۔۔ جو باتیں تمہیں پریشان کر رہی ہیں۔ اگر تم شئیر کرنا چاہو تو شاید کوئی حل نکل آئے۔۔"

اس نے نرمی سے کہا۔

"کیا حل نکلے گا عیشہ؟" وہ کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولی۔

"تمہارے اور عبیر کے درمیان تو سب نارمل تھا نا؟" اس نے کچھ ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

"ہمم نارمل تھا۔۔"اس نے پلکیں جھپک کر تائید کی۔

"لیکن اسے اس شادی میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔۔ مجھ میں بھی اسے کوئی کشش محسوس نہیں ہوتی تھی۔۔"

"یوں لگتا تھا جیسے وہ ایک زبردستی کا رشتہ نبھا رہا تھا۔ جس کے لئے اس کے دل میں کوئی گنجائش نہیں نکل رہی تھی۔۔"وہ بے تاثر سے لہجے میں بول رہی تھی۔

"اس کی غلطی نہیں ہے۔۔اس نے تو صاف الفاظ میں کہا تھا کے میں چاہوں تو وہ ڈرائیورس دے سکتا ہے۔ کیوں کے اس کے لئے اس شادی کو نبھانا صرف ایک بوجھ ثابت ہو رہا تھا۔ لیکن میں نے ہی ضد کر کے اس کے سر پر سوار رہنے کی کوشش کی۔اس کا جمود جیسے ٹوٹا تھا۔ چہرے پر کرب دکھائی دینے لگا۔اور آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے۔

وہ مجھ سے محبت نہیں کرتا تھا لیکن میں تو کرتی تھی۔ میں نے سوچا تھا کے ایک دن اسے خود سے محبت کرنے پر مجبور کر دوں گی۔ لیکن وہ تہیہ کر کے بیٹھا تھا کے جب بھی اسے موقع ملے گا وہ اس رشتے کو ختم کر دے گا۔۔اور اس نے ایسا ہی کیا۔اس نے رک کر زور سے پلکوں کو میچا۔وہ خود کو رونے سے باز رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن اپنی کوشش میں ناکام ثابت ہو رہی تھی۔

وہ چاہتا تھا کے میں اس بے نام کے رشتے میں بند کر اپنی زندگی خراب کرنے کے بجائے اس سے الگ ہو کر نئے سرے سے اپنی زندگی کی شروعات کروں۔۔

میں نئی زندگی شروع کر بھی لوں تو اس میں وہ تو نہیں ہو گا۔۔ میں اس زندگی کا پھر کیا کروں گی؟

کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کسی کی دعائیں یا پھر بد دعائیں ہمیشہ ہمارے تعاقب میں رہی ہیں۔ جنھوں نے کبھی اسے میرا نہیں ہونے دیا۔۔

اس نے مجھ پر کبھی ایک نظر بھی ایسی نہیں ڈالی کے جس کے بارے میں 'میں کہہ سکوں کے وہ محبت کی نگاہ تھی۔۔ یا پھر اس نظر میں میرے لئے نرم تاثر تھا۔

سب مجھ سے وجہ دریافت کر رہے ہیں کے اس نے مجھے طلاق کیوں دی۔۔؟

میں انھیں کیسے جواب دوں عیشہ کے اسے مجھ سے محبت نہیں تھی اس لیے اس نے طلاق دے دی۔"اس کی آنکھوں سے تواتر سے آنسو بہہ رہے تھے۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"شادی کا بندھن صرف محبت سے تھوڑی قائم رہتا ہے۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو محض سمجھوتے پر ایک دوسرے کے ساتھ گزارا کر رہے ہیں۔ جنھیں ایک دوسرے سے محبت نہیں ہیں۔۔ لیکن ایسی کتنی ہی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے وہ اپنے رشتے کو منطقی انجام تک نہیں پہنچا پاتے۔" وہ جو سانس روکے اس کی باتیں سن رہی تھیں۔ آخر میں نرم لہجے میں اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"میں کر رہی تھی سمجھوتہ۔۔ میں نے کوشش کی تھی اس رشتے کو قائم رکھنے کے لئے۔۔ لیکن وہ راضی نہیں ہوا۔ وہ نہ کوئی سمجھوتہ کرنا چاہتا تھا۔ نہ کسی مجبوری کو خاطر میں لانا چاہتا تھا۔ اور اس نے ایسا ہی کیا۔

"جس نے تمہاری قدر نہیں کی۔ جو تمہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ اسے یہ حق نہیں ہونا چاہئے کے اس کی وجہ سے تم خود کو دکھ دو۔۔ تمہیں اس کے لئے آنسو بہانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔"

"اس نے جو گناہ کئے ہیں وہ دیار غیر میں بیٹھ کر ان کی بھرپائی کر رہا ہے۔۔ لیکن میرا دل اسے بھول جانے کو راضی نہیں ہوتا۔۔"

"ابھی تمہارا غم تازہ ہے۔۔ تم خود کو سمبھلنے کے لئے وقت دو۔۔ لیکن خود کو یہ اچھی طرح باور کروا دو کے اس کے چلے جانے سے تمہاری زندگی کا مقصد ختم نہیں ہو جاتا۔"

"وہ میرا شوہر تھا۔ بے شک اس نے کبھی مجھے بیوی نہیں سمجھا۔ لیکن میرے لئے تو میری کل کائنات وہی تھا۔ اس کے چلے جانے کے بعد کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہا۔ لگتا ہے جیسے اس کے منظر سے نکلتے ہی وقت رک گیا ہو۔ ساری ہلچل ساری رونقیں سب ختم ہو گئی ہوں۔ ہر سو ایک ویرانی اور وحشت سے رچی ہوئی ہو۔ اور یہ سکتہ صرف تبھی ٹوٹے گا جب وہ منظر میں واپس آئے گا۔"

"وہ واپس نہیں آئے گا۔۔ اگر واپس آ بھی گیا تو وہ تمہارا نہیں ہو گا۔۔ خود کو اس سراب کے پیچھے بھاگنے مت دو۔۔ حقیقت کو قبول کرو۔" عیشہ نے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔ اسے سارہ کے لئے تکلیف ہو رہی تھی۔ وہ جتنی جلدی عبیر کو بھولنے میں کامیاب ہو جاتی یہی اس کے لیے بہتر رہتا۔

"مجھے تمہاری باتیں تکلیف دے رہی ہیں۔۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کے ایک دن ایسا بھی آئے گا جب اس کا نام مجھ سے چھین لیا جائے گا۔۔"

"وہ تمہارا ہوتا تو کبھی تمہیں چھوڑ کر نہیں جاتا۔۔ اگر وہ چھوڑ کر چلا گیا ہے تو سمجھ جاو کے وہ کبھی تمہارا تھا ہی نہیں۔۔" وہ تاسف بھرے لہجے میں بولی۔

"تو کیا آج تک میں ایک وہم میں جی رہی تھی؟ جو چھ مہینے میں نے اس کے ساتھ گزارے وہ کیا ایک خواب تھا؟ کیا اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا کے آنکھ کھلتے ہی سب بدل گیا۔" سارہ نے سرخ آنکھوں سے زخمی لہجے میں پوچھا

ل

"اگر وہ مجھے کہتا کے میں اچھی بیوی نہیں ہوں۔۔ میں نے اس کا خیال نہیں رکھا۔۔ یا میں اس کی امیدوں پر پوری نہیں اتری۔۔ یہ وجوہات پھر بھی قابل قبول تھیں۔

لیکن اس نے کہا کے وہ مجھ سے محبت نہیں کرتا۔۔ اس کے الفاظ میرے دل میں کسی جلتی ہوئی سلاخ کی طرح گڑ گئے ہیں۔۔ اور یہ مجھے کتنی تکلیف دیتے ہیں میں تمہیں شاید لفظوں میں بتا بھی نہ سکوں۔ کیا میں اس قابل نہیں تھی کے اسے مجھ سے محبت ہی نہیں ہو سکی؟"

وہ جو سوالات عیشہ سے پوچھ رہی تھی اس کے پاس ان کے کوئی جواب نہیں تھے۔ وہ بس تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جو اپنے ساتھ ہوئی اس ناانصافی کو بھولنے کو تیار نہیں تھی۔

****

کافی دیر تک سعادت غازی کے کمرے میں بیٹھنے کے بعد کچھ دیر تک وہ اپنے ماں باپ کے کمرے میں بھی بیٹھا تھا۔ وجاہت غازی کو آفس کے معاملات کے بارے میں آگاہ کیا اور سفینہ غازی سے بھی کافی ساری ادھر ادھر کی باتیں کی تھیں۔

پہلے تو جب وہ حویلی میں ہوتا تھا تو کسی کو اس کی موجودگی کا معلوم بھی نہیں ہو پاتا تھا۔ یا تو وہ اپنے روم میں ہوتا تھا۔ یا جم میں۔ اور اگر سب کے درمیان بیٹھا ہوا بھی ہوتا تھا تو کانوں میں ائیر پوڈز لگا کر صرف فون پر ہی مصروف ہوتا تھا۔ سب کے ساتھ گھلنے ملنے والی عادت تو عبیر کی تھی۔

وہ بچپن سے ہی اپنے بڑے بھائی کی عادتوں کو اپناتا آیا تھا۔ لیکن یہ والی عادت اس نے کبھی نہیں اپنائی تھی۔ اسے اکیلے رہنا زیادہ پسند تھا۔ وہ اپنے پرسنل زون میں ہی آرام دہ اور پرسکون محسوس کرتا تھا۔

عبیر نے بارہا کہا تھا کے اپنے آپ کو چینج کرے۔ خوش مزاجی لے کر آئے اپنے اندر۔ لیکن کبھی اس نے اس کی بات پر کان نہیں دھرا تھا۔

اور آج اس کے جانے کے بعد سالار ہر وہ کام کرنے لگا تھا جو پہلے عبیر کیا کرتا تھا۔ صرف اس وجہ سے کے کوئی اس کی کمی کو زیادہ فیل نہ کرے۔

وہ اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہا تھا۔ لیکن ایک انسان کی کمی کو کوئی دوسرا انسان پورا نہیں کر سکتا۔

وہ سعادت غازی کے پاس بیٹھتا یا اپنے ماں باپ کے پاس۔ یا پھر حویلی کے کسی اور فرد سے بلکل نرم اور دوستانہ انداز میں بھی گفتگو کر رہا ہوتا تھا تو اس کے انداز میں وہ گرمجوشی اور اپنائیت نہیں آپاتی تھی جو عبیر کی ذات کا حصہ تھی۔

سالار جب اس کی خالی جگہ کو پر کرنے کی کوشش کرتا تھا تو تب عبیر کی یاد اور بھی شدت سے اجاگر ہوتی تھی۔

عبیر کی طرح وہ بھی رات میں جم کرنے کا عادی تھا۔ لیکن فاز اور عاشر اس وقت پلے اسٹیشن لگا کر بیٹھے ہوتے تھے۔ عبیر نے ان کے ساتھ کبھی کوئی گیم نہیں کھیلا تھا۔ لیکن سالار نے اپنے جم کو ترک کر کے وہ وقت انھیں دینا شروع کر دیا تھا۔ کچھ دیر کے لئے ہی سہی۔ اگر وہ ان کے ساتھ کھیلتا نہیں بھی تھا تو ان کے پاس بیٹھ جایا کرتا تھا۔ ان کی یونیورسٹی کی باتیں سن لیا کرتا تھا۔ گیمز کے متعلق کچھ معلومات لے لیا کرتا تھا۔

جس میں اس کا کوئی انٹرسٹ نہیں تھا۔ کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن اسے اپنے بڑے بھائی کی ذمہ داری نبھانی تھی۔

وہ ذمہ داری جو عبیر اس کے کندھوں پر رکھ کر گیا تھا۔

ابھی ساڑھے دس بجے کا وقت تھا۔ ایک ہاتھ سے اپنا کندھا دباتے ہوئے وہ اپنے کمرے کی جانب جا رہا تھا تبھی اس کے قدموں میں یخلت ہی سستی در آئی تھی۔ عبیر کے روم کے برابر میں بنے اسٹڈی روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

Mahira Zainab Khan Novel

جانے کیوں اس کے دھڑکنیں بے ترتیبی کا شکار ہوئی تھیں۔ بہت سے جزبات بہت سی سوچیں اس پر حملہ آور ہوئی تھیں۔ وہ تقریباً بھاگتا ہوا اسٹڈی روم کے دروازے کے پاس آکر رکا تھا۔ لیکن اندر جاتے ہوئے اس کی رفتار میں کمی آئی تھی۔ وہ بے ساختہ اسے دیکھے گیا جو میز کے دوسری جانب پڑی راکنگ چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا سر میز پر تھا۔ اور دونوں ہاتھوں میں چھپا ہوا تھا۔ قدموں کی چاپ سن کر اس نے آہستگی سے سر اٹھا کر دروازے پر کھڑے سالار کو دیکھا۔ پھر فوراً سے اپنی بھیگی ہوئی آنکھوں کو صاف کیا۔

وہ بھول گیا تھا کے اس حویلی میں صرف عبیر نہیں تھا جو کتابوں کا شوقین تھا۔ ریشام بھی تو اس کے جیسی تھیں۔ جو عادتیں عبیر کی تھیں۔ وہی عادتیں ریشام کی تھیں۔

"وہ۔۔ انھوں نے جانے سے پہلے۔۔۔ چابیاں مجھے دے دی تھیں۔"

وہ اس کے چہرے کے تاثرات سے پہچان گئی تھی وہ کیا سوچ رہا تھا۔ جبھی آہستگی سے رندھی ہوئی آواز میں اسے بتایا۔ سالار کو جان کر کوئی حیرانگی نہیں ہوئی تھی۔ اس کی اسٹڈی ریشام کی ملکیت میں ہی جا سکتی تھی۔ کیوں کے ان دونوں کے علاوہ کسی اور کو کتابیں پڑھنے میں دلچسپی نہیں تھی۔

"کس دن؟" سالار نے استفسار کیا۔

"جس دن انھوں نے حویلی چھوڑ دی تھی۔۔" وہ اس سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔ عبیر کے ذکر پر اسے پھر سے رونا آ رہا تھا۔ حویلی میں اس کا ذکر اب بہت کم ہوتا تھا۔ جب ساتھ بیٹھتے تھے کوئی اس کے بارے میں بات نہیں کرتا تھا۔ وہ بھی نہیں کرتی تھی۔ وہ عبیر سے خفا تھی۔ اس نے کہا تھا وہ واپس آئے گا۔ لیکن وہ نہیں آیا۔ بنا کچھ کہے ایک دم سے سارے تعلق، سارے رشتے توڑ کر وہ کہیں بہت دور چلا گیا تھا۔ وہ اکثر راتوں کو اس اسٹڈی میں بیٹھ کر اسے یاد کر کے روتی رہتی تھی۔ وہ اس کا سگا بھائی نہیں تھا۔ لیکن ہمیشہ اس نے ایک سگے بھائی سے بڑھ کر اسے پیار دیا تھا۔ اس کا بچوں کی طرح خیال رکھا تھا۔

پھر وہ کیسے اسے بھول گیا تھا۔ ریشام نے اس کے نمبر پر۔ اس کی سوشل میڈیا کے اکاونٹس پر۔ حتیٰ کے ای میلز پر بھی اس کے لیے کئی پیغام بھیجے۔ اس سے رابطہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن اس نے ایک دفعہ بھی اسے کوئی میسج نہیں کیا۔ ایک دفعہ بھی اسے کال نہیں کی۔

وہ تو ہمیشہ اس کے میسج پر بھی فوراً سے پیشتر ریپلائی کیا کرتا تھا۔ جب بھی کسی ٹرپ پر جاتا تھا۔ سب سے پہلے اسے ٹیکسٹ کر کے بتاتا تھا کے وہ پہنچ گیا ہے۔

اس سے بار بار پوچھتا تھا کے اسے کچھ چاہئے تو بتا دے وہ لا دے گا۔ اس کی اداس شکل دیکھ کر فوراً پہچان جاتا تھا۔ اور اس کا موڈ بہتر کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتا تھا۔

اتنے دن ہو گئے تھے۔ اس سے کسی نے بھی نہیں پوچھا تھا کے اس کی پیاری سی آنکھیں سوجی ہوئی کیوں ہے۔ وہ ساری رات روتی کیوں رہتی ہے۔

وہ ہر نماز کے علاوہ تہجد میں بھی صرف اسی کے لیے دعائیں مانگتی تھی کے وہ جہاں بھی ہے سلامت رہے وہ خیریت سے واپس آجائے۔

وہ اسے بہت یاد کرتی تھی۔ وہ شدت سے اس کے واپس آنے کی منتظر تھی۔ وہ اس سے ملنے کے بعد اس پر بہت غصہ کرنا چاہتی تھی۔ اس سے ناراض ہونا چاہتی تھی کے وہ اسے بنا بتائے کہاں چلا گیا تھا۔ حالانکے وہ تو ایسا نہیں تھا۔ اسے صرف ایک دن کے لئے بھی کسی دوسرے شہر بھی جانا ہوتا تھا تو وہ اسے لازمی بتا کر جاتا تھا۔

لیکن اس دفعہ اس نے سہولت سے اسے ٹال دیا تھا۔۔

"بھائی نے۔۔ کچھ بات کی تھی تم سے؟ کچھ بتایا تھا کے وہ کہاں جا رہے ہیں؟" اس نے دھڑکتے دل سے بے تابی سے پوچھا تو ریشام نے رونے سے خود کو باز رکھتے ہوئے آہستگی سے نفی میں سر ہلایا۔

"اس دفعہ نہیں بتایا۔ میں نے پوچھا تو انھوں نے کہا کے یہ سیکریٹ ہے۔"

"سیکریٹ۔۔" دوبارہ وہ لفظ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں سے تواتر سے آنسوں گرے۔ "ہمارے درمیان تو کبھی کوئی سیکریٹ نہیں تھا۔ وہ تو میرے لیے ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح تھے۔ مجھ سے کچھ نہیں چھپاتے تھے۔ میں جو پوچھتی تھی مجھے بتا دیا کرتے تھے۔" اس نے نچلا لب دانتوں تلے دبا کر ان اونچی ریکس کو دیکھا۔ جن پر سنہری فیری لائٹس چمک رہی تھیں۔ اسے روشنیاں پسند تھیں تو عبیر نے اپنی ڈارک گرے اور بلیک تھیم کے اسٹڈی روم کو روشنیوں سے منور کر دیا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"تم نے کبھی ان کے متعلق ان سے کچھ نہیں پوچھا؟"اس سوال پر ریشام کے دل میں بہت کچھ ٹوٹا تھا۔ کوئی آنسوؤں کا گولہ سا اس کے حلق میں اٹکا تھا۔

"اب ان کی یاد آتی ہے تو سوچتی ہوں کے میں نے ہمیشہ ان سے اپنے بارے میں ہی بات کی۔ کبھی ایک دفعہ بھی ان سے ان کے بارے میں نہیں پوچھا۔ وہ کیا سوچتے ہیں۔ کیا چاہتے ہیں۔ ان کے خواب، خواہشات ان کے گولز کیا ہیں۔۔ میں نے ان سے کبھی بھی نہیں پوچھا۔ میرا اس طرف دھیان ہی نہیں گیا۔ وہ تو میری بے تکی باتوں کو اتنے سکون اور دھیان سے سنتے تھے۔ لیکن میں نے کبھی ان کی باتیں نہیں سنی۔۔ میں نے ان سے ایک دفعہ بھی نہیں پوچھا۔۔ ایک دفعہ بھی انھیں نہیں کہا کے وہ مجھ سے اپنے دل کی باتیں کیوں نہیں کرتے۔۔ مجھے ان سے۔۔ پوچھنا چاہیے تھا۔"

وہ مزید خود پر ضبط نہیں رکھ پائی تھی۔ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے وہ سسک اٹھی تھی۔

"وہ ہم سے اتنا ناراض کیوں ہیں؟"اس نے رندھی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"وہ مجھ سے ناراض ہیں۔۔ اور میں انھیں منا کر واپس ضرور لے کر آوں گا۔"سالار نے نرم سے لہجے میں جیسے اسے تسلی دی۔

"وعدہ کریں مجھ سے۔۔ انھیں واپس ان کی اصل جگہ پر لے کر آئیں گے۔"

اس نے بھیگی سی سرخ آنکھوں سے کہا۔

"وعدہ کرنا میرے لئے مشکل ہے۔ لیکن میں اپنی پوری کوشش کروں گا۔"

****

Mahira Zaynab Khan Novel

ایک بے نام سی اداسی اور خاموشی نے سعدین حویلی کی در و دیواروں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ دن پر لگاتے اڑتے جا رہے تھے۔ لیکن وقت وہاں جیسے ٹھہر سا گیا تھا۔ زندگی کا جیسے کوئی مقصد ہی باقی نہیں بچا تھا۔ ہر سو بس ایک اداسی اور ویرانی کا راج تھا۔ جو کم ہونے کا نام نہیں لیتا تھا۔

سعادت غازی کے کمرے کی ساری کھڑکیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ جن سے نرم سی دھوپ اور ٹھنڈی ہوائیں وہاں داخل ہوتی پورے کمرے میں پھیل رہی تھیں۔

"کتنی بار کہا ہے آپ کو دوا ٹائم پر لیا کریں لیکن آپ سنتے ہی نہیں۔"

ناراضگی سے کہتی ہوئی وہ دوائیوں کا ڈبہ واپس اس کی جگہ پر رکھتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں سوپ بنانے جا رہی ہوں آپ کے لئے اور وہ آپ کو پینا ہی ہو گا میں کوئی بہانہ نہیں سنوں گی"

کچھ دھونس سے کہتے ہوئے سر سے سرکتا ریشمی آنچل بار بار ٹھیک کرتے ہوئے وہ اپنے ہی دھیان میں روم سے نکل رہی تھی جب ہی مقابل سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔

اسے دیکھ کر تو جیسے وہ پتھر کی مورت بن گئی تھی۔ یقین ہی نہیں آ رہا تھا کے وہ شخص اس کے سامنے کھڑا ہے۔

لیکن وہ بیگانگی سے اسے نظر انداز کرتا اس کے سائیڈ سے ہو کر اندر چلا گیا تھا۔

ریشام کو سخت ناگوار لگا تھا اس کا انداز۔ بے شک وہ اس سے ناراض تھا لیکن کم از کم رک کر حال احوال تو پوچھ ہی سکتا تھا۔ ایک تو آیا بھی اتنے دنوں بعد تھا۔

اور پھر ریشام کو کہاں عادت تھی انس کے اس انداز کی۔ سعادت غازی تو اسے دیکھ کر جیسے کھل اٹھے تھے۔ فوراً ہی ریشام کو کھانے کا اہتمام کرنے کے لئے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے دادا جان میں بس کچھ دیر تک نکل جاوں گا"

"سکون سے بیٹھو۔ اتنے دنوں کے بعد تو آئے ہو۔۔" وہ کچھ مصنوئی ڈپٹ کر بولے۔

اور ریشام کا دل تو بے ربطگی کا شکار تھا۔ وہ اس کے کہنے پر اس کے ساتھ نہیں گئی تھی۔ وہ بات وہ ابھی تک دل سے لگا کر بیٹھا تھا۔ اس کی ناراضگی ابھی تک قائم تھی۔ اور اس واقعے کو کوئی ایک ڈیڑھ مہینے سے زیادہ کا وقت بیت چکا تھا۔

دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر ریشام نے اس سے صرف ایک بار رابطہ کیا تھا وہ بھی اس دن جس دن عبیر نے ملک چھوڑنا تھا۔

کال اس نے ریسیو کر لی تھی لیکن یہ کہہ کر فوراً کاٹ دی تھی کے وہ ایک ضروری کام میں مصروف ہے۔ اس کے بعد دوبارہ اس سے رابطہ کرنے کی ریشام نے کوشش نہیں کی تھی۔

عبیر کے جانے کے بعد وہ کتنی دفعہ حویلی آیا تھا لیکن مجال ہے جو اس نے ریشام کو نظر اٹھا کر دیکھا بھی ہو۔ سب کے ساتھ اس کا رویہ نارمل تھا۔ سب سے ٹھیک سے بات کرتا تھا۔ اگر کسی کو نظر انداز کرتا بھی تھا تو بس وہ ریشام کا وجود تھا۔

جو اسکی بے رخی سہنے کے بعد پوری رات رو کر گزارتی تھی۔

وہ اس سے محبت کرتی تھی۔ اس کا نظر انداز کیا جانا اس کے دل پر دہکتے ہوئے کوئلے رکھ دیتا تھا۔

جو بھی تھا لیکن ریشام غازی کے دل کی بنجر زمین پر اچانک ہی پھوار پڑنا شروع ہو چکی تھی۔ اس کی ہونٹ آپ ہی آپ مسکرا اٹھے تھے۔

وہ تو جیسے ایک نئی زندگی جی اٹھی تھی۔ آج اتنے دنوں بعد اسے روبرو دیکھنے کے بعد جیسے ایک نئی امید نے اس کے اندر سر اٹھایا تھا۔ آج اس نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کے آج وہ اسے منا کر ہی رہے گی۔ آج اسے خفا وہاں سے جانے نہیں دے گی۔

کچن سے کافی اشتہا انگیز سی خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں۔ سارے ملازمین کو سائیڈ پر کیے وہ خود کھانے کی تیاری سنبھالے ہوئے تھی۔ انس کی پسند کی ساری ڈشز وہ خود بنا رہی تھی۔ باقی سب بس کٹنگ اور چوپنگ کے علاوہ چھوٹے موٹے کاموں میں اس کا ہاتھ بٹا رہے تھے۔

کھانا بہت اچھا بنا تھا ریشام۔"

فاز نے رغبت سے کھاتے ہوئے تعریف کی۔

لیکن وہ بنا کچھ کہے چیچ پلیٹ میں پٹختی ہوئی ڈائننگ روم سے نکل گئی تھی۔

"کیا ہوا اسے؟" آستین موڑ کر اندر آتے سالار نے اس کا انداز دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

"اس نے اتنی محنت سے کھانا بنایا اور انس بھائی نے ڈنر میں صرف ایک کپ چائے ہی لیا۔"

جواب فاز کی جانب سے آیا۔

"اچھا۔۔"

وہ سر ہلاتے ہوئے کھانے کے لیے بیٹھنے کے بجائے دوبارہ باہر نکل گیا تھا۔

وہ دونوں دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہو چکے تھے لیکن سالار لاونج سے ہوتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ گیا تھا۔

ریشام لاونج میں ہی ٹی وی کھول کر بیٹھ گئی تھی۔

اور جب کچھ ہی منٹوں بعد اس نے شدید حیرت سے وہ منظر دیکھا تھا۔

سالار نے انس کی گردن میں ہاتھ ڈال رکھا تھا۔

"اس نے اتنی محنت کی تمہارے لئے اور تمہارے نخرے نہیں ختم ہو رہے۔"

وہ شاید درشتی سے کچھ کہہ بھی رہا تھا لیکن ریشام تک ان کی آواز نہیں پہنچ رہی تھی۔

جب وہ سو جائے گی تو پھر کھاوں گا۔۔ ورنہ اسے لگے گا کے میں ناراض نہیں ہوں"

"وہ گھبرا کر اٹھی۔

وہ سمجھی ان دونوں کے بیچ شاید لڑائی ہو گئی ہے۔ لیکن اس کی گرفت میں موجود انس نے خود کو چھڑوانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بلکے وہ مسکرا رہا تھا۔

"فکر مت کرو تم۔۔ میں اس کے سر پر کھڑا رہوں گا جب تک ساری ڈشز نہیں کھائے گا۔" کچھ لمحے اس کے پاس رک کر اسے تسلی دینے کے بعد سالار اسی طرح انس کو لیے ڈائننگ روم میں چلا گیا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

ریشام نہیں جانتی تھی کے ان کے درمیان اتنی دوستی ہو چکی ہے۔ کیوں کے حقیقت اور ان کے مابین پلین کے بارے میں نہ اسے سالار یا انس میں سے کسی نے بتایا تھا۔ اور نہ عاشر یا فاز نے۔

اس لئے ان دونوں کو اتنے دوستانہ انداز میں دیکھنا اسے حیرانگی سے دوچار کر گیا تھا۔

ریلینگ پر کہنیاں ٹکا کر ہتھیلی میں چہرہ گرائے وہ اداس نظروں سے بادلوں سے جھانکتے چاند کو دیکھے جا رہی تھی۔ جس کے گرد کتنے ہی چھوٹے چھوٹے ٹمٹماتے تاروں نے جھمگٹا سا لگایا ہوا تھا۔

مست ہوائیں اس کے سر سے ریشمی آنچل گرائے اس کی زلفوں سے اٹھکیلیاں کرتے ہوئے مسرور سی تھیں۔

وہ اپنے ہی خیالوں میں گم تھی جب پہلو میں سے ایک جانی پہچانی سی خوشبو اٹھتی محسوس ہوئی تو اس نے چونک کر اپنے برابر میں دیکھا۔ جہاں وہ اسی کے انداز میں کہنیاں ریلینگ پر ٹکا کر ہتھیلی میں چہرہ گرائے اس کی طرف رخ کئے کھڑا تھا۔

ریشام کی نگاہوں میں حیرانگی کے بعد بے گانگی سی نظر آئی۔

اس نے چہرہ اس کی طرف سے موڑ لیا۔ یہ اس کی ناراضگی کا انداز تھا۔

اسے ڈھیروں غصہ تھا اس شخص پر۔۔ لیکن اسے نظر انداز کرنا بھی انتہا کا مشکل لگتا تھا۔

"حیرت ہے مجھے۔۔ بے وفائی کرنے والے خود بھی خفا ہوا کرتے ہیں کیا؟"

وہی لہجہ وہی انداز وہی آواز جسے اس نے نا جانے کتنا یاد کیا تھا۔

"تم مجھے بے وفائی کا طعنہ دے رہے ہو؟"

ریشام نے چونک کر اسے دیکھا۔ آنکھوں میں غصہ ہلکورے لینے لگا۔

"میں طعنہ نہیں دے رہا! آپ نے جو میرے ساتھ کیا میں وہ بتا رہا ہوں"

"اچھا۔۔تو مسٹر انس رضا غازی اگر آپ مجھے میرے خاندان سے بغاوت نہ کرنے پر بے وفا ہونے کا طعنہ دے رہیں تو میں بے وفا ہی ٹھیک ہوں!"

"مجھے صرف اتنا یاد ہے کے جب مجھے آپ کی سب سے زیادہ ضرورت تھی تب آپ میرے ساتھ نہیں تھیں ریشام بی بی!"

"میرے ماں باپ کا قتل ہوا تھا۔ لیکن آپ کے لئے مجھ سے زیادہ ضروری اپنے گھر والے تھے۔"

"آپ نے مجھ پر انھیں ترجیح دی"

"تو میں اور کیا کرتی؟ کیا تمہارے کہنے پر اپنے گھر سے بھاگ جاتی؟"

"میں آپ کو بھگا کر نہیں لے جا رہا تھا۔ آپ میری بیوی ہیں آپ پر شرعی حق ہے میرا۔۔ میں چاہتا تو آپ کو زبردستی بھی اپنے ساتھ لے جا سکتا تھا۔ لیکن۔۔"

"لیکن اس وقت میرے ماں باپ گھر پر موجود نہیں تھے۔ میں ان کی غیر موجودگی میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی تھی۔"

"لیکن تم ان نزاکتوں کو نہیں سمجھ سکتے! لڑکے ہوں نہ آخر۔۔ لڑکوں کے لئے آسان ہوتا ہے اپنے ماں باپ کے سامنے گھر والوں کے سامنے، زمانے کے سامنے ڈٹ جانا۔۔ وہ جو مرضی چاہے ڈنکے کی چوٹ پر کر سکتے ہیں۔۔ معاشرہ انھیں کچھ نہیں کہتا۔۔ سارے گناہ صرف لڑکی کے خاطے میں لکھے جاتے ہیں۔۔۔ ہمارے لئے آسان نہیں ہوتا کے اپنی حدود کو پھلانگ کر اپنی مرضی و منشا سے کچھ بھی کر گزرے۔۔ ہمارے قدموں میں جو ہمارے گھر والوں کے مان اور بھروسے کی بیڑیاں ہوتی ہیں نا انس۔۔ وہ ہمیں بغاوت کرنے کی اجازت نہیں دیتی"

وہ تو یک ٹک اسے بولتے ہوئے دیکھے جا رہا تھا۔

"جواب کیوں نہیں دے رہے میری بات کا؟"

"میں۔۔ کیا جواب دوں؟"

اس نے چونک کر نا سمجھی سے پوچھا تو ریشام نے لب بھینچ کر ڈھیروں غصہ اپنے اندر ہی اتار لیا۔

سینے پر بازو باندھے وہ مزید خفا ہو چکی تھی۔

"آپ پھر ناراض ہو گئی ہیں"

"پھر کیا مطلب ہے تمہارا؟ تم نے کون سا مجھے منا لیا تھا"

"ایک شرط پر مناوں گا اگر آپ گارنٹی دیں کے میرے منانے پر مان جائیں گی"

"مجھے تو نہ اب تم سے کوئی واسطہ ہی نہیں رکھنا۔۔ بہتر ہو گا ہمارا فیصلہ بھی اب ہو ہی جائے"

"کیا مطلب ہوا اس بات کا؟"

""مطلب ڈائیورس۔۔۔"

"آپ مجھ سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہیں؟۔۔"

"ہاں کر رہی ہوں تو؟؟"

"تو یہ کے آپ نے یہ بات کہنے سے پہلے ایک لمحے کے لئے بھی نہیں سوچا کے جس شخص کو آپ نے اپنا اسیر بنا کر دنیا جہاں سے بیگانہ کر دیا۔۔اب اس سے اس کے جینے کی وجہ چھیننا چاہتی ہیں؟"

"رہنے دو میرے سامنے یہ ڈرامے مت کرو۔۔ تمہیں مجھ میں نہ پہلے کوئی دلچسپی تھی اور نہ ہی اب ہے۔۔ میں ہی پاگل ہوں جو تمہاری محبت میں دیوانی ہوئی جاتی ہوں"

"آپ مجھے انڈر ایسٹیمیٹ کر رہی ہیں!"

"میں کیوں تمہاری بات کا یقین کروں؟ تم نے کون سا پہلے کبھی کہا ہے کے مجھ سے محبت کرتے ہو"

"میرے اظہار کرنے کا انداز آپ سے مختلف ہے۔۔۔ شاید آپ کو کچھ خاص پسند بھی نا آئے" اس کی آنکھوں میں سنجیدگی تھی۔

"ماشا کے بارے میں کیا سوچا ہے تم نے؟"

اس نے اچانک ہر موضوع بدلا تو انس نے کچھ نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"ماشا کے بارے میں مجھے کیا سوچنا تھا؟"

"اس کی شادی کے بارے میں؟"

"اس کی شادی کہاں سے بیچ میں آگئی؟ ابھی تو اس کی پڑھائی مکمل ہونے میں وقت ہے۔۔"

"وہ شادی کے بعد بھی تو پڑھ سکتی ہے"

"آپ مجھے کھل کر بتائیں گی؟"

"میں نے صرف سنا ہے۔۔ کنفرم نہیں کہہ رہی۔۔ ہو سکتا ہے تائی امی تم سے فاز اور ماشا کے رشتے کے حوالے سے بات کریں"

"ماشا اور فاز؟"

"ہاں ماشا اور فاز۔۔ اور سنو میری بات انکار کرنے کی تو بلکل ہی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔ تمہاری بہن کا مزاج جس طرح کا ہے نا اسے فاز ہی ہینڈل کر سکتا ہے۔۔ اور سب سے بڑھ کر وہ اسے پسند بھی کرتا ہے تو۔۔ خوش رہیں گے دونوں"

"آپ نے خود ہی سارے فیصلے کر لئے ہیں۔۔ لیکن مجھے نہیں لگتا ماشا اس حویلی میں رہنا چاہے گی"

"تم اس کی فکر مت کرو۔۔۔ یہ ٹینشن فاز کو ہی لینے دو کے اسے کس طرح ماشا کو سمجھانا ہے"

"مجھ سے کافی فرینک ہے فاز۔۔ لیکن اس نے کبھی ذکر ہی نہیں کیا مجھ سے" حیرت اس کے چہرے پر غالب تھی۔

"وہ بے وقوف تھوڑی ہے جو تم سے ڈائریکٹ جا کر کہے گا وہ تمہاری بہن سے محبت کرتا ہے۔۔ تم نے تو بے چارے کا گریبان پکڑ لینا تھا"

"آپ مجھے ایسا سمجھتی ہیں کے میں اس کا گریبان پکڑ لیتا؟"

انس نے افسوس سے اسے دیکھا۔

"نہیں ریشام بی بی! میں صرف گریبان نہیں پکڑتا۔۔ بلکے دو تین تھپڑ بھی مار ہی دیتا۔۔ کسی بھائی میں اتنا حوصلہ نہیں ہوتا کے وہ اپنی بہن کے بارے میں اس طرح کے الفاظ سن سکے۔۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

"میں تمہیں یہی سمجھانا چاہ رہی تھی انس۔۔ لڑکیوں کا بھی اتنا حوصلہ نہیں ہوتا کے کسی مرد کے لئے اپنے باپ یا بھائی کے خلاف جا کر ان کا بھروسہ توڑیں۔۔ میری جگہ ماشا کو رکھ کر سوچو گے تو میں تمہیں غلط نہیں لگوں گی"

"آپ مجھے جو سمجھانا چاہ رہی ہیں وہ میں اچھے سے سمجھ چکا ہوں۔۔ اور آپ سے بس اتنی التجا کرنا چاہتا ہوں کے آئندہ میرے سامنے ڈائیورس کا مطالبہ مت رکھئے گا"

"وہ تو تمہیں دینی ہی پڑے گی کیوں کے میرا پروپوزل آیا ہوا ہے میرے کزن کا۔۔" کن انکھیوں سے اسے دیکھتے ہوئے اس نے لاپرواہی سے کہا۔

"کون کزن ہے یہ جس نے میری بیوی کے لئے اپنا رشتہ پیش کیا ہے؟" انس اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے دانت پیستے ہوئے استفسار کر رہا تھا۔

اس کی گردن کی رگیں ابھر آئی تھیں۔

"تمہیں کیوں اتنا برا لگ رہا ہے؟"

"آپ میری بیوی ہیں کیا یہ وجہ کافی نہیں ہے؟"

"آج تمہیں اپنی بیوی یاد آ رہی ہے؟ اس دن نہیں آئی تھی جب مجھے چھوڑ کر جا رہے تھے؟"

"آپ مجھے مسلسل ایک ہی بات کا طعنہ دیے جا رہی ہیں"

"میں تمہیں طعنہ نہیں دے رہی انس!۔۔۔ میں تمہیں یہ بتانے کی کوشش کر رہی ہوں کے میں نے تم پر کتنا اعتبار کیا تھا اور تم نے مجھے کس قدر مایوس کیا ہے"

"یہی گلہ میں آپ سے کروں تو؟"

"مجھے بھی آپ پر اتنا ہی مان تھا کے آپ میری محبت کا اتنا دم بھرتی ہیں تو تب آپ یقیناً میرے ساتھ کھڑی ہوں گی جب مجھے آپ کی ضرورت ہو گی۔۔ لیکن خیر!"

ایک طویل سانس ہوا کے سپرد کر کے اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

رات کا اندھیرا ہر سو پھیلنے لگا تھا۔ پرندے بھی اپنے آشیانوں کو لوٹ رہے تھے۔ سعدین حویلی کی ساری لائٹس جلا دی گئی تھیں۔ جو دور سے دیکھنے پر ایک سنہرے سے قدیم محل کی طرح معلوم ہوتا تھا۔۔ اطراف کے اندھیروں کو اپنی روشنی سے منور کیے وہ حویلی سر اٹھائے شان سے کھڑی تھی۔

انس نے نئے سرے سے اپنی کمپنی شروع کی تھی جس میں وہ دن رات ہی مصروف ہوتا تھا۔ اس کے اصرار پر ہی وہ وقت نکال کر آ پایا تھا۔

وسیع لان میں سرد اور خشک ہواوں کا راج تھا۔ گرم قہوے سے لطف اندوز ہوتے وہ تینوں وہیں کین کرسیوں پر بیٹھے تھے۔

"عبیر بھائی کے لئے کام کرنے والے جن لوگوں کو پکڑا گیا تھا۔ ان سے زیادہ کچھ جانکاری حاصل نہیں ہوئی ہے۔ لیکن کچھ مقامات کے ایڈریس ملے ہیں اگر وہاں جا کر معلوم کیا جائے تو ہو سکتا ہے کے عبیر بھائی کے بارے میں کچھ معلوم ہو جائے"

بیچ میں پڑی میز پر کچھ کاغذات رکھے فازان دونوں کے گوش گزار کر رہا تھا۔

"تم نے اور عاشر نے جس قدر میری مدد کی ہے میں تم دونوں کا ممنون ہوں"

انس کے لہجے میں تشکر تھا۔

"کیسی بات کر رہے ہیں انس بھائی؟ آپ ہمیں ہمیشہ اپنے ہم قدم ہی پائیں گے۔۔ عاشر واپس آ جائے تو پھر سے کم کوشش کریں گے"

"اس کی ضرورت نہیں ہے تم دونوں اپنی ڈگری پر فوکس کرو۔ پڑھائی زیادہ ضروری ہے۔ میری کمپنی بھی تقریباً سیٹ ہو گئی ہے۔ باقی کام میں خود ہی سنبھال لوں گا"

اس نے سہولت سے انکار کیا۔

"کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو لازمی بتایئے گا"

"یہ۔۔ شاہ میر کون ہے؟" گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے اس نے اچانک ہی پوچھا۔

سالار نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"کس شاہ میر کی بات کر رہے ہو؟"

"تمہارے کسی کزن کا نام ہے کیا؟" اس کے چہرے پر ایک ناگوار سی سنجیدگی تھی "ہاں لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میرا دل چاہ رہا ہے کے میں اسے گولی مار دوں۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

کافی پیتے سالار کو اچھو لگا تھا۔ "کیا ہو گیا ہے سب خیریت تو ہے نا؟"

لیکن وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتا رہا۔

"اب بتا بھی دو اس بے چارے نے کون سا جرم کر دیا ہے؟"

"ریشام نے بتایا ہے کے اس نے ان کے لئے پرپوزل دیا ہے اپنا؟"

اس کا انداز سوالیہ تھا۔ سالار بے ساختہ ہی ہنس پڑا۔

فاز بھی مسکراہٹ دبائے کاغذات کو سمیٹ کر فائل میں ترتیب سے لگا رہا تھا۔

انس نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"اسنے مزاق کیا ہو گا تمہارے ساتھ۔"

"ایسی بات کیا مزاق میں کہی جا سکتی ہے؟"

"تم سہی کہہ رہے ہو۔ لیکن شاہ میر اپنا پرپوزل نہیں بھیج سکتا۔۔ وہ پہلے سے شادی شدہ ہے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں یار"

سالار اس کی شکل دیکھتے ہوئے ہنستے ہوئے کہے جا رہا تھا جب کے انس کے چہرے کے تاثرات فوراً ہی بدلے تھے۔

"تم۔۔ سارے کزنز ہی پاگل ہو۔۔" وہ سر جھٹک کر تنفر سے بولا۔۔ لیکن پہلے کے مقابلے وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ جیسے سر سے کوئی بھاری بوجھ اتر گیا ہو۔

"اتنے سے مزاق پر تم نے ہمیں پاگل ڈکلئیر کر دیا؟۔۔ اب یہ تو بہت غلط بات ہے"

وہ ناراضگی سے گویا ہوا۔۔

سورج کی کرنوں نے شان سے کھڑے درانی ہاوس کے در و دیواروں پر دستک دے کر اپنی آمد کی اطلاع دی تو حالات زندگی نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے۔ کچن سے اٹھا پٹھک کی آوازیں آ رہی تھیں۔ دائم اور مہد کچن کاونٹر کے سامنے ایپرن باندھے کھڑے تھے۔ بدلتے موسم کی وجہ سے عیشہ کی رات سے طبعیت ناساز تھی۔ فرمان نے صاف لفظوں میں اسے آرام کرنے اور ان دونوں کو پورے گھر کی ذمہ داری دی تھی جب تک عیشہ کی طبعیت بہتر نہیں ہو جاتی۔ "میری عمر ہے یہ انڈہ فرائی کرنے کی؟" وہ جلے بھنے انداز میں کہتے ہوئے ساتھ ہی ہاف فرائی ایگ بھی آدھا جلا چکا تھا۔ "بھائی تجھے کتنی بار کہا ہے اتنی تیز ہیٹ پر نہیں بنایا جاتا۔ بیڑہ غرق کر دیا تو نے اسکا" چائے کپوں میں نکالتے دائم نے اسے بلند آواز میں گھر کا تھا۔ وہ کچن کے کاموں میں اچھا تھا۔ اور مہد کچن کے علاوہ باقی کام کوش اسلوبی سے کر لیا کرتا تھا۔ عام دنوں میں بھی کتنے ہی کاموں کی ذمہ داری انھی دونوں پر تھی۔ گھر

میں کوئی ہاوس ہیلپر نہیں تھی۔عیشہ خود ہی سارے کام کر لیا کرتی تھی۔فرمان نے صرف اس کے خیال سے دائم اور مہد کو کچھ ذمہ داریاں سونپی تھیں کے اس کی کچھ مدد ہو جائے۔ورنہ تو وہ صبح سویرے کام میں لگتی تھی تو رائے گئے تک مصروف ہی رہتی تھی۔اس کے علاوہ ان چاروں کی بھی اسی ٹینشن لگی رہتی تھی کے انھوں نے کھانا نہیں کھایا، جم سے واپسی پر ان کے پروٹین شیک بنانے سے لے کر ان کے کپڑوں کو دھونے اور پریس کی بھی ذمہ داری اس پر تھی۔

شروع شروع میں فرمان اس کی روٹین دیکھتے رہے پھر ایک دن دائم اور مہد کو اپنے سامنے بٹھا کر انھیں نوٹ کروایا تھا کے آج کے بعد گھر کے ساتھ ساتھ اپنے کچھ کاموں کی ذمہ داری بھی تمہیں اٹھانی ہو گی۔میری بیوی کو کچھ سکون تو نصیب ہو۔ اس دن کے بعد سے وہ دونوں گھر کی ڈسٹنگ جھاڑ پونچھ کرنے، برتن دھونے۔ گروسری لانے اور ہفتے میں ایک دن مشین لگا کر کپڑوں کے علاوہ پردے اور بیڈ شیٹس بھی دھویا کرتے تھے۔عیشہ نے فرمان سے شکایت بھی کی تھی کے ان پر کچھ زیادہ ہی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے۔انھیں اپنی پڑھائی بھی کرنی ہوتی ہے۔لیکن وہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال گئے تھے۔اب تو مہد اور دائم بھی اس روٹین کے عادی ہو چکے تھے۔داریان کو انھوں نے کوئی ذمہ داری نہیں دی تھی۔ لیکن وہ خود ہی ہر چھٹی کے دن اپنی اور فرمان کی کار دھونے کے ساتھ ساتھ پورے لان کی بھی کانٹ چھانٹ کر دیا کرتا تھا۔جم سے واپسی پر اپنے ساتھ ساتھ ان دونوں کے لئے پروٹین شیک بنانا بھی اس نے اپنی روٹین میں شامل کر لیا تھا۔اس کے علاوہ کبھی موڈ میں ہوتا تھا تو عیشہ کو کچن سے چھٹی دے کر خود رات کا کھانا بنا دیا کرتا تھا۔لیکن ایسے موقع شاذ و نادر ہی آتے تھے۔

"ہاف فرائی کو اتنا فرائی کیا جاتا ہے؟" سربراہی کرسی پر بیٹھے اس نے فون سے نظریں ہٹا کر پلیٹ میں جلے ہوئے انڈے کو دیکھ کر مہد سے استفسار کیا۔"آج گزارا کر لیں بھائی جان۔کل دائم بنا دے گا آپ کو" مہد نے لجاجت سے کہنے پر اسے وہی انڈہ کھانے پر زور دیا۔"میں نے کہا بھی تھا تم چائے بنا لو یہ تمہارے بس کا کام نہیں" دائم بھی اس کی کارگزاری پر اسے سرزنش کر رہا تھا۔

"فقط باتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔سیکھنے کے لیے تجربہ چاہئے ہوتا ہے" جلے ہوئے ٹوسٹ کو دانتوں سے کاٹتے ہوئے اس نے دانشوری سے کہا۔"کیا تجربہ ملا پھر تمہیں؟" دائم نے ابرو اٹھا کر پوچھا۔"میں ڈسٹنگ میں ہی اچھا ہوں۔مجھے یہ جھاڑو پونچھے والے کام ہی سوٹ کرتے ہیں۔یہ کھانا پکانا، برتن دھونا ہم سے تو نا ہو پائے گا" جلے ٹوسٹ کے کڑوے ذائقے پر برے منہ بنا تا وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔

داریان نے بنا کچھ کہے بمشکل وہ ناشتہ حلق سے اتارا تھا۔"میں چاہتا ہوں کے اپنے اس ٹیلنٹ کا مظاہرہ تم میرے روم پر بھی دکھاو۔میں یونیورسٹی جا رہا ہوں۔واپسی پر مجھے میرا روم صاف چاہیے" دائیں ہاتھ پر پڑی کرسی پر سے اپنا بیگ اٹھا کر کندھے پر ڈالتے ہوئے اس کے مطمئن سے انداز پر وہ بوکھلا کر اس کی جانب متوجہ ہوا۔"یونیورسٹی سے آف ملنا ہی نہیں چاہئے تھا۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے ناشتے کی جانب متوجہ ہو گیا۔سمسٹر بریک کی وجہ سے یونیورسٹی کے تقریباً سارے ہی اسٹوڈنٹس نے ناردرن ایریاز کا پروگرام بنا رکھا تھا۔دائم اور مہد میں محض ایک سال کا فرق تھا۔دائم بڑا تھا۔یونی میں اس سے سینئر بھی تھا۔ان دونوں کی

Mahira Zaynab Khan Novel

کلاس کے سارے اسٹوڈنٹس اسکردو جا رہے تھے۔ اگر کوئی نہیں گیا تھا تو وہ دونوں ہی تھے۔ فرمان نے ان کی عرضی سنے بنا ہی صاف انکار کر دیا تھا۔ جانے سے ایک دن پہلے ان دونوں کے سارے دوست گھر تک چلے آئے تھے۔ سب گھر کے سامنے کھڑے تھے۔ پوری گلی میں رش لگ گیا تھا۔ راہ چلتے لوگ رک رک کر پوچھ رہے تھے کے کیا ماجرا ہو گیا۔ فرمان نے اجازت تو کیا دینی تھی الٹا پانچ منٹ کا الٹی میٹم دے دیا ان سب کو وہاں سے رفو چکر کرنے کے لئے۔ ناچار ان دونوں نے باہر آ کر بڑی مشکل سے سب کو وہاں سے روانہ کیا تھا۔

"کیا ہو جاتا اگر میں بھی اسکردو کی برف باری میں تھوڑا کھیل لیتا، کچھ پہاڑ دیکھ لیتا۔ لیکن نہیں، فرمان بھائی کو تو مجھ سے یہ لڑکیوں والے کام کروانے تھے "خود کا ہی بنایا گیا ناشتہ جب حلق سے اترنا دوبھر ہو گیا تو اس نے جلا ہوا ٹوسٹ پلیٹ میں پھینک کے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔

"لڑکیوں والے نہیں پھوہڑ لڑکیوں والے" دائم نے سکون سے چائے کے گھونٹ پیتے ہوئے اس کے پھوہڑ پن پر طنز سے کہا۔ عام طور پر اس کا ناشتہ فقط ایک چائے کے کپ پر مشتمل ہوتا تھا اس لیے اسے مہد جتنا غم نہیں تھا۔

"شادی ہی کروا دو میری۔ بیوی آ جائے گی تو کم اس کم ان بیکار کاموں سے جان تو چھوٹے گی" وہ دہائی دیتے ہوئے بولا۔

"فرمان بھائی کی سماعتوں تک یہ آرزو پہنچ گئی تو کوئی بعید نہیں کئے اگلے ہی دن تیرے سوئم کی بریانی سارے ہمسائے میں بانٹی جائے گی" دائم کے لاپرواہی سے کہنے پر وہ اسے گھور کر رہ گیا۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا وہ۔

بالکنی میں کھڑی وہ چائے اور سہانے موسم سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ سارا آسمان سرمئی بادلوں سے ڈھکا تھا۔ سرمستی میں جھومتے پیڑ اور رنگ برنگے مہکتے پھولوں نے ایک خوبصورت سا منظر بنا رکھا تھا۔ ریلینگ پر کہنی ٹکائے دور پہاڑوں کی برفیلی چوٹیوں کو دیکھتے ہوئے وہ ماضی کے دریچوں میں جھانکنے لگی تھی۔ وہ دن بھی اتنا ہی سہانہ اور دلفریب طلوع ہوا تھا۔ گزشتہ رات سے تیز برستی بارش میں صبح ہوتے ہی کمی واقع ہوئی تھی۔ لیکن ابھی تک رکی نہیں تھی۔ مسلسل برستی بارش نے ہر شے کو دھو کر نکھار دیا تھا۔ فضا میں خنکی کا عنصر نمایاں تھا۔ تیز ہوائیں سے موسم اور بھی سرد ہو گیا تھا۔ سعدین حویلی کی در و دیوار سے صبح کی کرنیں ٹکرائی تو معمولات زندگی کا آثار دکھائی دینے لگے تھے۔ ڈرائنگ ٹیبل کے گرد چیئر پر بیٹھی وہ کپ لبوں سے لگائے چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے دوسرے ہاتھ میں کتاب پکڑے ٹیسٹ کو پھر سے دہرا رہی تھی۔ دھانی سوٹ پہنے سیاہ شال سر پر اوڑھے وہ منہمک سی بیٹھی تھی جب خالدہ بوا نے اس کے قریب آ کر اسے مخاطب کیا۔ "ریشام بی بی۔۔ یوسف کہہ رہا ہے کے بہتر ہے آج یونیورسٹی نا جائیں کیوں کے بارش مسلسل برس رہی ہے راستے بھی پھر ٹھیک نہیں ہے گاوں کے" ان کی بات سن کر اس

نے اطمینان سے کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے انھیں دیکھا۔ "اتنی بھی کوئی تیز نہیں ہو رہی ہے بارش۔۔ وہ صرف بہانے بنا رہا ہے نا جانے کے۔ ٹیسٹ کی تیاری نہیں کی ہو گی اس نے یقیناً۔ آپ اسے کہہ دیں گاڑی نکالیں جا کر میں آ رہی ہوں" لاپرواہی سے کہتے ہوئے وہ اپنی بچی ہوئی چائے ختم کرنے لگی۔ اور جب کچھ دیر بعد اپنی کتابیں اور بیگ اٹھائے وہ پورچ میں آئی تو ہلکی ہلکی پھوار برس رہی تھی۔ سرخ اینٹوں سے بنا پورچ بھیگا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ملحقہ لان بھی بارش میں دھل دھلا کر نکھرا نکھرا لگ رہا تھا۔ وہ وہیں کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ جو گاڑی سے ٹیک لگائے چھتری ہاتھ میں پکڑے کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ جب اس کی نظروں کی تپش خود کر محسوس کی تو رخ موڑ کر اسے دیکھا۔ پھر فون کاٹ کر اس کے گاڑی تک آنے سے پہلے ہی وہ اس تک آ گیا تھا۔ ہائی نیک کے اوپر لیدر کی جیکٹ پہنے وہ اپنی پرواکئے بغیر چھتری اس پر تان گیا تھا۔

بظاہر یہ چھوٹی چھوٹی سی باتیں ہی ریشام کے لئے اسے بہت خاص بناتی تھیں۔ "ٹیسٹ کی تیاری نہیں ہے نا تمہاری؟ جبھی آج جانے سے منع کر رہے تھے" اس کے ساتھ چلتے ہوئے اس نے تنک کر اسے پوچھا۔ "میں اتنا برا بھی نہیں ہوں پڑھائی میں" سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے پچھلا دروازہ اس کے لیے کھول دیا تھا۔

وہ متاثر نظر آ رہی تھی۔ ورنہ اس طرح کے کم مارکس والے ویکلی ٹیسٹ کو وہ زیادہ اہمیت نہیں دیا کرتا تھا۔

کچے راستوں سے ہوتے ہوئے گاڑی شہر کی جانب رواں دواں تھی۔ بلند اونچے پہاڑوں اور بارش میں بھیگے سبزہ زاروں نے خود کو جنت کا ٹکڑا ہی تصور کر لیا تھا۔ شیشہ نیچے کئے وہ کھڑکی سے سر ٹکائے ان حسین مناظر میں کھوئی ہوئی تھی۔

یونیورسٹی پہنچ کر پتا چلا تھا کے سوائے ایک کلاس کے اور کوئی کلاس نہیں تھی۔ پروفیسر کے نا آنے کی وجہ سے ٹیسٹ بھی کینسل ہو گیا تھا۔ یوسف نے بے ساختہ شکر ادا کیا تھا۔ ورنہ اس کے یونی نا آنے کی وجہ یہی تھی کے اس نے ٹیسٹ کی کوئی تیاری نہیں کی تھی۔ نا ہی اس کا دینے کا ارادہ تھا۔ لیکن ریشام کی وجہ سے مجبوراً اسے کئی بار نا چاہتے ہوئے بھی وہ دینا پڑتا تھا۔ کلاس لینے کے بعد وہ کینٹن میں اپنی دوستوں کے ساتھ بیٹھی تھی۔ ویسے تو وہ بنا کسی وجہ کے یونیورسٹی میں کبھی نہیں رکتی تھی۔ نا ہی یوسف اسے رکنے دیتا تھا۔ کیوں کے اسے حویلی جا کر کئی کام نمٹانے ہوتے تھے۔

لیکن آج موسم کی وجہ سے وہ کچھ دیر کے لیے رک گئی تھی۔ یوسف سے بھی اس نے کہہ دیا تھا کے وہ آج اتنی جلدی حویلی واپس نہیں جائے گی۔ کینٹن سے باہر گراونڈ کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ بارش میں بخلت ہی تیزی آئی تھی۔ آرام سے بیٹھے سارے

اسٹوڈنٹس نے شیڈ کے نیچے دوڑ لگادی تھی۔ کچھ کینٹن میں پناہ لینے آ گئے تھے۔ لیکن ریشام کی سیاہ آنکھیں حیرانگی سے پھیلی تھیں۔ وہ بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھے جا رہی تھی جو تیز بارش میں کچھ اسٹوڈنٹس کے ساتھ باسکٹ بال کھیل رہا تھا۔ اس نے جیکٹ اتار دی تھی۔ ہائی نیک کی آستینوں کو بھی کہنیوں تک کھنچا ہوا تھا۔ اس کے ہمیشہ پیچھے کی جانب سیٹ رہنے والے بال گیلے ہو کر پیشانی پر بکھر آئے تھے۔ لیکن ہر چیز سے بے پرواہ وہ بس کھیلنے میں مگن تھا

وہ ایک ریزروڈ رہنے والا انسان تھا۔ یونیورسٹی میں چند ایک کے علاوہ اس کی کسی کے ساتھ کوئی دوستی بھی نہیں تھی۔ ہمیشہ اس کے سر پر بس حویلی اور حویلی کے کام ہی سوار رہتے تھے لیکن آج وہ جس طرح سے ہر طرف سے بے فکر ہو کر اپنی زندگی کو کھل کر انجوئے کر رہا تھا اگر آج ریشام اس کے کہنے پر یونیورسٹی نا آتی تو اسے ہمیشہ اس چیز کا پچھتاوا ہی رہتا۔ ٹیبل پر کہنی ٹکائے، ہتھیلی میں چہرہ گرا کر وہ بے نیازی سے بس اسے دیکھے جا رہی تھی۔

تیزی سے بھاگتے ہوئے بال کو تیز تیز زمین پر مارتے ہوئے اس نے ایک دم سے پنجوں کے بل اچھلتے ہوئے بال کو باسکٹ میں پھینکا تھا۔ کینٹن میں موجود باقی اسٹوڈنٹس کے ساتھ شیڈز کے نیچے کھڑے اسٹوڈنٹس بھی پر جوشی سے چلا چلا کر اس کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔ دو انگلیوں کر سیدھی آنکھ کے اوپر پیشانی پر رکھ کے اس نے آنکھ ونک کر کے مخالف ٹیم کو دیکھا تھا۔ جو بے ساختہ ہنستے ہوئے اپنی ہار قبول کرنے کے بعد دوبارہ سے میچ شروع کرنے کو کہہ رہے تھے۔

وہ مکمل طور پر بھیگ چکا تھا۔ بارش ابھی بھی تیزی سے برس رہی تھی۔ میچ ختم ہو چکا تھا۔ کافی اسٹوڈنٹس اب گھروں کو لوٹ رہے تھے ایسے میں وہ اس پر چھتری تانے پارکنگ کی جانب جا رہا تھ۔ اس کی جیکٹ ریشام نے بازو پر ڈالی ہوئی تھی۔ ٹھنڈ سے وہ کپکپا رہی تھی۔ سوائے ایک شال کے اس نے کچھ بھی نہیں اوڑھا ہوا تھا۔ "تم نے بیمار پڑنا ہے کیا؟ پہن کیوں نہیں رہے اپنی جیکٹ؟" اس نے تیز لہجے میں اسے کہا۔ "میں بھیگا ہوا ہوں بلکل۔۔ جیکٹ خراب نہیں کرنا چاہتا اپنی" "بلکل ہی پاگل ہو تم۔ اپنی صحت سے زیادہ فکر تمہیں اس جیکیٹ کی ہے"

ریشام نے اسے گھورتے ہوئے اس کی جیکٹ اپنے شانوں پر پھیلا لی تھی۔ سردی سے ٹھٹھرنے سے اچھا تھا کے وہ اسے پہن ہی لیتی۔

ڈرائیونگ کرتے ہوئے وہ مسلسل چھینک رہا تھا۔ ڈیش بورڈ پر پڑے ٹشو باکس سے کتنے ہی ٹشوز نکال کر وہ بار بار اپنی سرخ پڑتی ناک صاف کر رہا تھا۔ "تمہیں بھی سردیوں کی بارش ہی ملی تھی بھیگنے کے لئے" وہ اس کی حالت پر افسوس کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"میں کل نہیں جاوں گا" عندیہ دیتے ہوئے وہ پھر چھینک پڑا تھا۔ جب کے وہ سینے پر بازو باندھے بیک ویو مر میں نظر آتی اس کی آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اس سے اسی قسم کی امید رکھے ہوئے تھی۔ آج وہ قسمت سے بچ گیا تھا۔ لیکن کل اگر پروفیسر ٹیسٹ لے لیتے تو وہ کیا کرتا۔ اس لیے حفظ ماتقدم کے طور پر پہلے ہی اسے فیصلہ سنا گیا تھا۔

حویلی پہنچتے ہی اس نے سب سے پہلے کچن میں جا کر کارن سوپ بنایا تھا۔ ایک پیالے میں اپنے لیے نکال کر دوسرے پیالے میں بھر کر اسے ٹرے میں رکھنے کے بعد ساتھ ہی فلو کی میڈیسنز بھی رکھ کر خالدہ بوا کر ٹرے پکڑا کر تاکید کی تھی کے سوپ ٹھنڈا ہونے سے پہلے یوسف کو اس کی انیکسی میں میں پہنچا دیں۔ ساتھ ہی انھیں یہ بھی کہہ دیا تھا کے اس کی طبعیت ٹھیک نہیں ہے اسے حویلی کا کوئی کام مت کہیے گا"

حویلی کا کوئی فرد کوئی ملازم اس بات کو محسوس کرتا یا نا کرتا خالدہ بوا کو اچھے سے اندازہ ہو چکا تھا کے سعدین حویلی کی بڑی بیٹی کی خاص نظر کرم ہے اس عام سے ملازم پر۔

وہ جب شاور لے کر تولیے سے بال رگڑتے ہوئے باہر آیا تو ملازم لڑکے کے ہاتھ بھجوائی گئی وہ ٹرے ٹیبل پر پڑی تھی۔ گرما گرم بھاپ اڑاتے سوپ کی مہک ساری انیکسی میں چکرا رہی تھی۔ اس کے دل کی چاہت کا اس لڑکی کو فوراً پتا چل جاتا تھا۔

وہ سوپ کا باول اٹھا کر صوفے پر بیٹھ گیا تھا جب وہی ملازم اس کی جیکٹ لئے دروازہ کھٹکھٹا کر اندر آ گیا۔ "یوسف بھائی آپ کی جیکٹ گاڑی میں پڑی تھی"

"یہاں رکھ دو" کرسی کی طرف اس نے اشارہ کیا تو وہ سر ہلا کر وہاں رکھتے ہوئے پلٹ گیا تھا۔ وہ تو پورچ میں گاڑی روک کر سیدھا اپنی انیکسی میں آیا تھا۔ پیچھے وہ شاید اس کی جیکٹ گاڑی میں ہی چھوڑ گئی تھی۔ "چاہتی کیا ہیں آخر آپ؟" وہ بڑبڑاتے ہوئے سوپ کی جانب متوجہ ہوا۔ ریشام کی کرم نوازیاں دھیرے دھیرے اسے اپنا اسیر کرتی جا رہی تھیں۔

"ریشام؟"

عجلت میں دروازہ کھولتے ہوئے بلند آواز سے اسے پکارتی ہوئی اندر داخل ہوئی تو ناچار اسے ماضی کی یادوں سے خود کو باہر نکالنا پڑا۔

"فاز اور میں باغ جا رہے ہیں تم چل رہی ہو ساتھ؟"

مہرون شال کو اپنے ارد گرد لپیٹے وہ جانے کے لیے بلکل تیار لگ رہی تھی۔ "بارش کے آثار لگ رہے ہیں۔اس وقت جانا بیکار ہے" وہ تقریباً انکار کر گئی تھی۔

"کچھ نہیں ہوتا بارش ہے۔ بلکہ تب زیادہ آئے گا۔ موسم کے پھلوں اور پھولوں سے سجا باغ بارش میں تو اور بھی خوبصورت لگے گا۔ چلو نا جلدی" بریزے نے اس کے ہاتھ سے مگ لے کر ایک طرف رکھتے ہوئے خود ہی الماری سے اس کی سیاہ شال نکال کر اسے تھما دی تھی۔

حویلی سے تھوڑے سے ہی فاصلے پر کئی ایکڑ زمین پر پھیلے باغات میں مختلف قسموں کے پھلوں اور پھولوں کی بہار آئی ہوئی تھی۔ جو اتنی تعداد میں ہوتے تھے کے رشتے داروں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کرنے کے بعد انھیں شہر میں مختلف فیکٹریوں کو سیل کیا جاتا تھا۔ جو سالانہ کے کروڑوں روپے کی آمدنی کا ذریعہ تھا۔ وہ تینوں جب وہاں پہنچے تو ہلکی ہلکی سی رم جھم شروع ہو چکی تھی۔ کافی سارے ملازمین ٹوکریوں میں پھلوں کو جمع کرنے میں مصروف تھے۔

فون پکڑے ہاتھ کو اونچا کیے وہ دھیان سے چل رہی تھی۔ سگنل نا آنے کی وجہ سے وہ ان دونوں سے کچھ دور نکل آئی تھی۔ بڑی سی چادر کو اس نے خود کے گرد اچھی طرح لپیٹا ہوا تھا۔ جب کے سفید دوپٹہ اس کے سر پر ٹکا تھا۔ "کیا مصیبت ہے؟" بڑبڑاتے ہوئے اس نے فون کو جھٹکا۔ کچھ دیر پہلے اس کے فون پر عاشر کی کال آ رہی تھی۔ جیسے ہی اس نے سوائپ کر کے کال ریس کرنا چاہی اسی وقت سارے سگنل غائب ہو گئے تھے۔ اسے نا جانے کیا بات کرنی تھی۔ وہ کیوں فون کر رہا تھا۔ بریزے کو اسی چیز کی فکر تھی۔

کچھ قدم چلتے ہی وہ رکی۔ یخلت ہی اس کی سانسیں تھمی تھیں۔ وہ اپنی جگہ ساکن رہ گئی تھی۔ جو مانوس سی خوشبو اس کی سانسوں میں اتر رہی تھی وہ اس سے انجان نہیں تھی۔ وہ اسے اچھے سے پہچانتی تھی۔ لیکن اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کے مڑ کر اس وجود کو دیکھ سکتی جس سے وہ خوشبو آ رہی تھی۔ اس کی دھڑکن کی رفتار مزید تیز ہوتی جا رہی تھی۔

سختی سے آنکھیں بند کئے وہ اپنی سوچوں کو جھٹلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ فاطم نہیں ہو سکتا۔

وہ تو چلا گیا تھا۔ اور وثوق سے کہہ کر گیا تھا کے وہ دوبارہ لوٹ کر نہیں آئے گا۔ اسی سوچ کی وجہ سے اسے تھوڑی ڈھارس ہوئی تھی کے یقیناً وہ جو فاطم کی موجودگی کو اپنے قریب محسوس کر رہی ہے محظ اس کا وہم ہی ہو گا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے گہری سانس بھر کے ترنت گردن موڑ کر سامنے دیکھا۔

اسے اپنے فیصلے پر پچھتانے کا موقع بھی میسر نہیں آیا تھا۔

خون اس کی رگوں میں جامد ہوتا جا رہا تھا۔ درخت کے پاس کھڑا وہ شخص سینے پر بازو لپیٹے نظر آ رہا تھا۔ بریزے نے بے ساختہ دو قدم پیچھے کیے تھے۔ اس کے دماغ میں آندھیاں چلنے لگی تھیں۔ وہ جن زاد جو اسے چھوڑ گیا تھا۔ کبھی واپس نا آنے کے لیے چلا گیا تھا۔ آج وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی وہ اب کس مقصد سے آیا تھا۔

وہ سمجھ رہی تھی کے وہ قدم پیچھے ہٹا کر اس سے فاصلہ بڑھا لے گی لیکن اس کے پلک جھپکتے ہی وہ اس سے محظ چند قدم کے فاصلے پر موجود تھا۔ بریزے کے چہرے پر وہی ڈر تھا جو فاطم کو پہلی دفعہ دیکھنے پر اسے نظر آیا تھا۔ اسے اپنی بریزے پہلے سے بدلی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کی خوف سے پھیلی آنکھوں سے ہوتی ہوئی فاطم کی نظریں اس کی ناک میں پہنی نتھ پر آ رکی تھی۔

اس نے پہلے کبھی بریزے کو یہ پہنے نہیں دیکھا تھا۔ آج اس کا دل پھر سے اس پر فدا ہوا تھا۔

وہ نتھ اس پر جچ رہی تھی۔ جس پر سے فاطم کی نظریں ہٹ نہیں رہی تھیں۔ "تم۔۔ تم تو چلے گئے تھے نا؟"

تیز ہوائیں اس کے شہد رنگ بالوں سے اٹھکھیلیاں کر رہی تھیں۔ وہ جب بولی تو اس کی آواز میں کپکپاہٹ واضح تھی۔ وہ اس سے خوفزدہ ہو رہی تھی۔ وہ لب بھینچے نا محسوس انداز میں کچھ قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ "تم نے کہا تھا کے تم واپس کبھی نہیں آو گے" اس کے فاصلہ بڑھانے پر اس کی ہمت بڑھی تھی۔

"میں نے یہ تم سے کبھی نہیں کہا" درخت کے تنے سے ٹیک لگائے پھر سے سینے پر بازو باندھے وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

اس کی آنکھیں حیرانگی سے پھیلیں۔ "تم۔۔ جھوٹ بول رہے ہو۔۔ تم نے خود کہا تھا کے تم مجھ سے شادی نہیں کرو گے"

پیشانی پر بل ڈالے وہ اپنے لفظوں پر زور دے کر بولی۔ "میں نے ایسا کبھی نہیں کہا" وہ پھر اسے جھٹلا رہا تھا۔ اپنے کہے لفظوں سے مکر رہا تھا۔

"تم سے یہ سب جس نے بھی کہا۔۔ وہ میں نہیں تھا بریزے" اس کی سرد آواز میں ایک کرب تھا۔ اس کے چہرے پر تھکن تھی۔ اور ہونٹوں پر ایک پھیکی سی بے بس مسکراہٹ۔

اس کے سامنے اس دنیا تہس نہس ہو چکی تھی۔ اور وہ کچھ بھی نہیں کر پا رہا تھا۔ "یہ کیا مذاق ہے فاطم؟" اس کے چہرے پر دبا دبا سا طیش تھا۔ "وہ تمہارا ہی چہرا تھا۔ تمہاری ہی آواز تھی۔ تم کیسے کہہ سکتے ہو کے وہ تم نہیں تھے؟"

"میں نہیں تھا!"

بریزے کی باتیں اس کے حلق میں ہی اٹک گئی تھیں۔ فاطم کے سنجیدہ چہرے پر مذاق کا کوئی تاثر نہیں تھا۔ اس کے لہجے کی مضبوطی ظاہر کر رہی تھی کے وہ سچ کہہ رہا تھا۔ لیکن وہ سچ کہہ رہا تھا تو پھر وہ کون تھا جو فاطم کی شکل میں اس کے پاس آیا تھا؟

اس کے ذہن میں جھکڑ چلنے لگے تھے۔ سب کچھ گڈ مڈ ہوتا جا رہا تھا۔ فاطم سے ملنے کے بعد وہ چھوٹے موٹے شاکس کی عادی ہو چکی تھی۔ لیکن یہ صدمہ اس کا ذہن برداشت نہیں کر پایا تھا۔ اس کا ذہن غنودگی میں جا چکا تھا۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ لیکن فاطم نے اسے زمین پر گرنے نہیں دیا تھا۔ ہاتھ کی پشت اس کے رخسار کے قریب کیے اس نے بریزے کو چھونے سے خود کو روک لیا تھا۔ کہیں اس کے سلگتے وجود کی تپش اسے تکلیف نا پہنچا دے۔ اپنے ہاتھ کو اس نے روک لیا تھا۔ لیکن نظروں پر اس کا اختیار کہاں تھا۔ وہ اسے کب سے اتنی عزیز ہو گئی تھی وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔ وہ بس اتنا جانتا تھا کے وہ لڑکی اس کی نس نس میں بس چکی تھی۔ اس رتی بھر بھی اندازہ نہیں تھا کے اس کی ذرا دیر کی غیر موجودگی میں قسمت اس کے ساتھ یہ کھیل کھیل جائے گی۔ وہ لب بھینچے اس کے چہرے کو دیکھے جا رہا تھا۔ وہ اب پہلے والی بریزے نہیں تھی۔ جو اس سے بنا ڈرے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اعتماد سے اس سے بات کیا کرتی تھی۔ وہ اب کسی کے نکاح میں تھی۔ اس کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھا کر جس نے بھی یہ حرکت کی تھی وہ اسے بخشنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ وہ اپنے طیش پر قابو نہیں رکھ پا رہا تھا۔ کے کسی طرح اس شخص کی گردن دبوچ لے جس نے اس کی پیٹھ میں چھرا گھونپا تھا۔

"تم یہاں کیسے ؟"

ریشام نے سامنے سے چلے آتے انس کو دیکھ کر خوشگواریت سے پوچھا۔ چہرے پر الگ ہی قوس وقزح کے رنگ بکھر گئے تھے۔" حویلی آیا تھا۔ جب معلوم پڑا کے آپ باغ میں آئی ہوئی ہیں تو سوچا آپ سے یہیں مل لیا جائے" جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ اسے بتا رہا تھا۔ وائٹ شرٹ کی سلیوس فولڈ کیے۔ آنکھوں پر گاگلز چڑھائے وہ اس کے سامنے کھڑا اس کی خیریت دریافت کر رہا تھا۔ کیا وہ جانتا نہیں تھا کے اس کے سامنے آنے پر ریشام کی دلی کیفیت کیسی ہوتی ہے ؟۔ اگر جان لیتا تو ہمیشہ اس کی لازوال محبت کے احسان تلے دبا رہتا۔

"آجاو میں تمہیں باغ کی سیر کرواتی ہوں"

اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے اس نے ملازموں کو واپس حویلی جانے کے لئے کہہ دیا تھا۔ حویلی سے باہر اسے اکیلے رہنے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ سب ملازم اس کی حفاظت کے لئے موجود تھے۔ انس کی موجودگی میں اسے مزید کسی کی حفاظت کی ضرورت تھی ہی نہیں۔ وہ اس کے لیے کافی تھا۔

سیاہ رنگ کے سادے سے سوٹ میں سیاہ ہی چادر سر پر اوڑھے وہ اس کے آگے چلتی ہوئی حویلی کے باغات کے بارے میں بتاتی جا رہی تھی۔

"بریزے کہاں ہے ؟" اس نے عجلت میں قریب آتے ہوئے بے قراری سے پوچھا۔ فاز کے استفسار پر اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔ "وہ ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ مجھے لگا وہ تمہارے ساتھ ہے"

ریشام کے جواب پر اس کا ذہن بھک سے اڑا۔ وہ تو سمجھ رہا تھا کے وہ دونوں ساتھ ہیں۔ اسی لئے وہ باغ سے باہر کھڑی اپنی گاڑی میں بیٹھا تھا۔ اب شام کے سائے گہرے ہونے لگے تھے۔ کچھ ہی دیر میں گہرا اندھیرا چھا جانا تھا۔ اگر بریزے کو وقت سے پہلے نا ڈھونڈا جاتا تو مشکل درپیش آسکتی تھی۔ وہ باغات کئی رقبے پر پھیلے کافی گھنے تھے۔ "اسے فوراً ڈھونڈنا ہوگا ورنہ وہ سنکی عاشر ہماری جان کو آجائے گا"

"عاشر کو پتا چلا کے بریزے کہیں لاپتہ ہو گئی ہے تو وہ تو حویلی سر پر اٹھا لے گا" ریشام کو بھی ہول اٹھنے لگے تھے۔ فون میں نیٹ ورک بھی نہیں آ رہے تھے کے اس سے کسی طرح رابطہ ہی کر لیا جاتا۔ "فکر مت کریں۔ وہ کہاں جائے گی، یہیں ہو گی"

فکر مندی اسے بھی تھی لیکن وہ ان دونوں کو پر سکون کرنا چاہتا تھا۔

"بریزے بی بی کو ڈھونڈو فوراً"

اپنے پیچھے کھڑے مسلح گارڈز کو اس نے سختی سے اطراف میں پھیل جانے کا حکم دیا۔ "ریشام کو لے کر حویلی جاو۔۔ میں بریزے کو ڈھونڈ کر واپس لے آوں گا"

رات اپنے پر پھیلانے لگی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کے ریشام وہاں رہے۔ اسی لئے ساتھ ہی فاز کو بھی حکم جاری کیا۔ لیکن فاز کے انکار کرنے سے پہلے ہی وہ بول اٹھی تھی۔

"میں بریزے کے بغیر واپس نہیں جاوں گی۔ حویلی جا کر میں پریشان ہوتی رہوں گی اس سے اچھا ہے کے میں یہیں رہوں"

بریزے کے بغیر نا وہ جانا چاہتی تھی اور نا ہی فاز۔

"میں وعدہ کرتا ہوں آپ سے۔ میں اسے ڈھونڈ کر لے آوں گا۔ آپ پلیز حویلی چلی جائیں"

وہ اسے واپس بھیجنے پر مصر تھا۔ جو سختی سے انکار کر رہی تھی۔

وہ کافی دیر بعد نیند سے بیدار ہوئی تھی۔ آہستہ سے پلکیں اٹھائی تو کمرے میں نیم اندھیرا تھا۔ اسے کا ذہن بلینک تھا۔ ہر طرح کی سوچوں سے آزاد۔ نا جانے کتنی دیر تک وہ سوتی رہی تھی۔

سامنے ہی آرم چیئر پر اسے عاشر بیٹھا دکھائی دیا تھا۔ سامنے پڑی چھوٹی ٹیبل پر لیپ ٹاپ اور چند کتابیں لیے بیٹھا تھا۔ سائیڈ ٹیبل پر پڑا لیمپ روشن تھا۔ بریزے کے آرام کے خیال سے اس نے کمرے کی ساری لائٹس بند کر رکھی تھیں کے کہیں اس کی نیند خراب نا ہو۔ وہ کھلی لائٹس میں سونے کی عادی نہیں تھی۔

"طبعیت ٹھیک ہے تمہاری؟۔۔ تم ایسے بے وقت سوتی نہیں ہو"

عاشر نے اسے جاگتا ہوا دیکھا تو اس کی جانب متوجہ ہوا۔ جو اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بیڈ کی بیک سے ٹیک لگا چکی تھی۔

"ٹھیک ہوں میں۔" اثبات میں سر ہلا کر جواب دیا۔ وال کلاک پر نگاہ ڈالی تو آدھی رات بیت چکی تھی۔

"تین بج رہے ہیں؟" اس کی سرگوشی ذرا بلند تھی۔ "تم شام سے سو رہی ہو۔ اتنی دیر تک تو تم کبھی نہیں سوئیں" صوفے سے اٹھ کر وہ اس کے نزدیک آ بیٹھا تھا۔ ہاتھ آگے بڑھا کر اس کی پیشانی کو چھوا جو ٹھنڈی پڑی تھی۔

"ریشام اور فاز کے ساتھ باغ میں گئی تھی تو بس تھکن ہو گئی تھی"

وہ اس سے نظریں ملائے بغیر بات کر رہی تھی۔

"بھوک لگ رہی ہو گی تمہیں۔ کچھ کھانے کے لیے لے کر آوں؟"

اس نے نرمی سے پوچھا تو وہ انکار کر گئی۔ "کافی؟"

"مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ بس تم میرے پاس بیٹھ جاو۔" بریزنے نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا کہیں وہ اس کے پاس سے اٹھ ہی نہ جائے۔

"نیند میں ڈر گئی ہو تم؟ کوئی برا خواب دیکھا ہے؟" وہ اس کے خوفزدہ سے نظر آتے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔ "ہاں بس وہ۔۔" گردن رگڑتے ہوئے اس نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

"خواب ہی تھا۔۔ یقیناً خواب ہی تھا"

آنکھوں کو میچ کر کھولتے ہوئے وہ خود کو دلاسہ دے رہی تھی۔

عاشر غور سے اس کے چہرے کو اتار چڑھاو کو دیکھ رہا تھا۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کے اس نے بریزے کو کسی برے خواب کی وجہ سے اتنا ڈرتے ہوئے دیکھا تھا۔

"تم اتنی ڈرپوک لگتی تو نہیں ہو مجھے۔"

"میں ڈرپوک نہیں ہوں!" اس نے خفگی سے جتایا۔

"اچھا تو پھر یہ؟" عاشر نے ابرو سے اپنے بازو پر رکھے اس کے ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

"مجھے کس لیے روکا تھا؟"

"کچھ دیر بیٹھ نہیں سکتے کیا میرے پاس؟" اس سے نظریں چراتے ہوئے وہ خود کو پر اعتماد بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"خیریت تو ہے بریزے غازی؟ کہیں پھر کوئی جن تو عاشق نہیں ہو گیا تم پر؟"

بریزے نے بے ساختہ اس کے بازو پر سے ہاتھ ہٹایا تھا۔

آنکھوں میں ہلکا سا خوف چھلکا تھا۔

"نہیں وہ صرف وہم تھا۔ سچ نہیں تھا۔" وہ دل میں خود سے مخاطب ہوتی خود کو باور کروا رہی تھی۔ جب کے وہ دونوں ہاتھ بیڈ پر جمائے ترچھا ہوا بیٹھا اسے چمکتی سی مسکراہٹ لبوں پر سجا کر دیکھے جا رہا تھا جو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے، پیروں کو سمیٹ کر بیٹھی تھی۔

"اب شوہر عاشق نہیں ہو گا تو پھر جن کو ہی زحمت کرنی پڑے گی نہ؟"

وہ چڑ کو بولی۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کے وہ کیا بول گئی ہے۔ لیکن جونہی اپنے لفظوں پر غور کیا اس کے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔ متزاد عاشر کی نظریں اس کی دھڑکنوں کو مشتعل کر گئی تھیں۔

"کافی۔۔ میں کافی بنا کر لاتی ہوں۔" پیشانی پر سے نادیدہ پسینہ صاف کرتے ہوئے زبردستی مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے اپنی سابقہ بات کا اثر زائل کرنے کو کہا۔ جیسے ہی وہ اس کے پاس سے اٹھنے لگی اس کی کلائی عاشر کے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں آئی تھی۔

"میں بنا کر لاتا ہوں۔" مزید کچھ کہے بنا وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے محظ اثبات میں سر ہلایا تھا۔ اسے دیکھنے کی غلطی نہیں کی تھی۔

درانی ہاوس کے ڈائننگ روم میں رات کے کھانے کی میز سج چکی تھی۔ سربراہی کرسی پر براجمان فرمان درانی سارے دن کی روداد کے بارے میں دائم سے استفسار کر رہے تھے۔ کچھ دیر پہلے ہی وہ دوسرے شہر سے واپس لوٹے تھے۔ طبعیت بہتر ہونے پر عشا

نے ہی رات کا کھانا بنایا تھا جبھی دائم اور مہد سکون سے بیٹھے کھانے میں مگن تھے۔ دائم تو پھر بھی کچھ نا کچھ بنا ہی لیتا تھا لیکن مہد صرف چیزیں برباد کرنے میں ماہر تھا۔ "السلام علیکم"

وہ بلند آواز میں سلام کرتا ہوا وہاں داخل ہوا۔ پھر فرمان کے دائیں ہاتھ پڑی چیئر کھسکا کر بیٹھ گیا۔ جنھوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے رسٹ واچ پر وقت دیکھا تھا۔ آج بھی وہ اکیڈمی سے لیٹ آیا تھا۔ "ایکسٹرا کلاسز کی وجہ سے اس ہفتے دیر ہو جایا کرے گی" وہ ان سے نگاہ ملائے بغیر کہہ رہا تھا۔ جنھوں نے کچھ کہنے کے بجائے زیر لب بڑبڑاتے ہوئے چاول کی ڈش اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دی تھی۔ شکر ہے آپ کی طبعیت بہتر ہو گئی ورنہ صبح کی طرح ابھی بھی آدھا کچا اور آدھا جلا ہوا کھانا کھانا پڑتا"

وہ عیشہ سے مخاطب ہوا۔ "مجھے صرف ان دونوں کی وجہ سے ہمت کرنی پڑی ورنہ فرمان ان کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا کھا لیتے تو اگلے ہی دن انھیں کوکنگ کلاسز لینے بھیج دیتے"

"زیادتی ہے۔"

"بہت زیادتی ہے"

وہ دونوں ہی ناراضگی سے گویا ہوئے۔ "اچھی بات ہے۔ انسان کو سب کچھ کرنا آنا چاہئے۔ صرف عورت پر ساری زمہ داری نہیں ہوتی۔ اگر اس کا ہاتھ بٹانے کو اٹھ کر کچھ کام کر لئے جائیں تو اس میں کوئی شرم کی بات نہیں ہے" نیپکن سے لب صاف کرتے ہوئے وہ سنجیدگی سے گویا ہوئے۔ اس بات کے وہ دونوں بھی گواہ تھے۔ ان کی ماں کے علاوہ اس گھر میں کوئی عورت نہیں تھی۔ بچپن سے وہ لوگ اپنے بابا اور فرمان کو گھر کے مختلف کاموں میں ان کی مدد کرواتے دیکھتے آئے تھے۔

"میں شاور لینے جا رہا ہوں۔" کھانا ختم کر کے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"صرف اس ہفتے کے لئے میں کچھ نہیں کہہ رہا۔ اس کے بعد بھی تم ایکسٹرا کلاسز کی وجہ سے لیٹ آئے تو میں تمہاری اکیڈمی کو تالا لگوا دوں گا"

ان کے کچھ سرد و سنجیدہ لہجے پر وہ خفیف سا ہو گیا تھا۔ اسے معلوم تھا فرمان کو اس کا اکیڈمی جانا بلکل نہیں پسند صرف اس کے ضد کرنے پر ہی اسے اجازت دی تھی۔ اس نے بھی ان کی دھمکی کو ذہن نشین کر لیا تھا۔ کیوں کے وہ صرف اسے ڈرانے کو نہیں کہہ رہے تھے۔ انھوں نے لازمی اس پر عمل درآمد کر لینا تھا۔

سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس نے رنگ ہوتا فون جیب سے نکال کر دیکھا۔ پھر کال ریس کر کے کان سے لگائے کسی سے محو گفتگو وہ دروازہ دھکیل کر کمرے میں داخل ہوا۔ "کل کا میچ میں شاید نا کھیل سکوں"۔ اندر قدم رکھتے ہی اسے کافی گرمی کا اثر محسوس ہوا تھا۔ لیکن کمرے میں پھر بھی گرمائش کا احساس تھا۔ سائیڈ ٹیبل سے اے سی کا ریموٹ اٹھا کر اس نے ٹمپریچر بڑھا دیا تھا اے سی ٹھیک کام کر رہا تھا لیکن پھر بھی اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہو رہے تھے۔ پہلے کبھی بھی اس کے کمرے میں اتنی گرمی نہیں ہوا کرتی تھی۔

"یاں ٹھیک ہے رحیم کو میری جگہ رکھ لینا" فون کان سے لگائے ہی اس نے پردے ہٹا کر ٹیرس کا گلاس وال دھکیلا لیکن وہاں پڑے آرام دہ سنگل صوفے پر اس سیاہ لباس والے شخص کو دیکھ کر اس کا رگوں میں گردش کرتا خون بھی تھم چکا تھا۔ اس کے انتہائی سفید و سپاٹ چہرے پر سرد پن قائم تھا۔ اندر تک اتر جانے والی گہری سیاہ آنکھیں داریان کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں۔ "بعد میں بات کرتا ہوں" اس نے مقابل کی بات سنے بغیر ہی فون بند کر دیا تھا۔ فاطم اس سے دس ہاتھ کے فاصلے پر بیٹھا تھا۔ داریان کے پلک جھپکتے ہی وہ اس کے سامنے موجود تھا۔ اس کے قریب کھڑا آگ برساتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے تمہاری دوستی پر فخر تھا" لیکن ہو تو تم ایک بشر ہی۔ دھوکہ دینا تمہاری مٹی میں گوندھا ہوا ہے" وہ جب بولا تو اس کا لہجہ سفاکیت سے بھرا تھا۔ اس کا ہاتھ داریان کی گردن کو جھلسا رہا تھا۔ اس کی رگیں ابھر آئی تھیں۔ سانس لینے میں اسے دقت ہو رہی تھی۔ لیکن اس سے زیادہ تکلیف کا احساس وہ جلن تھی جو فاطم کے ہاتھ سے اسے پہنچ رہی تھی۔ لیکن وہ کوئی مزاحمت نہیں کر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا وہ اس کا قصوروار تھا۔ اس نے فاطم کو جو دھوکا دیا تھا وہ اس سے رحم کی توقع نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی مدھم پڑھتی سانسوں کو دیکھتے ہوئے فاطم نے خود ہی اسے ایک جھٹکے سے چھوڑ دیا تھا۔ جو گلا پکڑے بری طرح کھانستے ہوئے بیڈ کی پائنتی سے ٹیک لگا کر نیچے بیٹھتا چلا گیا۔ وہ ایک گھٹنے کے بل اس کے پاس نیچے بیٹھا۔ آگ برساتی نظریں اس کے چہرے پر گاڑی۔

"میرا دل چاہ رہا ہے میں اسی وقت تمہاری جان لے لوں۔ لیکن میں انسان نہیں ہوں۔ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں نے تمہیں سب سے بڑھ کر عزیز رکھا تھا۔ تم نے میرے ساتھ ہی دھوکا کیا؟"

"میں اور کیا کرتا؟ نا تم میری بات سن رہے تھے نا ہی شاہ صاحب کی اور نا کسی اور کی" وہ کھانستے ہوئے بول رہا تھا جب فاطم نے درشتی سے اس کی بات کاٹی۔ "میں کیوں سنتا کسی کی؟ اپنی زندگی کے فیصلے میں کسی اور کو کرنے کا اختیار کبھی نہیں دیتا"

"تم حد سے بڑھ رہے تھے فاطم۔ تم اپنے ساتھ اس لڑکی کی زندگی کو بھی عذاب میں ڈال رہے تھے اسی لئے میں نے"

"اسی لیے تم نے وہ کام کیا۔۔ تم نے جزیل کو وہ کام کرنے پر مجبور کیا۔ نا تمہیں اپنی جان پیاری ہے اور نا ہی جزیل کی"

"تمہیں میری جان لینی ہے تو شوق سے لے لو۔ لیکن جزیل کو کچھ مت کہنا، وہ راضی نہیں تھا۔ اس نے میرے مجبور کرنے پر وہ کام کیا تھا"

"تم جانتے ہو میں تمہاری جان نہیں لے سکتا داریان"

"فاطم تم میرے دوست ہو۔ میں تمہارے ساتھ کچھ غلط ہوتے نہیں دیکھ سکتا" وہ گلابی پڑتی نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔

"لیکن تم خود میرے ساتھ غلط کر سکتے ہو۔ ایسا ہی ہے نا؟ تم اچھی طرح جانتے تھے کے وہ لڑکی میرے لیے کیا حیثیت رکھتی تھی اس کے باوجود تم نے میری غیر موجودگی میں اتنا بڑا قدم اٹھایا" وہ بول نہیں رہا تھا۔ دھاڑ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شعلوں کی لپک تھی۔ اشتعال اس کے انگ انگ میں دوڑ رہا تھا۔ داریان نے اس کا یہ روپ پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ پہلی بار اس سے خوفزدہ ہوا تھا۔ وہ اپنے آپ میں نہیں لگ رہا تھا۔

"اس کی شادی ہو چکی ہے فاطم! وہ بیوی ہے کسی کی" داریان کو اپنی ہی آواز کسی گہرے کنوئیں سے آتی محسوس ہوئی تھی۔

"اسے بیوہ کرنے میں کچھ ہی سیکنڈز درکار ہیں مجھے"

"تمہارا دماغ خراب ہو چکا ہے" اب کے اس کا ضبط بھی جواب دے چکا تھا۔ اس لمحے کے لئے وہ پہلے سے ہی تیار تھا۔ وہ جانتا تھا جو انتہائی قدم اس نے اٹھایا تھا۔ اس کا بھاری ہرجانہ دینا پڑے گا اسے۔ اور یہ بھی کے فاطم قبیلے سے واپس آنے کے بعد جب حقیقت جانے گا تو سب سے پہلے اس کی گردن پکڑے گا۔ اور ایسا ہی ہوا تھا۔ "مجھے روکنے کی غلطی ہرگز مت کرنا۔ اپنی راہ میں آنے والی ہر رکاوٹ کو جلا کر راکھ کر دوں گا" ذرا سا جھک کر تیز جھلستی نظریں اس کی آنکھوں میں ڈالی۔ "اور تمہیں بھی"

سفاکیت سے کہتا وہ پلک جھپکتے وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔

وہ زور سے پلکیں میچتا ہوا بیڈ کی پائنتی پر سر ٹکا گیا تھا۔ داریان کو اب جا کر احساس ہو رہا تھا کے وہ کس طوفان کو چھیڑ بیٹھا تھا۔

بلند و قامت پہاڑ کے آخری سرے پر وہ کھڑا تھا۔ ہر سو اندھیرا پھیلا تھا۔ صرف چاند کی روشنی نے جہاں کو منور کر رکھا تھا۔ ایسے میں اگر وہ ایک قدم بھی پیچھے کرتا تو سیدھا گہری کھائی میں جا گرتا۔ اس کے چہرے پر خوف تھا۔ اس کے سامنے ایک شخص کھڑا تھا۔ سرد چہرے اور سیاہ آنکھوں والا وہ شخص جس کے چہرے پر سختی تھی۔ اس کی آنکھوں کا رنگ اس کے لباس کے جیسا تھا۔ بنا پلکیں جھپکے وہ سامنے موجود اس کے خوفزدہ چہرے کو دیکھے جا رہا تھا۔ "فاطم۔۔ مجھے معاف کر دیں" اس کی ڈر و خوف سے آواز بھی بامشکل نکل پا رہی تھی۔ "میری کوئی غلطی نہیں ہے۔ داریان نے مجبور کیا تھا مجھے۔۔ میں نہیں کرنا چاہتا تھا" اسے خاموش دیکھ کر وہ بولے جا رہا تھا۔

"داریان کو درمیان سے نکال کر بات کرو۔ اس کا ذکر ہمارے بیچ نہیں ہو گا!" وہ سرد لہجے میں دو ٹوک بولا۔ "لیکن یہ سب داریان کی وجہ سے ہوا ہے۔ اسی نے مجھے مجبور کیا تھا آپ کی شکل میں اس لڑکی سے ملنے کے لئے۔ لیکن آپ اسے بری الذمہ کر کے صرف مجھ سے جواب طلبی کر رہے ہیں؟ آپ کو مجھ سے زیادہ محبت اپنے اس دوست سے ہے؟"

وہ آنکھوں میں ناگواری لیے اپنے بڑے بھائی سے شکوہ کر رہا تھا۔ فاطم لب بھینچے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ حق بجانب تھا۔ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ داریان کو وہ کیسے نقصان پہنچا سکتا تھا۔

"بشر ہے وہ۔ جانتے ہو نا تم؟ میرے ذرا سی تکلیف دینے پر ہی مر جائے گا"

"اس نے آپ کا خیال نہیں کیا تو آپ اس کی اتنی فکر کیوں کر رہے ہیں؟"

"مجبوری ہے میری۔ جن سے محبت ہو جائے انھیں نقصان نہیں پہنچا سکتا میں"

"مجھ سے محبت نہیں ہے آپ کو؟ میں سگا بھائی ہوں آپ کا۔ سوتیلا نہیں ہوں۔ یا بابا نے مجھے گود نہیں لیا تھا جو آپ مجھ سے اس طرح کا رویہ رکھتے ہیں" "فضول مت بولا کرو۔ اور دفع ہو جاؤ یہاں سے"

وہ جھڑک کر کہتے ہوئے اسے خاموش کروا گیا۔ "اور ایک بات میری کان کھول کر سن لو۔۔ تم میرے ساتھ بریزے کے سامنے جاؤ گے۔ ساری بات اسے بتاؤ گے"

"میں یہ نہیں کروں گا" اس نے فوراً ہی انکار کیا تو فاطم نے تیز نظروں سے اسے گھورا۔

"جہاں تک بات میرے علم میں ہے۔ وہ لڑکی آپ کی محبت سے موو آن کر چکی ہے۔ بہتر ہے آپ بھی اسے بھول جائیں"

"میں نے کہا ہے نا بکواس مت کرنا میرے سامنے"

"یہ سارے انسان بے وفا ہوتے ہیں۔ آپ خود کو اس کے پیچھے خوار مت کریں۔" اب کے جزیل کا لہجہ التجائیہ تھا۔ داریان کی طرح وہ بھی یہی چاہتا تھا کے وہ اس لڑکی کی محبت کو اپنے دل سے نکال کر اپنی دنیا میں واپس لوٹ آئے۔ ان دونوں کا ملن ناممکن تھا۔ لیکن وہ تو جیسے ضد پر اڑ چکا تھا۔ جزیل نے اسے پہلے کبھی اس طرح سے کسی چیز کے لیے اتنا شدت پسند نہیں دیکھا تھا۔ ایسا بھی نہیں تھا کے بریزے کوئی بہت ہی زیادہ ملکوتی حسن رکھنے والی شہزادیوں جیسی تھی۔ وہ خوبصورت تھی۔ لیکن فاطم اس کے حسن

کی وجہ سے اس کا اسیر نہیں ہوا تھا۔ وجہ وہ خود بھی سمجھنے سے قاصر تھا کے ایسی کیا بات تھی جو وہ اس کی جانب دیوانہ وار کھنچا چلا جا رہا تھا۔

"جب تک میں تمہیں خود سے نابلاوں، اپنی شکل بھی مت دکھانا مجھے "اس کا غصہ پھر عود کر آیا تھا۔ جزیل نے تو جان بخشی ہونے میں وہاں سے بھاگ جانے میں ہی عافیت جانی تھی۔ اگلے ہی لمحے وہ دھوئیں میں تبدیل ہوتا وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔ اس نے خالی خالی سی نگاہ آسمان پر ڈالی۔ گھٹنوں کے بل وہ وہیں بیٹھ گیا تھا۔ آنکھوں میں جلتے شعلے ٹھنڈے پڑ چکے تھے۔ دل شکووں سے بھرا تھا۔ "ساری زندگی میں نے آپ کی عبادت کی ہے اللہ۔ اپنی ذات کے لئے میں نے آپ سے کبھی کچھ نہیں مانگا۔ میں آپ سے آپ کی رحمت کا سوال کرتا ہوں۔ میں اس کے بغیر نہیں جی سکوں گا۔ اسے میری آزمائش نا بنایئے اللہ۔ میں جانتا ہوں میں ہمت ہار جاوں گا۔ میں اس آزمائش میں کامیاب نہیں ہو پاوں گا۔ اسے میرے نصیب میں لکھ دیجئے۔"

ہتھیلیاں بھی کھردری زمین پر رکھے وہ ضبط کی حدوں پر تھا۔ دل میں اتنا کرب تھا کے پھٹنے پڑنے کو بے تاب تھا۔ آج سے پہلے کبھی ایسا موقع نہیں آیا تھا کے وہ اللہ سے اس طرح سے ضد کرتا۔ وہ اپنی حدود کو پہچانتا تھا۔ وہ انھیں توڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے پاس اختیار تھا۔ وہ بریزے کی ذات پر قبضہ کر سکتا تھا۔ اس اسے کی دنیا سے چرا کر اپنی دنیا میں لے جا سکتا تھا۔ لیکن وہ یہ کیسے کر سکتا تھا۔ وہ تو ایک مومن جن کا بیٹا تھا۔ اسے وہ تعلیم نہیں دی گئی تھی وہ شیطان جنات کے قبائل میں دی جاتی تھی۔

اس نے اپنی پیشانی بھی زمین پر ٹکا دی تھی۔ الفاظ سارے ختم ہو چکے تھے۔ بس ایک دل تھا جو ایک ہی فریاد مسلسل کیے جا رہا تھا۔ جانتے ہوئے بھی کے وہ غلط ہے۔ وہ جو مانگ رہا ہے اسے نہیں مانگنا چاہئے۔ اسے یہ بات ذہن نشین کروائی گئی تھی کے اس دنیا میں بسنے والی دوسری مخلوق سے فاصلہ رکھنا ہے۔ ان سے قرابت اختیار نہیں کرنی۔ وہ ہمارے جیسے نہیں ہیں۔ وہ ہم سے اور ہم ان سے بہت مختلف ہیں۔ ہمارا اور ان کا ملن ناممکن ہے۔

لیکن وہ ساری باتیں اس کے ذہن سے نکل چکی تھیں۔ وہ ایک خاک زادی کے عشق میں سراپا ڈوب چکا تھا۔ بریزے کے عشق کی آگ اسے اپنی آگ کے سامنے کچھ بھی معلوم نہیں ہو رہی تھی۔ اس کا وجود ہی آگ سے بنا تھا۔ لیکن جو چنگاری اس کے دل میں لگی تھی۔ اس سے اس کا پور پور سلگ رہا تھا۔ اسے کسی طور سکون محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ اس جلتی ہوئی چنگاری نے اس کے سارے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

"تمہیں واپس ہی آنا تھا تو تم بتا کر بھی آسکتی تھیں۔ پتا ہے ہم کتنا پریشان ہو گئے تھے۔ کتنی دیر تک تمہیں باغ میں ڈھونڈتے رہے تھے۔"

وہ بے یقینی سے ٹکر ٹکر ریشام کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ جو کب سے ناراضگی سے اسے کہے جا رہی تھی۔ لیکن اس کی باتیں بریزے کے کوئی پلو نہیں پڑ رہی تھیں۔ وہ کب سے اپنے ذہن پر زور دے کر یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی کے وہ حویلی واپس کب آئی تھی۔

وہاں کیا ہوا تھا۔ لیکن اسے کچھ بھی یاد نہیں آ رہا تھا۔ سوائے اس کے، کے اس نے فاطم کو دیکھا تھا۔ اور پھر وہ بے ہوش گئی تھی۔ وہ ابھی بھی خود کو جھٹلا رہی تھی۔ ابھی بھی یقین نہیں کرنا چاہتی تھی کے اس نے سچ میں فاطم کو دیکھا ہے۔ اسی لیے اس بارے میں اس نے کسی سے کوئی بات بھی نہیں کی تھی۔ نا ہی کوئی ذکر کیا تھا۔ لیکن ایک سوچ تھی جو اسے بے چین کئے دے رہی تھی۔ اگر وہ سچ ہوا تو؟ اگر فاطم واقعی میں حقیقت ہوا تو؟ تب وہ کیا کرے گی؟

اس کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کے وہ کیا کرے۔

"جب تک ہم اپنی پریشانی اپنے تک رکھیں گے اور اللہ کو نہیں بتائیں گے۔ اس سے مدد نہیں مانگیں گے تو یونہی پریشان ہوتے رہیں گے"

اس کے ذہن میں عاشر کے الفاظ گونج رہے تھے۔ وہ فوراً ہی بلینکٹ ہٹا کر کھڑی ہوئی۔ "کیا ہوا ہے؟" ریشام نے اسے عجلت میں اٹھتے دیکھ کر ناسمجھی سے پوچھا۔ "نماز پڑھنے جا رہی ہوں" پیروں میں سلیپر ڈالتے ہوئے اس نے سرسری سا جواب دیا۔ "تم ظہر کی نماز پڑھ چکی ہو بریزے۔" ریشام نے اسے یاد کروانا چاہا کے کچھ دیر پہلے ہی تو ان دونوں نے ساتھ ہی پڑھی تھی۔

اس کے بڑھتے قدم رکے۔ نماز تو وہ پڑھ چکی تھی اب کیا کرے۔

اللہ سے بات کرنے کا تو کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا۔ وہ نفل رکعات بھی تو پڑھ سکتی ہے۔ سر جھٹکتے ہوئے وہ الماری سے چادر اور جائے نماز نکالنے لگی تھی۔ ریشام کو اس کا انداز بہت بدلا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ عام دنوں کے مقابلے میں کچھ الگ سا برتاو کر رہی تھی۔ لیکن یہ سوچ کر اس نے منفی سوچوں کو جھٹک دیا تھا کے شاید اس کی طبعیت ٹھیک نا ہو۔

"اللہ تعالیٰ مجھے نہیں معلوم کے میرے لئے کیا بہتر ہے اور کیا نہیں۔ مجھے بس اپنی زندگی میں سکون چاہئے۔ آپ مجھے وہ عطا کر دیں جو آپ کی رضا ہے۔ میں آپ کی رضا میں راضی ہوں۔ مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔ میں اپنی حد کو بھلا بیٹھی تھی۔ میں دوبارہ وہ غلطی نہیں کرنا چاہتی۔ میں یہ بھی نہیں جانتی کے وہ سچ میں واپس آ چکا ہے یا صرف وہم ہے۔ اگر میرا وہم ہی ہے تو میرے دل کو پرسکون کر دیں اور اگر وہ سچ میں واپس آ چکا ہے تو اللہ آپ اس کے دل سے میری محبت نکال دیں۔ اسے بھی سکون عطا کر دیں۔ اس کے ذہن سے میرا خیال نکل جائے اور وہ اپنی دنیا میں واپس چلا جائے۔ بس مجھے اور کچھ نہیں چاہئے" اس کی بند آنکھوں سے قطار در قطار آنسو بہہ رہے تھے۔ ہاتھوں کو اٹھائے وہ کب سے ایک ہی دعا مانگے جا رہی تھی۔

ایک ہی وقت تھا، ایک ہی لمحہ تھا۔ وہ جن زاد اس کو پانے کے لئے فریاد کر رہا تھا اور وہ اس کے دل سے اپنی محبت نکالنے کے لئے رو رہی تھی۔

دونوں ہی اپنے دل کے ہاتھوں بے بس تھے۔ دونوں ہی اللہ کے فیصلے کے انتظار میں تھے۔ کون جانے ان کے ساتھ کیا معاملہ

Mahira Zaynab Khan Novel

ہونے والا تھا۔

کچھ فائلز کو اپنے سامنے رکھے انھیں ری چیک کرتے ہوئے وہ ساتھ ہی کن انکھیوں سے اسے بھی دیکھ رہی تھی جو راکنگ چیئر پر پیچھے کو ٹیک لگائے بیٹھا فون کال پر مصروف تھا۔ مہر ماہ کو لگا جانے وہ کتنی راتوں سے ٹھیک سے سو بھی نہیں پایا تھا۔ اس کا چہرہ تکان زدہ سا تھا۔ عبیر کے جانے بعد اسے شدت سے محسوس ہوا تھا کے اس نے کس خوش اسلوبی سے سارے معاملات کو مینج کر رکھا تھا۔

سالار کے کندھوں پر بھاری ذمہ داری آن پڑی تھی۔

سعادت غازی عبیر کے غم میں ہارٹ پیشنٹ بن کر آفس آنا کب کا چھوڑ چکے تھے۔ وہاج غازی زیادہ تر دوسرے شہروں اور بیرون ممالک کی برانچز کے وزٹ پر ہوتے تھے۔ صرف ایک ضمیر غازی ہی تھے جو آفس میں اس کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔ لیکن اتنا ساتھ بھی ناکافی تھا۔

عبیر تو بزنس کے علاوہ حویلی میں بھی سب کو ٹائم دیا کرتا تھا۔ سب کے ساتھ بیٹھتا تھا۔ بریزے، ریشام، فاز اور عاشر کے کرنے ہی مسئلوں کو سلجھایا کرتا تھا۔ دادا جان کے پاس بھی گھنٹوں بیٹھ کر ان سے گفتگو کیا کرتا تھا۔

وہ ہر چیز میں ماہر تھا۔ سب کچھ آرام سے ہینڈل کر لیا کرتا تھا۔

لیکن سالار غازی اس کی جگہ پر نہیں کر پا رہا تھا۔

عبیر غازی کے جانے کے بعد جو ایک خلا سا ان سب کی زندگیوں میں آیا تھا۔ اسے بھرنے کی کوشش میں وہ نہ ٹھیک سے عبیر کی جگہ لے پا رہا تھا اور نہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر پا رہا تھا۔

وہ ذہنی طور پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔ وہ شدت سے دعائیں مانگا کرتا تھا کاش کوئی معجزہ ہو جائے اور سب پہلے کی طرح ہو جائے۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"تمہارے بھائی کا کچھ پتا چلا؟"

اس نے فون بند کر کے ٹیبل پر رکھا تو مہرماہ نے اسے مخاطب کیا۔ جس نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

"انس کو لگتا ہے کے وہ کسی دوسرے ملک جا چکے ہوں گے اب تک تو۔"

"لیکن وہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھنے والوں میں سے نہیں ہے۔ وہ ڈھونڈ ہی لے گا انھیں"

"معلوم ہے مجھے لیکن میں تو یہی دعا کرتا ہوں کے بھائی ہمیشہ روپوش ہی رہیں تو بہتر ہیں!"

"کیا مطلب؟ تم نہیں چاہتے کے وہ واپس آئیں؟" مہرماہ نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

"انس کے اندر جو انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے وہ صرف عبیر بھائی کے خون سے ہی بجھے گی۔۔ بے شک بھائی نے اس کے پیرنٹس کا قتل کیا ہے۔ جو ایک ناتلافی جرم ہے۔۔ اسی لئے میں نہیں چاہتا کے وہ کبھی منظر عام پر آئیں۔۔ کم از کم دل کو یہ ڈھارس تو ہو گی نہ کے وہ جہاں بھی ہیں زندہ سلامت ہیں"

"تم بہت محبت کرتے ہو نا اپنے بھائی سے؟"

"وہ میرے بہترین دوست تھے! کبھی انھوں نے بڑے بھائیوں والا رعب نہیں جمایا مجھ پر۔ ہمیشہ میرے ساتھ دوستانہ انداز میں ہی پیش آتے تھے۔ میرا دل تو آج بھی یہ بات ماننے کو تیار نہیں کے وہ کسی مافیا گینگ سے بھی منسلک ہو سکتے ہیں۔"

وہ ٹوٹے سے لہجے میں بولا۔

تائیوان کے شہر تائی پے میں رات کی تاریکی نے ہر شے کو اپنی سیاہ چادر میں ڈھانپ رکھا تھا۔ آج سارا دن ہی موسم ابر آلود رہا تھا۔ لیکن بادل برسے بغیر ہی واپس لوٹ گئے تھے۔ اب تو سارا آسمان کھلا کھلا سا تھا۔ جسے ستاروں کے ایک جھرمٹ نے اپنی جاگیر سمجھتے ہوئے پورے آسمان پر اپنا قبضہ جماتے ہوئے ہوئے اسے سجا دیا تھا۔

جو زمین زادوں کے لئے ٹمٹماتے دیو کی مانند لگ رہے تھے۔

صاف اور سیدھی سڑک پر اس کی کار پوری رفتار سے فراٹے بھرتی گزر رہی تھی۔ایک ہاتھ سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے اس نے دوسرے ہاتھ کی کہنی کھلی کھڑکی پر جما رکھی تھی۔کانوں میں ائیر بڈز لگائے کسی سے محو گفتگو تھا۔

کچھ ہی دیر بعد ایک قدرے سنسان سے علاقے میں اس کی گاڑی کے ٹائر چرچرائے تھے۔

سیٹ بیلٹ ہٹا کر وہ باہر نکل آیا۔لانگ کوٹ پہنے، آدھے چہرے پر اس نے مفلر لپیٹ رکھا تھا۔اس کی سنہری بے تاثر آنکھوں میں بلا کی سختی تھی۔

سامنے ہی کچھ اسلحہ بردار لوگوں کے بیچ میں ایک شخص گھٹنوں کے گرد بے حال سا بیٹھا تھا۔جس کی حالت سے ہی اندازہ ہو رہا تھا کے اسے کس بری طرح سے مارا پیٹا گیا تھا۔

"اس کا ساتھی فرار ہو چکا ہے۔"

عبیر سرد نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔اسے نہیں معلوم تھا کے اسے کس نے بھیجا تھا۔لیکن اسے جس جس نے بھی بھیجا تھا وہ یقیناً عبیر کی پناگاہ کا پتا لگا چکا تھا۔

اور یہ چیز اسے غیر آرام دہ کر رہی تھی۔

"اسے لے کر جاو یہاں سے اور اس کا بندوبست کرو۔۔"

اس نے ناگواری سے حکم صادر کیا۔

"کل کی فلائٹ سے میں پاکستان جا رہا ہوں۔۔میرے پیچھے یہاں کے معاملات یون زئی سنبھالے گا۔۔"ساتھ ہی ان سب کو اطلاع بھی دی۔

"ٹھیک ہے سر۔۔لیکن یون زئی تو ابھی تک ملیشیا میں ہے۔"

یون زئی کے نام پر وہ کچھ ہچکچایا تھا لیکن پھر اس نے جیسے یاد دلایا۔

"فون کرواسے۔۔اور کہو کے میرے یہاں سے نکلنے سے پہلے پہنچ جائے ورنہ اپنی فاتحہ خود ہی پڑھنے کی تیاری کر لے۔"

بے تاثر لہجے میں کہتے ہوئے اس نے مفلر کو دوبارہ چہرے کے گرد لپیٹتے ہوئے اپنی کار کی جانب قدم بڑھائے دئے تھے۔

پیچھے کھڑے اس کے تمام بندوں کے چہرے پر یون زئی کے نام پر ناپسندیدگی دکھائی دے رہی تھی۔

کوئی بعید نہیں تھی کے وہ سب اپنے باس کے دست راست کو کچھ خاص پسند نہیں کرتے تھے۔۔

ہوائی جہاز کے بزنس کلاس میں کھڑکی والی سیٹ پر کانوں میں ہیڈ فونز چڑھائے آنکھیں موندیں ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا تھا۔ سیدھے پیر کا جوتا مسلسل ہل رہا تھا۔ باہر کھڑکی سے کافی خوبصورت سا منظر دکھائی دے رہا تھا لیکن اس سے بے نیاز وہ آرام دہ حالت میں تقریباً نیم دراز تھا۔ فلائٹ لینڈ کرنے میں بس ایک سے ڈیڑھ گھنٹے ہی لگنے تھے۔ اس دوران وہ اپنی نیند پوری کر لینا چاہتا تھا۔ کیوں کے ائیر پورٹ پر اترتے ہی اس کی نیندیں حرام ہو جانی تھی۔ وہ صرف دو دن کے لیے آف لے کر ملیشیا گیا تھا۔ لیکن اس کے باس نے اسے فوری واپس بلوا لیا تھا۔

ایسا صرف تب ہوتا تھا جب عبیر کو کہیں دوسرے ملک جانا ہوتا تھا۔

تائی پے اس کا مسکن تھا۔ وہاں اگر وہ نہیں ہوتا تھا تو یون زئی کو لازمی اپنی جگہ چھوڑ کر جاتا تھا۔ جو اس کی غیر موجودگی میں اس کی جگہ پر ہی کام کرتا تھا۔

قیمتی اسمگل شدہ اسلحے اور ڈرگز وغیرہ کی سپلائی وغیرہ سے لے کر سامان کی ڈیلینگ بھی وہی ہینڈل کرتا تھا۔

اس کے ہاتھ کے نیچے ایک چھوٹی سی ڈائری دبی تھی۔ جس میں انس غازی کی تصویر موجود تھی۔ ساتھ ہی اس کے بارے میں کچھ معلومات بھی اس نے لکھ رکھی تھی۔

عبیر اسے اپنے کام کے علاوہ کبھی ذاتی معاملات میں نہیں گھسیٹا کرتا تھا۔ لیکن انس غازی کے بارے میں وہ حد سے زیادہ متجسس تھا۔

وہ اس انسان سے ایک بار ملنا چاہتا تھا۔ جس کی وجہ سے عبیر کو پاکستان چھوڑ کر مستقل تائیوان میں شفٹ ہونا پڑا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

ورنہ اس سے پہلے تک وہ پاکستان میں رہتے ہوئے بھی کافی خوش اسلوبی سے سارے معاملات سنبھال لیا کرتا تھا۔

مس مہرماہ آپ کو فائل میں نے دی تھی وہ کام ہو گیا ہے ؟؟۔۔ سالار سر کو چیک بھی کروانی ہے"

زید نے عجلت میں اسے کہا تو لیپ ٹاپ پر ٹائپنگ کرتے ہوئے اس نے جلدی سے جواب دیا۔

"کام ہو گیا ہے زید سر۔۔ میں بس دس منٹ تک آپ کو بھجوا دوں گی۔۔"

"جلدی بھجوا دیجئے۔۔"

وہ تاکید کر کے چلا گیا تو مہرماہ نے لیپ ٹاپ بند کر کے سائیڈ پر پڑی فائل اٹھائی اور پھر تھوڑی ہی دیر میں وہ سالار کے روم میں موجود تھی۔

ایک نظر فائل کو دیکھنے کے بعد اس نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیا فائدہ میرا ایمپلائیز کو ہائیر کرنے کا اگر یہ کام مجھے ہی کرنے ہیں تو؟"

"میں زید سر کو یہ بتا کر شرمندہ نہیں ہونا چاہتی کے مجھے کوئی کام نہیں آتا۔۔ پلیز کر دو۔۔"

آخر میں اس کا لہجہ ریکوئسٹ کرنے والا ہو گیا تھا۔

"میرے علاوہ تمہیں سب کا ہی خیال ہے۔۔"

بڑبڑاتے ہوئے فائل اٹھا کر دیکھنے لگا۔

"ویسے اچھا ہوا تم خود آ گئیں۔۔ ورنہ میں تمہیں بلوانے ہی والا تھا؟"

Mahira Zaynab Khan Novel

"کافی بنوانی ہو گی ضرور۔۔"اس نے تنک کر کہا۔

"یہ تمہارے لئے۔۔"

اس نے ڈرا سے ایک فائل نکال کر اس کی جانب بڑھائی تو اس نے نا سمجھی سے دیکھا۔

"دیکھو کھول کر۔۔"

اس نے فائل اٹھا کر پڑھنا شروع کر دی۔۔

جو جو وہ پڑھتی گئی اس کے چہرے کے رنگ بدلتے گئے۔

بے یقین نظروں سے سالار کو دیکھا۔

کہیں وہ مزاق تو نہیں کر رہا تھا۔۔

"تم سے اس قسم کا مزاق کر کے مجھے قتل ہونے کا شوق نہیں ہے۔۔اس لئے یقین کر لو۔۔"

وہ مطمئن سا بولا تو مہر ماہ نے ہاتھ کی پشت سے اپنے گالوں پر پھسلتے آنسوؤں کو صاف کیا۔جو بے ساختہ ہی نکل پڑے تھے

وہ کچھ کہنے کے قابل نہیں لگ رہی تھی۔۔

کچھ سال قبل جب اس کے والد سلطان زہیر کا سارا بزنس اور گھر ان کے دوست نے دھوکے سے اپنے نام کر لیا تھا آج اسی گھر اور بزنس کی فائل اس کے سامنے تھی۔

"تمہاری امانت واپس تمہیں مل گئی ہے۔۔"

"کیا سچ میں بابا کا بزنس انھیں واپس مل جائے گا سالار؟"

وہ ابھی بھی یقین کرنے میں متامل لگ رہی تھی۔

"مل چکا ہے۔۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

"بابا یہ گڈ نیوز سن کر تو بہت خوش ہو جائیں گے۔۔اور واپس صحتیاب ہو جائیں گے۔۔"وہ آنسو بھری آنکھوں سے بھی پر جوشی سے مسکرا رہی تھی۔

"وہ میں نے انھیں پہلے ہی بتا دیا تھا۔۔"

"کب؟تمہاری ان سے کب بات ہوئی؟"اس نے حیرت سے پوچھا۔

"آفس آنے سے پہلے میں ان سے ملنے ہی گیا تھا۔۔"

"مجھے یقین نہیں آرہا۔۔"

جو بات وہ ناممکن سمجھ کر کب کی ہی اس کی امید چھوڑ بیٹھی تھی آج وہ اچانک سے حقیقت بن کر اس کے سامنے آکھڑی ہوئی تھی۔

"بابا اور مجھ میں اتنی ہمت اور حوصلہ نہیں تھا کے اپنی محنت کو واپس حاصل کر پاتے۔۔میں شکر گزار ہوں تمہاری"

اس کے لہجے میں تشکر تھا۔

وہ اس کی خوشی پر ایک طمانیت سی دل میں محسوس کر رکھا تھا۔

صرف اس کے چہرے پر یہ خوشی دیکھنے کے لیے اس نے فاروق زیدی جیسے انسان سے ٹکر لی تھی۔جس نے سلطان زہیر سے دھوکے سے ان کی ساری پراپرٹی اور بزنس ہتھیایا تھا۔

"انکل کا بزنس تو اب تمہیں ہی سنبھالنا ہے۔۔اسی لئے میں کہتا تھا کے پڑھ لو تا کے تمہارے کام آئے"

"مجھے کیا معلوم تھا کے تم اس وجہ سے کہہ رہے ہو۔۔لیکن تم کس لئے ہو؟تم کرو گے نا میری ساری ہیلپ"

"تم مجھے ہائیر کر لینا۔۔میں فری میں تمہارا کام نہیں کروں گا"

مہر ماہ نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا تو وہ نفی میں سر ہلا کر گویا ہوا۔

"تم ابھی بھی یہی سمجھتی ہو کے میں ایک لالچی انسان ہوں؟اور امیر لڑکیوں سے شادی کر کے ان کے پیسے لوٹ لیتا ہوں؟"اس نے از حد افسوس سے پوچھا

"تم اتنے جدی پشتی امیر ہو۔ پھر بھی مجھ سے اپنی فیس چارج کرو گے؟"

"پوچھ تو لو پہلے کے مجھے فیس میں کیا چاہئے؟"

"کیا چاہئے؟"

"تم۔۔"

"میں؟"

اس نے شدید حیرانگی سے پوچھا۔

"میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں"

اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں بالآخر وہ دل کی بات زبان پر لے ہی آیا تھا۔

"تم نے پہلے یہ بات کیوں نہیں کی جب میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا؟اب میرے پاس پھر سے پراپرٹی اور بزنس ہے تو تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو"

مہرماہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"فکر مت کرو میں تم سے جہیز کے نام پر تمہاری پراپرٹی اور بزنس نہیں مانگوں گا"اس نے اطمینان سے کہا

"ایسا تو ہو نہیں سکتا کے تمہیں صرف مجھ سے مطلب ہو۔۔سچ بتاو چاہتے کیا ہو تم آخر؟"وہ جانے کیوں مشکوک تھی

"اتنے ٹائم سے میرے پاس جاب کر رہی ہو۔۔ابھی تک تم مجھے جان نہیں پائیں کے سالار غازی اصل میں چاہتا کیا ہے؟"

"اصل میں۔۔اگر میں نے تم سے شادی کر لی تو سارے ایمپلائیز کی باتیں سچ ہو جائیں گی"اس نے ہچکچاہٹ سے کہا

"کون سی باتیں؟"

"یہیں کے مہرماہ سلطان نے سالار غازی کو اپنے جال میں پھنسا کر اس سے شادی کر لی"

"اس میں جھوٹ کیا ہے؟"سالار نے مصنوئی حیرانگی سے پوچھا

"تمہیں بھی یہی لگتا ہے کے میں نے تمہیں۔۔"

"اچھا ٹھیک ہے جو بھی یہ بات کہے گا میں اسے آفس سے نکال دوں گا ٹھیک ہے؟"

"تمہارا نقصان ہو گا۔۔ سارا اسٹاف فارغ کر دو گے تو تمہارا کام کون کرے گا پھر؟"

"میں مینج کر لوں گا۔۔ مجھے بس جواب دو"

"آفس کوئی اتنی اچھی جگہ تو نہیں جہاں پر پوز کیا جائے۔۔ لیکن خیر ہے دو بزنس کرنے والوں کو یہی جگہ سوٹ کرتی ہے"

"دو بزنس کرنے والے؟۔۔" اس نے ابرو اٹھا کر دیکھا۔

"میں ریزائن کر رہی ہو۔۔ آج سے میں تمہاری سیکریٹری نہیں ہوں"

"میرا سارا اسٹاف بھی جاب چھوڑ دے تو مجھے اتنا مسئلہ نہیں ہو گا جتنا تمہارے چلے جانے سے ہو گا"

"ایمو شنل مت کرو۔۔ جاتے ہوئے آخری بار تمہارے لئے کافی بنا دوں گی"

"میں سوچ رہا ہوں تمہاری کمپنی اپنی کمپنی میں مرج کر لیتا ہوں۔۔ پھر تمہیں یہاں سے جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی"

"سوچنا بھی مت ایسا۔۔ میں خود اپنے بزنس کو ہینڈل کرنا چاہتی ہوں۔۔ اور دیکھنا ایک دن غازی انڈسٹریز سے بھی زیادہ میری کمپنی کے نام کی شہرت ہو گی۔"

"بلکل تمہاری کمپنی مارکیٹ میں آ گئی تو ہمارا کام تو ٹھپ ہو جائے گا۔۔" وہ افسوس سے سر میں نفی میں ہلاتے ہوئے بولا۔

"فکر مت کرو تمہیں تو میں اپنے اسسٹنٹ کی جاب پر رکھ ہی لوں گی"

"ابھی سے اپنی سی وی جمع کروا دوں تمہارے پاس؟"

"تم سے تھوڑی سی وی لوں گی۔۔۔ فکر مت کرو ایسے ہی رکھ لوں گی تمہیں جاب پر۔۔"

وہ اتنے وثوق سے کہہ رہی تھی کے یعنی اس نے ابھی سے یہ گمان کر لیا تھا کے مستقبل میں وہ واقعی بینک کرپٹ ہو کر روڈ پر آنے والا تھا۔

رات تیسرے پہر میں داخل ہو چکی تھی۔ نیلا آسمان بلکل صاف تھا۔ دور کہیں اوائل دنوں کا پتلا سا چاند ٹوٹی ہوئی چوڑی کی مانند دکھائی دیتا' ستاروں سے ناراض' اکھڑا اکھڑا سا تھا۔۔ تائی پے کی جگمگاتی روشنیاں بھی اس وقت ماند پڑی ہوئی تھیں۔ فضا میں ایک نا معلوم سی اداسی کا راج تھا۔ دونوں ہاتھ برج کی مضبوط دیواروں پر ٹکائے وہ نیچے گہرے پر سکون سے دریا کو دیکھ رہا تھا۔ گہرا نیلا' خاموش پانی، جو کسی شکاری کی طرح گھات لگائے کسی کو نگلنے کو بے تاب بیٹھا ہو۔

ذرا دیر کو کوئی گاڑی وہاں سے گزرتی تو ہلچل کا احساس ہوتا، ورنہ تو عجیب پر اسرار سی خاموشی نے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

"پاکستان جانا ضروری ہے آپ کا؟" عبیر کو اپنی پشت سے اس کی آواز سنائی دی۔ لیکن وہ ویسے ہی کھڑا رہا۔ بے جنبش' خاموش' بے تاثر نگاہوں سے دریا کو دیکھتا رہا۔ وہ اس کی پشت پر کھڑا تھا۔ کچھ دیر پہلے ہی ائیر پورٹ سے سیدھا اس کے پہنچا تھا۔ "جانا تو آخر وہیں ہے۔ ابھی جاوں یا بعد میں کیا فرق پڑتا ہے" ہلکے سے شانے جھٹکتے ہوئے اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ اس کی آواز سے ہی وہ اس کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگا سکتا تھا۔ وہ اس عبیر سے بہت مختلف تھا جسے وہ جانتا تھا۔ اس کے چہرے پر ہمہ وقت ایک دوستانہ سی مسکراہٹ ہوتی تھی۔ اس کا چہرہ ہمیشہ چمکتا ہوا ہوتا تھا۔ اس کی شہد رنگ آنکھوں کا سنہرا پن مقابل کر نظریں جھکانے پر مجبور کر دیا کرتا تھا۔

آج نا اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ نا ہی اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔ چہرے کی شادابی کی جگہ بھی ایک سرد پن سا تاثر قائم تھا۔ وہ اپنے آپ سے بھی خفا تھا۔ اپنے دل سے ناراض تھا۔ اپنے نفس کی خواہش پر کان لپیٹے چلنے پر بھی اسے خود سے گلا تھا۔ وہ کس کس چیز کے لئے خود سے ناراض ہوتا۔ اور کس کس چیز کے لئے خود کو معاف کرتا۔ اپنے گھر سے، اپنے ملک سے، اپنے عزیز رشتوں سے اتنی دور وہ دیار غیر میں بیٹھا تھا۔ اس نے تو ہمیشہ سب کو ایک ساتھ جوڑے رکھنے کی کوشش کی تھی۔ وہ تو سب کے ساتھ مل جل کر ایک پر سکون زندگی گزارنے کا خواب دیکھا کرتا تھا۔ جن لوگوں پر وہ جان نثار کرتا تھا انھوں نے اس کی بے پایہ محبت کا کیا صلہ دیا تھا؟ اسے کسی موضی مرض کی طرح اپنی زندگیوں سے نکال پھینکا تھا۔ عبیر کو تو یہی لگتا تھا کے وہ لوگ اس کے بارے میں بات بھی نہیں کرتے ہوں گے۔ اس کا ذکر بھی نہیں کرتے ہوں گے۔ گھر چھوڑنے کا فیصلہ اس نے خود کیا تھا۔ کسی

نے ایک کال کرنا گوارا نہیں کیا تھا۔ یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی تھی کے وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔ اس سے ایک بار پوچھا بھی نہیں گیا تھا کے اس نے وہ سب کیوں کیا تھا۔ عدالت میں بھی ایک مجرم کو اپنی صفائی میں بولنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ لیکن اس کی تو سنوائی ہی نہیں ہوئی تھی۔ "جانتے ہو بھیڑیئے کو عربی میں ابن البار کہا جاتا ہے۔ یعنی نیک بیٹا۔" خاموش فضاوں میں اس کی آواز ابھری۔ وہ بنا رخ موڑے اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھا۔ یون زئی دم سادھے اس کی دھیمی سی آواز سن رہا تھا۔"

جانوروں میں صرف ایک بھیڑیا ایسا جانور ہے جسے اپنے اصل رشتوں کی پہچان ہوتی ہے۔ وہ سب کو جوڑ کر 'ساتھ رکھنے والا جانور ہے۔ جب کبھی یہ کارواں بنا کر نکلتے ہیں تو سب سے آگے کمزور لاغر بوڑھے بھیڑیے ہوتے ہیں۔ ان کے پیچھے چیر پھاڑ کی ماہر ایک ایلٹ فورس چلتی ہے۔ ان کی ذمہ داری آگے چلنے والے بیمار اور بوڑھے بھیڑیوں کی حفاظت کرنا ہوتی ہے۔ اس فورس کے پیچھے وہ جتھہ موجود ہوتا ہے جو انتہائی طاقتور بھیڑیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ وہ دشمن کے اچانک حملے کی صورت میں دفاع کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس جتھے کے پیچھے ایک بڑا لشکر ہوتا ہے جو چاروں جانب سے پھیل کر اپنے مخالف کے ہر حملے کو روکنے کے لئے متحد ہوتا ہے۔ اس کے بعد پھر پانچ بھیڑیوں پر مشتمل ایک گروپ ہوتا ہے۔ جو سب سے آخر میں موجود کمانڈر بھیڑیے کو لیڈ کر رہا ہوتا ہے۔ عربی اصطلاح میں کمانڈر بھیڑیا اکیلا ہی ہزار کے برابر ہوتا ہے، کیونکہ یہ اپنی پھرتی، بھرپور طاقت اور آس پاس کے حالات سے باخبر رہنے کی صلاحیت اور پورے کارواں کے معاملات کی نگرانی کی خاصیت کے اعتبار سے بے حد متحرک ہوتا ہے۔"

وہ ذرا دیر کو رکا۔ گہری سانس اندر کھینچی۔ پانی سے نظریں ہٹا کر وہ اب چاند کو دیکھ رہا تھا۔ "مجھے شیر سے زیادہ ہمیشہ بھیڑیا پسند رہا ہے۔ شیر کو غلام بنایا جا سکتا ہے لیکن بھیڑیئے کو نہیں۔ مجھے لگتا ہے میں بھی ایک بھیڑیا ہی ہوں۔ اپنے لشکر کی حفاظت کرنے انھیں ساتھ رکھنے کے باوجود جب بھیڑیا مرتا ہے تو وہ اکیلا ہی ہوتا ہے۔ میں نے ساری زندگی اپنے گھر کو جوڑ کر رکھنے میں لگا دی۔ لیکن میں مروں گا تو مجھے یقین ہے مجھے قبر میں اتارنے والے ہاتھ بھی میرے بھائیوں کے نہیں ہوں گے"

دکھ، ملال، صدمہ، افسوس، کیا کچھ نہیں تھا اس کے لہجے میں۔ برج کی مدھم سی جگمگاتی روشنیوں کا عکس پانی پڑتا اسے چمکائے جا رہا تھا۔ رات دھیرے دھیرے سرکتی دن کے اجالے کے آنے کی منتظر تھی۔ وہ دونوں وہیں کھڑے تھے۔ اپنی سوچوں کے گرداب میں پھنسے خاموش سے۔

فون کان سے لگائے، گاڑی کی پسینجر سیٹ پر بیٹھی وہ سالار سے بات کر رہی تھی۔اس کی گاڑی آفس کے راستے پر دس منٹ کے فاصلے پر رکی ہوئی تھی۔ڈرائیور باہر گاڑی کا بونٹ اٹھائے خرابی چیک کر رہا تھا۔

وہ بار بار کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھ رہی تھی۔اسے میٹنگ میں وقت پر پہنچنا تھا۔

"گاڑی میں کچھ مسئلہ ہو گیا ہے۔میں شاید میٹنگ میں وقت پر نہیں پہنچ سکوں گی۔" رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔"میٹنگ ڈیلے ہو گئی ہے۔تم مجھے لوکیشن بھیجو میں دوسری گاڑی بھجوا دیتا ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ڈرائیور ٹھیک کر رہا ہے۔"

پہلے اسے سالار نے ہی پک اینڈ ڈراپ دینے کی پیشکش کی تھی۔لیکن اس کے انکار کر دینے پر پھر آفس کی یہ گاڑی اور ڈرائیور صرف اس کے لیے مختص کر دیا تھا۔اس کے علاوہ کوئی اور اس گاڑی کو استعمال نہیں کرتا تھا۔وہ مہر ماہ کی ذاتی گاڑی ہو جیسے۔

تبھی اس کی سائیڈ سے کسی نے کھڑکی کے بند شیشے پر دستک دی تھی۔

"سالار ایک منٹ۔۔"اسے ہولڈ پر رہنے کے لئے کہتے ہوئے وہ شیشے فولڈ کر رہی تھی لیکن تبھی کسی نے جھٹکے سے اس کی سائیڈ کا دروازہ کھول کر فون اس کے ہاتھ سے چھین کر نیچے پھینک کر توڑ دیا تھا۔پھر مہر ماہ کو بازو سے کھینچ کر باہر نکالا۔

"کیا کر رہے تم چھوڑو مجھے۔۔"وہ فوراً سے گھبراہٹ میں مبتلا ہوتی اس سے اپنا بازو چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔ڈرائیور جب اسے بچانے کے لیے آگے بڑھا تو اس کے سر پر دوسرے نقاب پوش نے بھاری سا ڈنڈا مار کر اسے بے ہوش کر دیا تھا۔پھر مہر ماہ کو کھینچتے ہوئے آگے کھڑی گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔

دوسری جانب اپنے آفس میں کھڑا سالار فون کان سے لگائے وہ ساری آوازیں سن چکا تھا۔"مہرماہ۔۔؟ہیلو۔۔ تمہیں آواز آرہی ہے میری۔"وہ سفید پڑتے چہرے کے ساتھ بے تابی سے بول رہا تھا لیکن دوسری جانب رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔

"سب خیریت ہے۔؟"عاشر نے اس کے تاثرات دیکھتے ہوئے پوچھا۔

صبح وہ اس کے ساتھ ہی آفس آیا تھا۔سالار کو اپنی ضروری فائلز ان کرپٹ کروانی تھی۔اسی لئے وہ صوفے پر گود میں لیپ ٹاپ رکھے اسی کا کام کر رہا تھا۔

"میں تمہیں ایک نمبر سینڈ کر رہا ہوں۔اس کی لوکیشن ٹریس کرو فوراً۔۔"

وہ عجلت بھرے انداز میں مہرماہ کا نمبر اس سینڈ کر رہا تھا۔

"نمبر آن ہے۔؟"اس نے پوچھا۔

"ابھی بند ہوا ہے۔"اسے بتا کر وہ اب ڈرائیور کا نام ڈائل کر رہا تھا۔حیرانگی کی بات تھی نا کے سالار غازی کے فون میں آفس کے کسی ایک ورکر کا نمبر بھی فیڈ نہیں تھا۔لیکن اس ڈرائیور کا نمبر اس نے سیو کر رکھا تھا جو مہرماہ کو پک اینڈ ڈراپ دینے پر معمور تھا۔مستقل بیل جا رہی تھی لیکن وہ کال پک نہیں کر رہا تھا۔

"آفس سے زیادہ دور نہیں ہے یہ جگہ۔چند منٹ پہلے وہیں ان کا نمبر آن تھا۔"

کچھ ہی دیر بعد وہ اسے لوکیشن کے بارے میں بتا رہا تھا اور وہ اسٹینڈ پر لٹکا کوٹ کھینچ کر پہنتے ہوئے وہاں سے عجلت میں دروازہ کھول کر باہر بھاگا تھا۔

"میرے لئے تو رکیں۔"عاشر بھی اپنا لیپ ٹاپ سائیڈ پر کئے اس کے پیچھے نکلا تھا۔

****

دونوں ہاتھ جینز کی جیبوں میں ڈالے وہ اس جگہ کا جائزہ لے رہا تھا۔ آبادی سے دور بنا وہ فارم ہاوس زیادہ پر تعیش نہیں تھا۔ لاونج کے داخلی دروازے سے اندر داخل ہونے پر صرف کچھ پرانا فرنیچر پڑا تھا۔ باہر کچھ گاڑیوں کے رکنے اور دروازے کھلنے بند ہونے کی آوازیں اندر تک سنائی دی تھی۔ فون کان سے لگائے ایک شخص کے پیچھے کئی نقاب پوش افراد ایک لڑکی کو دونوں بازو سے پکڑے زبردستی اندر لے کر آرہے تھے۔ "ٹھیک ہے باس۔ جی میں سمجھ گیا۔" فون پر ہدایتیں سنتے ہوئے وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے فون بند کر کے ان کی جانب متوجہ ہوا۔ "اسے بے ہوش کیوں نہیں کیا تم نے؟ وہ ڈپٹتے ہوئے اپنے آدمیوں پر برسا۔

"سر یہ کاشف کی غلطی ہے۔ اس نے کلوروفام والا رومال ہی کہیں گرا دیا۔" ایک نے جلدی سے کہا تو باقی سب اس کی حمایت میں سر ہلانے لگے۔ وہ نوجوان تیز نظروں سے ان سب کو گھور رہا تھا "ایک کام نہیں ہوتا تم لوگوں سے ڈھنگ سے" "عبیر نے بے ساختہ ابھرتی مسکراہٹ کو بامشکل ضبط کیا تھا۔ "کیا مافیا بنے گا یہ" وہ اپنے حلیے سے بے پرواہ انسان تھا۔ ڈریس شرٹ کی ایک سائیڈ پینٹ کے اندر تھی تو دوسری باہر تھی۔ ایک آستین کہنی تک تھی اور ایک اس سے بھی اوپر پہنچی ہوئی تھی۔ بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔

"چھوڑو مجھے۔ جانے دو ورنہ تم لوگوں کا بہت برا حشر ہوگا" وہ زبردستی اسے کرسی پر بٹھا کر اسے رسیوں سے باندھ رہے تھے۔ جو خود کو چھڑوانے کی تگ و دو کرتے ہوئے ساتھ ہی اپنی زبان کا بھی بھرپور استعمال کر رہی تھی۔ "لڑکی اپنی زبان بند کرو" وہ گھرک کر بولا۔ "چلاو مت مجھ پر۔ سمجھتے کیا ہو تم خود کو؟ کیوں لے کر آئے ہو مجھے یہاں؟" وہ بے خوفی سے مسلسل بول رہی تھی۔ "پیچھے ہٹو" مہرماہ کے ہاتھ باندھتے شخص کو پیچھے کالر سے پکڑ کر دور کرتے ہوئے اس نے مہرماہ کی جانب جھک کر اس کی گردن کی مخصوص رگ دبائی تھی جس سے وہ کچھ ہی لمحوں میں ہوش و خرد سے بیگانہ ہو گئی تھی۔ "اس کی زبان بند ہونے پر سب نے ہی سکون کا سانس بھرا تھا۔ "عبیر بھائی؟" وہ عبیر کی موجودگی سے اب واقف ہوا تھا۔ بے ساختہ اس کی جانب بڑھ کر اس کے گلے لگا تھا۔ لگ رہا تھا جیسے کتنے عرصے بعد اس نے عبیر کا چہرہ دیکھا ہو۔ "چیئر صاف کرو۔"

گردن موڑ کر ایک آدمی پر گر جا تو وہ فوراً سے حرکت میں آیا۔ "آپ تو رات میں آنے والے تھے نا؟۔ کیسے ہیں آپ؟ کتنے دن کے لئے آئے ہیں پاکستان؟" وہ پرجوشی سے پوچھ رہا تھا۔

"تمہارے فائنلز کب سے ہیں؟" وہ ایم بی اے کے لاسٹ ائیر کا اسٹوڈنٹ تھا۔ عبیر اسی معلق اس سے استفسار کر رہا تھا۔ "دو دن بعد یا پھر شاید تین دن بعد پہلا پیپر ہے۔" وہ انگلی سے پیشانی کھجا کر زہن پر زور دے کر یاد کرتے ہوئے بتا رہا تھا۔

"تیاری ہے؟"

"فل تیاری ہے" اطمینان بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہوئے ہاتھ میں پکڑے ریوالور کی طرف اشارہ کیا۔ "اگر مجھے پڑھ کر ہی ایگزام پاس کرنا ہے تو فائدہ میرے باپ کا پارلیمانی ممبر ہونے کا" اس کے لہجے میں وہی تفاخر تھا جو کسی بھی سیاستدان کی مغرور اولاد میں پایا جا سکتا تھا۔ "خیر مجھے بتاو یہ لڑکی کون ہے؟" اب کے اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"یہ؟" اس نے گردن موڑ کر بے ہوش پڑی مہرماہ کو دیکھا پھر دوبارہ اس کی جانب متوجہ ہوا۔ "باس کی طرف سے آرڈر تھا اس لڑکی کو اٹھانے کا۔"

"وجہ نہیں بتائی تمہارے باس نے؟"

"ہم تو بس آرڈر کو فولو کرتے ہیں۔ ہمیں اجازت کہاں ہے وجوہات پوچھنے اور ان چکروں میں پڑنے کی" ہاتھ جھلا کر وہ لاپرواہی سے بولا۔

عبیر نے ہی اسے کہا تھا کے جب تک وہ واپس نہیں آتا تب تک فاروق زیدی پر نظر رکھے۔ کیوں کے خفیہ طور پر وہ بھی غیر قانونی کاموں میں ملوث تھا۔ عبیر نے اسے تفصیل نہیں بتائی تھی کے اسے فاروق سے کیا کام ہے۔ لیکن سرمد نے چند ہی دنوں میں اس کا اعتماد جیت کر اس کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا تھا۔

"فون لگاو فاروق کو۔"

"کیوں؟" اس نے نا سمجھی اور حیرت سے کہا۔

"اسپیکر پر ڈال دینا فون۔" سرمد نے بنا کوئی سوال کیے چپ چاپ جیب سے فون نکال کر فاروق زیدی کا نمبر ڈائل کر کے اسپیکر آن کر دیا دو بیل جانے کے بعد رابطہ مل گیا تھا۔

"بولو سرمد۔" فاروق زیدی کی آواز ابھری۔

"باس اس لڑکی کا کیا کرنا ہے؟"

"اسے وہیں رکھو جب تک اس کا عاشق اسے ڈھونڈتا ہوا نہیں آتا"

"عاشق؟" اس نے کن انکھیوں سے عبیر کو دیکھتے ہوئے نا سمجھی سے پوچھا۔

"وہی گھمنڈی سالار غازی۔۔اس سالے کو اس کی اوقات اب پتا چلے گی۔وہ جتنا تڑپے گا مجھے اتنا ہی سکون ملے گا۔ تمہیں اجازت ہے۔اس لڑکی کے ساتھ جو چاہے وہ سلوک کرو" سرمد اور عبیر اچھے سے سمجھ چکے تھے وہ مہرماہ کے ساتھ کیا کرنے کو کہہ رہا تھا۔ لیکن سرمد کے ذہن میں ایک نام ہتھوڑے کی طرح برس رہا تھا۔

سالار غازی۔ مہرماہ کا عاشق سالار غازی

وہی سالار غازی جو اس کے سامنے کھڑے عبیر غازی کا چھوٹا بھائی تھا۔

فون بند کر کے اس نے بے ساختہ پیشانی پر ہاتھ مارا تھا۔"عبیر بھائی۔۔" تھوک نگلتے ہوئے وہ اسے اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن عبیر ہاتھ اٹھا کر اسے روک گیا۔اس دوران وہ بے تاثر چہرہ لیے کھڑا تھا۔اسے شاید حیرانی نہیں ہوئی تھی۔یا پھر اس نے ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔ مہرماہ کو دیکھتے ہی وہ پہچان گیا تھا۔ مہرماہ نے بھی اسے دیکھا تھا لیکن وہ کیپ پہنے اور سیاہ ماسک لگائے ہوئے تھا۔وہ اسے پہچان نہیں پائی ہو گی یقیناً" کوئی صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے""لیکن قسم لے لیں اگر مجھے ذرا بھی اندازہ ہوتا کے یہ آپ کے چھوٹے بھائی کی۔۔" اس نے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی۔

"میں کیا کروں اب؟" وہ کچھ بے چین لگ رہا تھا۔ گھبراہٹ اس کے چہرے پر واضح تھی۔

"مرنے کے علاوہ تم کیا کر سکتے ہو؟" اس کے برجستہ کہنے پر اس نے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا۔"میں نے اتنے عرصے آپ کے ساتھ کام کیا ہے اس کی خاطر ہی آپ مجھے اپنے بھائی سے بچا لیں۔" وہ سماجت پر اتر آیا تھا۔اگر سالار کی جگہ کوئی اور شخص ہوتا تو وہ اسے آرام سے ہینڈل کر لیتا لیکن وہ صرف سالار تو نہیں تھا۔ وہ عبیر غازی کا چھوٹا بھائی تھا۔وہ اسے ایک کھروچ بھی نہیں پہنچا سکتا تھا۔

"کسی کو اٹھانے جا رہے ہو تو کم از کم اس کے متعلق کچھ معلومات ہی حاصل کر لیا کرو۔۔اندھوں کی طرح اپنے باس کی ہدایت پر عمل کرتے ہو۔"

"آپ مجھے بعد میں ڈانٹ لیجیے گا۔ابھی تو میری جان چھڑوائیں۔"

"اس معاملے میں 'میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔اس لڑکی کے ہوش میں آنے کی دعا کرو۔سالار سے صرف یہی بچا سکتی ہے تمہیں۔"

"میں نے اسے کڈنیپ کیا ہے یہ مجھے کیوں بچائے گی؟"

"اس کی منت کرو۔اس سے معافی مانگو شاید تمہیں معاف کر دے"

"عجیب مشکل میں ڈال دیا ہے آپ نے مجھے"

وہ جھنجھلا رہا تھا۔ساتھ ہی خوفزدہ بھی تھا۔"میں فاروق کی کمپنی جا رہا ہوں۔یہ سب سمیٹ کر مجھے وہاں جوائن کرو۔۔"

فون کی اسکرین کرانگوٹھا چلاتا ہوا وہ کسی کو پیغام بھیج رہا تھا۔ساتھ ہی سرمد کو آگاہ کیا۔

"آپ سالار کو کال کر کے میرے لیے سفارش نہیں کر سکتے؟"اس نے ایک موہوم سی امید سے پوچھا تو اس کے لبوں پر ایک زخمی سی مسکراہٹ ابھری تھی۔"ہماری بات نہیں ہوتی اب۔"اس کی شہد رنگ آنکھوں کی چمک بجھی ہوئی تھی۔اسے اپنی خود کی کہی ہوئی بات دل میں انی کی طرح گھبتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔اس نے وہ بات اپنے اس سگے بھائی کے لئے کہی تھی۔وہی بھائی جو اس پر جان چھڑکتا تھا۔

ماضی کے گناہوں کی وہ بھاری قیمت چکا رہا تھا۔

کچھ ہی دیر میں وہ دونوں وہاں پہنچ چکے تھے۔گاڑی وہیں کھڑی تھی۔قریب ہی اس کا ڈرائیور بھی زمین پر گرا پڑا تھا۔عاشر فوراً اس کی طرف بڑھا تھا۔گھٹنے کے بل بیٹھتے ہوئے دو انگلیوں سے اس کی شہ رگ کو چیک کیا جو مدھم مدھم سی چل رہی تھی۔"بے ہوش ہے۔ایمبولینس کو کال کر دیتا ہوں"سالار کو اس کے معتلق بتاتے ہوئے وہ ساتھ ہی جیب سے اپنا فون نکال کر کال ملانے لگا تھا۔"بے ہوش ہے،مرا نہیں ہے تم پولیس کو فون کرو"تندہی سے کہتے ہوئے وہ گاڑی میں سے پانی کی بوتل نکال کر ڈرائیور پر

جھکتے ہوئے اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارنے لگا۔ ذرا دیر میں ہی وہ آنکھیں کھول چکا تھا۔ "مہر ماہ کہاں ہے رفیق؟" وہ بے صبری سے اس سے استفسار کر رہا تھا۔ جو کھانستے ہوئے اٹھ بیٹھا۔ "معلوم نہیں سر۔۔ انھوں مجھے کچھ بھاری چیز مار کر بے ہوش کر دیا تھا"

"میں نے تم سے پوچھا ہے مہر ماہ کہاں ہے؟" وہ تیز لہجے میں بولا۔ "وہ میڈم کو اپنے ساتھ گاڑی میں لے گئے۔ ان کے چہروں پر نقاب تھا میں دیکھ نہیں سکا"

"کون سی گاڑی تھی؟ نمبر یاد ہے تمہیں؟"

"نمبر نہیں دیکھا۔ سفید رنگ کی ہونڈا سوک تھی۔"

"سامنے پیٹرول پمپ ہے سالار بھائی۔ گاڑی یقیناً اس راستے سے گزری ہو گی۔ وہاں سے سی سی ٹی وی فوٹیج سے کچھ کلو مل جائے گا۔"

ڈرائیور کو سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے اس نے گاڑی میں بٹھا کر سالار سے کہا تو وہ سر ہلاتا گاڑی کے بغیر ہی ٹریفک کے درمیان سے بھاگتا ہوا پیٹرول پمپ کی جانب بڑھا تھا۔ "تم اپنی گاڑی میں بیٹھے رہو ایمبولینس کچھ دیر تک پہنچ جائے گی" اسے کہتے ہوئے وہ بھی سالار کے پیچھے بھاگا تھا۔ پیٹرول پمپ کے چھوٹے سے کنٹرول روم میں وہ پہنچا تھا۔ "یہاں جتنے بھی کیمرے لگے ہیں بیس منٹ پہلے کی سب کی فوٹیج نکال کر دو فوراً۔"

اسکرین کے سامنے بیٹھا نوجوان ناسمجھی اور حیرانگی سے اس کے مطالبے کو سن رہا تھا۔ "میں ایسا نہیں کر سکتا آپ کو پہلے۔۔" اس سے پہلے کے وہ اپنی بات پوری کرتا سالار نے اس کا کالر دبوچ کر کھڑا کیا تھا۔ "اپنی جاب اور جان پیاری ہے تو جو میں نے کہا ہے اس پر عمل کرو۔" گلابی پڑتی قہر بار نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے وہ تندہی سے کہہ رہا تھا "سالار بھائی چھوڑیں اسے۔"

عاشر نے بامشکل اس ورکر کو اس کی گرفت سے چھڑوایا تھا۔ کافی عرصے بعد اس نے سالار کو اپنے ازلی موڈ میں دیکھا تھا۔ کڈنیپنگ کیس ہے بھائی پلیز ہیلپ" اس کے برعکس عاشر نے کافی التجائیہ انداز میں اسے کہا تو وہ زور و شور سے سر ہلاتا اسکرین کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ "اٹھارہ منٹ پہلے وہی گاڑی یہاں سے گزری تھی" عاشر نے ویڈیو کو پوز کر کے گاڑی کا نمبر نوٹ کیا۔ اس کا ارادہ اے ایس پی کو بھیجنے کا تھا۔ جس سے اس نے کچھ دیر پہلے بات کر کے ساری صورتحال بتائی تھی۔ جواباً اس نے ان دونوں کو وہیں

رکنے کا کہہ کر اپنی ٹیم کے ساتھ کچھ دیر میں وہاں پہنچنے کی یقین دہانی کروائی تھی۔ "آپ پانی لیں گے؟" ورکر نے ڈرتے ڈرتے پانی کی بوتل سالار کی جانب بڑھائی تھی جس کے چہرے پر پتھروں سی سختی تھی۔ ہونٹ ایک دوسرے میں سختی سے پیوست کر رکھے تھے۔ رگوں میں تو مانو ابال اٹھ رہا تھا۔ قہر بار نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے اس کے ہاتھ سے بوتل جھپٹی تھی۔ عاشر کو اس کی حالت دیکھ دیکھ کر ہول اٹھ رہے تھے۔ گذشتہ کچھ وقت میں وہ بلکل نارمل ہو چکا تھا۔ اپنے غصے پر وہ کنٹرول کرنا سیکھ چکا تھا۔ ذرا سی ذرا باتوں پر طیش میں آنا بھی اس نے چھوڑ دیا تھا۔ لیکن مہرماہ کی گمشدگی اس کے لیے چھوٹی بات نہیں تھی۔ اس کا وجود اضطراب میں تھا۔ اور دل انجانے خدشے کا شکار بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔ پہلے تو اسے سنبھالنے کو عبیر موجود ہوتا تھا۔ وہ کتنے ہی زیادہ طیش میں کیوں نا ہو عبیر کو اسے قابو کرنے کا فن آتا تھا۔ اور صرف اسی کی وجہ سے وہ اپنے غصے پر قابو پانا سیکھا تھا۔ لیکن اس وقت یہاں عبیر نہیں تھا۔ عاشر کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کے وہ ایک سیکرٹری کو لے کر اتنا جذباتی کیوں ہو رہا ہے۔ کنٹرول روم سے باہر آ کر اس نے فوراً انس کا نمبر ڈائل کیا تھا۔ وہ اس وقت ایجنسی میں تھا۔ عاشر نے اسے مختصر سچویشن بتا کر جلد سے جلد لوکیشن پر پہنچنے کی تاکید کی تھی۔ اتنا تو وہ بھی جانتا تھا کے سالار کو کنٹرول کرنا اس کے بس سے باہر تھا۔ لیکن اگر انس وہاں موجود ہو گا تو کسی نا کسی طرح اسے پر سکون کر ہی دے گا۔

جب تک پولیس اور انس وہاں پہنچ نا گئے تب تک عاشر نے کافی مشکل سے اسے وہاں روکے رکھا تھا۔ ورنہ تو اس کا بس نہیں چل رہا تھا کے گاڑی لے کر مہرماہ کی تلاش میں خود ہی نکل جاتا۔ سیاہ جیکٹ کی آستینوں کو کہنیوں تک کھینچے آنکھوں پر دھوپ کا چشمہ لگائے وہ اپنی بی ایم ڈبلیو کی ڈرائیونگ سیٹ سے باہر نکلا تو عاشر نے بے ساختہ شکر کا سانس بھرا تھا۔ "مجھے چار دفعہ جان سے مار دینے کی دھمکی دے چکے ہیں اب آپ ہی سنبھالیں انھیں۔" اس کے نزدیک آنے پر وہ کچھ ناراضگی سے سالار کی شکایت کر رہا تھا اس سے۔

"فورس کہاں ہے تمہاری؟ گارڈز کہاں ہیں تمہارے؟ اکیلے ہی آ گئے ہو تم؟" وہ بپھرے شیر کی طرح انس پر گرجا تھا۔ "سالار کول ڈاؤن۔" اس کے شانوں پر سختی سے تھامے وہ اسے پر سکون کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ "میں کچھ نہیں جانتا انس۔ مجھے میری مہرماہ چاہیے کہیں سے بھی ڈھونڈ کر لاؤ اسے۔" اس کی سنے بنا ہی وہ تندہی سے کہہ رہا تھا۔ "میری مہرماہ؟" جب کے اس کے کہے لفظوں پر عاشر نا سمجھی سے کبھی سالار کو دیکھتا تو کبھی انس کو۔

تب ہی وہاں یکے بعد دیگرے انس کے سیکیورٹی گارڈز اور پولیس کی نفری کی گاڑیاں ایک کے بعد ایک آ کر رکنا شروع ہو گئی تھی۔ اے ایس پی بھی وردی میں ملبوس اپنی جیپ سے نکل کر تیزی سے ان کے پاس آیا تھا۔ "جو نمبر تم نے بھیجا تھا۔ وہ آگے فارورڈ کر دیا ہے ہر سگنل پر ناکہ لگا دیا ہے۔ کسی بھی سی سی ٹی وی فوٹیج میں وہ گاڑی دکھائی دی تو ہمیں فوری اطلاع مل جائے گی۔" یہاں آنے سے پہلے وہ جو اقدامات کر کے آیا تھا ان کے گوش و گزار کر رہا تھا۔ "تب تک تم کیا کرو گے۔؟ ایسے ہی کھڑے رہو گے؟" جو جو اس کے سامنے آ رہا تھا اس کے عتاب کا نشانہ بن رہا تھا۔ لب دانتوں تلے دبائے عاشر کبھی سالار کا غصیلا چہرہ دیکھ رہا تھا تو کبھی انس کو اسے سمجھاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ دھیمی آواز میں نرم لہجے میں اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے جانے اسے کیا کہہ رہا تھا۔ اس سارے واقعے سے ایک نتیجہ تو وہ اخذ کر ہی چکا تھا کے سالار غازی کی سیکرٹری کوئی معمولی لڑکی نہیں تھی۔ یقیناً وہ اس کے لیے کافی اہمیت رکھتی تھی جبھی اس نے اس طرح سے کہر برپا کر رکھا تھا۔ "عاشر۔۔" انس کی آواز اسے سوچوں کے گرداب سے کھینچ لائی تھی۔ "تم ایجنسی چلے جاو۔ ضامن کو میں نے یہاں بلوایا ہے تو اس کی جگہ ایجنسی کو تم مینج کرو تب تک۔" وہ نرمی سے اس سے مخاطب تھا۔ گو کے وہ عمر میں اتنا کم نہیں تھا۔ لیکن بڑے بھائیوں کے لئے ان کے چھوٹے بھائی ہمیشہ چھوٹے ہی رہا کرتے ہیں۔ چاہے وہ قد میں ان سے بڑے ہی کیوں نا ہو جائیں۔ وہ نہیں چاہتا تھا کے اس طرح کی سچویشن میں وہ یہاں رہے اسی لیے اسے وہاں سے ایجنسی جانے کو کہہ دیا تھا۔ "میں سالار بھائی کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ میں ان کی گاڑی لے جا رہا ہوں"

"ڈونٹ وری میں اس کے ساتھ ہی ہوں۔"

"پروگریس ہو تو مجھے اطلاع کر دیجیئے گا ورنہ پریشانی ہوتی رہے گی۔"

"میں ضرور بتاوں گا۔ بس دھیان رکھنا کے حویلی میں کسی کو اس کی خبر نا ہو۔" سالار کی گاڑی وہاں سے کچھ فاصلے پر مہر ماہ کی گاڑی کے پاس کھڑی تھی۔ اس کے وہاں سے جاتے سمے بھی انس نے اسے پھر سے تاکید کی تھی کے جو کچھ پچھلے ایک گھنٹے کے دوران ہو چکا ہے کسی کو اس کی بھنک بھی نہیں پڑنی چاہیئے۔ اے ایس پی فون کان سے لگائے کچھ دور کھڑا تھا۔ اور انس تاسف بھری نگاہوں سے سالار کو دیکھ رہا تھا جو بوتل سے پانی ہاتھ میں لے کر سلگتے چہرے پر ڈال رہا تھا۔ "گاڑی کا پتا چل گیا ہے۔ ایک ناکے پر اسے روک لیا گیا ہے" فون پر ملی اطلاع وہ ان کے گوش گزار کر رہا تھا۔ خالی بوتل ایک طرف پھینکتے ہوئے وہ انس کی گاڑی کی جانب بڑھا۔ اس سے پہلے کے وہ ڈرائیونگ سیٹ کی جانب بڑھتا انس نے اس کا بازو پکڑ کر روک دیا تھا۔ "فرنٹ سیٹ پر بیٹھو۔ تمہاری حالت نہیں ہے ڈرائیونگ کرنے والی۔"

"کیوں؟ نشے میں لگ رہا ہوں میں؟" اس کے نرمی سے کہنے پر بھی وہ الٹا ہی پڑا تھا۔ "نشے سے بھی زیادہ خراب حالت میں ہو۔ میں کروں گا ڈرائیو" اس دفعہ وہ بنا کچھ کہے فرنٹ سیٹ کا ڈور کھول کر اندر بیٹھ گیا تھا۔ دوسری طرف سے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے اس نے ساتھ ہی فون پر ایک نمبر ملا کر کان سے لگایا تھا۔ ایک ہاتھ سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے فون کان سے لگائے وہ ضامن سے مخاطب تھا۔ مہر ماہ کے نمبر کی کال ہسٹری نکلوا کر اسے اسے ناکے پر پہنچنے کا کہا تھا۔ سب سے آگے اسی کی کار تھی۔ باقی ساری گاڑیاں اور اے ایس پی نوفل کی جیپ بھی اس کی تقلید کر رہی تھی۔

وہ جگہ وہاں سے دور نہیں تھی۔ کچھ ہی دیر میں وہ وہاں پہنچ چکے تھے۔ جہاں ہاسپٹل کی بلڈنگ کے سامنے پولیس کی چند گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ساتھ ہی وہی سفید ہونڈا سوک بھی تھی جس کی نشاندہی ڈرائیونے کی تھی۔ سیٹ بیلٹ ہٹا کر وہ تیزی سے باہر نکلا۔ ہو بہو وہی گاڑی تھی۔ نمبر پلیٹ بھی وہی تھی۔ پولیس آفیسرز کے گھیرے میں ایک فیملی کھڑی تھی۔ جس میں ایک مرد عورت کے ساتھ ان کے سات آٹھ سال کے دو بچے تھے جو کافی سہمے ہوئے اپنے ماں باپ سے لگے کھڑے تھے۔ "آفیسر میں انھیں کہہ چکا ہوں کے یہ میری ذاتی گاڑی ہے اتنے سال سے میرے پاس ہے۔ اس کے سارے کاغذات وغیرہ میرے پاس موجود ہیں آپ وہ بھی چیک کر لیں سب میرے نام پر ہیں۔ پھر بھی انھوں نے زبردستی ہمیں یہاں روک رکھا ہے۔" وہ درمیانی عمر کا مرد نوفل سے مخاطب ہو کر پریشانی کے عالم میں صفائی پیش کر رہا تھا۔ "مجھے اسی چیز کا خدشہ تھا۔" گاڑی کے کاغذات دیکھتے ہوئے وہ ان دونوں سے بولا۔ "یقیناً کڈنیپرز نے جعلی نمبر پلیٹ استعمال کی ہے۔ کافی تجربے کار کڈنیپرز معلوم ہوتے ہیں۔ انھیں معلوم ہو گا کے جس راستے سے آگے جائیں گے وہاں وہ پیٹرول پمپ بھی راستے میں آئے گا۔ جس کے کیمرے میں ان کی گاڑی کی فوٹیج آسکتی ہے۔ ہو سکتا ہے آگے جا کر انھوں نے نمبر چینج کر لیا ہو۔ یا پھر گاڑی چینج کر لی ہو"

"میں یہاں تمہارے اگر، مگر اور شاید سننے کے لئے نہیں کھڑا ہوں۔ اگر تم اسے نہیں ڈھونڈ سکتے تو دفع ہو جاو، وقت ضائع مت کرو۔" اس کا کالر جکڑے وہ غصے سے اس پر برسا۔ ایک موہوم سی جو امید جاگی تھی وہ بھی بجھ چکی تھی۔ چند لمحے کو دبنے والا غصہ پھر عود کر آیا تھا۔ نوفل نے ملامتی نظروں سے انس کو دیکھا تو وہ فوراً اس کی جانب بڑھا۔ "میں معافی چاہتا ہوں اس کی طرف سے۔ سالار چھوڑ دو اسے۔" بیک وقت دونوں سے مخاطب ہوتے ہوئے اس نے مشکل سے اس کی گرفت سے نوفل کو آزاد کروایا تھا۔ کچھ دور جا کر وہ سر پیچھے کو گرائے گہرے گہرے سانس بھر رہا تھا۔ اس کا دماغ ماوف ہو رہا تھا کے آخر مہر ماہ کو کوئی کیوں اغوا کرے گا۔ کسی کو اس سے کیا غرض ہو سکتی ہے آخر۔

"فار گیٹ اٹ۔اسے اینگر ایشوز ہے۔" سالار کی جانب سے معذرت کرتے ہوئے وہ نوفل سے مخاطب تھا جو پیشانی پر بل ڈالے کالر کو درست کر رہا تھا۔ "اینگر ایشوز نہیں ہے اسے مینٹل ایشو ہے۔" وہ تلخی سے بولا۔اس سے پہلے کے اس دفعہ انس اس کا گریبان پکڑتا وہ تیزی سے اس کی طرف آتے ہوئے ایک گھونسا اس کی ناک پر جڑ چکا تھا۔ "ڈونٹ مائنڈ اٹ۔ مینٹل ایشو ہے" طنز سے بھری کاٹ دار مسکراہٹ سے اسے دیکھتے ہوئے اس نے چباتے ہوئے اسی کے الفاظ اس پر لوٹائے تھے۔ "تم اپنی حد میں رہو سالار غازی۔اگر پولیس تمہاری مدد نا کرے تو قیامت تک بھی تم اس لڑکی کو ڈھونڈ نہیں پاو گے۔" وہ بھی طیش میں آتے ہوئے اسے دھمکی دے رہا تھا۔ "انس اسے یہاں سے کہیں دور بھیج دو۔اس کی شکل دیکھ کر مجھے غصہ آرہا ہے۔" کچھ سخت کہنے سے خود کو باز رکھتے ہوئے وہ ڈھیروں ضبط کرتے ہوئے انس سے بولا۔

وہ خود ہی اسے گھورتے ہوئے فاصلے پر چلا گیا تھا۔جیب سے رومال نکال کر ناک سے بہتے خون کو صاف کرتے ہوئے اس نے کال ملا کر فون کان سے لگایا۔تیسری بیل پر رابطہ مل چکا تھا۔

"بولو نوفل۔" دوسری جانب سے سنجیدہ اور بھاری سی آواز ابھری۔ "یقین نہیں ہوتا کے یہ غصیلا انسان سچ میں آپ کا بھائی ہے۔ ایک تو میں آپ کے کہنے پر مدد کر رہا ہوں الٹا یہ مجھ پر ہی اپنا اشتعال نکال رہا ہے۔" ابھی بھی سالار کو کینہ طوز نگاہوں سے گھورتے ہوئے وہ عبیر سے مخاطب تھا۔دوسری جانب وہ دھیما سا مسکرایا تھا۔ "وہ کچھ بھی کہے میری خاطر برداشت کر لینا۔"

"صرف آپ کی وجہ سے ہی سہہ رہا ہوں اسے" ناخوشی سے کہتے ہوئے اس نے فون بند کر دیا تھا۔عبیر نے فون کان سے ہٹا کر پاور بٹن دبایا پھر جیکٹ کی اندرنی جیب میں اسے رکھتے ہوئے دوبارہ سامنے کی جانب متوجہ ہوا۔وہ اس وقت زیدی انڈسٹریز کی عمارت میں موجود تھا۔جس کے ہر فلور پر اس کے آدمیوں نے گن پوائنٹ پر وہاں کے ورکرز کو محصور کر رہا تھا۔عمارت کے باہری اطراف میں بھی چاروں طرف سے اس کا محاصرہ کیا گیا تھا۔خود وہ فاروق زیدی کے روم میں تھا۔الٹے ہاتھ میں کانچ کی ٹوٹی ہوئی بوتل پکڑی ہوئی تھی۔سفید چمکتے فرش پر جابجا کانچ کے ٹکڑے پڑے تھے۔اور ساتھ ہی سرخ خون بھی جابجا نمایاں تھا۔بڑی سی میز کے ساتھ ٹیک لگائے وہ نیچے پڑا تھا۔سر سے بے تحاشا بہتا خون چہرے سے ہوا اس کی ہلکے رنگ کی شرٹ کو اپنے رنگ میں رنگتا جا رہا تھا۔دہشت اس کی آنکھوں میں بھری ہوئی تھی۔وہ دو قدم اس کے نزدیک آتے ہوئے پنجوں کے بل اس کے سامنے بیٹھا۔اس کے خوبرو چہرے پر صرف سرد پن سا تاثر اور سفاکی درج تھی۔ "کچھ عرصہ پہلے تم نے میری ذات کو ہدف بنایا تھا۔میں نے جانے دیا۔کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا تمہیں۔اس بار بھی تم مجھے ٹارگٹ کرتے میں اس دفعہ بھی تمہیں معاف کر دیتا۔تم جتنی

دفعہ اپنی نفرت مجھ پر نکالتے میں تمہیں کچھ بھی نا کہتا۔ لیکن اس بار۔۔"اس نے بات ادھوری چھوڑ کر ٹوٹی ہوئی بوتل ایک طرف پھینک کر ہتھیلی پھیلائی تو پیچھے کھڑے سرمد نے ایک دوسری کانچ کی بوتل اس کے ہاتھ پر رکھ دی۔"اس دفعہ تم نے میرے بھائی کو نشانہ بنایا ہے۔اس بار تمہارے لئے کوئی معافی نہیں ہے"سلگتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ بوتل پر گرفت سخت کر چکا تھا۔"دو دیکھو میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں"کپکپاتے ہاتھوں کو اس کے سامنے کرتے ہوئے اس نے عبیر کو اس عمل سے باز رکھنا چاہتا تھا جو وہ پچھلے کچھ منٹوں میں معتدد بار دہرا چکا تھا۔"تمہیں معلوم ہونا چاہئے تھا کے اگر تم میرے بھائیوں کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات کرو گے تو ان آنکھوں کو نوچنے کے لیے عبیر غازی تمہارے تعاقب میں لازمی آئے گا"اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اس نے کھینچ کر کے بوتل اس کے سر کے ایک سائیڈ میں ماری تھی۔جو فوراً اسے چکنا چور ہو چکی تھی۔اس کا وجود ایک طرف ڈھلک چکا تھا۔

رہ رہ کر فاروق کے سفاک الفاظ اس کی سماعتوں میں گونج رہے تھے کے جب اس نے سرمد کو ہدایت کی تھی مہرماہ کے ساتھ جو چاہے سلوک کرے۔

وہ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا کے اگر سرمد کی جگہ کوئی اور شخص ہوتا۔اور وہ سچ میں اس کے کہے پر عمل کر ڈالتا تو سالار اپنے آپ کو کیسے سنبھالتا۔وہ تو چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی اپنی انا کا مسئلہ بنا لیتا تھا۔اگر سچ میں مہرماہ کو کچھ ہو جاتا تو اس نے حقیقت میں کہر برپا کر دینا تھا۔

"ختم کر دوں اسے؟"سرمد نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔"صرف اتنی سانسیں رہنے دینا کے اپنے منہ سے یہ سالار سے معافی مانگ سکے۔حتان کی طرف جا رہا ہوں میں۔یہ سارا پھیلاوا سمیٹ کر وہیں آ جانا۔"

زخمی ہتھیلی میں کھبے کانچ کے ٹکڑے کھینچ کر نکالتے ہوئے اس نے سرمد کو حکم جاری کیا۔"

"بہتر۔۔"سر اثبات میں ہلاتے ہوئے وہ اپنے آدمیوں کی جانب متوجہ ہوا۔کچھ کو اس نے اپنے ساتھ ہی روک لیا تھا۔اور باقیوں کو سختی سے ہدایت کی تھی عبیر کو پورے تحفظ کے ساتھ وہاں سے لے جائیں۔

"دو سیکنڈ رکیں"ٹیبل پر پڑے ٹشو باکس میں کافی سارے ٹشوز کھینچ کر نکالتے ہوئے عبیر کو پکارتے ہوئے وہ اس کی طرف آیا پھر سارے اس کے زخمی ہاتھ پر رکھ دیے۔

"حتان بھائی سے آپ ڈریسنگ کروالیجئے گا۔ مجھے خدشہ ہے کے کانچ ابھی بھی ہتھیلی کے اندر نا ہو" اس کا خون سے رنگا ہاتھ اسے فکر مند کر رہا تھا۔ اس کے وہاں سے جانے کے بعد وہ فاروق کی جانب متوجہ ہوا۔ عبیر نے پہلی بار اس پر بھروسہ کرتے ہوئے اسے کوئی کام سونپا تھا۔ جسے وہ پوری ذمہ داری کے ساتھ کرنا چاہتا تھا۔

ضامن بھی انھیں جوائن کر چکا تھا۔ انس کے کہنے کے مطابق وہ مہر ماہ کے فون کی کال ہسٹری بھی نکلوا کر لے آیا تھا۔ "میرے خیال سے ہمیں لڑکی کے گھر جا کر پتا کرنا چاہئے شاید وہاں سے کچھ کلو مل جائے" نوفل کے اظہار خیال کرنے پر انس نے تاسف سے پلکوں کو میچ کر کھولا۔

تھا۔ کیوں کے سالار کے چہرے کے بدلتے تاثرات ڈھکے چھپے نہیں تھے۔ "آخری بار تمہیں وارننگ دے رہا ہوں۔ تمیز کے دائرے میں رہ کر اس کا ذکر کرو۔" انگشت شہادت اٹھائے وہ نظریں اس کے چہرے پر گاڑ کے سنگین لہجے میں باور کروا رہا تھا۔ "اب بھلا میں نے کیا گستاخی کی ہے؟ آپ ہی بتایئے غازی صاحب۔" انس کی جانب مڑ کے اس نے بات جاری رکھی۔ "میں تو صرف اپنی ڈیوٹی انجام دے رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کڈنیپنگ کیس نا ہو۔ عین ممکن ہے کے لڑکی اپنی مرضی سے کسی کے ساتھ چلی گئی ہو۔ کئی بار معتدد کیسز میں ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ گھر والے تو اغوا کا پرچہ کٹوا کر پولیس کو دن رات خوار کرواتے ہیں اور آخر میں آکر کہتے ہیں کے جی فائل بند کر دیں لڑکی مل گئی ہے، اپنے آشنا کے ساتھ۔۔" اس کی تیزی سے چلتی زبان کو سالار کے زوردار گھونسے نے بند کیا تھا۔ اس سے پہلے کے اس افتاد پر وہ پیچھے کو جا گرتا سالار نے اس کا گریبان پکڑ کر اپنی جانب کھینچا تھا۔

اس دفعہ انس نے بھی اسے چھڑوانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ الٹا سر کو خفیف سی جنبش دے کر اپنے گارڈز کو اشارہ دیا تھا جنھوں نے فوراً سے حرکت میں آتے ہوئے ان پولیس اہلکاروں کو پیچھے ہی روک دیا تھا جو زاہد کی مدد کو آنے لگے تھے۔ کافی دیر سے وہ نوفل کی فضول گوئی برداشت کر رہا تھا۔ اب بہتر تھا کے سالار ہی اپنے طریقے سے اسے خاموش کروا دیتا۔

"اس نے کچھ غلط نہیں کہا ہے۔ ہمیں مہر ماہ کے گھر جانا چاہئے ہو سکتا ہے وہاں سے کچھ پتا چل سکے۔" ضامن نے اتنی مدھم آواز میں ساتھ کھڑے انس سے کہا تھا کے سالار کی سماعتوں تک اس کی آواز نا پہنچ سکے۔ "بے شک اس نے ٹھیک کہا تھا۔ لیکن اس کے کہنے کا طریقہ ٹھیک نہیں تھا" جیکٹ کی اندرنی جیب سے چشمہ نکال کر آنکھوں پر چڑھاتے ہوئے وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔ "پچھتاو

گے تم۔ایک دفعہ تم جیل جا چکے ہو دوسری بار بھی جلد ہی وہاں جانا نصیب ہو گا تمہیں۔اور اس بار میں دیکھوں گا کے تم کیسے باہر نکلتے ہو۔"

زہر خند لہجے میں اسے گھورتے ہوئے وہ بول رہا تھا۔لیکن اس دفعہ اس نے نوفل کی بات پر توجہ دینا ضروری ہی نہیں سمجھا تھا۔

"مہر ماہ کے پیرنٹس کو اس سب کے بارے میں نہیں بتا سکتے انس۔انکل ہارٹ پیشنٹ ہیں۔وہ یہ صدمہ برداشت نہیں کر سکیں گے" وہ فکر مندی سے کہہ رہا تھا۔

جگمگاتے بنگلے کے ڈرائیوے پر دو تین گاڑیاں آگے پیچھے رکی تھیں۔گارڈز کو وہیں رکنے کا اشارہ کر کے وہ فرنٹ سیٹ سے نکل کر اندرنی عمارت کی جانب بڑھا جہاں دو سیڑھیوں سے اوپر بنے چبوترے پر ہی وہ اسے کھڑا دکھائی دیا تھا۔دراز قد اور کسرتی جسم کا مالک، کالے ٹراوزر پر وائٹ بیگی شرٹ پہنے عبیر کی جانب بڑھتے ہوئے اس کے بغل گیر ہوا۔"ویلکم بیک ایلفا" صاف رنگت اور کھڑے نقوش والے حتان نے گرمجوشی سے اس سے ملتے ہوئے کافی عرصے بعد اسے اس کے پرانے لقب سے پکارا تھا۔

"ایلفا زخمی ہے" عبیر نے اس کی گرمجوشی پر کراہتے ہوئے اس کی توجہ اپنے زخمی ہاتھ کی طرف دلائی تھی۔

"مجھے یوں محسوس ہو رہا کے آہستہ آہستہ تمہارے اندر سالار کے جیسا غصہ سرائیت کرتا جا رہا ہے۔"

کچھ دیر بعد وہ دونوں بڑے سے اسٹڈی روم میں بیٹھے تھے۔عبیر آرم چیئر پر پیچھے کو سر ٹکائے آنکھیں موندیں ہوئے تھا۔اس کے سامنے سینٹرل میز کے کنارے پر بیٹھے وہ اس کے ہاتھ کا معائنہ کرتے ہوئے احتیاط سے چھوٹے چھوٹے سے کانچ نکالتے ہوئے اس کی بینڈج کر رہا تھا۔"اگر ایسا ہے تو پھر میری خواہش ہے اس کا سارا غصہ مجھ میں منتقل ہو جائے لیکن وہ پرسکون رہنا سیکھ جائے۔" بند آنکھوں کے ساتھ وہ بڑبڑایا۔نوفل سے ہی اسے معلوم ہوا تھا کے سارا دن اس نے نا صرف خود کا بلڈ پریشر بڑھائے رکھا اور ساتھ ہی باقیوں کا خون خشک کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ساری زندگی میں نے اسے اپنے غصے کو قابو کرنا سکھایا ہے۔وہ کافی حد تک خود پر کنٹرول پا چکا تھا لیکن آج مجھے لگ رہا کے وہ بلکل بھی نہیں بدلا۔اس کا غصہ اس کا اشتعال آج بھی پہلے دن کی طرح ہے"

"ماضی میں اس کے ساتھ کوئی ایسا حادثہ تو نہیں ہوا جس کی وجہ سے اسے اتنا شدید غصہ آتا ہے؟""وہ شروع سے ایسا ہی ہے۔ماں بتاتی تھیں کے جس دن وہ پیدا ہوا تھا پورا ہاسپٹل اس نے رو رو کر سر پر اٹھا لیا تھا۔"

"تمہارے خاندان میں کوئی اور ایسا انسان ہے جو اس کے جیسے مزاج کا مالک ہو؟ کیا معلوم اس کی نیچر اسی پر چلی گئی ہو۔"

"کوئی بھی نہیں ہے ایسا۔غازی خاندان کا یہ واحد بیٹا ہے جس کا مزاج سب سے جدا ہے"

اس کا ذکر کرتے ہوئے اس کے لہجے میں نرم سا تاثر تھا۔لگ رہا تھا جانے کتنے عرصے بعد اس کا ذکر کر رہا ہے۔"تمہارا روم ریڈی کروا دیا ہے کچھ دیر آرام کر لو"فرسٹ ایڈ باکس سمیٹتے ہوئے بولا۔"آدم کے کیس کی پیشی ہے نا کل؟"عبیر کے استفسار پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔"اس کی طرف سے بے فکر ہو جاو۔اس پر فرد جرم عائد نہیں ہو گی۔یقین دلاتا ہوں میں بہت جلد اسے اپنے ساتھ لے کر واپس آوں گا۔"

"امید ہے تم اپنے کہے لفظوں کا پاس رکھو گے ورنہ مجھے دوسرا وکیل ہائیر کرنا پڑے گا۔"اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اس نے میز پر سے جھکتے ہوئے فون اور والٹ اٹھاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔"تمہیں میری صلاحیتوں پر یوں شک نہیں کرنا چاہیے۔میں نے تو تمہیں تائیوان جانے سے بھی منع ہی کیا تھا۔کیا میں نے کہا نہیں تھا کے میں تمہیں بچا لوں گا۔؟لیکن تم مجھ پر اعتبار ہی نہیں کرتے"وہ اس بات پر ابھی تک ناراض تھا۔

"مجھے تم پر اعتبار ہے حتان۔لیکن خود پر نہیں ہے۔اس وقت میں بس حالات سے فرار حاصل کرنا چاہتا تھا۔اگر میں پاکستان سے نا نکلتا تو شاید میرا دل پھٹ چکا ہوتا۔اپنے بھائیوں کی آنکھوں میں اپنے لئے نفرت دیکھنا میرے لئے موت کے برابر تھا۔"اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے کہہ رہا تھا۔لبوں پر تکلیف زدہ سی مسکان تھی۔تبھی باہر پورٹیکو میں گاڑیوں کے رکنے کی آواز آئی تھی۔کچھ ہی دیر میں وہ کچھ تھکا ماندہ سا اندر داخل ہوا۔"یار وکیل صاحب کچھ کھانا پانی منگوا دیں"آتے ہی وہ تھری سیٹر صوفے پر اوندھے منہ گرتے ہوئے بولا۔"ابھی سے بیزار ہو گئے ہو؟"حتان نے مصنوئی تاسف سے کہا۔

"اور مجھے کہتا تھا کے عبیر بھائی آپ بے فکر ہو جائیں۔میں سب سنبھال لوں گا"

"آپ دونوں تو تجربے کار بندے ہیں۔میں معصوم شریف سا انسان مجھے کہاں عادت ہے اس سب کی۔"اٹھ کر بیٹھتے ہوئے وہ ہاتھ جھلا کر بولا۔حتان اور عبیر نے بے ساختہ نظروں کا تبادلہ کیا۔"سوچ رہا ہوں تمہاری جعلی ڈگری، کڈنیپنگ، ڈرگز کی خرید و

فروخت اور ایک مافیا کے گروہ کا متحرک ساتھی ہونے کی حیثیت سے پانچ دس کیس بنا دیتا ہوں۔ تمہاری شرافت اور معصومیت کا پول خود ہی کھل جائے گا۔ دنیا کے سامنے بھی تو آنا چاہئے نا تمہارا اصل چہرہ" حتان کے دھمکانے پر اس نے بے ساختہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے۔ "مجھے آئی ایس آئی کے لئے موسٹ وانٹڈ نا بنائیں۔ آپ نے میری نشاندہی کی تو کوئی شک نہیں ہے دوسرے دن ہی مجھے اٹھا کر لے جائیں گے اور ہمیشہ کے لیے میں ایک مسنگ پرسن کی حیثیت سے جانا جاؤں گا۔ ابھی تو میرا کریئر بھی شروع نہیں ہوا" وہ ناخوشی سے بولا۔ "ویسے تمہیں داد دینی پڑے گی جس طرح کے کریئر کا تم نے انتخاب کیا ہے" وہ ستائشی انداز میں ابرو اٹھا کر بولا۔ "میری پرسنالٹی کو یہی پیشہ سوٹ کرتا ہے۔ مجھے صرف دو چیزوں سے عشق ہے۔ ایک پاور اور دوسرا پیسہ۔ جس کے پاس یہ دونوں ہے تو سمجھیں دنیا اس کی جیب میں ہے"

"پھر تمہیں میری پیشکش پر ضرور غور کرنا چاہئے۔ یقین کرو میں تمہارا کیس ملک کا ہائی پروفائل کیس بنا دوں گا۔ جیل سے کورٹ اور کورٹ سے جیل تمہیں پوری سیکیوریٹی کے ساتھ بکتر بند گاڑی میں لے جایا جائے گا۔ پولیس اور میڈیا تمہارے آگے پیچھے ہونگے۔"

"میں چاہتا ہوں کے اگر کوئی دوسرا وکیل میرے خلاف محاذ کھولے تو آپ میری طرف سے مقدمہ لڑیں۔ میرے باپ کے پاس اربوں کی جائیدادیں ہیں جو وہ مجھے بچانے کے لیے پانی کی طرح بہا دیں گے۔ بیرون ملک کئی فلیٹس بھی ہیں۔ وہ بھی آپ کے نام کر دیں گے اس کے برعکس آپ میرے خلاف کیس لڑیں گے تو آپ کے ہاتھ کچھ بھی نہیں آئے گا۔"

وہ چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے آفر کر رہا تھا۔ حتان نے پر سوچ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے ساتھ ہی عبیر کو دیکھا۔ جو جیکیٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا ہلکے سے شانے اچکاتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔ "میں نے سوچ لیا ہے" سرمد کے لبوں پر مسکراہٹ بکھری۔ اس کو پکا یقین تھا کے اس کی پیشکش اتنی پرکشش ہے کے وہ انکار کر ہی نہیں سکتا۔

"میں تمہارے خلاف ہی کیس لڑوں گا اور سارے پیسے اپنی جیب سے لگاؤں گا۔" سرمد کی مسکراہٹ فوراً سمٹی تھی۔ چہرے پر خفگی کے تاثرات نمایاں ہوئے۔ "آپ نے تو آدم کو بھی مات دے دی ہے۔ ویسے وہ رہا ہو جائے گا نا؟ اتنے دن ہو گئے اسے دیکھے ہوئے۔ اس نے تو جیل آنے پر بھی سختی سے منع کر رکھا ہے" وہ دل مسوس کر بولا۔ کتنے دن ہو گئے تھے اس سے ملے ہوئے۔

"دو دن بعد اس کے کیس کی پیشی ہے۔ پوری امید ہے کے کیس میں پیش رفت ہو گی اور جلد ہی وہ باہر بھی آ جائے گا۔"

اس نے کہتے ہوئے ساتھ ہی میز پر پڑا اپنا فون اٹھایا جو رنگ ہو رہا تھا۔ اسکرین پر نظر آتے نام کو دیکھتے ہوئے اس نے بے ساختہ عبیر کو دیکھا۔

انس کی گاڑی کا اگلا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ جس کی سیٹ پر پیچھے کو سر گرائے وہ آنکھیں موندیں بیٹھا تھا۔ آج سے پہلے اسے اتنی تکان کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ وہ صبح کا وقت تھا جب وہ اس کی تلاش میں نکلا تھا۔ اور اب تو رات کے سائے بھی پھیلنے لگے تھے۔ کتنے گھنٹے ہو گئے تھے اسے لاپتہ ہوئے۔ وہ نہیں تھی تو ہر چیز اس کے لیے بے معنی ہو گئی تھی۔ اسے ہر شے سے اسے بیزاری اور نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ دفعتاً اس کا فون وائبریٹ ہوا تھا۔ بند آنکھوں کے ساتھ ہی اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے فون نکال کر یس کا بٹن سلائیڈ کیا تھا۔ اسکرین پر ان نون نمبر جگمگا رہا تھا جس کی طرف اس کی توجہ نہیں تھی۔

"ہیلو سالار۔۔" سالار کے کچھ بولنے سے پہلے ہی بے قرار سے لہجے میں وہ الفاظ ادا کیے گئے تھے۔ اور الفاظ بھی کیا تھا۔ کوئی خوشنما سا ہوا کا جھونکا تھا۔ یا پھر دم توڑتی امید پھر سے جگمگا اٹھی تھی۔ یا پھر پھڑپھڑاتے دیے کی لو کو بلآخر سکون نصیب ہو گیا تھا۔ جس سے پھیلتے سکڑتی روشنی نے ایک دم روشن اجالے کا روپ سدھار لیا تھا۔ وہ پٹ سے آنکھیں کھول کر جھٹکے سے سیدھا ہوا۔ "مہرماہ" اس کے لہجے میں بے قراری کی شدت واضح تھی۔ "مجھے بتاؤ کہاں ہو تم؟"

"مجھے نہیں پتا میں کہاں ہوں۔ صبح میں تم سے بات کر رہی تھی اسی وقت کچھ لوگوں نے زبردستی میرا فون توڑا اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کے میں کتنی دیر بے ہوش رہی۔ جب جاگی ہوں تو سارے کڈنیپرز یہاں سے جا چکے تھے۔ صرف ایک کو میرے پاس چھوڑ گئے تھے۔ اسی کے فون سے تمہیں کال کر رہی ہوں۔ اور کب سے تمہارا نمبر ڈائل کر رہی تھی تم فون ہی نہیں اٹھا رہے تھے۔" وہ ایک ہی سانس میں ساری بات اسے بتا گئی تھی۔ یہ سچ تھا۔ فون اس نے خود ہی سائلنٹ پر کر دیا تھا۔ کیوں کے آفس سے آنے والی کالز مسلسل اسے ڈسٹرب کر رہی تھیں۔ لیکن ابھی اسے احساس ہوا تھا کے اس نے کتنی بڑی غلطی کی تھی۔ اسے اتنی لاپرواہی سے کام نہیں لینا چاہئے تھا۔ "میں تمہیں لوکیشن بھیج رہی ہوں۔ کیا تم مجھے لینے آ سکتے ہو؟"

وہ جھجکتے ہوئے پوچھ رہی تھی کیوں کے آج آفس میں سالار کی کچھ اہم میٹنگز تھیں۔ وہ یہی سمجھ رہی تھی کے وہ آفس میں مصروف ہو گا۔ اور مہرماہ کی کڈنیپنگ کے بارے میں اسے کچھ علم نہیں ہو گا۔ "لوکیشن سینڈ کرو فوراً۔ اور اس بندے کو فون دو جو تمہارے ساتھ ہے۔" وہ نرم لہجے میں اس سے مخاطب تھا۔ "ہیلو؟" ایک گھبرائی سی آواز سالار کو سنائی دی تھی اسپیکر سے۔

"سالار غازی بات کر رہا ہوں۔ میں کچھ دیر میں وہاں پہنچ رہا ہوں۔ فوراً اس کمرے سے باہر نکلو۔ میرے آنے تک تم باہر ہی کھڑے رہو گے۔ سمجھ آ رہی ہے تمہیں میری بات؟" اس کے لہجے کی نرمی مفقود ہو چکی تھی۔ جس کی جگہ سرد پن اور سختی نے لے لی تھی۔

"خیریت؟" انس کے قریب آنے پر وہ فون بند کر کے اس کی جانب متوجہ ہوا۔ "گاڑی کی چابی دو۔" انس نے ابرو اچکا کر اس کی پھیلی ہوئی ہتھیلی کو دیکھا۔ اس کے تاثرات سنگین لگ رہے تھے۔ یقیناً اس دفعہ وہ اس کے روکنے پر رکنے والا نہیں تھا۔ "کچھ بتاؤ تو سہی مجھے۔" چابی اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے وہ استفہامیہ انداز میں بولا۔ "مہر ماہ کی لوکیشن مل گئی ہے۔" گاڑی سے نکل کر ڈرائونگ سیٹ کی جانب جاتے ہوئے اس نے سپاٹ سے لہجے میں کہا تو وہ بری طرح سے چونکا تھا۔ "گاڑی میں بیٹھو میں بتاتا ہوں تفصیل۔ انھیں بھی اطلاع کر دو۔"

ساتھ ہی کچھ دور کھڑے نوفل اور اس کے ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا۔

انس کے بار بار ٹوکنے پر بھی اس نے اسپیڈ کم نہیں کی تھی۔ تیزی سے گاڑی دوڑاتے ہوئے وہ اس فارم ہاوس تک پہنچا تھا۔ ڈرائیوے پر گاڑی روکتے ہی وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا اور تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اندرنی عمارت کی جانب بھاگا۔ دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی اس کے قدم بے ساختہ تھمے تھے۔ وہ اسے لاونج کے وسط میں ہی کھڑی دکھائی دے گئی تھی۔ سیاہ رنگ کی ٹخنوں تک آتی پھولدار فراک پر سیاہ ہی اسٹالر گلے میں ڈالے کھڑی تھی۔ سالار کا چہرہ دیکھ کر ایک سکون سا اس کے اندر سرائیت کر گیا تھا۔ اس آدمی کی اس نے کتنی منت کی تھی کے اسے خود ہی گھر چھوڑ آئے۔ یا اگر خود نہیں جانا تو اسے اکیلے جانے دے۔ لیکن وہ کسی طور راضی نا ہوا۔ کے جب تک کوئی اسے لینے نہیں آئے گا وہ اسے اکیلے نہیں بھیج سکتا۔ تب اس نے مجبوراً ڈرتے ڈرتے سالار کو کال کی تھی۔ اگر کوئی اسے میٹنگ کے دوران زرا سا بھی ڈسٹرب کرتا تھا تو اس کا پارہ ہائی ہو جاتا تھا۔ اور آج تو پھر جاپان اور روس سے آئے ڈیلیگیشنز کے ساتھ انتہائی اہم میٹنگز تھی۔ سالار کو اپنے قدم اٹھانا بھاری پڑ رہا تھا۔ صبح سے لے کر جو چند گھنٹے اس نے ابھی تک گزارے تھے وہ اس کے بدترین گھنٹے تھے۔ وہ یہ وقت دوبارہ اپنی زندگی میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اس دوران کیا قیامت اس پر گزری تھی۔ کس ذہنی دباو اور اذیت کا وہ شکار ہوا تھا وہ سب ایک لمحے میں زائل ہو گئے تھے۔ اسے وہ چہرہ دکھائی دے گیا تھا جسے دیکھنے کے لئے وہ کب سے تڑپ رہا تھا۔ اس سے چند قدم کے فاصلے پر وہ آر کا تھا۔ مسلسل اس کے

چہرے کو دیکھتے ہوئے خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کے وہ کسی خواب کے زیر اثر نہیں ہے۔ وہ کوئی نظر کا دھوکا نہیں کھا رہا۔ "آئم سوری میں نے تمہیں ڈسٹرب کر دیا لیکن میں۔۔" وہ ندامت سے کہتی ایک دم رکی تھی۔ سالار نے اپنا سیدھا ہاتھ اس کے سر کے پچھلے حصے پر رکھا ہوا تھا۔ "تم ٹھیک تو ہو نا؟" اس کے پوچھنے پر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جبھی ایک ساتھ اتنی پولیس اور سیکیوریٹی گارڈز کو وہاں داخل ہوتے دیکھ وہ گھبراتے ہوئے سالار کے نزدیک آئی تھی۔ "تم اتنی فورس کو اپنے ساتھ کیوں لے کر آئے ہو؟ کڈنیپرز تو کب کے بھاگ چکے ہیں۔"

"یہ فورس صبح سے میرے ساتھ ہے۔" مہرماہ نے بے ساختہ اس کی شکل دیکھی۔ جس پر تکان غالب تھی۔ اس نے اب سالار کی حالت پر غور کیا تھا۔ اس کا ایش گرے تھری پیس دھول مٹی میں اٹا تھا۔ گریبان کے اوپری بٹن کھلے ہوئے تھے۔ شرٹ کی آستینیں بھی کوٹ کی آستیوں کے اوپر چڑھائے کہنیوں تک پہنچی ہوئی تھیں۔ اس کے جوتوں پر بھی مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی۔ لگ رہا تھا جیسے پتا نہیں کتنے وقت سے وہ شہر کی سڑکوں پر آوارہ گردی میں مصروف رہا ہو۔ مہرماہ کو یاد آیا تھا۔ جب صبح ان لوگوں نے اسے اغوا کیا تھا تب وہ سالار سے ہی بات کر رہی تھی۔ کیا وہ تب سے اس کی تلاش میں تھا۔؟ مہرماہ کے دل میں بے ساختہ ہلچل سی مچی تھی۔ بے شک اس نے اسے پرپوز کیا تھا۔ لیکن کیا واقعی میں وہ اس سے اتنی محبت کرتا ہے کے اپنے اصولوں کو توڑ کر اپنی نفاست پسندی کو پس پشت ڈال کر وہ صبح سے اس کے لئے سڑکوں پر خوار ہو رہا تھا۔ "وہ بندہ کہاں ہے جو تمہارے ساتھ تھا؟" سالار کی آواز اسے سوچوں کے گرداب سے کھینچ لائی تھی۔ "تمہارے آنے سے پانچ منٹ پہلے ہی وہ بھاگا ہے یہاں سے۔"

چلو میں تمہیں گھر ڈراپ کر دوں۔" دروازے کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے ساتھ ہی اسے کہا۔ "مما اور بابا کو تو نہیں بتایا نا تم نے؟ وہ پریشان ہو گئے ہوں گے؟" اس کے ساتھ ہم قدم ہوتے ہوئے اس نے پریشانی سے پوچھا۔ "نہیں بتایا انھیں۔ ریلیکس ہو جاو۔" وہ دونوں ڈرائیوے میں آئے تو نوفل نے ایک شخص کو گریبان سے پکڑ رکھا تھا۔ "کس کے لیے کام کرتے ہو تم جواب دو۔" اس کے الٹے ہاتھ کا تھپڑ پڑنے سے اس کے ہونٹ پھٹ چکے تھے جن سے خون رواں ہو چکا تھا۔ "یہ تو وہی ہے۔" مہرماہ نوفل کی گرفت میں اسے دیکھ کر فوراً بولی۔ "چلو کچھ تو کام ٹھیک کیا اس نے۔" وہ سر جھٹک کر بولا۔ "ٹھیک ہو تم مہرماہ؟" انس نے فکر مندی سے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ اسے ماشا کی طرح ہی عزیز رکھتا تھا۔"

"تمہاری کھال ادھیڑ ڈالوں گا اگر اس کا نام نا بتایا تم نے۔" نوفل اس کا منہ کھلوانے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔ سالار اور انس نے مداخلت نہیں کی تھی۔ وہ اپنی جگہ کھڑے اسے دیکھ رہے تھے۔ "فاروق۔۔ فاروق زیدی کے کہنے پر کیا تھا۔" لہولہان چہرے

کے ساتھ اس نے جواب دیا تو وہ دونوں بری طرح چونکے تھے۔انس نے ملامت سے سالار کو ایسے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کے 'میں نے تم سے کہا بھی تھا'تب سالار نے اس کی بات کو سیریئس نہیں لیا تھا۔وہ سمجھ رہا تھا کے فاروق زیدی اس سے دشمنی مول لینے کی غلطی نہیں کرے گا۔وہ اتنا بڑا قدم نہیں اٹھا سکتا۔لیکن یہاں بھی وہ غلط ثابت ہوا تھا۔ضبط سے اس نے مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔اسے رہ رہ کر خود پر طیش آ رہا تھا کے اس نے پچھلی دفعہ اس کے ساتھ نرمی کیوں برتی تھی۔اسی وقت اسے گولیاں کیوں نہیں مار دی تھی۔

"مجھے گھر جانا ہے۔" یہ سارے حالات اس کے اعصاب پر بری طرح سوار ہو رہے تھے۔اتنے گارڈز اور پولیس کے نرغے میں گھرے ہونا۔نوفل کا اس کڈنیپر کو لہولہان کر دینا اسے اچھی خاصی گھبراہٹ میں مبتلا کر چکا تھا۔وہ سالار کے قریب کھڑی تھی۔اس کی کہنی پکڑتے ہوئے دھیمی آواز میں اس سے مخاطب ہوئی تو سالار نے سر کو خفیف سی جنبش دے کر اپنی کہنی اس کی انگلیوں کی گرفت میں دیکھی۔اس کا چہرہ بھی سالار کے کندھے کی جانب جھکا تھا۔سامنے کا منظر اس کے لیے ناقابل برداشت ثابت ہو رہا تھا۔"کچھ دیر میں جوائن کرتا ہوں میں" سنجیدہ سے انداز میں وہ انس سے بولا تو وہ اثبات میں سر ہلا گیا۔اسی کی بی ایم ڈبلیو کا فرنٹ ڈور کھولتے ہوئے اس نے سر کو حرکت دے کر مہرماہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا جو عجلت میں اس کے پاس آتے ہوئے اندر بیٹھ گئی تھی۔دوسری طرف سے سالار نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تو انس کھلی کھڑکی کے نزدیک آیا۔"دھیان سے ڈرائیو کرنا۔اور پرسکون رہنا۔میں نوفل کے ساتھ فاروق زیدی کے گھر اور اس کی کمپنی جا کر معلوم کرتا ہوں جو بھی پروگریس ہوئی میں اطلاع کر دوں گا۔"انس نے ہدایت پر اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے شیشہ چڑھایا پھر گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔وہ بنا کچھ کہے خاموشی سے ساری توجہ ڈرائیونگ پر مرکوز کئے ہوئے تھا۔یقین اور بے یقینی کی کیفیت میں ڈول رہا تھا۔پہلے اسے مہرماہ سے صرف ہمدردی ہی تھی۔وہ اس کی مدد ہمدردی کے تحت ہی کرنا چاہتا تھا۔کچھ وقت بعد اسے ادراک ہوا کے وہ اس کے لئے جذبات رکھنے لگا ہے۔اس کی کڑوی کسیلی باتیں بھی اسے غصہ نہیں دلاتی تھیں۔اسے یقین آ گیا تھا کے وہ اس سے محبت کرنے لگا ہے۔اسی لئے اس نے مہرماہ کو پرپوز کیا تھا۔لیکن آج اس پر انکشاف ہوا تھا کے وہ جسے محبت سمجھ رہا تھا وہ محض محبت نا رہی تھی۔وہ عشق کا رنگ اوڑھ چکی تھی۔ساتھ ہی سالار غازی کو سرتاپا اپنے سحر میں جکڑ کر اس کی ہر سانس پر مہرماہ کا نام لکھتی جا رہی تھی۔وہ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا کے اگر آج اسے مہرماہ نا ملتی تو اس کا کیا حال ہوتا۔گود میں دونوں ہاتھ دھرے ان کو مسلتے ہوئے وہ کئی بار نگاہ اٹھا کر اسے دیکھنے کے بعد دوبارہ جھکا گئی تھی۔لب کچلتے ہوئے یہ سوچ رہی تھی کے اسے کس طرح سے مخاطب کرے۔آج سے پہلے اسے سالار سے بات کرنے سے پہلے کبھی اتنی سوچ وبچار سے کام لیتے نہیں دیکھا گیا تھا۔"مجھے کچھ کہنا تھا تم سے۔"اس

کے سنجیدہ اور سپاٹ چہرے کو دیکھتے ہوئے اس نے بلا آخر اسے مخاطب کر ہی لیا تھا۔ "کہو میں سن رہا ہوں" اس کے چہرے کے برعکس اس کے لہجے میں نرمی تھی۔ جس کی وجہ سے اسے مزید ڈھارس ملی۔ "مجھے سمجھ نہیں آرہا کے میں یہ بات کس طرح سے کروں۔ یا مجھے کہنی چاہیئے بھی یا نہیں" وہ جھجک کا شکار لگ رہی تھی۔ "اگر وہ بات جاننا میرے لئے ضروری ہے تو میں چاہتا ہوں کے دو سیکنڈ کے اندر اندر مجھے بتا دو" موڑ کاٹتے ہوئے اس نے کہا۔ "جب مجھے بے ہوش کیا جا رہا تھا تو تب میں کچھ دیر پہلے ایک شخص کو دیکھا تھا۔ وہ ہمارے وہاں داخل ہونے سے پہلے کا موجود تھا۔"

"آگے؟" اس کے توقف کرنے پر اس نے بات جاری رکھنے کو کہا تو مہرماہ نے خشک پڑتے لبوں پر زبان پھیر کر اسے دیکھا۔ دل بے تحاشہ دھڑک رہا تھا کے جانے اس کا کیا رد عمل ہو گا۔ "اس نے کیپ پہنی ہوئی تھی، اور ماسک لگایا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ پوری طرح سے دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن۔ لیکن مجھے لگتا ہے کے وہ۔۔ عبیر سر تھے۔" اس کے آخری جملے پر جھٹکے سے اس کے پاوں بریک پر جا پڑے۔ مہرماہ نے مشکل سے اپنا سر ڈیش بورڈ پر لگنے سے بچایا۔ "دیکھو مجھے یقین نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے مجھے وہم ہوا ہو۔ لیکن وہ شخص مجھے عبیر سر کی طرح ہی لگا تھا۔" وہ پورا کا پورا اس کی جانب گھوما ہوا تھا۔ جب اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر فوراً سے کہا۔ "اللہ کرے وہ تمہارا وہم نا ہو۔ اللہ کرے کے عبیر بھائی ہی ہوں" اس کے دل کی بے چینی زور پکڑ چکی تھی۔ کیا وہ پاکستان میں تھا؟ کیا وہ واپس آ چکا تھا؟ کیا پھر سے سب ٹھیک ہونے والا تھا؟ کیا عبیر پھر سے اپنی جگہ اور حویلی میں آنے والا تھا؟" اس کا دل زور زور سے دھڑکتے ہوئے اس سے سوال پر سوال کئے جا رہا تھا۔ جن کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ شدت سے دعا گو تھا کے عبیر واپس آ جائے۔ واپس آ کر اپنے اسی مقام پر براجمان ہو جائے جو وہ جانے سے پہلے سالار کو عنایت کر گیا تھا۔ اس کی غیر موجودگی میں اسے ٹھیک ٹھاک اندازہ ہو چکا تھا کے اس کے اندر عبیر کے جتنا ظرف نہیں ہے۔ نا اس کے جتنا صبر اور برداشت ہے۔ وہ اس قابل ہرگز نہیں تھا کے عبیر کی جگہ لے سکتا۔ وہ مقام بس اسے ہی سوٹ کرتا تھا۔

مہرماہ کو گھر ڈراپ کرنے کے بعد وہ اس نے گاڑی دوبارہ روڈ پر ڈال دی تھی۔ تب ہی انس کا فون اس کے پاس آیا تھا کے وہ گھر سے ہو آئے ہیں فاروق زیدی وہاں نہیں ہے۔ کمپنی جا کر بھی معلوم کیا تھا جہاں سے یہ اطلاع ملی تھی کے وہ ہاسپٹلائزڈ ہے۔ لیکن کسی سے بھی یہ معلوم نہیں پڑ سکا تھا کے فاروق زیدی کو ہاسپٹل کیوں منتقل کیا گیا ہے۔ کمپنی کا اسٹاپ کافی گھبرایا ہوا سا تھا۔ متزاد انس اور نوفل کی فورس کو دیکھ کر مزید سہم گیا تھا۔ ان سے مزید کچھ پوچھنے کا ارادہ ترک کر کے انھوں نے ہاسپٹل کی راہ لی تھی ساتھ ہی اسے بھی وہیں آنے کو کہہ دیا تھا۔ اس نے جب ہاسپٹل کے احاطے میں گاڑی روکی تو اس سے آگے کھڑی جیپ سے زاہد اور انس

بھی اسی وقت باہر نکلے تھے۔ وہ ساتھ میں ہی اندرنی حصے کی جانب بڑھے۔ ریسپشنسٹ سے روم نمبر پتا کر کے تیزی سے اس کی جانب بڑھے رہے تھے۔ جونہی کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے اسے دیکھ کر وہ سب بری طرح چونکے تھے۔ وہ بیڈ پر پڑا تھا۔ سر سے پیر تک سفید پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ چہرے پر صرف آنکھیں اور ہونٹ ہی نظر آ رہے تھے۔ ناک کی ہڈی تک پٹی میں بندھی تھی۔ "کیا ہوا ہے اسے؟" میل نرس اس کی ڈرپ ٹھیک کر رہا تھا جب انس نے استفسار کیا۔ "سر کچھ گھنٹے پہلے انھیں یہاں لایا گیا تھا۔ ایکسڈنٹ کیس ہے" وہ پیشہ ورانہ انداز میں بولا تو نوفل نے اسے گھورتے ہوئے اسے گردن سے پکڑ کر دیوار سے لگایا۔ "جب سے پولیس جوائن کی ہے تب سے ہزاروں ایسے کیسز دیکھ چکا ہوں میں۔ اس کے کیس کی حقیقت، اسے دیکھ کر ہی واضح ہو رہی ہے۔۔ مجھے گھمانے کی کوشش مت کرو۔ سیدھی طرح بتاؤ کس نے کی ہے اس کی یہ حالت۔ کون پھینک کر گیا ہے اسے یہاں؟" طیش بھری نظروں سے اسے گھورتے ہوئے وہ تیز لہجے میں بول رہا تھا۔ "پہلے مجھے لگا تھا کے تمہیں کاونسلنگ کی ضرورت ہے۔ لیکن اب مجھے لگتا کے تم سے زیادہ اسے اشد ضرورت ہے۔" انس کی بات کو اس نے ہاتھ جھلا کر فضا میں اڑایا تھا۔ "مجھے تو اس بات پر غصہ آ رہا کے کے مجھ سے پہلے کس نے اس پر اپنا اشتعال نکالا ہے؟ اور اسے اس قابل بھی نہیں چھوڑا کے مجھے بھی اپنا غصہ اتارنے کا موقع مل جاتا۔" وہ خراب موڈ کے ساتھ کہے جا رہا تھا۔ "میں سچ کہہ رہا ہوں۔ مجھے یہی بتایا گیا تھا میں کچھ نہیں جانتا۔" اس کی گرفت میں وہ بامشکل بول رہا تھا۔ نوفل نے اسے ایک جھٹکے سے آزاد کیا تھا۔ "کنٹرول روم سے سی سی ٹی وی فوٹیج نکلواتا ہوں۔ پتا چل جائے گا کون اسے یہاں لے کر آیا تھا"

"فضول کی بات مت کرو۔ جس نے اسے مارا ہے اور اس کی یہ حالت کر دی ہے وہ کیوں کر اس پر ترس کھاتے ہوئے اسے یہاں شفٹ کرنے آئے گا؟" سالار نے بے زاری سے کہا۔

"سل سالار" اس سے پہلے کے نوفل جواب میں کوئی بات کہتا فاروق زیدی کی آواز نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔ وہ جو سینے پر بازو باندھے اکھڑا ہوا کھڑا تھا جلدی سے اس کی جانب آیا۔ "میری دعا ہے کے تم ایک بار صحت یاب ہو جاؤ تا کے میں تمہیں دوبارہ اپنے ہاتھوں سے تمہاری یہ حالت کر دوں۔ لیکن اس سے پہلے مجھے بتاؤ، مجھ سے پہلے کس نے اپنا بدلہ لیا ہے تم سے؟ کس نے کی ہے تمہاری یہ حالت" وہ اس پر جھکا تندہی سے پوچھ رہا تھا۔ فاروق زیدی کی آنکھیں نیم وا تھیں۔ اور خشک ہونٹ پھڑ پڑا رہے تھے۔ اس کا ذہن بھی کچھ غنودگی میں تھا۔ لیکن اسے یہ اچھی طرح سے یاد تھا کے سالار کے سامنے آتے ہی اس نے اس سے معافی ضرور مانگنی ہے۔ صرف یہی بات اس کے ذہن میں روشن تھی۔ "عب۔ عبیر غازی"

وہ اس سے معافی مانگنا چاہتا تھا۔اسے بتانا چاہتا تھا کے اس کے بھائی نے کس طرح سے اس سے بدلہ لیا ہے۔لیکن صرف دو لفظ لے کر ہی وہ رک گیا تھا۔سالار ایک جھٹکے سے سیدھے ہوتے ہوئے دور ہٹا۔بے یقین اور پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔زاہد اور انس بھی حیرانگی سے اس کے اڑے حواس دیکھ رہے تھے کے فاروق زیدی نے ایسا بھی کیا کہ دیا تھا کے جو اس کے اعصاب کو جھنجھوڑ گیا تھا۔"عبیر غازی۔۔مجھے معاف کر دو"اس دفعہ اس کے الفاظ کچھ واضح تھے۔جسے ان دونوں نے بھی با آسانی سنا تھا۔"مہر ماہ بھی یہی کہہ رہی تھی۔۔کے اس نے فارم ہاوس پر عبیر بھائی کو دیکھا تھا۔"وہ ٹرانس کی کیفیت میں بولتے ہوئے انس کو دیکھ رہا تھا۔جو خود حیران اور بھونچکا نظر آ رہا تھا۔

پورے تین مہینے بعد وہ یہ سن رہا تھا کے عبیر پاکستان واپس آ چکا ہے۔

ان تین مہینوں میں انس اور سالار نے جان توڑ کوشش کی تھی اس کا سراغ لگانے کی۔لیکن باوجود کوشش کے کوئی خبر نہیں ملی تھی۔اور آج اس طرح سے وہ خود ہی اپنے واپس آنے کی خبر انھیں دے گیا تھا۔

"سالار کا فون ہے۔۔"حتان نے اسے اطلاع دی جس کے چہرے پر کسی قسم کے کوئی تاثرات نہیں ابھرے تھے۔

اس نے کال ریسیو کر کے فون کان سے لگایا۔دوسری طرف سے اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"السلام و علیکم حتان بھائی۔۔آپ اس وقت لاہور میں ہی ہیں نہ؟میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔"

اس نے بے قراری سے پوچھا۔ویسے اس کا گھر لاہور میں ہی تھا۔لیکن اکثر وہ کبھی بیرون ملک ہوتا تھا تو کبھی دوسرے شہر۔۔

کیا تم لاہور آو گے؟"اس نے دریافت کیا۔

"میرا آپ سے ملنا بہت ضروری ہے۔اگر آپ گھر ہی ہیں تو میں ٹکٹ کروا لیتا ہوں اپنی۔۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ابھی تو میں مانچسٹر میں ہوں کل واپسی ہو گی میری۔۔تم کل رات مجھ سے مل سکتے ہو۔۔"

ایک ہاتھ ٹراوزر کی جیب میں ڈالے وہ نارمل سے لہجے میں بات کر رہا تھا۔

اسلام آباد میں ہی موجود ہوتے ہوئے کتنی ڈھٹائی سے جھوٹ بول رہا تھا۔

فون بند کر کے وہ دوبارہ ان کی جانب متوجہ ہوا۔

دو گھنٹے بعد لاہور کی فلائیٹ ہے۔ تم ساتھ چل رہے ہو؟" اس نے عبیر سے پوچھا۔ لیکن اس کے جواب دینے سے پہلے خود ہی بول پڑا۔

"دیکھو غازی مجھے نہیں معلوم کے اس وقت تمہارے دماغ میں کیا چل رہا ہے۔ کیا کچھ تم نے پلین کر کے رکھا ہوا ہے۔ لیکن ایک بات تم میری سن لو کے تم میرے ساتھ میرے گھر ہی رہو گے۔۔ نہ میں تمہیں یہاں اکیلے رہنے دوں گا۔ اور نہ ہی کہیں اور۔۔ میری جاب کا مسئلہ ہے ورنہ میں بھی اپنا بیگ اٹھا کر تمہارے ساتھ ساتھ پورے ملک کی خاک چھاننے نکل پڑتا۔ لیکن۔۔"

اس نے بات ادھوری چھوڑ کر شانے جھٹکے۔

"مجبوری ہے۔۔"

پھر دو لفظ ادا کر کے بات مکمل کی۔

"میں تمہارے ساتھ نہیں رہو گا میرے لیے کوئی اور جگہ ارینج کر دو۔۔"

وہ کچھ تکان زدہ سے انداز میں پیچھے کو سر ٹکائے دونوں ہاتھ باہم ملائے سینے پر رکھے ریلیکس ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔

"آلرائٹ۔۔" حتان نے سر ہلاتے ہوئے دوبارہ فون سامنے کیا پھر ایک نمبر ملا کر فون کان سے لگایا۔

"ہاں عبدل۔۔ حتان بات کر رہا ہوں۔ میرے برابر والا روم صاف صفائی کروا کر ریڈی کر دو۔۔ عبیر صاحب داؤد مینشن میں ہی رکیں گے۔"

وہ اپنے ملازمین کے ان چارج سے بات کر رہا تھا۔ جہاں عبیر نے پٹ سے آنکھیں کھول کر اسے گھورا وہیں سرمد بے اختیار ہنس پڑا تھا۔

"آپ نے کیسے سوچ لیا کے یہ آپ کی بات سنیں گے؟ انھیں جو بھی کہا جائے یہ اس کے الٹ ہی کرتے ہیں۔" سرمد اب بھی ہنس رہا تھا۔

"اب ہمیں ایک ہی جگہ جانا ہے تو ساتھ ہی چلتے ہیں پھر۔۔ تمہاری ٹکٹ بھی کروا رہا ہوں۔"

وہ آن لائن ٹکٹ بک کرتے ہوئے اسے آگاہ کر رہا تھا۔ عبیر نے اس دفعہ کچھ نہ کہنا ہی بہتر جانا۔

داؤد مینشن کی عالیشان سی عمارت فخر سے سر تانے کھڑی تھی۔ پوش علاقے میں واقع ہونے کی وجہ سے آس پاس کے بنگلو بھی کافی خوبصورت اور جدید طرز کے بنے ہوئے تھے۔ لیکن اس مینشن کی بات ہی الگ تھی۔ گرے اور وائٹ کمبینیشن میں رنگی یہ عمارت ماہر آرکیٹیکچر کی مہارت کا منہ بولتا ثبوت تھی۔ اوپری منزل کی وسیع بالکنی میں دونوں ہاتھوں کو گرل پر پھیلائے وہ آگے کی جانب جھکا کھڑا سامنے کی جانب نظریں مبذول کئے ہوئے تھا۔ اس عمارت کے سامنے کوئی اور بنگلو نہیں بنا ہوا تھا۔ اس لیے چوڑی سی سڑک کے بعد دور تک صرف سبزہ ہی نظر آتا تھا۔ آسمان کی سیاہی کو بادلوں نے اپنے رنگ سے ڈھک رکھا تھا۔ دوسری تاریخ کا باریک سا چاند بھی اداس اداس سے بادلوں کے پیچھے چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دو انگلیوں میں دبی سگریٹ کی راکھ کو ہلکا سا جھاڑ کر اس نے لبوں میں دبائی۔ پھر ایک گہرا کش لے کر دھواں فضا کے سپرد کیا تھا۔ اس کی سرد سی نگاہیں سپاٹ تھیں۔ چہرے پر بھی کسی قسم کا کوئی تاثر نہیں تھا۔ دفعتاً اپنے پیچھے نازک سی ہیلز کی ٹک ٹک سنائی دی تو اس نے بے ساختہ نظر چوڑی کلائی پر بندھی گھڑی پر ڈالی تھی۔ رات کے ڈھائی بج رہے تھے۔ فوراً ہی شفاف پیشانی پر چند بل نمایاں ہوئے۔ رخ پلٹتے ہوئے اس نے پشت ریلنگ سے ٹکا کر اسے دیکھا۔ گرے کلر کی ٹخنوں تک آتی سادی سی شیفون کی میکسی کے ساتھ اس نے سلور اونچی ہیلز پہن رکھی تھیں۔ لمبے اسٹریٹ بال پشت پر بکھرے تھے۔ میکسی کی میچنگ کا ایک ہیئر بینڈ بھی اس کے سر پر بندھا تھا۔ ہاتھ میں موتیوں والا کلچ پکڑے سینے پر بازو لپیٹے وہ تیز نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی ناراض سی آنکھوں کا رنگ بلکل حتان کی آنکھوں کے جیسا تھا۔

"تم نے کہا تھا کے تم میری برتھ ڈے پارٹی میں نہیں آسکتے کیوں کے تم مصروف ہو۔ یہ ہے تمہاری مصروفیت؟" خوبصورت سی آواز اس وقت خفگی میں ڈوبی تھی۔ طنزیہ لہجے میں اس کی سگریٹ کو دیکھ کر گویا ہوئی۔

"تمہیں مجھ سے تمیز کے دائرے میں رہ کر بات کرنی چاہئے کیوں کے دو منٹ بڑا ہوں تم سے!" پھر سے ایک کش لیتے ہوئے اس نے ڈپٹتے ہوئے کہا۔

"اور تمہیں مجھ سے پیار سے بات کرنی چاہئے کیوں کے دو منٹ چھوٹی ہوں تم سے "اس نے بھی نخوت سے کہا۔

"تمہارے قانون شہادت میں ایسا کوئی آرٹیکل نہیں ہے جو مجھے تمیز سے بات نا کرنے پر سزا کا موجب ٹھہرائے۔۔پراسیکیوٹر سنبل داؤد!"ابرو کو خفیف سی جنبش دے کر اس نے مسکراتی نگاہوں سے جتا کر کہا۔

"بے شک ایسا کوئی آرٹیکل نہیں ہے لیکن اخلاقیات نام کی بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے نا حتان داود؟"وہ ناراضگی سے بولی۔"سب سے پہلے میں نے ہی وش کیا تھا تمہیں"اس نے یاد دلانا چاہا۔

"لیکن تم پارٹی میں نہیں آئے"وہ بھی جتا گئی۔

"ایک تو خالص زنانہ پارٹی میں تم نے مہمان خصوصی کے طور پر انوائٹ کر کے مجھے شرمندہ کر دیا۔اوپر سے تم مجھ سے نا آنے کی وجہ دریافت کرنے آئی ہو؟"

"خالص زنانہ پارٹی؟"سنبل اس کے لفظ بڑبڑاتے ہوئے اسے گھور کر رہ گئی۔

"اسی لئے انوائٹ کیا تھا کے تمہاری بھی تو برتھ ڈے تھی"

"تم جانتی ہوں مجھے ان برتھ ڈیز وغیرہ کا کوئی شوق نہیں ہے!"

"اور مجھے تمہارا یہ شوق بہت پسند ہے کیوں کے تمہیں کوئی گفٹ نہیں دینا پڑتا۔میرے پیسے بچ جاتے ہیں۔"

وہ کچھ خوشگواری سے بولی تو وہ مسکرا دیا۔

"ونس اگین ہیپی برتھڈے۔۔تمہارا گفٹ کل تک مل جائے گا تمہیں"حتان نے نرمی سے اسے حصار میں لیتے ہوئے اس کے بالوں پر لب رکھتے ہوئے پھر سے اسے وش کیا تو اب کے سنبل کی پیشانی کے بل بھی غائب ہوئے تھے۔"اگر گفٹ میں ایل وی کا بیگ نہیں ہے تو اسے پھر اپنے پاس ہی رکھنا۔مجھے دینے کی قطعی ضرورت نہیں ہے"مسکراتے لبوں سے اس نے یاد دہانی کرنا ضروری سمجھا تھا۔

وہ پلکیں میچ کر رہ گیا تھا۔پراسیکیوٹر سنبل داؤد اور برینڈڈ چیزوں کے لئے اس کی دیوانگی کو پوری دنیا جانتی تھی۔

"ویسے پورچ میں ریڈ سوک کھڑی ہے کون آیا ہے؟" اس وقت کار پورچ اور بیرونی حصے کی غیر ضروری لائٹس آف تھیں۔ لیکن پھر بھی وہاں سے گزرتے ہوئے اس کی عقابی نگاہوں سے وہ چمکتی کار چھپی نہیں رہ سکی تھی۔

"میری ہے۔ دو سال سے میرے پاس ہے۔"

"معلوم ہے مجھے۔ تمہارے پاس بھی سیم یہی گاڑی ہے۔ لیکن جو نیچے کھڑی ہے وہ تمہاری نہیں ہے۔ کیوں کے نمبر پلیٹ چینج ہے۔ اب سچ بتاؤ کس مہان ہستی کی آمد ہوئی ہے داؤد مینشن میں؟" انگلی پر بالوں کی لٹ لپیٹتے ہوئے دوسرا بازو پیٹ پر باندھے وہ ابرو اچکا کر بولی۔

حتان نے بس ایک نظر اپنی چالاک بہن پر ڈالی تھی۔ ائیر پورٹ سے ہی حتان مینشن آ گیا تھا وہیں عبیر اور سرمد کہیں اور گئے تھے۔ عبیر کو کوئی کام تھا۔ لیکن اس نے حتان کو اس کام کی نوعیت کے بارے میں آگاہ نہیں کیا تھا۔ پھر واپسی پر وہ جس گاڑی میں آیا تھا وہ سرمد کی گاڑی تھی۔

"ایلفا" اس کے لبوں سے ادا ہوا وہ ایک لفظ سنبل کی مسکراہٹ سمیٹ گیا تھا۔ آنکھیں پھیلا کر اس کے چہرے کو جانچا جہاں مذاق کی کوئی رمق نہیں تھی۔

"اسے تنگ مت کرنا سنبل بہت مشکل سے اسے سلیپنگ پل دے کر سونے پر مجبور کیا ہے"

اس کے فوراً سے پلٹنے پر حتان نے فوراً سے اسے ٹوکا۔

"تم نے مجھے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا کے وہ پاکستان آ چکا ہے۔ اور متزادیہ کے وہ تمہارے گھر میں موجود ہے۔ یو نو واٹ۔۔۔" گلا تر کرتے ہوئے وہ سانس لینے کو رکی۔ "سب ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ تم دونوں ایک جیسے ہو۔ بے وفا!"

دبا دبا سا غصہ اس کے چہرے پر چھلک رہا تھا۔ ہیئر بینڈ کی قید سے نکلتی لٹیں اس کے گالوں پر جھول رہی تھیں۔ اجلی رنگت تمتما رہی تھی۔

"میں کہہ رہا ہوں نا صبح مل لینا اس سے۔ ابھی نیند مت خراب کرو اس کی۔" سنبل کو مزید دو قدم چل کر ہی اس کی آواز پر رکنا پڑا تھا۔

"ابھی ملنے دو گے تو بخش دوں گی اسے۔ ورنہ صبح اپنے طریقے سے ملوں گی تو بیچ میں مت آنا"

دہکتی آنکھوں کے ساتھ اسے وارن کیا تو اس نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔ جیسے اجازت دے رہا ہو کے بے شک اس کے بیدار ہونے کے بعد جو چاہے سلوک کرے اس کے ساتھ۔ لیکن فلحال اسے نیند پوری کرنے دے۔

ساتھ ہی فون گنگنایا تو اس نے جیب سے فون نکال کر اسکرین پر جلتے نمبر کو دیکھا۔ پھر انگوٹھے سے سلائیڈ کر کے کان سے لگا لیا۔

"لوکیشن پر پہنچ گئے ہو؟" اس نے دوسری جانب موجود شخص سے استفسار کیا۔

"آپ کی ہدایت کے عین مطابق کرنل صاحب کو آپ کے وولف کلب میں منتقل کر دیا ہے۔ آپ اجازت دیں تو میں ان سے حساب کتاب کر لوں؟" اس نے کافی لجاجت سے پوچھا تھا۔

"ہاتھ بھی مت لگانا اسے۔ اس کا قتل صرف مجھ پر واجب ہے"

جلی ہوئی سگریٹ کو نیچے پھینک کر اس نے جوتوں تلے مسلا پھر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"چلو تمہیں گھر چھوڑ دوں۔ آئزل اکیلی ہو گی۔"

"عجلت میں اسے کہتے ہوئے وہ بالکنی سے نکل کر روم میں آتے ہوئے وارڈروب کے پاس آیا۔ اندر سے بلیک کلر کی جیکٹ نکال کر پہنتے ہوئے قد آور آئینے کے سامنے رکے بالوں میں برش کرنے لگا۔

"تم کسی کا قتل کرنے جا رہے ہو؟" اس کے پیچھے آتے ہوئے اس نے مشکوک انداز میں پوچھا۔

"دیکھو میں پہلے ہی بتا رہی ہوں میں کسی مجرم کا کیس نہیں لڑتی ہوں۔ اس لئے پہلے ہی اپنا انتظام کر کے جاو۔"

آج سے پہلے میں نے کتنے قتل کئے ہیں؟ یا پھر پہلے کبھی کسی معاملے میں تمہاری مدد مانگی ہے جو تم یہ سمجھ رہی ہو کے خود کو مشکل سے نکالنے کے لئے میں تمہاری طرف دیکھوں گا؟" سائیڈ ٹیبل سے گاڑی کی چابی اٹھانے کے بعد سلگتے لہجے میں بولتا ہوا وہ سلائیڈنگ ڈور دکھیلتا ہوا اس شاندار سے کمرے کے اس حصے میں آیا جہاں قیمتی اسلحے کی ایک وسیع رینج دیوار گیر ریکس پر سجی ہوئی تھیں۔

اس نے ایک پسٹل کا انتخاب کیا تھا۔ گاڑیوں اور اسلحے کا اسے جنون کی حد تک شوق تھا۔

"پہلے میری بات کا جواب دو کیا سچ میں قتل کرنے جا رہے ہو؟" اس کے پوچھنے پر وہ بولتا ہوا باہر نکلا۔

"ہاں جا رہا ہوں۔ اور مقتول کی لاش تمہارے گھر میں پھینک دوں گا پھر پولیس کو صفائیاں دیتی پھرنا"

"تم کتنے بد تمیز ہو۔ اپنی ہی بہن کے ساتھ ایسے کرو گے؟ اسے جیل بھیجو گے؟" سنبل کی آنکھوں میں از حد خفگی در آئی تھی۔

"فکر کیوں کرتی ہو پیاری بہنا؟ تمہارے جتنا بد تمیز نہیں ہوں۔ میں آوں گا نا تمہارا کیس لڑنے"

نرمی سے کہتے ہوئے مضبوط بازو اس کی گردن میں حائل کر کے اسے ساتھ لئے وہ روم سے باہر نکل آیا۔ "رکو تو سہی مجھے اسے دیکھ تو لینے دو۔" تیز ناخن اس کے بازو پر چھبوتے ہوئے وہ اپنی گردن آزاد کروانے کی کوشش کر رہی تھی۔ جو حتان نے جان کر کے اپنے بازو کے حصار میں لے رکھی تھی۔ کیوں کے سنبل پر اسے کوئی بھروسہ نہیں تھا۔ وہ عبیر کو صرف دیکھنے کی حد تک رکنے والی نہیں تھی۔ وہ اس کے کمرے کا دروازہ ایک بار کھول دیتی تو اس کی نیند خراب کر کے ہی وہاں سے نکلتی۔ رات کے ڈھائی بج رہے تھے۔ عبیر کی طرف سے وہ مطمئن تھا کے اس نے خود اسے سکون آور ادویات دی تھیں جن کی وجہ سے وہ صبح سے پہلے جاگنے والا نہیں تھا۔ تیز تیز سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ نیچے پہنچا۔ ملازم کو چند ہدایتیں دیتے ہوئے عمارت کے خارجی دروازے سے سنبل کو ساتھ لئے وہ باہر نکلا تو دور تک ڈرائیوے بنا تھا۔ جس کے دائیں بائیں کشادہ سے لان تھے اور آخر میں بڑا سا آہنی دروازہ تھا۔ "چلو اپنے گھر جاو۔" اسے اس کی کار کی جانب دکھیلتے ہوئے اس نے کہا تو وہ اسے تیز نظروں سے گھورنے لگی۔ "تم اس طرح سے مجھے یہاں سے بے دخل نہیں کر سکتے۔ اس گھر کی آدھی آنر شپ میرے پاس ہے۔"

"یہ گھر بھی میرا ہے۔ اور ساری پراپرٹی پر بھی صرف میرا حق ہے۔ بابا تمہارے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑ کر گئے سوائے اس گھر کے جہاں تم اس وقت آئزل کے ساتھ رہائش پذیر ہو۔۔ نکل جاو یہاں سے اور خبردار جو میری جاسوسی کروانے کسی کو بھیجا تم نے۔"

انگلی اٹھا کر ساتھ ہی اسے دھمکا بھی دیا تھا۔

"جعلسازی اور دھوکے بازی کا کیس کروں گی تم پر۔ اور مجھے دھکے دے کر جو گھر سے نکال رہے ہو نا اس کا الگ سے حساب لوں گی تم سے۔"

"دھکے نہیں دئے میں نے!"

"وکٹم کا جھوٹ سچ سے زیادہ پاور فل ہوتا ہے۔ہاتھ بھی اٹھایا تھا مجھ پر" اپنی گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولتے ہوئے وہ اسے اپنے ارادوں سے آگاہ کر رہی تھی۔

"جھوٹی پراسیکیوٹر" حتان کے بڑبڑانے پر اسے گھورتے ہوئے وہ گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔

اور چند ہی سیکنڈز بعد اسٹارٹ کر کے داؤد مینشن سے نکال لے گئی تھی۔

اس کے جانے کے بعد گاڑی ان لاک کرتے ہوئے وہ اپنی سیاہ رنگ کی چمکتی ہوئی اوڈی کا دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور کچھ ہی دیر میں وہ گاڑی فل اسپیڈ سے خالی سڑک کو چیرتی ہوئی جا رہی تھی۔

اس کی آنکھوں کا رنگ سنہرے اور سبز رنگ کا ملا جلا سا رنگ تھا۔جو اس کے فرینچ نقوش والے وجہہ چہرے اور صاف رنگت پر الگ ہی دمکتا تھا۔لیکن اس رنگ میں ایک عجیب سا سرد پن اور غرور سا تھا۔جو مقابل کو اس کی اوقات میں رہنے پر مجبور کرتا تھا۔ اسٹئیرنگ پر اس کے مضبوط ہاتھ سختی سے جمے ہوئے تھے۔

"میری وجہ سے تم اپنے لیے مشکلات کھڑی مت کرنا حتان۔میں ان لوگوں سے اپنا حساب خود لے لوں گا۔"

ذہن کے پردے پر کہیں دور اسے عبیر کی بات گردش کرتی سنائی دی تھی۔جس نے کل ہی اسے اس کے کاموں سے باز رہنے کی تنبیہہ کی تھی۔لیکن وہ باز رہنے والا نہیں تھا۔وہ ہر اس شخص کو کیفر کردار تک پہنچانے والا تھا جس نے عبیر کے ساتھ دھوکا کیا تھا۔ اور وہ رات وہ کیسے بھول سکتا تھا جب وہ ایک کیس کے سلسلے میں انگلینڈ میں موجود تھا۔اسے وہاں پہنچے صرف دو دن ہوئے تھے جب اسے آدم کی کال ریسیو ہوئی تھی۔وہ رات پوری حسیات کے ساتھ اس کے ذہن میں تازہ ہو رہی تھی۔

تین مہینے بیس دن پہلے۔۔

آکسفورڈ روڈ کی بھیگی بھیگی سی پتھریلی سڑک پر چلتے ہوئے اس نے ایک ہاتھ لونگ کوٹ کی جیب میں ڈال رکھا تھا جبکہ دوسرے ہاتھ میں گرم کافی کا بھاپ اڑاتا ڈسپوزایبل کپ پکڑ رکھا تھا۔تیز برستی بارش میں بھیگتا انگلینڈ اس کا پسندیدہ تھا۔اور اس موسم میں اس کی سڑکوں پر چہل قدمی کرنا اس کے پسندیدہ مشغلوں میں سے ایک مشغلہ تھا۔

سڑک کے دونوں اطراف میں بنی قدیم وبلند عمارتیں اس وقت روشنیوں سے منور تھیں۔ جن کے نیچے قطار در قطار مختلف شاپس تھیں کچھ کیفے تھے اور کچھ کتابوں کی دکانیں۔ کچھ دیر پہلے تک وہ ایک کافی شاپ میں بیٹھا تھا۔ جس کی گلاس وال کے پاس پڑی میز کے گرد چیئر پر بیٹھے وہ کافی دیر تک بارش کی تیز بوچھاڑوں کو دیکھتے ہوئے کافی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ جیسے ہی بارش میں کمی واقع ہوئی وہ شاپ سے باہر نکل کر پیدل ہی چل پڑا تھا۔ پورا آسمان سیاہ بادلوں میں چھپا ہوا تھا۔ وقفے وقفے سے بجلی کے کڑکنے کی آوازیں ماحول کو مزید گرما رہی تھیں۔ یخ بستہ ہواوں میں بھی اضافہ ہو چکا تھا۔ دفعتاً اس کے قدم ایک چھوٹی سی بک شاپ کے پاس رکے تھے۔ شیشے کا دروازہ دھکیل کر وہ اندر داخل ہو گیا تھا۔ انگلینڈ سے واپسی پر وہ اپنے ساتھ کچھ لے کر جاتا یا نہیں لیکن اس کے ہمراہ چند کتابیں ضرور ہوتی تھیں جو وہ عبیر کے لیے خریدا کرتا تھا۔ خود اسے کتب بینی کا اتنا شوق نہیں تھا۔ کبھی کبھار وہ عبیر کے ہی کہنے پر کوئی کتاب پڑھ لیا کرتا تھا۔ لیکن ایسا بہت کم ہوتا تھا کے وہ شروع کی ہوئی کتاب کو مکمل کر پاتا۔ چند صفحات پڑھ کر ہی وہ بور ہو جایا کرتا تھا۔ کتابوں کے برعکس اسے موویز اور سیریز دیکھنا زیادہ پسند تھا۔

ویسے تو وہ دونوں کالج کے زمانے سے ساتھ تھے۔ ان کی عادتیں ایک دوسرے سے بہت ملتی جلتی تھیں۔ ان کے شوق بھی ایک جیسے تھے۔ سوچتے بھی ایک جیسا تھے۔ بولتے بھی ایک جیسا تھے۔ قد کاٹھ اور جسامت میں بھی بلکل ایک جیسے تھے۔ عبیر کی ہائیٹ چھ فٹ دو انچ تھی تو حتان کی بھی اتنی ہی تھی۔ اگر ان دونوں کو ایک دوسرا کا سایہ کہا جائے تو کچھ غلط نا ہو گا۔ عبیر کی خوشی میں حتان سب سے آگے ہوتا تھا۔ اور حتان کے غم میں عبیر وہ پہلا شخص ہوتا تھا جس کا کندھا اسے میسر ہوتا تھا۔ کالج کے دو سال انھوں نے اور سنبل نے ساتھ گزارے تھے۔ تینوں ہم عمر تھے۔ عبیر ان دونوں سے دو ماہ بڑا تھا۔ عبیر کی دوستی جتنی حتان کے ساتھ تھی اتنی ہی سنبل کے ساتھ بھی تھی۔ لیکن حتان سے اس کی الگ ہی وائب میچ ہوتی تھی۔ اس کے بعد ان کی ڈگری چینج ہو گئی تھی۔ وہ ایک دوسرے کے اس قدر عادی ہو چکے تھے کے کسی تیسرے کو گروپ میں شامل کرنا انھوں نے ضروری ہی نہیں سمجھا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے پر اتنا اعتماد کرتے تھے کے ان کے سینوں میں ایک دوسرے کے کئی گہرے راز دفن تھے۔ جنھیں ان کے علاوہ کوئی تیسرا نہیں جانتا تھا۔

بعد میں پڑھائی جاب اور بزنس میں مصروف ہونے کے باوجود بھی انھوں نے ایک دوسرے سے رابطہ نہیں توڑا تھا۔ عبیر اور حتان کے ساتھ سنبل کو بھی وکیل بننے کا جنون تھا۔ عبیر کو فیملی بزنس کی وجہ سے ڈگری بدلنی پڑی تھی لیکن ان دونوں نے لاء کالج میں ایڈمشن لے لیا تھا۔

کچھ عرصہ پہلے جب وہ لندن آیا تھا تو تب بہت مشکل سے وہ عبیر کو راضی کر کے اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ان دنوں وہ جس قدر کھویا کھویا سا اور اداس سا رہتا تھا اس نے حتان کو بھی پریشان کر ڈالا تھا۔ لیکن اس کے لاکھ پوچھنے پر بھی وہ "سب ٹھیک ہے۔" کا راگ الاپتا رہا۔تب اس نے زبردستی اس کی فلائٹ کروائی تھی تاکے اس کا موڈ فریش کر سکے۔اس تین دن کے مختصر سے ٹرپ میں انھوں نے کھل کر زندگی کو انجوئے کیا تھا۔اور واپسی کی فلائٹ سے چند گھنٹے پہلے اسی اسٹریٹ پر چہل قدمی کرتے ہوئے عبیر نے بنا اس کے دریافت کیے اسے اپنے حال دل کا بتایا تھا۔کے اسے محبت ہو چکی ہے۔تب حتان حیرانگی سے اس کی شکل دیکھتا رہ گیا تھا۔ لیکن اس سے بھی زیادہ حیران کن بات تب لگی جب اس نے اپنی کزن کا نام لیا تھا۔ورنہ حتان کو لگ رہا تھا کے یونیورسٹی کی کوئی لڑکی ہو گی۔"یار ایج ڈفرنس کچھ زیادہ نہیں ہے؟" دو انگلیوں سے پیشانی کھجاتے ہوئے حتان نے شوخی سے پوچھا تو وہ جھینپ گیا۔"چلو خیر ہے۔مجھے اس بات کی خوشی ہے کے وہ لڑکی تمہارے خاندان کی ہی ہے۔ورنہ غازیوں میں کہاں رواج ہے باہر شادی کرنے کا" حتان نے ہلکے پھلکے سے انداز میں اسے نارمل کرنا چاہا۔

"ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔کئی بار اپنوں کو بھی خالی ہاتھ لوٹا دیا جاتا ہے۔" کافی کے کپ سے آخری گھونٹ بھر کر اس نے خالی کپ ڈسٹ بن کی جانب اچھال دیا تھا۔حتان نے قدم روک کر گردن موڑ کے اسے دیکھا۔جس کے چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ تھی۔"شی از انگیجڈ ود سالار۔"

خفیف سے شانے اچکاتے ہوئے وہ الفاظ جو اس نے ادا کیے تھے وہ حتان کو ساکت کر گئے تھے۔"کیا وہ دونوں ایک دوسرے میں انٹرسٹڈ ہیں؟" حتان کے استفسار پر اس نے بے ساختہ نفی میں سر ہلایا۔

"ہر وقت ایک دوسرے سے نالاں رہتے ہیں انھیں کیا انٹرس ہو گا۔سالار کی نیچر کا تمہیں معلوم ہے۔ذرا ذرا سی بات پر شدید ری ایکٹ کرتا ہے۔غصے پر اس کا کوئی کنٹرول نہیں ہے۔اسی لئے ریشام کو اس کی نیچر پسند نہیں۔وہ کتابیں پڑھنے والی ان میں کھوئی رہنے والی نازک سے مزاج کی لڑکی ہے۔ذرا سے سخت لہجے میں بات کرو تو فوراً سے رونا شروع کر دیتی ہے۔۔وہ سالار جیسے انسان کو ڈیزرو نہیں کرتی"

"بلکل! وہ تمہارے جیسے ہی انسان کو ڈیزرو کرتی ہے۔"

"اگر تم کہتے کے وہ تمہیں ہی ڈیزرو کرتی ہے تو تب مجھے زیادہ خوشی ہوتی۔" حتان کے ہاتھ میں پکڑے کافی کے آدھے بھرے کپ کو چھیننے کے انداز میں لیتے ہوئے اس نے کچھ اکھڑے لہجے میں کہا تو وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔

"ویسے میں نے سنا ہے کے جب انسان عشق کی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے تو کیفین کا استعمال بڑھا دیتا ہے" حتان کے ہاتھ جو دلچسپ مشغلہ لگا تھا وہ اسے چھوڑنے والا نہیں تھا۔ عبیر پہلے ہی دو کپ کافی پی چکا تھا۔ اور اب حتان کی بھی چھین کر اس سے گھونٹ بھرتے ہوئے اطراف میں نظریں دوڑا رہا تھا تاکے اس کی بے تکی باتوں کو اگنور کر سکے۔ جب ہی کچھ قدم دور بنی اس بک شاپ میں داخل ہوا تھا۔ جہاں کتابوں کا ایک جہاں آباد تھا۔ حتان بھی اس کے پیچھے ہی بک شاپ میں داخل ہوا جہاں عبیر ریکس کے پاس کھڑا مختلف کتابیں دیکھ رہا تھا۔

"چھوٹی سی بھابھی کے لیے بھی کچھ خرید لو۔ آخر کو کتب بینی کی شوقین ہیں۔" کافی دیر کی تلاش و بسیار کے بعد پانچ چھ کتابیں لئے وہ کاونٹر پر آیا تو حتان شرارت سے بولا تو عبیر نے اسے مصنوئی سا گھورا تھا۔

"یہ سب اسی کے لیے ہیں۔ انفیکٹ میری اسٹڈی کی ساری کتابیں اسی کی ہیں۔ ان کتابوں سے مجھے اس لئے بھی محبت ہے کے یہ واحد چیز ہیں جو ہم دونوں کی مشترکہ ملکیت میں ہیں۔ اب میں جب بھی کوئی نئی کتاب خریدتا ہوں تو پہلے اسے پڑھنے کو دیتا ہوں۔ اور بعد میں خود پڑھتا ہوں۔ ایک تو وجہ یہ ہے کے اس کتاب پر اس کے ہاتھوں کا لمس ہوتا ہے۔ صفحوں سے زیادہ کتاب میں اس کی خوشبوں بسی ہوئی ہوتی ہے۔ اور دوسری وجہ یہ کے وہ جان کر مجھے اس کتاب کے اسپائلر دے کر ٹیز کرتی ہے۔ اور وہ جب جب مجھے توجہ دیتی ہے۔ مجھے تب تب اس سے محبت ہونے لگتی ہے۔"

بل کروانے کے لیے وہ اپنی باری کا انتظار کرتے ہوئے سینے پر بازو لپیٹے دھیمی آواز میں حتان کے گوش گزار کر رہا تھا۔ پیمنٹ کے لئے جب وہ کوٹ کی جیب سے والٹ نکالنے لگا تو اس سے پہلے ہی حتان نے چند نوٹ کاونٹر پر موجود شخص کے پاس رکھ دیے تھے۔ اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کتابوں کا شاپر اٹھا لیا تھا۔

"میری دعا ہے کے تمہیں تمہاری محبت مل جائے۔" ایک ہاتھ کوٹ کی جیب میں ڈالے دوسرے ہاتھ میں پکڑا شاپر عبیر کی جانب بڑھائے اس نے سچے دل سے مسکراتے ہوئے اسے دعا دی تھی۔ "آمین" عبیر نے بھی سر کو خفیف سی جنبش دیتے ہوئے وہ شاپر اس سے لے لیا تھا۔

اور آج جب اس بھیگی رات میں وہ تنہا اس شاپ میں داخل ہوا تھا تو جانے کیوں دل میں ایک ہوک سی اٹھی تھی۔ انٹرنس کے پاس ہی تو کاونٹر بنا تھا۔ جس کے پیچھے موجود آج بھی وہی شخص تھا جو چند سال پہلے تھا۔ شاپ کا انٹیریئر بھی وہی تھا۔ وہاں کچھ بھی نہیں

بدلا تھا۔ حتان جب بھی اس شاپ میں آتا تھا اسے وہ دن شدت سے یاد آیا کرتا تھا جب وہ عبیر کے ہمراہ پہلی بار وہاں آیا تھا۔ ان چند سالوں میں کتنا کچھ بدل گیا تھا۔ لیکن کچھ نہیں بدلا تھا تو اس شاپ کا اندرنی ماحول تھا۔

حتان لب دانتوں تلے دبے کاونٹر کو دیکھے جا رہا تھا۔ جس کے پیچھے موجود شخص کتابوں پر اسٹیمپ لگا رہا تھا۔ شاپ میں اس وقت صرف ایک دو لوگ ہی تھے۔ ورنہ عموماً وہاں کافی رش ہوا کرتا تھا۔ کیوں کے وہاں کئی کئی سال پرانی ہر طرح کی کتابیں باآسانی مل جایا کرتی تھیں۔ "میری دعا ہے کے تمہیں تمہاری محبت مل جائے۔" حتان کو اپنے ہی الفاظ کانوں میں گونجتے سنائی دئے تھے۔ دل بجھ سا گیا تھا۔ کیوں کے اس کی دعا قبول نہیں ہوئی تھی۔ ریشام غازی کا نکاح انس غازی سے ہو چکا تھا۔ حتان کو وہ وقت بھی پوری جزئیات سمیت یاد تھا جب عبیر نے فون کر کے اسے کہا تھا کے "تم نے جو دعا مجھے دی تھی وہ قبول نہیں ہوئی حتان!" اور اسے سوچنا بھی نہیں پڑا تھا کے وہ کس بارے میں بات کر رہا تھا۔ وہ لمحے کو گنگ رہ گیا تھا جب عبیر نے ریشام کے نکاح کے بارے میں اسے بتایا تھا۔ اس نے بہت کوشش کی تھی عبیر کو منانے کی کے وہ اس کا جبری نکاح ختم کروا کر سکتا ہے۔ اسے وہ کام کرنے دے۔

لیکن وہ سختی سے اسے منع کر گیا تھا۔ عبیر جان گیا تھا کے اس نکاح میں ریشام کی خوشی ہے۔ وہ اس سے وہ خوشی نہیں چھیننا چاہتا تھا۔ لیکن اس نے حتان کو اصل وجہ سے لاعلم ہی رکھا تھا۔ جو کافی دنوں تک اس کا سر کھاتا رہا تھا کے اسے ایک بار اجازت دے دے تو وہ انس غازی پر کئی طرح کے کیس بنا کے اسے لمبے عرصے کے لئے جیل میں ڈالے رکھے گا۔ گہری سانس لے کر اس نے ریکس کی جانب قدم بڑھائے۔ ترتیب سے سجی کتابوں کو دیکھتے ہوئے اس نے درمیان سے ایک نکال لی تھی جب ہی اس کا فون تھرتھرایا۔

"بولو آدم۔" فون کو کان اور کندھے کے بیچ دبائے وہ کتاب کے صفحات پلٹ رہا تھا جب اس کی پریشان کن سی آواز پر بے ساختہ کتاب اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گری تھی۔

"آپ پاکستان کب تک آئیں گے؟ یہاں سچویشن کنٹرول سے باہر ہو رہی ہے۔ عبیر سر کے اریسٹ وارنٹ نکل چکے ہیں۔ وہ میری کوئی بات نہیں سن رہے مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے میں کیا کروں۔"

صرف دو دن ہوئے تھے اسے یو کے آئے۔ اور ان دو دنوں میں اس کے پیچھے کتنا کچھ ہو چکا تھا۔"

"میں بات کرتا ہوں اس سے۔"

"ان کا فون بند ہے۔ آپ ان سے رابطہ نہیں کر سکیں گے۔"

"تم کچھ بھی کر کے اسے پاکستان سے باہر جانے سے روکو آدم۔۔ اسے کہو گرفتاری دے دے۔۔ میں بچا لوں گا اسے۔"

وہ بھاگتا ہوا ایک اسٹور سے نکلا تھا۔ بارش میں تیزی آ چکی تھی۔ بنا چھتری کے وہ برستی بارش میں سڑک پر دوڑتا جا رہا تھا۔ "خراب موسم کی وجہ سے ساری فلائٹس کینسل ہو چکی ہیں۔ اگلے دو دن تک میں پاکستان نہیں آ سکتا۔ میں کچھ لوگوں کے نمبر تمہیں سینڈ کر رہا ہوں۔ وہ تمہاری ہر طرح کی مدد کرنے پہنچ جائیں گے۔ میرے آنے تک وہ عبیر کے سائے کی طرح اس کے ساتھ رہیں گے۔"

"حتان سر۔۔" آدم کی زخمی سی آواز پر اس کے قدم بے ساختہ تھمے تھے۔ بارش تڑتڑ اس پر برس رہی تھی۔

"وہ نہیں رکیں گے۔ اور میں انھیں اریسٹ نہیں ہونے دوں گا۔"

اس کا لہجہ بھی زخم زخم سا تھا۔ "بہتر ہے آپ انھیں تائیوان جانے دیں۔"

حتان نے بے ساختہ فون کان سے ہٹا کر اسکرین کو دیکھا جہاں ایک اور نمبر سے کال آ رہی تھی۔ برستی بوندیں اسکرین کو دھندلا رہی تھی۔ اس نے غیر ارادی طور پر اس کال کو ریس کر کے کان سے لگایا تھا۔

"تم سے صرف ایک فیور چاہئے۔ کسی بھی مسئلے میں پھنسے بغیر مجھے یہاں سے نکلنا ہے۔"

عبیر کی آواز پر اس کا دل رکا تھا۔ "مت جاؤ عبیر۔ میرا انتظار کرو میں بچا لوں گا تمہیں" حتان کو اپنا لہجہ بھیگا سا محسوس ہوا۔

"کیا تم میری مدد کرو گے؟" اس کی بات کو نظر انداز کر کے اس نے دوبارہ استفسار کیا تو حتان نے پلکوں کو میچ کر کھولا پھر کوٹ کے کف سے بھیگے چہرے کو صاف کیا۔ اگر وہ مزید اصرار کرتا تو اس سے کوئی بعید نہیں تھی کے وہ کال کاٹ کر اس کا نمبر بھی بلاک کر دیتا۔

"ٹھیک ہے تم پہنچو ائیر پورٹ۔ میں دیکھتا ہوں کون تمہارے پیچھے آتا ہے۔"

دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہوا تو اس نے سنبل کا نمبر ڈائل کر کے کان سے لگایا تھا۔

"اتنی رات کو فون کر کے کسی کی نیند خراب کرنا اخلاقیات کے خلاف ہے دو منٹ بڑے بھائی۔" سنبل کی نیند میں ڈوبی بوجھل سی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"ویک اپ سنبل! کچھ دیر میں میرے فون کی بیٹری ڈیڈ ہونے والی ہے۔اسلیے دھیان سے میری بات سنو۔" حتان کی سنجیدہ اور عجلت بھری آواز پر اس کی نیند بھک سے اڑی تھی۔ بلینکٹ ہٹا کر وہ بے ساختہ اٹھ بیٹھی۔ "خیریت تو ہے؟ پولیس نے اریسٹ تو نہیں کر لیا تمہیں یو کے میں؟"

"شٹ اپ سنبل۔۔ توجہ سے میری بات سنو۔"

اسے ڈپٹتے ہوئے وہ تفصیل سے اسے لائحہ عمل بتانے لگا۔

"غازی ابھی اور اسی وقت تائیوان جا رہا ہے۔اسلام آباد سے پہلے وہ لاہور ائیر پورٹ آئے گا۔اس کے پیچھے کافی فورس اس کے تعاقب میں ہے۔۔ تم جانتی ہو تمہیں کیا کرنا ہے۔" اس کی نیند بھک سے اڑی تھی۔

"میں پہنچ کر تمہیں کال کرتی ہوں۔جب تک کسی طرح اپنا فون چارج کرو۔"

کچھ ہی دیر میں کپڑے چینج کر کے وہ روم سے نکلی اور بائیں ہاتھ بنے کمرے کا دروازہ ناک کر کے بالٹ گھما کر کھول دیا۔

"جاگ رہی ہو آئزل؟" اسے رائٹنگ ٹیبل کے گرد بیٹھے دیکھ اسے حیرت ہوئی تھی۔ "کل ایز آ سرجن میری پہلی سرجری ہے تو اسی کی وجہ سے تھوڑی اینزائٹی ہو رہی ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"آپ کہیں جا رہی ہیں؟" ساتھ ہی اس کی تیاری دیکھتے ہوئے اس نے حیرانگی سے پوچھا جو بلیک پینٹ پر بلیک ہی سوئٹ شرٹ پہنے لونگ کوٹ بازو پر ڈالے کھڑی تھی۔ لمبے بال میسی جوڑے میں بندھے تھے۔ "ہاں ایک ایمرجنسی ہو گئی ہے۔وقت لگ جائے گا مجھے واپس آنے میں۔ دروازہ لاک کر کے سونا۔ باہر گارڈز موجود ہیں پھر بھی کچھ ایمرجنسی ہو جائے تو فوراً مجھے کال کرنا اور اگر میرا نمبر نا لگے تو حتان کے گھر کال کرنا۔" فون کی ٹچ اسکرین پر اس کا انگوٹھا تیزی سے چلتا کسی کو پیغام بھیج رہا تھا۔ فون کی روشنی اس کے چہرے کو چمکا رہی تھی۔ وہ ہمیشہ کی طرح گھر سے نکلتے وقت اسے معمول کی یقین دہانی اور تاکید کر رہی تھی۔ "ٹھیک ہے میں خیال رکھوں گی۔" آئزل نے مسکرا کر کہا تو وہ بھی فون آف کرتی اسے جلدی سونے کی تاکید کرتی وہاں سے نکل کر نیچے کار پورچ میں پہنچی۔ اگلے کچھ منٹوں میں اس کی مرسڈیز ہواؤں سے باتیں کرتی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔

فراز چیمہ کی ایجنسی کی پارکنگ میں گاڑی لا کر روکی تو وہاں پہلے سے افراتفری مچی ہوئی تھی۔ کافی ساری سیکیورٹی گارڈز کی گاڑیاں وہاں سے ایک کے بعد کھلے دروازے سے نکلتی جا رہی تھیں۔ جن کا رخ لاہور ائیر پورٹ کی جانب تھا۔

سنبل نے تشکر کا سانس لیا تھا کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی وہ فون کر کے ساری ہدایت دے چکی تھی جس کی وجہ سے زیادہ وقت ضائع نہیں ہوا تھا۔ جاگرز میں مقید پیر تیزی سے ایجنسی کی اندرنی عمارت میں داخل ہوئے وہ ساتھ ہی ساتھ بار بار عبیر کا نمبر ڈائل کرتی جا رہی تھی جو مستقل بند جا رہا تھا۔

"مجال ہے یہ بندہ کبھی میرا فون اٹھالے" طیش میں بڑبڑاتے ہوئے دوسری منزل پر موجود بھاری دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوئی جہاں جابجا بڑی بڑی اسکرینیں نصب تھیں جن کے سامنے بیٹھے ماہر سوفٹ ویئر انجینیرز کھٹا کھٹ کی بورڈ پر انگلیاں چلا رہے تھے۔

"اس وقت کہاں ہے وہ؟" اس نے چھوٹتے ہی فراز چیمہ سے دریافت کیا جو خود بھی کچھ مضطرب سا لگ رہا تھا۔ انتہائی شورٹ نوٹس پر جو مشن اسے سونپا گیا تھا اس نے اسے حواس باختہ کر دیا تھا۔ ایسا نہیں تھا کے اس کی ایجنسی کو ایسی سچویشن پہلی دفعہ فیس کرنی پڑ رہی تھی۔ اسے خوف تھا تو بس ان دونوں بہن بھائی کا۔

عبیر غازی کو سہی سلامت پاکستان سے نکالنا اس کی زندگی اور موت کا معاملہ بن چکا تھا۔

"ائیر پورٹ سے بیس منٹ کی دوری پر اس کی گاڑی موجود ہے۔ اور اس سے اٹھارہ میٹر کے فاصلے پر پولیس اور خفیہ ایجنسی کی کئی گاڑیاں اس کے تعاقب میں ہیں"

اسلام آباد میں بھی اس کی ایجنسی کی برانچ تھی۔ جس کے مینجر سے بروقت رابطہ کر کے وہاں کی ساری سچویشن پر بھی نظر رکھی گئی تھی۔

وہ ساری صورتحال سے اسے آگاہ کر رہا تھا جس کے گلابی لب بھنچ چکے تھے۔ دیوار سے ٹیک لگائے سینے پر بازو لپیٹے وہ ببل چباتے ہوئے اسکرینز کو دیکھے جا رہی تھی۔ "کتنی گاڑیاں بھیجی ہیں؟" سنبل کی سرد و سپاٹ سی آواز خاموش کمرے میں گونجی۔

"بارہ گاڑیاں اور پچیس گارڈز ہیں۔ ڈونٹ وری سنبل وہ سب۔"

"پندرہ گاڑیاں اور بھیجو۔ اگر غازی کو ایک کھروچ بھی پہنچی تو میں قسم کھا رہی ہوں اسی ایجنسی میں تمہاری قبر بنا دوں گی!"

قہر آلود نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے وہ غراتے ہوئے بولی تو چیمہ نے بے ساختہ اثبات میں سر ہلا کر انٹر کام کی جانب ہاتھ بڑھایا۔

اس کا تنفس تیز ہو رہا تھا۔ دل بے تحاشہ دھڑک رہا تھا۔ حد سے زیادہ غصہ آ رہا تھا عبیر پر جس نے ایک دفعہ کال کرنا بھی گوارا نا کیا تھا۔

چار انگلیوں سے پیشانی مسلتے ہوئے وہ یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہی تھی۔ حتان کی کال بھی دوبارہ اسے نہیں آئی تھی۔ وہ بھی دیار غیر میں بیٹھا سخت پریشان تھا۔

دوسری جانب وہ کار کی پچھلی سیٹ پر سر پیچھے کو گرائے آنکھیں موندیں بیٹھا تھا۔ ماہر ڈرائیور مہارت سے اس کی گاڑی کو ٹریفک کے بیچ سے نکال کر فل اسپیڈ میں گاڑی چلا رہا تھا۔ بار بار قریب اور دور ہوتی پولیس کی گاڑی کے سائرن کی آوازیں اسے اپنے کانوں میں آتی سنائی دے رہی تھیں۔ لیکن اس کا چہرہ ہر طرح کے احساس سے عاری تھا۔ شاہراہ کے دائیں بائیں سے آنے جانے والی گاڑیاں ریڈ سگنل کے باعث رکی ہوئی تھیں۔ عبیر کی گاڑی نے جیسے ہی انھیں کراس کیا کئی گاڑیاں سگنل توڑتے ہوئے دائیں بائیں سے نکلتے ہوئے تیزی سے عبیر اور پولیس کی گاڑیوں کے درمیان آ گئی تھیں۔ وہ بند آنکھوں سے پہلی بار مسکرایا۔ اسے معلوم تھا اس کی حفاظت کے لیے حتان اور سنبل نے اپنی جان داو پر لگا رکھی تھی۔

"غازی کی گاڑی اسلام آباد ائیر پورٹ کی حدود میں داخل ہو چکی ہے۔" اسکرین کے سامنے بیٹھا شخص مستقل انھیں عبیر کی لوکیشن سے آگاہ کر رہا تھا۔ کئی گاڑیوں کے حصار میں گھرے اس کی گاڑی ایئر پورٹ کے احاطے میں رکی تو سیاہ لونگ کوٹ پہنے سیاہ ہی مفلر سے آدھے چہرے کو ڈھکے وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے چالیس پچاس گارڈز کے درمیان میں چلتا لاونج کی جانب قدم بڑھا رہا تھا۔ جیسے اسے اس چیز کی فکر ہی نہیں تھی کے شہر کی پولیس اور ادارے اسے گرفتار کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔

ائیر پورٹ پر نصب کیمروں کی وہ ساری فوٹیجز اسکرین پر شو ہو رہی تھیں جس جس جگہ سے عبیر گزر رہا تھا۔ پولیس اور خفیہ اہلکاروں کی گاڑیاں ایئر پورٹ پہنچنے سے پہلے ہی تباہ ہو چکی تھیں۔ سنبل کے حکم پر جن گاڑیوں کو بعد میں روانہ کیا تھا انھوں نے ہی ان گاڑیوں کا راستہ روکتے ہوئے انھیں عبیر کے پیچھے جانے سے روک لیا تھا۔

وہ لاونج میں کھڑا تھا۔ فلائٹ کو پہلے لاہور ایئرپورٹ پر لینڈ کرنا تھا۔ پندرہ منٹ پہلے ہی جہاز کو فلائی کر جانا تھا لیکن عبیر کی وجہ سے وہ جہاز بھی ابھی تک رن وے پر کھڑا تھا۔

کوٹ پینٹ میں ملبوس آئی ڈی کارڈ فلکے میں لٹکائے ایئرپورٹ کے عملے کے کچھ لوگ بھی تقریباً بھاگتے ہوئے اس تک پہنچے تھے۔ اس کا پاسپورٹ اور ٹکٹ اس کی جانب بڑھاتے ہوئے اسے آگاہ کر رہے تھے بورڈنگ کلئیر ہو چکی ہے اسے بس بزنس کلاس میں ریزرو سیٹ پر جا کر بیٹھنا ہے۔

"تھینک یو۔" مصافحہ کرتے ہوئے ساتھ ہی ان کا شکریہ بھی ادا کیا انھوں نے سینے پر ہاتھ رکھے سر کو خم دیا تھا۔ "آپ کی خدمت کے لئے ہمیشہ حاضر ہیں۔"

ایک سے ڈیڑھ گھنٹے میں وہ لاہور ایئرپورٹ پہنچ چکا تھا۔

یہاں سے بھیجے گئے گارڈز نے اس کی حفاظت کے ذمہ داری سنبھال لی تھی۔

ایئرپورٹ پر بھی ہائی سیکیورٹی الرٹ تھی۔

وہ لاہور میں تھا۔ سنبل کے شہر میں کھڑا تھا۔ اس کی فضاؤں میں سانس لے رہا تھا۔ اور سنبل کی سانسیں مدھم پڑ رہی تھیں۔ دل اسے دیکھنے کے بے قرار ہو رہا تھا۔ اسکرینز پر نظر آتے اس کے وجود کو دیکھتے ہوئے اس نے نامحسوس سے انداز نے ہاتھ کی تیسری انگلی سے بائیں آنکھ کے کنارے پر ٹکے آنسو کو رگڑا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ تائی پے شہر کے لئے پرواز کر گیا تھا۔

جیسے ہی جہاز نے ٹیک آف کیا سنبل سمیت سب کی اٹکی ہوئی سانس جیسے بحال ہوئی تھیں۔ اس ایک شخص کی وجہ سے کتنے ہی لوگوں کی جان سولی پر لٹکی ہوئی تھی۔

نا جانے کب واپس آنا تھا اب اس نے۔

سنبل کو اپنا دل خالی خالی سا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ چلا گیا تھا تو ہر چیز سے اس کا دل اچاٹ ہونے لگا تھا۔ حتان کا نمبر ڈائل کیا تو وہ ابھی تک سوئچ آف آ رہا تھا۔

اسے وائس نوٹ سینڈ کر کے وہ ایجنسی کی عمارت سے باہر نکل آئی۔ رات کی سیاہی آہستہ آہستہ مدھم پڑتی جا رہی تھی۔ صبح کا پر نور اجالہ پھیلنے لگا تھا۔

"اس انسان کو آپ کی امان میں دے رہی ہوں اللہ۔ اسے سہی سلامت اور بہت جلد میرے پاس واپس لے آیئے گا" صاف و شفاف آسمان کو سر اٹھائے دیکھتی وہ خاموش لبوں سے دل ہی دل میں اللہ سے مخاطب تھی۔ سنہری سی آنکھوں کی چمک ماند پڑی ہوئی تھی۔ کناروں سے ٹپکتے کچھ آنسوؤں کو اس بے فوراً ہی رگڑ ڈالا تھا۔

اس نے خود سے عہد کر رکھا تھا کے وہ عبیر کی وجہ سے اپنی آنکھوں میں آنسو نہیں آنے دے گی۔ اور یہ وہ واحد عہد تھا جس پر وہ کبھی قائم نہیں رہ پائی تھی۔ ایک تھکا دینے والی اعصاب شکن رات کی صبح نمودار ہو چکی تھی۔ ٹھنڈی ہوائیں اس کے چہرے سے ٹکراتی اسے دلاسہ دینے کی کوشش کر رہی تھیں۔ چڑیوں کی چہچہاہٹ بھی اس کی افسردگی کو کم کرنے میں سرگداں تھی۔

اس کے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ در آئی تھی۔

"کوئی بات نہیں سنبل آنا اس نے تمہارے پاس ہی ہے!" اس نے گہری سانس بھر کو خود کو دلاسہ دیا پھر اپنی گاڑی کی سمت بڑھ گئی۔

حال:

ہواؤں کو چیرتی اس کی گاڑی پوش علاقے کے کارنر میں بنے ایک بنگلے کے ڈرائیوے پر آر کی تو سرمد اسے اندرنی عمارت کی طرف جاتے اونچے چبوترے پر ہی کھڑا مل گیا تھا۔

"باہر کیوں کھڑے ہو؟" حتان کے استفسار پر اس نے خفیف سے شانے جھٹکے۔

"اس کی شکل دیکھ کر غصہ کنٹرول سے باہر ہو رہا تھا۔ ڈر تھا کے آپ کے آنے سے پہلے کہیں اسے جان سے مار دوں۔ اس لیے باہر آ گیا تھا"

وہ سنجیدگی سے گویا تو اثبات میں سر ہلاتا وہ دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا۔ سامنے ہی لاونج تھا۔ جو انتہائی خوبصورتی سے فرنشڈ تھا۔ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے اس کا رخ بیسمنٹ کی جانب تھا۔ سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ جونہی نیچے پہنچا تو کرنل بشیر کی آوازیں اسے سنائی دینے لگی۔

اوپر کے مقابلے میں نیچے بیسمنٹ کا ماحول بلکل الٹ تھا۔ روشنی کا بھی ناقص انتظام تھا۔

کرسی پر مضبوطی سے بندھا وہ شخص مسلسل خود کو چھڑوانے کے لیے پر تول رہا تھا۔ حتان نے آگے بڑھ کر اس کی آنکھوں پر بندھی پٹی کھینچ کر اتار دی تھی۔ پھر سائیڈ پر پڑی کرسی اٹھا کر اس کے سامنے رکھتے ہوئے ٹانگ پر ٹانگ رکھتے ہوئے براجمان ہوا۔

"کیسے ہیں کرنل صاحب؟" مسکراتے ہوئے اس کی خیریت دریافت کی۔

"یہ کیا حرکت ہے حتان؟ دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا؟"

کڈنیپر کی شکل دیکھ کر اس کا پارہ ہائی ہوا۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا کے حتان یہ گری ہوئی حرکت کرے گا۔

"کچھ انتہائی ضروری حساب کتاب کرنے تھے آپ کے ساتھ اسی لئے آپ کو زحمت دینی پڑی"

"ہاتھ کھولو میرے"

اس کی بات کو نظرانداز کر کے کرنل نے کرختگی سے کہا تو وہ سر کو خم دیتے ہوئے اٹھا اور جھک کر پشت پر بندھے اس کے ہاتھ کھول دیے۔

"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میری اور تمہاری ایسی کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے جو تم اس طرح سے اپنی حد پار کرو"

حتان کی حرکت پر وہ سخت سیخ پا تھا۔ "عبیر غازی کو جانتے ہیں آپ؟"

اس کے سنجیدہ سے لہجے پر اس نے حتان کی شکل دیکھی پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"جانتا ہوں میں اسے۔ کافی عرصے سے ہم نے ساتھ کام کیا تھا"

"ڈر گز کا کام" حتان کے جملہ لگانے پر اس نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"کیسا چل رہا تھا کام؟"

"یہ تم کس طرح کے سوالات کر رہے ہو حتان؟"

"مجھے جواب دیجئے کیسا چل رہا تھا کام؟"

"کام ٹھیک چل رہا تھا لیکن پھر خفیہ والوں کی نظروں میں وہ آنے لگا تھا۔اس لئے میں نے اس سے کنارہ کر لیا۔میں نے مزید اس کے ساتھ کام نہیں کیا۔"

"جن دنوں اس پر نظر رکھی جا رہی تھی۔اس کے خلاف ثبوت اکھٹے کئے جا رہے تھے۔کیا اس نے آپ سے رابطہ کیا تھا"

"ہاں کیا تھا۔لیکن میں نے اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا تھا۔میں اسکی بے گناہی کی گواہی نہیں دے سکتا تھا۔میں آرمی آفیسر ہوں۔اگر میرا نام بھی اس کے ساتھ آتا تو میری پوزیشن خطرے میں پڑ جاتی۔اس لئے میں نے اس کی کوئی مدد نہیں کی"

"لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے اس نے تو آپ کا بہت ساتھ دیا تھا؟"

"بے شک۔وہ بہت اچھا انسان تھا۔میرے ہر مسئلے کو اس نے حل کیا تھا۔ایک نہیں کئی بار اس نے میری مدد کی تھی"

"اور جب زندگی میں اس نے پہلی بار آپ سے مدد مانگی تو آپ نے کیا کیا؟"

"میں مجبور تھا حتان۔مجھے اپنی پوزیشن کو بھی تو۔۔"اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی حتان کا بھاری گھونسہ اس کے جبڑے پر پڑا تھا۔

"بھاڑ میں گئے تم اور تمہاری مجبوری"خون آلود نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے وہ یکے بعد دیگرے کئی گھونسے اس کے منہ پر جڑ چکا تھا جس کی وجہ سے اس کا چہرہ لہولہان ہو چکا تھا۔

کئی دانت ٹوٹ کر زمین پر بکھر چکے تھے۔

"تم لوگوں نے اسے تنہا کر دیا۔تم لوگوں کی وجہ سے اسے یہ ملک چھوڑنا پڑا۔تم لوگوں نے مجھ سے میرے اکلوتے دوست کو دور کر دیا"

بپھرے شیر کی طرح اٹھتے ہوئے اس نے لات اس کے سینے پر ماری تھی جس سے وہ پیچھے کو زمین پر گرا تھا۔

"جانتے ہو تمہاری جان لینے کے لئے میں نے کتنا جبر کیا ہے خود پر؟" پنجوں کے بل نیچے بیٹھتے ہوئے زہر خند سے لہجے میں بولتے ہوئے اس نے نیچے گرے شخص کے بالوں کو سختی سے مٹھی میں دبوچا۔

"میرا بس نہیں چل رہا تھا تم سب کو زندہ جلا ڈالوں۔ لیکن میں نے جبر کیا خود پر۔ اس کے واپس آنے کا انتظار کیا۔ تاکے اس کے سامنے اس کے مجرموں کو لا کر کھڑا سکوں۔"

"اور فکر مت کرو میں تمہاری جان نہیں لوں گا۔ وکیل ہوں تو تمہیں وکیلوں والی موت ہی دوں گا۔"

"اس وردی کی خاطر تم نے اسے چھوڑا تھا نا؟ اب تمہارا وہ حشر کر دوں گا کے تمہیں اس وردی سے ہی نفرت ہونے لگے گی۔ تم اپنے ہاتھوں سے نوچ نوچ کر اسے خود سے دور کرو گے"۔

اس کو بالوں کو جکڑے پے در پے اس کا سر زمین پر مارتے ہوئے وہ زخمی نظروں سے اسے دیکھتا غراتے ہوئے بول رہا تھا۔

"وہ بے ہوش ہو چکا ہے وکیل صاحب" پشت سے ابھری سرمد کی آواز پر رکتے ہوئے اس نے حقارت سے بھرپور نگاہ اس کے زخمی چہرے پر ڈالی۔ پھر گہری سانس بھرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اسی حالت میں اسے اس کے گھر چھوڑ آو۔ مر گیا تو اس کی خوش قسمتی ہو گی۔ اور بچ گیا تو پل پل خود کو مرتے اور جیتے ہوئے دیکھے گا"

کوٹ کی اندرنی جیب سے سگریٹ اور لائٹر نکال کر اس نے سگریٹ لبوں میں دبا کر لائٹر سے شعلہ دکھایا پھر گہرا کش لیتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ گیا۔

زندگی واپس معمول پر آ رہی تھی۔ اس نے دوبارہ سے کالج جانا شروع کر دیا تھا۔ ابھی بھی کالج سے تھکی ہاری آئی تھی۔ "ملکہ عالیہ کی سواری تشریف لے آئی۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

مہد نے اسے گاڑی سے اترتے دیکھ کر ہانک لگائی۔ماشا بری طرح چڑ گئی تھی۔آج تو وہ انس سے دو ٹوک بات کرنے کے موڈ میں تھی۔ جس نے اس کی حفاظت پر کئی گارڈز کو متعین کر رکھا تھا۔کالج کے علاوہ بھی اسے کہیں جانا ہوتا تو وہ گارڈز اسکے ہمراہ ہی ہوتے تھے۔

جن سے اسے اب اچھی خاصی بیزاری ہوتی تھی۔

"میرا سر مت کھاؤ مہد!"

"تمہارے پاس ہے ہی نہیں تو میں کھاوں گا کیسے۔۔"

"مہد مجھے تنگ مت کرو میرا موڈ پہلے ہی بہت خراب ہے!"

"کس نے رانی صاحبہ کا موڈ خراب کیا ہے نام بتاؤ بس۔۔ابھی جا کر اس کی لاش ٹھکانے لگاتا ہوں۔۔"

اس نے آستین چڑھا کر کچھ اس انداز سے کہا تھا کے ناچاہتے ہوئے بھی وہ ہنس پڑی۔۔

"تمہیں میرے لئے قاتل بننے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ہٹو سامنے سے۔۔"

"یہ کیا بات کر دی یار؟؟تمہارے لئے میں قاتل کیا مقتول بننے کو بھی تیار ہوں۔۔"

"اگر تمہاری یہی حرکتیں رہیں تو وہ وقت دور نہیں جب تمہارا نام مقتولوں میں ہی شمار ہو گا۔۔"

"کس میں اتنا دم ہے جو مہد درانی کو ٹھکانے لگائے؟"

اس نے ابرو اٹھا کر چیلینجنگ انداز میں پوچھا لیکن وہ نظر انداز کرتی اپنے گھر جانے کے بجائے وہ درانی پیلس میں ہی چلی آئی تھی۔ بیگ اور فائلز صوفے پر پھینکتے ہوئے خود بھی گرنے کے سے انداز میں سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔

اپنا گھر تو اسے کاٹ کھانے کو دوڑتا تھا۔یوں لگتا تھا جیسے خالی خالی سے در دیوار اسے کسی آسیب کی طرح چمٹ جائیں گے۔انس بھی رات گئے تک واپس آتا تھا۔ایسے میں وہ تنہا گھر میں ڈرتے رہنے کے بجائے عیشا کے پاس آجاتی تھی۔ساتھ ہی مہر ماہ کو بھی بلا لیا کرتی تھی۔

"فریش ہو جاو میں تمہارے لئے کھانا گرم کر دیتی ہوں"

"ماشاتم سے کوئی ملنے آیا ہے"

دائم کے اطلاع دینے پر اس نے ناسمجھی سے چونک کر پوچھا۔

"کون؟"

"معلوم نہیں سعدین حویلی سے تمہارا کوئی کزن آیا ہے"

"سعدین حویلی سے؟۔۔ کہہ دو میں گھر پر نہیں ہوں"

حویلی کا نام سنتے ہی اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"لیکن میں نے اسے ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا ہے۔۔ مل لو اس سے ایک بار۔"

"یہ لوگ پتا نہیں کیوں جان نہیں چھوڑتے"

وہ تن فن کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کپڑے تو چینج کر لو"

عیشا نے اسے یونیفارم میں ہی جاتے دیکھا تو وہ ان سنی کرتی ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

گرے کلر کی شلوار قمیض زیب تن کیے دونوں ہاتھوں کو پشت پر باندھے وہ جیسے اسی کا منتظر کھڑا تھا۔

"کیوں آئے ہو یہاں؟ اس نے بنا کسی لحاظ کے پوچھا۔

"میں آپ کو لینے آیا تھا۔ دادا جان نے آپ کو بلایا ہے"

اس کے تلخ لہجے کو نظر انداز کئے فاز نے نرم سے کہا۔

"میں تمہیں پہلی اور آخری بار باور کروا رہی ہوں! سعدین حویلی اور اس کے کسی بھی فرد سے میں کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی۔۔۔ انس بھائی چاہیں جو مرضی رشتے ناطے نبھائیں۔۔ لیکن مجھ سے یہ توقع مت رکھنا۔ اور آئندہ یہاں آنے کی زحمت بھی مت کرنا!"

وہ چبا چبا کر ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہہ رہی تھی جب ہی فاز نے اس کی بات کے جواب میں کچھ بھی کہنے کے بجائے جیب سے فون نکال کر اس پر ایک نمبر ڈائل کر کے فون اس کی جانب بڑھا دیا جسے اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ نمبر انس کا تھا۔ وہ کال بھی ریسیو کر چکا تھا جس کی وجہ سے اس نے ناچاہتے ہوئے بھی اس نے فون تھامتے ہوئے کان سے لگا لیا تھا۔

"ہیلو۔۔"

"ماشا فاز کے ساتھ حویلی چلی جاو!"

"لیکن بھائی۔۔"

"میں شام کو تم سے وہیں ملوں گا۔۔اور دادا جان سے آرام سے بات کرنا۔۔وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں"

وہ مصروفیت بھرے انداز میں کہتے ہوئے اس کی سنے بنا ہی رابطہ منقطع کر چکا تھا۔اس کی نیچر اور سعدین حویلی پہنچنے کے بعد والے رد عمل سے بھی واقف تھا اس لئے پہلے ہی تنبیہہ کر دی تھی۔

لب بھینچ کر اس نے ڈھیروں ضبط کیا تھا خود پر۔

"انتظار کرو کچھ دیکھ۔ چینج کر کے آ رہی ہوں"

فون واپس کرتے ہوئے کہہ کر وہ ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئی تھی۔

"یہ کہاں لے جا رہے ہو؟" مہد کو ٹرے اٹھا کر روم کی جان بڑھتے دیکھ اس نے راستے میں ہی روک لیا۔ جہاں عیشا نے کافی کچھ تیار رکھا تھا اس کے لیے۔

"تمہارے کزن کے لیے لے جا رہا ہوں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے ہم بس جا ہی رہے ہیں"

"ہم؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

"لینے آیا ہے مجھے"

"ہمیشہ کے لئے جا رہی ہو؟۔۔ چلو شکر ہے جان چھوٹے گی تم سے۔۔ بالآخر وہ دن بھی آ ہی گیا" مہد کے ہاتھ میں ٹرے تھی ورنہ ضرور دعا کے انداز میں اٹھا کر چہرے پر پھیرتا۔

"شام تک آ جاوں گی واپس!"

کان میں ائیر بڈ لگائے۔ ہاتھ میں فائل لئے وہ کال پر کسی سے محو گفتگو تھا۔ صبح آٹھ بجے کا وقت تھا۔ سرمد اور عبیر بھی اس کے ساتھ اسٹڈی روم میں ہی موجود تھے۔ یہ روم اسلام آباد والے سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ پر تعیش تھا۔ کل آدم کے کیس کی پیشی تھی۔ وہ تینوں اسی پر گفتگو کر رہے تھے۔

"سالار غازی صاحب آئے ہیں۔" ملازم کے اطلاع دینے پر حتان نے بے ساختہ عبیر کو دیکھا تھا جس کا چہرہ سپاٹ اور آنکھیں بے تاثر تھیں۔

حتان بھی کچھ چونکا تھا۔ کیوں کے اس نے سالار کو رات میں آنے کے لیے کہا تھا اور وہ صبح ہی صبح آ موجود تھا

"ڈرائنگ روم میں بٹھا کر کافی بجھواو میں آ رہا ہوں۔" ملازم اس کے آرڈر پر سر ہلاتے ہوئے باہر نکل گیا تھا۔ "آخر اس نے آنا ہی تھا۔"

عبیر کے زخمی، پٹی میں بندھے ہاتھ کو دیکھ کر اس نے اظہار خیال کیا۔ "مجھے کہیں چھپنے کی جگہ بتا دیں۔ اگر ان کے بھائی کو شک بھی ہو گیا نا کے میں یہاں ہوں تو میرا قتل کئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔" سرمد کچھ گھبراہٹ زدہ سا بول رہا تھا۔ "ڈونٹ وری۔

وہ میرا مہمان ہے۔اور میرے مہمان بس ڈرائینگ روم تک ہی محدود رہتے ہیں"اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ اطمینان سے بولا۔ پھر اسٹڈی سے باہر نکل گیا۔وہ جب روم میں داخل ہوا تو سالار کو اپنا منتظر پایا۔"السلام وعلیکم حتان بھائی۔"

"وعلیکم السلام بیٹھ جاو۔ کھڑے کیوں ہو۔"

حتان نے خوش دلی سے سلام کا جواب دے کر اسے بیٹھنے کو کہا جو تھری سیٹر صوفے پر درمیان میں بیٹھ گیا تھا۔حتان نے بھی رولنگ چیئر پر نشست سنبھالتے ہوئے پیر پر پیر رکھا۔"کافی دنوں بعد ملاقات ہوئی ہے تم سے۔حویلی میں سب خیریت ہے؟"

"ساری خیریت عبیر بھائی جاتے ہوئے اپنے ساتھ ہی لے گئے تھے۔میں نے ان سے معتلق ہی آپ سے بات کرنی ہے۔"

"ہاں بولو۔۔۔میں سن رہا ہوں۔"

"ان سے ملاقات ہوئی آپ کی؟"سالار کے کچھ امید سے استفسار کرنے پر اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔"بہت وقت ہو گیا ہے مجھے اس سے ملے ہوئے۔اس کے پاکستان چھوڑنے سے بہت پہلے کبھی ملاقات ہوئی تھی۔اب وہ بھی ٹھیک طرح سے یاد نہیں کے اسے کتنا وقت گزر گیا۔"

"صرف ایک آپ ہی ان کے سب سے گہرے اور واحد دوست ہیں۔مجھے یوں لگا شاید انھوں نے کم از کم آپ سے تو رابطہ کیا ہو گا۔"حتان نے نرم سی مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔

"بے شک میں اس کا بہترین دوست ہوں۔ہر قدم پر اس کے ہم قدم ہونے کا وعدہ کر رکھا ہے میں نے۔لیکن شاید وہ مجھے اتنی امپورٹنس نہیں دیتا۔نا ہی اس نے مجھے کبھی اس قابل سمجھا کے اپنے دل کی باتیں مجھ سے شئیر کر سکے۔میں نے کئی بار اس کے ذہن میں چل رہی سوچوں کو جاننے کی کوشش کی لیکن ہمیشہ ہی ناکام رہا۔اسے اپنا دل ہر کسی کے سامنے کھول کر رکھ دینے کی عادت نہیں ہے۔وہ اپنی تکلیفوں کو بھی کسی کے ساتھ شئیر کرنا پسند نہیں کرتا۔"کرسی کے بازو پر ہاتھ سیدھا کر کے رکھے وہ حقیقت ہی بیان کر رہا تھا۔چند لمحے خاموشی کی نظر ہو گئے۔وہ جھکی نظروں سے اپنے جوتوں کو دیکھ رہا تھا۔

"وہ پاکستان میں ہیں۔"وہ دھیمی آواز سے بولا تو حتان چونک کر سیدھا ہو بیٹھا۔

"کیا تمہیں یقین ہے؟"اس کے کچھ حیران سے تاثرات کو سالار نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔"میں نے آپ سے پہلے بھی ریکوئیسٹ کی تھی۔آج آپ سے ایک دفعہ پھر کرنے آیا ہوں۔وہ جہاں کہیں بھی ہیں انھیں واپس لے آیئے۔وہ آپ کی بات سن لیتے تھے۔

آپ جو کہتے تھے وہ مان بھی لیتے تھے۔آپ دونوں کے درمیان جتنی گہری دوستی ہے میں نے ایسی دوستی کسی کی نہیں دیکھی۔ آپ ان سے کہیں گے تو شاید وہ مان جائیں۔آپ ڈھونڈیں گے نا انھیں؟"اس کی گلابی پڑتی آنکھوں میں ہلکی سی نمی بھی تھی۔ بہت مشکل سے اس نے خود پر ضبط کے پہرے بٹھا رکھے تھے۔"تم حوصلہ مت ہارو۔میں اپنی پوری کوشش کروں گا۔ان شاءاللہ وہ واپس ضرور آئے گا"اس کا شانہ تھپکتے ہوئے وہ اسے تسلی دلا رہا تھا۔

ساتھ چلتے پولیس آفیسر کو ہدایت دیتے ہوئے وہ اپنے روم کی جانب بڑھ رہا تھا۔کچھ دیر پہلے ہی وہ علاقے کے راؤنڈ سے واپس آیا تھا۔

جب ایس ایچ او کو کمرے کی طرف طرف بڑھتے انس کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک کر رکا۔"السلام وعلیکم۔۔"فوراً تیز قدموں سے اس کی راہ میں آتے ہوئے اس نے خوشدلی سے سلام کرتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو انس نے سر کے اشارے سے جواب دیتے ہوئے اس کا بڑھایا ہوا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"کیسے آنا ہوا؟"اس کا انداز دوستانہ سا تھا۔"رپورٹ لکھوانی تھی۔"

"رپورٹ؟؟نوفل نے حیرانگی سے پوچھا۔"روم میں آجاو۔۔وہاں بات کرتے ہیں۔۔"

حوالدار کو چائے لانے کا کہہ کر وہ اسے لئے اپنے روم کی جانب بڑھ گیا۔

"بیٹھو۔۔"میز کے سامنے پڑی دو کرسیوں کی جانب ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا پھر ساتھ ہی گھوم کر اپنی چیئر پر جا بیٹھا تھا۔

"تمہارے اس غصیلے دوست کے کیا حال ہیں؟"

اس نے ہلکے پھلکے سے انداز میں سالار کے متعلق استفسار کیا۔

"اپنے بھائی کی وجہ سے پریشان ہے۔۔اسے واپس لانا چاہتا ہے۔۔مجھے عبیر غازی کی فائل دوبارہ کھلوانی ہے۔۔"

"ملک سے فرار ہونے کے بعد اس کا کیس کلوز کر دیا گیا تھا۔ اگر وہ ملک میں ہی موجود ہوتا تو اس کے کیس میں پیش رفت ہو سکتی تھی۔ لیکن۔۔"

"وہ اسی شہر میں موجو ہے۔۔"

"تم شیور ہو؟"

"ہنڈریڈ پرسنٹ شیور ہوں۔۔۔ مجھے نہیں معلوم اس کے واپس آنے کے پیچھے اس کا کیا مقصد ہے۔ لیکن اب جبکے وہ واپس آ چکا ہے تو۔۔ مجھے وہ ہر قیمت پر چاہئے۔۔"

"ویسے میرے سننے میں آیا تھا کے تمہارے پیرنٹس کے قتل کا بھی کیس ہے اس پر؟۔۔ کوئی ثبوت یا گواہ ہے تمہارے پاس؟"

"قتل اسی نے کیا تھا۔ مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔۔"

"یعنی کے نہیں ہے۔۔" اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"تم فکر مت کرو۔۔ میں اس کی فائل دوبارہ کھلواوں گا۔۔ تمہارے کہنے کے مطابق اگر وہ اسی شہر میں موجود ہے تو ہم جلد ہی اسے ڈھونڈ لیں گے۔۔"

"تمہیں برا نہ لگے تو میں ایک پرسنل سوال پوچھنا چاہ رہا تھا"

"پوچھو۔۔" اس نے چائے کا سپ لیتے ہوئے اجازت دی۔

"ایک طرف تم عبیر غازی کو سزا دلوانا چاہتے ہو۔۔ اور دوسری طرف اس کے بھائی سالار سے بھی تمہاری دوستی ہے۔۔"

"دونوں میرے سوتیلے کزنز ہیں۔۔ جو گناہ عبیر نے کیا ہے اس کی سزا میں اس کے بھائی کو نہیں دے سکتا۔۔"

"سالار کو علم ہے کے تم عبیر کو اس لیے ڈھونڈ رہے ہو کے اسے سزا دلوا سکو؟"

"فلحال مجھے دیر ہو رہی ہے۔۔ تمہارے لئے فری ٹائم نکال کر کال کر دوں گا۔ آجانا انٹرویو لینے۔۔"

خالی کپ میز پر رکھتے ہوئے اس نے رسٹ واچ دیکھ کر جواب دیا تو وہ فوراً بول اٹھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"اتنے بڑے شہر میں اسے ڈھونڈنا مشکل ہے۔۔ لیکن ہم پھر بھی کوشش کریں گے۔ کیا تمہیں فرجاد کے بارے میں کچھ علم ہے؟"

"فرجاد؟"

"عبیر غازی کا سابقہ دوست اور پارٹنر۔۔ جس نے گرفتار ہونے کے بعد ساتھ ہی عبیر کے خلاف بیان دے کر اسے بھی پھنسایا تھا۔"

"سزا نہیں ہوئی تھی اسے؟"

"خفیہ والوں کی نظر تھی اس کے گینگ پر۔۔ اور جس پر ان کی بد نظر ہو تو انھیں زندہ نکل کر ہی چھوڑتی ہے۔"

"تم اس کے بارے میں چھان بین نہیں کر سکتے؟" انس نے پوچھا

"ہمارے ڈپارٹمنٹ کی خفیہ والوں سے ذرا کم ہی بنتی ہے۔۔ ماشاءاللہ سے تم سیکیورٹی ایجنسی چلاتے ہو۔۔ تمہارے تعلقات تو ہونگے ہی۔۔"

"فرجاد کے بارے میں پتا کرواو۔۔ کیوں کے جہاں تک مجھے لگتا ہے عبیر غازی صرف اپنے بدلے کے لئے ہی واپس ملک آیا ہے۔۔۔ اگر کسی طرح ہم فرجاد کو منظر عام پر لے آتے ہیں تو عبیر خود ہی سامنے آجائے گا۔۔"

انس کے چہرے پر پر سوچ سے تاثرات ابھرے۔ یقیناً وہ عقلمندی کی بات ہی کار رہا تھا۔

ورنہ انس کو لگا تھا وہ صرف ایک سنکی انسان ہے۔

"میں پتا لگواتا ہوں اس کے بارے میں۔ لیکن جو بھی پیش رفت ہو مجھے فوراً کال کرنا۔۔"

چیئر سے اٹھتے ہوئے اس نے نوفل کی جانب مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

"ضرور۔۔" مصافحہ کرنے کے بعد جیکٹ کی جیب سے گاگلز نکال کر آنکھوں پر چڑھاتے ہوئے وہ دروازے کی جانب بڑھ گیا تھا۔ جبکے وہ کچھ تمسخر سے اس کی پشت کو دیکھتا رہ گیا۔

مصروف سی شاہراہ پر وہ سیاہ ہائی لکس دوسری گاڑیوں کے درمیان بھاگتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔اس وقت اندھیرا پھیلنا شروع ہو چکا تھا۔آفس ٹائم آف ہونے کی وجہ سے اس وقت ٹریفک زیادہ تھا۔

"دائیں طرف لے لو۔۔"

ڈرائیونگ سیٹ سرمد نے سنبھال رکھی تھی۔بیک سیٹ پر عبیر بیٹھا ہوا تھا۔جس کے پاس کچھ شاپنگ بیگز بھی پڑے ہوئے تھے۔ جبکے فرنٹ سیٹ پر بیٹھا حتان فون پر مصروف کچھ کچھ کے وقفے سے سرمد کو ہدایت دے رہا تھا۔

"اس روڈ سے جائیں گے تو راستہ لمبا پڑے گا۔۔"

"معلوم ہے مجھے۔"

کھڑکی کے ساتھ لگے شیشے کو دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔"کیا بات ہے حتان؟ شاپنگ مال سے داؤد مینشن کا راستہ تیس منٹ کا ہے۔ تم پچاس منٹ سے گاڑی کو روڈ پر گھمائے جا رہے ہو۔۔"پیچھے بیٹھے عبیر نے بھی ناسمجھی سے استفسار کیا۔"میں ذرا کنفرم کر لوں پھر بتاتا ہوں۔۔ایسا کرو یہاں سے بائیں طرف موڑ لو۔۔"

"بائیں طرف؟ یہ تو شارٹ کٹ ہے۔۔یہاں سے کیوں جانا ہے؟"اس نے اسٹیئرنگ بائیں طرف گھماتے ہوئے پوچھا۔لیکن وہ خاموش رہا۔کچھ دیر بعد ہی وہ بول اٹھا۔

"اب گاڑی سائیڈ پر روک دو۔"

حتان کے کہنے پر سرمد نے ناسمجھی سے شانے اچکاتے ہوئے بریک لگا دئے تھے۔وہ ایک سنسان سی روڈ پر تھے۔جس کے دائیں بائیں اونچے درختوں اور کھاردار جھاڑیوں کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔وہاں اسٹریٹ پولز یا کوئی کسی اور زریعے سے روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔جیسے ہی اس نے گاڑی سائیڈ پر روکی حتان اپنی سائیڈ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔سرمد اور عبیر بھی اس کی تقلید میں باہر نکلے۔"کیا ہوا ہے؟"عبیر نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کافی دیر سے ایک سفید گاڑی ہمارے تعاقب میں ہے۔۔"

ابھی اس نے کہا ہی تھا کے ایک گاڑی کی ہیڈ لائیٹس روشنیاں انھیں دکھائی دی۔ جو کافی اسپیڈ سے ان کی طرف آتی ہوئی ایک جھٹکے سے رکی تھی۔ جس میں سے تین نقاب پوش فرد باہر نکلے۔ حتان اور عبیر ایک ساتھ کھڑے تھے۔ دونوں نے ہی سیاہ شرٹس پہن رکھی تھیں۔ قد و جسامت میں بلکل ایک جیسے لگ رہے تھے۔ جب کے سرمد کچھ قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ اس کا قد ان دونوں سے کچھ انچ چھوٹا تھا۔

"تم میں سے عبیر غازی کون ہے؟" ایک نے آگے آتے ہوئے کرختگی سے پوچھا۔

"میں ہوں عبیر غازی۔۔ بولو کیا کام ہے۔ کیوں پیچھا کر رہے تھے؟"

عبیر کے کچھ کہنے سے پہلے ہی حتان سنجیدگی سے بولتا ہوا۔ جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے آگے آیا۔

نے تمہارے لیے پیغام دیا ہے کے جتنی جلدی ہو سکے حساب چکتا کرو ورنہ نتائج بہت سنگین (red animal "ریڈ اینیمل) ہوں گے۔۔"

"ٹھیک ہے میں سمجھ گیا۔ اسے میرا سلام اور بہت سا پیار دینا۔"

وہ سمجھنے والے انداز میں بولا۔ "ہوشیاری نہیں سمجھے۔۔ ہماری نظر ہے تم پر۔۔"

خطرناک سے انداز میں اسے باور کرواتے ہوئے وہ تینوں گاڑیوں میں سوار ہوتے آگے بڑھ گئے تھے۔ جب حتان عبیر کی جانب مڑا۔

"کس جانور نے تمہارے لئے کیا پیغام بھیجا ہے؟" اس نے ابرو اٹھا کر پوچھا تو اس نے شانے اچکا دئے۔

"اس کا کافی نقصان ہوا ہے۔ اس کے پاس سامان پہنچنے سے پہلے ہی پولیس نے فارم ہاوس پر ریڈ کی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ سب ضبط کر لیا گیا۔ وہ اسی کی بابت بات کر رہا تھا۔"

عبیر کے کہنے پر اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔۔ "ماننا پڑے گا پولیس اور انٹیلی جنس والوں سے پہلے انھیں خبر پہنچ گئی تمہاری واپسی کی۔ ویسے اندازاً اس کا سامان کتنے کا تھا؟"

"کیا تم اس ادائیگی کرنے کا سوچ رہے ہو؟" عبیر کے چہرے پر دلچسپ تاثرات ابھرے۔ "سوچ تو سکتا ہوں۔۔" اس نے سر کو خفیف سی جنبش دیتے ہوئے کہا۔ "یہی کوئی تین کروڑ کا سامان بنتا تھا۔"

"تین کروڑ؟ صرف یہی ہے جسے ادائیگی کرنی ہے یا اس کے علاوہ اور بھی ہیں جو تمہارے پیچھے آئیں گے؟"

"اس کے علاوہ دس اور ہیں۔۔" وہ لاپرواہی سے بولا۔

"وکیل صاحب تیس کروڑ کا حساب بن رہا ہے۔۔ داؤد مینشن سیل پر لگانا پڑے گا۔۔" سرمد نے شرارت سے کہا۔ "ہاں اسے سیل پر لگا دوں تاکے اس کی آدھی مالکن میرا خون پی جائے۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے بولا۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہا اتنے لوگوں کو تم نے اپنے پیچھے لگا رکھا ہے۔ پولیس کو تم اس لئے مطلوب ہو، تاکے جرم پر سزا سنا سکے۔ خفیہ والے اس لیے پیچھے پڑے ہیں کے تمہارے ذریعے پورے نیٹورک تک رسائی حاصل کر سکے۔ اور انڈر ورلڈ والے اس لئے جان نہیں چھوڑ رہے کے تم سے اپنے پیسے نکلوا سکیں۔۔ صرف یہیں ہیں یا ان کے علاوہ بھی کوئی ہے جس کی نیندیں تم نے حرام کر رکھی ہیں؟"

حتان کے استفسار پر اس نے شانے جھٹکتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھولا۔

"انس غازی کو بھول رہے ہو تم۔۔"

"ہاں۔۔" اس نے گہری سانس خارج کی۔ "اس بے وقوف انسان کو کیسے بھول سکتا ہوں میں؟"

"چلو اس سے پہلے کے پھر کوئی اپنے ڈوبے ہوئے پیسے مانگنے آجائے۔۔"

اس نے تکان سے گدی دباتے ہوئے سرمد کو ڈرائیونگ کا اشارہ کیا۔

"ویسے تمہارا ارادہ ہے ان انڈر ولڈ والوں کے نقصان کی بھرپائی کرنے کا؟"

"ہاں کیوں نہیں۔۔" وہ مسکرایا۔ "ہیرے اور کوئلے کی مائینز کا مالک ہوں نا میں۔۔" حتان جو اس کی آدھی بات پر حیران ہوا تھا۔ وہ مکمل ہونے پر بے اختیار ہنس پڑا۔ "اگر تم کہو تو بات چیت کر کے دیکھ لیتے ہیں کوئی حل نکل آئے گا۔ کیوں کے ان کے نقصان کی بھرپائی کرنا تو ناممکن سا لگ رہا ہے۔"

"وہ میری خالہ کے لڑکے نہیں ہیں حتان۔۔اپنے پیسے نکلوانے کے ہیں وہ انسان کے اعضاء بھی بیچ کر کھا جائیں گے۔"

"یقین نہیں ہوتا تم اتنے عرصے تک اتنے خطرناک لوگوں کے درمیان کام کرتے رہو ہو۔۔"

"میں تو کہتا ہوں خفیہ والے جو تمہارے پیچھے پڑے ہیں ان کے بارے میں جاننے کے لئے،ان دونوں کا آمنا سامنا کروا دیتے ہیں۔ پھر صرف پولیس اور اور وہ بے وقوف انس غازی رہ جائیں گے۔"

"میں وسل بلور نہیں ہوں۔میں کسی کو کوئی جانکاری نہیں دوں گا۔"

وہ مضبوط سے لہجے میں کہتا ہوا آنکھیں موند کر سیٹ کی بیک پر سر ٹکا گیا۔

"تائیوان میں بھی یہی صورتحال تھی؟ایسے ہی تھریڈز ملتے تھے وہاں؟"

"نہیں۔تائیوان میرا سیف زون ہے۔"اندھیرے میں ڈوبی سیدھی سڑک پر دوڑتی وہ گاڑی اور میں اس میں گونجتی ان کی آوزیں اب رات کی تاریکی میں گم ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔

****

شاور لینے کے بعد ٹاور سے گیلے بالوں رگڑتے ہوئے وہ باہر آیا تو بریزے بیڈ پر سوٹ کیس رکھے اس میں الماری میں سے کپڑے نکال نکال کر ترتیب سے رکھتی جا رہی تھی۔

"جو بھی تم نے کہا تھا سب میں نے رکھ دیا ہے۔ایک دفعہ خود چیک کر لینا کچھ رہ نہ جائے۔"

بالوں کو میسی سے جوڑے میں باندھے وہ مصروف سی بولی۔

"ٹھیک ہے لیکن تم نے اپنے کپڑے کیوں رکھے ہیں؟"تولیے کو گلے میں ڈالے اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"میں بھی تو تمہارے ساتھ جا رہی ہوں نہ" بریزے نے مسکراتے ہوئے اس کے گوش گزار کیا تو عاشر نے ابرو بھینچ کر اسے دیکھا۔

بریزے بی بی اسے صرف تب ہی مسکرا کر دیکھتی تھی جب اسے اپنا کوئی کام نکلوانا ہوتا تھا۔ "میں وہاں اس لیے جا رہا ہوں تا کے وہاں سکون سے اپنے پیپرز کی تیاری کر سکوں۔ تم میرے ساتھ جاو گی تو میں تو ایک لفظ بھی نہیں پڑھ پاوں گا۔"

"قسم لے لو میں تمہیں بلکل تنگ نہیں کروں گی۔ تم اپنی پڑھائی کرنا میں اور میں گھوم لوں گی"

"اکیلے گھوموں گی؟"

"نہیں میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جایا کروں گی"

"شادی بھی ڈرائیور کے ساتھ کر لینی تھی نا پھر۔"

وہ بڑبڑایا تو بریزے نے روٹھے انداز میں اسے دیکھا۔ "نکالو اپنا سامان۔ میں نہیں لے کر جا رہا تمہیں اپنے ساتھ۔"

ٹاول اسٹینڈ پر لٹکا کر وہ شرٹ کے بٹن بند کرنے کے بعد اب آئینے کے سامنے کھڑا برش سے بال سنوار رہا تھا۔

"مجھے لے کر جاو گے تو تمہارے لئے کھانا پکا دیا کروں گی۔"

"ضرورت نہیں! وہاں شائستہ بوا موجود ہے۔"

"بیوی کے ہاتھ کے بنے کھانے میں زیادہ ٹیسٹ ہوتا ہے۔"

عاشر نے گھوم کر اسے دیکھا "کھانے میں کیا بنانا آتا ہے تمہیں؟" اس نے فہمائشی انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"خود تم نوڈلز اور کافی پر گزار کر لو گی لیکن میں نہیں کر سکتا۔"

اس کے صاف انکار پر بریزے نے خفا نظروں سے اسے دیکھا۔ "میرے سر میں درد ہو رہا ہے چائے کے ساتھ مجھے میڈیسن دے دو۔"

کلائی پر گھڑی باندھتے ہوئے وہ مصروف سے انداز میں بولا۔

"خود ہی جا کر بنالو۔"

جب اس کا مطلب ہی پورا نہیں ہو رہا تھا تو وہ کیوں کر عاشر مرزا کی خدمتیں کرتی۔

منہ پھلا کر کشن گود میں رکھے بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی تھی۔

"میں اسی وجہ سے نہیں لے کر جا رہا۔ تم نے وہاں جا کر بھی یہی سب کرنا ہے۔ صرف اپنی۔۔"

"پکا پرامس!۔۔ جو کہو گے صرف وہی کروں گی۔"

وہ ایک دم ہی کشن سائڈ پر پھینک کر پھرتی سے پر جوش ہو کر اٹھی تھی۔

"ابھی تو تم میری سنتی نہیں ہو۔۔ پھر میں کیسے یقین کروں تمہاری بات پر؟"

"میں تمہارے لئے اسٹرونگ سی چائے اور ٹیبلٹ لے کر آتی ہوں۔ تم چائے کے ساتھ اور کچھ لو گے؟" اس نے پلکیں جھپکا کر پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں"

صرف پانچ سات منٹ میں ہی اس کے لئے گرما گرم چائے کا مگ لئے حاضر تھی۔

"تھینک یو بریزے۔"

ٹیبلیٹ لینے کے بعد وہ صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھ چکا تھا۔ ایک ہاتھ میں کپ تھا تو دوسرے میں فون پکڑے اس پر مصروف تھا۔

"اب تو میں چل سکتی ہوں نا تمہارے ساتھ؟"

"میں نے تو نہیں کہا تھا کے چائے کے بدلے میں تمہیں ساتھ لے کر جاوں گا۔۔"

"لیکن تم نے تو۔۔" اس نے کچھ حیرانگی اور ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"تم نے خود سے ہی فرض کر لیا تھا۔"

"تم نا۔۔ہمیشہ ایسے ہی کرتے ہو میرے ساتھ "اس کا بس چلتا تو کچہ چبا جاتی اسے۔

"ٹھیک ہے ایک شرط پر لے کر جاوں گا!"

"مجھے بلکل تنگ نہیں کرو گی تم۔"

"پرامس"وہ جھٹ سے بولی۔"مجھے سکون سے پڑھنے دو گی۔"

"پکا پرامس۔"

"میرے لئے کھانا بھی بناو گی؟""بنادوں گی۔۔"

"دس منٹ ہیں تمہارے پاس۔ریڈی ہو جاو میں باہر ویٹ کر رہا ہوں۔"

اس کے آسانی سے مان جانے پر بریزے کی خوشی دیدنی تھی۔پہلے سے پریس شدہ ڈریس نکال کر وہ تیار ہونے چل دی۔

بڑی سی کھڑکیوں پر پڑے دبیز پردے سورج کی نرم سی روشنی کو اندر آنے سے روک رہے تھے۔ صبح کے ساڑھے نو بج چکے تھے لیکن اس کے کمرے میں ابھی بھی رات کا گمان تھا۔اے سی کی خنکی ماحول کو اور بھی خواب ناک بنا رہا تھا۔سائیڈ ٹیبل پر پڑے اس کے فون پر معدد مسڈ کالز جمع ہو چکی تھیں۔ نیند کی نشہ آور گولیاں کھانے کے بعد وہ پر سکون نیند سے بیدار ہوا۔ سوئے جاگے ذہن کے ساتھ نیم وا آنکھوں سے کمرے میں پھیلے اندھیرے کو جانچنے کی کوشش کی۔ پھر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے لیمپ جلایا اور ساتھ ہی ریموٹ اٹھا کر اے سی بند کیا۔اسی دوران فون ایک دفعہ پھر بجتے ہوئے سالار کی توجہ اپنی جانب کھینچنے میں کامیاب ہو ہی گیا تھا۔ فون اٹھا کر کال ریس کر کے اس نے کان سے لگایا پھر بیڈ کراون سے سر ٹکاتے ہوئے آنکھیں موند گیا۔"ایسی بھی کیا آفت آگئی تھی تو جو تم نے صبح ہی صبح میری نیند خراب کی ہے؟"وہ بوجھل اور بھاری آواز میں بولا۔"ابھی تو صرف تمہاری نیند خراب ہوئی ہے۔ جو خبر میں تمہیں سنانے لگا ہوں اس نے تمہارے ہوش و حواس اڑا دینے ہیں۔"

"دیکھو انس کوئی بری خبر نا سنانا۔ایٹ لسٹ آج کا دن میرا سکون سے گزرنے دو"پیشانی مسلتے ہوئے اس نے کچھ ناگوار سے لہجے میں کہا۔

"کورٹ میں ہوں میں، آدھے گھنٹے میں یہاں پہنچ جاو باقی بات یہیں بتادوں گا۔"

"کورٹ میں کیا کر رہے ہو تم اس وقت؟" سالار نے چونک کر سیدھے ہوتے ہوئے وال کلاک پر نظر ڈالی جہاں پونے دس کا وقت ہو رہا تھا۔ وہ بنا کوئی جواب دیئے ہی کال کاٹ گیا تھا۔ اس نے فون کی بند اسکرین کو گھورا پھر بلینکٹ ہٹا کر فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اگلے کچھ منٹوں میں شاور لے کر تیار ہونے کے بعد نیوی بلیو سوٹ میں ایک طرف بال سیٹ کیے وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ آخری سیڑھی پر رکا۔ "گڈ مارننگ" کندھے پر بیگ ٹانگے وہ کہیں جانے کے لیے بلکل تیار لگ رہا تھا۔ "مارننگ" کف لنک لگاتے ہوئے سر کے اشارے سے جواب دیا۔ "کل آپ جس قدر ہائیپر تھے میں اس حوالے سے کوئی سوال نہیں پوچھوں گا۔ بس اتنا پوچھنا تھا آپ کی سیکریٹری مل گئی تھی؟" اس نے چہرے کو کافی سنجیدہ اور فکر مند بنا رکھا تھا۔ "مل گئی تھی۔" مختصر سے لفظ ادا کرتے ہوئے وہ اس کے ساتھ سے ہو کر آگے بڑھ گیا۔ "ویسے کل آپ جس قدر پریشان تھے اس خاتون کی گمشدگی کو لے کر اس کی وجہ سے کچھ شک اور شبہات میرے ذہن میں وارد ہو رہے ہیں۔" سالار کے قدم اس کی آواز پر رکے تھے۔ وہ پنجوں کے بل گھوما تو وہ سیڑھیوں کی گرل پر کہنی ٹکائے کھڑا تھا۔ اسے اپنی جانب متوجہ دیکھ کر سیدھا ہوا۔ "آپ میرا شک دور کر سکتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کے عاشر تم جو سوچ رہے ہو ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ دیز اینڈ دیٹ۔" ہاتھ جھلا کر لاپرواہ سے انداز میں کہتے ہوئے اس نے آخر میں جان کر کے اس کا تکیہ کلام بولا تھا۔ سالار نے اسے تیوری چڑھا کر گھورا۔ پہلے فاز اور اب یہ عاشر۔

"میں تمہارا کوئی شک دور نہیں کروں گا!" "یعنی تو جو میں سوچ رہا ہوں کیا وہی سچ ہے؟" اس نے مصنوئی حیرانگی سے پوچھا۔ حقیقت وہ خود بھی جانتا تھا۔ لیکن بس سالار کو تنگ کرنے کے لئے اس کے منہ سے سننا چاہتا تھا۔ "ہمم تم جو سوچ رہے ہو وہی سچ ہے" فون پر نمبر ملا کر لاتعلق سے انداز میں کہتے ہوئے اس نے آگے قدم بڑھا دئے۔ "میں ناشتہ آفس میں ہی کروں گا۔" ناشتے کی ٹیبل لگاتی خالدہ بوا کو کہتا ہوا۔ ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے دوسرے سے فون کان سے لگائے وہ ڈرائیوے میں آیا تو اس کی گاڑی تیار کھڑی تھی۔

"میں نکل رہا ہوں حویلی سے، بتا بھی دو کیا بات ہے؟" ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے اس نے پوچھا تو اس بار انس نے اسے ٹالا نہیں تھا۔ "عبیر غازی کے مینیجر آدم ابراہیم کے کیس کی سماعت تھی آج"

"ہاں میں جانتا ہوں۔ کیا بنا کیس کا؟ اور کتنا لمبا چلے گا یہ کیس؟"

"پہلے مجھے بھی کوئی آئیڈیا نہیں تھا۔ لیکن اب لگ رہا کے اگلی پیشی میں اسے رہا کر دیا جائے گا"

"کیوں ایسا بھی کیا معجزہ ہو گیا؟" ایک ہاتھ سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے اس نے حیرانگی سے پوچھا۔ اس سے پہلے کے وہ کوئی جواب دیتا فون بند ہو چکا تھا۔ اس کے فون کی بیٹری ڈیڈ ہو چکی تھی۔ اتنی عجلت میں نکلا تھا کے اسے چارج کرنا یاد ہی نہیں رہا۔ "حد ہے" فون اس نے ڈیش بورڈ پو اچھال دیا تھا۔

سیشن کورٹ کے چوپٹ کھلے گیٹ سے وہ گاڑی اندر لے آیا تھا۔ جہاں معمول کا دن تھا۔ سیاہ سوٹوں میں ملبوس، سنجیدہ چہروں کے ساتھ یہاں سے وہاں پھرتے دکھائی دے رہے تھے۔ جن کے پیچھے پیچھے عام عوام اپنے مسائل کا حل جاننے کے لئے خوار ہو رہی تھی۔ انس اور پراسیکیوٹر احاطے میں ہی اسے مل گیے تھے۔ اس پراسیکیوٹر کو انس نے ہائیر کیا تھا عبیر غازی اور آدم ابراہیم کے کیس کے سلسلے میں۔ عبیر تو منظر سے غائب تھا لیکن آدم پولیس کی حراست میں تھا۔ "السلام و علیکم" اس نے قریب آتے ہی سلام کیا۔ "کیا خبر ہے رضوی صاحب؟" اس نے پراسیکیوٹر کو مخاطب کیا جن کے تاثرات کچھ متفکر زدہ اور پریشان سے تھے۔ "سر مد سہگل نے وکیل بدل دیا ہے۔" انس کی بات اس کے سر میں ہتھوڑے کی طرح بجی تھی۔ "کیا مطلب وکیل بدل دیا ہے؟ آج کیس کی ہیرنگ تھی آپ کو آج پتا چلا ہے کے وکیل چینج ہو چکا ہے؟" اس کے دماغ کی رگیں تن چکی تھیں۔ "غازی صاحب مجھے کوئی آئیڈیا نہیں تھا نا ہی مجھے اس بارے میں کوئی خبر مل سکی۔ مجھے یہاں آکر ہی معلوم ہوا۔" اس کے متوقع غصے سے بچنے کے لئے اس نے ترنت کہا۔ "وہ وزیر تعلیم کا بیٹا کچھ زیادہ ہی انٹرسٹڈ ہے اس کیس میں۔ آدم ابراہیم سے بظاہر اس کا کوئی ریلیشن نہیں ہے۔ وہ محظ اس سے دوستی کی بنیاد پر اس کی مدد کر رہا ہے"

"کیا اسے پتا چل گیا تھا کے شرجیل فرحان کو سیٹلمنٹ کے لئے راضی کر رہے ہیں آپ؟"

"مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔" اس نے معذوری ظاہر کرتے ہوئے کہا تو سالار نے بہت ضبط سے اسے دیکھا تھا۔ گہری سانس بھر کر خود کو پرسکون کرنے لگا۔ تبھی ایک غیر ارادہ سی نگاہ سامنے کے منظر کی جانب اٹھی تھی۔ جہاں راہداری میں چلتے ہوئے وہ باہر کھلے احاطے کی طرف آرہا تھا۔ سیاہ لباس میں سیاہ ٹائی لگائے۔ آنکھوں پر کالا چشمہ لگائے اس نے فون کان سے لگا رکھا تھا۔ اس کے تیز تیز قدم پارکنگ کی سمت اٹھ رہے تھے۔ اس کے پیچھے پیچھے اس کے دو تین اسسٹنٹ بھی تھے جو کچھ فائلز اور بریف کیس اٹھائے اس کی تقلید کر رہے تھے۔

"کون ہے نیا وکیل؟" سالار نے اچانک ہی رخ موڑ کر استفسار کیا۔ انس کافی دیر سے خود کو یہ حقیقت بتانے کے لیے تیار کر رہا تھا لیکن اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ "حنان داود۔" اس کے سنجیدہ و سپاٹ لہجے نے سالار کو لمحے کے کئے گنگ کر دیا تھا۔ وہ تو سمجھ

رہا تھا کے اس کیس میں وہ حتان کی مدد لے گا۔اسے کنوینس کرے گا اس کی طرف سے کیس لڑنے کے لیے۔لیکن یہاں تو ایک الگ ہی کہانی اسے سننے کو مل رہی تھی۔

"اللہ مجھے صبر دے" اس کا بس نہیں چل رہا تھا کے وہ اس کورٹ میں توڑ پھوڑ مچا دے۔"سرمد سہگل کے پاس اتنا پیسہ ہے کے اس نے حتان بھائی کو ہائیر کیا ہے؟" انس نے اس کے استفسار پر شانے اچکا دئے۔"اس کے باپ کے پاس وزارت ہے۔" اس نے زو معنی سی بات کہہ تھی۔

وہ بڑبڑاتا ہوا حتان کی جانب بڑھا۔وہ اسے دیکھ کر زرا سا مسکرایا تھا۔فون کان سے ہٹا کر آنکھوں پر سے گاگلز ہٹا کر اسے دیکھا۔"کیسے ہو سالار؟"

"فائن۔کل آپ سے ملاقات ہوئی تھی آپ نے ذکر ہی نہیں کیا کے آپ میرے اگینسٹ کیس لڑ رہے ہیں۔" اس نے اپنے لہجے کی خفگی کو چھپانے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔

"تم اس وقت پہلے ہی بہت پریشان لگ رہے تھے۔میں نے تمہیں مزید ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"لیکن ساری باتیں آپ کے علم میں ہیں اس کے باوجود آپ نے آدم کا کیس لیا؟"

"سوری ٹو سے سالار۔آدم ابراہیم ایک بے گناہ انسان ہے۔اس کا جرم صرف اتنا ہے کے وہ عبیر غازی کی کمپنی میں اس کا مینیجر تھا۔"

وہ اس کی شکل دیکھتا رہ گیا۔کرمنل ڈیفنس اٹارنی بے گناہی کی بات کر رہا تھا۔

"لیکن کیا یہ ممکن نہیں کے وہ بھائی کے سائیڈ بزنس کے بارے میں علم رکھتا ہو؟" اس کی بات کاٹ کر اس نے کہا تو حتان نے اثبات میں سر ہلایا۔

"بلکل ممکن ہے۔لیکن اس کیس کو چلتے تین چار مہینے ہو چکے ہیں۔ابھی تک تمہارا وکیل تسلی بخش گواہ اور ثبوت تک نہیں پیش کر سکا۔محض تاریخیں لے کر کیس کو لمبا کرنے کے بجائے کوئی پیش رفت بھی نہیں ہو سکی ہے۔اگلی پیشی چودہ تاریخ کی ہے۔آج دو تاریخ ہے۔اگر تمہاری طرف سے گواہ اور ثبوت پیش نا کئے گئے تو یہ کیس کلوز ہو جائے گا۔ویسے کرنا تو مجھے یہ چاہیے کے آدم کا کیس کلوز ہونے کے بعد میں انس غازی پر ہتک عزت کا کیس فائل کر کے بھاری ہرجانے کا دعوا کروں۔لیکن جہاں تک مجھے

دکھائی دے رہا ہے تو کافی دوستی ہو چکی ہے تم دونوں کے درمیان۔اسے بچانے کی تم ہر ممکن کوشش کرو گے۔اور اس صورت میں میں تمہارے خلاف مقدمہ نہیں لڑنا چاہتا۔سو آئی ول فارگیو ہم" وہ کافی سنجیدگی سے اسے دوٹوک سمجھا رہا تھا۔اس کی ہیزل گرین آنکھیں بغور سالار کے چہرے کے اتار چڑھاو کو دیکھ رہی تھیں۔وہ اس کے سیاہ کوٹ پر لگے بروچ کو دیکھ رہا تھا۔جس پر سنہری سی بھیڑیئے کی شکل بنی ہوئی تھی۔عبیر کے پاس بھی سیم ایسا ہی بروچ ہوا کرتا تھا۔

"آپ بھائی کے گہرے دوست ہیں۔آدم ابراہیم بھائی کا مینجر ہے۔اور سرمد سہگل بھی بھائی کے کافی قریب تھا۔"اس کے بروچ کو دیکھتے ہوئے اس نے دھیمی آواز میں کہتے ہوئے گلابی پڑتی زخمی نگاہوں سے اسے دیکھا۔کچھ ایسا تھا جو سالار کو کھٹک رہا تھا۔کچھ ایسا تھا جو حتان واضح نہیں کر رہا تھا۔

"اپنے دماغ میں کسی شک وشبے کو جگہ مت دو۔اگر سرمد سے پہلے تم مجھے اپروچ کرتے تو میں تمہاری سائیڈ سے کیس لے لیتا۔لیکن میں حقیقت بتاوں تو میں نے اس کیس کو بہت دھیان سے اسٹڈی کیا ہے۔"اس نے نرم سے انداز میں بات جاری رکھی۔"اس میں کچھ بھی نہیں ہے۔ایک ثبوت بھی اس قابل نہیں ہے جو آدم کو مجرم ثابت کر سکے"

"آپ چاہتے ہیں کے میں اس بات پر یقین کر لوں کے اس کیس میں آپ کا ذاتی مفاد نہیں ہے؟"

"میرا اس میں مفاد کیوں کر ہو سکتا ہے؟ سرمد اور آدم کو میں بس عبیر کے مینجر اور دوست کی حیثیت سے جانتا ہوں۔تمہیں یقین کر لینا چاہئے کے میں نیوٹرل ہوں"

"آپ بھائی کی وجہ سے ان کی مدد کر رہے ہیں۔کیوں کے بھائی ان دونوں کو بہت اہمیت دیتے تھے!"اس نے کچھ جتا کر کہا تھا۔حتان کے انداز نے سالار کے ذہن میں جو شک کا بیج بویا تھا اس میں سے پو پھٹ چکی تھی۔اس کا شک یقین کی جانب بڑھنے لگا تھا۔اور وہ شدت سے چاہتا تھا کے اس کا شک محض شک نا رہے۔بلکے حقیقت کا روپ دھارن کر کے اس کے سامنے آ کھڑا ہوئے۔حتان کا مزاج ایسا نہیں تھا کے کوئی کیس لینے کے لئے اسے قائل کر پاتا۔وہ ایک موڈی انسان تھا۔صرف اپنی مرضی کے کیسز کو ہی ہاتھ میں لیتا تھا۔

اور پھر اس کا ریکارڈ تو سالار کے سامنے تھا۔وہ تو بڑے بڑے بیوروکریٹس اور سیاسی رہنماوں کے کیسز میں زیادہ دلچسپی رکھا کرتا تھا۔پھر آج اس نے اپنے مزاج سے ہٹ کر یہ کام کیوں کیا تھا؟اسے ایک عام سے آدم ابراہیم کے کیس میں کیس انٹرسٹ ہو سکتا

تھا؟ وہ یہی سمجھ رہا تھا کے اس نے عبیر کے کہنے پر یہ کام کیا ہے۔ وہ عبیر کی کسی بات کو رد نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اگر عبیر اس سے رابطے میں ہے تو وہ اس سے چھپا کیوں رہا ہے؟ اسے بتا کیوں نہیں دیتا؟

"شاید اس لئے کے انھوں نے سگے بھائی سے بڑھ کر اس کا ساتھ دیا" حتان کے لہجے کی ہلکی سی تلخی سالار کے خون میں برق کی طرح دوڑی تھی۔ اس نے برفیلے چہرے کے ساتھ ساکت نگاہوں سے اس کی شکل دیکھی تھی جو دوبارہ گاگلز آنکھوں پر چڑھا رہا تھا۔ "میرے لئے یہ بات بہت تکلیف دہ ہے کے تم نے عبیر پر اعتماد نہیں کیا۔ وہ تمہارا دشمن نہیں تھا۔ بڑا بھائی تھا تمہارا۔ اس کا کردار کیسا تھا مجھے اس کی وضاحت دینے کی تو ضرورت نہیں ہے۔۔ ملتے ہیں اگلی پیشی پر۔" وہ اسے ساکت و جامد چھوڑ کر آگے بڑھ گیا تھا۔ سارا شور و غل ساری بھنبھناہٹ سب کہیں پس منظر میں جا چکی تھی۔ اس کا دل کوئی مٹھی میں دبا کر اسے مسلے جا رہا تھا۔ ایک ہی بات اس کے ذہن میں بازگشت کر رہی تھی۔

"شاید اس لئے کے انھوں نے سگے بھائی سے بڑھ کر اس کا ساتھ دیا"

بالوں کو مٹھیوں میں جکڑے وہ وہیں بینچ پر گر سا گیا تھا۔

"سالار تم ٹھیک ہو؟" انس بھاگتا ہوا اس کے نزدیک پہنچا تھا۔ وہ کافی دیر سے ان دونوں کو ہمکلام دیکھ رہا تھا۔ لیکن مداخلت کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اس نے۔ اس نے نم سرخ سی آنکھیں اٹھا کر انس کو دیکھا جو پنجوں کے بل اس کے سامنے بیٹھا متفکر سا تھا۔ "سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے انس! سب تمہاری وجہ سے۔۔ میرے گھر کا شیرازہ بکھر گیا۔ مجھے تمہاری باتوں میں آنا ہی نہیں چاہئے تھا۔ اگر میں اسی وقت بھائی کو ساری بات بتا دیتا تو آج حالات مختلف ہوتے۔ آج بھائی اپنے گھر میں، اپنی جگہ پر ہوتے۔" وہ ہذیانی انداز میں چیخ رہا تھا۔ جانے کب کا غبار تھا جو وہ لفظوں کے ذریعے نکال رہا تھا۔ "بھائی بے وقوف ہیں جو ہر کسی پر اندھا اعتبار کر لیتے ہیں اور میں نے ان سے بڑھ کر بے وقوفی کی جو بنا سوچے سمجھے تمہاری باتوں میں آ گیا۔ تم نے کہا تھا انس، تم نے وعدہ کیا تھا میرے بھائی کو واپس لاؤ گے۔ سب کچھ پہلے جیسا ہو جائے گا۔ کہاں گیا تمہارا دعوا۔؟ ہاں؟" انگلی سے اس کے سینے پر دستک دیتے ہوئے اس کے لہجے میں طنز کی گہری کاٹ تھی۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو تم۔۔ اس سارے معاملے میں صرف میں قصوروار ہوں۔ اگر میں عبیر غازی کی اصلیت سامنے نالاتا تو شاید آج میرے ماں باپ زندہ ہوتے۔ میرا گھر بھی سہی سلامت ہوتا۔ تمہارا بھائی گمشدہ ہے۔ زندہ سلامت ہے۔ کبھی بھی واپس آ سکتا ہے۔ لیکن میں تو خود کو اور اپنی بہن کو یہ امید بھی نہیں دلا سکتا۔ میں اپنی تکلیف بھلا کر پاگلوں کی طرح تمہارے بھائی کو ڈھونڈ رہا

ہوں اور تم الٹا مجھے ہی بلیم کر رہے ہو؟ میں نے تو اسے معاف کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا، یہ جانتے ہوئے بھی کے اس نے میرے ماں باپ کو قتل کیا ہے اس کے باوجود بھی تم مجھے مورد الزام ٹھہرانا چاہتے ہو تو مرضی ہے تمہاری۔ میں کچھ نہیں کہوں گا!" اس کا لہجہ خطرناک حد تک سنجیدہ تھا۔ چہرے پر انتہا کا سرد پن چھایا ہوا تھا۔

"اتنے سارے گارڈز؟"

ماشا نے کچھ حیرانگی اور اچھنبے سے فاز کی مرسڈیز کے پیچھے کھڑی چار گاڑیوں کو دیکھا جن میں کافی سارے گارڈز مستعدی سے چوکنا بیٹھے تھے۔

"میری سیکیورٹی کے لئے ہیں۔" فاز نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھنے کے بعد نارمل سے انداز میں کہا۔

"انسان کو ایسے کام ہی نہیں کرنا چاہئے کے اسے سیکیورٹی کی ضرورت پڑے"

اس کا انداز متنفر تھا۔ "اچھا۔۔ تو آپ نے ایسا کون سا کام کیا ہے جو آپ کو بھی ان کی ضرورت پڑ گئی؟"

پشت پر دونوں ہاتھ باندھے وہ دلچسپی سے پوچھ بیٹھا۔

ماشا کا غصہ پھر عود کر آیا تھا۔ "میرے بھائی نے میری سیفٹی کے لیے بھیجا ہے ان کو۔۔" وہ چبا کر لفظوں پر زور دے کر بولی۔

"بلکل ٹھیک کیا ہے آپ کے بھائی نے۔۔ زمانہ ویسے بھی بہت خراب ہے۔۔ کیا معلوم کب کس کے ارادے بدل جائیں"

"کہنا کیا چاہتے ہو تم؟"

"کچھ نہیں ہم چلیں؟ دیر ہو رہی ہے"

"جاؤ تم۔۔ میں اپنی گاڑی میں آؤں گی"

"ایک ہی جگہ جانا ہے تو ہم ساتھ چل سکتے ہیں"

Mahira Zaynab Khan Novel

"مجھے تمہارے ساتھ سفر نہیں کرنا۔۔"

"میں اتنا برا انسان بھی نہیں ہوں۔آپ کو اپنی کمپنی میں بور نہیں ہونے دوں گا"

"مجھے نہیں جانا تمہارے ساتھ۔۔"اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر وہ سرد لہجے میں باور کروا کر بولی۔

"بی بی جی۔۔"جبھی اس کا ڈرائیور ان کے قریب آیا۔

"کیا ہوا ہے؟"ماشا نے سوالیہ نظروں سے پوچھا۔"گاڑی کے دونوں ٹائر پنکچر ہیں۔۔"

"اس کی ڈری سہمی سی آواز میں اطلاع دینے پر فاز نے رخ موڑ کر اپنی مسکراہٹ کو چھپایا تھا۔"تو چینج کرو جا کر"

"وہ بی بی جی صرف ایک ہی ٹائر ہے۔۔دوسرے کو پنکچر لگوانے ورک شاپ جانا پڑے گا""تو پھر جا کر۔۔"

"تم جاو۔۔ٹائر چینج کر کے اور پنکچر لگوا کر گاڑی کو گھر میں پارک کر دینا۔۔"

"ماشا نے اپنے بات کے کاٹے جانے پر گھور کر اسے دیکھا تھا جو اس کے ڈرائیور کو ہدایتیں دے رہا تھا۔"چلیں ماشا بی بی۔۔ہم پہلے ہی بہت لیٹ ہو چکے ہیں"

کلائی پر بندھی گھڑی کی سوئیوں پر نظریں دوڑاتے ہوئے اس کا انداز کچھ عجلت بھرا تھا۔

"میرے گارڈز بھی میرے ساتھ جائیں گے"

"ان کی ضرورت نہیں ہے۔۔آپ کی حفاظت کے لیے میں موجود ہوں"

"اور اگر میں کہوں کے مجھے تم سے ہی خطرہ ہے تو؟"

"خطرہ وہ بھی مجھ سے؟۔۔۔چلیں جیسے آپ کی مرضی"

اس نے ہتھیار ڈالنا ہی بہتر جانا۔"جینز کے اوپر اس نے اسٹائلش سی ڈھیلی ڈھالی گھٹنوں سے نیچے جاری بلیک کلر کی شرٹ پہن رکھی تھی۔شاور لینے کے باعث گیلے بالوں کو پشت پر ہی کھلا چھوڑ رکھا تھا۔حویلی کے ماحول سے آگاہ ہونے کی وجہ سے اس نے اسٹالر لینے کے بجائے عیشا کی شال کو کندھوں پر پھیلایا ہوا تھا۔

دھوپ کے باعث آنکھوں پر ہاتھ کا چھجہ سا بنائے وہ گارڈز کو جانے کیا ہدایت دے رہی تھی۔ فاز تو ڈرائیونگ سیٹ کے پاس کھڑا اس کے کندن سے چمکتے چہرے کو ہی تک رہا تھا۔ "ابھی تک آپ دونوں یہی ہیں؟"

مہد نے اپنی بائیک نکالتے ہوئے ان دونوں کو وہیں کھڑے دیکھا کر حیرت سے کہا تو فاز نے ماشا کو دیکھنے کے بعد شانے اچکا دئے۔

"چلو۔۔" اس کی مرسڈیز کے پاس آکر اس نے فرنٹ ڈور کھولتے ہوئے کہا۔

عموماً اس کی گاڑی کے علاوہ دو گاڑیاں اس کے ساتھ ہوتی تھیں۔ جن میں سے ایک آگے ہوتی تھی اور ایک پیچھے۔ اور بیچ میں اس کی گاڑی۔ جسے ڈرائیور چلایا کرتا تھا۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں آپ کیا کہہ رہی تھیں اپنے گارڈز سے؟"

اگنیشن میں چابی لگاتے ہوئے بھی اس کا دھیان ماشا کی جانب تھا۔

"انھیں ہدایت دے رہی تھی کے مزید چوکس اور محتاط رہنا۔۔ کیوں کے جہاں میں جا رہی ہوں۔ میری جان کو زیادہ خطرہ وہاں کے مکینوں سے ہی ہے"

ڈارک گاگلز کو آنکھوں پر لگاتے ہوئے وہ سرد لہجے میں بولی تو وہ لحظہ بھر کو خاموش ہو گیا۔

وہ ہر قیمت پر اس کی بدگمانی کو دور کرنا چاہتا تھا۔ لیکن فلحال اس کے پاس ایسا کوئی اختیار نہیں تھا۔

ابھی انھوں نے کچھ ہی راستہ عبور کیا تھا کے فاز نے آگے والی گاڑی کو سائیڈ پر رکنے کا اشارہ کیا۔ پھر اپنی طرف کا شیشہ نیچے کر کے اس کے ڈرائیور کر پیچھے رہنے کی تلقین کرتے ہوئے اس نے گاڑی بڑھا دی تھی۔ کہنی کو کھڑکی پر ٹکا کر وہ اب ایک ہاتھ سے فل اسپیڈ سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

جب تک ان کی گاڑی سعدین حویلی کے احاطے میں داخل ہوئی دوپہر ڈھل چکی تھی۔ شام کے سائے چاروں اور پھیلنے لگے تھے۔

Mahira Zaynab Khan Novel

آبادی سے ہٹ کر پہاڑوں کے دامن میں بناوہ چھوٹا سا گھر بہت ہی خوبصورت تھا۔اس کے آس پاس کافی ہریالی تھی۔اونچے نیچے راستوں سے ہوتے ہوئے الگ تھلگ سا بناوہ گھر رات کے وقت تو کافی پراسرار سا لگتا تھا۔لیکن دن میں اس کی خوبصورتی دیکھنے والی ہوتی تھی۔

وقفے وقفے سے ہونے والی بارش نے موسم کو کافی سرد کر دیا تھا۔

بریزے نے گرم کپڑے اور شال وغیرہ رکھے تھے لیکن یہاں کی ٹھنڈ تو اس کی سوچ بھی کئی زیادہ تھی۔جبھی اپنی شال کے علاوہ اس نے عاشر کی گرم چادر بھی خود پر لپیٹی ہوئی تھی۔آتش دان میں لکڑیاں ڈالتے ہوئے اس نے ایک نظر ٹھٹھرتی بریزے کو دیکھا جو فلور کشن پر بیٹھی لمحوں کے توقف سے چھینک رہی تھی۔

یہ گھر سعادت غازی کی ملکیت تھا۔بہت پہلے وہ ایک دو بار یہاں آیا تھا تو یہاں کی خاموشی اور خوبصورتی سے اتنا متاثر ہوا تھا کے اپنے ایگزامز کی تیاری کرنے کے لئے وہ ہمیشہ یہیں کا رخ کرتا تھا۔

اس کا گلابی چہرہ ٹھنڈ کے باعث کچھ اور سرخی مائل ہو رہا تھا۔

"یہ لو بیٹا یہ پی لو ورنہ بیمار ہو جاو گی۔"اس کی گھر کی حفاظت پر معمور شائستہ بوا نے ان کی آمد سے پہلے ہی پورے گھر کو صاف کرنے کے بعد کھانا بھی بنا دیا تھا۔اور ابھی سبز الائچی والا گرما گرم قہوہ بنا لائی تھیں۔

"کھانا لگا دوں بیٹا؟ تھک گئے ہوں گے۔۔پھر آرام کر لینا"

"لگا دیجئے شائستہ بوا۔۔لیکن کل سے آپ کی چھٹی ہے۔۔"

"کیوں بیٹا؟"انھوں نے ناسمجھی سے پوچھا۔"کل سے میری بیگم میرے لئے کھانا بنائیں گی"کچھ یاد دلانے والے انداز میں بریزے کو اس نے آئی برو اچکا کر دیکھا تھا جو گرم قہوے کے گھونٹ بھرتے ہوئے تیز نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

پہنچے ہوئے دیر ہی کتنی ہوئی تھی جو وہ اپنی شرطیں یاد دلا رہا تھا۔

"تمہاری بیوی اتنی نازک سی ہے گڑیا جیسی۔۔اسے کیوں پریشان کر رہے ہو؟میں ہوں نہ کام کرنے کے لئے"

"مجھے آپ کی بات سے شدید اختلاف ہے۔۔آپ اس کی معصومیت پر نہ جائیں! یہ صرف دیکھنے میں گڑیا جیسی اور معصوم سی ہے۔۔اس کی حرکتیں میں آپ کو بتاوں تو آپ تو کانوں کو ہاتھ لگالیں" شائستہ بوا عاشر کی باتیں سن کر بریزے کو دیکھ رہی تھیں۔ لیکن ان کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کے انھیں عاشر کی باتوں پر ذرا بھر بھی یقین نہیں تھا۔

بھلا بریزے جیسی پیاری سی لڑکی کیا کسی کو تنگ کرتی ہو گی۔

"دو تین دن بعد انھیں یقین آ ہی جائے گا"

"فضول مت بولو۔"

بریزے نے گرم قہوے کے گھونٹ بھرتے ہوئے اسے گھورا جو سرد ہوتے ہاتھوں کو آپس میں رگڑ کر حرارت پہنچاتے ہوئے اس کے پاس آ بیٹھا تھا۔

"جا کے فریش ہو جا وہ کھانا لگا رہی ہیں۔"

نامحسوس انداز میں تھوڑا دور ہوتے ہوئے اس نے کہا۔

"وہ کہہ کر گئی ہیں تم گڑیا جیسی معصوم سی ہو۔۔حیرت ہے میری بیوی میں یہ خاصیتیں ہیں اور مجھے معلوم ہی نہیں۔"

صوفے کی بیک پر کہنی جما کر اس کی جانب مکمل رخ کئے وہ اسے پزل کر رہا تھا۔

"ہاں تو تمہیں میرے ساتھ لڑائی جھگڑے کرنے سے فرصت ملے گی تو تمہیں پتا چلے گا نا کے میرے اندر کیا کیا خاصیت موجود ہے۔"

"اب میں اپنے سارے لڑائی جھگڑے کو ایک طرف کر کے فرصت سے تمہیں سمجھنا چاہتا ہوں تو تم دور بھاگ رہی ہو۔"

عاشر نے اس کے گال پر جھولتی لٹ کو انگلی پر لپیٹتے ہوئے کہا۔

اس کے گھمبیر لہجے اور آنکھوں کے شوخ رنگ اسے حواس باختہ کر رہے تھے۔

"تم۔۔تم ہو ہی فضول انسان" سائیڈ پر پڑا کشن اٹھا کر اس کے منہ پر مارتے ہوئے وہ فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اسے شدت سے احساس ہو رہا تھا کے یہاں آ کر اس نے غلطی ہی کی تھی۔

ٹراوزر اور ڈھیلی ڈھالی سی ٹی شرٹ پہنے وہ ڈائننگ ہال میں آیا تو پہلے سے اسے سربراہی کرسی پر براجمان دیکھ کر اس کی تیوریاں چڑھی۔

"رات ہی تو تمہیں نکالا تھا۔ ابھی پھر آ گئی ہو؟" اس کے دائیں ہاتھ پڑی چیئر کھسکا کر بیٹھتے ہوئے ساتھ ہی اسے شرم دلانی چاہی۔

نیند کی کمی اور تکان کی وجہ سے اس کا چہرہ بھی کچھ ستا ہوا لگ رہا تھا۔ سبز آنکھیں بھی کچھ گلابی مائل ہو رہی تھیں۔

آنے والے دنوں کی مصروفیت کا اثر ابھی سے پڑنا شروع ہو گیا تھا۔ اس کا ایک پیر لاہور میں ہوتا تھا اور دوسرا پیر اسلام آباد میں۔۔

"مجھے میرے گھر آنے سے تم اور تمہارا قانون دونوں ہی نہیں روک سکتے" اس کا اطمینان قابل دید تھا۔ کانٹے کی مدد سے پلیٹ میں پڑے تازہ کٹے ہوئے پھلوں کے ٹکڑے وہ نفاست سے کھاتی مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ کر بولی۔

"ویسے یہ صبح ہی صبح کس کے جنازے میں شرکت کر کے آ رہی ہو؟" حتان نے اورنج جوس گلاس میں نکالتے ہوئے اس کی تیاری پر چوٹ کی تھی۔ وائٹ کلر کی فراک پر ڈینم کی شارٹ جیکٹ پہنے، لبوں پر شوخ سی سرخ رنگ کی لپ اسٹک لگا رکھی تھی۔ اسٹریٹ بالوں میں لوز کرلز ڈال کر انھیں اونچی پونی میں قید کر رکھا تھا۔ جس پر وائٹ ہی ربن بندھی ہوئی تھی۔ وہ اپنے سنہرے بالوں کو جو بھی شکل دیتی تھی سب ہی اس پر سوٹ کرتے تھے۔

اس کی فضول گوئی پر اسے گھور کر رہ گئی تھی۔ جس کے چہرے پر رات کے واقعے کی ذرا سی بھی رمق نہیں تھی۔ "ویسے مجھے خفیہ ذرائع سے اطلاع ملی ہے کے نامعلوم فرد نے کرنل بشیر کو کافی مار پیٹ کا نشانہ بنایا ہے۔"

سنبل کا انداز شوخی لیے ہوئے تھا۔ باسکٹ میں سے سیب اٹھا کر اس پر ڈانٹ گاڑتے ہوئے وہ مسکرا دیا۔ "تمہارے اس خفیہ ذرائع کی گردن میں اپنے ہاتھ سے توڑوں گا۔"

وہ جواب میں کچھ کہنے ہی لگی تھی کے دروازے سے داخل ہوتے ہوئے شخص نے بلند آواز میں گڈ مارننگ کہا تو سنبل کے سارے الفاظ حلق میں ہی اٹک گئے تھے۔ دروازے کی جانب اس کی پشت تھی۔ وہ اسے دیکھ نہیں پائی تھی۔ صرف اس کی آواز سن کر ہی اپنی جگہ ٹھہر گئی تھی۔ اگر دیکھ لیتی تو پتھر کی مورت بن جاتی۔ لگ رہا تھا صدیوں بعد اس کی آواز کانوں میں گونجی ہے۔ "کنٹرول یور سیلف سنبل! پلیز کنٹرول یور سیلف" کانٹے میں پھنسے سیب کے ٹکڑے پر اس کی گرفت سخت ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے چہرے کے بدلتے رنگوں سے بے نیاز وہ عبیر کو مارننگ وش کرتا نیوز پیپر کی سرخیوں پر نظریں دوڑا رہا تھا۔

وہ سربراہی کرسی پر بیٹھی تھی۔ حتان دائیں جانب بیٹھا تھا۔ عبیر نے جب اس کے بائیں ہاتھ والی کرسی کھینچی تو اس کے دل کی رفتار مدھم پڑنے لگی تھی۔ "کیسی ہو اسنو وائٹ؟" اس نے بیٹھتے ہوئے براہ راست اسے مخاطب کیا تو سنبل داؤد نے بے ساختہ اپنی لمبی پلکیں اٹھا کر اس کی شہد رنگ آنکھوں میں دیکھا۔ جس میں نرم سا تاثر تھا۔ اس کی آنکھوں میں ڈھونڈھنے سے بھی سنبل کو اپنے لئے کسی قسم کا کوئی احساس نہیں ملتا تھا۔ وہیں سنبل کی نگاہوں میں جگنوؤں سی روشنی چمک اٹھی تھی۔ جانے کتنی صدیوں بعد وہ چہرہ دیکھنا اسے نصیب ہوا تھا۔

پہلے تو وہ زیادہ تر کلین شیور رہتا تھا۔ لیکن آج اس کے وجیہہ چہرے پر ہلکی ہلکی سی موجود بئیرڈ نے اس کی وجاہت میں اور بھی اضافہ کر دیا تھا۔ وائٹ لونگ سلیوس ٹی شرٹ پہنے پہلے کے مقابلے میں وہ کچھ ویک لگ رہا تھا۔ لیکن کچھ نہیں بدلا تھا تو اس کی جان لیوا مسکراہٹ تھی۔ اور سیدھے گال میں پڑتا وہ ڈمپل تھا جس پر پہلے دن کی طرح آج بھی سنبل کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔ گھنے سیاہ بالوں کو ایک طرف سیٹ کیے اس کے بالوں کی نوکیں اس کی پیشانی پر بکھر آئی تھیں۔

وہ کیوں تھا اتنا پیارا۔ اس نے بے ساختہ خود کو ڈپٹتے ہوئے اس پر سے اپنی نظریں ہٹا کر اس کی بات کو نظر انداز کیے سپاٹ چہرے کے ساتھ وہ اپنی پلیٹ کی جانب متوجہ ہوتی بچے ہوئے پھلوں کے ٹکڑے کھانے لگی۔ پلکوں میں لغزش واضح تھی۔

عبیر نے کن انکھیوں سے حتان کو دیکھا تو اس نے لاعلمی سے شانے اچکا دئے۔ "میرے خیال سے اسنو تم سے خفا ہے۔" اس کے شریر سے لہجے پر سنبل نے خفگی بھری نگاہ اس پر ڈالی۔

"میں غیر ضروری لوگوں سے خفا نہیں ہوا کرتی!"

پلیٹ پرے کھسکا کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ نیچے پڑے بیگ کا اسٹریپ کندھے پر ڈالتے ہوئے میز پر پڑا فون اور گاڑی کی چابی اٹھاتے ہوئے وہ سلگتے لہجے میں بولی۔ "صابر بنگش کیس کا جو کام تم سے کہا تھا اگر وہ کر دیا ہو تو اس کی فائل مجھے کورٹ بھجوا دینا" ایک غلط نگاہ بھی عبیر پر ڈالے بغیر وہ حتان کو تاکید کرتے ہوئے ہیلز کی ٹک ٹک کرتی روم سے باہر نکل گئی تھی۔

"کیا ہوا ہے اسے؟" وہ جو مٹھی بنا کر لبوں پر رکھے اس کے دہکتے رنگ کو دیکھ رہا تھا اس کے جانے کے بعد حتان سے گویا ہوا۔ "معلوم نہیں۔ رات کو تو بڑی مشکل سے اسے تم سے ملنے سے روکا تھا۔ اور ابھی کوئی لفٹ ہی نہیں کروا رہی تمہیں"

"شاید اس لیے ناراض ہے کے میں نے آنے سے پہلے اطلاع نہیں دی اسے؟" سنبل کی چھوڑی ہوئی پلیٹ کو دیکھتے ہوئے اس نے اظہار خیال کیا۔ جس میں کٹے ہوئے پھل ویسے ہی پڑے تھے۔ "تم نے جانے سے پہلے بھی کب بتایا تھا اسے!؟" حتان کے لاپرواہ سے انداز پر اس نے سر کو خفیف سی جنبش دی تھی۔

جب کے باہر گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھوں میں اسٹیئرنگ تھامے سر بھی اس پر گرا دیا تھا۔

"اسے دیکھنے کے لئے دل تڑپتا رہتا ہے اور جب وہ سامنے آتا ہے تو اسے ایک نظر بھی نہیں دیکھا جاتا۔۔۔ میں کیا کروں؟" اپنی بے بسی پر اسے جی بھر کر رونا آ رہا تھا۔ لیکن وہ رو نہیں سکتی تھی۔ اسے اپنے عہد کو نہیں توڑنا تھا۔ اس شخص کی وجہ سے وہ جتنے آنسو بہا چکی تھی وہ کافی تھے۔ اب عبیر کی باری تھی۔

گہری سانس لیتے ہوئے اس نے اسٹیئرنگ سے سر اٹھایا۔ دائیں بائیں جھوٹی لٹوں کو کان کے پیچھے کیا پھر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ ابھی وہ گاڑی آگے بڑھانے ہی لگی تھی جبھی فون گنگنا اٹھا۔ ائیر بڈ کانوں میں لگاتے ہوئے اس نے کال یس کی تو اس کے اسسٹنٹ نے جو خبر اسے سنائی تھی وہ بے ساختہ اس کی آنکھوں میں طیش دکھائی دینے لگا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو ایکس؟ نیند میں تو نہیں ہو نا تم؟" وہ جو گاڑی کو ریورس کرنے لگی تھی جھٹکے سے پیر بریک پر جا پڑا تھا۔
"ٹھیک ہے میں پہنچتی ہوں آفس!"

غصے سے ائیر بڈ کھینچ کر کام سے نکالتے ہوئے اس نے ڈیش بورڈ پر پھینکا پھر جھٹکے سے گاڑی داؤد مینشن سے نکال لے گئی۔

کورٹ کے احاطے میں گاڑی روک کر وہ باہر نکلتے ہوئے اس نے آنکھوں پر گاگلز چڑھائے ہاتھ میں ہینڈ بیگ پکڑے تیز تیز قدموں سے راہداری میں چلتے ہوئے دائیں طرف مڑتے ہوئے سب سے پہلے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

جہاں ایلکس کچھ پریشانی سے میز سے ٹیک لگائے کھڑا ناخن کتر رہا تھا۔ سنبل کی پہلی نگاہ چیئر پر بیٹھی اس لڑکی پر گئی تھی جس بھی چادر میں خود کو چھپا رکھا تھا۔اس کے ساتھ اس کی ماں بھی دوسری چیئر پر بیٹھی تھی۔ جس نے سنبل کو دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اسے سلام کیا تھا۔

"السلام وعلیکم وکیل صاحبہ"

سنبل کی زیرک نظریں اس ضعیف عورت کے چہرے کے اتار چڑھاو کو بخوبی دیکھ رہی تھیں۔

سر کے اشارے سے جواب دیتے ہوئے بیگ میز پر رکھ کر اپنی راکنگ چیئر سنبھالی۔

"کچھ دیر پہلے ایلکس کا فون آیا تھا میرے پاس۔ مجھے یقین نہیں آیا یہ سن کر کے آپ صابر بنگش کے خلاف کیس واپس لینا چاہتی ہیں؟"

سنبل کا انداز ٹھہرا ولیے ہوئے تھا۔

وہ کچھ تذبذب کا شکار نظر آنے لگی۔ "وکیل صاحبہ وہ بڑے لوگ ہیں ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"

"وہ ہم سے کیس واپس لینے کو دھمکا رہا ہے۔ کبھی راہ چلتے اس کے آدمی روک کر بدتمیزی کرتے ہیں تو کبھی گھر میں آکر ڈرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں انصاف نہیں چاہئے ہمیں بس اس سے چھٹکارا چاہئے۔"

ہاتھوں کو جوڑے وہ روتے ہوئے بے بسی سے سنبل سے فریاد کر رہی تھی۔

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔اس سے آپ کا کیس مزید اسٹرونگ ہو گا۔ تین دن بعد کیس کی دوسری پیشی ہے۔ عین ممکن ہے کے فیصلہ آجائے گا۔" ان کے سامنے پڑی چیئر پر بیٹھتے ہوئے وہ ان کے ہاتھ تھامتے ہوئے رسان سے سمجھاتے ہوئے بولی۔

"لیکن وکیل صاحبہ۔۔"

"ماں جی آپ کو مجھ پر تو اعتبار ہے نا؟ آپ میرا یقین کریں۔ سب مجھ پر چھوڑ دیں۔۔ میں نے آپ کو انصاف دلوانے کا وعدہ کیا ہے تو میں اسے ضرور پورا کروں گی۔"

اس کا لہجہ کافی نرم سا تھا۔ "اور اس کے آدمی اب آپ کو بلکل بھی تنگ نہیں کریں گے۔اس کی گارنٹی میں آپ کو دیتی ہوں۔"

"سالار سے ملاقات ہوئی تھی کورٹ میں۔"

جوس کے دو گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے سرسری سے لہجے میں بتایا تو کانٹے میں پھنساتے پھل کے ٹکڑے کو اس کا ہاتھ لمحے کو تھما تھا۔ لیکن دوسرے ہی سیکنڈ وہ اسے اٹھا کر منہ میں ڈال گیا۔ جیسے اس بات سے اسے کوئی فرق ہی نہیں پڑا تھا۔

"اسے معلوم ہو چکا ہے کے تم پاکستان میں ہو۔ اور یہ بھی کے تم میرے ساتھ ہو"

اسے کوئی انٹرسٹ نا لیتے دیکھ پھر بھی اس نے بات جاری رکھی۔

"ایک دفعہ اس سے مل لو۔ بہت پریشان ہے۔ میں نے اتنا مضطرب اسے کبھی نہیں دیکھا"

بریڈ میں ہاف فرائی ایگ رکھ کر اسے فولڈ کر کے اس نے عبیر کی پلیٹ میں رکھتے ہوئے کچھ نرمی سے کہا۔ سالار کی حالت دیکھ کر حقیقت میں اس کا دل دکھا تھا۔

"میں اس سے ملنا نہیں چاہتا!"

عبیر کی سرد سی آواز ڈائننگ ہال میں ابھری۔ اپنی طرف سے وہ بات ہی ختم کر گیا تھا۔ مزید وہ کچھ نہیں سننا چاہتا تھا۔ اگر حتان داؤد کی جگہ کوئی دوسرا شخص ہوتا تو اس کے اس سرد اور سپاٹ انداز کو دیکھ کر دوبارہ اسے مخاطب کرنے کی جرات بھی نا کرتا۔ لیکن مقابل بھی وہ شخص تھا جس پر چاہ کر بھی عبیر غصہ نہیں کر سکتا تھا۔ اسے اس کی حد میں رہنے کے لیے نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس کے نزدیک ایسا کوئی شخص نہیں تھا جس کے کندھے پر سر رکھ رکھے وہ اپنے دل کی ساری باتیں اس سے آرام سے شئیر کر لیتا۔

ماسوائے حتان داؤد کے!

اگر عبیر نے اپنے زخمی دل کا درد بانٹنے کے لئے کبھی قسمت سے اپنے دکھوں کا کسی کو ساتھی بنایا بھی تھا تو وہ حتان داؤد ہی تھا۔

وہ واحد شخص تھا جو عبیر غازی کے ناکام عشق کو جانتا تھا۔

اس کے علاوہ کسی کو خبر نہیں تھی کے اس کا پور پور کس ان دیکھی آگ میں سلگ رہا ہے۔

وہ اس کا ٹین ایج کا دوست تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے آگے بڑھ کر تب اس کا ساتھ دیا تھا جب اس کا بھائی اور بھائیوں جیسے کزن بھی اس کے ساتھ نہیں تھے۔

وہ ہر ایک سے محبت کرتا تھا۔ ہر ایک پر بھروسہ کر لیا کرتا تھا۔ لوگ اسے دوستانہ مزاج کا آدمی کہتے تھے۔ لیکن اس سب کے باوجود ایک حد تھی جو اس نے اپنے گرد قائم کر رکھی تھی۔ جس سے تجاوز کرنے کی وہ کسی کو اجازت نہیں دیتا تھا۔ لوگوں کو ان کی حد میں رکھنا اسے اچھے سے آتا تھا۔

لیکن حتان کے آگے اس کی حدود کوئی معنی نہیں رکھتی تھیں۔ اس کے لئے عبیر غازی ایک کھلی کتاب کی طرح تھا۔

"معاف کر دو اسے۔ چھوٹا ہے تم سے۔ ہر موقع پر بچوں کی طرح سنبھالا ہے تم نے اسے۔ اور جب اسے تمہاری سب سے زیادہ ضرورت ہے تم نے اسے خود سے دور کر دیا؟" عبیر کو واپس اس کی جگہ لے جانے کی وہ پوری کوشش کرنا چاہتا تھا۔ نرم سے لہجے میں اس نے سہولت سے بات کا آغاز کیا تھا۔

"مجھے اس سے کوئی گلہ نہیں ہے۔"

پلیٹ میں سے بریڈ رول اٹھا کر اس نے ایک بائیٹ لے کر سپاٹ سے لہجے میں کہا۔

"پھر کیا وجہ ہے اسے خود سے دور رکھنے کی؟" وہ ناشتے سے ہاتھ روکے یک ٹک اس کی شکل دیکھ رہا تھا جس کی رنگت سرخی مائل ہونے لگی تھی۔

حتان نہیں جانتا تھا کے وہ کتنی مشکل سے خود پر ضبط کے پہرے بٹھائے ہوئے تھا۔ بریڈ واپس پلیٹ میں رکھ کر اس نے ٹشو سے لب تھپتھپا کر حتان کی نگاہوں میں دیکھا۔

"میں خود سے ناراض ہوں۔ میں اس سے نہیں ملنا چاہتا۔ میں ایک قاتل ہوں۔ ایک مافیا۔ کتنے پرچے کٹے ہوئے ہیں مجھ پر۔ اسے شرم آتی ہو گی مجھے اپنا بھائی کہتے ہوئے۔ میں واپس حویلی نہیں جا سکتا۔ اپنے ماں باپ کو اپنی شکل نہیں دکھا سکتا۔ کتنا مان تھا ان سب کو مجھ پر۔ اور میں نے کیا کیا؟"

عبیر کی گلابی آنکھیں اور بھنچے لبوں کی مسکراہٹ پر وہ لب سختی سے ایک دوسرے میں پیوست کیے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ جس کی آواز میں کرب سا جھلک رہا تھا۔

"میں نے ان سب کی نظروں میں اپنا امیج خراب کر دیا ہے۔ میں اب پہلے جیسا نہیں ہوں۔ نا میں اچھا بیٹا بن سکا۔ نا اچھا بھائی اور نا ہی اچھا شوہر۔۔ میں ایک ناکام انسان ہوں"

اس کی گلابی آنکھوں میں نمی سی آنے لگی تھی۔ میز پر دونوں کہنیاں ٹکائے اس نے ہتھیلیوں کو سختی سے آنکھوں پر جما کر انھیں بھیگنے سے روکا تھا۔

جو وقت وہ تائیوان میں گزار کر آیا تھا۔ ایک ایک لمحے میں اسے ہزار دفعہ موت نصیب ہوئی تھی۔ سوچ سوچ کر اس کا دماغ پھٹنے لگا تھا کے وہ کیا تھا اور کیا بن گیا تھا۔

اس نے عبیر کی اتنی بے بسی پہلی دفعہ دیکھی تھی۔ اور پہلی دفعہ ہی اسے اپنا دل ٹکڑوں میں کٹتا محسوس ہو رہا تھا۔

وہ انسان اسے دنیا سے بڑھ کر عزیز تھا۔ جس دن اس نے عبیر کو دوست بنایا تھا۔ اس دن اسے کسی تیسرے شخص کی کمی محسوس نہیں ہوئی تھی۔

دو سال تک ساتھ پڑھنے کے بعد ان کی یونیورسٹی بدل چکی تھی۔ عبیر نے بزنس کی فیلڈ جوائن کر لی وہیں حتان نے لاء میں ایڈمشن لے لیا۔

پہلے پڑھائی اور پھر آفس دونوں ہی اپنی زندگی میں مصروف ہو چکے تھے۔ اس کے باوجود بھی کسی نا کسی طرح ملنے کے لئے وقت نکال ہی لیتے تھے۔

وہ اپنے دل کی ساری باتیں اسی سے کیا کرتا تھا۔ کام کی باتیں، فضول کی باتیں سارے دن کی روٹین سب کچھ اسے کہہ دیتا تھا۔ جواباً وہ مسکراتے ہوئے اس کی ساری باتیں دھیان سے سن لیا کرتا تھا۔ وہ ایسا ہی تو تھا۔ اسے بس سننے کی ہی تو عادت تھی۔ سب اس کے پاس اپنی ہی سنانے تو آتے تھے۔

لیکن شروع شروع میں حتان اکتا جایا کرتا تھا۔ خود ہی بول بول کر وہ بیزار ہو جاتا تھا۔ تب اسے بولنے پر آمادہ کیا کرتا تھا۔ کے وہ کیسا ہے یونیورسٹی کیسی چل رہی ہے۔ گھر پر سب کیسا ہے۔ اس نے کیا کھایا۔ کون سی اسائنمنٹ بنا رہا ہے۔"

چھوٹے چھوٹے سے اس کی زندگی سے متعلق وہ کئی سوالات کیا کرتا تھا۔ پہلے پہل عبیر کو عجیب لگتا تھا۔ اسے عادت نہیں تھی کسی کو اپنی باتیں بتانے کی۔

کیوں کے کبھی کسی نے اس سے کچھ پوچھا ہی نہیں تھا۔

سب اپنے مطلب کی باتیں کر کے چلے جاتے تھے۔ کسی کو اس سے غرض ہی نہیں تھی کے اس سے یہی دریافت کر لیتا کے اس کا دن کیسا گزرا۔

ایسے میں حتان کا اس طرح سے خود میں دلچسپی لینا اس کے معمولات کے بارے میں دریافت کرنا اسے اچھا لگنے لگا تھا۔

زیادہ نا سہی لیکن تھوڑا تھوڑا وہ اس سے پھر اپنے دل کی باتیں بھی شئیر کرنے لگا تھا۔ وہ باتیں بھی جو وہ خود بھی نہیں کر پاتا تھا۔

حتان کو اسی چیز کا گہرا قلق تھا کے جب عبیر کو اس کی سب سے زیادہ ضروت تھی تب وہ اس کے پاس نہیں تھا۔

اس نے کتنی منت سماجت کی تھی اس کی ایک دفعہ اسے تائیوان آنے دے۔ لیکن وہ ہر دفعہ اسے سختی سے منع کر جایا کرتا تھا۔

اپنی بکھری شکست خوردہ سی حالت وہ حتان پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کے وہ حد سے زیادہ جذباتی اور جنونی تھا۔ کہیں طیش میں آ کر انس اور سالار پر ہی سارا اشتعال نا نکال دے۔

اور آج جب اس نے عبیر کو اس طرح سے آنسو ضبط کرتے ہوئے دیکھا تھا تو اس کا دل چاہ رہا تھا کے بس اسی وقت جا کر سعدین حویلی کے در و دیوار ہلا کر رکھ دے۔ دنیا کو تہس نہس کر دے جس نے اس انسان کو خون کے آنسو رلایا تھا جس پر وہ جان چھڑکتا تھا۔

یہ صلہ دیا تھا انھوں نے عبیر کی قربانیوں کا؟

وہ وکیل نہیں بن سکا۔ اپنے پیشن کو نہیں اپنا سکا۔ اپنی مرضی سے شادی نہیں کر سکا۔ اپنی محبت سے دستبردار ہونا پڑا۔ ساری زندگی اپنی خواہشوں اور خوابوں کا قتل کرتے گزار دی۔ اور بدلے میں جو اسے صلہ دیا گیا تھا اس نے حتان داؤد کی رگ رگ میں دہکتی ہوئی آگ بھڑکا دی تھی۔

وہ اپنی چیئر دھکیل کر اٹھ کھڑا ہوا۔ گھوم کر اس کی طرف آتے ہوئے بنا کچھ کہے اسے گلے لگایا۔ جیسے اس کے سارے دکھوں کو اپنے سینے میں سمیٹ لینا چاہتا ہو۔

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں عبیر۔ تمہیں تمہارا مقام واپس دلوا کر رہوں گا!۔ تم نے جو قربانیاں دی ہیں وہ رائگاں نہیں جانے دوں گا۔ان سب کا صلہ تمہیں ملے گا۔اس کی آنکھیں لہو چھلکا رہی تھیں۔اور چہرہ کرب زدہ تھا۔ پھر بھی جب وہ بولا تو اس کے الفاظوں میں صرف نرمی تھی۔

"میں تھک چکا ہوں حتان۔ میں تنگ آ چکا ہوں اپنی زندگی سے۔"اس کا لہجہ شکست خوردہ سا اور زندگی کی امنگ سے عاری تھا۔

"میں بس مر جانا چاہتا ہوں"

"میں نے اپنی زندگی کی قدر نہیں کی۔اسے دوسروں کے لئے وقف کر دیا۔اور انھوں نے بدلے میں سوائے میرے دل کو زخمی کرنے کے اور کچھ نہیں دیا"

اس کا سر حتان کے سینے سے لگا تھا۔ جس نے مضبوطی سے اپنے بازو اس کے گرد باندھے ہوئے تھے۔ وہ پہلی دفعہ شکوہ کر رہا تھا۔ پہلی دفعہ کوئی شکایت اس کے لبوں پر آئی تھی۔

چیئر پر بیٹھے اس کی ہتھیلیاں بدستور آنکھوں پر جمی تھیں۔ پتا نہیں چل رہا تھا کے وہ رو رہا ہے یا نہیں۔ لیکن حتان کی سرخ ڈوروں کی آنکھوں کے ٹپکتے آنسو عبیر کے بالوں میں جذب ہوتے جا رہے تھے۔

کاپی تپاک سے اس کا استقبال کیا گیا تھا۔ فاز تو حویلی پہنچتے ہی اپنے روم میں چلا گیا تھا۔جبکے وہ سعادت غازی کے پاس ہی بیٹھی تھی۔

ماشا کو وہ پہلی ملاقات کے مقابلے میں خاصے کمزور اور مزید ضعیف لگے تھے۔

"تم تو دوبارہ آئی ہی نہیں ملنے"

وہ بیڈ پر نیم دراز اس سے شکوہ کر رہے تھے۔ جب کے وہ ان کے بیڈ کے پاس رکھی چیئر پر بیٹھی تھی۔

"میری پڑھائی کافی ٹف ہے۔ مجھے ٹائم ہی نہیں ملتا کسی اور چیز کے لئے"

انس نے اسے سختی سے کہا تھا کے کم از کم دادا جان کے سامنے خود کو کنٹرول میں رکھنا اور ان سے بدتمیزی مت کرنا۔اس لئے بھی وہ اپنی تمام ترناگواری کو پس پشت ڈالے خو کو نارمل ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تمہیں معلوم ہے تم نے میری خواہش کو بنا کہے ہی پورا کر دیا ہے ماشا۔ میں چاہتا تھا کے میری کوئی پوتی تو ڈاکٹر بنے۔ لیکن بریزے اور ریشام دونوں کا ہی رجحان اس طرف نہیں تھا۔"

ان کے انداز میں محبت سی تھی۔

"اب انھوں نے ڈاکٹر بننے کا فیصلہ کر لیا ہے تو مستقل کے مریضوں کا اللہ ہی حافظ ہے"

وہ جانے کب سے دروازے سے کندھا ٹکائے کھڑا ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ اب کے بولنے سے خود کو روک نہیں پایا تھا۔ لیکن ماشا نے ضبط سے لب بھینچ لئے تھے۔

"میری بچی بہت اچھی ڈاکٹر بنے گی"

ان کے لہجے میں ماشا کے لئے محبت ہی محبت تھی۔

"انشاءاللہ۔۔"

اس نے بلند آواز سے کہا۔

"ٹیبل لگ چکی ہے۔۔ میں آپ کو بلانے آیا تھا"

"دادا جان آپ آرام کریں۔ مجھے کچھ دیر بعد آوں گی آپ کے پاس"

"ٹھیک ہے بیٹا۔ کھانا کھا کر کچھ دیر آرام کرنا سفر سے آئی ہو"

اثبات میں سر ہلا کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"خیر سے آپ ڈاکٹر بن رہی ہیں۔ کیا میں امید رکھوں کے آپ کا پہلا مریض ہونے کا شرف مجھے ہی حاصل ہو گا؟"

دونوں ہاتھ پشت پر باندھے وہ اس سے دو قدم پیچھے چل رہا تھا۔

کوریڈور کی دیواریں کان لگائے اس کی باتیں سن رہی تھیں۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"ڈاکٹرز کا فرض ہوتا ہے اپنی پوری جان لگا کر مریض کو صحتیاب کیا جائے۔ اگر تم میرے پیشنٹ بنو گے تو کوئی بعید نہیں کے تمہارا علاج کرنے کے بعد مجھے جیل ہو جائے"

"جان بوجھ کر غلط علاج کریں گی آپ میرا؟"

"غلط علاج نہیں"

وہ ایڑیوں کے بل اس کی طرف گھومی تو فاز کے قدم بھی تھمے تھے۔

"سیدھا قتل کروں گی!"

وہ چبا کر بولی تھی۔ لیکن مقابل اس کے اس قدر معصومانہ انداز سے دھمکانے پر بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔

"مجھے بلکل حیرت نہیں ہے! انس بھائی کی بہن کو آپ کے جیسا ہی ہونا چاہئے تھا"

اس کی ہنسی ماشا کو زہر سے بھی لگی تھی۔

تنفر سے اسے دیکھتی وہ تیز تیز قدم اٹھاتی وہاں سے آگے بڑھ گئی تھی۔

کھانا کھاتے ہی وہ تو گرم کمبل میں دبک کر کب کی نیند کی وادیوں میں اتر چکی تھی۔ ہیٹر آن ہونے کی وجہ سے باہر سے مقابلے میں کمرہ گرم تھا۔ تھکن اس کے اعصاب پر بھی غالب آ رہی تھی۔ بیگ میں سے اپنی کتابیں وغیرہ نکال کر رائٹنگ ٹیبل پر سیٹ کرنے کے بعد باقی کا کام صبح پر چھوڑتے ہوئے

بھاری ہوتی پلکوں کو بامشکل کھولتے ہوئے اس نے نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھا جو جانے کب سے اس کے سر پر کھڑی اسے جگانے کے لئے آوازیں دے رہی تھی۔

"اٹھ بھی جاو عاشر دوپہر کا ایک بجنے والا ہے۔ اب میں تمہیں اٹھانے نہیں آوں گی"

بولتے ہوئے وہ ساتھ ہی ساتھ اپنا اور اس کا بیگ کھولے سامان نکال کر الماری میں سیٹ کر رہی تھی۔ "تم میرے انتظار میں کیوں بیٹھی ہو۔۔ تم کر لیتی ناشتہ"

"تمہیں اتنی خوش فہمی کب سے لاحق ہو گئی کے بریزے غازی تمہارے انتظار میں بھوکی بیٹھی رہے گی؟۔۔میں کر چکی ہوں ناشتہ"

اس کا مصروف سا انداز تنفر لئے ہوئے تھا۔

"چلو پھر میرے لئے بنا دو"

"شائستہ بوا بنا رہی ہے"

"کیا تم بھول گئی کے تم میرے ساتھ یہاں کن شرائط کو قبول کر کے آئی تھیں۔؟"

"اس وقت تو سمجھ لو۔۔میں نے مجبوری میں تمہاری بات مانی تھی۔۔۔مجھ سے امید ہر گز مت رکھنا میں تمہاری خدمتیں کروں گی"

"اپنی بات سے پیچھے ہٹ رہی ہو؟"

"تمہیں جو سمجھنا ہے تم سمجھ سکتے ہو"

اپنے کام میں ہنوز مصروف وہ اپنے ازلی انداز میں تنفر سے بولی۔

عاشر اسے کچھ کہنے کی بجائے سر جھٹکتے ہوئے الماری سے اپنے کپڑے لے کر فریش ہونے چل دیا تھا۔

بھاری سی شیشے کی میز پر دونوں بازوؤں میں سر چھپائے وہ کافی دیر سے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھا تھا۔زید کو اس نے سختی سے کہا تھا اس کی اجازت کے بغیر کسی کو روم میں مت آنے دینا۔مہر ماہ کافی دیر تک انتظار کرتی رہی تھی۔اسے بے چینی شروع ہو چکی تھی۔ وہ کبھی بھی اس طرح سے روم لاک کر کے نہیں بیٹھتا تھا۔کتنا موڈ خراب ہو کتنا ہی غصہ چڑھا ہو لیکن اس طرح سے وہ ہر شے لا تعلق نہیں ہوا تھا۔اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تو زبردستی زید سے ماسٹر کی نکلوا کر اس نے سالار کے روم کا دروازہ کھولا تھا۔جب

اندر داخل ہو کر دروازہ بند کیا تو پورا کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ خود وہ اپنی پاور چیئر بیٹھا ابھی تک اسی انداز میں موجود تھا۔ مہرماہ نے ایک لائٹ کھولی تو کمرے میں ہلکی سی روشنی پھیلنے لگی۔

اس کا کوٹ اور ٹائی صوفے پر پڑے تھے۔ کف لنکس بھی اس کی ہیل کے نیچے آتے ہوئے ماتم کناں ہوئے تھے۔

میز پر سے سر اٹھا کر پیچھے ہوتے ہوئے وہ سیٹ کی پشت سے سر ٹکا گیا تھا۔ مہرماہ تو اس کی حالت دیکھتی رہ گئی تھی۔ پیشانی پر بکھرے بال، کربناک سا چہرہ اور سرخیوں سے بھری ہوئی آنکھیں نم سی تھیں جنھیں اس نے ہاتھ کی پشت سے رگڑ ڈالا تھا۔

"کیوں آئی ہو یہاں؟ جب میں نے منع کیا تھا کسی کو یہاں آنے سے؟" وہ چھت پر لگے تیزی سے چلتے پنکھے کو دیکھتے ہوئے بھاری سی آواز میں اس سے مخاطب ہوا۔

"میں کسی نہیں ہوں!" زرا سے لفظوں میں اس نے بہت کچھ جتایا تھا۔

پلکیں میچ کر اس نے گہری سانس ہوا کے سپرد کی تھی۔ دو انگلیوں سے پیشانی مسلتا ہوا وہ مہرماہ کو بہت بکھرا بکھرا سا لگا تھا۔

"تمہاری طبعیت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی ہے۔ چلو ہم کہیں باہر چلتے ہیں" اس کی حالت کے پیش نظر اسکے نزدیک آتے ہوئے وہ نرمی سے بولی۔

"اکیلے رہنا چاہتا ہوں میں کچھ دیر" اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"میں تمہیں یہاں اکیلے نہیں چھوڑ سکتی۔"

"مہرماہ چلی جاو یہاں سے میرے ضبط کو مت آزماو" کہنیاں میز پر ٹکائے سر ہاتھوں میں تھامے وہ خشمگیں سے لہجے میں کہتا اس وقت صرف تنہا رہنا چاہتا تھا۔

"تم بھی جانتے ہو اور مجھے بھی معلوم ہے کے تم میری کسی بات کو رد نہیں کر سکتے۔ اٹھ جاو فوراً" دھونس سے کہتے ہوئے اس نے صوفے پر سے اس کا کوٹ اٹھا کر بازو پر ڈالا پھر دوبارہ اس کے قریب آ کر اس کی کہنی تھام کر اسے اٹھنے پر زور دیا۔ سالار نے سرخ سی نگاہیں اس پر ڈالی تھیں۔

اگر مہرماہ کی جگہ کوئی اور اس انداز سے اس کے ساتھ پیش آنے کا سوچتا بھی تو وہ پہلی فرصت میں اپنی جان سے جاتا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

لیکن سامنے مہرماہ سلطان کھڑی تھی۔اسے خود پر زعم تھا کے وہ سالار کے ساتھ جو چاہے سلوک کرے وہ بدلے میں اف بھی نہیں کرے گا۔اور یہ کچھ غلط بھی نا تھا۔وہ اس کی اسسٹنٹ ہو کر بھی اسے آرڈر دیتی تھی۔اسے آنکھیں دکھاتی تھیں۔جو چاہتی اس انداز میں اس سے بات کرتی۔جو چاہتی اس سے منوالتی تھی۔بدلے میں وہ اسے کچھ بھی نہیں کہہ پاتا تھا۔سر کو خم دے کر اس کی ہر بات مانتا چلا جاتا تھا۔ایک وہی تو تھی جو اس کے دل کو بھائی تھی۔اسے دیکھتا تھا تو دل دھڑکتا تھا۔وہ نظر نا آتی تھی تو وہ بغاوت پر اتر آتا تھا۔دھڑکنوں کی روانی سست پڑ جاتی تھی۔وہ اس لڑکی سے انجانے میں محبت کر چکا تھا۔لیکن اسے اپنی عادت نہیں بنانا چاہتا تھا۔اپنی محبت کو اس حد تک نہیں لے جانا چاہتا تھا کے اس کے علاوہ اسے کچھ نظر ہی نا آئے۔وہ اس کا اسیر نہیں ہونا چاہتا تھا۔اسے اپنے حواسوں پر سوار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

جو انسان اپنے قول کا پکا تھا۔جسے خود پر انتہا کا کنٹرول تھا۔وہ سمجھتا تھا کے وہ صرف اپنے غصے کے ہاتھوں بے بس ہے کے غصے میں وہ آپے سے باہر ہو جایا کرتا تھا۔خود کو سنبھال نہیں پاتا تھا۔

اس کے لیے یہ انکشاف کافی حیران کن تھا کے صرف ایک غصہ نہیں تھا جس کے ہاتھوں وہ بے بسی محسوس کرتا تھا۔اس لسٹ میں اب مہرماہ سلطان بھی شامل ہو چکی تھی۔وہ اسے دیکھے سے خود کو روک نہیں پاتا تھا۔وہ خاموشی سے اسے اپنے حواسوں پر سوار ہوتے دیکھ چکا تھا۔وہ اس کا اسیر ہو چکا تھا۔اس کی باتوں سے،اس کے غصے سے،اس کی غزالی آنکھوں کی گھوریوں سے اسے عشق ہو چکا تھا۔

"مجھے تمہاری یہ عادت بہت بری لگتی ہے۔جب تم ڈپریسڈ ہوتے ہو تو ایسے روم لاک کر کے اندھیرا کر کے بیٹھ جاتے ہو۔ایسے مسئلے کا حل کیسے نکلے گا؟"

مہرماہ کے بازو پر سے کوٹ اٹھا کر پہنتے ہوئے وہ ساتھ ہی اس کی مسحور کن سی آواز کا اثر اپنے ذہن پر ہوتا محسوس کر رہا تھا۔

"اسٹاف اپنے باس کی یہ حالت دیکھے گا تو سمجھے گا کے نا جانے کتنے اسٹرونگ ڈرگز کی اوورڈوز لے رکھی ہے تم نے"

ہیلز پہننے ہونے کی وجہ سے وہ بامشکل اس کے قد کے برابر آ رہی تھی ورنہ سالار کے بلند قد و قامت کے آگے وہ اس کے کندھے تک آ پاتی تھی۔مخروطی انگلیوں سے اس کی پیشانی پر بکھرے بال سنوارتے ہوئے وہ افسوس سے کہتے ہوئے گھوم کر میز کے دوسری جانب بڑھی۔وہاں سے اس کا والٹ اور فون اٹھا کر ہینڈ بیگ میں ڈالا پھر اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"یونانی دیوتا کا مجسمہ بن کر کھڑے ہو گئے ہو۔اب چلو بھی" بھاری سا گلاس وال دکھیل کر باہر جاتے ہوئے اسے تنبیہ کرتی نکل گئی تھی۔وہ پیچھے کھڑا سینے پر ہاتھ رکھے دل کی دھڑکنوں کو سنبھالتا رہ گیا تھا۔اپنے بالوں کو چھوا تو اس کی انگلیوں کی نرماہٹ کا اثر سیدھا دل پر جا کر لگا تھا۔

زید کو کچھ ضروری ہدایت کرتے ہوئے وہ نیچے پارکنگ میں آیا تو وہ پہلے ہی اس کی گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑی اس کی منتظر تھی۔

اس کے قریب آتے ہی مہرماہ نے اپنی ہتھیلی اس کی جانب بڑھائی جسے اس نے استفہامیہ انداز میں ابرو اچکا کر دیکھا۔"گاڑی کی چابی" اس کے مطالبے پر سالار نے بے ساختہ نفی میں سر ہلایا۔

"فرنٹ سیٹ پر بیٹھو اور بتاؤ کے کہاں جانا ہے۔میں لے جاتا ہوں" اس کے صاف انکار پر مہرماہ نے تنک کر اسے دیکھا۔

"پہلی بات تو یہ کے میں پہلی بار ڈرائیو نہیں کر رہی جو تم ایسے منع کر رہے ہو۔اور دوسری بات تم مجھے لے کر نہیں جا رہے بلکے میں تمہیں لے کر جا رہی ہوں۔اس لئے۔۔" دانستہ بات ادھوری چھوڑ کر اس نے کن انکھیوں سے اپنی ہتھیلی کی جانب اشارہ کر کے پھر سے چابی مانگی تھی۔

اس دفعہ اس نے بنا کچھ کہے کوٹ کی اندرنی جیب سے چابی نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھ دی تھی۔چابی کے ساتھ ساتھ وہ سالار غازی کا باغی دل بھی اپنی مٹھی میں قید کر گئی تھی۔گاڑی ان لاک کرتے ہوئے اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تو وہ بھی فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھا تھا۔

"تمہارے پاس صرف بیس منٹ ہیں مہرماہ۔بیس منٹ بعد یہ گاڑی مجھے واپس اسی پارکنگ میں چاہئے" سیٹ بیلڈ لگاتے ہوئے اس نے تاکید کرنا ضروری سمجھا تھا۔حالانکے وہ اچھے سے جانتا تھا کے اسے تاکید کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔کرنی تو اس نے اپنی ہی ہے۔

"تمہاری میٹنگز ساری کینسل ہو چکی ہیں۔تمہاری غیر موجودگی میں ضمیر سر اور زید سر تمہارے آفس کو لک آفٹر کر لیں گے۔اس لئے تم خاموشی سے بیٹھو" دونوں ہاتھوں میں اسٹیئرنگ تھامے وہ کمال مہارت سے گاڑی ریورس کرتے ہوئے پارکنگ سے نکال کر روڈ پر ڈال چکی تھی۔

سالار کو خود پر افسوس ہوا تھا۔اسے مہرماہ کی ڈرائیونگ اسکلز پر شک نہیں کرنا چاہئے تھا۔وہ ماننے پر مجبور ہو چکا تھا کے گاڑی چلانے میں اس کی مہارت قابل ستائش تھی۔

عبیر کی طرح وہ بھی اپنی گاڑی کو لے کر کافی جذباتی تھا۔کسی کی مجال بھی نہیں تھی کے سالار غازی کی گاڑی کو ہاتھ بھی لگالیتا۔ ۔لیکن وہ لڑکی کتنے استحقاق کے ساتھ وہ گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی۔صرف اسی میں ہی اتنی ہمت تھی کے اس انسان کو اپنے اشاروں پر چلا سکتی۔

"آہستہ چلاو۔اسپیڈ کم کرو"

وقتاً فوقتاً سالار غازی کی آواز پر مہرماہ نے جھنجھلا کر اسے دیکھا۔

"اگر تم اسی طرح مجھے ڈسٹریکٹ کرتے رہو گے تو میں دے ماروں گی تمہاری گاڑی"

"تمہیں ہی شوق تھا ڈرائیو کرنے کا۔اور دھیان سے چلاوا گر اس پر زرا سا بھی اسکریچ پڑا تو تمہاری خیر نہیں!"

"تمہیں مجھ سے زیادہ اپنی گاڑی کی فکر ہے؟" گردن موڑ کر اسے روہانسی لہجے میں استفسار کیا۔

"مجھے کیوں نہیں کرنی چاہئے اس کی فکر؟آخر کو تو اتنی مہنگی اور میری فیورٹ گاڑی ہے"

سالار کے نخوت بھرے انداز پر اس نے لب بھینچتے ہوئے فوراً ہی ایکسیلیریٹر پر دباؤ بڑھا کر اسپیڈ تیز کر دی تھی۔"مہرماہ انسان بن جاو۔"سالار نے اسے ڈپٹے ہوئے اپنا سیٹ بیلٹ باندھا تھا۔

پہلے تو اس نے اسے باندھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔لیکن ٹریفک میں وہ اتنی تیز اسپیڈ میں گاڑیوں کو اوورٹیک کر رہی تھی اس نے سالار کو فکر مند کر دیا تھا۔

"سائیڈ پر لگاو گاڑی مہرماہ۔اسپیڈ کم کرو۔تمہارے پاس ڈرائیونگ لائسنس نہیں ہے۔ٹریفک پولیس نے پکڑ لیا تو مسئلہ ہو جائے گا"

طیش کو دبائے وہ اسے دھیمے اور نرم لہجے میں مسلسل قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔جانتا تھا کے اگر اس پر ذرا سا بھی غصہ کرتا تو اس نے اور ضد پر آجانا تھا۔

"اب تمہیں احساس ہوا کے کسی لڑکی کو پرپوز کرنے کے بعد اس سے یہ نہیں کہنا چاہئے کے تمہارے لئے گاڑی کی اہمیت اس لڑکی سے زیادہ ہے"

اسپیڈ کو نارمل کرتے ہوئے وہ پیشانی پر بل لئے تیکھے لہجے میں بولی تو اس نے گہری سانس لیتے ہوئے خود کو کچھ سخت کہنے سے باز ہی رکھا تھا۔

کیوں کے سامنے ہی ٹریفک پولیس کے کچھ اہلکار انھیں سائیڈ پر رکنے کا اشارہ کر رہے تھے۔

سالار کی نگاہوں میں دیکھنے کی اس نے جرات بھی نہیں کی تھی۔ تھوک نگلتے ہوئے گاڑی کی اسپیڈ کم کر دی تھی۔

"سائیڈ پر روکو۔اب کیا انھیں بھی ڈچ کر کے گاڑی بھگانی ہے تم نے؟"اس کی کھولتی ہوئی آواز پر مہرماہ نے ناراض سی نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے منہ پھلا کر گاڑی ایک طرف لے جا کر روکی پھر سینے پر بازو لپیٹ کر ناراضگی سے پیشانی پر بل سجا لئے۔

"ایسے ہی بیٹھے رہنا۔اگر باہر نکلی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"سیٹ بیلٹ ہٹا کر آنکھوں پر گاگلز چڑھاتے ہوئے اس نے انگلی اٹھا کر اسے دھمکایا تھا۔

جو خلاف توقع کچھ نہیں بولی تھی۔

پولیس آفیسر اس کی طرف کا شیشہ بجا رہے تھے۔ لیکن مہرماہ نے نیچے نہیں کیا۔کیوں کے سالار گاڑی کے کاغذات نکال کر خود ہی باہر نکل گیا تھا۔

اپنے پیچھے اس نے دروازہ بھی بند کر دیا تھا جس کی وجہ سے وہ سن نہیں پا رہی تھی کے باہر وہ ان سے کیا بات کر رہا ہے۔

"اوور اسپیڈنگ کی وجہ سے آپ کا چالان کٹے گا۔گاڑی کے کاغذات اور ڈرائیونگ لائسنس دکھایئے۔"

وہ پیشہ ورانہ انداز میں سالار سے مخاطب تھا۔ جس نے کاغذات اس کی جانب بڑھا دیے تھے۔

"یہ آپ کا ڈرائیونگ لائسنس ہے۔ محترمہ کا دکھایئے۔"

کاغذات الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔

"وہی بنوانے جا رہے ہیں۔ محترمہ نے کچھ عرصے پہلے ہی ڈرائیونگ سیکھی ہے۔ آج فائنل ٹیسٹ کے بعد مل جائے گا لائسنس۔"

اس نے پہلی دفعہ جھوٹ کا سہارا لیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کے مہرماہ کے پاس لائسنس نہ ہونے کی وجہ سے انھیں تھانے کا چکر لگانا پڑے۔

اس کے زبردستی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر کہنے پر آفیسر نے بے تاثر نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ دن بھر درجنوں ایسے کیسز دیکھتے تھے۔ انھیں سب خبر ہوتی تھی کے کون جھوٹ بول رہا ہے اور کون ڈرامہ کر رہا ہے۔

"جس طریقے سے بے خوف و خطر آپ کی محترمہ گاڑی چلا رہی تھیں وہ دیکھ کر لگتا نہیں ہے کے انھوں نے کچھ دن پہلے چلانی سیکھی ہے۔"

اس کے سادے سے لہجے میں طنز کی آمزش تھی۔ پھر پین سے کچھ لکھتے ہوئے رسید پھاڑ کر اس کی جانب بڑھائی۔

"صرف اوور اسپیڈنگ کا چالان ہے۔" اس نے جتنا ضروری سمجھا تھا۔ جبکے وہ تو "آپ کی محترمہ" کے لفظوں کے سحر میں خود کر جکڑا ہوا محسوس کر رہا تھا۔

بے وجہ ہی خوبصورت سی مسکراہٹ لبوں پر ابھر آئی تھی۔

"نوازش۔۔" اس نے سر کو خم دے کر چالان کی رقم ادا کی پھر ڈرائیونگ سیٹ کی طرف آ کر اس کا شیشہ بجایا۔ جس نے فوراً سے نیچے کر دیا تھا۔

"معاملہ نمٹ گیا؟"

"نمٹ گیا۔۔ اب باہر نکلو۔"

"ہم ابھی ڈیسٹی نیشن پر نہیں پہنچیں ہیں۔"

"تمہیں جہاں جانا ہے۔ میں لے جاوں گا۔"

"گاڑی میں ہی چلاوں گی۔"

"پھر سارے راستے تم چالان کرواتی ہوئی جاو گی۔"

"تمہارے پاس پیسوں کی کون سی کمی ہے۔چند ہزار میری خاطر خرچ کر دو گے تو تمہارے خزانے ختم نہیں ہو جائیں گے۔" وہ کچھ نروٹھے سے انداز میں بول کر سالار غازی کو چپ لگا گئی تھی۔

وہ چند ہزار کی بات کر رہی تھی۔وہ تو اپنی جان اس کے صدقے کے طور پر وارنے کو تیار بیٹھا تھا۔

"مجھے ڈر ہے کے تم مجھے یہیں سے واپس لے جاو گے۔اسی لیے مجھے کرنے دو ڈرائیو۔واپسی پر پکا میں تنگ نہیں کروں گی۔تم ہی کر لینا!"

اس دفعہ وہ بنا کچھ کہے واپس گھوم کر اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔

"ویسے تمہیں پتا ہے میرا پہلے بھی ایک دو بار چالان ہو چکا ہے۔وہ بھی صرف اوور اسپیڈ نگ کی وجہ سے۔۔لیکن میں کیا کروں مجھے اتنا مزہ آتا ہے تیز اسپیڈ میں گاڑی بھگانے میں۔یوں لگتا ہے جیسے میں اس دنیا کی قید سے فرار حاصل کر رہی ہوں۔" ونڈ اسکرین پر نظریں جمائے وہ پر جوشی سے بولتی ہوئی گاہے بگاہے اسے بھی دیکھ لیتی تھی جس نے گاڑی کا رخ شہر سے باہر کے راستے کی جانب ہوتے دیکھ سر پیچھے کی جانب ٹکا کر رخ اس کی طرف کر رکھا تھا۔سینے پر بازو لپیٹے وہ بنا پلکیں جھپکائے اسے بولتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔وہ خود سے اعتراف کر رہا تھا کے اس نے اپنی پوری زندگی میں اتنے پر سکون لمحے کبھی نہیں گزارے تھے۔مہر ماہ کو دیکھنا اور اس کی باتوں کو سننا اسے دنیا سے بیگانہ کر دیا کرتا تھا۔

اس وقت اس کے ساتھ یہی ہو رہا تھا۔خود پر سے اس کا کنٹرول ختم ہو رہا تھا۔البعض اوقات اسے دیکھنے میں وہ اتنا محو ہو جاتا تھا کے اس کی باتیں بھی اسے سنائی نہیں دیتی تھیں۔وہ بس خاموشی سے اس کے ہلتے ہوئے لبوں کو دیکھتا رہتا تھا۔

"بریزے اگر یہاں ہوتی تو وہ بھی تم سے مل کر بہت خوش ہوتی"

پلیٹ میں تھوڑے سے چاول نکالے، کھانے سے زیادہ اس کا دھیان ریشام اور رائمہ غازی سے باتیں کرنے میں تھا۔

ان کے علاوہ فاز بھی وہی موجود تھا جو سربراہی کرسی پر براجمان ساری توجہ اپنے کھانے کے اوپر رکھے ہوئے تھا۔ان تین خواتین کی باتوں میں اسے ذرا بھر بھی دلچسپی نہیں تھی۔ جس چہرے میں دل کی دلچسپی تھی بس کن انکھیوں سے ہر تھوڑی دیر بعد اسے دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جو اس کی موجودگی سے ہی لاتعلق بنی ہوئی تھی۔

"تمہاری آنکھیں اتنی سرخ کیوں ہو رہی ہیں؟ نیند پوری نہیں کر رہے تم ٹھیک سے؟" رائمہ نے اچانک ہی اسے مخاطب کر کے فکر مندی سے کہا تو فاز نے لمحے بھر کو چونک کر انھیں دیکھا۔ پھر پانی کا گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے شانے اچکائے۔

"کافی دنوں سے ٹھیک سے سو نہیں پایا ہوں پھوپھو!"

"پہلے مجھے صرف عاشر کی فکر رہتی تھی کے وہ اپنی لاپرواہی کی وجہ سے خود پر بلکل دھیان نہیں دیتا۔اور اب تم بھی اس کی طرح ہوتے جا رہے ہو۔

"صحبت کا اثر ہے پھوپھو"

ریشام نے مسکرا کر چھیڑا۔

"فکر نہ کریں آپ کے بیٹے کو تو میری بہن سیدھا کر کے ہی واپس لائے گی۔"

فاز کا انداز بھی محفوظ سا تھا۔

"مجھے تو یہ نہیں سمجھ آتا کے دونوں میں سے ہمدردی کس کے ساتھ کرنی چاہئے۔۔دونوں ہی ماشاءاللہ ایک سے بڑھ کر ایک۔"

ماشا اپنی پلیٹ پر جھکی بچے ہوئے کھانے کو ختم کر رہی تھی۔جب رائمہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"تمہارے والدین سے میں ملی نہیں ہوں۔ لیکن مجھے یقین ہے وہ یقیناً بہت اچھے انسان رہے ہوں گے"

"اچھے انسان کو ہمیشہ اپنی اچھائی کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے"

اس کے تراشیدہ سے لبوں پر زخمی سی مسکراہٹ تھی۔

فاز کی نظریں بے ساختہ ہی اس کی جانب اٹھی تھیں۔

لیکن وہ کمال مہارت سے اپنی جانب اٹھی اس کی ہر نظر کو نظر انداز کر رہی تھی۔

"ہمارا گاوں بہت خوبصورت ہے۔ میرے ساتھ چلو گی دیکھنے؟"

ریشام نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ کے اپنائیت سے پوچھا۔

"یہ ٹھیک رہے گا! تم دونوں فاز کے ساتھ جا کر گھوم آو کچھ دیر۔ تب تک انس بھی آجائے گا"

ریشام کا دل اس کے نام پر بڑی طرح دھڑکا تھا۔

کتنے ہی دن ہو گئے تھے کے انس نے سعدین حویلی میں قدم نہیں رکھے تھے۔

آج اس کے آنے کا سن کر اس کی دھڑکنوں میں طلاتم سا برپا ہوا تھا۔

گاڑی کو اپنے گاوں کے راستے کی طرف موڑتے دیکھ اس نے کچھ نا سمجھی سے مہرماہ کی طرف دیکھا تھا جس کی پوری توجہ ونڈ اسکرین پر تھی۔

"فکر مت کرو میں سعدین حویلی نہیں جا رہی ہوں۔" اس کی شکل دیکھے بنا بھی وہ اس کے تاثرات جانچ کر مطمئن سے لہجے میں بولی۔ اور کچھ ہی دیر بعد اس نے سڑک کے ایک سائیڈ پر گاڑی روک دی تھی۔ طویل سڑک کے ایک طرف بلند و بالا پہاڑ تھے تو دوسری جانب نیچے ڈھلان کو راستہ جا رہا تھا۔ جہاں دور تک سبزہ پھیلا تھا۔ بڑے بڑے سے پتھروں اور رنگ برنگے پھولوں کے علاوہ وہاں پہاڑوں کے درمیان سے ایک جھرنے کا شفاف پانی بھی نیچے نہر میں گر رہا تھا۔ سیٹ بیلٹ ہٹا کر ڈرائیونگ سیٹ سے اترتے ہوئے اس نے پیچھے دروازہ بند کیا پھر آنکھوں پر لگے گاگلز ہٹا کر انھیں سر پر ٹکا کر گہری سانس بھری۔

اس کی پنک گلوس سے سجے لبوں پر مسکراہٹ در آئی تھی۔ وہاں کی صاف و شفاف ہوا کو اپنے اندر تک اتارتے ہوئے مہرماہ کو اپنے اعصاب ڈھیلے پڑتے محسوس ہوئے تھے۔ سعدین حویلی سے واپسی پر اس نے راستے میں یہ جگہ دیکھی تھی۔ لیکن اس وقت وہ وہاں چاہ کر بھی نہیں رک سکی تھی کے اس وقت سالار اس کے ساتھ تھا۔ اور اس سے وہ اس سے سخت بدگمان تھی۔ اپنی سائیڈ سے گھوم کر اس کی طرف آتے ہوئے اس نے سالار کی کھڑکی پر ہاتھ کی انگلیوں کی پشت سے دستک دی۔ جو اندر بیٹھا کال پر متوجہ تھا۔

دو انگلیوں سے اسے دو منٹ ویٹ کرنے کا اشارہ کیا تو وہ وہیں گاڑی سے پشت ٹکائے سینے پر بازو لپیٹے قدرت کے اس حسین نظارے کو آنکھوں میں سمونے لگی تھی۔اس طرف گاڑیوں کی آمد و رفت کافی کم تھی۔اور سکون اور خاموشی اتنی تھی کے جھرنے سے گرتے پانی کی آواز کانوں کو بھلی معلوم ہو رہی تھی۔کچھ لمحوں بعد وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا۔فون سوئچ آف کرتے ہوئے دروازہ بند کیا پھر اس ایک طائرانہ سی نگاہ اطراف میں ڈالتے ہوئے اس کی جانب متوجہ ہوا جو وہاں کی خوبصورتی میں کھوئی ہوئی تھی۔

"یہ جگہ میں صبح شام دیکھتا ہوں۔تم نے مجھے یہاں لا کر محظ میرا وقت برباد کیا ہے" وہ ناراض نہیں تھا۔لیکن انداز سپاٹ سا تھا۔
"آج سے پہلے تم نے اس جگہ کو اپنی نظر سے دیکھا تھا۔اس لیے یہاں تمہیں کوئی دلکشی نظر نہیں آئی ہو گی۔آج تم اسے میری نظر سے دیکھو۔تمہیں عشق نا ہو جائے تو کہنا"

وہ گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔گلابی شرٹ میں گلابی دوپٹہ سر پر اوڑھے مسکراتی اور چیلنجنگ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔وہ جہاں کھڑی تھی اس کے پیچھے بلند و بالا پہاڑ تھے۔اور سامنے آسمان پر موجود سورج سنہری سی روشنی میں دمک رہا تھا۔کچھ دیر پہلے ہی صبح ڈھلی تھی۔اس لئے اس کی حرارت عروج پر تھی۔تیز روشنی کے باعث اس کی آنکھیں چندھیانے لگیں تو اس نے آنکھوں پر ہاتھ کا چھجا سا بنا لیا تھا۔اب وہ سالار کو ٹھیک سے دیکھ پا رہی تھی۔جو اپنی جگہ سے حرکت کر کے قدم اٹھاتے ہوئے عین اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔سورج کی تیز اور گرم کرنیں اس کی پشت پر چھپ گئی تھیں۔وہ مہر ماہ اور ان کے درمیان آ گیا تھا۔اس کی اس حرکت پر سورج خفا سا ہو کر اور تپنے لگا تھا۔

"اگر میں کہوں کے میں پہلے ہی عشق کر چکا ہوں تو؟" گہری نظریں اس کے چہرے پر گاڑ رکھی تھیں۔وہ ایک لمحے کو پزل ہوئی تھی۔اس کی نظروں کی تپش کے آگے تو سورج کی تپش بھی کچھ نہیں تھی۔لیکن جلد ہی خود کو سنبھال کر وہ اپنے جون میں لوٹی۔

"تو میں کہوں گی کے تمہارے عشق میں برکت ہو جائے گی۔تمہارا عشق اور بڑھ جائے گا۔"

"عشق میں برکت خیر کی علامت تو نہیں ہے۔عاشق کا نقصان ہو گا۔وہ اپنا آپ بھلا بیٹھے گا۔"

"بھول جانے دو۔عشق کی راہ "میں" والوں کے لئے نہیں ہے۔"

سالار نے خاموشی سے چند لمحے بغور اس کی چمکتی آنکھوں میں دیکھا پھر گہری سانس لیتا نفی میں سر ہلا گیا۔

"کتابیں کم پڑھا کرو۔" اس کے سر پر ٹکے گاگلز کو کھینچ کر اس کی آنکھوں پر لاتے ہوئے وہ تاکید کرتا رخ پلٹ گیا۔ سورج کی کرنوں سے اس کی خوبصورت آنکھوں کو بچانے کی اپنی سی کوشش کی تھی۔ پھر نیچے کی نہر کی جانب جانے کا راستہ دیکھنے لگا تو مہر ماہ اس کی پشت کو گھورتی رہ گئی۔

"اس طرف سے آو۔" سیکنڈ میں پوری جگہ کا جائزہ لیتے ہوئے اس نے ڈھلان کی جناب قدم بڑھائے پھر کچھ قدم نیچے اترنے کے بعد اس نے ہاتھ بڑھایا تو مہر ماہ نے کچھ جھجھکتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی ہتھیلی پر رکھ دیا۔ جسے مضبوطی سے پکڑے وہ دھیان سے نیچے اترنے لگا۔

ڈھلان کا راستہ بہت چھوٹا سا تھا۔ دو منٹ میں ہی وہ نیچے اتر چکے تھے۔

"یہ کیا پہن رکھا ہے تم نے؟"

سالار کی نگاہ اب اس کے پیروں پر پڑی تھی جو نازک سی سلور ہیلز میں مقید تھے۔

کیپری پر گلابی پھولدار لونگ شرٹ کے ساتھ اس نے ہم رنگ دوپٹہ ہی سر پر لے رکھا تھا۔ کانوں میں بھی سلور جھمکیاں ڈال رکھی تھیں جو اس کے سر کو حرکت دینے پر یہاں سے وہاں جھول رہی تھیں۔ سالار کو یہ بات اچھے سے معلوم تھی کے وہ ایک ہی رنگ کے کپڑے زیب تن کرنے کی شوقین تھی۔ جن میں کسی دوسرے رنگ کی آمیزش نہیں ہوتی تھی۔ لیکن اس کا یہ روپ بہت کم اسے دیکھنے کو ملتا تھا۔ کیوں کے وہ بہت کم اس طرح کی ڈریسنگ کیا کرتی تھی۔

گلابی رنگ میں اس کا رنگ بھی گلاب کی طرح دمک رہا تھا۔ کیا سنہری کیا گلابی اس کی مہر ماہ پر ہر رنگ جچتا تھا۔

"جب تمہیں اس طرح کی جگہ پر آنا تھا تو جاگرز کیوں نہیں پہنے تم نے؟" اس کی نازل سی ہیلز پر وہ اسے ڈپٹ رہا تھا۔ کیوں کے وہاں کی زمین کافی پتھریلی تھی۔ سبزے کے ساتھ ساتھ چھوٹے بڑے نوکیلے پتھروں کے ساتھ خاردار جھاڑیاں بھی ہر جگہ موجود تھیں۔ سالار کو اسی چیز کی فکر تھی کے کہیں اس کے پیر زخمی نا ہو جائیں۔ "ان کپڑوں پر جاگرز پہن کر میں نے اپنا مذاق نہیں بنوانا تھا"

وہ نخوت سے کہتی اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکال کر آگے بڑھ گئی۔

اس نے کبھی نہیں بدلنا تھا۔ وہ آج بھی ویسی ہی تھی۔ اپنی ڈریسنگ اور اسٹائنگ پر کوئی کمپرومائز نہیں کرتی تھی۔

نہر کے کنارے کافی سارے بڑی بڑی جسامت کے پتھر پڑے تھے جن کے آس پاس کافی خوشنما اور خوش رنگ سے پھول کھلے ہوئے تھے۔

"اپنی ساری سوچوں اور فکروں کو ذہن سے نکال کر یہاں بیٹھ جاو کچھ دیر سکون سے "مہر ماہ ایک پتھر کے کنارے کڑی اسے بیٹھنے کو کہہ رہی تھی۔

"یہاں بیٹھ کر مجھے مراقبہ کرنا ہے؟"شہادت کی انگلی سے پیشانی کھجاتے ہوئے ہوئے اس نے استفسار کیا تو میر ماہ نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔

"کچھ دیر بیٹھ کر دیکھو بہتر محسوس کرو گے"

"تم ساتھ بیٹھ جاو تو اور بہتر محسوس کر سکوں گا"سالار نے بیٹھتے ہوئے ساتھ ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر ساتھ بٹھا لیا تھا۔

دونوں پیروں کو قینچی صورت پھیلا کر بیٹھے، سر پیچھے کو پھینکے خود بھی پیچھے ہو کر دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر پتھر پر جمائے بیٹھا تھا۔ چاروں طرف سے وہ جگہ بلند و بالا سبزے سے ڈھکے پہاڑوں میں گھری تھی۔ وہاں کی ٹھنڈی ہوا میں الگ ہی سکون تھا۔ مہر ماہ یک ٹک گردن موڑے اس کے چہرے کو دیکھے جا رہی تھی۔ اس کی ذہانت اور غرور سے ہما وقت چمکنے والی آنکھوں پر اس وقت گھنی پلکوں کا پردہ پڑا تھا۔ آنکھیں موندیں مسکراتے لبوں سے وہ ہواوں کو اپنے چہرے اور جسم پر پڑتے محسوس کر رہا تھا۔ جس سے ایک سرور سا اس کے رگ و پے میں سرائیت کر رہا تھا۔ مہر ماہ کو اس کا چہرہ ہر شے سے بڑھ کر عزیز تھا۔

سالار کی آنکھیں بند تھیں جبھی وہ اتنے استحقاق سے اسے پلکیں جھپکائے بنا دیکھے جا رہی تھی۔ ورنہ عام حالات میں وہ اپنی اس خواہش کو پورا نہیں کر پاتی تھی۔ اس کی سحر انگیز آنکھوں میں دیکھنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

ڈریس شرٹ کی سلیویس کہنیوں تک ہونے کے باعث اس کے مضبوط ہاتھوں کی ابھری رگیں اس کی توجہ اپنی جانب کھینچ رہی تھیں۔

مہر ماہ کو نہیں معلوم تھا کے اس شخص کے ذہن میں کس طرح کی سوچیں گردش کر رہی ہیں۔ کن غموں اور دکھوں نے اس کی مسکراہٹ کو اس سے دور کر رکھا ہے۔ اس کے اختیار میں نہیں تھا۔ ورنہ اس کے سارے غموں اور فکروں کو اس کے اندر سے نکال کر خود میں بسا لیتی۔

وہ اس سے محبت کرتی تھی یا نہیں کرتی تھی۔

اس کا جواب وہ آج تک اپنے دل کو نہیں دے سکی تھی۔

لیکن جب وہ مسکراتا تھا تو مہرماہ کے لبوں پر خود ہی مسکراہٹ کھلنے لگتی تھی۔

وہ پریشان ہوتا تھا تو اسے بھی بے معنی سے بیزاری ہونے لگتی تھی۔

وہ سکون میں ہوتا تھا تو اسے بھی کسی چیز کی فکر نہیں ہوتی تھی۔ وہ بھی سرشار رہتی تھی۔

"عبیر بھائی پاکستان میں ہیں"

وہ بند آنکھوں کے ساتھ بولا تو مہرماہ نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا جواب پلکیں وا کیے سامنے جھرنے سے گرتے پانی کو دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔ "یہ تو خوشی کی بات ہے نا اب تو سب پہلے جیسا ہو جائے گا"

سالار نے جھرنے سے نگاہ ہٹا کر مہرماہ پر ڈالی۔ جس کے چہرے پر خوشی کے جگمگاتے سے رنگ تھے۔

"کچھ بھی پہلے جیسا نہیں ہو سکتا مہرماہ۔۔ کچھ بھی"

اس کی پھیکی سی مسکراہٹ پر مہرماہ کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

"ناامیدی کی باتیں کیوں کر رہے ہو؟ عبیر سر پاکستان آ چکے ہیں تو بہت جلد حویلی بھی واپس آ جائیں گے"

"تو کیا نہیں آئیں گے؟" سالار کے لب بھینچنے پر اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

"تمہیں پتا ہے مہرماہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے تب سے بھائی کو اپنے بابا کی طرح مشفق پایا ہے۔ کہنے کو وہ حویلی کے بڑے بیٹے تھے۔ بھائی سے بڑھ کر سب کے بہترین دوست تھے۔۔ مجھے بھائی سے ہمیشہ یہی شکایت رہی کے وہ باقی کزنز کو اتنی اہمیت کیوں دیتے ہیں۔ ان کا سگا بھائی صرف میں ہوں تو مجھے ہی ان کی ساری توجہ اور محبت ملنی چاہئے۔ لیکن وہ جتنی محبت مجھ سے کرتے تھے اتنی ہی باقی سب سے بھی کرتے تھے۔ انھوں نے ہر قدم پر ہمیں سنبھالا ہے۔ ہماری کامیابیوں پر ہماری طرح خوش ہوئے ہیں۔ ناکامیوں پر ہماری ہمت بندھائی ہے اور غلطیوں پر ہمیں ڈانٹا بھی کرتے تھے۔ لیکن جو بونڈ ان کے ساتھ بنا ہوا تھا نا وہ دنیا کے کسی دوسرے انسان سے نہیں بن سکتا۔

بھائی مجھے ہمیشہ ایک ہی بات کہتے تھے کے تمہیں اپنے غصے کو کنٹرول کرنا سیکھنا ہے۔ کیوں کے ہمارے کزنز میرے غصے سے ڈرتے ہیں۔ وہ میرے رول ماڈل تھے۔ میں نے ہمیشہ ان کی عادتوں کو ہی اپنایا ہے لیکن ان کا محبت سے بھرا دل میں اپنا نہیں سکا۔ وہ کہتے تھے کے ان کے بعد مجھے ہی ان سب کو ان کی طرح جوڑ کر رکھنا ہے۔ جس طرح وہ سب کے ساتھ جڑے رہتے ہیں مجھے بھی ایسے ہی کرنا ہے۔ کیوں کے ان کے بعد میں ہی گھر کا بڑا بیٹا ہوں۔

کئی دفعہ میری ان سے اسی بات پر ناراضگی ہو جایا کرتی تھی۔ یہ سچ ہے کے میں ان کے جیسا بننا چاہتا تھا۔ لیکن میں ان کی جگہ لینا نہیں چاہتا تھا۔

اور اب جب ان کی جگہ پر خود کو کھڑا پایا تو معلوم ہوا کے عبیر غازی بننا کتنا مشکل اور ہمت کا کام ہے۔ ان کی موجودگی میں پہلے کبھی ان مشکلات کا ان مسئلوں کا پتا ہی نہیں تھا۔ جنھوں نے آج مجھے اعصابی طور پر تھکا ڈالا ہے۔ انفیکٹ ان کے ہوتے ہوئے کوئی مشکل مشکل ہی نہیں لگا کرتی تھی۔

ہم سب کزنز کی ہی عادت تھی۔ اپنی ساری پریشانی اور مشکلات ان کے سر ڈال کر خود ریلکس ہو جایا کرتے تھے۔ یہ جانے بغیر کے ان کی زندگی میں پہلے سے کتنی کٹھنائیاں ہیں۔ لیکن انھوں نے کبھی ہمیں اپنی ذاتی زندگی کی ہوا تک نہیں لگنے دی۔ ہمیشہ مسکرا کر ہمارا ویلکم کیا۔ ہمیں ساتھ بٹھا کر ان مشکلوں کا حل سکھایا۔

اور اب وہ یہاں نہیں ہیں تو زندگی بہت مشکل ہو گئی ہے مہر ماہ۔ جس کا میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ یہ سوچ مجھے چین نہیں لینے دیتی کے وہ میری وجہ سے اپنے گھر سے، اپنے رشتوں سے دور ہو گئے ہیں۔ اور میرا یہ گلٹ مجھے قبر میں بھی چین نہیں لینے دے گا کے میں نے ان کا اعتبار نہیں کیا۔"

جو باتیں سوئی کی طرح اس کے دل میں کھبی ہوئی تھیں وہ ایک ایک کر کے ساری اپنے دل سے نکال کر اسے بتاتا جا رہا تھا۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کے عبیر غازی کے علاوہ اس نے اپنے دل کی باتیں کسی سے شئیر کی تھیں۔

"میری زندگی کی سب سے اہم اور اول خواہش یہی ہے کے میں بھائی کے گلے لگ جاوں اور ان سے اپنے گناہ کی معافی مانگوں۔ لیکن وہ تو اتنے خفا ہیں کے ایک نظر اپنی جھلک بھی نہیں دکھا رہے۔ جن سے محبت کی جاتی ہے کیا انھیں معاف نہیں کیا جا سکتا مہر ماہ؟"

اس کی دہکتی گلابی آنکھوں پر مہرماہ کا دل کٹ رہا تھا۔ بار بار وہ دوپٹے کے کونے سے آنکھوں میں بھرتے آنسوؤں کو صاف کر رہی تھی۔

"وہ تمہیں معاف کر دیں گے سالار"

مہرماہ نے بامشکل مسکراتے ہوئے اسے تسلی دینی چاہی۔

"وہ کبھی ہم سے ناراض نہیں ہوتے تھے۔ ایسا پہلی دفعہ ہوا ہے۔ ہمیں ان کی ناراضگی کی عادت نہیں ہے۔ اس لیے ان کی ناراضگی برداشت سے باہر ہو رہی ہے۔۔ تم کیوں رو رہی ہو؟"

اس نے اچانک ہی مہرماہ کو حیرانگی سے دیکھا جس کی آنکھوں سے تواتر سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"تمہارے جتنی برداشت نہیں ہے میرے اندر!"

گلابی پڑتی ناک اور بھیگی آنکھیں بھیگا سا لہجہ بہت بھاری پڑا تھا سالار غازی پر۔

"آئم سوری میں نے تمہیں پریشان کر دیا"

اس کے گلابی چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ نادم ہوا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے خوشی ہے کے تم نے مجھے اس قابل سمجھا کے اپنے دل کی باتیں مجھ سے شئیر کر سکو۔۔"

"آئندہ میں یہ غلطی نہیں کروں گا۔ تمہارا رونا میری برداشت سے باہر ہے"

"مجھے نہیں پتا تھا تم اپنے اندر اتنا غم لے کر بیٹھے ہو۔ ہمیشہ اتنے روڈ اور اکھڑے اکھڑے سے رہتے تھے مجھے کبھی اندازہ ہی نہیں ہو سکا کے تم اندر سے اتنے ڈسٹرب ہو"

"میں روڈ ہوں؟ اور اکھڑا اکھڑا رہتا ہوں؟"

اس نے آئی بروز میچ کر سپاٹ سے لہجے میں پوچھا۔

"بدتمیز بھی ہو، اور بددماغ بھی۔۔"

نامحسوس انداز میں اس سے دور ہٹتے ہوئے وہ فوراً سے اٹھتے ہوئے اسے چڑا کر بولی۔

"یہ تو تم نے مجھے نئی بات بتائی ہے۔۔" اسی انداز میں ہاتھوں کو پیچھے کی جانب رکھے وہ طنز سے مسکراتے ہوئے بولا۔ کچھ دیر پہلے کی ساری کثافت چھٹنے لگی تھی۔ ان کی گفتگو کا موضوع دوسری سمت مڑ چکا تھا۔

"ویسے تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟۔"

"بہت نیک خیال ہے۔ بہت پیاری، اور خوبصورت ہوں میں۔"

نخوت اور کچھ مغرور بھرے لہجے میں اس نے گردن تان کر کہا تھا۔ سالار کے دل نے اس کی بات سے اتفاق کیا تھا۔ وہ واقعی میں بہت خوبصورت تھی۔

لیکن جب وہ بولا تو اس کے الفاظ اس کی سوچوں کے برعکس تھے۔

"تم صرف خود پسند ہوں۔۔ تم خود کو اپنی نظر سے دیکھتی ہو اس لئے تمہیں اپنا آپ خوبصورت لگتا ہے۔۔ میری نظر سے دیکھو تو۔۔"

سالار نے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔ کیوں کے وہ پیشانی پر بل ڈالے تیکھی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اور اس کے بات مکمل کرنے کے انتظار میں تھی۔ اسے معلوم تھا کے وہ آگے کی بات پوری کرے گا تو یقیناً ایسے الفاظ کا استعمال کرے گا جو مہرماہ کو سلگا دیں گے۔ اور پھر وہ اچھے سے اس کی طبعیت صاف کرے گی۔

"میری نظر سے دیکھو تو، تم صرف خوبصورت نہیں ہو۔۔"

اس کی دھڑکنوں کی رفتار میں تیزی آئی۔ سانس روکے اسے دیکھے گئی۔ وہ آگے کیا کہنے والا تھا۔

لیکن وہ کچھ کہنے کے بجائے اس کی متجسس سی آنکھوں میں دیکھے گیا۔ وہ اتنی غور سے اتنی گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا کے اسے اپنی ہتھیلیوں میں پسینہ اترتا محسوس ہوا۔

اس کا نچلا لب دبا کر ہلکا سا مسکراتے ہوئے اسے دیکھنا مہرماہ سلطان کو حقیقت میں پزل کر گیا تھا۔

"تم ہو ہی فضول انسان!"

اس کی نظروں سے خائف ہوتی وہ مصنوئی گھورتے ہوئے بولی۔

"اٹھو اب یہاں سے۔ بھوک لگ رہی ہے مجھے۔اپنا لنچ چھوڑ کر آئی تھی تمہاری وجہ سے۔"

"میری وجہ سے؟"

"انس کا فون آیا تھا میرے پاس۔اسی نے کہا تھا کے تم ڈسٹرب ہو تو۔۔"

اس نے چور نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

سالار نے لب بھینچتے ہوئے اس پر سے نظریں ہٹا کر سامنے جھیل کی طرف مرکوز کر دی تھی۔

"تم دونوں کے درمیان کچھ بات ہوئی ہے؟"اس نے جھجھکتے ہوئے،اس کے سرد تاثرات دیکھتے ہوئے پوچھا۔لیکن وہ خاموش رہا۔پلکیں میچ کر گہری سانس بھر کر اندر مچل رہے طوفان کو قابو کرنے کی کوشش کی پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلتے ہیں کہیں کھانے پر۔"وہ جب بولا تو آواز میں ٹھہراو تھا۔لہجہ بھی نارمل ہو چکا تھا۔قدم بڑھاتے وہ اس کے نزدیک پہنچا تو اپنے مضبوط ہاتھ میں اس کا نازک سا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"آئندہ یہاں آنے سے پہلے جاگرز پہن کر آنا۔"

"کیا تم آئندہ بھی یہاں میرے ساتھ آنا پسند کرو گے؟"

"بلکل! یہ جگہ واقعی میں بہت خوبصورت ہے!"

"لیکن پہلے کبھی تمہیں اس کی خوبصورتی نظر کیوں نہیں آئی؟"

"کسی نے توجہ ہی نہیں دلوائی اس طرف۔"

"ویسے یہ جگہ تمہیں اس لئے بھی زیادہ خوبصورت لگی کیوں کے یہاں میں موجود تھی۔"اس کے ساتھ چلتے ہوئے مہرماہ نے گردن تان کر خود پسندی سے اسے چھیڑنے کو کہا تھا۔وہ سمجھ رہی تھی کے یقیناً وہ جواب میں اس کی بات کی نفی کرے گا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو"سر اثبات میں ہلا کر وہ اس سے اتفاق کر گیا تھا۔

سالار کے ہاتھ میں دبے اس کے ہاتھ میں لرزش اتر آئی تھی۔وہ عجیب برتاو کر رہا تھا۔

چلنے میں مشکل کا سامنا کرتے ہوئے اس نے دل میں خود کو کوسا تھا کے آنے سے پہلے اس نے جوتے کیوں نہیں پہنے تھے۔

اونچی نیچی پتھریلی روش پر وہ دونوں چہک قدمی کے سے انداز میں چل رہی تھیں۔آسمان پر بادلوں نے بسیرا ڈالے سورج کو بلکل ہی چھپا رکھا تھا۔

خوشگوار ہوائیں ان کے موڈ پر بھی اچھا اثر ڈال رہی تھیں۔

ریشام سے باتیں کرنے اور موسم سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ماشا کا موڈ بھی کافی بہتر ہو گیا تھا۔

فازان سے کچھ قدم پیچھے چلتے ہوئے ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے دوسرے ہاتھ سے فون کان سے لگائے عاشر سے محو گفتگو تھا۔

ان کی حفاظت کے لیے ساتھ آئے گارڈز کو اس نے پیچھے رہنے کو ہی کہا تھا۔

تاکے ریشام اور ماشا آرام سے انجوائے کر سکیں۔

"کیا حال ہیں الیکٹریشن صاحب کے؟"

عاشر کی آواز اسپیکر سے ابھری تو اس نے بے بسی بھری شرارت سے کہا۔

"الیکٹریشن صاحب کے خود کے فیوز اڑ چکے ہیں"

دوسری جانب عاشر بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔

"انس بھائی نے تجھے زندہ نہیں چھوڑنا اگر تو نے ان کی ہمشیرہ پر بری نظر ڈالی تو"

اس کا انداز دھمکانے والا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"بری نظر کہاں میں تو کافی محبت پاش نظروں سے دیکھتا ہوں۔ یہ اور بات ہے کے انس بھائی کی ہمشیرہ کی نظروں میں صرف غصہ اور ناراضگی ہی ہوتی ہے"

"اسی لئے کہہ رہا ہوں بیٹا تھوڑا سنبھل کر۔۔ اگر اس نے شکایت لگادی تو وہ تجھے ہی غلط سمجھیں گے"

"کیوں غلط سمجھیں گے؟ میں کیا پارٹ ٹائم میں لڑکیوں کو چھیڑنے کا کام کرتا ہوں جو انھیں فوراً یقین آجائے گا؟"

وہ برا مان کر بولا

کئی گھنٹوں کی پر سکون نیند کے بعد وہ شاور لے کر ایزی سے ٹراوزر اور ڈھیلی ڈھالی سی شرٹ پہنے واشروم سے باہر نکلا۔ ڈریسنگ کے سامنے کھڑے ہو کر گیلے بالوں کو ڈرائیر سے خشک کرتے ہوئے وہ ذہنی طور پر خود کو کافی فریش محسوس کر رہا تھا۔ اتنے دنوں کا بوجھل پن اور جو وزن سا اس کے پورے وجود پر حاوی ہوا پڑا تھا۔ آج اس کا نام و نشان بھی نا تھا۔ کل سے وہ اپنے آپ کو کافی پر سکون فیل کر رہا تھا۔ جس کا سارا کریڈٹ مہر ماہ کو جاتا تھا۔

سائیڈ ٹیبل پر سے فون اٹھا کر نوٹیفیکیشن چیک کرتے ہوئے وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے پہنچا جہاں وسیع لاونج کے درمیان میں پڑے کشادہ سے صوفوں پر سے ایک سنگل صوفے پر وہ بیٹھا تھا۔ فون کان سے لگا تھا۔ اور ہاتھ میں کافی کا مگ پکڑ رکھا تھا۔

"السلام و علیکم۔۔" آخری سیڑھی پر پہنچتے ہوئے اس نے بلند آواز سے سلام کیا تھا۔ بلکل ویسے ہی جیسے عبیر کیا کرتا تھا۔ وہ اپنے چھوٹوں سے سلام میں پہل کرنے کا انتظار نہیں کیا کرتا تھا۔

"وعلیکم السلام چھوٹے غازی صاحب۔" فاز نے خوشدلی سے جواب دیا۔ جبکے انس اس کی آمد پر الوداعی کلمات ادا کرتے ہوئے فون بند کر کے مگ سینٹر میز پر رکھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ "کیسی طبعیت ہے اب تمہاری؟" سیدھا ہاتھ مصافحے کے لئے بڑھائے وہ

Mahira Zaynab Khan Novel

اتنے نارمل انداز میں اس سے مخاطب تھا جیسے گزرے دن ان کے بیچ کوئی تلخ کلامی ہوئی ہی نا ہو۔ سالار کی ساری کڑوی کسیلی باتوں کو بھلا کر پس پشت ڈالے وہ اس کا حال پوچھ رہا تھا۔

سالار اس کے وصف کا قائل ہوا تھا۔ اس کے جتنا ظرف سالار کے اندر نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی وہ کل کے اپنے رویے کے لیے اس سے شرمندہ تھا۔

اس کے بڑھائے ہوئے ہاتھ کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے اس کے گلے لگ گیا تھا۔ ایک ہاتھ اس کی گردن میں حائل کئے اپنے کل کے رویے کے لیے اس سے معذرت کر رہا تھا۔ انس نے مسکراتے ہوئے اس کے شانے کو تھپکا تھا۔ اس کے دل میں سالار کے لئے ذرا بھر بھی کوئی کدورت نہیں تھی۔ کے وہ اچھے جانتا تھا کے وہ کتنا جذباتی اور غصے کا تیز ہے۔

"اٹس اوکے۔۔ تم اپنی جگہ غلط نہیں تھے۔"

الگ ہوتے ہوئے اس نے نرم لہجے میں کہا۔ "لیکن میں سچ میں شرمندہ ہوں۔ حقیقت بتاوں تو مجھے ان سب مشکلوں وغیرہ کو ہینڈل کرنے کی عادت نہیں ہے۔ عبیر بھائی کی موجودگی میں کبھی کسی چیز کے لئے پریشان ہونا ہی نہیں پڑتا تھا۔ وہ ساری مصیبتوں کو اپنے سر لے لیا کرتے تھے۔ لیکن اب میں سمجھ گیا ہوں کو مجھے ان حالات کو کیسے فیس کرنا ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کے میں ان ساری باتوں کو بروئے کار لاوں جو انھوں نے مجھے سکھائی تھیں۔"

وہ صرف چہرے سے ہی نہیں آواز سے بھی پر سکون لگ رہا تھا۔

دوائیوں کی مخصوص بو میں بسے، لاہور کے اس مہنگے ہاسپٹل کا ماحول روز کی طرح گھٹن زدہ تھا۔ جہاں جا کر ہی طبعیت میں عجب سا بوجھل پن در آتا تھا۔ وائٹ کوٹ پہنے، جیبوں میں دونوں ہاتھ ڈالے وہ دھیمے قدم اٹھاتی ہوئی راہداری میں چلتے، آخری سرے پر

بنے ایک کمرے کے سامنے رکی۔ بالٹ گھما کر دروازہ دکھیلا پھر اندر داخل ہو گئی۔ وہاں پہلے سے موجود شخص کو دیکھ خوشگوار سی حیرت میں گھر گئی تھی۔

"آپ کب آئے؟" اسنے سلام کرنے کے بعد حیرانگی سے پوچھا۔ "تم وزٹ پر تھیں۔" فرمان نے نرمی سے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "آپ نے مجھے کال کیوں نہیں کی؟" اس کی ہیزل آنکھوں میں خفگی اتری۔ سیاہ حجاب میں مقید اس کے گلابی چہرے پر کچھ پرانے زخموں کے واضح نشانات تھے۔ اوور آل گلے میں سے نکالتے ہوئے چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ فرمان اس کے سامنے ایک طرف پڑے سنگل صوفے پر براجمان تھے۔ "میں تمہیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا" انھوں نے رسان سے جواب دیا۔ "ہاوس جاب کیسی چل رہی ہے تمہاری؟"

"پرفیکٹ۔۔ میرے ڈاکٹر بننے کا سہرا صرف آپ کے سر جاتا ہے"

"میرا اس میں کوئی کمال نہیں، میں تو بس ایک وسیلہ بنا ہوں تمہارے لیے۔۔"

"آپ نے جو کچھ میرے لیے کیا ہے میں دل سے آپ کی قدر کرتی ہوں فرمان بھائی۔ آپ میرے ساتھ نا ہوتے تو شاید میں آج اس مقام پر نا ہوتی"

"میں نے منع کیا ہے نا تمہیں اس طرح کی باتیں کرنے سے؟" انھوں نے مصنوئی سے ناراضگی سے اسے دیکھا۔ جس نے بے ساختہ اپنے دونوں کانوں کو پکڑ لیا تھا۔

"سوری اب نہیں کہوں گی" ہمیشہ دہرائے جانے والا جملہ اس نے ایک بار پھر کہا تھا۔ "میں آپ کے لئے چائے منگواتی ہوں" ٹیبل پر پڑے فون کا کریڈل اٹھاتے ہوئے اس کی سماعتوں میں فرمان کی آواز پڑی تھی۔ "اپنی زندگی سے خوش ہو آئزل؟" اس نے کریڈل واپس رکھ کے ہلکا سا مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ "میں اپنی زندگی سے مطمئن ہوں"

"میں جب بھی تم سے ملنے آتا ہوں تم کبھی ہیری کا نہیں پوچھتیں مجھ سے؟" وہ جانچتی نظروں سے اس کے متغیر ہوتے چہرے کو دیکھ رہے تھے۔ "وہ میرا ماضی تھا فرمان بھائی، میں نے اسے ماضی میں ہی رہنے دیا" وہ سادگی سے بولی۔ اس کے آنکھوں کی ویرانی اس کے لفظوں کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ ایک وہ اسے بھول چکی تھی۔ اسے ماضی میں ہی چھوڑ آئی تھی۔ اور ایک داریان

تھا۔جو آج بھی ماضی کے شکنجے سے خود کو چھڑوا نہیں پا رہا تھا۔اس کے ذہن پر آج بھی وہ سوار تھی۔وہ آج بھی اسے اپنے قریب محسوس کرتا تھا۔آج بھی اس کی سوچوں میں ڈوبے گھنٹوں ایک جگہ بیٹھے گزار دیتا تھا۔

اور وہ کہہ رہی تھی کے وہ اسے بھول گئی ہے؟اس کا نام لینا بھی گوارا نہیں کیا۔

یعنی وہ شروع سے ہی یکطرفہ محبت کی آگ میں اکیلا جل رہا تھا۔آئزل نے اس سے محبت کا دعوا کیا ہی کب تھا؟اس نے داریان کو کبھی دوست کے علاوہ کوئی درجہ دیا ہی نہیں تھا۔وہ کیوں اسے یاد رکھتی۔

فرمان نے مشکل سے خود پر ضبط کے پہرے بٹھائے تھے۔وہ جب بھی اس سے ملنے آتے تھے۔آئزل کی انھی قسم کی باتوں پر دلبرادشتہ ہوتے تھے۔انھیں داریان پر حد سے زیادہ افسوس ہوتا تھا۔وہ اس لڑکی کی خاطر آخر اپنی زندگی سکون سے گزار نہیں پا رہا تھا۔فرمان نے اسے نہیں بتایا تھا کے داریان پاکستان میں ہے۔اسے یہ بھی نہیں پتا تھا کے وہ اس کی اولین خواہش کو پورا کر کے اسلام قبول کر چکا ہے۔اس کے مذہب سے جڑ چکا ہے۔وہ یہ بھی نہیں جانتی تھی کے وہ آج بھی اس کے لئے تڑپ رہا ہے۔اس کے خیال سے تو وہ وہیں لندن میں اپنی پرانی زندگی گزار رہا تھا۔اسے نہیں معلوم تھا کے اپنی جھوٹی موت کا بتا کر اس نے داریان کو کس پل صراط سے گزرنے پر مجبور کیا تھا۔

وہ پاگل ہونے کے قریب تھا۔ڈاکٹرز اس کی طرف سے گہری تشویش کا شکار تھے۔آئزل کی موت اس کے ذہن پر بری طرح اثرانداز ہوئی تھی۔وہ لڑکی جانتی ہی نہیں تھی کے اس نے داریان کو کن اندھیروں کی نظر کیا تھا۔

وہ اپنے دن بھر کی روٹین ان سے شئیر کر رہی تھی۔مہد،دائم اور عیشہ کے بارے میں ان سے سوالات کر رہی تھی۔اور وہ بس ماضی کے ورق کھولے ان میں جھانک رہے تھے۔

جب ہاسپٹل میں اس نے آنکھ کھولی تو اپنے اوپر کئی ڈاکٹرز کو جھکے پایا تھا۔جو اسے ہوش میں آتے دیکھ کر بری طرح شاک میں تھے۔

اسے بتایا گیا تھا کے ایکسیڈنٹ کے بعد ڈاکٹرز نے اسے چیک کیا تھا تو اس کی دھڑکن رک چکی تھی۔وہ زندہ نہیں تھی۔

لیکن جب آئزل اور جنید کی ڈیڈ باڈیز کو ہاسپٹل لایا گیا تھا تو اسٹریچر دکھیلتے ہوئے ایک نرس نے محسوس کیا تھا کے جیسے وہ لڑکی زندہ ہے۔اسٹریچر سے لٹکتا اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔

وہ اسی وقت بھاگ کر ڈاکٹرز کو بلا لایا تھا۔

جسے چیک کرنے کے بعد فوراً آپریشن تھیٹر شفٹ کیا گیا تھا۔اس کے سر پر گہری چوٹیں آئی تھیں۔کئی گھنٹوں کی انتھک محنت کے بعد اس کی کامیابی سرجری ہوئی تھی۔

جنید کے دوست و قارب ان کی اور آئزل کی آخری رسومات کے انتظامات میں مصروف تھے۔وہ ان کے رشتے داروں کے پاس پاکستان بھیجنا چاہتے تھے۔لیکن فرمان علی کے کہنے پر وہیں دفن کیا جانا تھا تب تک ڈیڈ باڈی کو ہاسپٹل میں ہی رکھا گیا تھا۔

جنید کے ایک دوست کے ساتھ فرمان علی خود ہاسپٹل آئے تھے ڈیڈ باڈیز لینے۔لیکن جب ایک ڈاکٹر انھیں آئی سی یو میں لے کر آیا تو انھیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا وہ بری طرح شاک میں تھے۔دل پوری رفتار سے دھڑکنے لگا تھا۔

آئزل زندہ تھی؟

ان سے اس لمحے کچھ بھی نہیں کہا جارہا تھا۔

جب وہ اس کے پاس گئے تو آئزل نے آکسیجن ماسک ہٹا کر نم مسکراہٹ سے انھیں دیکھا۔

"آئزل۔۔۔"فرمان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔جانے کتنے ہی آنسو ان کی آنکھوں سے بہے تھے۔

"علی بھائی۔۔۔مجھ سے وعدہ کریں۔آپ کسی کو کچھ نہیں بتائیں گے۔"

اٹکتی ہوئی سانسوں کے درمیان وہ بامشکل بول رہی تھی۔

"پاگل ہو گئی ہو آئزل؟ایسے کیوں کہہ رہی ہو؟تم جانتی نہیں ہو ہیری کی کیا حالت ہو رہی ہے؟۔۔تمہارے زندہ ہونے کی خبر سنے گا تو وہ سچ میں ہی پاگل ہو جائے گا۔"اس کے مطالبے نے انھیں گہرا شاک ہی تو دیا تھا۔

"آپ وعدہ کریں مجھ سے۔"اس کی بھیگی آنکھوں میں التجا تھی۔

فرمان کا دل کٹ رہا تھا اس کی خواہش پر۔وہ بے یقین نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

وہ کیسے ہیری کا سامنا کریں گے؟

حقیقت کو اس سے چھپا پائیں گے یا نہیں۔

"وہ میری وجہ سے بہت تکلیفیں اٹھا چکا ہے۔۔اسے اپنی زندگی میں آگے بڑھ جانے دیں۔۔میں اسے روکنا نہیں چاہتی۔۔میں چاہتی ہوں وہ وہی کرے جو وہ چاہتا ہے۔۔میری وجہ سے وہ اپنی زندگی خراب کر رہا ہے۔"

"تمہارے بغیر بھی اس کی کوئی زندگی نہیں ہو گی آئزل خدارا ایسا مت کرو"

اس دن فرمان نے اپنی پوری کوشش کی تھی اسے منانے کی۔ لیکن اس کی ضد کے آگے ہتھیار ڈالنے ہی پڑے تھے۔

اس دن فرمان علی درانی نے آئزل کے راز کو اپنے سینے میں دفن کر لیا تھا۔

وہ جب بھی ہیری کے سامنے جاتے اس سے نظریں نہیں ملا پاتے تھے۔جب جب اس کی دگرگو حالت دیکھتے انھیں اپنا آپ مجرم لگنے لگتا تھا۔ لیکن آئزل کی وجہ سے خاموش رہنے پر مجبور تھے۔

اس دن کے بعد ہیری اپنے گھر واپس بھی نہیں جا سکا تھا۔

اس کے پیرنٹس نے اسے گھر سے نکال دیا تھا۔ کیوں کے اس نے واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا کے وہ سنگر نہیں بننا چاہتا۔۔وہ اپنی لائف میں کچھ اور کرنا چاہتا ہے۔

اس کے دوستوں نے بھی اسے بہتر سمجھانے کی کوشش ہی تھی کے اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی خراب مت کرے۔۔پلیٹ میں رکھ کر پیش کی جانے والی شہرت اور کامیابی کو مت ٹھکرائے۔

لیکن وہ بس کان لپیٹے سب کی سنتا رہتا۔

پڑھائی بھی اس نے چھوڑ رکھی تھی۔

نا اسے کچھ کھانے کا ہوش ہوتا تھا نا ہی پینے کا۔

ایک جگہ بیٹھ جاتا تو گھنٹوں وہیں بیٹھا رہتا تھا۔

سب اسے پاگل سمجھنے لگے تھے۔ جس نے ایک لڑکی کے مرنے کا روگ لگا لیا تھا خود کو۔ایسے میں فرمان درانی نے ہی اسے سنبھالا تھا۔ تبھی انھے ایک اور خبر سننے کو ملی تھی۔

ان کے پیرینٹس کی ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں ڈیتھ ہو گئی تھی۔انھیں فوری طور پر پاکستان جانا تھا۔وہ اکیلے آنے کے بجائے ہیری کو اپنے ساتھ واپس لے کر آئے تھے۔

فرمان کے والد اور ان کے تایا جعفر درانی کی فیملیز ایک ہی گھر میں رہائش پذیر تھیں۔

جعفر درانی نے جب ایک عیسائی لڑکے کو فرمان کے ساتھ دیکھا تو اسی وقت ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے اسے واپس لندن بھیجنے کے لئے حکم دیا۔

لیکن فرمان نے صاف انکار کر دیا تھا۔ان کے علاوہ ہیری کا اب اس دنیا میں کوئی بھی نہیں تھا۔وہ اسے تنہا چھوڑنے کا سوچ ہی نہیں سکتے تھے۔

ان کی اس ہٹ دھرمی پر جعفر درانی نے جائیداد میں جو بھی ان کا حصہ بنتا تھا وہ سب ان کے حوالے کر کے ہمیشہ سے ان سے لا تعلقی اختیار کر لی تھی۔فرمان نے دو دن میں دوسرا گھر خرید کر اپنے دونوں بھائیوں اور ہیری کے ساتھ وہاں شفٹنگ کر لی تھی۔

اس وقت عیشہ سے ان کی منگنی ہو چکی تھی۔

عیشہ کے گھر والوں نے بھی ہیری کی ذات پر سوال اٹھائے تھے۔انھیں بھی فرمان کا یہ فیصلہ ناپسند آیا تھا۔لیکن عیشہ کی ضد کی وجہ سے انھوں نے مجبوراً شادی کر دی تھی۔لیکن فرمان کی طرف سے جو بدگمانی ان کے دلوں میں تھی وہ کبھی نہیں نکلی تھی۔

ہیری کے ساتھ واپس آنے کے دو ہفتے بعد ہی وہ واپس لندن گئے تھے۔جب تک آئزل کا ٹریٹمنٹ بھی ہو چکا تھا۔اس کی طبعیت بہتر ہو چکی تھی۔فرمان نے جب اس سے اس کی زندگی کے حوالے سے پوچھا کے وہ اب کیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو اس نے کہا تھا کے وہ نیوزی لینڈ کا اسٹڈی ویزہ اپلائے کرنے کا سوچ رہی ہے۔وہ لندن میں نہیں رہنا چاہتی۔وہ کسی بھی دوسرے ملک چلی جائے گی۔

لیکن فرمان نے اسی کہیں بھی ویزہ اپلائے کرنے سے منع کرتے ہوئے اسے اپنے ساتھ پاکستان لے آئے تھے۔لیکن اسلام آباد کے بجائے انھوں نے لاہور کے میڈیکل کالج میں اس ک ایڈمشن کروانے کے ساتھ پاس ہی بنے گرلز ہاسٹل کے بھی سارے معاملات نمٹائے تھے۔اس کی پڑھائی کا سارا خرچہ بھی وہی اٹھاتے تھے۔مہینے میں ایک یا دو دفعہ جب بھی انھیں وقت ملتا تھا وہ اس

سے ملنے لازمی جاتے تھے۔ لیکن انھوں نے کبھی اسے ہیری کے حوالے سے کچھ نہیں بتایا تھا۔اور نہ ہیری کے سامنے کبھی آئزل کا ذکر کیا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی پاکستان میں موجودگی سے انجان اپنی اپنی زندگی گزار رہے تھے۔

جب جب وہ اس سے ملنے آتے تھے تب تب وہ اپنے دل پر ایک بھاری بوجھ لے کر واپس جاتے تھے۔

وہ جانتے تھے ایک دن ایسا لازمی آئے گا جب داریان اور آئزل ایک دوسرے کے سامنے آئیں گے۔ کبھی تو وہ حقیقت جانیں گے۔ کبھی تو روبرو ہوں گے۔

لیکن وہ دن شاید قیامت برپا کرنے جیسا دن ہوگا۔ فرمان میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کے وہ اس دن کا سامنا کر پاتے۔

****

"کتنی بار کہا ہے آپ کو دوا ٹائم پر لیا کریں لیکن آپ سنتے ہی نہیں۔"

ناراضگی سے کہتی ہوئی وہ دوائیوں کا ڈبہ واپس اس کی جگہ پر رکھتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں سوپ بنانے جا رہی ہوں آپ کے لئے اور وہ آپ کو پینا ہی ہوگا میں کوئی بہانہ نہیں سنوں گی۔"

کچھ دھونس سے سعادت غازی سے کہتے ہوئے سر سے سرکتا ریشمی آنچل بار بار ٹھیک کرتے ہوئے وہ اپنے ہی دھیان میں روم سے نکل رہی تھی جب ہی مقابل سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔

اسے دیکھ کر تو جیسے وہ پتھر کی مورت بن گئی تھی۔ یقین ہی نہیں آ رہا تھا کے وہ شخص اس کے سامنے کھڑا ہے۔

لیکن وہ بیگانگی سے اسے نظر انداز کرتا اس کے سائیڈ سے ہو کر اندر چلا گیا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

ریشام کو سخت ناگوار لگا تھا اس کا انداز۔ بے شک وہ اس سے ناراض تھا لیکن کم از کم رک کر حال احوال تو پوچھ ہی سکتا تھا۔ ایک تو آیا بھی اتنے دنوں بعد تھا۔

اور پھر ریشام کو کہاں عادت تھی انس کے اس انداز کی۔

سعادت غازی تو اسے دیکھ کر جیسے کھل اٹھے تھے۔

فوراً ہی ریشام کو کھانے کا اہتمام کرنے کے لئے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے دادا جان میں بس کچھ دیر تک نکل جاوں گا"

"سکون سے بیٹھو۔ اتنے دنوں کے بعد تو آئے ہو۔۔"

جو بھی تھا لیکن ریشام غازی کے دل کی بنجر زمین پر اچانک ہی پھوار پڑنا شروع ہو چکی تھی۔ اس کی ہونٹ آپ ہی آپ مسکرا اٹھے تھے۔

وہ تو جیسے ایک نئی زندگی جی اٹھی تھی۔

"کھانا بہت اچھا بنا تھا ریشام۔"

فاز نے رغبت سے کھاتے ہوئے تعریف کی۔

لیکن وہ بنا کچھ کہے چمچ پلیٹ میں پٹختی ہوئی کچن سے نکل گئی تھی۔

"کیا ہوا اسے؟" آستین موڑ کر اندر آتے سالار نے اس کا انداز دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

"بے چاری نے اتنی محنت سے کھانا بنوایا اور انس بھائی نے ڈنر میں صرف ایک کپ چائے ہی لیا۔"

جواب فاز کی جانب سے آیا۔

"اچھا۔۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

وہ سر ہلاتے ہوئے کھانے کے لیے بیٹھنے کے بجائے دوبارہ باہر نکل گیا تھا۔

وہ دونوں دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہو چکے تھے لیکن سالار لاونج سے ہوتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ گیا تھا۔

ریشام نے لاونج میں ہی ٹی وی کھول کر بیٹھ گئی تھی۔

اور جب کچھ ہی منٹوں بعد اس نے شدید حیرت سے وہ منظر دیکھا تھا۔

سالار نے انس کی گردن میں ہاتھ ڈال رکھا تھا۔

"اس نے اتنی محنت کی تمہارے لئے اور تمہارے نخرے نہیں ختم ہو رہے"

وہ شاید درشتی سے کچھ کہہ بھی رہا تھا لیکن ریشام تک ان کی آواز نہیں پہنچ رہی تھی۔

جب وہ سو جائے گی تو پھر کھاوں گا۔۔ ورنہ اسے لگے گا کے میں ناراض نہیں ہوں"

"وہ گھبرا کر اٹھی۔

وہ سمجھی ان دونوں کے بیچ شاید لڑائی ہو گئی ہے۔ لیکن اس کی گرفت میں موجود انس نے خود کو چھڑوانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بلکے وہ مسکرا رہا تھا۔

****

عالیشان سی کوٹھی کے وسیع اور پر تعیش سی بیٹھک میں وہ اس وقت تھری سیٹر صوفے پر براجمان تھا۔ بلیک پینٹ پر نیوی بلیو ڈریس شرٹ پہنے ٹائی لگائے ہوئے تھا۔ کوٹ اس کا دائیں طرف پڑا تھا۔ ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھے وہ دھیان سے مقابل کی بات سن رہا تھا۔ ذہانت بھری مغرور سی آنکھوں میں سنجیدگی تھی۔ گولڈن براؤن بالوں کی کٹنگ بلکل ویسی تھی جیسی عبیر نے کروا رکھی تھی۔ سائیڈ کی مانگ نکال کر بالوں کی کچھ نوکیں آئی بروز پر گر رہی تھیں۔ چمکتی سبز نگاہوں کو نازک سے گلاسز سے ڈھک رہا تھا۔

"آپ نے تو ہمارے ہر گناہ اور غلط کام میں ہمارا ساتھ دیا ہے وکیل صاحب۔ پارٹی الیکشن ہونے والے ہیں ایسے میں صابر پر جرم ثابت ہو گیا تو آپ تو جانتے ہی ہیں کے پارٹی کی صدارت میرے ہاتھ میں آنا مشکل ہو جائے گا۔"

ایک طرف تفاخر سا بیٹھا وہ شخص سگار کی راکھ جھاڑتے ہوئے حتان سے مخاطب تھا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں بنگش صاحب۔ آپ صابر کو بلائیں مجھے ذرا تفصیل سے بات کرنی ہے اس سے۔" آنکھوں پر سے گلاسز ہٹا کر اس نے اسی ہاتھ کی انگلیوں کی پشت کو باری باری دونوں آنکھوں پر رکھ کے جیسے دباؤ ڈالا تھا۔ پھر دوبارہ سے گلاسز پہننے کے بعد کافی کا مگ لبوں سے لگا کر گھنے بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کرتے ہوئے اس نے نارمل سے لہجے کہا۔ تو اس نے فوراً ہی پیچھے کھڑے مودب سے ملازم کو اشارہ کر کے اپنے بیٹے کو بلانے کہا۔

اگلے چند منٹوں میں ایک شخص وہاں داخل ہوا۔ حتان کو دیکھ کر سر کو خفیف سی جنبش دے کر اسے سلام کیا۔ وہ اسے اتنی عزت اس لیے دیتا تھا کے صرف وہی تھا جو اس کے باپ جمشید بنگش کو ہر مقدمے میں سے باعزت بری کروا دیا کرتا تھا۔

"بیٹھو صابر کچھ بات کرنی ہے تم سے" حتان نے پیچھے کو ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے ہاتھ سے اسے اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر انگلی سے ناک پر ٹکے چشمے کو پیچھے دھکیلتے ہوئے ٹھیک کیا۔

"تمہارے بابا سائیں نے بتایا ہے کے کسی آصفہ بی بی کے ریپ کیس کا پرچہ کٹا ہے تم پر؟"

"ایسا ہی ہے۔ ضمانت پر رہائی ملی ہے کچھ دن کی۔" ٹھیک حتان کے سامنے بیٹھتے ہوئے وہ اسے بتا رہا تھا۔

"وکٹم کی طرف سے محض الزام لگایا گیا ہے یا پھر یہی حقیقت ہے؟"

"حقیقت ہی ہے وکیل صاحب۔ میں تو سیدھے طریقے سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن وہ مانی ہی نہیں تو بس۔۔"

وہ حقارت سے اس کا ذکر کرتے ہوئے اسے ایک ایک تفصیل بتا رہا تھا کے کسی طرح اس نے آصفہ بی بی کو کڈنیپ کروا کر اسے کس جگہ منتقل کیا۔

""وکیل صاحب کوئی مسئلہ تو نہیں ہو گا نا؟"

جمشید بنگش کو اپنی پارٹی کی صدارت کی ٹینشن تھی بس۔" بلکل بھی نہیں۔بی بی کا کیس اسی پر الٹا دیں گے۔صابر باعزت بری ہو جائے گا"

"لیکن ایک مسئلہ ہے"

حسان کے یقین دہانی کروانے پر جمشید بنگش نے کچھ مضطرب سے لہجے میں پرکھتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"تمہاری بہن اس کیس کو پراسیکیوٹ کر رہی ہے۔"

حسان کے لئے یہ خبر حیران کن نہیں تھی۔اس کے تاثرات پہلے کی طرح ہی نارمل تھے۔جیسے بیٹھا ہوا تھا ویسے ہی بیٹھا رہا۔

"اس کی طرف سے آپ فکر نا کریں۔صابر کے لئے میں کچھ وکیلوں کے نام آپ کو ٹیکسٹ کر دوں گا۔ان میں سے کوئی بھی اس کا کیس لے لے گا" لاپرواہی سے کہتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔" ملتے ہیں پھر"

دونوں سے مصافحہ کرتے ہوئے وہ اپنا کوٹ اٹھا کر باہر نکل آیا۔

اور جب وہ گھر پہنچا تو اسے لاونج میں ہی وہ مل گئی تھی۔جلے پیر کی بلی کی مانند یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہی تھی۔صبح والے لباس کے مقابلے میں بلیو جینز پر بلیک ٹینک ٹاپ پر ریڈ سوئٹر پہن رکھی تھی۔سنہرے بالوں کو فرنچ ناٹ میں باندھ کر کندھے کے ایک سائڈ ڈال رکھا تھا۔

"پھر سے آگئی ہو۔اب لیگل نوٹس بھیج کر یہاں داخلہ ممنوع کروانا پڑے گا تمہارا۔"

کوٹ کو صوفے پر پھینکتے ہوئے اس نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی پھر چشمہ اتارتے ہوئے خود بھی صوفے پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گیا۔ملازم پیچھے ہی اس کا لیپ ٹاپ کا بیگ اٹھائے آیا تھا۔

"آصفہ بی بی اور اس کی ماں نے کیس واپس لینے کا کہہ دیا ہے کیوں کے صابر بنگش کے آدمی انھیں ڈرا دھمکا کر ایسا کرنے پر مجبور کر رہے ہیں"

وہ متفکر سی اسے بتا رہی تھی۔"اس میں نیا کیا ہے؟ جس کے پاس پاور اور پیسہ ہے وہ کیس کا فیصلہ جو چاہے کروا سکتا ہے"

لیپ ٹاپ آن کیے اس نے فلیش ڈرائیو اس میں کنیکٹ کرتے ہوئے لاپرواہ سے لہجے میں کہا تو وہ تیز نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"اس دفعہ نہیں حتان! یہ کیس میرے پاس ہے تو میں اس میں مجرم کو باعزت بری ہونے دوں گی!" اس کی سنہری سی آنکھیں گلابی پڑ رہی تھیں۔

"مرضی ہے تمہاری، پھر قائل کرو اپنے کلائنٹ کو تاکے وہ کیس واپس نالیں"

کی پیڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے ساری توجہ اسکرین پر مرکوز کیے بولا۔ جس کی روشنی اس کے چہرے کو چمکا رہی تھی۔

"میں کیسے قائل کروں اسے؟ صابر کے آدمی ان کے ارد گرد منڈلا کر انھیں خوفزدہ کر رہے ہیں"

"تمہیں کیا لگتا ہے سنبل۔ وکالت اور کسے کہتے ہیں؟" اس نے بے تاثر سی نگاہیں سکرین سے ہٹا کر سنبل پر ڈالیں۔

"میں تمہیں پہلے بھی کئی بار اس کی نزاکتوں کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ اور میرا نہیں خیال کے مجھے دوبارہ انھیں دہرانا چاہئے"

"اگر تمہارا مخالف تم سے کم کمزور ہے تو پھر اسے ہرا کر جشن منانے کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔ مقابلہ کرنے میں اسی وقت مزہ آتا ہے جب مقابل آپ کے جتنا یا آپ سے زیادہ پاور فل ہو۔ پھر اسے شکست دینے میں جو سرور ملتا ہے نا وہ تم نہیں جان سکو گی"

وہ جو غور سے اس کی بات سن رہی تھی آخری بات پر پیشانی پر بل ڈال کر اسے دیکھا۔

"تم ایک اچھی وکیل ہو لیکن مجھے یہ کہنے میں کوئی شرم نہیں کے تم نے آج تک جتنے بھی کیس جیتے ہیں وہ لاء کا فرسٹ ائیر کا اسٹوڈنٹ بھی آرام سے جیت جاتا۔ اور ان میں بھی تم میری سپورٹ کی وجہ سے ہی کامیاب ہو پائی ہو"

"تم مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہو"

اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"میں حقیقت بیان کر رہا ہوں" حتان کی سنہری سے آنکھیں چمک رہی تھیں۔ چشمے کو ٹشو سے صاف کر کے دوبارہ آنکھوں کو چڑھا گیا۔

"اگر تم مجھے غلط ثابت کرنا چاہتی ہو تو یہ کیس جیت کر دکھاو۔ وہ بھی بغیر میری مدد حاصل کیے۔۔ اور رہی بات صابر کے آدمیوں کے تنگ کرنے کی تو کورٹ سے وکٹم کے لئے سیکیورٹی کی اپیل دو۔"

"اب اگر تم نے مجھے چیلنج کر ہی دیا ہے تو دیکھنا میں تمہیں جیت کر ہی دکھاوں گی! وہ بھی تمہاری کسی مدد کے بغیر" مٹھیاں بھینچے وہ گردن تانے چیلنجنگ انداز میں بولی۔

"دیٹس لائک آ مائی گرل۔۔ آو تمہیں ایک مزے کی چیز دکھاتا ہوں"

وہ کچھ پر جوشی سے بولا لیکن وہ منہ پھلائے اپنی جگہ کھڑی رہی۔

"آو تو سہی تمہارے کام کی چیز ہے" اس کا انداز ایسا تھا کے وہ آنے پر مجبور ہو گئی۔ وہ اس کے برابر آ کر بیٹھی تو لیپ ٹاپ کی اسکرین پر کچھ دیر پہلے کی ویڈیو چلنے لگی۔ اور صابر بنگش کی آواز وہاں گونجنے لگی۔ سنبل حیرانگی سے منہ کھولے کبھی اسکرین کو دیکھتی تو کبھی حتان کو۔

جو اس کے تاثرات پر محفوظ ہو رہا تھا۔ "صابر بنگش کا اقبال جرم اس خفیہ کیمرے میں ریکارڈ ہو چکا تھا جو حتان کی شرٹ کے بٹن میں چھپا تھا۔

"میں تمہیں یہ ویڈیو تمہارے برتھ ڈے کے گفٹ میں دینا چاہتا تھا لیکن تم نے ابھی ابھی عزم کیا ہے کے تم مجرم کو گلٹی ہونے پر مجبور کر دو گی۔ اور تمہیں تو ویسے بھی ایل وی کا بیگ چاہئے تھا نا؟"

"برتھ ڈے میں دو گفٹ لینے سے کوئی بھی قانون منع نہیں کرتا۔ ایل وی کا بیگ میں پہلے ہی آرڈر کر چکی ہوں جس کی پیمنٹ بھی تمہارے کارڈ سے ہو چکی ہے۔ اور یہ ویڈیو۔۔"

سنبل نے مسکراتی نظروں سے دیکھتے ہوئے فلیش ڈرائیو کھینچ کر دو انگلیوں میں گھمائی۔

"یہ تو میرے پاس ہی رہے گی!" اس کے خوبصورت چہرے پر پر سکون سی مسکراہٹ تھی۔ ذہن سے کوئی بھاری وزن ہٹا تھا۔

"انسان کو کم از کم اپنی بات پر قائم تو رہنا چاہئے"

وہ ناخوشی سے بڑبڑا رہا تھا۔ "ان شاءاللہ، میرا اگلا کیس میں تمہاری کسی بھی مدد کے بغیر ہی سولو کروں گی"

"ہر کیس میں تم یہی کہتی ہو" وہ ناراضگی سے گویا ہوا۔

"تمہیں کوئی مسئلہ تو نہیں ہو گا نا ویسے؟"

"کس بات کا مسئلہ ؟" سنبل کے پوچھنے پر اس نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تم میری وجہ سے بنگش سے پنگا لے رہے ہو۔ مصیبت میں پھنس سکتے ہو"

"میرے لئے کوئی مصیبت، مصیبت ہے ہی نہیں ڈیئر ہمشیرہ۔ کیونکے میں خود ایک مصیبت ہوں۔"

وہ کچھ گردن تان کر بولا تو سنبل نے بیزاری سے اس خود پسند انسان کو دیکھا۔

"اور رہی بات تمہاری وجہ سے بنگش سے پنگا لینے کی تو تمہیں یہ خوش فہمی کیوں کر لاحق ہوئی کے میں تمہاری وجہ سے اس سے اپنے تعلقات خراب کروں گا؟"

"تو کیا؟" حتان کی مسکراتی چمکتی ہوئی نگاہوں کو کچھ حیرانگی سے دیکھتے ہوئے اس نے لب بھینچ کر ڈھیروں ناراضگی چہرے پر سجالی تھی۔

"مجھے پہلے ہی سمجھ جانا چاہئے تھا کے تم میری وجہ سے آخر اپنے اتنے امیر اور ریگولر کلائنٹ کو ناراض کر کے گھاٹے کا سودا نہیں کر سکتے۔ یقیناً تم غازی کا بدلہ لینے کے لئے ایک تیر سے دو شکار کر رہے ہو۔ شاطر انسان!"

سنبل نے دانت پیستے ہوئے گود میں پڑا کشن اس کے منہ پر دے مارا تھا۔

"گھر میں گھس کر تشدد کرنے کا پرچہ کٹواوں گا تم پر!"

جواباً اس نے بھی وہی کشن اسے پھینک مارا تھا۔

"اور یہ جو تم اب بدلہ لے رہے ہو؟" اس نے تیز لہجے میں بکھرے بالوں کو ہاتھ سے ٹھیک کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں تو حتان داؤد ہوں نا۔ کسی کا بدلہ ادھار نہیں رکھ سکتا۔۔ بلکے"

نامحسوس انداز میں سائیڈ پر پڑا کشن آہستہ سے اٹھا کر کھینچ کے اس پر وار کیا تھا۔

"سود سمیت واپس کرتا ہوں"

وہ اس کے لئے تیار نہیں تھی۔ زور سے وہ کشن اس کے منہ پر لگا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"شرم آنی چاہئے تمہیں، چھوٹی بہن کو اس طرح سے تشدد کا نشانہ بناتے ہوئے"

"کہاں ہے چھوٹی بہن؟" اس نے مصنوئی حیرانگی سے کمر پر دونوں ہاتھ جمائے لاونج میں چاروں طرف نظریں گھمائیں تو وہ منہ پھلا کر سینے پر بازو لپیٹے صوفے پر بیٹھ گئی۔

بچپن سے اس کی یہی عادت تھی۔ جب بھی حتان سے بہت زیادہ خفا ہوتی تھی ایسے ہی ناراض ہو کر بیٹھ جایا کرتی تھی۔ اور تب تک وہاں سے نہیں ہلتی تھی جب تک وہ اسے منا نہیں لیتا تھا۔

"پبلک پراسیکیوٹر پر یہ بچوں والی حرکتیں بلکل سوٹ نہیں کر رہی ہیں۔ چلو اپنے گھر جا کر ناراض ہو کر بیٹھنا۔ اٹھو فوراً"

حتان نے بیزار سے لہجے میں اسے کہنی سے پکڑ کر کھڑا کیا تو وہ حیرانگی سے منہ کھولے صدمے سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

جو بلیک پینٹ پر نیوی بلیو ڈریس شرٹ کی سلیویس کو کہنیوں تک کھینچے، اوپری دونوں بٹن کھولے آنکھوں پر نازک سی فریم کے گلاسز لگائے اسے مصنوئی سا گھور رہا تھا۔

"تمہارا تو خون ہی سفید ہو گیا ہے۔ بابا زندہ ہوتے تو میں دیکھتی کے کیسے تم مجھے میرے گھر سے نکالتے ہو۔" صوفے پر سے اپنا ہینڈ بیگ اٹھاتے ہوئے وہ بھیگی سی آواز میں انتہائی جذباتی لہجے میں کہہ رہی تھی۔

لیکن اس پر اپنی ایکٹنگ کا کوئی اثر نا ہوتے دیکھ اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"میں تمہیں یہ کروڑوں کا گھر ایسے ہی ہڑپنے نہیں دوں گی حتان داود"

"دیکھو میں روز روز کی ضد بحث سے تنگ آ چکا ہوں۔ ایسا کرتے ہیں کورٹ چلتے ہیں۔ وہاں سے فیصلے کروا لیتے ہیں"

حتان کی پیشکش پر وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔

"ہاں وہاں لے جا کر مجھے بے عزت کروا دینا۔ سب معلوم ہے مجھے کون سے جج کو بلیک میل کرنے کے لیے خون سے مواد کی ضرورت پڑتی ہے تمہیں"

وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"تم کچھ بھی کر لو اس گھر میں سے تمہیں کوئی حصہ نہیں ملنے والا۔ چلو اپنے گھر جاو۔ آئزل کو اکیلا چھوڑ آتی ہو وہ پریشان ہوتی ہو گی بے چاری"

اسے کندھوں سے پکڑے وہ دروازے کی جانب دکھیلتا جا رہا تھا۔

"السلام و۔۔" نو وارد کی الفاظ حلق میں ہی اٹک گئے تھے۔

"کیا بات ہو گئی ہے وکیل صاحب؟ گھر سے کیوں نکال رہے ہیں انھیں؟" سرمد نے انتہائی حیرانگی سے پوچھا۔

"دماغ چل گیا ہے تمہارے وکیل صاحب کا۔۔ تمہیں تو میں کورٹ میں گھسیٹوں گی! جتنا بھی پراپرٹی میں میرا حصہ بنتا ہے وہ سب نکلواوں گی تم سے!"

سرمد کو کہنے کے بعد وہ تیز نظروں سے حتان کو بھی دھمکا رہی تھی جس نے لبوں پر ہاتھ رکھ کر مصنوئی جمائی روکتے ہوئے اس کی بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔

وہیں سرمد بھی اونہہ کے انداز میں سر کو جنبش دیتا سینٹرل میز پر پڑے ڈرائی فروٹس کے جار کی جانب بڑھ گیا۔

حتان اور سنبل کی صبح شام کی اس ضد بحث سے وہ اچھے سے واقف تھا۔

کچھ عرصے پہلے تک ان کے درمیان یہ اختلاف بلکل بھی نہیں تھا۔ دونوں داؤد مینشن میں ساتھ رہتے تھے۔

لیکن پھر سنبل کو آئزل کی وجہ سے اپنے دوسرے گھر میں شفٹ ہونا پڑا تھا۔ جو حادثاتی طور پر اس کی گہری دوست بن چکی تھی۔ جو پہلے ہاسٹل میں رہائش پذیر میڈیکل کی پڑھائی کر رہی تھی۔ لیکن ہاسٹل میں ہونے والے ایک واقعے کی وجہ سے سنبل نے اسے وہاں مزید نہیں رہنے دیا تھا۔ اسے اپنے ساتھ گھر لے آئی تھی۔ جو داؤد مینشن سے سات آٹھ منٹ کی دوری پر واقع تھا۔

تب سے ہی ان دونوں کے درمیان داؤد مینشن کو لے کر اختلافات شروع ہو چکے تھے۔ سرمد ان کی مصنوئی لڑائیوں کو اچھے سے جانتا تھا۔ اور جی بھر کر بیزار بھی ہو چکا تھا۔ کیوں کے صبح شام کی ضد بحث اور لڑائیوں کے بعد بھی کوئی خاطر خواہ فیصلہ نہیں ہو پایا تھا۔ وہ گھر ابھی بھی داؤد ربانی کے نام پر تھا۔ جس کو لے کر حتان کا کہنا تھا کے وہ اس کے نام پر رجسٹرڈ ہے۔ اور لیگل پیپرز بھی ہیں اس کے پاس۔ لیکن سنبل بھی جانتی تھی کے وہ محض غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔

"جیل گئے تھے آدم سے ملنے؟"

صوفے پر نیم دراز جار میں سے چند کا جو نکال کر منہ میں ڈالتے ہوئے اس نے اثبات میں سر ہلایا۔"گیا تھا۔ سلام کر کے اس نے عبیر بھائی کے متعلق پوچھا اور مجھے واپس جانے کے لیے کہہ دیا۔ بس اتنی سی عزت ہے میری۔"

وہ کچھ ناخوشی سے بتا رہا تھا۔"ایک تو میں منسٹر کا بیٹا ہو کر اس سے ملنے جاتا ہوں اور اس کا ایٹیٹیوڈ ہی کم ہونے میں نہیں آتا ہے۔"

ہاتھ جھاڑتے ہوئے وہ ٹھیک سے ہو کر بیٹھا۔

"اس کا مزاج ہی ایسا ہے۔۔اور پھر تمہاری بہتری کے لیے ہی وہ تمہیں جیل جانے سے منع کرتا ہے تاکے تمہاری ریپوٹیشن خراب نا ہو۔ منسٹر کے بیٹے ہو نا آخر"

پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑے وہ اس ہلکے پھلکے انداز میں اسے کہہ رہا تھا۔

"ریپوٹیشن کیوں خراب ہو گی میں کون سا مار پیٹ کے کیس میں ہتھکڑیاں لگوا کر جاتا ہوں۔"

وہ سر جھٹک کر بولا۔

"عبیر کہاں ہے؟ وہ تمہارے ساتھ ہی تھا نا؟"

"باہر کھڑے ہیں۔ کال آگئی تھی کسی کی۔۔ کھانے میں کیا پکایا ہے آپ کے خانساماں نے؟"

"کچن میں جا کر دیکھ لو اور عبدل سے کہنا ٹیبل لگا دے"

"عبیر بھائی لے لیے لگوا رہے ہیں تو رہنے دیں ہم باہر سے سینڈوچز سے کھا کر آئے ہیں۔"

"سینڈوچ سے اس کا پیٹ بھر گیا تو تمہارا کیوں نہیں بھرا؟"

"بھر گیا تھا۔ پھر وہ ڈائجسٹ ہو گیا۔ اب دوبارہ کھانا چاہیے"

حتان نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسے کچن کی جانب بڑھتے دیکھا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

ریلینگ پر کہنیاں ٹکا کر ہتھیلی میں چہرہ گرائے وہ اداس نظروں سے بادلوں سے جھانکتے چاند کو دیکھے جا رہی تھی۔ جس کے گرد کتنے ہی چھوٹے چھوٹے ٹمٹماتے تاروں نے جھمگٹا سا لگایا ہوا تھا۔

مست ہوائیں اس کے سر سے ریشمی آنچل گرائے اس کی زلفوں سے اٹھکیلیاں کرتے ہوئے مسرور سی تھیں۔

وہ اپنے ہی خیالوں میں گم تھی جب پہلو میں سے ایک جانی پہچانی سی خوشبو اٹھتی محسوس ہوئی تو اس نے چونک کر اپنے برابر میں دیکھا۔ جہاں وہ اسی کے انداز میں کہنیاں ریلینگ پر ٹکا کر ہتھیلی میں چہرہ گرائے اس کی طرف رخ کئے کھڑا تھا۔

ریشام کی نگاہوں میں حیرانگی کے بعد بے گانگی سی نظر آئی۔

اس نے چہرہ اس کی طرف سے موڑ لیا۔ یہ اس کی ناراضگی کا انداز تھا۔

اسے ڈھیروں غصہ تھا اس شخص پر۔۔ لیکن اسے نظر انداز کرنا بھی انتہا کا مشکل لگتا تھا۔

"حیرت ہے مجھے۔۔ بے وفائی کرنے والے خود بھی خفا ہوا کرتے ہیں کیا؟"

وہی لہجہ وہی انداز وہی آواز جسے اس نے نا جانے کتنا یاد کیا تھا۔

"تم مجھے بے وفائی کا طعنہ دے رہے ہو؟"

ریشام نے چونک کر اسے دیکھا۔ آنکھوں میں غصہ ہلکورے لینے لگا۔

"میں طعنہ نہیں دے رہا! آپ نے جو میرے ساتھ کیا میں وہ بتا رہا ہوں"

"اچھا۔۔ تو مسٹر انس رضا غازی اگر آپ مجھے میرے خاندان سے بغاوت نہ کرنے پر بے وفا ہونے کا طعنہ دے رہیں تو میں بے وفا ہی ٹھیک ہوں!"

"مجھے صرف اتنا یاد ہے کے جب مجھے آپ کی سب سے زیادہ ضرورت تھی تب آپ میرے ساتھ نہیں تھیں ریشام بی بی!"

"میرے ماں باپ کا قتل ہوا تھا۔ لیکن آپ کے لئے مجھ سے زیادہ ضروری اپنے گھر والے تھے۔"

"آپ نے مجھ پر انھیں ترجیح دی"

"تو میں اور کیا کرتی؟ کیا تمہارے کہنے پر اپنے گھر سے بھاگ جاتی؟"

"میں آپ کو بھگا کر نہیں لے جا رہا تھا۔ آپ میری بیوی ہیں آپ پر شرعی حق ہے میرا۔۔ میں چاہتا تو آپ کو زبردستی بھی اپنے ساتھ لے جا سکتا تھا۔ لیکن۔۔"

"لیکن اس وقت میرے ماں باپ گھر پر موجود نہیں تھے۔ میں ان کی غیر موجودگی میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی تھی۔"

"لیکن تم ان نزاکتوں کو نہیں سمجھ سکتے! لڑکے ہوں نہ آخر۔۔ لڑکوں کے لئے آسان ہوتا ہے اپنے ماں باپ کے سامنے گھر والوں کے سامنے، زمانے کے سامنے ڈٹ جانا۔۔ وہ جو مرضی چاہے ڈنکے کی چوٹ پر کر سکتے ہیں۔۔ معاشرہ انھیں کچھ نہیں کہتا۔۔ سارے گناہ صرف لڑکی کے خاطے میں لکھے جاتے ہیں۔۔۔ ہمارے لئے آسان نہیں ہوتا کے اپنی حدود کو پھلانگ کر اپنی مرضی و منشا سے کچھ بھی کر گزرے۔۔ ہمارے قدموں میں جو ہمارے گھر والوں کے مان اور بھروسے کی بیڑیاں ہوتی ہیں نا انس۔۔ وہ ہمیں بغاوت کرنے کی اجازت نہیں دیتی"

وہ تو یک ٹک اسے بولتے ہوئے دیکھے جا رہا تھا۔

"جواب کیوں نہیں دے رہے میری بات کا؟"

"میں۔۔ کیا جواب دوں؟"

اس نے چونک کر ناسمجھی سے پوچھا تو ریشام نے لب بھینچ کر ڈھیروں غصہ اپنے اندر ہی اتار لیا۔

سینے پر بازو باندھے وہ مزید خفا ہو چکی تھی۔

"آپ پھر ناراض ہو گئی ہیں"

"پھر کیا مطلب ہے تمہارا؟ تم نے کون سا مجھے منا لیا تھا"

"ایک شرط پر مناؤں گا اگر آپ گارنٹی دیں کے میرے منانے پر مان جائیں گی"

"مجھے تو نہ اب تم سے کوئی واسطہ ہی نہیں رکھنا۔۔ بہتر ہو گا ہمارا فیصلہ بھی اب ہو ہی جائے"

"کیا مطلب ہوا اس بات کا؟"

""مطلب ڈائیورس۔۔۔"

"آپ مجھ سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہیں؟۔۔"

"ہاں کر رہی ہوں تو؟؟"

"تو یہ کے آپ نے یہ بات کہنے سے پہلے ایک لمحے کے لئے بھی نہیں سوچا کے جس شخص کو آپ نے اپنا اسیر بنا کر دنیا جہاں سے بیگانہ کر دیا۔۔اب اس سے اس کے جینے کی وجہ چھیننا چاہتی ہیں؟"

"رہنے دو میرے سامنے یہ ڈرامے مت کرو۔۔ تمہیں مجھ میں نہ پہلے کوئی دلچسپی تھی اور نہ ہی اب ہے۔۔ میں ہی پاگل ہوں جو تمہاری محبت میں دیوانی ہوئی جاتی ہوں"

"آپ مجھے انڈر ایسٹیمیٹ کر رہی ہیں!"

"میں کیوں تمہاری بات کا یقین کروں؟ تم نے کون سا پہلے کبھی کہا ہے کے مجھ سے محبت کرتے ہو"

"میرے اظہار کرنے کا انداز آپ سے مختلف ہے۔۔۔ شاید آپ کو کچھ خاص پسند بھی نا آئے" اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

"ماشا کے بارے میں کیا سوچا ہے تم نے؟"

اس نے اچانک ہر موضوع بدلا تو انس نے کچھ نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"ماشا کے بارے میں مجھے کیا سوچنا تھا؟"

"اس کی شادی کے بارے میں؟"

"اس کی شادی کہاں سے بیچ میں آ گئی؟ ابھی تو اس کی پڑھائی مکمل ہونے میں وقت ہے۔۔"

"وہ شادی کے بعد بھی تو پڑھ سکتی ہے"

"آپ مجھے کھل کر بتائیں گی؟"

"میں نے صرف سنا ہے۔۔ کنفرم نہیں کہہ رہی۔۔ ہو سکتا ہے تائی امی تم سے فاز اور ماشا کے رشتے کے حوالے سے بات کریں"

"ماشااور فاز؟"

"ہاں ماشااور فاز۔۔اور سنو میری بات انکار کرنے کی تو بلکل ہی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔تمہاری بہن کا مزاج جس طرح کا ہے نا اسے فاز ہی ہینڈل کر سکتا ہے۔۔اور سب سے بڑھ کر وہ اسے پسند بھی کرتا ہے تو۔۔خوش رہیں گے دونوں"

"آپ نے خود ہی سارے فیصلے کر لئے ہیں۔۔لیکن مجھے نہیں لگتا ماشا اس حویلی میں رہنا چاہے گی"

"تم اس کی فکر مت کرو۔۔۔یہ ٹینشن فاز کو ہی لینے دو کے اسے کس طرح ماشا کو سمجھانا ہے"

"مجھ سے کافی فرینک ہے فاز۔۔لیکن اس نے کبھی ذکر ہی نہیں کیا مجھ سے" حیرت اس کے چہرے پر غالب تھی۔

"وہ بے وقوف تھوڑی ہے جو تم سے ڈائریکٹ جا کر کہے گا وہ تمہاری بہن سے محبت کرتا ہے۔۔تم نے تو بے چارے کا گریبان پکڑ لینا تھا"

"آپ مجھے ایسا سمجھتی ہیں کے میں اس کا گریبان پکڑ لیتا؟"

انس نے افسوس سے اسے دیکھا۔

"نہیں ریشام بی بی! میں صرف گریبان نہیں پکڑتا۔۔بلکے دو تین تھپڑ بھی مار ہی دیتا۔۔کسی بھائی میں اتنا حوصلہ نہیں ہوتا کے وہ اپنی بہن کے بارے میں اس طرح کے الفاظ سن سکے۔۔"

"میں تمہیں یہی سمجھانا چاہ رہی تھی انس۔۔لڑکیوں کا بھی اتنا حوصلہ نہیں ہوتا کے کسی مرد کے لئے اپنے باپ یا بھائی کے خلاف جا کر ان کا بھروسہ توڑیں۔۔میری جگہ ماشا کو رکھ کر سوچو گے تو میں تمہیں غلط نہیں لگوں گی"

"آپ مجھے جو سمجھانا چاہ رہی ہیں وہ میں اچھے سے سمجھ چکا ہوں۔۔اور آپ سے بس اتنی التجا کرنا چاہتا ہوں کے آئندہ میرے سامنے ڈائیورس کا مطالبہ مت رکھئے گا"

"وہ تو تمہیں دینی ہی پڑے گی کیوں کے میرا پروپوزل آیا ہوا ہے میرے کزن کا۔۔" کن انکھیوں سے اسے دیکھتے ہوئے اس نے لا پرواہی سے کہا۔

"کون کزن ہے یہ جس نے میری بیوی کے لئے اپنا رشتہ پیش کیا ہے؟"انس اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے دانت پیستے ہوئے استفسار کر رہا تھا۔

اس کی گردن کی رگیں ابھر آئی تھیں۔

"تمہیں کیوں اتنا برا لگ رہا ہے؟"

"آپ میری بیوی ہیں کیا یہ وجہ کافی نہیں ہے؟"

"آج تمہیں اپنی بیوی یاد آ رہی ہے؟اس دن نہیں آئی تھی جب مجھے چھوڑ کر جا رہے تھے؟"

"آپ مجھے مسلسل ایک ہی بات کا طعنہ دیے جا رہی ہیں"

"میں تمہیں طعنہ نہیں دے رہی انس!۔۔۔میں تمہیں یہ بتانے کی کوشش کر رہی ہوں کے میں نے تم پر کتنا اعتبار کیا تھا اور تم نے مجھے کس قدر مایوس کیا ہے"

"یہی گلہ میں آپ سے کروں تو؟"

"مجھے بھی آپ پر اتنا ہی مان تھا کے آپ میری محبت کا اتنا دم بھرتی ہیں تو تب آپ یقیناً میرے ساتھ کھڑی ہوں گی جب مجھے آپ کی ضرورت ہو گی۔۔لیکن خیر!"

ایک طویل سانس ہوا کے سپرد کر کے اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

****

سنبل ان دونوں کو اپنی باتوں میں مصروف دیکھ کر تیز نظر ان پر ڈالتی بڑبڑاتے ہوئے بیرونی دروازے سے نکل کر چند سیڑھیاں اتر کے نیچے پہنچی تو سامنے ہی بیرونی دروازے تک جاتی پتھریلی روش پر ریڈ کلر کی کار کے ساتھ وہ ٹیک لگائے کھڑا دکھائی دیا۔فون کان سے لگائے ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے وہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھا۔کیوں کے وہ ڈرائیونگ سیٹ کے دروازے سے ٹیک لگا کر ترچھا ہوا کھڑا تھا۔

بلیک پینٹ پر براون کلر کی ہائی نیک پہنے وہ انگلی سے پیشانی مسلتے ہوئے جونہی کال بند کر کے اس کی جانب مڑا سنبل کو یک ٹک اپنی جانب دیکھتا پایا۔

جو اس کے دیکھنے پر ٹرانس سے جاگتی ہوئی چہرے پر سخت تاثرات لاتے ہوئے اپنی گاڑی کی جانب بڑھنے لگی۔

"رکو دو منٹ!" وہ متوازن چال چلتے ہوئے اس کی راہ میں آ گیا تھا۔ دونوں ہاتھ جیبوں میں ڈالے وہ اسے دیکھنے لگا۔ جو آج بھی اسے ٹین ایج والی سنبل ہی لگی تھی۔ جس کے گال ذرا ذرا سی بات پر سرخ ہو جایا کرتے تھے۔

"ایسے اگنور کیوں کر رہی ہو مجھے؟" سوالیہ نظروں سے وہ سنبل کے تاثرات جانچ رہا تھا جس نے پلکیں میچ کر خفیف سا سر جھٹکتے ہوئے اندر اٹھتے اشتعال کو دبانے کی کوشش کی تھی۔ "خود کا ذرا سا نظر انداز ہونا اسے برداشت نہیں ہوا تھا۔ فوراً جواب طلبی کرنے کھڑا ہو گیا تھا۔ اور وہ خود جو اتنے عرصے سے اس کی طرف سے انجان بنا ہوا تھا اس طرف اس کا کوئی دھیان نہیں تھا۔

"میں تمہیں کسی بات کی جواب دینے کی پابند نہیں ہوں! میرے راستے سے ہٹو"

اس نے ڈارک گاگلز آنکھوں پر چڑھا لیے تھے تاکے وہ اس کی نظروں میں امڈتی روشنیوں کا نا دیکھ لے۔ جب کے اس کے رات میں گاگلز لگانے پر عبیر نے بہت مشکل سے اپنی مسکراہٹ کو ضبط کیا تھا۔

سر کو خم دے کر سائیڈ پر ہوتے ہوئے ہاتھ سے اسے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے اس کا راستہ چھوڑ دیا تھا۔

سنبل نے ایک نگاہ غلط اس پر ڈالے بغیر اپنی گاڑی کی جانب بڑھتے ہوئے اندر بیٹھ کر وہاں سے نکال لے گئی تھی۔

سارے جہاں سے اپنی روشنیاں سمیٹے سورج الوداع کہہ کر غروب ہو چکا تھا۔ پرندے بھی اپنے آشیانوں کو لوٹ رہے تھے۔ سعدین حویلی کی ساری لائٹس جلا دی گئی تھیں۔ جو دور سے دیکھنے پر ایک سنہرے سے قدیم محل کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ اطراف کے اندھیروں کو اپنی روشنی سے منور کیے وہ حویلی سر اٹھائے شان سے کھڑی تھی۔

انس نے نئے سرے سے اپنی کمپنی شروع کی تھی جس میں وہ دن رات ہی مصروف ہوتا تھا۔اس کے اصرار پر ہی وہ وقت نکال کر آ پایا تھا۔

وسیع لان میں سرد اور خشک ہواوں کا راج تھا۔ گرم قہوے سے لطف اندوز ہوتے وہ تینوں وہیں کین کرسیوں پر بیٹھے تھے۔

"عبیر بھائی کے لئے کام کرنے والے جن لوگوں کو پکڑا گیا تھا۔ان سے زیادہ کچھ جانکاری حاصل نہیں ہوئی ہے۔ لیکن کچھ مقامات کے ایڈریس ملے ہیں اگر وہاں جا کر معلوم کیا جائے تو ہو سکتا ہے کے عبیر بھائی کے بارے میں کچھ معلوم ہو جائے"

بیچ میں پڑی میز پر کچھ کاغذات رکھے فازان دونوں کے گوش گزار کر رہا تھا۔

"تم نے اور عاشر نے جس قدر میری مدد کی ہے میں تم دونوں کا ممنون ہوں"

انس کے لہجے میں تشکر تھا۔

"کیسی بات کر رہے ہیں انس بھائی؟ آپ ہمیں ہمیشہ اپنے ہم قدم ہی پائیں گے۔۔عاشر واپس آ جائے تو پھر سے کم کوشش کریں گے"

"اس کی ضرورت نہیں ہے تم دونوں اپنی ڈگری پر فوکس کرو۔پڑھائی زیادہ ضروری ہے۔میری کمپنی بھی تقریباً سیٹ ہو گئی ہے۔ باقی کام میں خود ہی سنبھال لوں گا"

اس نے سہولت سے انکار کیا۔

"کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو لازمی بتایئے گا"

"یہ۔۔شاہ میر کون ہے؟" گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے اس نے اچانک ہی پوچھا۔

سالار نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔"کس شاہ میر کی بات کر رہے ہو؟"

"تمہارے کسی کزن کا نام ہے کیا؟" اس کے چہرے پر ایک ناگوار سی سنجیدگی تھی۔"ہاں لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اسے جان سے مارنا چاہتا ہوں۔

کافی پیتے سالار کو اچھو لگا تھا۔ "کیا ہو گیا ہے سب خیریت تو ہے نا؟" لیکن وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتا رہا۔

"اب بتا بھی دو اس بے چارے نے کون سا جرم کر دیا ہے؟"

"ریشام نے بتایا ہے کے اس نے ان کے لئے پرپوزل دیا ہے اپنا؟"

اس کا انداز سوالیہ تھا۔ سالار بے ساختہ ہی ہنس پڑا۔

فاز بھی مسکراہٹ دبائے کاغذات کو سمیٹ کر فائل میں ترتیب سے لگا رہا تھا۔

انس نے ناگواری سے اسے دیکھا۔ "اسنے مزاق کیا ہو گا تمہارے ساتھ"

"ایسی بات کیا مزاق میں کہی جا سکتی ہے؟"

"تم سہی کہہ رہے ہو لیکن شاہ میر اپنا پرپوزل نہیں بھیج سکتا۔۔ وہ پہلے سے شادی شدہ ہے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں یار۔" سالار اس کی شکل دیکھتے ہوئے ہنستے ہوئے کہے جا رہا تھا جب کے انس کے چہرے کے تاثرات فوراً ہی بدلے تھے۔

"تم۔۔ سارے کزنز ہی پاگل ہو۔۔" وہ سر جھٹک کر تنفر سے بولا۔۔ لیکن پہلے کے مقابلے وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ جیسے سر سے کوئی بھاری بوجھ اتر گیا ہو۔

"اتنے سے مزاق پر تم نے ہمیں پاگل ڈکلئیر کر دیا؟۔۔ اب یہ تو بہت غلط بات ہے"

وہ ناراضگی سے گویا ہوا۔۔

"بھائی؟؟"

ماشا کے وہاں آنے پر وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے جبکے فاز نے جیسے اس کی آمد کا کوئی نوٹس ہی نہیں لیا تھا۔ "گھر کب جائیں گے؟"

اس نے آتے ہی تحمل سے پوچھا۔ "دل نہیں لگ رہا تمہارا یہاں؟" سالار نے نرمی سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"مجھے گھر جانا ہے بس"

"کل چلیں گے ماشا!"

"آپ نے صرف ایک دن کا کہا تھا" وہ جیسے ضبط سے اسے یاد دلا رہی تھی۔

"ہم لوگ اتنے برے بھی نہیں ہیں جتنا تم ہمیں سمجھتی ہو"

"جو آپ کے بھائی نے ہمارے ساتھ کیا ہے اس کے بعد میں آپ سے اور کے گھر والوں سے کیا ہی امید کر سکتی ہو؟" سالار نے صرف مصنوئی خفگی سے اسے چھیڑا تھا لیکن وہ زہر خند سی بولی

"میرا نہیں خیال کے ایک انسان کے جرم کی سزا اس کے خونی رشتوں کو دینا جائز ہے"

"جائز اور ناجائز کا سبق آپ اسے مت پڑھائے جس کے ماں باپ کو بے دردی سے قتل کر کے اسے یتیم کر دیا گیا ہو۔۔۔"

"بس کرو ماشا!۔۔"

انس نے ناپسندیدگی سے اسے ٹوکا۔۔

"اسے بولنے دو انس۔۔ اپنے دل کا غبار نکالنے دو۔۔ ورنہ ساری زندگی اپنے دل پر بوجھ ہی لئے رکھے گی۔۔"

"میرا بولنا نا آپ سہہ نہیں سکیں گے۔۔ بہتر ہو گا مجھے خاموش ہی رہنے دیا جائے"

انس کی تنبیہہ کرتی نظروں کو بھی خاطر میں نہ لا کر وہ چبا چبا کر اسے کہتی وہاں سے اٹھ گئی تھی۔

Mahira Zainab Khan Novel

"یار وکیل صاحب یہ ابلے ہوئے کھانے بنوائے ہیں آپ نے عبیر بھائی کی دعوت کے لئے؟" ساری ڈشز کے ڈھکن اٹھا اٹھا کر دیکھتے ہوئے جب اسے کچھ کھانے لائق نا ملا تو جھنجھلاتے ہوئے اس سے پوچھا۔ جس کی توجہ فون کی اسکرین کی جانب تھی۔ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے تیزی سے کسی کو پیغام بھیج رہے تھے۔

"فریج میں چکن، بیف فروزن آئٹم سب موجود ہے۔ جو دل کرے بنالو" وہ مصروف سا لاپرواہی سے بولا تو وہ بڑبڑاتے ہوئے فریج کھول کر کھڑا ہو گیا۔ نگٹس اور شامی کباب کے پیکٹس سامنے ہی پڑے تھے۔ جو اس کا کھانے کا کوئی موڈ نہیں تھا۔ بون لیس چکن کا پیکٹ نکال کر اسنے کاونٹر پر رکھا۔ پھر جیب میں سے فون نکال کر کاونٹر سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے ہوئے فون پر ایسی ریسیپیز سرچ کرنے لگا جو کم وقت اور کم محنت میں جلدی تیار ہو جائیں۔

"میں نے تمہاری پسند کا کھانا بنوایا تھا تم باہر سے سینڈوچز کھا کر آ گئے؟"

اٹالین طرز کے بنے بڑے سے اوپن کچن کے درمیان میں ہی چھوٹی سی ڈائننگ ٹیبل کے گرد پڑی چار کرسیوں میں سے وہ ایک پر بیٹھا تھا۔ عبیر کو وہاں آتے دیکھا تو فون کو بند کر کے سائیڈ پر رکھ دیا تھا۔

"تمہارے لئے بھی لایا ہوں" اس نے ہاتھ میں پکڑا خاکی رنگ کا پیپر بیگ اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔ "بہت خوب! اب یہ سارے کھانے کون کھائے گا؟" اس نے بیگ میں جھانکتے ہوئے بٹر پیپر میں لپٹے ہوئے سینڈوچز نکالتے ہوئے پوچھا۔

"فکر کیوں کر رہے ہو سرمد سہگل ہے نا۔ ایک ذرہ بھی نہیں بچے گا"

چیئر گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے وہ سکون سے بولا۔

"اٹالین اور چائنز ڈشز ہیں۔ یہ نہیں کھاتا۔ اپنے لیے کچھ اور بنا رہا ہے۔۔ ویسے کیا بنا رہے ہو سرمد؟"

عبیر کو تفصیل بتاتے ہوئے اس نے ساتھ ہی گردن موڑ کر اسے دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔ جو شرٹ کی ایک آستین کہنی تک کھینچے۔ پتلے سے گلوز چڑھائے چکن کو بول میں نکال رہا تھا۔

"کوشش کر رہا ہوں کچھ تو بن ہی جائے گا۔ یہ بتائیں اسپائسز کہاں پڑے ہیں؟" اس نے مصروف سے انداز میں جواب دیا

"یہ تو کک کو پتا ہے یا پھر عبدل کو۔ اور وہ دونوں ہی اپنے کوارٹرز میں جا چکے ہیں۔ ٹھہرو میں دیکھتا ہوں"

چیئر دکھیل کر اٹھتے ہوئے وہ ایک ایک کیبنٹ کھول کر تلاش کر رہا تھا۔ سرمد بھی اس کی مدد کروا رہا تھا۔

عبیر کی بے ارادہ سی نگاہ ٹیبل پر پڑے حتان کے فون پر پڑی جس کی اسکرین نوٹیفیکیشن آنے کی وجہ سے روشن ہوئی تھی۔

میسج کا زرا سا متن اسے وہیں بیٹھے بیٹھے بھی دکھائی دے گیا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر فون اٹھا لیا تھا۔ پن کوڈ انٹر کر کے لاک کھولنے کے بعد وہ ایک ہاتھ کی مٹھی بنا کر لبوں پر رکھے دوسرے ہاتھ کے انگوٹھے کو اسکرین پر چلا رہا تھا۔

بے ساختہ اپنے دوست پر پیار آیا تھا۔ جو اپنے سارے ضروری کاموں اور اپنی جاب کو ایک سائیڈ پر رکھے اس کی جنگ لڑ رہا تھا۔

تھوڑی تلاش و بسیار کے بعد سرمد کے مطلوبہ تمام مصالحے اور ساسز نکال کر شیلف پر رکھتے ہوئے وہ دوبارہ اپنی جگہ آ کر بیٹھا پھر پلیٹ میں پڑا سینڈوچ ہاتھ میں اٹھا کر ایک بائٹ لی۔ فون کی تلاش میں نظریں دوڑائیں تو اسے عبیر کے دائیں ہاتھ پڑا پایا۔

"تمہارے علاوہ کوئی اور میرے فون کو ہاتھ لگانے کی جرات بھی کرے تو ساری زندگی اس کی کورٹ میں خوار کروا دوں"

عبیر کے اپنا فون چیک کرنے پر اسے غصہ نہیں آیا تھا۔ نا وہ خفا ہوا تھا۔ لیکن جتنا ضروری سمجھا تھا کے وہ انسان اس کے لئے کتنی اہمیت کا حامل ہے۔ جو وہ اسے کچھ نہیں کہہ سکتا۔

"جب تم نے کونٹیکٹ لینز بنوا رکھے ہیں تو وہ لگایا کرو، چشمہ کیوں پہنتے ہو؟"

عبیر نے فون اس کی طرف سرکاتے ہوئے استفسار کیا۔

"سرمد اور نوفل کا کہنا ہے کے میں چشمے میں زیادہ معصوم اور پیارا لگتا ہوں۔"

"سرمد اور نوفل کو اس اسٹیٹمنٹ پر کم از کم پچاس سال قید بامشقت ہونی چاہئے۔" اس کا بے تاثر لہجہ سرمد کو بے ساختہ ہنسنے پر مجبور کر گیا تھا۔ لیکن حتان نہیں ہنسا۔ وہ عبیر کو دیکھے گیا۔

تم اور معصومیت دو مختلف چیزیں ہیں حتان۔" اس کے اس طرح دیکھنے پر اس نے وضاحت دینی ضروری سمجھی۔

"لیکن یہ بات تو تم بھی مانو گے کے یہ مجھ پر کتنا سوٹ کرتا ہے اور میں کتنا کیوٹ لگتا ہوں اس میں۔" اس سے کہا اتنی دیر سنجیدہ رہا جاتا تھا۔ فوراً سے سر جھٹک کر بولا۔

"کیوٹ ؟۔۔"عبیر نے ابرو اٹھا کر اس لمبے چوڑے انسان کو دیکھا۔جو منٹوں میں سامنے والے کو زندہ نگل جائے۔عبیر کے دیکھنے پر ہونٹوں کو کانوں تک پھیلا کر کیوٹ بننے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔

"ان کی غلطی نہیں ہے عبیر بھائی۔۔یہ اسکول کالج جانے والی لڑکیوں نے ان کے سوشل میڈیا پر فین پیجز بنا کر انھیں سر چڑھایا ہوا ہے۔۔کیوٹ ہینڈسم۔۔پاپا،ڈیڈی پتا نہیں کیا کیا کہتی ہیں۔"

وہ مصروف سے انداز میں چیچ چلاتا اس کے گوش و گزار کر رہا تھا۔جبکے عبیر کی ہنسی بے اختیار تھی۔

"مقبول ہی اتنا ہوں میں۔"وہ کچھ گردن تان کر بولا۔

"اگر تمہارے فینز تمہارا یہ زبردستی کا"کیوٹ"روپ دیکھ لیں تو آگ لگا دیں اپنے فین پیجز کو۔"

"سہی بات ہے۔۔"

عبیر کی بات کی سرمد نے بھی تائید کی تھی۔جبکے اس نے بڑبڑاتے ہوئے سر کو اونہہ کے انداز میں حرکت دی تھی۔

"ویسے کیا یہ وہی گلاسز ہیں جو میں نے لے کر دیئے تھے؟"

کچھ ٹائم پہلے جب اسے آئی سائٹ کا ایشو ہوا تھا تب اتفاق سے عبیر ہی اس کے ساتھ کلینک گیا تھا۔ڈاکٹر نے جب گلاسز تجویز کئے تو شیشے کے کاونٹر میں سجے کافی سارے اور خوبصورت سے ڈیزائنز میں سے عبیر نے اس کے لئے وہ پسند کیا تھا۔جو لائٹ براون نازک سے فریم کا تھا۔اس پر سوٹ بھی بہت کیا تھا۔

حتان نے اسے تب سے ہی سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔کافی احتیاط سے اسے استعمال کیا کرتا تھا کے عبیر غازی نے زندگی میں پہلی دفعہ اس کے لئے کوئی چیز خریدی تھی۔

اسی کے متعلق اس نے پوچھا تو حتان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔نظریں فون کی طرف اٹھیں۔جو کسی کی کال آنے کی وجہ سے روشن ہوا تھا۔سائلنٹ پر ہونے کی وجہ ٹیون نہیں بجی تھی۔

حتان نے کال کاٹ کر فون کو الٹا کر کے رکھ دیا تھا۔وہ ان لمحات کو انجوئے کرنا چاہتا تھا۔عرصے بعد وہ اپنے پرانے اور اکلوتے دوست کے ساتھ اتنا بے فکر اور پر سکون ہو کر بیٹھا تھا۔

"ویسے تمہارا پلین کیا ہے؟ کیا سوچ رکھا ہے تم نے؟"

"تم بتاو کیا کرنا چاہئے مجھے؟"

"تمہاری مرضی ہے۔ جیسے تم کہو گے ویسے کر لیں گے۔" حتان کے شانے اچکا کر کہنے پر وہ ہلکا سا مسکرا دیا تھا۔

"سوچ تو بہت کچھ رکھا ہے۔ وقت آنے پر بتاوں گا تمہیں!" اس کا انداز ٹالنے والا تھا۔

"تم جو بھی فیصلہ لو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ لیکن اگر تمہیں مخلصانہ مشورہ دوں تو یہ ڈرگز وغیرہ کے کاموں سے اب جان چھڑوا لو۔ نئی زندگی شروع کرو اپنی۔"

"میں تمہارا مشورہ مان بھی لوں تو تمہارا قانون مجھے نئی زندگی شروع کرنے نہیں دے گا"

"قانون کی ایسی کی تیسی! اور تف ہے میری وکالت پر اگر تمہیں باعزت بری ہی نہیں کروا سکا تو"

جہاں عبیر مسکرا اٹھا تھا وہیں سرمد کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"غلط بات ہے ویسے۔ اپنے ہی پیشے کے بارے میں ایسے خیالات ہیں آپ کے؟"

چکن چلی کو ڈش میں منتقل کرتے ہوئے اس نے مصنوئی افسوس سا لہجے میں سموتے ہوئے کہا۔

"کم از کم میں دوسرے وکلاء کی طرح گالیاں تو نہیں دیتا اس معزز پیشے کو"

بے فکری سے کہتے ہوئے اس نے آخری بائٹ لے کر سینڈوچ ختم کیا پھر ٹشو باکس سے ٹشو کھینچ کر ہاتھ صاف کرنے لگا۔

"کچھ دیر میں مجھے اور سرمد کو نکلنا ہے آئی جی صاحب کی طرف۔ تم ریسٹ کرو۔ سارا دن جانے کہاں گھوم پھر کر آئے ہو۔ کچھ بتاتے بھی نہیں ہو مجھے"

"اچھا تو اگلا نمبر آئی جی صاحب کا ہے؟" چیئر گھسیٹ کر بیٹھتے سرمد نے اشتیاق اور پر جوشی سے پوچھا۔

"پوچھنا تو پڑے گا نا کے ان کے ہوتے ہوئے گرفتاری کے وارنٹ نکلے کیسے؟"

وہ کچھ نخوت سے بولا تو عبیر نے گہری سانس بھری۔

"تم کہیں بھی نہیں جاوگے!"

ان دونوں نے ہی چونک کر اسے دیکھا جو سنجیدہ سا بیٹھا تھا۔

"کیا مطلب نہیں جاوں گا؟ میرا خون کھول رہا ہے ان کی چمڑی ادھیڑنے کو۔ اور تم؟"

"بیٹھ جاو حتان۔"

اس کی بات کاٹ کر اس نے کچھ لفظوں پر کچھ زور دے کر کہا تو لب بھینچے وہ دوبارہ بیٹھ گیا۔

"جمشید بنگش اور کرنل بشیر جیسے لوگوں پر اپنی انرجی ویسٹ مت کرو! ان کے لئے تو آدم اور نوفل ہی کافی ہیں۔"

اب کے وہ کچھ نرمی سے بولا تھا۔ سرمد نے ناراضگی سے اسے دیکھا۔

(نئیں مطلب میں تو کسی کھاتے میں ہی نہیں ہوں)

"کیا سوچا ہے تم نے پھر؟ کیا لائحہ عمل ترتیب دینا ہے آگے کا؟"

"فلحال تو جن لوگوں کو تم نے میری وجہ سے ہٹ لسٹ پر رکھا ہوا ہے ان کی جان بخشی کر دو"

"ہرگز نہیں! ان کی زندگی جہنم بنائے بغیر تو میں چین سے نہیں بیٹھوں گا جنھوں نے تمہارے ساتھ دغا کیا" نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ تلخی سے بولا۔

"میں تمہیں بتاتا ہوں ان کا کیا کرنا ہے۔"

خاموش اور پراسرار سے ماحول میں صرف ایک عبیر کی بھاری سی آواز تھی جو در و دیوار کان لگائے سن رہے تھے۔

تھکن کی وجہ سے دکھتے کندھے کو ایک ہاتھ سے دباتے ہوئے وہ کوریڈور میں چلتا اپنے روم کی طرف جا رہا تھا لیکن کوریڈور کے اختتام پر ہی اسے ایک سایہ سے لہراتا دکھائی دیا تھا۔ وہ فوراً ہی چوکنا ہوا۔ دبے قدموں چلتے ہوئے وہ اس سائے کی تلاش میں وہاں

آیا تو اسے وہاں کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔ لیکن کچن کی کھلی ہوئی لائٹس دیکھ کر تعجب اور تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسی طرف بڑھ گیا۔

"آپ؟؟" کچن کاونٹر کے پاس کھڑی ماشا کو دیکھ کر اسے حیرانگی ہوئی تھی۔

"اتنی رات کو آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟"

"اتنی رات کو یہاں آنا منع ہے؟" اسنے تیز لہجے میں پوچھا۔

"نہیں تو لیکن۔۔۔"

اس نے لمحے کا وقفہ لے کر دوبارہ بات جاری رکھی "اصل میں ہماری حویلی میں ہمارے علاوہ کچھ جنات کے گھرانے بھی آباد ہیں۔ جب میرے دادا کے دادا نے یہاں رہنے کا فیصلہ کیا تو کچھ جناتوں سے باقاعدہ معاہدہ کیا تھا کے دن کا وقت ہمارا ہو گا اور رات کا وقت جناتوں کا"

"رات کا وقت ان کا کیوں؟" اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

"وہ اپنے بچوں کو گھمانے کے لئے نکلتے ہیں نا۔۔ ویسے تو وہ دن میں بھی اپنی مرضی سے کہیں بھی چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ لیکن بالخصوص رات میں کئی دفعہ ظاہر بھی ہو جاتے ہیں۔"

"آپ کو ڈرانا میرا مقصد نہیں تھا۔ میں بس آپ کو آگاہ کرنا چاہ رہا تھا کے اگر رات گئے آپ کو کسی نے فٹ بال وغیرہ مار دی یہاں دھکا وکا دے دیا تو ڈریئے گا نہیں۔۔ یہ انھی کے بچوں کی شرارتیں ہوتی ہیں" اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے اس نے جلدی سے کہا۔

"تم مجھے ڈرانے کی کوشش کر رہے ہو۔۔" ماشا کے لہجے میں خوف کے ساتھ ساتھ تھوڑا غصہ بھی چھلک رہا تھا۔

"میں بھلا کیوں آپ کو ڈرانے لگا؟ کیا آپ کو جنات کے وجود پر یقین نہیں؟" اسنے لہجے میں حیرانگی سموتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھا۔ جانے کیوں دل کی دھڑکنوں میں ارتعاش سا اٹھ رہا تھا۔ اپنے دل کی بغاوت کے ہاتھوں وہ خود کو بے بس سا محسوس کر رہا تھا۔

"ویسے آپ جو بھی بنا رہی ہیں جلدی بنائیں۔۔ یہ ٹائم جنات کی بیگمات کا ہے۔۔ وہ کھانا پکانے کے لئے آتی ہی ہوں گی"

"میں کچھ بھی نہیں بنا رہی"

اس کے عجلت میں کہنے پر ماشا نے بوکھلا کر اسٹو بند کر دیا۔

"ارے آپ کی چائے۔۔" فاز اسے روکتا ہی رہ گیا تھا لیکن وہ وہاں رکی بھی نہیں تھی۔ اس کے جانے کے بعد وہ بے ساختہ نفی میں سر ہلا کر ہنستے ہوئے چولھے کے پاس آیا جہاں اس کی چائے میں ابال آنے ہی والا تھا کے وہ اسے چھوڑ گئی تھی۔

"آپ کی حویلی میں۔۔۔ جنات بھی رہتے ہیں؟"

ماشا نے ڈرتے ڈرتے اسے مخاطب کیا تھا جس کا چہرہ فوراً ہی سفید پڑا۔ اس کا دھیان بے ساختہ فاطم کی طرف گیا تھا۔

"تم نے یہ کیوں پوچھا؟"

"وہ فاز نے۔۔ فاز نے کہا کے۔۔"

اس نے ساری بات کہہ سنائی تو ریشام نے افسوس سے پیشانی پر ہاتھ مارا۔

"سب سے پہلے تو شکر کرو کے عاشر یہاں نہیں ہے اور تمہارا سامنا صرف فاز سے ہی ہوا ہے۔۔۔ ان دونوں کی باتوں پر یقین کرنے کی بلکل ضرورت نہیں ہے۔۔ یہ صرف فضول کی باتیں کرتے ہیں"

"لیکن وہ تو کہہ رہا تھا کے یہاں جنات کے بچے اور"

"ماشا وہ صرف تمہیں تنگ کر رہا تھا۔۔ تم اس کی باتوں پر دھیان مت دیا کرو" ریشام نے تحمل سے اسے کہا۔ تو اس کے چہرے پر ناراضگی دکھائی دینے لگی۔

"اس کی وجہ سے میں اپنی چائے نہیں بنا سکی۔"

"میں نے کہا بھی تھا کے میں بنا دوں گی تمہارے لئے لیکن تم نے سنی ہی نہیں تھی میری بات۔"

"مجھے کیا معلوم تھا کے وہ مجھے ڈرانے کے لئے آجائے گا۔۔"

"اچھا اب تم بیٹھو یہاں۔۔ میں لے آتی ہوں۔۔"

"میں یہاں اکیلے نہیں رکوں گی۔۔"

ریشام بیڈ سے اٹھی تو وہ بھی کہہ کر بدک کر اٹھی۔

"ماشا تم کیوں ڈر رہی ہو؟۔۔ میں کہہ رہی ہوں نا کے یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔"

"لیکن۔۔"

وہ بے بس سی اسے دیکھتی رہ گئی۔

جبھی کھلے دروازے پر کسی نے دو انگلیوں سے دستک دی تو ماشا نے بے ساختہ وہاں دیکھا۔ جہاں سے وہ دونوں ہاتھوں میں دو کپ پکڑے اندر آتا دکھائی دیا۔

"آپ کی ادھوری چائے کو بنا کر لایا ہوں"

اس نے کپ اس کی جانب بڑھایا لیکن ماشا نے تنفر سے منہ پھیر لیا۔

"تم نے کیوں مزاق کیا اس کے ساتھ؟"

ریشام نے مصنوئی ناراضگی سے اسے دیکھا۔

"مزاق تھوڑی کیا تھا۔۔ سچ ہی تو بتایا تھا کے یہاں جنات رہتے ہیں۔"

وہ اپنی بات پر قائم رہا تو ماشا نے شاکی نظروں سے ریشام کو دیکھا۔

"مت تنگ کرو اسے فاز۔۔"

اس نے آنکھوں میں ہی اسے باز رہنے کو کہا۔

"میں کہاں تنگ کر رہا ہوں؟؟"

"وہ اپنے بھائی کو شکایت لگا دیگی تمہاری پھر ٹھیک رہے گا؟"

اس نے گھور کر پوچھا۔

"تم یاد دلا دو انھیں۔۔"

جواباً فاز نے اسے ناراضگی سے دیکھا۔

"کپ دو۔" ریشام نے اس کے ہاتھ سے کپ چھین کر ماشا کی جانب بڑھا دیا تھا۔

"فکر مت کرو اس کے علاوہ ہماری حویلی میں اور کوئی جن نہیں ہے۔۔"

"استغفر اللہ۔" وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔

****

"پتا نہیں کیا سمجھتا ہے خود کو"

بلند آواز سے بڑبڑاتے ہوئے اس نے بیگ ایک طرف اچھالا اور صوفے پر بیٹھ کر جھکتے ہوئے شوز اتارنے لگی۔

آئزل بھی اس کی گاڑی کی آواز سن کر سیٹنگ ایریا میں آئی تھی۔

"پھر سے گھر سے نکال دیا ہے حتان بھائی نے؟" اس کے سرخ سے تمتماتے چہرے کو دیکھتے ہوئے اس نے شوخی سے پوچھا۔

"تمہارے حتان بھائی کی اتنی ہمت نہیں ہے جو مجھے میرے ہی گھر سے بے دخل کرے" سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے اس نے ناک سکوڑ کر کہا۔ یہ بات گول کر گئی تھی واقعی میں اس نے بے دخل کیا تھا۔

"پھر کس نے آپ کو غصہ دلایا ہے؟"

وہ اس کے لیے ٹھنڈا پانی گلاس میں ڈال کر لے آئی تھی۔

"ہے ایک مغرور انسان! جس کا مزاج ہی ساتویں آسمان پر رہتا ہے۔"

ٹھنڈے پانی کے گھونٹ حلق میں اتارے تو اندر جلتی ہوئی آگ کچھ سرد پڑنے لگی۔

"اچھا تو عبیر بھائی کی بات کر رہی ہیں؟"

سنبل کے بنا بتائے بھی وہ جان گئی تھی۔ کئی دفعہ اسے دیکھ بھی چکی تھی۔اور کچھ کچھ سنبل سے اس کی "تعریفیں" بھی سن رکھی تھیں۔

"ساری دنیا اس کی نرم اور دوستانہ مزاج کی مثالیں دیتی ہیں۔ ہر ایک سے وہ مسکرا کر بات کرتا ہے۔ ہر کسی سے ملنے کا وقت ہوتا ہے اس کے پاس۔اور میرے لیے وہ بلکل ہی ایک الگ عبیر غازی بن جاتا ہے۔ جو صرف ایک پتھر دل اور کٹھور انسان ہے"

بھیگی سی آواز میں کہتے ہوئے اسکی گلابی سی آنکھیں بھی نم سے ہو رہی تھیں۔

"میری ایک جذباتی سی بیوقوفی کو وہ معاف کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہے۔"

"تمہیں پتا ہے انٹر کے دو سال ہم تینوں نے ایک ساتھ گزارے ہیں۔ حتان میں اور وہ۔ جتنی دوستی اس کی حتان کے ساتھ تھی اتنی ہی میرے ساتھ بھی تھی۔ جتنا وہ حتان کا خیال رکھتا تھا اس سے بڑھ کر میرا رکھتا تھا۔ لیکن پھر۔۔"

دو آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپکتے گال پر پھسلے تھے۔

"ایک بات کو لے کر وہ مجھ سے ناراض ہو گیا۔اور ابھی تک ناراض ہے۔اس کی دوستی جتنی اچھی ہے اس کی ناراضگی اتنی ہی جان لیوا ہے۔"

وہ بھرائی ہوئی آواز میں بول رہی تھی۔ تیکھی ناک گلابی پڑ رہی تھی۔ آئزل نے اسے پہلی دفعہ روتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ تو کبھی کسی بڑی سی بڑی بات پر بھی ایسے ہمت نہیں ہارتی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آ بیٹھی۔ ایک بازو اس کے گرد پھیلایا۔

"آپ انھیں منا لیں۔۔ وہ اتنے اچھے انسان ہیں۔ آپ کی غلطی کو بھی معاف کر دیں گے۔" وہ نرمی سے بولتی ہوئی اسے مشورہ دے رہی تھی۔

سنبل نے ایک گیلی سانس اندر کھینچی۔

"اس دن جو اس نے برتاو میرے ساتھ کیا تھا۔ میں اسے بھلا نہیں سکتی۔۔ میں اس کے سامنے کتنی ہی مضبوط اور لاتعلق بن جاوں۔۔ لیکن اس کی ذرا سی تیز نظر سے میرا دل آج بھی کپکپانے لگتا ہے۔ وہ آج بھی میرے حواسوں پر بری طرح سوار ہے۔۔ مجھے یقین ہے اگر میں اس بات کا حوالہ دے کر اس سے بات کرنے کی کوشش بھی کروں گی تو وہ بس ایک نظر مجھ پر ڈالے گا۔۔ اور میں اپنا مقدمہ وہیں ہار جاوں گی۔"

"آپ ایسے اداس تو مت ہوئیں نہ۔۔ بلکل نہیں اچھی لگ رہیں۔۔ آپ بس ہنستی ہوئیں اور حتان بھائی سے لڑتی ہوئیں ہی اچھی لگتی ہیں۔" اسے بانہوں کے گھیرے میں لئے اس کے شانے پر سر ٹکائے وہ منہ بسور کر بولی تو سنبل مسکرا دی۔

"مجھے نہیں معلوم کے آپ کے اور ان کے درمیان کس وجہ سے ناراضگی چل رہی ہے۔ نہ ہی میں پوچھوں گی۔۔ میں بس اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ ایک دن دیکھئے گا وہ خود آپ سے سوری کریں گے۔"

"کیا تمہیں لگتا ہے ایسا ہو گا؟"

"کیوں نہیں ہو سکتا؟۔۔ آپ نے تو اچھے سے اچھے انسان کو گھٹنوں پر آنے پر مجبور کیا ہے۔ میں تو خود گواہ ہوں آپ کی قابلیت کی۔۔"

"وہ باقی دنیا سے بہت مختلف ہے آئزل۔۔۔ میں اسے اپنے سامنے جھکانا نہیں چاہتی۔۔ میرے دل کو وہ مغرور سا عبیر ہی بھاتا ہے۔"

"کیا آپ ان سے محبت کرتی ہیں؟"

"محبت؟" اس نے وہ لفظ دہرایا۔ "اس نے مجھے خود سے محبت کرنے کی اجازت نہیں دی۔۔"

آئزل دکھ سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میرے دل میں جو اس کے لیے جذبات ہیں۔۔ وہ محبت ہے، عشق ہے، انسیت ہے، پسندیدگی ہے، الفت ہے، یا پھر جنون۔۔ میں آج تک نہیں سمجھ پائی۔۔ لیکن میرے لئے اس کی اہمیت اتنی ہے کے ساری دنیا ایک طرف ہو گی تو وہ دوسری طرف اکیلا کھڑا ہو گا۔ اور اکیلا میری پوری دنیا پر بھاری ہو گا۔ مجھے اختیار ملا تو میں پوری دنیا کو چھوڑ کر صرف اس کا انتخاب

کروں۔۔ لیکن وہ ہے کے ایک آزاد پرندے کی طرح آسمان کی وسعتوں میں پرواز کرتا ہے۔۔ وہ میری قید میں آنا ہی نہیں چاہتا۔"

آج گیارہ سال ہو چکے ہیں اس بات کو۔ اور آج بھی وہ دنیا کے لئے اتنا ہی رحم دل، نرم مزاج ہے جتنا گیارہ سال پہلے تھا۔ اور میرے لئے وہ آج بھی اتنا ہی کٹھور اور پتھر دل ہے جتنا اس دن بن گیا تھا۔ اس تمام عرصے میں اس نے ایک دن خود سے کبھی فون یا میسج نہیں کیا مجھے۔ ایک میں ہی بے وقوف تھی جو دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر کبھی اس سے رابطہ کرنے کی کوشش بھی کرتی تھی تو بھی وہ میرا فون نہیں اٹھاتا تھا نا کبھی میرے میسج کا جواب دیتا تھا۔ پھر ایک سال پہلے حتان نے مجھے بتایا کے اس کی شادی ہو رہی ہے۔"

زخمی سا مسکراتے ہوئے اس نے اپنے آنسوؤں کو بہنے سے روکا نہیں تھا۔

"وہ شادی کر رہا تھا۔ حتان نے یہ بھی کہا تھا کے وہ ٹوٹلی ارینج میرج ہے۔ وہ صرف اپنے بڑوں کی مرضی سے وہ شادی کر رہا ہے۔ لیکن میرے لیے وہ بس ایک شادی تھی۔"

"وہ شادی کر رہا تھا۔ مجھے اس سے غرض نہیں تھی کے اس میں اس کی رضامندی شامل تھی یا نہیں۔۔۔ لیکن وہ۔۔ شادی۔۔ کر رہا تھا۔"

"مجھے یاد بھی نہیں اس دن میں جائے نماز پر بیٹھ کر کتنا روئی تھی۔ اتنے سالوں سے دعائیں مانگ رہی تھی کے وہ انسان مجھے مل جائے۔ اس کا دل میرے لئے نرم پڑ جائے۔۔ لیکن میری دعا قبول نہیں ہوئی۔ وہ مجھے نہیں ملا۔ ان گزرے دس سالوں میں کوئی ایسا دن نہیں تھا جب میں نے اسے مانگا نہ ہو۔۔ لیکن وہ میری قسمت میں تھا ہی نہیں۔۔ جس دن اس کی شادی کی خبر سنی اس دن اس کا نام اپنی دعاؤں میں سے نکال دیا تھا۔۔ میں نے اپنی زندگی کے دس سال اس کے انتظار میں گزار دئے۔۔ ہر دن کی صبح میرے لیے ایک نئی امید لے کر بیدار ہوتی تھی۔ کے شاید آج وہ آ جائے۔ آج اس کے آنے کی کوئی خبر مل جائے۔۔ اور پھر شام ڈھلتے ہی میری ساری امیدیں بھی دم توڑ جاتی تھیں۔ ساری رات میں جاگ کر گزار دیتی۔ اللہ سے شکوے کرنے لگتی۔ لیکن پھر اگلے دن پھر سے ایک نئی امید جاگ اٹھتی۔ میں شاید تمہیں لفظوں میں بتا بھی نہ سکوں کے یہ سال میری زندگی کے کتنے تکلیف دہ سال تھے۔"

"پھر بھی میں نے اسے کبھی بد دعا نہیں دی۔۔ بلکے اللہ سے دعا ہی کی تھی وہ کے ایک اچھی خوشگوار ازدواجی زندگی گزارے۔۔ لیکن شادی کے چند مہینے بعد ہی ان کے درمیان علیحدگی ہو گئی۔"

"حتان نے جب وہ خبر مجھے سنائی مجھے لگا اسے میری آہ لگ گئی ہے۔۔ حالانکے میں نے تو ہمیشہ اس کی خوشیوں کی دعا کی تھی۔"

"بحر حال۔"

بھاری دل سے کہتی ہوئی وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ انگلی کی پور سے آنکھوں کے نیچے سے آنسو صاف کئے۔

"تمہاری ڈیوٹی ہو گی کل۔۔ تم ریسٹ کرو۔ مجھے کیس پر کچھ کام کرنا ہے۔" نرم لہجے میں اسے کہتے ہوئے وہ صوفے پر سے اپنا بیگ اٹھا کر سیڑھیاں چڑھ گئی۔ جبکے آئزل نے افسوس بھری نظروں سے اسکی پشت کو دیکھا تو۔ اس کے ہاتھ میں نہیں تھا ورنہ وہ اس لڑکی کو دنیا کی ہر خوشی لا کر دے دیتی۔ سنبل اور حتان کا ایک دوسرے کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ آئزل سے اس کی ملاقات اتفاقی طور پر ہوئی تھی۔ اسے ایک کیس کو پراسیکیوٹ کرنے گرلز ہاسٹل جانا پڑا تھا۔ جہاں ایک میڈیکل کالج کی اسٹوڈنٹ نے خودکشی کر لی تھی۔ آئزل اسی کی روم میٹ تھی۔ سنبل نے جب اسے پوچھ تاچھ کی تھی تو وہ گھبرائی ہوئی اور خوفزدہ سی لڑکی سنبل کو کافی معصوم سی لگی تھی۔ سنبل نے اسے کافی نرمی سے ہینڈل کیا تھا۔ تب اس نے بتایا تھا کے اس کی روم میٹ کو ایک لڑکا ہراس کر رہا تھا جس کی وجہ سے وہ خودکشی کرنے پر مجبور ہوئی۔ آئزل بھی اس لڑکے کو جانتی تھی۔ وہ ان دونوں کو کئی بار ایک ساتھ دیکھ چکی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ اب اسے بھی دھمکانے کی کوشش کر رہا تھا۔

سنبل نے اسے کہا تھا کے ہاسٹل میں رہنے کے بجائے وہ کچھ دن کے لیے اپنے گھر چلی جائے لیکن وہ انکار کر گئی تھی۔ فرمان درانی پہلے ہی اس کے لیے بہت کچھ کر چکے تھے وہ انھیں مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ اس پورے شہر تو کیا پوری دنیا میں ان کے علاوہ اس کا اور کوئی سہارا بھی نہیں تھا۔ تب سنبل نے حتان سے سارا معاملہ ڈسکس کیا تھا۔ اور اس سے بات کرنے کے بعد وہ سنبل کو لے اپنے گھر لے آئی تھی۔ پہلے وہ داؤد مینشن میں حتان کے ساتھ ہی رہتی تھی لیکن پھر اس لئے دوسرے گھر میں شفٹ ہو گئی کے آئزل وہاں سکون سے رہ سکے۔ رضیہ اماں کے علاوہ دیگر ملازمین بھی ان کے ساتھ ہی آ گئے تھے۔ فرمان درانی سے بھی بات کر کے وہ ان سے اجازت لے چکی تھی۔ اس نے انھیں لاہور بلوا کر ساری بات ان کے سامنے رکھی تھی۔ فرمان درانی تو آئزل کو اسی وقت اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے۔ لیکن سنبل نے یہ کہہ کر معذرت کر لی تھی کے کیس کے چلتے آئزل کا لاہور میں ہی ہونا ضروری ہے۔ اس لیے وہ اسے اسلام آباد جانے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ تب انھوں نے مجبوراً ہاں کر دی تھی۔

اس بات کو اب کتنا وقت گزر چکا تھا۔ کیس بھی کب کا ختم ہو چکا تھا۔ لیکن وہ دونوں ابھی تک ساتھ رہتی تھیں۔ انھیں ایک دوسرے کی اتنی عادت ہو چکی تھی کے آئزل کے اصرار پر بھی سنبل نے اسے دوبارہ گرلز ہاسٹل میں شفٹ ہونے کی اجازت ہی نہیں دی۔ وہ اس کی ممنون تھی۔ فرمان کے بعد اگر کسی نے اسے سہارا دیا تھا تو وہ سنبل داؤد ہی تھی۔ وہ اس سے بہت محبت کرتی تھی۔ اس لئے اس کی زراسی تکلیف بھی اسے اپنی تکلیف کی طرح ہی لگتی تھی۔

وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپری پورشن میں آئی تھی۔ دائیں طرف بنے دروازے کو کھول کر وہ اندر داخل ہوئی۔ خالی خالی نظروں سے اپنے شہزادیوں کے جیسے سجے کمرے کو دیکھا۔ ہاتھ کی پشت سے اس نے ناک رگڑ کر دروازہ بند کیا۔ پھر سامنے ڈریسنگ کے پاس آئی۔ جہاں کافی ساری چیزیں نفاست سے سجی ہوئی تھیں۔ وہیں کونے میں ایک لکڑی کا چھوٹا سا صندوق ٹائپ کا باکس پڑا تھا۔ سنبل نے اسے کھولا تو اندر ایک رومال پڑا تھا۔ جس پر سوکھی مہندی کے کچھ نشانات موجود تھے۔ جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کچھ مدھم پڑ چکے تھے۔ اسے ہاتھ میں لئے وہ بند کے کنارے آ بیٹھی۔ اتنے سالوں سے جو اپنے ٹوٹے دل کی پیوند کاری کرتی آئی تھی اس کی ساری سلائیاں ایک جھٹکے سے ادھڑ چکی تھیں۔ گزرے ایک سال سے وہ خود کو باور کروا رہی تھی۔ اپنے دل کو سنبھال رہی تھی کے۔ اس انسان کی شادی ہو چکی ہے اب اس کے پیچھے خوار ہونا بند کرو۔

لیکن آج اسے اپنی ساری محنت رائیگاں جاتی نظر آئی تھی۔ وہ آج بھی اس کی زندگی میں کہیں نہ ہو کر بھی ہر جگہ موجود تھا۔ آج بھی اس کے دماغ کے ساتھ اس کے دل پر وہی قابض تھا۔ وہ اس صیاد کے چنگل سے آج تک رہائی حاصل کرنے میں ناکام ٹھہری تھی۔

کچھ سال پیچھے۔

کالج میں اس وقت دس بجے کا وقت تھا۔ فنکشن کی وجہ سے آج کالج کا ماحول بلکل ہی بدلا ہوا تھا۔ بڑے بڑے اسپیکرز میں تیز میوزک بج رہا تھا۔ جگہ جگہ کھانے کے اور مختلف چیزوں کے اسٹال لگے ہوئے تھے۔ عام دنوں کے مقابلے میں جینز اور ٹاپ کی بجائے اس نے مہرون کلر کی سادی سی شلوار قمیض پہن رکھی تھی۔ جس کا ہم رنگ دوپٹہ بھی اس نے گلے میں ڈال رکھا تھا۔ سنہرے اسٹریٹ بال پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔ کانوں میں سلور رنگ کی چھوٹی چھوٹی سی جھمکیاں ڈالی ہوئی تھیں۔ کلائیاں بھی مہرون رنگ کی چوڑیوں سے دمک رہی تھی۔

کچھ دیر پہلے وہ اپنی دوستوں کے ساتھ ایک اسٹال پر کھڑی تھی۔ جہاں دو لڑکیاں مہندی کا اسٹال سجائے بیٹھی تھیں۔ سنبل نے زندگی میں پہلی دفعہ اپنی ہتھیلیوں پر مہندی لگوائی تھی۔ اس کے لبوں پر آج ایک الگ ہی خوبصورت سی مسکراہٹ دمک رہی تھی۔ ہتھیلی کے بیچ گولائی میں بنی ٹکیاں کے علاوہ ایک نام بھی جگمگا رہا تھا۔ جسے دیکھ دیکھ کر اس کا دل نہیں بھر رہا تھا۔

مہندی آرٹسٹ نے تو شرارتاً پوچھا تھا کے "اگر کسی کا نام لکھوانا ہے تو بتاو"

بنا سوچے سمجھے اس کے لبوں سے بے ساختہ عبیر کا نام نکلا تھا۔ اسے سوچنے سمجھنے کا موقع بھی نہیں ملا تھا اور اگلے دو سیکنڈز میں وہ نام اس کی ہتھیلی پر سج گیا تھا۔

سنبل کا دل بے تحاشہ دھڑکنے لگا تھا۔

لکھوا تو لیا تھا لیکن اب ڈر لگ رہا تھا کے اگر عبیر یا حتان میں سے کسی نے یہ دیکھ لیا تو اس کے بارے میں کیا سوچیں گے۔

"اس کا رنگ کب تک نکلے گا؟ کب ہٹے گی یہ؟" سنبل نے کچھ فکر سے پوچھا تھا کے آخر کب تک اسے اپنا ہاتھ ان دونوں سے چھپا کر رکھنا پڑے گا۔

"چار سے پانچ دن میں یہ اتر جاتی ہے۔ لیکن یہ آرگینک مہندی ہے تو دو دن میں تو اس کا رنگ کھل کر آئے گا۔ اس کے بعد کم از کم دو ہفتے لگ جائیں گے اسے اترتے میں"

وہ مصروف سے انداز میں بتا رہی تھی۔ اور سنبل کو اب محسوس ہو رہا تھا کے وہ کیا غلطی کر گئی ہے۔ دوبارہ سے ہتھیلی کو پھیلا کر دیکھا۔ پہلے اس کا نام صرف دل پر نقش تھا۔ اس لئے کوئی نہیں جان سکا تھا کے سنبل داؤد کا دل اس سے بغاوت کر گیا ہے۔ لیکن اب تو وہ ہتھیلی پر سج چکا تھا۔ اب وہ کیسے اسے دنیا سے چھپاتی۔

وہ پھونکے مارتے ہوئے اسے سکھانے کی کوشش کر رہی تھی تاکے جلد سے جلد اسے دھو سکے۔

"تقریباً سوکھ چکی ہے۔ چلو کچھ کھا لیتے ہیں بہت بھوک لگ رہی ہے"

اس کی دوستیں بھی اپنے مہندی لگے ہاتھوں کا جائزہ لیتی ہوئی کہہ رہی تھیں۔

"فورتھ ائیر کے اسٹوڈنٹس نے چائنز اسٹال لگایا ہوا ہے۔ چاومن ٹرائی کریں؟"

ایک نے رائے طلب نظروں سے سب کو دیکھا تو سب ہی وہاں جانے پر آمادہ ہو گئیں۔

"یار یہ دوپٹہ میرے گلے میں ڈال دو۔ تنگ آگئی ہوں اس کے سنبھالتے سنبھالتے"

وہ بیزاری سے بولی تو ایک لڑکی نے چیئر پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر اس کے گلے میں ڈال دیا۔ "ویسے سچ بتاوں تو اس ڈریسنگ میں بہت پیاری لگ رہی ہو تم"

"ویسے نہیں لگتی؟"

"ایسے زیادہ پیاری لگ رہی ہو"

وہ سب باتوں میں مشغول کوریڈور میں چلتی جا رہی تھیں۔ جب سنبل کی بے ارادہ سی نگاہ آخری سرے پر کھڑے عبیر پر پڑی تھی جو کچھ لڑکوں کے ساتھ باتوں میں مشغول سا تھا۔ سیاہ رنگ کی شلوار قمیض پہنے آستین کہنیوں تک کھینچے اس نے اوپری دونوں بٹن کھول رکھے تھے۔ ایک لڑکے کے کندھے پر بازو ٹکائے دوسرا ہاتھ کسی کے ہاتھ پر مارتے ہوئے وہ کسی بات پر بے ساختہ ہنسا تو سنبل کے قدموں میں سستی در آئی تھی۔ اس کی ہنسی کی آواز پورے کوریڈور میں گونجی تھی۔

بے ساختہ اس کے گال کے ڈمپل کو دیکھے گئی۔ جو صرف ایک گال پر ہی پڑتا تھا۔

وہ صرف ایک ڈمپل ہی اس کی جان مشکل میں ڈال گیا تھا۔ اگر دوسرا بھی ہوتا تو جانے اس کا کیا حال ہوتا۔

چہرے پر کسی کی نظروں کا ارتکاز محسوس کر کے اس نے غیر ارادی سی نگاہ اٹھائی تو سنبل پر نظر پڑی۔ اور بے ساختہ ستائشی انداز میں ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

اس کی دوستیں سنبل کو معنی خیزی سے دیکھتے ہوئے آگے بڑھ گئی تھیں۔

جب کے وہ بھی ان لڑکوں سے ایکسکیوز کرتے ہوئے سنبل کی جانب قدم بڑھا چکا تھا۔ جس کا کھیڑی میں مقید ایک ایک قدم اس کے دل پر پڑ رہا تھا۔

اس کے نزدیک آنے پر سنبل نے بے ساختہ اپنے دونوں ہاتھوں کو پشت پر کر لیا تھا۔

"کیا بات ہے اسنو وائٹ۔ آج تو بلکل چینج لگ رہی ہو تم؟" سینے پر بازو باندھے وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اچھی لگ رہی ہوں؟" اس نے استفسار کیا۔

"خوبصورت لگ رہی ہو"

صرف ایک ذرا سی تعریف ہی تو تھی۔ لیکن اس کا دل خوش گمانیوں کے سمندر میں غوطہ زن ہو چکا تھا۔

"کچھ کھایا تم نے؟" ہمیشہ کی طرح وہی نرم اور فکر مند سا انداز تھا اس کا۔

"مہندی لگو رہی تھی" نفی میں سر ہلاتے وہ بے ساختگی میں کہہ گئی۔

جو بات وہ اتنی دیر سے خود کو ذہن نشین کروا رہی تھی کے اسے یہ پتا نہیں چلنا چاہئے۔ اس کے سامنے آتے ہی سنبل کا ذہن کورے کاغذ کی طرح ہو جاتا تھا۔ کچھ یاد نہیں رہتا تھا کے کیا کہنا ہے اور کیا چھپانا ہے۔

"میں کہنے ہی لگا تھا کے تمہارے پاس سے اس کی خوشبو آ رہی ہے۔ دکھاو کیسی لگوائی ہے مہندی؟"

عبیر کے دلچسپی سے استفسار کرنے پر اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ الٹا ہاتھ اس کے سامنے پھیلا دیا تھا۔ اجلی رنگت پر مہندی کا رنگ کافی کھلا کھلا سا لگ رہا تھا۔

سولہ سترہ سال کی عمر میں اس کے چہرے پر بلا کی معصومیت سی تھی۔

صاف رنگت پر اس کا چہرہ گلابی سا پڑ رہا تھا۔

"دوسرے ہاتھ پر نہیں لگوائی؟"

سنبل نے بے ساختہ تھوک نگلا تھا۔ سیدھا ہاتھ بدستور پشت پر تھا۔

"بھوک لگ رہی ہے بہت۔ کچھ کھلا دو نا"

عجلت میں اس نے بھوک کا شور مچایا تھا تاکے اس کا دھیان ہٹا سکے۔

"آو تمہیں شاورمہ ٹیسٹ کرواتا ہوں۔ بہت ٹیسٹی بناتا ہے اسد"

"اسد نے بھی اسٹال لگایا ہے؟" اس نے خوشگواریت بھری حیرانگی سے پوچھا۔ اسد ان تینوں کی کلاس میں ہی تو پڑھتا تھا۔

"حیرت ہو رہی ہے مجھے۔ اسائنمنٹ اور پراجیکٹس کے علاوہ بھی اسے کچھ بنانا آتا ہے" وہ شوخی سے اس کی پڑھاکو نیچر کے باعث بولی۔ ساتھ ہی بے دھیانی میں چہرے پر آتے بالوں کو ہاتھ کی پشت سے پیچھے دھکیلا تھا۔ جس سے اس کی مہندی سے سجی ہتھیلی عبیر کی نظروں کی زد میں آئی تھی۔

دو قدم چلتے ہی وہ تھم گیا تھا۔ اس کے پیچھے چلتی سنبل نے بھی اس کے رکنے پر ترنت اپنے قدموں کو روکا تھا ورنہ اس کی پشت سے ٹکرا جاتی۔ "کیا ہوا ہے؟"

عبیر نے رخ موڑا تو اس نے ناسمجھی سے اس کے چہرے کو دیکھا جس پر اچانک ہی سنجیدگی در آئی تھی۔

"ہاتھ آگے کرو اپنا"

اس کی آواز نرم تھی۔ لیکن اس کے لہجے میں ایسا کچھ تھا کے سنبل کی سانس اس کے سینے میں اٹکنے لگی تھی۔

اس نے ڈرتے ڈرتے ہچکچاتے ہوئے الٹا ہاتھ اس کے سامنے کرنا چاہا تو عبیر نے خود ہی اس کی پشت پر چھپا سیدھا ہاتھ کلائی سے پکڑ کر اپنے سامنے کر لیا تھا۔

اس نے زور سے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"کیا اتنی جلدی اس کو پتا چل جانا تھا؟ یا اللہ ابھی نہیں۔ یا اللہ مجھے بچا لینا اس سے" وہ دل ہی دل میں دعا گو تھی۔ خوف نے اس کے وجود کا احاطہ کر لیا تھا۔

ڈرتے ڈرتے پلکیں وا کر کے اسے دیکھا جس کی گرفت ابھی بھی اس کی کلائی پر تھی۔ "یہ کیا ہے سنبل؟"

اس کی ہتھیلی پر سجا اپنا نام عبیر کو تھپڑ کی طرح لگا تھا۔

اس کے سخت لہجے پر اس کی آنکھوں میں فوراً ہی آنسو چمک اٹھے تھے۔

کہاں غلطی ہوئی تھی اس سے؟ وہ بہت چھوٹی تھی ابھی۔ اس کی عمر ان سب چیزوں کے لیے مناسب نہیں تھی۔ حتان اور سنبل ٹوئنز ہونے کی وجہ سے سیم ایج کے تھے۔ جب کے عبیر ان سے صرف دو ماہ بڑا تھا۔ جہاں سنبل میں معصومیت اور بچپنا بھرا تھا وہیں وہ دونوں اپنی عمر سے بہت میچور اور اپنے قد کاٹھ کی وجہ سے بڑے نظر آتے تھے۔

قریباً ڈیڑھ سال ہو چکا تھا انھیں ساتھ پڑھتے ہوئے۔ وہ حتان کی بہن تھی تو عبیر کے لیے بھی سگی بہن سے بڑھ کر تھی۔ وہ اس کا حتان سے بڑھ کر خیال رکھا کرتا تھا۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کے وہ اس کی کیئر اور فکر مندی کو کسی اور ہی انداز میں لے لے گی۔

وہ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا کے اگر حتان اس کے پر ہاتھ سجا عبیر کا نام دیکھ لیتا تو جانے کیا سمجھتا۔

رگوں میں دوڑتے اس کے خون میں اشتعال اٹھ رہا تھا۔

"دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟ میرا نام کیوں لکھا ہے تم نے اپنے ہاتھ پر؟" اس کی آواز دھیمی تھی۔ لیکن اتنی کاٹ دار تھی کے اس کا دل سکڑنے لگا۔

اس نے پہلی دفعہ عبیر کو غصہ میں دیکھے تھا۔ اور پہلی دفعہ اسے عبیر سے خوف آیا تھا۔ وہ تو اتنا کول مائنڈڈ انسان تھا۔ سنبل کی شرارتوں اور شوخیوں پر جہاں حتان بھی چڑ جایا کرتا تھا وہاں عبیر اس کا دفاع کرتے ہوئے ہمیشہ اس کا ساتھ دیا کرتا تھا۔ اور آج اس نے خود ہی اسے اپنے سائے سے محروم کر دیا تھا۔

"غلط، غلط فہمی ہوئی ہے تمہیں۔ تمہارا نام نہیں ہے یہ" برستی آنکھوں سے اس نے مشکل سے وہ افاظ اپنے لبوں سے ادا کیے تھے۔ جس موڈ میں وہ تھا وہ اقرار کر کے اپنی موت کو دعوت نہیں دینا چاہتی تھی۔

"اس پورے کالج میں میرے علاوہ اور کسی کا نام عبیر نہیں ہے۔ نا تمہارے ریلیٹیوز میں کسی کا نام ہے۔ پھر کون ہے یہ دوسرا عبیر؟"

وہ غصے میں تھا۔ ناراضگی اس کے چہرے پر بسیرا کیے ہوئے تھی۔ ایک چھوٹی سی بات کو لے کر وہ اس سے باز پرس کر رہا تھا۔

Mahira Zainab Khan Novel

سنبل کا دل جانے کتنے ٹکڑوں میں بٹا تھا۔لگ رہا تھا جیسے تپتی دھوپ میں ننگے پاوں کھڑی ہو۔اور سر پر سورج آگ کی طرح برس رہا ہو۔

وہ اس دفعہ کچھ کہہ نہیں پائی تھی۔لب بھینچے سر جھکا گئی تھی۔آنسوؤں پر اس کا کوئی اختیار نہیں رہا تھا۔تواتر سے اس کے چہرے کو بگھوتے جا رہے تھے۔

وہ اور بھی کچھ کہے جا رہے تھا۔اسے ڈانٹے جا رہا تھا۔حتان کا نام بھی لیا تھا اس نے کے اگر وہ دیکھے گا تو کیا سوچے گا ان دونوں کے بارے میں۔

لیکن سنبل کو اس کے کوئی الفاظ نہیں سمجھ آ رہے تھے۔اس کا دل بس شرم سے ڈوب مرنے کو چاہ رہا تھا۔اتنی اذیت اور تذلیل اس نے زندگی میں کبھی محسوس نہیں کی تھی۔اہانت سے اس کا چہرہ سرخ پڑتا جا رہا تھا۔

بڑبڑاتے ہوئے اس نے جیب سے رومال نکال کر اس کا ہاتھ سامنے کیا۔اور اس کی ہتھیلی پر لپیٹ دیا۔"حتان کو اس کی بھنک بھی نہیں پڑنی چاہئے سنبل!"انتہائی سرد اور کھردرا انداز تھا اس کا۔

سنبل نے اشک بار نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔جس نے اس کی گیلی مہندی کی پرواہ کئے بغیر بے دردی سے اپنا رومال اس پر لپیٹ دیا تھا۔

"اور اپنے دماغ سے یہ فضول کی چیزیں نکالو فوراً۔بھائی ہوں میں تمہارا۔"

سختی سے اسے باور کرواتے ہوئے وہ اسے وہیں چھوڑ کر تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے وہاں سے چلا گیا تھا۔اس وقت کوریڈور ویران پڑا تھا۔جبھی اس کی عزت رہ گئی تھی۔کسی نے اسے عبیر سے ڈانٹ سنتے نہیں دیکھا تھا۔

"پتھر دل انسان۔۔اتنی باتیں سنا دی مجھے"

رونے کے درمیان بڑبڑاتے ہوئے اس نے فوراً ہی اس کا رومال کھول دیا تھا۔مہندی پوری طرح سے سوکھی نہیں تھی۔لیکن پھر بھی زیادہ خراب ہونے سے بچ گئی تھی۔وہ روتے ہوئے بھی مسکرا دی تھی۔کیوں کے اس کا نام خراب ہونے سے بچ گیا تھا۔"تم چاہ کر بھی اپنا نام میری لکیروں سے نہیں مٹا سکتے عبیر غازی!اور جو انسلٹ تم نے میری محبت کی کی ہے نا اس کا حساب ضرور لوں گی میں تم سے۔۔"

خیالوں میں اس سے مخاطب ہوتی وہ ناراضگی سے بولی۔ لیکن اس کا طیش بھرا انداز سوچ سوچ کر وہ جھرجھری لے رہی تھی۔ بھل بھل آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔اس ڈیڑھ سال کے عرصے میں اسنے عبیر کی نظروں میں خود کے لیے ہمیشہ نرمی دیکھی تھی۔ لیکن آج جو جان لیوا تاثر دیکھا تھا۔ وہ اسے تل تل مرنے پر مجبور کر رہا تھا۔

کالج ختم ہونے میں پورا آدھا سال پڑا تھا لیکن اس دن کے بعد سے عبیر نے اس سے بات کرنا چھوڑ دی تھی۔ پہلے کی طرح اس کا خیال رکھنا، اس کے لئے فکر مند ہونا چھوڑ دیا تھا۔ سلام اور حال چال پوچھنے کے علاوہ وہ اس سے کوئی دوسری بات نہیں کرتا تھا۔ حتان کی موجودگی میں ناچاہتے ہوئے بھی اسے پڑھائی سے متعلق اور یہاں وہاں کی باتیں کرنی پڑتی تھیں۔ تاکے وہ ان دونوں کے درمیان حائل سرد دیوار کے بارے میں ناجان جائے۔

اس نے سنبل کے سامنے آنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ وہ ہر ممکن کوشش کرتا تھا کے اس سے کم سے کم سامنا ہو۔ جو ایک ہی کلاس میں پڑھنے کی وجہ سے زیادہ کامیاب نہیں ہو پاتا تھا۔ لیکن پھر بھی اپنے رویے سے وہ لازمی اسے باور کروایا کرتا تھا کے وہ اس سے کتنا خفا ہے۔

کالج سے پاس آوٹ ہونے کے بعد جہاں سنبل اور حتان نے لاء کالج میں ایڈمشن لیا تھا وہیں عبیر نے بزنس انسٹیٹیوٹ کو جوائن کر لیا تھا۔

"وہ تو کہتا تھا کے اسے بھی لاء پڑھنا ہے۔ پھر اس نے اپنی فیلڈ کیوں چینج کر لی؟"

وہ بھرائی ہوئی آواز میں حتان سے پوچھ رہی تھی۔ وہ دونوں اپنے ایڈمشن فارم سبمٹ کروانے کالج آئے تھے۔ سنبل سمجھ رہی تھی کے وہ بھی فارم جمع کروانے آئے گا تو کم از کم ایک نظر اسے دیکھ ہی لے گی۔ کتنے دن ہو گئے تھے اسے دیکھے ہوئے۔ تب حتان نے اسے بتایا تھا کے وہ لاء نہیں پڑھ رہا۔

"وہ اپنی فیملی میں سب سے بڑا ہے۔کافی ذمہ داریاں ہیں اس پر۔اسے اپنے فیملی بزنس کو سنبھالنا ہے۔اپنے خواب اور خواہش کو اپنانا اس کے لیے ممکن نہیں ہے"

اس کے گرد بازو پھیلائے وہ اسے رسان سے سمجھاتے ہوئے عبیر کے الفاظ ہی دہرا رہا تھا۔

حتان نے بھی اسے قائل کرنے کی کافی کوشش کی تھی کے اسے اپنی خواہش کو پس پشت نہیں ڈالنا چاہیے۔وکیل بننے کا اسے اتنا جنون تھا لیکن پھر بھی وہ بزنس میں ایڈمشن لے رہا تھا۔

"تم میری جگہ نہیں ہو حتان۔ورنہ ضرور سمجھ جاتے کے بڑے بیٹے کے کندھوں پر کس قسم کی کتنی ذمہ داریاں اور اور کتنی ہی امیدیں اس سے وابستہ ہوتی ہیں۔

مجھے نہیں معلوم کے سالار،عاشر اور فاز کا انٹرسٹ کس چیز میں ہو گا۔اور اگر وہ بزنس نہیں بھی پڑھنا چاہیں گے تو میں انھیں سپورٹ کروں گا۔اپنی طرح میں ان کے خوابوں کا قتل نہیں ہونے دوں گا۔یہ قربانیاں میں اس لیے دے رہا ہوں تاکے میرے چھوٹے بہن بھائیوں کا اپنا دل نا مارنا پڑے۔"

عبیر نے اس وقت اسے تفصیل سے ایک ایک بات واضح کر دی تھی تاکے وہ بار بار اسے فیلڈ چینج کرنے پر فورس نا کرے۔

اور یہی بات حتان اب سنبل کو سمجھا رہا تھا۔جو اس کی باتوں پر یقین کرنے کو تیار ہی نہیں تھی۔وہ یہی سمجھ رہی تھی کے عبیر صرف اسکی وجہ سے لاء کالج میں ایڈمشن نہیں لے رہا۔

"اتنی بھی کیا نفرت ہو گئی ہے اسے مجھ سے۔"

بامشکل اس نے اپنے آنسوؤں کو امڈ آنے سے روکا تھا تاکے حتان نا دیکھ لے۔

بیڈ کی پائنتی کی طرف وہ نیچے کارپیٹ پر بیٹھی۔پشت بیڈ سے لگی تھی۔سبز اور سنہری سی گہری آنکھوں میں سمندر امڈ آیا تھا۔وہ رو نہیں رہی تھی۔یا شاید رونے سے خود کو باز رکھے ہوئے تھی۔لیکن آنسو ایک کے بعد ایک تواتر سے اس کے گلابی چہرے پر بہتے جا

رہے تھے۔ایک سفید رومال اس کے دونوں ہاتھوں میں سختی سے دبا ہوا تھا۔جن پر جابجا سوکھی مہندی کے دھبے سے بنے ہوئے تھے۔

"ان گزرے گیارہ سالوں میں تمہاری وجہ سے جتنے آنسو بہائے ہیں میں نے۔ان سب کا حساب لوں گی تم سے! اتنی آسانی سے تمہاری جان بخشی نہیں کروں گی۔ہاتھوں میں دبے رومال کو بھیگی آنکھوں سے لگائے وہ دل میں اس سے مخاطب تھی۔جو اس کے جذبات سے انجان تھا۔یا پھر شاید انجان بننے کی کوشش کرتا تھا۔جب جب سنبل پر اس کی نگاہ پڑتی تھی۔تب تب فوراً سے پیشتر وہ اپنی نگاہوں کا زاویہ بدل لیتا تھا۔اور اس کی یہی بات سنبل کو مجبور کرتی تھی کے وہ سب کچھ تہس نہس کر دے۔ہر اس منظر کو آگ لگا دے۔ہر اس چیز کو تباہ کر دے۔جس کی جانب عبیر مخظ اس وجہ سے متوجہ ہوتا تھا کے اسے سنبل کو نہ دیکھنا پڑے۔وہ اس کے دل مرض تھا۔اور مرہم بھی وہی تھا۔

be brave Sumbul! You اس نے ایک گیلی سانس کھینچ کر خود کو پر سکون کیا۔پھر کارپیٹ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔" are strong girl"

"تمہیں اپنے غم سے خود ہی نکلنا ہو گا۔اس درد کو خود ہی برداشت کرنا ہو گا۔کوئی دوسرا اپنا کندھا فراہم کرنے نہیں آئے گا۔"

رومال کو واپس اس کی جگہ پر رکھتے ہوئے اس نے انٹر کام پر خود کے لیے بلیک کافی منگوائی اور ایزی سے کپڑے لے کر شاور لینے چلی گئی۔

تھکن کی وجہ سے دکھتے کندھے کو ایک ہاتھ سے دباتے ہوئے وہ کوریڈور میں چلتا اپنے روم کی طرف جا رہا تھا لیکن کوریڈور کے اختتام پر ہی اسے ایک سایہ سے لہراتا دکھائی دیا تھا۔وہ فوراً ہی چوکنا ہوا۔دبے قدموں چلتے ہوئے وہ اس سائے کی تلاش میں وہاں آیا تو اسے وہاں کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔لیکن کچن کی کھلی ہوئی لائٹس دیکھ کر تعجب اور تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسی طرف بڑھ گیا۔

"آپ؟؟" کچن کاونٹر کے پاس کھڑی ماشا کو دیکھ کر اسے حیرانگی ہوئی تھی۔

"اتنی رات کو آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟"

"اتنی رات کو یہاں آنا منع ہے؟" اسنے بے تاثر سے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں تو لیکن۔۔۔"

اس نے لمحے کا وقفہ لے کر دوبارہ بات جاری رکھی "اصل میں ہماری حویلی میں ہمارے علاوہ کچھ جنات کے گھرانے بھی آباد ہیں۔ جب میرے دادا کے دادا نے یہاں رہنے کا فیصلہ کیا تو کچھ جناتوں سے باقاعدہ معاہدہ کیا تھا کے دن کا وقت ہمارا ہو گا اور رات کا وقت جناتوں کا۔"

"رات کا وقت ان کا کیوں؟" اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

"وہ اپنے بچوں کو گھمانے کے لئے نکلتے ہیں نا۔۔ ویسے تو وہ دن میں بھی اپنی مرضی سے کہیں بھی چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ لیکن بالخصوص رات میں کئی دفعہ ظاہر بھی ہو جاتے ہیں۔"

"آپ کو ڈرانا میرا مقصد نہیں تھا۔ میں بس آپ کو آگاہ کرنا چاہ رہا تھا کے اگر رات گئے آپ کو کسی نے فٹ بال وغیرہ مار دی یہاں دھکا وکا دے دیا تو ڈریئے گا نہیں۔۔ یہ انھی کے بچوں کی شرارتیں ہوتی ہیں۔" اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے اس نے جلدی سے کہا۔

"تم مجھے ڈرانے کی کوشش کر رہے ہو۔۔" ماشا کے لہجے میں خوف کے ساتھ ساتھ تھوڑا غصہ بھی چھلک رہا تھا۔

"میں بھلا کیوں آپ کو ڈرانے لگا؟ کیا آپ کو جنات کے وجود پر یقین نہیں؟" اسنے لہجے میں حیرنگی سموتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھا۔ جانے کیوں دل کی دھڑکنوں میں ارتعاش سا اٹھ رہا تھا۔ اپنے دل کی بغاوت کے ہاتھوں وہ خود کو بے بس سا محسوس کر رہا تھا۔

"ویسے آپ جو بھی بنا رہی ہیں جلدی بنائیں۔۔ یہ ٹائم جنات کی بیگمات کا ہے۔۔ وہ کھانا پکانے کے لئے آتی ہی ہوں گی۔"

"میں کچھ بھی نہیں بنا رہی۔"

اس کے عجلت میں کہنے پر ماشا نے بوکھلا کر اسٹو بند کر دیا۔

"ارے آپ کی چائے۔۔" فاز اسے روکتا ہی رہ گیا تھا لیکن وہ وہاں رکی بھی نہیں تھی۔اس کے جانے کے بعد وہ بے ساختہ نفی میں سر ہلا کر ہنستے ہوئے چولھے کے پاس آیا جہاں اس کی چائے میں ابال آنے ہی والا تھا کے وہ اسے چھوڑ گئی تھی۔

"آپ کی حویلی میں۔۔۔جنات بھی رہتے ہیں؟"

ماشا نے ڈرتے ڈرتے اسے مخاطب کیا تھا جس کا چہرہ فوراً ہی سفید پڑا۔اس کا دھیان بے ساختہ فاطم کی طرف گیا تھا۔

"تم نے یہ کیوں پوچھا؟"

"وہ فاز نے۔۔فاز نے کہا کے۔۔"

اس نے ساری بات کہہ سنائی تو ریشام نے افسوس سے پیشانی پر ہاتھ مارا۔

"سب سے پہلے تو شکر کرو کے عاشر یہاں نہیں ہے اور تمہارا سامنا صرف فاز سے ہی ہوا ہے۔۔۔ان دونوں کی باتوں پر یقین کرنے کی بلکل ضرورت نہیں ہے۔۔یہ صرف فضول کی باتیں کرتے ہیں۔"

"لیکن وہ تو کہہ رہا تھا کے یہاں جنات کے بچے اور"

"ماشا وہ صرف تمہیں تنگ کر رہا تھا۔۔تم اس کی باتوں پر دھیان مت دیا کرو" ریشام نے تحمل سے اسے کہا۔تو اس کے چہرے پر ناراضگی دکھائی دینے لگی۔

"اس کی وجہ سے میں اپنی چائے نہیں بنا سکی۔"

"میں نے کہا بھی تھا کے میں بنا دوں گی تمہارے لئے لیکن تم نے سنی ہی نہیں تھی میری بات۔"

"مجھے کیا معلوم تھا کے وہ مجھے ڈرانے کے لئے آجائے گا۔۔"

"اچھا اب تم بیٹھو یہاں۔۔میں لے آتی ہوں۔۔"

"میں یہاں اکیلے نہیں رکوں گی۔۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

ریشام بیڈ سے اٹھی تو وہ بھی کہہ کر بدک کر اٹھی۔

"ماشا تم کیوں ڈر رہی ہو؟۔۔میں کہہ رہی ہوں نا کے یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔"

"لیکن۔۔"

وہ بے بس سی اسے دیکھتی رہ گئی۔

جبھی کھلے دروازے پر کسی نے دو انگلیوں سے دستک دی تو ماشا نے بے ساختہ وہاں دیکھا۔جہاں سے وہ ایک ہی ہاتھ میں دو کپ پکڑے اندر آتا دکھائی دیا۔

"آپ کی ادھوری چائے کو بنا کر لایا ہوں"

اس نے کپ اس کی جانب بڑھایا لیکن ماشا نے تنفر سے منہ پھیر لیا۔

"تم نے کیوں مزاق کیا اس کے ساتھ؟"

ریشام نے مصنوئی ناراضگی سے اسے دیکھا۔

"مزاق تھوڑی کیا تھا۔۔سچ ہی تو بتایا تھا کے یہاں جنات رہتے ہیں۔"

وہ اپنی بات پر قائم رہا تو ماشا نے شاکی نظروں سے ریشام کو دیکھا۔

"مت تنگ کرو اسے فاز۔۔"اس نے آنکھوں میں ہی اسے باز رہنے کو کہا۔

"میں کہاں تنگ کر رہا ہوں؟؟"

"وہ اپنے بھائی کو شکایت لگا دیگی تمہاری پھر ٹھیک رہے گا؟"اس نے گھور کر پوچھا۔

"تم یاد دلا دو انھیں۔۔"

جواباً فاز نے اسے ناراضگی سے دیکھا۔

"کپ دو۔"

ریشام نے اس کے ہاتھ سے کپ چھین کر ماشا کی جانب بڑھا دیا تھا۔

"فکر مت کرو اس کے علاوہ ہماری حویلی میں اور کوئی جن نہیں ہے۔۔"

"ہاں میرے علاوہ اور کوئی اتنا ہینڈسم جن نہیں ہے۔۔"

چھوٹے سے باغیچے میں لکڑی کی میز اور دو کرسیاں پڑی تھیں۔اطراف کی کیاریوں میں خوشنما پھول اور ہریالی الگ ہی آنکھوں کو فرحت بخش سا تاثر دے رہی تھیں۔

بظاہر تو وہ میز پر پڑی اپنی کتابوں اور لیپ ٹاپ کی طرف ہی متوجہ تھا لیکن نظریں تھیں کے بھٹک بھٹک کر اس گرے سوٹ والی لڑکی کی طرف کو چلی جاتی تھیں۔سادے سے سوٹ میں اپنی کھلتی سی رنگت میں وہ اس خوشگوار ماحول کا حصہ ہی لگ رہی تھی۔

"آپ کو گارڈننگ کا شوق ہو گا جبھی آپ نے اتنی خوبصورتی سے لان کو سیٹ کر رکھا ہے۔

ہاتھ میں گرم کافی کا مگ پکڑے وہ اندرنی عمارت کو جانے والی سیڑھیوں پر بیٹھی بوا سے محو گفتگو تھی جو پائپ لگائے پودوں کو پانی دے رہی تھیں۔

"مجھے تو اتنا شوق نہیں ہے جتنا عاشر بیٹا کو ہے۔۔وہ تو کہتے ہیں بے شک آپ گھر پر اتنی توجہ نہ دیں لیکن لان کو ہمیشہ ہرا بھرا ہی رہنا چاہئے۔۔ان کو بہت پسند ہیں رنگ برنگ کے پھول"

بریزے نے کچھ تعجب سے نظریں گھما کر عاشر کو دیکھا جو اپنی پڑھائی میں منہمک تھا۔

"حیرت سے کبھی اس بے بتایا ہی نہیں کے اسے پھول پسند ہیں"

"وہ کہاں کسی سے اپنے دل کی باتیں کرتے ہیں بیٹا"

"کئی دفعہ تو صرف پڑھائی کا بہانہ کر کے یہاں آتے ہیں۔۔اور سارا سارا دن اپنے کمرے میں بند رہتے ہیں۔۔نہ کچھ کھانے کا ہوش ہوتا ہے نہ پینے کا۔۔"

"تو آپ نے کبھی پوچھا نہیں اس سے کے کیوں پریشان ہے؟"

"ہم ملازم لوگ ہیں بیٹا۔۔ ہماری اتنی حیثیت کہاں جو مالکوں کی ذاتی زندگی میں مداخلت کریں"

وہ لب دانتوں تلے دبائے پر سوچ نظروں سے گاہے بگاہے اسے دیکھ رہی تھی۔

آج تو اسے ایک الگ ہی عاشر کو جاننے کا موقع ملا تھا۔

"آپ بیٹھو بیٹا۔۔ میں کھانے کا انتظام دیکھتی ہوں"

وہ کہہ کر کچن کی جانب بڑھ گئیں تو بریزے بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر اسی کے پاس آکر کرسی پر بیٹھ گئی۔

"کتنا کام رہ ہے گیا ہے تمہارا؟" اس نے بوریت سے پوچھا۔

"ابھی تو شروع کیا ہے" جواب مصروفیت بھرا تھا۔

"میں کچھ دیر کے لیے باہر چلی جاوں؟"

"نہیں" "زیادہ دور نہیں جاوں گی۔۔ قریب سے ہی واپس آجاوں گی"

"نہیں"

"پھر میں کیا کروں اس قید خانے میں؟"

"تم اپنی مرضی سے اس قید خانے کی قیدی بننے آئی ہو۔۔"

"ہاں معلوم ہے مجھے جتانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں نا کے میں سارا دن گھر میں بند ہی رہوں۔۔"

"کچھ دیر انتظا کرو۔ میرا کام ہو جائے گا تو میں لے جاوں گا تمہیں۔"

"صرف دس منٹ ہیں تمہارے پاس!" وہ حتمی انداز میں بولی۔

"میرا ابھی کافی کام رہتا ہے"

"مجھے نہیں معلوم۔۔ ورنہ میں اکیلی چلی جاوں گی۔"

"تم اکیلی اس گھر سے باہر نکلیں تو پہلی فرصت میں تمہیں حویلی چھوڑ کر آوں گا"

Mahira Zaynab Khan Novel

وہ کافی پر سکون انداز میں اسے وارن کر رہا تھا۔

"پتا نہیں کیوں کر لی میں تم سے شادی" وہ منہ پھلا کر کہتی وہاں سے اٹھ گئی تھی

انس تو صبح فجر کے وقت ہی شہر کے لیے نکل گیا تھا۔اور جاتے ہوئے اسے ڈھیروں تاکید کر کے گیا تھا کے اپنے جذبات پر قابو رکھے۔۔ صرف چند گھنٹے ہی یہاں گزارنے ہیں۔۔ کسی کے ساتھ کوئی بحث نہیں کرنی۔۔

ماتھے پر تیوریاں لئے اس نے ناچاہتے بھی اثبات میں سر ہلایا تھا۔

سعادت غازی نے فاز کو کہا تھا اسے گھر واپس لے جانے کے لئے۔۔

انس بھی اسے یہی کہہ کر گیا تھا کے فاز اسے لے جائے گا۔۔ لیکن وہ بنا کسی کو بتائے داریان کو کل رات ہی فون کر کے حویلی آنے کے لیے کہہ چکی تھی۔

فاز غازی اس کے لئے ناقابل برداشت انسان تھا۔۔ وہ اتنا سفر اس کی سنگت میں نہیں گزارنا چاہتی تھی۔

"کچھ دن ٹھہر جاتی بیٹا۔۔"

حمنہ چاچی اسے گلے لگائے کہہ رہی تھیں۔۔ "میری اسٹڈیز کا لاس ہو رہا ہے۔۔ ورنہ میں ضرور رک جاتی۔۔" مروت نبھاتے ہوئے وہ بھی زبردستی مسکراتے ہوئے ہوئے بولی۔۔ ورنہ تو بس دل چاہ رہا تھا کے جلد سے جلد اس حویلی سے نکل جائے۔

"چلو کوئی بات نہیں۔۔ اپنی پڑھائی مکمل کر لو۔۔ پھر تو تم نے مستقل یہیں آ جانا ہے"

حمنہ غازی نے لاپرواہی سے کہا تو اس نے چونک کر انھیں دیکھا۔

"لیکن انس بھائی اور میرا کوئی ارادہ نہیں ہے یہاں شفٹ ہونے کا۔۔"

"ارے نہیں بیٹا میرا وہ مطلب نہیں تھا۔۔ اصل میں تمہاری اور فاز کی شادی کے بعد تو تم نے یہیں رہنا ہو گا نا؟"

وہ اپنی ہی کہے جا رہی تھیں جب کے ریشام اور رائمہ نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا۔۔

ان دونوں کی آنکھوں میں ماشا کے رد عمل کا خوف تھا۔

"ابھی یہ باتیں کرنے کی کیا ضرورت ہے بھابھی؟ ابھی تک توانس سے بھی اس بارے میں بات نہیں ہوئی"

رائمہ غازی نے ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے اشاروں کنائیوں میں انھیں خاموش رہنے کو کہا۔

"توانس کون سا اعتراض کرے گا؟؟"

"انھیں بھلے اعتراض نہ ہو لیکن مجھے ہے۔۔۔"

وہ اچانک ہی چھبتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"میں مر کے بھی اس حویلی میں شادی نہیں کروں گی جہاں میرے ماں باپ کے قاتل رہتے ہیں۔۔"

"ماشا۔۔ پلیز۔۔"

ریشام نے اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے خاموش رہنے کو التجا کی۔۔

"میں کیسے خاموش ہو جاوں؟۔۔ ابھی تک میں صرف اپنے بھائی کی وجہ سے برداشت کر رہی تھی لیکن ایک بات آپ سب میری دھیان سے سن لیں۔۔ اگر کسی نے ایسا سوچا بھی تو اچھا نہیں ہو گا۔۔"

"تم اپنے ماں باپ کے قتل کا الزام ہم سب پر لگا رہی ہو؟"

"کیوں کے یہی سچ ہے۔۔"

"تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی ہے یہ کہنے کی؟ ایک تو ہم تمہیں یتیم سمجھ کر تمہارے سر پر ہاتھ رکھ رہے ہیں۔۔ تمہیں سہارا دے رہے ہیں اور تم ہمیں ہی برا بنا رہی ہو؟؟"

حمنہ غازی کے الفاظ تیر کی طرح اس کے دل میں پیوست ہوتے جا رہے تھے۔۔ آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"آپ کو میری وجہ سے خود کو پریشان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔میں یتیم ہوں لیکن لاوارث نہیں ہوں۔۔میرا بھائی موجود ہے میری فکر کرنے کے لئے"

ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے اس نے چبا کر کہا۔۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟"

وہ جو سعادت غازی کے کمرے میں بیٹھا ان کی ہدایتیں سن رہا تھا۔شور کی آواز پر تیزی سے سیڑھیاں اترتے ترنت نیچے پہنچا تھا۔ جہاں ماحول میں کافی تناو محسوس ہو رہا تھا۔

"میری بات تم کان کھول کر سن لو اور اپنے گھر والوں کو بھی بتا دو میں تم سے شادی کرنے کے بجائے زہر کھا کر مرنا پسند کروں گی۔۔"

ماشا کے آگ اگلتے الفاظ سن کر اسے سچویشن کا اندازہ اب بخوبی طور پر ہو چکا تھا۔ملامت بھری نظروں سے اس نے اپنی ماں کو دیکھا۔جیسے کہہ رہا ہو کے میں نے منع بھی کیا تھا ابھی اس بارے میں کوئی بات نہ کی جائے۔۔

"آئم سوری ماشا۔۔ان کی طرف سے میں آپ سے معافی مانگتا ہوں"

"تم کیوں اس سے معافی مانگ رہے ہو؟؟ایک تو ہم اس کا بھلا سوچ رہے تھے الٹا یہ تو ہمیں ہی باتیں سنا رہی ہیے۔۔"وہ تلخ لہجے میں بولیں تو ماشا نے سر سے ڈھلکتی چادر کو ٹھیک کرتے ہوئے زخمی سے لہجے میں گویا ہوئی۔

"مجھے آپ کے بھلے کی کوئی ضرورت نہیں ہے!"

اندرنی عمارت سے نکل کر وہ باہر پورچ میں آئی۔۔بیگ میں سے فون نکال کر اس پر نمبر ڈائل کرنے لگی۔اس کے ہاتھ کپکپاہٹ کا شکار تھے۔جب کے آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔اپنی اتنی تذلیل اس نے کبھی زندگی میں نہیں دیکھی تھی۔"ماشا میری بات سنیں۔۔۔"

وہ بھاگتے ہوئے اس کے پیچھے آیا تھا۔

"دور رہو تم مجھ سے!!"

"اوکے فائن پلیز میری بات سن لیں آپ ایک بار۔۔"

دونوں ہاتھ اٹھائے وہ تحمل سے بولا۔۔

"تمہاری ماں نے جو مجھے سنایا ہے وہ کافی نہیں ہے جواب تمہیں بھی اپنا حصہ ڈالنا ہے؟"

"آپ اچھے سے جانتی ہیں میں آپ کے بارے میں ایسا نہیں سوچتا!"

وہ ملتجی لہجے میں بولا۔ کسی بھی صورت اس ناراض لڑکی کو منانا چاہتا تھا۔

جبھی کھلے مین گیٹ سے جی ویگن اندر داخل ہوئی۔۔ماشا وہیں ٹھہر گئی۔۔اس ہے گلابی چہرے پر آنسو تواتر سے بہہ رہے تھے۔۔دل تو کرچیوں میں بٹتا جا رہا تھا۔

ڈرائنگ سیٹ سے اتر کر باہر نکلتے ہوئے داریان نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

واپسی پر سعدین حویلی سے اسے ہمیشہ تحفے کے طور پر آنسو ہی ملتے تھے۔

"ماشا؟سب ٹھیک ہے؟"اس نے نرمی سے پوچھا تو وہ اس کے بازو پر سر ٹکائے سارے ضبط کھو چکی تھی۔

اس کے پیچھے آتے فاز کے قدم کچھ دور ہی تھمے تھے۔شدید ناگواری کا احساس اس کے رگ وپے میں اترا۔

****

"کیا ہوا ہے ماشا؟"داریان نے اپنے بازو پر سر رکھے روتی ماشا سے استفسار کیا۔ساتھ ہی ناقابل فہم نظروں سے فاز کو دیکھا۔"آپ مجھے گھر لے چلیں۔۔مجھے یہاں نہیں رہنا۔۔"آنسوں کے درمیان وہ بمشکل بولی۔

"پہلے بتاؤ تو سہی کے ہوا کیا ہے؟"وہ اس کے رونے پر فکر مند تھا

"تمہیں ہمارے ذاتی معاملے میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔تم یہاں سے جا سکتے ہو۔ماشا کو میں خود ان کے گھر ڈراپ کر دوں گا!"

فاز نے پتھریلے لہجے میں دوٹوک کہا۔"

"میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔۔"

وہ زہر خند لہجے میں بولی۔

"ماشا آپ پلیز میری بات تو سن لیں ایک بار۔۔"

"میں تمہاری کوئی بات نہیں سننا چاہتی۔۔نہ ہی اس حویلی اور اس کے لوگوں سے کوئی تعلق رکھنا چاہتی ہوں۔۔بہتر ہو گا تم لوگ اپنی رشتے داری میرے بھائی تک ہی محدود رکھو۔۔"

وہ لب بھینچے کھڑا اس کے زہر میں ڈوبے الفاظ سنتا رہا۔۔

جبکے داریان خاموش کھڑا تھا۔وہ ان دونوں کے درمیان کچھ نہیں بول رہا تھا۔

سارے جہاں سے اپنی روشنیاں سمیٹتا سورج دور پہاڑوں میں غروب ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔اونچے نیچے پتھریلے راستوں پر چلتے ہوئے وہ ڈھلان کی طرف جا رہے تھے۔۔اس علاقے میں اکا دکا گھر ہی بنے تھے وہ بھی آبادی سے دور اونچائی پر واقع تھے۔

"اور کتنی دور ہے؟؟"

اس کے بازو کا سہارا لے کر چلتی بریزے کے لہجے میں اکتاہٹ اور تھکان تھی۔کافی منتیں کرنے کے بعد عاشر اسے باہر لے جانے پر رضامند ہو گیا تھا۔۔اس نے کہا تھا کے وہ اسے جھیل دکھانے لے جائے گا۔۔لیکن اتنی دیر تک چلنے کے بعد بھی جب اسے جھیل کے کوئی آثار نہ دکھائی دیے تو وہ پوچھ ہی بیٹھی۔۔۔

"بس تھوڑا سا اور چلنا ہے۔۔زیادہ دور نہیں ہے۔۔"

"تم اتنی دیر سے یہی کہے جا رہے ہو۔۔مجھے نہیں جانا کہیں بھی۔۔"

وہ منہ پھلا کر کہتی وہیں بڑے سے پتھر پر بیٹھ گئی۔۔

"دیکھو ہمارے پاس پہلے ہی بہت کم ٹائم رہ گیا ہے۔۔اگر سورج ڈوب گیا نہ تو وہاں جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔اور پھر واپسی میں بھی اندھیرے ہو جائے گا تو مشکل ہو گی گھر تک آنے میں۔۔"

"تم اتنی دیر سے کیوں نکلے گھر سے ؟؟۔۔میں تمہیں کب سے کہہ رہی تھی نہ چلنے کے لئے۔۔لیکن تم سنتے ہی کہاں ہو میری بات ؟"

بلیک شال کے ہالے میں دمکتا اس کا چہرہ ٹھنڈ سے گلابی پڑ رہا تھا۔۔

"اچھا ٹھیک ہے میری غلطی ہے۔۔لیکن ابھی تو اٹھو یہاں سے۔۔"

عاشر نے اس کا بازو پکڑ کر اٹھاتے ہوئے دوبارہ اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔

"میں نے اپنی پوری زندگی میں تمہیں پہلی بار اپنی غلطی تسلیم کرتے دیکھا ہے۔"

اس نے لہجے میں حیرانگی سمو کر کہا۔

"جب میری غلطی ہوتی ہے میں مان بھی لیتا ہوں۔۔تمہاری طرح نہیں ہوں جو غلط ہوتے ہوئے بھی اپنی بات پر ڈٹ جاوں۔۔"

"کہنا کیا چاہتے ہو تم ؟؟" وہ کینہ طوز نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔۔۔

"یہ دیکھو پہنچ گئے ہم۔۔"

بریزے نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو سامنے ہی ایک جھیل تھی۔جس کے آس پاس بڑے بڑے پتھر تھے۔۔

Mahira Zaynab Khan Novel

پہاڑوں کے بیچ سے نکلتا آبشار کا شور مچاتا پانی اس جھیل میں گر رہا تھا۔ دیو قامت پہاڑوں کے پیچھے چھپتے سورج کی ہلکی ہلکی سی کرنیں اس جھیل کے نیلے پانی میں پڑتے ہوئے ایک سنہرا سا تاثر دے رہی تھی۔۔ آبشار سے گرتے پانی کا شور۔۔ ٹھٹھراتی مسرور ہوائیں۔۔ وہ مسمرائز سی ہوتی ایک بڑے سے پتھر پر جا بیٹھی۔۔

"صبح کے وقت تو یہ منظر اور بھی حسین ہوتا ہے۔۔ لیکن اس وقت تو آپ گہری نیند میں ہوتی ہیں اسی لئے آپ کو ابھی لے کر آیا ہوں۔۔""اگر تم مجھے بتا دیتے کے یہ دکھانے کے لیے لا رہے ہو تو میں اٹھ جاتی۔۔"

وہ بنا برا مانے بولی۔۔ وہ چند قدم کے فاصلے پر سینے پر بازو باندھے کھڑا تھا۔۔ یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا بنا پلکیں جھپکائے۔۔

بریزے کے لیے وہ ڈھلتی شام کا منظر سحر انگیز کرنے والا تھا جبکے عاشر کے لئے وہ منظر مخظ تب تک خوبصورت تھا جب تک بریزے اس کا حصہ نہیں بنی تھی۔ اب تو اسے جیسے اس جگہ سے عشق ہو چلا تھا۔ آس پاس کئی طرح کے خوش رنگ پھولوں کی بہار تھی۔

وہ جگہ اس کی تنہائی کی ساتھی تھی۔ اس کی خاموشیوں کو سنتی اس کی دلجوئی کرتی تھی۔ وہاں کتنے ہی پل اس نے تنہا گزارے تھے۔ وہ جب بھی وہاں آتا تھا اس جھیل کے پاس بھی گھنٹوں بیٹھا کرتا تھا۔

آبشار سے گرتے پانی کی تیز بوندیں اس نے کتنی ہی اپنے چہرے کو بگھوتی محسوس کی تھی۔ کئی بار اس نے سورج کو پہاڑوں سے نکلتے اور ڈوبتے دیکھا تھا۔ وہ جگہ ایسی تھی جہاں وہ تنہا بھی کئی دن گزار سکتا تھا۔ لیکن آج اس کی تنہائی میں وہ لڑکی مخل ہوئی تھی۔

جسے وہ وہاں ہمیشہ بیٹھ کر سوچا کرتا تھا۔ اس کی تلخ باتوں کو یاد کر کے اپنے دل کو دکھاتا رہا تھا۔ بریزے آج پہلی بار وہاں آئی تھی۔ لیکن عاشر سے پوچھا جاتا تو وہ کہتا کے وہ وہاں سے کبھی گئی ہی نہیں تھی۔ جس راز محبت کو وہ سب سے چھپاتا پھرتا تھا۔ اس جھیل کے پاس آ کر اپنے اوپر سے قابو کھو بیٹھتا تھا۔ وہاں وہ بنا کسی ڈر و خوف کے کتنے ہی پل اس کی یادوں میں گزارتا تھا۔

محبت کے دھیمے سروں میں بجتے گیت اس کی سماعتوں بخوبی پہنچ رہے تھے۔۔ لیکن شاید بریزے انھیں نہیں سن پا رہی تھی جبھی تو چہرہ موڑ کر اس نے عاشر کی جانب دیکھا تک نہیں تھا جس کی نگاہوں میں اس وقت کتنے ہی جگنو چمک رہے تھے۔۔

"اتنی خوبصورت جگہ ہے۔۔ کیا یہاں بھی پریاں اترتی ہیں؟"

پیروں میں سے جوتے اتار کر جھیل کے ٹھنڈے پانی میں ڈالتے ہوئے اس نے عاشر سے استفسار کیا۔

"پریوں کا تو نہیں معلوم۔۔ لیکن آج اس جھیل نے ایک چڑیل کو ضرور دیکھا ہے۔۔" بریزے نے خفگی سے اسے دیکھا جس کی آنکھیں اس کے لفظوں کا ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔

"ٹھنڈ سے بیمار پڑنے کا ارادہ ہے تمہارا؟" اس کے نزیک بیٹھتے ہوئے جھیل میں سے اس کے پیر نکال کر جوتے پہناتے ہوئے اس کی براون آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

ٹھنڈے پیروں پر اس کے ہاتھوں کا لمس محسوس کر کے وہ نروس ہو گئی تھی

"پہن لوں گی میں۔۔"

اس کے ہاتھ اپنے پیروں پر سے ہٹانا چاہا تو اس نے بریزے کے دونوں ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لے لیا۔۔

وہ کچھ کہہ نہیں رہا تھا۔۔ خاموشی سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔۔

بس دیکھے جا رہا تھا۔

جیسے پہلی بار اسے دیکھ رہا ہو

یا پھر اس کے علاوہ کچھ اور نہ دیکھنے کی قسم کھالی ہو۔

اسکی دل کی دھڑکنیں بڑھتی ہی جا رہی تھیں۔

اتنی دور انجان جگہ پر وہ اس کے ساتھ اکیلی تھی۔۔

"تمہارا مجھے اس جھیل میں پھینکنا کا ارادہ تو نہیں ہے نا عاشر؟"

اس کے لہجے میں کپکپاہٹ واضح تھی۔

"دیکھو۔۔ ہمیشہ میری غلطی میری نہیں ہوتی تھی۔۔

وہ اسے اس کے ارادے سے باز رکھنا چاہتی تھی۔ عاشر کا اس قدر سنجیدہ انداز اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"تم مجھ سے لڑنے میں ہمیشہ اتنی مصروف رہیں بریزے غازی۔۔ کبھی میری آنکھوں کو پڑھنے کی کوشش نہیں کی۔۔ایک بار بھی نہیں۔۔"

وہ اس کے قدموں میں بیٹھا تھا۔ بریزے کو اسے گردن جھکا کر دیکھنا پڑ رہا تھا۔۔

جبکے وہ سر اٹھا کر براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

آسمان پر ڈیرہ ڈالے سیاہ بادلوں نے برسنے کا قصد کر ہی لیا تھا۔ بارش کی بوندیں اس کے چہرے پر ٹپ ٹپ برس رہی تھیں۔

اس سے بے نیاز وہ اس کی جان کے درپے تھا۔ جس کا سارا خون سمٹ کر چہرے پر آ چکا تھا۔

عاشر کی گرفت میں موجود اس کے ہاتھ کپکپاہٹ کا شکار تھے۔

"تم صحیح کہتی ہو۔۔ تمہاری غلطی نہیں تھی۔۔ ساری غلطی میری تھی۔۔ جو تمہاری سرد مہری اور نفرت کے باوجود بھی تمہاری محبت میں اتنا آگے بڑھتا گیا کے اپنے آپ سے سے غافل ہو گیا۔۔"

"یہ۔۔ تم کہا کہہ رہے ہو"

خشک لبوں پر زبان پھیرتی وہ اپنی نروسنز کو جھنجھلاہٹ کا روپ دیتی اس کی گرفت سے اپنے ہاتھ کھینچ کر جھٹکے سے اٹھی۔

جانے کس احساس کے تحت اس کے گال دہک رہے تھے۔

اس کی طرف سے رخ موڑے تیز ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ وہ آبشار کو دیکھنے لگی۔

کچھ ہی لمحے سرکے تھے کے اپنے شانوں پر ہلکا سا بوجھ محسوس کر کے وہ فوراً مڑی۔

جب تک وہ اسے اپنی گرم شال اسے اوڑھا چکا تھا۔

اس کی جیکیٹ تو وہ پہلے ہی ضد کر کے لے چکی تھی۔ زرا سی ٹھنڈ بھی اسے بخار میں مبتلا کر دیتی تھی۔

"تم۔۔ بیمار پڑ جاو گے۔۔" جھجھکتے ہوئے اس کی شال ہٹانی چاہی تو وہ روک گیا۔

"میری خیر ہے۔ تمہارا بیمار پڑنا افورڈ نہیں کر سکتا میں!"

اس کے نزدیک آکر اس کی شال ٹھیک کرتے ہوئے وہ نرمی سے بولا۔

اتنا کچھ اوڑھنے کے باوجود وہ کانپ رہی تھی جب کے وہ صرف بلیک ہائی نیک پہنے ہوئے بھی پر سکون کھڑا تھا۔

"تم مجھے خوفزدہ کر رہے ہو۔۔"

اس کی براون آنکھیں جھلملا رہی تھیں۔ لفظ کانپ رہے تھے۔ چہرہ گلابی پڑتا جا رہا تھا۔

اس کی ڈری ہوئی آواز سن کر وہ بے ساختہ ہی مسکرایا تھا۔

"یہاں سے واپس جائیں گے تو ایک ڈراؤنا خواب سمجھ کر بھول جانا۔۔ لیکن جب تک یہاں ہیں مجھے بولنے سے مت روکو۔۔ میں اب تھک چکا ہوں اپنی باتوں کو دل میں رکھتے رکھتے۔۔"

اس کے گال پر اپنا ہاتھ رکھے وہ تھکن زدہ سا بولا۔

وہ سانسیں روکے اسے دیکھ رہی تھی۔ جہاں اس کی نگاہوں میں بریزے نے پہلی بار اپنے عکس کو جھلملاتے دیکھا تھا۔۔

****

اسلام آباد کے پوش علاقے میں بنے عالیشان سے حتان مینشن کی دوسری منزل کی بڑی بڑی گلاس والز کے سارے پردے ہٹے ہوئے تھے۔ جس سے سورج کی روپہلی کرنوں نے انھیں جگمگا دیا تھا۔

اس کی عمارت کا نقشہ ہو بہو ویسا تھا جیسے لاہور میں قائم داؤد مینشن کا تھا۔

داؤد مینشن سنبل اور حتان کی ملکیت تھا۔ جسے ان کے والد داؤد ربانی نے اپنی زندگی میں ہی ان کے نام کر دیا تھا۔

لیکن حتان مینشن کی ملکیت صرف حتان کی تھی۔ کیسز کے سلسلے میں اس کا اسلام آباد کافی آنا جانا رہتا تھا۔ جس کی وجہ سے اس نے اسے تعمیر کروایا تھا۔

آدم کے کیس کی سماعت بھی اسلام آباد سیشن کورٹ میں ہونا تھی۔ جس کے لئے کل رات ہی وہ سب یہاں آئے تھے۔

صبح پوری طرح سے ڈھلی نہیں تھی۔ لیکن نیچے بڑے سے لان میں سنہری سے دھوپ نے اپنے بسیرا کرنا شروع کر دیا تھا۔

الارم کے باعث وہ آج وقت پر اٹھا تھا۔ پھر بھی دس منٹ میں عجلت میں ریڈی ہو کر زینے کی جانب بڑھ رہا تھا۔ سیاہ پینٹ پر وائٹ شرٹ پہنے سیاہ ہی ٹائی لگائے کوٹ پہنتے ہوئے تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا فون کان اور کندھے کے بیچ دبا ہوا تھا۔ آج وہ عام دنوں کے مقابلے میں زیادہ جلدی میں تھا۔

"کیوں فکر کرتے ہیں رانا صاحب؟ میں کس لئے ہوں؟ میں نے کہا ہے نا دو مہینے میں سارے کیسز ختم کروا دوں گا۔" سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ اب دائیں ہاتھ اوپن کچن کی جانب مڑا تھا۔ اس کے اٹھنے سے پہلے ہی ملازموں نے نیچے کا پورا پورشن چمکا دیا تھا۔ ہر سو جلتی سنہری اور سفید سی لائٹوں کی وجہ سے اور بھی زیادہ خوبصورت لگتا تھا۔

"کچھ گھنٹے تک میں ملاقات کرتا ہوں آپ سے۔"

دو لمحے رک کر مقابل کی بات سنی۔ "آلرائٹ اللہ حافظ" سر کو خم دے کر کال بند کر کے اس نے کوٹ کی اندرنی جیب میں رکھا اور میز پر سجے اپنے ناشتے میں سے اس نے صرف بلیک کافی کا مگ اٹھایا تھا۔ سرمد بھی کافی دیر سے اس کے انتظار میں آیا بیٹھا تھا۔

"یار وکیل صاحب ایک بات تو بتایئے۔ عدالت میں فی میلز لائرز تو فدا ہو جاتی ہوں گی آپ پر ہے نا؟"

نک سک سا تیار چیئر پر بیٹھے ناشتا کرتا ہوا وہ حتان کو دیکھ کر شوخی سے پوچھ بیٹھا۔ وکیلوں والے لباس میں اپنے اونچے قد اور کسرتی جسمات کی وجہ سے کافی خوبرو لگتا تھا۔ اوپر سے اس کے فرینچ نقوش اس کی وجاہت کو مزید اجاگر کرتے تھے۔

"اتنی فرصت ہی نہیں ملتی ہے کے کورٹ کے جھمیلوں کے علاوہ کسی اور طرف دھیان دوں۔۔"

میز کے کنارے سے ٹیک لگائے وہ مگ لبوں سے لگائے گھونٹ بھرتے ہوئے اس کی بات پر مسکراتے ہوئے جواب دے رہا تھا۔ ساتھ ہی فون پر اپنی ای میلز بھی چیک کر رہا تھا۔

"کتنی بورنگ لائف ہے آپ کی۔ ویسے عبیر بھائی کہاں ہیں؟" نیپکن سے ہاتھ صاف کرنے کے بعد اورنج جوس کا گلاس اور اپنا فون لے کر وہ چیئر پیچھے کر کے کھڑا ہو گیا تھا۔ ساتھ ہی اس کے متعلق بھی استفسار کیا۔ آج آدم کے کیس کی پیشی تھی۔ جس کے لئے وہ وہیں آیا تھا۔ حتان کے ساتھ ہی کورٹ جانے کا ارادہ تھا اس کا۔

"سو رہا ہے، جب نیند سے جاگے گا تو آدم کے روپ میں اسے سرپرائز ملے گا۔" حتان کے چہرے پر خوبصورت سی مسکان تھی۔

"انہیں سرپرائز دینا اتنا آسان ہے کیا؟" سرمد نے بے ساختہ ہنستے ہوئے پوچھا تو حتان نے اس کی نظروں کے تعاقب میں گردن موڑ کر اس طرف دیکھا جہاں سے وہ گھنے بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کی جانب دھکیلتا وہیں آ رہا تھا۔ بلیک پینٹ پر بلیک ہی سوئیٹ شرٹ پہنے وہ فریش لگ رہا تھا۔

"یہ مت کہنا کے تم بھی ہمارے ساتھ کورٹ آ رہے ہو۔" ہاتھ میں پکڑے مگ کو میز پر رکھتے ہوئے حتان نے اسے پہلے ہی باور کروانا ضروری سمجھا۔

جب سے وہ اس کے گھر تھا عموماً اس وقت نہیں اٹھا کرتا تھا۔ حتان کے کورٹ چلے جانے کے بعد ہی اس کی صبح ہوتی تھی۔ صرف ایک رات کے کھانے پر دونوں ساتھ ہوا کرتے تھے۔ آج اتفاق سے اتنی صبح دونوں ایک دوسرے سے مل رہے تھے۔

"میں کیوں نہیں آ سکتا؟" اس نے ابرو اٹھا کر پوچھا۔ جیسے وہ جانتا ہی نا ہو کے اس کا کورٹ جانا اس کے حق میں کتنا بدتر ثابت ہو سکتا تھا۔

"کیا مجھے یہ بتانے کی ضرورت ہے؟۔۔ عبدل، صاحب کے لئے ناشتہ تیار کرو۔"

لفظوں پر زور دیتے ہوئے اس نے سوالیہ انداز میں اس سے پوچھتے ہوئے ساتھ ہی کاونٹر کے پاس کھڑے عبدل کو حکم جاری کیا تھا۔

"عبیر صاحب آپ ناشتے میں کیا لیں گے؟" عبدل نے مودب سے انداز میں استفسار کیا تو وہ نفی میں سر ہلا گیا۔ "صرف کافی۔۔ ناشتہ میں آج آدم کے ساتھ ہی کروں گا۔"

"تمہیں معلوم ہے نا تم کیا بات کر رہے ہو؟" اس کی بے محل کی بات نے حتان کو اندر تک سلگا دیا تھا۔

"آپ بھی بلیک کافی لیں گے؟"

عبدل عبیر سے پوچھ رہا تھا۔ "جاو یہاں سے تم۔" حتان کے کچھ سخت لہجے پر وہ تیزی سے کچن سے نکل گیا تھا۔

عبیر نے تاسف سے حتان کو دیکھا۔ پھر شانے جھٹکتے ہوئے وہ حتان کے نزدیک آیا اور اس کے پیچھے پڑی میز پر سے اس کا آدھ چھوڑا کافی کا مگ اٹھا لیا۔ جس میں سے ابھی بھی دھوئیں کے مرغولے اٹھ رہے تھے

"تمہیں کورٹ لے جانا اپنی موت کو دعوت دینے جیسا ہے۔ پہلے ہی سب کو شک ہے میں نے تمہیں چھپا رکھا ہے۔ اگر عدالت کے احاطے میں غلطی سے کسی کو تمہاری ایک جھلک بھی دکھ گئی تو بہت مشکل ہو جائے گی۔"

حتان نے رسان سے اسے سمجھاتے ہوئے اسے اس کے ارادے سے باز رکھنا چاہا تھا۔ غصہ وہ اس پر کر نہیں سکتا تھا۔ اور اگر زبردستی اسے گھر رکنے کو کہتا تو اس نا اپنا سامان اٹھا کر گھر سے ہی چلے جانا تھا۔

گزرے عرصے میں جو واقعات اس کے ساتھ رونما ہو چکے تھے، انھوں نے اس کی شخصیت کو بدل کر رکھ دیا تھا۔ وہ حد سے زیادہ حساس اور ہٹ دھرم ہو چکا تھا۔ کسی بات کو لے کر ضد پر آ جاتا تھا تو کسی کی نہیں سنتا تھا۔

پہلے وہ ایسا نہیں تھا۔ اب تو بات بات پر اس کے چہرے پر سختی چھا جاتی تھی۔

"تم ہی نے تو کہا تھا تمہارے ہوتے ہوئے ایک خراش بھی مجھ تک نہیں پہنچے گی۔۔ کیا نہیں کہا تھا؟"

پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے کھڑے، دوسرے ہاتھ میں مگ پکڑے اس کی شہد رنگ آنکھیں چمک رہی تھیں۔ گزرے دنوں کے مقابلے میں آج اس کے چہرے پر پہلے جیسی بیزاری اور سختی نہیں تھی۔ صرف نرمی اور سکون تھا۔ حتان بنا کچھ کہے اس کے چہرے کو دیکھے گیا۔ جو سکون وہ اس کے چہرے پر دیکھنے کا تمنائی تھا آج اس کی ذرا سی رمق اسے دکھائی دے گئی تھی۔ "مجھے تمہارے مذاق کرنے کی قطعی عادت نہیں ہے۔ اسی لئے اب اس فضول کی بات یہی ختم کرو۔"

رسٹ واچ کلائی پر باندھے ہوتے ہوئے اس کا انداز سنجیدہ ہوا۔

"پہلے کبھی میں نے مذاق کیا ہے تمہارے ساتھ جو آج کروں گا؟"

"تو تم سچ میں کورٹ آنا چاہتے ہو؟" حتان کو اس کے چہرے پر مذاق کا کوئی عنصر نہیں دکھائی دے رہا تھا۔

وہ حیرانگی کا شکار تھا کے سب کچھ جانتے ہوئے بھی وہ اتنی خطرناک بات کیسے کر سکتا تھا آخر؟

"آزمانا چاہ رہے ہو میری دوستی کو؟ ٹھیک ہے پھر، چلو ساتھ۔ تمہیں پتا چل جائے گا کے میں اپنی باتوں کا کتنا پکا ہوں۔"

سر کو خفیف سی جنبش دیتے ہوئے اس نے گہری سانس بھری۔ پھر ناک پر ٹکے چشمے کو انگلی سے پیچھے دھکیلا۔

Mahira Zainab Khan Novel

سرمد بنا کچھ کہے ان دونوں کو دیکھے جا رہا تھا۔ جو ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے۔ قد کاٹھ میں بلکل ایک جیسے لگتے تھے۔۔ان کی دوستی ایسی تھی جس کی کوئی مثال نہیں ملتی تھی۔

اسے بے ساختہ ان دونوں پر رشک آیا تھا۔ دونوں ہی ایک دوسرے کے لئے جان کی حیثیت رکھتے تھے۔ حتان تو اپنی باتوں اور عمل سے جتا بھی دیا کرتا تھا۔ لیکن عبیر کی نیچر ایسی نہیں تھی۔ وہ اتنا ایکسپریسو نہیں تھا۔

"نوفل سے بات ہوئی تھی میری، انس اور سالار کورٹ پہنچ چکے ہیں!"

سرمد کے مخاطب کرنے پر دونوں اس کی جانب متوجہ ہوئے۔ "سماعت میں خاصا وقت ہے ابھی!" حتان نے رسٹ واچ دیکھتے ہوئے کہا۔

"انھیں معلوم ہے میں کورٹ آوں گا۔"

عبیر کی گھمبیر، سپاٹ سی آواز پر وہ دونوں ششدر رہ گیے تھے۔

"انھیں کیسے؟" سرمد نے کچھ حیرانگی سے پوچھا تو اس نے لاعلمی سے خفیف سے شانے اچکا دیے۔

"سب کو معلوم ہے، عبیر غازی جن سے محبت کرتا ہے ہر قدم پر ان کے شانہ بشانہ کھڑا رہتا ہے۔۔ لیکن جانتے بوجھتے تم جو یہ بے وقوفی کر رہے ہو نا۔ گرفت میں آگئے تو برا پھنسو گے!"

انگلی اٹھا کر ناخوشی سے اس کی شہد رنگ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ اسے جتا رہا تھا۔ عبیر کا کورٹ جانے والا فیصلہ اسے قطعی پسند نا آیا تھا۔

"میرا دل کہہ رہا ہے آپ کو وہاں نہیں آنا چاہئے۔ کیا معلوم انھوں نے کس طرح کی اسٹریٹیجی بنا رکھی ہو۔ اور اگر وہ جانتے ہیں کے آپ لازمی کورٹ آئیں گے تو ضرور انھوں نے کوئی پلین ترتیب دے رکھا ہو گا۔ اگر پولیس نے موقع پر ہی اریسٹ کر لیا تو؟"

سرمد کو گھبراہٹ سی ہونے لگی تھی۔ ابھی تو آدم بھی رہا نہیں ہوا تھا۔ اور اگر عبیر گرفتار ہو گیا تو وہ کیا کریں گے۔؟ حتان نے تو ہر چیز کو بالائے طاق رکھ کر کہرام برپا کر دینا تھا۔"

اور جو پلین گزرے دنوں انھوں نے ترتیب دیا تھا ان وہ بھی سارا کا سارا دھرا رہ جاتا۔ وہ تو صرف آدم کی رہائی کے منتظر تھے۔ کے اس کے آنے کے بعد اس پلین پر عمل درآمد شروع کرتے۔ اور اب عبیر نے بنا مطلب کی بات کر کے انھیں ٹینشن میں ڈال دیا تھا۔

"وکیل صاحب سنبھالیں گے۔"

خالی مگ کو حتان کے پیچھے پڑی میز پر رکھتے ہوئے اس نے گاگلز آنکھوں پر چڑھائے اور بھاری قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ از حد لاپرواہ سا انداز تھا۔

"یہ پہلے تو ایسے نہیں تھے۔" سرمد نے افسوس اور تفکرانہ انداز میں حتان سے کہا۔ جو پر سوچ نظروں سے اس کی پشت دیکھ رہا تھا۔

"مجھے چیلنج کر کے اچھا نہیں کیا غازی نے! نوفل کو فون کرو اور وہاں کی صورتحال کے بارے میں پوچھو۔ اور یہ بھی کے انس اور سالار نے کیا لائحہ عمل ترتیب دے رکھا ہے۔؟ کچھ تو پتا ہی ہو گا اسے۔"

کوٹ کی جیب سے فون نکال کر وہ اسے ہدایت دے رہا تھا۔

ٹیبل پر سے گاڑی کی چابی اور اپنے سن گلاسز اٹھا کر فون کان سے لگاتے ہوئے بیرونی دروازے کی جانب قدم بڑھا دئے۔

"کان کھول کر میری بات سنو چیمہ! تمہیں لوکیشن بھیج رہا ہوں آدھے گھنٹے کے اندر اندر مجھے فل پروف سیکیورٹی چاہئے۔۔ ذرا سی کوتاہی بھی برداشت نہیں کروں گا میں۔۔ ہاں میں جانتا ہوں۔۔ جتنی جلدی ہو سکے اپنے گارڈز روانہ کرو۔"

عجلت میں دوسری جانب شخص کو ہدایت دیتے ہوئے خارجی دروازہ کھول کر وہ باہر آیا تو نیچے تین اسٹیپس کے بعد دور تک کار رن وے بنا تھا اور آخر میں بڑا سا مین گیٹ تھا۔ خوشگوار اور مست سی ہواؤں نے اس کے چہرے کو چھو کر اسے پر سکون رہنے کی تلقین کی تھی۔ اور ساتھ ہی حیرت کا اظہار کیا تھا کے اتنا عجلت بھرا اور پریشان کن سا انداز حتان داؤد کا تو نہیں ہو سکتا۔

کال کٹ کر کے وہ اپنی گاڑی کی جانب بڑھا۔ جہاں عبیر پہلے سے ہی موجود اس کا منتظر تھا۔ پی کیپ پہنے ہوئے، سیاہ ماسک چہرے سے نیچے کر رکھا تھا۔ چہرے کی ہلکی سی بئیرڈ اس پر کافی سوٹ کر رہی تھی۔

"تمہاری بات مان کر ساتھ لے جا رہا ہوں۔ لیکن گاڑی میں سے مت نکلنا بس۔ اتنی سی بات تو میری مان ہی سکتے ہو نا تم؟"

اس کا انداز التجائیہ تھا۔ عبیر سے اب اسے کوئی بعید نہیں تھی۔ اس کے ارادوں کا کچھ پتا نہیں چلتا تھا۔ کس لمحے وہ کیا کر گزرے۔

"میں نے تو کبھی بھی تمہیں کسی خطرناک مجرم کے خلاف بھی کیس لڑتے ہوئے اتنا فکر مند نہیں دیکھا۔"

اس کا انداز ہلکا پھلکا سا تھا۔ کچھ کچھ مصنوئی سی حیرانگی بھرا۔

"دشمنوں کی طرف سے فکر مند کون ہوتا ہے۔ فکر تو اپنوں کی کی جاتی ہے نا؟"

وہ ابرو اٹھا کر اس کی رائے مانگ رہا تھا۔ عبیر نے بنا کچھ کہے اس کے ناراض سے چہرے کو دیکھا۔ پھر جیب میں سے کچھ نکالتے ہوئے اس کے قریب آ کر اس کے کوٹ پر بروچ لگانے لگا تو حتان بے ساختہ چونک اٹھا تھا۔

وہ تو کبھی عام دنوں میں بھی اسے لگانا نہیں بھولتا تھا۔ آج کیسے اس کے ذہن سے نکل گیا تھا؟

ان دونوں کے پاس ایک جیسے بروچ تھے۔ جب وہ حتان کے ساتھ پہلی دفعہ انگلینڈ گیا تھا تو وہاں کی ایک اینٹک شاپ سے اس نے خریدے تھے۔ دونوں ایک جیسے تھے۔ ایک اس نے حتان کو دیا تھا۔ دوسرا وہ خود لگایا کرتا تھا۔

حتان کے پاس کئی تعداد میں مختلف قسموں کے کافی سارے بروچز کی کلیکشن تھی۔ لیکن زیادہ تر وہ وہی لگایا کرتا تھا۔ آج پہلی دفعہ ایسا ہوا تھا کے وہ سرے سے کوئی بروج لگانا بھول ہی گیا تھا۔ اس کے سیاہ کوٹ پر اب جو بروچ چمک رہا تھا وہ عبیر کا تھا۔ اس نے تو عرصہ ہوا لگانا چھوڑ دیا تھا۔ لیکن وہ اسے ہمیشہ ساتھ رکھا کرتا تھا۔ پہلے جب کبھی آفس جاتے ہوئے وہ لگایا کرتا تھا تو سالار اس سے کئی بار مانگا کرتا تھا۔ لیکن وہ ہمیشہ ہی انکار کر جایا کرتا تھا یہ کہہ کر کے وہ اس سے بھی اچھے اور بروچ لا دے گا۔ اور اس نے لا کر بھی دئے تھے۔

"بیسٹ آف لک۔"

نرم سے لہجے میں ہلکا سا مسکراتے ہوئے اس نے ہلکی سی تھپکی سی اس کے شانے پر دی تھی۔ بلکل اسی طرح اسے وش کیا تھا جب وہ اپنا پہلا کیس لڑنے جا رہا تھا۔ لیکن کچھ سال پہلے اور ابھی کے حتان داؤد میں خاصا فرق تھا۔ اس وقت وہ خاصا پر جوش تھا اور آج اتنا ہی فکر مند سا۔

وہ پسینجر سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھا تو حتان داؤد نے بے ساختہ گہری سانس فضا کے سپرد کی تھی۔

ساری ٹینشن، ساری کثافت اس کے ذہن سے نکل کر دور جا سوئی تھی۔

مخلص دوستی میں اللہ نے بڑی شفا رکھی ہے۔ جن کے ساتھ کچھ وقت گزار کر کچھ باتیں کر کے ہی انسان اپنی ساری تکلیفوں اور دکھوں کو بھلا دیتا ہے۔ حتان داؤد بھی ایسے ہی خوش نصیبوں میں شمار ہوتا تھا۔ جہاں عبیر کی بکھری شخصیت پر اس کا دل بھی پھٹ پڑنے کو تھا۔

اور آج اس کا ذرا سا پر سکون انداز اور مسکراہٹ اس کے اندر ڈھیروں سرشاری سی بھر گیا تھا۔ نئے سرے سے ہمت اور خود اعتمادی عود کر آئی تھی۔

"آپ بیٹھئے میں ڈرائیو کرتا ہوں۔" سرمد نے تیز قدموں سے وہاں آتے ہوئے کہا۔ تو حتان نے چابی اس کی جانب اچھال دی۔ پھر فرنٹ سیٹ کا ڈور کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

آج دو مختلف عدالتوں میں دو الگ کیسز کی پیشی تھی۔ بار بار اس کا فون بج رہا تھا۔ بار بار وہ سے کان سے لگائے مختلف لوگوں سے رابطہ میں تھا۔

"نوفل سے بات ہوئی؟"

ڈرائیونگ کرتے ہوئے اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ "وہ تھانے میں ہے اس وقت۔ جو بندے کورٹ میں بھیج رکھے ہیں وہ ہر لمحے کی رپورٹ اسے کر رہے ہیں۔ بظاہر سب نارمل ہے۔ کچھ بھی غیر معمولی فیل نہیں ہو رہا۔"

نوفل سے ہوئی ساری بات وہ اسے تفصیل سے بتا رہا تھا۔

"کیا ہم ان کے ضمانت قبل از گرفتاری کے کاغذات نہیں بنوا سکتے؟"

"کوئی فائدہ نہیں اس کا۔ ضمانت لے لی تو اس کے بعد کورٹ میں لازماً پیش ہونا پڑے گا۔۔ میں چاہ رہا ہوں کے پاکستان میں اس کی موجودگی کا کسی کو ذرا سا بھی شک نا ہو۔ لیکن یہ۔۔"

اچانک ہی امڈ آتے غصے سے بڑبڑاتے ہوئے اس بات ہی ادھوری چھوڑ دی تھی۔

گھر سے نکل کر جب مین روڈ پر گاڑی پہنچی تو کافی ساری سیکیورٹی اہلکار کی گاڑیوں نے اسے اپنے حصار میں لے لیا تھا۔

"اتنی ہائی الرٹ سیکیورٹی کے ساتھ کورٹ میں داخل ہو کر لوگوں کو شک کرنے کا موقع تم خود فراہم کرو گے۔"

بیک سیٹ پر سر پیچھے کو گرائے وہ آرام دہ انداز میں فون یوز کر رہا تھا۔ جب سائرن بجاتی اتنی گاڑیوں کو ہمراہ ہوتے ہوئے دیکھا تو بلند آواز سے بڑبڑایا۔

"غازی چپ کر جاو۔۔ جو تم کرنا چاہتے تھے تم نے کر لیا۔ اب مجھے میرا کام کرنے دو۔"

اس کے کچھ بھڑکنے والے انداز پر عبیر نے بے ساختہ اپنی ہنسی کو ضبط کیا تھا۔ اگر تو وہ دیکھ لیتا تو اور غصے میں آ جاتا۔ پہلے ہی سخت تپا بیٹھا تھا کے اتنے شورٹ نوٹس پر عبیر نے بتایا تھا کے وہ پہلے سے کچھ پلاننگ ہی نہیں کر سکا۔ اگر تو اسے زرا سی بھی بھنک پڑ جاتی تو وہ کچھ نا کچھ پہلے سے کر کے رکھتا۔

"گن ہے تمہارے پاس؟" اس نے سر مد سے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"جی موجود ہے۔"

اب وہ اسے آگے کے پلین کے بارے میں بتا رہا تھا۔ اگر اتفاق سے عبیر گرفت میں آ بھی جاتا تو اسے کس طرح سے وہاں سے نکالنا تھا۔

"اب ساری ذمہ داری تمہاری اور نوفل کی ہے۔۔ سماعت کے دوران میری غیر موجودگی میں پیچھے سے کچھ ہو جاتا ہے تو تمہیں ہی میری جگہ لینی ہو گی۔ کسی طرح بس اسے میرے سیف زون لے جانا باقی میں سنبھال لوں گا۔"

سنجیدگی سے اسے ایک ایک چیز وہ سمجھا رہا تھا۔

اتنے گارڈز اس کے ہمراہ تھے پھر بھی ایک بے چین اور گھبراہٹ اسے لاحق تھی۔

"اور میری بات سنو تم۔۔ اگر گرفتاری دینے کا خیال بھی تمہارے ذہن میں آیا نا میں قسم کھا رہا ہوں اپنے ہاتھوں سے تمہاری جان لوں گا"

گردن موڑ کر پیچھے اسے دیکھتے ہوئے وہ سخت لہجے میں اسے باور کروا رہا تھا۔ عبیر پر اب اسے ذرا بھی بھروسہ نہیں رہا تھا۔

"کیوں؟ تم مجھے جیل توڑ کر لے جانے نہیں آو گے؟"

وہ جلتی پر تیل ڈالنے کا کام بخوبی سرانجام دے رہا تھا۔ جب کے وہ سوچ رہا تھا کے جن سے محبت کی جاتی ہے وہ اتنا امتحان میں کیوں ڈالتے ہیں؟

حتان نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ایک تیز نظر اس پر ڈال کر دوبارہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ سرمد نے بھی کھلی کھڑکی پر کہنی ٹکائے ہاتھ کی پشت لبوں پر رکھ کر امڈتی مسکراہٹ کو روکا تھا۔

زندگی میں اس نے پہلی بار حتان کو اتنا پریشان دیکھا تھا۔ اور وہ یہ بھی جانتا تھا کے عبیر جان بوجھ کر اسے تنگ کر رہا تھا۔ اور وہ ہو بھی رہا تھا۔

کورٹ کا بڑا سا آہنی دروازہ چوپٹ کھلا تھا۔ سرمد نے گاڑی اندر لے جا کر روک دی تھی۔

"چیمہ کے کئی سیکیورٹی گارڈز سول ڈریس میں یہیں موجود ہیں۔ وہ تمہیں پروٹیکشن دیں گے۔ ذرا سی بھی گڑبڑ محسوس ہو تو فوراً یہاں سے نکل جانا۔ دس فٹ دور بھی کوئی پولیس اہلکار اس گاڑی کے نزدیک آئے تو گولی مار دینا۔۔ اور اگر یہ باہر نکلنے کی کوشش کرے تو۔۔" انتہائی سرد اور سنجیدہ انداز میں سرمد کو تاکید کرتے ہوئے اس نے لمحے کا توقف کیا۔ بیک مرر میں سے نظر آتے عبیر کے چہرے کو دیکھا۔ جو دلچسپی سے اسے ہی سن رہا تھا۔ "اسے بھی گولی مار دینا۔"

"کتنی دیر لگے گی تمہیں؟ کتنا ویٹ کرنا پڑے گا؟ اسی لیے تو ساتھ نہیں آیا تھا کے مجھے گاڑی میں قید کر کے چلے جاو"

عبیر کی اکتاہٹ بھری آواز کو نظر انداز کر کے جھٹکے سے وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بریف کیس اٹھایا اور ایک ملامت بھری نگاہ عبیر پر ڈال کر دروازہ بند کر گیا تھا۔

جس کے نکلتے ہی تین چار سیاہ لباس والے شخص اس کے قریب چلے آئے تھے۔ جن میں سے ایک اسکا اسسٹنٹ تھا۔

ان سب کا رخ اب عدالت کی اندرنی عمارت کی طرف تھا۔

"میں بتا رہا ہوں آپ کو، آج تو یہ کسی کا قتل وتل کر کے ہی عدالت سے نکلیں گے۔"

حتان کے سرد سے تیور دیکھتے ہوئے اس نے جھرجھری لے کر کہا۔

طرح طرح کی بولیاں اور مختلف لباسوں والے لوگوں سے بھرا عدالت کا ماحول بوجھل سا تھا۔ آدم کے کیس کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ اور فیصلہ اس کے حق میں ہی ہوا تھا۔ عدالت نے ناکافی ثبوت کی بنا پر اسے باعزت بری کر دیا تھا۔ تقریباً چار مہینے بعد وہ آزاد فضا میں کھل کر سانس لے رہا تھا۔ سیاہ رنگ کی پینٹ شرٹ میں ملبوس سیاہ کیپ لگائے وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے حتان کے ساتھ ساتھ کوریڈور میں چل رہا تھا۔ جس نے سیاہ سوٹ پہنے وائٹ شرٹ کے ساتھ سیاہ ہی ٹائی لگا رکھی تھی۔ کوٹ پر لگا بھیڑیئے کی شکل والا سنہری سا بروچ دور سے ہی چمکتا سب کی توجہ اپنی جانب کھینچ رہا تھا۔ نظر کے چشمے کو آنکھوں سے اتار کر اس نے کوٹ کی اندرنی جیب میں رکھا اور ڈارک گاگلز نکال کر آنکھوں پر چڑھا لیے تھے۔ کچھ نمبر ڈائل کر کے فون کان سے لگائے، چوڑی کلائی پر بندھی رسٹ واچ پر وقت دیکھتے ہوئے وہ دوسری جانب کسی سے بات کرتا اثبات میں سر ہلا رہا تھا۔ ان دونوں کو حصار میں لیے کچھ گارڈز بھی ان کی حفاظت کرتے ہوئے تیز تیز قدم اٹھا رہے تھے۔ پارکنگ میں ہی اس کی بڑی سی چمکتی سیاہ رنگ کی لینڈ کروزر کھڑی تھی۔ ان کا رخ اسی کی جانب تھا۔ ہر قدم پر بے ساختہ شکر ادا کرتا جا رہا تھا۔ جیسے چھوڑ کر گیا تھا سب ویسے ہی تھا۔

حالات نارمل تھے تو یقیناً سالار اور انس نے عبیر کی موجودگی کو خبر کو صرف اپنی حد تک ہی محدود رکھا تھا۔ اگر وہ پولیس کو بتا چکے ہوتے تو حالات اس کے برعکس ہوتے۔

"صرف ایک چشمے سے حتان بھائی کی لک ہی بدل جاتی ہے۔ نظر کے چشمے میں اتنے معصوم اور شریف سے انسان لگتے ہیں۔ اور جہاں اسے اتار کر ڈارک گاگلز چڑھاتے ہیں وہیں ان کی ٹور ہی دیکھنے والی ہوتی ہے۔ جیسے اس دنیا کو اپنے اشاروں پر چلا رہے ہوں۔"

گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے سرمد سہگل نے دور سے ہی اس کا چشمہ بدلنے کا انداز دیکھا تھا۔ اور اب متاثر کن انداز میں عبیر کو بتا رہا تھا جو پیچھے پسنجر سیٹ پر بیٹھا تھا۔ سیاہ سوئٹ شرٹ پر سیاہ پی کیپ کے ساتھ آدھے چہرے پر ماسک لگا رہا تھا۔

گاڑی کے شیشے بے شک کالے تھے لیکن پھر بھی اس نے احتیاط کرنا ضروری سمجھا تھا۔ ونڈ اسکرین سے اس نے بھی بخوبی اپنے خوبرو دوست کا وہ جان لیوا انداز دیکھا تھا۔ ہینڈل پر ہاتھ رکھ اس نے دروازہ کھولا گاڑی کی چھت پر ایک ہاتھ رکھے دوسرے ہاتھ سے دروازہ پکڑے وہ ذرا سا جھکا تھا۔ "وعدے کے عین مطابق آپ کا بندہ باعزت بری کروا لایا ہوں غازی صاحب!"

بے شک وہ ابھی بھی سنجیدہ تھا لیکن اس کے انداز پر وہ دل سے مسکرایا تھا۔

"نوازش ہے وکیل صاحب!"اس کے برعکس عبیر کا موڈ خوشگوار تھا۔

"اجازت دو تو تمہارے کیس کا فیصلہ بھی لگے ہاتھوں کروا لیتے ہیں؟"

اس دفعہ بھی سنجیدہ سے انداز میں وہ استفسار کر رہا تھا۔

"مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن پولیس نے مجھے موقع پر ہی اریسٹ کر لیا تو مجھے ڈر ہے کہیں تم یہاں خون خرابہ نا مچا دو۔"

"ہلکے میں لے رہے ہو حتان داؤد کو۔ میرے ہوتے ہوئے کسی نے تمہیں ہاتھ بھی لگایا تو اپنی آخری سانسیں لینے کا وقت بھی نہیں ملے گا اسے۔۔ پروف تو تمہیں مل ہی گیا ہو گا! ڈرائیور دھیان سے گاڑی چلانا۔" وہ جو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے گردن موڑے ان کے مکالمے سن رہا تھا حتان کی تاکید پر بدمزہ ہوا تھا۔ "بس یہی سننا رہ گیا تھا۔ میرے ابا نے مجھے یہ ڈرائیوری کرتے ہوئے دیکھ لیا تو جائیداد سے ہی عاق کر دیں گے مجھے" ناراضگی سے بڑبڑاتے ہوئے اس نے بیک مرر سیٹ کرتے ہوئے بالوں میں ہاتھ چلا کر ڈیش بورڈ پر پڑا چشمہ اٹھا کر آنکھوں پر لگایا پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

"کیسے ہو میرے دوست؟"پر جوشی سے وہ آدم کے گلے لگا تھا۔ ساتھ ہی کلمہ شکر بھی پڑھا تھا جو اسے آزاد دیکھنا نصیب ہوا۔

آدم نے بھی مسکراتے ہوئے اسے گلے لگا لیا تھا۔ پھر حتان کی طرف آیا۔

۔"جو آپ نے میرے لیے کیا ہے میں اسکا بدلہ نہیں دے سکتا آپ کو۔ لیکن میرے گزارے لائق کوئی کام ہو تو مجھے ضرور بتایئے گا مجھے خوشی ہو گی۔"

وہ تشکر سے کہہ رہا تھا۔ اپنے بزی شیڈیول اور سارے کیسز کو برطرف کر کے اس نے نا صرف آدم کا کیس لڑا تھا۔ اور اسے رہا بھی کروایا تھا۔

"میرا دوست تم تینوں پر جان دیتا ہے۔ اگر تمہیں مجھے بدلہ دینا ہے تو بس ہر شے سے بڑھ کر اس کی حفاظت کرنا۔ میں اس پر ایک کھروچ بھی نہیں برداشت کر سکتا!"

وہ سرمد اور نوفل کا بھی ذکر کرتے ہوئے اسے یقین دہانی کروا رہا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

آپ کے دوست میں ہماری بھی جان بستی ہے۔اپنی جان سے بڑھ کران کی حفاظت کریں گے۔"اس کے لہجے کی مضبوطی پر حتان نے مسکراتے ہوئے آگے بڑھ کراسے گلے لگایا تھا۔

"آج ریسٹ کرو۔کافی کام تمہارے لئے پینڈنگ پڑے ہیں۔"

"میں ابھی سے حاضر ہوں۔"

"جانتاہوں۔سرمداور غازی کاخیال رکھنا مجھے آنے میں کچھ وقت لگ جائے گا۔"

وہ اسے تاکید کررہاتھاجو پشت پر ہاتھ باندھے سراثبات میں ہلاتے ہوئے سن رہاتھا۔حتان سے الوداعی مصافحہ کرتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گیا۔

"السلام وعلیکم"چار مہینے بعد وہ عبیر کا چہرہ دیکھ رہاتھا۔چار مہینے میں پہلی بار وہ دل سے مسکرارہاتھا۔

گرمجوشی سے اس کے سلام کاجواب دیتے ہوئے عبیر نے اسے گلے لگالیا تھا۔

"کتنے عرصے سے وہ اس کے ساتھ تھا۔کتنی ہی عبیر پر آئی مشکلوں کو اس نے اپنے سر لیا تھا۔

"آپ کو حتان بھائی کی بات مان لینی چاہئے تھی۔یہاں نہیں آناچاہئے تھا۔ذراسی بھی بے احتیاطی کے خطرناک نتائج نکل سکتے تھے۔"

حتان کی زبانی ہی اسے معلوم ہوا تھا کے اس نے عبیر کو کورٹ آنے سے منع کیا تھا۔لیکن اس نے کہاں کسی کی سننی تھی۔آدم کو ریسیو کرنے وہ خود جاناچاہتا تھا۔اور آیا بھی تھا۔جس کی وجہ سے حتان کو سیکیورٹی بڑھانی پڑی تھی۔

ابھی واپسی کے سفر پر ان کی لینڈ کروزر کے آگے پیچھے کئی گاڑیوں کا قافلہ رواد واتھا۔

"تمہارے حتان سر اس خطرناک صورتحال سے نمٹنا اچھے سے جانتے ہیں"

"کیسے ہیں آپ؟"اس کے چہرے سے وہ اس کی اندرنی حالت کااندازہ نہیں لگا پارہاتھا۔لیکن وہ جاننا چاہتا تھا کے گزرے مہینوں میں اس نے زندگی کو کیسے گزارا تھا۔حقیقتاً اس کا دل عبیر کے لیے دکھتا تھا۔

گاڑی میں ان دونوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔کہیں کہیں درمیان میں سرمد کی شوخ سی آواز بھی شامل ہو جاتی تھی۔

اس کے برعکس اگر دوبارہ کورٹ کے احاطے میں جائیں تو حتان داؤد ابھی تک کورٹ کے احاطے میں کھڑا تھا۔ سر فون پر جھکا تھا۔ جس پر نوٹ پیڈ کھلا تھا۔ جس میں درج نوٹس پر وہ ایک سرسری سی نگاہ ڈال رہا تھا۔

وہ ہائی کورٹ کا وکیل تھا۔ جہاں وہ ہائی پروفائل کیسز لڑا کرتا تھا۔ آدم کا کیس سیشن کورٹ کا تھا۔ جس کی وجہ سے اس نے اپنے شیڈیول میں سے وقت مینج کیا تھا۔ آج کے دن ہی اس کے دوسرے کیس کی سماعت تھی۔ جو قومی اسمبلی کے ایک رہنما کا تھا۔ اور وہ کیس بھی لاہور کورٹ میں ہونا تھا۔ کچھ دیر تک اسے ائیر پورٹ کے لئے نکلنا تھا۔ ان دنوں اس کی زندگی اتنی مصروف ہو چکی تھی کے اسے اپنے لئے وقت نکالنا بھی ناممکن لگتا تھا پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے کھڑا وہ گاڑی کا ویٹ کر رہا تھا۔ جو ڈرائیور پارکنگ میں سے نکال رہا تھا۔

اس کے دائیں بائیں کچھ چونکنے سے گارڈز بھی محتاط سے کھڑے تھے۔

بے ارادہ سی نگاہ کچھ دور انس کی بی ایم ڈبلیو کے پاس کھڑے انس اور سالار پر پڑی تھی۔ نوفل بھی ان کے ساتھ موجود تھا۔

ایک مسکراہٹ اس کے لبوں پر ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔ آج سالار اس سے ملنے نہیں آیا تھا۔ نا اس سے سلام کیا تھا۔ بس دیکھ کر نظر انداز کر دیا تھا۔

سالار کی گلابی کرب زدہ سی نگاہوں نے دور تک اس لینڈ کروزر کا پیچھا کیا تھا۔ جب حتان آدم کے ساتھ اس کی گاڑی کی جانب بڑھا تھا۔ اور دروازہ کھول کر کچھ دیر تک کھلے دروازے پر جھکا کھڑا کسی سے بات کرتا رہا تھا۔ سالار نے ایک لمحے کے لئے بھی نگاہ اس پر سے ہٹائی نہیں تھی۔ بہت کوشش کے بعد صرف ایک چھوٹی سی جھلک اسے اندر بیٹھے شخص کے پی کیپ کی دکھی تھی۔ اور کتنی ہی دیر تک وہ اپنی جگہ شل کھڑا رہا تھا۔ اس کا دل چیخ چیخ کر دہائیاں دے رہا تھا کے اس گاڑی میں عبیر موجود تھا۔ اس کا پیارا بھائی اس کے بہت قریب تھا۔ وہ انھی فضاوں میں سانس لے رہا تھا جو سالار کے اندر اتر رہی تھیں۔

باوجود کوشش کے اس کے قدم اپنی جگہ سے ہلے نہیں تھے۔ دل چاہ رہا تھا بھاگ کر اس گاڑی کے پاس چلا جائے۔ ایک نظر عبیر کو دیکھ لے تو اس کے جلتے وجود کو تھوڑا قرار آ جائے۔ لیکن وہ نہیں جا سکا تھا۔ بے بسی کے ہاتھوں مجبور وہیں کھڑا رہا تھا۔

"آدم کا کیس اتنا ہائی پروفائل بھی نہیں ہے۔ پھر اتنی سیکیورٹی سمجھ سے باہر ہے؟"

ساتھ کھڑے رضوی صاحب نے حتان کی لینڈ کروزور کو کئی گاڑیوں کے گھیرے میں دھول اڑاتے وہاں سے جاتے دیکھا تو کچھ اچھنبے سے اپنے خیال کا اظہار کیا۔

"سیکیورٹی آدم کے لئے نہیں عبیر بھائی کے لیے تھی۔"

وہ زخمی سا بولا۔ تو رضوی صاحب نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا۔

"جب تمہیں معلوم تھا تو پھر تم نے پولیس کو۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی سالار نے قہر بار نگاہ اس پر ڈالی۔

"کیا چاہتے ہیں آپ؟ پولیس کو بتادوں کے وہ پاکستان میں ہیں؟ اور وہ انھیں اریسٹ کر کے لے جائے؟"

"سالار میرا وہ مطلب۔۔"

"پلیز رضوی صاحب! آپ کیس ہار چکے ہیں آپ کا کام ختم ہو چکا ہے۔ ہمیں اجازت دیں اب۔"

خود پر ڈھیروں ضبط کے پہرے بٹھائے اس نے تیز لہجے میں انھیں مزید کچھ کہنے سے روکا تھا۔

"گاڑی میں جا کر بیٹھو میں آرہا ہوں۔" نرم انداز میں سالار سے مخاطب ہوتے ہوئے اپنی گاڑی کی چابی اسے دی جسے اس نے فوراً تھامتے ہوئے وہاں سے قدم آگے بڑھا دیے تھے۔ اس وقت وہ اکیلا رہنا چاہتا تھا۔ دل میں جیسے سوئیاں سی چبھ رہی تھیں۔ عبیر کے اتنے قریب آنے کے باوجود بھی وہ اسے دیکھ نہیں سکا تھا۔ اس سے مل نہیں سکا تھا۔ یہ پچھتاوا اسے اندر ہی اندر کھائے جا رہا تھا۔

"میں معذرت خواہ ہوں غازی صاحب کے میں کیس نہیں جیت سکا۔ میرے پاس وکالت کا کافی تجربہ ہے۔ لیکن حتان داؤد جتنی پاور اور تعلقات میرے پاس نہیں ہے۔ مجھے یہ کیس ہارنا ہی تھا"

وہ کچھ افسوس اور ندامت سے کہہ رہے تھے۔

"میں سمجھ سکتا ہوں۔ آپ نے بھی اپنی پوری کوشش کی تھی۔۔ یہی نصیب میں لکھا تھا"

ان کے برعکس وہ نارمل سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"لیکن آپ دونوں کا پلان تو یہی تھا نا؟ آدم کے ذریعے آپ لوگ عبیر غازی کو واپس لانا چاہتے تھے۔ اب جبکے وہ پاکستان میں ہے تو پھر قانون کی مدد کیوں نہیں لیتے؟"

"عبیر کو واپس لانا چاہتے ہیں۔ لیکن قانون کے ذریعے نہیں!"

اس کی ڈھکی چھپی سی بات انھیں کچھ سمجھ نہیں آئی تھی لیکن پھر بھی سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اس سے الوداعی مصافحہ کرنے لگے۔

چھوٹے سے باغیچے میں لکڑی کی میز اور دو کرسیاں پڑی تھیں۔ اطراف کی کیاریوں میں خوشنما پھول اور ہریالی الگ ہی آنکھوں کو فرحت بخش سا تاثر دے رہی تھیں۔

بظاہر تو وہ میز پر پڑی اپنی کتابوں اور لیپ ٹاپ کی طرف ہی متوجہ تھا لیکن نظریں تھیں کے بھٹک بھٹک کر اس گرے سوٹ والی لڑکی کی طرف کو چلی جاتی تھیں۔ سادے سے سوٹ میں اپنی کھلتی سی رنگت میں وہ اس خوشگوار ماحول کا حصہ ہی لگ رہی تھی۔

"آپ کو گارڈننگ کا شوق ہو گا جبھی آپ نے اتنی خوبصورتی سے لان کو سیٹ کر رکھا ہے۔

ہاتھ میں گرم کافی کا مگ پکڑے وہ اندرنی عمارت کو جانے والی سیڑھیوں پر بیٹھی بوا سے محو گفتگو تھی جو پائپ لگائے پودوں کو پانی دے رہی تھیں۔

"مجھے تو اتنا شوق نہیں ہے جتنا عاشر بیٹا کو ہے۔۔ وہ تو کہتے ہیں بے شک آپ گھر پر اتنی توجہ نہ دیں لیکن لان کو ہمیشہ ہرا بھرا ہی رہنا چاہئے۔۔ ان کو بہت پسند ہیں رنگ برنگ کے پھول"

بریزے نے کچھ تعجب سے نظریں گھما کر عاشر کو دیکھا جو اپنی پڑھائی میں منہمک تھا۔

"حیرت سے کبھی اس بے بتایا ہی نہیں کے اسے پھول پسند ہیں"

"وہ کہاں کسی سے اپنے دل کی باتیں کرتے ہیں بیٹا"

"کئی دفعہ تو صرف پڑھائی کا بہانہ کر کے یہاں آتے ہیں۔۔اور سارا سارا دن اپنے کمرے میں بند رہتے ہیں۔۔نہ کچھ کھانے کا ہوش ہوتا ہے نہ پینے کا۔۔"

"تو آپ نے کبھی پوچھا نہیں اس سے کے کیوں پریشان ہے؟"

"ہم ملازم لوگ ہیں بیٹا۔۔ہماری اتنی حیثیت کہاں جو مالکوں کی ذاتی زندگی میں مداخلت کریں"

وہ لب دانتوں تلے دبائے پر سوچ نظروں سے گاہے بگاہے اسے دیکھ رہی تھی۔

آج تو اسے ایک الگ ہی عاشر کو جاننے کا موقع ملا تھا۔

"آپ بیٹھو بیٹا۔۔میں کھانے کا انتظام دیکھتی ہوں"

وہ کہہ کر کچن کی جانب بڑھ گئیں تو بریزے بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر اسی کے پاس آکر کرسی پر بیٹھ گئی۔

"کتنا کام رہ ہے گیا ہے تمہارا؟"اس نے بوریت سے پوچھا۔

"ابھی تو شروع کیا ہے"

جواب مصروفیت بھرا تھا۔"میں کچھ دیر کے لیے باہر چلی جاوں؟"

"نہیں"

"زیادہ دور نہیں جاوں گی۔۔قریب سے ہی واپس آجاوں گی"

"نہیں"

"پھر میں کیا کروں اس قید خانے میں؟"

"تم اپنی مرضی سے اس قید خانے کی قیدی بننے آئی ہو۔۔"

"ہاں معلوم ہے مجھے جتانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں نا کے میں سارا دن گھر میں بند ہی رہوں۔۔"

"کچھ دیر انتظا کرو۔ میرا کام ہو جائے گا تو میں لے جاوں گا تمہیں۔"

"صرف دس منٹ ہیں تمہارے پاس!" وہ حتمی انداز میں بولی۔

"میرا ابھی کافی کام رہتا ہے"

"مجھے نہیں معلوم۔۔ ورنہ میں اکیلی چلی جاوں گی۔"

"تم اکیلی اس گھر سے باہر نکلیں تو پہلی فرصت میں تمہیں حویلی چھوڑ کر آوں گا"

وہ کافی پر سکون انداز میں اسے وارن کر رہا تھا۔ "پتا نہیں کیوں کر لی میں تم سے شادی"

وہ منہ پھلا کر کہتی وہاں سے اٹھ گئی تھی۔

****

اگلی صبح وہ واپس جانے کے لیے تیار تھی۔ انس نے اس سے کہا تھا کے وہ بھی حویلی آئے گا۔ لیکن اپنے کاموں میں مصروف ہونے کی وجہ سے وہ وقت نہیں نکال پایا تھا۔

سعادت غازی نے فاز کو کہا تھا اسے گھر واپس لے جانے کے لئے۔۔

انس بھی اسے یہی کہا تھا کے فاز اسے لے جائے گا۔۔ لیکن وہ بنا کسی کو بتائے داریان کو کل رات ہی فون کر کے حویلی آنے کے لیے کہہ چکی تھی۔

فاز غازی اس کے لئے ناقابل برداشت انسان تھا۔۔ وہ اتنا سفر اس کی سنگت میں نہیں گزارنا چاہتی تھی۔

"کچھ دن ٹھہر جاتیں بیٹا۔۔"

حمنہ چاچی اسے گلے لگائے کہہ رہی تھیں۔۔ "میری اسٹیڈیز کا لاس ہو رہا ہے۔۔ ورنہ میں ضرور رک جاتی۔۔" مروت نبھاتے ہوئے وہ بھی زبردستی مسکراتے ہوئے ہوئے بولی۔۔ ورنہ تو بس دل چاہ رہا تھا کے جلد سے جلد اس حویلی سے نکل جائے۔

"چلو کوئی بات نہیں۔۔اپنی پڑھائی مکمل کر لو۔۔پھر تو تم نے مستقل یہیں آجانا ہے"

حمنہ غازی نے لاپرواہی سے کہا تو اس نے چونک کر انھیں دیکھا۔

"لیکن انس بھائی اور میرا کوئی ارادہ نہیں ہے یہاں شفٹ ہونے کا۔۔"

"ارے نہیں بیٹا میرا وہ مطلب نہیں تھا۔۔اصل میں تمہاری اور فاز کی شادی کے بعد تو تم نے یہیں رہنا ہو گا نا؟" وہ اپنی ہی کہے جا رہی تھیں جب کے ریشام اور رائمہ نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا۔۔

ان دونوں کی آنکھوں میں ماشا کے رد عمل کا خوف تھا۔

"ابھی یہ باتیں کرنے کی کیا ضرورت ہے بھابھی؟ ابھی تک تو انس سے بھی اس بارے میں بات نہیں ہوئی" رائمہ غازی نے ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے اشاروں کنائیوں میں انھیں خاموش رہنے کو کہا۔

"تو انس کون سا اعتراض کرے گا؟؟"

"انھیں بھلے اعتراض نہ ہو لیکن مجھے ہے۔۔۔" وہ اچانک ہی چھبتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"میں مر کے بھی اس حویلی میں شادی نہیں کروں گی جہاں میرے ماں باپ کے قاتل رہتے ہیں۔۔"

"ماشا۔۔پلیز۔۔" ریشام نے اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے خاموش رہنے کو التجا کی۔۔

"میں کیسے خاموش ہو جاوں؟۔۔ابھی تک میں صرف اپنے بھائی کی وجہ سے برداشت کر رہی تھی لیکن ایک بات آپ سب میری دھیان سے سن لیں۔۔اگر کسی نے ایسا سوچا بھی تو اچھا نہیں ہو گا۔۔"

"تم اپنے ماں باپ کے قتل کا الزام ہم سب پر لگا رہی ہو؟"

"کیوں کے یہی سچ ہے۔۔"

"تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی ہے یہ کہنے کی؟ ایک تو ہم تمہیں یتیم سمجھ کر تمہارے سر پر ہاتھ رکھ رہے ہیں۔۔ تمہیں سہارا دے رہے ہیں اور تم ہمیں ہی برا بنا رہی ہو؟؟"

Mahira Zaynab Khan Novel

حمنہ غازی کے الفاظ تیر کی طرح اس کے دل میں پیوست ہوتے جا رہے تھے۔۔آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

"آپ کو میری وجہ سے خود کو پریشان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔میں یتیم ہوں لیکن لاوارث نہیں ہوں۔۔میرا بھائی موجود ہے میری فکر کرنے کے لئے۔"

ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے اس نے چبا کر کہا۔۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟"

وہ جو سعادت غازی کے کمرے میں بیٹھا ان کی ہدایتیں سن رہا تھا۔شور کی آواز پر تیزی سے سیڑھیاں اترتے ترنت نیچے پہنچا تھا۔ جہاں ماحول میں کافی تناو محسوس ہو رہا تھا۔

"میری بات تم کان کھول کر سن لو اور اپنے گھر والوں کو بھی بتا دو میں تم سے شادی کرنے کے بجائے زہر کھا کر مرنا پسند کروں گی۔۔"

ماشا کے آگ اگلتے الفاظ سن کر اسے سچویشن کا اندازہ اب بخوبی طور پر ہو چکا تھا۔ملامت بھری نظروں سے اس نے اپنی ماں کو دیکھا۔جیسے کہہ رہا ہو کے میں نے منع بھی کیا تھا ابھی اس بارے میں کوئی بات نہ کی جائے۔۔

"آئم سوری ماشا۔۔ان کی طرف سے میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔"

"تم کیوں اس سے معافی مانگ رہے ہو؟؟ایک تو ہم اس کا بھلا سوچ رہے تھے الٹا یہ تو ہمیں ہی باتیں سنا رہی ہے۔۔"وہ تلخ لہجے میں بولیں تو ماشا نے سر سے ڈھلکتی چادر کو ٹھیک کرتے ہوئے زخمی سے لہجے میں گویا ہوئی۔

"مجھے آپ کے بھلے کی کوئی ضرورت نہیں ہے!"

اندرنی عمارت سے نکل کر وہ باہر پورچ میں آئی۔۔بیگ میں سے فون نکال کر اس پر نمبر ڈائل کرنے لگی۔اس کے ہاتھ کپکپاہٹ کا شکار تھے۔جب کے آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔اپنی اتنی تذلیل اس نے کبھی زندگی میں نہیں دیکھی تھی۔"ماشا میری بات سنیں۔۔۔"وہ بھاگتے ہوئے اس کے پیچھے آیا تھا۔

"دور رہو تم مجھ سے!!"

"اوکے فائن پلیز میری بات سن لیں آپ ایک بار۔۔"

دونوں ہاتھ اٹھائے وہ تحمل سے بولا۔۔"تمہاری ماں نے جو مجھے سنایا ہے وہ کافی نہیں ہے جواب تمہیں بھی اپنا حصہ ڈالنا ہے؟"

"آپ اچھے سے جانتی ہیں میں آپ کے بارے میں ایسا نہیں سوچتا!"

وہ ملتجی لہجے میں بولا۔کسی بھی صورت اس ناراض لڑکی کو منانا چاہتا تھا۔

جبھی کھلے مین گیٹ سے داریان کی گاڑی اندر داخل ہوئی۔۔ماشا وہیں ٹھہر گئی۔۔اس کے گلابی چہرے پر آنسو تواتر سے بہہ رہے تھے۔۔دل تو کرچیوں میں بٹتا جا رہا تھا۔

ڈرائیونگ سیٹ سے اتر کر باہر نکلتے ہوئے داریان نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔واپسی پر سعدین حویلی سے اسے ہمیشہ تحفے کے طور پر آنسو ہی ملتے تھے۔

"ماشا؟سب ٹھیک ہے؟"اس نے نرمی سے پوچھا تو وہ اس کے بازو پر سر ٹکائے سارے ضبط کھو چکی تھی۔

اس کے پیچھے آتے فاز کے قدم کچھ دور ہی تھمے تھے۔شدید ناگواری کا احساس اس کے رگ وپے میں اترا۔

"کیا ہوا ہے ماشا؟"داریان نے اپنے بازو پر سر رکھے روتی ماشا سے استفسار کیا۔ساتھ ہی ناقابل فہم نظروں سے فاز کو دیکھا۔"آپ مجھے گھر لے چلیں۔۔مجھے یہاں نہیں رہنا۔۔"آنسوں کے درمیان وہ بمشکل بولی۔

"پہلے بتاؤ تو سہی کے ہوا کیا ہے؟"وہ اس کے رونے پر فکر مند تھا۔

"تمہیں ہمارے ذاتی معاملے میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔تم یہاں سے جا سکتے ہو۔ماشا کو میں خود ان کے گھر ڈراپ کر دوں گا!"

فاز نے پتھریلے لہجے میں دوٹوک کہا۔"

"میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔۔"

وہ زہر خند لہجے میں بولی۔"ماشا آپ پلیز میری بات تو سن لیں ایک بار۔۔"

"میں تمہاری کوئی بات نہیں سننا چاہتی۔۔نہ ہی اس حویلی اور اس کے لوگوں سے کوئی تعلق رکھنا چاہتی ہوں۔۔بہتر ہو گا تم لوگ اپنی رشتے داری میرے بھائی تک ہی محدود رکھو۔۔"وہ لب بھینچے کھڑا اس کے زہر میں ڈوبے الفاظ سنتا رہا۔۔

جبکے داریان خاموش کھڑا تھا۔وہ ان دونوں کے درمیان کچھ نہیں بول رہا تھا۔

ریلنگ پر دونوں کہنیاں ٹکائے کھڑے وہ کافی دیر سے وہ تنہا کھڑا تھا۔رات کی گہری خاموشی میں سارے جہاں نے کچھ دیر کے لئے آنکھ موند لی تھی۔ساری افراتفری اور شور وغل سے پاک فضا اس وقت بہت پر سکون اور چپ چپ سی تھی۔صرف یک یخ بستہ ہوائیں تھیں جنھوں نے اپنا راج قائم کر رکھا تھا۔

دفعتاً اسے اپنے پیچھے سے کسی کے قدموں کے قریب آنے کی چاپ سنائی دی تھی۔وہ نووارد کی چاپ کو پہنچانتا تھا۔اس لیے گردن موڑ کر اسے دیکھنے کے بجائے سابقہ حالت میں کھڑا رہا۔ٹیرس پر موجود دیوار کے ساتھ ساتھ سجے گملوں میں سبز پتے ہوا کے دوش پر جھومتے مسرور سے تھے۔جب کوئی اس کے برابر میں آ کھڑا ہوا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے ساتھ ہی استفسار کیا۔کورٹ کے کام نمٹا کر وہ اب گھر پہنچا تھا۔اور جب معلوم ہوا کے وہ ٹیرس پر موجود ہے تو فریش ہو کر سیدھا اس کے پاس آیا تھا۔

"جب لوگ سچا عشق کرتے ہیں تو اس میں جان تک دینے سے نہیں ہچکچاتے۔یا تو اپنے عشق کو پا لیتے ہیں یا پھر مر جاتے ہیں۔

نہ مجھے میرا عشق نصیب ہوا اور ناموت میرا مقدر بن رہی ہے۔۔میرے عشق میں کسی چیز کی کمی رہ گئی ہے کیا؟" وہ دھیمی آواز اور خوابیدہ سے لہجے میں بول رہا تھا۔

"فضول باتیں مت کرو۔۔ضروری نہیں ہے ہر کسی کے نصیب میں محبت کا حاصل ہو جانا لکھا ہو۔۔بعض کو عنایت کر دی جاتی ہے بعض کو آزمائش کے لئے چن لیا جاتا ہے"

"آزمائش؟" اس نے ذرا سا رخ موڑ کر حتان کو دیکھا۔

"آزمائش تو انھی چیزوں کی جاتی ہیں جو انسان کے لئے اس کی جان سے بڑھ کر ہوتی ہے۔۔میرے خیال سے اس میں سب سے اول اس کی محبت ہی تو ہوتی ہے۔

وہ ہلکے سے شانے اچکا کر بولا لیکن عبیر نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔خاموش اور خالی نگاہوں سے دور آسمان کو دیکھے جا رہا تھا۔جہاں نا چاند موجود تھا اور نا ہی بادلوں کا راج تھا۔کہیں اکا دکا سے جگنوؤں کی مانند ستارے سے ٹمٹما رہے تھے۔

"دنیا والوں نے محبت کو بہت زیادہ اوور ریٹڈ بنا رکھا ہے۔ٹھیک ہے اچھی بات ہے اگر کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو غلط نہیں ہے۔لیکن لوگ دیوانے کیوں ہو جاتے ہیں؟ محبت کو ہی اپنا دین دھرم بنا لیتے ہیں۔جیسے کے اگر یہ نا ملی تو بس زندگی میں کچھ کرنے کے لیے بچا ہی نہیں ہے۔فل اسٹاپ لگا دیتے ہیں۔

"اپنی فیملی، فرینڈز، جاب بزنس اپنے خواب، خواہشات ان کے لیے ناکام محبت کے بعد کچھ بھی معنی نہیں رکھتا۔"

"کیا کہہ سکتے ہیں؟ انسان کی فطرت ہی یہی ہے۔جو چیز دسترس میں نہیں ہوتی وہی مٹھی میں قید کرنے خواہش تل تل مرنے پر مجبور کرتی ہے۔"

عبیر کی بھاری سی آواز فضاوں کی طرح گھمبیر اور بوجھل تھی۔

"تم نے کئی عرصے سے اپنی ناکام محبت کا ذکر نہیں کیا تھا۔مجھے لگا تم موو آن کر چکے ہو۔"

"موو آن کرنا آسان ہے کیا؟ لوگوں کے لئے کہنا بہت آسان ہوتا ہے کے اپنی محبت کو بھول جاو۔کیا ہوا اگر نہیں حاصل ہوئی تو۔لیکن جس پر گزرتی ہے نہ صرف اس کا دل ہی جانتا ہے۔"

"یار تم نے بھی کیا دل کا روگ بنالیا ہے؟ ابھی تم نے اپنی زندگی میں بہت کچھ کرنا ہے۔ اتنے کام تمہارے پینڈنگ پڑے ہیں۔"

حتان نے ہلکے پھلکے سے انداز میں ماحول میں چھائی ہوئی کثافت کو دور کرنے کی کوشش تھی۔

"سارا دن انھی کاموں کی فکر اور سوچ میں مصروف رہتا ہوں۔ میرا اپنی ذات پر اتنا سا بھی حق نہیں کے کچھ وقت اپنے لئے نکال کر اپنے بارے میں سوچ سکوں؟"

"تم اپنے بارے میں سوچتے ہی کہاں ہو۔ صرف اس لاحاصل محبت کی یادوں میں کھوئے رہتے ہو۔"

"میرا وجود اسی سے مکمل ہوتا ہے!"

"وہ کسی کے نکاح میں ہے۔ انجان بن کر کیوں اس کے بارے میں سوچے جا رہے ہو؟"

اب کے حتان کے چہرے پر دبا دبا سا غصہ چھلکنے لگا تھا۔

"کسی کے نکاح میں ہے تو کیا کروں؟ محبت تو وہ میری ہی رہے گی۔"

"پھر ایک دفعہ اجازت دے دو مجھے کے اس انس غازی کے وجود کے ہزار ٹکڑے کر دوں۔" اس نے لفظوں کو چبا کر ادا کیا۔

"ریلیکس وکیل صاحب ریلیکس! اس کی جانب گھومتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

"بے شک وہ قابل نفرت ہے لیکن اتنی آسانی سے اسے مرنے نہیں دوں گا میں۔"

"میری زندگی کو تباہ کرنے میں صرف اسی کا ہاتھ ہے۔ اس کی زندگی بھی جہنم بنائے بغیر میں چین سے نہیں مروں گا۔"

اس کے لہجے کی طرح اس کے چہرے پر بھی پتھروں کی سی سختی در آئی تھی۔

"چھوڑو ان بیکار کی باتوں کو۔ لڑکے کھانے پر تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ موڈ ٹھیک کرو اپنا۔"

اس کی گردن میں بازو ڈالے اس نے نرمی سے کہا تو گہری سانس بھرتے ہوئے وہ اپنے اندر کے اشتعال کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"رانا کے کیس کا کیا بنا؟ جیت گئے ہو یا ہار کر آئے ہو؟"

عبیر کو اب پوچھنے کا خیال آیا تھا۔ صبح کا گیا ہوا وہ رات کے اس وقت گھر لوٹا تھا۔ کورٹ کچہری کے علاوہ اس کے آفس کے بھی کئی سارے کام تھے جنھوں نے اسے سارا دن مصروف رکھا تھا۔

"اللہ کا بہت فضل ہے مجھ پر۔ ناکامی میری قسمت میں نہیں لکھی!" اس کی خود پسندی عود کر آئی تھی۔ فخریہ انداز میں اسے باور کروایا۔"

ان کا رخ نیچے کی عمارت کی جانب تھا۔ کچھ دیر پہلے جن کی آوازوں نے ماحول کی خاموشی کو اپنی آوازوں سے توڑ رکھا تھا۔ اب ان کی مدھم پڑتی اور دور جاتی آوازوں کے باعث پھر سے ایک بوجھل پن سا وہاں گھلنے لگا تھا۔

سارے جہاں سے اپنی روشنیاں سمیٹتا سورج دور پہاڑوں میں غروب ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔ اونچے نیچے پتھریلے راستوں پر چلتے ہوئے وہ ڈھلان کی طرف جا رہے تھے۔۔ اس علاقے میں اکا دکا گھر ہی بنے تھے وہ بھی آبادی سے دور اونچائی پر واقع تھے۔

"اور کتنی دور ہے؟؟"

اس کے بازو کا سہارا لے کر چلتی بریزے کے لہجے میں اکتاہٹ اور تھکان تھی۔ کافی منتیں کرنے کے بعد عاشر اسے باہر لے جانے پر رضامند ہو گیا تھا۔۔ اس نے کہا تھا کے وہ اسے جھیل دکھانے لے جائے گا۔۔ لیکن اتنی دیر تک چلنے کے بعد بھی جب اسے جھیل کے کوئی آثار نہ دکھائی دیے تو وہ پوچھ ہی بیٹھی۔۔۔

"بس تھوڑا سا اور چلنا ہے۔۔ زیادہ دور نہیں ہے۔۔"

"تم اتنی دیر سے یہی کہے جا رہے ہو۔۔ مجھے نہیں جانا کہیں بھی۔۔"

وہ منہ پھلا کر کہتی وہیں بڑے سے پتھر پر بیٹھ گئی۔۔

"دیکھو ہمارے پاس پہلے ہی بہت کم ٹائم رہ گیا ہے۔۔ اگر سورج ڈوب گیا نہ تو وہاں جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اور پھر واپسی میں بھی اندھیرے ہو جائے گا تو مشکل ہو گی گھر تک آنے میں۔۔"

"تم اتنی دیر سے کیوں نکلے گھر سے ؟؟۔۔ میں تمہیں کب سے کہہ رہی تھی نہ چلنے کے لئے۔۔ لیکن تم سنتے ہی کہاں ہو میری بات ؟"

بلیک شال کے ہالے میں دمکتا اس کا چہرہ ٹھنڈ سے گلابی پڑ رہا تھا۔۔

"اچھا ٹھیک ہے میری غلطی ہے۔۔ لیکن ابھی تو اٹھو یہاں سے۔۔" عاشر نے اس کا بازو پکڑ کر اٹھاتے ہوئے دوبارہ اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔

"میں نے اپنی پوری زندگی میں تمہیں پہلی بار اپنی غلطی تسلیم کرتے دیکھا ہے۔" اس نے لہجے میں حیرانگی سمو کر کہا۔ "جب میری غلطی ہوتی ہے میں مان بھی لیتا ہوں۔۔ تمہاری طرح نہیں ہوں جو غلط ہوتے ہوئے بھی اپنی بات پر ڈٹ جاوں۔۔"

"کہنا کیا چاہتے ہو تم ؟؟" وہ کینہ طوز نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔۔۔

"یہ دیکھو پہنچ گئے ہم۔۔" بریزے نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو سامنے ہی ایک جھیل تھی۔ جس کے آس پاس بڑے بڑے پتھر تھے۔۔

پہاڑوں کے بیچ سے نکلتا آبشار کا شور مچاتا پانی اس جھیل میں گر رہا تھا۔

دیو قامت پہاڑوں کے پیچھے چھپتے سورج کی ہلکی ہلکی سی کرنیں اس جھیل کے نیلے پانی میں پڑتے ہوئے ایک سنہرا سا تاثر دے رہی تھی۔۔

آبشار سے گرتے پانی کا شور۔۔ ٹھٹھراتی مسرور ہوائیں۔۔ وہ مسمرائز سی ہوتی ایک بڑے سے پتھر پر جا بیٹھی۔۔ "صبح کے وقت تو یہ منظر اور بھی حسین ہوتا ہے۔۔ لیکن اس وقت تو آپ گہری نیند میں ہوتی ہیں اسی لئے آپ کو ابھی لے کر آیا ہوں۔۔"

"اگر تم مجھے بتا دیتے کے یہ دکھانے کے لیے لا رہے ہو تو میں اٹھ جاتی۔۔"

وہ بنا برا مانے بولی۔۔ وہ چند قدم کے فاصلے پر سینے پر بازو باندھے کھڑا تھا۔۔

یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا بنا پلکیں جھپکائے۔۔

بریزے کے لیے وہ ڈھلتی شام کا منظر سحر انگیز کرنے والا تھا جبکے عاشر کے لئے وہ منظر محظ تب تک خوبصورت تھا جب تک بریزے اس کا حصہ نہیں بنی تھی۔

اب تو اسے جیسے اس جگہ سے عشق ہو چلا تھا۔ آس پاس کئی طرح کے خوش رنگ پھولوں کی بہار تھی۔

وہ جگہ اس کی تنہائی کی ساتھی تھی۔ اس کی خاموشیوں کو سنتی اس کی دلجوئی کرتی تھی۔

وہاں کتنے ہی پل اس نے تنہا گزارے تھے۔ وہ جب بھی وہاں آتا تھا اس جھیل کے پاس بھی گھنٹوں بیٹھا کرتا تھا۔ آبشار سے گرتے پانی کی تیز بوندیں اس نے کتنی ہی اپنے چہرے کو بگھوتی محسوس کی تھی۔

کئی بار اس نے سورج کو پہاڑوں سے نکلتے اور ڈوبتے دیکھا تھا۔

وہ جگہ ایسی تھی جہاں وہ تنہا بھی کئی دن گزار سکتا تھا۔

لیکن آج اس کی تنہائی میں وہ لڑکی مخل ہوئی تھی۔ جسے وہ وہاں ہمیشہ بیٹھ کر سوچا کرتا تھا۔ اس کی تلخ باتوں کو یاد کر کے اپنے دل کو دکھاتا رہا تھا۔

بریزے آج پہلی بار وہاں آئی تھی۔ لیکن عاشر سے پوچھا جاتا تو وہ کہتا کے وہ وہاں سے کبھی گئی ہی نہیں تھی۔

جس راز محبت کو وہ سب سے چھپاتا پھرتا تھا۔ اس جھیل کے پاس آ کر اپنے اوپر سے قابو کھو بیٹھتا تھا۔ وہاں وہ بنا کسی ڈر و خوف کے کتنے ہی پل اس کی یادوں میں گزارتا تھا۔ محبت کے دھیمے سروں میں بجتے گیت اس کی سماعتوں بخوبی پہنچ رہے تھے۔۔

لیکن شاید بریزے انھیں نہیں سن پا رہی تھی جبھی تو چہرہ موڑ کر اس نے عاشر کی جانب دیکھا تک نہیں تھا جس کی نگاہوں میں اس وقت کتنے ہی جگنو چمک رہے تھے۔۔

"اتنی خوبصورت جگہ ہے۔۔ کیا یہاں بھی پریاں اترتی ہیں؟"

پیروں میں سے جوتے اتار کر جھیل کے ٹھنڈے پانی میں ڈالتے ہوئے اس نے عاشر سے استفسار کیا۔ "پریوں کا تو نہیں معلوم۔۔ لیکن آج اس جھیل نے ایک چڑیل کو ضرور دیکھا ہے۔۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

بریزے نے خفگی سے اسے دیکھا جس کی آنکھیں اس کے لفظوں کا ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔ "ٹھنڈ سے بیمار پڑنے کا ارادہ ہے تمہارا؟"

اس کے نزیک بیٹھتے ہوئے جھیل میں سے اس کے پیر نکال کر جوتے پہناتے ہوئے اس کی براون آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

ٹھنڈے پیروں پر اس کے ہاتھوں کا لمس محسوس کر کے وہ نروس ہو گئی تھی

"پہن لوں گی میں۔۔"اس کے ہاتھ اپنے پیروں پر سے ہٹانا چاہا تو اس نے بریزے کے دونوں ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لے لیا۔۔

وہ کچھ کہہ نہیں رہا تھا۔۔ خاموشی سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔۔

بس دیکھے جا رہا تھا۔ جیسے پہلی بار اسے دیکھ رہا ہو

یا پھر اس کے علاوہ کچھ اور نہ دیکھنے کی قسم کھالی ہو۔

اسکی دل کی دھڑکنیں بڑھتی ہی جا رہی تھیں۔

اتنی دور انجان جگہ پر وہ اس کے ساتھ اکیلی تھی۔۔

"تمہارا مجھے اس جھیل میں پھینکنا کا ارادہ تو نہیں ہے نا عاشر؟"

اس کے لہجے میں کپکپاہٹ واضح تھی۔

"دیکھو۔۔ ہمیشہ میری غلطی میری نہیں ہوتی تھی۔۔

وہ اسے اس کے ارادے سے باز رکھنا چاہتی تھی۔ عاشر کا اس قدر سنجیدہ انداز اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"تم مجھ سے لڑنے میں ہمیشہ اتنی مصروف رہیں بریزے غازی۔۔ کبھی میری آنکھوں کو پڑھنے کی کوشش نہیں کی۔۔ ایک بار بھی نہیں۔۔"

وہ اس کے قدموں میں بیٹھا تھا۔ بریزے کو اسے گردن جھکا کر دیکھنا پڑ رہا تھا۔۔

جبکے وہ سر اٹھا کر براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

آسمان پر ڈیرہ ڈالے سیاہ بادلوں نے برسنے کا قصد کر ہی لیا تھا۔ بارش کی بوندیں اس کے چہرے پر ٹپ ٹپ برس رہی تھیں۔

اس سے بے نیاز وہ اس کی جان کے درپے تھا۔ جس کا سارا خون سمٹ کر چہرے پر آ چکا تھا۔ عاشر کی گرفت میں موجود اس کے ہاتھ کپکپاہٹ کا شکار تھے۔

"تم صحیح کہتی ہو۔۔ تمہاری غلطی نہیں تھی۔۔ ساری غلطی میری تھی۔۔ جو تمہاری سرد مہری اور نفرت کے باوجود بھی تمہاری محبت میں اتنا آگے بڑھتا گیا کے اپنے آپ سے سے غافل ہو گیا۔۔"

"یہ۔۔ تم کہا کہہ رہے ہو"

خشک لبوں پر زبان پھیرتی وہ اپنی نروسنز کو جھنجھلاہٹ کا روپ دیتی اس کی گرفت سے اپنے ہاتھ کھینچ کر جھٹکے سے اٹھی۔ جانے کس احساس کے تحت اس کے گال دہک رہے تھے۔

اس کی طرف سے رخ موڑے تیز ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ وہ آبشار کو دیکھنے لگی۔

کچھ ہی لمحے سرکے تھے کے اپنے شانوں پر ہلکا سا بوجھ محسوس کر کے وہ فور آ مڑی۔

جب تک وہ اسے اپنی گرم شال اسے اوڑھا چکا تھا۔

اس کی جیکیٹ تو وہ پہلے ہی ضد کر کے لے چکی تھی۔ زرا سی ٹھنڈ بھی اسے بخار میں مبتلا کر دیتی تھی۔

"تم۔۔ بیمار پڑ جاو گے۔۔" جھجھکتے ہوئے اس کی شال ہٹانی چاہی تو وہ روک گیا۔

"میری خیر ہے۔۔ تمہارا بیمار پڑنا افورڈ نہیں کر سکتا میں!"

اس کے نزدیک آ کر اس کی شال ٹھیک کرتے ہوئے وہ نرمی سے بولا۔

اتنا کچھ اوڑھنے کے باوجود وہ کانپ رہی تھی جب کے وہ صرف بلیک ہائی نیک پہنے ہوئے بھی پر سکون کھڑا تھا۔

"تم مجھے خوفزدہ کر رہے ہو۔۔"

اس کی براون آنکھیں جھلملا رہی تھیں۔ لفظ کانپ رہے تھے۔ چہرہ گلابی پڑتا جا رہا تھا۔

اس کی ڈری ہوئی آواز سن کر وہ بے ساختہ ہی مسکرایا تھا۔

"یہاں سے واپس جائیں گے تو ایک ڈراؤنا خواب سمجھ کر بھول جانا۔۔ لیکن جب تک یہاں ہیں مجھے بولنے سے مت روکو۔۔ میں اب تھک چکا ہوں اپنی باتوں کو دل میں رکھتے رکھتے۔۔"

اس کے گال پر اپنا ہاتھ رکھے وہ تھکن زدہ سا بولا۔

وہ سانسیں روکے اسے دیکھ رہی تھی۔ جہاں اس کی نگاہوں میں بریزے نے پہلی بار اپنے عکس کو جھلملاتے دیکھا تھا۔

وہ اسے ایک ایک بات بتاتا چلا گیا تھا۔ اپنا دل اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا تھا۔ جیسے آج کے بعد دوبارہ اسے یہ موقع میسر ہی نہیں آئے گا۔ پربتوں اور پہاڑوں کو گواہ بنا کر وہ اپنی اس محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ جس نے اسے ایک پل چین نہیں لینے دیا تھا۔ اور وہ بس دم سادھے یک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"آپ کو کیا ضرورت تھی اس سے وہ باتیں کہنے کی؟؟"

وہ شدید بپھرا ہوا تھا۔ "ایسا بھی کیا کہہ دیا ہے میں نے اسے؟ اور تم مجھ سے یہ کس لہجے میں بات کر رہے ہو فاز؟" حمنہ غازی کو اس کا انداز سخت ناگوار لگا تھا۔

"آپ کو نہیں پتا آپ نے کیا کچھ کہا ہے اسے۔"

"بس بات کو یہیں ختم کر دو۔۔"

"کیسے بات کو ختم کر دوں؟"

"تمہیں اتنا غصہ آخر کس بات پر آ رہا ہے؟" وہ سمجھنے سے قاصر تھیں۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"آپ اچھے سے جانتی ہیں مجھے کس بات پر غصہ آرہا ہے "اس کی آنکھیں ضبط سے گلابی ہو رہی تھیں۔چبا چبا کر کہتا وہ وہاں رکا بھی نہیں تھا۔

"بلکل ہی پاگل ہو گیا ہے "حمنہ غازی بڑبڑا کر رہ گئیں۔

"تم نے بھی بہت زیادتی کی ہے حمنہ۔۔کہنے سے پہلے ایک بار تو سوچ لیا ہوتا"

رائمہ غازی کے انداز میں بھی افسوس تھا۔

"آپ کو کیا ضرورت تھی اس سے وہ باتیں کہنے کی؟؟"

وہ شدید بپھرا ہوا تھا۔"ایسا بھی کیا کہہ دیا ہے میں نے اسے؟اور تم مجھ سے یہ کس لہجے میں بات کر رہے ہو فاز؟"حمنہ غازی کو اس کا انداز سخت ناگوار لگا تھا۔

"آپ کو نہیں پتا آپ نے کیا کچھ کہا ہے اسے۔"

"بس بات کو یہیں ختم کر دو۔۔"

"کیسے بات کو ختم کر دوں؟"

"تمہیں اتنا غصہ آخر کس بات پر آرہا ہے؟"وہ سمجھنے سے قاصر تھیں۔

"آپ اچھے سے جانتی ہیں مجھے کس بات پر غصہ آرہا ہے "اس کی آنکھیں ضبط سے گلابی ہو رہی تھیں۔چبا چبا کر کہتا وہ وہاں رکا بھی نہیں تھا۔

"بلکل ہی پاگل ہو گیا ہے "حمنہ غازی بڑبڑا کر رہ گئیں۔

"تم نے بھی بہت زیادتی کی ہے حمنہ۔۔کہنے سے پہلے ایک بار تو سوچ لیا ہوتا"

رائمہ غازی کے انداز میں بھی افسوس تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

چوکیدار نے بڑا سا گیٹ کھولا تو ایک سیاہ مرسڈیز پتھریلی روش پر چلتی اندر آ رکی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ سے اترتے ہوئے اس نے سر کے خم سے چوکیدار کے سلام کا جواب دیا۔

پورچ میں کھڑی گاڑیوں کی تعداد عام دنوں کے مقابلے میں زیادہ معلوم ہوئی تھی۔ صرف چھ گاڑیاں تو حتان کی ذاتی تھیں۔ لیکن اس کے علاوہ بھی مختلف ماڈلز کی گاڑیاں وہاں کھڑی ہونے کی وجہ سے اندازہ ہو رہا تھا کے داؤد مینشن میں آج دوسرے لوگوں کی بھی آمد ہوئی تھی۔

ٹخنوں سے کچھ اوپر تک آتے سیاہ اسکرٹ پر وائٹ بلاوز پہنے اس کے سنہری بالوں میں کرلز ڈلے تھے۔ سامنے کی جانب سے کچھ بالوں کو پیچھے کر کے انھیں چھوٹے سے کیچر میں قید کر رکھا تھا۔ جس پر سیاہ رنگ کا ربن بھی لگا ہوا تھا۔

لیکن دو بل کھاتی لٹے اس کے چہرے کے دائیں بائیں جھول رہی تھیں۔ ہینڈ بیگ ہاتھ میں اٹھائے، نازک سی اونچی ہیلز پہنے روش پر چلتے ہوئے اس کا رخ اندر کی جانب تھا۔

"کیا بات ہے۔۔ یہاں تو شہر کے سارے شریف اکھٹا ہیں۔"

ڈائننگ ہال کے دروازے سے شانہ ٹکا کر کھڑے ہوتے ہوئے اس نے اندر کے ماحول کر بغور دیکھتے ہوئے ستائشی انداز میں ابرو اٹھا کر کہا۔ ساتھ ہی آہستگی سے دونوں بازو بھی سینے پر لپیٹ لئے تھے۔

سربراہی کرسی پر عبیر بیٹھا تھا۔ اور باقی کرسیوں وہ چاروں براجمان تھے۔ عبیر اور حتان کے علاوہ ان تینوں نے کورس میں اسے سلام کیا تھا۔

"اور تم شریفوں کے کھانے پر نظر لگانے آگئی ہو۔"

حتان کی بیزاریت بھری آواز پر اس کی آنکھوں میں تیز پن چھلکا تھا۔

"میڈم کی نظر صرف کھانے پر نہیں بلکے پورے داؤد مینشن پر ہے۔" چاول کا چمچ بھر کر منہ میں ڈالتے ہوئے نوفل نے شوخ سے انداز میں چھیڑا۔

"یاد دلانا ضروری ہے اسے؟ وہ بھولنا بھی چاہے گی تو تم لوگ اسے بھولنے نہیں دو گے۔" حتان نے ایک تیز نظر سے نوفل کو نوازا تھا۔

"وہم ہے تمہارا کے میں اسے بھولنے کی کوشش کروں گی" ناک چڑھا کر اس نے نخوت سے کہا۔ جہاں سرمد اور نوفل کا قہقہہ گونجا تھا وہیں حتان نے افسوس سے نفی میں سر ہلایا۔

"اسٹڈی میں ویٹ کر رہی ہوں تمہارا۔ ڈنر ختم کر کے وہیں آ جانا کچھ بات کرنی ہے تم سے۔"

کچھ ناراض سے لہجے میں اسے کہا۔

"اسٹڈی میں لے جا کر بات کرو یا پھر پوری دنیا کے سامنے، لیکن یہ بات ذہن نشین کر لو کے داؤد مینشن کی ایک اینٹ بھی تمہیں لے جانے نہیں دوں گا۔"

نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے وہ دو ٹوک انداز میں سمجھا رہا تھا۔

"مجھے کسی اور بارے میں بات کرنی ہے حتان!"

بیزاری سے کہتے ہوئے وہ پلٹ گئی تھی۔

وہ جب ڈنر ختم کر کے اسٹڈی میں آیا تو دونوں ہاتھوں میں دو کافی کے مگ تھام رکھے تھے۔ ایک سنبل کی جانب بڑھایا جو اس کی آرم چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اور دوسرا مگ لے کر سنگل صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کل صابر بنگش کیس کی آخری پیشی ہے نا؟"

حتان کے استفسار پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ "وہ تو سمجھو ختم ہو گیا۔ اس کا فیصلہ میرے حق میں ہی آئے گا۔" اس نے تلخ کافی کا خوشبودار گھونٹ بھرتے ہوئے اعتمادی سے کہا۔

"اور اس کا سارا کریڈٹ مجھے جاتا ہے۔"

سنبل نے تیز نظر سے اسے دیکھا۔ لیکن پھر تاثرات ڈھیلے چھوڑ دیے۔

"رکھ لو تم سارا کریڈٹ۔۔۔ میں یہاں تم سے غازی کے بارے میں بات کرنے آئی ہوں۔۔"

عبیر کے ذکر پر وہ سنجیدہ ہو کر بیٹھا۔ "کورٹ میں کافی افواہیں گردش کر رہی ہیں۔ اس کے واپس آنے کی خبریں اور اسے۔۔ اریسٹ کرنے کی خبریں۔۔"

کپ کی سطح پر انگلی پھیرتے ہوئے وہ حتان کے سنجیدہ سے تاثرات جانچ رہی تھی۔

"مجھے نہیں معلوم کے ان کے پاس کس قسم کے گواہان اور ثبوت موجود ہیں لیکن وہ جلد ہی کوئی کاروائی کرنے والے ہیں۔۔ نوفل نے تم سے ذکر نہیں کیا اس بارے میں؟"

اس کے استفسار پر حتان نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر مگ لبوں سے لگا کر کافی کا گھونٹ بھرا۔

"ڈونٹ وری۔۔ میں نے اسٹریٹیجی ترتیب دے رکھی ہے۔۔ لیکن مجھے یہ آئیڈیا نہیں تھا کے اس کی واپسی کی خبر اتنی جلدی پھیل جائے گی۔"

"اس سے گھر میں سکون سے بیٹھا ہی کہاں جاتا ہے؟ جب دیکھوں سر مد کے ساتھ کہیں نہ کہیں نکلا ہوا ہوتا ہے۔۔ نظروں میں تو اس نے آنا ہی ہے نا پھر؟ نہ وہ کوئی احتیاطی تدابیر کرتا ہے۔ نہ گارڈز ساتھ ہوتے ہیں نہ پسٹل ساتھ رکھتا ہے۔"

سنبل نے بات ختم کر کے اسے دیکھا۔ جو بنا کچھ کہے اسے دیکھے جا رہا تھا۔

"کیا؟" اس نے شانوں کو حرکت دیتے ہوئے ابرو کے اشارے سے اس کی خاموشی کی وجہ جاننی چاہی۔

"تم اگر مجھے اس سے بدگمان کرنے کی کوشش کر رہی ہو تو پہلی فرصت میں یہاں سے چلتی پھرتی ہوئی نظر آو۔۔"

اس کی بات سنبل کو بری طرح کھلی تھی۔ وہ جھٹکے سے اٹھی۔ "ہاں بلکل۔۔ تم اسے کچھ کیوں کہو گے بلکے تم اسے کچھ کہہ ہی نہیں سکتے۔۔ چلتی کہاں ہے تمہاری اس کی سامنے۔۔"

وہ کچھ ناراضگی اور طنز سے کہہ رہی تھی۔

"میں نے کبھی اس بات سے انکار نہیں کیا۔۔ میں مانتا ہوں اس کے سامنے میری نہیں چلتی۔۔"

سنبل نے بس ایک بدگمان سی نظر اس پر ڈالی۔ اتنی محبت کا اظہار اس نے کبھی اپنی سگی بہن کے لیے نہیں کیا تھا جتنا وہ عبیر کے لیے کرتا تھا۔

"سر پر چڑھا رکھا ہے تم نے اسے۔۔"

"تم اس سے اتنا جیلس کیوں ہوتی ہو لٹل ڈک؟"

حتان نے جان کر کے اس کا وہ نام لیا تھا جس پر وہ ہمیشہ چڑ جاتی تھی۔

"کیا وہ اس قابل ہے جو مجھے اس سے جیلس ہونا پڑے؟ مجھے بس تمہاری فکر ہے۔ میں نہیں چاہتی اس کی وجہ سے تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔"

تنفر سے کہنے کے بعد آخر میں پلکیں گرائے وہ کچھ افسردگی سے بولی۔ حتان مگ ایک طرف رکھتے ہوئے اٹھ کر اس کے نزدیک آیا۔ پھر آہستگی سے اسے اپنے ساتھ لگایا۔

"تم صرف اوور تھنک کر رہی ہو سنبل۔۔ نہ مجھے کچھ ہو گا اور نہ ہی میں اسے کچھ ہونے دوں گا۔۔ چلو اپنا موڈ ٹھیک کرو اب۔۔"

اس نے نرم لہجے میں کہا۔ وہ اتنی اداس اور غمگیں کبھی بھی اسے اچھی نہیں لگتی تھی۔ "میرا موڈ ٹھیک ہو جائے گا اگر تم۔۔۔"

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی حتان نے جیسے کرنٹ کھاتے ہوئے فوراً اسے خود سے دور دھکیلا۔ وہ اچھے سے جانتا تھا اب کسی نئے بیگ یا ہیلز کی فرمائش آنے والی ہے۔

"تمہاری زبان صرف خرچہ کروانے کے لئے ہی کھلتی ہے۔۔ تم ایسے ہی ٹھیک ہو۔۔ ناراض ہی رہو۔"

اس کے بیزاری سے کہنے پر سنبل نے منہ پھلا کر اسے دیکھا۔

"اکلوتی بہن ہوں تمہاری۔۔" جتا کر اسے یاد دلایا۔

"میں تم سے محبت کرتا ہوں۔۔ لیکن تمہاری محبت میں اندھا ہو کر بینک کرپٹ نہیں ہو سکتا۔۔۔ مجھے تو معاف ہی رکھو۔۔ میں تمہاری فرمائشیں نہیں افورڈ کر سکتا۔"

"شرم آ رہی ہے ذرا سی بھی یہ بات کرتے ہوئے؟"

دو انگلیوں اور انگوٹھے کو باہم ملا کر وہ طنز سے پوچھ رہی تھی۔

"بہت شرم آ رہی ہے مجھے۔۔ میں تو منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہا۔۔"

دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے وہ فوراً ہی اسٹڈی روم سے باہر نکل گیا تھا۔ پہلے ہی وہاں سے نکل جانے کا بہانہ تلاش رہا تھا۔ سنبل بھی اپنا بیگ اٹھا کر اس کے پیچھے پیچھے ہی سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے سیٹنگ ایریا میں آئی تھی جہاں ڈنر کے بعد وہ چاروں براجمان تھے۔

"کل ہی تمہیں نوٹس نہ بھجوایا تو میرا نام بدل دینا۔۔"

وہ تیز لہجے میں اسے کہہ رہی تھی جو تھری سیٹر صوفے پر دراز ہوتے ہوئے کشن چہرے پر رکھ گیا تھا۔ ساتھ ہی ہاتھ جھلا کر لاپرواہی کا مظاہرہ کیا۔

"نوٹس کس بات کا پراسیکیوٹر صاحبہ؟ داؤد مینشن کا فیصلہ ہو گیا آپ کی میٹنگ میں؟" نوفل نے کچھ پرجوشی سے پوچھا۔

"اس کا فیصلہ بھی جلد ہی ہو جائے گا۔" اس نے حتان کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کس بات کی میٹنگ چل رہی تھی؟" اب کے سرمد نے پوچھا۔

"آج سے نہ یہ میرا بھائی ہے۔ نہ میں اس کی بہن ہوں۔۔ قانونی طور پر میں یہ رشتہ ختم کر رہی ہوں۔۔"

وہ تینوں اب حتان کو حیرانگی سے دیکھ رہے تھے۔ آخر سنبل کس بات پر اتنا سخت خفا ہو گئی تھی جو تعلق توڑنے کا فیصلہ کر رہی تھی۔

"بتائیے نہ کیا بات ہوئی ہے؟" سرمد نے اس کے چہرے سے کشن کھینچتے ہوئے بے صبری سے پوچھا۔

"کہہ رہی تھی میرا موڈ ٹھیک کرنے کے لئے مجھے بیس تیس لاکھ کی شاپنگ کروا دو۔۔ میں نے منع کر دیا تو بس اس نے اب یہ ڈرامے شروع کر دئے۔"

"یار آپ کو پیسوں کی کوئی کمی تھوڑی ہے۔"

سرمد کے اپنے حق میں آواز اٹھانے پر اس کی گردن بھی کچھ تنی تھی۔ سینے پر بازو باندھے وہ متنفر سی کھڑی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

جبکے عبیر ان سب سے بے نیاز اپنے فون پر مصروف تھا۔

"جاو بہن۔۔ ختم کرو سارے تعلق اور اپنے گھر کی راہ لو۔۔"

وہ جیسے بلکل ہی بے مروت بن گیا تھا۔ کٹھور سے لہجے میں بیزاری سے اسے کہا۔

"اگر چلی گئی نا تو مڑ کر دیکھوں گی نہیں کبھی تمہیں۔۔"

"پلیز ز ز۔۔" اس نے ہاتھ سے دروازے کی جانب اشارہ کیا۔ تو وہ لب بھینچے اسے گھورتی ہوئی تن فن کرتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھی۔

جس صوفے پر حتان لیٹا ہوا فون چہرے کے سامنے کیے ہوئے تھا اسی صوفے پر سرمد بیٹھا تھا۔ اس کی غیر ارادہ سی نگاہ حتان کی اسکرین پر اٹھی جہاں وہ کچھ آن لائن آرڈر کر رہا تھا۔

اور جب اس نے برینڈڈ ہیلز اور پرفیوم کی پیمنٹ کی تو سرمد نے تھوڑی مسلتے ہوئے اسے کہا۔

"جب آپ کو انھیں بنا کسی مطلب کا گفٹ دینا ہی تھا تو پھر انھیں خفا کیوں کیا اتنا؟"

وہ فون بند کر کے اٹھ بیٹھا۔ "کیوں کے مجھے اس سے جھگڑنے میں مزہ آتا ہے۔۔"

کچھ دیر پہلے کے مقابلے میں وہ ابھی مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ لیکن جب ملازم نے آکر اسے اطلاع دی کے سنبل میڈم اپنی گاڑی وہاں چھوڑ کر اس کی فراری لے کر فرار ہو گئی ہیں تو اس کی مسکراہٹ اسی وقت سمٹی تھی۔ وہیں سیٹنگ میں ان سب کے فلک شگاف قہقے گونجے تھے۔

"بہن کی محبت اپنی جگہ لیکن اپنی اتنی قیمتی گاڑی وہ سنبل کے قبضے میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ اب کال ملا کر فون کان سے لگا کر کھڑا تھا لیکن سنبل نے اب کہاں اس کی کال اٹھانی تھی۔۔

ہیٹر کے باعث کمرے میں کافی گرمائش تھی۔ کمفرٹر کو اچھی طرح خود پر اوڑھے وہ نیند کی گہری وادیوں میں اتری ہوئی تھی۔ ایک ہاتھ گال تلے رکھے دنیا مافہا سے بے خبر تھی۔ بخار کے باعث اس کا گلابی چہرہ سرخی مائل ہو رہا تھا۔

رات کافی بیت چکی تھی۔ وقفے وقفے سے ہوتی بارش نے ٹھنڈ میں بے انتہا اضافہ کر رہا رکھا تھا۔ لیکن ہر چیز سے بے نیاز وہ اس کے قریب بیٹھا اسے تکنے میں مصروف تھا۔

اس کی نظروں کی تپش پر اس نے ہلکی سی پلکیں وا کر کے اسے دیکھا۔

"سوئے نہیں تم ابھی تک؟" اس نے نیند میں ڈوبی آواز میں کچھ حیرانگی سے دریافت کیا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ "مجھے نیند نہیں آ رہی"

"سو جاو عاشر۔۔ تم مجھے ڈسٹرب کر رہے ہو۔۔"

"میں بس تمہیں دیکھ رہا ہوں"

"پہلی بار دیکھ رہے ہو؟" اس نے الجھن سے پوچھا

"مجھے تو یہی لگ رہا ہے۔۔" اس کے گرم ہاتھ کو اپنے سرد ہاتھوں میں تھام کر لبوں سے لگاتے ہوئے وہ پر شوق انداز میں بولا۔

"پانی پینا ہے مجھے۔۔" بیڈ کراون سے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے اس نے فلو کی وجہ سے نقاہت سے کہا تو عاشر نے سائیڈ ٹیبل سے جگ اٹھا کر گلاس میں پانی بھر کے اس کے جانب بڑھا دیا۔

"مجھے کل ہی واپس جانا ہے۔۔ مزید یہاں نہیں رہنا مجھے"

دو گھونٹ ہی لے کر اس نے اپنا فیصلہ سنایا۔

"لیکن میں نے تو ابھی تک اپنی کتابیں کھول کر بھی نہیں دیکھی"

"تم شوق سے رہو یہاں۔۔ بس فاز کو فون کر کے کہہ دو کے مجھے یہاں سے آ کر لے جائے۔۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

"تم میرے ساتھ آئیں تھی تو میرے ساتھ ہی واپس جاو گی۔۔" بریزے نے ابرو اٹھا کر اس کے پر سکون سے تاثرات کو دیکھا۔

"تم کچھ زیادہ فری ہونے کی کوشش نہیں کر رہے مجھ سے؟" نامحسوس انداز میں کمفرٹر کو خود پر کھینچتے ہوئے اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"میں بھولی نہیں ہوں تم کس طرح میری انسلٹ کیا کرتے تھے۔۔"

"صرف میں کرتا تھا؟"

"تم نے مجھے نکاح کے بعد بہت ٹارچر کیا تھا۔۔جب مجھ سے محبت تھی تو پھر تب اتنا غصہ کیوں دکھایا تھا سب کو؟"

"تم نے بچپن سے لے کر آج تک صرف مجھے ذہنی اذیت ہی دی ہے۔۔"

"بریزے ایسی ہے بریزے ویسی ہے۔۔ہر وقت تم مجھے ڈانٹے رہتے تھے۔۔یا پھر دوسروں سے ڈانٹ سنواتے تھے۔۔ایسی ہوتی ہے محبت؟" وہ سخت سیخ پا تھی۔۔شکایتوں کا ایک نا ختم ہونے والا انبار تھا اس کے پاس۔

وہ بنا کچھ کہے زیر لب مسکراہٹ دبائے چپ کر کے اس کی ساری شکایتیں سنتا جا رہا تھا۔پھر تھوڑا سا اس کی جانب بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

۔اس کی ساری شکایتیں وہیں دم توڑ گئی تھیں۔

"ہزار دفعہ کہو گی تو ہزار دفعہ تم سے معافی مانگ لوں گا۔۔"

نرمی سے اس کے بال سہلاتے ہوئے وہ اسے حیران پر حیران کئے جا رہا تھا۔

اس نے آج تک کبھی بھی عاشر کے منہ سے لفظ "سوری" نہیں سنا تھا۔

"تمہاری طبعیت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی۔۔"

وہ تشویش زدہ تھی۔اب وہ بھی کیا کرتی عاشر کا بدلا ہوا انداز اسے پریشان کر رہا تھا۔

وہ اس عاشر سے شناسا نہیں تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

****

تمہارے دل میں اس کے لئے جو جذبات ہیں ان سے انس واقف ہے ؟"

"مجھے نہیں معلوم۔۔"

"فاز۔۔سچ بتاوں تو میں نے تمہیں کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا۔۔ تم تو اتنے کالم انسان ہو"

"پتا نہیں سالار بھائی۔۔ لیکن اس کے معاملے میں خود کو بہت بے بس محسوس کرتا ہوں۔۔

"اسے روتے ہوئے دیکھتا ہوں میرا دل جیسے آگ کی تپش سے جلنے لگتا ہے۔۔۔"

"یہ جاننے کے باوجود کے وہ مجھے ناپسند کرتی ہے۔۔ بلکے ایک طرح سے نفرت ہی کرتی ہے۔۔ پھر بھی میرا دل اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔۔ میں اسے اپنے ذہن سے، اپنی سوچوں سے۔۔ اپنے خوابوں سے نکال ہی نہیں پا رہا"

"ٹھیک ہے۔۔"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا تو فاز نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"کیا ٹھیک ہے ؟۔۔ میں آپ سے اپنی پریشانی شئیر کر رہا ہوں۔ کم از کم مجھے کوئی تسلی دلاسہ ہی دے دیں۔۔"

"میرے پاس تمہیں تسلی دینے کے لیے الفاظ نہیں ہیں کیوں کے میں خود بھی اس قسم کی پریشانی سے دوچار ہوں"

"سیریئسلی ؟"اس نے حیرانگی سے پوچھا۔

"نہیں مزاق کر رہا ہوں"

وہ فوراً ٹال گیا۔

"سہی سے بتائیں نا۔۔ اچھا وہی آپ کی سیکریٹری ؟"

"شٹ اپ"

"چھپے رستم ہیں آپ۔۔"

وہ شوخی سے بولا۔

"کسی کے سامنے ذکر بھی مت کرنا ورنہ بہت مار کھاو گے مجھ سے"

"میری شادی کا تو دور دور تک کوئی سین نہیں۔۔ میں تو کہتا ہوں کے ریشام اور انس بھائی کے ساتھ آپ بھی مہر ماہ بھابھی سے نکاح کرواہی لیجیے"

"وہ ابھی خود کا بزنس اسٹیبلنش کرنا چاہتی ہے۔۔ ابھی شادی کرنے کا کہوں گا تو سر پھاڑ دے گی میرا"

وہ بڑبڑا کر بولا۔

"ویسے بتا تو دیں کہاں ملے تھے ان سے پہلی بار؟"

اس نے اشتیاق سے پوچھا۔

"تمہیں سناو گا میں اپنی لو اسٹوری؟ اٹھو یہاں سے۔۔ دیکھو ان لائٹس میں اسپارک ہو رہا ہے۔۔ جا کر ٹھیک کرو۔۔"

وہ جان چھڑانے والے انداز میں گویا ہوا

"غلط کر دیا میں نے اس فیلڈ میں آ کر۔۔ مفت کا الیکٹریشن ہی سمجھ لیا ہے مجھے۔۔"

وہ کلس کر رہ گیا۔

****

"اب تو میں مر کے بھی کبھی وہاں قدم نہیں رکھوں گی۔۔ سمجھتے کیا ہیں وہ لوگ خود کو۔۔"

"ماشا بس کر دو۔۔"

عیشہ کے گلے لگی وہ کب سے رونے کے ساتھ ساتھ یہی دہرائے جا رہی تھی۔۔۔

"آپ کو معلوم بھی ہے ان لوگوں نے کیا سلوک کیا ہے میرے ساتھ؟۔"

آنکھوں میں آنسو بھرے اس نے شکوہ کناں نگاہوں سے انس کو دیکھا جس کے چہرے پر کوئی تاثرات ہی نہ تھے۔

"آپ نے مجھے دوبارہ وہاں جانے کا کہاں تو اچھا نہیں ہوگا بھائی۔۔"

"وہ ہمارا گھر ہے ماشا۔۔"

"وہ لوگ ہمارے کچھ نہیں لگتے۔۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا ان لوگوں سے کوئی رشتے داری نہ رکھیں لیکن آپ نا جانے کیوں ان سے اتنی ہمدردی کرتے ہیں۔"

"میں تو کہتا ہوں فاز غازی سے اس کی شادی کروادیں انس بھائی۔۔ پھر اسے اپنا خاندان شاید اتنے برے نہ لگیں۔۔"

فروٹ چاٹ کا باول ہاتھ میں پکڑے۔ فوک میں سیب کا ٹکڑا پھنسا کر منہ میں ڈالتے ہوئے مہد نے مشورہ دیا تو ماشا نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا۔

فاز غازی کے نام پر اس کا حلق تک کڑوا ہو جایا کرتا تھا۔

"آپ نے انھیں اسی وقت منع کیوں نہیں کیا انس بھائی؟"

وہ شدید جھنجھلاہٹ کا شکار اس سے مخاطب ہوئی۔

"میں کیسے منع کرتا؟ مجھ سے تو کسی نے اس معاملے میں کوئی بات ہی نہیں کی۔۔"

"تو کیا وہ لوگ اپنی طرف سے ہی سارے فیصلے کر کے بیٹھ گئے ہیں؟"

"اگر دادا جان نے مجھ سے اس بارے میں بات کی تو میں سوچوں گا ضرور۔۔"

وہ چند پل شاکی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔

"آپ دیکھ رہے ہیں فرمان بھائی انھیں؟"

اب کے اس کا رخ فرمان کی طرف ہوا۔ وہ وقت ان کا نیوز دیکھنے کا ہوتا تھا۔ لیکن ماشا کے لئے وہ اپنی ساری مصروفیات کو ترک کر دیا کرتے تھے۔

"ہاں دیکھ رہا ہوں۔۔"انھوں اثبات میں سر ہلا کر جواب دیا تو مہد اور دائم بے ساختہ ہنس پڑے۔۔

"دیکھو ماشا رانی میرے بھائی کو امو شنل بلیک میل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔یہ تمہارے اور میرے رشتے کے لئے کبھی نہیں مانیں گے۔۔میں تو کہتا ہوں بھاگ چلتے ہیں ہم یہاں سے۔۔۔"

وہ صوفے پر بیٹھی تھی جبکے مہد اس کے پیچھے کھڑا اس کی جانب جھکے رازداری سے بول رہا تھا۔

"تم سے اچھا تو پھر وہ فاز ہی ہے۔۔"

"چلو بھئی ہو گیا فیصلہ۔۔فاز غازی کے لئے ہاں کر ہی دی آخر۔۔"

"میرا وہ مطلب نہیں تھا۔۔تم تو چپ ہی کرو"

وہ کھا جانے والے انداز میں اسے بولی۔

سینے پر دونوں بازو لپیٹے ریلینگ سے ٹیک لگائے وہ اسے دیکھ رہا تھا جو لکڑی کے آہنی جھولے پر بیٹھی تھی۔دونوں ہاتھوں کو گود میں رکھے گردن جھکائے۔

آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ گرتے جا رہے تھے

"وہ میرا ایک دردناک ماضی ہے۔۔اس سے میری کئی خوشگوار اور تکلیف دہ یادیں وابستہ ہیں۔۔اور وہی میری زندگی کو ایک مختلف موڑ دینے کی بھی وجہ ہے۔۔۔میں اسے بھلا نہیں سکتا کبھی۔۔نہ ہی اس کی جگہ کسی اور کو دینے کا کبھی سوچ سکتا ہوں۔۔"

"لیکن وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔۔"اس نے بھیگا چہرہ اٹھا کر کمزور سا احتجاج کیا۔

اسے یہ بات بھی تکلیف دہ رہی تھی کے وہ اس لڑکی کے پیچھے کیوں اپنی زندگی کو ناسور بنا رہا ہے جو زندہ ہی نہیں ہے۔

"مجھے لگتا ہے وہ میرے آس پاس ہی ہے۔۔میں ابھی تک اس کی موجودگی محسوس کرتا ہوں۔۔وہ مجھ سے بہت دور جا کر بھی میرے دل کے نزدیک ہے"

"آپ اس سے بہت محبت کرتے تھے؟"

"ابھی بھی کرتا ہوں" کتنا ٹھوس لہجہ تھا اس کا۔

ماشا کا دل پھر ٹکڑوں میں کٹنے لگا۔

"تم چھوٹی ہو ابھی۔۔جذباتی بھی حد سے زیادہ ہو۔۔کچھ ٹائم بعد تو تم اپنی یہ بے وقوفی یاد کر کے خود پر ہی ہنسا کرو گی"

"آپ کو میری فیلنگز مزاق لگتی ہیں؟" اس کا بھیگا لہجہ پر شکوہ تھا

"جن کو پسند کیا جاتا ہے ان کی بات بھی تو ماننی چاہئے نا؟" وہ اسے ایک چھوٹی بچی کی طرح ہی ٹریٹ کر رہا تھا۔آج سے پہلے ہمیشہ اسے اگنور ہی کرتا آیا تھا۔لیکن آج اس نے سوچا کے ایک دفعہ میں کھل کے بات کر ہی لینی چاہئے۔۔یہ نہ ہو کے وقت ہاتھ سے نکل جائے "تو آپ چاہتے ہیں میں فاز غازی کے پرپوزل پر رضامندی دے دوں؟"

"اس میں کیا برائی ہے۔۔وہ تمہارا کزن ہے"

"آپ سب کچھ جانتے بوجھتے ہیں یہ چاہتے ہیں کے میں اسے ہاں کہہ دوں"

"انس اور فرمان بھائی بھی یہی چاہتے ہیں"

"آپ اپنی بات کریں"

"تمہارے پرسنل میٹرز میں مجھے بولنے یا رائے دینے کا کوئی حق نہیں ہے"

"آپ جانتے ہیں میرے دل میں آپ کے لئے فیلنگز ہیں پھر بھی آپ چاہتے ہیں کے میں کسی اور سے شادی کر لوں؟" "میں تمہیں اتنی دیر سے کیا سمجھا رہا ہوں ماشا؟"

"مجھے کسی اور سے شادی نہیں کرنی"

Mahira Zaynab Khan Novel

"اگر تم پہلے پڑھائی مکمل کرنا چاہتی ہو تو اس معاملے میں میں انس سے بات کر سکتا ہوں۔""مجھے آپ کا کوئی احسان نہیں چاہئے"

"جلد یا بدیر تمہیں سمجھ آجائے گی کے فاز غازی ہی تمہارے لیے بہتر ہے"

"وہ کتنا ہی بہتر کیوں نہ ہو۔۔آپ کے جیسا نہیں ہو سکتا!"

"میں تم سے شرمندہ ہوں۔۔لیکن میرے دل پر میرا کوئی اختیار نہیں۔۔"

"میرے دل پر بھی میرا کوئی اختیار نہیں ہے!"

"اگر تم اپنی ضد پر قائم رہو گی تو میں پھر یہاں سے کہیں چل جاوں گا۔۔"

"کہاں چلے جائیں گے؟"

"کسی بھی دوسرے ملک"

"آپ ایسے کیوں کر رہے ہیں میرے ساتھ؟"

"میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں ماشا۔۔اس سراب کے پیچھے مت بھاگو جس کے آخر میں تمہیں سوائے مایوسی کے کچھ نہیں ملے گا"

"آپ ہمیشہ سے یہی کرتے ہیں۔۔ہمیشہ میرا دل توڑتے ہیں"

بھل بھل بہتے ہوئے آنسوؤں کو وہ جتنا ہاتھ کی پشت سے رگڑ رہی تھی وہ اتنے ہی بہے جا رہے تھے۔

حتان کی پر تعیش سی اسٹڈی میں وہ آدم اور نوفل کے ساتھ بیٹھا تھا۔اس کمرے کی ایک دیوار پر جابجا کچھ تصاویر اور نوٹس چسپاں تھے۔ایک چھوٹے سے وائٹ بورڈ پر کچھ تفصیلات بھی لکھی تھیں۔

Mahira Zayrab Khan Novel

اپنے مقصد تک پہنچنے کے لئے انھوں نے پہلے پڑاو کا سارا لائحہ عمل ترتیب دے لیا تھا۔ بس آنے والے کچھ دنوں میں اس پر عمل درآمد کرنا رہ گیا تھا۔

اسی بورڈ کے پاس کھڑا وہ ان دونوں کو ضروری باتیں ذہن نشین کروا رہا تھا۔ جب اس کا فون بج اٹھا تھا۔ حتان کی کال تھی۔ جو اسے باہر پورٹیکو میں آنے کو کہہ رہا تھا۔ پین میز پر رکھ کر اس نے فون کان سے ہٹا کر کال بند کی۔ پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ اس کے قدم عمارت کی بیرونی جانب جانب اٹھ رہے تھے۔ جو ہی بڑا سا لکڑی کا دروازہ کھول کر باہر چبوترے پر پہنچا ٹھنڈی یخ بستہ ہواوں نے اس کا استقبال کیا۔ دھوپ کا کہیں کوئی نام ونشان بھی نہیں تھا۔ کالی گھنگور گھٹاوں نے آسمان پر اپنی راج دھانی قائم کی ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے موسم نے اپنا رنگ روپ بدل لیا تھا۔ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ وہیں کھڑا سامنے کھڑی سیاہ رنگ کی چمچماتی گاڑی کو دیکھ رہا تھا جس کی فرنٹ سیٹوں کے دروازے کھول کر وہ دونوں باہر نکلے تھے۔

ایک نظر دیکھ کر ہی معلوم ہو رہا تھا کے وہ گاڑی سیدھا شوروم سے داؤد مینشن کے پورٹیکو میں آئی ہے۔

چند اسٹیپس اتر کر وہ نیچے پہنچا تو وہ دونوں بھی اس کے قریب آ چکے تھے۔

"نئی گاڑی مبارک ہو۔" حتان نے ہتھیلی پر رکھی چابی اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"اس کی کیا ضرورت تھی تمہارے پاس اتنی گاڑیاں موجود ہے پہلے ہی۔"

"لیکن یہ میری نہیں تمہاری ہے۔"

"میں وہی استعمال کر لیتا۔ تم نے بیکار میں خرچہ کیا۔"

"تم نے پہلے کبھی کسی کی استعمال شدہ چیز استعمال نہیں کی تو اب کیسے کرنے دوں گا میں؟"

"باقیوں میں اور تم میں فرق ہے۔ تمہاری چیزیں میں حق سے استعمال کرتا ہوں"

"میں جانتا ہوں۔ لیکن یہ میں اپنی خوشی سے لے کر آیا ہوں۔ اس لئے چپ چاپ قبول کرو۔"

حتان نے چابی اس کے ہاتھ میں تھما دی تھی۔

"مجھے خریدنی ہوتی تو میں خود لے لیتا"

اس کی ناراضگی کم نہیں ہو رہی تھی۔ "تمہارے اکاؤنٹس اور کارڈز فریز ہیں سب۔ اور معلوم نہیں کب تک بحال ہوں۔ اور مجھے یہ بلکل گوارا نہیں تم اپنی ضروریات اور خواہشات کو پورا کرنے کے لئے ان کا انتظار کرو۔"

حتان نے اس کی واپسی کے دوسرے روز ہی اپنا کارڈ بھی اسے دے دیا تھا۔ جو ان لمیٹڈ تھا۔ وہ جیسے چاہے اسے استعمال کرے۔

جب سے وہ تائیوان سے آیا تھا سرمد کی گاڑی اس کے استعمال میں تھی۔ صبح جب وہ اسے پورچ میں کھڑی نہیں دکھی تو اس نے چوکیدار سے اس کے متعلق پوچھا تھا۔ تب اس نے بتایا تھا کے وہ گاڑی حتان صاحب نے واپس سرمد کے گھر بھجوادی ہے۔

"بہت مبارک ہو عبیر بھائی۔ اب اس نئی گاڑی کی ٹریٹ چاہئے جلد سے جلد۔"

سرمد کے شوخی سے کہنے پر اس نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

جبکے حتان فون کا کیمرہ کھولے اس گاڑی کی تصویر کھینچ رہا تھا۔ جسے اس نے سنبل کے نمبر پر واٹس ایپ کر دی تھی۔ اور توقع کے عین مطابق اگلے دس منٹوں میں میں گیٹ کے باہر اس کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا تھا۔

جب پتھریلی روش پر اس کی گاڑی آکر رکی تھی تو ڈرائیونگ سیٹ سے اترتے ہوئے اس کی نگاہ میں وہی سیاہ گاڑی تھی۔

وہ چاروں لان میں بچھی کرسیوں پر بیٹھے تھے جن پر کینوپی سی بنی تھی۔ جبکے حتان اسی گاڑی کے پاس کھڑا تھا۔

"اصل مزہ تو اب آئے گا"

دونوں ہاتھوں کو سر کے پیچھے باندھے سرمد نے دلچسپی سے کہا۔

"یار تم کتنے اچھے ہو حتان۔ تم نے میرے لیے نئی گاڑی خریدی ہے؟ وہ بھی زیرو میٹر اوڈی؟؟" دونوں ہاتھوں میں اس کا بازو دبوچے اس کے چہرے پر بچوں سی خوشی چمک رہی تھی۔

"تمہارے لیے نہیں، غازی کے لیے ہے۔"

آہستگی سے اپنا بازو اس کی گرفت سے نکال کر اس نے جواب دیا تو وہ بری طرح چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ گردن موڑ کر چمکتی گاڑی کو دیکھا پھر دوبارہ حتان کو۔

"تم نے سات کروڑ کی گاڑی لی ہے اس کے لیے؟"

صدمے سے اس کی آواز میں لڑکھڑاہٹ در آئی تھی۔

"اس کے پاس گاڑی نہیں تھی سنبل۔"

"تمہارے پاس اتنی گاڑیاں ہیں ایک اسے دے دیتے"

"وہ غازیوں کا خون ہے۔اسے اپنی استعمال شدہ چیز کیسے دے سکتا ہوں میں؟"

"لیکن تم نے سات کروڑ اڑا دئے؟"

بلیو کلر کی جینز پر وائٹ ٹی شرٹ کے ساتھ ڈینم کی جیکٹ پہنے اس نے آستینوں کے کف کو پیچھے کی جانب لپیٹ رکھا تھا۔ایک ہاتھ کمر پر ٹکائے دوسرے ہاتھ سے پیشانی پکڑے وہ گہرے صدمے کا شکار لگ رہی تھی۔کرلی سنہری بال اس کے چہرے کے دائیں بائیں بکھرے ہوئے تھے۔

وہ دونوں دھیمی آواز میں بات کر رہے تھے۔ان چاروں تک ان کی آوازیں نہیں پہنچ پا رہی تھیں۔وہ بغور سنبل کی پیشانی پر رکھے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا۔صاف شفاف سے ہاتھوں کے ناخن سرخ رنگ کی کیوٹکس سے رنگے ہوئے تھے۔شہادت کی انگلی میں صرف ایک انگوٹھی پہن رکھی تھی جس کے درمیان میں اصلی یاقوت چمک رہا تھا۔

"پوری دنیا میں یہ میرا ایک ہی دوست ہے۔اور دوست بھی ایسا ہے کے میں اس پر اپنی جان اور جائدادیں لٹانے پر ایک دفعہ بھی نا سوچوں۔۔اور تم تھوڑے سے پیسوں کو رو رہی ہو؟"

"تھوڑے سے پیسے؟تمہارے نزدیک سات کروڑ کی اہمیت یہی ہے؟"

"میں تمہیں میرے حصے کی پراپرٹی بھی تمہارے اس اکلوتے دوست پر اڑانے نہیں دوں گی حنان داؤد!"

اب کے اس کے چہرے پر غصہ عود کر آیا تھا۔

"کیوں ہر وقت پیسوں کو روتی رہتی ہو؟تمہارے کھاتوں کی جانچ پڑتال کروانے پر آیا نا تو سب پتا چل جائے گا کے کتنی دولت چھپا کر بیٹھی ہو تم۔"

"الزام لگا رہے ہو مجھ پر۔۔صرف تھوڑے سے پیسے ہیں میرے پاس۔۔وہ بھی میں نے اپنے حق حلال کی کمائی سے بنائے ہیں۔"

"بس بی بی میرا منہ نا کھلواو۔۔میں اچھے سے جانتا ہوں وکالت میں کتنا پیسہ ہے اور کتنا نہیں۔" ہاتھ اٹھا کر وہ بیزاری سے گویا ہوتے ہوئے اسے ٹوک گیا۔

"لیکن تمہیں شرم نہیں آتی نا؟ سگی بہن کو دینے کے لیے تمہارے پاس پیسے ختم ہو جاتے ہیں۔۔اور ان پرائے لوگوں پر پراپرٹی اڑائے جا رہے ہو۔اڑائے جا رہے ہو۔۔مجھے بھی ایسی گاڑی چاہیے۔۔لا کر دو مجھے"

وہ ضدی اور ہٹ دھرمی سے بولی۔ غم و غصے کے باعث وہ اپنی آواز کو بھی اونچا ہونے سے روک نہیں پائی تھی۔

جس کو جو سننا ہے وہ سنتا رہا ہے۔اس کی بلا سے بھاڑ میں جائے سب۔

"ابھی کچھ دن پہلے ہی تو سترہ لاکھ کا بیگ خریدا ہے تم نے میرے پیسوں سے۔۔اور یہ کوئی کھلونا ہے کیا جو تمہارے مانگتے ہی سامنے حاضر کر دوں؟"

"وہ بیگ میرا برتھڈے گفٹ تھا۔ کم از کم اس کو تو درمیان میں مت لاو"

"اس کے علاوہ جو ہر مہینے بیگ خریدتی ہو وہ درمیان میں لے آوں؟ اس کے علاوہ میک اپ، ہیلز اور کپڑوں پر جو میرے پیسے اڑاتی ہو وہ درمیان میں لے آوں؟ اچھا چلوں ان سب کو برطرف کر کے صرف پرفیومز کی جو کلیکشن تمہارے پاس ہے اس کا تخمینہ لگانے بیٹھوں تو جانے کتنے لاکھوں کی اماونٹ بن جائے۔"

"تم جتا رہے ہو مجھے؟"

"تم کہہ رہی ہو میں تمہارے لیے کچھ نہیں کرتا۔ صرف وہی یاد دلا رہا ہوں"

"تو تم نہیں دلاو گے؟"

"ہرگز نہیں! تم جیسی ناشکری لڑکی پر تو میں اپنے دو کوڑی بھی خرچ نا کروں۔ پچھلے سال ہی ڈھائی کروڑ کی گاڑی لے کر دی تھی۔ وہ تمہیں نظر نہیں آتی؟"

"اوکے فائن۔۔اس نے گہری سانس بھر کر گاگلز اپنی سبز سی آنکھوں پر چڑھائے۔

"اگر تم چاہتے ہو کے میں تمہیں نوٹس نا بھجواوں تو اپنا بلیک کارڈ میرے حوالے کر دو۔ پھر میں جو چاہے خریدوں۔ جتنا استعمال کروں تم کچھ نہیں کہو گے!"

اس نے اپنی ہتھیلی اس کے سامنے پھیلاتے ہوئے مطالبہ کیا تو حتان نے اس کے متوقع ری ایکشن کو سوچتے ہوئے بامشکل اپنی ہنسی کو ضبط کیا تھا۔

"اصل میں۔۔" وہ کچھ کہنے لگا تھا۔ ضبط کے باعث چہرہ گلابی مائل ہونے لگا تھا۔

"انکار کرنے کا تو سوچنا بھی مت! یہ تمہیں آخری چانس دے رہی ہوں میں۔ اس کے بعد میں بھول جاوں گی کے تم میرے دو منٹ بڑے بھائی ہو"

"کارڈ میں تمہیں نہیں دے سکتا سنبل!۔۔ کیوں کے وہ میں پہلے ہی غازی کو دے چکا ہوں۔ ایزیونو اس کے اکاؤنٹس اور کارڈز اس وقت اویلیبل نہیں ہے۔۔ اسے ضرورت ہوتی ہے تو۔۔"

کچھ مصنوئی سے افسوس اور ندامت سے کہتے ہوئے وہ بات ادھوری چھوڑ گیا تھا۔ یہ جانے بغیر کے اس نے اپنی رگوں میں دوڑتے اشتعال کو کس طرح سے قابو کیا تھا۔

"تم۔۔ جہنم میں جاو تم!"

مٹھیاں بھینچ کر پر تپش نظروں سے کھا جانے والے انداز میں اسے گھورتے ہوئے وہ پلٹ کر اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گئی تھی۔ آج اس نے ہیلز کے بجائے جاگرز پہن رکھے تھے۔ انھی جاگرز میں مقید پیر اس نے جاتے ہوئے گاڑی کے ٹائر پر مارا تھا۔

اہانت سے اس کا چہرہ سرخی مائل ہو رہا تھا۔ غلطی سے بھی اس نے اپنی نگاہ لان میں بیٹھے اس شخص پر نہیں ڈالی تھی۔ جو سارا وقت دلچسپی سے اس کے چہرے کو ہی دیکھتا رہا تھا۔

"کوئی وکیل دیکھ لیں اب تو پکا لیگل نوٹس آئے گا۔" سرمد نے دور سے ہی اسے چھیڑا تھا۔

"اب تو مجھے بھی یہی آثار لگ رہے ہیں۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

"کیوں اس کا اتنا خون جلاتے ہو؟" عبیر نے اسے کچھ سرزنش کرنے والے انداز میں کہا تھا۔ "میرے گھر کی رونق ہے یہ۔" اس کے لہجے میں سنبل کے لئے صرف نرم سا تاثر تھا۔

"شکر ہے وہ پہلے ہی چلی گئیں۔ وگرنہ تو داؤد مینشن کو اپنا گھر کہہ دینے پر نئے سرے سے جھگڑا شروع کر کے جاتیں"

"یہ جھگڑا تو ساری زندگی چلے گا" محفوظ سے انداز میں کہتے ہوئے وہ عبیر کے برابر والی چیئر گھسیٹ کر بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر جو شرارتی سی مسکراہٹ تھی اس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کے سنبل سے جھگڑنے میں وہ کتنا انجوئے کیا کرتا تھا۔

"جہاں تک مجھے معلوم ہے یہ گھر داؤد انکل کے نام پر ہے۔"

عبیر نے جانچتی پرکھتی نظروں سے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میرے پاس لیگل ڈاکومنٹس ہیں۔ یہ مینشن میرے نام پر ہے۔ ڈیڈ نے اپنی وفات سے چند دن پہلے میرے نام کر دیا تھا۔"

جہاں اس نے گردن اکڑا کر اکھڑے سے انداز میں کہا وہیں آدم اور نوفل کے چہرے پر دبی دبی سی مسکراہٹ ابھری تھی۔ لیکن سرمد بے اختیار ہنسا تھا۔

"شیور ہو تم، کے واقعی میں یہ مینشن تمہارے نام پر ہے؟" ایک پیر دوسرے پیر رکھتے ہوئے عبیر کا انداز کچھ سنجیدہ سا تھا۔

"تمہیں میری بات پر یقین نہیں؟ کاغذات دکھانے پڑیں گے اب؟"

"جو تمہارے پاس ہے ہی نہیں وہ تم دکھاؤ گے کیسے؟" اس کا ٹھنڈا سا پر سکون انداز خود اعتمادی لئے ہوئے تھا۔ جیسے اسے پکا یقین تھا کے حتان غلط بیانی سے کام لے رہا تھا۔ "شرم کرو کچھ، گھر میں تو وکالت نا کیا کرو۔" اس کے خاموش رہنے پر عبیر نے شرم دلاتے ہوئے کہا تو اس نے اونہہ کے سے انداز میں ہاتھ جلایا۔

"یہ باتیں ہمارے ہی درمیان رہنی چاہئے۔ اگر اسے ذرا سی بھنک پڑ گئی تو میری جان کو آ جائے گی!"

"مجھے معاف کیجئے گا لیکن میں اس میں رازدار نہیں بن سکتا۔" سرمد نے فوراً ہی دونوں ہاتھ اٹھا کر سنجیدگی سے کہا۔ سنبل نے تو اسے داؤد مینشن میں ہو رہی چھوٹی سے چھوٹی خبر بھی پہنچانے کی ذمہ داری سونپ رکھی تھی۔ وہ کیسے اتنے بڑے راز کو خود تک محفوظ رکھ کے اس کے ساتھ غداری کر سکتا تھا۔

"تمہارے تو فرشتے بھی بنیں گے۔۔ بہر حال میں کورٹ کے لئے نکل رہا ہوں۔۔"

سرمد کو وارن کرتے ہوئے وہ اطلاع دیتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"اس وقت سماعت ہے؟" عبیر نے وقت دیکھتے ہوئے استفہامیہ پوچھا۔

"کلائنٹ سے ملنا ہے۔۔ سماعت کل ہے۔۔"

جس کیس پر وہ کام کر رہا تھا کے ان کے متعلق بتانے کے بعد اندرنی عمارت کی جانب بڑھ تھا اور کچھ ہی دیر میں بلیک پینٹ پر براون ہائی نیک کے ساتھ کوٹ پہنے اپنی گاڑی لے کر نکل گیا تھا۔

"ویسے وکالت کے علاوہ ان کا کوئی اور بھی سائیڈ بزنس ہے؟"

آدم نے ذہن میں مچلتے ہوئے سوال کو بلآخر لبوں پر لانے کا ارادہ کر ہی لیا تھا۔ حتان کی امارت سے وہ کافی متاثر تھا۔

"ہمم! کئی کمپنیز میں انویسٹمنٹ کر رکھی ہے اس نے۔"

"لیکن وکالت کے علاوہ میں نے انھیں کبھی کوئی اور کام کرتے نہیں دیکھا۔ نہ ہی کورٹ کے علاوہ یہ کبھی کہیں اور جاتے ہیں۔"

"صرف سالانہ رپورٹ کے ساتھ یہ اپنا پرافٹ ودڈرا کرواتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کا کمپنیز سے کوئی لینا دینا نہیں"

"ان کے ساتھ فراڈ کرنا تو بہت آسان ہے۔۔"

"جن کا یہ پارٹنر ہے وہ اچھے سے جانتے ہیں کے حتان داؤد کیا چیز ہے۔۔ وہ اس کے ساتھ فراڈ کرنے کا سوچیں گے بھی تو یہ ان کے حلق سے اپنے پیسے نکلوا لے گا۔ جتنا میں اسے جانتا ہوں۔ یہ سامنے والے کی نسلیں بیچ کر کھا جائے گا۔ لیکن اپنے ایک روپے کا نقصان بھی برداشت نہیں کرے گا۔"

حتان کا ذکر کرتے ہوئے اس کے لبوں پر ایک الگ ہی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"کیوں فون کیا ہے تم نے مجھے؟"

"میں بس آپ سے معافی مانگنا چاہتا تھا۔۔ مما کے رویے کی وجہ سے۔۔"

"تم ان کی طرف سے معافی کیوں مانگ رہے ہو؟۔۔"

"میں نہیں چاہتا کے آپ کے دل میں میری فیملی کی طرف سے کوئی بھی خلش رہے"

"نہ تو میرا تم سے کوئی واسطہ ہے اور نہ ہی تمہاری فیملی سے۔۔ جتنے تعلقات رکھنے ہیں میرے بھائی سے رکھو۔۔ مجھ تک پہنچنے کی کوشش بھی مت کرنا۔"

"کیا انگارے چباتی ہیں سارا دن؟"

"تم سے مطلب؟"

"مطلب تو میرے ہی ہیں اگر آپ غور کریں تو۔۔"

اس کے گھمبیر لہجے میں کہی بات کو اس نے بامشکل ضبط کیا تھا۔

"ذرا ایک منٹ ٹھہرو۔۔"

"کیا ہوا ہے؟" فاز نے ناسمجھی سے پوچھا لیکن وہ سن کہاں رہی تھی۔

اپنے کمرے سے نکل کر دھڑ دھڑ سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے پہنچی جہاں لاونج میں ہی اسے انس بیٹھا دکھائی دیا تھا۔ شاید اپنے آفس کے کام میں مصروف تھا جبھی سینٹرل میز پر کافی سارے کاغذات اور فائلز پڑی تھیں۔

فون بھی کندھے اور کان کے بیچ دبائے کسی سے محو گفتگو تھا۔

ماشا کے وہاں آنے پر اس نے ابرو کے اشارے سے پوچھا تو اس نے بنا کچھ کہے فون اس کی طرف بڑھا دیا۔ انس نے ناسمجھی سے اس کے بڑھائے ہوئے فون کو دیکھا جہاں کال ابھی بھی جاری تھی۔ اس نے اپنا فون کان سے ہٹا کر ماشا کا فون لگا لیا۔

"سب ٹھیک تو ہے نا ماشا؟" دوسری جانب سے فاز کی کچھ پریشان سی آواز ابھری تو انس کو سارا معاملہ سمجھ آیا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"ماشا کا بھائی بات کر رہا ہوں۔"اس نے سنجیدگی سے کہا تو دوسری جانب فاز کے ہاتھ سے فون گرتے گرتے بچا۔

اس کی ہوائیاں اڑ چکی تھیں۔"اس انسان کو آپ اپنی زبان میں سمجھا دیں بھائی۔۔میرے کہنے کا تو اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا"

ساتھ ہی ماشا کی جلی بھنی آواز بھی اس نے سنی تھی۔

"یہ کیا طریقہ ہے فاز غازی؟ کیوں میری بہن کو تنگ کر رہے ہو تم؟"

"مجھے آپ سے بات کرنی تھی انس بھائی۔۔وہ آپ کا نمبر نہیں لگ رہا تھا تو اس لئے آپ کی بہن کے نمبر پر کال کر لی تھی۔۔"

فلاوقت اسے یہی ایک بہانہ سوجھا.

"اچھا تو کیا بات کرنی تھی مجھ سے؟؟"

"وہ اتنی سنجیدگی سے بات کر رہا تھا کے نا چاہتے ہوئے بھی وہ اپنی جگہ شرمندہ ہوا جا رہا تھا۔

"یہ ریشام بات کرے گی آپ سے۔۔"

اس نے عجلت میں سامنے سے اپنی ہی دھن میں آتی ریشام کے ہاتھ میں فون تھما دیا۔

"کیا ہوا؟"

فاز کی اڑی رنگت دیکھ کر اس نے حیرانگی سے کہا۔

"بعد میں بتاوں گا۔۔فلحال ان کو تو سنبھالو۔۔"

اس نے کچھ نا سمجھتے ہوئے فون کان سے لگا لیا۔

"بتاو بھی ایسی کون سی ضروری بات کرنی ہے تمہیں مجھ سے؟۔۔جو ماشا کے نمبر پر فون کیا ہے"

انس کی بات سن کر اس نے ایک گھوری سے فاز کو نوازا۔۔

ساری سچویشن اسے خود ہی سمجھ آ گئی تھی۔

"میں نے کہا تھا اسے فون کرنے کو۔۔۔مجھے بات کرنی تھی تم سے۔۔۔"

ریشام کی تحکم زدہ سی آواز سن کر وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

"خیریت ؟؟آپ کو بات مجھ سے کرنی تھی لیکن آپ نے فاز سے فون کروایا۔۔وہ بھی ماشا کے نمبر پر ؟"

"ایسے پوز مت کرو جیسے تم جانتے ہی نہیں ہو۔۔فون واپس دو ماشا کو۔"

"میں دے رہا ہوں اسے فون واپس۔۔لیکن آپ اپنے بھائی کو سمجھا لیجئے ورنہ میں اپنے طریقے سے سمجھاوں گا."

"دھمکیاں انھیں دیا کرو جو تم سے ڈرتے ہیں۔۔۔مجھے مت دو"

"میں آپ کو نہیں آپ کے بھائی کو کہہ رہا ہوں۔"

"اسے بھی مت کہو۔۔بھائی ہے میرا"

فاز اپنی ہنسی دبانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

انس کے آگے تو وہ اور عاشر تک نہیں بول پاتے تھے۔اور یہاں ریشام غازی اسے کسی خاطر میں ہی نہیں لاتی تھی۔

"جب تمہیں اس کی نیچر کا پتا ہے تو کیوں فون کیا تھا تم نے اسے ؟"

اس نے فون واپس کرتے ہوئے گھور کے پوچھا۔

"بس معذرت کرنا چاہ رہا تھا مجھے کیا معلوم تھا کے وہ فون اپنے بھائی کو لے جا کر دے دے گی"

وہ کھسیانا ہو کر بولا۔

****

دور تک پھیلے بڑے سے لان میں ہر سو سبز گھاس کی چادر سی بچھی تھی۔کیاریوں میں بھی لہراتے خوش رنگ اور خوشبوؤں میں بسے پھولوں نے اس لان کی خوبصورتی میں چار چاند لگا دئے تھے۔لان کے وسط میں ایک کینوپی سی بنی تھی۔جس کے نیچے لکڑی کی میز اور اطراف میں چند کرسیاں پڑی تھیں۔

جس میں سے ایک پر وہ بیٹھا دکھائی دے رہا تھا۔ پی کیپ پہنے، ٹانگ پر ٹانگ رکھے وہ پیچھے کو ٹیک لگائے آرام دہ انداز میں بیٹھا تھا۔ میز پر دو بھاپ اڑاتے چائے کے کپ بھی پڑے تھے۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم پھنسائے وہ سامنے بیٹھے سفیان سہگل کو بغور سن رہا تھا۔

"تمہیں اپنے بھائیوں کی طرف سے بددل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس دن تم نے ملک چھوڑا اس دن تمہارے اور آدم کے وارنٹ جاری ہوئے تھے۔ آدم کے وارنٹ انس غازی کی ایف آئی آر کی وجہ سے نکلے تھے۔ لیکن تمہارے وارنٹ خفیہ والوں نے نکلوائے تھے۔۔ تم اپنے بھائیوں سے ناراض ہو۔ ان سے ملتے نہیں ہو۔۔ ان سے شدید بدگمان ہو۔۔ مجھے یہی لگا کے تم اسی غلط فہمی میں ہوں گے کے ان کی وجہ سے تمہیں ملک چھوڑنا پڑا۔

"جب فرجاد نے وعدہ معاف گواہ بن جانے کو ترجیح دے کر تمہارے خلاف گواہی دی تھی اس کے بعد سے اس کا کچھ اتا پتا نہیں ہے۔ یا تو وہ اپنی مرضی سے کہیں روپوش ہو گیا ہے یا پھر اسے کہیں غائب کر دیا گیا ہے۔ اس بارے میں مجھے کوئی شیورٹی نہیں ہے۔"

"ان دنوں آئی ایس آئی کافی سرگرم تھی اس معاملے کو لے کر۔ منشیات وغیرہ کی اسمگل کی روک تھام کے لئے بڑے پیمانے پر کاروائیاں کی جا رہی تھیں۔ اگر تمہیں یاد ہو تو میں نے تمہیں وارن بھی کیا تھا کے کچھ عرصے کے لیے ملک سے باہر چلے جاو۔ اگر نظروں میں آ گئے تو مصیبت میں پھنس جاو گے۔ لیکن اس وقت بھی تم نے میری بات پر کان نہیں دھرا تھا۔"

"اس وقت مجھے یقین تھا کے میں نے جن لوگوں کا ہمیشہ ساتھ دیا۔ ہمیشہ ان کے برے وقت میں ان کے ساتھ کھڑا رہا وہ میری حفاظت کریں گے۔ وہ میرے برے وقت میں مجھے تنہا نہیں چھوڑیں گے۔۔" اس کی سنجیدہ سی آواز پر انھوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"لیکن تم غلط ثابت ہوئے۔۔"

سفیان سہگل نے اس کی پھیکی سی مسکراہٹ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہیں وارن کرنے کا مقصد ہی یہی تھا کے وقت رہتے تم اپنی حفاظت کا سامان کر لو۔۔ کیوں کے جو لوگ تمہارے پیچھے پڑنے والے تھے ان سے تو میں بھی چاہ کر تمہیں بچا نہیں پاتا۔۔ اور ایسا ہی ہوا نہ؟"

"یہ دنیا ایسی ہی ہے غازی۔ اس میں بسنے والے انسانوں کے لئے آپ کتنی ہی قربانیاں دے دیں۔ کتنا ہی ان کے ساتھ اچھا کر لیں۔۔ صلے میں کچھ بھی نہیں ملتا۔ آپ کی ایک ذرا سی غلطی آپ کی ساری اچھائیوں اور نیکیوں پر پانی پھیر دیتی ہے۔" سفیان سہگل تاسف سے انداز میں کہے جا رہے تھے۔ جبکے وہ گردن ترچھی کیے اس طرف دیکھ رہا تھا جہاں لان کے ایک سائیڈ میں بڑا سا آہنی پنجرا رکھا ہوا تھا۔ پنجرے کا دروازہ کھلا تھا۔ اور اندر شیرنی آنکھیں بند کیے دونوں ہاتھوں پر چہرہ گرائے ستا رہی تھی۔ اس کے تین چھوٹے چھوٹے سے بچے پنجرے کے باہر ہی اٹھکھیلیاں کر رہے تھے۔ جن کی شرارتوں پر وہ ذرا سی آنکھیں کھول کر

انھیں دیکھنے کے بعد دوبارہ بند کر لیتی تھی۔ دھوپ کی کرنوں میں اس کا رنگ اور بھی سنہری مائل ہو رہا تھا۔ پنجرے میں ہی کچھ دور بڑی جسامت کا شیر بھی سو رہا تھا۔ قریب ہی دو چوکنے سے آدمی بھی ان کی دیکھ بھال کے لیے مستعد کھڑے تھے۔

"سرمد کی ماں کو کافی شوق تھا۔ اسی لئے کچھ عرصہ پہلے ہی بھاری رقم ادا کر کے شیر اور شیرنی کا جوڑا لیا تھا۔ چار مہینے پہلے ہی یہ بچے پیدا ہوئے ہیں۔"

عبیر کی توجہ ان کی طرف محسوس کر کے انھوں نے اپنی گفتگو کا رخ بھی اسی جانب موڑ دیا تھا۔

"اجازت دیجئے اب۔۔"

"بیٹھ جاو کچھ دیر۔۔ اتنے عرصے بعد تم سے ملاقات ہوئی ہے۔۔ لیکن یقین مانو دل خوش ہو جاتا ہے تم سے بات کر کے۔۔"

"آپ کی کرم نوازی ہے۔" وہ ممنونیت سے بولا۔

"اگلی دفعہ آو تو حتان کو بھی ضرور ساتھ لانا۔۔"

"میں اسے آپ کا پیغام دے دوں گا۔۔ بہت شکریہ سہگل صاحب۔" چیئر دکھیل کر کھڑے ہوتے ہوئے اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ پھر الوداعی کلمات ادا کرنے لگا۔

داود مینشن کے کھلے دروازے سے پتھریلی روش پر چلتی اس کی گاڑی اندر جا رکی تھی۔ سنڈے ہونے کی وجہ سے حتان کا آج فری ڈے تھا۔ اتنے دنوں ہی بھاگ دوڑ کے بعد تھکان اتارنے کو آج اس نے اپنے شیڈیول کو بھی فری رکھا تھا۔۔ سارا وقت اس کا گھر پر ہی گزارنے کا ارادہ تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے عبیر کی نگاہ ان دونوں کی جانب ہی اٹھی تھی جو لان میں درمیان میں نیٹ لگائے زور و شور سے بیٹمنٹن کھیل رہے تھے۔ کالج کے زمانے سے ہی حتان کا یہ کھیل فیورٹ تھا۔ عبیر نے کافی ٹائم بعد اسے کھیلتے ہوئے دیکھا تھا۔

اس کی آمد کی وجہ سے انھوں نے ذرا دیر کو کھیل روک دیا تھا۔ ملازم کے ہاتھ سے ٹاول پکڑ کر گردن کا پسینہ صاف کرتے ہوئے وہ اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"آج میں نے تمہاری وجہ سے اپنے ضروری کاموں سے بریک لیا تھا کے تمہیں پورا ٹائم دوں۔۔ اور تم صبح ہی صبح سیر کو نکل گئے۔ اور اس وقت واپس آ رہے ہو؟ ویسے گیارہ بجے سے پہلے تمہاری صبح نہیں ہوتی!"

وہ اپنے دل کی باتیں دل میں رکھنے کا قائل نہیں تھا۔ اسے کسی سے جو بھی شکوے گلے ہوتے تھے وہ اسی وقت ان کا اظہار کر کے سامنے والے کے منہ پر بول دیتا تھا۔ تاکے اسی وقت معاملہ کلئیر ہو جائے اور اس کے دل میں اس انسان کو لے کر کسی قسم کی کوئی

برائی نہ رہے

کم از کم عبیر کے معاملے میں وہ ایسا ہی تھا۔

"اگر تم نے میری وجہ سے اپنے کاموں سے بریک لینا ہوتی تو تم سنڈے کا انتظار نہ کرتے!" عبیر کے سپاٹ سے انداز پر اس نے تیز نظر سے سرمد کو گھورا تھا جو پانی کی بوتل چہرے پر ڈالتے ہوئے بے ساختہ ہنسا تھا۔

"ایک تحفہ لایا ہوں، گاڑی میں سے نکال لاو۔۔"

سرمد کو ہدایت دیتے ہوئے وہ لان میں پڑی چیئر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ "اتنا مصروف بندہ ہوں، سنڈے اور منڈے کی بات نہیں ہے۔ میں ہر دن چوبیس گھنٹے ہی مصروف رہتا ہوں۔۔ آج بھی میرے اتنے کام کرنے والے تھے لیکن تمہارے لیے میں نے سب کو سائیڈ پر کر دیا ہے۔ میرا فون تک سوئچ آف پڑا ہے۔۔"

وہ اسے یقین دلاتا اس کے پیچھے ہی چلا آیا تھا۔

"تم جا کر اپنے ضروری کام نمٹاو۔۔ میرے سر پر سوار ہو کر میری زبردستی کی بیوی بننے کی کوشش نہ کرو۔۔"

عبیر کے رکھائی سے کہنے پر وہ چاہ کر بھی اپنی بے ساختہ ہنسی کو روک نہیں پایا تھا۔ پورے لان میں اس کا جاندار قہقہہ گونجا تھا۔

"یار میں دوست ہوں تمہارا! وہ بھی اتنا پرانا۔۔ کیا میرا تم پر اتنا سا بھی حق نہیں ہے؟"

اگلے ہی لمحے وہ گہرے صدمے اور دکھ کا شکار نظر آنے لگا۔

"نہیں ہے۔۔"

اس کا انداز پہلے کی طرح سرد و سپاٹ سا تھا۔

"حد ہوتی ہے کسی چیز کی۔ ایٹیٹیوڈ ہی نہیں ختم ہوتا تمہارا۔۔"

اس نے بڑبڑاتے ہوئے اس کی طرف سے رخ موڑا تو سامنے سے آتے سرمد کو دیکھ کر حیرت کا شکار ہوا۔

"یہ کیا اٹھا لائے ہو؟" وہ حیرانگی سے عبیر کی جانب گھوما۔

"پہلے مجھے کوئی آئیڈیا نہیں تھا کے یہ صبح ہی صبح کدھر گئے ہیں۔ لیکن یہ دیکھنے کے بعد مجھے کنفرم ہو گیا ہے کے یہ میرے ہی گھر گئے تھے۔"

دونوں ہاتھوں میں شیر کا بچہ اٹھائے آتے ہوئے وہ محفوظ سے انداز میں بولا۔

"سنبل تو اسے دیکھ کر پاگل ہو جائے گی۔۔ شکریہ دوست! میرے لئے اتنا اچھا تحفہ لانے کے لیے۔" حتان کی ناراضگی پل میں

اڑن چھو ہوئی تھی۔

بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ سنبل کا متوقع ری ایکشن دیکھتے ہوئے ہنستے ہوئے بولا۔ "اسی کے لئے لایا ہوں۔۔ وہ خفا ہو کر گئی تھی تم سے۔۔ اسے دے آو۔"

ایک پیر دوسرے پیر پر رکھے وہ پر سکون سا بولا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے میرا خرچہ بچ گیا۔ ورنہ اسے منانے میں ہر دفعہ میرے لاکھوں روپے ضائع ہو جاتے ہیں۔۔"

"لیکن یہ میں اسے لے جا کر نہیں دوں گا۔۔ تم لے کر آئے ہو تو تم ہی دے کر آو۔۔ ویسے بھی وہ تم سے بھی تو ناراض ہے۔"

"اسے فون کر دو کے خود ہی آ کر لے جائے۔"

زو معنی سے لفظوں کا انتخاب کرتے ہوئے اس نے خود جانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

"تمہارے اندر ذرا سی بھی مروت نہیں ہے، کسی کو تحفہ دیتے ہیں تو اس کے پاس جا کر عزت سے، احترام سے اسے پیش کرتے ہیں۔ نا کے اس کے ساتھ ایسے سلوک کرتے ہیں۔"

اپنی طرف سے حتان نے اسے شرم دلانے کی پوری کوشش کی تھی۔ لیکن آگے بھی عبیر غازی بیٹھا تھا۔ حتان کی ہر بات کی نفی کرنا اس نے جیسے اپنی عادت بنالی تھی۔

"یار تم سمجھنے کی کوشش کرو۔ اگر میں اس کے گھر جاوں گا تو اس شیر کے بچے کے علاوہ بھی مجھے اس کا موڈ ٹھیک کرنے لئے کافی پیسے خرچ کرنے پڑیں گے۔"

"تمہارے پاس پیسوں کی کمی ہے؟" اس نے ابرو اٹھا کر دیکھا۔

"پیسوں کی کمی اور وہ بھی مجھے؟ کیا بات کر رہے ہو۔۔؟؟"

استہزائیہ سے انداز میں اس نے گردن کو تانے ہاتھ جھلایا۔ "لیکن تم اس ضدی لڑکی کو نہیں جانتے۔ میں جاوں گا تو وہ صرف اس شیر کے بچے پر اکتفا نہیں کریں گی۔۔ میرے اکاؤنٹس خالی کروا کر ہی مانے گی۔"

"میں ایک شرط پر جاوں گا اگر رات کا ڈنر تم خود تیار کرو گے تو۔۔"

"رات کو میری میٹنگ ہے۔ میں نے وقت دے رکھا ہے۔۔ میرا جانا ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے چلے جاو میٹنگ میں۔ راستے میں اسے بھی ڈیلیور کر دینا۔۔"

وہ رکھائی سے بولتا ہوا ہاتھ جھلا کر بیزاری ظاہر کرتا فون کی جانب متوجہ ہو گیا۔

حتان اور سرمد ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے تھے۔اس انسان کو کسی بات کے لئے راضی کرنا حتان کو دنیا کا مشکل ترین کام لگنے لگا تھا۔

"آپ لوگوں کو جانا ہے تو جایئے میں وہاں نہیں جاوں گی۔۔"

سینے پر بازو باندھے وہ شدید ناراضگی سے گویا ہوئی۔

فرمان درانی کے علاوہ عیشہ، مہد اور دائم بھی سعدین حویلی جانے کی تیاری میں تھے۔

"ابھی صرف انس بھائی اور ریشام بھابھی کی ڈیٹ فکس کرنے جا رہے ہیں۔۔تمہارا رشتہ پکا کرنے نہیں جا رہے۔۔اس لئے تم ساتھ چل سکتی ہو۔"

"لیکن مجھے وہاں نہیں جانا فرمان بھائی۔۔آپ جانتے تو ہیں سب۔"

اب کے وہ جھنجھلا کر بولی۔

"ماشا۔۔کوئی تمہیں کچھ بھی نہیں کہے گا۔۔"

"پانچ منٹ میں تیار ہو جاو بس نکلنے لگے ہیں ہم۔"

عیشہ نے ایک ہینگر میں لٹکے دیدہ زیب سوٹ کو اسے تھمایا۔

"میری بات پر تو یقین ہے نہیں۔۔اب خود ہی جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجیے گا کے کتنی عزت کرتے ہیں وہ لوگ ہماری۔" وہ از حد ناراضگی سے بولتی ہوئی اٹھ گئی۔

"السلام و علیکم پھوپھو۔۔"

براون شال کندھوں پر پھیلائے وہ لاونج میں آتے ہی رائمہ غازی کی جانب بڑھی جو ملازموں کو ہدایتیں دے رہی تھیں۔"وعلیکم السلام۔۔اتنی جلدی واپسی ہو گئی تم دونوں کی؟" بریزے کو ساتھ لگاتے ہوئے انھوں نے حیرانگی سے پوچھا۔

عاشر تو کافی دن وہاں گزارنے کا کہہ کر گیا تھا۔"دل ہی نہیں لگا آپ کی بہو کا وہاں پر۔۔" بیگز اٹھائے وہ بھی اس کے پیچھے ہی آیا تھا۔

"کیوں بھئی؟۔۔اتنی پیاری جگہ ہے وہ تمہارا دل کیوں نہیں لگا؟"

انھوں نے حیرت سے اسے دیکھ کر پوچھا۔ جس کے پاس کوئی جواب ہی نہیں تھا۔

"میں ساتھ گیا تھا نا اس لیے دل نہیں لگا" وہ معنی خیزی سے بولا لیکن وہ جواباً چپ رہی۔

"اچھا تم دونوں کچھ دیر آرام کر کے فریش ہو جاو۔۔شام کو انس اور فرمان کی فیملی نے آنا ہے"

"کس لئے؟سب خیریت ہے؟"

"بابا جان نے بلوایا ہے۔۔ریشام اور انس کی شادی کے حوالے سے بات کرنی ہے۔۔"

گرے کلر کی شلوار قمیض زیب تن کئے، کلائی پر گھڑی باندھتے ہوئے وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے کی جانب ہی آرہا تھا جب ان دونوں پر نظر پڑی۔۔

"حیرت ہے تم دونوں سہی سلامت واپس آئے ہو۔۔ورنہ مجھے لگا تھا دونوں میں سے ایک ہی زندہ بچے گا" چھیڑنے والے انداز میں کہتے ہوئے وہ عاشر سے گلے ملے تھا۔

"اس کی نوبت آنے سے پہلے ہی ہم واپس آ گئے"

"تمہارا منہ کیوں بنا ہوا ہے؟"اس نے بریزے کو ساتھ لگاتے ہوئے سوالیہ انداز میں پوچھا۔"سر میں درد ہو رہا ہے میرے۔"

"یہ تو کوئی حیرت انگیز بات نہیں۔۔عاشر مرزا کی موجودگی میں یہ نارمل سی بات ہے"

وہ ہاتھ جھلا کر بولا۔

"تم کیوں اتنا تیار ہوئے ہو؟تمہارا رشتہ بھی فکس ہو رہا ہے کیا آج؟"بریزے نے تنقیدی نظروں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا

"بدقسمتی سے ایسا کچھ نہیں ہو رہا"

وہ افسوس سے بولا۔

"ہاں ماشا کو تم اتنے برے لگتے ہو وہ تم سے شادی کے لیے ہاں کرے گی بھی نہیں۔"

اس نے تنفر سے کہا

"تم کیسی بہن ہو؟اسے منا نہیں سکتی؟"

"میں کیسے مناوں اسے؟"اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"میری تعریفیں کرو اس کے سامنے۔۔اسے بتاو کے میں کتنا ہینڈسم ہوں کتنا قابل ہوں""ہاں اتنے قابل ہو کے ہمیں حویلی کے پنکھے اور اے سی ٹھیک کروانے کے لئے کسی الیکٹریشن کو نہیں بلوانا پڑتا۔۔بلکے فاز غازی خوش اسلوبی سے سارے کام انجام دے لیتا ہے"

عاشر نے چھیڑنے والے انداز میں کہا تو ان دونوں بہن بھائیوں نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا۔"دیکھو تمہارے بھائی کو کیا بول رہا ہے یہ۔"فاز نے بریزے کی توجہ اس طرف دلوائی

"جیسا بھی ہے تمہارے جیسا تو نہیں ہے نا کم از کم۔"

بریزے نے فوراً ہی تیز نظروں سے عاشر کو دیکھا۔ویسے ان دونوں بہن بھائی کے بیچ کتنے ہی اختلاف کیوں نا ہو لیکن جہاں بات عاشر کی آتی تھی۔اس سے دو دو ہاتھ کرنے کو وہ دونوں ایک سائیڈ پر ہو جایا کرتے تھے۔

ابھی بھی یہی ہوا تھا۔

"میرا جیسا بن بھی نہیں سکتا۔۔اور لکھ کر رکھ لو انس بھائی کبھی اپنی بہن کی شادی نہیں کریں گے تم سے۔"

"تم بھی لکھ کر رکھ لو۔۔میرے بھائی کی شادی ماشا سے ہی ہو گی!"وہ دوٹوک انداز میں تنفر سے بولی۔

"تم مناو گی ماشا کو؟"عاشر نے چیلیجنگ انداز میں استفسار کیا۔

"ہاں منالوں گی یہ کون سا مشکل کام ہے جو ہو نہیں سکتا"

وہ گردن تان کر بولی جبکے عاشر اور فاز نے ایک دوسرے کو نگاہوں میں ہی تھمداپ کا اشارہ کیا تھا۔ایسا بھی کئی بار ہوتا تھا بریزے کو معلوم بھی نہیں ہو پاتا تھا اور وہ دونوں اسے آسانی سے بے وقوف بنا جایا کرتے تھے۔

سعدین حویلی کی پر شکوہ عمارت کے احاطے میں کئی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ سارے مکین مہمانوں کے استقبال کے لئے پورچ میں ہی اکھٹے تھے۔ لیکن وہ اپنے کمرے کی بالکنی میں کھڑی تھی۔ نظریں جس کو تلاش رہی تھیں وہ چہرہ اسے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہاں سب ہی تھے۔ اگر کوئی نہیں تھا تو بس انس غازی ہی نہیں تھا۔

اس کا سارا جوش و خروش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

وہ کب سے اس کی آمد کی منتظر تھی۔ اور آیا ہی نہیں تھا۔ ان دنوں وہ جانے کون سے کاموں میں مصروف رہنے لگا تھا۔ وہ بے دل ہو کر وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

"خوش آمدید بیٹا۔۔"

حمنہ غازی نے ماشا کو خود سے لگاتے ہوئے محبت سے کہا تو اس کے چہرے پر حیرانگی کے تاثرات نمایاں تھے۔

بے ارادہ سی نگاہ اس شخص کی طرف اٹھی جو اسے نظر انداز کیے مہد اور دائم سے مل رہا تھا۔ "داریان اور انس کو کچھ کام تھا تو وہ بعد میں جوائن کریں گے۔"

فرمان درانی ان دونوں کے نا آنے کی وجہ بتا رہے تھے۔

ٹانگ پر ٹانگ رکھے وہ لاتعلق سی بیٹھی تھی۔ اپنی بے زاری کو چھپانے کی اس نے قطعی کوشش نہیں کی تھی۔

لاونج میں سب بڑے بیٹھے تھے جبکے ینگ جنریشن نے کچن سے ملحقہ سیٹنگ ایریا میں محفل جمائی ہوئی تھی۔

"موڈ کیوں آف ہے تمہارا؟" اس کے ساتھ بیٹھی بریزے نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔

"اس کا موڈ آف نہیں ہے۔۔ اس کی شکل ہی ایسی ہے۔"

جواب مہد کی جانب سے آیا تو ماشا نے تیز نظروں سے اسے دیکھا۔

"حویلی کے پاس بہت سے پھلوں کے باغات ہیں۔۔اگر تم چاہو تو ہم وہاں چلتے ہیں۔۔"

ریشام نے اسے پیشکش کی تو فوراً جانے پر راضی ہو گئی۔ورنہ وہاں بیٹھ کر وہ بس بور ہی ہو رہی تھی۔"تم تینوں اکیلے کیسے جاو گی فاز کو ساتھ لے جاو۔"

رائمہ پھوپھو نے کہا۔

"ہم بھی ساتھ چلیں گے۔"مہد اور دائم بھی ساتھ جانے کو اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"ہم سب میں سب سے کول مائنڈڈ فاز ہی ہے۔۔ہم نے کبھی اسے بڑی سے بڑی بات پر بھی کبھی طیش میں نہیں دیکھا۔لیکن اس دن ہم سب شاک میں ہی رہ گئے تھے۔۔وہ جس طرح سے غصہ کر رہا تھا اس نے ڈرا ہی دیا تھا۔۔وہ بہت پوزیسیو ہے تمہارے لئے"

خوش رنگ سیبوں کے باغ میں چلتے ہوئے ریشام دھیمے انداز میں اس کے گوش گزار کر رہی تھی جس پر وہ سپاٹ چہرہ لئے کچھ بولی نہیں تھی۔

یہ تو اس نے بھی نوٹ کیا تھا کے حمنہ غازی اس سے کافی محبت سے پیش آ رہی تھیں۔کئی بار تو انھوں نے اپنے رویے کی وجہ سے معافی بھی مانگی تھی۔

"میڈیکل کا تمہارا دوسرا سال ہے نا؟"

بریزے کے استفسار کرنے پر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"یعنی پورے تین سال صبر کرنا ہو گا میرے بھائی کو۔"

وہ افسوس سے بولی۔

"میرا نہیں خیال یہ اتنا صبر کرنے والا ہے۔۔دیکھ لینا منگنی یا نکاح کروا کے ہی دم لے گا"

ریشام نے شوخی سے کہا تو بریزے نے بے ساختہ ہنستے ہوئے اس کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔جبکے ماشا کا چہرہ جانے کس احساس کے سرخ پڑنے لگا تھا۔

****

لاہور کے اس پوش علاقے میں بنے جگمگاتے بنگلے کی بیرونی لائٹس روشن تھیں۔ داؤد مینشن سے کچھ ہی فاصلے پر وہ قائم تھا۔ ہزار گز پر پھیلا ہوا یہ بنگلہ بہت خوبصورتی سے تعمیر کیا گیا تھا۔ یہ بھی داؤد ربانی کی ملکیت تھا۔ جسے انھوں نے سنبل اور حتان کے نام ہی کر رکھا تھا۔

وہ جب کورٹ سے واپس آئی تو ڈرائنگ روم میں بیٹھے شعیب باجوہ کو دیکھ کر شاک میں رہ گئی تھی۔ وہ اس کا بچپن کا دوست تھا۔ جو چار سال پہلے ہائیر اسٹڈیز کے لئے نیویارک گیا ہوا تھا۔ سنبل کو اس نے کہا تھا کے وہ دو مہینے بعد آئے گا۔ لیکن آج اسے اپنے گھر میں بیٹھے دیکھ کر خوشگواری سی حیرت میں گھر گئی تھی۔

"واٹ آ پلیزنٹ سرپرائز۔۔ تم دو مہینے بعد آنے والے تھے نا؟"

اس سے مصافحہ کرتے ہوئے اس نے خوشی سے مغلوب لہجے میں پوچھا۔

"میری فلائیٹ آج کی ہی تھی۔" شعیب نے اس کی پرجوشی پر مسکراتے ہوئے کہا۔

"آج ہی واپس آئے ہو؟"

"اچھا مجھے بتاو کے ڈگری لے آئے ہو یا پھر نیویارک سے تمہیں دھکے دے کر نکالا گیا ہے۔۔"

اس کے شوخی سے پوچھنے پر شعیب نے کچھ خفگی سے اسے دیکھا۔

"چار سال میں تو وہ اچھے خاصے بیزار ہو چکے ہوں گے تم سے۔۔"

وہ کہاں باز آرہی تھی۔

"ہاں انھوں نے کہا کے یہ ڈگری پکڑو اور ہماری جان چھوڑو۔۔۔ اور جا کر سنبل داؤد کے سر پر سوار ہو جاو۔۔" وہ کھلکھلا کر ہنسی۔

"تم بیٹھو میں چینج کر کے آتی ہوں۔۔"

"نہیں تم تھکی ہوئی آئی ہو ریسٹ کرو۔۔ ہم کل ملیں گے فرصت سے۔ لنچ ساتھ کریں گے۔۔ ابھی کچھ فرینڈز کو ٹائم دے رکھا ہے ان سے ملنے جانا ہے۔۔"

وہ گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے اٹھتے ہوئے بولا۔

"کل دوپہر میں تو میں فری نہیں ہوں۔۔ ایسا کرتے ہیں کافی پر ملتے ہیں؟"

سنبل نے استفسار کیا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ "حتان سے میری ملاقات نہیں ہو سکی۔۔ اسے بھی انوائیٹ کر لینا۔"

"وہ شاید ہی آئے گا آج کل کافی مصروف رہتا ہے۔ اس کے پاس میرے لئے بھی وقت نہیں ہوتا۔" وہ اسے سی آف کرنے باہر دروازے تک آئی تھی۔

"ٹھیک ہے میں اس سے پرسنلی مل لوں گا۔۔ سی یو سون۔۔"

اس کے جانے کے بعد پھر دوبارہ روم میں آنے کے بعد چینج کر کے

بالوں کو اونچی پونی میں قید کیے وہ ڈھیلے ڈھالے سے ٹراوزر اور شرٹ پہنے دوبارہ نیچے آئی تھی۔ کچن میں مصروف آئزل اور رضیہ خالہ سے ملنے کے بعد سٹنگ ایریا میں آگئی تھی۔ کل کی سماعت کے لئے اسے کیس پر کام کرنا تھا۔ نیچے کارپیٹ پر صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھتے ہوئے اس نے سینٹرل شیشے کی میز پر کافی کاغذات اور فائلوں کے علاوہ لیپ ٹاپ بھی رکھ کر اس کی اسکرین اٹھائی تھی۔ جس کی روشنی سیدھی اس کے چہرے پر پڑتی اسے چمکانے لگی تھی۔

ابھی اسے کام کرتے ہوئے کچھ ہی دیر گزری تھی کے جب باہر بیل بجی۔ سنبل نے بے ساختہ بڑی سی وال کلاک کی جانب دیکھا جہاں پونے سات کا وقت ہو رہا تھا۔

اس وقت کون آسکتا تھا بھلا؟ حتان کے آنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کے وہ شاذ و نادر ہی اس کے گھر قدم رکھتا تھا۔ ایک وہی تھی جو خود ہی داؤد مینشن چکر لگا آتی تھی۔ پورچ میں گاڑی رکنے اور دروازہ کھلنے کی آواز پر پین میز پر ڈالتے ہوئے وہ پیچھے کو ہو بیٹھی تھی۔ کچھ ہی دیر میں بالٹ پر ہاتھ رکھے دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا تھا۔ وائٹ لوز سی شرٹ پر بلیک پینٹ پہنے اس کی شرٹ کے اوپری تین بٹن کھلے ہوئے تھے۔ سنبل کی سانس جیسے سینے میں اٹکی۔ اس کا اتنا لاپرواہ سا حلیہ اس نے شاید پہلی بار دیکھا تھا۔ اس کے سیاہ جوتوں سے ہوتے ہی اس کی سبز آنکھیں سنہری نین کٹوروں سے جا ٹکرائی تھیں۔ اسے لگا پورے سیٹنگ ایریا میں

روشنیاں سی پھیل گئی ہوں۔ لیکن صرف لمحے کی ہی بات تھی۔ دوسری نگاہ اس پر ڈالے بغیر وہ رضیہ خالہ کی جانب بڑھ گیا تھا۔ جو بیل کی آواز سن کر آئی تھیں۔

اس کا یہ بے پرواہ سا انداز سنبل کے اندر دہکتے ہوئے الاو بڑھکا دیتا تھا۔

مٹھیوں کو بھینچے اس نے خود پر ڈھیرں ضبط کیا تھا۔ اس کے پیچھے سرمد بھی اندر آیا تھا جس نے شیر کا بچہ گود میں اٹھا رکھا تھا۔ جو اپنے چھوٹے چھوٹے پنجوں سے اس کی پیشانی پر بکھرے بالوں سے اٹھکھیلیاں کر رہا تھا۔ سنبل کی آنکھوں میں خوشگوار سی چمک ابھری تھی۔ وہ بے ساختہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یہ کس کا ہے کہاں سے لے کر آئے ہو۔؟"

خوشی سے بے قابو ہوتی وہ سرمد کے پاس آئی تھی۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے پر جوشی سے پوچھا۔ جو سرمد کی طرف سے توجہ ہٹا کر اب سنبل کے ہاتھ کو پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"عبیر بھائی لے کر آئے ہیں آپ کے لیے۔"

سرمد کے شوخی سے کہنے پر اس کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔ دل نے ایک بیٹ مس کی تھی۔ بے یقین اور بے اختیار سی نگاہ اس پر ڈالی جو رضیہ اماں کے سامنے سر کو خم دئے کھڑا ان سے دعائیں لے رہا تھا۔

وہ پہلی بار اس کے گھر آیا تھا۔ وہ بھی بنا بتائے۔ اپنے حلیے پر وہ جز بز ہوئی تھی۔

لیکن وہ اس کی جانب متوجہ ہی کہاں تھا۔ رضیہ خالہ سے ملنے کے بعد آئزل کے سر پر ہاتھ رکھے اس کا حال احوال پوچھتے ہوئے سنبل کو مکمل اگنور کئے ہوئے تھا۔

اور یہی چیز اسے اندر ہی اندر سلگا رہی تھی۔

"اگر تحفے میں اس شیر کے بچے کے بجائے کچھ اور ہوتا نا، میں کبھی قبول نا کرتی۔ ہاتھ کی ہاتھ واپس کر کے اسے یہاں سے چلتا کرتی لیکن۔۔"

"لیکن انھوں نے عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسی چیز دینے کا انتخاب کیا جو آپ چاہ کر بھی واپس نہیں کر سکتیں!" سرمد کے شرارت سے کہنے پر وہ اسے مصنوئی سا گھور کے رہ گئی۔

"بیٹھ جاو، کھانا ریڈی ہونے والا ہے بس۔۔"

ساری ناراضگیاں اور اپنی ذات کی بے قدری بھلائے اس نے اپنی قسم توڑ کر بلآخر اسے مخاطب کر ہی لیا تھا۔ جو پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے تنقیدی نظروں سے سٹنگ ایریا کی پینٹنگز دیکھنے میں محو تھا۔ سنبل کے مخاطب کرنے پر چونک کر اسے دیکھا۔ ہمیشہ کی طرح نک سک سے تیار ہونے کی بجائے رف سے حلیے میں ہونے کے باوجود بھی اس کی خوبصورتی میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ سرمد اسے سنبل کی گود میں دے کر باہر گارڈ کو اس کے کھانے وغیرہ کے متعلق ہدایت دینے چلا گیا تھا۔

سٹنگ میں وہ دونوں تنہا کھڑے تھے۔

سنبل کا دل پوری رفتار سے دھڑک رہا تھا۔ عبیر غازی کا اس طرح سے اپنی طرف متوجہ ہونا اس کے حواس پر بھاری ثابت ہو رہا تھا۔ کتنے عرصے بعد وہ دونوں ایسے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔

عبیر تو اسے اس لیے اگنور کرتا تھا تاکے اس کے دل میں موجود اپنی محبت کو ختم کر سکے۔ لیکن اسے یہ نہیں معلوم تھا کے اس کے معتلق جتنی بھی بدگمانیاں سنبل کے دل میں آتی تھی۔ وہ ساری اسے صرف ایک دفعہ دیکھ لینے سے ہی پانی کی طرح بہہ جاتی تھیں۔ اس کا دل دھڑکتا ہی اس کے نام پر تھا۔ وہ کیسے اس سے کوئی بدگمانی پال سکتی تھی؟۔

"پھر کبھی۔۔"

اس نے وہ دو مختصر سے الفاظ اسی انداز میں کہے تھے جو انداز وہ سنبل سے بات کرتے ہوئے اپنایا کرتا تھا۔

روکھا پھیکا اور انتہائی سپاٹ! جس میں کسی قسم کا کوئی تاثر شامل نہیں ہوتا تھا۔ اس کے الفاظ، اس کی آواز، اس کی سنہری آنکھیں، اس کا خوبصورت سا چہرہ۔۔

سنبل کے لئے ان میں کوئی نرمی نہیں ہوتی تھی۔

ہر دفعہ کی طرح اس دفعہ بھی وہ اس کے نازک سے دل کو ٹکڑوں میں بانٹ کر انھی پر چلتے ہوئے دروازہ کھول کر باہر جا چکا تھا۔ کسی ہوا کے جھونکے کی طرح۔

لمحے بھر کو اس کے پاس ٹھہرا بھی نہیں تھا۔

دل بڑا کر کے وہ جب وہ اس کی چوکھٹ تک آ ہی گیا تھا تو ذرا دیر کو اس کے پاس رک جانے میں اس کی شان میں کمی آ جاتی کیا۔

اس کے دل میں پھر سے شکوے جمع ہونے لگے تھے۔

شیر کے بچے کو خود میں بھینچے اس نے پلکیں جھپکتے ہوئے آنسوؤں کو بہنے سے روکا تھا۔ اندر کہیں ایک لطیف سا احساس بھی جاگا تھا کے 'وہ اس کے لئے آیا تھا۔'

نا صرف آیا تھا بلکے اس کے لئے تحفہ بھی لایا تھا۔ وہ جا چکا تھا، لیکن اس کی جان لیوا خوشبو سنبل کے آس پاس چکراتی اسے اپنے اندر جکڑ رہی تھی۔

وہ جانتی تھی کے عبیر غازی اپنے جذبات کا اظہار کرنے میں بلکل کورا ہے۔ لیکن اپنے اس عمل سے کیا وہ ان کے درمیان حائل دیوار کو گرانے کی کوشش کر رہا تھا؟ لیکن اس کے انداز سے تو ایسا کچھ ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ کسی سے بھی ملتا تھا تو ہمیشہ مسکراتے ہوئے سلام میں پہل کرتا تھا۔ لیکن جب وہ سنبل کے ساتھ ہوتا تھا تو بلکل ہی اس کی شخصیت بدل جاتی تھی۔ نا اس نے سلام کیا۔ نا حال پوچھا۔ تحفہ بھی اس نے سرمد کے ذریعے دلوایا تھا۔ وہ الجھن کا شکار ہوئی تھی۔ جب وہ اسے پسند ہی نہیں کرتا تھا تو اس کے لیے تحفہ کیوں لایا تھا پھر؟

"آنے کی ضرورت ہی کیا تھی اسے؟ اتنی مشکل سے اس پر سے دھیان ہٹا کر کام کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔۔ اور یہ اپنی ایک جھلک دکھا کر سب پر پانی پھیر دیتا ہے۔"

"خود ہی کہتا ہے مجھے بھلا دو۔۔ اور پھر بھولنے بھی نہیں دیتا!"

وہ دل گرفتگی سے بڑبڑا رہی تھی جب سرمد دروازہ کھول کر اندر آیا۔

"آپ کے گارڈ کو ساری ہدایت دے دی ہیں۔ تھوڑی دیر بعد اسے اس کے حوالے کر دیجئے گا۔ وہ اسے کھانا دے کر پنجرے میں بند کر دے گا۔"

"پنجرے میں کیوں بند کرنا ہے؟"

اس نے حیرانگی سے پوچھا۔

"آپ کا اسے اپنے بیڈ روم میں رکھنے کا ارادہ ہے؟"

"چھوٹا سا بچہ ہے کون سا مجھے کھا جائے گا؟"

"بے شک چھوٹا سا بچہ ہے۔۔ لیکن ہے تو شیر کا بچہ ہی ناں؟ رات کو اسے پنجرے میں ہی رکھئے گا۔"

"میں اسے اپنے ساتھ ہی سلاوں گی۔" وہ ضدی سے لہجے میں بولی۔

"آپ کو ہدایت دینے کے لئے عبیر بھائی نے کہا تھا۔ اور ساتھ یہ بھی کہا تھا کے اگر آپ انکار کریں تو فوراً آپ سے اسے لے کر واپس آجاوں۔"

"اسے مجھ سے واپس تو اب تمہارا عبیر بھائی بھی نہیں لے سکتا۔۔ اس نے یہ مجھے دے دیا ہے۔۔ اب میری مرضی میں اسے جیسے چاہے رکھوں۔"

"وہ گاڑی میں ہی بیٹھے ہیں۔ میرا ویٹ کر رہے ہیں۔ بتا دیتا ہوں انھیں کے آپ راضی۔۔"

"پنجرے میں ہی رات گزارے گا یہ۔۔ ٹھیک ہے؟"

اس کی بات کاٹ پر وہ ضبط سے فوراً سے بولی۔ ساتھ ہی کینہ طوز نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"چلیں میں چلتا ہوں۔۔ آج کا ڈنر وکیل صاحب بذات خود تیار کر رہے ہیں۔۔ اللہ ہی رحم کریں ہم پر۔۔"

"ملازموں کی کمی ہے داؤد مینشن میں جو میرے بھائی سے کھانا بنوا رہے ہو تم لوگ؟" اس نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"۔عبیر بھائی چاہ رہے تھے کے یہ شیر کا بچہ حتان بھائی آپ کو دینے جائیں۔اور ان کا کہنا تھا کے جب تم یہ لائے ہو تو تم ہی جا کر دو۔۔سنبل کو منانے کے لئے میرے لاکھوں روپے ضائع ہو جائیں گے۔۔دونوں میں سے کوئی بھی راضی نہیں ہو رہا تھا آپ کے گھر آنے کے لئے۔۔پھر عبیر بھائی نے شرط رکھ دی کے یا تو وہ آپ کے گھر جائیں ورنہ پھر ڈنر وہ خود تیار کریں۔۔حیرت انگیز طور پر انھوں نے کھانا بنانے کو ترجیح دی۔۔"ہمیشہ کی طرح اس نے ساری بات کو تفصیل سے اس کے گوش گزار کیا تھا۔آخر کو سنبل اسے ایسے ہی تو اپنا خفیہ ذرائع نہیں کہتی تھی

"وہ خود سے اٹھ کر پانی نہ پیے اور تم نے اسے کچن میں کھڑا کر دیا۔"سنبل کو از حد فکر مندی ہوئی تھی حتان کی طرف سے۔

"عبیر بھائی کے لیے تو وہ بندے ٹپکانے سے بھی نا کترائیں۔۔اور یہ تو صرف ڈنر بنانے کی بات ہے۔۔"

"میرے بھائی کو اشاروں پر چلاتا ہے یہ انسان۔۔"وہ بلند آواز سے بڑبڑائی تھی۔"

سرمد کے جاتے ہی وہ اسے لیے پھر سے فلور کشن پر آ بیٹھی۔اور اسے میز پر بٹھا دیا۔

جبھی ایک پر زور سی چیخ پر وہ اپنی جگہ چونک اٹھی تھی۔رضیہ خالہ اور آئزل دونوں دور کھڑی خوفزدہ سی اسے دیکھ رہی تھیں۔

"ڈرا دیا آپ دونوں نے مجھے۔"

"سنبل یہ تمہیں کاٹ لے گا اس سے دور ہو جاو۔۔"رضیہ خالہ کو اس کی طرف سے از حد تشویش ہو رہی تھی۔"نہیں کاٹے گا۔۔"اطمینان سے کہتے ہوئے اس نے میز پر سے اٹھا کر اسے گود میں لیا پھر ان دونوں کی جانب بڑھی جو چیخ مارتی ہوئیں فوراً وہاں سے بھاگ اٹھی تھیں۔

سنبل ان کے اس طرح سے بھاگنے پر بے اختیار ہنستی ہوئی ان کے پیچھے پیچھے جا رہی تھی۔

****

باغ اور جھیل کی سیر کرنے کے بعد جب تک وہ واپس حویلی لوٹے تب تک انس اور داریان بھی آ چکے تھے۔

اور یہ دیکھ کر تو ماشا کے غصے کا گراف بڑھ رہا تھا کے وہ لوگ اسے حویلی یہ کہہ کر لائے تھے انس اور ریشام کی شادی کی ڈیٹ فکس کرنے جا رہے ہیں۔

لیکن یہاں تو اس کے اور فاز کے رشتے کی باتیں چل رہی تھیں۔

اس کا دل تو چاہ رہا تھا کے وہیں انس اور فرمان بھائی سے لڑنا شروع ہو جائے۔ لیکن پھر بھی خود پر ضبط کئے بیٹھی رہی

میں یہاں انس اور ماشا کے بڑے بھائی کی حیثیت سے موجود ہوں دادا جان۔۔ آپ کا کیا گیا فیصلہ سر آنکھوں پر۔۔ لیکن میں خود بھی ابھی ماشا کی شادی کے حق میں نہیں ہوں۔۔ اس کی پڑھائی ڈسٹرب ہو گی۔۔ اور فاز کی پڑھائی بھی ابھی مکمل نہیں ہوئی ہے"

"شادی نہ سہی لیکن کوئی رسم تو کی ہی جا سکتی ہے۔۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے دادا جان۔۔ ماشا آپ کی امانت ہے"

اب کے انس نے بھی لب کشائی کی۔

"بے شک یہ ہمارے فاز کی امانت ہے اب تمہارے گھر میں۔۔"

حمنہ غازی نے اپنے ہاتھ میں پہنی ہوئی سونے کی بھاری سی انگوٹھی اتار کر اپنے ساتھ بیٹھی ماشا کے ہاتھ میں پہنانی چاہی تو اس نے چونک کر ہاتھ پیچھے کر لیا۔

سب نے ہی اس کے گریز کو محسوس کیا تھا۔

اس سے پہلے کے ضبط کے بندھن توڑ کر وہاں سے اٹھ کر چلی جاتی انس کی تنبیہہ کرتی نظروں کو دیکھ کر بامشکل لب بھینچ کر بیٹھی رہی۔

"یہ نیک شگن ہوتا ہے بیٹا"

رائمہ غازی نے اس کے سر ہاتھ رکھ کے شفقت سے کہا تو اس اس موقع پر اپنے ماں باپ شدت سے یاد آئے تھے۔

اپنی قسمت سے اسے جتنے بھی گلے شکوے تھے اس نے سب دل میں ہی دبا لئے تھے۔

حویلی کی اندرنی عمارت میں ابھی بھی محفل سجی تھی۔جبکے لان کی سیڑھیوں پر وہ تنہا بیٹھی تھی۔

گھٹنوں کے گرد بازو باندھے۔خالی دل لئے۔۔

بریزے اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔کچھ دیر پہلے وہ اس کے لیے چائے لینے کے لئے گئی تھی۔

اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی تو وہ سمجھی شاید بریزے ہے۔لیکن جب فاز غازی اپنے برابر میں کچھ فاصلے پر بیٹھتے دیکھا تو آنکھوں میں ناگواری در آئی۔

ان دونوں نے ایک دوسرے کو کچھ بھی نہیں کہا تھا۔

خلاف توقع فاز بھی خاموش بیٹھا تھا۔وہ شاید اس کی بھڑاس سننے کو ہی آیا تھا۔

"لوگ اتنے پتھر دل کیوں ہوتے ہیں؟انھیں صرف اپنی غرض،اپنی خوشی،اپنی مرضی کی پروا کیوں ہوتی ہے۔۔دوسروں کی فیلنگز کے بارے میں کیوں نہیں سوچتے ایک بار"

سیدھے ہاتھ کی تیسری انگلی میں پہنی انگوٹھی کو دوسرے ہاتھ سے گھماتے ہوئے وہ دھیمے لہجے میں کہہ رہی تھی۔اس کے اندر کا کرب اس کی آواز سے بخوبی ظاہر ہو رہا تھا۔

"خوشیوں پر سب کا حق ہوتا ہے ماشا۔۔آپ کو لگ رہا ہو گا کی اس زبردستی کے رشتے کو آپ کو تھوپا جا رہا ہے۔۔لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے نا کے سب آپ کو خوش دیکھنا چاہتے ہوں۔۔۔"

"ایک ناپسندیدہ رشتہ جوڑنے سے کسے خوشی مل سکتی ہے؟"

"آپ ہمیشہ منفی ہی کیوں سوچتی ہیں؟۔۔۔کچھ دیر کے لیے آپ یہ خیال نہیں کر سکتی کے میں آپ کے لئے بہترین آپشن بھی ثابت ہو سکتا ہوں؟"

اس کی نرم سی آواز پر ماشا نے بھیگی نظروں اٹھا کر اسے دیکھا۔

جس کے چہرے پر فقط سچائی رقم تھی۔

"میں ایسا کیوں سوچوں؟؟جبکے میں تم سے محبت ہی نہیں کرتی تو۔۔"

"میں جانتا ہوں کے آپ مجھ سے محبت نہیں کرتیں۔۔یہ بھی جانتا ہوں کے آپ کسی اور کو پسند کرتی ہیں"

اس کے اطمینان سے کہنے پر اس نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا۔

"اٹس اوکے!۔۔دل پر ہمارا اختیار نہیں ہوتا۔۔آپ کی فیلنگز کو میں سمجھ سکتا ہوں۔۔کیوں کے میں ان سے آشنا ہوں۔۔"

"تم جانتے بوجھتے مجھ سے شادی کیوں کرنا چاہتے ہو پھر؟"

"میں آپ کو پسند کرتا ہوں۔۔آپ سے محبت کرتا ہوں۔۔کیا یہ وجہ کافی نہیں؟"

"آپ بھی تو داریان سے شادی کرنا چاہتی تھیں۔۔یہ جانتے ہوئے بھی کے وہ کسی اور سے محبت کرتے ہیں؟"

"وہ میرا اور ان کا معاملہ ہے۔۔تمہیں بیچ میں بولنے کی ضرورت نہیں ہے!"

اس نے تیز لہجے میں کہا۔

"مجھے بولنے کا حق آپ نے خود دیا ہے"

اس نے نظروں سے ہی اس کے ہاتھ میں پہنی انگوٹھی کی جانب اشارہ کیا۔

جسے ماشا نے فوراً ہی کھینچ کر اتارتے ہوئے اس کی جانب اچھال دی تھی۔

"تمہاری اہمیت میرے نزدیک بس یہی ہے۔"وہ چبا کر بولی۔

"اگر کوئی سوالی بن کر آپ کے پاس آئے تو اسے خالی ہاتھ نہیں لوٹانا چاہئے۔۔"

فاز نے جھک کر جوتوں کے پاس پڑی انگوٹھی کو اٹھا کر اسے دیکھا۔

"جس اذیت کو آپ محسوس کر چکی ہیں آپ مجھے بھی اس سے دوچار کرنا چاہتی ہیں؟"

"میرا دل ٹوٹا ہے فاز غازی! میں کسی اور کی دنیا کیوں آباد کروں؟"

اس نے زخمی لہجے میں پوچھا۔

"اسی لیے کہہ رہا ہوں۔۔اپنے دل کو مجھے دے دیجئے۔۔۔میں اسے دوبارہ ٹوٹنے نہیں دوں گا۔۔"

کتنا وثوق، کتنا اطمینان اور کتنا بھروسہ تھا اسے خود پر۔

"ایک موقع تو آپ دے ہی سکتی ہیں مجھے!"

ملتجی لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ماشا کا کانپتا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر انگوٹھی اسے پہنا دی تھی۔

اس بار ماشا نے اسے جھڑکا نہیں تھا۔"میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔تم اچھے نہیں لگتے مجھے۔کیا تمہیں سمجھ نہیں آتی میری بات؟"اس کے بھیگے سے لہجے میں تکان غالب تھی۔

"کہتی جائیں۔میں یہ سب اپنے دل پر لکھتا جا رہا ہوں۔کیوں کے جس دن آپ مجھ سے اعتراف محبت کریں گی اس دن آپ کے دئے گئے یہ سارے زخم، جو میرے دل پر لگے ہیں۔میں آپ کو دکھا کر شرمندہ کروں گا۔"ماشا نے کچھ کہنے کے بجائے اس کے ہاتھ میں دبے اپنے ہاتھ کو دیکھا۔پھر آہستگی سے اس کی گرفت سے نکال لیا۔

"جب تک میرا ایم بی بی ایس نہیں ہو جاتا تب تک تم مجھے اپنی شکل نہیں دکھاو گے!"

"آپ کی دیکھنے تو آسکتا ہوں نا؟"

"مجھے فون بھی نہیں کرو گے"

وہ ایک کے بعد ایک شرط عائد کرتی جا رہی تھی۔

"فون سے یاد آیا۔۔انس بھائی کو فون لے جا کر دینے کی کیا ضرورت تھی؟مجھے ڈائریکٹ کہہ دیتیں کے کال کاٹ دو۔۔"

"تم اتنے ڈھیٹ انسان ہو۔۔میری بات تم سنتے ہی کہاں ہو۔۔"

"بھائی نے تمہیں ڈانٹا تھا؟"اس نے جانے کس احساس کے تحت استفسار کیا۔

"انھیں ڈانٹنے کی نوبت نہیں آتی۔۔ان کا صرف گھورنا ہی کافی ہوتا ہے"

Mahira Zaynab Khan Novel

"اب اگر تم نے میری بات نہیں مانی تو میں ان کے ذریعے ہی تم تک اپنی بات پہنچاؤ گی"

"تین سال ویٹ کر رہا ہوں نا میں ؟؟۔۔کیا اتنا بھی حق نہیں کے کبھی کبھار آپ کو فون ہی کر لیا کروں ؟"

"تمہیں میری خوشی زیادہ عزیز ہے نا؟۔۔بس سمجھ لو میری خوشی اسی میں ہے"

"صرف تین سال کی بات ہے۔۔اس کے بعد آپ مجھ پر ایسے پابندیاں نہیں لگا سکیں گی!"

اس بار ماشا خاموش ہی رہی تھی۔

شاید قسمت نے فاز غازی کو ہی اس کے لئے چنا تھا۔۔

کہتے ہیں جو محبت حاصل نا ہو سکے اسے زندگی بھر کا روگ بنانے سے بہتر ہے اسے اپنے دل میں ہی دفن کر دو۔

اس نے بھی یہی کرنے کا سوچ لیا تھا۔

یہ جانتے ہوئے بھی کے داریان کی محبت کو خود سے جدا کرنا اس کے لئے کسی اذیت سے کم نہیں ہو گا۔ لیکن پھر بھی اس نے اب مصم ارادہ کر لیا تھا کے داریان درانی کو اس کا دل توڑنے کی اب اجازت ہر گز نہیں دے گی!

صبح صادق کا اجالا پھیلنے لگا تھا۔ پرندوں اپنے آشیانوں سے اڑان بھر چکے تھے۔ فجر کے بعد کچھ دیر واک کرنا ان دونوں کی ہی پسندیدہ عادت تھی۔

"ماشا سے بات کی تھی تم نے؟"

پشت پر ہاتھ باندھے چلتے فرمان نے استفسار کیا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اپنی طرف سے تو پوری کوشش کی ہے اس بے وقوف لڑکی کو سمجھانے کی۔۔"

"ایسے مت کہو اسے۔۔ وہ بے وقوف نہیں ہے بس حد سے زیادہ جذباتی ہے"

"مجھ سے اتنا لڑ کے گئی تھی۔ آپ سب کے پریشر میں آکر اس نے فاز کے لئے ہاں کر دی ہے لیکن مجھے پتا نہیں کیوں ایسا لگتا ہے کے اس کے دل و دماغ میں کچھ اور ہی چل رہا ہے"

"میرے یہاں ہوتے ہوئے وہ نا وہ سکون سے پڑھ سکے گی اور نا اپنی زندگی میں آگے بڑھ سکے گی"

"بہت ہو گیا داریان۔۔ کب تک دوسروں کے لئے اپنی ذات کو نظر انداز کرتے رہو گے؟" انھوں نے ناراضگی سے کہا

"میری ذات۔۔ میرا دل۔۔ میری خواہش۔۔ عرصہ ہوا فرمان بھائی۔۔ میں نے اپنی ذات کو اہمیت دینا چھوڑ دیا ہے"

وہ پھیکا سا مسکراتے ہوئے بولا۔ فرمان کی نظر اس کی چوڑی کلائی پر گئی تھی۔ جس میں ایک چین لپٹی ہوئی تھی۔ اس چین کا لاکٹ اس نے مٹھی میں دبا رکھا تھا۔

فرمان کو معلوم تھا وہ کون سا چین لاکٹ تھا۔

"ہر اندھیری رات کے بعد صبح کا روشن سویرا پھیلتا ہے۔۔ ہر مایوسی کے بعد خوشی اور شکر گزاری کے بادل برستے ہیں۔۔ ہر انتظار اور صبر کا انعام ملتا ہے۔۔"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" وہ قدم روکے اسے کی طرف رخ کئے کھڑا تھا۔

تیز ہوائیں اس کی پیشانی پر بکھرے بالوں سے اٹھکھیلیاں کر رہی تھیں۔

"کچھ نہیں بس آج تم نماز کے بعد سورہ واضحی کی تلاوت کر رہے تھے تو بس وہی یاد آ رہی تھی۔۔ کیا تم دوبارہ پڑھو گے؟"

وہ اکثر و بیشتر اس سے تلاوتیں سنتے رہا کرتے تھے۔ داریان کی آواز انھیں بہت پسند تھی۔ اور جب وہ تلاوت کیا کرتا تھا تو بس آنکھیں بند کیے اسے سنتے رہتے تھے۔ لیکن آج سے پہلے انھوں نے کبھی سر راہ پڑھنے کی فرمائش نہیں کی تھی۔

لیکن پھر بھی وہ پڑھ رہا تھا۔ فرمان کی کسی بھی بات کو انکار کرنا اس نے جیسے سیکھا ہی نہیں تھا۔

قسم ہے چاشت کے وقت کی)

(اور رات کی جب وہ چھا جائے۔)

(آپ کے رب نے نہ تو آپ کو چھوڑا ہے اور نہ وہ بیزار ہوا ہے۔)

(یقیناً انجام آپ کے لیے آغاز سے بہتر ہو گا)

(عنقریب آپ کا رب آپ کو (اتنا) دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔)

(کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا تھا پھر جگہ دی)

(اور آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا پھر (شریعت کا) راستہ بتایا۔)

(اور اس نے آپ کو تنگدست پایا پھر غنی کر دیا۔)

(پھر یتیم کو دبایا نہ کرو۔)

(اور سائل کو جھڑکا نہ کرو۔)

(اور ہر حال میں اپنے رب کے احسان کا ذکر کیا کرو۔)

ترجمہ: سورہ الضحیٰ

الفاظ ادا کرتے ہوئے اس کے جسم و جاں میں ڈھیروں سکون سرائیت کرتا جا رہا تھا۔ اس سورت نے ہمیشہ اس کی ہمت بندھائی تھی۔ ہمیشہ اسے حوصلہ دیا تھا۔ لیکن آج اسے پڑھتے ہوئے وہ کچھ الگ محسوس کر رہا تھا۔ اپنی کیفیت کو وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

اللہ کا وعدہ سب سے سچا ہوتا ہے۔ اگر اللہ بہتر سے آزمائش میں مبتلا کرتا ہے تو انعام کے طور پر بہترین سے نوازتا ہے۔

یوں لگ رہا تھا جیسے اس کا صبر اس کی آزمائش اب ختم ہونے کو تھی۔

اسے اس کا انعام ملنے والا ہو۔

اس نے نظریں اٹھا کر آسمان کی جانب دیکھا تھا۔ صاف و شفاف نیلا آسمان۔۔

وہ مسکرا دیا تھا۔ وہ اپنے رب کے ہر فیصلے پر راضی تھا۔

فرمان نے ہی اس سے کہا تھا کے آئزل کا تمہاری زندگی سے جہاں شاید اللہ کی طرف سے بھیجی گئی تمہاری آزمائش تھی۔

اور اس نے اپنی آزمائش کو دل سے قبول کیا تھا۔ اس نے کوئی شکوہ کوئی شکایت اپنے لبوں سے نکلنے نہیں دی تھی۔ وہ اپنے رب کی تقسیم پر راضی تھا۔

اور جو اللہ کی رضا میں راضی ہو جاتے ہیں

پھر اللہ بھی اس نے راضی ہو جاتا ہے۔۔

****

دیوار گیر گھڑی پر نگاہ ڈالتے ہوئے اس نے ایک نظر عاشر کو دیکھا تھا۔ جو بیڈ کے ایک سائیڈ پر اپنی کتابیں لیے بیٹھا پڑھائی کرنے میں مگن تھا۔

اپنی سائیڈ سے اٹھ کر وہ اس کے سامنے آکر بیٹھ گئی تھی۔

براون دراز بال چہرے کے اطراف بکھرے ہوئے تھے۔ گلابی چہرے پر مغرور سے نقوش لئے وہ اسے دیکھ رہی تھی جس نے ابرو کے اشارے سے اسے دیکھا۔

"میرے لئے کافی بنا دو گے؟"

اس کا انداز نرم تھا۔ لیکن کہیں ایک تحکم سا بھی تھا۔

وہ بس دیکھنا چاہتی تھی کے اگر وہ اس کی محبت کا دعویدار تھا تو اسے کتنی اہمیت دیتا تھا۔

"اور میں تمہارے لئے کافی کیوں بناوں؟"

"کیوں کے تم نے کہا تھا کے تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔۔ کیا نہیں کہا تھا؟"

اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ محو سوال تھی۔

"اعتراف محبت کے جواب میں اعتراف محبت ہی کیا جاتا ہے۔۔ کافی کون بنواتا ہے؟"

"سب کا اپنا انداز ہے"

اس نے شانے اچکائے۔

"تو اگر میں کافی بنا کر دوں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کے تمہارے دل میں بھی لئے جذبات ہیں؟" اس نے شوخی سے پوچھا۔

"میرے دل میں تمہارے لئے صرف نفرت کے جذبات ہیں"

وہ تنک کر بولی۔ "تم کہتے ہو تم بچپن سے مجھ سے محبت کرتے ہو لیکن اپنی نفرت میں اسے چھپاتے رہے ہو۔۔ اور میں کہوں تو میں نے تم سے کبھی محبت کی ہی نہیں۔۔ میں کر ہی نہیں سکتی۔۔ مجھے تم۔۔"

"میں جانتا ہوں میں کتنا برا ہوں۔۔ تمہارے منہ سے سننا نہیں چاہتا" وہ اس کی بات کاٹ کر گویا ہوا۔ پھر بیڈ سے اٹھ کر سلیپرز پہنتے ہوئے اسے دیکھا جو وہیں بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔

"کافی بنانے جا رہا ہوں۔۔ اب تو ناراضگی ختم کر دو گی نا؟"

"تمہیں کیا لگتا ہے ایک کافی کے مگ سے میں تمہاری ساری غلطیوں کو معاف کر دوں گی؟"

"روزانہ بنا کر دوں تب مانوں گی؟"

"سوچوں گی۔۔" اس نے بے نیازی سے جواب دیا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

رات دیر تک پڑھائی کرتے ہوئے جب نیند کے جھروکے آنے لگے تو نیند کو بھگانے کے لئے چائے بنانے کی نیت سے کچن میں آیا تھا لیکن وہاں موجود ان دونوں کو دیکھ کر اس کی نیند اڑن چھو ہوئی تھی۔

کچن کاونٹر سے ٹیک لگائے فون ہاتھ میں پکڑے وہ اس پر مصروف تھی۔ جب کے اس کے پاس ہی کھڑا وہ مگ میں کافی پھینٹ رہا تھا۔

"تم دونوں کو لڑنے کے لئے اور کوئی جگہ نہیں ملی جو کچن میں ہی آ گئے؟"

"نیند میں ہو کیا؟ ہم کون سا جھگڑا کر رہے ہیں یہاں پر؟" بریزے نے تنک کر کہا۔

"میں شاید نیند میں ہی ہوں۔۔ عاشر مرزا بریزے کے لئے کافی بنا رہا ہے؟۔۔ واٹ دا ہیل از دز؟؟"

اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کے جو وہ دیکھ رہا ہے وہ کوئی خواب نہیں ہے۔

عاشر بنا کچھ کہے مسکراہٹ دبائے اپنے کام میں مصروف رہا تو اس نے بریزے کو دیکھا جس نے لاعلمی سے شانے اچکا دیے۔۔

"میرے لئے بھی چائے بنا دے بھائی"

اس نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"میں نے آج سے پہلے تمہارے لیے کبھی چائے بنائی ہے جو اب بناوں گا؟"

"آج سے پہلے تو اس کے لئے کبھی کافی بھی نہیں بنائی۔۔ لیکن اب بنا رہے ہو نا؟"

"یہ میری بیوی ہے"

"تو میں بیوی کا بھائی ہوں۔۔"

"جب تمہاری بیوی آ جائے تو اس سے بنوا لینا"

کافی بنا کر اس نے بریزے کو تھمائی پھر سنک کے پاس جا کر ہاتھ دھونے لگا۔

"کون سا جادو کیا ہے اس پر؟" فاز نے شدید حیرانگی سے اس سے پوچھا جو مسکراہٹ چھپانے کو مگ ہونٹوں سے لگا گئی تھی۔

ناشتے کرتے ہوئے وہ ماتھے پر کئی بل لئے اسے ہی دیکھے جا رہا تھا جو ناشتہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے فون پر بھی مصروف تھا۔

"کیوں گھور رہے ہو اسے؟"

سالار نے فاز کی نظروں کے تعاقب میں دیکھنے کے بعد اسے متوجہ کیا۔

"مجھے اس کی طرف سے شدید تشویش ہو رہی ہے"

"ایسا کیا ہو گیا؟"

"اگر میں آپ سے کہوں کے اس نے بریزے کے لیے خود کافی بنائی ہے تو آپ کیا کہیں گے؟"

"تو میں کہوں گا کے کم سویا کرو۔۔اتنا سو وگے تو اس طرح کے خواب آئیں گے"

کیتلی میں سے کپ میں چائے انڈیلتے ہوئے اس نے اطمینان سے کہا۔

"یہ لیں۔۔یقین ہی نہیں کر رہے میری بات کا۔۔میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا تھا۔۔بلکے جاگتی آنکھوں سے اسے کافی بناتے دیکھا تھا۔۔اور جب میں نے اسے چائے بنانے کو کہا تو بنا کسی لحاظ کے میرے منہ پر منع کر دیا۔۔"

فاز نے اس طرح سے کہا کے سالار بھی اسے دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔

"خیریت ہے مرزا صاحب؟؟۔۔لڑائی جھگڑے ختم کر دئے آپ نے سارے؟"

اس نے لطیف سے انداز میں اسے چھیڑا جو بنا کوئی جواب دیے ناشتے میں مگن تھا۔

جبھی وہ بیگ اور فائل اٹھا کر گلابی رنگ کے لباس میں سر پر دوپٹہ لئے وہاں آئی تھی۔

دونوں چیزیں عاشر کے برابر والی کرسی پر رکھنے کے بعد خود فاز کے ساتھ والی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"تم بھی یونی جا رہی ہو آج؟" سالار نے اس سے استفسار کیا۔

"نہیں تو۔۔" بریڈ اٹھاتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

اس کے انکار کرنے پر اب وہ دونوں بغور اس بیگ اور فائل کو دیکھ رہے تھے۔

جو یقیناً عاشر کا ہی سامان تھا۔

"اب تو یقین کر لیں میری بات کا"

فاز نے سالار کو جتانے والے انداز میں کہا۔

"کیا ہوا ہے؟" بریزے نے نا سمجھی سے ان دونوں کو دیکھا۔

"کچھ نہیں میں بس سالار بھائی کو بتا رہا تھا کے عاشر مرزا نے بذات خود تمہارے لیے کافی بنائی تھی۔۔اور میرے لئے چائے بنانے سے انکار کر دیا"

"تمہیں مسئلہ کس بات سے ہے؟ میرے لیے کافی بنانے سے یا تمہارے لیے چائے نا بنانے سے؟"

"آفکورس میرے لئے چائے نا بنانے سے ہے"

"شادی کر لو نا یار۔۔ میں نے تو کل بھی یہی کہا تھا کے اپنی بیوی سے بنوانا جتنی مرضی چاہو"

"اس نے عاشر کو گھور کے دیکھا۔ وہ جانتا بھی تھا کے انس نے صاف کہہ دیا تھا کے ماشا کے ڈاکٹر بننے تک وہ اس کی شادی نہیں کرے گا۔ پھر بھی وہ یہ ذکر چھیڑ کے اس کے زخموں پر نمک چھڑک رہا تھا۔

اس نے احتجاجی انداز میں سالار کو دیکھا۔

"ہم دوبارہ بات کریں گے انس سے۔۔" اس نے دلاسہ دیا

"رہنے دیں۔۔ آپ خود تو مہر ماہ بھابھی سے شادی کر رہے ہیں۔۔ میں کہاں یاد رہوں گا آپ کو"

وہ روانی میں بنا سوچے سمجھے کہہ گیا۔

لیکن جب سالار کو گھورتے پایا تو بامشکل چائے کا گھونٹ حلق سے اتارا تھا۔

سالار نے سختی سے منع کیا تھا کے ابھی کسی کے سامنے کوئی ذکر نہیں کرنا۔۔وہ طریقے سے سب کو خود ہی آگاہ کر دے گا۔

فاز تو اب بنا اس سے نظریں ملائے باقی کا ناشتہ جلدی جلدی حلق سے اتارتے ہوئے وہاں سے بھاگنے کے چکر میں تھا۔

کیوں کے عاشر اور بریزے اب پیشانی پر کئی بل لئے سالار کو دیکھ رہے تھے کے آیا وہ خود ہی سب کچھ بتائے گا یا پھر اس سے پوچھنا پڑے گا کے مہر ماہ کون ہے؟

"میرے لیپ ٹاپ میں تمہارا کیا کام ہے؟"

عاشر نے اس کے قبضے میں اپنے لیپ ٹاپ کو دیکھ کر ناسمجھی سے پوچھا۔

"میں مووی دیکھ رہی ہوں" اس نے اسکرین سامنے کر کے دکھایا۔

"تم اپنے لیپ ٹاپ میں بھی تو دیکھ سکتی ہو نا؟"

"ہاں لیکن تمہارا زیادہ اچھا ہے"

"واپس دو کل میرا پیپر ہے۔اس میں نوٹس پڑے ہیں میرے"

"تمہیں مجھ سے زیادہ فکر اپنے پیپرز کی ہے؟" اس نے مصنوئی دلگرفتی سے کہا۔

اب وہ اکثر و بیشتر اپنے اعتراف محبت پر پچھتاتا ہی رہتا تھا۔بریزے کے ہاتھ اس کی جو کمزوری لگی تھی اس نے اسے مشغلہ ہی بنا لیا تھا۔اور وہ چاہنے کے باوجود بھی اس سے پہلے جیسا رویہ نہیں رکھ پاتا تھا۔وہ اسے ڈانٹ نہیں پاتا تھا۔اس سے سخت لہجے میں بات بھی نہیں کر پاتا تھا۔

اتنی بے بسی اس نے پہلے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔"دس منٹ کے لیے دے دو میں نوٹس فون میں کاپی کر لوں گا"

"نہیں میں مووی دیکھ رہی ہوں۔۔تنگ مت کرو"

Mahira Zaynab Khan Novel

"تنگ نہیں کروں؟؟۔۔ابھی بتاتا ہوں تمہیں تو" اسے جارحانہ انداز میں اپنی جانب بڑھتے دیکھ وہ فوراً ہی لیپ ٹاپ کو صوفے پر پھینک کر کھڑی ہوئی تھی۔ لیکن اس کے فرار ہونے سے پہلے ہی عاشر نے اسے جالیا تھا۔

اس کے دونوں ہاتھوں کو ایک ہی ہاتھ میں پیچھے پشت پر لے جا کر اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ "میری برداشت کا کچھ زیادہ فائدہ نہیں اٹھا رہی ہو تم۔۔؟؟"

"اففف جنگلی انسان میرے ہاتھ چھوڑو۔ درد ہو رہا ہے مجھے"

اس کی سخت گرفت پر وہ مچل رہی تھی۔ لیکن وہ چھوڑنے پر آمادہ نہ تھا۔

"جس سے محبت کی جاتی ہے اس کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے؟"

وہ تپ کر بولی۔ "مجھے بتانا ہی نہیں چاہئے تھا تمہیں۔۔" عاشر نے اسے گھورتے ہوئے اس کے ہاتھ چھوڑ دیے تھے۔ "اسی لئے کہتے ہیں کے کبھی اپنی کمزوری اپنے دشمن کو نہیں دینی چاہئے" وہ بردباری سے دونوں ہاتھوں کو دبا کر بولی۔

"رکھو لیپ ٹاپ اپنے پاس۔۔ لیکن آج رات تم اپنے کمرے میں ہی جا کر سو جاو۔۔"

رائٹنگ ٹیبل سے اپنی کتابیں اٹھاتے ہوئے اس نے کہا۔

"میرے ہوتے ہوئے تم پڑھائی کیسے کر سکتے ہو؟" بریزے نے اس کے ہاتھ سے کتابیں اچک لی تھیں۔ "چھوڑو نا پڑھائی کو۔۔ ہم باتیں کرتے ہیں"

وہ نچلا لب دانتوں تلے دبائے بس اسے دیکھ کر ہی رہ گیا تھا۔ سب جانتا تھا اس کی چالاکیوں کو۔ "باتیں کرنی ہیں تمہیں؟"

شرٹ کی آستیں اوپر چڑھاتے ہوئے اس نے ابرو کے اشارے سے کہا۔

"تم پھر سیریس ہو گئے" اس کی مسکراہٹ فوراً ہی سمٹی تھی۔

"پیپرز کا کیا ہے۔۔ نیکسٹ ائیر بھی دئے جا سکتے ہیں۔۔ لیکن یہ رات دوبارہ نہیں آئے گی" اس کے بھاری لب و لہجے پر بریزے کے اوسان خطا ہو رہے تھے۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"نہیں پڑھائی زیادہ ضروری ہے۔ تم پڑھو آرام سے۔۔ میں اپنے روم میں جا کر سو جاوں گی "خفیف سے لہجے میں کہتی وہ بس بھاگنے کے لئے پر تول رہی تھی۔

"وہیں رک جاو۔۔"اسے اپنی جانب قدم بڑھاتے دیکھا تو تحکم سے بولی۔ لیکن آواز کانپ رہی تھی۔

"ادھر آو نا۔۔اتنی دور کھڑی ہو کر باتیں کرو گی کیا؟"

اس کے زو معنی سے انداز پر اس کے پسینے چھوٹ رہے تھے۔

عاشر مرزا کو چھیڑ کے وہ ہمیشہ ہی پچھتاتی تھی۔

بچاو کا کوئی راستہ نہ دکھا تو صوفے پر پڑے سارے کشن اٹھا کر ایک ایک کر کے وہ اسے مارتی جا رہی تھی۔اس سے بچنے کو وہ سارے کمرے میں بھاگ رہی تھی۔"اس طرح بھاگنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔۔اچھا خاصا موڈ تھا میرا پڑھائی کا۔۔ لیکن تم نے خراب کر دیا۔۔اب تمہیں کون بچائے گا مجھ سے۔۔"

اس کے پھینکے گئے کشنز اب وہ اسے ہی مار رہا تھا۔

جو بچاو کے لئے دونوں ہاتھوں کو چہرے کے سامنے کئے اسے باز رہنے کو کہہ رہی تھی۔ لیکن وہ سن کہاں رہا تھا اس کی۔

جبھی کچھ چھناکے سے ٹوٹا تھا۔ایک شور سا بلند ہوا تھا۔ وہ بے ساختہ ہی ڈر کے اس کے قریب آئی تھی۔

"یہ کیا تھا؟"اس نے خوف سے پوچھا۔

"پتا نہیں بالکنی میں کچھ ٹوٹا ہے"

پردے ایک جانب کھسکا کر گلاس ڈور دکھیل کر وہ وہاں آیا تو اس کے سارے پودے فرش پر ٹوٹے بکھرے پڑے تھے۔اس کی بالکنی کافی وسیع تھی۔ کافی تعداد میں وہاں بڑے بڑے گملوں میں ہر رنگ اور قسم کے پھول لگے تھے۔ لیکن اب ان میں سے ایک بھی سلامت نہیں تھا۔ لگتا تھا جیسے کسی نے اشتعال میں انھیں وہاں پھینکا ہو۔

سرد ہوا کا دباو کافی زیادہ تھا۔ تیز آندھی والی ہوائیں چل رہی تھیں۔

"وہیں رہو۔۔" بریزے وہاں آنے لگی تو اس نے روک دیا۔ کہیں کوئی ٹوٹا ہوا گملے کا ٹکڑا اس کے پیروں میں نا چبھ جائے۔

"یہ کیسے ٹوٹ گئے؟"اس نے حیرانگی و ناسمجھی سے کہا۔

"معلوم نہیں۔۔ہوا کافی تیز چل رہی ہے شاید گر گئے ہوں گے خود ہی۔۔"شانے اچکا کر لاپرواہی سے کہتے ہوئے وہ دوبارہ روم میں آگیا تھا۔گلاس ڈور بند کر کے اس نے پردے بھی برابر کر دئے تھے۔

"خود سے کیسے گر سکتے ہیں؟یوں لگ رہا ہے جیسے کسی نے اٹھا کر پھینکیں ہیں"

وہ تشویش زدہ سی بولی۔پہلے اس کا دل ایک انجانے خوف کا شکار ہوا تھا۔اس کے ذہن میں پہلا نام فاطم کا ہی آیا تھا۔لیکن اس نے یہ سوچ کر خود کو دلاسہ دیا تھا کے وہ اب اس کی زندگی سے جا چکا ہے۔اور اب دوبارہ کبھی لوٹ کر نہیں آئے گا۔ویسے بھی باغ والے واقعے کے بعد اس کے ساتھ ایسا کوئی حادثہ رونما نہیں ہوا تھا کے اسے یقین ہو جاتا کے اس دن اس نے فاطم کو حقیقت میں دیکھا تھا۔اس واقعے کو وہ ایک برا خواب سمجھ کر ذہن سے جھٹک چکی تھی۔

"تمہیں وہاں کوئی نظر آرہا ہے جس نے یہ آفت مچائی ہو؟"

"لیکن۔۔"

"فاطم۔۔"

وہ دھیمی آواز سے بڑبڑائی تھی لیکن عاشر کی سماعتوں تک بخوبی اس کی آواز پہنچ گئی تھی۔

"کس کا نام لے رہی ہو یہ؟معلوم ہے ناشادی ہو گئی ہے تمہاری؟پھر بھی اس جن کو یاد کر رہی ہو؟شرم نہیں آتی تمہیں؟"پیشانی پر تیوریاں لیے وہ سختی سے جھڑک کر بولا۔

"تمہیں شرم نہیں آتی؟ایک جن زاد سے جیلیس ہو رہے ہو"

"اس کا ذکر ہمارے بیچ میں کیوں ہو رہا ہے بریزے؟"اس نے ضبط سے پوچھا۔

"تصیح کر لو اپنی۔۔اس کا ذکر ہمارے بیچ نہیں ہو رہا بلکے تم ہم دونوں کے بیچ میں آئے ہو۔۔ہم دونوں یعنی میرے اور فاطم کے"

ایک ایک لفظ پر وہ زور دے کر بولی۔

"مجھ سے فری ہونے کی کوشش کر رہے تھے نا تم؟دیکھو وہ کتنا غصہ کر کے گیا ہے"

اس نے بالکنی میں ہوئی توڑ پھوڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

وہ بھنچے تاثرات کے ساتھ سخت نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جو اس کی جانب سے رخ موڑ کر بالکنی کی جانب منہ کر کے کھڑی ہو گئی تھی۔ عاشر یہی سمجھ کر ناگواری محسوس کر رہا تھا کے وہ شاید اسے یاد کر رہی ہے۔ لیکن حقیقت میں تو وہ اپنی ہنسی دبانے کو رخ موڑ کے کھڑی تھی۔ کہیں عاشر اس کی مسکراہٹ دیکھ کر سمجھ نا جائے کے وہ صرف اسے جلانے اور تپانے کو ایسا کہہ رہی ہے۔

ورنہ حقیقت تو وہ بھی جانتی تھی کے فاطم کبھی دوبارہ لوٹ کر نہیں آسکتا۔ وہ کبھی واپس نہ آنے کے لئے ہی گیا تھا۔

بریزے کے دل کے کونے میں کہیں ابھی بھی اس کی یاد کی شمعیں روشن تھیں۔ جن کی روشنیوں سے وہ اب ہمیشہ ہی نگاہیں چرا جایا کرتی تھی۔ وہ جانتی تھی اس نے جس سے دل لگایا تھا اسے پانے کی تمنا کرنا سراسر بے وقوفی ہے۔

"میں اس کا نام بھی تمہارے منہ سے سننا نہیں چاہتا"

"اتنا جلتے ہو اس سے؟"

اس نے آنکھیں پٹپٹا کر معصومیت سے پوچھا۔

جبکے اس کا دل چاہ رہا تھا ایک تھپڑ تو لگا ہی دے اسے۔ لیکن پھر بھی اپنے اموشنز کو کنٹرول کئے اس نے کشن اٹھا کر مارنے پر ہی اکتفا کیا تھا۔

"فاطم دیکھو یہ مجھے مار رہا ہے"

وہ اپنا بچاو کرتے ہوئے تیز آواز سے چیخ کر بولی۔

پھر بے ساختہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

عاشر نے حیرت سے اسے دیکھا۔

پھر اس کی چالاکی پر اسے گھور کر رہ گیا۔

"فوراً یہاں سے بھاگ جاو۔۔ اگر میں نے تمہیں پکڑ لیا نا تو بہت برا پیش آوں گا تمہارے ساتھ۔۔"

دروازہ لاک کرتے ہوئے وہ سنگین انداز میں دھمکا کر بولا۔

"یہ یہ۔فاول ہے۔۔دروازہ کیوں لاک کیا ہے۔۔"

وہ گھبرا کر بولی۔

"میرا کمرہ میری مرضی۔۔۔"

اب کے تپانے والی مسکراہٹ عاشر کے چہرے پر چھلک رہی تھی۔

اور پھر کچھ ہی لمحوں بعد وہ سارے کمرے میں اس سے بچنے کو بھاگتی پھر رہی تھی۔۔

سارے کمرے میں ان دونوں کی ہنسی اور قہقے گونج رہے تھے۔

برسوں سے درمیان میں حائل نفرت کی دیوار گر چکی تھی۔

عاشر کے دل میں کبھی اس کے لیے ناگواری و نفرت تھی بھی نہیں۔لیکن آج بریزے کے دل سے بھی شاید اس نفرت کا پودا جڑ سے اکھڑ چکا تھا جس کو وہ عرصے سے اس کی نفرت کے سہارے ہی پروان چڑھا رہی تھی۔

اپنی اپنی اناوں کو پس پشت ڈال کر بالآخر دونوں نے دوستی کا ہاتھ ملا ہی لیا تھا۔

اب معلوم نہیں کل کا آنے والا نیا دن ان کی نئی زندگی کا روشن سویرا بن کر طلوع ہو گا یا پھر کوئی بد نظر ان کی تعاقب میں بیٹھی ہو گی۔

بالکنی کے گلاس ڈور کے پردے برابر تھے لیکن وہاں ایک سایہ سا لہرایا تھا۔جسے وہ دونوں ہی نہیں دیکھ پا رہے تھے۔

وہ سیاہ لباس اور سیاہ ہی آنکھوں والا شخص سرد نظروں سے بنا پلکیں جھپکے یک ٹک اس گلاس ڈور کو دیکھے جا رہا تھا۔

وہ بنا کسی رکاوٹ اور مشکل کے اندر کا منظر دیکھ پا رہا تھا۔

کتابوں کو کھولے وہ پورے دھیان سے پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔جبکے وہ اس کے بازو پر سر رکھے بیٹھے بیٹھے ہی سو گئی تھی۔

عاشر نے ایک ہاتھ اس کے گرد حائل کر رکھا تھا۔اور دوسرے ہاتھ میں بک پکڑ رکھی تھی۔

اس پوزیشن میں وہ بامشکل ہی پڑھ پا رہا تھا۔

بالکنی میں موجود اس شخص کے چہرے کے سرد پن اور سختی میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا۔۔

****

لاہور شہر میں چھائی ہوئی کالی گھنگور گھٹاوں نے ہر سو جل تھل سا مچا رکھا تھا۔ تیز برستی بارش میں ایک سیاہ رنگ کی گاڑی کافی شاپ کے باہر آ رکی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ سے اترنے سے پہلے اس نے چھتری کھول کر سر پر تان لی تھی۔ گوچی کے سفید بیگ کی گولڈن چین اس کے کندھے پر ڈال رکھی تھی۔ چار انچ کی ہیلز میں وہ گردن اٹھا کر چلتی ہوئی کافی شاپ کے اندر داخل ہو گئی۔ جہاں کا ماحول کافی نرم گرم سا تھا۔ اس نے کلائی پر بندھی اس گولڈ کی واچ پر نظر ڈالی جس کے ڈائل کی گولائی میں ننھے ننھے سے ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ کافی شاپ زیادہ بڑا نہیں تھا۔ اتنی جگہ تھی کے دس سے بارہ ٹیبلز با آسانی آسکتی تھیں۔ کاونٹر کے پاس والی میز پر وہ اسے بیٹھا دکھائی دے گیا تھا۔ بیج کلر کی پینٹ پر کافی برائون شرٹ پہنے اس نے فون کان سے لگا رکھا تھا۔ وہ ایک خوش شکل اور دراز قد نوجوان تھا۔ چھتری فولڈ کر کے وہ اس کی ٹیبل کے قریب آ رکی۔

"تم دس منٹ لیٹ ہو۔" فون کو کان اور کندھے کے بیچ دبائے اس نے انگلی سے اپنی گھڑی پر دستک دیتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں دس منٹ ایکسٹرا دے دوں گی۔" گاگلز آنکھوں سے ہٹا کر سر پر ٹکاتے ہوئے وہ چیئر گھسیٹ کر ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھ گئی۔

کچھ ہی لمحوں بعد وہ بھی فون بند کر کے میز پر ڈالتے ہوئے اس کی جانب متوجہ ہوا۔ "حتان نہیں آیا؟"

اس کے استفسار کرنے پر سنبل نے نفی میں سر ہلایا "میں نے اسے تمہارا پیغام دیا تھا۔ اس کے کیس کی سماعت چل رہی ہے ابھی۔ تم چاہو تو ڈنر میں اس سے مل سکتے ہو۔"

"ویسے تمہارا کیا پلین ہے اب؟ ڈگری مل جانے کے بعد کون سی کمپنی میں جاب کرنے کا خیال ہے تمہارا؟"

"کچھ کمپنیز میں سی وی فارورڈ کی ہے۔ اب دیکھیں کہاں سے کال آتی ہے۔"

"کبھی کبھی مجھے حیرانگی ہوتی ہے کے تم اپنے ڈیڈ کو اتنا غصہ کیوں دلاتے ہو۔ تمہارا خاندان ملٹری میں اتنے بڑے عہدوں پر ہیں۔ تمہارے بڑے بھائی بھی میجر ہیں۔ لیکن تم نے بزنس کی فیلڈ کو ترجیح دی۔"

"آرڈر کر لیں پہلے؟" اس نے دو انگلیوں سے ویٹر کو آنے کا اشارہ کیا۔

"کیا لینا چاہو گی؟"

"ببل ٹی۔۔"

"ایک ببل ٹی اور ایک بلیک کافی۔۔" آرڈر دینے کے بعد جب ویٹر چلا گیا تو وہ اس کی جانب متوجہ ہوا۔ دونوں ہاتھوں کے باہم ملا کر ٹیبل پر رکھے وہ آگے کو ہو کر بیٹھا۔

"ہر انسان کو یہ بنیادی حق حاصل ہے کے وہ اپنی مرضی سے اپنی زندگی کے فیصلے لے سکے۔"

"شارم بھائی کو میڈیا میں انٹرسٹ تھا۔ لیکن ڈیڈ کے مجبور کرنے پر انھوں نے ملٹری جوائن کی۔ وہ کبھی کہتے نہیں ہیں۔ لیکن ان کے چہرے سے ان کے ٹوٹے ہوئے خوابوں کا کرب جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ کم از کم میں خود کو کسی کے پریشر کی وجہ سے اپنے خوابوں کو چھوڑنے پر مجبور نہیں ہو سکتا۔ میں وہی کروں گا جو میرا دل چاہے گا۔"

"تمہارا چھوٹا بھائی علیان۔۔ وہ بھی سنا ہے کے کمپیوٹر سائنس کا اسٹوڈنٹ ہے۔"

سنبل کے کہنے پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ "اسے بھی اپنی زندگی کو باؤنڈ کرنے کا شوق نہیں ہے۔"

"ملٹری کا ایک اونچا عہدہ مل جانا تو ایک طاقت اور شہرت مل جانے کے مترادف ہے نا؟"

اس نے شانے اچکائے۔ "جنھیں شہرت اور بلند رتبے کی حوس ہوتی ہے ان کے لئے اس وردی کو پہننا گولڈن چانس کی طرح ہے۔ لیکن مجھے اس کا خیال آتے ہی گھٹن ہوتی ہے۔ میں اپنی زندگی کو کسی کے تابع نہیں کر سکتا۔"

"جیسے کے میں تمہارے بارے میں سوچتی ہوں تم ویسے ہی ہو۔۔ ایک مختلف انسان۔۔ وہ انسان جس کے دل میں وطن کی خدمت کا کوئی جوش و جذبہ نہیں ہے۔"

سنبل کے کچھ افسوس سے کہنے پر وہ مسکرا دیا تھا۔ تبھی ویٹر کے آنے پر ان کی گفتگو کا سلسلہ تھما۔ ایک بیل ٹی کا گلاس سنبل کے سامنے رکھنے کے بعد اس نے کافی کا کپ صہیب کے سامنا رکھا۔ پھر وہاں سے چلا گیا۔ بارشوں کی وجہ سے موسم خوشگوار تھا۔ اتنی زیادہ ٹھنڈ نہیں تھی۔ لیکن سنبل کو محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے دونوں بازوں کو اپنے سینے پر لپیٹ رکھا تھا۔

"تو کیا کہہ رہی تھیں تم؟ میں ایک محب وطن انسان نہیں ہوں؟ کیا یہ ضروری ہے کے وطن سے محبت کا اظہار کرنے کے لیے ملٹری جوائن کرنی پڑے؟۔۔ وطن کی خدمت کرنے کے لئے تو اور بھی کئی طریقے ہیں۔"

"مثلاً؟" اس نے ابرو اٹھا کر پوچھا۔

"کئی ایسے طریقے ہیں جن میں بین الاقوامی لیول پر ملک کا نام روشن کیا جا سکتا ہے۔ کیا یہ فخر کی بات نہیں ہے دنیا کے سامنے اپنے ملک کو ریپریزنٹ کرنے کا موقع ملے؟"

"بلکل قابل فخر بات ہے۔ لیکن میں نے پڑھا ہے کے انسان کی زندگی سے اس کی موت زیادہ باوقار ہونی چاہئے۔ اسے اس طرح سے زندگی گزارنی چاہئے کے اس کے مرنے کے بعد بھی دنیا اسے اپنی یادوں میں زندہ رکھے۔ اگر تمہیں وطن کی عظمت کو بچانے کی خاطر سینے پر گولی کھانے کا موقع میسر ہو رہا ہے تو تمہارے لیے یہ خوش نصیبی نہیں؟ تمہیں فوجی اعزاز کے ساتھ دفنایا جائے گا۔ میڈیا میں تمہاری عظمت کے چرچے گونجیں گے۔ تاریخ میں تمہیں یاد رکھا جائے گا۔ تم ایک ہیرو بن جاو گے۔"

"کیا تم میرے ڈیڈ سے کلاسز لینے لگی ہو؟ ان کی طرح مجھے لیکچر زمت دو۔۔ جو باتیں تم مجھے بتا رہی ہو میں خود بھی انھیں اچھے سے سمجھتا ہوں۔۔ لیکن میرا وطن سے محبت کرنے کا اظہار ذرا مختلف ہے۔" وہ بوریت سے بولا۔

"تمہارے ڈیڈ کو تمہارے بڑے بھائی پر کافی فخر ہو گا نا؟"

اس نے اسٹرو منہ میں لیتے ہوئے بیل ٹی کا ایک بڑا سا گھونٹ لیتے ہوئے اسے دیکھا۔ جو کافی کا مگ لبوں سے لگا رہا تھا۔

"مجھے بھی ان پر فخر ہے۔ وہ ایک آئیڈیل بیٹے ہیں۔۔ لیکن پہلی اولاد ہونے کی وجہ سے انھوں نے بہت قربانیاں دی ہیں۔۔ جو میں نہیں دے سکا۔"

"ڈیڈ چاہتے تھے کے میں شارم بھائی کی طرح ان کی مرضی سے ملٹری جوائن کروں۔ ان کی مرضی سے شادی کروں۔ ان کی مرضی سے سانس لوں۔۔ I can't give it a shit!"

"مجھے سمجھ نہیں آتا کے پیرنٹس اپنے بچوں کو خود مختار کیوں بننے نہیں دیتے۔"

"تمہاری لپ اسٹک۔۔"

"ہمم؟" سنبل نے ناسمجھی سے پوچھا۔ "تمہاری لپ اسٹک خراب ہو گئی ہے۔" سنبل نے فون اٹھا کر اس کا فرنٹ کیمرہ کھولا تو اس کے نچلے ہونٹ کے کنارے سے لپ اسٹک ذرا سی پھیلی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ صہیب نے اپنا رومال اس کی جانب بڑھا دیا تھا۔ "نو اٹس اوکے میں مینج کر لوں گی۔" وہ اس کا آف وائٹ رومال خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ابھی ویٹر سے ٹشوز منگوانے کا سوچ رہی تھی کے صہیب نے رومال اس کے سامنے رکھ دیا۔

"تھینک یو۔۔" تشکر سے کہتے ہوئے وہ اسے فکس کرنے لگی۔ اس کی پشت کیفے کے دروازے کی طرف تھی۔ وہ جب وہاں آئی تھی تو وہاں صرف اکا دکا لوگ ہی تھے لیکن اب کافی ٹیبلز بھری ہوئی تھیں۔ ایک ٹیبل جو گلاس وال کے پاس تھی وہاں دو لوگ بیٹھے تھے۔ جو سنبل کو کیمرے میں دکھائے دے رہے تھے۔ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ ایک شخص کی پشت دکھائی دے رہی تھی۔ لیکن اس کے سامنے بیٹھا۔ اس سے باتوں میں محو شخص کو دیکھ کر سنبل نے بے یقینی سے فون نیچے کر کے پلٹ کر اسے دیکھا۔ جو شاید اس کی توجہ محسوس کر کے اپنی سنہری آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھ چکا تھا۔ جو رخ ذرا سا موڑے اسے دیکھ رہی تھی۔ لیکن دوسری نظر اس پر ڈالے بنا وہ پھر سامنے موجود شخص سے باتوں میں مشغول ہو گیا۔

"کیا ہوا؟" صہیب نے ناسمجھی سے پوچھا۔ جو لب بھینچے بیٹھی تھی۔ "میں آتی ہوں ابھی۔۔"

بیگ کی چین کندھے پر ڈالتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ کچھ دور ہی چلتے ہوئے اس کی ٹیبل کے نزدیک آ رکی۔ "میں آرڈر کر کے آتا ہوں۔"

عبیر کے سامنے بیٹھا ہوا شخص کہتے ہوئے اٹھ کر چلا گیا تھا۔ وائٹ شرٹ پر بلیک پینٹ کوٹ پہنے وہ پیچھے کو ٹیک لگا کر اسے دیکھنے لگا۔ چہرے پر نرم تاثرات اور آنکھوں میں گہرائی لئے۔

"تم جانتے ہو نا پولیس تمہاری گرفتاری کے لیے جگہ جگہ چھاپے مار رہی ہے؟ کیا تمہیں نہیں لگتا کے تمہیں یہاں بیٹھ کر کافی پینے کے بجائے داود مینشن میں ہونا چاہئے تھا؟" اسکی آواز دھیمی تھی۔ لیکن لہجے میں جیسے کاٹ سی تھی۔ اور خوبصورت چہرے پر صرف سختی تھی۔

"حتان تمہیں بچانے کے لئے اپنے کیریئر کو داؤ پر لگا رہا ہے۔ نہ تمہیں اس کا خیال ہے۔ نہ تمہیں اپنی زندگی کی پرواہ ہے۔ کیا تمہیں موت سے بلکل ڈر نہیں لگتا؟"

عبیر نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے سامنے کچھ دور بیٹھے صہیب کو دیکھا۔ جو انھیں ہی دیکھ رہا تھا۔

"بیٹھو۔۔" اس کے سنجیدگی سے کہنے پر وہ خون کے گھونٹ بھرتی ہوئی بیٹھ گئی۔

"جانتی ہو ساؤ ساؤ نے کہا تھا کے موت کا خوف ہمیں بزدل بناتا ہے۔ حالانکے یہ ایک فطری عمل ہے۔ موت نے تو آنا ہی ہے۔ تو کیوں نہ زندگی کو بھرپور طریقے سے گزارا جائے؟"

"کون ہے یہ ساؤ ساؤ؟" اس نے دانت پیستے ہوئے پوچھا۔

"ساؤ ساؤ؟" وہ مبہم سا مسکرایا۔

"وہ ایک جنگجو تھا۔ چین کی ایک بڑی ریاست تھی۔ ہان ریاست۔۔ جس کا خاتمہ ہونے کے بعد تین بڑی اور ریاستیں وجود میں آئی تھیں۔ گوان یو۔۔ ساو ساو اور لیوبی کی قیادتیں۔۔ یہ تینوں کافی پاورفل شخصیت کے مالک تھے۔ کئی جنگیں انھوں نے ایک دوسرے کے خلاف لڑیں۔ اور کئی جنگیں متحد ہو کر اپنے مشترکہ دشمنوں کو ہرانے کے لئے لڑیں۔ ان تینوں میں جانتی ہو ایک بات مجھے بہت پسند ہے۔

ان کی خود اعتمادی۔ انھیں خود پر انتہا کا یقین تھا کے جو آزاد ریاست کا انھوں نے خواب دیکھا ہے وہ اسے ہر حال میں پورا کریں گے۔"

"تم اپنی کتابوں کی دنیا سے باہر نکل کر حقیقت کو قبول کیوں نہیں کرتے غازی؟" اس کا لہجہ انتہائی کی ناراضگی لیے ہوئے تھا۔

"میں نے تمہیں ایک حقیقی واقعے کا حوالہ دیا ہے۔"

"تمہاری کتابوں نے تمہیں یہ نہیں سکھایا کے کبھی مصلحت سے بھی کام لینا چاہئے؟"

وہ اس کی سن ہی کہاں رہی تھی۔ اسے بس اس کی جان کی فکر تھی۔ وہ کسی قیمت پر بھی اس کا چھوٹا سا نقصان بھی برداشت کرنے کی روادار نہیں تھی۔

"تم ابھی اور اسی وقت مینشن واپس جا رہے ہو۔"

وہ ہاتھ میں پکڑا فون کھولتے ہوئے جانے کس کا نمبر تلاش کر رہی تھی۔ "تمہیں میرے لئے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے سنبل۔ میں اپنا خیال رکھ سکتا ہوں۔"

"دکھ رہا ہے وہ تو مجھے۔۔" وہ طنز سے گویا ہوئی۔ حتان کا نمبر نہیں مل رہا تھا۔ یقیناً وہ ابھی بھی سماعت میں مصروف تھا۔ بڑبڑاتے ہوئے اس نے آدم کا نمبر ڈائل کیا۔

"تم سے حتان نے کہا تھا نا کے سائے کی طرح اس کے رہنا؟ کہاں ہو تم سارے؟ اکیلا کیوں چھوڑ رکھا ہے اسے؟" انگلیوں سے پیشانی چھوتے ہوئے وہ جیسے غراتے ہوئے آدم پر برس رہی تھی۔ اس کا دل انجانے خوف کا شکار تھا۔

کئی دنوں سے وہ یہ افواہیں سن رہی تھی کے عبیر کے پیچھے صرف پولیس ہی نہیں بلکے خفیہ والوں کی بھی نظر ہے۔ جو اس کے زریعے پورے نیٹورک تک رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ سنبل چاہتی تھی کے جب تک اس پر درج کیس ختم نہیں ہو جاتے کم از کم تب تک وہ باہر آنے جانے میں احتیاط کرے۔ اور گارڈز کو ساتھ رکھے۔

لیکن یہاں اسے تنہا کافی شاپ میں بیٹھے دیکھ کر اس کا پارہ ہائی ہو رہا تھا۔

عبیر خاموشی سے اس کے پریشان اور تفکر زدہ سے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ سفید چکن کاری کی لونگ شرٹ پر سفید ہی پینٹ ٹراوزر پہنے اس نے اپنے سنہرے بالوں کی ڈھیلی ڈھالی سی چٹیا بنا کر دائیں کندھے پر ڈالی ہوئی تھی۔ اس کی نظریں اب سنبل کے کان کی لووں سے لٹکتی ان چھوٹی چھوٹی سی چمکتی ہوئی گولڈن بالیوں پر تھیں۔ ہونٹوں پر چمکتی ریڈ لپ اسٹک اسے مزید ایک ضدی اور مغرور سی شہزادی کی طرح بنا رہی تھی۔

بڑبڑاتے ہوئے اس نے ابھی فون رکھا ہی تھا کے اس کی سماعتوں میں کافی گاڑیوں کے رکنے کی آواز سنائی دی تھی۔ دروازے کھلنے اور بند ہونے کی آوازیں۔ گاڑی کے ٹائرز زور سے چرچرانے کی آوازیں۔ تیز بارش کے برسنے کی ہولناک آوازیں۔

یہ ساری آوازیں اسے کافی شاپ کے کہیں پاس سے آ رہی تھیں۔ اس کا دل جیسے بیٹھنے لگا۔ اس نے بے ساختہ عبیر کو دیکھا۔ جو ابھی بھی ریلکس سا بیٹھا اسے ہی دیکھے جا رہا تھا۔

"تم میری بات کیوں نہیں سنتے عبیر؟" وہ ہلکی سی آواز میں تکان بھری بے بسی سے بولی۔ "تم دوبارہ ویسے کیوں نہیں بن جاتے جیسے تیرہ سال پہلے تھے۔" کئی قدموں کی چاپیں اسے نزدیک آتی سنائی دے رہی تھیں۔ وہ پہلی دفعہ اس سے شکوہ کر رہی تھی۔ وہ کچھ نہیں بولا۔ بس خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔ "تب تم مختلف تھے۔ مسکرا کر میری ہر بات پر سر جھکا دیا کرتے تھے۔ میری وہ غلطی کیا ابھی تک بھلا نہیں پائے تم؟ کیا اس غلطی کی وجہ سے آج بھی نفرت کرتے ہو مجھ سے؟"

دفعتاً کیفے کا دروازہ زور سے کھلنے اور پولیس کے کئی آفیسرز وہاں تیزی سے داخل ہوتے دکھائی دئے۔ جو ہتھیاروں سے لیس تھے۔ کافی شاپ میں موجود کسٹمرز کی خوف وہراس کیں ڈوبی چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔ "باہر نکالو ان سب کو۔۔" کسٹمرز اور کافی شاپ کے اسٹاف کو گن کے زور پر باہر نکالا جا رہا تھا۔ وہ بس بنا پلکیں جھپکے شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جیسے اسے کسی چیز سے کوئی فرق ہی نہیں پڑ رہا تھا۔

"اگر وہ بھاگنے کی کوشش کرے تو گولی مار دینا۔" کہیں قریب سے سنبل کو وہ آواز زہر کی طرح اپنے کانوں میں اترتی ہوئی محسوس ہوئی۔ لب بھینچتے ہوئے وہ ایک سیکنڈ میں حرکت میں آئی تھی۔ اس کا ہاتھ فوراً اپنے بیگ کی جانب بڑھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں اب ایک لیڈیز پسٹل تھی۔ جسے اس نے ان پولیس آفیسرز پر تان رکھا تھا۔

کافی شاپ میں خوف کی فضاء قائم ہونے لگی تھی۔ "سنبل۔۔۔"

صہیب حیران پریشان سا اس کی جانب بڑھنے لگا تھا لیکن وہ پسٹل کا رخ اس کی طرف کر کے تیز لہجے میں بولی۔

"وہیں رہو۔۔"

اور وہ وہیں ٹھہر گیا۔ یک ٹک اسے دیکھے جا رہا تھا۔ جو تن تنہا اتنے پولیس آفیسرز کے سامنے بے خوفی سے کھڑی تھی۔ صرف عبیر غازی کو بچانے کے لیے۔

ایک ناپسندیدہ اور ناگوار سی لہر صہیب کو اپنے اندر اترتی محسوس ہوئی تھی۔

"میڈم پراسیکیوٹر پسٹل نیچے کریں۔۔ ہمارے پاس آرڈرز ہیں عبیر غازی کو گرفتار کرنے کے۔"

ایک آفیسر نے خشک اور تیز لہجے میں کہا۔ "وارنٹ کہاں ہے؟" اس کے استفسار پر وہ جز بز ہوتے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ وارنٹ ان کے پاس نہیں تھا۔ "آپ کے پاس وارنٹ نہیں ہیں تو آپ انھیں گرفتار نہیں کر سکتے۔"

"آپ ایک مجرم کی گرفتاری کے درمیان رکاوٹ بن رہی ہیں۔اور دوسرا پولیس پر ہتھیار تان کر کھڑی ہیں۔۔یہ جرم ہے۔اور آپ اس کی مرتکب ہو رہی ہیں۔"

"آپ وارنٹ لے آئیں گے تو میں درمیان سے ہٹ جاوں گی۔۔لیکن بغیر وارنٹ کے آپ انھیں اریسٹ نہیں کر سکتے۔"

"اپنے اہلکاروں سے کہیں کے ہتھیار ان پر سے ہٹائیں۔۔اگر یہاں کسی نے گولی چلائی تو کوئی زندہ واپس نہیں جائے گا۔"

"آپ کو معلوم ہے نہ آپ کیا بات کر رہی ہیں؟"

"مجھے معلوم ہے۔لیکن آپ جانتے ہیں نہ جس شخص کو آپ بنا کسی وارنٹ کے گرفتار کرنے آئیں ہیں اس کا وکیل حتان داؤد ہے۔"

"کیا آپ اپنے بھائی اور ڈیفنس وکیل حتان داؤد کی بات کر رہی ہیں؟"

وہ کتنی بے خوف و خطر ہو کر درشتگی سے بول رہی تھی۔شاید اسے خود پر انتہا کا اعتماد تھا۔یا پھر وہ عبیر کی گرفتاری سے خوفزدہ تھی۔یا پھر وہ یہ جانتی تھی کے اس کا بھائی حتان داؤد ہے۔

وہ صرف عبیر کو پروٹیکٹ کرنا چاہتی تھی۔اور وہ کرنے دے رہا تھا۔وہ اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں تھا۔اسی سکون بھرے انداز میں ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا انھیں دیکھ رہا تھا۔

"سر آپ ان کی باتیں کیوں سن رہے ہیں؟ہمیں اپنا کام کرنا چاہیئے۔اور میڈم آپ درمیان میں آئیں گی تو ہمیں مجبوراً آپ کے خلاف بھی کوئی سنگین قدم اٹھانا پڑے گا۔"ایک اہلکار پسٹل لوڈ کرتے ہوئے درشتگی سے بولا۔

"سنبل تم درمیان سے ہٹ جاو۔۔انھیں اپنا کام کرنے دو۔"صہیب نے کچھ دبائی دبے غصے سے کہا تھا۔لیکن اسے اپنے دل کی دھڑکنیں زور و شور سے گونجتی سنائی دے رہی تھیں۔اسی وقت عبیر اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔اور سنبل کے برابر میں آکر کھڑا ہو گیا۔لیکن صرف چند انچ سنبل اس سے آگے کھڑی محسوس ہو رہی تھی۔

"دفعہ تیرہ اور دفعہ نو کے تحت ہمارے پاس آپ کی گرفتاری کے آرڈرز ہیں۔"

ایک پولیس آفیسر نے عبیر کو آگاہ کیا۔پھر کچھ سنگین لہجے میں سنبل کو دیکھا۔

"اور میڈم آپ پر پولیس پر ہتھیار تاننے اور ان کے کام میں رکاوٹ بننے پر دفعہ 332 اور دفعہ 353 کا اطلاق ہو گا۔اس نے اپنی گن کا رخ سیدھا سنبل کی پیشانی کی طرف کر کے ناگوار سے لہجے میں کہا۔

"پسٹل نیچے کرو۔۔"اس آفیسر نے ناسمجھی سے عبیر کو دیکھا۔جس کے چہرے پر خطرناک سی سنجیدگی کا راج قائم تھا۔

"میں اپنی گرفتاری پیش کرتا ہوں۔۔۔پسٹل نیچے کرو۔۔"

اب کے اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔"سنبل نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔لب جیسے سلب ہو گئے تھے۔وہ آنکھیں پھیلائے اسے دیکھے جا رہی تھی جس نے آہستگی سے اپنا ہاتھ سنبل کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے اس کی پسٹل کو نیچے کیا۔پھر اس سے چند قدم آگے آ کر کھڑا ہو گیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو سامنے کر دیا۔

وہ سنجیدہ سے لہجے میں بولتا ہوا سنبل کو ساکت کر گیا تھا۔پولیس اہلکار اپنے ہتھیار نیچے کر چکے تھے۔ایک نے آگے بڑھ کر عبیر کے ہاتھوں پر ہتھکڑیاں لگانی شروع کر دی۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو؟"سنبل نے خوف کے زیر اثر اس کی کہنی کو تھاما۔اس کی دھڑکنیں بے ہنگم ہو رہی تھیں۔

"جو ڈر آپ کو بھاگنے اور چھپنے پر مجبور کرتا ہے ایک دفعہ اس کے سامنے آ کر اس کا مقابلہ کر لینا چاہیے۔۔"وہ گردن موڑے بول رہا تھا۔

وہ آنکھوں کو بھیگنے سے روکتے ہوئے کب کچلتے ہوئے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔اس کی بھیگی سی ہیزل آنکھوں پر سے نظریں ہٹانا عبیر کے لیے مشکل ثابت ہوا تھا۔"یہ تمہیں کبھی رہا نہیں کریں گے۔۔یہ تمہیں کبھی جیل سے باہر نہیں آنے دیں گے۔۔تم نے کیوں کیا ایسے عبیر۔۔"اس کے بازو پر پیشانی ٹکائے وہ نا چاہتے ہوئے بھی خود کو مضبوط رکھنے کے باجود دسک اٹھی تھی۔شدت ضبط کے کے باعث اس کا چہرہ گلابی پڑنے لگا تھا۔وہ عبیر کو آج بھی سترہ سال پہلے والی سنبل لگی تھی۔

"میں آوں گا واپس۔۔میرا انتظار کرنا!"

اس کی کہنی سنبل کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی تھی۔وہ بے یقین نظروں سے ہک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی۔دل کی رفتار سست پڑ رہی تھی۔اور ذہن میں بس اس کے نرم سے الفاظ گونج رہے تھے۔وہ اسے امید کا جگنو تھما کر جا رہا تھا۔اسے اپنے واپس آنے کا یقین کروا کر اپنا منتظر رہنے کو کہہ رہا تھا۔

دو پولیس اہلکار اسے بازوں سے پکڑے اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ وہ جیسے ٹرانس سے جاگتے ہوئے باہر بھاگی۔ جہاں اس کی گاڑی کے پیچھے پولیس کی تین گاڑیاں کھڑی تھیں۔ وہ سب انھی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ بارش ابھی بھی تواتر سے برس رہی تھی۔ سنبل کا چہرہ بارش کے قطروں سے تر ہو رہا تھا۔ وہ تنہا کھڑی وہاں بھیگتے ہوئے، دور جاتے عبیر کو دیکھ رہی تھی۔ جس نے ایک دفعہ بھی مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔

"کیا وہ ہمیشہ واپس جانے کے لئے ہی آتا تھا؟"

اس کے چہرے پر بارش کے ساتھ اب آنسوؤں کے قطرے بھی پھسل رہے تھے۔ جبھی کسی نے چھتری اس پر تانی تھی۔

"تم بھیگ رہی ہو۔ گاڑی میں بیٹھو میں ڈراپ کر دیتا ہوں۔"

صہیب نے نرمی سے کہا۔ اور آہستگی سے اس کے ہاتھ سے پسٹل لے لی۔

اس نے خالی خالی نظروں سے صہیب کو دیکھا۔ "یہ حتان کا دوست تھا نا؟"

سنبل کی کیفیت سے انجان وہ اس سے سوالیہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"وہ ہم دونوں کا کالج فرینڈ ہے۔" ہاتھ کی پشت سے بھیگا گال صاف کرتے ہوئے وہ خالی خالی سے انداز میں بولی۔

"ہوا کیا ہے؟ میرا مطلب ہے کے ایشو کیا ہے۔ اریسٹ کس جرم میں کیا گیا ہے اسے؟ اور تم اس کے لئے خود کو خطرے میں کیوں ڈال رہی تھیں؟"

سنبل نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا۔

"میں نے کہا نا۔۔ میرا دوست ہے۔"

"صرف دوست؟" شیور ہو تم؟" وہ جانے کیوں اتنی جرح کر رہا تھا۔ تمہیں کیا لگتا ہے؟" ساری غم زدہ شاکنگ کیفیات سے وہ باہر نکل چکی تھی۔ اسے عبیر کی گرفتاری کا سوگ نہیں منانا تھا۔ اسے اگلا لائحہ عمل دیکھنا تھا۔

"میرا انتظار کرنا۔۔" ایک برق سی اسے اپنے اندر اترتی محسوس ہو رہی تھی۔

"مجھے معاف کرنا۔ اگلی دفعہ ہم ملیں گے تو۔۔ فرصت سے ملیں گے۔۔"

نرم اور دوستانہ سے انداز میں کہتے ہوئے اس نے صہیب کے ہاتھ سے اپنی پسٹل کھینچی پھر دوبارہ کیفے میں آئی۔ وہ اس شخص کی تلاش میں نظریں دوڑا رہی تھی جو کچھ دیر پہلے عبیر کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن اسٹاف کے علاوہ وہاں کوئی نہیں دکھائی دے رہا تھا۔ یقیناً جب پولیس اہلکار لوگوں کو وہاں سے نکال رہے تھے تو تب وہ بھی کہیں چلا گیا تھا۔

ہاتھ میں پکڑا فون اس نے سامنے کیا۔ جو بارش میں بھیگا ہوا تھا۔ اس نے اپنی شرٹ کی آستین سے اس کی اسکرین کو صاف کیا۔ پھر کال لوگ میں جا کر دوبارہ حتان کا نمبر ملایا۔

"بولو سنبل۔۔" دوسری بیل پر رابطہ ملتے ہی اس نے کچھ سنجیدگی سے کہا تو جیسے سنبل کی سانس میں سانس آئی تھی۔

"تم لوگ مجھے اپنے کسی پلین میں شامل کیوں نہیں کرتے ہو؟" چابی کا بٹن دبا کر گاڑی ان لاک کرتے ہوئے اس نے عجلت بھرے انداز میں طیش سے پوچھا۔ پھر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے فوراً سے اسٹارٹ کر کے اسے مین روڈ پر لے آئی۔ اس طرف دھیان دئے بنا کے وہ ابھی تک کافی شاپ کے باہر بارش میں کھڑا اس کی گاڑی کو نظروں سے اوجھل ہوتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

"کون سے پلین میں؟"

وہ سماعت ختم ہونے کے بعد اپنے آفس کی جانب بڑھ رہا تھا جب اس کے غصیلے انداز پر حیرانی سے پوچھا۔ "میں بتاوں کے کون سے پلین میں؟" اس کے طنز سے پوچھنے پر حتان نے اسے برہمی سے ٹوکا۔ "سنبل مجھے کلئیر بتاو جو بھی بات ہے۔"

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا کے وہ گرفتاری دے گا آج؟ اس نے کچھ منٹ پہلے گرفتاری دے دی ہے۔"

"گرفتاری؟ عبیر نے گرفتاری دے دی؟ تم ہوش میں تو ہو کیا فضول بات کیے جا رہی ہو؟"

"تمہیں نہیں معلوم؟" سنبل نے شاک زدہ سے انداز میں پوچھا۔

"ہماری اس بارے میں کوئی بات نہیں ہوئی۔ نہ اس نے مجھے بتایا تھا کے وہ ایسا کوئی ارادہ رکھتا ہے۔۔"

"میں اس وقت گھر جا رہی ہوں۔ چینج کر کے تھانے کی طرف نکلوں گی۔۔ تم کہاں ہو؟ سماعت ختم ہو گئی تمہاری؟"

"ہاں ہو گئی تھی۔ میں پہنچتا ہوں۔۔" لیکن تمہیں تھانے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم گھر ہی رہنا"

"آر یو سیریس؟؟ میں کیسے تھانے نہ جاوں؟ انھوں نے مجھ پر پسٹل تانی تھی۔ مجھے دھمکی دی تھی کے وہ مجھ پر پرچہ کاٹیں گے۔"

اس نے شاید تکان سے پلکیں میچ تھیں۔ "ٹھیک ہے آجاو۔۔ لیکن دھیان سے میری بات سنو پہلے۔۔"

وہ رش ڈرائیونگ کرتی ہوئی کافی گاڑیوں کو اوورٹیک کر رہی تھی۔اس کی آواز میں درشتگی محسوس کر کے حتان جیسے کچھ دیر کے لیے خاموش ہوا تھا۔وہ

وہ خود بھی تیز ڈرائیونگ کرتا ہوا تھانے کی طرف ہی گامزن تھا۔کچھ دیر بعد وہ کان میں ائیر پوڈ لگائے تھانے کے احاطے میں گاڑی روک کر باہر نکلا۔جہاں کافی رش محسوس ہو رہا تھا۔میڈیا کے نمائندے بھی کافی تعداد میں وہاں موجود تھے۔

"کچھ دیر کے لئے انٹیروگیشن روم کے کیمرا ز جام کر سکتے ہو؟"

وہ دھیمی آواز میں دوسری جانب آدم سے بولا۔جس نے جانے کیا بات کہی تھی کے وہ سر ہلاتا ہوا سیاہ رنگ کی چھتری سر پر تانے وہ تیز قدموں سے تھانے کے اندر داخل ہوا۔جہاں کافی سارے پولیس اہلکار تھے۔یہاں آنے سے پہلے ہی نوفل اسے بتا چکا تھا کے عبیر کی تفتیش شروع ہو چکی ہے۔وہ پوری کوشش کر رہے ہیں کے عبیر غازی کے وکیل کے آنے سے پہلے اس سے تفتیش مکمل کر لی جائے۔اسے تیز قدموں کی آواز اپنے پیچھے سے ابھرتی ہوئی سنائی دی۔

کچھ ہی لمحوں بعد کوئی اس کے برابر میں آکھڑا۔کچھ دیر پہلے کی نسبت اس نے جینز پر بلیک ہائی نیک کے ساتھ گرے لونگ کوٹ پہن رکھا تھا۔سنہرے بال اونچی پونی ٹیل میں بندھے تھے۔

"انویسٹیگیشن روم۔۔"نوفل نے نظروں کے اشارے سے عبیر کی موجودگی کا بتایا تھا

"ڈرامہ شروع کرو اپنا۔۔"

آنکھوں پر نظر کے گلاسز چڑھاتے ہوئے وہ بولتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"معذرت کے ساتھ لیکن آپ کو کچھ دیر انتظار کرنا ہو گا۔۔"

ایک آفیسر نے حتان کے سامنے آتے ہوئے کہا۔"آپ ابھی اپنے موکل سے نہیں مل سکتے۔"

"ٹھیک ہے میں انتظار کر لیتا ہوں۔۔"وہ سر اثبات میں ہلاتے ہوئے بریف کیس نیچے رکھ کر بینچ پر جا کر بیٹھ گیا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"آفیسر صادق احمد کیا آپ کو معلوم ہے آپ کے ان آفیسرز نے مجھے اریسٹ کرنے کی دھمکی دی تھی؟ میں آپ کے داماد کارئیل اسٹیٹ کے فراڈ کا کیس سنبھال رہی ہوں۔اور آپ کے آفیسرز میرے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں۔۔"

جس نے حتان کو اندر جانے سے منع کیا گیا۔ سنبل کی زوردار سی آواز پر وہ ہڑ بڑا کر اس کے پاس آیا۔

"میڈم پراسیکیوٹر آرام سے بات کرتے ہیں نہ۔آپ ادھر بیٹھیں میں آپ کے لئے چائے منگواتا ہوں۔"

وہ عاجزی سے اسے خاموش رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔"نئیں آپ کو کیا لگتا ہے کیا میں یہاں چائے پینے آئی ہوں۔۔؟آپ کے آفیسرز نے میری اتنی انسلٹ کی ہے۔میرے لئے وہ قطعی قابل برداشت نہیں ہے۔۔"

"ٹھیک ہے آپ روم میں چلیں میں انھیں بلواتا ہوں۔۔آپ پلیز میرے ساتھ آیئے۔۔۔"

حتان نے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے کان میں لگی ڈیوائس پر انگلی سے پریس کیا۔

"سارے کیمرا ز جام ہو چکے ہیں۔۔لیکن صرف سات منٹ کے لئے۔۔"

آدم کی آواز سنتے ہی وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھا۔

ایک نظر برآمدے میں ڈالی جہاں سنبل اکھڑے سے انداز میں بولتی ہوئی تماشہ کریئیٹ کئے سب کی توجہ اپنی طرف کئے ہوئے تھی۔

اس کی ڈرامے بازی دیکھتے ہوئے اس نے زیر لب مسکراتے ہوئے بالٹ پر ہاتھ رکھا۔وہ جب دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اسے ٹیبل کے دوسری جانب کرسی پر بیٹھے دیکھ کر جیسے کھویا ہوا سکون نصیب ہوا تھا۔عبیر نے بھی بے ساختہ اسے دیکھا جو اندر داخل ہو کر اب دروازہ بند کر رہا تھا۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں یہ کیا حرکت کی ہے تم نے؟"اس نے نزدیک آتے ہوئے درشتگی سے پوچھا۔"میں نے تمہیں منع کیا تھا اس طرح کی حرکت کرنے سے لیکن میری کسی بات کو ذرا سی اہمیت دینا شاید تم ضروری ہی نہیں سمجھتے ہو۔۔"

"ریلیکس حتان۔۔بیٹھ جاو پہلے۔۔"

"میرا دماغ اس وقت بہت خراب ہو رہا ہے۔ میرا دل چاہ رہا ہے کے تمہارا سر پھاڑ دو میں۔۔۔" اس کا طیش کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

"اگر اس طرح سے تمہارا غصہ اتر جاتا ہے تو۔۔ پھاڑ دو میرا سر۔۔۔"

حتان نے ضبط سے اسے دیکھا۔ جو کتنا پر سکون بیٹھا ہوا تھا۔ پھر ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے چیئر گھسیٹتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھا۔

"بتاو مجھے کیا ضرورت پیش آگئی تھی گرفتاری دینے کی؟"

"میں کافی شاپ میں تھا۔ وہ شاید میرا تعاقب کر رہے تھے۔ وہیں انھوں نے اریسٹ کر لیا۔"

"انھوں نے اریسٹ نہیں کیا بلکے تم نے بیوقوفی کرتے ہوئے خود گرفتاری دی ہے۔۔ تم وہاں سے بھاگے کیوں نہیں؟"

"کیا وہاں سے بھاگنا آسان تھا؟"

"یقین نہیں آرہا مجھے کے یہ بات تم کر رہے ہو۔۔" وہ ناخوشی سے بڑبڑاتے ہوئے بولا۔ عبیر نے ہتھکڑیاں لگے ہاتھوں کو درمیان میں پڑی ٹیبل پر رکھا ہوا تھا۔ اس کی سنہری آنکھیں انھی پر ٹکی تھیں۔ اور ذہن میں کچھ دیر پہلے کافی شاپ کا منظر گھوم رہا تھا۔ سنبل کا پولیس اہلکار پر برسنا۔ اور اس کی کہنی پکڑ کر بازو پر سر رکھنا اس سے بھلایا نہیں جا رہا تھا۔

"جو آفیسر تم سے تفتیش کر رہا تھا وہ کہاں ہے؟"

اس نے عبیر کو اکیلے بیٹھے دیکھ کر استفسار کیا۔ "فون کال سننے گیا ہے۔"

"تفتیش کے دوران کوئی بیکار بات مت کرنا۔ اگر خاموش ہی رہو تو بہت بہتر ہو گا۔ تب تک میں تمہاری ضمانت کروا رہا ہوں۔۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔"

کوٹ کی اندرنی جیب سے فون نکالتے حتان نے اس کی بات سن کر ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

"سوری؟؟"

"ضمانت کروانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔اگر یہ سب شروع ہو چکا ہے تو بہتر ہے کے اب اس کا اختتام ہو ہی جائے۔"

"تمہیں معلوم ہے تم کیا بات کر رہے ہو؟"

"میں جانتا ہوں میں جو بھی بول رہا ہوں۔"

"تم صرف میرے بلڈ پریشر میں اضافہ کر رہے ہو۔تمہاری وجہ سے ایک دن میں ہائی بی پی کا مریض بن جاوں گا۔۔"

"میں نے تمہیں پہلے بھی کئی بار کہا ہے کے میری وجہ سے اتنی ٹینشن مت لیا کرو۔۔"

حتان نے استہزائیہ سا مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ٹینشن نہ لوں؟،سچ میں؟غازی جس طرح کے کام تم کرتے ہو نہ میری جان حلق میں آجاتی ہے اور تم کہتے ہو کے میں ٹینشن نہ لوں۔؟"

"اگر تمہارے پاس وقت ہے تو میرے لئے کیس لڑ سکتے ہو یا میں کسی اور وکیل کو ڈھونڈوں؟"

حتان نے سبز آنکھوں میں برہمی لیے اسے دیکھا لیکن کچھ سخت کہنے سے خود کو باز ہی رکھا تھا۔

"کل تمہیں عدالت میں پیش کیا جائے گا۔اس لیے ابھی ضمانت پر میرے ساتھ مینشن چلو۔۔میں تمہیں یہاں جیل میں نہیں رہنے دوں گا۔"

"کل عدالت میں ملیں گے حتان۔۔تمہیں اب گھر جانا چاہیے۔"

وہ سنجیدگی سے بولا۔"تمہیں لیے بغیر تو میں ہرگز نہیں جاوں گا۔۔خفیہ والے بھی تمہاری تاک میں بیٹھے تھے۔ان تک بھی تمہاری گرفتاری کی خبر پہنچ گئی ہو گی۔اگر تم رات یہیں رہے تو ہو سکتا ہے کوئی تم سے ملاقات کرنے آئے یا پھر تفتیش کے لئے تمہیں اپنے ساتھ ہی لے جائے۔۔"

"جب وہ تھانے آسکتے ہیں تو پھر تمہارے گھر بھی آسکتے ہیں۔۔"

"اگر وہ پوری فورس لے کر بھی میرے گھر آئے تو میں تب بھی تمہیں ان کے ساتھ نہیں جانے دوں گا۔"اس کا انداز بہت کچھ جتاتا ہوا سا تھا۔

"اس لئے میں رات یہیں رہنا چاہتا ہوں۔"

"عبیر تم انھیں جانتے نہیں ہو۔۔"

"میں انھیں جاننا چاہتا ہوں۔۔اب اگر میں یہاں تک آگیا ہوں تو بہتر ہے کے ہر اس رکاوٹ کو عبور کر لوں جو بار بار میری راہ میں آرہی ہے۔"

"اگر وہ تمہیں ساتھ لے گئے تو میں تمہیں کہاں ڈھونڈوں گا عبیر؟"

"میں جانتا ہوں۔۔اگر انھوں نے مجھے مار کر دفنا بھی دیا تو تم مجھے زمین کی سات تہوں سے بھی ڈھونڈ نکالو گے۔"

"بکواس کر والو تم سے بس۔۔میں تمہاری بات مان کر تمہیں یہاں رہنے دے رہا ہوں۔لیکن ایک بات میری ذہن نشین کر لو اگر تمہیں ایک ذرا سی کھروچ بھی پہنچی تو میں تمہیں خود اپنے ہاتھوں سے دفن کر دوں گا۔"

عبیر نے پر سوچ نظروں سے حتان کو دیکھا۔"فون دو اپنا۔۔"

حتان نے اس کے مطالبے پر نا سمجھی سے اسے دیکھا۔"اپنا فون دو مجھے۔"اس نے کوٹ کی اندرنی جیب سے فون نکال کر اس کی جانب بڑھا دیا۔جس کے دونوں ہاتھوں پر ہتھکڑیاں بندھی تھیں۔فون پر ایک نمبر ڈائل کئے وہ کان سے لگا چکا تھا۔

"غازی بات کر رہا ہوں۔۔ہاں میں ٹھیک ہوں۔۔میری بات دھیان سے سنو۔۔"

وہ جو کوڈ ورڈز میں باتیں کر رہا تھا حتان کو وہ ذرا بھی سمجھ نہیں آرہی تھیں۔وہ بس اس کے قید ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔

کچھ ہی منٹ بعد اس نے کال کاٹ کر ہسٹری سے نمبر ڈیلیٹ کیا۔پھر فون حتان کے پاس رکھ دیا۔

"کس سے بات کر رہے تھے۔اور کیا بات کر رہے تھے؟مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی۔تم پارٹی ارینج کروانے کی باتیں کر رہے تھے۔"

اس نے ابرو مسلتے ہوئے پوچھا۔"ناچاہتے ہوئے بھی پارٹی ارینج کروانی پڑی ہے۔"

حتان نے گھڑی پر وقت دیکھا۔پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"جس طرح سے پہلے بیٹھے ہوئے تھے واپس ویسے ہی بیٹھ جاو۔"

کیمرے کی ریکارڈنگ پھر سے شروع ہونے میں تیس سیکنڈ باقی تھے۔

"خیال رکھنا اپنا۔۔ میں تمہیں جلد ہی یہاں سے نکال لوں گا۔"

اس نے دروازہ کھولنے سے پہلے عبیر کو نرم لہجے میں کہا۔ جس نے مسکرا کر سر کر اثبات میں جنبش دی۔ دروازے کھولتے ہی سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر حتان کے حلق میں جیسے کڑواہٹ گھلی تھی۔

"ضمانت کروانے آئیں ہیں اپنے موکل کی؟ ہاں وکیل صاحب؟"

پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑے ایس پی حذیفہ راو نے ابرو کے اشارے سے مسکراتے ہوئے حتان سے پوچھا۔

اسے انس کے بعد اگر دنیا میں کوئی شخص زہر کی طرح لگتا تھا تو وہ یہ سامنے کھڑا شخص ہی تھا۔ "ملاقات ہو گئی ہے اپنے موکل سے؟" اس نے ذرا سا گردن اچکا کر اندر بیٹھے عبیر کو دیکھا جو ان دونوں کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"اپنے کام سے کام رکھو۔۔" بیزاریت بھرے لہجے میں اس نے اپنے پیچھے دروازہ بند کرتے ہوئے اسے کہا۔

وہ جونہی کمرے سے باہر نکلا وہاں ہنوز وہی تماشا لگا ہوا تھا۔

سنبل نے کن انکھیوں سے حتان کو دیکھا جو اوکے کا سگنل دیتا ہوا باہر کی جانب بڑھ گیا۔

****

"وہ اس وقت تھانے میں ہے۔ پولیس اس سے تفتیش کر رہی ہے۔ کل اسے عدالت میں پیش کیا جائے گا۔۔"

نوفل سے ہوئی ساری گفتگو وہ سالار کے گوش گزار کر رہا تھا۔ جو کچھ لاتعلق سا نظر آ رہا تھا۔ وہ دونوں اس وقت غازی انڈسٹریز میں ہی موجود تھے۔

ایک طرف لگی ان لارج اسکرین پر زور و شور سے عبیر غازی کی از خود گرفتاری کی خبریں چل رہی تھیں۔ وہ صوفے پر آگے کو جھکا بیٹھا تھا۔ نظریں اپنے ہاتھوں پر تھیں۔ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کے ناخن کو کریدتے ہوئے جانے کون سی سوچیں اس کے ذہن میں گردش کر رہی تھیں۔ دل تھا کے عبیر کو ایک نظر دیکھنے کے لئے ہمک رہا تھا۔ لیکن وہ خود میں اتنی ہمت نہیں جتا پا رہا تھا

کے اس سے ملنے کے لیے تھانے جا پاتا۔ وہ اس کی سرد نظروں کا سامنا کیسے کر سکتا تھا۔ وہ اس کی بے اعتنائی کو سہنے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا۔

اب کے خبروں میں تھانے کے باہر کی فوٹیجز دکھائی جا رہی تھیں۔ جہاں ایک دم ہی ہل چل سی مچی تھی۔ سات سیاہ رنگ کی گاڑیوں کا قافلہ ایک ایک کر کے تھانے کے احاطے میں آ کر اختتام پذیر ہوا تھا۔ سب سے آگے کھڑی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سے وہ فون کان سے لگائے باہر نکلا۔ قیمتی سیاہ لباس کے ساتھ مہنگے گاگلز آنکھوں پر چڑھائے وہ تھانے کی اندرنی عمارت میں چل گیا تھا۔ پیچھے اس کے گارڈز کی فوج نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

"گرفتاری کو ابھی دو گھنٹے بھی نہیں ہوئے اور اس کا سیوئیر آ گیا ضمانت کروانے۔"

کلائی پر بندھی رسٹ واچ دیکھتے ہوئے انس بلند آواز سے بڑبڑایا۔

سالار کی خاموشی پر اسے احساس ہوا تھا کے کافی دیر سے وہ اکیلا ہی بول رہا ہے۔

"اگر تم چاہو تو اس سے ملنے تھانے چل سکتے ہیں۔"

انس کی پیشکش پر سالار نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ پھر نفی میں سر ہلا دیا۔

"ان سے اس وقت ملنا ٹھیک نہیں ہو گا۔ یقیناً حویلی میں بھی ان کی گرفتاری کی خبر پہنچ گئی ہو گی۔"

میز پر پڑا فون اٹھا کر وہ ضمیر غازی کو کال ملا رہا تھا۔ عبیر کے چار مہینے بعد منظر عام پر آنے کے بعد وہ بھی سب سے پہلے تھانے جانے کا سوچتے۔

اسی وجہ سے سالار انھیں منع کر رہا تھا کے حویلی میں سے فلحال ابھی کسی کو بھی تھانے جانے سے منع کریں۔

"تمہاری خواہش تو پوری ہو گئی نہ ان کو گلٹی فیل کروانے کی؟" ضمیر غازی سے بات کرنے کے بعد وہ تھری سیٹر صوفے کے کونے پر پیچھے کو ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ وائٹ ڈریس شرٹ کے ساتھ لائٹ براون پینٹ پہنے ایک پیر دوسرے پیر کے گھٹنے پر رکھا ہوا تھا۔ بے تاثر اور کسی حد تک زخمی سے لہجے میں انس سے استفسار کیا۔"

"کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کے اس نے اپنے گناہوں پر شرمندگی کے باعث گرفتاری دی ہے؟"

"تواور کیا مقصد ہو سکتا ہے؟"

انس کے سوالیہ انداز پر سالار نے بھی سوال پوچھا۔"اس پر ایف آئی آر کٹی ہوئی ہے۔وہ پولیس سے چھپتا پھر رہا ہے۔یہ بھی ہو سکتا ہے کے اسے اپنے گناہ پر کوئی شرمندگی نہ ہو۔۔وہ صرف اپنے اوپر لگے چارجز کو ختم کروانا چاہتا ہو؟"

"اسے اپنی آزادی واپس چاہئے۔ایک خود مختار زندگی گزارنے کے لئے اسے رہائی چاہئے۔ایک باعزت رہائی۔۔اور وہ گرفتار ہوئے بغیر ملنا ممکن نہیں۔۔"

"تم اتنے وثوق سے کیسے تجزیہ کر سکتے ہو؟"

"وہ اس لئے کے شاید۔۔۔"

وہ زرا دیر کو رکا۔پھر بات مکمل کی۔"میں تمہارے بھائی کو جانتا ہوں۔"

"تمہارا اندازہ ان کے بارے میں غلط ہوا تو؟اگر وہ واقعی میں اپنا گناہ پر گلٹی ہوئے تو۔؟"

سالار کا سوال جیسے کمرے میں ایک گہرا سکوت پھیلا گیا تھا۔اس کا رواں رواں انس کا جواب سننے کو بے تاب تھا۔جس نے کچھ لمحے کا توقف کرنے بعد شانے اچکا دئے تھے۔

"اگر وہ واقعی میں گلٹی ہوا تو میں اسے اپنے ماں باپ کا قتل معاف کر دوں گا۔۔"

سالار نے جیسے کب سے روکی ہوئی سانس کو بحال کر کے پیچھے کو سر گرایا تھا۔اب اس کا دل بس یہی دعا کیے جا رہا تھا کے عبیر کی گرفتاری کے پیچھے اس کی نیک نیت ہی ہو۔۔اس کی گرفتاری کسی پلاننگ کا حصہ نہ ہو۔

اسے اس کا بھائی واپس چاہئے تھا۔کسی بھی قیمت پر۔۔

Mahira Zaynab Khan Novel

****

آج صبح سے ہی لاہور شہر میں بادلوں نے خوب گھن گھرج مچا رکھی تھی۔ ہر جگہ جل تھل سی مچی ہوئی تھی۔ ایک پوش علاقے کے کارنر پر بنے کافی شاپ کی دیواریں شیشے کی بنی ہوئی تھیں۔ جس کا اندرونی ماحول باہر کی نسبت کافی نرم گرم سا تھا۔ وہ دونوں بھی گلاس وال کے پاس والی میز کے گرد بیٹھے تھے۔ دو ہاٹ چاکلیٹ کے سفید کپ انکے سامنے پڑے تھے۔ جن کے علاوہ کچھ کاغذات بھی رکھے دکھائے دے رہی تھے۔ ان میں سے کچھ انس کے ہاتھ میں تھے جن کی وہ توجہ سے ورق گردانی کر رہا تھا۔ عبیر غازی کو گرفتاری ہوئے کچھ گھنٹے ہی گزرے تھے۔ کل اسے عدالت میں پیش ہونا تھا۔ سالار سے ملنے کے بعد وہ سیدھا ضرار کے پاس آیا تھا۔ "حیرانگی کی بات ہے کے حتان داؤد تھانے صرف اس سے ملنے گیا تھا۔ ورنہ مجھے لگا تھا وہ اس کی ضمانت کروالے گا۔"

کپ اٹھا کر گھونٹ بھرتے ہوئے ضرار نے حیرانگی کا اظہار کیا۔

"Appearances can be deceiving."

(ظاہری شکل دھوکہ دے سکتی ہے)

اس کا انداز لاپرواہی لیے ہوئے تھا۔ اسے اس بات پر کوئی حیرانگی نہیں ہوئی تھی کے حتان نے عبیر کی ضمانت نہیں کروائی۔

"کل سماعت کے بعد آگے کیا پراسیجر ہوگا؟"

کاغذات میز پر ڈالتے ہوئے وہ پیچھے کو ہو کر آرام دہ حالت میں بیٹھا۔

"سماعت ملتوی ہو سکتی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کے پولیس مزید تفتیش کے لیے جسمانی ریمانڈ کا مطالبہ کرے۔"

"کتنے دن کا ہو سکتا ہے یہ ریمانڈ؟"

"سات یا پھر چودہ دن۔ اس دوران مجرم کے خلاف ٹھوس شواہد اور گواہ اکھٹا کرنے ہوتے ہیں۔ جنھیں اگلی سماعت پر پیش کرنا ہوتا ہے۔"

"یعنی ہمارے پاس چودہ دن ہے۔۔"

"تم سالار سے وعدہ خلافی کر کے عبیر کو سزا دلوانے کا سوچ چکے ہو؟"

"میں اس سے وعدہ خلافی نہیں کر رہا۔ میں نے کہا تھا اگر عبیر نے مجھ سے معافی مانگی تو میں اسے معاف کر دوں گا۔۔ لیکن اس سارے معاملے کو دیکھتے ہوئے مجھے نہیں لگتا کے وہ گلٹی ہے۔۔ اگر وہ اپنے گناہوں پر ہٹ دھرمی دکھائے گا تو پھر مجھے مجبوراً قانون کا سہارا لینا ہی پڑے گا۔"

"کچھ ثبوت ہیں پھر اس کے خلاف استعمال کرنے کے لیے؟"

"یہ جن لوگوں کی تفصیلات تم سے مانگی تھی یہ وہیں ہیں جو ایک وقت میں عبیر کے ساتھی رہ چکے ہیں۔۔ ہمیں انھیں گواہی دینے کے لئے قائل کرنا پڑے گا۔۔"

میز پر رکھے کاغذات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کہا۔

"اس کے علاوہ تمہیں فرجاد التمش کے بارے میں پتا لگانا ہو گا۔۔ عبیر کے خلاف ہمیں اسے میدان میں اتارنا ہو گا۔"

"فرجاد التمش کو عبیر کی نشاندہی کرنے پر وعدہ معاف گواہ بن جانے پر اسے آزاد کرنے کی پیشکش کی گئی تھی۔ لیکن بدقسمتی سے وہ آج بھی قید میں ہے۔"

"اسے قید سے باہر لانا ہو گا۔ اور یہ کام تمہیں کرنا ہو گا۔"

"ویسے وہ ایک مسنگ پرسن ہے۔ لیکن میں پتا لگوانے کی کوشش کرتا ہوں کے اسے کہاں قید کر کے رکھا گیا ہے۔"

"عبیر غازی کے خلاف جو پراسیکیوٹر اس کیس پر کام کر رہا ہے اس کے بارے میں کچھ پتا ہے کون ہے وہ؟"

"پراسیکیوٹر حسن عبید۔۔ اپنی ایمانداری اور سچائی کی وجہ سے کافی مقبول ہے۔ اسے خریدنا آسان نہیں ہے۔ وہ کسی کو خاطر میں لائے بغیر کیس کو منطقی انجام تک پہنچاتا ہے۔ لیکن اس دفعہ اس کے مقابل حتان داؤد ڈیفنس میں ہے۔ اس کا کیس جیتنا مجھے مشکل لگ رہا ہے۔"

"فرجاد کا پتا لگوانے کی کوشش کرو۔ اس کے بعد پراسیکیوٹر سے ملنے چلتے ہیں۔۔"

"لیکن کیوں؟" ضرار نے نا سمجھ آنے والے انداز میں پوچھا۔

"ہمیں اس کی کیس جیتنے میں مدد کرنی ہو گی۔۔ کیوں کے وہ عبیر کے خلاف لڑ رہا ہے۔۔"

"کیا تم یہ سارے ثبوت اس کے ہینڈ اوور کرنے کا سوچ رہے ہو؟"

"یہ کرنا ہی پڑے گا۔"

"ٹھیک ہے پھر میں فرجاد کا معلوم کرواتا ہوں۔"

ضرار نے یقین دہانی کرواتے ہوئے کہا تو انس نے پر سکون سانس لیتے ہوئے گلاس سے باہر دیکھنا شروع کر دیا جہاں بارش ابھی بھی برس رہی تھی۔

****

پوری حویلی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ ڈر و خوف کی کیفیت میں اس سیاہ اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے دیواروں کو ٹٹول کر چل رہی تھی۔ کچھ ہی دیر میں وہ ایک کمرے کے آگے آ کر رکی۔ بالٹ گھما کر اس نے دروازہ کھولا تو کمرے میں بھی اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ لیکن کمرے کی بڑی سی گلاس وال کے پار روشنی محسوس ہو رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے چاند کی روشنی پھیلی ہوئی ہو۔ وہ آہستگی سے چلتی ہوئی بالکنی میں آ گئی۔ جس کی گرل کے پاس کوئی کھڑا ہوا تھا۔ بریزے حیرانگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ کوئی لڑکی تھی۔ جو سر اٹھا کر دور آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے سیاہ بال بہت لمبے تھے۔ گھٹنوں سے بھی نیچے تک جا رہے تھے۔

"کون۔۔ کون ہو تم؟" اس نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔ لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔ اس نے ڈرتے ہوئے کچھ خوف کے زیر اثر دو قدم اسکی جانب بڑھائے۔ یکلت سامنے کھڑی لڑکی ایک جھٹکے سے مڑی تھی۔ اس کا چہرہ انتہائی سفید تھا۔ اور آنکھیں اتنی ہی سیاہ۔ جن سے ٹپکتا ہوا خون اس کے گالوں پر بہہ رہا تھا۔ وہ خوف سے چیختی ہوئی ایک دم پیچھے ہٹی۔

"بریزے۔۔ بریزے ہوش میں آو۔۔۔"

اس نے جھٹکے سے اپنی آنکھیں کھولی۔ وہ پسینے میں شرابور تھی۔ اور سانس جیسے دھونکی کی مانند چل رہا تھا۔

"پھر کوئی برا خواب دیکھا تم نے؟" اس پر جھکا ہوا عاشر تشویش سے پوچھ رہا تھا۔ گزشتہ کچھ دنوں سے وہ یونہی ڈر کر نیند میں چیخنا شروع کر دیتی تھی۔

وہ اپنا سر تھام کر اٹھ بیٹھی۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کے وہ کون لڑکی ہے جو بار بار اس کے خوابوں میں آ رہی ہے۔ پہلے پہل وہ اپنا وہم سمجھی۔ لیکن ہر برے خواب میں کہیں نہ کہیں وہ لڑکی لازمی موجود ہوتی تھی۔

جو کچھ کہتی نہیں تھی۔ بس خون چھلکاتی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہتی تھی۔ جیسے اسے بریزے سے بہت نفرت کرتی ہو۔

"پھر وہی خواب تھا۔۔" عاشر کا بڑھایا ہوا پانی کا گلاس تھامتے ہوئے اس نے پیشانی پر آیا پسینہ صاف کرتے ہوئے کہا۔

"ہم جب سے واپس آئے ہیں مجھے تب سے ہی پتا نہیں کیوں بار بار یہ برے خواب نظر آ رہے ہیں۔ میں اذکار کر کے اور وضو کر کے سوتی ہوں پھر بھی۔۔"

وہ کچھ خوف اور پریشانی کے زیر اثر بول رہی تھی۔

"تم لیٹ جاو میں دم کر دیتا ہوں۔" عاشر نے نرمی سے کہتے ہوئے اس کے دراز ہونے کے بعد اس پر کمفرٹر ٹھیک کیا تھا۔ پھر اس کی پیشانی پر اپنا ہاتھ رکھے وہ چار قل پڑھنا شروع ہو چکا تھا۔

****

پولیس اسٹیشن کے وسیع برآمدے کی ساری لائٹس روشن تھیں۔ صرف چند آفیسرز وہاں موجود تھے۔ جو نائٹ شفٹ پر معمور تھے۔ باہر سے بادلوں کی گھن گھرج کی آوازیں وقفے وقفے سے بلند ہو رہی تھیں۔ ایسے میں وہ دونوں کا تکیہ سا بنا کر سر کے نیچے رکھے پیچھے کو ٹیک لگائے آنکھیں موندیں چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔

"تمہاری شفٹ ختم ہو گئی ہے۔ گھر نہیں جا رہے تم؟" اس کے ساتھی آفیسر نے استفسار کیا تو اس نے بند آنکھوں سے جواب دیا۔

"نہیں مجھے ایک کیس پر کام کرنا ہے۔ رات یہیں ہوں۔۔"

"میں اپنے لیے چائے منگوا رہا ہوں۔ تمہیں بھی چاہئے؟"

اس دفعہ نوفل نے آنکھوں کھول کر۔ گردن ذرا سا موڑ کر سائیڈ پر بنے اس لاک اپ کو دیکھا۔ جہاں عبیر کے علاوہ کسی اور قیدی کو نہیں رکھا گیا تھا۔ وہ جالیوں سے ٹیک لگا کر بیٹھا تھا۔ نوفل کو صرف اس کی پشت دکھائی دے رہی تھے۔ دو دفعہ جا کر وہ اس سے پوچھ چکا تھا کے اگر اسے کافی چاہئے تو وہ لا دے گا۔ لیکن وہ دونوں بار ہی انکار کر گیا تھا۔

"میں منگوا رہا ہوں تمہارے لیے بھی۔" اس کے جواب نہ دینے پر وہ خود ہی کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

جبھی خاموش سے پڑے ماحول میں ایک دم کچھ آوزیں گونجی تھیں۔ چند سول لباس والے لوگ چہرے کو نقاب سے کور کیے وہاں داخل ہوئے تھے۔

نوفل نے برآمدے میں لگی وال کلاک پر نگاہ ڈالی۔ جہاں رات کے ڈھائی بج رہے تھے۔ دو پولیس اہلکار عبیر کے لاک اپ کا تالا کھول رہے تھے۔

"یہ کیا کر رہے ہیں؟" نوفل نے اپنے ساتھی آفیسر سے پوچھا۔ "عبیر غازی کو لے جانے آئیں ہیں۔۔"

"کون ہیں یہ؟ اور کہاں لے جا رہے ہیں؟" اس نے حیرانگی سے پوچھا۔

"انٹیلی جنس والے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کیوں اور کہاں لے جا رہے ہیں۔ لیکن آئی جی صاحب کی اجازت سے سب ہو رہا ہے۔ تم خاموش رہو انھیں اپنا کام کرنے دو۔۔"

وہ ان نقاب پوشوں کی طرف سے لاتعلق بنتے ہوئے بلاوجہ ہی میز پر پڑی فائلز کو ترتیب دیتے ہوئے دھیمی آواز میں نوفل کے گوش گزار کر رہا تھا۔

"تمہیں یہ سب کیسے پتا چلا؟"

نوفل نے بھی ہلکی آواز میں پوچھا۔ لیکن ساتھ ہی وہ انھیں ہی دیکھ رہا تھا۔ جو لاک اپ کے اندر عبیر کے سامنے کھڑے اسے کچھ کہہ رہے تھے۔

"میں نے ایس ایچ او صاحب کو فون پر بات کرتے ہوئے سنا تھا۔

عبیر کے کھڑے ہوتے ہی ایک نے اس کے ہاتھوں کو پشت پر کرتے ہوئے انھیں باندھنا شروع کر دیا تھا۔ پھر ایک کالا سا کپڑا اس کے سر پر ڈالتے ہوئے اسے وہاں سے لے گئے۔

"کیا کر رہے ہو تم؟" نوفل کے فوراً سے اپنی جگہ سے اٹھنے پر اس نے نوفل کا ہاتھ پکڑ کر روکا۔

"گھر پر کال کرنی ہے۔ اپنی بیوی کو بتایا نہیں کے آج میں یہیں رکوں گا۔ بتا کر آتا ہوں۔۔" وہ میز پر سے فون اٹھاتا ہوا دوڑ کر باہر نکل آیا تھا۔ جہاں گاڑیاں اب ریورس ہو کر جا رہی تھیں۔ جبکے اندر وہ شش و پنج میں گرفتار تھا کے نوفل نے شادی کب کی۔

"سیاہ آسمان سے برستی رم جھم کو دیکھتے ہوئے وہ فون کان سے لگائے کھڑا تھا۔ جہاں دوسری بیل پر ہی کال اٹھالی گئی تھی۔

"خفیہ والے انھیں کہیں لے گئے ہیں۔۔ آپ کہیں تو میں پیچھا کروں؟"

اس نے عجلت میں حتان سے استفسار کیا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے وہ کچھ دیر تک اسے واپس چھوڑ جائیں گے۔"

وہ نارمل سے لہجے میں بولا۔ "کیا آپ کو معلوم تھا کے وہ انھیں لینے آئیں گے؟"

اس نے استفسار کیا۔ کیوں کے ان کے پلین میں خفیہ والوں کا تو کوئی عمل دخل ہی نہیں تھا۔

"نہیں۔۔" اس نے صرف ایک لفظ کہا۔ اسے صرف شک تھا۔ یقین نہیں تھا۔

"تو پھر آپ اتنا شیور کیسے ہیں کے وہ واپس آئیں گے؟" نوفل کو بے چینی ہو رہی تھی۔ اس نے جسے بھی خفیہ والوں کے ساتھ اس طرح سے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کی کبھی واپسی نہیں ہوئی تھی۔

"وہ خود چھوڑ کر جائیں گے اسے۔۔ کچھ دیر میں انھیں معلوم ہو جائے گا کے وہ "عبیر غازی" کو اپنے ساتھ لے کر گئے ہیں۔"

حتان کا انداز پر سکون تھا۔

****

"فرمان آپ اتنا غصہ کیوں کر رہے ہیں آخر؟"

"غصہ نہ کروں تو اور کیا کروں؟"

وہ اکیڈمی کے لئے نکل رہا تھا۔ لیکن فرمان کے کمرے کے کھلے دروازے سے آتی ان آوازوں کو سنتے ہوئے اس کے قدم خود بخود رکنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ چوری چھپے کسی کی باتیں سننا اس کی عادات میں شامل نہیں تھا۔ لیکن اپنا نام سن کر وہ رک گیا تھا۔

"انھوں نے کہا ہے کے وہ داریان کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔۔ اسے اس خاندان کا حصہ ماننے کے لئے راضی ہیں۔ لیکن اس کے لیے جو شرط انھوں نے رکھی ہے اس نے مجھے اپنی ہی نظروں میں گرا دیا ہے۔ میں کیا جواب دوں گا داریان کو؟ یہ خاندان ہے میرا؟"

"کیا کمی ہے سارہ کو؟ اتنی پڑھی لکھی باشعور لڑکی ہے۔ کیا اس کے لئے رشتوں کی کوئی کمی ہے؟"

داریان سے بس اتنا ہی صبر ہو سکا تھا۔ ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اس نے دروازہ مزید کھولتے ہوئے اندر قدم رکھے۔

"معاف کیجئے گا۔ لیکن آپ کی باتیں غیر ارادی طور پر سننے کے بعد میں مداخلت کر رہا ہوں۔"

"کیا آپ میں جان سکتا ہوں کس وجہ سے آپ اتنا غصہ کر رہے ہیں؟"

وہ جاننے کے لئے اجازت مانگ رہا تھا۔ ہمیشہ کی طرح اس کے غصے کو ٹھنڈا کرنا چاہتا تھا۔

"جعفر تایا چاہتے ہیں کے تمہیں اس صورت قبول کریں گے جب تم سارہ سے نکاح کرو گے۔۔"

وہ شل رہ گیا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کے فرمان کے طیش کی یہ وجہ تھی۔

"فرمان آپ حد سے زیادہ سوچ رہے ہیں۔ اگر انھوں نے یہ شرط رکھ بھی دی ہے تو آپ بھی تو انکار کر آئے ہیں نا؟۔۔ بس بات ختم کریں اب۔"

"اگر وہ ہم سے تعلقات توڑنے کی بات کر بھی رہے ہیں تو آج سے پہلے کون سے اچھا اور خوشگوار تعلقات رہیں ہیں ہمارے۔"

داریان سینے پر بازو لپیٹے خاموشی سے نظریں جھکائے ان کی گفتگو سن رہا تھا۔

"مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" وہ اچانک ہی بولتے ہوئے ان دونوں کو اپنی اپنی جگہ ساکت کر گیا تھا۔

"اگر میری وجہ سے آپ کو آپ کے رشتے واپس مل رہے ہیں تو میرے لئے اس سے زیادہ اعزاز کی بات کوئی اور نہیں ہے۔"

"دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟ جانتے بھی ہو کیا بات کر رہے ہو؟"

"میں ہوش و حواس میں ہوں فرمان بھائی۔۔ مجھے جعفر تایا کی بیٹی سے شادی کرنے میں کوئی پرابلم نہیں ہے۔"

"تمہیں نہیں ہے لیکن مجھے ہے۔۔ دوبارہ یہ بات اپنی زبان پر مت لانا۔۔"

"لیکن آپ میری۔۔۔"

"خاموش ہو جاو داریان۔" ان کی دھاڑ پورے کمرے میں گونجی تھی۔

"جنھوں نے تمہارے وجود کو ناپاک کہا۔ تمہاری تذلیل کی۔۔ ہمیشہ تم سے نفرت اور ناگواری کا اظہار کیا۔۔ آج اپنی بیٹی کی شادی وہ تم سے کس منہ سے کرنا چاہتے ہیں؟"

"وہ صرف اپنی بیٹی کی وجہ سے مجبور ہو کر یہ کر رہے ہیں۔۔ تمہیں یہ قربانی دینے کی ضرورت نہیں ہے!"

"ان کا انٹینشن جو بھی ہو۔۔ لیکن آپ یہ بھی تو دیکھیں کے اس رشتے کے قائم ہونے سے باقی رشتے بھی واپس اپنی اصل جگہوں پر آجائیں گے۔"

"میں کبھی اس رشتے کے لئے ہاں نہیں کروں گا۔ کسی قیمت پر نہیں۔"

وہ حتمی انداز میں کہہ کر بات ختم کر کے وہاں سے چلے گئے تھے۔

"سارہ ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔ وہ اپنی وکالت کی ڈگری کو کام میں لانا چاہتی ہے۔۔ شادی کی وجہ سے وہ پریکٹس نہیں کر سکی تھی۔ اب اسی کی تیاری کر رہی ہے۔ لیکن تایا اس کی پھر سے شادی کرنے پر بضد ہیں۔"

عیشہ تاسف سے اسے بتا رہی تھی۔

"کیا میں نے رضامندی دے کر غلط کیا ہے؟" اسے فرمان کی ناراضگی کی فکر ہو رہی تھی۔

"بہت غلط کیا۔ تمہیں یہ بات ان کے سامنے نہیں کرنی چاہئے تھی۔ تم جانتے بھی ہو وہ تمہیں لے کر کتنے جذباتی ہیں۔" عیشہ تاسف سے بول رہی تھی۔

****

وہ ایک چار مالے کی انڈر کنسٹرکشن عمارت تھی۔ جس کا صرف بنیادی ڈھانچہ کھڑا کیا گیا تھا۔ اس کے آس پاس چار پانچ گاڑیاں آگے پیچھے آکر رکی تھیں۔ تیسری گاڑی میں سے دو لوگوں نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر باہر نکالا۔ بارش کی رفتار میں کافی کمی آئی تھی جس کی وجہ سے چھتری کا استعمال ترک کئے وہ تیز قدموں سے عمارت کے اندر داخل ہوئے۔ پھر سیڑھیاں چڑھ کر تیسری منزل پر پہنچے۔ جہاں ہر طرف اینٹیں، سیمنٹ اور بجری کے علاوہ اسی طرح کا دوسرا سامان پڑا ہوا تھا۔ وہاں دو کرسیاں درمیان میں پڑی تھیں۔ جن میں سے ایک پر عبیر کو بٹھا دیا گیا تھا۔ اس کے چہرے پر سے وہ سیاہ کپڑا اتار دیا گیا تھا لیکن اس کے ہاتھ ہنوز پشت پر بندھے تھے۔

وہاں بڑی سی ٹارچ جلا کر روشنی کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس نے پلکیں اٹھا کر سامنے دیکھا تو ایک وردی میں ملبوس شخص کھڑا دکھائی دیا۔ جس کے پیچھے کئی لوگ ہتھیار لئے چوکنے کھڑے تھے۔

"کیا کہوں میں تمہیں؟ غازی انڈسٹریز کا سی ای او عبیر غازی یا پھر۔۔۔ انڈر ولڈ کا ایک متحرک گروہ کا سربراہ۔۔" وردی والے شخص نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ویسے ماننا پڑے گا۔ چار مہینے میرے آفیسرز کی اتنی خواری کروانے کے بعد بھی تم ہاتھ نہیں لگے۔۔ اور پھر اچانک سے گرفتاری دے دی۔۔ کیوں عبیر غازی؟

"پہلے میرے ہاتھ کھولو، ورنہ میں تمہاری کسی بات کا کوئی جواب نہیں دوں گا۔" وہ بے تاثر سے لہجے میں اسے دیکھتے ہوئے بولا تو اس نے گہری مسکراہٹ لیے ایک آفیسر کو خفیف سا اشارہ کیا جس نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں سے رسیاں کھول دی تھیں۔

"کیوں لے کر آئے ہو مجھے یہاں؟"

ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی چوڑی سی کلائی کو دباتے ہوئے اس نے ٹانگ پر ٹانگ رکھتے ہوئے استفسار کیا۔اس کی سفید شرٹ کی آستین کہنیوں سے بھی اوپر تھیں۔جن سے نکلتے مضبوط بازوں کی رگیں ابھری ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔

"تمہیں یہاں لانے کا مقصد سیدھا اور صاف ہے۔۔تم نے اتنے عرصے انڈر ولڈ میں کام کیا ہے۔مجھے اس کے بارے میں جانکاری چاہیئے۔ان گروہ اور مافیاز کے نام چاہیئے جو پاکستان میں سرگرم ہیں۔۔ان تک پہنچنے میں تمہیں ہماری مدد کرنی ہو گی۔"

"میں کیوں مدد کروں؟تم لوگ خود کوشش کیوں نہیں کرتے انھیں ڈھونڈنے کی؟"

"ہم کوشش کر رہے ہیں۔لیکن تم ہمارے ساتھ کو آپریٹ کرو گے تو ہمارے لیے بہت آسانی ہو جائے گی۔۔بدلے میں میں تمہیں تمہاری آزادی کی گارنٹی دیتا ہوں۔تم پر لگے سارے چارجز ختم ہو جائیں گے۔تم دوبارہ اپنی آزاد زندگی گزار سکو گے۔"

"یہی کچھ فرجاد کو بھی کہا گیا تھا؟"اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"فرجاد؟"

"اچھا فرجاد التمش کی بات کر رہے ہو جس نے تمہاری مخبری کی تھی۔۔ہاں ہم نے اسے بھی آفر کی تھی اگر وہ ہمارے ساتھ کو آپریٹ کرنے کو تیار ہو جائے تو ہم اسے آزاد کر دیں گے۔"

"کہاں ہے وہ اس وقت؟"

"وعدے کے مطابق اسے آزاد کر دیا گیا تھا۔اب ہمیں نہیں معلوم وہ کہاں ہے۔"

"تم ایسے کیوں دیکھ رہے ہو؟کیا تمہیں میری بات پر یقین نہیں؟میں سچ کہہ رہا ہوں اسے چھوڑ دیا گیا تھا۔اب تو شاید وہ کسی اور ملک چلا گیا ہو گا۔"

"اپنی بکواس بند کرو۔مجھے تمہارے فضول جھوٹ نہیں سننے۔۔"وہ بیزاری سے پیشانی مسلتے ہوئے بولا۔سر کے کچھ حصوں میں زور سے ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"میں نے کہا نہ میں تمہیں گارنٹی دیتا ہوں۔ اگر تم ہمیں ان گروپس کے نام اور ان کی لوکیشن بتادو تو ہم تمہیں آزاد کر دیں گے۔ کل تمہارے کیس کی پہلی پیشی ہے۔ پولیس پوری کوشش کرے گی تمہارا جسمانی ریمانڈ لینے کی۔ لیکن اگر تم میری بات مان لو تو کل ہی تم رہا ہو جاو گے۔"

"مجھے رہائی نہیں چاہئے۔"

"عبیر۔۔ میں بہت آرام سے اور تحمل سے تمہارے ساتھ پیش آرہا ہوں۔۔ مجھے یہ ایٹیٹیوڈ دکھانے کی بجائے عقل کا استعمال کرتے ہوئے میری آفر کو قبول کرو۔۔ اگر تمہیں لگتا ہے کے وہ تمہارا وکیل دوست تمہیں بچالے گا تو تم غلط فہمی میں جی رہے ہو۔۔ بے شک اس کے تعلقات بہت اونچے ہیں۔ لیکن وہ تمہاری وجہ سے ہم سے نہیں بگاڑے گا۔۔ وہ تمہارے لیے ہم سے لڑنے نہیں آئے گا۔۔ اور اس کے علاوہ تمہارا ہے ہی کون جو تمہاری مدد کے لئے ہماری برابری پر آنے کا سوچے؟"

وہ کافی سنجیدگی بھرے انداز میں کچھ تلخ لہجے میں بول رہا تھا۔

بریگیڈیئر صاحب۔۔" عبیر نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔ اس کی سنہری آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہوا۔

"آپ کو لگتا ہے کے سات سال انڈر ولڈ میں گزار کر میں نے صرف جھک ماری ہے؟" اس کا مضبوط سا لہجہ کافی پر اعتماد سا معلوم ہو رہا تھا۔

"کیا مطلب؟ کیا کہنا چاہتے ہو تم؟" اس نے ناسمجھی سے عبیر کو دیکھا۔ باہر زوردار آواز سے بجلیاں کڑک رہی تھیں۔ جن کے ساتھ ہی بارش کی رفتار میں خاطر خواہ اضافہ ہوا تھا۔ وہاں اس کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں تھی۔

دفعتاً اوپری منزل کی سیڑھیوں سے کئی لوگوں کے نیچے اترنے کی آواز سنائی دی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے کئی سارے لوگوں نے انھیں اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ بریگیڈیئر کے ساتھ صرف چھ آفیسرز تھے۔ جواب تیس پینتس کے قریب لوگوں کے نرغے میں تھے۔ جو جدید ہتھیاروں سے لیس تھے۔

جن میں سے کچھ عبیر کے پیچھے کھڑے تھے۔ لیکن ان کے ہتھیاروں کا رخ بھی بریگیڈیئر کی طرف تھا۔

"میں امید رکھوں گا کے آئندہ مجھے اس طرح سے بلا کر پریشان نہیں کیا جائے گا۔۔ اپنے آفیسرز سے کہیے کے، مجھے جہاں سے لائے تھے واپس وہیں چھوڑ کر آئیں۔۔"

"تم شاید جانتے نہیں ہو کے تم کیا کر رہے ہو۔"

"میں کیا کر رہا ہوں؟" اس نے نا سمجھ آنے والے انداز میں دیکھا تو وہ خون کے گھونٹ بھر کر رہ گیا۔

"میں آپ کی عزت کرتا ہوں۔ آپ کے عہدے کی عزت کرتا ہوں۔۔ اور آپ کے پیشے کی بھی عزت کرتا ہوں۔۔ اس لیے اگر آپ چاہتے ہیں کے میں آپ کے مقابل نہ آوں تو۔۔ آئندہ احتیاط کیجیے گا۔۔"

آخری کے الفاظ پر زور دیتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "میرے ہاتھ باندھ دیجئے پلیز۔۔" مسکراتے ہوئے ایک آفیسر کو کہا۔ جس نے فوراً بریگیڈیئر کو دیکھا۔ جس کا خفیف سا اشارہ ملتے ہی نزدیک آکر اس نے عبیر کے دونوں ہاتھوں کو پشت پر لے جا کر باندھ دیا تھا۔

"میں تمہیں فرجاد کا پتہ بتا سکتا ہوں۔۔ میں جانتا ہوں تم اس سے انتقام لینا چاہتے ہو۔۔ کیوں کے اس نے تمہاری مخبری کی تھی۔"

"مجھے اگر کسی تک پہنچنا ہوا تو میں کسی کی مدد کے بغیر اس تک پہنچ جاؤں گا۔۔ آفر کے لئے شکریہ۔۔" سر کو خفیف سی جنبش دیتے ہوئے اس نے سیڑھیوں کی جانب قدم بڑھا دیے تھے۔ بریگیڈیئر کے آفیسرز بھی اس کے ساتھ ساتھ تھے۔ جبکے وہ وہیں موجود ان نقاب پوشوں کے نرغے میں کھڑا تھا۔

"اسے باہر آنے دو۔۔ یہ پولیس سے پیچھا چھڑوانا چاہتا ہے۔ اسے خود کو آزاد کروانے دو۔۔ پھر دوبارہ اس سے ملاقات کریں گے۔۔"

بریگیڈیئر صرف آفیسرز کے ساتھ وہاں موجود پر سوچ انداز میں بولا۔

وہ جب واپس تھانے آیا تو اسے دیکھ کر نوفل کی جیسے جان میں جان واپس آئی تھی۔ انٹیلی جنس کے آفیسرز اسے برآمدے میں ہی چھوڑ کر وہاں سے چلے گئے تھے۔ واپسی پر اس کے چہرے پر کوئی سیاہ کپڑا نہیں تھا۔ اسے دیکھتے ہی کچھ اہلکار اس کے نزدیک آنے لگے تھے تاکے اسے پھر لاک اپ میں بند کریں۔

"رکو وہیں۔۔" ہاتھ اٹھا کر انھیں کہتا ہوا وہ ایک میز کے قریب آیا۔ پھر پین ہولڈر میں سے پین نکال کر ایک نوٹ پیڈ پر کچھ لکھتے ہوئے اسے پھاڑ کر نوفل کی جانب بڑھایا۔ "میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔ میرے لیے یہ میڈیسن منگوا دو۔۔"

"درد زیادہ تو نہیں ہے؟" نوفل نے پرچی تھامتے ہوئے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے لاک اپ کی جانب قدم بڑھا دیئے۔

اس کے جاتے ہی نوفل نے اس پرچی پر نظریں دوڑائیں۔ جہاں میڈیسن کے نام کے نیچے لکھا ہوا تھا کے

"پارٹی میں سب ٹھیک تھا۔"

نوفل کو ان پانچ لفظوں کی کوئی سمجھ نہیں آئی تھی۔ اس نے بے ساختہ عبیر کو دیکھا۔ پھر سمجھنے والے انداز میں سر ہلاتے ہوئے فون نکال کر اس پرچی کی تصویر کھینچ کر حتان کے نمبر پر سینڈ کر دی۔

"کیا وہ خود ٹھیک ہے؟" دوسرے ہی سیکنڈ حتان کا پیغام اسے موصول ہوا تھا۔ نوفل نے پھر عبیر کو دیکھا۔ جو پہلے کی طرح جالیوں سے ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن الٹے ہاتھ سے اپنی پیشانی کو دبا رہا تھا۔

"بظاہر تو ٹھیک ہیں لیکن۔۔ شاید ان کے مائیگرین میں اضافہ ہو رہا ہے۔"

وہ پیغام بھیجنے کے بعد اب حولدار کو کہہ رہا تھا تھانے میں فرسٹ ایڈ باکس اور جو مختلف دوائیاں پڑی ہیں ان میں جا کر چیک کرے ۔اگر عبیر کی مطلوبہ میڈیسن موجود ہے تو لے کر آئے۔

تھوڑی دیر بعد آ کر ہی اس نے کہا تھا وہ میڈیسن وہاں موجود نہیں ہے۔ تھانے میں صرف معمولی بخار سر درد کے علاوہ دوسری پین کلرز ہی تھیں۔ عبیر جو میڈیسن استعمال کرتا تھا۔ وہ عام سر درد میں نہیں لی جاتی تھی۔ وہ صرف تب یوز کی جاتی تھی جب مائیگرین کا درد ناقابل برداشت ہو۔

وہ ابھی خود فارمیسی جانے کا سوچ رہا تھا۔ لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی تھا کے رات کے ساڑھے تین بجے کون سی فارمیسی کھلی ہو گی۔ اسی وقت کوئی جیکٹ اور مفلر گئے میں باندھے برآمدے میں داخل ہوا۔

اس کے ہاتھ میں ایک کالا پیپر بیگ تھا۔ اس نے آتے ہی وہ نوفل کی جانب بڑھایا۔ "یہ عبیر غازی کے لیے ہے۔" وہ کہتے ہی شاپر اسے تھما کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

"کیا ہے یہ ؟" دو پولیس آفیسر اسے چیک کرنے آگے آئے تھے۔ نوفل نے اسے کھولا تو میں اس میں عبیر کی مطلوبہ میڈیسن کے پتے تھے۔ اور ساتھ میں کچھ پیکٹس ڈرائی فروٹس کے۔

وہ حتان نے اس کے لیے بجھوائے تھے۔

"ٹھیک ہے دے دو اسے۔۔" اس کے سینئر آفیسر نے مثبت اشارہ دیا تو وہ اپنی میز پر سے منرل واٹر کی بوتل لے کر اس کے پاس آگیا۔ پھر دروازہ کھول کر اس کی جانب بڑھ گیا۔ جو گھٹنے پر کہنی ٹکائے بیٹھا ہوا تھا۔ خالی خالی نگاہوں سے اس جیل کی تنہائی کو دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں تمہارے سگے بھائی اور بھائیوں جیسے کزنز نے بھی چھوڑ دیا عبیر غازی۔ تم کسی اور سے کیا ہی امید کر سکتے ہو کے وہ تمہیں بچائے گا۔ کیا تم جانتے ہو تمہارے بھائی سالار نے انس کے ساتھ مل کر تمہاری جاسوسی کروائی؟ تمہارے خلاف ثبوت اکھٹے کرنے میں اس کی مدد کی۔۔ وہی سالار غازی جس پر تم اندھا بھروسہ کرتے تھے۔ وہ تمہارا خون ہو کر تم سے وفاداری نہیں کر سکا تو حتان داؤد سے تم کیا امید رکھو گے؟ اپنے مینجر آدم ابراہیم سے کیا توقع رکھو گے؟ کیا وہ تمہارے لیے خود کو خطرے میں ڈالیں گے۔؟"

"آج نہیں تو کل۔۔ وہ بھی تمہیں ویسے ہی چھوڑ دیں گے جیسے تمہارے گھر والوں نے، تمہارے سگے خون نے تمہیں چھوڑ دیا۔۔ تم ہمیشہ کے لیے تنہا رہ جاو گے۔۔ تمہیں میری بات مان لینی چاہیئے۔۔ جس طرح سے یہ لوگ تمہیں بچانے آئیں ہیں اس سے مجھے کنفرم ہو گیا ہے کے تمہارا رابطہ ابھی تک انڈر ولڈ سے قائم ہے۔ تمہارے ابھی بھی وہاں تعلقات ہیں۔۔ تم میری آفر پر غور کرو۔ میں تمہیں وقت دیتا ہوں۔ سوچ سمجھ کر فیصلہ لو۔ ان لوگوں کے پیچھے اپنی زندگی برباد مت کرو جن کے لیے تم اہمیت نہیں رکھتے۔ تم میرے لیے کام کرو۔ میں تمہیں نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔"

اس عمارت سے نکلنے سے پہلے بریگیڈیئر نے جو باتیں اسے کہیں تھیں وہ جیسے تیز دھار برچھی کی طرح اس کے دماغ میں پیوست ہو رہی تھیں۔

جالی سے ٹیک لگائے وہ سامنے بے رنگ سی اندھیرے میں ڈوبی دیوار کو دیکھ رہا تھا۔ اور ذہن کی سوچیں کسی اور ہی جہاں میں پرواز کر رہی تھیں۔

اس کے بے ترتیب سے بالوں کی نوکیں آنکھوں پر گر رہی تھیں۔ جن کی سنہری جوت بجھی ہوئی تھی۔اس کی آنکھوں میں جیسے زندگی کی کوئی رمق ہی نہیں تھی۔

جب جب وہ خود کو انتہا کا اکیلا محسوس کرتا تھا۔ یاسیت اور تکلیف کے جان لیوا احساس اس پر شدید حملہ آور ہوتے تھے۔تب اسے گلے لگانے کے لیے۔اسے دو حرف تسلی دینے کے لیے کوئی موجود نہیں ہوتا تھا۔ وہ تو ہمیشہ دوسروں ہی تکلیف پر ان کے ساتھ موجود ہوتا تھا۔ لیکن اس نے ہمیشہ اپنے غم سے خود کو خود ہی نکالا تھا۔اسے سینے سے لگا کر اس کا غم بانٹنے کے لئے کبھی کوئی اس کے لئے نہیں آیا تھا۔ جیل کا دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے سنہری آنکھ کے کنارے سے ٹپکنے والے آنسو کو پہلے ہی ہاتھ سے رگڑ ڈالا تھا۔

"حتان سر نے آپ کے لیے بھجوایا ہے۔"نوفل نے ایک گھٹنے پر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پیپر بیگ اور پانی کی بوتل اس کے پاس رکھی۔

پھر گھٹنے پر کہنی ٹکائے ہوئے عبیر کو دیکھا۔"آپ ٹھیک تو ہیں نہ عبیر سر؟"اس کے نرم لہجے میں کچھ تشویش سی تھی۔"آپ کو حتان سر کی بات مان کر ضمانت کروا لینی چاہیئے تھی۔"

وہ دکھ سے اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔ جو دو ٹیبلٹ منہ میں رکھ کر پانی کی بوتل لبوں سے لگا چکا تھا۔ نوفل اس کے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا۔ جس میں ہلکی سی لرزش اتری ہوئی تھی۔اس کا ہاتھ کپکپا کیوں رہا تھا۔اس کی سنہری آنکھوں میں اتنا گلابی پن کیوں تھا۔اور چہرے پر اتنی سرخی اور تکان کیوں غالب تھی۔

"میں انھیں کال کر رہا ہوں۔ مجھے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔۔"

"میں ٹھیک ہوں نوفل۔ معمولی سا سر درد تھا۔ میڈیسن لے لی ہے کچھ دیر تک ٹھیک ہو جائے گا۔۔"وہ نارمل بات کر رہا تھا۔اس کے اندر جو توڑ پھوڑ چل رہی تھی وہ اسے ظاہر نہیں ہونے دے رہا تھا۔

"چار بج گئے ہیں۔۔کچھ ہی دیر میں صبح ہو جائے گی۔ تم بھی جا کر ریسٹ کرو۔۔"

"میں باہر ہی موجود ہوں۔۔آپ کے لیے بلینکٹ منگوا دیتا ہوں۔اگر کچھ بھی چاہئے ہو یا ان ایزی فیل کریں تو مجھے فوراً آواز دے دیجئے گا۔۔"

نوفل نے اٹھتے ہوئے کہا تو عبیر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

****

لان میں بچھی ہوئی چیئرز پر سے وہ ایک پر اسے بیٹھے دکھائی دئے تھے۔ سینے پر بازو باندھے وہ خاموش نظروں سے دور آسمان کی جانب دیکھ رہے تھے۔

"آپ ناراض ہیں مجھ سے؟" انھیں کہیں قریب سے اس کی آواز سنائی دی۔

"تمہیں میری ناراضگی کی پرواہ ہے کیا؟" وہ بے تاثر سے انداز میں بولے

"ایسے مت کہیں فرمان بھائی۔۔ آپ سے بڑھ کر تو میرے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ میں بس اتنا چاہتا تھا کے اگر میری وجہ سے آپ کو اپنے رشتے واپس مل رہے ہیں تو اس میں حرج ہی کیا ہے۔؟"

"تم سارہ سے شادی کرنے کے لئے تیار ہو؟" انھوں نے کسی بھی جذبے سے عاری لہجے میں دریافت کیا۔

"مجھے کوئی پرابلم نہیں ہے۔" اس نے ان کے برابر میں پڑی چیئر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تمہاری ابھی شادی نہیں ہوئی ہے۔ اور وہ طلاق یافتہ ہے۔ عمر میں بھی تم سے چند سال بڑی ہے۔ پھر بھی؟" وہ پر سوچ اور گہری نظروں سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاو کو دیکھ رہے تھے۔

"اس سے فرق نہیں پڑتا کے ان کی ایک شادی ناکام ہو چکی ہے۔ اور اس سے بھی نہیں پڑتا کے وہ مجھ سے عمر میں بڑی ہیں۔۔ یہ کوئی اتنے بڑے ریزن نہیں ہیں جن کو بنیاد بنا کر کسی لڑکی سے شادی کرنے سے پہلے بارہا سوچا جائے۔"

وہ نارمل سے لہجے میں شانے اچکا کر بولا۔

"تمہیں اس سے محبت بھی نہیں ہے۔" انھوں نے پھر جتا کر کہا۔ "اس سے بھی فرق نہیں پڑتا۔" وہ سابقہ انداز میں بولا۔

فرمان نے اپنا ہاتھ اس کے شانے پر رکھا۔ "آج کے بعد ہمارے درمیان اس بات کا ذکر نہیں ہوگا۔ اگر تایا جان کو تمہیں قبول کرنا ہے تو بنا کسی شرط کے کرنا ہوگا۔۔"

"آپ ضد کر رہے ہیں۔" وہ ناراض ہوا۔

"اگر تمہیں یہ میری ضد لگ رہی ہے تو اسے میری ضد ہی سمجھ لو۔۔ تمہیں جس لڑکی سے شادی کرنی ہے تم کر سکتے ہو۔ تم اپنے فیصلے لینے میں آزاد ہو۔ لیکن اگر تم خود پر مجھے ذرا سا بھی اختیار دیتے ہو تو آئندہ میرے سامنے سارہ سے شادی کرنے کی بات مت کرنا۔۔ اس سے میرے دل کو تکلیف ہوتی ہے۔ سارہ ویسے بھی اب دوبارہ شادی کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتی۔ اس لئے اب اس موضوع کر یہیں ختم کر دو۔"

"جیسا آپ کہیں۔" اپنے شانے پر رکھے ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے وہ نرمی سے مسکرا کر بولا۔

****

یہ منظر پراسیکیوٹر حسن عبید کے روم کا تھا۔ جہاں سیاہ سوٹ اور سیاہ ٹائی لگائے وہ پاور چیئر پر بیٹھا تھا۔ جب کے انس اور ضرار اس کے سامنے بیٹھے تھے۔

عبیر کے خلاف جس نے کیس فائل کر رکھا تھا۔ وہ خفیہ ایجنسی کا ایک تحقیقاتی آفیسر تھا۔ جو ضرار کا کزن بھی تھا۔ اپنے عہدے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ پوری کوشش کر رہا تھا کے عبیر غازی کو سخت سے سخت سزا سنائی جا سکے۔

عبیر کے روپوش ہونے کے بعد اس کیس کی کاروائی تقریباً بند ہو گئی تھی۔ لیکن عبیر کے گرفتاری دینے کے بعد اس کیس کو نئے سرے سے شروع کیا گیا تھا۔ حسن عبید ہی عبیر کی مخالفت میں اس کیس کو پراسیکیوٹ کر رہا تھا۔

"اگر دفاع میں حتان داؤد یہ کیس لڑ رہا ہے تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ہم اسے شکست نہیں دے سکتے۔ وہ ججز اور مخالف وکلاء کو خریدنے تک کی ہمت اور اہلیت رکھتا ہے۔" فائل پر نظریں دوڑانے کے بعد اسے بند کر کے میز پر ڈال دیا تھا۔

"آپ بنا کوشش کیے پہلے ہی ہار مان رہے ہیں؟" انس نے لہجے کو نارمل رکھنے کی حتی المکان کوشش کی تھی۔

"ہاں کیوں کے میں جانتا ہوں کے اس کیس میں کوئی اسکوپ نہیں ہے۔اگر میرے علاوہ آپ کسی اور کے پاس یہ کیس لے کر جائیں گے حتان کا نام سن کر کوئی بھی اس میں ہاتھ نہیں ڈالے گا۔ he's like a monster in high court."

وہ اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کے لیے ہر حد سے تجاوز کر سکتا ہے۔ بہر حال آپ مجھے پہلے یہ بتایئے کے ملزم عبیر غازی کے خلاف آپ کے پاس کس قسم کے ثبوت ہیں؟ تاکے میں دیکھ سکوں کے اس میں کتنی گنجائش نکلتی ہے۔"

انس نے ضرار کو دیکھا۔ جیسے استفسار کر رہا ہو کے کیا اس پر بھروسہ کرنا ٹھیک ہے؟ لیکن ضرار نے خود ہی کہنا شروع کر دیا۔

"کچھ تصاویر اور ویڈیوز ہیں جن میں وہ ان لوگوں کے ساتھ موجود ہیں۔ جو انڈر ورلڈ کے زمانہ بدنام مافیا ہیں۔۔"

"ان پروف کو اتنا ضروری نہیں سمجھا جا سکتا کیوں کے انھیں حتان کی جانب سے چیلنج کر دیا جائے گا کے وہ تصاویر فوٹو شاپ ہیں۔ اور ویڈیو کو بھی ایڈٹ کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ اگر تصاویر اجازت کے بغیر چوری چھپے کھینچی گئی ہے تو اس پر پرائیویسی کے حقوق اور سائبر کرائم قوانین لاگو ہوں گے۔ بے شک وہ تصاویر مجرم کے خلاف ثابت ہو رہی ہوں گی لیکن آرٹیکل چودہ کے تحت یہ غیر قانونی قرار دیا جائے گا۔"

"اگر یہ ناکافی ہے تو ہم فرجاد کو گواہ کے طور پر پیش کریں گے۔۔" ضرار اچانک ہی بولتے ہوئے اس کی توجہ خود پر مبذول کروا گیا۔

"فرجاد کون ہے؟"

"فرجاد التمش۔۔ منشیات اور اسلحے کی اسمگلنگ میں کافی سرگرم تھا۔ ڈیڑھ سال پہلے اسے اریسٹ کر لیا گیا تھا۔ جس نے اپنے بیانات میں یہ دعوٰی کیا تھا کے عبیر ایک وقت میں اس کا ساتھی رہ چکا ہے۔ وہ ان کاموں میں انویسٹر کے طور پر کام کرتا ہے۔ وہ صرف پیسے لگاتا ہے باقی کام فرجاد سنبھالتا تھا۔ لیکن کچھ ٹائم بعد ہی وہ دونوں الگ ہو گئے۔۔ عبیر نے اپنا نیٹورک بنا لیا تھا۔ کافی اچھی جان پہچان بنالی تھی۔ اسے فرجاد کی ضرورت باقی نہ رہ تو اس نے فرجاد سے رابطے ختم کر دئے۔ ان دنوں وہ منشیات کی لت میں اپنی جسمانی اور ذہنی طور پر حالت خراب کر چکا تھا۔ جب اسے خفیہ والوں نے اریسٹ کیا تو تب اس نے عبیر کی نشاندہی کی تھی۔ تب سے ہی میں اور انس ذاتی طور پر اس کے خلاف مواد اکھٹا کر رہے تھے۔ اس سلسلے میں میرے کزن جو خفیہ میں ایک اہم پوسٹ

پر ہیں۔ تحقیقاتی آفیسر ہیں۔۔انھوں نے بھی ہماری کافی مدد کی تھی۔ عبیر کے خلاف جو ایف آئی آر درج کروائی تھی وہ انھوں نے اپنی مدعیت میں کروائی تھی۔"

ضرار نے تفصیلاً اسے آگاہ کیا۔

"ایف آر انھوں نے کیوں درج کروائی؟ان کا تو اس کیس میں کوئی ذاتی مفاد نہیں۔۔وہ تو صرف آپ کی مدد کر رہے تھے نا؟" حسن نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"مجھے عبیر غازی سے انتقام لینا ہے لیکن میں منظر پر آ کر یہ نہیں کر سکتا کیوں کے سالار غازی سے میں نے وعدہ کر رکھا ہے کے میں اس کے بھائی کو نقصان نہیں پہنچاوں گا۔"

"عبیر کی فیملی سے آپ کے اچھے ٹرمز ہیں؟"اس نے دوبارہ استفسار کیا۔

"صرف اس کی فیملی سے ہی اچھے ٹرمز ہیں۔وہ میرا اسٹیپ کزن ہے۔"

اب انس تفصیل سے اسے اپنے سعدین حویلی سے تعلق کے بارے میں بتا رہا تھا۔

"اگر سالار غازی کو معلوم ہوا کے عبیر کو سزا دلوانے کے پیچھے آپ کا مین کردار ہے تو؟؟اس بارے میں کچھ سوچا ہے آپ نے؟"

پیپر ویٹ گھماتے ہوئے وہ غور سے انس کے تاثرات جانچ رہا تھا۔ جس نے شانے اچکا دئے۔

"کچھ ایسے افراد ہیں جو عبیر کے گینگ میں تھے۔اس کے لیے کام کرتے تھے۔وہ اس کے خلاف گواہی دینے کے لیے تیار ہیں۔"

"کیا وہ فرد اس قابل ہیں کے ان کی گواہی پر اعتبار کیا جا سکے؟آئی مین جب کسی گواہ کو عدالت میں پیش کیا جاتا ہے تو اس کی کریڈیبلٹی بھی دیکھی جاتی ہے۔آیا وہ کوئی پیشہ ور مجرم تو نہیں۔۔اس کا کردار مشکوک تو نہیں۔"

"فرجاد اس وقت حراست میں ہی ہے؟"

"ہاں اس نے وعدہ معاف گواہ بن جانے کو ترجیح دیتے ہوئے عبیر کی مخبری کی تھی۔اسے صرف عدالت میں عبیر کے خلاف گواہی دینی ہے۔اس کے بعد وہ دنیا کے لئے ایک نامعلوم انسان بن جائے گا۔"

"وعدہ معاف گواہ بن جانے کے بعد سارے چارجز ختم نہیں ہو جاتے؟"

"ہمارے یہاں ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"آلرائیٹ۔۔فرجاد کے علاوہ کچھ اور ثبوت وغیرہ؟"

"کیا فرجاد کی گواہی کافی نہیں؟"انس نے ناپسندیدگی سے پوچھا۔

"کافی ہو بھی سکتی ہے۔لیکن جیسے کے آپ نے بتایا کے وہ نشے کا عادی ہے۔اور پھر ایک سرگرم مجرم بھی تو۔۔وکیل دفاع اس کی ذہنی حالت کی طرف سے شک وشبہات کا اظہار کر سکتا ہے۔ایسا بھی ہو سکتا ہے کے وہ محظ عبیر سے بغض رکھتے ہوئے یا اس سے نفرت کے طور پر اس پر الزام لگا رہا ہو۔۔بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں۔کیا میں فرجاد سے مل سکتا ہوں؟"

"فرجاد سے کیوں ملنا ہے؟"

"دیکھیں وہ آپ کے کیس کا ایک امپورٹنٹ گواہ ہے۔۔اس کی گواہی یا تو عبیر کو سزا دلوا سکتی ہے۔یا پھر وہ اپنی بے وقوفی کی وجہ سے اسے رہا کروا دے گا۔۔اگر وہ گواہی دینے پر رضامند ہے تو ہمیں اسے ان سوالات کے لئے تیار کرنا ہو گا جو اس سے عدالت میں پوچھیں جائیں گے۔۔"

اب کے وہ نرم لہجے میں انھیں تفصیل بتا رہا تھا۔

"اگر ہو سکے تو اسے میرے پاس لے کر آئیں۔میں ان سارے سوالات کے جوابات اسے ذہن نشین کروا دوں گا۔جو اس سے پوچھے جا سکتے ہیں۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں اس کے آفس سے نکل گاڑی کی جانب بڑھ رہے تھے۔جب انس نے ساتھ چلتے ضرار سے استفسار کیا۔

"فرجاد کا پتا کیسے معلوم کیا؟"

"بریگیڈیئر باجوہ سے تفصیل سے بات کی تھی اس بارے میں۔انھوں نے اجازت دے دی ہے عبیر کے خلاف فرجاد کو منظر عام پر لانے کی۔"

"وہ راضی کیسے ہوئے؟"

"عبیر غازی میں کافی دلچسپی ہے انھیں۔ وہ انھیں خفیہ اور اہم جانکاری دینے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ لیکن پولیس درمیان میں آرہی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ کھل کر اس پر دباؤ نہیں ڈال پا رہے۔ وہ چاہتے ہیں کے اس پر لگے تمام الزامات اور کیسز ختم ہو جائیں تو پھر وہ اپنے طریقے سے اس سے تفتیش کریں گے۔"

"اگر وہ عبیر کی رہائی کے حق میں ہیں تو پھر فرجاد کی گواہی کے لئے کیسے مان گیے؟ فرجاد اگر عبیر کے خلاف گواہی دے گا تو اس سے تو پھر عبیر پر لگے الزام سچ ثابت ہو جائیں گے۔ جس سے پھر اسے سزا ہو گی۔"

"شاید وہ اس طرح بھی عبیر کو پریشرائز کرنا چاہتے ہوں۔ کیوں کے اگر اس پر الزام ثابت ہو جاتا ہے تو پھر کم سے کم بھی اسے سات سے آٹھ سال کی قید ہو گی۔ اور اتنا عرصہ میرا نہیں خیال کے وہ جیل میں گزارنے کا قائل ہو گا۔ ایسے میں اگر بریگیڈیئر صاحب اس کی رہائی کے بدلے اس سے اہم جانکاری کے لیے سودا کریں تو یہ ان کے حق میں ہو گا۔۔"

"میں سمجھ رہا ہوں تمہاری بات۔۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں لیکن سالار غازی کا کیا ہو گا؟ اسے تو تم نے یہی کہا تھا کے تم صرف عبیر کو گلٹی دیکھنا چاہتے ہو۔"

"میں نے اسے گرفتار نہیں کروایا۔ اس نے اپنی مرضی سے گرفتاری دی ہے۔ اور اس کے خلاف جو پراسیکیوٹر لڑ رہا ہے اسے بھی میں نے نہیں سرکار نے ہائیر کیا ہے۔۔۔"

"یعنی اگر وہ رہا ہو بھی جاتا ہے تو تمہیں کوئی مسئلہ نہیں ہو گا؟"

"اگر درمیان میں بریگیڈیئر باجوہ نہ آتے تو شاید مجھے مسئلہ ہوتا۔۔"

"اگر سالار کو معلوم چلا کے عبیر کے پیچھے صرف پولیس نہیں بلکے اب انٹیلی جنس بھی ہے تو؟ اور سب سے بڑھ کر اگر رہائی کے بعد بریگیڈیئر باجوہ نے اسے غائب کروا دیا تو؟

"کون بریگیڈیئر باجوہ اور کون سی انٹیلی جنس؟ میں تو کسی کو نہیں جانتا۔۔"

وہ آنکھوں پر گاگلز چڑھاتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولنے لگا تو ضرور نے بھی نفی میں سر ہلاتے ہوئے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا۔

****

معمول کے دنوں سے ہٹ کر آج سیشن کورٹ میں کافی زیادہ رش تھا۔ کورٹ کے بیرونی حصے میں میڈیا رپورٹرز کی بھی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ صبح دس بجے سے ہو رہی عبیر غازی کے کیس کی سماعت بلآخر ختم ہو گئی تھی۔ مزید تحقیقات اور تفتیش کے لئے پولیس نے چودہ دن کا جوڈیشل ریمانڈ حاصل کر لیا تھا۔ عدالت کی اونچی عمارت سے وہ دونوں ایک ساتھ سیڑھیاں اترتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ جہاں نیچے عام لوگوں کے علاوہ میڈیا کے نمائندوں نے بھی کافی رش لگا رکھا تھا۔ آدم اور سرمد پہلے ہی نیچے اتر چکے تھے تاکے راستہ کلئیر کروا سکیں۔ سیاہ سوٹ اور سیاہ ہی گاگلز پہنے اس نے ایک ہاتھ میں فون پکڑے کان سے لگا رکھا تھا جب کے دوسرے ہاتھ میں مضبوطی سے عبیر کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ اس کی کسی بات پر کان دھرے بنا ہی وہ ضمانت کی درخواست دے چکا تھا۔

اس نے کل والا لباس ہی پہن رکھا تھا۔ سفید شرٹ کی آستین کے کف پیچھے کو پلٹ رکھے تھے۔ گریبان کے اوپری دونوں بٹن کھلے ہوئے تھے۔ اور بے ترتیب بال پیشانی پر بکھرے تھے۔ آنکھوں پر دھوپ کا چشمہ لگائے وہ حتان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ لیکن چاروں اور سے وہ کئی لوگوں کے نرغے میں گھرے ہوئے تھے۔ حتان کسی رپورٹر کو کوئی جواب نہیں دے رہا تھا۔ صرف فون کان سے ہٹا کر بار بار انھیں دور ہٹنے کی تلقین کر رہا تھا۔ کیمروں کی فلیش اس کی آنکھوں پر پڑ رہی تھیں۔ اس کے کانوں میں لوگوں کی ملی جلی سی آوزیں پڑ رہی تھیں۔ اچانک ہی اسے اپنے سینے پر ایک بھاری سا وزن محسوس ہوا. بے ساختہ اس کے جوتوں میں مقید پیر تھمے تھے۔ اس کی بصارت دھندلا رہی تھی۔ سامنے موجود لوگ اسے ٹھیک سے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ حتان نے اس کے رکنے پر گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ "کیا ہوا ہے؟ چلو۔۔" اس نے حتان کو دیکھنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کی شکل بھی اسے ٹھیک سے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ نہ اس کی آواز وہ سن پا رہا تھا۔

اس کے دماغ میں تیز درد کی لہریں اٹھنے لگیں۔ اس نے بے ساختہ دوسرے ہاتھ سے اپنے سر کو تھاما۔

"عبیر کیا تم ٹھیک ہو؟" حتان نے تشویش سے پوچھا۔ "مجھے کچھ۔۔۔ ٹھیک نہیں لگ رہا۔۔" اس نے دقت سے وہ الفاظ ادا کیے۔ جب کے حتان اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ جس پر پسینے کے قطرے نمودار ہو رہے تھے۔ موسم تو کافی خوشگوار تھا۔ تیز ہواؤں میں بھی تازگی تھی۔ پھر اسے پسینہ کیوں آ رہا تھا۔ حتان نے اس کا ہاتھ چھوڑ کر اس کے بازو کو تھاما۔

"تمہاری طبعیت ٹھیک نہیں ہے تو ہم ہاسپٹل چلتے ہیں۔۔ گاڑی یہیں لے آو۔۔اور گارڈز کو بلا کر انھیں ہٹاو سامنے سے۔"اس نے عبیر کو تسلی دیتے ہوئے ساتھ ہی تیز لہجے میں سرمد کو اشارہ کیا۔ لیکن وہ ایک لمحے کے لئے ششدر رہ گیا تھا۔ جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔ لوگوں کی آوازوں کی بھنبھاہٹ آنا جیسے بند ہو گئی تھی۔ چلتا ہوا وقت جیسے تھم گیا تھا۔ اسے اپنے کندھے پر بوجھ محسوس ہو رہا تھا۔ عبیر کا سر اس کے کندھے پر رکھا ہوا تھا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ اور حتان کو لگا جیسے اس کا اپنا سانس سینے میں گھٹ گیا ہو۔

"عبیر۔۔۔"اس کے لبوں سے سرسراتی سی آواز نکلی۔ اس نے آہستگی سے ہاتھ اٹھا کر اس کی پشت کو تھپتھپایا۔ لیکن وہ ساکت تھا۔ اس کا سارا وزن حتان کے کندھے پر محسوس ہو رہا تھا۔ وہ ایک تیس سال کا صحت مند نوجوان تھا۔ وہ ہمیشہ خود کو فٹ رکھتا تھا۔ اسے تو کوئی بیماری نہیں تھی۔ تو کیا اس کا مائیگرین اتنی سنگین صورت اختیار کر گیا تھا کے درد کی شدت سہ نا پا کر وہ بے ہوش گیا تھا؟

****

گود میں دونوں ہاتھ دھرے وہ خاموش نظروں سے دیوار کے ساتھ رکھے فش ایکوریم کو دیکھے جا رہا تھا۔ جس میں رنگ برنگی مچھلیاں تیر رہی تھیں۔ اس کے ذہن میں کوئی سوچ نہیں تھی۔ کوئی خیال نہیں تھا۔ وہ بے دم سا بیٹھا تھا۔ جیسے اس کے جسم کی ساری قوت ختم ہو گئی ہو۔

اس کے سامنے دو ڈاکٹر بیٹھے تھے۔ ایک ڈاکٹر شاہ نواز تھے۔ جو اسی ہاسپٹل میں نیورو سرجن تھے۔ اور ایک ڈاکٹر احتشام تھے۔ جن سے عبیر اکثر اپنے سر درد کے لئے ٹریٹمنٹ لیا کرتا تھا۔ عبیر کو ہاسپٹل لانے کے بعد جب آدم نے ان سے کونٹیکٹ کیا تو اتفاق سے وہ لاہور میں ہی تھے۔ وہ اسی وقت ہاسپٹل پہنچ گئے تھے۔ اور کافی دیر تک ڈاکٹر شاہ نواز سے تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد انھوں نے حتان کو روم میں بلایا تھا۔

"عبیر سے آپ کا کیا ریلیشن ہے؟" آدم کو وہ جانتے تھے۔ کیوں کے عبیر کے ساتھ ہمیشہ وہی ہاسپٹل آتا تھا۔ لیکن حتان سے پہلی دفعہ مل رہے تھے

"میرا دوست ہے۔۔" حتان نے انھیں دیکھے بنا بے تاثر سے لہجے میں کہا۔

"عبیر پہلی دفعہ میرے پاس تب آیا تھا جب وہ یونیورسٹی کے لاسٹ سمسٹر کا اسٹوڈنٹ تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کے گزرے چند مہینوں سے اسے شدید سر درد کی شکایت رہنے لگی ہے۔ کبھی وہ درد آدھے سر میں اٹھتا ہے۔ اور کبھی سر کے مختلف حصوں میں۔۔ اس نے جو کیفیات مجھے بتائی تھیں میں نے اسے کہا کے یہ مائیگرین کا درد ہو سکتا ہے۔ لیکن بہتر ہے کے اپنے کچھ ٹیسٹ کروالے۔ لیکن اس نے منع کر دیا۔۔ میں نے اسے یہ بھی کہا تھا کے اپنی فیملی میں سے کسی کو ساتھ لے کر آئے۔ اپنے فادر کو۔ بھائی کو یا پھر کسی اور کو۔۔ لیکن اس نے کبھی میری بات نہیں سنی۔ آخری دفعہ وہ میرے پاس پچھلے سال آیا تھا۔ جب اس نے اپنی تکلیف میں اضافے کے بارے میں بتایا تو میں نے اسے مزید کوئی میڈیسن دینے سے انکار کر دیا تھا۔ میں نے اسے کافی تفصیل سے سمجھایا تھا کے ان دوائیوں سے اس کا درد عارضی طور پر ٹھیک ہو گا۔ اگر وہ ہمیشہ کے لئے اس سے چھٹکارا پانا چاہتا ہے تو اسے اپنے ٹیسٹس کروانے ہی ہونگے۔ لیکن وہ راضی نہیں ہوا۔۔ مجھے اس کی بیماری کو لے کر کچھ شبہات ہیں جو صرف ٹیسٹ کرنے کے بعد ہی دور کئے جا سکتے ہیں۔ اس کے لئے مجھے آپ کی اجازت چاہیئے۔ مجھے عبیر کا ایم آر آئی اور سی ٹی اسکین کے ساتھ ایک چھوٹی سی سرجری بھی کرنی ہے۔ جسے بائیوپسی کہتے ہیں۔ مجھے اس کے برین سیلز کا ایک چھوٹا سا ٹشو نکالنا ہے۔ جس پر ریسرچ کے بعد ہی ہم اس کی بیماری کی جڑ تک پہنچ پائیں گے۔۔ کیا آپ اس کے لیے راضی ہیں۔؟"

حتان کچھ نہیں بولا۔ اس کے اندر جیسے ایک سکوت سا چھایا ہوا تھا۔ یہ فیصلہ اس کی فیملی کو کرنا تھا۔ وہ اپنے طور پر کیسے کوئی قدم اٹھا سکتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کے سعدین حویلی کال کرے۔ یا کم از کم وجاہت غازی کو اس بارے میں بتا دے۔ لیکن اس کی ہمت نہیں ہوئی کچھ بھی کرنے کی۔

عبیر نے حویلی میں کبھی کسی کو یہ پتا نہیں چلنے دیا کے مائیگرین کا شدید درد اسے کتنی تکلیف سے دوچار کر دیتا ہے۔ صرف اس وجہ سے کے وہ کسی کو اپنی وجہ سے پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"آپ کو جلد ہی کوئی فیصلہ لینا ہو گا۔ کیوں کے مزید دیر کرنا رسکی ہو سکتا ہے۔" ڈاکٹر کے سنجیدگی سے کہنے پر وہ دکت سے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔ "جو بھی ٹیسٹ کرنے ہیں آپ کر سکتے ہیں۔۔"

اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ جہاں وہ سب کھڑے اسی کے منتظر تھے۔

"کیا بتایا ہے ڈاکٹر نے؟" سب سے پہلے اس کے نزدیک سنبل آئی تھی۔ اس کی سبز آنکھوں میں نمی تھی۔ اور چہرے پر کرب تھا۔

"کچھ ضروری ٹیسٹ کر رہے ہیں۔ ان کی رپورٹس آئیں گی تو تب ہی کچھ پتا چلے گا۔" وہ چہرے پر ہشاش بشاش سے تاثرات لاتے ہوئے خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"اسے صرف مائیگرین نہیں ہے نہ حتان؟ سر درد کی وجہ سے عبیر جیسا انسان بے ہوش کیسے ہو سکتا ہے؟" وہ لب دانتوں تلے دبائے اپنی سسکیوں کو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تم نہیں جانتی مائیگرین کا درد بعض دفعہ کتنا برا ثابت ہوتا ہے۔۔ اور رو کیوں رہی ہو تم؟ وہ ٹھیک ہے بلکل۔۔" حتان نے نرمی سے اسے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"وہ اتنا کمزور انسان نہیں ہے جو سر درد کو برداشت نہ کر پائے۔" وہ سخت لہجے میں بولی۔ لیکن حتان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ نظروں کا زاویہ بدل کر اسے دیکھا جو دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوا تھا۔ گردن جھکی ہوئی تھی۔ اور بازو سینے پر باندھ رکھے تھے۔

"اسے سر درد کی تکلیف کب سے ہے؟" حتان کے استفسار کرنے پر اس نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ حتان کے حصار میں کھڑی سنبل بھی اسے دیکھ رہی تھی۔ جس کی آنکھیں اسے گلابی سی لگ رہی تھیں۔ وہ اسے آج تک ایک جذبات سے عاری انسان سمجھتی تھی۔ سنبل نے کبھی اسے کسی بات پر بے ساختہ ہنستے ہوئے یا کسی کسی بات پر اداس یا پریشان نہیں دیکھا تھا۔

یا تو اسے اپنے جذبات کو چھپانے میں کمال حاصل تھا یا پھر اسے کسی چیز سے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔

لیکن ابھی اس کا چہرہ اور اس کی آنکھیں۔ اور اس کے بھنچے ہوئے لب دیکھ کر اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کے وہ کس کرب کی کیفیت سے گزر رہا تھا۔ عبیر کے ساتھ اگر کسی نے سب سے زیادہ وقت گزارا تھا تو وہ اس کا مینجر آدم ابراہیم ہی تھا۔

"جب سے میں انھیں جانتا ہوں۔ وہ یونیورسٹی میں میرے سینئر تھے۔ کئی دفعہ پروفیسرز کی بجائے ہمارے سینئرز ہمیں لیکچرز دیا کرتے تھے۔ لیکچرز کے دوران میں نے دو تین دفعہ انھیں اپنی پیشانی مسلتے اور سر کو دباتے دیکھا تھا۔ جیسے انھیں شدید درد ہو۔ اور پھر جب انھوں نے مجھے ہائیر کیا تب بھی میں نے انھیں سر درد کی تکلیف میں دیکھا تھا۔ کئی دفعہ جب وہ ڈاکٹر احتشام کے پاس جاتے تھے تو تب میں ان کے ساتھ ہوتا تھا۔ ان کے سر درد کی وجہ سے مجھے بھی تشویش ہوتی تھی۔ میں نے بھی انھیں ٹیسٹ کروانے

کے لئے منانے کی کوشش کی تھی۔۔ لیکن وہ کبھی راضی نہیں ہوئے۔ ہمیشہ پین کلرز سے خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتے تھے۔"

"ڈاکٹر نے کہا تھا بھی تھا کے یہ درد مائیگرین کی بجائے کسی اور وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ کوئی اور بیماری بھی ہو سکتی ہے۔ جس کی تشخیص کرنا ضروری ہے۔ لیکن انھوں نے یہ بات سعدین حویلی میں بھی کسی کو نہیں بتائی۔ سب کو یہی پتہ ہے کے انھیں سر درد صرف مائیگرین کی وجہ سے ہوتا ہے۔"

ٹھنڈے سے کوریڈور میں صرف اس کے بھاری لہجے کی دھیمی سی آواز گونج رہی تھی۔

****

ہے۔۔اسے برین ٹیومر benign Glioma" مجھے اسی چیز کا اندیشہ تھا۔ وہ آج تک جسے مائیگرین سمجھ رہا تھا وہ اصل میں بھی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن یہ ایک نان کینسر بیماری ہے۔ یہ ٹیومر عام طور پر آہستہ آہستہ بڑھتے ہیں۔ یہ خطرناک نہیں ہوتے لیکن ان کے اثرات مہلک ہو سکتے ہیں۔

اسکے برین سیلز میں تین ایسے ٹیومر کی تشخیص کی گئی ہے جو کافی آہستگی سے بڑھ رہے ہیں۔ اگر انھیں فوری طور پر سرجری کر کے نہیں نکالا گیا تو یہ دوسرے خلیوں کو بھی متاثر کرنا شروع کر دیں گے۔ اور اگر ابھی بھی وہ انکار کرتا ہے۔ اور سرجری کے لیے رضامند نہیں ہوتا تو پھر اس کا یہ ٹیومر لیول ون سے آگے نکل جائے گا۔ یہ اپنی نوعیت تبدیل کر کے ڈفیوز آسٹرو سائٹوما Diffuse Astrocytoma" ۔۔۔ بھی بن سکتا ہے۔ جو کے کافی خطرناک قسم ہے۔ اور اس کے علاوہ

انھوں نے ذرا دیر کو وقفہ دیا۔

میں تبدیل ہونے کے بھی چانسز ہیں۔۔ اور یہ ایک خطرناک دماغی کینسر "Glioblastoma" ان ٹیومرز کے گلیوبلاستما" ہے۔ اس کے علاج کے کئی طریقے ہیں لیکن۔ اس میں جتنا رسک ہوتا ہے۔ اتنی ہی پیشنٹ کی لائف بھی محدود ہونے لگتی ہے۔

اس کی کامیاب سرجری کے چانسز کم ہوتے ہیں اور بارہ سے اٹھارہ مہینوں کے دوران پیشنٹ کی ڈیتھ ہو جانے کے چانسز زیادہ ہوتے ہیں۔"

"اگر آپ سرجری کے لیے ہامی بھرتے ہیں تو میں ارینجمنٹ کروا دیتا ہوں۔۔حتان کے ذہن میں کچھ دیر پہلے ہی ڈاکٹر سے وہ تفصیلی گفتگو گونج رہی تھی۔ جس نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔اس کے لئے یہ خبر کسی صدمے سے کم نہیں تھی۔اس نے سرجری کے حوالے سے ڈاکٹر کو کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ عبیر کی مرضی کے بغیر وہ اپنے طور پر اس کے لیے کوئی فیصلہ نہیں لے سکتا تھا۔

اس نے جیسے گہری نیند سے جاگتے ہوئے آہستگی سے پلکوں کو وا کیا تو کمرے کی چھت دکھائی دی تھی۔اس کا ذہن بلکل ایک تاریک کمرے کی طرح خالی اور اندھیرے میں ڈوبا ہوا لگ رہا تھا۔اسے اپنے جسم میں نقاہت محسوس ہو رہی تھی۔ذرا سا چہرہ موڑ کر اپنے سیدھے ہاتھ کو دیکھا جس پر ڈرپ لگی ہوئی تھی۔"اب کیسی طبعیت ہے تمہاری؟"اس کے الٹے ہاتھ کی سائیڈ پر بیٹھے حتان نے اس سے پوچھا۔ گزرے پلوں کا دکھ، ملال تکلیف صدمہ کچھ بھی اس کے چہرے پر نظر نہیں آ رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے مجھے؟ کچھ دیر پہلے میں بے ہوش ہو گیا تھا عدالت میں۔۔"

اس نے بولتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کی تو حتان نے فوراً سے اٹھتے ہوئے اسے ٹیک لگا کر بیٹھنے میں مدد دی۔"کچھ یاد ہے تمہیں بے ہوش کیوں ہو گئے تھے؟"حتان کے پوچھنے پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔"اچانک سے سر بھاری ہونے لگا تھا۔۔میں نے میڈیسن بھی لی تھی لیکن اس نے کچھ اثر نہیں کیا۔۔"

"وہ میڈیسنز تمہیں کوئی فائدہ نہیں دیں گی۔ کیوں کے وہ تمہارے لیے نہیں ہیں۔"

"وہ مائیگرین کے لئے ہوتی ہیں۔"اس نے جیسے یاد دلایا۔

"ہاں۔۔مائیگرین سے ریلیف کے لیے ہوتی ہیں۔ لیکن تم پر ان کا اثر اس لئے نہیں ہو رہا ہے کے تمہیں مائیگرین نہیں ہے۔"

"تو؟"

اس نے جبڑے بھینچتے ہوئے خود کو قابو میں رکھنے کی ممکن کوشش کی تھی۔ لیکن خود میں اتنی ہمت نہیں جمع کر پا رہا تھا کے اسے اس کی بیماری کے بارے میں بتا پاتا۔

"کیا تم بتاو گے مجھے کیا ہوا تھا؟" عبیر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"Bening glioma"

اس نے صرف دو لفظ کہے۔ "ڈاکٹر نے تمہارے برین سیلز میں نان کینسر ٹیومر کی تشخیص کی ہے۔ فوری طور پر سرجری کرنی ہو گی۔"

"اچھا۔" اس کے چہرے پر حیرت انگیز سے کوئی تاثرات نہیں تھے۔ وہ اس بات کو بلکل نارمل لے رہا تھا۔

"عجیب نہیں لگا تم سن کر؟ حیرانی نہیں ہو رہی؟"

"اس میں حیران ہونے والی کون سی بات ہے۔ ایک بیماری ہی تو ہے۔ کسی کو بھی ہو سکتی ہے۔"

"لیکن یہ تمہیں ہوئی ہے۔ میرے لئے یہ بات معمولی نہیں ہے۔"

"تم نے ابھی خود کہا ہے کے یہ نان کینسر ٹیومر ہے۔"

"اگر بروقت سرجری نہ کی گئی تو۔۔"

"جب مجھے ٹھیک لگے گا میں کروالوں گا سرجری۔۔ فلحال مجھے یہاں سے جانا ہے۔۔ ڈسچارج کب تک کریں گے۔"

"سعدین حویلی کال کر کے بتادوں؟"

"حتان میں مر نہیں رہا جو تم انھیں مجھ سے آخری دفعہ ملنے کے لئے بلوانا چاہتے ہو۔۔ جب مر جاوں تو بے شک مجھے دفن کرنے سے پہلے انھیں کال کر کے بتادینا۔"

"وہ تمہاری فیملی ہے۔ انھیں تمہاری بیماری میں تمہارے ساتھ ہونا چاہیئے۔"

"بیماری؟"

وہ مبہم سا ہنسا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"تنہائی سے بڑھ کر کوئی بیماری خطرناک نہیں ہوتی حتان۔ مجھے اپنی تکلیفوں کو اکیلے ہی برداشت کرنے کی عادت ہے۔ میں کسی کو اپنی وجہ سے پریشان نہیں کرنا چاہتا۔"

"فیملی میں سب ایک دوسرے کے لیے اہمیت رکھتے ہیں۔۔ایک دوسرے کے جذبات کو سمجھتے ہیں۔ لیکن تم نے کبھی اپنی فیملی کو اس قابل ہی نہیں سمجھا۔ کبھی تم نے ان سے اپنی باتیں شئیر نہیں کی۔"

"میں نے کہا نا۔۔مجھے عادت نہیں ہے اپنے پرسنلز کسی سے شئیر کرنے کی۔"

"تم نے مجھ سے تو کی ہیں۔۔ کبھی کبھار ہی سہی۔ صرف کچھ باتیں ہی سہی۔۔ لیکن تم نے مجھ سے وہ شئیر کی ہیں۔"اس کی آنکھوں میں گلابی پن نظر آرہا تھا۔

عبیر اسے دیکھے گیا۔اس کی سبز آنکھوں میں ایک عجب سا شکوہ تھا۔ کچھ ناراضگی تھی۔

"ہم خود کو دوسروں سے کمپیئر کیوں کرتے ہو؟ کیا تمہیں ابھی تک یہ بات سمجھ نہیں آئی کے تم میرے دوست ہو۔ اگر میں تم سے اپنی باتیں شئیر کرتا ہوں تو اس کی وجہ یہی ہے کے میں تمہیں اہم سمجھتا ہوں۔ میرے لئے دنیا معنی رکھے یا نہ رکھے۔ میرے لئے تم معنی رکھتے ہو۔۔"

"تم میری بات مان کیوں نہیں لیتے پھر؟"

"میں نے مان لی ہے تمہاری بات۔۔ میں کروالوں سرجری۔۔ لیکن جب مجھے لگا کے سہی وقت آگیا ہے۔ صرف تب۔۔"

"وہ ٹیومر پہلے سے زیادہ پر اثر ہو رہے ہیں۔ تمہارے درد میں اور بھی اضافہ ہونے لگے گا۔"

"کیا ہم کوئی اور بات کر سکتے ہیں؟"

"مجھے اسی بارے میں بات کرنی ہے۔"

"پھر مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔"وہ کیسے ایک پل میں آسمان پر چڑھا کر واپس زمین پر پھینک دیا کرتا تھا۔

"کل رات تمہیں۔۔ کہاں لے جایا گیا تھا۔؟"

"بریگیڈیئر باجوہ نے بلوایا تھا۔"

"کیا کہا انھوں نے تم سے؟"

"انھوں نے جو بھی مجھ سے کہا تم اچھے سے جانتے ہو۔۔"

"جانتا ہوں اسی لئے تمہیں پہلے ہی وارن کر رہا ہوں کے ان کی باتوں پر دھیان دینے کی بلکل بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔"

اسی وقت دروازے پر دستک دے کر کوئی اندر داخل ہوا تھا۔"اب کیسی طبعیت ہے آپ کی؟"آگے پیچھے وہ تینوں اندر داخل ہوتے ہوئے عبیر سے پوچھ رہے تھے۔جو مسکراتے ہوئے انھیں بتا رہا تھا کے اب وہ بلکل ٹھیک ہے۔

"وکیل صاحب آپ کی ویڈیو تو سوشل میڈیا پر وائرل ہو گئی ہے۔"

"کون سی ویڈیو؟"عبیر نے استفسار کیا تو وہ جیکٹ کی جیب سے فون نکال کر اسکرین پر انگوٹھا چلاتے ہوئے اس کے پاس آ گیا۔

"ویڈیو پلے ہو چکی تھی۔عبیر اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔جہاں عدالت کے باہر کا منظر تھا۔لوگوں اور رپورٹرز کے نرغے میں کھڑا حتان بے ہوش عبیر کا سر کندھے پر رکھے لوگوں پر برس رہا تھا۔جو راستہ کلئیر نہیں کر رہے تھے۔"لڑکیاں تو پہلے ہی ان کی وجاہت پر قربان ہیں۔اب تو اور بھی ان کے فین پیجز بن گئے ہیں۔"وہ ہنستے ہوئے شوخی سے بول رہا تھا۔

جب کے حتان ابھی تک اسی پوزیشن میں بیڈ کے پاس پڑی چیئر پر بیٹھا تھا۔اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔اور نظریں ہاتھ میں پکڑے فون کی روشن اسکرین پر تھیں۔جہاں اس کے اسسٹنٹ کی کال آ رہی تھی۔اس کے کیس کی سماعت تھی آدھے گھنٹے بعد۔اور وہ ابھی تک ہاسپٹل میں ہی موجود تھا۔

"میں آپ کو ڈراپ کر دوں؟"آدم نے اس کے قریب آتے ہوئے پوچھا۔وہ بھی جانتے تھے کے اسے واپس کورٹ جانا ہے۔

نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔کال کاٹ کر فون کو کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھا۔"تم اس کے پاس رہو۔میں سماعت کے بعد واپس یہیں آوں گا۔تب تک اس کا خیال رکھنا۔"

"میں اب ٹھیک ہوں۔مجھے یہاں نہیں رہنا۔"

اس کے بیزاریت سے کہنے پر آدم اور حتان نے اسے دیکھا۔

"میں نے ڈاکٹر سے بات کر لی ہے۔اسے کل ہی ڈسچارج ملے گا۔۔اگر یہ اسی طرح ضد کرتا رہا تو نرس کو بلوا کر بے ہوشی کا انجیکشن لگوا دینا۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے گاگلز آنکھوں پر چڑھائے۔عبیر نے سخت نظروں سے اسے دیکھا۔لیکن وہ اسے دیکھنے کے بجائے کسی کو کال ملا کر فون کان سے لگائے وہاں سے نکل گیا تھا۔"اس کے ساتھ جاو۔خراب موڈ میں وہ رش ڈرائیونگ کرتا ہے۔۔اسے کار مت چلانے دینا۔"عبیر کی ہدایت پر سرمد فوراً اپنی جگہ سے اٹھا۔

"تمہیں کچھ کھانا ہے تو میں آتے ہوئے لے آوں گا۔"اس نے آدم سے پوچھا جس نے نفی میں سر ہلا کر انکار کر دیا تھا۔

****

سورج کی کرنیں آہستہ آہستہ سمٹتی جہاں کو الوداع کہہ رہی تھیں۔کچھ ہی دیر میں چاند نے نمودار ہو کو پورے آسمان پر بسیرا کر لینا تھا۔وہ اس وقت اوپن ائیر کیفے میں کینوپی کے سائے میں بیٹھا تھا۔اس کے علاوہ اس کے تین دوست بھی وہاں موجود تھے۔جب کبھی وہ کسی کام سے شہر آتا تھا اپنے ان دوستوں سے لازمی مل کر جاتا تھا۔کولڈ کافی کا مگ لبوں سے لگائے وہ کسی بات پر ہنس پڑا تھا جبھی بے ارادہ سی نگاہ سڑک کے دوسری طرف کچھ دور کھڑی ایک گاڑی پر گئی۔جس کا بونٹ کھولے ایک لڑکی جھکی کھڑی تھی۔بلیو جینز کے اوپر بلیک گھٹنوں تک آتی شارٹ فراک کے ساتھ اس نے ایک اسٹالر مفلر کی طرح گلے میں لپیٹا ہوا تھا۔ہوا سے اٹھکھیلیاں کرتے اس کے کمر تک آتے بال کھلے ہوئے تھے۔"کافی وقت ہو گیا ہے اب مجھے اجازت دو"وہ فوراً ہی ان سے ایکسکیوز کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔پھر تھوڑی ہی دیر میں سب سے ملنے کے بعد وہ اس کے سر پر جا پہنچا تھا۔

وہ پریشانی سے تاروں کو چھیڑ رہی تھی لیکن اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کے اس میں خرابی کیا ہوئی ہے۔پہلی بار وہ ایسے اکیلے گاڑی لے کر نکلی تھی۔اور آج ہی وہ خراب ہو گئی تھی۔دائم اور مہد دونوں کا نمبر نہیں لگ رہا تھا۔انس کو فون کرنا مطلب موت کو دعوت دینے جیسا تھا۔وہ بہت غصہ کرتا اس پر۔وہ اسی کشمکش میں کھڑی تھی جب ایک سیاہ مرسڈیز اس کے پاس آ کر رکی۔ڈرائیونگ سیٹ سے اترتے شخص کو دیکھ کر وہ بری طرح چونکی تھی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"ماشا نے حیرانگی سے پوچھا لیکن اس نے سوال نظر انداز کر کے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول دیا تھا۔

"گاڑی میں بیٹھیں"

"میں یہاں کام سے۔۔"

"میں نے کہا نے گاڑی میں بیٹھیں "اس کی بات سنے بغیر ہی وہ درشتی سے بولا۔ وہ اس کی بات سنے بغیر ہی اس پر غصہ کر رہا تھا۔ اس کا لہجہ اتنا سخت تھا کے گاڑی لاک کر کے وہ تنے چہرے کے ساتھ بنا کچھ کہے خاموشی سے فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔ سارے راستے وہ دونوں خاموش رہے تھے۔ فاز نے اس سے کچھ نہیں پوچھا تھا ماشا نے اسے کچھ بتانا ضروری سمجھا تھا۔

اس نے سیدھا انس کے گھر کے سامنے گاڑی لے جا کر روکی تھی۔ اسے گاڑی میں ہی چھوڑ کر وہ گھر کے اندر چلا گیا تھا۔ ناچار ماشا بھی اس کے پیچھے لاونج میں آئی تھی۔ جہاں انس پریشانی سے فون ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔ جب اسے فاز کے پیچھے آتے دیکھا تو ترنت اس کی جانب بڑھا۔

"تم کہاں تھیں ماشا؟ میں کب سے تمہارا نمبر ٹرائی کر رہا تھا" اس کا انداز تشویش بھرا تھا

مال روڈ پر خراب گاڑی کے ساتھ کھڑی تھیں یہ۔ اتفاق سے میں وہاں اپنے دوستوں کے ساتھ موجود تھا تو انھیں لے آیا اپنے ساتھ "وہ سنجیدگی سے اس کے بارے میں بتا رہا تھا۔ جس نے کینہ طوز نظروں سے اسے گھورا تھا جو بنا اس کی کوئی بات سنے اسے زبردستی گھر لے آیا تھا اوپر سے اس کی شکایت بھی لگا رہا تھا۔ فاز کو معلوم تھا اگر وہ اس کے ایسے اکیلے گھر سے نکلنے پر کچھ کہتا یا ڈانٹتا تو وہ ضد میں آ کر دوبارہ یہ کام کرتی۔ اس لیے اس نے انس کے علم میں لانا ضروری سمجھا تھا۔ صرف اسی کی تو سنتی تھی وہ۔

"یہ کیا طریقہ ہے ماشا؟ پہلے تو کبھی تم بنا اطلاع دئے اکیلے گھر سے نہیں نکلتی تھیں"

وہ اسے ڈانٹ نہیں رہا تھا لیکن پھر بھی وہ اپنی جگہ شرمندہ ہو گئی تھی۔ دل ہی دل میں فاز غازی کو مختلف القابات سے نواز رہی تھی۔ ایسا پہلے بار ہوا تھا کے انس اس سے باز پرس کر رہا تھا وہ بھی صرف اس شخص کی وجہ سے۔

"آئم سوری۔ آئندہ آپ کو بتا کر جاوں گی "اس نے کسی بھی طرح کی کوئی صفائی دینے کا ارادہ ترک کر کے دھیمی آواز میں کہا۔ فاز تو بس اس کی شکل دیکھتا رہ گیا تھا۔ آیا یہ وہی لڑکی کی ہے جس کی زبان اس کے سامنے محظ انگارے ہی اگل رہی ہوتی ہے۔ لیکن اپنے بھائی کے سامنے وہ نظریں بھی نہیں اٹھا رہی تھیں۔

یہ روپ اس کا انوکھا تھا۔ کچھ الگ تھا۔ جو اس کے دل میں ہلچل مچا رہا تھا۔ اپنے لئے ماشا کا یہ انداز دیکھنا اس کے لیے بس ایک حسرت ہی تھا۔ اگر وہ ماشا سے یہ امید رکھتا کے وہ کبھی اس سے بھی اتنی تمیز سے پیش آئے گی تو یقیناً یہ اس کی خام خیالی ہی تھی۔

****

اس کے صاف اور بے داغ پیر بلیک اونچی ہیلز میں قید تھے۔ جن کی ہم رنگ ٹخنوں تک آتی سادی سی شیفون کی میکسی پر اس نے گولڈن براون بالوں کو ہاف کیچر میں قید کر کے پیچھے سیاہ رنگ کا ہی ربن لگایا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک پھولوں کا بکے بھی تھا۔ دوسرے ہاتھ میں فون پکڑے وہ وہ جونہی ایک دروازے کے آگے آکر رکی اس کی نظریں بے اختیاری طور پر اس کی جانب اٹھی تھی۔ جو تقریباً بھاگتا ہوا کوریڈور میں داخل ہو رہا تھا۔

بلیک شرٹ اور بلیک پینٹ میں ملبوس ہم رنگ گاگلز آنکھوں پر چڑھائے وہ سنبل کو عبیر کی کاپی لگا تھا۔ عبیر کی طرح ہی اس کے بالوں کا ہیری اسٹائل تھا۔ اور اسی کی طرح اس کی بیئرڈ تھی۔ بس آنکھوں کا رنگ مختلف تھا۔ اور اس کی ہائیٹ عبیر سے کچھ انچ کم تھی۔ وہ اندر داخل ہونے کے بجائے وہیں ٹھہر گئی تھی۔ روم نمبر دیکھتا ہوا وہ سنبل سے کچھ فاصلے پر آرکا۔ ایک نظر اپنے مطلوبہ روم نمبر پر ڈالی۔ پھر دوسری نظر سنبل پر۔ جو ٹھیک دروازے کے سامنے کھڑی ہوئی اسے پر تپش نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

اسے جونہی عبیر کے ہاسپٹلائز ہونے کی خبر ملی تھی۔ وہ اسی وقت وہاں دوڑتا ہوا آیا تھا۔ حویلی میں اس نے کسی کو بھی ساتھ آنے سے منع کر دیا تھا۔ وہ پہلے خود جا کر اس سے ملنا چاہتا تھا۔

"مجھے اندر جانا ہے۔" اس نے مطالبہ پیش کیا۔ دوسرے الفاظ میں اسے وہاں سے ہٹنے کے لیے کہا۔ "کیوں جانا ہے تمہیں اندر؟" سنبل کا سوال اسے حیران کرنے کے ساتھ کچھ ناگوار گزرا تھا۔ "مجھے اپنے بھائی سے ملنا ہے۔" سالار نے کچھ سخت لفظوں میں کہا۔

"کس منہ سے ملنا چاہتے ہو اس سے؟" اس کی نظروں کی طرح اس کے لفظوں میں بھی سختی چھلک رہی تھی۔ سالار کی شکل دیکھ کر اسے جانے کیوں غصہ آرہا تھا۔ اس نے عبیر کو دھوکا دیا تھا۔ وہ کس منہ سے اس سے ملنے آیا تھا۔

"ایکسکیوز می؟ کیا تم مجھے جانتی ہو جو اس طرح سے سوال جواب کر رہی ہو؟" سالار کو اس لڑکی کا رویہ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ وہ آخر کون تھی جو اسے عبیر سے ملنے سے روک رہی تھی۔

"اچھی طرح سے جانتی ہوں تمہارے جیسے کمظرف اور دھوکے باز انسان کو۔"

"دیکھو زبان سنبھال کر بات کرو مجھ سے۔"

"پہلے تو تم مجھ سے تمیز سے بات کرو۔ میں تمہارے عبیر بھائی کی ہم عمر ہوں۔۔ لہذا تمہیں مجھ سے عزت سے بات کرنی چاہیے۔
"

"سامنے سے ہٹو مجھے بھائی سے ملنا ہے۔" اس نے دو انگلیوں سے پیشانی چھوتے ہوئے ضبط سے کہا۔

"نہیں مل سکتے۔ میرے ہوتے ہوئے تو ہرگز نہیں مل سکتے۔"

"تمہاری پرابلم کیا ہے؟ کیوں بلاوجہ مجھ سے الجھنے کی کوشش کر رہی ہو؟"

"اپنی آواز کو آہستہ کرو۔ اور میں نے کہا نہ مجھ سے عزت سے بات کرو۔۔ اگر نہیں کر سکتے تو خاموشی سے یہاں سے چلے جاو ورنہ مجھے گارڈز کو بلا کر تمہیں یہاں سے نکلوانا پڑے گا۔"

"میں اپنے بھائی سے ملے بغیر یہاں سے نہیں جاوں گا۔" اس کے ہڈ دھرمی سے کہنے پر سنبل سانس خارج کرتے ہوئے سینے پر بازو لپیٹے دروازے سے ٹیک لگا گئی۔

"وہ پہلے ہی بیمار ہے۔ تمہاری شکل دیکھے گا تو اسے تکلیف ہو گی۔ تمہارا دیا گیا دھوکا یاد آئے گا۔ اپنے بھائی پر کچھ تو رحم کرو۔ اسے اپنا چہرہ دکھا کر مزید تکلیف مت دو۔"

سنبل کی باتیں سن کر اس کی رگوں میں ابال سے اٹھ رہے تھے۔ وہ کچھ سخت الفاظ کہنا چاہتا تھا تبھی ان کے نزدیک کوئی آ کر رکا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں دو کاپی کے ڈسپوزل ایبل کپس تھے۔ ایک اس نے سنبل کی جانب بڑھایا اس کے بعد اسی ہاتھ کو پینٹ کی جیب میں ڈال کر سالار کے سامنے آیا۔

"وہ ٹھیک ہیں۔ دوائی کے زیر اثر اس وقت سو رہے ہیں۔ اس وقت ان سے ملنا مناسب نہیں ہے۔"

سنبل کے برعکس اس نے کافی رسان سے کہا تھا۔ "اچھا تو اب تم مجھے بتاو گے کے مجھے اپنے بھائی سے کب ملنا ہے اور کب نہیں؟"

اس کے طنز سے پوچھنے پر اس نے سر کو خفیف سی جنبش دی۔

"میں بتاوں گا۔۔ کیوں کے حتان سر نے ان کی کیئر کی زمہ داری مجھے سونپی ہے۔ اور ان کے لیے جو بہتر ہو گا میں وہی کروں گا۔ وہ جب جاگ جائیں گے تو میں ان سے پوچھوں گا۔ اگر وہ اجازت دیں گے تو میں آپ کو فون کر کے بلوا لوں گا۔"

وہ استہزائیہ سا ہنسا۔ "مجھے بلکل نہیں سمجھ آرہا تم دونوں کا رویہ۔۔ تم مجھے میرے بھائی سے ملنے سے کیسے روک سکتے ہو آخر؟"

"ہٹو سامنے سے۔۔" وہ جو نہی جارہانہ انداز میں سنبل کی جانب بڑھا اسی وقت سرعت سے آدم اس کے سامنے آگیا تھا۔ "میں آپ سے ریکوئسٹ کرتا ہوں سالار سر۔۔ اس وقت آپ یہاں سے چلیں جائیں۔۔"

آدم اس سے اسی انداز اور لہجے میں بات کر رہا تھا جس انداز میں پہلے کیا کرتا تھا۔ اس کے لیے میں سالار کے کوئی گستاخی کوئی نفرت نہیں تھی۔ ایک بے تاثر سا جذبات سے عاری لہجہ تھا اس کا۔

"تمہیں اس سے ریکوئسٹ کرنے کے بجائے گارڈز کو بلوا کر بے دخل کر دینا چاہئے۔" آدم کو اپنی پشت پر اس کی پھنکارتی آواز سنائی دی۔ حتان اور اسے اپنے جذبات کو چھپانا بلکل بھی نہیں آتا تھا۔

"کون ہو تم؟ پہلے کبھی میں نے تمہیں نہیں دیکھا۔"

سالار نے براہ راست سنبل سے پوچھا۔ "آدم نے ذرا سی گردن موڑ کر سنبل کو دیکھا۔ جس کی آنکھوں میں اس کے لیے تنفر تھا۔ اس نے جواب دینا ضروری بھی نہیں سمجھا تھا۔

"یہ حتان سر کی بہن ہیں۔ پراسیکیوٹر سنبل داؤد۔۔"

آدم کے سنجیدگی سے کہنے پر وہ بری طرح چونکا۔ وہ کیسے اسے پہچان نہیں پایا تھا۔ اس کی سبز آنکھیں اور گولڈن براون بال ہو بہو حتان کے جیسے تھے۔

"حتان بھائی کی بہن۔۔" وہ سرسراتی آواز میں بولتا ہوا بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹا تھا۔ حتان سے بے شک اسے کتنے ہی اختلافات کیوں نہ ہو لیکن وہ اس کی عبیر کی طرح ہی عزت کرتا تھا۔ اگر سامنے کھڑی لڑکی اس کی بہن تھی تو وہ بھی اس کے لئے اتنی ہی قابل احترام تھی۔

"آئم سوری۔۔ میں جانتا نہیں تھا آپ حتان بھائی کی سسٹر ہیں۔" اب کے لہجے میں ہلکی سی ندامت تھی۔ اور انداز کچھ نرم تھا۔

"آئی ول ناٹ ایکسپٹ یور سوری۔۔ انتہائی بدتمیز انسان ہو۔۔۔ تمہاری صرف شکل عبیر سے ملتی ہے۔ ورنہ تو تم اس سے بلکل الٹ ہو۔۔ کم از کم تمہیں اتنا تو پتا ہونا چاہئے نا کے دوسروں کی عزت کیسے کی جاتی ہے۔"

"میں اپنے رویے کی آپ سے معذرت کر رہا ہوں آپ پھر بھی مجھے ڈانٹیں جا رہی ہیں۔"

"شکر کرو صرف تمہیں ڈانٹ رہی ہوں۔ ورنہ تمہارے جیسے انسان کو میں بخشتی نہیں ہوں۔"

ان دونوں کی بحث آدم کو بھی گراں گزر رہی تھی۔ اسے ڈر تھا کے ان کی آوازوں سے عبیر کی نیند ڈسٹرب نہ ہو۔ اس نے سنبل کی طرف رخ کر کے بالٹ گھما کر دروازہ دکھیل دیا۔

"اندر جایئے آپ۔۔" ساتھ ہی سنبل کو کہا۔ "پلیز اندر جایئے۔۔" وہ جو اسے پیشانی پر بل ڈالے گھور رہی تھی اس کے التجائیہ انداز پر تنفر سے سر جھٹکتی اندر چلی گئی۔

"کوئی شک نہیں ہے کے یہ حتان بھائی کی بہن ہیں۔۔ انھی کی طرح ایروگینٹ اور۔۔"

اس نے کہتے کہتے بات ادھوری چھوڑ دی۔ "میں صرف ان کی طبعیت کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ بلکل ٹھیک ہیں۔ مائیگرین کی تکلیف بڑھ جانے سے انھیں ہاسپٹل لایا گیا تھا۔۔ ابھی وہ بلکل ٹھیک ہیں۔"

"کیا انھوں نے خود منع کیا تھا مجھ سے ملنے سے؟" سالار کے اندر بہت کچھ ٹوٹا تھا۔

"ڈاکٹر نے انھیں کسی سے بھی ملنے سے منع کیا ہے۔ ان کے ذہنی سکون کے لئے یہ ضروری ہے۔۔"

"انھیں بتانا نہیں کے میں آیا تھا۔" اس نے شکست خوردہ سے انداز میں بند دروازے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "شیور۔۔"

****

"کتنا بد تہذیب انسان ہے۔ ذرا تمیز نہیں اسے کسی بڑے سے بات کرنے کی۔" وہ اونچی آواز سے بر بڑا رہی تھی جب اس کی بیزار سی آواز پر چونک کر مڑی۔

ایک ہاتھ پر ڈرپ لگی تھی۔ جبکے آنکھوں پر رکھا ہوا بازو اس نے نیچے کیا۔ "آہستہ بول سکتی ہو۔۔۔ پلیز؟"

Mahira Zaynab Khan Novel

"آئم سوری میں نے تمہیں ڈسٹرب کر دیا۔"اس نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔کچھ دیر پہلے جو اس کے لہجے میں تیز پن اور غصہ تھا۔وہ اب ندارد تھا۔

"سالار آیا ہے تم سے ملنے۔۔"

"جانتا ہوں۔۔جتنی تیز آواز میں تم دونوں بحث کر رہے تھے سب سن لیا تھا میں نے۔"

"مجھے لگا شاید تم اس سے ملنا نہیں چاہو گے۔اس لئے میں نے روکا تھا۔۔اگر تم کہتے ہو تو میں بلوا لیتی ہوں اسے اندر۔"

"ضرورت نہیں۔۔"اس نے کہتے ہوئے گہری سانس لے کر ان پھولوں کی بھینی بھینی سی خوشبو کو اپنی سانسوں میں اتارا تھا۔پھر اس کے بازو کے درمیان دبے اس بکے کو دیکھا۔جس میں مختلف رنگ برنگے تازہ پھول سجے ہوئے تھے۔

"جس طرح سے تم نے سالار سے بات کی ہے اس طرح سے کبھی میں نے بھی نہیں کی۔"

"جبھی وہ اتنا بدتمیز ہے۔۔یقیناً جب تمہارے پیرنٹس اسے سمجھانے کے لیے اسے اسے ڈانٹتے ہوں گے تم تب بھی اسی طرح اس کی سائیڈ لیتے ہوں گے۔۔بحر حال۔۔حتان نے مجھے بتایا تھا تمہاری بیماری کا۔تم نے سرجری کروانے سے منع کیوں کر دیا ہے۔۔؟"

"حتان نے تمہیں میرا جواب نہیں بتایا تھا؟"

"بتایا تھا لیکن اس سے زیادہ فضول ریزن میں نے آج تک نہیں سنا۔تم سہی وقت آنے کا انتظار کر کے صرف اپنی بیماری کو اور طاقتور بنا رہے ہو۔"

"تمہیں خود کو تکلیف دینے کا اتنا شوق کیوں ہے؟تم صرف اپنے بارے میں ہی کیوں سوچتے ہو۔کیا تمہیں کبھی احساس نہیں ہوتا کے تمہیں تکلیف میں دیکھ کر تمہارے دوستوں کو کتنا دکھ ہوتا ہے۔"اس کی دھیمی سی آواز کرب زدہ تھی۔اس کے لفظوں میں دکھ کی جھلک تھی۔

"میں نے کبھی کسی کے سامنے اپنی تکلیف کا اظہار نہیں کیا۔"

"تم کچھ نہ بھی کہو تو تمہاری آنکھوں سے ہی سب پتا چل جاتا ہے۔۔"اس کی بات عبیر کو حیران کر گئی تھی۔یہ بات آج سے پہلے کبھی کسی نے نہیں کی تھی۔یہاں تک کے حتان نے بھی۔

"تم ٹھیک لگ رہے ہو۔۔سرجری کروانے سے بھی تم نے منع کر دیا ہے۔پھر گھر کیوں نہیں چلتے؟یہاں کیوں رکے ہوئے ہو؟" سنبل نے اپنے لہجے کو قابو کرتے ہوئے نزدیک آکر کپ کو ٹیبل پر رکھنے کے بعد بکے میں سے پھول نکال کر واز میں لگاتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارے بھائی کی مہربانی ہے۔ڈاکٹرز کو دھمکا کر گیا ہے کے اگر کسی نے مجھے ڈسچارج کیا تو ہاسپٹل پر کیس کر دے گا۔"

عبیر نے بیزاریت بھرے انداز میں کہا۔سنبل نے بے ساختہ امڈتی مسکراہٹ کو دبایا۔

"میرا بھائی صرف تمہیں سکون دینا چاہتا ہے۔تمہارا خیال رکھنا چاہتا ہے۔لیکن تمہیں کہاں عادت ہے کسی کے جذبات کو سمجھنے کی؟تم تو صرف لوگوں کی مخلصی کو شک کی نظر سے دیکھتے ہو۔"اس کا نارمل سا لہجہ بہت کچھ جتاتا ہوا سا تھا۔اور عبیر سب سمجھ رہا تھا وہ جس طرف اشارہ کر رہی تھی۔

"تیرہ سال پہلے جو ہوا۔کیا تم مجھے اس بات کا طعنہ دے رہی ہو؟"عبیر کا سوال اس کے کانوں میں پگھلے ہوئے سیسے کی طرح اترا تھا۔

"کیا ہوا تھا تیرہ سال پہلے؟"اس نے خود کو لاتعلق ثابت کرنے کی ممکن کوشش کی تھی۔لیکن اپنے ہاتھوں کی لرزش کو قابو میں نہیں رکھ پائی تھی۔

اس کے جواب نا دینے پر سنبل نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔جو سنہری آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔سنبل نے فوراً سے نظروں کا زاویہ بدل کر بچے ہوئے پھولوں کو واز میں لگایا۔پھر ٹشو باکس سے چند ٹشوز کھینچ کر ہاتھوں کو صاف کیا۔

"تیرہ سال پہلے میں ایک سترہ سال کی لڑکی تھی۔اس ٹین ایج میں کسی کو سہی غلط کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا۔بہت سی غلطیاں۔بہت سی نادانیاں ناسمجھی میں ہو جاتی ہیں۔مجھ سے بھی ہو گئی تھی۔وہ غلطی اتنی بڑی نہیں تھی جتنی تم نے مجھے سزا سنائی تھی۔تم مجھے سہولت سے سمجھا بھی سکتے تھے۔لیکن جانے تمہارے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔جو تم اتنی بری طرح میرے ساتھ پیش آئے تھے۔"

عبیر اس کی گلابی اور کچھ سوجی ہوئی سی سبز آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔اس کی ناک بھی ہلکی سی سرخ لگ رہی تھی۔یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کچھ دیر پہلے بہت روئی ہو۔

"تیرہ سال پہلے میں بھی ایک سترہ سال کا لڑکا تھا۔ مجھ سے غلطی نہیں ہو سکتی تھی؟"

"غلطی؟ کیا وہ صرف ایک غلطی تھی؟ اگر صرف غلطی تھی تو اس بات کو تم نے آج تک اپنے دل سے کیوں لگا رکھا ہے؟"

"میں تم سے بات ہی کیوں کر رہی ہوں۔۔"

وہ ضبط سے کہتی ہوئی دروازے کی جانب بڑھنے لگی۔"رکو۔۔۔"اس کے صرف ایک لفظ پر اس کے قدم تھمے تھے۔

"یہاں آکر بیٹھو۔۔اب یہ گڑے مردے تم نے اکھاڑ ہی دیے ہیں تو بہتر ہے ان کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا۔۔ کیا کہنا چاہتے ہو تم؟"اس نے تڑخ کر پوچھا۔لیکن اپنی جگہ سے ہلی نہیں۔عبیر نے کچھ کہنے کی بجائے سنجیدہ تاثرات کے ساتھ صرف آنکھوں کے اشارے سے بیڈ کے پاس پڑی چیئر کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"میں یہیں ٹھیک ہوں۔ تمہیں جو کہنا ہے تم کہہ سکتے ہو۔"

"مجھے کچھ بھی نہیں کہنا۔۔میں صرف تمہیں سننا چاہتا ہوں۔"

"سننا چاہتے ہو؟ مجھے سننا چاہتے ہو؟ کیا تمہیں یہ سننا ہے کے تیرہ سال سے تم مجھے اگنور کر رہے ہو۔۔مجھے اس بات کی سزا دے رہے ہو کے میں نے تم سے محبت کرنے کی جسارت کی۔۔تم خود کیا کر رہے تھے کچھ اندازہ ہے تمہیں اس بارے میں؟"

عبیر نے جیسے اس کی دکھتی رگ کو چھیڑ دیا تھا۔وہ ایک دم ہی پھٹ پڑی تھی۔

"تم میرے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔"

"سب جانتی ہوں میں۔۔سب معلوم ہے مجھے۔۔لیکن تمہیں تو کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔میرے ہاتھ پر اپنا نام لکھا کر دیکھ کر تم نے یوں ری ایکٹ کیا تھا جیسے کوئی قیامت ہی گزر گئی ہو۔تم نے مجھے اس بات کے لیے اتنا ڈانٹا۔اتنی میری انسلٹ کی۔اور تمہارا کیا؟ تم بھی تو کسی کی محبت میں جھلس رہے تھے۔کیا تم نے اسے بھلانے میں کامیاب ہو گئے؟ اس کی محبت کو دل سے نکالنے کی کوشش کی تم نے؟"

اگر میں نے تم سے محبت کرنے کا گناہ کیا ہے تو تم بھی کسی سے محبت کر کے گناہگار بنے ہو۔۔ میرے جذبات کو تم سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے؟"

عبیر نے اس پر سے نظریں ہٹائے بنا ہی ہاتھ پر لگی ڈرپ کی نیڈل کر کھینچ کر پھینک دیا تھا۔ پھر سیدھا ہوتے ہوئے دونوں پیر ایک طرف کئے اسے دیکھے گیا۔ جو سر سے پیر تک جیسے کسی آگ میں جھلس رہی تھی۔

"میں نہیں چاہتا تھا تم مجھ سے محبت کرو۔۔"

"کیوں نہیں چاہتے تھے؟ کیا صرف تمہیں ہی حق ہے محبت کرنے کا؟"

"میں تمہیں اس یک طرفہ محبت کی آگ سے بچانا چاہتا تھا۔"

"بس کر دو۔۔ پلیز بس کر دو۔۔ مجھے تمہارے یہ لیم ایکسکیوز نہیں سننے ہیں۔۔ جانتے ہو صرف چند دن ہوئے تھے، جب مجھے معلوم ہوا کے میرے دل کو تم نے فتح کر لیا ہے۔۔ اس کے صرف چند دن بعد تم یہ بات جان گئے تھے۔ میں نے بہت کوشش کی تھی تم سے چھپانے کی۔۔ میں ڈرتی تھی کے کہیں تمہیں پتا چل گیا تو تم کیا ری ایکشن دو گے؟۔۔ مجھے ڈانٹو گے؟ مجھ پر غصہ کرو گے یا مجھے پیار سے سمجھاو گے کے سنبل۔۔ پڑھائی پر دھیان دو۔۔ ابھی ان چیزوں کا سہی وقت نہیں ہے۔۔ جب وقت ہو گا میں تم سے شادی کر لوں گا۔۔

لیکن جو تم نے میرے ساتھ کیا وہ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔۔ اور نا میں کبھی اسے بھلا سکوں گی۔۔ ہر رات وہ لمحے، وہ تمہارے الفاظ تمہاری آنکھیں مجھے نئے سرے سے اذیت میں مبتلا کرتے ہیں۔

اس دن تم نے مجھے ڈانٹا تھا۔ صرف اس لئے نا کے تا کے میں تم سے نفرت کرنے لگوں؟ تمہیں بھول جاوں؟

مجھے بھی یہی لگا تھا کے میں اب ساری زندگی بس تم سے نفرت ہی کروں گی۔۔

لیکن میرا دل تو کب کا میرے اختیار سے باہر جا چکا تھا۔

میں تو چاہ کر بھی تمہیں بھلا نہیں سکی۔۔ باوجود کوشش کے بھی خود کو تم سے نفرت کرنے پر قائل نہیں کر سکی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کے تم کسی اور سے محبت کرتے ہو۔۔ یہ جانتے ہوئے بھی کے تم شادی کر چکے ہو۔۔ پھر بھی۔۔ پھر بھی میں نے خود کو تمہاری نظروں اور تمہارے قدموں میں اپنی ذات کو بکھرتے ہوئے ہی دیکھا ہے۔۔

میں نے اپنے دل کو بہت سمجھایا تھا کے اس انسان کو بھلا ہی دینا چاہئے۔۔ جو اپنی بیوی کا نہیں ہو سکا۔۔ اپنی بزدلی کی وجہ سے اپنی محبت کو حاصل نہیں کر سکا۔۔ وہ میرا کیا بنے گا؟"

ذرا دیر کو ٹھہر کر اس نے گیلی سانس اندر کھینچی۔۔ سبز و سنہری سی آنکھیں نمکین پانی سے بھری تھیں۔۔ ایک ایک کر کے کئی آنسو اس کے گلابی گال پر بہتے جا رہے تھے۔

تیرہ سال سے جو غبار اس کے اندر دبا تھا اسے بہہ نکلنے کو راستہ مل گیا تھا۔ بے شک اسے عبیر سے کتنے ہی شکوے اور کتنی ہی بد گمانیاں تھیں۔ لیکن اس نے یہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کے وہ کبھی اس سے اس کے رویے کی شکایت کرے گی۔

جس دن عبیر نے اسے ڈانٹا تھا اس دن سے اس کے دل میں عبیر کے غصے کا ڈر بیٹھ گیا تھا۔

وہ کتنی ہی مضبوط بن جاتی۔۔ کتنا ہی خود کو بہادر ثابت کر لیتی۔۔ لیکن اس کی ایک تیز نظر پر اس کا اعتماد ڈانواں ڈول ہونے لگتا تھا۔

عبیر کی سنہری اور انتہائی گہری نظروں کا سامنا کرنا اسے دنیا کا مشکل ترین کام لگتا تھا۔

آج جانے کہاں اس کے اندر اتنی ہمت آسمائی تھی کے وہ اپنے دل پر لگے ان سارے زخموں کا حساب کتاب کرنے کھڑی ہو گئی تھی جو عبیر کی طرف سے اسے ملے تھے۔

"کیا مانگا تھا میں نے تم سے؟ کچھ بھی تو نہیں۔۔ میں نے تو یہ بھی نہیں کہا تھا کے تم بھی مجھ سے محبت کرو۔۔ نا یہ کہا تھا کے اپنے دل پر مجھے حکمرانی کرنے دو۔۔ صرف تمہارا نام ہی تو لکھا تھا اپنے ہاتھ پر۔۔ اس وقت مجھے کچھ نہیں پتا تھا کے محبت کیا ہوتی ہے۔۔ اس وقت مجھے بس تمہارا نام چاہیئے تھا۔۔ ان گزرے تیرہ سالوں نے مجھے اچھے سے سکھا دیا ہے کے محبت کیا ہوتی ہے۔۔ اور یہ بھی سمجھا دیا ہے کے لاحاصل محبت کس بلا کا نام ہے۔۔ تم بے شک مجھ سے محبت نا کرتے۔۔ بے شک اس دن مجھے تم تھپڑ بھی مار دیتے۔۔ لیکن جب تم نے اپنا نام میرے ہاتھ پر سے مٹانے کی کوشش کی تھی نا اس دن مجھے تم سے انتہا کی نفرت

محسوس ہوئی تھی۔۔اور وہ نفرت آج تک قائم ہے۔۔تم سے محبت اپنی جگہ ہے۔۔لیکن تمہارے اس عمل پر میرے دل میں تم سے نفرت کا ایک الگ ہی خانہ بنا ہوا ہے۔۔جس پر کبھی بھی تمہاری محبت غالب نہیں آئے گی۔"

"تم ایک عجیب انسان ہو۔۔ہمیشہ ان لوگوں کے پیچھے بھاگتے ہو جنھیں تمہاری کوئی قدر نہیں ہوتی۔نہ وہ تم سے ویسی محبت کرتے ہیں۔نہ تمہاری فکر کرتے ہیں۔لیکن تم پھر بھی انھیں اپنا بنانے کی تگ دود کرتے ہو۔اپنے دل کو تھکاتے ہو۔خود کو تکلیف دیتے ہو۔اور آخر میں تمہارے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں آتا۔تم تہی دست رہ جاتے ہو۔لیکن کبھی تم غلطی سے بھی ان لوگوں کے بارے میں کیوں نہیں سوچتے جو تمہاری محبت میں ہر حد سے گزرنے کے لیے تیار بیٹھے ہو۔تمہیں وہ لوگ کیوں نظر نہیں آتے عبیر۔

وہ خاموش ہوئی تو جیسے ایک سکوت سا قائم ہو گیا تھا۔گھڑی کی ٹک ٹک کے علاوہ وہاں کوئی آواز نہیں تھی۔اس سارے وقت کے دوران عبیر نے ایک لمحے کے لئے اس پر گاڑی ہوئی ہیں پلکوں کو نہیں جھپکا تھا۔اس کی سنہری آنکھوں میں نہ غصہ تھا۔نہ نفرت تھی۔نہ ہی کچھ اور احساس تھا۔بس ایک گہرائی تھی۔

"اگر ابھی بھی تمہارا غصہ کم نہیں ہوا ہے تو تم مجھے مزید باتیں بھی سنا سکتی ہو۔اور چاہو تو یہ واز بھی میرے سر میں دے کر مار دو۔"

"میں نے تم سے اتنی باتیں کہیں ہیں۔کیا ان کے جواب میں تمہیں یہ کہنا چاہئے تھا؟"

"مجھے نہیں معلوم کے مجھے کیا کہنا چاہیے کیوں کے آج تک میں نے کسی کی اتنی تیز آواز اور تلخ باتیں برداشت نہیں کی ہیں۔"

اس نے لب کچلتے ہوئے پلکیں جھپکی تو کئی آنسو باہر کو گرے تھے۔"میری کیوں سنی ہیں۔ڈانٹ کر خاموش کروا دیتے مجھے بھی۔جیسے تیرہ سال پہلے کیا تھا۔"

"مجھے اپنی غلطیوں کو دہرانے کی عادت نہیں ہے۔۔"

"آج تمہیں سمجھ آ گیا جو تم نے میرے ساتھ کیا وہ تمہاری غلطی تھی؟"

"میں نہیں جانتا تھا کے تم مجھ سے اتنی بدگمان ہو۔"

"کیا یہ صرف بدگمانی ہے؟"اس نے از حد شکوہ کناں انداز میں پوچھا۔

"آئم سوری۔۔۔"

"تم نے ان تیرہ سالوں میں مجھے جتنے دکھ دیے ہیں ان کا مداوا ان دو لفظوں سے نہیں ہو سکتا۔"

"آئم سوری۔۔"

"تم بہت برے انسان ہو۔۔ ہمیشہ مجھے رلاتے ہو۔۔"

"آئم سوری۔۔"

"تم جان کر مجھے اگنور کرتے ہو۔۔ میری انسلٹ کرتے ہو۔"

"آئم سوری۔۔"

"چپ کر جاو ورنہ سچ میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی۔۔" اس کی ایک ہی تکرار پر وہ بھڑک کر بولی تو اس نے چند ثانیے بعد پھر کہا۔ "آئم سوری۔۔"

اس دفعہ سنبل نے کچھ بھی نہیں کہا۔ بس شکوہ کناں بھیگی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔

"میں جانتا ہوں تم مجھ سے ناراض ہو۔ مجھ پر غصہ ہو۔ اور شاید مجھ سے نفرت بھی کرتی ہو۔۔ لیکن میں چاہتا ہوں کے ہمارے درمیان سب نارمل ہو جائے۔۔ جیسے پہلے تھا۔"

"ٹوٹے ہوئے برتن بھی دوبارہ نہیں جڑ پاتے۔ اور جو دل ہزاروں ٹکڑوں میں بٹا ہوا ہو وہ کیسے جڑے گا؟"

"میں نے توڑا تھا۔ میں ہی جوڑوں گا۔"

"تم میرے ساتھ ویسے ہی رہو۔۔ مجھے نظر انداز کرو۔ مجھے دیکھ کر ان دیکھا کرو۔۔ میں تم سے اب کوئی شکوہ نہیں کروں گی۔۔ مجھے صرف اس بات کا دکھ ہے کے جو دوستی ہمارے درمیان تھی۔ تم نے وہ مجھ سے چھین لی۔۔ تم میری ٹین ایج کی محبت تھے۔ آج میں ایک پریکٹیکل لڑکی ہوں۔ مجھے سہی غلط میں تفریق کرنا آ گیا ہے۔ آج میرے دل میں تمہارے لیے کوئی جذبات نہیں ہیں۔"

"سچ میں نہیں ہیں۔؟"

سنبل کو اس کا لہجہ جانے کیوں آگ سا لگا گیا تھا۔ "میں نے سنا ہے پہلی محبت بھلائی نہیں جا سکتی۔۔اور اگر وہ محبت بچپن کی ہو تو پھر تو بھول جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔۔"

"میں تم سے محبت کروں یا نہ کروں تمہیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔۔تم اپنی لاحاصل محبت کے غم میں مبتلا ہی رہو۔۔اسی کو یاد کر کے آہیں بھرتے رہو۔۔۔دنیاداری میں کیوں الجھ رہے ہو۔"

اس نے ایک ایک لفظ کو چباتے ہوئے ادا کیا تھا۔وہ بس اس کے بھڑکے ہوئے انداز کو ہی دیکھے جا رہا تھا۔لیکن اسے ٹوک نہیں رہا تھا۔نہ اسے کہہ رہا تھا کے تحمل سے لفظوں پر دھیان دے کر بات کرے۔وہ بس اس کے دل کی وہ بھڑاس سن رہا تھا جو وہ اتنے سالوں سے اپنے دل میں دبائے ہوئے تھی۔

"کیا ہم پھر سے دوست نہیں بن سکتے۔؟"

"دوست؟ٹوٹے ہوئے رشتے پھر سے جڑ بھی جائیں تو وہ پہلے جیسے نہیں رہتے غازی۔۔تم میرے لیے وہ غازی کبھی نہیں بن سکتے جو تیرہ سال پہلے تھے۔"

"میں اپنی غلطیوں کا مداوا کرنا چاہتا ہوں۔

"بہت دیر ہو چکی ہے۔۔تم نے لوٹنے میں دیر کر دی۔۔اپنا مقام۔اپنی جگہ اپنی اہمیت۔۔سب کھو دیا تم نے۔"

"میں نے وہ سب کھو دیا ہے۔۔لیکن کھونے کے بعد بھی وہ میرا ہی ہے۔۔اور میرا ہی رہے گا۔"

اس کے لہجے کی مضبوطی اس کی آنکھوں کی چمک اس کا اعتماد ڈانواں ڈول کر رہی تھی۔وہ اس کے سامنے اپنا مقدمہ ہار رہی تھی۔وہ اسے معاف نہیں کرنا چاہتی تھی۔اور وہ اپنی سنہری آنکھوں کے سحر سے ہر ممکن کوشش کر رہا تھا اسے منا لینے کی۔

دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر کوئی اندر داخل ہوا تھا۔"ڈاکٹر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔انھیں چیک اپ کرنا ہے۔"آدم نے ان دونوں کو مطلع کیا تھا۔

"انھیں بولو ویٹ کریں۔۔اور کہو تم کیا کہہ رہی تھیں۔؟"

عبیر نے آدم کو ہدایت دینے کے بعد اسے مخاطب کیا۔لیکن سنبل نے ایک تیز نگاہ اس پر ڈالنے کے علاوہ کچھ نہیں کہا تھا۔

"بلالو انھیں میں بس جا رہی ہوں۔۔" سنبل نے کچھ بھاری سی آواز میں کہتے ہوئے فوراً سے ٹشو سے آنکھوں کے بھیگے گوشے صاف کئے تھے۔

بیگ کی چین کندھے پر ڈال کر وہ جونہی مڑی ڈاکٹر مرتضی کے ساتھ ایک نرس بھی وہاں داخل ہوئی تھی۔ آدم پہلے ہی اندر موجود تھا۔

وہ کسی کو بھی دیکھے بنا وہاں سے نکل گئی تھی۔

****

حویلی پہنچ کر وہ بنا کسی سے کوئی بات کئے اپنے روم میں آیا تھا۔ تھکن سے اس کا برا حال ہو رہا تھا۔ گرم پانی سے شاور لینے کے بعد کچھ تازگی محسوس ہوئی تو سائیڈ ٹیبل پر پڑا لیپ ٹاپ اور فولڈرز وغیرہ اٹھا کر بیڈ کے ایک طرف آ بیٹھا۔ فائنل سمسٹر میں تھوڑا ہی وقت رہ گیا تھا۔ وہ عاشر جیسا نہیں تھا جو روزانہ پڑھائی کے لیے وقت نکال لیتا۔ وہ تو بس آخری کے دنوں میں ہی کتابوں کو ہاتھ میں اٹھایا کرتا تھا۔ بیڈ کراون سے ٹیک لگائے لیپ ٹاپ گود میں رکھے وہ اپنے دوست کے بھیجے گئے نوٹس کو اسٹڈی کر رہا تھا جب سائیڈ پر پڑا اس کا فون بج اٹھا۔ اس نے بس سرسری سی نگاہ بلنک ہوتے نام پر ڈالی تھی۔ وہ جانتا تھا وہ اسے کیوں فون کر رہی ہے۔ ویسے بھی اس کا فون کبھی کسی خیر کی وجہ سے نہیں آتا تھا۔

"تم بدتمیز انسان ایک بار میری بات تو سن لیتے تم نے ایسے ہی میرے بھائی سے شکایت لگا دی میری؟" وہ خاموشی سے سر پیچھے کو ٹکائے فون کان سے لگائے اس کی صلواتیں سن رہا تھا۔ "تم کہتے ہو میں تم پر اعتبار نہیں کرتی۔ تم خود بتاؤ اس طرح کی حرکتیں کرو گے تو کون اعتبار کرے گا تم پر؟" "مجھے جو ٹھیک لگا میں نے وہی کیا۔ اکیلے گھر سے باہر نکلنا آپ کے لیے سیف نہیں ہے۔ اگر میں اپنے منہ سے یہ بات کرتا تو آپ سمجھتی کے میں بنا کسی تعلق کے آپ پر پابندی لگا رہا ہوں۔ اسی لیے میں۔۔"

"اسی لیے تم نے مجھے میرے بھائی کے سامنا لے جا کر کھڑا کر دیا؟"اس کی بات اچک کر وہ طنز سے بولی۔

"ہاں لیکن انھوں نے آپ کو صرف پیار سے سمجھایا تھا۔"

"اگر وہ مجھے ڈانٹے تو؟""میرے ہوتے ہوئے کوئی آپ کو ڈانٹ سکتا ہے؟"

"بڑے تم تیس مار خاں"نخوت سے کہتے ہوئے وہ فون کاٹنے لگی تھی لیکن اس کی بے ساختہ کہی بات پر رک گئی۔

"آپ مجھ پر ٹرسٹ کر سکتی ہیں۔آپ کو جہاں بھی جانا ہو اکیلے جانے کے بجائے آپ مجھے کال کر سکتی ہیں۔میں اسی وقت حاضر ہو جاوں گا"

اس کی خاموشی پر وہ مزید بولا تھا۔

"میں جانتا ہوں آپ اس رشتے سے ناخوش ہیں۔لیکن میں چاہتا ہوں کے آپ مجھے ایک موقع دیں۔مجھے سمجھ لیں۔جان لیں۔اگر میں آپ کو اپنے قابل نا لگا تو پھر جو بھی آپ فیصلہ لینا چاہیں میں اعتراض نہیں کروں گا"اس کی بھاری اور بوجھل سی آواز کو سن کے اس نے کچھ لمحے خاموشی میں گزار دئے تھے۔دل کی رفتار جانے کیوں زور پکڑنے لگی تھی۔"سوچوں گی میں"مختصر سا کہہ کر ٹھک سے فون بند کر دیا تو وہ گہری سانس لے کر بند اسکرین کو دیکھتا رہ گیا۔

****

"کل چل رہے ہو نا پھر تم؟"اکیڈمی کے مین گیٹ کو اچھی طرح لاک کرتے ہوئے اس نے ایک دفعہ پھر داریان سے پوچھا۔جو کچھ تھکا تھکا سا لگ رہا تھا۔

"نہیں۔"اس نے اس بار بھی وہی جواب دیا جو وہ شام سے متعدد بار دے چکا تھا۔

یونیورسٹی کے بعد گھر جانے کے بجائے وہ سیدھا اکیڈمی آیا تھا۔تب سے خضر اس کے پیچھے پڑا تھا کے اس کے ساتھ لاہور چلے۔یہ اکیڈمی ان دونوں نے مل کر شروع کی تھی۔جس کی ساتھ والی دو منزلہ عمارت خالی تھی تو خضر نے اسے رینٹ پر لے کر وہ بھی اکیڈمی میں مرج کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔جس کے فرنیچر وغیرہ خریدنے کے لئے وہ اسے لاہور چلنے کے لئے قائل کر رہا تھا۔کافی کم وقت میں بھی ان کی اکیڈمی کافی نام بنا چکی تھی۔دور دراز کے علاقوں کے اسٹوڈنٹس بھی ایڈمشن کے لئے آرہے تھے۔فرسٹ

ائیر سے لے کر ماسٹرز تک کے لیولز کی تین چار شفٹوں میں کلاسز ہوتی تھیں۔ لیکن اب اسٹوڈنٹس کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے جگہ کم پڑ رہی تھی۔ پچھلے دنوں میں خضر نے کچھ انٹرویوز کر کے کچھ نئے ٹیچرز کو بھی ہائیر کیا تھا۔

"یہاں سب مل جاتا ہے۔ یہیں سے خرید لو۔۔ دوسرے شہر جانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟"

"یار میرے کزن کا فرنیچر کا شوروم ہے۔۔۔ ایک تو ہمیں چیز اچھی مل جائے گی۔۔ اور دوسرا پیسے بھی کم لگیں گے۔۔"

"ہاں تو یہ بولو نا کے پیسے بچانے ہیں تم نے۔"

"ایسا ہی سمجھ لو۔۔ کل فجر کی نماز کے بعض نکلتے ہیں پھر۔۔ اکیڈمی کو شرجیل اور عالیان دیکھ لیں گے۔"

"میں کوئی نہیں جا رہا تمہارے ساتھ۔ فرمان بھائی نے مجھے سختی سے منع کر رکھا ہے شہر سے باہر جانے کے لئے"

"کیوں؟ تم کوئی کم سن دوشیزہ ہو جسے لڑکوں سے خطرہ ہو؟" وہ طنز سے بولا۔

"فضول مت بولا کرو۔"

"میری گاڑی بھی خراب ہے۔"

"میری گاڑی لے جاو۔"

"میں اکیلے نہیں جانا چاہتا۔ بور ہو جاوں گا"

"شرجیل اور عالیان کو لے جاو تمہیں سہی انٹرٹین کریں گے۔۔ اکیڈمی میں دیکھ لوں گا"

"مجھے تمہارے ساتھ ہی جانا ہے" اس نے ہٹ دھرمی سے کہا۔

"عجیب ضدی انسان ہو تم" وہ بڑبڑا کر بولا۔

"فرمان بھائی اجازت نہیں دیں گے۔"

"تمہیں کہا کس نے ہے ان سے اجازت لینے کو؟ ہم صبح نکلیں گے پانچ بجے تک۔ دس گیارہ بجے تم پہنچ جائیں گے۔ دو تین گھنٹے وہاں رکیں گے۔ پھر دوپہر کو نکلیں گے تو سات یا آٹھ بجے تک واپس بھی آ جائیں گے"

"اور انھیں پتا چل گیا تو؟"

"کیسے پتا چلے گا؟ جب کوئی انھیں بتائے گا ہی نہیں تو؟"

"مجھے ان سے اجازت تو لینی پڑے گی نا؟"

"کہہ دینا یونیورسٹی اور اکیڈمی میں مصروف ہوں۔ رات کو دیر سے آوں گا۔۔ اور اس میں کوئی جھوٹ بھی نہیں ہے۔ پچھلے کچھ دنوں سے یونیورسٹی کے تھیسیز اور اکیڈمی کی ایکسٹرا کلاسز کی وجہ سے تم روز ہی لیٹ ہوتے ہو۔۔ اور سارا دن ہی گھر سے باہر ہوتے ہو۔۔۔ ٹرسٹ می نہیں پتا چلے گا انھیں"

اور اگر انھیں پتا چلا اور انھوں نے مجھ پر غصہ کیا نا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

"میں اپنے اوپر لے لوں گا ساری بات۔ میں کہہ دوں گا میں زبردستی لے کر گیا تھا۔

"پھر میرے ساتھ تمہاری بھی کلاس لگے گی۔"

اس نے بڑبڑاتے ہوئے گاڑی کا لاک کھول کر چابی اس کی طرف اچھال دی۔

سارے دن کی بھاگ دوڑ کی وجہ سے اس کا تھکن سے برا حال تھا۔ ڈرائیونگ کرنے کی بھی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ "مجھے گھر ڈراپ کر کے گاڑی تم لے جانا۔۔ اور صبح وقت پر آ جانا۔۔ اگر لیٹ ہوئے تو پھر بھول جانا میں تمہارے ساتھ جاوں گا۔۔" اسے دو ٹوک سمجھانے والے انداز میں کہتے ہوئے اس نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اپنا سر بھی پیچھے کی جانب ٹکا دیا تھا۔

"تم کچھ دن کا ریسٹ کیوں نہیں لے لیتے؟۔۔ اتنا مصروف کیوں رکھتے ہو تم خود کو؟" گاڑی پر لاتے ہوئے خضر نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا جس نے آنکھیں موند رکھی تھیں۔

"میں نے کبھی تمہیں فارغ بیٹھے دیکھا ہی نہیں ہے۔۔ یونیورسٹی میں بھی اگر کلاس نہ ہو تو سارا سارا دن لائبریری میں گزار دیتے ہو۔ اکیڈمی آف ہو تو میچ کھیلنے نکل پڑتے ہو۔۔ کسی دن اچھے سے اپنی نیند پوری کرو۔۔ کوئی مووی دیکھنے چلو میرے ساتھ۔۔"

"مجھے فارغ بیٹھنا پسند نہیں ہے۔۔" وہ بند آنکھوں سے ہی بڑبڑایا۔

"مجھے یہ معلوم ہے۔۔ میں وجہ جاننا چاہتا ہوں۔"

"میں تمہیں بتانا ضروری نہیں سمجھتا"

"تمہاری بھی مجھے سمجھ نہیں۔۔ایک پل میں سر پر بٹھا لیتے ہو اور دوسرے ہی پل زمین پر پٹخ دیتے ہو۔۔"

"برے خواب آتے ہیں۔۔میں زیادہ دیر تک سو نہیں پاتا۔"

"برے خواب؟ تم نے کبھی ذکر ہی نہیں کیا۔۔لیکن اس میں کون سی بڑی بات ہے۔۔دو چار دن ہی آتے ہیں۔۔یا پھر زیادہ سے زیادہ ایک دو ہفتے تک۔۔تمہیں کب سے آرہے ہیں۔"

وہ بولنے کا بے حد شوقین تھا۔کسی بھی موضوع پر وہ گھنٹوں تک بول سکتا تھا۔اس کے برعکس داریان اتنا ہی خاموش مزاج تھا۔

"چھ سال سے۔"اس کی بھاری سی آواز گاڑی میں گونجی تو خضر نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا۔

"چھ سال سے تمہیں برے خواب آرہے ہیں؟ تم نے ڈاکٹر سے کنسلٹ نہیں کیا؟"

"نہیں۔۔"

"یہ تو تشویش کی بات ہے۔۔فرمان بھائی کو معلوم ہے؟"

"وہ وجہ جانتے ہیں۔۔"

"انھوں نے تمہیں فورس نہیں کیا ڈاکٹر کے پاس جانے کے لیے؟"

"کیا تھا۔۔میں نہیں جانا چاہتا۔"

"تم اتنے ضدی طبعیت کے انسان لگتے تو نہیں ہو مجھے۔۔"

"تھوڑی دیر خاموش رہ سکتے ہو؟"

اس نے پیشانی مسلتے ہوئے بیزاریت بھری آواز میں پوچھا۔

"یار مجھے فکر ہو رہی ہے۔حیرت ہے مجھے تم ابھی تک ڈاکٹر کے پاس ہی نہیں گئے۔"

سارے راستے وہ مسلسل بولتا ہوا ہی آیا تھا۔

"آ گیا تمہارا گھر۔۔" تھوڑی دیر بعد ہی اس نے درانی پیلس کے سامنے گاڑی روک کر اسے اطلاع دی تو اس نے بھاری پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ پھر آگے جھکتے ہوئے اگنیشن میں لگی چابی کھینچ کر نکال لی۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟" اس نے ناسمجھی سے داریان کو دیکھا۔

"اندر چلو۔۔اور فرمان بھائی کو حقیقت بتا کر ان سے اجازت لو۔۔میں ان سے جھوٹ کر کہیں نہیں جا سکتا۔"

وہ سپاٹ سے لہجے میں بولا تو خضر نے ناراضگی سے اسے دیکھا۔

"پتا ہے مجھے۔ تم جان بوجھ کر مجھے یہاں لائے ہو۔۔ تم وہیں انکار کر دیتے۔۔ عجیب آدمی۔"

بڑبڑاتے ہوئے وہ باہر نکلا تو داریان بھی بیگ اٹھائے باہر نکلا۔

پھر ڈور بیل بجائی۔ کچھ ہی منٹوں بعد دروازہ کھلا تو دائم کی شکل نظر آئی۔

"آج بھی لیٹ ہو گئے ہیں آپ؟ فرمان بھائی آپ کا۔۔السلام علیکم"

داریان کے پیچھے کھڑے خضر کی شکل نظر آئی تو بات ادھوری چھوڑ کر خوشگواری سے اسے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔۔ کیسے ہو دائم؟ یونیورسٹی کیسی جا رہی ہے؟" وہ گرم جوشی سے اس سے مل رہا تھا جب کہ وہ ان دونوں کو وہیں چھوڑ کر اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"لاونج خالی پڑا تھا۔ عیشہ کچن سمیٹ رہی تھی۔ اور مہد اپنے روم میں تھا۔ ڈنر کے بعد فرمان عادتاً اس وقت اپنی اسٹڈی میں تھے۔ داریان کے قدم اسی جانب اٹھے تھے۔ دروازے پر دستک دے کر اس نے ہلکے سے وا کیا تھا۔

"السلام وعلیکم۔۔" اندر داخل ہوتے ہوئے اس نے سلام کیا۔ گزرے پلوں کے مقابلے میں اس کا چہرہ ہشاش بشاش تھا۔ فرمان کے سامنے تھکے ہوئے چہرے کے ساتھ جاتا تو آگے سے انھوں نے پھر اس کی مصروفیت کو لے کر اسے لیکچر دے دینا تھا۔

"وعلیکم السلام۔۔" ریڈنگ گلاسز آنکھوں سے ہٹاتے ہوئے انھوں نے جواب دیا۔

"خضر میرے ساتھ آیا ہے۔۔اسے کچھ بات کرنی ہے آپ سے۔۔" کاوچ پر بیٹھتے ہوئے اس نے فرمان سے نگاہ ملائے بغیر وہ بات کہہ تھی۔ اتنے میں وہ بھی سلام کرتا ہوا اندر داخل ہو چکا تھا۔

حال چال دریافت کرنے کے بعد وہ داریان کے برابر میں بیٹھ گیا تھا۔جبکے فرمان ان کے سامنے آرم چیئر پر براجمان تھے۔

"بولو۔۔"خضر نے داریان کو ٹہکا دیا۔

"تم بولو۔۔"اس نے دامن بچاتے ہوئے صفاچٹ انکار کیا تو وہ اسے خشمگیں نظروں سے دھمکانے لگا۔

"کیا بات ہے؟"ان کی حرکتیں دیکھتے ہوئے فرمان نے خود ہی مخاطب کیا تھا۔

"اصل میں فرمان بھائی اکیڈمی کے ساتھ والی عمارت خالی تھی تو ہم نے اسے بھی اکیڈمی میں مرج کر لیا ہے۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔۔دو چار گھنٹے کے لیے یہ مجھے شکل دکھانے آجاتا تھا اب اس کی فرصت بھی نہیں ملے گی اسے۔۔"

فرمان کے کچھ سرد اور طنزیہ سے انداز پر داریان نے چہرہ جھکا کر اپنی مسکراہٹ کو چھپایا تھا۔وہیں خضر اپنی جگہ خفیف سا ہوا تھا۔

"بھائی آپ یقین کریں اکیڈمی میں اسٹاف کی کوئی کمی نہیں ہے۔۔اگر ہم دونوں میں سے ہی کوئی اکیڈمی نہ بھی جائے تو کوئی ایشو نہیں ہوگا۔میں نے اسے اتنی دفعہ کہا ہے کے اتنے پیسے خرچ کر کے تمہیں آفس بنا کر دیا ہے تو آرام سے وہاں بیٹھا کرو۔۔لیکن یہ میری سنتا ہی نہیں ہے۔اپنی مرضی سے کلاسز لیتا ہے۔"

"یہ میری ہی نہیں سنتا۔۔تمہاری کہاں سے سنے گا۔۔"وہ ناراضگی سے بولے۔

"نئی اکیڈمی کے لیے کچھ فرنیچر لینا تھا۔۔اس کے لیے لاہور جانا تھا۔اگر اجازت دیں تو کل ہم دونوں؟"

"لاہور کیوں جانا ہے؟یہاں سے نہیں مل سکتا؟"

"میرے کزن کا اپنا کارخانہ اور شوروم ہے۔کل صرف اسے آرڈر دینے جانا ہے۔ایک دو ہفتے میں وہ خود ہی ڈلیور کروا دے گا۔"

"فون پر بھی تو کہہ سکتے ہو نا؟"

"بے شک۔۔لیکن میں خود وہاں جا کر پہلے دیکھنا چاہتا ہوں۔۔اور پھر میں سوچ رہا تھا اگر اس مصروفیت بھری روٹین سے نکلیں گے تو کچھ فریش بھی ہو جائیں گے۔۔ورنہ تو یونیورسٹی اور اکیڈمی میں بلکل خوار ہی ہو کر رہ گئے ہیں ہم۔"

"تمہیں جانا ہے تو تم جاو۔۔داریان تمہارے ساتھ نہیں جائے گا۔"انھوں نے دو ٹوک انداز میں کہا۔

"لیکن میں آپ سے اجازت لینے آیا تھا اسے ساتھ لے جانے کی۔"

"مائنڈ فریش کرنے کے لیے کہیں جانا ہے تو ناردن ایریاز چلے جاو۔۔ لیکن اسلام آباد سے باہر کسی اور شہر جانے کی اجازت میں اسے نہیں دے سکتا۔"

"پلیز فرمان بھائی۔ میں اتنی امید لے کر آپ کے پاس آیا تھا۔۔ آپ جانتے ہی ہیں ہمارے پاس اتنا وقت ہی نہیں ہوتا کے ہم پلین کر کے ناردرن کی طرف جائیں۔۔ قسمت سے یہ ایک موقع ملا ہے کچھ دیر کے لئے سکون کی سانس لینے کا۔۔ آپ اس کے لیے بھی منع کر رہے ہیں۔۔"

وہ کچھ دلگرفتگی سے ایک ہی سانس میں بولا۔ چہرے پر انتہا کی مسکینیت طاری کر رکھی تھی۔ بس رو پڑنے کی کسر رہ گئی تھی۔

"اس کے لیے میں اجازت نہیں دے سکتا"

خضر نے اسے دیکھا جس بھی پھیکا سا مسکراتے ہوئے شانے اچکا دئے۔ جیسے کہہ رہا ہو کے "میں نے تو پہلے ہی کہا تھا۔"

وہ بھی دل مسوس کر رہ گیا۔ اپنی تھکا دینے والی روٹین سے وہ بھی اسی بہانے بریک لینا چاہتا تھا۔ لیکن فرمان کو دیکھ کر لگ نہیں رہا تھا کے ان پر کوئی منتے ترلے کام کر کے انھیں منا سکیں گے۔

"کتنے دن کے لئے جا رہے ہو؟" وہ ناامید ہو کر اٹھنے لگا تھا جب ان کے استفسار پر چونک کر انھیں دیکھا۔

"صرف دو تین گھنٹوں کے لئے وہاں رکیں گے۔ آرڈر دے کر دوپہر میں ہی وہاں سے نکل جائیں گے۔۔"

وہ جلدی سے بولا۔

"ٹھیک ہے چلے جاو۔۔ لیکن دھیان سے جانا۔۔ اور جس کام سے جا رہے ہو وہ کام ختم کر کے فوراً وہاں سے نکل جانا۔۔ اور گھر پہنچتے میں دیر بلکل مت کرنا"

وہ سنجیدگی سے انھیں سمجھاتے جا رہے تھے جبکے وہ دونوں بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے فرمان نے کیا واقعی میں اجازت دے دی ہے؟"

وہ بے ساختہ پر جوش ہو اٹھے تھے۔

تائیدی انداز میں سر ہلا کر ان کی ساری تاکیدیں سننے کے بعد وہ دونوں باہر نکل آئے تھے۔

"یقین نہیں آرہا وہ اتنی آسانی سے مان گئے۔"

"اس سے پہلے کے ان کا ارادہ بدل جائے تم وقت پر پہنچ جانا۔"

داریان نے اس سے گزارش کی تھی کیوں کے وہ صبح جلدی اٹھنے کا عادی نہیں تھا۔یونیورسٹی بھی وہ دو تین لیکچر نکل جانے کے بعد پہنچتا تھا۔

وہ باہر کھڑے کل کے سفر کے بارے میں محو گفتگو تھے اور اندر فرمان درانی ایک تذبذب کس شکار تھے۔داریان کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر انھوں نے اجازت دے تو دی تھی لیکن دل میں کہیں ایک خوف سا بھی دبا تھا۔وہ ابھی تک آئزل سے کھل کر بات نہیں کر سکے تھے۔اسے قائل نہیں کر سکے تھے۔اسے یہ بھی نہیں بتا سکے تھے کے وہ کچھ دنوں تک داریان کو حقیقت بتانے والے ہیں۔۔لیکن اگر اس سے پہلے ہی داریان اور آئزل کا آمنا سامنا ہو گیا تو؟"

ناممکن تھا یہ۔۔لاہور اتنا بڑا شہر تھا۔ویسے بھی وہ لوگ صرف کچھ گھنٹوں کے لیے ہی وہاں جا رہے تھے۔ضروری تو نہیں ہے کے کسی طرح اس کا آئزل سے سامنا ہو جائے۔

بظاہر تو ان کے ملنے کے زیرو چانسز تھے لیکن پھر بھی فرمان درانی خوف و اندیشے کا شکار دعا گو تھے کے وہ لاہور جائے تو جلد سے جلد واپس آجائے۔

اگر اس نے وہاں آئزل کو دیکھ لیا تو وہ اسے کسی طور سنبھال نہیں پائیں گے۔

****

صبح تقریباً گیارہ بجے کا وقت تھا۔آج آسمان صاف شفاف تھا۔آج بارش کی پیشن گوئی نہیں تھی۔سورج کی نرم گرم کرنیں پورے لان میں بکھری ہوئی تھیں۔آدم اور عبیر وہیں چیئرز پر بیٹھے ہوئے تھے۔آدم کے سامنے فریش جوس کا گلاس پڑا ہوا تھا جبکے عبیر کچھ دیر پہلے ہی نیند سے اٹھا تھا۔اس کا ناشتہ تیار ہو رہا تھا۔جب تک وہ باہر نکل آیا تھا۔حتان بھی اب سے کچھ دور آئی پیڈ لئے کانوں میں ائیر پوڈز لگائے کسی سے ویڈیو لنک پر میٹنگ میں مصروف تھا۔عبیر دو دن کے لیے ضمانت پر تھا تو اس نے بھی دو دن کے لیے اپنے شیڈیول کو برطرف کر دیا تھا۔

آدم نے گلاس لبوں سے لگائے جو نہی ایک گھونٹ بھرا اس کا فون وائبریٹ ہونے لگا۔ میز پر پڑا ہوا فون اٹھا کر اس نے پہلے اسکرین پر روشن ہوتے نام کو دیکھا پھر کن انکھیوں سے سامنے بیٹھے عبیر کو۔ جو گردن پیچھے گرائے آنکھیں موندیں دھوپ کی نرم سی تپش کو خود پر پڑتا محسوس کر رہا تھا۔

****

ا

اس نے آہستگی سے پلکیں کھولی تو غنودگی میں ڈوبا ہوا ذہن بیدار ہونے لگا۔ قد آور کھڑکیوں پر دبیز پردے پڑے ہوئے تھے۔ روم کی ساری لائٹس بھی آف تھیں۔ جس کی وجہ سے خوابناک سا ماحول بنا ہوا تھا۔ اس نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا فون اٹھا کر اسکرین روشن کی تو صبح کے گیارہ بج رہے تھے۔ اس کی آنکھیں پٹ سے کھلیں۔ وہ تو صبح فجر میں اٹھنے کی عادی تھی۔ عموماً اس کی صبح پانچ بجے ہوتی تھی۔ نماز پڑھ کر وہ جاگنگ کے لئے جایا کرتی تھی۔ کچھ دیر جم کرنے کے بعد ناشتہ کر کے وہ فوراً تیار ہو کر کورٹ کے لیے نکل جاتی تھی۔ آج اس کا سارا شیڈیول درہم برہم ہو گیا تھا۔ جلدی سے بیڈ سے اٹھتے ہوئے اس نے سلیپر پیروں میں ڈالے۔ پھر بالوں کو اونچے سے جوڑے میں قید کرتے ہوئے جو نہی کھڑکی کے پاس پردے ہٹانے کے لئے ہاتھ بڑھائے وہ ٹھٹھک کر رکی۔ اس کے ذہن کے پردے پر ایک ایک بات روشن ہو رہی تھی جو اس نے عبیر سے کہی تھی۔

میں نے اپنے دل کو بہت سمجھایا تھا کے اس انسان کو بھلا ہی دینا چاہئے۔۔ جو اپنی بیوی کا نہیں ہو سکا۔۔ اپنی بزدلی کی وجہ سے اپنی محبت کو حاصل نہیں کر سکا۔۔ وہ میرا کیا بنے گا؟"

اس نے بے ساختہ دونوں ہاتھوں کو ہونٹوں پر رکھ لیا۔ خود کو کوستے ہوئے وہ شدید آکورڈ فیل کر رہی تھی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا

"سنبل تم کب اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا سیکھو گی۔۔؟" اسے اب اپنی کل والی حرکت پر رونا آ رہا تھا۔ جب سے عبیر واپس آیا تھا وہ تب سے خود کو یہ بات باور کروا رہی تھی کے کچھ بھی ہو جائے وہ مر کر بھی عبیر کے سامنے اس دن کے حوالے سے کوئی بات نہیں کرے گی۔ وہ یوں پوز کرے گی جیسے ان کے درمیان کبھی کوئی تلخ کلامی ہوئی ہی نہ ہو۔ لیکن ہمیشہ کی طرح وہ بے اختیاری

Mahira Zaynab Khan Novel

میں بہت کچھ اسے سنا گئی تھی۔ جس کا اس نے کبھی خواب میں بھی تصور نہیں کیا تھا۔اس کی سنہری آنکھوں کا سامنا کرنے سے تو آج بھی اس کی جان جاتی تھی۔ پھر کیسے اتنی بے باکی سے اسے اتنا کچھ کہہ گئی تھی۔

"میں کیسے اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھوں۔۔وہ کیا سوچتا ہوگا میرے بارے میں۔ کتنی ڈمب ہوں میں۔۔"عبیر کے بارے میں سوچ سوچ کر اسے ہول اٹھ رہے تھے۔

پردوں کو سائیڈ پر کھسکا کر اس نے ساری لائٹس آن کی۔ پھر دس منٹ میں شاور لے کر باتھ گاون پہنے سر پر ٹاول باندھے وہ باہر نکلی۔ چہرے پر شیٹ ماسک لگا کر اس نے چارجنگ پر لگا فون نکال کر دھڑکتے دل سے آدم کا نمبر ملا کر فون کان سے لگایا تھا۔

کوئی تیسری بیل پر اس نے فون اٹھا کر عادتاً سلام کیا تھا۔۔

"تمہارے سر کو ڈسچارج کر دیا گیا ہے؟"

"سات بجے ہی کر دیا گیا تھا۔۔ابھی حتان سر کے گھر میں ہیں۔"

"کل میرے جانے کے بعد اس کا موڈ ٹھیک تھا؟"شیٹ ماسک اتار کر وہ اب اسکن کیئر اپلائے کرنے لگی۔

"ہاں ٹھیک تھا۔"

"کیا وہ غصے میں نہیں تھا۔؟"

"نہیں ان کا بی ہیوئیر نارمل تھا۔"

"میرے متعلق اس نے تم سے کوئی بات کی؟"

"نہیں۔۔"

سنبل نے کراہ کر پلکیں میچیں۔ موسچرائزر کی بوتل کو پٹخ کر ٹیبل پر رکھا۔ مجال ہے جو یہ انسان چند لفظوں سے زیادہ کچھ بول دے۔

"جب تمہیں سمجھ آگیا ہے کے میں تم سے کیا پوچھنے کی کوشش کر رہی ہوں تو تم خود سے کیوں نہیں بتا دیتے کے میرے جانے کے بعد اس کا رویہ کیسا تھا۔"

وہ بات کرتی ہوئی ڈریسنگ روم کا دروازہ کھول کر اندر آ گئی تھی۔ سامنے ہی بڑی سی وارڈروب تھی۔ جس کے گلاس ڈور سلائیڈ کر کے اس نے چند ہینگرز آگے پیچھے کر کے اندر سے ایک ڈریس باہر نکالا تھا۔

"میں آپ کو سچ ہی بتا رہا ہوں۔ وہ نارمل بی ہیو کر رہے تھے۔"

"جب کوئی غصے میں اسے اتنی باتیں سنا دیں وہ تب بھی نارمل ہی رہتا ہے؟" اس نے جل کر پوچھا۔ "میں نے آج تک کسی انسان کو ان سے جھگڑتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔"

"کیا کسی نے اس سے آج تک بحث نہیں کی؟"

"وہ کسی کو اتنی اجازت نہیں دیتے کے کوئی اپنی حد کراس کر کے ان سے بدتمیزی کرنے کی کوشش کرے۔"

سنبل کو اپنی ہتھیلیوں میں پسینہ اترتا محسوس ہوا۔ اب تو وہ پکا اس پر شدید غصہ ہو گا۔

آدم خاموش تھا۔ لیکن پیچھے سے اسے عبیر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ آدم سے کچھ پوچھ رہا تھا۔

"تم کہاں ہو؟" سنبل نے رکتی ہوئی سانسوں کے ساتھ پوچھا۔

"میں بھی یہیں ہوں۔۔"

"کیا وہ تمہارے ساتھ ہے؟"

اس کے استفسار پر اس نے ایک لمحے کا وقفہ لیا تھا۔ شاید وہ عبیر کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔

"ہاں میرے ساتھ ہیں۔۔"

سنبل کے ہاتھ سے فون گرتے گرتے بچا۔ اس نے اسکرین کو گھورتے ہوئے بڑبڑا کر آدم کو کوسا۔

"کیا آپ ان سے بات کرنا چاہتی ہیں؟"

"مصروف ہوں میں۔۔ رکھ رہی ہوں فون۔" اس کے استفسار پر سنبل نے فوراً سے کال کاٹ کر فون کو ڈریسنگ پر پھینکا تھا۔ جیسے عبیر اسے فون میں سے ہی دیکھ رہا ہو۔۔

"سمجھ میں نہیں آتا صرف اس کا نام سن کر ہی میرا مائنڈ بلیک ہو جاتا ہے۔ پتا نہیں کیا اوٹ پٹانگ کام کرتی ہوں میں۔۔"

وہ خود سے باتیں کرتی ہوئی ڈریسنگ کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔ بلیک کلر کی ڈریس پینٹ پر وائٹ سلک شرٹ کو اندر کر کے اس نے سیاہ رنگ کا بیلٹ باندھتے ہوئے بالوں میں سے رولر نکال کر انھیں سیٹ کیا۔ سارے بال پیچھے پشت کو ڈھانپے ہوئے تھے۔ جن میں سے کچھ دائیں کندھے پر آگے کو گرے ہوئے تھے۔ شرٹ کے اوپری دو بٹن کھلے ہوئے تھے جس کے اندر ہم رنگ ہی ٹینک ٹاپ کے اوپر گولڈ کی چین دمک رہی تھی۔ پھر نیچرل سے میک اپ کرنے کے بعد ایک طرف سجی ہوئی شیشے کی ریکس میں سے بلیک کلر کے پمپ ہیلز نکال کر پیروں میں ڈالے اور ساتھ ہی سیاہ رنگ کے فلیپ بیگ کی چین کندھے پر ڈالتے ہوئے جیولری آرگنائزر میں سے ایک گولڈ کا بریسٹ نکال کر سیدھی کلائی میں پہنا۔ اور دوسرے ہاتھ میں گھڑی پہنتے ہوئے اس کا لاک لگا کر ڈائمنڈ کے ڈراپ ائیر رنگ کانوں میں پہن کر وہ قد آور مرر کے سامنے آ کر اپنی تیاری کا جائزہ لینے لگی۔ زیادہ تر وہ کورین اسٹائل ڈریسنگ کو ہی ہمیشہ پریفر کرتی تھی۔ آستینوں کو پیچھے رول کرنے کے بعد پرفیوم اٹھا کر کلائی پر اسپرے کیا پھر دونوں کلائیوں کو آپس میں رگڑ کر انھیں گردن پر پھیرا۔ بیگ میں ضروری سامان رکھنے کے بعد اپنا فون اور گاڑی کی چابی لے کر روم سے باہر نکل آئی۔۔

آج اس کے پاس ناشتہ کرنے کا بھی وقت نہیں تھا۔ اسے جلد سے جلد آفس پہنچنا تھا۔ پونے بارہ بجے اس کی کلائنٹ کے ساتھ گولف کلب میں میٹنگ تھی۔ "سنبل طبعیت ٹھیک ہے بیٹا۔ آج اتنی دیر کر دی اٹھنے میں؟"

شائستہ اماں نے اسے عجلت میں سیڑھیوں سے اترتے دیکھ کر تشویش سے پوچھا۔ "بلکل ٹھیک ہوں اماں۔۔ بس رات کو دیر سے سوئی تھی تو اس لئے اٹھنے میں دیر ہو گئی۔۔"

اس نے مصروف سے انداز میں فون کی اسکرین پر نمودار ہوتے نوٹیفکیشن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا بس پانچ منٹ رکو میں ابھی تمہارے لیے ناشتہ لے کر آتی ہوں۔۔"

"میں پہلے ہی بہت لیٹ ہو گئی ہوں اماں باہر ہی کچھ کھا لوں گی۔۔ آپ اپنا دھیان رکھئے گا۔ شام کو ملتے ہیں۔۔"

انھیں حصار میں لے کر ان کا سر چومتے ہوئے وہ تقریباً دوڑتے ہوئے باہر پورٹیکو میں نکلی تھی۔ کلائنٹ کے بار بار کال کرنے پر اس نے جھنجھلا کر کال ریسیو کر کے فون کان سے لگایا۔

"شاہد صاحب میں بس دس منٹ میں پہنچ رہی ہوں۔۔"

وہ بات کرتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کرنے لگی۔

جبکے دوسری طرف عبیر اس سے پوچھ رہا تھا کے وہ کس سے بات کر رہا ہے۔ لیکن اس کی یک طرفہ باتیں سن کر وہ خود ہی سمجھ گیا تھا۔

"وہ کافی فکر مند ہیں۔ کل انھوں نے جو آپ کو اتنا ڈانٹا تھا اسی کے حوالے سے یہ جاننے کے کی کوشش کر رہی تھیں کے آپ غصے میں تو نہیں ہیں۔"

"زندگی میں صرف ایک دفعہ اس پر غصہ کیا تھا۔ جس پر میں آج بھی پچھتا رہا ہوں۔ اب میری مجال نہیں ہے جو میں اسے کچھ کہہ سکوں۔۔"

"سالار کی کال آئی تھی میرے پاس۔ تم سے ملنا چاہتا ہے۔ اسے بلا لوں؟"

جبھی اس نے قریب آتے ہوئے آئی پیڈ کو ٹیبل پر ڈالتے ہوئے پوچھا۔ "مجھے نہیں ملنا۔"

"ایک دفعہ مل لو اس سے۔۔ چھوٹا بھائی ہے تمہارا اسے اتنی سزا مت دو اب۔"

"وہ آج بھی اس انسان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے۔ اس سے بات کرتا ہے اس کے ساتھ وقت گزارتا ہے۔۔۔ جس سے مجھے نفرت ہے۔"

"دیکھو میں جانتا ہوں تم انس سے کتنے متنفر ہو لیکن۔۔"

وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کے برابر والی چیئر پر بیٹھتے ہوئے اسے رسان سے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ جس کے لہجے کے برعکس چہرے پر انتہا کی سنجیدگی قائم تھی۔

"تم میری وجہ سے اپنے شیڈیول کو ڈسٹرب مت کرو۔۔۔ کورٹ جاو۔۔"

وہ بیزاریت سے بولتا ہوا اس کا ہاتھ اپنے شانے سے ہٹا گیا تھا۔

"جب تک تم ضمانت پر ہو میں تمہارے سر پر ہی سوار رہوں گا۔۔ اپنا بریک فاسٹ کرو پھر ہم گولف کلب چلتے ہیں۔۔"

"مجھے کہیں نہیں جانا مجھے پولیس اسٹیشن چھوڑ آو۔۔ میں نے منع بھی کیا تھا مجھے ضمانت نہیں کروانی لیکن تمہیں میری کوئی بات سمجھ ہی کہاں آتی ہے۔۔"

"اوکے آئم سوری میں آئندہ تمہارے سامنے سالار یا انس کا نام نہیں لوں گا۔" اس نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا

"تم بے شک ان کے نام کی مالا جپتے رہو مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"نا جانے کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ پہلے تو اتنے خوش اخلاق اور ہمیشہ مسکراتے رہنے والے انسان تھے اور اب دیکھو تو بس کاٹ کھانے کو دوڑتے ہو۔"

"میں جیل میں ہی کر لوں گا ناشتہ۔۔" وہ اچانک ہی بولتا ہوا اپنی چیئر سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"چپ کر کے بیٹھے رہو میرا دماغ مت خراب کیا کرو۔" حتان نے اسے گھورتے ہوئے اس کا بازو کھینچ کر دوبارہ بٹھایا۔

****

ڈیفنس فیز چھ میں رایا گولف کلب کی پر تعیش سی عمارت فخر و غرور سے سر تانے کھڑی تھی۔ جس کے سامنے کچھ فاصلے پر دلکش سے فاؤنٹین سے شور مچاتا ہوا پانی گر رہا تھا۔ انٹرنس سے اندر داخل ہونے کے بعد سامنے ہی ایک وسیع لابی تھی۔ جس کے چمکتے ہوئے چکنے فرش پر ترتیب سے کئی آرام دہ صوفے پڑے تھے۔ دیواروں پر بھی جا بجا فن پارے اور گولف کی پرانی یادگار بڑی بڑی سی تصویریں سجی ہوئی تھیں۔ ایک طرف بڑا سا کاؤنٹر بھی تھا۔ جہاں موجود عملہ مسکرا کر وہاں آنے لوگوں کو خوش آمدید کہہ کر خوشگواری سے مل رہے تھے۔ لابی کی دیواروں میں بنی بڑی بڑی سی کھڑکیوں سے باہر سرسبز سے گراونڈ کا منظر بھی بخوبی دکھائی دے رہا تھا۔

کیفے اور ریستوران سے اٹھتی کھانوں کی اشتہا انگیز خوشبوؤں کے علاوہ لوگوں کے ہنسنے اور قہقہوں کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ میٹنگ کے بعد امیریکانو آئسڈ کافی کا ڈسپوزایبل گلاس لئے کیفے سے نکلتے ہوئے اس نے دور گراونڈ میں نظریں دوڑائیں۔

جو کافی دور تک پھیلا ہوا تھا۔ جابجا ہولز بنے ہوئے تھے۔ جن سے کچھ فاصلے پر کافی لوگ کھڑے کھیلنے میں مصروف تھے۔ انھیں دیکھ کر سنبل کو اپنے پرانے دن یاد آ گئے تھے۔ اس کلب کی ممبر شپ اس کے پاس بھی تھی۔ یونیورسٹی کے دنوں میں وہ بھی اپنی فرینڈز کے ساتھ وہاں اکثر ویک اینڈز پر آیا کرتی تھی۔ لیکن اب تو عرصہ ہوا وکالت میں آنے کے بعد اس کے لئے ویک اینڈ بھی باقی دنوں کی طرح ہی تھا۔

وہ ان پر سے نظریں ہٹا کر لابی کی طرف جانے لگی تھی جب ساتھ گزرتے ایک شخص سے ٹکرا گئی تھی۔

"دھیان کہاں ہے تمہارا۔؟ دیکھ کر نہیں چل سکتے؟" اس نے جھک کر اپنا بیگ اور فائل اٹھاتے ہوئے تنک کر کہا۔ لیکن جونہی سامنے کھڑے شخص کو دیکھا اس کی آنکھوں میں حیرانگی در آئی۔

"کیا میری آنکھیں مجھے دھوکا دے رہی ہیں؟ تمہیں تو اس وقت کورٹ میں ہونا چاہئے تھا۔ یہاں کیا کر رہے ہو۔؟"

"اپنے ایک عدد دنیا سے بیزار دوست کا موڈ فریش کروانے یہاں آیا ہوں۔" و

"تمہارا اس دنیا میں صرف ایک ہی دوست ہے۔۔ غازی کے ساتھ آئے ہو؟" اس نے استفسار کیا تو حتان نے اثبات میں سر ہلایا۔

"عجیب چڑچڑا اور غصے میں ہو رہا تھا۔۔"

"چڑچڑا؟ غصے میں؟" سنبل نے مشکل سے تھوک نگلا۔ دل کی رفتار زور پکڑنے لگی۔

"تم نے اس سے پوچھا اس کا موڈ کیوں خراب ہے۔؟" دھڑکتے دل کے ساتھ استفسار کیا۔

"میرے پوچھنے پر وہ کون سا مجھے بتا دیتا۔۔ اس لئے میں نے۔۔"

"نہیں پوچھا پھر تم نے؟"

"نہیں۔۔"

"اس نے تشکر کی سانس لی۔" ویسے ایک بات بتاؤ۔ اس نے کبھی تمہیں سوری بولا ہے۔؟" ذہن میں جیسے ہی کل کی باتیں تازہ ہوئیں اس نے ساتھ ہی تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوچھا۔

"سوری اور مجھے ؟ اگر اس کی غلطی ہو بھی تو اپنے نارمل بی ہیوئیر سے اسے سدھارنے کی کوشش کرتا ہے لیکن۔۔وہ کبھی کسی کو سوری نہیں کہتا۔" حتان کا انداز بے پرواہ سا تھا۔

"ویسے وہ ہے کہاں اس وقت ؟" ساتھ ہی استفسار کیا۔ وہ اس کے سامنے آنے سے پہلے پہلے وہاں سے نکل جانا چاہتی تھی۔

"تمہارے پیچھے ہی کھڑا ہے۔۔" وہ لاپرواہی سے کہتا ہوا فون کی اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔ جہاں ٹیکسٹ میسج میں اسے چند تصاویر بھیجی گئی تھیں۔

"پیچھے کھڑا ہے۔" سنبل کو لگا جیسے وہ سانس نہیں لے رہی۔ اس نے پلکیں میچتے ہوئے ذرا سی گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ جو جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

وہ سنبل کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اس کے ڈمپل گہرے ہو رہے تھے۔ اور سنبل کا بس دل بیٹھا جا رہا تھا۔ اس نے دوسرے ہی سیکنڈ دوبارہ حتان کی طرف رخ کرتے ہوئے دانت پیستے ہوئے اسے دیکھا۔

"پورے لاہور میں تمہیں یہی جگہ ملی تھی اسے لانے کی۔۔" وہ صرف سوچ ہی سکی تھی۔ عبیر قریب ہی کھڑا تھا اس لئے بولنے سے اس نے خود کو باز ہی رکھا تھا۔

"

"تمہیں کیا ہو گیا ہے۔؟" حتان کے سنجیدہ سے تاثرات دیکھتے ہوئے اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔ فون پر وہ ایسا بھی کیا دیکھ رہا تھا جو اچانک ہی اس کے تاثرات سخت ہو گئے تھے۔

"میرے ایک کیس کا اکلوتا گواہ ایکسڈنٹ میں مر گیا۔" اس نے کہتے ہوئے فون کی اسکرین اس کے سامنے کی جس میں ایک نوجوان لڑکے کی خون میں لت پت لاش کی تصویریں تھیں۔ جسے حتان کے اسسٹنٹ نے بھیجی تھی۔ یہ بتاتے ہوئے کے کچھ دیر پہلے اس کی گاڑی تیز رفتاری کے باعث فلائی اور سے نیچے گری ہے۔ اور وہ موقع پر ہی جان کی بازی ہار گیا ہے۔

"ایم پی اے دلاور قاضی والے کیس کا گواہ؟" عبیر نے اس سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"مجھے پہلے ہی لگ رہا تھا کے اسے راستے سے ہٹانے کی کوشش لازمی کی جائے گی۔ لیکن یہ نہیں پتا تھا کے یہ خود ہی مر جائے گا۔"

"اب تم کیا کرو گے؟ کیس تو تمہارے ہاتھ سے نکل گیا۔" سنبل نے مصنوئی افسوس سے کہا۔

"کیس ہاتھ سے نکل گیا؟ وہ بھی حتان داؤد کے ہاتھ سے۔۔۔ بات وہ کرو جس پر یقین کیا جا سکے۔"

وہ ہاتھ جھلا کر بولا۔ "فون واپس کرو میرا۔۔" ساتھ ہی سنبل کے سامنے ہتھیلی پھیلائی۔

"ایم پی اے دلاور قاضی پر قتل کا مقدمہ ہے نا؟" اس نے فون سے نظریں اٹھا کر حتان سے سوال کیا۔ "قتل کا الزام لگایا گیا ہے۔۔ کیوں کے جس وقت قتل ہوا تھا۔ وہ اس وقت کراچی میں فارم ہاوس پر تھے۔ وہ بھی اپنے کیمپئن مینجر کے ساتھ۔ اور یہ وہی کمپئین مینجر ہے جسے قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ قاضی کے ایلی بائی کی حیثیت سے گواہی دینے والا تھا۔"

"فارم ہاوس کی سی سی ٹی وی ریکارڈنگ ثبوت کے طور پر پیش نہیں کی جا سکتی۔؟ اس وقت فارم ہاوس پر اور کوئی نہیں تھا جو ایم پی اے کی گواہی دے سکے۔"

سنبل نے سوالیہ انداز میں پوچھا اس سے پہلے کے وہ کچھ بولتا عبیر بے ساختہ آگے بڑھ کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے روک گیا۔

"خاموش ہو جاو۔ ہر بات بتانے والی نہیں ہوتی حتان۔۔" عبیر نے بظاہر مسکراتے ہوئے دانت پیستے ہوئے اسے تنبیہ کی تھی۔ وہ اپنی بہن کو یہ بتانے لگا تھا کے اس وقت قاضی فارم پر اکیلا نہیں بلکے چند لڑکیوں کے ساتھ تھا۔ عبیر کو اس کے کیس کی ایک ایک تفصیل معلوم تھی۔ کیوں کے رات گئے تک جب وہ اسٹڈی روم میں ان پر کام کر رہا ہوتا تھا تو وہ اس کے ساتھ ہی ہوتا تھا۔

"اس سے کیا چھپاوں ایسے درجنوں کیسز یہ خود بھی سولو کر چکی ہے۔"

وہ اپنی ہی باتوں میں مصروف تھے جب سنبل نے حتان کے فون کا کونا اس کے بازو پر دستک دینے والا انداز میں ہلکا سا مارا۔

"کیا ہے۔؟"

"تمہارا یہ گواہ۔؟" اس نے فون اٹھا کر اسے دکھایا۔ "اسے قتل کیا گیا ہے۔ مرڈر کو ایکسڈنٹ کا رنگ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔"

اس کی پراعتماد سی آواز پر وہ دونوں بے ساختہ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ صرف چند تصاویر دیکھ کر وہ اتنا بڑا اسٹیٹمنٹ دے رہی تھی۔

"یہاں دیکھو۔۔اس کے ہونٹ اور ہاتھوں کی انگلیاں نیلی پڑ رہی ہیں۔۔یہ زہر دینے کی علامت ہے۔اور اس کے گردن کے پاس جو نشان ہیں یہ چوٹ لگنے یا زخم کے نہیں ہیں۔۔یہ گلا دبانے کے ہیں۔اس کی زبان بند کروانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔"

فون کو تینوں کے درمیان کئے وہ تصویروں کو زوم کر کے انھیں تفصیل سے بتا رہی تھی۔

"میں یونہی تمہیں نالائق سمجھتا تھا۔۔تم نے تو میرا کام آسان کر دیا۔"

حتان کے ستائشی انداز پر اس نے ناراضگی سے دیکھا۔"نا جانے کب تمہیں میری قابلیت پر یقین آئے گا۔"

"تم میری بہت اچھی بہن ہو۔"حتان نے فوراً ہی اس کے گرد حصار قائم کیا تو وہ مسکرا دی۔ کبھی کبھار ہی وہ اتنا پیار دکھاتا تھا۔

"اب میرا ایک کام کرو اور اسے کمپنی دو۔۔کیوں کے مجھے ابھی نکلنا ہے۔"

اس کی ہدایت پر سنبل نے جیسے کرنٹ کھا کر اس کا ہاتھ اپنے گرد سے جھٹک کر ہٹایا تھا۔

"میں فری نہیں ہوں حتان۔میں بھی ایک لائیر ہوں مجھے بھی ہزار کام ہیں کرنے کے لیے۔"

اس نے تلملا کر کہا۔وہ صرف عبیر کے ساتھ وقت گزارنے سے بچنا چاہتی تھی۔جتنا اس سے چھپنے اور جان چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی وہ اتنا ہی راستے میں آ رہا تھا۔

"میں اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔یہ پھر جیل جا کر بیٹھ جائے گا۔سمجھا کرو پلیز۔۔میں تمہارے لیے تمہارے فیورٹ برینڈ کی میک اپ پروڈکٹس منگوا دوں گا دبئی سے۔۔"

فون پر انگوٹھا چلاتے ہوئے وہ اپنے اسسٹنٹ کو کال ملاتے ہوئے عجلت میں اسے ہمیشہ کی طرح اپنا کام نکلوانے کا لالچ دے رہا تھا۔

"شام کو ملتے ہیں پھر۔۔"

رابطہ ہوتے ہی وہ الوداع کہتا ہوا فوراً بھاگتا ہوا ایگزٹ کی طرف بڑھ گیا تھا۔سنبل بس بے بس نگاہوں سے اس کی پشت کو گھورتی رہ گئی تھی۔

پھر گہری سانس لے کر جیسے خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کرتے ہوئے سر پر ٹکے گاگلز کو کھینچ کر آنکھوں پر لے آئی۔

"آدم کدھر ہے؟" اس نے لہجے کو حتی المکان نارمل رکھنے کی کوشش کی۔ عبیر نے کچھ کہنے کے بجائے نچلا لب دانتوں تلے دبائے سر اس طرف کیا تھا جہاں بڑے اور آرام دہ صوفے پڑے تھے۔ ان میں سے ایک پر آدم بھی بیٹھا کسی میگزین کی ورق گردانی کرتا دکھائی دے رہا تھا۔ ان دونوں کے دیکھنے پر وہ ان کی طرف متوجہ ہوا تھا سنبل نے دو انگلیوں سے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ وہ فوراً ہی میگزین ٹیبل پر ڈالتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ پکڑو۔۔" پھر اس نے گھوم کر عبیر کی جانب رخ کرتے ہوئے اپنی آئیس کافی کا ڈسپوزایبل گلاس اس کی طرف بڑھایا جسے اس نے خاموشی سے پکڑ لیا۔

"تمہیں ڈرائیونگ آتی ہے نا۔؟" آدم کے قریب آتے ہی اس سے پوچھا۔ "ہاں۔ لیکن زیادہ اچھی نہیں آتی۔۔"

"بس ٹھیک ہے۔ میں نے تم سے ریس نہیں کروانی۔ جب تک تم دونوں میرے ساتھ ہو۔ گاڑی تم ہی چلاؤ گے۔ پارکنگ میں سے نکالو میں آرہی ہوں۔"

چابی اس کی طرف اچھالتے ہوئے حکم صادر کرنے والے انداز میں کہہ کر وہ پھر عبیر کی طرف متوجہ ہوئی۔

"اگر تم چاہو تو جہاں دل کرے وہاں جا سکتے ہو۔ میں حتان کو بلکل بھی نہیں بتاؤں گی کے تم میرے ساتھ نہیں ہو۔"

اس سے جان چھڑوانے کی سنبل نے ایک اور کوشش کی۔

"مجھے حتان نے تمہارے ساتھ رہنے کے لئے کہا تھا تو میں تمہارے ساتھ ہی رہوں گا۔۔"

"ہاں جیسے دن رات اسی کے اشارے پر چلتے ہو نا تم۔۔"

طنز سے کہتی ہوئی وہ انٹرنس ہی جانب چلنے لگی۔ اس کی اونچی ہیلز کی ٹک ٹک پورے میں گونج رہی تھی۔ جبکے وہ ایک ہاتھ جیکٹ کی جیب میں ڈالے دوسرے میں اس کی کافی پکڑے اس کے برابر میں چل رہا تھا۔ لیکن دو قدم پیچھے تھا۔

"کل جو کچھ تم نے کہا۔۔"

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی سنبل نے کرنٹ کھا کر اسے دیکھا۔

"جب تک تم میرے ساتھ ہو اپنا منہ بند ہی رکھنا۔۔"

"لیکن کل تمہاری بات ادھوری رہ گئی تھی۔۔ شاید تم مجھے اور بھی صلواتیں سنانا چاہتی ہو۔"

"بہت اچھا لگتا ہے تمہیں گزری ہوئی باتوں کو یاد کرنے میں؟"

"ایسا کچھ نہیں ہے میں بس۔۔"

"خاموش رہو۔۔ میں نے کہا میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"ہاں تو پھر میری سن لو۔۔"

"غازی پلیز۔۔۔" سنبل نے رکتے ہوئے دو انگلیوں سے پیشانی چھوتے ہوئے تکان سے اسے دیکھا۔ "اگر تم اسی طرح مجھے اریٹیٹ کرو گے تو میں تمہیں خود پولیس اسٹیشن چھوڑ آوں گی۔"

"ٹھیک ہے میں خاموش رہ لیتا ہوں۔"

جب تک وہ دونوں باہر نکلے آدم بھی گاڑی لئے سامنے فاؤنٹین کے پاس کھڑا تھا۔ بیک سیٹ کا دروازہ کھول کر وہ اندر بیٹھ گئی۔ اور ساتھ میں پڑا ہوا لیپ ٹاپ کا بیگ اٹھا کر اس میں سے نکال کر گود میں رکھ کر اسے آن کیا۔ جب تم عبیر بھی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔

"جانا کہاں ہے؟" گاڑی میں آدم کی آواز ابھری۔ جواباً وہ اسے لاہور بار ایسوسی ایشن کے صدر نے آج میٹنگ بلائی تھی۔ جس میں اسے شرکت کرنی تھی۔

کان میں ائیر بڈ لگائے وہ ٹچ پیڈ پر انگلی چلا رہی تھی۔ لیپ ٹاپ کی اسکرین پر کوریا کے مشہور اور مہنگے میک اپ برینڈ کی ویب سائٹ کھلی ہوئی تھی۔ آگے بیٹھے ان دونوں کو سارا دن جھیلنے سے پہلے ہی وہ اپنا انعام آرڈر کر رہی تھی۔

****

سیشن کورٹ سے کچھ ہی فاصلے پر وہ سرخ رنگ کی قدیم سی عمارت بنی ہوئی تھی۔ جس کے آس پاس سرسبز سے اونچے درخت موجود تھے۔ عمارت کے سامنے گاڑی رکی تو تینوں دروازے ایک ساتھ کھلے تھے۔

فون کان سے لگائے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس کے کھلے ہوئے بال ہوا سے لہرا رہے تھے۔ اس سے چند اسٹیپس نیچے وہ دونوں بھی ساتھ ہی اوپر جاتے دکھائی دے رہے تھے۔

عبیر کے ایک ہاتھ میں اس کی کافی کا گلاس تھا اور اسی میں لیپ ٹاپ کا بیگ پکڑ رکھا تھا۔ جبکے دوسرے ہاتھ میں فون پکڑے کان سے لگا رکھا تھا۔

حتان اس سے پوچھ رہا تھا کے وہ تینوں اس وقت کہاں پر ہیں تو۔ وہ اسی کے متعلق بتا رہا تھا۔

"یہ دونوں میرے ساتھ ہی ہیں۔" چیکنگ پر رکتے ہوئے اپنی آئی ڈی دکھا کر وہ ان دونوں کی طرف اشارہ کر کے بولتی ہوئی اندر بڑھ گئی تھی۔

"تم دونوں ایسا کرو جا کر کیفے میں بیٹھ جاو۔ میٹنگ میں مجھے تقریباً ایک سے ڈیڑھ گھنٹہ لگ جائے گا۔" کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے وہ ان سے کہہ رہی تھی۔ پھر عبیر کے ہاتھ سے اپنا کافی کا گلاس لیتے ہوئے اپنے بیگ سے ایک سیاہ رنگ کا ماسک نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔

"ان یوز ہے۔۔ اسے پہن لو میں نہیں چاہتی کوئی تمہیں یہاں پہچان جائے۔" اس کے وجہ بتانے پر عبیر نے وہ ماسک لے کر اس کی ڈوریوں کو کانوں کے پیچھے کرتے ہوئے اسے ناک تک چڑھا لیا تھا۔ ساتھ ہی الٹے ہاتھ سے بالوں کو پیچھے دھکیلا تھا۔ لیکن ان کی نوکیں پھر اس کی دائیں آنکھ سے کچھ اوپر گرنے لگی تھیں۔ وہ سنبل کو ماسک لگا کر بھی پیارا لگ رہا تھا۔

"کیسی ہیں آپ پراسیکیوٹر صاحبہ؟"

شوخ سی آواز قریب سے ابھرنے پر وہ تینوں ہی اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ جہاں وہ تینوں کھڑے تھے وہ اور بھی وکلاء موجود دکھائی دے رہے تھے۔ کچھ گروپس بنا کر کھڑے تھے۔

سنبل کے چہرے پر اسے دیکھتے ہی بیزاری کے تاثرات دکھائی دینے لگے تھے۔ضوریز ملک کی سر پر سوار رہنے والی عادت اسے زہر لگتی تھی۔اس کا سر داور لیا دیا سارویہ محسوس کر کے بھی وہ باز نہیں آتا تھا۔اپنی بے تکی باتوں سے اس کے ساتھ وقت گزارنے کی پوری کوشش کرتا تھا۔

"میٹنگ شروع ہونے والی ہے۔۔ہمیں ہال میں چلنا چاہئے اب۔۔؟"

اس نے آئی ڈی کارڈ گلے میں ڈالتے ہوئے اس کی توجہ اس طرف دلائی۔"چلئے پھر۔۔۔"اس نے ہاتھ پھیلا کر اسے آگے جانے کا اشارہ کیا۔جس کے وہاں سے چند قدم آگے جاتے ہی وہ عبیر کی طرف متوجہ ہوا۔

"ایک ضمانت پر رہا مجرم یہاں کیا کر رہا ہے؟"اس نے لہجے میں کچھ حیرانگی سموتے ہوئے عبیر سے پوچھا۔جو اسے سر سے پیر تک دیکھ رہا تھا۔اونچا لمبا قد۔سیاہ سوٹ اور سیاہ ٹائی لگائے وہ ایک خوبرو نوجوان تھا۔

"ضمانت پر رہا مجرم کو یہاں آنے پر کسی قسم کی کوئی پابندی ہے۔؟"

"پابندی تو خیر کوئی نہیں ہے۔۔ویل آیم پراسیکیوٹر ضوریز ملک۔۔"اس نے خوشگوار سے انداز میں اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا۔

"میں اس بار کے صدر کا بیٹا ہوں۔۔پراسیکیوٹر خوشحال ملک کا بیٹا۔۔"ساتھ ہی اپنا 'پورا' تعارف کروایا۔

آدم کو اسے دیکھ کر سرمد کی یاد آئی تھی۔وہ بھی ایسا ہی تھا۔اپنی پرسنیلٹی کو رعب دار بنانے کے لیے اپنے ایم پی اے باپ کے نام کا حوالہ دیتا تھا۔

"اچھا تو تم اس بار کے صدر کے بیٹے ہو۔"عبیر نے فوراً ہی دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے گرمجوشی سے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔"تم میرے ڈیڈ کو جانتے ہو؟"اس نے خوشگواری سے استفسار کیا۔

"ہاں بلکل جانتا ہوں وہ تو میرے۔۔"

"عبیر۔"اس سے پہلے کے وہ بات مکمل کرتا سنبل کی تیز آواز پر بے ساختہ اسے دیکھنے لگا جو اسے خشمگیں نظروں سے خاموش رہنے کو دھمکا رہی تھی۔اس نے کافی ٹائم بعد اسے اس کے نام سے پکارا تھا۔ورنہ زیادہ تر وہ غازی ہی کہا کرتی تھی۔

"میٹنگ شروع ہونے والی ہے۔چلیں ضوریز۔۔"سنبل نے تیز قدموں سے وہاں آتے ہوئے اسے کچھ عجلت میں کہا۔

"مجھے لگتا ہے ہماری اچھی دوستی ہو سکتی ہے۔ میرا کارڈ رکھ لو۔ جب جیل سے رہا ہو جاو تو مجھ سے ملنے ضرور آنا۔" کوٹ کی اندرنی جیب سے ایک وزٹنگ کارڈ نکال کر اس نے عبیر کی جانب بڑھایا۔ جسے تھامتے ہوئے اس نے سر کو خفیف سی جنبش دے کر 'شیور' کہا تھا۔۔

"کیا تم اسے سچ میں بتانے والے تھے کے اس کا باپ بھی تمہارے مافیا گروپ کا سابقہ رکن رہ چکا ہے؟" سنبل نے آواز کو دھیما کر کے تیز لہجے میں استفسار کیا۔ "اس کے بیٹے کو یہ بات معلوم نہیں ہونی چاہئے۔؟"

عبیر نے حیرانگی سے پوچھا۔ لیکن اس کے چہرے سے اس کا مصنوئی پن صاف واضح ہو رہا تھا۔

"پلیز اسے لے جاو یہاں سے۔۔"

اس نے آدم سے جس انداز میں ریکوئسٹ کی تھی کے بس ہاتھ جوڑنے کی کسر رہ گئی تھی۔

****

وہ جب سیشن کورٹ میں موجود اپنے آفس میں آئی تو اس وقت دوپہر کے ڈھائی بج رہے تھے۔ اس کا روم درمیانہ سا تھا۔ زیادہ بڑا نہیں تھا لیکن کھلا کھلا سا تھا۔ درمیان میں ایک بڑی سی میز اور اس کے پیچھے کرسی پڑی ہوئی تھی۔ جس پر فائلوں کا انبار لگا ہوا تھا۔ دیوار گیر ریکس اور الماریوں میں بھی کافی تعداد میں فائلیں پڑی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔

میز سے کچھ فاصلے پر صوفے بھی پڑے ہوئے تھے۔ "تم سے میں نے کہا تھا اس کے لیپ ٹاپ کا ڈیٹا ری کور کرنے کے لئے تم نے کر لیا؟"

سنبل نے بیگ میز پر رکھ کر اس سے پوچھتے ہوئے بالوں کو اونچا کر کے انھیں گول مول کرتے ہوئے پین ہولڈر میں سے پین نکال کر اسے بالوں میں لگایا تھا۔

"میں کافی دیر سے کوشش کر رہا تھا لیکن ابھی تک مجھ سے یہ نہیں ہوا۔" اس نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔

"وکٹم کی کال ریکارڈ نکلوانے کے لیے کہا تھا۔ وہ نکلوا دیا۔؟" چیئر گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے اس نے میز پر سے ایک ڈبہ اٹھا کر اس میں سے نازک سے فریم کے گلاسز نکال کر ٹشو سے ان کے گلاس صاف کر کے انھیں آنکھوں پر چڑھا لیا تھا۔

"ہاں یہ رہا۔۔ ساتھ میں وکٹم کی پوسٹ مارٹم رپورٹ بھی ہے۔ اور سی سی ٹی وی کیمرا ز کے فوٹیج کی تصاویر بھی ہیں۔"

ایلکس نے دو فائلز اس کے سامنے رکھی تھیں۔ سیاہ رنگ کی فائل اپنی جانب کر کے اس میں سے چند کاغذات نکال کر انھیں دھیان سے دیکھنے لگی۔

"میرے لئے کافی بنا دو۔۔"

مصروف سے انداز میں اپنے اسسٹنٹ کو کہا۔ "اس کے لئے بھی بنا دینا۔" ساتھ ہی آدم کے لئے بھی کہا۔

"میرے لئے مت بنانا میں نہیں پیتا۔۔"

اس کے انکار پر سنبل اور ایلکس نے بے ساختہ اسے دیکھا تھا۔

"باس تم زندہ کیسے ہو ابھی تک؟" ایلکس نے حیرانگی سے اسے سر سے پیر تک دیکھتے ہوئے حیرانگی سے پوچھا۔

"کافی نہیں پیتے تو چائے بنوا لو۔" اس نے صفحہ پلٹتے ہوئے کہا۔

"میں کیفین کا شوقین نہیں ہوں۔۔"

"عجیب انسان ہو۔۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے پین اٹھا کر نوٹ بک میں کچھ پوائنٹس لکھنے لگی تھی۔

جبکے آدم میز کے سامنے پڑی دو چیئرز میں سے ایک کھسکا کر اس پر بیٹھ گیا تھا۔

"میں اسے دیکھ سکتا ہوں؟" اس کا اشارہ لیپ ٹاپ کی طرف تھا۔ اس نے انکار کرنے والے انداز میں ہاتھ جھلایا۔

"ایلکس سے ری کور نہیں ہوا تو تم سے کیسے ہو گا؟۔۔ رہنے دو تمہارا وقت برباد ہو گا۔"

"میرے پاس کرنے کے لئے ویسے بھی کچھ نہیں ہے۔ میں کوشش کر کے دیکھ لوں ایک بار؟"

"دیکھ لو۔۔" وہ لاپرواہی سے بولی۔ اسے کوئی امید نہیں تھی کے ایک کمپنی کا مینیجر اس لیپ ٹاپ کا ڈیٹا ری کور کرے گا۔

"کوئی فلیش ڈرائیو مل سکتی ہے؟اور وہ آئی پیڈ بھی۔۔"اس نے سنبل کے قریب رکھا ہوا آئی پیڈ دیکھتے ہوئے کہا۔تو سنبل نے وہ اٹھا کر اسے دے دیا ساتھ ہی ایک ان یوز فلیش بھی اس کے پاس رکھ دی۔

"غازی کہاں ہے؟"سنبل نے اچانک ہی اس کی غیر موجودگی محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"ان کی فرینڈ مل گئی تھیں باہر۔۔ان سے بات کر رہے ہیں۔۔"

"فرینڈ؟"سنبل نے ہاتھ میں پکڑا ہوا پین میز پر ڈالتے ہوئے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

"پراسیکیوٹر سویرا فرید۔۔آپ شاید جانتی ہوں گی انھیں۔"

آدم نے لیپ ٹاپ کی اسکرین سے نظریں اٹھا کر اسے بتایا۔جو بنا پلکیں جھپکے اسے دیکھ رہی تھی۔

"سویرا فرید اس کی فرینڈ ہے؟"کیا یہی نام لیا ہے تم نے۔؟"

"جی بلکل۔۔"

"وہ ایک دوسرے کو کیسے جانتے ہیں؟"سنبل کے اندر آہستہ آہستہ کچھ سلگ رہا تھا۔لیکن خود کو حتی المکان لاپرواہ ظاہر کر رہی تھی۔

"ماضی میں ان کے فادر کی کمپنی سے غازی انڈسٹریز کے کافی کنٹریکٹس ہوئے ہیں۔سویرا فرید جب پرائیویٹ پریکٹس کر رہی تھیں تب غازی انڈسٹریز کی آفیشل لیگل ایڈوائزر بھی رہ چکی ہیں۔لیکن پچھلے ڈیڑھ سال سے وہ اب پراسیکیوٹر کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔عبیر سر سے ان کی اچھی دوستی ہے۔"

"اچھی دوستی مائے فٹ۔۔"آدم تفصیل بتا رہا تھا اور وہ اچانک ہی بڑبڑاتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھی۔اور فوراً آفس سے باہر نکل گئی جہاں ہال میں لوگوں کی چہل پہل سی تھی۔ہر طرف وکلاء،گواہان،اور عام شہری مختلف عدالتوں کے دروازوں کے سامنے کھڑے اور یہاں وہاں عجلت میں جاتے ہوئے دکھائی دے تھے کچھ لوگ گفتگو کر رہے تھے جبکہ دیگر اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔لیکن سنبل کو کچھ بھی نہیں دکھائی دے رہا تھا۔نہ کچھ سنائی دے رہا تھا۔بس ہال کے بڑے سے کھلے ہوئے دروازے سے کچھ دور ایک بڑی سی لکڑی کی میز کے کنارے پر وہ بیٹھا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔پیروں کو قینچی صورت کئے،سینے پر بازو باندھے

مسکراتے ہوئے سامنے کھڑی اس اونچے لمبے قد اور لمبے سیاہ بالوں والی لڑکی سے بات کر رہا تھا۔ایک تو عبیر کی صاف رنگت اور خوبرو نقوش تھے۔اس پر اونچے لمبے قد پر سیاہ رنگ زیب تن کر کے اس کے دل و دماغ پر بس قیامت ہی ڈھا دیتا تھا۔اس کے گال کا ڈمپل نمایاں ہو رہا تھا۔اور سنہری آنکھیں چمک رہی تھیں۔اپنی پرانی دوست سے مل کر وہ خوش لگ رہا تھا۔

سنبل کا دل آج تک اس کی مسکراہٹ پر قربان ہی ہوتا آیا تھا۔آج پہلی دفعہ اس کی مسکان اسے زہر لگی تھی۔دانتوں کو سختی سے ایک دوسرے پر جمائے اپنی ناگواری اور طیش کو کنٹرول کرتے ہوئے وہ ان دونوں کے قریب آئی تو سویرا نے خوشگواری سے اسے دیکھا۔

"کیسی ہو سنبل؟ کافی دنوں بعد تم سے ملاقات ہوئی؟"اس کا انداز کافی دوستانہ تھا۔وائٹ لباس پر سیاہ کوٹ پہنے اس کے لمبے سیاہ بال پشت پر کھلے ہوئے تھے۔سلیقے سے کیا گیا میک اپ اس کی خوبصورتی کو اور بھی ابھار رہا تھا۔

"کافی کیسز پر ایک ساتھ کام کر رہی ہوں آج کل۔۔اب تمہاری طرح تو ہوں نہیں کے ایک ہی کیس کو پکڑ کر مہینے لگا دوں۔"

"سب کا کام کرنے کا طریقہ مختلف ہو سکتا ہے۔میں تمہاری طرح ملٹی ٹاسکر نہیں ہوں۔میں ایک وقت میں ایک ہی کام پر فوکس کرنے کو ترجیح دیتی ہوں۔"

"تم بلکل ٹھیک کرتی ہو۔۔اور میرے خیال سے یہی کرنا چاہیئے۔اگر ایک ہی کام پر سارا وقت اور انرجی صرف کر دی جائے تو وہ کم وقت میں مکمل ہو سکتا ہے۔بجز اس کے کے آپ ایک ساتھ کئی جگہوں پر اپنی انرجی اور ٹائم ویسٹ کریں۔ایسا کرنے سے آپ کی اٹینشن بھی بار بار ڈائیورٹ ہوتی ہے۔اور پھر جب دماغ میں اتنی ساری چیزیں ایک ساتھ چل رہی ہوں تو آپ ایک کام بھی فوکس مائنڈ کے ساتھ نہیں کر پاتے۔"

نارمل سے انداز میں کہی گئی وہ عبیر کی بات بلکے سویرا کی حمایت میں کہی گئی بات اس کی رگوں میں جیسے دہکتے ہوئے انگارے جلا گئی تھی۔لیکن وہ مسکرا رہی تھی۔مسکراتے ہوئے تائیدی انداز میں سر ہلا رہی تھی۔جبکے اس بات سے وہ دونوں ہی انجان تھے کے اس کی مسکراہٹ کے پیچھے کیا کچھ چھپا ہوا تھا۔

"آفس میں چلو۔۔ایک ضمانت پر رہا مجرم ہو تم۔اس طرح پبلک میں راہ چلتے لوگوں سے گفتگو کے لیے رک جانا تمہارے لیے مناسب نہیں ہے۔"

براہ راست عبیر کی سنہری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ ابھی بھی مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"تم کل بھی ضمانت پر ہو نا؟ ایسا کرنا مجھے کال کرنا۔ کل کافی پر ملتے ہیں۔؟ ویسے میرے پاس تمہارا نیا نمبر نہیں ہے۔ لاو فون دو۔ میں اپنا نمبر سیو کر دوں۔"

سنبل بس ان دونوں کو دیکھے جا رہی تھی۔ سویرا نے کتنے استحقاق سے اس کے ہاتھ سے اس کا فون لے کر اپنا نمبر اس میں فیڈ کرنے کے بعد خود کے نمبر پر مس کال دی تھی۔

"کل چار بجے تک میں فری ہو جاوں گی۔ اس کے بعد ملتے ہیں۔۔"

گفتگو کا اختتام کرتے ہوئے اس نے آخر میں اپنا نازک سا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا جسے اس نے تھام لیا تھا۔ مسکراتے ہوئے اس سے کل ملنے کے لئے ہامی بھری۔

وہ جب وہاں سے چلی گئی تو عبیر کی نظروں نے اس کے دروازے سے نکل جانے تک اس کا پیچھا کیا تھا۔ اس کی وہ حرکت سنبل نے سانس روک کر دیکھی تھی۔

"دوست ہے میری۔"

وہ جب دوبارہ سنبل کی طرف متوجہ ہوا تو اس کی تمتماتی سی رنگت دیکھ کر اسے جیسے آگاہ کیا۔ سنبل کو یہ نہیں معلوم تھا کے وہ جان کر اسے تنگ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اسے تو یہی لگ رہا تھا کے وہ اپنی اس دوست میں دلچسپی رکھتا ہے۔ وہ تھی بھی تو اتنی خوبصورت۔

"دوست؟ شہر کی ہر دوسری لڑکی اس کی دوست نکل آتی ہے۔ یا اللہ یہ پاگل آدمی مجھے پاگل کر دے گا۔"

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کے اپنے بال نوچ ڈالے۔ اگر سویرا کے علاوہ اس کی کوئی اور دوست ہوتی تو شاید اتنا زیادہ فرق نہ پڑتا۔ لیکن اب تو جیسے اس کا دل سولی پر لٹک چکا تھا۔

"ماسک پہنو اور روم میں چلو۔۔" تحکم سے کہتی ہوئی وہ دوبارہ اپنے روم میں آ گئی۔ اس کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں۔ اور لب سختی سے پیوست تھے۔ ایلکس اس کے روم کی ہفتہ وار صفائی کر رہا تھا۔ ہر ہفتے کو ایک مخصوص دن میں وہ ساری الماریوں اور ریکس کو

خالی کرنے کے بعد ساری بے ترتیب فائلز اور کاغذات کے پلندے کو طریقے سے واپس اس کی جگہ پر رکھ دیتا تھا۔ ابھی بھی وہ اسی میں مصروف تھا۔

"چھوڑ دو یہ کام۔۔اور جا کر پراسیکیوٹر ذیشان سے کہو سنبل میڈم نے جو فائل نکلوانے کے کئے کہا تھا وہ دے دیں۔۔"

"میں یہ کام کر کے چلا جاتا ہوں۔" سنبل کو بے ترتیبی پسند نہیں تھی اس لئے اس نے کہا کے وہ پھیلاوا سمیٹ کر ہی جائے گا۔

"نہیں چھوڑ دو۔ تم فائل لے آو۔ یہ کام غازی کر لے گا۔ ویسے بھی بہت فارغ وقت ہے اس کے پاس۔۔" دوبارہ اپنی چیئر پر براجمان ہوتے ہوئے اس نے بالوں کو ٹھیک سے جوڑے میں باندھتے ہوئے انھیں بال پین سے لاک کیا۔ پھر بوتل کا کیپ ہٹانے کے بعد منہ سے لگا کر چند ٹھنڈے پانی کے گھونٹ حلق میں اتارے۔ لیکن اندر جو جلن لگی ہوئی تھی اسے بجھانے میں وہ ٹھنڈا پانی بھی کام نہیں آیا تھا۔ اس کی لاپرواہ سے انداز میں کہی گئی بات پر جہاں آدم اور ایلکس نے کچھ چونک کر اسے دیکھا تھا۔ وہیں وہ بھی جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اندر داخل ہوتا ہوا اپنی جگہ رک گیا تھا۔

"آپ ان سے صفائی کروائیں گی آفس کی؟" ایلکس نے تسلی کے لیے پوچھا تھا۔ کیا سنبل نے واقعی میں یہی کہا تھا۔

"ہاں۔۔آجاو تم اندر۔ اپنا فون سائلنٹ پر لگاو اور یہ ساری فائلز کو ترتیب سے رکھنا شروع کرو۔"

"میں یہ کام کیوں کروں؟" اس کی پیشانی پر کچھ بل نمودار ہوئے تھے۔ "اور کوئی کام ہے تمہارے پاس کرنے کے لیے؟" اس نے کچھ طنزیہ سے انداز میں استفسار کیا۔ "جاو تم۔۔" کشمکش میں کھڑے ایلکس کو اس نے بھڑک کر کہا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر آفس سے بھاگا تھا۔ وہ یہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کے آج اس کی میڈم کا موڈ اتنا خراب کیوں ہے۔ وہ تو ہمیشہ کالم اور کول ہی رہتی تھی۔

"مجھے ڈسٹ الرجی ہے۔" اس نے میز کے قریب آتے ہوئے کہا تو سنبل نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ جس کا ماسک ناک سے نیچے تھوڑی پر تھا۔

"اسے اوپر کرو۔ اور جا کر کام مکمل کرو مجھے بکھراوا بلکل بھی برداشت نہیں ہے۔"

ماسک کی طرف اشارہ کر کے وہ سرد لہجے میں چباتے ہوئے بولی تو وہ مزید کچھ کہے بنا گہری سانس بھر کر انگلی اور انگوٹھے کی مدد سے ماسک کو اوپر کرتے ہوئے اس طرف آگیا جہاں میز پر کاغذات اور فائلوں کا انبار سا لگا ہوا تھا۔

تبھی آدم نے لیپ ٹاپ کی اسکرین اس کی طرف گھمائی۔اسے کام دیئے ہوئے صرف پچیس منٹ ہی تو ہوئے تھے۔ سنبل نے لبوں میں دبایا ہوا پین بے ساختہ ہونٹوں سے نکالا تھا۔

"تم نے کر لیا ری کور؟"اس نے حیرانگی سے آدم کو دیکھا۔

"تم نے یہ کیسے کیا۔۔کیا تمہیں آئی ٹی کے بارے میں جانکاری ہے؟تم نے تو بزنس پڑھا ہے۔"

کی پیڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے وہ فائلز چیک کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔اور اس کی ذہانت کی قائل ہو رہی تھی۔"مجھے پروگرامنگ بھی آتی ہے۔"

"مجھے نہیں پتا تھا تم اتنے قابل ہو۔ایک منٹ رکو ذرا۔۔"

ڈرا کھول کر اس میں سے کچھ تلاشتے ہوئے اس نے دو یو ایس بی نکال کر اس کے پاس رکھی۔"انھیں چیک کرو۔کیا یہ بھی ری کور ہو سکتی ہیں؟ان میں میرا بہت ضروری ڈیٹا ہے۔اگر وہ مل گیا تو میرا کیس تقریباً سولو ہو جائے گا۔"وہ امید بھرے انداز میں پوچھ رہی تھی۔"میں چیک کر کے دیکھ لیتا ہوں۔"

لیپ ٹاپ میں اسے اٹیچ کرتے ہوئے اس کا پورا دھیان اسکرین کی طرف تھا جب سنبل کی بات سن کر کی پیڈ پر چلتی ہوئی اس کی انگلیاں بے ساختہ رکی تھیں۔

"فیوچر کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے؟آگے کیا کرو گے؟تمہارا یہ باس۔۔"

بات کو روکتے ہوئے اس نے ایک نظر عبیر پر ڈالی جو صوفے پر بیٹھا سامنے پڑی چند فائلوں پر سے گرد جھاڑتے ہوئے اسے ڈوری سے باندھ رہا تھا۔"اس کا تو کوئی فیوچر مجھے نظر نہیں آرہا۔اس کے ساتھ رہ کر تم بس اپنے ٹیلنٹ اور وقت کو برباد ہی کرو گے۔تم میرے لیے کام کیوں نہیں کرتے۔؟"

اس کی شاندار سی پیشکش پر آدم نے گردن موڑ کر عبیر کو دیکھا۔جو ان دونوں کی طرف سے بلکل ہی لاتعلق بنا اپنا کام کرنے میں مصروف تھا۔لیکن کہیں اندر وہ مسکرایا تھا۔کیوں کے آدم کا جواب وہ پہلے سے جانتا تھا۔

"معاف کیجیے گا لیکن میں انھیں چھوڑ نہیں سکتا۔"دوبارہ سنبل کی طرف رخ کرتے ہوئے اس نے شائستگی سے انکار کیا۔

"کیوں تم نے اس کے ساتھ سات جنموں تک رہنے کی قسم کھائی ہے؟ میرے لئے کام کرنے کا اتنا سنہری موقع تمہیں دوبارہ نہیں ملے گا۔ میں تمہیں اچھا سیلری پیکج دے سکتی ہوں۔"

وہ اسے قائل کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی۔ آدم ابراہیم کی ذہانت اس کے بہت کام آسکتی تھی۔

"فگر بتاو کتنی سیلری دے سکتی ہو اسے؟"

عبیر نے مصروفیت بھرے انداز میں سوال کیا۔ "تمہیں درمیان میں بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے۔ تم اپنے کام پر دھیان دو۔ ادھر ادھر اپنا مائنڈ ڈائیورٹ مت کرو۔"

سنبل نے تیز لہجے میں اسی کے الفاظ اسی پر الٹائے تھے۔ کچھ دیر پہلے والا منظر اس کی نظروں کے سامنے سے ہٹ نہیں رہا تھا۔ اور وہ چاہ کر بھی اپنے غصے کو دبا نہیں پا رہی تھی۔

"ایلکس کو میں سیونٹی فائیو تھاوزنڈ پے کرتی ہوں۔ تم اس سے زیادہ قابل ہو تو میں تمہیں ڈیڑھ لاکھ تک دے سکتی ہوں۔ اس کے علاوہ لنچ اور۔۔ کیفین تمہیں پسند نہیں تو جوس اور انرجی ڈرنکس وغیرہ کے چارجز بھی میرے ذمے۔۔"

سنبل اسے یوں دیکھ رہی تھی جیسے وہ اس کی اتنی پرکشش آفر پر حیران ہوتے ہوئے فوراً سے اسے قبول کر لے گا۔ لیکن وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔ سنبل نے پہلی دفعہ اسے مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔

"آپ کی آفر بہت پرکشش ہے۔ ایک اسٹنٹ کو اتنی سیلری یقیناً آپ ہی دے سکتی ہیں۔"

وہ متاثر کن سے انداز میں کہہ رہا تھا۔ جس پر عبیر نے مسکراہٹ دبانے کو سر نیچے جھکا لیا تھا۔

آدم نے اسے یہ نہیں بتایا تھا کے عبیر ہر مہینے کتنی رقم اس کے اکاونٹ میں ٹرانسفر کیا کرتا تھا۔

"تمہارا یہ باس اتنا تم سے کام لیتا ہے لیکن میں جانتی ہوں یہ بھی اتنی سیلری نہیں دیتا ہو گا تمہیں۔۔ ویسے بھی اس کا سب کچھ ضبط کر لیا گیا ہے۔ اس کے پاس ہے ہی کیا؟ تم جلد بازی کرنے کے بجائے آرام سے سوچ لو۔ اس کے بعد مجھے بتا دینا کے تمہیں میری آفر قبول ہے۔"

وہ پیچھے کو ٹیک لگائے اپنا فون دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔

"کیا میرے پاس انکار کرنے کا حق ہے؟"

"تم انکار کرنا کیوں چاہتے ہو؟ مجھ سے اچھی آفر تمہیں کوئی نہیں دے گا۔ تمہیں جتنی سیلری چاہئے تم مجھ سے بے شک اتنی لے سکتے ہو۔"

"جتنی میرے باس مجھے دیتے تھے آپ اتنی ہی دینے پر ایگری ہیں تو مجھے کوئی پرابلم نہیں ہے۔"

"یعنی پھر ڈیل پکی؟۔۔" سنبل نے چمکتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ کہا۔ کیوں کے اسے یہی لگ رہا تھا کے عبیر اسے ڈیڑھ دو لاکھ ہی دیتا ہو گا۔

"ویسے کتنی سیلری دیتا تھا تمہارا باس تمہیں۔؟"

"میرے خیال سے تو ڈیڑھ لاکھ بہت اچھی آفر ہے۔ تمہیں یہ سنہری آفر قبول کر لینی چاہیے۔"

سنبل کے استفسار پر آدم کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ فوراً بول اٹھا تھا۔

سنبل کے چہرے پر مغرور سی مسکراہٹ ابھری۔ جیسے کہہ رہی ہو کے مجھے پہلے ہی پتا تھا اس سے زیادہ یہ سیلری دیتا ہی نہیں ہو گا۔

"

"لیکن تمہیں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے جو کونٹریکٹ ہمارا ہوا تھا اس کی میعاد ابھی پوری نہیں ہوئی۔ اگر تمہیں میڈم پراسکیوٹر کے ساتھ کام کرنا ہے تو بے شک کر سکتے ہو۔ لیکن کنٹریکٹ توڑنے کا ہرجانہ تمہیں دینا ہی ہو گا۔"

"میں دے دوں گی ہرجانہ۔ رقم بتاؤ تم۔۔"

وہ فوراً سے پیشتر بولی۔ آدم کو اپنا اسسٹنٹ بنانے کا موقع وہ کسی طور بھی ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"پچاس لاکھ۔"

"کیا؟ کیا کہا تم نے؟" سنبل کو لگا اسے سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے۔ کانکٹریکٹ توڑنے کا اتنا ہرجانہ کب بنتا تھا۔

"پچاس لاکھ۔۔ ہرجانہ کی رقم ادا کر دیں اور پھر میرے مینجر کو بے شک اپنا اسسٹنٹ بنا لیں۔"

"پچاس لاکھ۔؟" وہ ابرو اٹھا کر استہزائیہ سے انداز میں ہنستے ہوئے پیچھے کو ٹیک لگا گئی۔

"تم نے آخری دفعہ اس سے سیلری کب لی تھی۔؟" اس نے آدم سے پوچھا جس نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

"شاید تین مہینے پہلے۔۔"

"اس نے تین مہینوں سے تمہارا معاوضہ نہیں دیا۔ کیا یہ کانٹریکٹ کی خلاف ورزی نہیں؟"

"بلکل ہے۔۔" آدم نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"اگر تم کہو تو میں اسے نوٹس بھیج دیتی ہوں۔ ایک کانٹریکٹ کی خلاف ورزی کا اور دوسرا تمہاری تنخواہ نہ دینے کا۔ ہرجانے کے پچاس لاکھ بھی تمہیں مل جائیں گے اور تمہاری تنخواہ کی رقم بھی۔۔ بولو منظور ہے؟"

"آدم۔۔۔" عبیر نے صرف تنبیہہ انداز میں اس کا نام لیا تھا۔ لیکن اس کی توجہ پھر بھی اپنے کام پر ہی تھی۔ "تم میرے یہاں ہوتے ہوئے بھی اسے دھمکانے کی کوشش کر رہے ہو؟ اس کا بھی چارج لگا دوں؟" سنبل نے تیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ بھیج دیں نوٹس۔۔" آدم کا جواب سنبل کی گردن فخر سے تان گیا تھا۔

جبھی بنا دستک کے کسی نے دھڑ سے دروازہ کھولا تھا۔ وہ چار آدمی تھے جو وہاں داخل ہوئے تھے۔

"وکیل صاحبہ شاید ابھی تک میری بات آپ کی سمجھ میں نہیں آئی ہے۔ میں آپ سے آخری دفعہ پوچھنے آیا ہوں آپ میرے بھائی کو جیل سے باہر نکالیں گی یا نہیں؟" میز پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے وہ خطرناک تیوروں سے پوچھ رہا تھا۔ وہ صابر بنگش کا چھوٹا بھائی تھا۔ جسے ریپ کیس میں سزا ہو چکی تھی۔ لیکن اس کا بھائی بار بار سنبل کے آفس آ کر اسے دھمکانے کی کوشش کرتا تھا۔ "میں نے آپ کو پہلے بھی کہا تھا اگر میرے آفس میں آنا ہے انسانوں کی طرح آیا کریں۔ اور دوسری بات اپنا یہ مطالبہ آپ جج صاحب کے پاس جا کریں۔ فیصلہ انھوں نے ہی سنایا تھا۔"

وہ اسی پوزیشن میں بیٹھی خشک سے انداز میں بول رہی تھی۔ عبیر اس پر توجہ دیے بنا اپنے کام میں مصروف تھا۔ ساتھ ہی فون پر ایک نیوز چینل کی لائیو ویڈیو چل رہی تھی۔ جہاں حنان پریس کانفرنس کر رہا تھا۔ ہائی کورٹ کا ڈیفنس لائیر ہونے کی وجہ سے وہ

اکثر و بیشتر ہیڈ لائنز کی زینت بنتا رہتا تھا۔ وہ جس سرد اور خشک انداز میں ٹپ ٹاپ سا تیار ہو کر کانفرنس کیا کرتا تھا۔ عبیر کو اس کا وہ انداز کافی پسند تھا۔ خود پسند، مغرور سا اونچی ناک والا شہزادہ۔

لیکن اس کے برعکس جب وہ عبیر کے ساتھ ہوتا تھا تو ایک مختلف ہی حتان ہوتا تھا۔ شوخی اور شرارت اور بچپنا سا اس میں موجود ہوتا تھا۔

"سزا تو آپ ہی نے دلوائی ہے نا۔ میں آخری دفعہ آپ کے پاس آیا ہوں۔ اگلی دفعہ آوں گا تو صرف بات نہیں ہو گی اگلی دفعہ آپ۔۔"

وہ جو بات کر رہا تھا عبیر کی پیشانی پر بل پڑے تھے۔ اس نے بھی نظریں اٹھا کر انھیں دیکھا تھا۔ لیکن وہ اپنی بات مکمل نہیں کر پایا تھا۔ وہ جو انگلی اٹھا کر سنبل کو دھمکانے کی کوشش کر رہا تھا۔ آدم نے اس کا وہی ہاتھ جھٹکے سے مروڑ کر اس کی پشت پر لے جا کر اس کی گردن کو پیچھے سے پکڑے سختی سے اس کو منہ کے بل میز پر پٹخا تھا۔ اس کے ساتھ آئے ہوئے تینوں لوگ ہکا بکا رہ گئے تھے۔

"اپنے ان چمچوں کو لو۔ اور یہاں سے دفع ہو جاو۔ آئندہ تم نے اس آفس میں قدم رکھا تو یہیں گاڑ دوں گا تمہیں۔۔"

سنجیدہ اور انتہائی سرد سے لہجے میں چبا کر اسے باور کرواتے ہوئے اس نے گردن سے ہی کھینچ کر اس کا سر اٹھاتے ہوئے اسے اس کے آدمیوں کی طرف دکھیلا۔

"دیکھ لوں گا تمہیں تو میں۔۔" وہ غصے سے آدم کو گھورتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے چلا گیا تھا۔

"آئم سوری۔۔ میں ٹھیک کر دیتا ہوں۔۔" میز پر جو چیزیں بکھر گئی تھیں وہ معذرت کرتے ہوئے انھیں ٹھیک سے رکھنے لگا تھا۔ سنبل کو یقین ہو گیا تھا کے وہ صرف عبیر کا مینجر نہیں تھا۔ وہ اس کا رائٹ ہینڈ تھا۔ "تم صرف اس کے مینجر نہیں ہو۔۔ کیا تم مجھے بتاو گے کے تم اصل میں اس کے لئے کام کیا کرتے ہو۔؟"

"کانفیڈینشل ہے۔۔ میں بتا نہیں سکتا۔" وہ ٹشو باکس سے کافی سارے ٹشوز کھینچ کر میز پر پھیلے پانی پر رکھ رہا تھا۔

سنبل نے ڈرامیں سے چیک بک نکال کر ایک رقم اس پر لکھنے کے بعد وہ پھاڑ کر آدم کے سامنے رکھا۔ آدم نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھنے کے بعد سنبل کو دیکھا۔ "یہ دو لاکھ کی ایڈوانس رقم ہے۔ تم نے ابھی تک ہامی نہیں بھری لیکن میں تمہیں اپنا اسسٹنٹ مان چکی ہوں۔"

آدم نے چیک اٹھا کر دیکھا۔"بیس لاکھ۔۔"

اس کے دو لفظ سن کر سنبل نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔"میں نے کہا تھا جتنی سیلری عبیر سر مجھے دیتے ہیں اگر آپ اتنی دے سکتی ہیں تو میں آپ کے پاس جاب کرنے کو تیار ہوں۔۔وہ مجھے ہر مہینے بیس لاکھ روپے دیا کرتے تھے۔"

"بیس لاکھ روپے؟یہ کچھ زیادہ نہیں ہے؟تم اتنے پیسے چارج کرتے ہو؟"سنبل کی حیرانی کسی طور کم نہیں ہو رہی تھی۔

ہو۔۔" millionaire"مجھے نہیں پتا تھا تم ایک

کتنی ہے۔؟"اس نے سرگوشی کے انداز میں رازداری سے پوچھا۔کیوں net worth"کیا تم مجھے بتا سکتے ہو تمہارے باس کی کے عبیر کی ساری توجہ ابھی بھی اپنے کام اور حتان کی پریس کانفرنس پر تھی۔اسے گہری دلچسپی اور تجسس تھا یہ جاننے میں کے جب وہ اپنے مینجر کو اتنی پیمنٹ ماہانہ کی دیتا ہے تو وہ خود کتنی دولت کا مالک ہو گا۔

تو نہیں بتا سکتا لیکن اتنا بتا سکتا ہوں کے حتان سر سے چار گنا زیادہ ہے۔" exact"اب میں

"حتان سے چار گنا زیادہ؟کیا تم میرے ساتھ مذاق کر رہے ہو؟"اس کی سبز آنکھیں حیرانگی سے پھیلیں۔

"میں آپ کے ساتھ مذاق کیوں کروں گا۔؟"

"آپ شاید جانتی نہیں ہیں کے آدھے سے زیادہ تائیوان ان کے نام ہے۔یہاں بے شک ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔لیکن وہاں جو کچھ ہے اس کا شاید آپ اندازہ نہیں لگا سکتیں۔اور مجھے کافی افسوس ہوا کے میرے باس سے آپ نے اپنے آفس کی صفائی کا کام لیا۔"اس کے انداز میں گہرا تاسف تھا۔

"کل ان کی ضمانت کا آخری دن ہے۔کل میں ان کے ساتھ ہی رہوں گا۔ان کے جیل چلے جانے کے بعد میں پانچ دن تک آپ کے لئے کام کروں گا۔وہ بھی فری آف کوسٹ۔

لیکن صرف پانچ دن تک۔کیوں کے اس کے بعد یہ رہا ہو جائیں گے۔"

"تمہیں اتنا یقین کیوں ہے کے یہ پیشی پر رہا ہو جائے گا۔"اس نے خشک سے انداز میں پوچھا۔اس کا موڈ خراب ہو چکا تھا۔

"شاید میں ان کے وکیل کو جانتا ہوں۔اس لئے مجھے اتنا یقین ہے۔"

"بحر حال۔۔ تم کل سے ہی میرے لئے کام کرو گے۔ کیوں کے کل تمہارا باس مصروف ہو گا۔ کل اسے کافی ڈیٹ پر جانا ہے۔ اور تم تو اس کے ساتھ جا نہیں سکتے۔ تو بہتر یہی ہے کے یہیں آ کر میری ہیلپ کروا دو۔"

"کافی ڈیٹ؟"

"پراسیکیوٹر سویرا فرید کے ساتھ۔ بتایا نہیں تمہارے باس نے تمہیں۔؟" سنبل نے اپنی ہیزل آنکھوں میں مصنوئی سی حیرانگی سمو کر پوچھا۔ ساتھ ہی بجتے ہوئے فون کو اٹھا کر اس کی اسکرین پر نمودار ہوتے نام کو دیکھا تو اس کا سر پیٹنے کا دل چاہا تھا۔ سینئر پراسیکوٹر یاسر صدیقی کی فون کال کبھی بھی بے سبب نہیں ہوتی تھی۔

وہ فوراً سے فون جھپٹتے ہوئے اٹھی۔ مصنوئی سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے وہ جی سر۔ اوکے سر کہتے ہوئے ان کے احکامات سن رہی تھی۔ اور فون بند کرنے کے بعد ا

اس کا دل چاہا تھا کے فون کو دیوار میں دے مارے۔ لیکن طیش کو کنٹرول کر کے اس نے بالوں میں سے پین نکال کر میز پر پٹخا۔ پھر آنکھوں پر سے گلاسز بھی اتارتے ہوئے انھیں واپس ان کی جگہ پر رکھ دیا۔

حتان کے مقابلے میں اس کی آئی سائٹ زیادہ ویک نہیں تھی۔ اس لئے بس کام کے وقت ہی وہ انھیں لگایا کرتی تھی۔ جبکے حتان کو یا تو ہمہ وقت گلاسز پہننے پڑتے تھے یا پھر کونٹیکٹ لینا لگانے پڑتے تھے۔

"چھوڑ دو واپس آ کر کر لینا۔ ہمیں ابھی ایک کرائم سین پر پہنچنا ہے۔" وہ عجلت میں اپنا سامان بیگ میں ڈالتے ہوئے آدم سے بولی۔

"کرائم سین؟ آپ کے پاس پہلے ہی اتنے کیسز ہیں جنھیں ابھی تک سولو نہیں کیا۔ پھر ایک نیا کیس؟"

"میرا نہیں ہے۔ پراسیکوٹر یاسر صدیقی کا ہے۔ انھوں نے ہی کہا ہے کے کرائم سین پر جا کر ابتدائی رپورٹ بنا کر انھیں دوں۔ باقی کام وہ خود دیکھ لیں گے۔"

"وہ اپنا کام آپ سے کیوں کروا رہے ہیں؟"

"سینئرز عموماً اپنا زیادہ تر کام اپنے جونیئر سے ہی کرواتے ہیں۔ اور محنت کا سارا کریڈٹ خود لے جاتے ہیں۔"

"لیکن یہ تو غلط ہے۔ ان کے خلاف کمپلین کرنی چاہیے۔"

"نہیں کر سکتے۔ بار کے صدر سے ان کے کافی اچھے تعلقات ہیں۔اس لئے ان کے خلاف کمپلین کرنا خود کو ہی سسپنڈ کروانے کے جیسا ہے۔"

"اب چلو بھی دیر ہو رہی ہے۔۔ تم بھی اٹھ جاؤ۔"

فون کی اسکرین ہر انگوٹھا چلاتے ہوئے اس نے ساتھ ہی عبیر سے بھی کہا۔جو صوفے پر تقریباً نیم دراز سا فون سامنے کیے اسکرول کر رہا تھا۔

"مجھے نہیں جانا۔"فون سے نظریں ہٹائے بنا ہی اس نے انکار کیا۔سویرا ابھی بھی کورٹ میں ہی موجود تھی۔ سنبل اسے وہاں چھوڑ دینے کی بلکل بھی قائل نہیں تھی۔

"تمہیں اپنی مرضی چلانے کا حق نہیں ہے۔جو میں کہہ رہی ہوں چپ چاپ وہ کرو۔"کچھ تیز لہجے میں اسے باور کرواتی ہوئی وہ روم سے نکل گئی تھی۔وہ بھی فون بند کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔اس کے سامنے عبیر کی بس اتنی ہی چلتی تھی۔

****

گریبان میں پلاس اٹکائے، آستین چڑھائے وہ اسٹول پر کھڑا تھا۔"بہت ہی بیکار انسان ہے تو۔ابھی ٹھیک کروائے ٹائم ہی کتنا ہوا تھا جو یہ پھر خراب ہو گیا"اسٹول پکڑے کھڑا عاشر اسے کب سے باتیں سنا رہا تھا جو آج پھر اس کا اے سی ٹھیک کر رہا تھا۔"ان مشینوں کی زندگی انسانوں جتنی نہیں ہوتی جو ساٹھ ستر سال نکال دیں۔میں نے پہلے بھی کہا تھا یہ صرف عارضی طور پر ٹھیک ہو گا۔ کافی پرانا ہو گیا ہے اب اسے ریپلیس کرنا پڑے گا لیکن تو میری بات سنے بغیر ہی دوسرے کمرے میں سونے چلا گیا تھا"

"فلحال تو دیکھ لے بھائی کچھ کر دے اس کا۔کل منگوا لوں گا دوسرا"

وہ بیزاری سے بولا۔کچھ ہی دیر میں وہ اسٹول سے نیچے اتر آیا تھا۔کان کے پیچھے اٹکے پین کو نکال کر نوٹ پیڈ پر کچھ لکھتے ہوئے پیپر پھاڑ کر اس کی طرف بڑھایا۔

"یہ کیا ہے؟"عاشر نے اس پر نظریں دوڑائیں

"یہ پہلے اور ابھی کے چارجز ہیں۔"وہ بے شرمی سے بولا۔

"تو نے میرے کزن ہونے کا لحاظ نہیں کیا لیکن بے شرم انسان! میں تیری بہن کا شوہر بھی ہوں۔اس کا ہی خیال کر لیتا۔ یہ بل بنا کر دیتے ہوئے تجھے ذرا لحاظ نہیں آیا؟" عاشر اسے گھور رہا تھا۔ "لا بل واپس دے۔" فاز نے اس کے ہاتھ سے پیپر لے کر پین سے اس پر کچھ لکھنا شروع کر دیا تھا۔ عاشر کو لگا شاید اسے واقعی میں شرم آ گئی ہے۔ "نئے اے سی کی ریپلیسمنٹ کے چارجز نہیں لکھے تھے میں نے تو وہ بھی ایڈ کر دئے ہیں۔۔ کوشش کیجیے گا جلد سے جلد پیمنٹ کرنے کی۔ مجھے ادھار پر کام کرنا پسند نہیں" وہ کسی پروفیشنل کی طرح اس سے بات کر رہا تھا۔

"اتنے زیادہ پیسے کون مانگتا ہے؟ اور گھر والوں کے ساتھ کاروبار کون کرتا ہے؟"

"میں نے آج سے پہلے بنا پیسوں کے مفت میں تیری کتنی چیزیں ٹھیک کی ہیں۔ لیکن تم لوگ اصل میں ناشکرے ہو۔ فری میں کام کروا لیتے ہو اور میرے پروفیشن پر مجھے باتیں بھی مارتے ہو۔۔ اس لیے میں نے آج سے فیصلہ کیا ہے کے میں تم سب سے چارج کروں گا۔ کچن کی اپلائنسس ہو یا حویلی کا کوئی بھی الیکٹرکل ایشو۔۔ میں بنا پیسوں کے کوئی کام نہیں کروں گا"

"لیکن یہ بہت زیادہ ہے۔ میں اتنے پیسے نہیں دوں گا"

"بھائی میں نے پہلے ہی خود سے اتنا ڈسکاونٹ دے دیا ہے تجھے۔ مزید نہیں کروں گا" بریزے ان دونوں کو بے زاری سے دیکھ رہی تھی۔ اربوں کی زمینوں کے دو مالک چند ہزار کے لیے بچوں کی طرح بحث کر رہے تھے۔

"تمہیں بھی کوئی شرم نہیں ہے۔۔ کوئی بندہ کام کرنے آیا ہے تو کم از کم اسے چائے ہی بنا کر دے دیا کرو" اب کے وہ اس کی طرف مڑے اسے سنا رہا تھا جو صوفے پر میگزین ہاتھ میں لیے بیٹھی تھی۔

"فضول مت بولو۔ ایک گھنٹے پہلے ہی مگ بھر کے دیا تھا تمہیں"

"ایک گھنٹے کو گزرے کتنا وقت ہو چکا ہے۔ کچھ پتا ہے تمہیں؟"

"یہ بل واپس لے لے میں اس کے بدلے خود چائے بنا کر دوں گا تجھے"

عاشر کی پیشکش اس نے فوراً ہی رد کر دی تھی۔ جب ہی اس کا فون گنگنا اٹھا۔

جیب سے فون نکالتے ہوئے اس نے نمبر دیکھا۔

"رات تک شرافت سے پیسے ٹرانسفر کر دینا بیٹا"

اسے ہدایت دیتے ہوئے وہ فون لے کر کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔

"ایک روپیہ مجھ سے نکلوا کر دکھادے"

اس کی پشت کو گھورتے ہوئے وہ بولا لیکن وہ ان سنی کرتا نکل گیا تھا۔

"اپنے ہتھیار بھی یہیں چھوڑ گیا ہے" اس نے ناگواری سے بکھرے کمرے کو دیکھا جو دھول مٹی میں اٹا تھا۔ جگہ جگہ اس کے اوزار بھی بکھرے ہوئے تھے۔ وہ جب بھی ایسا کوئی کام کرتا تھا۔ چیز تو ٹھیک ہو جاتی تھی لیکن اس کے بعد کافی بکھیڑا پھیلا ہوا ہوتا تھا۔

"تم کرو صفائی میں تمہارے لیے کافی بنا کر لا دیتی ہوں"

بریزے نے نرمی سے کہا۔ اصل میں تو وہ کمرے کی صفائی سے جان چھڑوانا چاہ رہی تھی۔ "بہن تو آخر اسی کی ہو" اسے مصنوئی سا گھورتے ہوئے وہ آستینیں چڑھاتے ہوئے صفائی پر جت گیا تھا۔

****

وہ تینوں لفٹ سے نکل کر کوریڈور میں چلتے ہوئے ایک اپارٹمنٹ کے کھلے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہوئے جہاں پہلے سے تین پولیس آفیسرز موجود تھے۔ ان کے علاوہ دو فوٹو گرافر تھے جو وہاں کی تصویریں کھینچ رہے تھے۔ سنبل نے بیگ میں سے آئی ڈی کارڈ نکال کر اسے گلے میں پہنا پھر بال ٹھیک کرتے ہوئے اس بڑے سے ہال کمرے میں آئی جہاں نیچے فرش پر ہی لاش ابھی تک پڑی تھی۔ مرڈر ہوئے زیادہ وقت نہیں ہوا تھا۔

"کیسی ہیں آپ پراسیکیوٹر صاحبہ۔؟" ایک پولیس آفیسر اسے دیکھتے ہی خوشگواری سے پوچھتا ہوا نزدیک آیا۔

"ویسے یہ دونوں کون ہیں؟ آج سے پہلے کبھی انھیں آپ کے ساتھ نہیں دیکھا؟"

اس نے حیرانگی سے وہاں کھڑے عبیر اور آدم کو دیکھ کر پوچھا۔ سنبل نے بس ایک نگاہ ان دونوں پر ڈالی تھی۔

"آج کے لیے یہ دونوں میرے اسسٹنٹ ہیں۔"

لاپرواہی سے کہتی ہوئی وہ آگے بڑھ گئی۔

"ضمانت پر دو دن کے لیے اس لیے رہا ہوئے تھے کے میڈم کے اسسٹنٹ بن جائیں؟"نوفل نے شوخی بھرے انداز سے عبیر سے پوچھا۔

"پرسنل اسسٹنٹ۔۔"عبیر نے ہاتھ میں پکڑے اس کی کافی کو ذرا سا اونچا کرتے ہوئے تصیح کی۔

"تم دونوں میری بات سنو۔ یہاں موجود کسی بھی چیز کو ہاتھ میں لگانا۔ بس جہاں کھڑے ہو وہیں کھڑے رہنا۔"ہاتھوں پر پتلے سے گلوز چڑھاتے ہوئے اس نے ان دونوں کو تنبیہ کرنے والے انداز میں کہا۔ پھر نیچے پنجوں کے بل بیٹھتے ہوئے وہ اس لاش کو دیکھنے لگی۔ جس کی گردن اور پیٹ پر سے کافی زیادہ خون بہہ چکا تھا۔ اس کے قریب ہی ایک تیز دھار خون میں لت پت چاقو بھی پڑا ہوا تھا۔

"ابھی تک ہی کیا پروگریس ہے۔؟"اس نے نوفل سے پوچھا۔

"زاہد احمد۔۔ بینک میں مینجر تھا۔ عمر تقریباً چھتیس سال۔ اس کی ساری فیملی ملتان میں ہے۔ وہ اکیلا یہاں رہتا تھا۔ یہ اپارٹمنٹ اسے بینک کی طرف سے ملا ہوا تھا۔

"سی سی ٹی وی کیمرا ز چیک کیے ہیں؟ زاہد کے علاوہ کسی اور کے یہاں آنے جانے سے متعلق کچھ ملا؟"

"سی سی ٹی وی چیک کئے ہیں۔ کل کی ریکارڈنگ موجود ہے۔ لیکن آج صبح چھ بجے کے بعد سے فرسٹ فلور سے لے کر فورتھ فلور کے کیمرا ز کی ریکارڈنگ غائب ہے۔ سیکیورٹی آفس میں موجود گارڈز کا کہنا ہے کے کیمرے بہت پرانے ہو چکے ہیں اس لیے چلتے چلتے خود ہی بند ہو جاتے ہیں۔"

"قتل ہونے کی خبر کب ملی تھی؟"

قریباً ایک گھنٹے پہلے تھانے میں اطلاع ملی تھی۔ جب صفائی پر معمور لڑکا اس فلور کی صفائی کرنے آیا تو اس کے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اسی نے جا کر اطلاع دی تھی۔

"اس کا لیپ ٹاپ اور فون دونوں ہی غائب ہیں۔ اس کی گاڑی بھی چیک کی ہے لیکن اس میں سے بھی کچھ نہیں ملا۔"

"ابھی تین بج رہیں۔ یعنی قتل ایک بجے سے لے کر دو بجے کے درمیان ہوا ہے۔ جب لنچ بریک ہوتا ہے۔"

"برابر والے اور سامنے والے فلیٹ میں جو فیملیز رہتی ہیں ان کا کہنا ہے کے یہ پہلے کبھی لنچ بریک پر گھر نہیں آتا تھا۔ ہمیشہ آفس ٹائم ختم ہونے کے بعد ہی آتا تھا۔ آج اتفاق سے واپس آگیا تھا۔ اور آج ہی اس کا قتل ہو گیا۔"

"بینک جا کر پتا کرو یہ وہاں گیا تھا یا نہیں۔ اگر گیا تھا تو کس وقت گیا تھا۔ اور کس وقت وہاں سے نکلا تھا۔ اور جب تک وہاں رہا اس دوران کس سے بات کی۔ کس سے ملا۔ اس کے فلیٹ سے بینک تک جانے والے راستے پر جہاں بھی سی سی ٹی وی کیمرے لگے ہیں ان سب کی فوٹیج بھی چیک کرو۔"

وہ ان دونوں کی باتیں سنتا ہوا سفید پردے ہٹا کر باہر بالکنی میں نکل آیا تھا۔ وہ تیسرے فلور پر کھڑے تھے جب کے یہ عمارت بارہ فلورز پر مشتمل تھی۔ زاہد کی وہ بالکنی اپارٹمنٹ کے بیک سائیڈ کی جانب کھلتی تھی۔

"تم کیا کر رہے ہو وہاں؟ میں نے کہا تھا اپنی جگہ سے ہلنا مت۔"

سنبل کی توجہ جب اس پر گئی تو فوراً سے اسے ٹوکا۔ پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔ "تم جا کر سی سی ٹی وی چیک کرو۔۔" عبیر نے سنبل کی بات پر دھیان دیئے بنا آدم کو کہا۔

"نوفل کہہ رہا ہے کے وہ چیک کر چکا ہے۔ آج صبح کی ریکارڈنگ موجود نہیں ہے۔۔"

سنبل نے اپنی بات پر زور دے کر کہا۔ "میں نے سن لیا تھا۔"

"سن لیا تھا تو پھر کیوں چیک کرنے کے لیے کہہ رہے ہو؟"

وہ ان دونوں کو بحث میں چھوڑ کر نیچے جا چکا تھا۔ سیکورٹی آفس گراونڈ فلور پر ہی بنا ہوا تھا۔ جہاں سے پوری بلڈنگ کی سیکورٹی کو مانیٹر کیا جاتا تھا۔

جہاں وہ سب کھڑے ہوئے تھے وہ ایک درمیانہ سا لاونج تھا۔ جہاں زیادہ کچھ ساز و سامان نہیں۔ دروازے سے داخل ہوتے ہی الٹے ہاتھ پر اوپن کچن بنا ہوا تھا۔ جب کے سیدھے ہاتھ پر کچھ دور جا کر دیوار کے ساتھ گہرے نیلے رنگ کے صوفے رکھے تھے۔ اور وسط میں چار کرسیوں کے درمیان چھوٹی سی میز رکھی ہوئی تھی جس پر کچھ چیزیں پڑی تھیں۔

لاش بھی ڈائینگ ٹیبل اور صوفے کے درمیان میں خالی جگہ پر ہی پڑی تھی۔ وہ بھی ایسے میں کے اس کے پیر صوفے کی طرف تھے۔

ایک ہاتھ پیٹ پر باندھے، دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کی پشت ہونٹوں پر رکھے وہ پر سوچ نظروں سے لاش کو دیکھ رہی تھی۔ عبیر اس کی محویت کو دیکھ رہا تھا۔ جبکے نوفل باقی دونوں اہلکاروں کو ہدایت دے رہا تھا۔ "کیا تم انتظار کر رہی ہو کے وہ خود اٹھ کر تمہیں اپنے اوپر ہوئے ظلم کی داستان سنائے گا۔؟" اس کا یک ٹک لاش کو دیکھے جانا عبیر سے زیادہ برداشت نہ ہوا تو اسے ٹوک بیٹھا۔

"لگتا ہے قاتل لیفٹ ہینڈڈ ہے۔" وہ خود کلامی کے سے انداز میں بولی۔ "اور تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے؟" سینے پر بازو لپیٹے اس نے ابرو اٹھا کر پوچھا۔ تو سنبل نے بے ساختہ نظریں اس کی طرف اٹھائیں۔

"وہ اس لئے کے۔۔" وہ بولتی ہوئی عبیر کے سامنے آئی۔ پھر اپنے سیدھے ہاتھ کی کلائی اس کے الٹے کندھے پر رکھ دی۔ اور اس کی سنہری آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

"میں تمہارے بلکل سامنے کھڑی ہوں۔ اگر میں تم پر سیدھے ہاتھ میں ہتھیار پکڑ کر اٹیک کروں گی تو اس طرف کروں گی۔۔"

بات روکتے ہوئے اس نے نظروں کے اشارے اس کے الٹے شانے پر رکھی ہوئی اپنی کلائی کی طرف اشارہ کیا۔ لیکن وکٹم کی سیدھے ہاتھ کی طرف گردن اور پیٹ پر چاقو سے وار کیا گیا ہے۔ وہ بھی سامنے کی طرف سے۔ بلکل اسی طرح۔۔"

الٹے ہاتھ میں پین کو چھری کی طرح پکڑے۔ اس نے شدت سے عبیر کی شہ رگ پر وار کیا لیکن پین اس کی گردن کو چھونے سے پہلے ہی روک لیا۔ "میں وثوق سے کہہ سکتی ہوں کے وہ لیفٹ ہینڈڈ ہی تھا۔ جبھی اس نے یہاں وار کیا اور وہ بھی اتنی صفائی سے۔ اگر وہ لیفٹ ہینڈڈ نہ ہوتا تو کبھی اتنی صفائی سے بلکل شہ رگ پر وار نہیں کر سکتا تھا۔"

"اتنے قریب آکر اس نے وار کیا اور وکٹم نے مزاحمت نہیں کی ہو گی؟" عبیر کے سوال کرنے پر اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر سے ہٹایا۔

"اسے پہلے مارا پیٹا بھی گیا ہے۔ گال پر سرخ نشان ہے۔" وہ معائنہ کرتی ہوئی نظروں سے لاش کو دیکھ رہی تھی۔ اور ناک پر کسی کھروچ کے نشان ہیں جیسے اس نے ناک پر مکا مارا ہو۔ اور اسی ہاتھ کی کسی انگلی میں کوئی انگوٹھی بھی پہن رکھی ہو۔"

"یقیناً الٹے ہاتھ میں ہی پہن رکھی ہو گی انگوٹھی۔۔" عبیر نے قیاس آرائی کی۔

"ضروری نہیں ہے کے الٹے ہاتھ میں ہی پہن رکھی ہو۔" سنبل نے اس کی بات کی تردید کی۔

"کیوں نہیں ہو سکتا؟ جب وہ الٹے ہاتھ سے چاقو سے وار کر سکتا ہے تو پھر الٹے ہاتھ سے مکا بھی مار سکتا ہے۔" سنبل نے صرف اسے دیکھا تھا۔ لیکن کہا کچھ نہیں۔

"اس کے بلڈ سیمپل فارانزک بھجوادو۔" وہ نوفل سے بولی۔ جبھی آدم کال کر کے انھیں نیچے آنے کے لیے کہہ رہا تھا۔

عبیر جونہی وہاں سے نکلا نوفل اور سنبل بھی اس کے پیچھے پیچھے سیکیورٹی آفس میں آئے تھے۔ جہاں سامنے دیوار پر کافی بڑی سکرین پر مختلف حصوں کی لائیو فوٹیج دکھائی جارہی تھی۔ ان کے سامنے ہی چیئر پر آدم بیٹھا ہوا تھا۔ اور دو گارڈز اس سے کچھ فاصلے پر کھڑے تلملاتے ہوئے آدم کو گھور رہے تھے۔

"آپ دونوں کو کیا ہوا؟" اس نے حیرانگی سے ان گارڈز سے پوچھا جن کی ایک ایک آنکھ اور ناک سوجی ہوئی لگ رہی تھی۔

"کیمرا ز بلکل ٹھیک کام رہے ہیں۔ صبح کی ویڈیوز کسی نے جان بوجھ کر ڈیلیٹ کی تھیں۔"

وہ اپنے بھاری اور سنجیدہ سے انداز میں وہیں بیٹھا انھیں بتا رہا تھا۔

"تم نے ری کور کرلی؟" عبیر کے استفسار کرنے پر اس نے سر کو خفیف سی جنبش دی۔

"جی سر۔۔ لیکن اس میں قابل مشکوک بات کچھ بھی نہیں ہے۔ صبح ساڑھے سات بجے مقتول اپنے گھر سے نکلا اور گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا۔ اور پھر ایک بجے وہ واپس آیا تھا۔ اس کے بعد سے وہ اپنے فلیٹ سے نہیں نکلا۔ جب ڈھائی بجے کے قریب صفائی والا لڑکا آیا تو اس کے فلیٹ کا دروازہ کھلا ہوا ہی تھا۔ یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کے اس کا قتل اس ڈیڑھ گھنٹے کے دوران ہی ہوا ہے۔

"لیکن جب اس کے گھر میں اس کے علاوہ کوئی آیا نہیں۔ کوئی گیا نہیں تو پھر اس کا قتل کس نے کیا ہے؟ کیا اس نے خودکشی کی ہے؟"

"سنبل نے تاسف سے بڑبڑاتے ہوئے اظہار خیال کیا۔ "اگر یہ کنفرم ہو جائے کے مرنے والا لیفٹ ہینڈڈ ہے تو خودکشی بھی ڈکلیئر کی جاسکتی ہے۔"

سنبل کے سات ساتھ آدم اور نوفل نے بھی بے ساختہ اسے دیکھا۔ "خودکشی؟ سیریئسلی؟"

عبیر نے بنا کچھ کہے اپنے الٹے ہاتھ کی مٹھی سی بنا کر پہلے اپنے سیدھے ہاتھ کی طرف پیٹ پر وار کیا اور پھر گردن کی سائیڈ پر۔

"لیفٹ ہینڈڈ۔۔رائٹ؟"

ساتھ ہی ابرو اٹھا کر دو لفظ کہے۔

"وہ اتنی بے رحمی سے خود کو کیوں مارے گا غازی؟ شکر ہے کے قانون سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے ورنہ تو مجرم آزاد گھوم رہے ہوتے اور وکٹم مرنے کے بعد بھی مجرم ہی کہلائے جاتے۔" وہ تکان سے پیشانی کو چھو کر بولی۔ پھر آدم کی طرف متوجہ ہوئی۔

"پرانی ویڈیو چیک کی ہیں؟ جس میں کوئی اس کے فلیٹ پر آتا جاتا ہوا دکھائی دیا ہو۔؟"

اس کے پوچھنے پر آدم نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کی بورڈ پر چند بٹن پریس کیے تھے۔ "کل کی ویڈیو بھی موجود ہے۔ دو دن پرانی بھی لیکن تیسرے دن کی ویڈیو بھی ڈیلیٹ کی گئی تھی۔"

اب کے آدم نے وہی ریکور کی ہوئی ویڈیو پلے کی تھی۔ جس میں ایک شخص کو اس کے اپارٹمنٹ میں داخل ہوتے اور دو گھنٹے بعد وہاں سے نکلتے ہوئے دیکھا جا سکتا تھا۔

"یہ شخص کون ہے؟ کیا اسے پہلے کبھی بلڈنگ میں آتے یا جاتے ہوئے دیکھا گیا ہے؟" سنبل نے گارڈ سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اس کا نام نبیل ہے۔ یہ زاہد کا دوست ہے ساتھ والی بلڈنگ میں رہتا ہے۔ اکثر ہی وہ زاہد سے ملنے اس کے اپارٹمنٹ میں آتا جاتا رہتا ہے۔"

"اسے تفتیش کے لئے آفس لے کر آو۔ زاہد کی کال ہسٹری نکلوا کر مجھے سینڈ کر دو۔ بلڈنگ میں رہنے والے اور خاص کر اس کے فلور پر رہنے والے لوگوں سے الگ الگ تفتیش کرو۔ زاہد کے متعلق چھوٹی سے چھوٹی اور معمولی بات بھی پتا چلے تو مجھے انفارم کرنا۔"

نوفل کے ساتھ موجود دوسرے پولیس اہلکاروں کو بھی ہدایت دے رہی تھی۔

"ختم کام؟" عبیر نے اس سے استفسار کیا۔ "ابھی کے لئے ختم۔۔" وہ ہاتھوں میں سے گلوز اتار کر باہر نکل آئی۔

آدم گاڑی ریورس کر رہا تھا۔ جب کے وہ دونوں وہیں کھڑے ہوئے تھے۔ سہ پہر ڈھلنے لگی تھی۔ موسم پھر سے خوشگوار ہو چکا تھا۔ اس سوسائٹی کی بلڈنگز کے آگے بنا ہوا ایریا کافی وسیع اور کشادہ تھا۔ جو سرخ اینٹوں سے بنا ہوا تھا۔ وہ دونوں وہیں کھڑے ہوئے تھے۔ آس پاس سوسائٹی کے اکا دکا لوگ ہی وہاں آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے۔

"کیا تم۔۔ کل جاو گے اس سے ملنے۔؟" سنبل نے اسے دیکھے بنا استفسار کیا۔ لہجے کو حتی المکان بے پرواہ سا رکھا تھا۔ لیکن دل میں جو کب سے کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ وہ اسے چین نہیں لینے دہ رہی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ خود کو بہت روکنے اور سمجھانے کے باوجود فیل کرنے والی تھی۔ embarrassed بھی اس سے وہ سوال پوچھ گئی تھی جس پر وہ بعد میں بہت پچھتانے اور

"کس سے ملنے؟" جواباً عبیر نے گردن موڑ کر ساتھ کھڑی ہوئی سنبل کو دیکھ کر پوچھا۔

"اپنی فرینڈ سے۔" اس نے لہجے کی کڑواہٹ کو چھپانے کی ممکن کوشش کی تھی۔

"بلکل جاوں گا۔ کافی وقت بعد اس سے ملاقات ہوئی ہے۔"

"اگر تم کل اس سے ملنے کے لیے گئے تو میں ساری زندگی تمہاری شکل نہیں دیکھوں گی۔" وہ ہر لحاظ کو بالائے طاق رکھ کر بولی۔ وہ اسٹریٹ فارورڈ تھی۔ ہر بات کو سوچے سمجھے بنا منہ پر کہہ جانے والی۔

"ابھی کل ہی کی بات ہے۔ تم نے خود کہا تھا کے تمہارا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ میں تمہارا دوست ہوں اور نہ ہی تمہارے دل میں میرے لیے جذبات ہیں۔۔ پھر یہ مجھ پر اتنا حق کیوں جتایا جا رہا ہے؟"

سنبل نے بے ساختہ مٹھیوں کو بھینچا تھا۔ کل کو گزرے وقت ہی کتنا ہوا تھا۔ جب اس نے صاف اور دوٹوک لفظوں میں اسے کہا تھا کے آئندہ اس سے بات کرنے کی بھی کوشش نہ کرے، وہ اس سے کسی قسم کا رابطہ نہیں رکھنا چاہتی۔ اور آج کتنے استحقاق سے اس سے سوال کر رہی تھی۔ کبھی کبھی وہ اس کے سامنے کافی بولڈ ہو جاتی تھی۔ جو باتیں نہیں بھی کہنی ہوتی تھیں وہ بھی بے دھڑک کہہ جاتی۔

اور کبھی کبھی تو وہ اپنے آپ کو ٹین ایج والی سنبل ہی لگا کرتی تھی کے عبیر سے نظریں ملا کر اس سے بات کرنا اسے دنیا کا مشکل ترین کام لگا کرتا تھا۔ اس کی اندر تک اتر جانے والی سنہری آنکھوں کی گہرائی سے وہ ہمیشہ ہی دامن بچانے کی کوشش کرتی تھی۔

لیکن کبھی اسے عبیر پر غصہ آتا تھا۔اس کی جو باتیں اسے ناگوار لگتی تھیں۔تب کوئی جھجک کوئی لاج آڑے نہیں آتی تھی۔وہ بے نقاط اسے سنا دیتی تھی۔جیسے کل سنایا تھا۔

"کیا تمہیں ابھی تک سمجھ نہیں آیا کے تمہاری محبت تمہیں کیوں نہیں ملی؟اور تمہاری شادی کیوں ناکام ہو گئی؟" سنبل نے گلابی پڑتی آنکھوں کے ساتھ پوچھا۔ سنبل کو شاید اپنے اوپر کنٹرول نہیں رہا تھا۔ورنہ وہ ایک دفعہ تو ضرور ہی سوچتی کے وہ کیا بات کس جگہ اس سے پوچھ رہی ہے۔اور بات بھی اس نے وہ پوچھی تھی جو اس کے کبھی ذہن میں بھی نہیں آئی تھی۔لیکن آج بے ساختہ اس کے ہونٹوں سے ادا ہو گئی تھی۔

"جب میں نے تمہیں ڈانٹا تھا شاید تب ہی تم نے مجھے بددعا دی ہو گی۔جبھی تو میں جس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا اس سے میری شادی نہیں ہوئی۔اور جس سے شادی ہوئی وہ زیادہ دن چل ہی نہیں سکی۔چند مہینے بعد ہی طلاق ہو گئی۔" دونوں ہاتھوں جینز کی جیبوں میں ڈالے وہ کچھ افسوس بھرے انداز میں بولا۔

"بددعا؟" وہ ہنس پڑی۔اس کی سبز آنکھوں میں ہلکی سی نمی تھی جس سے اس کی آنکھیں اور بھی چمکنے لگی تھیں۔(کوئی خود کو بددعا کیونکر دے سکتا ہے؟میرا دل تمہارے وجود میں دھڑکتا ہے۔تم اور میں ایک ہی تو ہیں۔)وہ صرف سوچ ہی سکی تھی۔لیکن جب بولی تو الفاظ مختلف تھے۔

"میں نے تمہیں کوئی بددعا نہیں دی غازی۔ہمیشہ تمہارے لئے دعا ہی کی ہے کے تم خوش رہو۔۔"

سنبل کی بات سن کر اس نے سر کو خفیف سی جنبش دی۔"خوش رہوں؟میں نے اپنا گھر چھوڑ دیا۔اپنی محبت چھوڑ دی۔اپنی بیوی کو چھوڑ دیا۔اپنا بزنس بھی چھوڑ دیا۔آخر میں یہ ملک بھی چھوڑ کر نکلنا پڑا۔۔۔کیا تم نے میرے لیے دل سے دعا نہیں کی تھی جو ابھی تک قبول نہیں ہوئی؟

وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔اور وہ بس اپنی منتشر ہوتی دھڑکنوں کو سنبھال رہی تھی۔

"ہونے والی ہے۔" اس نے آنکھوں پر ڈارک گاگلز چڑھاتے ہوئے کہا۔وہ اسے اپنی بھیگی آنکھیں نہیں دکھا سکتی تھی۔"بہترین تک پہنچنے کے لیے بدترین سے بھی تو گزرنا پڑتا ہے۔تم اتنے عرصے سے جس اندھیری اور تکلیف دہ رات کے سائے میں تھے۔۔وہ بس صبح کے نور میں بدلنے والی ہے۔"

"اتنا یقین؟۔۔کیسے؟" وہ ابھی بھی بنا پلکیں جھپکے اسے دیکھ رہا تھا۔

"رات کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو۔ایک لمحہ ایسا بھی آتا ہے کے وہ ڈھل جاتی ہے۔اس کی جگہ ایک روشن اور سکون دینی والی صبح نمودار ہو جاتی ہے۔۔ہر زخم کا مرہم بن کر۔ہر اذیت کی راحت بن کر۔ہر دکھ کی خوشی بن کر۔۔اور ہر تکلیف کا مداوا بن کر۔"

وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔"پہلے مجھے لگتا تھا کے میں جس اندھیرے اور پتھریلے راستے پر تنہا چل رہا ہوں اس کا کبھی اختتام نہیں ہو گا۔ میری ساری زندگی اسی اندھیرے اور پیروں کو زخمی کرنے والے راستے پر گزر جائے گی۔لیکن تمہاری بات سن کر دل کہتا ہے کے۔۔تم پر یقین کر کے دیکھ لینا چاہیئے۔۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولتا ہوا آگے بڑھ گیا۔گاڑی کچھ دور کھڑی تھی۔وہ اسی کی جانب جا رہا تھا۔لیکن جب اس نے محسوس کیا کے وہ اس کے ساتھ نہیں چل رہی تو اس کے قدم اسی وقت تھمے تھے۔اس نے مڑ کر اسے دیکھا۔وہ اس سے چند قدم کے فاصلے پر تھی۔

"چلو۔۔۔"عبیر نے اسے ہاتھ سے آگے چلنے کا اشارہ کیا۔

"تم چلو۔۔"اس کے رکنے پر وہ بھی رک گئی تھی۔اس کے کہنے پر نفی میں سر ہلا کر کہا تو اس نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

بولڈ اینڈ بریو وومن ایک مرد کے پیچھے چلنا گوارا کر لے گی؟"ساتھ ہی مصنوئی سی حیرانگی لہجے میں ،independent"ایک سمو کر پوچھا۔

"جس مرد کو میں جانتی نہیں ہوں۔اس سے ہمیشہ آگے چلنا پسند کرتی ہوں۔کیوں کے مجھے اپنی حفاظت خود کرنی ہوتی ہے۔جس مرد سے میرا خون کا رشتہ ہے اس کا بازو پکڑ کر اس کے ہمقدم ہو کر چلتی ہوں۔کیوں کے میں جانتی ہوں وہ ہمیشہ میرا محافظ رہے گا۔لیکن اگر وہ مجھے پروٹیکٹ نہ بھی کر پائے تو میں اپنے آپ کو خود کر سکوں۔"

"ان دونوں میں سے، میں کس کیٹیگری میں ہوں؟"اس نے پوچھا۔

"کسی میں نہیں۔۔تم جہاں ہو، وہاں کوئی اور نہیں ہو سکتا۔نہ تم میرے لیے انجان ہو۔نہ ہی تم سے میرا خون کا رشتہ ہے۔اس لئے جب بات تمہاری آئے گی تو میں ہمیشہ تم سے پیچھے ہی چلنا چاہوں گی۔میں خود کو تم سے برتر نہیں سمجھ سکتی۔نہ تمہارے برابر۔۔میں تم سے ہمیشہ دو قدم پیچھے، تمہارے قدموں کے نشانوں پر چلنا پسند کروں گی۔"

وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ درمیان میں دو ہاتھ جتنا فاصلہ تھا۔ سنبل نے اس کے قدموں کو اپنی جانب اٹھتا ہوا دیکھا تھا۔ وہ صرف تین قدم کے فاصلے پر رک کر براہ راست اس کی سبز آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"کیا مجھے اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دے سکتی ہو۔؟"

اس کا وہ گزارش کرنے والا انداز، اس کا ہلکا سا نمودار ہوا ڈمپل۔۔ دھوپ کی کرنوں سے چمکتی اس کی سنہری آنکھیں۔ اس کا اونچا قد۔ اور جسم پر موجود وہ سیاہ رنگ کا لباس۔۔ اور اس چیز کی اجازت جو اس نے مانگی تھی۔

وہ پھر سے ایک ہی لمحے میں سینکڑوں بار اس کے عشق میں مبتلا ہوئی تھی۔ اس کے سامنے سے ہٹتے ہوئے، اس کا راستہ چھوڑتے ہوئے عبیر نے ہاتھ سے اسے چلنے کا اشارہ کیا۔

****

"گھر آ سکتے ہو؟ مجھے کچھ کام ہے" فاز نے اس کے استفسار پر رسٹ واچ کو دیکھا۔ "خیریت ہے؟" "بھائی کی برتھ ڈے کا گفٹ لینا ہے۔ اس دن بھی وہی لینے گئی تھی لیکن تم نے مجھے کچھ بولنے کا موقع ہی نہیں دیا"

"میں آدھے گھنٹے تک پہنچ رہا ہوں"

"شہر آنے میں بھی تمہیں پون گھنٹہ لگے تھا اس کے علاوہ تمہیں آدھا گھنٹہ اور چاہئے یعنی مجھے سوا گھنٹہ انتظار کرنا ہو گا"

"میں کوشش کروں گا جلد پہنچنے کی"

"آرام سے آنا۔ تیز ڈرائیو کرنے کی ضرورت نہیں ہے"

وہ تو اس خوشگواری میں ہی گھر گیا تھا کے ماشا اس کی فکر کر رہی تھی۔

شاور لینے کے بعد جینز کے ساتھ بلیک شرٹ پر اپر پہنے وہ کچھ ہی دیر میں اس کے گھر کے سامنے گاڑی لئے کھڑا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

شاید اس نے فاز کو موقع دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"کچھ سوچا ہے گفٹ میں کیا دینا ہے؟" کہنی کھلی کھڑکی پر ٹکائے ایک ہاتھ سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے اس نے ذرا سی گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ جس کا لباس ہمیشہ کی طرح ویسا ہی تھا۔ بس آج اس نے بالوں کے کھولنے کے بجائے اونچی پونی میں باندھا ہوا تھا۔ "ہر بار میں انھیں پرفیوم گفٹ کرتی ہوں اس بار کچھ ڈفرنٹ دینا چاہتی ہوں"

"واچ کیسی رہے گی؟"

"واچ؟۔۔ میرے خیال سے ٹھیک رہے گی۔ ویسے بھی لڑکیوں کے نسبت لڑکوں کے لیے زیادہ آپشن نہیں ہوتے"

"ویسے ایک اچھی واچ کتنے تک کی آجاتی ہے؟ میں نے پہلے کبھی خریدی نہیں ہے اس لئے مجھے اس کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔۔ سات، آٹھ ہزار میں آجائے گی؟"

فاز جو سے برینڈڈ گھڑیوں کی قیمت بتانے لگا تھا اس کے استفسار پر خاموش ہو گیا۔ وہ گردن موڑا سے دیکھ رہی تھی جس نے ایک ہاتھ سے ڈرائیونگ کرتے دوسرے ہاتھ کی پشت ہونٹوں پر رکھ لی تھی۔ تاکے وہ اس کی مسکراہٹ نا دیکھ سکے۔ اب وہ اسے کیا بتاتا تھا کے انس غازی جس قسم کی گھڑیاں پہنتا تھا سات آٹھ ہزار میں ان کا اسٹریپ ملنا بھی ناممکن تھا۔ "مل جائے گی" اس نے نارمل سے لہجے میں کہا۔

وہ ماشا کو لے کر اسی برینڈ کی آوٹ لیٹ پر آیا تھا جو انس کا پسندیدہ تھا۔

وہ نظریں گھما گھما کر شیشوں کی ریکس میں سجی ان قیمتی گھڑیوں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ دونوں کاونٹر کے سامنے پڑی چیئرز پر بیٹھے تھے۔ ماشا کے سامنے ایک سے ایک گھڑیاں کاونٹر پر پڑی تھیں۔ لیکن اسے کچھ خاص پسند نہیں آرہی تھیں۔ فاز پیچھے کو ٹیک لگائے آرام دہ انداز میں ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا تھا۔ گھڑیوں سی زیادہ اس کی دلچسپی ماشا میں تھی۔

"اس کا ڈائل بہت بڑا ہے۔۔ بھائی ایسی واچ نہیں پہنتے۔۔ کوئی اچھی واچ دکھائیں" وہ ساری ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ جنھیں اس نے ریجیکٹ کر دیا تھا۔ "یہ دیکھیں میڈیم۔ یہ کچھ دن قبل ہی لانچ ہوئی ہے۔" اس نے ایک گھڑی نکال کر اسے دکھائی جو خاصی وزنی اور خوبصورت سی تھی۔

وہ اسے پہلی نظر میں ہی پسند آگئی تھی۔ "اس کا ایک روز گولڈ کلر ہے اور ایک سلور"

وہ دونوں نکال کے اس نے ماشا کے سامنے رکھ دی تھیں۔

"ان دونوں میں سے کون سی ٹھیک رہے گی؟" دونوں گھڑیاں ہاتھوں میں اٹھائے وہ اس سے رائے مانگ رہی تھی۔

فاز غازی کو آسمان پر پہنچے میں ایک سیکنڈ ہی لگا تھا۔

"گولڈن کلر کسی خاص اوکیجنپر ہی پہنی جاسکتی ہے۔جبکے سلور کیجوئل ہے۔ڈیلی ویئر کے لئے بیسٹ ہے"

"آپ سلور پیک کر دیں۔" ناصرف اس کی رائے مانگی گئی تھی بلکے اس پر عمل درآمد بھی کر لیا تھا۔آج واقعی اس کی قسمت کا ستارہ عروج پر تھا۔

"ویسے اس کی پرائس۔۔" گھڑی پر لگے پرائس ٹیگ کو وہ دیکھنے لگی تھی جب فاز نے اس کے ہاتھ سے گھڑی اچک لی تھی۔"اس کا کلر تھوڑا ڈل لگ رہا ہے ذرا دکھانا تو"

وہ اسے الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔"بھائی کوئی فریش پیس دکھائیں۔"

"نہیں ٹھیک ہے لائٹ کی وجہ سے ایسا لگ رہا ہے" شاپ میں زیادہ روشنی نہیں تھا۔نیم روشن سا ماحول تھا۔لائٹس بھی گولڈن تھیں۔

"ویسے ان کے پاس لیڈیز واچز کی بھی اچھی کلیکشن ہے۔آپ دیکھ لیں اگر آپ کو کچھ پسند آئے تو"

"مجھے واچز کا شوق نہیں ہے"

"پھر بھی آپ دیکھ لیں شاید پسند آجائے کچھ تب تک میں بل کروا دیتا ہوں""اس کی پرائس کیا ہے ویسے؟"

"آپ کے بجٹ کے مطابق ہی ہے"

کن انکھیوں سے سیلز مین کو خاموش رہنے کا اشارہ کر کے اس نے ماشا کو کہا جس نے فوراً سے بیگ میں سے والٹ نکال کر اس میں سے سات ہزار نکال کر اس کی طرف بڑھا دیے تھے۔

"مہرماہ کو شوق ہے میں اس کے لیے دیکھ لیتی ہوں"

وہ چیئر سے اٹھ کر سائیڈ میں بنے دوسرے کاونٹر پر چلی گئی تھی۔

"اس کا پرائس ٹیگ نکال کر پیک کر دیں"

ماشا کے دئے ہوئے نوٹ اس نے والٹ میں رکھ کر اپنا کارڈ سیلز مین کو دیتے ہوئے کہا جو اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بل بنا کر اسے دے رہا تھا۔

****

صبح فجر کے بعد ہی ان کا سفر شروع ہو گیا تھا۔ دس بجے کے قریب ان کی گاڑی لاہور کی حدود میں داخل ہوئی تھی۔ آدھے سے زیادہ سفر خضر نے سو کر گزارا تھا۔ صبح بھی داریان نے اسے کالز کر کر کے اسے مشکل سے اٹھایا تھا۔

لوکل اسٹریٹ سے ناشتہ کرنے کے بعد وہ خضر کے کزن کے شوروم گئے تھے۔ وہاں کچھ دیر ٹھہر کر فرنیچر وغیرہ کا آرڈر دینے کے بعد وہاں سے نکلے تو دوپہر کے ڈھائی بج رہے تھے۔ وہ اپنے کزن کے ساتھ باتوں میں اتنا محو ہوا تھا کے وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔

ورنہ ان کا ارادہ کچھ دیر لاہور گھومنے کا تھا۔

"اب سیر کرنے کا وقت نہیں ہے۔ نکلنے کی کرو"

خضر نے جب اس سے استفسار کیا کے اب کہاں جانا چاہئے تب اس نے عجلت میں جواب دیا۔

"تھوڑی دیر رک جاتے ہیں نہ۔۔"

"گرمی بہت ہے یہاں۔۔ مجھ سے مزید نہیں رہا جائے گا۔"

تیز دھوپ کی شدت کے باعث اس کی اجلی صاف رنگت سرخی مائل ہو رہی تھی۔ دن کی روشنی میں اس کی نیلی آنکھیں اور بھی چمکدار لگتی تھیں۔

"اتنی دور آئے ہیں تو تھوڑا برداشت کر لو۔۔ پگھل تو نہیں جاو گے گرمی سے۔۔"

خضر نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تو مجبوراً اس نے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا۔

"صرف ایک گھنٹہ ہے تمہارے پاس۔اس کے بعد ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔"

اندر بیٹھتے ہوئے اس نے باور کروایا۔

"اوکے باس۔۔"

ونڈ اسکرین پر نظریں جمائے اسٹئیرنگ گھماتے ہوئے وہ بولا۔

فون پر اس نے لوکیشن آن کر رکھی تھی۔ تقریباً بیس پچیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد اس نے ہاسپٹل کے احاطے میں گاڑی روکی تو داریان نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"کل پوری رات جاگ کر میں نے تمہارے لیے لاہور کا بیسٹ نیورولوجسٹ ڈھونڈ نکالا ہے۔۔اور ساتھ ہی اپائنٹمنٹ بھی لے لی ہے۔۔اب دیکھنا تمہارے برے خوابوں کا سلسلہ کیسے انجام پذیر ہوتا ہے۔" وہ چٹکی بجاتے ہوئے بولا۔جبکے داریان لب بھینچے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں نے تم سے کہا تھا ایسا کرنے کو؟"

"میں تمہارا دوست ہوں داریان۔۔ تمہیں پرسکون دیکھنا چاہتا ہوں۔۔"

"مجھے اپنا علاج نہیں کروانا"

کی بیماری لے کر جی post traumatic nightmares" بے وقوفوں والی باتیں مت کرو۔۔اتنے سالوں سے تم رہے ہو۔دماغ خراب ہو چکا ہے تمہارا۔مجھے تو دو دن سکون کی نیند نہ آئے میں پاگل ہونے لگتا ہوں۔۔ تم نا جانے کس مٹی کے بنے ہو۔۔شرافت سے باہر اترو۔"

اسے جھڑکتے ہوئے خضر نے زبردستی اس کا بازو پکڑ کر باہر نکالا تھا۔

"ڈاکٹر اور پیشنٹ کے درمیان ہوئی گفتگو کانفیڈینشل ہوتی ہے۔۔وہ مجھے تمہارے متعلق کچھ نہیں بتائیں گے۔نہ میں خود ان سے پوچھوں گا۔۔ فکر مت کرو میں تمہارے ذاتی معاملے میں تجسس نہیں رکھوں گا۔۔ تمہیں جو بھی مسئلہ ہے۔جو بھی شکایت ہے تم

ان سے ڈسکس کرو۔۔ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھے رہنے سے، دامن بچانے سے مسئلوں کا حل کبھی نہیں نکلتا۔اس کے شانے پر ہاتھ دھرے وہ نرمی سے اسے سمجھاتے ہوئے اسے ساتھ چلنے کے لیے قائل کر رہا تھا۔

"اور اگر ہمیں دیر ہو بھی گئی تو ہم فرمان بھائی کو بتا دیں گے کے ہم ہاسپٹل گئے تھے۔اور دیکھنا وہ ڈانٹنے کے بجائے الٹا خوش ہی ہوں گے کے تم نے بلا خر علاج نہ کروانے کی قسم توڑ دی۔۔"

وہ دونوں ساتھ چلتے ہاسٹل کے اندر داخل ہو چکے تھے۔داریان نے جواباً کچھ نہیں کہا تھا۔شہر کا سب سے بڑا اور مہنگا ہاسپٹل ہونے کی وجہ سے صفائی ستھرائی کا بے حد خیال رکھا گیا تھا۔خضر گراونڈ فلور کے ایک جانب بنے ریسپشن کاونٹر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ جبھی داریان کا فون بج اٹھا تھا۔

بلیک پینٹ پر کیمل براون ڈریس شرٹ پہنے اس نے آدھے چہرے پر سیاہ ماسک لگا رکھا تھا۔سر پر بھی پی کیپ پہن رکھی تھی۔اسکرین پر فرمان کا نمبر جگمگا رکھا تھا۔

"السلام و علیکم۔۔"

ایگزٹ کی جانب رخ موڑتے ہوئے اس نے دون کان سے لگایا۔

سگنل کم ہونے کی وجہ سے ان کی آواز صاف نہیں سنائی دے رہی تھی۔

"ہیلو۔۔آواز آرہی ہے میری؟"

بار بار فون کان سے ہٹا کر اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔

جبکے وہ ریسپشنسٹ سے مخاطب، ڈاکٹر شاہ نواز کے متعلق پوچھ رہا تھا۔

"آپ کی اپائنٹمنٹ سوا تین بجے کی ہے۔۔ابھی تین بج رہے ہیں۔آپ کچھ دیر ویٹ کیجیے۔۔"وہ پیشہ ورانہ انداز میں بولی تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"بیڈ نمبر ٹوئنٹی فور کی رپورٹس آگئی ہیں؟"

کھنکتی سی آواز پر خضر نے بے ساختہ ہلکا سا رخ موڑ کر اسے دیکھا تھا۔ گلابی حجاب کے ساتھ وائٹ کوٹ پہنے وہ لڑکی ریسپشنسٹ سے مخاطب تھی۔

"جی آ گئی ہیں۔۔" کچھ دیر بعد ہی وہ اپنی اپنی رپورٹس لے کر وہاں سے چلی گئی تھی۔

خضر کی نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

"کیا یہ ڈاکٹر ہیں؟" دونوں بازو ریسپشنسٹ کی ڈیسک پر ٹکائے اس نے استفسار کیا۔

"یہ ڈاکٹر آئزل ہیں۔۔ ڈاکٹر شاہ نواز کو یہی اسسٹ کرتی ہیں۔"

فائل کے صفحے پر پین سے کچھ لکھتے ہوئے اس نے بتایا۔

"ڈاکٹر شاہ نواز کی اسسٹنٹ؟۔ یہ چھوٹی سی لڑکی نیورو سرجن ہے؟" خضر کے لہجے میں انتہائی حیرانگی تھی۔ اس دفعہ اس نے کچھ کہنے کے بجائے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"خضر" داریان نے دور سے ہی آواز دی تو وہ اس کی جانب آ گیا۔

"دن منٹ ویٹ کرنا پڑے گا۔۔ اپائنٹمنٹ میں ٹائم ہے"

"ٹھیک ہے میں باہر جا رہا ہوں۔ فرمان بھائی کی کال آ رہی ہے۔ لیکن یہاں سگنل کا مسئلہ ہو رہا ہے۔ بات نہیں ہو پائی۔"

"اب تم باہر جاؤ گے پھر واپس آؤ گے۔۔ چیک اپ کے بعد آرام سے بات کر لینا۔۔"

وہ لاپرواہی سے کہتا ہوا لفٹ کی جانب بڑھ گیا تو مجبوراً داریان نے بھی اس کی پیروی کی۔

"کسے دیکھ رہے ہو؟"

خضر کی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے اس نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا جو مسلسل کچھ دور کھڑی اس لڑکی کی دیکھے جا رہا تھا جس کی پشت تھی ان کی طرف۔

وہ اپنے سامنے کھڑی دو عورتوں سے کچھ بات کر رہی تھی۔

"یہ ڈاکٹر شاہ نواز کی اسسٹنٹ ہے۔ میں تو کہتا ہوں اسی سے تمہارا چیک اپ کروا لیتے ہیں۔۔ بہت بیوٹیفل ہے۔"

وہ آئزل کی خوبصورتی سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہو چکا تھا۔ داریان نے محظ اسے آنکھیں دکھانے پر ہی اکتفا کیا تھا۔ پھر سر جھٹک کر لفٹ میں داخل ہو گیا۔

بات ختم کر کے وہ بھی لفٹ کی جانب بڑھنے لگی تھی۔ لیکن اتنے میں ہی پیچھے سے ایک عورت نے اسے دوبارہ آواز دے کر روکا تو آئزل کو وہیں ٹھہرنا پڑا۔ دوائیوں کے متعلق انھیں گائیڈ کر کے وہ مڑی تو جب تک لفٹ کے دروازے بند ہو چکے تھے۔ وہ تاسف سے سر ہلاتی جیبوں میں ہاتھ ڈالے دوسری لفٹ آنے کا انتظار کرنے لگی۔

****

صبح سویرے ساڑھے آٹھ بجے کا وقت تھا۔ اس کی سیاہ لینڈ کروزر ہواوں کو چیرتی ہوئی دوڑ رہی تھی۔ وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ کان میں ائیر پوڈ لگا تھا۔ اور نظریں فون پر تھیں۔ جبکے ڈرائیونگ سیٹ سرمد نے سنبھال رکھی تھی۔ کورٹ پہنچنے میں صرف بیس منٹ کا راستہ رہ گیا تھا۔ جب اچانک سے سائرن بجاتی ہوئی پولیس کی گاڑیوں نے اس کی گاڑی کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ دو گاڑیاں اس کے دائیں بائیں چل رہی تھیں۔ جب کے ایک گاڑی نے ٹھیک اس کے گاڑی کے سامنے اپنی گاڑی لے جا کر روکی تھی۔

حتان اور سرمد نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ سرمد کا پیر بے ساختہ بریک پر جا پڑا تھا۔ جبکے سامنے کھڑی گاڑی میں سے دو تین پولیس اہلکار نکل کر سرعت سے اس کی گاڑی کی جانب بڑھے۔

"دیکھتا ہوں میں۔" اسے کہتے ہوئے وہ فون کوٹ کی اندرنی جیب رکھتے ہوئے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

"کیا میں جان سکتا ہوں کے اس طرح سے مجھے کیوں روکا گیا ہے؟"

سیاہ سوٹ کے سیاہ ٹائی لگائے۔ آنکھوں پر دھوپ کا چشمہ پہنے وہ سنجیدگی اور سرد لہجے میں سامنے کھڑے پولیس آفیسر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پوچھ رہا تھا۔

"میں ہائی کورٹ کا وکیل ہوں۔ ٹھیک ایک گھنٹہ بیس منٹ بعد میرے کیس کی پیشی ہے۔ اور آپ یہاں بنا کسی وجہ کے روک کر میرا وقت برباد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔ کیا آپ کو معلوم ہے آپ پر کون سا چارج لگے گا؟"

اس کا لہجہ انتہائی ٹھنڈا اٹھارا سا تھا۔ سڑک کے ایک طرف پولیس کی گاڑیوں میں اس کی گاڑی گھری ہوئی تھی۔ اور وہ خود کافی پولیس والوں کے نرغے میں تنہا کھڑا تھا۔ گاڑی کے اندر بیٹھا سرمد اسٹیئرنگ پر دونوں ہاتھوں کو رکھے دلچسپی سے حتان کو ان سے محو کلام دیکھ رہا تھا۔

"وکیل صاحب ہمارے پاس آپ کے گرفتاری کے وارنٹ ہیں۔۔ آپ پر ایک مجرم کو پناہ دینے اور اسے اپنے گھر میں چھپا کر رکھنے کا جرم کیا ہے۔۔ کیا آپ کو معلوم ہے آپ پر کیا چارج لگے گا؟"

ایس پی حزیفہ راو کا لہجہ بھی اسی سے ملتا جلتا تھا۔ "کون سا مجرم؟ کون سی پناہ؟ کس بارے میں بات کر رہے ہیں آپ؟" حتان انتہائی حیرانگی سے پوچھ رہا تھا۔

"دیکھیں میرے ساتھ تو آپ کی یہ ایکٹنگ چلے گی نہیں۔ اور معذرت کے ساتھ آپ کو آگاہ کر رہا ہوں کے آپ پیشی پر نہیں پہنچ سکیں گے۔ کیوں کے آرٹیکل 216 کے تحت آپ کو گرفتار کیا جاتا ہے۔۔ وکیل صاحب کو ہتھکڑی لگاو۔۔ اور گاڑی میں جو بھی ان کا سامان ہے وہ ضبط کر لو۔"

وہ سرد سے لہجے میں بول رہا تھا۔ اور حتان کے چہرے پر غیض و غضب کے تاثرات چھلک رہے تھے۔

"میری بات سمجھنے کی کوشش کریں میرا پیشی میں شرکت کرنا بہت ضروری ہے۔۔ آپ مجھے تھوڑا وقت دے دیں۔۔ اس کے بعد گرفتار کر لیجئے گا۔"

غصے کو دباتے ہوئے اس نے مصالحت کا دامن تھامتے ہوئے کہا۔

"آپ وکیل ہیں اور اچھے سے یہ بات جانتے ہیں کے گرفتاری مجرم کی مرضی سے نہیں ہوتی۔" کٹھور سے لہجے میں بولتے ہوئے اس نے ساتھی آفیسر سے ہتھکڑی لے کر خود ہی حتان کے ہاتھوں پر لگا دی تھی۔

"اپنی وردی پر تو اب تم فاتحہ پڑھ لینا۔۔"

اس کے ساتھ پولیس وین کی جانب بڑھتے ہوئے حتان نے چباتے ہوئے کہا۔ لیکن وہ جیسے ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا گیا تھا۔ "جرم کا مرتکب ہونے والے ہر مجرم کو اس کا بنیادی حق دیا جاتا ہے۔ آپ کو بھی دیا جائے گا۔ آپ چاہیں تو اپنے وکیل کو کال کر سکتے ہیں۔"

اس کے آگے چلتے ہوئے وہ اسے آگاہ کر رہا تھا۔ پولیس وین کی بجائے حذیفہ راو نے اس کے لیے اپنی ذاتی گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولا تھا۔

"تم سب تھانے کی طرف نکلو اسے میں لے کر آتا ہوں۔"

اپنے ساتھی اہلکاروں سے کہتے ہوئے اس نے ساتھ ہی آنکھوں کے اشارے سے حتان کو اندر بیٹھنے کے لیے کہا۔ جس نے سرد نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے گردن موڑ کر اپنی گاڑی کی جانب دیکھا۔ پھر دو انگلیوں کے اشارے سے سرمد کو باہر آنے کے لیے کہا۔ جو فوراً ہی ڈرائیونگ سیٹ سے نکل کر اس کے پاس آ گیا تھا۔

"جب تک تفتیش ختم کر کے مجھے رہا کیا جائے گا شام ہو جائے گی۔ میں پیشی پر نہیں پہنچ سکوں گا۔ اور میری عدم موجودگی پر عدالت اگلی پیشی کی تاریخ دے دی گی۔"

"لیکن آپ نے تو کہا تھا کے عبیر بھائی آج رہا ہو جائیں گے۔" سرمد نے شاکی انداز میں کہا۔ "آپ کے اتنے تعلقات ہیں آپ اپنی گرفتاری کو رکوا نہیں سکتے۔؟"

"ان کے پاس وارنٹ ہیں۔ مجھے تھانے جانا ہی ہو گا۔ اگلی پیشی پر عبیر ضرور رہا ہو جائے گا۔ تم ایسا کرو کورٹ چلے جاو۔ اور عبیر کو میری گرفتاری کے بارے میں بتا دینا۔"

حتان کے لہجے میں بھی دبا دبا سا طیش اور غضب تھا۔ جسے محسوس کر کے حذیفہ راو طنز سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ حتان کو زیر کرنا اس کی انا کی سرشاری کا باعث تھا۔

وہ جب فرنٹ سیٹ پر بیٹھا تو حذیفہ نے بھی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔ "کیسا لگ رہا ہے تمہیں ناکام ہو کر؟" اس کی محفوظ سی آواز ابھری لیکن حتان خاموش رہا۔ "سچ پوچھو تو تمہیں اس طرح پریشان اور مضطرب دیکھنا

میرے لئے تو کافی دلچسپ ہے۔۔ تم نے تو یہی سوچا ہو گا کے آج اپنے دوست کو آزاد کروالو گے۔۔ لیکن بد قسمتی سے آج وہ آزاد نہیں ہو گا بلکے تم بھی اس کی طرح جیل میں سڑو گے۔۔ تمہیں تو صرف ایک مجرم کو پناہ دینے کے جرم میں گرفتار کیا گیا ہے لیکن اتنا تو تم بھی جانتے ہو کے قانون کی گرفت میں کچھ آجائے تو سارا کچھا چھٹا نکل آتا ہے۔ایک ہائی کورٹ کا ڈیفنس لائیر۔جو میڈیا اور سوشل میڈیا دونوں جگہوں پر کافی مقبول ہے۔تمہارا کیس ایک اسپیشل کیس ہو گا۔جس کا انچارج بھی میں ہی بنوں گا۔اور یقین جانو جب میں دنیا کے سامنے تمہارا اصل چہرہ بے نقاب کروں گا تو مجھے دلی خوشی ہو گی۔"بظاہر اس کی ساری توجہ ونڈ اسکرین پر تھی۔لیکن اپنے لفظوں سے اسے طیش دلانے کی وہ بھرپور کوشش رہا تھا۔

"تمہارے ساتھ سفر کرنا اور تمہاری فضول کی باتیں سننا میرے لیے ٹارچر سیل کی طرح ہے۔"حتان کے کچھ بیزاری سے کہنے پر وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔لیکن اس نے بات جاری رکھی۔

"میں جانتا ہوں تم مجھ سے اتنا بغض اس لئے رکھتے ہو کے میں نے تمہارے بھائی کے اگینسٹ کیس لڑا اور اسے سزا دلوائی۔یہ بات ابھی تک تمہارے دل میں گڑی ہوئی ہے۔"

حتان کا لہجہ ٹھنڈا ٹھار سا تھا۔"تمہیں اپنا صرف ایک یہی گناہ یاد ہے۔؟کیا تم بھول گئے ہو تم میرے ساتھ کیا کچھ کر چکے ہو۔؟" حذیفہ نے سلگتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"میرے پاس اتنا وقت ہی نہیں ہوتا کے میں غیر ضروری اور کمظرف لوگوں اور ان کی باتوں کو سوچتا رہوں۔"

"تم مجھے کمظرف کہہ رہے ہو۔؟"اس کے اندر جیسے لاوا سا پکنے لگا۔

"میں نے تو تمہارا نام ہی نہیں لیا یہ راستہ تھانے کی تو طرف تو نہیں جاتا؟"حتان نے اسے دوسری ڈائریکشن میں گاڑی کو لے جاتے دیکھ کر کہا۔"بلکل۔۔ بریگیڈیئر صاحب تم سے ملنا چاہتے ہیں۔پہلے انھی کے پاس جائیں گے۔"دانت پیستے ہوئے اس نے مسکرا کر کہا۔

"آج ہی کا دن ملا تھا یہ تماشا کرئیٹ کرنے کے لیے۔؟"دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پیوست کیے وہ اپنے اشتعال کو باہر آنے سے بہت مشکل سے روک رہا تھا۔

****

گزشتہ دن۔۔

شام کے تقریباً سات بجے کا وقت تھا جب حسن نے انس اور ضرار کو فون کر کے فوری طور پر آفس آنے کے لئے کہا تھا۔ وہ دونوں جب وہ وہاں پہنچے تو وہ کچھ فکر مند سا لگ رہا تھا۔

"کیا بات ہے؟ اتنی ایمرجنسی میں کیوں بلایا ہے؟" انس نے اس کے آفس میں داخل ہوتے ہی استفسار کیا۔ جس نے ہاتھ سے میز کے پاس پڑی چیئر کی طرف اشارہ کیا۔

"بیٹھ جاو پہلے۔۔"

"سب خیریت ہے حسن؟" ضرار نے نشست سنبھالتے ہوئے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"تم نے تین گواہوں کے تفصیلات مجھے دی تھیں۔ دو دن پہلے میں ان تینوں سے مل کر انھیں ٹرائل کے لیے تیار کر چکا تھا۔ آج میں نے انھیں آفس بلانے کے لئے فون کیا تھا۔ تاکے میں آخری دفعہ انھیں ان سوالات کی تیاری کروا سکوں جو کل پوچھیں جائیں گے۔"

"پھر؟" انس نے سنجیدگی سے پوچھا تو حسن نے اسے دیکھا۔

"ان تینوں کے فون بند جا رہے ہیں۔ میں نے گارڈز کو ان کی رہائش گاہ پر بھیجا۔ لیکن ان تینوں کے گھروں پر تالا لگا ہوا ہے۔ ان کے پڑوسی، آس پاس رہنے والے۔ کوئی کچھ نہیں جانتا وہ کہاں چلے گئے۔۔"

انس نے بے ساختہ اپنی پیشانی کو تھامتے ہوئے سر پیچھے کو گرایا تھا۔ وہ پہلے سے جانتا تھا ایسا کچھ ضرور ہو گا۔ اتنی آسانی سے وہ عبیر تک پہنچ ہی نہیں سکتا تھا۔

"یہ کیسے ممکن ہے؟ میں نے ان پر نظر رکھنے کے لیے کئی گارڈز کو رکھا ہوا تھا۔ ان میں سے کسی نے مجھے کوئی اطلاع نہیں دی۔"

ضرار حیران اور تفکر زدہ سا بولتے ہوئے اپنا فون آن کرتے ہوئے ان گارڈز کا نمبر ملانے لگا تھا۔ لیکن کئی دفعہ کی کوششوں کے بعد بھی ایک گارڈ سے بھی اس کا رابطہ نہیں ہو پایا تھا۔

"تم نے کہا تھا تم یہ کام کر لو گے۔" انس نے خود پر ضبط کرتے ہوئے پر تپش سے لہجے میں ضرار کو دیکھا۔

"آئم سوری انس۔۔ میں نے اپنی پوری کوشش کی تھی۔ لیکن مجھے نہیں پتا تھا کے وہ ان گواہوں تک پہنچ جائیں گے۔"

"لیکن وہ پہنچ گئے۔۔ ان گواہوں کے بارے میں ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا پھر وہ کیسے ان تک پہنچے؟"

وہ ایک دم ہی آپے سے باہر ہوتا ہوا دھاڑا تھا۔ جس جگہ اسے منزل نظر آتی تھی وہ اندھا دھند وہاں بھاگنے لگتا تھا۔ لیکن کچھ دور جا کر ہی اسے معلوم ہوتا تھا کے وہ صرف ایک نظر کا دھوکا تھا۔

"حتان کے تعلقات کافی اوپر تک ہیں۔ اس کے اختیارات کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اگر وہ گواہوں تک پہنچ بھی گیا ہے تو مجھے اس بارے میں کوئی حیرانگی نہیں ہے۔"

"اگر تمہیں عبیر اور حتان کی شان میں قلابے ملانے سے فرصت ملے تو مجھے بتاؤ کے آگے کیا ہو گا؟ کل دس بجے سماعت ہے۔ ابھی آٹھ بجے ہیں۔ ان چند گھنٹوں میں ان گواہوں کو ڈھونڈنے کے علاوہ اور کوئی پلین ہے تمہارے پاس؟"

"فرجاد کی گواہی کافی نہیں ہو گی؟" ضرار نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"کچھ کہا نہیں جا سکتا لیکن۔۔ اب ہم اس کے سامنے ویک پڑ چکے ہیں۔ اگر وہ کل عدالت میں داخل ہوا تو عبیر کو باعزت بری کروا کر ہی وہاں سے نکلے گا۔"

"اور اگر وہ عدالت ہی نہ پہنچے تو؟"

انس نے سنجیدہ اور سپاٹ سے لہجے میں پوچھا۔

"وکیل کی عدم موجودگی پر اگلی پیشی کی تاریخ مل جائے گی۔" اس نے بے ساختہ جواب دیا۔

"اگلی پیشی کی تاریخ؟ یعنی پندرہ سے بیس دن کا وقت ہو گا۔۔ تو ٹھیک ہے۔۔ حتان داؤد کو کسی طرح کل عدالت آنے سے روکو۔۔ اگلی پیشی تک ہم گواہوں کو ڈھونڈ ہی لیں گے۔"

"تم جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟" ضرار نے بے یقینی سے اسے دیکھ کر پوچھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"کچھ غلط کہہ رہا ہوں میں؟ حسن کے مطابق ہمارا کیس کمزور پڑ گیا ہے۔اس کا فائدہ اٹھا کر حتان پوری کوشش کرے گا کیس پر اثر انداز ہونے کی۔اگر وہ کل پیشی پر نہیں پہنچے گا تو ہمیں اچھا خاصا وقت مل سکتا ہے پھر سے اٹھ کھڑے ہونے کے لئے۔"

"لیکن ہم اسے روکیں گے کیسے؟"

"آرٹیکل 216۔۔"

اس کے سکون بھرے لہجے میں وہ دو لفظ ان دونوں کو چونکا گئے تھے۔

"ایک مجرم کو پناہ دینے کی سزا؟" حسن نے سانس روکے اسے دیکھا۔

"تم سچ میں اس کے وارنٹ نکلوانا چاہتے ہو؟"

"میں یہاں تم سے مذاق کرنے تو آیا نہیں ہوں۔"

"اسے عدالت آنے سے روکنے کا صرف یہی ایک راستہ ہے۔اسے اریسٹ کرنا ہی پڑے گا۔"

"بنا کسی ٹھوس ثبوت کے ایک وکیل کو صرف الزام کی بنیاد پر گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔ثبوت کے بغیر ہم وارنٹ بھی نہیں نکلوا سکتے۔"

حسن نے اس کی تصحیح کی تو اس نے ضرار کو دیکھا۔"اگر وارنٹ نکلوانے میں مشکل ہو رہی ہے تو بریگیڈیئر باجوہ کو انوا کرو۔۔ہمیں یہ بات میک شیور کرنی ہے کے۔نہ کل کوئی سماعت ہو اور نہ وہ عدالت پہنچے۔" وہ جیسے بات ہی ختم کر کے چیئر دھکیل کر اٹھ کھڑا ہوا۔

****

موجودہ دن۔۔

اس کی گاڑی ایک تین منزلہ بنگلے کے کھلے ہوئے میں گیٹ سے اندر پتھریلی روش پر جا رکی تھی۔حذیفہ نے اپنی سیٹ سے اترنے کے بعد گھوم کر آتے ہوئے اس کی طرف کا دروازہ کھولا تو وہ باہر نکل آیا۔دونوں ساتھ چلتے ہوئے اس بنگلے کی اندرنی عمارت میں داخل ہوئے تھے۔جہاں ڈرائینگ روم میں بریگیڈیئر باجوہ کو بیٹھے دیکھ کر حتان کے جبڑے بھنچ گئے تھے۔

جس انسان کو وہ پسند نہیں کرتا تھا اس سے سلام دعا کرنے کے بجائے سیدھا مدعے کی بات پر آتا تھا۔ ابھی بھی وہ سیدھا ان کے سامنے پڑے تھری سیٹر صوفے کے درمیان میں جا بیٹھا تھا۔

بیچ میں شیشے کی میز حائل تھی۔ اور دوسری طرف ملٹری یونیفارم میں ملبوس وہ ادھیڑ عمر کے آدمی تھے۔

"مجھے کافی افسوس ہوا یہ جان کر کے آپ نے میری جاسوسی کروائی۔ اگر بیک پر آپ نہ ہوتے تو کسی کی مجال نہیں تھی کے آج کے دن میری گرفتاری کے وارنٹ جاری کئے جاتے۔"

اس نے بیٹھتے ہی بات شروع کی۔ اس کی سبز آنکھوں میں انتہا کا سرد پن تھا۔

"دیکھو حتان! غلط مت سمجھنا۔" انھوں نے تحمل سے بات شروع کی۔

"لیکن مجھے تمہاری جاسوسی کروانی پڑی۔۔ کیوں کے جب مجھے یہ اطلاع ملی کے عبیر پاکستان آچکا ہے تو تمہارے گھر کے علاوہ ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں وہ سکون سے رہ سکتا۔۔ اگر کہیں اور رہنا چاہے تو بھی نہیں۔۔"

وہ رسان سے اپنی بات اسے سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ "تم اس کے لئے سیف زون ہو۔ تمہارے ہوتے ہوئے کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس لئے عبیر تک پہنچنے کے لئے درمیان میں تم سے ٹکرانا ہی پڑا۔"

"میں ہمیشہ اس کے اور آپ کے درمیان میں ہی رہوں گا۔ جب تک میں زندہ ہوں میں اس کے آگے کھڑا رہوں گا۔ اور مجھے گرا کر اس تک پہنچنے کی ہمت کسی میں ہے نہیں۔"

"کام کی بات کریں۔ کیا چاہتے ہیں آپ مجھ سے۔؟" اس نے سینے پر بازو باندھتے ہوئے پیچھے کو ٹیک لگائی۔

ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ اپنی نفرت سے بھرے لہجے کو نارمل نہیں رکھ پا رہا تھا۔

"میں چاہتا ہوں کے تم غازی کو مناو، اسے راضی کرو ہمارے لیے کام کرنے کے لیے۔"

"غازی سے آپ نے ڈائریکٹ بات کی تھی۔ اس نے کیا جواب دیا تھا۔؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔ تو بریگیڈیئر نے سر کو خفیف سی جنبش دی۔

"اس نے انکار کر دیا تھا۔"

"جب وہ انکار کر چکا ہے تو پھر مجھے یہاں بلا کر زحمت دینے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ اپنے فیصلے لینے میں آزاد ہے۔ میں اس پر دباؤ نہیں ڈال سکتا۔"

"وہ تمہارا دوست ہے۔ اسے ہماری بات سمجھ نہیں آ رہی۔ لیکن تم اسے سمجھانے کی کوشش کرو گے تو وہ سمجھ جائے گا۔" وہ ابھی بھی نرم لہجے میں بات کر رہے تھے جن کے برعکس اس کے لہجے کی سختی کم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔

"میں نہیں چاہتا کے وہ ملٹری کے لئے کام کرے۔" کمرے کے خاموش ماحول میں صرف ان دونوں کی آوزیں تھیں جو اس خاموشی کو توڑ رہی تھی۔ حذیفہ خاموشی سے بریگیڈیئر کے پیچھے کھڑا تھا۔ پشت پر دونوں ہاتھ باندھے گہری نظروں سے حتان کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا۔

وہ اپنے حوالے سے کی گئی غلط باتوں پر کبھی ایسے ری ایکٹ نہیں کرتا تھا۔ بے شک وہ اندر سے غصے میں پنپ رہا ہو لیکن باہر سے ہمیشہ کالم ہی رہتا تھا۔ اور آج غازی کے ذکر پر وہ چاہ کر بھی اپنی ناگواری اور نفرت کو چھپا نہیں پا رہا تھا۔

"تم بلکل اپنے باپ کی طرح ہو۔۔ ضدی اور گھمنڈی۔" بریگیڈیئر نے خشک سے انداز میں کہا۔

"مجھے اچھا لگتا ہے جب لوگ مجھے میرے باپ سے کمپیئر کرتے ہیں۔" اس نے ہلکا سا تمسخر سے مسکراتے ہوئے ابرو کو حرکت دی تھی۔

"تم مجھ سے وعدہ کرو کے اسے مناو گے۔ میں بھی تم سے وعدہ کرتا ہوں کے ابھی تمہارے وارنٹ کینسل کروا کے تمہیں عدالت جانے کی پرمیشن دے دوں گا۔ تم پیشی پر پہنچ کر اس کا دفاع کر سکو گے۔"

"اگر میں انکار کروں تو؟"

"مجبوراً پھر تمہیں جیل ہی جانا پڑے گا۔"

"It's doesn't bother me..!"

"آپ مجھے اپنی باتوں سے قائل نہیں کر پا رہے تو اس گھٹیا طریقے سے مجھے روکنے کی کوشش کریں گے؟"

"میں تمہارے باپ کا دوست رہ چکا ہوں۔ کم از کم تمہیں مجھ سے بات کرتے ہوئے اپنے لفظوں پر دھیان دینا چاہئے۔"

"آپ میرے ڈیڈ کے دوست کہلانے کے لائق نہیں ہیں۔جب انھیں آپ کی ضرورت تھی تب آپ ان کے ساتھ نہیں تھے۔اپنی وردی کو بچانے کے لیے آپ پیچھے ہٹ گئے تھے۔اپنے رینک کے لیے آپ نے دوستی کو قربان کر دیا تھا۔اب آپ کو کوئی حق نہیں ہے میرے باپ کو اپنا دوست کہنے کا۔"

"دیکھو میں ماضی کی باتوں کو کریدنا نہیں چاہتا۔حقیقت سے تم بھی انجان نہیں ہوں۔یہ وردی مجھے اس کی اجازت نہیں دیتی کے میں ایسا کچھ کام کروں جو اس کی شان کو گھٹانے کا سبب بنے۔اس کی وجہ سے مجھے ایسے فیصلے لینے پڑتے ہیں جس پر میرا دل بھی راضی نہیں ہوتا۔۔"

"مجھے آپ سے کوئی ڈیل نہیں کرنی۔"

"تم ٹھنڈے دماغ سے میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔اس مافیا گروپ کو پکڑنا نہایت ہی ضروری ہے۔ہم اتنے عرصے سے اس کی تاک میں ہیں لیکن ابھی تک کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔لیکن عبیر یہ کام آسانی سے کر سکتا ہے۔"

"بے شک آسانی سے کر سکتا ہے۔لیکن آپ چاہتے ہیں کے میں اسے راضی کروں کے وہ دوبارہ اس خطرناک دلدل میں جائے، انھیں ٹریپ کرے۔انھیں دھوکا دے۔اور پھر آپ کے پاس لے آئے؟آپ جانتے بھی ہیں وہ انڈر ولڈ کی دنیا کتنی خطرناک ہے؟میں کبھی بھی عبیر کو یہ کرنے کے لیے نہیں کہوں گا۔چاہے آپ مجھ پر بھی جعلی مقدمے بنا کر مجھے قید کر دیں۔"

"کیا یہی تمہارا فیصلہ ہے۔؟"

"آپ مجھ سے جتنی دفعہ پوچھیں گے میرا جواب یہی ہوگا۔"انھوں نے گہری سانس بھر کر حذیفہ کو دیکھا۔

"اسے تھانے لے جاو۔۔اور کسی قسم کی کوئی تفتیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔جذبات کی پٹی آنکھوں سے اتار کر دیکھے گا تو اسے سمجھ آئے گا کے میری بات نا ماننا اس کے لیے کتنا برا ثابت ہو سکتا ہے۔"

"تفتیش نہیں کرنی تو پھر جیل میں کتنی دیر تک رکھنا ہے؟کیا کل عدالت میں پیش کرنا ہے اسے۔؟"کافی دیر سے خاموش کھڑے حذیفہ نے استفسار کیا۔

"بلکل بھی نہیں۔۔رات تک اسے چھوڑ دینا۔میرا مقصد بس اسے پیشی پر پہنچنے سے روکنا تھا۔اور یہ بات دھیان میں رکھنا کے یہ مجرم نہیں ہے۔اس لئے اس کے ساتھ نرمی سے پیش آنا۔"وہ حذیفہ کو ہدایت دے رہے تھے جو تابعداری سے سر ہلا رہا تھا۔

"دور ہٹو مجھ سے۔۔"

حذیفہ نے جب اس کا بازو پکڑنے کی کوشش کی تو اس نے جھٹکتے ہوئے اسے خود سے دور ہٹایا۔ پھر تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے باہر گاڑی کے پاس آ گیا۔

کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھا۔ جس پر نظر آتا وقت اسے احساس دلا رہا تھا کے سماعت شروع ہونے میں اب صرف کچھ ہی وقت رہ گیا ہے۔ اس نے تو عبیر سے وعدہ کیا تھا کے آج وہ اسے باعزت بری کروا دے گا لیکن وہ عدالت جانے کے بجائے خود اریسٹ ہو کر تھانے جا رہا تھا۔ وہ گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ بے تاثر نگاہیں اپنے جوتوں پر تھیں۔ اس کا فون بھی اس کے پاس نہیں تھا۔ باجوہ سے ہوئی باتیں اس کے ذہن میں گونج رہیں تھی۔ وہ کسی قیمت پر اس کا مطالبہ ماننے کا روادار نہیں تھا۔

****

"انس بھائی رکیں۔۔"

وہ ریڈی ہو کر کورٹ کے لئے نکل رہا تھا۔ جب ماشا سے کمرے سے بیگ لئے اس کے پاس آئی۔

"آپ کا برتھ ڈے گفٹ۔" اس نے بیگ اس کی جانب بڑھایا تو اسنے مسکرا کر وصول کیا۔ "رات کو آپ اتنی لیٹ آئے تھے مجھے دینا یاد ہی نہیں رہا۔"

"تھینک یو ماشا۔" انس نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کھول کر دیکھیں نا۔"

"مجھے معلوم ہے اس میں پرفیوم ہی ہو گا۔" اس نے وثوق سے کہا۔

"اس بار پرفیوم نہیں ہے۔"

"اچھا۔؟" اس نے کچھ تجسس میں بیگ میں ہاتھ ڈال کر باکس برآمد کر لیا تھا۔ باکس پر بنے رولیکس کے لوگو کو دیکھ کر ہی مسکراہٹ سمٹی تھی۔ وہ ایک دم سے چونک کر اسے دیکھنے لگا

"مجھے سچ سچ بتاؤ کس سے چھین کر لائی ہو؟"

"چھین کر کیوں لاؤں گی؟" اس کے اتنے حیران کن انداز پر وہ ناراض ہوئی۔

"چوری کی ہے؟ڈاکہ ڈالا ہے؟"

"بھائی کیسی باتیں کر رہیں۔میں ایک گھڑی کے لیے چوری کروں گی؟"

"تو پھر کہاں سے لائی ہو؟"

"خرید کر لائی ہوں اپنے پیسوں سے"وہ خفگی سے بولی

"اپنے پیسوں سے؟انس کو یقین نہیں آرہا تھا کے اس کے پاس اتنے پیسے ہوں گے۔

"تم نے اپنی گولڈ کی چین تو نہیں بیچ دی؟"

"بھائی۔۔"ماشا کی بس ہو چکی تھی۔

"اتنی بھی کوئی مہنگی نہیں ہے جس کے لیے مجھے چین بیچنی پڑے۔

"قیمت بتاو۔کتنے کی لائی ہو یہ گھڑی؟"

"گفٹ کی قیمت پوچھی جاتی ہے کبھی؟"ناراضگی سے اس کے گال سرخ ہو رہے تھے۔

"فاز کے ساتھ گئی تھی میں یہ لینے۔آپ چاہیں تو اسے کال کر کے تسلی کر سکتے ہیں کے میں نے یہ گھڑی چرائی نہیں ہے۔نا ہی کسی سے چھینی ہے"وہ منہ پھلا کر بولی۔

"پیمنٹ تم نے خود کی تھی؟"وہ زچ ہو چکی تھی اس کی سوالوں سے۔

"اس نے ہی کی تھی۔میں پیسے دے کر مہر ماہ کے لیے واچ دیکھنے چلی گئی تھی۔

"مہر ماہ کے لیے بھی لائی ہو؟"انس نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

"پسند نہیں آئی اس لئے نہیں لی اس کے لئے۔پھر کبھی جاوں گی تو لے آوں گی"

"یہ بہت خوبصورت ہے۔۔تمہیں اس کی قیمت پتا ہے؟"باکس میں سے چمچماتی گھڑی نکال کر دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"معلوم ہے مجھے۔سات ہزار کی ہے"

"سات؟سات ہزار؟"اس کے ہاتھ سے گھڑی گرتے گرتے بچی تھی۔وہ لیٹیسٹ ایڈیشن تھا۔جسے وہ سات ہزار میں لائی تھی۔فاز اس کے ساتھ تھا۔یقیناً یہ سب اسی کی مہربانی سے ہوا تھا۔

"ماشا۔"انس نے نرمی سے اسے دیکھا۔"یہ گھڑی"سلور گھڑی اٹھا کر اسے دکھائی۔

"یہ ساڑھے تین لاکھ کی گھڑی ہے۔"اس کی آنکھیں حیرانگی سے پھیلیں دوسرے ہی لمحے ہاتھ جھلایا۔

"کیا بات کر رہیں؟ گھڑیاں اتنی مہنگی ہوتی ہیں بھلا؟"

"تمہیں شوق نہیں ہے۔ لیکن جنھیں شوق ہیں وہ کروڑوں کی قیمت میں بھی خرید لیتے ہیں"

"بے وقوف ہی ہوں گے ضرور" وہ بیزاری سے بولی۔

"لیکن۔۔"

اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"اگر یہ ساڑھے تین لاکھ کی ہے تو مجھے سات ہزار میں کیسے مل گئی؟"

"مجھے کوئی حیرانگی نہیں ہے۔ کیوں کے فاز تمہارے ساتھ تھا۔"

"اس نے پیمنٹ میرے سامنے نہیں کی تھی۔ اور اس کا پرائس ٹیگ بھی نکال دیا تھا"

"اس نے مجھے اتنی مہنگی گھڑی کیوں دلائی جب میں نے اسے کہا تھا کے مجھے میرے بجٹ کے حساب سے لینی ہے"

"تمہارا بجٹ بہت ہی کم تھا۔ اتنے پیسوں میں بس لوکل یا پھر اوریجنل کی فورتھ کاپی بھی بامشکل آتی ہے"

اس نے ضبط سے گہرا سانس بھرا۔

"ویسے میں سوچ رہا تھا کے میری آنے والی کچھ برتھ ڈیز کے ایڈوانس گفٹ میں تم مجھے ایسی ہی چند اور گھڑیاں لادو"

"بھائی۔۔" اس نے ناراضگی سے انس کو دیکھا۔

"ادھر دیں گھڑی میں اسے واپس کر دوں گی"

"تحفہ دے کر واپس مانگا جاتا ہے؟"

"پھر آپ مجھے اتنے پیسے دیں جتنے کی یہ ہے۔۔ میں اسے اس کے پیسے واپس کر دوں گی۔"

"میرے گفٹ کے لئے میں خود ہی پیسے دوں؟"

"اس کی غلطی ہے نا اس نے بتایا نہیں مجھے"

"تو یہ تم دونوں کا ذاتی معاملہ ہے۔ خود ہی سلجھالو۔۔ مجھے تو یہ تحفہ بہت پسند آیا ہے"

انس کا کوئی ارادہ نہیں تھا گھڑی واپس کرنے کا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

نرم گرم سی دھوم حویلی کے آنگن میں اتری ہوئی تھی جب ایک سفید پجارو پورچ میں آکر رکی۔ "اپنی کلاسز بنک کر کے تمہیں جامعہ لے کر گیا تھا اب مجھے پورے چار کپ چائے کے چاہیے" اگنیشن میں سے چابی نکالتے ہوئے وہ اسے ڈیل یاد کرواہا رہا تھا جس کے لیے وہ پہلے ہامی بھر چکی تھی۔ "تمہیں پتا ہے اتنی مقدار میں کیفین کا استعمال کرنے والے دنیا سے جلدی چلے جاتے ہیں" وہ سنجیدگی سے کہتی ہوئی گاڑی سے اتری۔ "میں نے تو آج تک ایسا کچھ نہیں سنا" فاز نے حیرانگی سے کہا۔ "میں بتا رہی ہوں نا تمہیں"

"دیکھو بہن مجھے جلدی مرنا قبول ہے لیکن چائے پر کوئی کمپرومائز نہیں۔ تم ہامی بھر چکی ہو پہلے ہی" وہ دونوں بحث کرتے ہوئے لاونج میں داخل ہو چکے تھے جب ڈرائنگ سے آتی باتوں کی آواز پر وہیں رک گئے۔

"آ گئیں تم یونی سے۔۔ جا کر چینج کرو یاقوت آپا آئی ہیں"

کچن میں ملازموں کو پر تکلف کھانے کی ہدایت دینے کے بعد وہ ڈرائنگ روم کے باہر کھڑی ان دونوں سے مخاطب ہوئیں۔

یاقوت غازی سعادت غازی کے کزن کی بیٹی تھیں۔ حویلی میں ان کا کافی آنا جانا تھا۔ آج بھی اپنے بیٹے زاویار کی شادی کا عوت نامہ لے کر آئی تھیں۔ "ریشام چینج کر کے جانا" انھوں نے پیچھے سے ہی اسے ٹوکا تھا لیکن وہ ان سنی کر گئی تھی۔

"السلام و علیکم پھوپھو" وہ جیسے ھی چہکتی ہوئی وہاں داخل ہوئی۔ یاقوت غازی نے اٹھ کر اسے گلے لگایا تھا۔ "میری پیاری بیٹی" وہ اسے ساتھ لپٹائے پیار کرنے لگیں۔

انھیں آج بھی یاد بھی تھا کے ریشام کی پیدائش پر کتنی خوشیاں منائیں گئی تھیں۔ وہ حویلی کی سب سے پہلی بیٹی تھی۔ اور سب سے چہیتی بھی۔

"زاویار بھائی کی شادی ہو رہی ہے؟" سینٹرل ٹیبل پر سے کارڈ اٹھاتے ہوئے اس نے خوشگواری سے پوچھا۔

****

دوسری جانب عدالت کا ماحول بھی کچھ تناو کا شکار تھا۔ سیاہ لباس والوں کے علاوہ بھانت بھانت کے لوگ وہاں بکھرے دکھائی دے رہے تھے۔ رش بھی معلوم سے زیادہ محسوس ہو رہا تھا۔ وہ اپنی گاڑی سے باہر نکل رہا تھا۔ جب کان سے لگے فون پر اسے اطلاع ملی تھی کے حتان داؤد کو اریسٹ کر لیا گیا ہے۔ انس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری تھی۔

"یہ سمجھتے ہیں کے دنیا کو اپنے اشاروں پر چلائیں گے۔۔" وہ استہزائیہ سے بڑبڑاتا ہوا سر جھٹک کر اس جانب بڑھا جہاں اسے عبیر غازی کھڑا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں پر ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ اور تین پولیس آفیسر اس کے آس پاس موجود تھے۔

Mahira Zaynab Khan Novel

اس کی جانب اٹھتے ہر قدم پر انس کی نفرت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ہر قدم پر اس کا ماضی اسے یاد آ رہا تھا۔ ہر قدم پر وہ خود سے عہد کر رہا تھا کے اس انسان سے انتقام لیے بغیر وہ مرے گا نہیں۔

وہ جب اس کے نزدیک آیا تو عبیر نے چونک کر اسے دیکھا۔ لیکن پھر سنہری آنکھوں میں چمک ابھری۔ اور لبوں پر مسکراہٹ کے ساتھ اس کا ڈمپل نمایاں ہوا۔ سر کو خفیف سی جنبش دے کر جیسے اسے سلام کہا۔

"عرصے بعد تمہاری شکل دیکھی ہے۔۔ اور جسے دیکھ کر مجھے کوئی خوشی محسوس نہیں ہوئی۔"

وہ مسکراتے ہوئے تلخی بھرے الفاظ ادا کر رہا تھا۔ "لیکن مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔" انس نے بھی جواباً اس کا انداز اپناتے ہوئے اپنی نظر اس کے ہتھکڑیاں لگے ہاتھوں پر ڈال کر کہا۔"

"خوشی؟" وہ مبہم سا ہنسا۔ "شاید تم جانتے نہیں کے خوشی ہمیشہ تکلیف کے سائے میں آتی ہے۔۔ ہر خوشی اور راحت کے بعد ایک تکلیف اور غم بھی انتظار میں بیٹھا ہوتا ہے۔"

"میری ہر تکلیف اور غم کا اختتام ہو چکا ہے۔ کیوں کے یہاں تمہیں مات ہو چکی ہے۔۔ اب تم شکنجے میں پھنس چکے ہو۔۔ یہاں سے تم حویلی نہیں سیدھا سلاخوں کے پیچھے جاو گے۔۔"

"یقیناً تم اپنے خوابوں میں مجھے سزا دلوا چکے ہو۔۔"

"تمہیں اپنے گناہوں پر کوئی گلٹ نہیں ہے؟" انس نے تیز اور کاٹ دار سے لہجے میں پوچھا۔ "اگر مجھے گلٹ ہے بھی تو میں تمہیں کیوں بتاوں؟ کیا میں نے آج سے پہلے تم سے اپنا حال دل شئیر کیا ہے؟" آنکھوں پر دھوپ کا چشمہ لگائے وہ پوچھ رہا تھا۔ انس کے لبوں پر طنز بھری مسکان ابھری۔

"تم اتنے اعتماد سے اس لئے بات کر رہے یقیناً تم یہ سمجھ رہے ہوں گے کے حتان داؤد تمہیں باعزت بری کروا دے گا۔۔ لیکن کیا میں تمہیں بتاوں کے کچھ دیر پہلے اسے اریسٹ کر لیا گیا ہے؟"

اس کے الفاظ ایسے تھے جو عبیر کو پلے ہی نہیں پڑے تھے۔ وہ ناقابل فہم نظروں سے انس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ اور سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کے جو بات اس نے کسی ہے کیا وہ واقعی میں سچ ہے؟ لیکن حتان کیسے اریسٹ ہو سکتا ہے؟

"بھاگ گئے تھے تم! کھلے دل کے ساتھ اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے کے بجائے تم ملک سے فرار ہو گئے تھے عبیر غازی۔۔"

انس غازی کا لہجہ انتہائی ٹھنڈا اور استہزایہ سا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بھی طنزیہ رنگ کی رمق ہلکورے لے رہی تھی۔ وہ اسے شرمندہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جو بظاہر مطمئن نظر آ رہا تھا۔ لیکن اندر ہی اندر حتان کی گرفتاری کی خبر اسے پریشان کر رہی

تھی۔ کیا ان کا پلین فلاپ ہونے والا تھا؟

وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ درمیان میں ایک ہاتھ سے بھی کم کا فاصلہ تھا۔ انس کی رگوں میں آہستگی سے ابال اٹھ رہے تھے۔ اس کے ماں باپ کا قاتل اس کے سامنے موجود تھا۔ "عبیر بھائی۔۔" تب ہی سرمد تقریباً دوڑتا ہوا ان دونوں کے قریب آیا تھا۔

"حتان سر کو اریسٹ کر لیا گیا ہے۔"

اس نے پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ کہتے ہوئے لمحے بھر کے لیے عبیر کو ساکت کر دیا تھا۔

انس نے بھی اسے یہی کہا تھا۔ لیکن اسے پھر بھی یقین تھا کے وہ لازمی عدالت آئے گا۔ اور اس جیسے انسان کو اریسٹ کرنا اتنا آسان تھا کیا۔؟

"میں نے کہا تھا نا؟ آج تمہیں سلاخوں کے پیچھے جانے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔"

اس کے الفاظ زہر میں بجھے ہوئے تھے۔ جبکے عبیر ابھی بھی اس حقیقت کو قبول کرنے کی کوشش کر رہا تھا کے حتان اریسٹ ہو چکا ہے۔ اس کی وجہ سے وہ بھی مشکلات میں پڑ چکا تھا

"میرا دل تو چاہ رہا ہے کے اسی وقت تمہاری جان لے لوں۔۔"

نفرت بھرے لہجے میں پھنکارتے ہوئے انس نے جونہی عبیر کی طرف قدم بڑھائے تبھی اس نے اپنا مخروطی ہاتھ ان دونوں کے درمیان حائل کر دیا تھا۔

"ایکسکیوز می۔۔" سرد لہجے میں انس کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے سبز سی چمکتی آنکھوں سے وہ حد میں رہنے کو کہا۔

"آپ کی تعریف؟" اس کے مداخلت کرنے پر اس نے ناگواری سے سنبل کو دیکھا۔ جس کے چہرے پر ایک الگ ہی چمک دکھائی دے رہی تھی۔

"فاصلے پر رہیئے میرے کلائنٹ سے۔" اس کے لفظوں میں سختی اور گہری سنجیدگی کا عنصر نمایاں تھا۔

اپنی اپنی جگہ وہ دونوں ہی بری طرح چونک اٹھے تھے۔ وہ لڑکی یقیناً حتان کی بہن تھی۔

حتان داؤد کی بہن عبیر غازی کی وکیل تھی؟ یہ کیسے ممکن تھا؟

عبیر کا وکیل تو حتان کو ہونا تھا نا؟

انس کو اپنی سانس سینے میں اٹکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اور چہرے پر جیسے تاریکی چھانے لگی۔

"کیا۔۔ کیا کہا آپ نے؟"

"وہی جو آپ سمجھ رہے ہیں۔۔ میں عبیر غازی کی وکیل ہوں۔۔" وہ کافی شانت لہجے میں ان دونوں کا ہی سکون درہم برہم کر گئی تھی۔

انس تو اپنی جگہ شل کھڑا تھا۔ اسے سارے پلین پر پانی پھرتا ہوا نظر آیا۔ اتنے دنوں کی محنت ضائع چلی گئی تھی۔ اتنے عرصے سے وہ ایک غلط فہمی میں جی رہے تھے کے حتان کے علاوہ عبیر کا وکیل کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا۔۔ لیکن یہ بات وہ سرے سے فراموش کر گئے تھے کے حتان کی بہن بھی تو وکیل تھی۔

انس غازی کے اڑے اڑے سے تاثرات اسے مزہ دے گئے تھے۔ نچلا لب دانتوں تلے دبا کر ابرو اچکا کر عبیر کو دیکھا۔ جس نے لب بھینچ رکھے تھے۔

"مجھے آپ کے کلائنٹ سے اکیلے میں بات کرنی ہے۔۔ نیڈ سم پرائیویسی!"

اس نے اچانک ہی سنجیدہ اور سرد لہجے میں سنبل کو مخاطب کیا۔

"جو بات کرنی ہے مجھ سے کیجئے۔۔ یہ آپ کو جوابدہ نہیں ہیں۔"

سفید بے داغ کیپری شرٹ پر سیاہ کوٹ کے ساتھ اس نے سفید دوپٹہ بھی گئے میں ڈال رکھا تھا۔ بیگ کی لمبی سی سنہری چین اس کے کندھے سے لٹکی ہوئی تھی۔ کھلے اسٹریٹ بالوں پر اس کے گاگلز ٹکے تھے۔ میک اپ سے پاک خوبصورت سے چہرے پر سنجیدگی قائم تھی۔ ماحول کو دیکھتے ہوئے وہ اپنا روپ اسی مناسبت سے ڈھال لیتی تھی۔

وہ ایک تیز نظر ان دونوں پر ڈالتے ہوئے فوراً ہی وہاں سے آگے بڑھ گیا تھا۔ اس کے مٹھیاں بھینچے سے ہی اندازہ ہو رہا تھا کے وہ کس قدر اپنے اندر اٹھتے اشتعال کو دبا رہا تھا۔

"اس کی شکل دیکھنے والی تھی۔" سرمد محفوظ سے انداز میں ہنستے ہوئے بولا۔

"کیا ہے یہ سب؟" عبیر نے پیشانی پر بل ڈالے اسے دیکھا۔ جس نے اس کی طرف رخ موڑتے ہوئے دلفریب سا مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"پلین بی۔۔" ماتھے پر ٹکے گاگلز کو کھینچ کر آنکھوں پر لاتے ہوئے اس نے سکون بھرے انداز میں کہا۔

"میرا پلین بی کچھ اور تھا۔!"

"یہ میرا اور میرے بھائی کا پلین بی ہے۔۔ ہم نے تمہیں اس میں شامل نہیں کیا تھا۔۔ یو نو واٹ؟۔۔ تم اتنے مغرور، خود پسند

،ضدی خود سر۔۔اور صرف خود سے محبت کرنے والے انسان ہو۔۔ لیکن اس کے باوجود بھی، ناوہ تمہاری فکر کرنا چھوڑتا ہے اور نا ہی میں۔۔"

تاسف بھرے لہجے میں وہ اس کی ایک ایک خوبی گنوا رہی تھی۔

"قاتل اور ڈرگ ڈیلر کہنا بھول گئی ہو تم۔۔"

عبیر کے لہجے میں کوئی جذبہ نہیں تھا۔"میں نے تمہیں صرف وہ بتایا ہے جو تمہیں نہیں معلوم۔۔"

چشمے کے پیچھے چھپی آنکھیں اس نے عبیر کے چہرے پر گاڑے کمال اطمینان سے جواب دیا۔ پھر انگلی سے ماتھے پر ٹکے گاگلز کو آنکھوں پر لاتے ہوئے ایک جلانے والی مسکراہٹ اس کی طرف اچھالتے ہوئے وہ کورٹ کی اندرنی عمارت کی جانب بڑھ گئی تھی۔

عدالت کی کاروائی شروع ہونے میں کچھ ہی وقت باقی رہ گیا تھا۔

اور پولیس والوں کے نرغے میں کھڑے اس نے دور تک اس کی پشت کا پیچھا کیا تھا۔اور کراہ کر پلکیں میچ لی تھیں۔

یہ دونوں بہن بھائی ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔

****

"اب تم کیا کرو گے؟ کبھی سوچا تھا اس طرح سے بھی تمہیں شکست مل سکتی ہے۔؟"

تھانے کے احاطے میں جب گاڑی رکی تو ان دونوں میں سے کوئی باہر نہیں نکلا تھا۔حتان کی نظریں اس کے ہتھکڑیاں لگے ہاتھوں پر جھکی تھیں۔اس کے شانے بھی ڈھلکے ہوئے تھے۔ باجوہ کی باتیں انی کی طرح اس کے وجود میں گڑی ہوئی تھیں۔گاڑی کے شیشے چڑھے ہوئے ہونے کی وجہ سے باہر کا کوئی شور وغل اندر داخل نہیں ہو رہا تھا۔ایک گہری خاموشی سی اندر قائم تھی۔

"لگتا ہے کافی اثر لے لیا تم نے اپنی ہار کا۔ کوئی بات نہیں اب تو تمہیں عادت ہو جائے گی۔۔"

اسے بے جنبش بیٹھے دیکھ کر لاپرواہ سے انداز میں کہتے ہوئے اس نے جونہی سیٹ بیلٹ ہٹا کر دروازے کو کھولنا چاہا اس کی آواز پر رک گیا تھا۔

"جانتے ہو میں کون ہوں؟"اس نے سپاٹ سے لہجے میں جھکی ہوئی آنکھوں کے ساتھ ہی پوچھا۔جبکے حذیفہ دلچسپی سے گردن موڑے اسے دیکھنے لگا۔"میں حتان داؤد ہوں۔"اپنی سبز سی آنکھیں اٹھا کر اس نے حذیفہ کی آنکھوں میں گاڑ دیں۔

"میں غازی کی طرح کتابیں نہیں پڑھتا۔ میں افسانوی کرداروں کی نفسیات کو سمجھنے کے بجائے میں خود لوگوں کو پرکھتا ہوں۔ اور اپنے تجربات سے سیکھنے کو زیادہ ترجیح دیتا ہوں۔ وہ نرم دل ہے۔ لوگوں کی غلطیوں کو معاف بھی کر دیا کرتا ہے۔ میں اس کے جیسا بلکل بھی نہیں ہوں۔"

"جہاں تم جیسے لوگوں کے سوچنے سمجھنے کی حد تمام ہوتی ہے۔ وہاں سے میں سوچنا شروع کرتا ہوں۔" اس کے انتہائی سرد و سپاٹ سے لہجے میں لفظوں کو ادا کرنے پر وہ بے اختیار ہنسا تھا۔ "شکست کا صدمہ تمہارے دماغ کو لگ گیا ہے حتان۔"

"مجھ سے ہاتھ ملانے والے لوگ اگر میرے گریبان کو پکڑنے کی کوشش کریں تو میں ان کے ہاتھ نہیں توڑتا۔ انھیں وہاں لے جا کر اس طرح سے مارتا ہوں جہاں انھیں تاریکی اور اندھیرے کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ وہ دیواروں سے ٹکراتے پھرتے ہیں۔ لیکن ان کی زندگی میں پھر کبھی صبح کی کرنیں نمودار نہیں ہوتیں۔۔ اور میں صرف ایک دفعہ وارننگ دیتا ہوں۔ تمہیں بھی دے رہا ہوں۔۔ مجھ سے۔۔۔ فاصلے پر رہو۔"

حذیفہ نے اس کے سرد لہجے کی اندر تک اتر جانے والی شدت کو بخوبی محسوس کیا تھا۔۔ آج سے پہلے اس نے حتان کے چہرے پر ایسی سنجیدگی نہیں دیکھی تھی۔

"تم نے تو جو مجھے متاثر کر دیا۔۔ لیکن مجھ سے موقع مس ہو گیا۔ تمہاری تو یہ ویڈیو بنا کر سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنی چاہئے تھی۔ تمہارے فینز تو تمہارا یہ روپ دیکھ کر پاگل ہی ہو جاتے۔"

وہ مصنوئی افسوس بھرے لہجے میں ایک ہاتھ کی مٹھی بنا کر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے ہوئے بولا پھر اپنی جگہ سے نکل کر دوسری طرف سے آ کر اس کا دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔

"چلو آ جاو باہر۔۔" اس نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھا۔ "اب تو تمہاری عدم موجودگی پر اگلی پیشی کی تاریخ بھی دے دی گئی ہو گی۔ برداشت تو نہیں ہو رہا ہو گا تم سے کے غازی کو رہا کرنے کے بجائے اسے دوبارہ جیل بھیج دیا جائے گا۔" وہ ابھی تمسخر اور طنز سے بول رہا تھا۔ لیکن وہ خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ اتنی جلدی اس کی غلط فہمی دور نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"تم جس خوش فہمی میں جی رہے ہو اس کی میعاد بہت تھوڑی سی ہے۔"

"مجھے کوئی خوش فہمی نہیں بلکے پختہ یقین ہے۔ بحر حال اندر چلو۔ کچھ گھنٹوں کے لئے تم میرے مہمان ہو۔ اپنی خاطر تواضع کا موقع دو۔ پھر میں تمہیں خود گھر چھوڑنے جاوں گا۔"

"میں یہاں سے واپس تب ہی جاوں گا جب غازی مجھے لینے آئے گا۔۔"

حذیفہ نے اس کی بات سن کر دو انگلیوں سے تاسف سے اپنی پیشانی کو چھوا۔ "کیا وہ تمہارا اتنا گہرا دوست ہے کے اسے جیل سے رہا نا کروانے کا افسوس تمہارے دماغ کو اتنا متاثر کر رہا ہے۔؟"

"اسے اندر لے جاو۔۔" اے ایس پی نوفل کو باہر ہی کھڑے دیکھا تو حزیفہ نے اس بلا کرحتان کو لے جانے کو کہا۔ وہ فوراً ہی نزدیک آیا تھا۔

"چلیں۔۔" نوفل نے اس کا بازو تھامتے ہوئے نرمی سے کہا۔ پھر ان دونوں کے جانے کے بعد اس نے سرعت سے جیب سے فون نکالا۔ سائلنٹ پر ہونے کی وجہ سے اسے پتا نہیں چل سکا کے لاتعداد مسڈ کالز جمع ہو چکی تھیں۔ اس نے جلدی سے ایک کال ملا کر فون کان سے لگایا۔

وہ بڑبڑاتے ہوئے دوسری جانب رابطہ ملنے کا شدت سے منتظر تھا۔ اس کے ذہن میں باجوہ کی باتیں گونج رہی تھیں۔

(شیر زخمی ہے۔۔ لیکن ہے تو شیر ہی۔۔ اتنی آسانی سے وہ شکست کھانے والوں میں سے نہیں ہے۔۔ اس کی طرف سے محتاط رہنا)

"جسے قید کر کے بے بس کر دیا جائے اس سے محتاط رہنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔؟" وہ صرف سوچ کر رہ گیا۔ جبھی دوسری طرف رابطہ قائم ہو چکا تھا۔

"سر میں آپ کو کب سے کال کر رہا تھا۔۔"

"مجھے بتاو وہاں کیا ہو رہا ہے؟"

اس کی بات درشتگی سے سے کاٹتے ہوئے اس نے باعجلت پوچھا۔ اور وہاں سے جو خبر سنائی دی تھی وہ سن کر حذیفہ کا۔ چہرہ دھواں دھواں ہونے لگا۔

"کیا مطلب؟ اس کی بہن غازی کا دفاع کر رہی ہے۔؟"

اس شاکنگ خبر اس کا چہرہ دھواں دھواں ہوا تھا۔اس طرف تو ان کا گمان بھی نہیں گیا تھا کے حتان داؤد کی بہن بھی عبیر غازی کا ڈیفنس کر سکتی ہے۔وہ فون بند کر کے ترنت تھانے کی اندرنی جانب آیا جہاں بڑے سے ہال کمرے میں کافی سارے پولیس اہلکار ہجوم بنا کر کھڑے ہوئے تھے۔

"وکیل صاحب وہ جو آپ نے ایم پی اے صاحبزادہ بشیر کو سزا دلوائی تھی نا میں تب سے آپ کا فین بن گیا ہوں"

حذیفہ جب وہاں پہنچا تو اس کے کانوں میں وہ آواز پڑی۔

"اپنی اپنی ڈیوٹیز پر واپس جاو سب۔۔"اس کے اچانک ہی رعب سے تیز آواز میں گھرکنے پر سیکنڈ میں وہاں کس جھمگٹا چھٹ گیا تھا۔تب اسے چیئر پر بیٹھا ہوا حتان دکھائی دیا تھا۔ہتھکڑیاں لگے ہاتھوں سے پانی کی بوتل لبوں سے لگا رکھی تھی۔حذیفہ کو اپنی جانب دیکھتا پایا تو ایک آنکھ ونک کی تھی۔

"میں اپنی زبان کا پابند ہوں۔یہ کھول دو میں بھاگوں گا نہیں یہاں سے"

بوتل کو میز پر رکھتے ہوئے اس نے کہا تو حذیفہ نے بنا کچھ کہے اس کے قریب آکر اس کی ہتھکڑیاں کھولنے دی تھیں۔"مجھے میرا فون اور لیپ ٹاپ بھی واپس چاہئے۔یہاں فارغ بیٹھ کر میں اپنا وقت ضائع نہیں کر سکتا۔"

"ایک مجرم کو پناہ دینے کا چارج ہے تم پر۔اتنی فرمائشیں مت کرو،یہ پولیس اسٹیشن ہے تمہارا سسرال نہیں ہے حتان۔"اس نے بظاہر مسکراتے ہوئے ایک لیکن ایک ایک لفظ کو چباتے ہوئے ادا کیا۔

"مجرم کو پناہ دینے کا چارج ہے مجھ پر۔۔"اس نے سمجھنے والے انداز میں اس کی بات دہرائی۔"لیکن اگر وہ مجرم رہا ہو گیا تو؟"اس نے پیچھے کو ٹیک لگا کر ابرو کو حرکت دیتے ہوئے پوچھا۔لہجہ پر اعتماد سا تھا۔

"اور اگر وہ رہا نا ہوا تو؟تمہارے جتنی قابلیت اگر کسی کے پاس ہے تو وہ پراسیکیوٹر حسن عبید ہے۔اگر وہ تمہارے خلاف کیس لڑ رہا ہوتا تو اس کا ہارنا سمجھ بھی آتا۔۔لیکن ابھی اس کے مقابلے میں ایک عورت ہے۔"

اس کی تلخ سی بات پر حتان نے سر کو خفیف سی جنبش دی۔

"تمہیں یہ بھی دھیان میں رکھنا چاہئے کے وہ کوئی معمولی عورت نہیں ہے۔۔حتان داؤد کی بہن ہے۔اور حتان داؤد کون ہے یہ اب تم جان ہی گئے ہوں گے۔"

"وکیل صاحب آپ کا سامان۔۔" تبھی نوفل نے اس کا فون اور لیپ ٹاپ لا کر اسے دیا تھا۔

"ویسے مجھے یہ نہیں معلوم تھا کے تم جیتنے کے لئے اپنی بہن کا سہارا لو گے۔"

حتان کو طیش دلانے کے لئے اب وہ جان بوجھ کر اس طرح کی باتیں کر رہا تھا۔لیکن وہ ابھی تک شاید حتان کو سمجھ نہیں پایا تھا۔۔ جس کی پیشانی پر ایک بھی بل نہیں تھا۔وہ چہرے سے بلکل نارمل لگ رہا تھا۔

"تو؟میری بہن اپنی قابلیت اور ذہانت کی بدولت اگر میرا ساتھ دے رہی ہے تو اس میں غلط ہی کیا ہے؟ہاں لیکن تمہارے جیسے مڈل کلاس سوچ رکھنے والے لوگ عورتوں کو اس قابل ہی نہیں سمجھتے کے انھیں گھر داری کے علاوہ ان کے شوق پورے کرنے اور انھیں اپنے ہنر کو استعمال میں لانے کی اجازت دے سکیں۔۔اگر تم اتنی اہلیت نہیں رکھتے کے اپنی عورتوں کے محافظ بن سکو،تو کم از کم انھیں اس قابل بنا دو کے وہ اپنی حفاظت خود کر سکیں۔ہر عورت یہ ڈیزرو کرتی ہے کے اسے چار دیواری میں قید کر کے،دنیا سے بیگانہ کرنے کے بجائے اسے جینا سکھایا جائے۔"

"آئی کانٹ بلیو۔۔مجھ پر یہ وقت بھی آیا ہے کے میں دا بیسٹ لائیر۔۔حتان داؤد سے عورتوں کے حقوق کے بارے میں گیان سن رہا ہوں۔"

"تم صرف سن ہی سکتے ہو۔میری باتوں کو سمجھنے والی صلاحیت تمہارے اندر ہے جو نہیں۔"

"تم اور تمہارا گھمنڈ۔۔"وہ گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"چائے لاو وکیل صاحب کے لیے۔"

نوفل کو کہتے ہوئے وہ اپنے روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔"بلکل ٹھیک کہتے ہیں عبیر بھائی آپ کے بارے میں۔۔"

کچھ دیر بعد نوفل نے ٹیبل پر کافی کا مگ رکھتے ہوئے کہا۔"کیا کہتا ہے وہ میرے بارے میں؟"حتان کا لہجہ اچانک ہی دلچسپ ہوا تھا۔"یہی کے آپ کسی فرینچ ناول کے سنکی اور خبیث ہیرو کی طرح لگتے ہیں۔"

نوفل کے شوخی بھرے انداز سے کہنے پر اس کا قہقہ بے ساختہ گونجا تھا۔ "سنکی اور خبیث؟ مجھے یہ الفاظ کہنے کی جرات صرف وہی کر سکتا ہے۔"

وہ ابھی بھی ہنس رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے کی چھائی ہوئی ساری سرد مہری جیسے ہوا میں تحلیل ہو گئی تھی۔ اس کی ساری بیزاری۔ سارا غصہ اور ناگواری جیسے کہیں غائب ہو گئی تھی۔ کان میں ائیر پوڈ لگاتے ہوئے اس نے لیپ ٹاپ کی اسکرین اٹھائی تھی۔

****

سعدین حویلی سے کوئی بھی عدالت نہیں آیا تھا۔ صرف انس کے ساتھ ضرار وہاں موجود تھا۔ اس وقت وہ دونوں حسن کے کمرے میں موجود تھے۔ انس کے چہرے پر پتھروں کی سی سختی تھی۔ جیسے اندر ہوتی توڑ پھوڑ کی کتنی مشکل سے قابو میں کر رکھا ہو۔

"ہمیں لگا تھا اگر حتان عدالت نہیں آئے گا تو سماعت نہیں ہو گی۔ لیکن عین مومنٹ پر انھوں نے وکیل بدل دیا؟ اس کی بہن کیسے اس کی جگہ دفاع کر سکتی ہے۔؟"

ضرار خود کو حیرانگی بھرے انداز میں اظہار خیال کر رہا تھا۔

ہے۔ حتان کو معلوم تھا کیا وہ سماعت سے ایک گھنٹے پہلے اریسٹ pre planned "عین مومنٹ پر کچھ بھی نہیں ہوا۔ یہ سب ہو جائے گا؟ جو اس نے پہلے ہی سنبل داؤد کو کیس کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ وہ سخت تپا ہوا لگ رہا تھا۔

"ہمارے علاوہ تو یہ بات کوئی نہیں جانتا تھا۔ وارنٹ نکلوانے کی خبر اور کسے تھی؟"

انس نے اس سے پوچھا جو نوٹس کی ورق گردانی کرتے ہوئے ساتھ ہی کافی کا مگ بھی ہونٹوں سے لگائے گھونٹ بھر رہا تھا۔ سیاہ سوٹ میں ملبوس وہ سماعت کے لئے بلکل ریڈی تھا۔

"دیکھو اس میں کوئی حیرانگی کی بات نہیں ہے۔۔ وہ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو ایک ہی پلین ترتیب دے کر اسی کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس میں فاتح بھی ٹھہرتے ہیں۔ لیکن یہ صرف اس وقت ممکن ہوتا ہے جب سامنے مخالف کمزور ہو۔ وہ

پوری جرات سے لڑنے کی ہمت نہ رکھتا ہو۔ لیکن جہاں مقابلہ برابری کا ہوتا ہے۔ وہاں ایک سے زائد پلین ترتیب دینے پڑتے ہیں۔ پلین اے ناکام ہو جائے تو پلین بی پر عمل درآمد شروع کر دیا جائے۔۔۔اور تم سے بہتر یہ بات کون جان سکتا ہے۔ تم تو ایک سیکورٹی ایجنسی کے پریذیڈنٹ ہو نہ؟"

وہ کچھ حیرانگی سے بول رہا تھا۔اور انس اپنی پیشانی مسل رہا تھا۔۔پتا نہیں کیوں لیکن اسے سب کچھ ہاتھ سے پھسلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

حتان نے بھی یہی کیا ہے۔ سنبل کو اپنی جگہ لانے کا فیصلہ اس نے عین مومنٹ پر نہیں کیا ہو گا۔اتنی سی دیر میں وہ کیسے سماعت کی تیاری کر سکے گی۔"

ضرار نے بھی گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

"خود پر بھروسہ رکھو۔اگر ہمارے نصیب میں ہوا تو ہم ضرور جیت جائیں گے۔"

"تم تو حتان کی قابلیت سے کافی متاثر تھے۔وہ حتان ہی کی بہن ہے جو تمہارے مخالف ہے۔اب تم اتنے پر اعتماد کیسے ہو؟"انس نے چھبتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔

"میں پہلے بھی پر اعتماد ہی تھا۔ہاں لیکن ابھی اسی لئے زیادہ کانفیڈنٹ ہوں کے میرے سامنے حتان نہیں ہے۔۔صرف اس کی بہن ہے۔ایلیٹ کلاس کی خوبصورت عورت۔جو پیشے سے وکیل ہے لیکن جدید فیشن اور پارٹیز میں اس کی دلچسپی زیادہ ہے۔۔ایسی عورتوں کی سوچ صرف میک اپ اور ہیلز سے شروع ہو کر کپڑوں اور بیگز پر ہی ختم ہوتی ہے۔۔"

"وہ ایلٹ کلاس سے تعلق رکھنے والی خوبصورت اور فیشن کی دلدادہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک پراسیکیوٹر کی بھی ہے۔۔۔اور تمہیں یہ بات بھولنی نہیں چاہیے۔"

اس نے لفظوں پر دے کر کہا۔کیوں کے وہ اس سے مل چکا تھا۔اسے دیکھ چکا تھا۔اور پہلی ملاقات میں جو سنبل کا تاثر اس پر پڑا تھا اس سے انس کو وہ ایک مغرور اور شاطر عورت ہی لگی تھی۔

****

"تم رکو یہیں۔۔ میں دیکھتا ہوں کیفے سے چائے یا کافی لے کر آتا ہوں۔"

تیسری منزل پر جب لفٹ سے وہ دونوں باہر نکلے تو خضر نے اسے کہا۔ "اگر مجھے آنے میں دیر ہو جائے تو تم ڈاکٹر شاہ نواز کے روم میں چلے جانا۔ یہاں سے رائٹ جا کر پہلا روم انھی کا ہے۔"

اس کے جانے کے بعد وہ وہیں پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ جبھی ایک دم سے کوئی شور سا اٹھا تھا۔ لیفٹ سائیڈ کے کوریڈور سے نکل کر کوئی تیزی سے بھاگتا ہوا اسی کی طرف آ رہا تھا۔ وہ کوئی پیشنٹ تھا۔ جس نے ہاسپٹل کے ہی کپڑے پہن رکھے تھے۔ ہاتھوں پر لگے کینولہ کو نوچ کر اتارتے ہوئے وہ ہذیانی انداز میں چیخ رہا تھا۔

وہ دماغی مرض کا شکار تھا۔ بہت زیادہ اسٹریس اور اعصابی دباو کی وجہ سے اسے ایسے شدید دورے پڑتے تھے۔ جس کے لیے اسے ترنت سکون آور انجیکشن لگایا جاتا تھا۔ آج جب اسے دورہ پڑا تو وہ ٹیکہ لگوانے سے پہلے ان کے کنٹرول سے باہر ہو گیا تھا۔ آدھے گھنٹے سے وہ ان سب کی دوڑیں لگوا رہا تھا۔

"اسے پکڑو۔ کوئی تو پکڑو۔۔" کچھ میل اور فی میلز نرسز بھی اس کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ "ہٹ جاو۔۔ آگے مت ہونا۔۔ ہٹ جاو میرے سامنے سے۔۔" آپریشن کے دوران استعمال ہونے والا کوئی نوکیلا سا آلہ اس نے مضبوطی سے ہاتھ میں دبوچ رکھا تھا۔ جسے ہتھیار بنائے وہ سرخ آنکھوں سے ان نرسز کو گھورتے ہوئے تیز لہجے میں انھیں پیچھے رہنے کو کہہ رہا تھا۔

"فرید میری بات سنو۔۔ ٹیکہ لگنا تمہارے لیے ضروری ہے۔۔"

ایک نے ہمت کر کے آگے بڑھ کر نرم لہجے میں اسے سمجھانے کی کوشش کی تو اس نے اشتعال میں آ کر اس پر حملہ کرنا چاہا تھا۔ اس سے پہلے کے وہ اسے زخمی کرتا اس کے پیچھے کھڑے داریان نے فوراً سے حرکت میں آتے ہوئے اسے دبوچ لیا تھا۔ اس سے آلہ چھیننے کی چھینا جھپٹی کے دوران اس کی پی کیپ گر چکی تھی۔ فرید کے مسلسل ہاتھ چلانے کی وجہ سے وہ نوکیلا آلہ اس کی پیشانی پر کٹ لگا لیا تھا۔ جس سے فوراً ہی خون کی لکیر سی بن کر اس میں سے خون ٹپکنے لگنے تھا۔ لیکن کچھ سیکنڈ کی جدوجہد کے بعد اس نے فرید کے دونوں ہاتھوں کو پشت پر لے جا کر مضبوطی سے پکڑ کر اسے سینے کے بل نیچے زمین پر گرا دیا تھا۔

"انجکشن لگاو جلدی۔۔" داریان کے کہنے پر ایک نرس نے جلدی سے آگے بڑھ کر سرنج اس کے بازو میں لگا دی تھی۔ جس کی وجہ سے دوسرے ہی سیکنڈ وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو چکا تھا۔

"آپ کو تو چوٹ لگی ہے۔"

اسے اسٹریچر پر ڈال کر لے جانے کے بعد ایک نرس نے اس کی کیپ اٹھا کر اسے پکڑاتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا اور ساتھ ہی اس کا بہتا خون دیکھ کر تشویش کا اظہار کیا۔ داریان کو پیشانی پر جلن کا احساس ہوا تو اس نے انگلیوں سے پیشانی کو چھوا جس سے واقعی میں خون بہہ رہا تھا۔ گو کے زخم اتنا گہرا نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے زیادہ خون نہیں بہا تھا۔

"آپ ادھر روم میں بیٹھیں۔ میں آپ کو فرسٹ ایڈ دیتا ہوں۔" دائیں طرف بنے روم کا دروازہ کھول کر اس نے داریان کو اندر جانے کا کہا اور پھر فرسٹ ایڈ کا سامان لینے چلا گیا۔ وہ جب واپس لے کر آیا تو اسی وقت لفٹ کا دروازہ کھلا تھا۔

"ڈاکٹر آئزل۔۔ فرید کو اٹیک پڑا تھا۔ اس نے کسی کو زخمی کر دیا ہے۔ میں نے اسے آپ کے روم میں بھیجا ہے۔ آپ انھیں فرسٹ ایڈ دے دیں۔۔ مجھے ڈاکٹر سہیل کے ساتھ جانا ہے۔" وہ عجلت میں فرسٹ ایڈ کٹ اسے تھما کر بولا۔

"ٹھیک ہے میں دیکھ لیتی ہوں۔۔ فرید کی کنڈیشن مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی ہے۔ ڈاکٹر شاہ نواز سے کہہ کر اس کی دوائیاں چینج کروانی پڑیں گی۔"

"اب اسے سنبھالنا بہت مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ وہ نیم پاگل ہو چکا ہے۔۔ اس کی جگہ پاگل خانے میں ہی ہے۔ ڈاکٹر شاہ نواز نے جانے کیوں زبردستی اسے یہاں ایڈمٹ کر رکھا ہے۔"

وہ برا منہ بنا کر بیزاری سے بولا۔ "وہ پاگل نہیں ہے۔" آئزل نے مصنوئی خفگی سے اسے سرزنش کی۔ پھر اپنے روم کا دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔

"السلام علیکم۔" چیئر پر بیٹھے سیاہ ماسک لگائے ہوئے شخص کو سلام کر کے اس نے کٹ میز پر رکھ کر ہاتھوں پر پتلے سے گلوز چڑھائے۔

وہ جو آنکھیں موندیں۔ ٹشو پیشانی پر رکھے سر پیچھے کو گرائے بیٹھا تھا۔ اس کھنکتی سی آواز پر سن رہ گیا تھا۔ اس کے آس پاس کی گردش تھم چکی تھی۔ کسی بہت اپنے کی موجودگی کا احساس شدت سے اس کے اندر جاگا تھا۔ اس نے فوراً سے گردن سیدھی کر کے اسے دیکھا۔

گلابی حجاب کے ہالے میں اس کا چہرہ گلابی سا چہرہ دمک رہا تھا۔ لیکن ایک گال پر بہت پرانا چوٹ کا سیاہ نشان اس کی خوبصورتی کو داغدار کر رہا تھا۔ وہ ڈیٹول

میں روئی بگھو کر اس کے قریب آئی۔ پھر اس کی پیشانی کے زخم کو دیکھتے ہوئے اس پر رکھ دی۔

بے ارادہ سی نظریں اس کی نیلی آنکھوں سے جا ٹکرائی تھیں۔ جو یک ٹک بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھتا جا رہا تھا۔ ذرا دیر کے لئے بھی اس پر سے نظریں نہیں ہٹا رہا تھا۔ جیسے کسی خوف کا شکار ہو۔ اگر لمحے کے لئے بھی پلکیں جھپکیں تو وہ غائب ہو جائے گی۔ ان آنکھوں سے وہ انجان نہیں تھی۔ لمحے بھر کے لیے اس کی سانسیں بھی تھم گئی تھیں۔ اس نے جس ہاتھ میں روئی پکڑ کر اس کی پیشانی پر رکھی ہوئی تھی داریان نے آہستگی سے اس کا وہ ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ پھر نظریں اس کے چہرے سے ہٹا کر اس کے گلے میں موجود اس آئی ڈی کارڈ پر ڈالیں۔ دوسرے ہاتھ میں وہ کارڈ پکڑے اسے پڑھ رہا تھا۔

"ڈاکٹر آئزل جنید۔۔"

شاید یہی وہ لمحہ تھا جو اس پر قیامت بن کر ٹوٹا تھا۔ اس نے مشکل سے خود کو حواس کھونے سے باز رکھا تھا۔ آئی ڈی کارڈ چھوڑ کر اس نے دو انگلیوں سے اپنے ماسک کو نیچے کیا۔ اور گہری نیلی آنکھوں میں دہکتے ہوئے شعلے لیے اسے دیکھے گیا۔ بنا پلکیں جھپکائے۔ بنا سانس لئے۔

اس کی کیفیت بھی مختلف نہیں تھی۔ وہ پتھر کی مورت بنی ٹکر ٹکر اسے دیکھے جا رہی تھی۔ چھ سات سالوں کا عرصہ اتنا زیادہ بھی نہیں تھا جو وہ اس چہرے کو بھلا دیتی۔ وہ پہلے سے کچھ بدل گیا تھا۔ پہلے ایک ٹین ایج لڑکا تھا۔ اب ایک میچور مرد تھا۔ پہلے کے مقابلے میں وہ آج جسمانی طور پر کافی مضبوط تھا۔ اونچا لمبا قد۔ جاذب اور خوبصورت سے نقوش۔ پہلے کی طرح وہ کلین شیوڈ نہیں تھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی بئیرڈ تھی۔ پہلے اسے بال بڑھانے کا شوق تھا۔ وہ کٹنگ کروانے کے بجائے صرف انھیں ٹرم کیا کرتا تھا۔ لیکن ابھی اس کے گھنے بالوں کا جو ہئیر کٹ تھا وہ اس پر کافی سوٹ کرتا تھا۔

آئزل کا دل اس کے ہاتھ میں دبے اپنے ہاتھ میں دھڑکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"میرا ہاتھ چھوڑو۔۔"

اس نے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے اپنے لہجے کو تیز پن میں ڈھالتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کے الفاظ بے ربط ہو رہے تھے۔ وہی آواز تھی۔ وہی چہرہ تھا۔ وہی آنکھیں تھیں۔ وہ نظروں کا دھوکا نہیں کھا رہا تھا۔ نہ ہی خواب دیکھ رہا تھا۔ وہ حقیقت میں اس کے سامنے کھڑی تھی۔ جس کے لئے وہ عرصہ پہلے اس دنیا سے جا چکی تھی۔

"پلیز میرا ہاتھ چھوڑو ہیری۔۔"

آئزل کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ جن نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا اسے اپنے پیروں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ پورے جسم میں جیسے سنسناہٹ سی مچی ہوئی تھی۔ وہ ابھی تک یقین نہیں کر پا رہی تھی کے وہ اس کی نظروں کے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے کلائی پر گرفت سخت کرتے ہوئے ذرا سا اپنی اور کھنچا تھا۔ وہ فوراً ہی اس پر جھک آئی تھی۔ بے ساختہ اپنا دوسرا ہاتھ اس کے شانے پر رکھا۔

"دیکھ لینے دو مجھے۔۔ یقین کر لینے دو۔۔"

اس کے لہجے کا بھاری پن، اس کی آنکھوں سے نکلتی وہ تپش سہنا آئزل کو کڑی آزمائش سے دوچار کر گیا تھا۔

"اتفاق تو نہیں ہو سکتا۔۔ کیا تم سچ میں۔۔ میری ہی آئزل ہو؟"

اس کا سوال اس کی دھڑکنوں میں اشتعال مچا گیا تھا۔ "مجھے نہیں پتا تم کیا بول رہے ہو۔۔ میں تمہیں نہیں جانتی۔" اس نے داریان کی آنکھوں میں نا دیکھنے کی سعی کرتے ہوئے کہا۔

"تم تو جھوٹ نہیں بولتی تھیں۔۔ ابھی کچھ دیر پہلے تم نے مجھے ہیری کہا تھا۔۔"

اس کی آواز دھیمی تھی۔ لیکن لہجہ اتنا ہی گہرائی اور تپش لیے ہوئے تھا۔

"تم یہاں ہو داریان؟ میں کب سے تمہیں۔۔" اسی وقت وہ دروازہ کھولتا ہوا اپنی ہی دھن میں وہاں داخل ہوا تو ان دونوں کو اس طرح سے دیکھ کر وہ اپنے الفاظ بھول گیا تھا۔ آئزل کا چہرہ فوراً ہی سرخ پڑا تھا۔ وہ ایک لمحے میں اس سے دور ہوتے ہوئے اپنا ہاتھ بھی اس کی گرفت سے چھڑوا گئی تھی۔

"سب۔۔ ٹھیک ہے۔؟" وہ کبھی آئزل کو دیکھ رہا تھا تو کبھی داریان کو۔

آئزل اپنی پیشانی کو چھوتی گہری سانس بھر رہی تھی۔اور داریان۔۔اسے تو آئزل کو دیکھنے کے سوا کسی اور چیز میں جیسے دلچسپی ہی نہیں رہی تھی۔

"باہر جاو۔۔"

اس نے خضر کو دیکھے بنا اسے دو لفظ کہے تھے۔"کیا؟" جس پر اس نے کچھ نا سمجھی سے داریان کو دیکھا۔"میں نے کہا باہر جاو۔۔" اب کے وہ جس انداز میں دھاڑ کر بولا تھا آئزل کا دل خوف سے کانپنے لگا تھا۔جبکے خضر کی کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کے وہاں ہوا کیا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ اس روم سے باہر نکل گیا۔اور جاتے ہوئے دروازہ بھی بند کر گیا۔

"تم تو سالوں پہلے لندن میں مر چکی تھیں۔۔یہاں کیسے موجود ہو؟"چیئر سے اٹھ کر وہ قدم قدم چلتا ہوا اس کی اور بڑھ رہا تھا۔اور وہ سفید چہرے کے ساتھ خوف میں مبتلا پیچھے کو ہٹتی جا رہی تھی۔"نام بھی وہی ہے۔چہرہ بھی وہی ہے۔۔میرے ہاتھوں میں تم نے جان دی تھی۔اپنی آنکھوں کے سامنے میں نے تمہیں مرتا ہوا دیکھا تھا۔۔اب میں کیسے یقین کروں کے تم وہی آئزل ہو۔؟"

اس کی پشت دیوار سے لگی تو اس اس کے اعتاب سے بچنے کا راستہ بھی مسدود ہو گیا۔اس کی سانس اس کے سینے میں اٹک رہی تھی۔ سیدھے ہاتھ کو اس کے سر کے کچھ اوپر دیوار پر رکھے وہ اس کی نزدیک جھکا ہوا کھڑا تھا۔

اور وہ سوچ رہی تھی کیا یہ وہی ہیری تھا جو نظر اٹھا کر بھی اس کی طرف نہیں دیکھتا تھا۔جس کے لہجے میں ہمیشہ آئزل کے لئے نرمی اور احترام ہوتا تھا۔لیکن آج اس کا لہجہ کسی بھی قسم کے جذبے سے عاری تھا۔

وہ اس کے صبیح چہرے کو دیکھ رہا تھا۔جس پر بے یقینی تھی۔وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔جن میں صرف سراسیمگی تھی۔وہ خود بھی اسے یہاں دیکھ کر شاک میں تھی۔لیکن اس کا خوف اس کے شاک پر غالب آرہا تھا۔

وہ اس کی پیشانی کو دیکھ رہی تھی۔جس کے کٹ سے اب خون پھر سے بہنا شروع ہو چکا تھا۔"جواب دو مجھے۔میں اپنے طریقے سے پوچھوں گا تو وہ تمہیں پسند نہیں آئے گا۔"اس کا دہکتا ہوا لہجے آئزل کی رگوں میں سرد لہریں بن کر دوڑ رہا تھا۔

"تمہیں جو پوچھنا ہے تم جا کر فرمان بھائی کو ڈھونڈو اور ان سے پوچھو۔۔میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گی۔"

اس سارے وقت کے دوران اس نے پہلی بار اتنی طویل بات کی تھی۔اس کی سبز آنکھوں میں ہلکی سی نمی چمک رہی تھی۔

"کیا وہ تمہیں یہاں لے کر آئے تھے۔؟"

"میں نے کہا نا میں تمہیں کچھ بھی نہیں بتاوں گی۔۔" وہ خود کو مضبوط ظاہر کرنے کی پوری کوشش کر رہی تھی لیکن اس کے جواب پر جیسے داریان کی نسوں میں پگھلا ہوا سیسہ گردش کرنے لگا تھا۔اس نے اشتعال میں ایک زوردار مکا دیوار پر مارا تھا۔ جس پر خوف سے اس نے دونوں کانوں پر سختی سے ہاتھ جما لئے تھے۔ سختی سے میچی ہوئی آنکھوں سے آنسوؤں کی قطاریں رواں تھیں۔ دائیں بائیں جسے اس کے ہاتھوں کے حصار میں کھڑی وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔

"میں باقی سوالات کو اگلی ملاقات پر چھوڑ رہا ہوں۔۔ لیکن ابھی مجھے صرف اتنا بتاو کے فرمان بھائی جانتے ہیں کے تم یہاں ہو۔؟"

اس نے بے ساختہ اثبات میں سر ہلایا۔ "وہ جانتے ہیں۔ وہی مجھے یہاں لائے تھے۔" اس کی بات پوری ہوتے ہی وہ جھٹکے سے اس سے دور ہوا تھا۔اس نے وہ سن لیا تھا جو وہ سننا چاہتا تھا۔

"کیا تم جانتی ہو وہ کہاں ملیں گے؟"

"میں تمہیں ان کے بارے میں بھی کچھ نہیں بتاوں گی ہیری۔۔"

"ہیری؟" جانے کیوں وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔دل پر ایک نئے زخم کا اضافہ ہوا تھا۔ عرصے بعد اس نے اپنا نام سنا تھا۔اس ایک نام سے جڑی کتنی ہی یادیں کتنے ہی لمحے اس کے ذہن پر وارد ہوئے تھے۔ صرف ایک نام سن کر اس کی پوری زندگی اس کی نظروں کے سامنے کسی فلم کی طرح چلنے لگی تھی۔

وہ ابھی بھی دیوار سے لگی اسے دیکھ رہی تھی۔اس کے چہرے کو جو سنگین سے تاثرات تھے وہ اس کے دل کو خوف میں جکڑے ہوئے تھے۔

اس نے مزید کوئی بات نہیں کی تھی۔ایک پر تپش سی سلگتی ہوئی نگاہ اس پر ڈال کر وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔اس نے جس انداز میں اپنے پیچھے دروازے کو دے مارنے والے انداز میں بند کیا تھا آئزل کا دل پھیل کر سکڑا تھا۔دل پر ہاتھ رکھے اپنی دھڑکنوں کو شمار کرتی وہ ابھی بھی یقین اور بے یقینی کی کیفیت میں ڈول رہی تھی۔جبکے باہر اس کے انتظار میں کھڑا خضر لپک کر اس کے قریب آیا تھا۔ "کیا کر رہے تھے تم اس ڈاکٹر کے ساتھ؟"

"بات کر رہا تھا۔" وہ سپاٹ سے لہجے میں بولتا ہوا لفٹ کی جانب بڑھ گیا۔

"جو میں نے دیکھا وہ بات کرنے کا انداز تو نہیں تھا۔"

"تو کیا تھا؟" اس کی جانچتی پرکھتی نظروں کو اگنور کرتے ہوئے اس کا انداز سابقہ تھا۔

"تم اسے ہراس کر رہے تھے۔ یا یہی تمہارے بات کرنے کا انداز ہے؟"

"ویسے کیا تم اسے جانتے ہو؟" خضر کافی تجسس سے پوچھ رہا تھا۔

لیکن وہ اس کے سوال پر کان دھرے بنا لفٹ کے دروازے کھلتے ہی ریسپشن کی جانب آیا تھا۔

"ڈاکٹر شاہ نواز کی جو اسسٹنٹ ہیں، ڈاکٹر آئزل جنید۔۔ کیا ان کا ایڈریس اور کانٹیکٹ نمبر مل سکتا ہے۔؟" اس نے نارمل سے لہجے میں پوچھا۔

"ویری سوری سر۔ لیکن ہم اپنے ڈاکٹرز اور اسٹاف کی انفارمیشن نہیں دے سکتے۔" وہ پیشہ ورانہ انداز میں بولی تو وہ سر کو خم دیتے ہوئے وہاں سے ہٹ گیا۔ پھر جیب سے فون نکال کر ایک نمبر ڈائل کرتے ہوئے اس کے قدم اب ایگزٹ کی جانب بڑھے تھے۔ کچھ ہی لمحوں بعد وہ فون کان سے لگا چکا تھا۔

"بولو داریان۔۔" دوسری جانب سے انس کی آواز سنائی دی۔

"ایک ڈاکٹر کی ڈیٹیلز چاہیے مجھے۔ لاہور کے ایک ہاسپٹل کی نیورو سرجن ہے۔"

"شیور میں نکلوا دیتا ہوں۔ نام اور کوئی پکچر وغیرہ ہے تو مجھے سینڈ کر دو۔"

"تم کر کیا رہے ہو کچھ بتاؤ گے مجھے؟" اس نے جھنجھلا کر پوچھا۔

وہ کال کاٹ کر اب وہ دونوں ہاتھ کے انگوٹھوں سے ٹیکسٹ میسج ٹائپ کر رہا تھا۔

"میں تمہیں کچھ بتا بھی دوں گا تو تمہیں سمجھ نہیں آئے گا۔ بہتر ہے کے مجھ سے کچھ مت پوچھو۔" اس کا انداز اتنا سنجیدہ اور سپاٹ تھا کے خضر کی ہمت نہیں ہوئی تھی مزید اس سے کچھ پوچھنے کی۔

"بینڈیج کیوں نہیں لگوائی تم نے؟ رکو میں لے کر آتا ہوں۔"

اس کی پیشانی کو دیکھ کر تفکر سے کہتے ہوئے وہ فارمیسی کی جانب بڑھا تو وہ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ روم روم میں جیسے آگ کے شعلے اسے جھلسا رہے تھے۔ سیٹ کی بیک پر سر ٹکائے، آنکھیں موندیں وہ بس اسی کو سوچے جا رہا تھا۔

****

عدالت کے بڑے اور اونچے سے کمرے کی بڑی بڑی کھڑکیوں سے دھوپ چھن چھن کر اندر داخل ہو رہی تھی۔ جج کے اونچے چبوترے کے سامنے کچھ بینچز اور کرسیاں پڑی تھیں۔ کمرہ عدالت میں دھیمی سرگوشیوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔

سنبل اور حسن اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے دستاویزات کی ورق گردانی کر رہے تھے۔ ان کے پیچھے جو کرسیاں پڑی تھیں ان میں سے ایک طرف حسن عبید کی سائیڈ پر انس اور ضرار بھی پیچھے بیٹھے دکھائی دے رہے تھے۔ جیسے ہی بارعب چہرے والے جج نے اپنی نشست سنبھالی وہاں جیسے ایک گہرا سکوت چھا گیا۔ ساری آوازیں پس منظر میں چلی گئیں۔

"عدالتی کاروائی شروع کی جائے۔ آج کا مقدمہ نمبر 512 پیش ہو رہا ہے۔ وکیل استغاثہ آپ سے درخواست ہے کے آپ اپنے ابتدائی دلائل پیش کریں۔۔"

جج کے سنجیدگی سے کہنے پر حسن اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔

"شکریہ جج صاحب۔۔ سب سے پہلے تو میں معزز عدالت کو آگاہ کرتا چلوں کے ملزم عبیر غازی۔۔ جو کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھنے والے اور ایک کامیاب بزنس مین ہیں۔ لیکن وہیں دوسری جانب ان کے خلاف میرے پاس ایسے شواہد اور گواہ موجود ہیں جو اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کے وہ ایک عرصے سے منشیات اور اسلحے کی غیر قانونی خرید و فروخت یعنی اسمگلنگ میں ملوث ہیں۔ جو کے انتہائی سنگین جرم ہے وہیں معاشرے میں بگاڑ کا ذریعہ ہے۔" خاموش ماحول میں اس کی بھاری آواز گونج رہی تھیں۔

"جج صاحب آپ اجازت دیں تو میں سب سے پہلے کچھ تصاویر عدالت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے معزز لہجے میں پوچھا۔

"اجازت ہے۔۔"

مثبت اشارہ ملتے ہی اس نے کچھ پرنٹ آوٹ کلرک کے حوالے کئے جس نے انھیں جج کے سامنے رکھ دیا۔ اس کی دوسری کاپی اس نے سنبل کی طرف بڑھائی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"جج صاحب یہ تصاویر عبیر غازی کے ذاتی فارم ہاوس کی ہے۔ جس میں آپ کلئیر دیکھ سکتے ہیں کے وہاں منشیات کی کتنی بڑی مقدار موجود ہے۔اور اس کے علاوہ اسلحہ بھی بڑی تعداد میں دکھائی دے رہا ہے۔ یہ سب وہ سامان ہے جو مجرم عبیر غازی بیرون ملک غیر قانونی طریقے سے بجھواتے ہیں۔اور میرے پاس پولیس کی ایک مکمل رپورٹ بھی موجود ہے جس میں واضح لکھا گیا ہے کے ملزم کے فارم ہاوس سے ایک بھاری مقداد میں ڈرگز ضبط کی گئی تھیں۔"

"آبجیکشن مائی لارڈ۔۔"

وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھی۔

"میرے ساتھی وکیل عدالت کو غلط اطلاعات فراہم کر کے گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جس فارم ہاوس کا یہ ذکر کر رہے ہیں یہ میرے موکل کی ملکیت نہیں ہے۔۔"

"آپ اتنے وثوق سے کہہ رہی ہیں آپ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے؟"جج نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"اجازت دیں تو میں اس فارم ہاوس کے مالک کو عدالت میں بلانا چاہتی ہوں۔۔"

"بلائیے۔۔"

اجازت ملتے ہی وہ فوراً گھومی۔ پھر پیچھے بیٹھا ہوا ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا۔ سفید شلوار قمیض کے ساتھ سر پر ٹوپی پہنے وہ ایک ادھیڑ عمر شخص تھا۔

اس کے کٹہرے میں آتے ہی سنبل نے حلف لینے کے بعد بولنا شروع کیا۔

"یہ جناب شفیق امجد صاحب ہیں۔ کراچی میں رہائش پذیر ہیں۔ جس فارم ہاوس کا میرے ساتھی وکیل نے ذکر کیا ہے وہ انھی کی ملکیت ہے۔۔"

سنبل نے کہتے ہوئے ساتھ ہی میز پر پڑے کچھ کاغذات بھی کلرک کے حوالے کیے۔

"یہ فارم ہاوس کے اوریجنل ڈاکومنٹس ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کے فارم ہاوس کے اصل مالک شفق امجد ہیں۔"

"شفیق صاحب کیا آپ جانتے ہیں کے آپ کی ذاتی پراپرٹی پر غیر قانونی کام اتنے عرصے سے انجام دئے جا رہے تھے؟"

حسن نے اجازت طلب کرنے کے بعد جرح شروع کی۔

مجھے اس بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔ میری رہائش کراچی کی ہے۔ یہ فارم ہاوس میرے اجداد کی وراثت میں مجھے ملا تھا۔ لیکن کیوں کہ میں اسلام آباد میں نہیں رہتا تو مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں ہے کے وہاں کس قسم کی سرگرمیاں ہوتی رہی ہیں۔"

"ٹھیک ہے آپ جا سکتے ہیں۔"

حسن اس کے بعد دوبارہ جج کی جانب مڑا۔

"جج صاحب عبیر غازی پر کسی کی ذاتی پراپرٹی پر ناجائز قبضہ کرنے کا چارج بھی لگنا چاہئے۔"

"آپ میرے موکل پر بے جا الزام لگا رہے ہیں۔ ان کا فارم ہاوس سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ وہاں موجود سامان سے ان کا کسی قسم کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میں آپ سے گزارش کرتی ہوں کے آپ کے پاس کوئی پروف یا گواہ ہے تو اسے پیش کیجئے۔"

"جج صاحب آپ کی اجازت سے میں ملزم عبیر غازی کو کٹہرے میں بلانا چاہتا ہوں۔"

"اپنا منہ بند رکھنا۔ کوئی فضول بات تم نے کی تو جان سے مار دوں گی۔" عبیر نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے سنبل کی وہ آواز سنی تھی جو بظاہر مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی لیکن اس کی سبز آنکھوں میں ایک الگ ہی دھمکانے والا تاثر تھا۔ عبیر نے صرف ابرو کو حرکت دینے پر اکتفا کیا تھا جیسے پوچھ رہا ہو۔ "سیریسلی؟"

اپنی جگہ پر بیٹھی سنبل اسے دیکھ رہی تھی جو اپنی جگہ سے اٹھ کر کٹہرے میں جا کھڑا ہوا تھا۔

"عبیر غازی صاحب کیا آپ عدالت کو بتائیں گے کے وہ فارم ہاوس آپ کی ملکیت ہے؟"

ابتدائی کے بعد اس نے پوچھا۔

"وہ میری ملکیت نہیں ہے۔" اس کی بھاری اور رعب سی آواز گونجی۔ وہ سچ ہی کہہ رہا تھا۔ اس نے وہ فارم ہاوس شفیق امجد سے رینٹ پر لے رکھا تھا۔ جس کی ایک بھاری ڈاؤن پیمنٹ بھی اس نے کر رکھی تھی۔ اور وہ سارے معاملات آدم کے زریعے ہوئے تھے۔ لیکن اس حوالے سے ان دونوں سے کوئی سوال نہیں پوچھا گیا تھا اس لئے دونوں نے ہی اس کا ذکر نہیں کیا۔

"کیا آپ کا اس فارم ہاوس سے کوئی تعلق نہیں؟"

"میرا اس سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟"

"آپ سوال کے جواب میں سوال نہیں کر سکتے۔آپ عدالت کو کلئیر بتائیں کے آخری دفعہ اس فارم ہاوس پر کب گئے تھے۔"

"مجھے یاد نہیں۔۔"اس نے وقت اور دنوں کا حساب رکھنا چھوڑ دیا تھا۔اسے واقعی نہیں یاد تھا کے آخری دفعہ وہ اس فارم ہاوس پر کب گیا تھا۔"

"آبجیکشن مائی لارڈ۔۔۔"سنبل نے فوراً ہی آواز بلند کی۔

"انھیں جرح مکمل کر لینے دیں۔۔"

جج کی تنبیہہ پر وہ بڑبڑاتے ہوئے دوبارہ بیٹھ گئی۔

جیسے کے آپ ایک بزنس مین ہے۔اپنے خاندانی کاروبار کو اچھے سے سنبھال رہے ہیں۔کیا آپ عدالت کو بتانا چاہیں گے کے اس کے علاوہ آپ کے کیا مشاغل ہیں؟اور کون سی سرگرمیوں میں آپ مشغول رہتے ہیں۔؟"

"شیور۔۔اسلام آباد کے علاوہ کراچی اور لاہور میں میں نے کچھ ریحاب سینٹر تعمیر کروائے تھے۔جو خاص کر ایسے لوگوں کے علاج و معالجے کے لیے کام کرتے ہیں جو عرصے سے نشے کی لت میں مبتلا ہو کر اپنی زندگی خراب کر رہے ہوتے ہیں۔۔"

"تو آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کے پہلے آپ لوگوں کو ڈرگز بیچ کر ان کے عادی بناتے ہیں پھر انھی لوگوں کا علاج کروا کر اپنے گناہوں کی تلافی کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟"

"میں ڈرگز بیچنے کا کام نہیں کرتا۔"اس نے ٹھنڈے سے لیکن مضبوط لہجے میں کہا۔

"یعنی کے آپ خود کو بے گناہ کہہ رہے ہیں۔۔"

حسن سر ہلاتا ہوا مڑ گیا۔

(ڈرگز بیچنا اور اسمگل کرنا دو مختلف اصطلاحات ہیں۔عبیر غازی صرف سامان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کروانے کی سربراہی میں ملوث تھا۔جبکے ڈرگز بیچنے سے مراد۔خریدار سے باضابطہ ہاتھ کے ہاتھ چیز فروخت کر کے اسی وقت اس کی پیمنٹ وصول کرنا ہے۔)

"آپ بے بنیاد الزامات لگانے کے بجائے اگر اپنے گواہ یا ثبوت پیش کر دیں تو ہمارا قیمتی وقت بچ جائے گا۔" وہ کچھ رکھائی سے بولی تو حسن نے سر کو جنبش دیتے ہوئے جج کی طرف رخ پھیرا۔

"میں عدالت میں کچھ تصاویر اور وڈیوز ثبوت کے طور پر پیش کرنا چاہتا ہوں کے جس میں ملزم عبیر غازی ان لوگوں کے ساتھ بیٹھے اور ملاقات کرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں جو انڈر ورلڈ کے سرگرم مافیا ہیں۔" اس نے کہتے ہوئے ساتھ ہی کچھ پرنٹ آوٹ جج صاحب کو دینے کے دینے بعد سنبل کے حوالے بھی کیے تھے۔

"آپ عدالت کو بتانا چاہیں گے کے ان لوگوں کو آپ کیسے جانتے ہیں؟"

اس نے عبیر سے سوال کیا۔

"مائی لارڈ یہ تصاویر سرار میرے موکل کی بے خبری میں ان کی پرائیویسی کو متاثر کرتے ہوئے کھینچی گئی ہے۔ میں عدالت سے درخواست کرتی ہوں کے میرے موکل کو فئیر ٹرائل کا حق دیا جائے۔"

"یہ تصاویر آرٹیکل چودہ کی خلاف ورزی کر رہی ہیں۔ کیا آپ ان تصاویر کا سورس بتائیں گے یہ آپ نے کہاں سے حاصل کی ہیں؟"

"بلکل جج صاحب۔۔ یہ تصاویر عبیر غازی کے ساتھ کام کرنے والے ان کے سابقہ ساتھی نے فراہم کی ہیں جنھیں میں گواہ کے طور پر بھی عدالت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"پیش کیجئے۔۔"

پیپر پر کچھ لکھتے ہوئے جج نے اجازت دی۔

پھر دو پولیس اہلکار کی معیت میں وہ چلتا ہوا کٹہرے میں آ کھڑا ہوا تھا۔ جینز پر شرٹ میں ملبوس اس کے چہرے کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں گلابی سا تاثر تھا۔ بار بار اس کی آنکھوں میں نمی آ رہی تھی جسے وہ صاف کر رہا تھا۔ سنبل غور سے فرجاد کی حالت کو دیکھ رہی تھی۔

"جج صاحب میں آپ کو اپنے گواہ کے بارے میں بتاتا چلوں کے یہ فرجاد التمش صاحب ہیں۔ان کے والد التمش کاظمی ایک منشیات کے گروہ کے سربراہ رہ چکے ہیں۔اور فرجاد صاحب نے نوعمری سے ہی اپنے سوتیلے باپ کے اس پیشے کو اپنا کر اس میں ہاتھ بٹانا شروع کر دیا تھا۔کافی عرصے تم اس کام میں ملوث رہنے کے بعد قریباً دو سال پہلے خفیہ ایجنسی نے کاروائی کرتے ہوئے انھیں گرفتار کیا تھا۔اور پوچھ تاچھ کے وقت انھوں نے آفیسرز کو ملزم عبیر غازی کے خلاف بھی بیان دیا کے ماضی میں وہ فرجاد کے ساتھ رہ چکے ہیں۔جس کی وجہ سے فوری طور پر عبیر غازی کے وارنٹ جاری کئے گئے لیکن اسی رات وہ ملک سے فرار ہو گئے۔۔"

"آبجیکشن مائی لارڈ۔۔۔میرے موکل فرار نہیں ہوئے تھے۔بزنس ٹرپ پر گئے تھے۔۔"سنبل نے دانت پیستے ہوئے تصیح کی۔

"چلیں مان لیتے ہیں کے بزنس ٹرپ پر گئے تھے۔اور چار مہینے بعد جب وہ ٹرپ سے واپس آئے تو انھوں نے از خود اپنی گرفتاری پیش کر دی۔کیا آپ عدالت کو بتانا چاہیں گے کہ عبیر غازی ماضی میں آپ کے ساتھ غیر قانونی اور اسمگلنگ کے کاموں میں آپ کے ساتھی رہے ہیں؟"حسن نے فرجاد سے دریافت کیا جو بار بار کبھی اپنی گردن کو دبا رہا تھا تو کبھی آنکھیں رگڑ رہا تھا۔ایک ہاتھ اس نے سختی سے کٹہرے کی سطح پر جما رکھا تھا۔

"فرجاد صاحب کیا آپ عدالت کو بتائیں گے؟"اس کی خاموشی پر حسن نے زور دے کر پوچھا تو اس نے دکت سے سر کو اثبات میں ہلا دیا۔

"فرجاد صاحب آپ کا صرف اشارہ کرنا کافی نہیں ہے۔آپ زبان سے اعتراف کیجئے اور معزز عدالت کو بتایئے کے یہ شخص ایک مجرم ہے۔"

"میں کسی مجرم کو نہیں جانتا۔۔"اس نے سرخ آنکھوں کے ساتھ حسن کو گھورتے ہوئے کہا۔اس کے لہو میں جیسے شرارے پھوٹ رہے تھے۔ذہن جیسے غنودگی میں جا رہا تھا۔عرصہ ہوا وہ خفیہ والوں کی قید میں ہونے کے باعث منشیات کا استعمال ترک کر چکا تھا۔لیکن اس وقت جو حالت اس کی ہو رہی تھی۔اس کی باڈی اسے یہ صاف سگنل دے رہی تھی کے اسے کسی نشیلی دوا کی ہائی ڈوز دی گئی ہے۔

"آبجیکشن مائی لارڈ۔۔" وہ اچانک ہی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔ "میں عدالت سے استدعا کرنا چاہتی ہوں کے اس کاروائی کو یہیں روک دیا جائے۔ کیوں کے میرے ساتھی وکیل جناب حسن عبید صاحب ایک نشے میں مبتلا شخص کو گواہ کے طور پر پیش کر کے صرف عدالت کا قیمتی وقت ضائع کر رہے ہیں۔۔"

"مس داؤد، آپ فرجاد پر الزام عائد کر رہی ہیں۔ یہ بلکل ٹھیک ہیں۔"

"فرجاد ہوش میں آو۔۔ طریقے سے جواب دو۔۔" حسن سنبل کو کہنے کے بعد اس کے کٹہرے کے قریب کھڑا دھیمی آواز میں اسے گھرک رہا تھا۔

"جج صاحب مجھے گواہ سے جرح کی اجازت چاہیے۔"

"پراسیکیوٹر حسن کیا آپ کے گواہ کی حالت بہتر ہے؟" جج کے استفسار پر وہ فوراً مڑا۔

"یس آفکورس جج صاحب۔۔ ہی از ٹوٹلی فائن۔۔ عبیر غازی کے سامنے کھڑے ہونے کی وجہ سے وہ پینک کر رہے ہیں۔۔"

"آپ کو اجازت ہے۔۔"

اجازت ملنے پر وہ سر کو خم دیتی ہوئی فرجاد سے کچھ فاصلے پر رکی۔ حسن بڑبڑاتا ہوا اپنی جگہ جا کر بیٹھ گیا۔ "کیا یہ ابھی بھی منشیات کا استعمال کرتا ہے؟" ٹھیک اس کے پیچھے بیٹھے انس سے اس نے سرگوشی میں پوچھا۔

"ایسا نہیں ہے۔۔ کافی ٹائم پہلے اس کی عادت ختم کروادی گئی تھی۔

"اس کی حالت مجھے مشکوک لگ رہی ہے۔ یہ معاملہ خراب کر دے گا۔۔"

وہ برے موڈ کے ساتھ اسے آگاہ کرتے ہوئے کچھ برہم نگاہوں سے سامنے اعتماد سے کھڑی سنبل کو دیکھ رہا تھا۔ جو فرجاد سے مختلف سوالات کر رہی تھی جن کے وہ الٹ ہی جوابات دے رہا تھا۔ حسن نے کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھا۔ ایک ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔

کچھ دیر پہلے۔۔۔

حسن عبید اپنے کمرے میں موجود فرجاد کو کچھ کاغذات دئے اسے سوالات کی تیاری کروا رہا تھا۔ سماعت شروع ہونے میں دو گھنٹے باقی تھے۔ان دونوں کے علاوہ روم میں اس وقت کوئی بھی نہیں تھا۔ "تم کر لو گے نا؟"

فرجاد کے پوچھنے پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ بلکل ہشاش بشاش اور نارمل لگ رہا تھا۔

"عبیر غازی کو سزا دلوانے کی ساری ذمہ داری تمہاری ہے۔۔ کیوں کے انس کے پاس تمہارے علاوہ جو گواہان تھے وہ سب عین مومنٹ پر پیچھے ہٹ گئے ہیں۔انھوں نے عبیر کے خلاف بیان دینے سے صاف انکار دیا ہے۔اب تمہیں عدالت میں اعتماد سے ان سارے سوالات کے جواب دینے ہیں۔۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات؟"

"میں سمجھ گیا ہوں۔۔"

"تم کافی دیر سے پریکٹس کر رہے ہو۔ یہ پی لو اس سے تمہیں انرجی ملے گی۔"

حسن نے انسٹینٹ کافی بنا کر ایک مگ اس کی جانب بڑھایا جسے وہ شکریہ کہتے ہوئے تھام چکا تھا۔ وہ کافی پیتے ہوئے ساتھ ہی اپنے نوٹس بھی دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی اس نے کپ خالی کیا حسن نے بھی ایک پرسکون سانس بھری تھی۔ فرجاد کو نہیں معلوم تھا کے اسے کافی میں کسی نشہ آور دوا کی ہائی ڈوز ملا کر پلائی گئی ہے۔ جس کا اثر آہستہ آہستہ شروع ہوتا تھا۔اور ڈیڑھ دو گھنٹے بعد ہی وہ ڈوز لینے والا اپنے جسم اور دماغ پر سے کنٹرول کھونے لگتا تھا۔ وہ ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ بیک وقت اس پر خوشی، غم اور تکلیف کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں۔ بے چینی اور گھبراہٹ میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔ فرجاد کے ساتھ بھی یہی سب ہونا شروع ہو چکا تھا۔

کچھ دیر تک فرجاد کو دیکھنے کے بعد وہ دوبارہ جج کی جانب گھومی۔

"اس وقت یہ مجھے اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہے ہیں۔ان کی باڈی لینگویج اور ان کے متزاد بیانات سے صاف محسوس ہو رہا ہے کے ان کا دماغ ابھی ان کے کنٹرول میں نہیں ہے۔ یہ نشہ کر کے گواہ کے طور پر یہاں کھڑے ہو کر عدالت کی توہین کر رہے ہیں۔ اور پھر کسی ایسے آخر کی گواہی کو معتبر کیسے مانا جا سکتا ہے جو خود ایک مجرم ہو؟ میں عدالت سے درخواست کرنا چاہتی ہوں کے میرے موکل عبیر غازی کو باعزت بری کیا جائے۔ان پر لگے تمام چارجز کو ختم کیا جائے۔اور انھیں یہ اختیار دیا جائے کے وہ آزاد شہری کی طرح اپنی زندگی گزار سکیں۔

"آبجیکشن مائی لارڈ۔۔مجھے عدالت سے مجرم کے خلاف مزید ثبوت فراہم کرنے کے لئے وقت چاہئے۔"

"جج صاحب انھیں وقت دے کر صرف عدالت کا وقت برباد کرنے کے مترادف ہے۔میں آپ سے ریکوئسٹ کرتی ہوں کے اس کیس کو یہی کلوز کر دیا جائے۔

"حسن صاحب کیا آپ کے عبیر غازی کے خلاف مزید کوئی ٹھوس ثبوت اور گواہی موجودہ ہے؟"

"فلحال نہیں ہے۔۔لیکن محترم جج صاحب،میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے اس کیس کے مزید جائزے کے لیے کچھ اضافی وقت درکار ہے"اگر ممکن ہو تو براہ کرم مجھے ایک نئی تاریخ فراہم کریں تاکہ میں اپنے دلائل کو بہتر طریقے سے پیش کر سکوں۔"

"یہ عدالت انصاف کی خاطر کام کرتی ہے حسن صاحب۔اور ہم سب کو یہ یقینی بنانا ہوگا کہ ہم عدالتی عمل میں سنجیدگی سے پیش آئیں۔اگر آپ کے پاس کوئی مستند ثبوت یا گواہی نہیں ہے،تو یہ عدالت کو مزید وقت دینے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔۔آج کی سماعت میں آپ نے جو ثبوت پیش کئے وہ بھی ناکافی ثابت ہوئے۔جس کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کیس کو یہیں بند کیا جاتا ہے۔عبیر غازی پر لگے سارے چارجز ختم کر کے انھیں باعزت بری کیا جاتا ہے۔۔"

جج کی بارعب آواز پورے ہال میں گونج رہی تھی جبکے انس اور ضرار ششدر سے بیٹھے تھے۔"کیا یہاں کوئی مذاق ہوا ہے؟"ضرار نے حیرانگی سے انس کو دیکھ کر پوچھا۔جو خود یقین نہیں کر پا رہا تھا کے سماعت کے نام پر انھوں نے یہ کیا دیکھا ہے۔

"اس نے جان بوجھ کر گھما پھرا کر سوال پوچھے عبیر سے۔۔اس نے ڈائریکٹ اس سے یہ کیوں نہیں پوچھا کے وہ ڈرگز کے کاموں میں ملوث تھا یا نہیں؟"انس کی رگوں میں ابال اٹھنے لگے تھے۔

"اور جج نے بھی اس بارے میں اسے تنبیہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔بلکے پہلی ہی پیشی پر مقدمہ بھی خارج کر دیا۔بلڈی۔۔۔"

انس کا بس نہیں چل رہا تھا کے وہ سب کچھ تہس نہس کر دے۔وہ تو سمجھ رہا تھا اس بار اس کی پلاننگ سے سب کچھ ہو رہا ہے۔وہ جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے وہاں سے باہر نکلا۔حسن اس کے سامنے ہی کمرہ عدالت سے باہر نکلا تھا۔جس کی تلاش میں اس

کی نظریں چاروں اور اٹھ رہی تھیں۔اور ذہن میں حسن کے الفاظ گونج رہے تھے جس نے پہلی ملاقات میں دوٹوک کہا تھا"حنان کے خلاف کیس لڑنا بیوقوفی ہے۔وہ جج اور وکلاء تک کو خریدنے اور اپنی مرضی کے فیصلے کروانے کا اختیار رکھتا ہے۔"

انس کو خود پر غصہ آرہا تھا کے کیسے وہ ان سب کے ہاتھوں بے وقوف بن گیا تھا۔

فرجاد کی حالت بگڑنے پر اسے فوراً ہاسپٹل منتقل کیا جارہا تھا۔

****

چار دن پہلے۔۔

دو دن کی صمانت کے بعد آج صبح ہی عبیر دوبارہ جیل جا چکا تھا۔وعدے کے مطابق آدم نے اگلے چار دن تک سنبل کی ماتحتی میں کام کرنا تھا۔جس کے لیے وہ جب اس کے آفس میں داخل ہوا تو وہ میز پر تھوڑا جھک کر کھڑی ہوئی وہ ایک فائل پر جلدی جلدی کچھ لکھتی جارہی تھی۔لائٹ براون ٹخنوں تک آتے اسکرٹ پر ڈارک براون بلاوز پہنے،آدھے بالوں میں براون ہی ربن لگا رکھا تھا۔ایک ہاتھ میں کافی کا مگ پکڑا ہوا تھا جس سے وہ گھونٹ بھر رہی تھی۔

اس نے جب کھلے ہوئے دروازے پر انگلیوں کی پشت سے دستک دی تو سنبل نے مگ ہونٹوں سے لگائے ہی اس کی طرف دیکھا۔پھر ہاتھ سے اسے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

"وقت کے کافی پابند ہو تم۔"خالی مگ میز پر رکھتے ہوئے وہ اب میز پڑی ہوئی اپنی چیزیں ہینڈ بیگ میں رکھ رہی تھی۔چھوٹے سے ڈیلی پلینر پر اپنے آج کے دن کے شیڈیول پر نظر ڈالی پھر اسے بھی بند کر کے واپس رکھ دیا۔

"آج کے دن میرے اتنے ضروری کام کرنے والے تھے لیکن ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی حتان نے فون کر کے ایک اہم کام سونپا ہے۔۔تو پہلے ہمیں وہ نمٹانا پڑے گا۔"

"کام کیا ہے؟" جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اس نے استفسار کیا۔

"ایک آدمی سے ملنے جانا ہے۔ لیکن اس سے پہلے حتان کے آفس جانا ہو گا۔"

اپنا بیگ اٹھانے کے بعد لیپ ٹاپ کا بیگ، فون، کار کی چابی اور فائلز اٹھاتے ہوئے اس نے عجلت میں کہا۔

"باس میں بھی چلوں آپ کے ساتھ؟" ایلکس کے پوچھنے پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔ جب تک یہ ڈیوٹی پر ہے تم ریسٹ کرو۔" اس نے عجلت میں دروازے کی جانب بڑھتے ہوئے کہا۔ ورنہ ہمیشہ اس کے ساتھ ہر جگہ ایلکس ہی اس کے ساتھ خوار ہوتا تھا۔ تین چار دن کا آف ملنے پر وہ بھی جیسے خوش ہو گیا تھا۔

"مجھے پکڑا دیں۔۔"

اس سے پہلے کے کچھ اس کے ہاتھ سے گرتا آدم نے اس کے ہاتھ سے ساری چیزیں لے لی تھی۔ اس کی فائلز اور گاڑی کی چابی ایک ہاتھ میں پکڑی۔ دوسرے ہاتھ میں اس کے لیپ ٹاپ کا بیگ اور ہینڈ بیگ پکڑ کر اس کی جیکٹ بھی اپنے بازو پر ڈال لی تھی۔

کچھ دیر بعد ہی اس کی سیاہ گاڑی روڈ پر دوڑتی دکھائی دے رہی تھی۔ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ہوئی وہ اپنے فون کی طرف متوجہ تھی۔ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں سے ٹائپنگ کرتی ہوئی وہ کسی کو پیغام بھیج رہی تھی۔ آدم کی توجہ بھی ونڈ اسکرین پر تھی۔

"کل کا سارا دن تم دونوں کہاں مصروف رہے؟"

گاڑی میں پھیلی ہوئی خاموشی کو سنبل کی آواز نے توڑا تھا۔ جو ابھی بھی فون پر ہی مصروف تھی۔ اس کے لہجے میں لاپرواہی سی تھی۔

"وہ کل کافی ڈیٹ پر نہیں گئے تھے۔"

آدم کی بے تاثر سی بات پر جانے کیوں اس کے چہرے کا رنگ گلابی پڑا تھا۔

"میں نے تو تم سے یہ پوچھا ہی نہیں۔" لہجے کی لڑکھڑاہٹ پر قابو پاتے ہوئے اس نے چہرے پر جھولتی لٹ کو کان کے پیچھے کیا تھا۔

"مجھے لگا شاید مجھے بتا دینا چاہئے۔"

"اگر وہ کل پراسیکیوٹر سویرا سے ملنے نہیں گیا تھا تو پھر کہاں گیا تھا؟"

"کانفیڈینشل ہے۔۔"

اس کے استفسار پر آدم نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

"دیکھو میرے ساتھ کام کرنا ہے تو تمہیں میرے بنائے ہوئے رولز کو فولو کرنا ہوگا۔۔ پہلا رول۔۔" اس نے باقی انگلیوں کو بند کر کے ایک انگلی اٹھائی۔

"جو میں پوچھوں گی تمہیں مجھے وہ بتانا ہوگا۔"

"دوسرا رول۔۔" اس نے ایک اور انگلی اٹھائی۔

"میری کسی بات کے جواب میں تم یہ نہیں کہو گے کے confidentiality کی وجہ سے تم مجھے کچھ بتا نہیں سکتے۔ اور تیسرا رول۔ تم میری کسی بات سے انکار نہیں کرو گے۔۔ سمجھ گئے؟"

"میں کسی کے ساتھ کام کرتا ہوں تو میرے بھی کچھ رولز ہوتے ہیں۔

"تمہارے رولز کیا ہیں؟"

اس نے استفسار کیا۔

"آپ کے علاوہ اگر کسی اور کے ساتھ کام کر رہا ہوتا تو شاید میرے رولز کچھ الگ ہوتے اور زیادہ بھی ہوتے۔۔ لیکن آپ کے لئے صرف ایک ہی رول ہے۔"

"صرف ایک رول؟" اسے قدرے حیرانگی ہوئی تھی کے اس رول میں اتنا اہم کیا ہے۔

"جی صرف ایک رول۔۔اور وہ یہ کے میں آپ کے کسی رول کو فولو نہیں کروں گا۔"

"اس کا مطلب یہ کے۔۔نہ تم میری کوئی بات سنو گے۔نہ میری کوئی بات مانو گے۔۔اور نہ ہی مجھے کچھ بتاو گے۔۔ایسا ہی ہے؟"

اس نے جواب دینے کے بجائے صرف سر کو جنبش دینے پر اکتفا کیا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر۔۔"وہ گہری سانس لیتی ہوئی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔"تم فری آف کوسٹ اپنی سروس دے رہے ہو اس لئے میں کچھ نہیں کہہ رہی۔۔اگر تو میں تمہیں پیمنٹ کر رہی ہوتی تو پھر تمہاری ہمت نہیں ہوتی میرے بنائے ہوئے رولز کو فولو نہ کرنے کی۔۔"

وہ اونچی آواز سے بڑبڑائی تھی تاکے وہ بخوبی سن لے۔لیکن اس کی طرف سے پھر بھی کوئی رسپانس نہیں آیا تھا۔

"اچھا دیکھو۔ہم چار دن تک ایک ساتھ کام کرنے والے ہیں۔اس لئے ہمیں ایک دوسرے کو تھوڑا بہت تو جاننا چاہیئے۔ہے نا؟"

تھوڑی دیر بعد ہی وہ پھر اس کی طرف ترچھی ہو کر بیٹھی خوشامدی انداز میں بول رہی تھی۔

"میں تمہیں اپنے بارے میں بتاتی ہوں۔حالانکے مجھے تعارف کروانے کی ضرورت نہیں ہے۔کیوں کے پورا شہر پر اسیکیوٹر سنبل داؤد کو جانتا ہے۔۔میں بیرسٹر داؤد ربانی کی بیٹی اور ڈیفنس لائیر حتان داؤد کی اکلوتی بہن ہوں۔میں نے لندن سے وکالت کی ڈگری لی ہے۔میں سیشن کورٹ کی وکیل ہوں۔اسٹاک مارکیٹ میں میرے شئیرز بھی ہیں۔۔اور ایک سیکریٹ بات۔۔جو ابھی تک میں نے کسی کو بھی نہیں بتائی۔لیکن میں تمہیں بتا رہی ہوں۔میں بہت جلد اپنا بیوٹی برینڈ لانچ کرنے والی ہوں۔"وہ کچھ جوش و خروش سے اسے رازدارانہ طور پر بتا رہی تھی۔آدم نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"وہی بیوٹی برینڈ، جس کی پروڈکٹس آپ چائنہ سے منگوا کے اپنے نام کا لیبل لگا کر سیل کریں گی؟ویسے عبیر سر کہتے ہیں کے ایک ہی وقت میں ایک ہی کام پر فوکس کرنا چاہیئے۔آپ وکالت کی اتنی ٹف جاب کرتی ہیں۔ساتھ میں اسٹاک مارکیٹ میں بھی شئیرز خرید لئے اور اب بیوٹی برینڈ؟اتنا وقت آپ کے پاس آتا کہاں سے ہے؟"

وہ بس بول رہا تھا۔اور بول کیا رہا تھا۔اسے سنا رہا تھا۔اور وہ لب بھینچے کینہ طوز نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ایمپلائیز کا مطلب جانتے ہو تم؟ ٹیم مینجمنٹ کے بارے میں کبھی پڑھا ہے تم نے؟ جب میں ایک وقت میں ڈیڑھ سو ورکرز کو ہائیر کر کے اپنے لئے کام کروا سکتی ہوں تو میرے لئے ایک ساتھ کئی بزنس کرنے میں کیا پرابلم ہو سکتی ہے۔؟"

"بلکل۔۔ میں تو بھول گیا تھا۔۔ آپ کے پاس پیسوں کی کمی تھوڑی ہے۔ آپ ڈیڑھ سو کیا آپ تو آدھے لاہور کو بھی ہائیر کر سکتی ہیں۔"

"تمہیں نہیں لگتا اب تم کچھ زیادہ مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہو؟"

"کیا میں مبالغہ آرائی سے کام لے رہا ہوں؟" اس نے مصنوئی سے حیرانگی سے پوچھا۔

"تم سے بات کر کے تو لگتا ہے جیسے تمہارے باس سے ہی بات کر رہی ہوں۔۔ وہ بھی بنا کسی وجہ کے ہمیشہ اکھڑا ہوا ہی رہتا ہے۔۔"

"خیر میں نے تو تمہیں اپنے بارے میں اتنا کچھ بتایا ہے۔ اب تمہاری باری۔۔ تم بھی کچھ بتاو اپنے بارے میں۔؟"

اگر تو سنبل کو اس کے اور عبیر کے خفیہ کاموں کو جاننے میں تجسس نہ ہوتا تو کبھی اس مغرور اور نک چڑھے انسان کو منہ نہ لگاتی۔ لیکن ابھی مصلحت کا دامن تھامے خود کو کمپوز کئے ہوئے تھی۔

"مجھے تو آپ جانتی ہی ہیں میں آدم ابراہیم ہوں۔ اور میں عبیر سر کا مینیجر ہوں۔"

"بس؟" اس کے خاموش ہو جانے پر سنبل نے اسے ایسے دیکھا جیسے اس کا مختصر سا تعارف اسے ہضم نہ ہو رہا ہو۔

"میں نے تمہیں اپنے بارے میں اتنا کچھ بتایا لیکن تم نے دو لائن میں اپنا تعارف ختم کر دیا۔ ایک لائن میں تم نے اپنا نام بتایا ہے اور دوسری میں اپنی ایک صرف ایک جاب کا۔۔"

"وہ اس لئے کے اس نام کے علاوہ میرا اور کوئی نام نہیں ہے۔ اور اس جاب کے علاوہ میں کوئی اور جاب نہیں کرتا۔"

سنبل نے ایک طویل سانس خارج کرتے ہوئے اپنے اشتعال کو مشکل سے باہر آنے سے روکا تھا۔

"ٹھیک ہے تم آسانی سے بتانے والے تو ہو نہیں۔۔ اس لیے میں اب تم سے ڈائریکٹ سوال کر رہی ہوں۔۔۔ مجھے سچ سچ بتاو تم اور عبیر کیا کام کرتے ہو؟"

"میں نے آپ کو سچ ہی بتایا ہے۔ میں یہاں ان کا مینجر ہوں۔"

"یہاں اس کے مینجر ہو؟ ٹھیک ہے یہ بتاؤ تائیوان میں اس کے لیے کیا کرتے ہو؟"

"کانفیڈینشل کا لفظ بولنے کا تو سوچنا بھی مت۔۔ایسے ایسے چارجز لگا کر تمہیں جیل بھیجوں گی کے ساری زندگی وہاں سے نکل نہیں سکو گے۔"

وہ اس کے تاثرات کو بھانپتے ہوئے پہلے ہی تیز لہجے میں وارن کر گئی۔ لیکن اس نے کچھ کہنے کے بجائے بریک لگا دیے تھے۔

سنبل نے ونڈ اسکرین کو دیکھا تو وہ عسکری کارپوریٹ ٹاور کے سامنے موجود تھے۔

"یہ مت سمجھنا کے میں تمہیں چھوڑ رہی ہوں۔"

وہ اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکلی تو وہ بھی دوسری طرف سے نکل آیا۔

"جو کچھ آپ ہمارے بارے میں جانتی ہیں وہی حقیقت ہے۔"

"تم دونوں ڈرگز کے کاموں میں ملوث ہو۔ بس یہی حقیقت ہے؟ اور کچھ نہیں کرتے؟"

"اس کے علاوہ اور کیا کریں گے؟"

"زیادہ بنو مت میرے سامنے۔" وہ تنفر سے بولی۔

آس پاس بنی عمارتوں میں اس ٹاور کی عمارت سب سے اونچی تھی۔ آسمان کی بلندیوں کو چھوتی۔ جدید طرز پر بنی ہوئی وہ دور سے ہی دیکھنے والوں کو متوجہ کرتی تھی۔

وہ ایک تجارتی مرکز کے حوالے سے جانی جاتی تھی۔ جس کے ہر فلور پر بزنس آفسز قائم تھے۔ حتان کی لاء فرم بھی گیارویں فلور پر قائم تھی۔

باہر کی طرح اندر کا انٹیریئر بھی دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ کشادہ سی لابی میں جب وہ دونوں پہنچے تو ایک طرف سے بھنی ہوئی کافی بینز کی مہک اٹھ رہی تھی۔ سنبل کے قدم اسی کیفے کی جانب اٹھے تھے جو اسی گراونڈ فلور پر واقع تھا۔

"ابھی آپ کو کافی پیے ہوئے آدھا گھنٹہ بھی نہیں ہوا۔"

اسے کافی کا آرڈر کرتے دیکھ آدم نے بے ساختہ کہا۔ "مجھے ہر دو گھنٹے بعد کافی پینے کی عادت ہے۔ لیکن تمہاری باتیں جو میرے سر میں جا کر لگی ہیں۔ انھیں برداشت کرنے کے لیے پھر سے کافی کا سہارا لینا ہی پڑے گا۔" اس کے جلے کٹے سے انداز پر آدم پھر کچھ نہیں بولا تھا۔ پیمنٹ کرنے کے بعد اس نے کاونٹر سے دو ڈسپوزایبل گلاس اٹھائے تھے۔ ایک ہاتھ میں ونیلا لاتے تھی۔ اور ایک میں آئسڈ ایسپریسو۔۔"

"آپ یہ دونوں پینے والی ہیں۔؟"

"اگر مجھے دو کپ پینی ہوتی تو میں دونوں ایک جیسی لیتی نا؟" اس نے کچھ طنزیہ سے انداز میں کہا۔

"اور یہ تو میں ہر گز نہیں پی سکتی۔ اس میں کریم ہے اور شوگر بھی۔ مجھے اپنی ڈائیٹ کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ اور اسے پینے سے کافی کیلرز بڑھ جاتی ہیں۔"

اس نے کہتے ہوئے ساتھ ہی وہ گلاس اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ تیس سال کی عمر میں بھی کافی فٹ تھی۔ اپنے ایکسٹریم ڈائیٹ پلین اور ورک آوٹ کی وجہ سے کافی اسمارٹ اور سلم تھی۔ اور پھر دراز قد ہونے کی وجہ سے وہ کافی پرکشش اور خوبصورت لگتی تھی۔

اس کی جلد بھی کافی ملائم اور چمکدار تھی۔ اگر تو وہ اپنے منہ سے کسی کو اپنی عمر کے بارے میں نہ بتاتی تو اسے دیکھ کر کوئی یقین نہیں کر سکتا تھا کے وہ ایک تیس سال کی عورت ہے۔

"اگر تمہیں بلیک کافی پینے کے لیے دیتی تو تم اسی وقت وومٹ کر دیتے۔۔ اس لیے پہلے اس سے شروعات کرو۔۔ اگلے چار دن تک تمہیں اس کی عادت تو میں لگوا ہی دوں گی۔"

"اسے پینے سے کیلریز ان ٹیک ہوں گی تو مجھے بھی ایکسٹر اورک آوٹ کرنا پڑے گا۔"

وہ ناپسندیدگی سے بولا۔ " its bitter اس نے اسٹرو لبوں میں دبا ایک گھونٹ بھرا تھا۔"

"تمہیں یہ بھی تلخ لگ رہی ہے تو پھر میں کیا کروں اب؟ آئسکریم اور چاکلیٹ دلا دوں تمہیں؟ سمجھ نہیں آتا جب تم کافی ہی نہیں پیتے تو پھر اتنا کڑوا کیسے بول لیتے ہو؟"

وہ ہاتھ جھلا کر تندہی سے کہتی ہوئی لفٹ کی جانب بڑھ گئی۔ آدم نے ایک لمحے کے لئے سوچا اس کافی کو وہیں کاونٹر پر چھوڑ دے۔ لیکن وہ تیوریاں چڑھائے جن نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی کے اس نے ونیلا لاتے کے گلاس کو دیکھتے ہوئے تاسف سے گہری سانس لی تھی۔

اس میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کے اسے ختم کر پاتا۔ اور اسے ناپینے کا تو وہ سوچ ہی نہیں سکتا تھا۔ کیوں کے پھر اس کی باتیں سننی پڑتی۔ ناچار وہ اس کے پیچھے ہی لفٹ میں سوار ہوا تھا۔

لفٹ جب گیارویں فلور پر رکی تو وہ دونوں چلتے ہوئے شاہانہ سے لاونج میں آگئے تھے جس کے چمکتے فرش پر خوبصورت سے صوفے رکھے ہوئے تھے۔ سیٹنگ ایریا کو کافی خوبصورتی اور لگژری سا لک دیا گیا تھا۔

اس بلڈنگ کا ہر فلور ہی کافی خوبصورت تھا۔ لیکن یہ گیارہواں فلور ان سب سے ہٹ کر لگتا تھا۔ کیوں کے یہ حتان کی ملکیت تھا۔ اسی کے مزاج اور امارت کی عکاسی کرتا تھا۔

حتان جس لاء فرم کو مینج کرتا تھا۔ وہ داؤد ربانی نے بنائی تھی۔ ان کے وفات پا جانے کے بعد اب حتان ہی اس فرم کا سینئر پارٹنر تھا۔

"ویلکم میم۔۔"

اس کے سیکرٹری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"حتان سر سے کہو سنبل میڈم آئی ہیں۔"

"سر ابھی میٹنگ میں مصروف ہیں۔ انھوں نے ہی کہا تھا آپ آئیں تو آپ سے کہوں کے ویٹ کریں"

"ویٹ کریں؟ میں اپنے کام چھوڑ کر اس کا کام کرنے آئی ہوں اور یہ آدمی مجھے ویٹ کروائے گا۔؟ اسے بولو اگر اگلے تین منٹ میں وہ باہر نہیں آیا تو میں جا رہی ہوں پھر۔"

سینے پر بازو باندھے اس نے پیشانی پر بل ڈالے کہا۔

"مجھے دو منٹ دیجیے۔"

"آپ اس لاء فرم کا حصہ نہیں ہیں؟"

سیکریٹری کے جانے کے بعد ارد گرد کا جائزہ لیتے ہوئے آدم نے اس سے استفسار کیا۔"پراسیکیوٹرز سرکار کے لیے خدمات فراہم کرتے ہیں۔انھیں اجازت نہیں ہوتی کسی نجی فرم کو جوائن کرنے کی۔"

"آلرائٹ۔۔"اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"حتان سر نے آپ کو یہ فائل دینے کے لیے کہا ہے۔اور ساتھ یہ بھی کہنے کے لئے بولا ہے کے آپ کو چار بجے سے پہلے وہاں پہنچنا ہو گا۔"

"چار بجے سے پہلے؟"

"اس نے فائل پکڑتے ہوئے بے ساختہ اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھا۔چار بجنے میں پندرہ منٹ تھے۔اور جہاں انھیں جانا تھا وہاں کا راستہ آدھے گھنٹے کا تھا۔یعنی وہ ابھی نکلتے بھی تو سوا چار بجے تک وہاں پہنچتے۔"

"جانا کہاں ہے؟"آدم نے اس سے پوچھا۔جو تیز تیز قدموں سے تقریباً دوڑتی ہوئی لفٹ کی جانب بڑھ رہی تھی۔آدم بھی اس کی تقلید کر رہا تھا۔

"پراسیکیوٹر حسن عبید کے آفس۔۔"آدم نے کچھ چونک کر اسے دیکھا تھا۔۔"یہ وہی ہیں جو عبیر سر کے کیس کو پراسیکیوٹ کر رہے ہیں؟"

"ہاں وہی ہے۔"

گراونڈ فلور پر لفٹ سے نکلنے کے بعد وہ دونوں تقریباً بھاگتے ہوئے باہر کی جانب بڑھ رہے تھے۔آتے جاتے کتنے لوگوں کی نظر ان دونوں پر پڑی تھی۔وہ چکنے فرش پر ہیلز پہنے بھاگ رہی تھی۔اور آدم کو بس یہ فکر تھی کے وہ کہیں گر نہ جائے۔لیکن وہ کمال مہارت سے اپنا بیلنس بنائے ہوئے تھی۔

"ساڑھے پانچ بجے کی فلائٹ سے وہ دبئی لینڈ کر جائے گا۔اور پھر معلوم نہیں کے اس کی واپس کب ہو گی۔اس لئے ہمیں اس کے نکلنے سے پہلے اس تک پہنچنا ہو گا۔"

کشادہ سی لابی سے نکلنے کے بعد وہ باہر پارکنگ میں کھڑی گاڑی میں سوار ہوئے تو دونوں کے ہی سانس پھول رہے تھے۔آدم نے لمحے کی دیر کیے بنا گاڑی اسٹارٹ کر کے اسٹئیرنگ گھماتے ہوئے اسے میں روڈ پر ڈال دیا تھا۔جبکے سنبل نے بیک سیٹ پر پڑی ہوئی اپنی پانی کی بوتل اٹھائی تھی۔جس میں چھوٹے چھوٹے سے کھیرے، لیموں اور چقندر کے ٹکڑے دکھائی دے رہے تھے۔"

"آپ یہ سبزیوں کا پانی پیتی ہیں؟"

سنبل کو بے ساختہ کھانسی آئی تھی۔بوتل لبوں سے ہٹا کر اسے کچھ تندہی سے دیکھا جو کچھ حیران سا لگ رہا تھا۔

کہتے ہیں۔اس سے باڈی ہائیڈریٹڈ رہتی ہے۔" detox water"سبزیوں کا پانی؟اسے

وہ بظاہر مسکراتے ہوئے لیکن لفظوں پر زور دے کر کہا۔"پی کر دیکھو۔۔"ساتھ ہی اپنی بوتل اس کی طرف بڑھائی جس نے بے ساختہ ہاتھ اور سر ہلا کر انکار کیا تھا۔

"میں نے بڑی مشکل سے اس ونیلا لاتے کو حلق سے اتارا ہے۔ایک دن میں ایک ہی تجربہ کر سکتا ہوں میں۔"

اس نے کچھ عاجزی سے کہا تو سنبل نے بوتل کو ڈیش بورڈ پر رکھتے ہوئے اپنے گلاسز اٹھا کر آنکھوں پر لگائے تھے۔پھر حتان کی دی ہوئی فائل کو کھول کر اسے دھیان سے دیکھنے لگی۔

آدم نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا تھا۔

مغرور اور تیکھے سے نقوش کو میک اپ سے سجانے سنوارنے کے بعد وہ ایک نک چڑھی اور خود سر شہزادی لگا کرتی تھی۔لیکن وہ نازک سے فریم کے گلاسز پہننے کے بعد جانے کیسے اس کے چہرے پر اتنی معصومیت در آتی تھی کے چہرے سے نظر ہٹانا ہی مشکل ہو جاتا تھا۔فون کی اسکرین روشن کر کے اس نے وقت دیکھا۔

"چار بجنے میں بس دس منٹ رہ گئے ہیں۔چار بجے تک وہ آفس سے نکل جاتا ہے۔ہم لیٹ ہو گئے۔"وہ کچھ مایوسی سے بولی۔اسے لگ رہا تھا وہ لوگ وقت پر نہیں پہنچ سکیں گے۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

آدم نے اپنے فون پر لگی ہوئی لوکیشن کو دیکھا۔ جو اس کے آفس کا راستہ پچیس منٹ کے فاصلے پر بتا رہی تھی۔ اس نے گریبان میں اٹکائے ہوئے گاگلز کو نکال کر آنکھوں پر چڑھایا۔ پھر گئیر چینج کرتے ہوئے اچانک ہی ایکسیلیریٹر پر دباؤ بڑھاتے ہوئے ساتھ ہی اسے مطلع کیا۔

"سیٹ بیلڈ باندھ لیں۔"

"اگر وہ آفس میں نہیں ملا تو ہم ایئر پورٹ چلیں گے۔ لیکن تم اسپیڈ تیز مت کرو۔ تم نے کہا تھا تمہیں ٹھیک سے ڈرائیونگ کرنی نہیں آتی۔۔" اچانک سے اسپیڈ بڑھنے پر سنبل نے اسے ٹوکتے ہوئے ترنت سیٹ بیلڈ لگایا۔

لیکن اس کی بات سنے بنا ہی وہ تیز اسپیڈ میں گاڑی دوڑاتے ہوئے سامنے آنے والی گاڑیوں کی سائیڈ سے نکل کر انھیں اوورٹیک کر رہا تھا۔ وہ بس گنگ نظروں سے اس کی مہارت کو دیکھ رہی تھی۔

"تم نے تو کہا تھا کے تمہیں اچھی ڈرائیونگ نہیں آتی۔۔" سنبل نے پیشانی پر بل ڈالے اسے دیکھا۔ جس کی توجہ صرف گاڑیوں کو اوورٹیک کرنے پر تھی۔

"مجھے واقعی میں اچھی ڈرائیونگ نہیں آتی۔"

"جتنی خطرناک کار تم چلا رہے ہو اگر تمہیں ریس کے میدان میں اتار دیا جائے تو پہلی پوزیشن لے کر نکلو گے اور پھر بھی تم یہی کہو گے۔۔ تم خود کو اتنا انڈر ایسٹیمیٹ کیوں کرتے ہو؟ اپنی قابلیت کو، اپنی مہارت کو قبول کیوں نہیں کرتے۔ دوسروں کو فخر سے کیوں نہیں بتاتے کے۔۔" ہاں میں یہ کر سکتا ہوں!" اس نے تنک کر پوچھا۔

"آپ کو یہ میری قابلیت لگ رہی ہو گی۔ لیکن میں اسے قابلیت نہیں سمجھتا۔"

"اچھا؟ تو پھر وہ کون سی ڈرائیونگ ہوتی ہے جس پر تم وثوق سے کہہ سکو کے۔۔ ہاں ڈرائیونگ تو اسے کہتے ہیں۔"

اس کے کچھ جلے ہوئے سے انداز پر اس نے جواب دینے کے لیے لمحے بھر کا توقف لیا تھا۔

"کبھی عبیر سر کو ڈرائیونگ کرتے ہوئے دیکھئے گا۔۔ تب آپ کو سمجھ آجائے گا کے میں قابلیت کسے کہتا ہوں۔"

"ویسے ہم اس پراسیکیوٹر سے ملنے کیوں جا رہے ہیں۔؟" اس نے استفسار کیا۔

"کافی ایماندار اور قابل وکیل ہے۔ لیکن حتان کے سامنے پھر بھی کچھ نہیں ہے۔اس میں اتنی صلاحیت ہے کے یہ کیس کو دو تین سماعتوں تک کھینچ سکتا ہے۔اور حتان چاہتا ہے کے پہلی ہی پیشی پر مقدمہ خارج ہو جائے۔اس لیے اسے ساتھ ملانا ہی پڑے گا۔" وہ فائل کے صفحے پلٹتے ہوئے بولی۔

"وہ ایماندار ہے اور قابل بھی ہے تو وہ اپنے پیشے سے غداری کر کے رشوت کیوں قبول کرے گا۔؟"

"یہ شریف لوگ رشوت کے خلاف صرف تب تک ہوتے ہیں جب تک اپنی مرضی کی نہ مل رہی ہو۔۔بیرون ملک میں انھیں فلیٹس اور ڈالرز کے بھرے ہوئے بیگ دے دو تو پیروں میں بھی گر پڑیں گے۔"اس نے لاپرواہ سے لہجے میں کہا۔

"تو ہم پراسیکیوٹر کو رشوت کے نام پر فلیٹس تحفے میں دینے جا رہے ہیں؟"

"تم سے کس نے کہا کے ہم اسے رشوت دینے جا رہے ہیں۔؟" سنبل نے انگلی سے عینک کو ذرا سا نیچے کرتے ہوئے آدم کو دیکھا۔ جس کی توجہ ونڈ اسکرین پر تھی۔وہ اسے دیکھ کر بات نہیں کر رہا تھا۔

"تو پھر؟"اس نے سامنے دیکھتے ہوئے ہی پوچھا۔

"کام نکلوانے کے لیے صرف رشوت ہی واحد ذریعہ نہیں ہے۔۔حتان اپنی دولت کو بے جا نہیں اڑاتا۔ صرف سہی جگہوں پر اسے لگاتا ہے۔سیکھ جاوگے تم بھی۔۔"ڈیش بورڈ پر پڑا فون اٹھا کر اس نے وقت دیکھا۔

جیسے ہی اس کی بات ختم ہوئی وہ بریک لگا چکا تھا۔ سنبل نے چونکتے ہوئے اطراف میں دیکھا۔وہ حسن کے آفس کے باہر ہی کھڑے تھے۔بے ساختہ اس نے پھر فون آن کر کے وقت دیکھا۔چار بجنے میں دو منٹ تھے۔پچیس منٹ کا راستہ اس نے آٹھ منٹوں میں طے کیا تھا۔

اور پھر بھی وہ کہہ رہا تھا کے عبیر کے سامنے اس کی ڈرائیونگ اسکلز کی کوئی اہمیت نہیں۔

"تمہارا باس تو تم سے بھی چار ہاتھ آگے ہے۔وہ تو یقیناً ہواوں میں گاڑی دوڑاتا ہوگا۔۔ویسے ایک وکیل کی موجودگی میں تم نے قانون توڑا ہے۔اوور اسپیڈنگ کا چالان کٹے گا تمہارا۔"

اپنی سائیڈ کا دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے اس نے مصنوئی سا دھمکاتے ہوئے کہا۔

"آپ کے بال۔۔" چالان والی بات نظرانداز کرتے ہوئے اس نے انگلی کے اشارے سے اس کے بکھرے ہوئے بالوں کو پوائنٹ کیا۔ جو اس کی رش ڈرائیونگ کی وجہ سے بے ترتیب سے لگ رہے تھے۔ اس نے پہلے گلاسز اتار کر اسے پکڑائے پھر فون کا فرنٹ کیمرہ آن کر کے اسے بھی آدم کی طرف بڑھایا۔

"اسے پکڑو۔۔ ٹھیک سے پکڑو۔۔"

کیمرے میں دیکھتے ہوئے اس نے بالوں میں سے ربن نکال کر کلائی پر باندھ لیا تھا۔ پھر کرلز کئے بالوں کو انگلیوں سے ہی سنوارتے ہوئے انھیں کھلا چھوڑ دیا تھا۔ جو اس کے چہرے کے دونوں طرف سے آگے گر رہے تھے۔

اس کی نظر آج سے پہلے کبھی کسی لڑکی پر نہیں ٹھہری تھی۔ پہلی دفعہ وہ کسی لڑکی کی خوبصورتی کو سراہا رہا تھا۔ اور اسے سراہنے سے اپنے دل کو روک بھی رہا تھا۔ اسے ڈپٹ بھی رہا تھا۔ لیکن وہ اس کی خوبصورتی کے آگے جھکنے سے خود کو سنبھال نہیں پا رہا تھا۔ جب اس نے اپنے گولڈن براؤن بالوں کو ربن میں باندھ رکھا تھا۔ وہ تب بھی خوبصورت لگ رہی تھی۔ لیکن اب کھلے ہوئے بالوں نے اس کی خوبصورتی کو جیسے مزید اجاگر کر دیا تھا۔ آدم نے گاگلز لگا رکھے تھے۔ لیکن پھر بھی اپنی نظروں کو جھکا لیا تھا۔ وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کے سنبل اس کی محویت کو محسوس کر لے۔

"پراسیکیوٹر سنبل۔۔۔" وہ اسے حیرانگی سے دیکھتا ہوا اپنی جگہ رکا۔ وہ اپنی گاڑی کی جانب بڑھ رہا تھا لیکن اب خوشگواری سے اسے دیکھتا ہوا ان کے نزدیک آیا۔

"السلام علیکم کیسے ہیں آپ۔۔" اس نے خوش اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ آدم نے سلام کرنے کے بجائے بس مصافہ کرنے کو کافی جانا تھا۔

"آئم گڈ۔۔۔ وقت پر آئی ہو تم۔ میں بس ائیرپوٹ کے لئے نکل رہا تھا۔"

"اچھا آپ کہیں جا رہے ہیں کیا؟" اس نے حیرانگی سے پوچھا۔

"ہاں میں کراچی جا رہا تھا۔ کچھ کام کے سلسلے میں۔۔ تم اندر آجاو۔"

ڈرائیور کو ویٹ کرنے کا کہتے ہوئے وہ انھیں لئے دروازہ کھول کر آفس میں داخل ہو گیا۔ پھر سوئچ بورڈ سے بٹن دبا کر ساری لائٹس روشن کر دی۔

"پلیز بیٹھو۔ تم نے آنے سے پہلے انفارم نہیں کیا۔" انھیں بیٹھنے کے لیے کہہ کر وہ خود بھی گھوم کر اپنی راکنگ چیئر پر براجمان ہو گیا۔

"بس اچانک ہی آپ کی طرف آنے کا ارادہ بن گیا۔"

"چائے کافی۔۔ کچھ منگواوں تمہارے لئے؟" اس نے نفی میں سر ہلا کر انکار کیا۔

"میں نے سنا تھا کے عبیر غازی کے کیس کو آپ پراسیکوٹ کر رہے ہیں۔ کیا واقعی میں۔؟"

اس نے مزید کوئی تکلف رکھے بنا مدعے پر آتے ہوئے کہا۔

"سینئیر پراسیکیوٹر کی طرف سے میرا ہی نام فائنل کیا گیا تھا۔ تمہارے بھائی نے تمہیں بتایا نہیں؟" اس نے حیرانگی کا اظہار کیا۔

"حتان اور میں جب ملتے ہیں تو ہم اپنے ورک پلیس کی باتیں نہیں کرتے۔" اس نے شائستگی سے کہا۔

"ویسے میں حتان کا منتظر تھا۔ مجھے لگا تھا کے وہ سیٹلمنٹ کے لیے مجھ سے ملاقات کرنے آئے گا۔ لیکن وہ ابھی تک نہیں آیا۔"

"اس کی مصروفیت کا تو آپ کو پتا ہی ہے۔ اسی نے مجھے کہا تھا آپ سے ملنے کے لیے۔

"لیکن میں آپ سے بہت متاثر ہوں۔ آپ نے آج تک جتنے بھی کیسز ایمانداری سے لڑیں ہیں وہ سب ہی قابل تحسین ہیں۔ آپ اپنے پیشے سے کافی وفادار ہیں۔"

"تمہارے منہ سے اپنے لیے تعریف سننا میرے لیے اعزاز کی بات ہے۔ مجھے بتاو کے تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتی تھیں؟"

اس کے استفسار پر سنبل اور آدم نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"میں بات کو ڈریگ کرنے کے بجائے سیدھے پوائنٹ پر آتی ہوں۔۔ مجھے ان سارے گواہوں کی ڈیٹیلز چاہیئے جو غازی کے خلاف گواہی دینے والے ہیں۔ اور وہ سارے پروف بھی جو آپ کے پاس ہیں۔"

سنبل کا مطالبہ اس کے لئے حیران کن تھا۔ "غازی کے کیس کا دفاع تو حتان کر رہا ہے۔ پھر تمیں یہ سب کیوں چاہئے؟۔ کیا تمہیں حتان نے بھیجا ہے۔؟"

"آپ تفصیل میں جانے کی بجائے میری ریکوئسٹ پر دھیان کیوں نہیں دیتے؟"

اس نے پھر شائستگی سے پوچھا۔

"اور میں تمہاری بات کیوں مانوں؟"اس نے پیپر ویٹ گھماتے ہوئے ابرو کو حرکت دی۔

"کم آن حسن۔ ہم لاء کالج میں کلاس فیلو رہ چکے ہیں۔ کیا آپ مجھے فیور نہیں دے سکتے۔؟"

"آج سے پہلے تم نے کبھی کسی کیس کے لئے مجھ سے فیور نہیں مانگا۔"

"آج پہلی دفعہ مانگ رہی ہوں تو اخلاقی طور پر آپ کو انکار نہیں کرنا چاہیئے۔"

"میں بہت معذرت کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کے میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔ تم چاہتی ہو کے میں سارا مٹیرئل تمہارے حوالے کر دوں تاکے تم وہ جا کر حتان کو دے دو۔ اور میں کیس ہار جاوں۔۔ تم نے یہ سوچا بھی کیسے سنبل؟"

"آپ لحاظ نہیں کر رہے۔ لیکن میں نے آپ کا لحاظ کرتے ہوئے ہی آپ سے درخواست کی تھی۔ لیکن اگر آپ انکار کریں گے تو مجبوراً مجھے دوسرے طریقے سے پوچھنا پڑے گا۔"

اس نے کچھ لمحوں کا توقف کیا۔ گہری سانس بھری۔ پھر دوبارہ سنبل کو دیکھا۔

"حتان نے اگر تمہیں یہاں بھیجا ہے تو خالی ہاتھ تو نہیں بھیجا ہو گا۔۔ چیک بک ساتھ لائی ہو؟"

کرسی کے دونوں بازوں پر کہنیاں رکھے اس نے ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم ملاتے ہوئے استفسار کیا۔

"آفکورس ساتھ لائی ہوں۔۔ میں آپ کو اس کام کے لیے ایک اچھی رقم دے سکتی ہوں۔"

"لیکن تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کے میں اپنے پیشے سے غداری کر کے تم سے رشوت وصول نہیں کروں گا۔"

"میں جانتی ہوں آپ بہت ایماندار انسان ہیں۔۔ لیکن وہ ایمانداری کس کام کی جو آپ کو نفع ہی نہ دے سکے؟ کبھی کبھار انسان کو عقل سے بھی کام لے کر دیکھ لینا چاہئے۔۔۔ حتان نے مجھے دس ملین دینے کے لئے کہا تھا۔۔ لیکن میں آپ کی ایمانداری کی وجہ سے ہی آپ کو بارہ ملین کی آفر کر رہی ہوں۔۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

بیگ میں سے چیک بک نکالے وہ مسکراتے ہوئے بول رہی تھی۔ حسن پر سوچ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "تمہیں لگتا ہے کے میں بارہ ملین میں تم سے اپنے ایمان کا سودا کرلوں گا؟" اس نے بے تاثر سے لہجے میں پوچھا۔

"پندرہ ملین میں تو کرلیں گے نا؟"

"انکار کرنے سے پہلے ایک دفعہ ضرور سوچ لیجئے گا ڈیڑھ کروڑ کی رقم کوئی چھوٹی رقم نہیں ہوتی۔"

"سنبل داؤد۔" حسن نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ایک سو دس کروڑ کے محل میں رہنے والے۔۔ اور اربوں کھربوں کی وراثت کے مالک صرف ایک دو کروڑ کی باتیں کرتے ہوئے تو ذرا اچھے نہیں لگتے۔" اس کے انداز میں کچھ تاسف سا تھا۔

"ایک سو دس کروڑ کے محل میں رہنے والے اربوں روپے کی خیرات بھی کر سکتے ہیں۔۔ لیکن اب دینے سے پہلے سامنے والے کی اوقات بھی تو دیکھنی پڑتی ہے نا؟"

"میں آپ کو بیس لاکھ کی آفر بھی کرتی تو آپ بائیس پچیس لاکھ ڈیمانڈ کر کے مان جاتے۔ لیکن میں خود ہی آپ کو ڈیڑھ کروڑ دے رہی ہوں تو میرے خیال سے آپ کو اپنے لالچ کو اب سائیڈ پر کر دینا چاہئے۔"

"So rude"

"لیکن میں لالچی نہیں ہوں۔"

سنبل کے طنز بھرے انداز کو وہ پھر تاسف اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے گہری سانس بھر کر ٹیک ہٹاتے ہوئے آگے کو ہوا۔ پین ہولڈر میں سے ایک پین نکال کر اس کے پاس رکھ دیا۔ وہ دیکھ چکا تھا۔ اس کے ہاتھ میں صرف چیک بک تھی۔ پین نہیں تھا۔

آدم کو کچھ بھی نہیں سمجھ آ رہا تھا وہاں کیا ہو رہا تھا۔ وہ کبھی سنبل کی شکل دیکھ رہا تھا تو کبھی حسن کی۔

سنبل نے کہا تھا وہ اسے رشوت کے نام پر ایک روپیہ بھی نہیں دے گی۔ اور اب پندرہ ملین کا چیک پھاڑ کر اسے دے چکی تھی۔

اور حسن عبید۔۔ جس نے کہا تھا کے وہ کبھی ایمانداری کو سودا نہیں کرتا۔ پندرہ ملین کی رقم کے آگے وہ بھی ڈھیر ہو گیا تھا۔

دراز کا لاک کھول کر اس نے ایک نیلے کلر کی فائل نکالی۔ اسے کھول کر دیکھا۔ اور پھر سنبل کے سامنے رکھ دی۔

"اس میں ان گواہوں کی ساری تفصیلات موجود ہے۔جو پیشی پر عبیر کے خلاف گواہی دینے والے ہیں۔۔"

"کس چیز کی گواہی؟"اس سارے وقت کے دوران آدم نے پہلی بار لب کشائی کی تھی۔

"یہی کے وہ عبیر کے ساتھ اس کے کام میں ملوث رہ چکے ہیں۔"

حسن کے کہنے پر اس نے سنبل کے ہاتھ سے فائل لے کر اس میں لگی ان تینوں کی تصویریں دیکھیں۔۔ایک بوائز کالج کا وائس پرنسپل تھا۔۔ایک فٹنس جم کا آنر تھا۔اور ایک کسی اسپورٹس ٹیم کا کوچ تھا۔۔

آدم ان تینوں کو جانتا تھا۔"چیک واپس کرو۔۔ان تینوں میں سے کوئی بھی عبیر سر کو نہیں جانتا۔نہ وہ ان کو جانتے ہیں۔وہ تو کبھی ان سے ملے بھی نہیں ہیں۔۔پھر وہ کیسے گواہی دے سکتے ہیں لے انھوں نے سر کے ساتھ کام کیا ہے؟"

آدم نے پیشانی پر بل ڈالے تیز لہجے بولتے ہوئے حسن سے چیک واپس کرنے کا مطالبہ کیا۔

"کیا تم شیور ہو کے عبیر ان سے کبھی نہیں ملا؟"ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھی سنبل نے اس سے استفسار کیا۔"ہنڈرڈ پرسنٹ شیور ہوں۔۔عبیر سر ڈسٹری بیوشن کا کام نہیں کرتے۔ان جیسے لوگوں کو بروکر ڈیل کرتے ہیں۔اور وہ بروکرز بھی کبھی عبیر سر سے نہیں ملتے۔اس لئے ان کی گواہی کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔"

سنبل نے بے ساختہ حسن کو دیکھا۔جس نے بے ساختہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔

"ڈیل کے مطابق تمہیں تمہاری فائل مل چکی ہے۔اب وہ تمہارے کام کی ہے یا نہیں اس سے میں میرا کنسرن نہیں ہے۔"

"نو پرابلم حسن۔۔آپ چیک رکھ سکتے ہیں اپنے پاس۔۔"

وہ نرمی سے بولی تو آدم نے اسے یوں دیکھا جیسے وہ سمجھ نہ پا رہا ہو کے اس کے دماغ میں چل کیا رہا ہے۔

"میرے گلاسز دینا۔۔"اس کے سامنے ہتھیلی پھیلائی تو آدم نے کوٹ کی اندرنی جیب میں رکھے اس کے نازک سے گلاسز نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دئے۔جسے آنکھوں پر لگاتے ہوئے وہ پیچھے کو ٹیک لگا کر بیٹھی۔دونوں کہنیوں کو کرسی کے بازوں پر ٹکایا۔پھر حتان کی بھیجی ہوئی وہی سفید فائل کھول لی۔دو کاغذات کو نکال کر غور سے دیکھنے کے بعد اسی طرح بیٹھے بیٹھے صرف ہاتھ کو حرکت دیتے ہوئے آدم کی طرف بڑھا دیے۔

"آگے پاس کرو۔۔"

اس کے لاپرواہی سے کہنے پر اس نے وہی کاغذات حسن کی طرف بڑھا دئے۔

"کیا ہے یہ؟" اس نے استفہامیہ انداز میں پوچھا۔

"تو مسٹر حسن۔۔ پچھلے چار مہینوں کے دوران آپ گیارہ دفعہ دبئی گئے ہیں۔اس میں اسی کی تفصیلات لکھی ہیں۔

"میرے دبئی جانے کا یہاں کیا تعلق ہے۔؟"

پیپرز کو دیکھتے ہوئے اس نے حیرانگی سے پوچھا تو سنبل نے پھر چند کاغذات آدم کی طرف بڑھائے۔

"دبئی میں آپ کے نام پر دو اپارٹمنٹس ہیں۔ایک دبئی مرینہ میں،اور ایک جمیرہ امارت ٹاورز میں۔یہ دونوں اپارٹمنٹس ہی کافی لگژری ہیں۔آپ جب دبئی جاتے ہیں تو ان دونوں میں سے کسی ایک میں اسٹے کرتے ہیں۔زیادہ تر آپ کا اسٹے جس میں ہوتا ہے وہ ہے دبئی مرینہ کا اپارٹمنٹ۔۔آپ کی پہلی بیوی کو پتا ہے کے آپ وہاں اپنی دوسری بیوی کے ساتھ رہتے ہیں؟"

اس کے کچھ حیرانگی سے پوچھنے پر حسن بنا پلکیں جھپکے اسے دیکھ رہا تھا۔آدم نے اس کی بدلتی ہوئی رنگت کو صاف محسوس کیا تھا۔

"اوہ آئم سوری۔۔شاید مجھے پہلے آپ سے یہ پوچھنا چاہئے تھا کے آپ کی پہلی وائف آپ کی دوسری شادی کے بارے میں جانتی ہیں؟"

"یہ سب کیا ہے سنبل؟" اس نے ضبط سے پوچھا۔ورنہ اس کے چہرے سے اس کی اندرنی کیفیت کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا۔

"یہی ہے نا آپ کی دوسری بیوی۔شبینہ حسن۔۔" اس نے فائل میں لگی تصویر نکال کر دو انگلیوں میں پکڑے حسن کے سامنے کی۔جس میں ایک خوش شکل سی لڑکی نظر آ رہی تھی۔

"تم مجھ پر الزام لگا کر مجھے پھنسانے کی کوشش کر رہی ہو؟" اس نے بھڑکتے ہوئے درشتگی سے کہا۔

"یہ بھی دکھاوا نہیں۔۔" سنبل نے وہ اب کے تصویریں سامنے رکھی تھیں جن میں لابی اور کوریڈور کے کیمرا ز میں ان دونوں کے ساتھ چلتے کی فوٹیج کی تصاویر تھیں۔اس کے علاوہ کچھ کیفے اور ریستوران میں بھی ان کے ساتھ بیٹھے ہونے کی پکچرز تھیں۔

"اگر آپ کو ابھی بھی لگتا ہے کے میں آپ کو پھنسانے کی کوشش کر کے آپ پر دوسری شادی کا الزام لگا رہی ہوں تو آپ مجھے اجازت دیجئے میں ابھی آپ کے دوسرے نکاح نامہ کی تصویر بھی دیتی ہوں۔۔"

"کیا چاہتی ہو تم مجھ سے؟ تم خود چل کر یہاں آئی ہو تو یقیناً صرف گواہوں کی وجہ سے تو نہیں آئی ہوں گی۔" اس نے کڑوے گھونٹ بھرتے ہوئے پوچھا۔

"اور دوسری شادی تو رہی ایک طرف۔ دبئی میں جو دو اپارٹمنٹ آپ نے خرید رکھے ہیں اس کی سورس آف انکم آپ مجھے بتائیں گے یا پھر عدالت میں صفائی دیں گے۔"

"سنبل۔۔ کیا چاہیے تمہیں؟" اس کے چہرے سے اس کے اندرنی خلفشار کی عکاسی بخوبی ہو رہی تھی۔

"دیکھیں میں جانتی ہوں انس غازی کے کتنے چکر لگتے ہیں آپ کے آفس کے۔۔ وہ جو کچھ بھی پلین کر رہا ہے۔ یا کرنے والا ہے۔۔ ان سب کے متعلق آپ پہلے مجھے بتائیں گے۔ اور جو میں کہوں گی وہ آپ کو کرنا ہو گا۔۔ صرف اتنی سی بات ہے۔"

"تم جانتی ہو جو کچھ تم کرنے کی کوشش کر رہی ہو یہ کتنا مہنگا پڑ سکتا ہے تمہیں؟"

اس کے کچھ دھمکانے والے انداز پر سنبل کے تراشیدہ لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری تھی۔

"آپ نے مجھے تو بلیک میل کر رہا ہے۔ میرے پاس ویڈیو evidence ہے۔۔ اور گواہ بھی۔۔ اس لئے آپ مجھے تو بلیک میل کرنے کی کوشش نہ ہی کریں تو بہتر ہیں۔"

رکھائی سے کہتی ہوئی وہ چیئر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر ہتھیلی اس کے سامنے پھیلائی۔ "چیک پلیز۔۔"

حسن نے آگ برساتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے چیک اٹھا کر اس کے سامنے پٹخنے والے انداز میں رکھا تھا۔ جسے سنبل نے اٹھا کر چار حصوں میں تقسیم کر کے وہیں اچھال دیا تھا۔

"آپ کی دبئی کی فلائٹ مس ہونے والی ہے۔ آپ کو جلدی ایئر پورٹ کے لئے نکلنا ہو گا۔"

وہاں سے جاتے ہوئے اس نے حسن کو آگاہ کرتا ہوئے کہا۔ لیکن وہ اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں۔ بس سرد اور پر تپش سی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

****

"آپ کے پاس اس کی دوسری شادی کا نکاح نامہ بھی ہے؟" گاڑی کی جانب بڑھتے ہوئے آدم نے اس سے استفسار کیا جس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"مجھے پتا تھا وہ کبھی نکاح نامہ دکھانے کے لئے نہیں کہے گا۔ کیوں کے وہ جتنے ثبوت دیکھ چکا تھا وہ اس کے لیے کافی تھے۔ وہ جان گیا تھا اس کی گردن چھری تلے آچکی ہے۔"

"ویسے ابھی جو کچھ ہوا ہے۔ مجھے لگتا ہے کے آپ نے صرف وقت ہی ضائع کیا ہے۔ آپ سیدھا جا کر فائل اس کے منہ پر مار کر یہ بھی کہہ سکتی تھیں کے "میں تمہاری حقیقت جانتی ہوں۔ اب شرافت سے جو میں کہتی ہوں وہ کرو۔۔ یہ چیک وغیرہ کا سین کرئیٹ کر کے اسکی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھنے کی تک ہی نہیں بنتی تھی۔"

"اگر کام سیدھے طریقے سے ہو جائے تو اس میں وائب نہیں آتی۔ مجھے لوگوں کی نفسیات کے ساتھ کھیلنے میں مزہ آتا ہے۔ اور پھر وکالت بھی تو کچھ کچھ تمہارے مافیا ورلڈ کی طرح ہی ہے۔ اپنا کام نکلوانے کے لیے سامنے والے کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھنا ہی پڑتا ہے۔۔ تم لوگ اپنا کام نکلوانے کے لئے یہ نہیں کرتے۔؟" اس نے گردن ترچھی کر کے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا جس نے انکار میں سر ہلایا تھا۔

"دکھتی رگ پر ہاتھ رکھنے کے بجائے ہم رگ کاٹنا زیادہ آسان سمجھتے ہیں۔ وقت بھی نہیں لگتا اور کام بھی ہو جاتا ہے۔"

"رگ کاٹنا مطلب؟" اس نے پیشانی پر سلوٹیں لیے نا سمجھی سے پوچھا۔

"رگ کاٹنا مطلب۔۔" اس نے بات کو روکتے ہوئے سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی کو پھیلا کر کھڑا کرتے ہوئے فوراً دوسرے ہاتھ کی کلائی پر پھیر دیا۔

"رگ کاٹنا۔۔" پھر بات کو مکمل کیا تو سنبل بے ساختہ جھرجھری لے کر رہ گئی۔

"تم لوگ کافی وائلنٹ (تشدد پسند) ہو۔۔"

"شاید آپ وائلڈ (جنگلی) کہنا چاہ رہی تھیں۔ آدم نے اس کی تصیح کی تو اس نے ہاتھ جھلا کر کہا۔

"ہاں وہ بھی ہو۔۔"

"ویسے ان گواہوں کا کیا کرنا ہے؟"اس نے فائل کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"انھیں ٹھکانے لگانا پڑے گا۔ کچھ بھی کر کے یا تو ان کا منہ بند کرنا پڑے گا یا پھر اپنی مرضی کی گواہی دلوانی ہو گی۔"

"میں یہ کام کر لوں گا۔"اس کے زمہ داری لینے پر سنبل نے بے ساختہ اسے دیکھا۔ پھر چہرے پر افسوس نظر آنے لگا۔

"آدم ان کی ہڈیاں نہیں توڑنی ہیں۔ صرف پیار سے سمجھانا ہے۔ جو کے تمہیں کرنا نہیں آتا۔"

"انھیں سمجھانے کے بجائے اگر منظر سے غائب کر دیا جائے تو؟ ہمارا مقصد تو انھیں گواہی دینے سے روکنا ہے نا؟"

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا ان کا بندوبست کر دو۔۔ لیکن دھیان رہے کے وہ آزاد ریاست کے آزاد شہری ہیں۔ انھیں کسی دوسرے ملک اسمگل نہیں کرنا ہے۔"

"ہم انسانی اسمگلنگ میں ملوث نہیں ہیں میڈم۔"جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے چلتے ہوئے اس نے ناخوشی سے کہا۔

"صرف یہی ایک جرم رہ گیا ہے جو تم لوگ نہیں کرتے ہو۔۔ ویسے ڈرگز اور اسلحے سے زیادہ انسانوں کو بیچنے میں پیسہ زیادہ ہے۔۔ یہ کام بھی شروع کر کے دیکھو۔"

سنبل نے مخلصی اور دلچسپی سے مشورہ دیا۔"کیا ہوا تم تو سوچ میں پڑ گئے۔ کیا میری ایڈوائس تمہیں پسند آ گئی؟"اس نے چھیڑنے والے انداز میں کہا تو آدم نے اپنی آنکھیں اٹھا کر اس کی سبز سی چمکتی ہوئی آنکھوں میں دیکھا۔

"پی پی سی سیکشن 109۔۔۔ اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص کو جرم کرنے کا مشورہ دیتا ہے تو اسے بھی وہی سزا ملنی چاہئے جو مجرم کو ملے گی۔"

وہ نارمل سے لہجے میں بولا تو سنبل نے قدرے حیرانگی سے اسے دیکھا تھا۔"حد ہے تمہیں پاکستان پینل کوڈ کے بارے میں بھی سب پتا ہے۔۔ مجھے لگا تھا تم صرف ہیکنگ میں ہی اچھے ہو۔ لیکن اب تمہارے ساتھ رہ کر پتا چل رہا ہے کے تم کس کس کام میں کتنی مہارت رکھتے ہو۔"

"مافیا باس تو تمہیں ہونا چاہئے تھا۔ عبیر میں تو تمہارے جیسی ایک بھی خاصیت نہیں ہے۔۔" وہ سینے پر بازو باندھے افسوس سے بولی۔ آدم نے خاموش رہنے کو ہی ترجیح دی تھی۔ اگر عبیر کے متعلق وہ اسے کچھ بتا بھی دیتا تو اس نے تب بھی یقین نہیں کرنا تھا۔

"اپنے باس کو کہو استعفی دے، اور گھر بیٹھ جائے۔۔ مافیا باس بننا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔ تائیوان پر پتا نہیں کیسے اس نے اپنی دھاک بٹھائی ہوئی ہے۔"

"آپ مسلسل میرے باس کو انڈر ایسٹیمیٹ کر رہی ہیں۔ اور یہ میرے لئے قابل قبول نہیں ہے۔"

"دیکھو میں اس کی برائیاں نہیں کر رہی میں صرف اپنی رائے کا اظہار کر رہی ہوں۔"

"میں آپ کی ساری رائے ان تک پہنچا دوں گا۔"

"ہمارے درمیان ہوئی ایک بھی بات تم نے اسے بتائی تو پھر تم دیکھنا میں تمہارے ساتھ کرتی کیا ہوں۔" اس نے تیز نظروں سے اسے گھورے ہوئے کہا۔ اور کہنے سے زیادہ دھمکی دی تھی۔

****

موجودہ دن۔۔

کاروائی ختم ہو چکی تھی۔ عبیر غازی کو ناکافی ثبوت اور گواہوں کی وجہ سے باعزت بری کر دیا گیا تھا۔ کورٹ کے احاطے میں کافی چہل پہل سی نظر آ رہی تھی۔ ابھی صبح پوری طرح سے ڈھلی نہیں تھی۔ لیکن آج موسم گذشتہ دنوں کی طرح زیادہ خوشگوار نہیں تھا۔ ہوائیں چل رہی تھیں۔ لیکن ساتھ ہی دھوپ کی تپش میں ہلکا سا اضافہ ہونے لگا تھا۔ سرمد اور آدم کے ساتھ کھڑے عبیر نے نظریں اٹھا کر اس طرف دیکھا تھا جہاں وہ اپنے ساتھی وکلاء کے ساتھ کھڑی مسکراتے ہوئے ان سے کیس جیتنے کی مبارکبادیں وصول کر رہی تھی۔ سفید لباس میں سیاہ کوٹ پہنے وہ اس لباس میں بھی پرکشش لگ رہی تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

عبیر کی نظریں اس کے سیاہ کوٹ کے کالر پر لگے اس بروچ پر رکی تھیں۔ جو ایک چھوٹی سی تتلی کی شیپ کا تھا۔ جس کے دونوں پروں پر بیش قیمت سفائیر جڑے ہوئے تھے۔ جس کے اطراف میں ننھے ننھے سے کئی ڈائمنڈز چمک رہے تھے۔ وہ اتنا خوبصورت اور چمکدار تھا کے ایک دفعہ تو نظر اس پر ٹھہر ہی جاتی تھی۔

تبھی ایک طرف سے کئی رپورٹرز اس کی طرف امڈ آئے تھے۔ جو اسے نرغے میں لیے اس سے کیس کی تفصیلات پوچھ رہے تھے۔

وہ پروفیشنل انداز میں مسکراتے ہوئے سوالوں کے جواب دے رہی تھی۔ لیکن آدم دیکھ چکا تھا وہ ان کمفرٹیبل لگ رہی تھی۔ بار بار ہاتھ میں پکڑے ٹشو سے پیشانی کو چھو رہی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں بھی ہلکی سی کپکپاہٹ تھی

وہ لمحے کا توقف کئے بنا اس تک پہنچا تھا۔ "راستہ دیجیے۔۔ سائیڈ پر ہو جائیں۔۔" سہولت سے رپورٹرز کو سامنے سے ہٹاتے ہوئے وہ اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ جسے آدم کا وہاں آنا غنیمت ہی لگا تھا۔ وہ ہاتھ اُٹھا کر برابر میں چلتے فوٹو گرافرز کو تصویریں کھینچنے سے منع کر رہا تھا۔

" کبھی کبھی مجھ پر سوشل اینزائٹی اٹیک ہو جاتا ہے۔ لوگوں کو فیس کرنا مجھے گھبراہٹ میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ہر سماعت سے پہلے میں اینٹی اینزائٹی میڈیسن یوز کرتی ہوں۔ لیکن آج بھول گئی۔"

اس کی کہنی تھامے اس کے ساتھ چلتے ہوئے وہ کچھ جھجھکتے ہوئے اسے بتا رہی تھی۔ "یہ بات بھی میرے علاوہ کسی کو نہیں معلوم؟" آدم نے نارمل سے انداز میں پوچھا۔ اس کی انگلیوں کی لرزش وہ اپنی کہنی پر صاف محسوس کر سکتا تھا۔

"اپنی کمزوریوں کے بارے میں جتنے کم لوگوں کو بتایا جائے اتنا ہی بہتر ہوتا ہے۔"

کی بوتل لے آوں؟" detox water "آپ کی گاڑی میں سے

اس کے استفسار پر ایک سوچ کے آنے پر سنبل کے لبوں پر مسکراہٹ ابھری تھی۔

"تم اسے سبزیوں کا پانی کہہ سکتے ہو۔ مجھے کوئی پرابلم نہیں ہے۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

اس کی کہنی چھوڑتے ہوئے اس نے مسکراتے ہوئے دوستانہ سے انداز میں کہا۔"آئم سوری۔۔مجھے اسے سبزیوں کا پانی نہیں کہنا چاہئے تھا۔"سر کو ذرا سا خم دیتے ہوئے اس نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔"کوئی بات نہیں۔۔اس کے لئے میں تمہیں معاف کر سکتی ہوں۔"

"میں لے کر آتا ہوں بوتل۔۔"وہ بولتا ہوا اس جانب بڑھ گیا تھا جہاں سنبل کی کار کھڑی تھی۔اس کے جانے کے بعد وہ ان دونوں کے پاس آگئی تھی۔

"مبارک ہو غازی! جب تک تم دوسرے مقدمے میں گرفتار نہیں ہو جاتے تب تک تم ایک آزاد شہری ہو۔"

اب کے وہ وہ پر اعتمادی سے اس کی نگاہوں میں نگاہیں ڈالے کہہ رہی تھی۔عبیر کی آنکھوں پر دھوپ کا چشمہ لگا ہوا تھا۔ایسے میں اس کی گہری اور اندر تک اتر جانے والی نظروں کا سامنا کرنے سے وہ بچ گئی تھی۔ورنہ تو جب جب اس کی سنہری آنکھوں میں دیکھتی تھی ایک الگ ہی کڑے امتحان سے اس کے دل کو گزرنا پڑتا تھا۔

"دوسرا مقدمہ؟"عبیر نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔لیکن ذہن میں ابھرنے والے خیال نے اس کی سوچ کا محور رضا غازی کے قتل کی سمت موڑ دیا تھا۔جبھی اس نے سر کو خفیف سی جنبش دی۔چہرے پر دلچسپ سے مسکراہٹ ابھری۔

جس طرح حتان، سنبل اور اس کے ساتھیوں نے اس کے خلاف ثبوتوں کو مٹا کر اور گواہوں کو ٹھکانے لگا کر اسے باعزت بری کروایا تھا۔وہ دیکھنا چاہتا تھا کے وہ سب اسے قتل کے مقدمے سے کیسے رہائی دلواتے ہیں۔

"ابھی تو صرف ان مقدمات کی شروعات ہوئی ہے۔اگر ایک دفعہ کوئی جیل چلا جائے تو بار بار وہاں کا دیدار نصیب ہوتا رہتا ہے۔گاڑی میں ڈرائیو کروں گی۔"

اسے جب ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے دیکھا تو اس کے ہینڈل پر رکھے ہاتھ کے برابر میں اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

"کیا تم میرے ساتھ جا رہی ہو؟"عبیر نے ہینڈل پر سے ہاتھ ہٹائے بنا پوچھا۔"میں تمہارے ساتھ نہیں جا رہی۔تم میرے ساتھ جا رہے ہو۔"اس نے بھی اپنا ہاتھ ہٹائے بنا دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی اس کے سامنے پھیلائی تو عبیر نے ایک نظر اسے دیکھنے کے بعد کچھ کہے بنا چابی اس کی ہاتھ پر رکھتے ہوئے ہینڈل پر سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا تھا۔پھر گھوم کر دوسری طرف جا کے فرنٹ سیٹ کا ڈور

کھولتے ہوئے سرمد کو فولو کرنے کا اشارہ کیا تو وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا تھا۔ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے اس نے آنکھوں پر گاگلز چڑھا کر گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی تھی۔

وہیں کھڑا آدم اس کی بوتل ہاتھ میں پکڑے دھول اڑاتی اس گاڑی کو آگے بڑھتا دیکھ رہا تھا۔

"حتان نے کہا تھا اگر تمہیں آزاد کروا کر لے کر آوں گی تو وہ پھر کبھی میری قابلیت پر شک نہیں کرے گا۔"

گئیر بدلتے ہوئے اس نے ہتھیلی سے اسٹئیرنگ کو گھماتے ہوئے اسے آگاہ کیا۔ساتھ ہی کھڑکی کے پاس لگے شیشے میں پیچھے آتے پروٹوکول کو بھی دیکھا تھا۔جو کتنی ہی سیاہ گاڑیوں پر مشتمل تھا۔

"ویسے تمہاری مردانہ انا یہ گوارہ تو نہیں کر رہی کے تمہاری موجودگی میں ایک عورت گاڑی چلا رہی ہے؟"اس کا لہجہ سپاٹ سا تھا۔

"تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے؟"اس نے بھی اسی کے انداز میں پوچھا۔اس کی توجہ اپنے فون ہی تھی۔

"کیوں کے تم جیسے خاندانی لوگ تو اپنی عورتوں کو سات پردوں میں دنیا سے چھپا کر رکھنے کے قائل ہونا؟"

اس کی خاموشی پر وہ دوبارہ بولی تھی۔ساتھ ہی ایکسیلیریٹر پر دباؤ بڑھاتے ہوئے اسپیڈ بھی تیز کرتی جا رہی تھی۔صاف اور سیدھے روڈ پر عبیر کی مرسڈیز ہواوں کو چیرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔

"عورتیں تمہاری جیسی ہوں تو انھیں ہاتھ پیر باندھ کر قید کرنے میں بھی کوئی برائی نہیں ہے۔"

انتہائی ٹھنڈے لہجے میں کہتا ہوا وہ سنبل کو چونکا گیا تھا۔

"میری جیسی عورتوں سے کیا مطلب ہے تمہارا؟" جھٹکے سے پیر بریک پر رکھے وہ اس کی طرف طرف گھومی۔

بیچ روڈ پر گاڑی روکے وہ اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

عبیر نے رخ موڑ کی پیچھے دیکھا جہاں ایک کے بعد ایک گاڑی رکتی جا رہی تھی۔کچھ دیر پہلے وہ اسے پراسکیوٹر سویرا کے ساتھ کھڑا اور مسکراتے ہوئے اس سے بات کرتا دیکھ چکی تھی۔اور یہی بات اسے اندر ہی اندر سلگا رہی تھی۔اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کے اپنے

اشتعال کو کس طرح عبیر پر نکالے۔اس لیے بلاوجہ ہی اس سے الجھ رہی تھی۔اور وہ بھی اس کے اس اچانک سے بدل جانے والے انداز سے انجان نہیں تھا۔اسے اچھے سے معلوم تھا وہ کیوں اتنا تپی ہوئی تھی۔لیکن ڈائریکٹ سویرا کا ذکر نہیں کر رہی تھی۔

"بیوقوف۔۔"زیر لب بڑبڑا کر اسے دیکھا۔

"تمہیں نہ ساری زندگی جیل میں ہی گزارنی چاہیئے اسی قابل ہو تم!"وہ بڑبڑاتی ہوئی پھر سے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا چکی تھی۔اپنے اندر کی جلن کو دبانے میں وہ ناکام ثابت ہو رہی تھی۔

"پاگل ہوں میں اور حتان تو ہے ہی بے وقوف جو تم جیسے انسان کے پیچھے اپنے کیریئر کو داؤ پر لگا رہے ہیں۔"

"تمہیں تو میرا احسان مند ہونا چاہیئے جو میں نے تمہیں بچا لیا۔ورنہ ابھی بھی موجود ہیں میرے پاس وہ سارے ثبوت اور ان گواہوں کے بیانات بھی۔۔ایک سیکنڈ نہیں لگاؤں گی تمہارے جیسے انسان کو سلاخوں کے پیچھے بھیجنے میں!"وہ غصے میں نہیں تھی۔نہ ہی اس کے چہرے پر کسی قسم کا غضب تھا۔بس لفظوں میں محسوس کی جانے والی تپش کا احساس تھا۔جو عبیر کو بخوبی محسوس ہو رہا تھا۔

گاڑی میں مسلسل اس کی آواز گونج رہی تھی۔لیکن جواباً کچھ کہنے کے بجائے عبیر نے اس کے کنسول پر رکھے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔ایک ٹھنڈا سا احساس اور ایک سنسناہٹ سی اسے اپنے رگ وپے میں سرائیت کرتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔سنبل نے بے ساختہ اپنے ہاتھ پر رکھے اس کے مضبوط ہاتھ کو دیکھا۔اور پھر عبیر کو۔جو کوئی فون کال آنے کر فون کو کان سے لگا چکا تھا۔لیکن اس کے ہاتھ کو ہلکا سا دبا کر اسے پرسکون رہنے کا کہہ کر اپنا ہاتھ ہٹا لیا تھا۔

پھر فون بند کر کے دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہر وقت غصے میں رہنا ضروری ہوتا ہے کیا تمہارا؟"

"میں تمہیں غصے میں لگ رہی ہوں؟"

"بلکل بھی نہیں۔۔لیکن میں جانتا ہوں تمہیں میرا سویرا سے بات کرنا اچھا نہیں لگا ہو گا۔"

"تم سویرا سے بات کرو یا کسی ایکس وائے زیڈ سے۔۔مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا۔"

"مجھے لگا تھا ہمارے بیچ سب نارمل ہو چکا ہے۔۔"

"تم کچھ نارمل رہنے ہی کب دے رہے ہو؟ جب جب میں پرانی باتوں کو بھلا کر پھر سے تمہاری طرف سے اپنا دل صاف کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔ تم پھر سویرا کے ساتھ کھڑے دکھائی دے جاتے ہو۔"

"تمہیں اس سے پرابلم کیا ہے۔؟ اتنی اچھی لڑکی ہے۔"

"اتنی ہی اچھی ہے تو اس سے تمہارا یقیناً محبت کرنے یا پھر دوسری شادی کرنے کا ارادہ ہو گا؟ ہے نا؟" وہ تنفر سے بولی۔

"میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

جبھی بائیک پر سوار دو ٹریفک پولیس اہلکاروں نے اس کی گاڑی کو اوور ٹیک کر کے اسے سائیڈ پر رکنے کا اشارہ کیا تو اس نے ناچاہتے ہوئے بھی گاڑی سائیڈ پر لگا کر شیشہ فولڈ کیا۔ "میڈم اوور اسپیڈنگ کی وجہ سے چالان کٹے گا۔ اور گاڑی پر نمبر پلیٹ بھی نہیں ہے۔۔ اس کا دوسرا چالان کٹے گا۔"

وہ رسان سے اسے وجوہات بتا رہے تھے۔ عبیر کی گاڑی اپلائیڈ فار تھی۔ اس کی نمبر پلیٹ ابھی تک ایشو نہیں ہوئی تھی۔

"یہ میڈم وکیل بھی ہیں۔ تیسرا چالان بھی کریں۔"

عبیر کے بے ساختہ کہنے پر سنبل نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا۔ اور پھر تیز نظر سے گھورا تھا۔

"سر کیا کہہ رہے ہیں؟" اہلکار نے تصدیقی انداز میں سنبل سے استفسار کیا۔

"سر کا ذہنی توازن ٹھیک نہیں ہے آپ ان کی بات نہ سنیں۔" اس نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"آپ وکیل ہیں؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔ اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ جھوٹ نہیں بول سکتی تھی۔ وہ اس کے لباس کی وجہ سے بھی اسے مشکوک نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ناچار اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آپ وکیل ہو کر قانون کی پاسداری نہیں کریں گی تو پھر ہم عام شہریوں سے کیا ہی امید رکھیں؟ آپ کا تیسرا چالان بھی کٹے گا۔" رکھائی سے کہتے ہوئے وہ رسید بنانے لگے تو سنبل نے خود پر ڈھیروں ضبط کیا تھا۔ جبکے برابر میں بیٹھے عبیر نے اپنی ہنسی کو ضبط کرنے کی کوئی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ گاڑی میں اس کی بے ساختہ ہنسی کی آواز گونجی تھی۔ سنبل کو محسوس ہوا جیسے لمحے کے لیے اس

کی دھڑکنیں تھم چکی ہوں۔اس انسان پر آیا غصہ پل میں جھاگ کی طرح بیٹھ گیا ہو۔بے ساختہ گردن موڑ کر اسے دیکھا۔جس نے معذرت خواہانہ انداز میں دونوں ہاتھ اٹھائے تھے لیکن اس کی ہنسی نہیں تھی تھی۔اس نے بہت مشکل سے اپنی توجہ کو اس پر سے ہٹایا تھا۔ورنہ تو اس کی بے ساختہ ہنسی کی آواز اس کے دل میں جلترنگ بجا رہی تھی۔

"کیش نہیں ہے میرے پاس۔"اس نے معذرت خواہانہ انداز میں ان سے کہا۔اس وقت وہ ساتھ بیٹھا تھا۔ورنہ تو وہ دیکھتی کیسے اس کا کوئی چالان کٹتا۔

"سر کے پاس تو ہوں گے"انھوں نے مصروفیت سے جواب دیا تو سنبل نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔جس نے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے ناک پر سے سیاہ ماسک کو نیچے کیا تھا۔

"کیا حال ہیں جعفری صاحب؟"

اس کی خوش اخلاق سی آواز پر پولیس آفیسر نے تھوڑا جھک کر اندر جھانکا۔اور سنبل کے برابر میں بیٹھے عبیر کو دیکھ کر خوشگوار سی حیرانی ان کے چہرے پر دکھائی دی۔

"کیسے ہیں آپ عبیر صاحب؟"

"الحمدللہ۔اللہ کا بڑا کرم ہے ابھی۔۔۔"

"ابھی ابھی عدالت سے باعزت بری ہو کر آئیں ہیں۔۔"سنبل نے اس کی بات اچک کر زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر سجا کہا۔"ہیں نہ عبیر صاحب؟"ساتھ ہی ابرو کے اشارے سے اس کی تائید چاہی۔

"بے شک۔۔ویسے یہ خاتون حنان داؤد کی چھوٹی بہن ہیں۔"اس نے ہلکا سا سر ہلاتے ہوئے آفیسر کو بتایا۔

"حنان داؤد؟اچھا اچھا وکیل حنان داؤد کی بہن۔۔۔ٹھیک ہے کوئی مسئلہ نہیں ہے جایئے آپ۔۔"

اس نے اچانک ہی لہجہ تبدیل کرتے ہوئے انھیں گرین سگنل دیا۔

سنبل نے شکریہ ادا کرتے ہوئے گاڑی آگے بڑھا دی۔جس کے چلتے ہی پیچھے رکا ہوا قافلہ بھی چل پڑا تھا۔

"کیا وہ آفیسر تمہیں جانتا تھا؟"

"اس کا بیٹا میرا ریگولر کسٹمر تھا۔۔ ہر مہینے اپنے دوستوں کے ساتھ آ کر ایک اچھی خاصی مقدار میں کوکین اور ہیروئین خریدا کرتا تھا۔"

اس کا بے پراہ سا لہجہ اسے چونکنے پر مجبور کر گیا تھا۔

"اگر ایسی بات ہے تو پھر وہ تمہیں اتنی عزت کیوں دے رہا تھا؟ اس نے تم پر کیس کیوں نہیں کیا؟"

"کیا تھا اس نے کیس۔۔"

"پھر؟؟"

اس کے بات ادھوری چھوڑنے پر سنبل نے عجلت میں پوچھا۔

"کیس رپورٹ ہونے سے پہلے ہی حتان نے وہ معاملہ ختم کروا دیا تھا۔"

"اور کس طریقے سے کروایا ہوگا اس سے میں انجان نہیں ہوں۔۔" اسٹیئرنگ پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے وہ کلس کر بولی۔

عبیر کے معاملے میں وہ سہی غلط کی تمیز ہی اٹھا کر سائیڈ پر رکھ دیتا تھا۔ ذرا سی اسے تکلیف پہنچ جائے تو آسمان سر پر اٹھانے سے بھی اجتناب نہیں کرتا تھا۔

"ویسے میں تمہیں بتا دوں کے اس آفیسر کا بیٹا اور اس کے باقی دوست میرے ہی ویلفیئر میں زیر علاج ہیں۔۔ میرے لئے زیادہ غصے کے جذبات جگانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔" اس کی طویل خاموشی پر وہ بولا۔

"ویسے بہت نیکی کا کام کر رہے ہو۔ پہلے معصوم لوگوں کو نشے کا عادی بنا دو پھر انھیں مفت علاج دے کر دنیا کے سامنے مہان بن جاو۔۔" وہ افسوس بھرے انداز میں بولی۔

"میں کون سا گھر گھر جا کر کوکین سپلائی کرتا ہوں؟ جو خریدتا ہے اپنی مرضی سے خریدتا ہے۔۔ کسی کو فورس نہیں کیا جاتا۔۔"

لیکن ہے تو غلط کام نہ؟"

"بے شک غلط کام ہے۔۔ لیکن کیس کی سماعت کے دوران غلط اور جھوٹے شواہد پیش کرنا، جج کو بلیک میل کرنا، مخالف وکیل کو بھاری رشوت کی پیشکش کر کے فیصلے اپنے حق میں کروانے کی کوشش کرنا تو کافی اخلاقی کام ہے نا؟۔ اور پھر مخالف پر پرسنل اٹیک

کرنا۔ جھوٹ بولنا، غلط بیانی کرنا، دستاویزات میں ردوبدل کرنا تو بہت ہی نیک کام ہے۔۔اور سب سے بڑھ کر اپنی قابلیت دکھانے کے بجائے اپنے بھائی کا نام استعمال کر کے اپنے حریفوں کو شکست دینا تو اور بھی ثواب کا کام ہے۔۔۔آئی ایپریشیٹ یو۔۔"

وہ بنا رکے ایک ہی سانس میں انگلیوں میں اس کی خوبیاں گنواتے ہوئے آخر میں ستائش سے ابرو اور لبوں کو حرکت دیتے ہوئے تھمداپ کا اشارہ کرتا ہوا اس کے چہرے کو سرخ ہونے پر مجبور کر گیا تھا۔

اس نے مشکل سے غیر مناسب لفظوں کو اپنی زبان پر آنے سے روکا تھا۔

وہ ایک ڈارک سائیکالوجی استعمال کرنے والا انسان تھا۔۔وہ اس سے اور کیا ہی توقع رکھ سکتی تھی۔

کیا وہ اس گمان میں تھی کے وہ عبیر غازی کو جو چاہے گی وہ کہہ دے گی؟ اور وہ بدلے میں محظ اس پر غصہ کرنے اور اسے باتیں سنانے پر ہی اکتفا کرے گا؟

وہ ابھی تک شاید اسے سمجھ نہیں پائی تھی۔

وہ سامنے والے کے الفاظوں پر غصہ ہونے اور ان پر ری ایکٹ کرنے کے بجائے ان کے کمزور پہلوؤں کو ان کے ہی منہ پر مار کے ان کا داؤ ان پر ہی الٹانے کا قائل تھا۔

"یہ جتنی باتیں تم نے مجھے سنائی ہیں نا بہت جلد تم ان کے لئے مجھ سے معذرت کرو گے۔"

سنبل نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے چبا کر کہا۔

"میں نے ایسا بھی کیا کہہ دیا جو مجھے معذرت کرنی پڑے گی؟"

اس نے کچھ حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔ لیکن وہ کچھ نہیں بولی۔ اسے خود ترس آتا تھا کے وہ اس انسان کے عشق میں کیسے مبتلا ہو سکتی ہے۔

"مجھے تم سے صرف اس وجہ سے محبت ہوئی تھی کے کیوں کے تم بہت اچھے انسان تھے۔ ایک نرم دل۔ محبت اور عزت سے پیش آنے والے۔ خوش اخلاق اور خوش مزاج تھے۔ لیکن آج تم اس عبیر کے بلکل الٹ ہو۔۔ جن وجوہات کی وجہ سے میرا دل

تمہاری طرف راغب ہوا تھا وہ تم میں اب نہیں ہیں۔۔اس لئے مجھے اس بات کی خوشی ہے کے اب میرا دل تمہاری قید سے آزاد ہو جائے گا۔۔"

اب کے وہ بولی تو گزرے پلوں کے مقابلے میں اس کی آواز اور لہجے میں سکون ہی سکون ہی تھا۔

"دل ایک دفعہ ہاتھ سے نکل جائے تو پھر کبھی قابو میں نہیں آتا۔"

"اور اگر میں نے اسے قابو کر لیا تو؟"اس نے چیلنجنگ انداز میں اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔جو پہلے سے ہی اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

"میں کرنے ہی نہیں دوں گا۔"

اس کی ٹھہری ہوئی سکون بھری آواز نے چند ثانیے کے لئے ہی سہی لیکن سنبل کی دھڑکوں میں ہڑبڑی سی مچائی تھی۔عبیر نے جو بات کی تھی وہ اس کے ذہن میں گھومنے لگی تھی۔

چہرے کا رنگ بھی پل بھر میں گلابی مائل ہوا تھا۔ہاتھ کی پشت سے گال کو چھوتے ہوئے اس نے اپنی تمتمائی سی رنگت کو بخوبی محسوس کیا تھا۔لیکن پلکیں میچتے ہوئے خود پر کسی احساس کو حاوی نہیں ہونے دیا تھا۔

"ہم یہاں کیوں آئے ہیں۔؟"گاڑی کو تھانے کے احاطے میں رکتے دیکھ کر اس نے ناسمجھی سے سنبل کو دیکھا جو سیٹ بیلٹ ہٹا کر ڈیش بورڈ پر پڑی فائل اٹھا رہی تھی۔

"تم سے کہا تھا کے تمہیں لے کر حتان کے پاس جا رہی ہوں۔۔"

وہ بولتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔عبیر بھی اپنی سائیڈ کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔

"مجھے لگا تھا حتان کی گرفتاری تم دونوں بہن بھائی کی پلاننگ کا حصہ ہو گی۔"

وہ اس کی بات پر دھیان دئے بنا اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔جہاں تھانے کے بڑے سے برآمدے میں وہ ایک چیئر پر بیٹھا دکھائی دے رہا تھا۔کافی سارے پولیس والے اس کے آس پاس کھڑے ہوئے تھے۔کافی کا بڑا سا مگ ہاتھ میں پکڑے وہ انھیں اپنے کورٹ کے دلچسپ قصے سنا رہا تھا۔حالانکے وہ اتنا خوش اخلاق نہیں تھا جتنا بن رہا تھا۔

سنبل اور عبیر کو جب ایک ساتھ وہاں آتے ہوئے دیکھنا تو حتان کے لبوں پر خوشگوار سی مسکراہٹ اس بات کا پتا دے رہی تھی کے عبیر کی موجودگی نے اسے یہ باور کروادیا تھا کے سنبل کامیاب ٹھہری تھی۔"

"ایس پی صاحب۔۔"اس نے سب کو نظرانداز کر کے حزیفہ کو مخاطب کیا۔جو اسی وقت اپنے روم سے نکلتے ہوئے وہاں آیا تھا۔

"حتان داؤد کی وکیل کی حیثیت سے میں ان کی ضمانت کے لئے یہاں آئی تھی۔۔لیکن جس مجرم کو پناہ دینے کے جرم میں انھیں اریسٹ کیا گیا تھا وہ مجرم ابھی کچھ دیر پہلے ہی عدالت سے باعزت بری ہو چکے ہیں۔۔اس لئے میرے موکل کو یہاں بٹھا کر رکھنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔"

وہ پروفیشنل انداز سے بات کر رہی تھی۔اور باقی سب کی نظریں اسی پر تھیں۔"پلیز اسے یہاں سے لے جائیں۔"

حذیفہ نے بھی زبردستی مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"میں جا رہا ہوں ایس پی۔۔"حتان نے اسے مخاطب کرتے ہوئے آگاہ کیا۔اس کا اشارہ جس طرف تھا وہ حذیفہ اچھے سے جانتا تھا۔

اس نے کہا تھا عبیر اسے لینے آئے گا۔اور واقعی میں وہ عبیر کے ساتھ ہی جا رہا تھا۔

لیکن اس نے کچھ کہنے کے بجائے ہاتھ کو اس طرح سے جھلایا تھا جیسے کہ رہا ہو کے۔"جا دفع ہو۔"وہ یقیناً اس سے عاجز آ چکا تھا۔

"ایک ہی دن میں تم دونوں کو بری کروادیا۔۔مانتے ہو کے نہیں؟"

کچھ لمحوں بعد جب وہ تینوں تھانے کے چند اسٹیپس اتر کر گاڑیوں کی جانب بڑھ رہے تھے۔جب سنبل نے کچھ فخر و غرور کے ملے جلے سے انداز میں گردن تان کر رخ موڑتے ہوئے پوچھا۔سنہری دھوپ کی روشنی اس کے چہرے پر پڑتی اسے چمکا رہی تھی۔وہ تین قدم آگے چل رہی تھی۔جب کے حتان اور عبیر دونوں اس کی تقلید کر رہے تھے۔عبیر تو جیبوں میں ہاتھ ڈالے چلتا ہوا خاموش رہنے کو ہی ترجیح دے گیا۔جبکے فون پر پیغامات چیک کرتا ہوا حتان چونک کر سر اٹھائے سنبل کو دیکھنے لگا۔

"ڈونٹ ٹیل می سنبل۔۔اب تم ہم دونوں سے اپنی تعریفیں ایکسپیکٹ کر رہی ہو۔۔"

"کیا میں نے تعریف کے لائق کام نہیں کیا؟"اس نے ابرو کو حرکت دی۔پیشانی پر بل نمایاں ہوئے۔"تعریف کے لائق؟جو کام تم نے کیا ہے یہ کوئی بچہ بھی آرام سے کر لیتا۔۔اور بدلے میں یہ بھی نہیں کہتا کے میری تعریف کرو۔۔اگر تم نے اپنی قابلیت

دکھائی بھی ہوتی تو سمجھ میں آتا تمہارا مطالبہ۔۔ لیکن سب کچھ تو میں نے ترتیب دیا تھا۔ زبیر لاشاری (جج) اور حسن کو تو میں نے خریدا تھا۔ تم نے تو صرف اسکرپٹ کو فولو کیا تھا۔۔"

حتان کا ایک ایک لفظ اس کے چہرے کے تاثرات سخت کرتا جا رہا تھا۔ وہ تیز نظروں سے ان دونوں کے سامنے کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

"اداکاری اچھی کی تھی۔ اس کے لیے تو تعریف بنتی ہے۔"

رہی سہی کسر عبیر کل دل جلانے والی بات نے پوری کر دی۔ "ویلڈن سنبل!"

وہ دونوں سلو کلیپ کرتے ہوئے اس کی اداکاری کی تعریف کر رہے تھے۔ اہانت سے اس کا گلابی چہرہ سرخی مائل ہونے ہونے لگا تھا۔ "میں تو کہتا ہوں آپ کو وکالت چھوڑ کر اداکاری میں قسمت آزمائی کرنی چاہئے۔" پیچھے آتے سرمد نے بھی مخلصانہ مشورہ دیا تھا۔ جبکے آدم نے صرف مسکراہٹ دبانے کی کوشش کی تھی۔ سنبل نے ان چاروں پر ایک ضبط بھری نگاہ ڈال کر خود کو کچھ سخت الفاظ استعمال کرنے سے باز ہی رکھا تھا۔ تنفر سے پلکیں میچ کر سانس خارج کرتے ہوئے بیگ میں سے گاگلز نکال کر آنکھوں پر چڑھاتے ہوئے وہ نازک ہیلز کی ٹک ٹک کرتی گاڑی کی جانب بڑھ رہی تھی۔ اپنے پیچھے چلتے ان چاروں کی ہنسی سن کر جانے کس احساس کے تحت اس کا چہرہ سرخی مائل ہو رہا تھا۔

"واپس نہیں جانا میرے ساتھ؟"

اپنی گاڑی کے پاس جاتے ہوئے وہ راستے میں اس کے قریب رک گیا تھا۔ جو حتان کی گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول رہی تھی۔ ہینڈل پر ہاتھ رکھے ہی مڑ کر اسے دیکھا۔ جو سنہری آنکھوں کو سیاہ چشمے سے ڈھکے اس کے گلابی چہرے کو ہی تک رہا تھا۔ اچانک ہی ہواؤں کی میں رفتار میں اضافہ ہوا تھا۔ کچھ دیر پہلے جو طیش اور برہمی کی فضا قائم تھی۔ کوئی دلفریب سا احساس تھا جو اسے چھٹنے پر مجبور کر رہا تھا۔ اور اس کے دل کی دنیا میں تو مانوں بہاروں کے موسم کی آمد شروع ہو چکی تھی۔ "میں تمہارے ساتھ واپس کیوں جاوں۔؟"

لیکن لہجہ کھٹور سا تھا۔ کچھ کچھ ناراضگی اور خفگی لئے ہوا۔ "تمہیں میری گاڑی پسند ہے نا۔۔ میں تمہیں ایک اور موقع دے رہا ہوں اسے ڈرائیو کرنے کا۔"

عبیر کی نارمل لیکن پرسکون سی آواز پر سنبل کے لبوں پر جبری مسکراہٹ دکھائی دینے لگی۔

"اگر تمہیں میری پسند و ناپسند کا اتنا ہی خیال ہے تو مجھے ایک بار موقع دو تمہیں قتل کرنے کا۔۔ بہت خوشی سے کروں گی میں۔۔" سنبل نے ان لفظوں کو اتنا چباتے ہوئے ادا کیا تھا کے جیسے عبیر کی گردن ان کے درمیان ہو۔

عبیر کچھ کہنے ہی لگا تھا لیکن اس سے پہلے ہی کسی نے اچانک سے سنبل کی گردن کو اپنے مضبوط بازو کے شکنجے میں جکڑا تھا۔ "ایک موقع تو مجھے بھی ملنا چاہئے تمہاری زبان ہمیشہ کے لئے بند کر دینے کا۔۔ یا تو تمہارے منہ سے صرف پیسے خرچ کروانے کی باتیں نکلتی ہیں یا پھر اس کے لئے بد دعائیں۔۔ میں تم سے بیزار آ چکا ہوں پراسیکیوٹر۔"

"یہ کیا بد تمیزی ہے میں نے اسے کبھی بد دعائیں نہیں دی۔۔ چھوڑو مجھے۔۔" سنبل نے نوکیلے ناخن اس کے بازو پر گاڑتے ہوئے بامشکل بولتے ہوئے خود کو چھڑوانے کی کوشش کی۔

"تم اسے قتل کیوں کرنا چاہتی ہو؟ بگاڑا کیا ہے اس نے تمہارا؟ جب دیکھو اس کے پیچھے پڑی رہتی ہو۔۔"

حتان نے اسے آزاد کرتے ہوئے کہا۔ "دل تو کر رہا ہے کے اس کے ساتھ ساتھ تمہیں بھی قتل کر دوں۔۔" اپنی گردن مسلتے ہوئے اس نے گھور کر کہا۔ "بسم اللہ کیجئے۔۔" سرمد نے ہتھیلی پر پسٹل رکھے اس کے جانب عاجز

اپنی گردن مسلتے ہوئے اس نے گھور کر کہا۔ "بسم اللہ کیجئے۔۔" سرمد نے ہتھیلی پر پسٹل رکھے اس کے جانب عاجزی سے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"دماغ درست ہے تمہارا؟" جہاں حتان نے سرمد کو مصنوئی ناگواری سے دیکھا وہیں وہ بھی اس کے ہاتھ سے پسٹل جھپٹ چکی تھی۔ صراحی دار گردن پھر سے تن چکی تھی۔ اور سبز نگاہوں میں فخر و غرور سا امڈ آیا تھا۔

"اس پاگل کے ہاتھ میں پسٹل دے دی ہے پتا بھی ہے کیا ہو گا اب؟"

حتان دبے دبے غصے سے بولا۔ "کچھ بھی نہیں ہو گا وکیل صاحب۔۔ پسٹل خالی ہے۔"

جہاں سنبل کی مسکراہٹ سمٹی وہیں عبیر فوراً ہی رخ موڑ کر اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا تھا۔ ورنہ اس کے قہقے سنبل کو واقعی میں کوئی انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کر دیتے۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری بہن کو خالی پسٹل دینے کی؟اتنا نااہل سمجھتے ہوئے تم اسے؟"حتان کے چہرے سے صاف لگ رہا تھا کے اس کا غصہ مصنوئی ہے لیکن سنبل کا سوفی صد اوریجنل تھا۔"میں لا کر دوں گا اپنے بچے کو اچھی سی پسٹل۔۔"

حتان نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے نرمی سے اسے ساتھ لگاتے ہوئے پچکارتے ہوئے کہا۔"دور ہو جاو مجھ سے۔۔اور تم میں سے کوئی شکل بھی مت دکھانا مجھے۔۔آج سے میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔بھاڑ میں جاو تم۔۔"

اسے جھٹکتے ہوئے وہ اتنی بلند آواز سے طیش میں بھری بول رہی تھی کے سرمد اور حتان کو اپنے کانوں میں سائیں سائیں ہوتی محسوس ہوئی۔

"اسی کے ساتھ جاو اب۔۔"حتان کے ہاتھ سے اس کی گاڑی کی چابی جھپٹ کر ان لاک کرتے ہوئے وہ گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ کی جانب چلی گئی تھی۔اور دوسرے ہی لمحے گاڑی کو ریورس کر کے تھانے کے احاطے سے نکال لے گئی۔پیچھے کھڑے وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے۔"آ جائیں جگہ بہت ہے۔۔"اوڈی کے قریب کھڑے آدم نے شوخی سے کہا۔

حتان نے دو انگلیوں سے پیچھے کھڑے مستعد کھڑے گارڈز کو اشارہ کیا۔جس سے فوراً ہی دو گاڑیاں سنبل کے پیچھے گئی تھیں۔باقی موجود گاڑیاں اب ان کے ساتھ جانے والی تھیں۔

****

شام کے گہرے سائے ایگل سیکیورٹی ایجنسی کی عمارت پر ڈھلنے لگے تھے۔رات کی تاریکیاں پھیلنے لگی تھیں۔جس کے ساتھ ہی موسم کا درجہ حرارت بھی گرنے لگا۔باہر جتنا سرد ماحول تھا۔انس کے کمرے میں اتنا ہی ٹمپریچر بڑھا ہوا تھا۔وہ اضطرابی اور طیش کی کیفیت میں کب سے اپنے اندر کی کھولن نکال رہا تھا۔جبکے خاموشی سی اس کی باتیں سنتا ہوا سالار بنا اسے ٹوکے اس کی پاور چیئر پر بیٹھا ہوا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔جو کمرے میں یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہا تھا۔

"اس نے ہمیں وہاں سے مات دی ہے جہاں ہمارا گمان بھی نہیں گیا تھا۔"

سالار کے سامنے پڑی چیئر پر بیٹھے ضرار نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔"

"کیا تم چاہتے تھے کے بھائی کو سزا ہو جائے؟"

سالار کے سپاٹ سے انداز پر اس کے قدم رکے۔ایک برہم نگاہ اس پر ڈالی۔

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کے اسے نقصان نہیں پہنچاوں گا۔۔میں صرف اتنا چاہتا تھا کے وہ اپنے گناہوں کو قبول کرے۔مجھ سے میرے ماں باپ چھیننے کی معافی مانگے۔۔لیکن اس انسان کو کوئی گلٹ نہیں ہے۔کوئی شرمندگی نہیں ہے۔ایک قاتل ہو کر وہ آزاد گھوم رہا ہے۔"

اس نے ایک ایک لفظ چباتے ہوئے ادا کیا تھا۔اس کے لہجے میں عبیر کے لئے صرف نفرت بھری ہوئی تھی۔سالار کے پاس جیسے الفاظ ہی ختم ہو گئے تھے۔انس کے دل کی جو کیفیت تھی وہ اسے نہیں جان سکتا تھا۔کئی بار اسے اپنا آپ بے بسی کی انتہاوں پر محسوس ہوتا تھا۔دوست اور بھائی کے درمیان وہ پس کر رہ گیا تھا۔نہ وہ اپنے بھائی کے گناہ کو جسٹفائی کر سکتا تھا۔نہ ہی انس کا ساتھ دیتے ہوئے عبیر کے خلاف جانے کی سوچ سکتا تھا۔اس نے خود کو قسمت کے بھروسے چھوڑ رکھا تھا۔"حسن تو ایک انتہائی قابل وکیل ہے۔وہ اپنی ایمانداری اور مخلصی کی وجہ سے کورٹ میں کافی نیک نامی کما چکا ہے۔یقین نہیں آتا کے اس نے بھی حتان سے اپنے ضمیر کا سودا کر لیا۔"

سالار اور انس کے درمیان پھیلتی سرد لہر کو ضرار کی کچھ حیرانگی بھی آواز نے توڑا تھا۔

"bloody conceited حتان داؤد کو اور آتا ہی کیا ہے؟ پیسے پھینک کر لوگوں کو خریدنا تو اس کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔۔ billionaire..

حتان کے ذکر پر اس کے روم روم میں کڑواہٹ گھلی تھی۔"اس کیس میں تو اس نے عبیر کو بچا لیا ہے۔لیکن میں دیکھوں گا اب وہ اگلے کیس میں اسے کیسے بچائے گا۔۔"

"اگلا کیس؟"ضرار نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"ہومیسائیڈ کیس۔۔میرے ماں باپ کو قتل کیا تھا اس نے۔۔اس کیس کی سماعت بھی تو ہونی چاہئے نا؟ کیوں سالار؟"

انس کے ایک زبردستی کی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھ کر ابرو کو حرکت دے کر پوچھا۔جس کے چہرے پر سنجیدگی قائم ہونے لگی تھی۔"میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔لیکن مجھے امید ہے تم اپنے وعدے پر قائم رہو گے۔۔"اس کے چہرے کی

طرح آواز میں بھی سنجیدگی کی رمق تھی۔ "تمہیں یاد رکھنا ہے کے تمہیں بھائی سے صرف معافی نامہ چاہئے۔ تم انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچاوں گے۔" وہ اسے اس کا وعدہ یاد دلاتے ہوئے تنبیہ کر رہا تھا۔ "معافی نامہ۔۔؟" وہ بڑبڑا کر رہ گیا۔ پھر چیئر پر پڑی اپنی جیکٹ اٹھا کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔

****

ڈنر کے بعد معمول کے مطابق فرمان درانی ٹی وی لاونج میں بیٹھے تھے۔ جہاں اسپورٹس چینل پر فٹ بال کا لائیو میچ آ رہا تھا۔ لیکن میچ سے زیادہ ان کی توجہ دیوار گیر گھڑی پر تھی۔ ایک نظر گھڑی پر ڈالتے تو دوسری نگاہ بے ساختہ دروازے کی جانب اٹھ جاتی تھی۔ پونے نو کا وقت ہو رہا تھا۔ داریان نے آج عام دنوں سے زیادہ دیر کر دی تھی۔ اگر وہ اکیڈمی سے لیٹ ہوتا بھی تھا تو آٹھ کا ہندسہ عبور کرنے سے پہلے وہ گھر پہنچ جاتا تھا۔ اگر تو وہ اکیڈمی کی وجہ سے بھی گھر آنے میں دیر کر رہا تھا تو بھی یہ فرمان کے لئے کسی حد تک قابل قبول تھا۔

لیکن وہ لاہور میں تھا۔ جب سے وہ لاہور میں تھا تب سے ہی ان کا دل کسی سولی پر ٹنگا ہوا تھا۔ ایک عجیب سی بے چینی اور گھبراہٹ میں وہ خود کو محسوس کر رہے تھے۔

دائم اور مہد کے علاوہ عیشہ بھی بے چین تھیں۔ کیوں کے فرمان کا اتنا سنجیدہ اور سپاٹ انداز دیکھ کر وہ تینوں داریان کی متوقع ڈانٹ کا اندازہ کر چکے تھے۔ یوں تو فرمان اسے اس طرح سے نہیں ڈانٹتے تھے جس طرح سے مہد اور دائم کی کلاس لگتی تھی۔ اگر انھیں داریان کی وجہ سے کبھی غصہ آتا بھی تھا تو وہ مسکراتے ہوئے "آئم سوری بھائی۔ آئندہ خیال رکھوں گا۔۔" کہہ کر ان کے گلے لگ جاتا تھا۔

اور فرمان کا سارا غصہ کسی جھاگ کے بلبلوں میں تحلیل ہو جاتا تھا۔

وہ اس سے زیادہ دیر ناراض رہتے ہی کب تھے۔

وہ تینوں بھی وہیں بیٹھے تھے۔ دائم نے نظر بچا کر داریان کو کال کرنے کی بھی کوشش کی تھی لیکن اس کا فون متواتر سوئچ آف آ رہا تھا۔

جبھی تیز آواز سے ڈور بیل بجی تو ان چاروں نے بے شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔

دروازے پر جو کوئی بھی تھا وہ شادی بیل پر ہاتھ رکھ کر اٹھانا بھول ہی گیا تھا۔ جس سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کے وہ داریان نہیں ہے۔ کیوں کے وہ اتنا ال مینرڈ نہیں تھا۔ مہد نے جونہی دروازہ کھولا تو سامنے کھڑے داریان کو دیکھ کر بری طرح چونکا تھا۔ اس کی حالت بہت شکستہ ہو رہی تھی۔ بکھرے بال۔ متورم آنکھیں۔ اور چہرے پر چھائی ہوئی پتھروں کی سی سختی۔

کیا وہ کسی سے جھگڑ کر آیا تھا؟۔

لیکن وہ تو ایسا نہیں تھا۔

"آپ ٹھیک تو ہیں؟ کہاں رہ گئے تھے؟ فرمان بھائی کب سے۔۔۔"

"سامنے سے ہٹو۔۔" اس کے پھاڑ کھانے والے انداز پر وہ ششدر ہوتا بے ساختہ اس کے لیے راستہ چھوڑ گیا تھا۔

یقین کرنے میں دشواری ہوئی تھی کے آیا یہ داریان ہی ہے نا؟ جس نے اتنی سختی سے اس سے بات کی ہے۔

وہ تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے ٹی وی لاونج میں پہنچا۔ کندھے پر سے بیگ کھینچ کر اتارتے ہوئے اس نے وہیں پھینکتے ہوئے ایک سرخ نگاہ فرمان پر ڈالی تھی۔ بس ایک نگاہ۔

اور اس نظر میں کیا کچھ نہیں تھا۔

مان ٹوٹنے کی کرچیاں؟ اندھا اعتماد کرنے کا دکھ؟ ملامت؟ افسوس؟ خفگی؟ ڈھیروں ناراضگی؟ انتہا کا اشتعال؟ یا ناقابل برداشت غصہ؟

فرمان نے اس ایک نظر میں سارے جذبے محسوس کئے تھے۔ آج تک انھوں نے داریان کی نگاہوں میں اپنے لئے ایسا کچھ نہیں دیکھا تھا۔

آج پہلی دفعہ اس کی نظروں کا مفہوم سمجھ کر وہ ہل کر رہ گئے تھے۔

وہ بنا وہاں رکے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر چلا گیا تھا۔اور پیچھے فرمان درانی کو حیرانگی اور نا سمجھی کے گہرے گرداب میں چھوڑ گیا تھا۔

وہ ان سے غصہ تھا۔ لیکن کیوں؟

وہ تو ان سے کبھی خفا بھی نہیں ہوتا تھا۔

پھر آج ایسی کون سی بات پر اسے انتہا کا غصہ آیا تھا جو وہ اتنی بدلحاظی کرتے ہوئے بیگ ان کے سامنے پھینک کر گیا تھا۔

"اسے کیا ہوا ہے؟"عیشہ حیرانگی سے بڑبڑاتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھی۔

جبھی اس نے اپنے کمرے کا دروازہ اتنی زوردار آواز سے بند کیا تھا کے نیچے تک اس کی آواز گونجی تھی۔

"فرمان اسے کیا ہوا ہے؟آپ جائیں نے اس کے پاس۔پوچھیں اس سے۔کیا بات ہوئی ہے؟وہ تو اتنا غصہ کبھی نہیں کرتا۔۔"

عیشہ تفکر اور پریشانی میں مبتلا ان سے کہہ رہی تھی جنھوں نے سختی سے لب بھینچ لئے تھے۔دماغ میں ضربیں لگ رہی تھیں۔دل بار بار ایک ہی صدا لگا رہا تھا کے وہ جان چکا ہے۔۔جس سچائی کو وہ اتنے عرصے سے چھپاتے چھپاتے نڈھال ہو گئے تھے وہ اس سچائی سے پردہ اٹھا چکا ہے۔لیکن وہ شدت سے اپنے دل و دماغ کی تاویلوں کو جھٹلا رہے تھے۔دعائیں مانگ رہے تھے کے یہ حقیقت نہ ہو۔۔داریان کو سچائی کا علم نہ ہوا ہو۔

لیکن اگر یہ سچ ہوا تو وہ داریان سے کیسے نظر ملا سکیں گے؟وہ کیسے ان پر اعتبار کرے گا؟

Mahira Zaynab Khan Novel

اس کی آنکھوں سے سیل رواں تھا۔ نیلی آنکھوں میں شعلے سے دہک رہے تھے۔ اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے بالوں کو جکڑے اس نے چیختے ہوئے ایک ٹھوکر ڈریسنگ کو ماری تھی۔ جو اس کے ہاتھ لگا اس نے سب کچھ تہس نہس کر دیا تھا۔ اپنے فیورٹ پرفیوم کی بوتل اٹھا کر اس نے کھینچ کر ڈریسنگ کے شیشے پر ماری تھی۔ جو ایک چھناکے سے ٹوٹ کر کرچیوں میں بٹا تھا۔

وہ رو رہا تھا۔ شدت سے رو رہا تھا۔ پہلی دفعہ اس طرح سے وہ تب رویا تھا جب آئزل کا زخمی اور ساکت وجود خود میں بھینچے اس کی موت کو قبول نہیں کر پا رہا تھا۔ اس برستی بارش میں وہ خود پر سے سارے اختیار کھوتے ہوئے بچوں کی طرح اس کی موت پر رویا تھا۔

آج اس کے رونے کی شدت میں اضافہ تھا۔ اسکے دل کی طرح اس کا جسم بھی ٹکڑوں میں بٹ رہا تھا۔ جس سے جا بجا خون رس رہا تھا۔ اس کے کنٹرول میں نہیں تھا ورنہ وہ آج دنیا کو آگ لگا دینے سے بھی نہ چونکتا۔

سارا کمرہ اس کے اشتعال کا نشانہ بنا تھا۔ وہ نڈھال ہو چکا تھا۔ اس کا تنفس تیز ہو رہا تھا۔ دماغ میں تیز آندھیاں چل رہی تھیں۔ چھ سال پہلے اس رات آئزل نے اس کے ہاتھوں میں جان دی تھی۔ لیکن آج چھ سال بعد اسے یہ پتا چلا تھا کے وہ آج بھی زندہ ہے۔۔ سہی سلامت اسی دنیا میں سانس لے رہی ہے۔ اس نے آئزل کو ہی دیکھا تھا۔ وہ اس کی نظر کا دھوکہ نہیں تھا۔ نہ ہی اس لڑکی کی شکل آئزل کے جیسی تھی۔۔ وہ ہو بہو آئزل ہی تھی۔ داریان کو دیکھ کر جو تاثرات اس کی نگاہوں میں ابھرے تھے۔ وہ اس کی آنکھوں سے مخفی نہیں رہ سکے تھے۔ وہ بھی اسے پہچان گئی تھی۔

پیشانی پر ہاتھ رکھے وہ تیز تیز سانس لیتے ہوئے آنکھیں بند کیے انھی لمحوں کو محسوس کر رہا تھا جب اس نے ہاسپٹل میں آئزل کو دیکھا تھا۔ اپنی پیشانی کی بینڈیج کرتے ہوئے اسکی انگلیوں کی نرماہٹ اور کپکپاہٹ کو محسوس کیا تھا۔

داریان نے کھینچ کر پیشانی پر لگی اپنی بینڈیج اتار دی تھی۔ زخم تازہ ہونے کی وجہ سے جس سے پھر خون رسنے لگا تھا۔ ویسا ہی خون جو اس کی وحشت ناک آنکھوں سے ٹپک رہا تھا۔

اس سے پہلے کے وہ اشتعال میں گھر از ور دار انداز سے اپنا ہاتھ دیوار میں دے مارتا اسی وقت کوئی اس کے سامنے آیا تھا۔ اس نے بروقت اپنا ہاتھ روکا تھا۔

داریان کے کربناک چہرے پر اذیت سی رقم تھی۔ آنکھوں میں نمی کے ساتھ شکوہ تھا۔ دکھ تھا۔ افسوس تھا۔

جبکے مقابل کا چہرہ ہر طرح کے احساس سے عاری تھا۔ داریان سے وہ آج بھی غصہ تھا۔ آج بھی اس کے دھوکے پر اس سے خفا تھا۔ لیکن اسے اتنی بکھری ہوئی حالت پر وہ اسے تنہا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اسے تکلیف میں دیکھتے ہوئے بھی اسے نظر انداز نہیں کر سکتا۔

"فاطم۔۔" اس کا سپاٹ چہرہ دیکھتے ہوئے داریان کے لب پھڑپڑائے تھے۔ بنا آواز کے اس کے نام لیا تھا۔

اسنے بنا کچھ کہے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا تھا۔ وہ اس وقت وہی کر رہا تھا جس کی داریان کو ضرورت تھی۔ وہ لفظوں سے بہلنے والا نہیں تھا۔ اسے سنبھالنے کے لئے اس کا سہارا بننا ضروری تھا۔

"تم جانتے ہو میرے ساتھ کیا ہوا ہے؟" جذباتی سہارا میسر آتے ہی وہ جیسے ٹوٹ کر بکھرا تھا۔ جبکے دوسری طرف وہ سلگتے وجود کی تپش کو بجھانے کی کوشش میں ضبط کی حدوں پر تھا۔ وہ اسے نقصان نہیں پہنچایا چاہتا تھا۔ لیکن جس تکلیف میں وہ مبتلا ہو رہا تھا وہ برداشت کرنے کے باوجود بھی اپنے چہرے سے چھپا نہیں پا رہا تھا۔

"وہ زندہ ہے فاطم۔۔ آئزل زندہ ہے۔" وہ بچوں کی طرح رو رہا تھا۔ اس کی تکلیف کے آگے فاطم کو اپنی تکلیف بے معنی لگ رہی تھی۔

"انھوں نے مجھے دھوکا دیا۔۔ فرمان بھائی نے مجھ سے جھوٹ بولا کے وہ مر چکی ہے۔۔ اسے مجھ سے چھپا کر رکھا اتنے سال۔۔" آنسوؤں کے درمیان وہ اٹک اٹک کر بولتا ہوا اپنا دل کھول کر اس کے سامنے رکھ چکا تھا۔ جس سے صرف خون ٹپک رہا تھا۔

"خود کو سنبھالو داریان۔۔" فاطم نے آرام سے اسے خود سے علحدہ کیا تھا۔

"مجھے لگ رہا ہے جیسے کوئی قند چھری سے میرے وجود کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرتا جا رہا ہے۔۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا میں کیا کروں۔۔ وہ مجھے اپنا بھائی کہتے ہیں۔۔ اور انھوں نے میرے ساتھ۔۔"

"تم نے ان سے اس بارے میں بات کی؟"

"نہیں" اس نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔

"ان کے پاس جاو۔۔ ان سے بات کرو۔۔ جب تک تمہیں حقیقت پتا نہیں چلے گی تم اس تکلیف سے نہیں نکل پاو گے۔" وہ نرمی سے بول رہا تھا۔ اسے سمجھا رہا تھا۔

جبھی دروازہ ہلکی سی دستک سے کھلا تھا۔ان دونوں نے اسی طرف دیکھا تھا۔

"تحمل سے کام لو۔۔ایسی کوئی بات مت کرنا جس پر تمہیں بعد میں پچھتاوا ہو۔اور تمہیں اپنے بھائی کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔۔"

وہ اسے سمجھاتے ہوئے وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔اور وہ زخمی نظروں سے اندر داخل ہوتے فرمان درانی کو دیکھ رہا تھا۔ان کے چہرے پر ایک شرمندگی سی تھی۔جو آج سے پہلے داریان نے ان کے چہرے پر کبھی نہیں دیکھی تھی۔

"اتنے سالوں سے جسے آپ نے مجھ سے چھپا کر رکھا ہوا تھا۔۔آج میں نے دیکھ لیا ہے اسے۔"

وہ زخمی سا مسکراتا ہوا بولتا ہوئے جیسے انھیں آگاہ کر رہا تھا۔"میں تمہیں بتانے ہی والا تھا داریان۔"انھوں نے شکستہ سے انداز میں بولنے کی کوشش کی۔

"بتانے والے تھے؟کب بتانے والے تھے؟"

"دیکھو تحمل سے میری بات سنو۔"فرمان نے نرم لہجے میں کہتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ رکھنا چاہا تو اس نے فوراً جھٹک دیا۔

"اگر میں کہوں کے اب مجھے آپ کی کسی بات پر اعتبار نہیں رہا تو؟"

"کیا تم یہ بات میرے لئے کہہ رہے ہو؟میں بھائی ہوں تمہارا۔"انھوں نے شدید بے یقینی سے کہا۔انھیں اپنے دل پر زور پڑتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"آپ میرے بھائی نہیں ہیں۔بلکے آپ نے کبھی مجھے اپنا بھائی سمجھا ہی نہیں۔۔اگر دل سے سمجھا ہوتا تو آپ مجھے بتاتے کے وہ زندہ ہے۔میری تڑپ۔میری بے قراری میری تکلیف آپ سے چھپی ہوئی تو نہیں تھی۔پھر بھی آپ نے مجھ سے وہ حقیقت چھپائی؟"وہ بدگمانی کی انتہاوں کو چھو رہا تھا۔وہ اس انسان کے منہ سے اپنے لئے وہ باتیں سن رہے تھے جس سے انھوں نے سب سے زیادہ محبت کی تھی۔

"ہاں میں نے غلطی کی۔۔میں تمہارا گنہگار ہوں۔مجھے تم سے چھپانا نہیں چاہئے تھا۔لیکن میں مجبور تھا۔آئزل نے مجھے منع کیا تھا تمہیں بتانے سے۔اسے لگتا تھا کے تم اس کی وجہ سے اپنی زندگی خراب کر رہے ہو۔اس کے چلے جانے سے سب ٹھیک ہو جائے گا۔"وہ تحمل سے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔

"وہ کون ہوتی ہے اس بات کا فیصلہ کرنے والی۔؟اسے کس نے حق دیا تھا میرے ساتھ یہ کرنے کا؟"

"داریان پلیز اسے کچھ مت کہنا۔اس نے تمہاری بھلائی کے لیے جو بھی کیا۔"

"میری بھلائی کے لئے؟"اس نے گیلی سانس اندر کھینچی۔ہاتھ کی پشت سے بے دردی سے اپنی سرخ پڑی آنکھ کو رگڑا۔

"وہ میری امانت تھی۔مجھے واپس کر دیں۔"

"کیا چاہتے ہو تم۔؟"اس کے اچانک سے مطالبہ کر دینا انھیں حیرانگی سے دوچار کر گیا۔انھوں نے الجھ کر اسے دیکھا جس کے چہرے پر پتھروں کی سی سختی تھی۔

"اسے میرے نکاح میں دے دیں۔"اس کے الفاظ فرمان درانی کو گنگ کر گئے تھے۔چند لمحوں کے لئے ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج ہو گئی تھی۔

"ہر گز نہیں۔۔جتنی محبت میں تم سے کرتا ہوں۔اتنی ہی آئزل سے بھی کرتا ہوں۔لیکن میں پھر بھی نہیں چاہتا کے وہ تمہاری زندگی میں واپس آئے۔حقیقت جان چکے ہو تم۔معلوم ہو گیا ہے نا تمہیں کے اس کی زندگی میں تمہاری نہ کوئی حیثیت ہے اور نہ کوئی جگہ ہے۔۔اسے آج بھی تمہاری کوئی پروا نہیں ہے۔اس نے ایک دفعہ غلطی سے بھی کبھی تمہارے بارے میں مجھ سے نہیں پوچھا کے تم کس حال میں ہو۔کیسے ہو کہاں ہو۔اسے جب تمہارے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو تمہیں بھی اس کا خیال اپنے دل سے نکال دینا چاہئے۔"نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ اسے صاف انکار کر گئے تھے۔

"اسے میری فکر نہیں ہے؟میرا خیال نہیں ہے۔اس نے مجھے دھوکے میں رکھا۔مجھے تکلیف دی۔۔اس نے یہ سب اس لئے کیا کیوں کے اسے مجھ سے محبت نہیں ہے اسی لئے وہ یہ سب کر سکتی ہے۔

لیکن میں تو اس سے آج بھی محبت کرتا ہوں۔۔جو رویہ اس نے میرے ساتھ روا رکھا میں وہ اس کے ساتھ نہیں رکھ سکتا۔"

"خود کو اذیت دینا کب بند کرو گے تم؟ اس کو روگ بنالیا ہے تم نے اپنی زندگی کا۔" وہ نڈھال سے لہجے میں بولے۔

"اتنے سال میں اس سے دور رہ لیا تھا نا؟ اب نہیں رہ سکتا۔۔"

"تم یک طرفہ فیصلہ نہیں کر سکتے۔۔ اس کی مرضی کے بغیر میں اس کا نکاح تم سے نہیں کرواؤں گا۔"

"آپ تو میرے بھائی ہیں نا؟" داریان نے بے یقینی سے ان کی شکل دیکھی۔

"میں اس کا بھی بھائی ہوں۔۔ وہ جو بھی فیصلہ کرے گی تمہیں اسے قبول کرنا ہوگا۔"

"آپ صرف اسی کے بھائی ہیں۔ آپ نے صرف اسی کا بھائی ہونے کا فرض نبھایا ہے۔ میں آپ کی عزت کرتا ہوں۔ آپ سے محبت کرتا ہوں۔ اور کرتا رہوں گا۔ لیکن آپ نے جو میرا دل زخمی کیا ہے وہ میں ساری زندگی نہیں فراموش کر سکوں گا۔"

"ایسے مت کہو داریان۔ میں نے وہ قدم مجبوری میں اٹھایا تھا۔"

"یقیناً آپ نے مجبوری میں ہی کیا ہوگا لیکن۔۔ میں نہیں بھلا سکتا۔۔" وہ سخت لہجے میں بولتا ہوا وہاں ٹھہرا بھی نہیں تھا۔ لب بھینچے دلگرفتی سے وہ وہیں کھڑے رہ گئے تھے۔

****

مغرب کی اذانوں کے ساتھ ہی سنبل کے بنگلے کی لائٹس بھی روشن ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ شربتی گلابی رنگ کے کورڈ سیٹ میں ملبوس بالوں کو اونچے بے ترتیب جوڑے میں باندھے وہ اسٹیفن (شیر کا بچہ) کو گود میں اٹھائے اوپن ائیر کچن کے پاس یہاں سے وہاں ٹہلتے ہوئے ہمیشہ کی طرح پر جوشی سے رضیہ خالہ کو آج کی سماعت کے بارے میں بتا رہی تھی۔ جو کھانے کی تیاری کرتے ہوئے مسکرا کر اسے سن رہی تھیں۔ ہاسپٹل سے ایمرجنسی کال آنے کی وجہ سے آئزل کی واپسی رات گئے ہونا تھی۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کے ڈور بیل بجنے کے بعد مین گیٹ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ سنبل حیران ہوئی کے اس وقت کون آیا ہے۔ وہ وہاں سے نکل کر لاونج سے ہوتے ہوئے لکڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ جہاں تین اسٹیپس اترنے کے بعد مین گیٹ تک جاتی پتھریلی روش پر سیاہ رنگ کی اوڈی آکر رکی تھی۔ اور دوسرے ہی لمحے اس کے چاروں دروازے کھلنے اور بند ہونے کی آواز فضا

میں گونج اٹھی تھی۔ان چاروں کو وہاں دیکھ کر سنبل کے منہ میں کڑوا سا ذائقہ گھلا تھا۔ان لوگوں کا دل نہیں بھرا تھا شاید۔جو پھر اسے تنگ کرنے آ گئے تھے۔

"ہیلو ڈیئر سسٹر۔۔"کوٹ بازو پر ڈالے حتان نے اتنی گرمجوشی سے کہا جیسے اسے یاد ہی نہ رہا ہو کے وہ دو گھنٹے پہلے ہی ایک نا خوشگوار ملاقات کر چکے ہیں۔

"بن بلائے مہمانوں کو خوش آمدید کہنے کے لیے آپ پہلے سے یہاں موجود ہیں۔کیا بات ہے۔"سرمد نے توصیفی انداز میں کہا۔

"یہ آپ کے لیے۔۔"آدم نے ایک وائٹ للی کا بکے اسے پیش کیا۔جس کی مدھر سی خوشبو وہاں پھیلی تو اس کا موڈ بھی کچھ بہتر ہونے لگا تھا۔"تھینک یو۔۔"اس نے مسکراتے ہوئے شکریہ کیا۔ان سب میں اسے آدم ہی سینس ایبل لگتا تھا۔جو نہ بلاوجہ فضول کی باتیں کرتا تھا۔نہ ہی سرمد اور نوفل کی طرح اسے طیش دلانے کے بہانے ڈھونڈتا تھا۔"اسے مجھے دے دیں۔۔"بکے اسے پکڑاتے ہوئے آدم نے اس کی گود سے اسٹیفن کو لے لیا تھا۔

"کس خوشی میں دھاوا بولا ہے تم سب نے یہاں؟"پھولوں کو ناک کے قریب کئے اس نے ناراضگی سے حتان سے پوچھا۔

"پارٹی دینے آئیں ہیں تمہیں۔۔آخر کو اتنا دماغ لڑا کر اتنی محنت سے تم نے کیس جیتا ہے۔۔تم اتنا ڈیزرو تو کرتی ہو نا؟"

وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔اور سنبل سوچ رہی تھی آدم نے اسے بکے کے بجائے کوئی بھاری وزنی پتھر کیوں نہیں دیا جسے وہ حتان کے سر میں دے مارتی۔

وہ تینوں اندر چلے گئے تھے۔وہ جو ڈرائیونگ سیٹ سے اترنے کے بعد کال سننے کے لیے وہیں رکا ہوا تھا۔اب فون بند کر کے اس کی جانب ہی آ رہا تھا۔صبح کے مقابلے میں بلیک پینٹ پر بلیک ہی ڈریس شرٹ پہنے وہ اپنی فارمل ڈریسنگ میں ہینڈسم لگ رہا تھا۔لباس کے ہم رنگ جوتے بھی سیاہ ہی تھے۔اس کی زندگی میں سیاہ رنگ ہر جگہ ہی نظر آتا تھا۔وہ اسٹیپس کے پاس آ کر رک گیا تھا۔پیشانی پر بکھر آتی بالوں کی نوکوں کو انگلی سے ہٹایا تھا۔ساتھ ہی گردن اٹھا کر اسے دیکھ رہا تھا جو تین اسٹیپس اوپر سفید پھول لئے کھڑی تھی۔اس کے پیچھے بنگلے کی جگمگاتی روشنیاں عبیر کے وجود پر پڑ رہی تھیں۔اور سنہری آنکھوں کی روشنی کو مزید چمکانے لگی تھی۔ایک سوچ کے ذہن پر وارد ہوتے ہی سنبل کی دھڑکن رکی تھی۔کن انکھیوں سے سینے سے لگائے بکے کو دیکھا۔کیا یہ پھول وہ لے کر آیا تھا؟

اسٹیفن کو بھی تو اس نے سرمد کے ہاتھ دلوایا تھا۔ کیا یہ ممکن تھا کے یہ پھول بھی اس نے آدم کے زریعے دئے ہو؟

لیکن وہ ایسا کیوں کرے گا؟

اور پھر وہ اسے پھول کیوں دے گا؟

وہ اپنی ہی سوچوں میں الجھی ہوئی تھی جب وہ کسی ہوا کے جھونکے کی طرح اس کے قریب سے ہوتا ہوا اندر چلا گیا تھا۔ بنا رکے۔ بنا کچھ کہے۔

سنبل نے لب دانتوں تلے دبا کر پلکوں کو میچا تھا۔ اس کی اتنی بے اعتنائی ہر دفعہ نئے سرے سے اس کے دل پر زخم لگاتی تھی۔

خنک ہواوں میں کچھ دیر طویل سانسیں لینے کے بعد وہ بھی اندر آگئی تھی۔۔ جہاں سیٹنگ ایریا میں انھوں نے محفل سجائی ہوئی تھی۔ اس نے غور نہیں کیا تھا کے حتان اور سرمد کے ہاتھوں میں بڑے بڑے سے شاپرز تھے۔ جو اب کچن کاونٹر پر پڑے تھے۔ وہ انھیں نظر انداز کر کے بکے کو ڈائینگ ٹیبل پر رکھنے کے بعد ڈنر سیٹ نکال کر انھیں صاف کرنے بعد ٹیبل پر ترتیب دینے لگی تھی۔ رضیہ خالہ بھی اس کی مدد کرواتے ہوئے شاپرز میں سے کھانا نکال رہی تھیں

"ارے ارے پراسیکیوٹر صاحبہ۔۔ پارٹی ہماری طرف سے ہے تو کام بھی ہم کریں گے۔" آدم اور سرمد فوراً ہی آستینیں چڑھاتے ہوئے کچن میں داخل ہوئے۔ آدم نے کھانا ڈش آوٹ کرنے کا کام سنبھالا اور سرمد نے اس کے ہاتھ سے پلیٹس لے کر ٹیبل پر سیٹ کرنا شروع کر دی۔

"جاتے ہوئے برتن بھی دھو کر جانا۔" اس نے جلے ہوئے انداز میں کہا۔ "آپ ٹینشن نہ لیں آپ کا کچن چمکا کر جائیں گے۔"

وہ ہاتھ چلاتے ہوئے مصروفیت سے بولا۔ جبھی ایک شوخ سی آواز وہاں بلند ہوئی۔

"السلام علیکم پراسیکیوٹر صاحبہ!" اس نے گرمجوشی سے سلامتی بھیجی۔"

تھانے کے کچھ معاملات نمٹانے کے بعد اسے اب فرصت ملی تھی آنے کی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"تم کہاں رہ گئے تھے؟" سنبل نے چند برتن اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے پوچھا۔ جن کا مقصد ٹیبل پر سیٹ کرنا تھا۔ "آپ کے کیس پر ہی کام کر رہا تھا۔ مقتول کی جو تفصیلات نکلوانے کے لیے آپ نے کہا تھا وہ کام ہو گیا ہے۔ ڈاکومنٹس آپ کو میل کرنے کے بعد ہی یہاں آیا ہوں۔"

سنبل ان دنوں ایک قتل کے کیس پر کام کر رہی تھی۔ اسے اپنے کیس کے لئے وہ تفصیل یا انفارمیشن جو غیر قانونی طریقے سے چاہئے ہوتی تھی وہ سرمد اور نوفل ہی اسے فراہم کرتے تھے۔ "تمہاری بات نے تو میرا موڈ ٹھیک کر دیا۔" وہ شیلف سے ٹیک لگا کر اپنا فون آن کر کے ای میل چیک کرنے لگی تھی۔

اس نے فون کی اسکرین سے نظریں ہٹائی تھیں کیوں کے کوئی اس کے سامنے آ کر کھڑے ہوتے ہوئے ایک چابی اس کے چہرے کے سامنے کیے ہوئے تھا۔

سنبل کی نظریں اس کے چہرے پر گئیں۔ پھر نظروں میں خفگی در آئی۔ "کیا ہے یہ؟" فون نیچے کرتے ہوئے ناراضگی سے پوچھا۔ "تمہارا پریزنٹ۔۔۔" حتان نے نرم سا مسکراتے ہوئے کہا۔ "وہ کس خوشی میں؟"

"تمہیں پریذنٹ دینے کے لیے کسی موقع کا انتظار کیا ہے میں نے کبھی؟" اس نے ابرو کو حرکت دے کر افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"جب سے وہ واپس آیا ہے تم نے مجھے نظر انداز کرنا شروع کر دیا ہے۔ تم مجھ سے پہلے جیسی محبت نہیں کرتے۔ بلکے اس کے علاوہ تم کچھ نظر نہیں آتا۔" ناچاہتے ہوئے بھی وہ شکوہ کر گئی تھی۔ وہ اپنی عادت سے مجبور تھی۔ وہ جن سے محبت کرتی تھی ان کا نظر انداز کرنا اسے ناقابل برداشت لگتا تھا۔ عبیر کے آنے سے حتان کی محبت اور فکر میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ لیکن وہ جتنا مصروف رہنے لگا تھا۔۔ بس بامشکل ہی سنبل کے لئے وقت نکال پاتا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ بدگمانی کا شکار ہو رہی تھی۔

"دیکھو رونامت سنبل۔۔ میرے اکاؤنٹس پر رحم کرو۔۔"

وہ جو آنکھوں کو بھیگنے سے روک رہی تھی۔ اس کے دہل کر کہنے پر بے ساختہ ہی ہنسی۔ پھر شیلف پر پڑے ٹیشو باکس سے چند ٹشوز کھینچ کر آنکھوں کے کنارے صاف کئے۔

"جاؤ کر دیا رحم۔۔۔ یہ بتاؤ یہ چابی کس کی ہے؟"

اس نے تجسس سے پوچھا۔"یہ۔۔"حتان نے اپنے ہاتھ میں پکڑی چابی دیکھی۔پھر مسکرا کر سنبل کو دیکھا۔"آئم ویری پراوڈ آف یو۔۔"

"میں نے تمہیں کبھی کہا نہیں لیکن میں آج تمہیں بتانا چاہتا ہوں کے تمہیں آج اتنا کامیاب دیکھ کر مجھے حقیقتاً تم پر فخر محسوس ہوتا ہے۔میں جب کسی کو بتاتا ہوں کے سنبل داؤد میری بہن ہے تو مجھے ایک سرشاری سی محسوس ہوتی ہے۔"

سنبل خوشگوار سی حیرانگی میں مبتلا اسے دیکھ رہی تھی۔یہ اس کی زندگی کا پہلا موقع تھا کے اس کا بھائی اس کی تعریف کر رہا تھا۔اسے بتا رہا تھا کے وہ کتنی لائق ہے۔اور وہ اس کا فخر ہے۔

"تمہارے لئے اسکوٹی لی ہے۔۔پنک کلر کی۔۔باہر ہی کھڑی ہے۔جا کر دیکھو پسند آئے گی تمہیں۔۔"

"پنک کلر کی اسکوٹی؟"سنبل نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے اسے دیکھا۔"وہ کیا اسے ٹین ایج بچی سمجھتا تھا آج بھی؟

"میری پرسنیلٹی کو اسکوٹی سوٹ کرتی ہے؟"اس نے ضبط سے استفسار کیا۔

"آپ کو انھیں ایک جی ویگن اور کلاشنکوف گفٹ کرنی چاہیے تھی۔۔"

سرمد نے بھی ٹکڑا لگایا۔"جا دیکھو تو۔۔"

"مجھے نہیں جانا۔"وہ ناراضگی سے بولی۔"ارے چلو تو سہی۔۔"وہ اس کے گرد بازو پھیلائے زبردستی اسے ساتھ لیے باہر نکل آیا تھا۔جو مسلسل جانے سے انکار کر رہی تھی۔لیکن جونہی وہ دونوں دروازے سے باہر نکلے۔دور تک جاتی پتھریلی روش پر چمکتی دمکتی وہ گاڑی دیکھ کر سنبل کو اپنی بصارت پر یقین نہیں آیا تھا۔وہ وہی گاڑی تھی جس کے لیے وہ کب سے حتان کے پیچھے پڑی تھی۔جو صاف انکار کر چکا تھا کے اتنی مہنگی گاڑی وہ اسے کبھی لے کر نہیں دے گا۔اور آج اس گاڑی کو اپنے گھر میں موجود دیکھ کر اسے لگ رہا تھا کے وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے۔اور اگر وہ خواب ہی تھا تو وہ دعا کر رہی تھی کے جب تک وہ اپنی اس ڈریم کار کو ڈرائیو نہ کر لے اس کی آنکھ نہ کھلے۔

"پسند آئی؟"

حتان نے مسکراتے ہوئے پوچھا تو سنبل نے بے یقین سی نظروں سے اسے دیکھا۔پھر بے ساختہ اس کے گلے لگ گئی۔

"حتان تم سچ میں بہت اچھے ہو۔ میں یونہی تمہیں باتیں سناتی تھی۔۔اس سے اچھا سرپرائز تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔۔تھینک یو سو مچ۔۔"

"تھینک یو مجھے مت کہو۔۔یہ میری طرف سے نہیں ہے۔"

وہ آہستگی سے اس سے الگ ہوئی۔ نا سمجھ آنے والے انداز میں اسے دیکھا۔"پھر کس کی طرف سے ہے؟"

"غازی کی طرف سے۔اس نے یہ تمہیں بتانے سے منع کیا تھا۔ لیکن مجھے لگا مجھے تمہیں بتا دینا چاہئے۔"وہ نرمی سے بولا۔

"ہاں میں بھی سوچوں تم مجھے اتنی مہنگی گاڑی کیوں گفٹ کرنے لگے۔"وہ کچھ خشک سے انداز سے بولی۔کچھ دیر پہلے کا سارا جوش خروش جیسے کہیں غائب ہو گیا تھا۔ہاتھ میں پکڑی ہوئی چابی کو آہستگی سے انگلیوں میں دباتے ہوئے اس چمکتی ہوئی گاڑی کو دیکھے جا رہی تھی۔بہت سے احساسات تھے۔بہت سے جذبات تھے جو ایک ساتھ اس پر وارد ہو رہے تھے۔وہ اس انسان کی محبت کو اپنے دل سے نکال دینا چاہتی تھی۔اور یہ کرنے کی خود میں اتنی ہمت بھی نہیں جٹا پا رہی تھی۔وہ اس سے نارمل گفتگو کرتا۔یا اسے نظر انداز کرتا۔یا پھر بے اعتنائی سے پیش آتا۔

سنبل کے دل میں موجود اس کی محبت میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔وہ بار بار اسے جتانے کی کوشش بھی کرتی تھی کے وہ اب اس سے محبت نہیں کرتی۔یا بہت جلد اس کی محبت کو دل سے نکال دے گی۔لیکن عبیر کی سنہری آنکھوں میں جو جذبہ ہوتا تھا اس سے صاف پتا چل جاتا تھا کے وہ سنبل کے کسی جھوٹ پر یقین کرنے والا نہیں تھا۔حتان اسے اندر آنے کا کہہ کر جا چکا تھا لیکن وہ دوبارہ اندر نہیں گئی تھی۔وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گئی تھی۔دل میں جانے کیوں اتنا بوجھل پن سا محسوس ہو رہا تھا۔ساری سوچیں،ساری فکریں۔سارے جذبات۔۔سب اسی کی ذات سے شروع ہو کر اسی پر تمام ہو جاتے تھے۔

ایک خوشبو تھی جو اس کی سانسوں میں اتری تھی۔اس خوشبوں کو استعمال کرنے والی کی موجودگی کا احساس اسے اپنے بہت قریب محسوس ہوا تھا۔اس نے اسی طرح بیٹھے بیٹھے بس گردن موڑ کر اسے دیکھا۔جو پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔سنبل نے اسے ایک نظر دیکھنے کے بعد ہی اپنی نظروں کا زاویہ بدل لیا تھا۔

"تحفہ خرید سکتے ہو تو پھر خود دینے میں کیا پرابلم ہے؟کسی اور کے ہاتھ کیوں دلواتے ہو؟"

اس ہی آواز بہت دھیمی سی تھی۔ جس میں ہلکی سی ناراضگی کا عنصر تھا۔"اسٹیفن کو بھی تم نے سرمد کے ذریعے دلوایا۔اور وہ پھول بھی آدم کے ہاتھ۔اور اب یہ گاڑی حتان کے ذریعے۔۔"

اس کے لہجے میں خفگی سی گھلی ہوئی تھی۔

"مجھے لگا شاید میں اگر خود سے تمہیں کچھ دوں گا تو تم قبول نہیں کرو گی۔۔ہاں لیکن وہ پھول میں نے نہیں دیئے۔وہ آدم ہی تمہارے لیے لایا تھا۔"

سنبل نے اس کی دوسری بات سنی ہی نہیں تھی۔وہ بس اس کی پہلی بات پر ہی اٹک گئی۔

"جب میں تمہاری بے اعتنائی۔تمہاری بے رخی اور تمہاری نفرت کو قبول کر سکتی ہو تو پھر تمہارے دئے تحفے کو کیسے انکار کر سکتی ہوں؟"

"آج بھی تمہاری یہ عادت قائم ہے۔خود سے ہی اندازے لگانے کی۔"وہ بڑبڑا کر بولی تو وہ آہستگی سے اس کے برابر میں بیٹھ گیا۔

"میرے اندازے کبھی غلط نہیں ہوتے۔"وہ کچھ خود اعتمادی سے بولا تو سنبل نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔"ہو بھی جائیں تو تم کون سا مان لیتے ہو۔؟"

کرنے کے بجائے۔دوستوں کی taunt"کیا یہ ایسا ہو سکتا ہے کے ہم اگر ملیں تو کوئی نارمل گفتگو کر سکیں؟ایک دوسرے کو طرح مل سکیں؟"

"کیا ہم دوست ہیں؟"سنبل نے سانس روکے اسے دیکھ کر پوچھا۔لمحے کو دل پھیل کر سکڑا تھا۔اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی وہ اسے صرف اپنی دوست کہہ رہا تھا۔

"کیا نہیں ہے۔"جواباً اس نے بھی سوال کر ڈالا۔

"مجھے تو نہیں لگتا۔"وہ آہستگی سے بولی۔چہرے کو ذرا سا اوپر کرتے ہوئے اس نے آنکھوں کے کناروں پر جمع ہونے والے آنسوؤں کو دوبارہ اندر دکھیلنے کی کوشش کی تھی۔

اس کے رکھائی سے کہنے پر عبیر نے کچھ لمحوں کے لیے اس کے چہرے کو دیکھا تھا۔

"ویسے کیا تمہیں گنز کا شوق ہے؟ پہلے تو کبھی نہیں تھا۔" اس نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"پہلے کب کی بات کر رہے ہو؟ جب ہمارے درمیان سب نارمل تھا؟ تیرہ سال ہو گئے اس بات کو۔ تب میں ایک سترہ سال کی لڑکی تھی۔ آج میں ایک تیس سال کی عورت ہوں۔ اور پھر زندگی، جذبات، شوق، خواب، پسند۔۔ ان سب چیزوں کو بدلنے میں وقت ہی کتنا لگتا ہے۔"

وہ سابقہ انداز میں ہی بولی۔ ان کے درمیان کوئی بھی موضوع چھڑ جاتا۔ لیکن گھوم پھر کر بات پھر وہیں تیرہ سال پیچھے جا ٹھہرتی تھی۔

"بدلاو اچھا ہوتا ہے۔ زندگی آگے بڑھتے رہنے کا نام ہے۔"

"اگر میں کہوں کے میری زندگی اور میرا وقت آج بھی وہیں ٹھہرا ہوا ہے جہاں سترہ سال پہلے تھا تو؟"

"تمہارا وقت اور زندگی۔ دونوں ویسے ہی گزر رہے ہیں جیسے انھیں گزرنا تھا۔۔ اگر کچھ ماضی میں ٹھہر گیا ہے تو وہ تمہارا دل ہے۔ جسے تم نے کبھی اسے واپس لانے کی کوشش نہیں کی۔"

"میں نے کوشش نہیں کی؟ ٹھیک کہہ رہے ہو" وہ پھیکا سا مسکرائی۔

کو قابو میں رکھنے کے لیے لیکچر زدیتے insertive thoughts "دنیا میں اتنے لوگ اپنے دماغ کو کنٹرول میں رکھنے اپنی نظر آتے ہیں لیکن کبھی میں نے انھیں "دل" کو کنٹرول کرنے اور اسے اپنے تابع کرنے کے بارے میں بات کرتے نہیں سنا۔"

"ہمارا دماغ ایک اڑیل گھوڑے کی طرح ہوتے ہیں۔ جو ہمارے ناچاہتے ہوئے بھی کبھی ہمیں ماضی کے سفر پر لے کر نکلا ہوا ہوتا ہے تو کبھی مستقبل کی گلیوں میں کسی سراب کے پیچھے بھگاتا ہے۔ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کے اس کا مستقل کیسا ہو گا۔ لیکن وہ گھوڑا ہمیں ہر اس راستے ہر اس منزل کی طرف لے کر بھاگتا ہے۔ جس کی طرف سے ہم فکر مند ہوتے ہیں کے اس دروازے کے پار میرے لئے کیا ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر بات کی جائے تو دل کی تو۔۔ یہ کبھی کبھی اس اڑیل گھوڑے سے زیادہ بدتر ثابت ہوتا ہے۔ ہمارا دماغ ہمیں اتنا نہیں تھکاتا جتنا یہ دل اپنی بیکار تمناؤں کی وجہ سے ہمیں نڈھال کر دیتا ہے۔

دماغ کے گھوڑے کو تو ہم کسی نہ کسی طرح قابو کر لیتے ہیں۔ لیکن دل کو قابو کرنے کی تکنیک ہر کوئی نہیں جانتا۔"

"کیا تم نے کبھی اس سے اپنی محبت کا اظہار نہیں کیا۔؟"اس کا غیر متوقع سا سوال عبیر کو چونکا گیا تھا۔وہ گردن ترچھی کیے اسے دیکھے جا رہا تھا۔لیکن اس کی توجہ دور افق پر چمکتے چاند پر تھی۔جس کے آس پاس تاروں کا جھرمٹ بنا ہوا تھا۔

"نہیں۔۔"اس نے جذبات سے عاری لہجے میں محظ ایک لفظ کہا۔

"ایک دفعہ بھی نہیں؟"وہ ابھی بھی چاند کو ہی دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"میری ہمت ہی نہیں ہوئی کبھی اسے کچھ کہنے کی۔لیکن سب سوچتا ہوں تو مجھے اپنی بزدلی پر غصہ نہیں آتا۔صرف اطمینان ہی آتا ہے کے اچھا ہوا جو میں اسے کچھ کہہ نہیں سکا۔اسے کچھ بتا نہیں سکا۔"

"ایسا کیوں؟"

"میں نہیں چاہتا کبھی اسے پتا چلے کے میں نے اس سے محبت کی تھی۔وہ مجھے اپنا بھائی کہتی تھی۔جب یہ بات پتا چلے گی تو وہ مجھ سے نفرت کرنے لگے گی۔"

سنبل نے افق کے چاند سے نظریں ہٹا کر اپنے قمر کو دیکھا۔جو اپنی سنہری آنکھوں سے اس کی سانسوں پر قابض ہو رہا تھا۔اس کے دل پر اپنی سلطنت قائم کرنے لگا تھا۔وہ افق کے چاند سے زیادہ خوبصورت تھا۔اس سے زیادہ پیارا تھا۔اس سے زیادہ دلکش تھا۔اس سے زیادہ چاہے جانے کے قابل تھا۔لیکن ایک چیز تھی جو دونوں میں مشترک تھی۔

وہ دونوں ہی سنبل سے کوسوں دور تھے۔جو اس کی قید میں نہیں آنا چاہتے تھے۔اسے خود پر اختیار نہیں دینا چاہتے تھے۔

"اگر میں کہوں کے وہ جانتی ہے کے تم سے سے محبت کرتے ہو تو؟"اس کے لبوں پر مدھم سی مسکراہٹ تھی۔اور سبز آنکھوں میں ایک الگ ہی تاثر تھا۔ان میں بیک وقت عبیر کے لئے محبت بھی تھی۔اور تھوڑا سا نفرت اور ناگواری کا اثر تھا۔

"یہ ممکن نہیں ہے۔"اس نے بے ساختہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے اس کی بات کی نفی کی۔

"اگر یہ حقیقت ہوئی تو؟"وہ چیلنجنگ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔عبیر کے چہرے پر الجھن ابھری تھی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"میں نے اسے کبھی بھی نہیں بتایا۔حتان اور تمہارے علاوہ کوئی نہیں جانتا کے میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ پھر اسے کیسے پتا چل سکتا ہے۔۔"اس نے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔اسے لگ رہا تھا کے سنبل صرف اپنے پاس سے اندازہ لگا رہی ہے۔اور اگر بات سچ نہیں بھی تھی تو بھی عبیر کے لئے یہ سننا کافی ڈسٹربنگ تھا کے ریشام اس کے جذبات کے بارے میں جانتی تھی۔

"تمہیں پتا ہے صنف نازک میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کے وہ اپنے اوپر اٹھی ہر نگاہ کو پہچان لیتی ہے۔تم دونوں ساری زندگی ایک دوسرے کی نظروں کے سامنے رہے ہو۔یہ ممکن ہی نہیں ہے کے وہ تمہاری آنکھوں کو پہنچان نہ پائی ہو۔۔اور تمہاری تو یہ سنہری آنکھیں ایسی ہیں کے تم کچھ نہ بھی کہو تو یہ سب بیان کر دیتی ہیں۔جب میں تمہاری آنکھوں کو پڑھ سکتی ہوں تو پھر وہ کیسے نہیں پڑھ پائی ہو گی؟"وہ یک ٹک گردن موڑے سانس روکے اسے سن رہا تھا۔ٹھنڈی ہوائیں اسے اپنے آر پار ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ اس بات پر یقین نہیں کر سکتا تھا۔وہ کرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

"ہو سکتا ہے اس میں وہ صلاحیت نہ ہو جو تمہارے اندر ہے۔"سنبل نے اس کے ہونٹوں سے ادا ہونے والے ان لفظوں کو سنتے ہوئے مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔

"خود کو بہلانے کی کوشش کر رہے تو ٹھیک ہے۔تم یہی سمجھ لو۔لیکن میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کے وہ تمہارے جذبات سے انجان نہیں ہو گی۔"

اس کا انداز کتنا وثوق بھرا تھا۔وہ آخر اتنے یقین سے کیسے اتنی بڑی بات کہہ سکتی تھی۔

"کیا تم اب بھی اس سے محبت کرتے ہو؟"عبیر کو خاموش دیکھ کر اس نے پھر سوال کیا۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا کے دل ایک دفعہ اختیار سے نکل جائے تو دوبارہ قابو میں نہیں آتا۔"

"یعنی تم اب بھی اس سے محبت کرتے ہو۔"اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں اسے بھلا دینا چاہتا ہوں۔"اس دفعہ اس کی پلکیں جھکی ہوئی تھیں۔

"بھلا دینا۔دل سے نکال دینا۔ذہن سے جھٹک دینا۔صرف کہنے کی باتیں ہیں۔۔محبت کو صرف محبت سے کاٹا جاتا ہے۔اگر تمہیں اس کی محبت کو اپنے دل سے نکالنا ہے تو کسی اور سے محبت کرنی ہو گی۔"

"دل میں حصے نہیں ہوتے۔اسے بانٹا نہیں جاسکتا۔اس پر صرف ایک ہی کی حکمرانی ہوتی ہے۔اور اس حکمرانی کو اپنی مرضی سے نہیں بدلا جاسکتا۔"

"ٹرائی کر کے دیکھو۔۔شاید کامیاب ہو جاو۔"

"اگر میں کامیاب نہ ہوا تو؟"اس نے سنہری آنکھیں اس کی سبز آنکھوں میں ڈالتے ہوئے پوچھا۔"میں تمہیں ناکام نہیں ہونے دوں گی!"اس کا انداز اطمینان بھرا تھا۔اس پر سے مشکل سے نظریں ہٹا کر وہ پھر سے آسمان پر ڈیرہ ڈالے اس چاند کو دیکھنے لگی۔ لیکن وہ اتنا پرکشش نہیں لگ رہا تھا۔اسے اپنے چاند کو ہی دیکھنا تھا۔لیکن ابھی اس میں اتنا حوصلہ نہیں تھا۔نہ ہی اتنا اختیار تھا کے ارد گرد سے بے نیاز ہو کر اسے تکتی رہتی۔

"تمہیں کامیاب ہونا ہی ہوگا۔!وہ گہری سانس بھرتے ہوئے بڑبڑا کر رہ گیا۔

****

خوشگوار سے ماحول میں کھانا کھانے کے بعد سب سیٹنگ ایریا میں بیٹھے تھے۔نوفل نے سب کے لیے کافی بنائی تھی۔لیکن آدم کے ہاتھ میں سوفٹ ڈرنک کا کین تھا۔اور دوسرے ہاتھ میں فون پکڑے اس پر مصروف تھا۔وہ سنگل صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔جب اس طرح سب ساتھ محفل لگا کر بیٹھے ہوتے تھے تو اپنی کم گو فطرت کی وجہ سے بہت کم ہی گفتگو میں حصہ لیا کرتا تھا۔بلیک پینٹ پر لائٹ پنک شرٹ پہنے،آستینوں کے کف پیچھے پلٹے کافی ہینڈسم لگ رہا تھا۔سرمد اور نوفل دو تین دفعہ اسے بول چکے تھے کے یہ کلر اس پر کافی سوٹ کر رہا ہے۔

وہ ڈارک کلرز کے مقابلے میں زیادہ ان لائٹ کلرز کو ہی ترجیح دیتا تھا۔

اس کی ساری توجہ فون کی اسکرین پر تھی۔جب سنبل نے ایک پیپر بیگ اس کی طرف بڑھایا تو اس نے چونک کر اسے دیکھا پھر نظر اٹھا کر سنبل کو۔کچھ دیر پہلے کے مقابلے میں اس نے وائٹ ہی کھلے سے ٹراوزر پر وائٹ ہی شارٹ شرٹ پہنی ہوئی تھی۔کھلے بالوں کو بھی اونچی پونی میں باندھ رکھا تھا۔لیکن دو لٹے ہمیشہ کی طرح اس کے گالوں پر جھول رہی تھیں۔

"تم نے ان پانچ دنوں میں میرے لیے جتنا کام کیا ہے۔اس کے لئے ایک چھوٹا سا تحفہ ہے۔"آدم کی استفہامیہ نظروں کو دیکھتے ہوئے اس نے مسکراتے ہوئے دوستانہ سے انداز میں کہا۔

"آپ کا شکریہ لیکن اس کی ضرورت نہیں تھی۔"

اس نے پیپر بیگ اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے تکلف سے کہا۔وہ اس کا تحفہ قبول کرنے میں اندر سے کچھ ہچکچاہٹ کا شکار تھا۔

"اب اتنا تکلف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔میں تمہارے باس جتنا معاوضہ تو نہیں دے سکتی تمہیں۔اور ویسے بھی تم نے پیسے لینے سے انکار کیا تھا تو میں نے تمہارے لئے یہ خریدا ہے۔یہ بھی کافی ایکسپینسو ہے۔۔امید ہے تمہیں پسند آئے گی۔"

اس کی تفصیل سنتے ہوئے اس نے بیگ میں سے ایک باکس باہر نکالا تھا۔جب اسے کھولا تو اندر بیش قیمت سلور کلر کی خوبصورت سی گھڑی جگمگا رہی تھی۔

نوفل اور سرمد ستائش سے اسے دیکھ رہے تھے۔آدم کو مبارک باد دے رہے تھے کے تم کتنے خوش قسمت ہو کے پراسیکیوٹر نے تمہیں اتنی مہنگی گھڑی تحفے میں دی ہے۔

"چوائس ہے اچھی تمہاری۔"حتان نے بھی سنبل کو اس کی پسند پر سراہا تھا۔اس برینڈ کی کئی گھڑیاں حتان کی کلیکشن میں بھی تھی۔ لیکن صرف ایک عبیر تھا جس کی نظریں باکس پر اس برینڈ کے نام پر رکی ہوئی تھیں۔

"تھینک یو۔۔یہ بہت خوبصورت ہے۔"اس نے تشکر سے کہا۔

"یہ تو تمہاری ہی کمپنی کی واچ ہے نا آدم؟"عبیر کے استفسار پر سب نے کچھ چونک کر عبیر کو دیکھا تھا۔اور پھر آدم کی جانب۔جو کچھ غیر آرام دہ نظر آنے لگا تھا۔

جو گھڑی آدم کے ہاتھ میں تھی وہ ایک جاپان کی مشہور کمپنی کے بنائے ہوئے برینڈز میں سے ایک برینڈ کی واچ تھی۔

"یہ تمہاری کمپنی کی واچ ہے؟"حتان نے بے یقینی سے پوچھا۔

"میرے شئیرز ہیں اس میں۔"اس نے باکس بند کر کے دوبارہ اسے پیپر بیگ میں ڈالتے ہوئے کچھ کھسیانے سے انداز میں کہا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کے عبیر اس طرح سے سب کے سامنے انکشاف کر دے گا۔

"کتنے شئیرز ہیں۔؟" سینے پر بازو باندھے وہ تیوریاں چڑھائے اسے دیکھتے ہوئے پر تپش سے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

"چالیس فیصد۔" اس نے کان کھجاتے ہوئے کہا۔

"کتنے گھنے اور میسنے انسان ہو نا تم۔۔ میں نے تم سے اتنی بار پوچھا کے مجھے بتاو کے تم کیا کا کام کرتے ہو لیکن تم نے ایک دفعہ بھی نہیں بتایا۔۔ اور اب مجھے پتا چل رہا ہے کے اس جاپانی کمپنی میں تم پارٹنر ہو۔۔۔ واپس دو۔"

سنبل نے اسے گھورتے ہوئے اس کے ہاتھ سے وہ بیگ دوبارہ جھپٹ لیا تھا۔

"اس کی کمپنی کی واچ خرید کر اسے ہی تحفے میں دینے کا تو کوئی فائدہ ہی نہیں۔ لائیں مجھے دے دیں۔۔" سرمد نے دونوں ہاتھوں کو اس کے سامنے پھیلائے لجاجت سے کہا۔

"ساڑھے چار لاکھ کی ہے یہ گھڑی۔۔" تبھی فون کی اسکرین کو دیکھتے ہوئے نوفل کی حیرانگی بھری آواز گونجی تھی۔ وہ گوگل پر اس کی قیمت سرچ کر چکا تھا۔

"یار تمہاری کمپنی اتنی مہنگی گھڑیاں کیوں بناتی ہیں۔؟" نوفل نے قدرے حیرانگی سے استفسار کیا۔

"تم صرف قیمت کیوں دیکھ رہے ہو تم کوالٹی بھی تو دیکھو نا۔ اس میں جو میٹیرئل یوز۔۔۔"

آدم کی چلتی زبان کو بریک لگا تھا۔ سنبل کی خشمگیں نظروں نے اسے چپ لگا دی تھی۔

"اٹلی کی جن کمپنیز کے ساتھ آپ نے پارٹنر شپ کر رکھی ہے میں بھی بتا دوں؟"

اس نے سنبل سے نظریں ہٹا کر اچانک ہی عبیر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ جو بے ساختہ چونکا تھا۔ آدم تو کبھی ایسے ری ایکٹ نہیں کرتا تھا۔

"آج تو ان دونوں کے پول کھلیں گے۔۔ مزہ آئے گا۔" سرمد کے شانے پر کہنی ٹکاتے ہوئے نوفل نے شوخی سے کہا۔

"تم نے ایک لفظ بھی بولا تو پھر تم اپنی خیر منا لینا۔"

"تم اسے دھمکا نہیں سکتے۔" عبیر کے دھمکانے والے انداز پر وہ اچانک ہی آدم کا بازو پکڑ کر سائیڈ پر کرتے ہوئے عبیر کے سامنے آئی تھی۔

"مجھے تو پہلے ہی پتا تھا اتنے سیدھے سادھے سے صرف شکل سے لگتے ہو۔ ورنہ تو کام تمہارے سارے الٹے ہی ہوتے ہیں۔"

"مجھے میری گھڑی دے دیں مجھے گھر جانا ہے۔"

عبیر کے جواب دینے سے پہلے ہی وہ بول اٹھا تھا۔ "گھڑی کے پیسے تو تم واپس کرو گے مجھے۔" اس نے آدم کو گھرکتے ہوئے کہا۔

"تمہیں پتا ہے یہ میسنا انسان ایک مہینے کے بیس لاکھ روپے سیلری لیتا ہے۔" اب کے وہ حیرانگی سے حتان کے گوش گزار کر رہی تھی۔

"تمہیں اس کے باس کا نہیں پتا وہ ایک مہینے میں کتنے پیسے کماتا ہے۔؟" حتان نے چھیڑنے والے انداز میں عبیر کو دیکھتے ہوئے اسے کہا۔

"ہاں بتایئے۔ ساری تفصیل بتایئے انھیں۔" آدم بھی پیچھے نہیں رہا تھا۔

"تم دونوں نے ایک لفظ بھی کہا تو مجھ سے برا پھر کوئی نہیں ہوگا۔" وہ نظروں میں ہی انھیں خاموش رہنے کو دھمکا رہا تھا۔

"لگتا ہے صرف آپ ہی غریب ہیں۔" نوفل نے قدرے افسوس سے سنبل سے کہا۔ جس کے چہرے کے تاثرات بھنچ گئے تھے۔ اس نے ناراضی سے منہ پھلا رکھا تھا۔

"تم میں سے اب کوئی مجھ سے بات بھی نہیں کرنا۔"

وہ شدید ناراضگی سے کہتی ہوئی وہاں سے واک آوٹ کر گئی۔ "چلو ریڈی ہو جاو وہ ہمیں گاڑی کی ٹریٹ دینے لے جا رہی ہے۔" حتان نے صوفے پر سے کوٹ اٹھاتے ہوئے عجلت بھرے انداز میں کہا۔

"ٹریٹ کے نام پر زہر نہ کھلا دوں میں تم سب کو؟" دروازے سے نکلتے ہوئے اس نے مڑ کر جلے ہوئے انداز میں کہا۔ ساتھ ہی وائٹ اسنیکرز پہنتے ہوئے اب ان کے لیسز باندھ رہی تھی۔

"یعنی ہم زہر کھانے جا رہے ہیں۔؟"

وہ تاسف سے نفی میں سر ہلاتی باہر نکل گئی تھی۔ یہ پانچ آدمی جب ایک ساتھ اکھٹا ہوتے تھے تو ٹین ایج کے لڑکوں کی طرح بن جاتے تھے۔ سب سے زیادہ مزہ تو انھیں سنبل کو ہی تنگ کرنے میں آتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہی تین گاڑیاں آگے پیچھے کھلے ہوئے مین گیٹ سے باہر نکلی تھی۔سب سے آگے وہی گاڑی تھی جو عبیر نے اسے گفٹ کی تھی۔اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر عبیر ہی بیٹھا تھا اور برابر میں حتان موجود تھا۔جبکے سنبل اور سرمد دوسری گاڑی میں تھے۔ اور آخری گاڑی میں آدم اور نوفل بیٹھے دکھائی دے رہے تھے۔

"سیٹ بیلڈ لگالو۔آج تم مجھے گاڑی اڑاتے ہوئے دیکھو گے۔"دونوں ہاتھوں میں اسٹئیرنگ مضبوطی سے پکڑے وہ پرجوشی سے بولی۔گاڑی کو اس نے اسپورٹس موڈ پر ڈال دیا تھا۔کالونی کی چوڑی سی سڑک خالی اور ویران پڑی تھی

"کیا اپ ریس لگانے کا سوچ رہی ہیں؟"

"میں ریس جیتنے کا سوچ رہی ہوں۔"اس نے آگے جاتی آدم کی گاڑی کو اوورٹیک کرتے ہوئے کہا۔"یہ تو پھر آپ بس سوچ ہی سکتی ہیں۔آدم اور عبیر بھائی سے جیتنا آپ کے لئے ناممکن ہے۔"وہ تاسف سے سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"بولتے رہو۔مجھے ایسے مزید موٹیویشن ملے گی۔"ایکسیلیریٹر پر دباؤ ڈالتے ہوئے وہ اسپیڈ بڑھاتی جا رہی تھی۔

"اسے کیا ہو گیا ہے۔؟"حتان نے ہوا کے تیز جھونکے کی طرح سنبل کی گاڑی کو سائیڈ سے نکلتے ہوئے دیکھا تو حیرانگی سے بولا۔

تبھی دوسری جانب سے آدم کی گاڑی ان کے برابر آئی تھی۔"اگر آپ کی اسپیڈ یہی رہی تو آپ ریس ہار جائیں گے۔"فرنٹ سیٹ پر بیٹھے نوفل نے عبیر کو آگاہ کیا۔

"ہم ریس میں شریک ہیں اور ہمیں پتا ہی نہیں؟"عبیر اور حتان نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"ریلیکس۔اگر وہ ہار گئی تو تمہاری جان کو آجائے گی۔"اس کا ارادہ بھانپتے ہوئے حتان نے اسے پہلے ہی آگاہ کرنا ضروری سمجھا۔ لیکن وہ مسکراتا ہوا گاڑی کو اسپورٹس موڈ پر ڈال گیا تھا۔

****

"میں نے تم سے کہا تھا نا کے ہم ہی جیتیں گے۔؟"گاڑی میں سنبل ہی فخر و غرور سی آواز ابھری۔

آپ کو ابھی بھی لگتا ہے ہم جیتیں گے۔؟"سرمد نے استفسار کیا۔

"اور نہیں تو کیا۔اب دیکھو ہم کتنی آگے نکل آئیں ہیں۔ان کی گاڑیاں نظر بھی نہیں آرہی۔ کتنی پیچھے ہیں وہ ہم سے۔" کھڑکی پر لگے شیشے میں وہ پیچھے آنے والی گاڑیوں کو دیکھتی ہوئی بول رہی تھی۔

"وہ پیچھے نہیں ہیں بلکے ہم پیچھے رہ گئے ہیں۔"

"کیا بات کر رہے ہو وہ کیسے آگے نکل سکتے ہیں۔میں نے تو ان کی گاڑی کو اوورٹیک کرتے دیکھا ہی نہیں۔"اس نے چونک کر پوچھا۔

"آدم اور عبیر بھائی جس اسپیڈ میں گاڑی چلا رہے ہیں۔ان کی گاڑی دکھائی بھی نہیں دے گی۔"

کیا ہم سچ میں پیچھے رہ گئے۔؟"سنبل نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔لیکن سرمد نے کچھ نہیں کہا۔وہ اپنی ہنسی دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔جب اس کی گاڑی آئسکریم پارلر کے پاس آکر رکی تو واقعی میں ان دونوں کی گاڑیاں پہلے سے وہاں کھڑی تھیں۔وہ چاروں بھی باہر ہی کھڑے تھے۔

"کیا کر رہی ہو سنبل؟اتنی دیر لگادی تم نے؟سب سے آخر میں تم پہنچی ہو۔"

اس کے ڈرائیونگ سیٹ سے باہر نکلتے ہی حتان نے گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے کہا۔"آپ ریس ہار گئی ہیں۔"آدم نے مسکراہٹ چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے ابرو کو حرکت دیتے ہوئے کہا۔"کون سی ریس؟میں تو کوئی ریس نہیں لگا رہی تھی۔"اس نے انجان بنتے ہوئے کہا۔لیکن ہلکا سا طیش پھر بھی اس کے چہرے پر دکھائی دے رہا تھا۔سرمد کے بے ساختہ ہنسنے پر نظروں میں ہی اسے خاموش رہنے کو دھمکایا۔

"لیکن تم نے ہمیں ٹریٹ دینے کے لئے یہاں کیوں بلایا ہے۔؟"

"آئسکریم پارلر میں آئسکریم کھانے ہی آتے ہیں اور کس لیے آئیں گے؟"وہ جیسے تڑک کر بولی۔باس اور اس کے مینجر سے ریس ہارنے کا دکھ اتنا کم نہیں تھا جو آسانی سے بھول جاتی

"میں تو آئسکریم نہیں کھاتا۔"

"میں بھی نہیں کھاتا۔"

"مجھے تو پسند ہی نہیں ہے۔"

"مجھے بھی نہیں اچھی لگتی۔"

"میں بھی نہیں کھا سکتا۔"

ان پانچوں کی ملی جلی سی آواز اس کے سماعتوں میں پڑی تو اس نے ضبط سے ایک گہری سانس خارج کی۔

"تم لوگ ڈنر کر چکے ہو۔ کافی بھی گھر سے پی کر آئے تھے۔ اب بس اسی کا آپشن بچتا ہے۔ اس سے زیادہ تم لوگوں پر میں اپنے پیسے خرچ بھی نہیں کروں گی۔"

"ملک شیک تو پی لو گے نا؟" انھیں خاموش کھڑے دیکھا تو ایک اور آپشن دیتے ہوئے استفسار کیا۔

"ان تینوں کا تو پھر بھی سمجھ آتا ہے لیکن یار ہماری عمر کا تو لحاظ کرو۔ ہم تیس سال کی عمر کے آدمی ملک شیک پیتے ہوئے اچھے لگیں گے؟" حتان نے کچھ ناراضگی سے کہا۔ اس کا اشارہ خود کی اور عبیر کی طرف تھا۔

"پی لیتے ہیں ملک شیک۔۔ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

تبھی عبیر بول اٹھا۔ "میرے لیے ایک بنانا شیک پلیز۔" وہ بولتا ہوا اس طرف بڑھ گیا جہاں ایک میز کے گرد کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ آئسکریم پارلر کے باہر بھی سیٹنگ ارینجمنٹ کی گئی تھی۔

"تمہیں تو یقیناً کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔۔ ہے نا چھوٹے بے بی؟" اس نے آدم کو دیکھ کر طنز سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چھوٹا بے بی تو مت بولیں۔" وہ ناراض ہوا۔

"تمہیں کیفین پسند نہیں ہے تو تمہیں چھوٹا بے بی ہی بولنا پڑے گا نا؟" وہ اکثر و بیشتر اس کی کافی کی ناپسندیدگی کو نشانی بنانے سے نہیں آتی تھی۔

اندر کی نسبت اس نے اوپن ایئر میں بیٹھنے کو ترجیح دی تو باقی سب بھی اس کی تقلید کرتے ہوئے اس کے پاس ہی جا کر چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گئے تھے۔

Mahira Zaynab Khan Novel

کچھ ہی دیر بعد وہ اسٹر ولبوں میں دبائے مسکراتے ہوئے انھیں دیکھ رہی تھی۔ پہلی دفعہ وہ سب ایسے خوشگوار سے ماحول میں بیٹھے کسی بھی فکر اور پریشانی سے آزاد ایک فیملی کی طرح خوش گپیوں میں مصروف کتنے اچھے لگ رہے تھے۔ یہ منظر سنبل کا سب سے پسندیدہ اور سب سے خوبصورت منظر تھا۔ وہ دعا کر رہی تھی کے اس کی زندگی میں آنے والے ہر لمحات اسی طرح کے ہوں۔ سکون دینے والے۔ آسودگی سے بھرے ہوئے۔

****

ج

جب سے فرمان نے اسے کال کر کے اپنے لاہور آنے کا بتایا تھا وہ تب سے بے چینی سے اس کی منتظر تھی۔ آج اس نے اپنی شفٹ بھی اپنی ساتھی ڈاکٹر کے حوالے کر دی تھی۔ جونہی وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

"فرمان بھائی۔۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر فوراً ان کے گلے لگی تھی۔ "آپ کو معلوم ہے اس نے مجھے ڈھونڈ لیا ہے۔" وہ سخت کبیدہ خاطر لگ رہی تھی۔

"وہ پاکستان میں ہے۔۔ وہ یہاں کیا کر رہا ہے؟ وہ یہاں کیسے آسکتا ہے؟"

"ایک دن تو اس کو حقیقت کا پتا چلنا ہی تھا نا۔" اس کے برعکس فرمان کا انداز سنجیدہ اور نارمل تھا۔

"لیکن اسے کیسے پتا کے میں یہاں ہوں؟ لیکن نہیں۔۔"

"وہ مجھے نہیں ڈھونڈ رہا تھا۔ وہ مجھ سے اتفاقاً ملا تھا۔"

"کیا وہ آپ سے ملا؟ اس نے مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھا تھا لیکن میں نے اسے آپ کا ایڈریس نہیں دیا۔ میں نے اسے آپ کے بارے میں بتانے سے منع کر دیا تھا۔" وہ پریشانی سے بولتی جا رہی تھی۔

"وہ مجھ سے ملا تھا۔ وہ مجھ سے بدگمان تھا۔ مجھ سے ناراض تھا۔ اس نے جس لہجے میں مجھ سے بات کی تھی وہ لہجہ اس نے کبھی نہیں اپنایا تھا۔"

"اس نے آپ کو ڈھونڈا کیسے ؟اسے کیسے معلوم ہوا کے آپ اسلام آباد میں رہتے ہیں ؟"اس نے فرمان سے الگ ہوتے ہوئے حیرانگی سے پوچھا۔

"آئزل۔۔"انھوں نے گہری سانس بھری۔اب وقت آگیا تھا کے ساری حقیقتوں سے پردہ اٹھا دیا جاتا۔

"وہ میرا بھائی ہے۔میرے گھر میں میرے ساتھ رہتا ہے۔فرمان درانی کا بھائی۔داریان درانی ہے۔"ان کا ایک ایک لفظ سنبل کے دل پر پیوست ہوا تھا۔

"یہ کیسے ممکن ہے ؟"وہ بے یقینی سے سرسراتی سی آواز میں بامشکل بول سکی۔

"تمہارے پاکستان آنے سے دو ہفتے پہلے ہی وہ یہاں میرے ساتھ آیا تھا۔صرف اسی کی وجہ سے میں نے اسلام آباد کی بجائے لاہور کے میڈیکل کالج میں تمہارا ایڈمشن کروایا تھا۔مجھے لگتا تھا تم دونوں دو الگ شہروں میں رہو گے تو شاید کبھی ایک دوسرے سے تمہارا آمنا سامنا نہیں ہو گا۔لیکن قسمت میں لکھا ہو تو دنیا کے دو مختلف کنارے رہنے والے بھی ایک دن مل جاتے ہیں۔"

"لیکن وہ تو ہیری ہے۔آپ اسے داریان کیوں بلا رہے ہے ؟کیا اس نے۔۔؟"ان کے تفصیل بتانے پر اسے جو بات چبھ رہی تھی وہی بات پوچھی تھی۔

"الحمدللہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔"ان کے لہجے میں ایک الگ ہی سکون اور طمانیت تھی وہ بات کہتے ہوئے۔اور آئزل پر بس حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹتے جا رہے تھے۔

"اب کیا ہو گا ؟مجھے تو اس سے بہت ڈر لگ رہا ہے۔اتنا ڈرا کر گیا تھا وہ مجھے۔لگ رہا تھا بس ابھی گلا دبا دے گا۔"ناخن چباتے ہوئے وہ خوفزدہ سے انداز میں بولی۔لیکن ہیری کا اسلام قبول کر لینا۔اس کا فرمان کے ساتھ رہنا اسے حیرانگی کے سمندر میں غرق کر رہا تھا۔

"تم نے جو اس کے ساتھ کیا اسے تمہارا گلا دبا ہی دینا چاہئے۔"

"ایسے تو مت کہیں۔۔"وہ بے ساختہ ناراضگی سے گویا ہوئی۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"میں نے تمہیں سمجھایا تھا نا جو فیصلہ تم کر رہی ہو اس کے نتائج اچھے نہیں نکلیں گے۔ لیکن تم نے میری بات نہیں سنی۔ تمہاری ہی وجہ سے وہ مجھ سے بھی بدگمان ہو گیا۔ اگر تمہاری دی ہوئی قسم نے میرے ہاتھ پیر نہ باندھے ہوتے تو شاید آج حالات مختلف ہوتے۔"

"آپ مجھے حوصلہ دینے کے بجائے مزید ڈرائے جا رہے ہیں۔"

"تمہیں کیوں ڈر لگ رہا ہے؟ ایک وقت میں وہ تمہارا اتنا اچھا دوست رہ چکا ہے۔"

اس وقت کو گزرے چھ سات سال ہو چکے ہیں۔ اور اسے تو آپ دیکھ ہی چکے ہیں۔ وہ اب ہیری نہیں ہے جو چپ کر کے میری جلی کٹی سنتا تھا۔ وہ تو بس اب کاٹ کھانے کو ہی دوڑتا ہے۔"

"بحر حال۔۔ تمہارا لاہور میں رہنے کا مقصود صرف خود کو اس سے چھپا کر رکھنا تھا نا؟ لیکن وہ اب تمہیں دیکھ ہی چکا ہے تو تم اپنا ضروری سامان لو اور میرے ساتھ اسلام آباد چلو۔"

"ہر گز نہیں۔۔" وہ بدک اٹھی۔

"آپ کے گھر میں وہ رہتا ہے۔ میں وہاں قدم بھی نہیں رکھوں گی۔ وہ مجھے دیکھتے ہی قتل کر دے گا۔" اس کے لہجے سے اس کا خوف صاف ظاہر ہو رہا تھا۔

"اس گھر میں، میں بھی رہتا ہوں۔ میں اسے تمہارا قتل کرنے نہیں دوں گا۔"

"میں نہیں رسک لے سکتی۔ وہ جس قدر غصے میں ہے اس کا کوئی بھروسہ نہیں ہے کب کیا کر جائے۔"

"آئزل وہ صرف تم سے ناراض ہے۔ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"لیکن مجھے اس سے ڈر لگ رہا ہے۔"

"تم اس سے مل کر اسے سوری بول کر معاملہ ختم کر دو۔"

"فرمان بھائی یہ اتنی چھوٹی بات نہیں ہے جو سوری بولنے سے سب ختم ہو جائے گا۔"

"پھر وہ کر لینا جو وہ کہتا ہے۔"

"وہ کیا کہتا ہے۔؟"

"تم ابھی اپنا سامان پیک کرو اور میرے ساتھ چلو۔" انھوں نے کچھ بتانے کے بجائے بات سمیٹتے ہوئے کہا۔

****

جاتی سردیوں کی نرم گرم دھوپ پورے لان میں پھیلی ہوئی تھی۔ جس میں ہلکی ہلکی سی تپش بھی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ کینوپی کے سائے میں چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ سنڈے ہونے کی وجہ سے آج اس کا سارا دن حویلی میں ہی رہنے کا ارادہ تھا۔ وگرنہ تو گزشتہ عرصے میں اس کے پاس لمحے بھر کی فرصت بھی نہیں ہوتی تو کسی کے پاس کچھ دیر بیٹھنے کی۔

کافی دیر تک وہ اندر سب کے ساتھ ہی بیٹھا ہوا تھا۔ فاز عاشر اور بریزے کے ساتھ کافی عرصے بعد بورڈ گیمز بھی کھیلیں تھیں۔ ریشام سے اب کتابوں کی لسٹ بھی بنوائی تھی جو اسے شہر سے لے کر آنی تھیں۔ وجاہت غازی کو آفس کے معاملات کے بارے میں آگاہ کیا تھا۔ سعادت غازی کے پاس بیٹھ کر ملک کی سیاسی صورتحال پر گفتگو بھی کی تھی۔

حویلی کی باقی خواتین کے پاس بیٹھ کر مسکراتے ہوئے ان نے کی فرمائشوں کو بھی سنا تھا۔ جو اسے اب جلد سے جلد شادی کرنے کے لئے منانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

لیکن اس سب میں ایک چیز کی کمی وہ ہمیشہ ہی محسوس کرتا تھا۔ اور وہ کمی تھی عبیر کا ذکر۔۔

جو وہ بھولے سے بھی نہیں کرتا تھا۔ کیوں کے اس کے ذکر سے بس پھر دل میں ہوک سی اٹھتی تھی۔ رگ و پے میں بے نام سی اداسی چھا جاتی تھی۔ افسردگی جیسے اپنے گرد لپٹتی محسوس ہوتی تھی۔

ابھی بھی وہ باہر لان میں تنہا بیٹھا اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جب اس کا فون رنگ ہوا تو اس کی نگاہ ٹیبل پر وائبریٹ ہوتے فون پر پڑی۔۔ اسکرین پر ان نون نمبر چمک رہا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

اس نے ہاتھ بڑھا کر فون اٹھالیا تھا۔ پھر کال یس کر کے کان سے لگایا۔

"السلام علیکم۔۔ سالار غازی اسپیکنگ۔۔" عادتاً اس نے پہل کی تھی۔ اور یہ عادت بھی اس نے عبیر سے ہی چرائی تھی۔ ورنہ اس کی زبان پر پہلے "ہیلو" کا لفظ ہی آتا تھا۔

"وعلیکم السلام۔۔۔" زرا دیر کے وقفے کے بعد بھاری اور گھمبیر سی آواز میں اس کے سلام کا جواب دیا گیا تھا۔ سالار کی رواں رواں سماعت بن گیا تھا۔ دل کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی تھی۔ بے اختیاری طور پر وہ سیدھا ہو بیٹھا۔ دماغ یہ قبول کرنے کو راضی نہیں تھا کے اس نے عبیر کی آواز سنی ہے۔ اس نے بے ساختہ فون کو کان سے ہٹا کر اسکرین کو دیکھا۔ کال جاری تھی۔

"عبیر بھائی؟۔۔ یہ آپ ہیں عبیر بھائی؟" وہ بے ساختہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ اس کا تنفس تیز ہو رہا تھا بے قراری سے پوچھتے ہوئے فون پر اس کی گرفت سخت پڑتی جا رہی تھی۔ ہاتھوں میں لرزش آسمائی تھی۔

"میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔۔ وقت اور جگہ تمہیں ٹیکسٹ کر رہا ہوں۔۔"

"آپ۔۔۔ آپ کیسے ہیں عبیر بھائی؟" اس کی آنکھیں گلابی پڑ رہی تھیں۔ آنکھوں اور آواز میں نمی واضح تھی۔ پلکیں میچ کر اس نے آنکھوں کا پانی بہنے سے روکا تھا۔

"اتنے مہینوں سے وہ پاگلوں کی طرح اسے ڈھونڈ رہا تھا۔ دن رات اس کی تلاش میں ایک کر رکھے تھے۔۔ اور آج وہ فون کر کے کہہ رہا تھا کے وہ اس سے ملنے آ رہا ہے۔۔

سالار کا دل بے ساختہ سجدہ شکر بجالا رہا تھا۔ اس نے بنا کوئی بات کیے فون کاٹ دیا تھا۔ اسکرین کو آنکھوں سے لگائے وہ آنسوؤں کو بہنے سے روک نہیں پایا تھا۔

اتنے عرصے سے جلتے سلگتے دل پر جیسے کسی نے برف کی سل رکھ کر اس کی تپش کو بجھا دیا تھا۔ ایک عرصے سے وہ جس تکلیف میں تڑپ رہا تھا کچھ دیر کے لیے ہی سہی لیکن اب اسے راحت محسوس رہی تھے۔ دل پر لگے سارے زخموں سے خون رسنا بند ہو گیا تھا۔ تشکر بھری نم نظروں سے سامنے کھلے آسمان کو دیکھے جا رہا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

جو لوکیشن عبیر نے اسے سینڈ کی تھی وہ شہر سے دور ایک گنجان آباد علاقے کی ظاہر ہو رہی تھی۔

فون پر اس نے لوکیشن لگا رکھی تھی۔اس کی گاڑی کی اسپیڈ کافی تیز تھی۔اس کا تو بس نہیں چل رہا تھا کے وہ اڑ کر اس تک پہنچ جاتا۔ لیکن ساتھ ہی ایک تجسس سا بھی تھا کے عبیر نے آخر ملنے کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کیوں کیا تھا؟

وہ حتان کے گھر بھی تو بلا سکتا تھا۔

اسے دور سے ہی تین چار کالے رنگ کی دھوپ میں چمکتی گاڑیاں دکھائی دے گئی تھیں۔اسپیڈ کے ساتھ ساتھ اس کے دل کی دھڑکنیں بھی منتشر ہو رہی تھیں۔

تھوڑے فاصلے پر اس نے بریک پر پیر رکھا۔ونڈ اسکرین سے وہ پلک جھپکے بنا سامنے دیکھے جا رہا تھا۔سیاہ پراڈو کے ساتھ کوئی ٹیک لگا کر کھڑا تھا۔سینے پر مضبوط بازو لپیٹے وہ سالار کی سمت ہی دیکھ رہا تھا۔بلیک پینٹ اور بلیک ہی جیکٹ میں اس کا دراز قد اور بھی نمایاں ہو رہا تھا۔

سالار کو یاد تھا۔پہلے زیادہ تر وہ کلین شیو رہتا تھا۔کیوں کے وہ کہتا تھا داڑھی اس پر سوٹ نہیں کرتی۔

وہ غلط کہتا تھا۔اس کے خوبرو چہرے اور اجلی رنگت پر وہ ہلکی ہلکی سی سیاہ بئیرڈ اس کی وجاہت کو مزید پر کشش بنا رہی تھی۔

گاگلز ہٹا کر ڈیش بورڈ پر پھینکتے ہوئے اس نے دروازہ ان لاک کر کے کھولا۔وہ جب باہر نکلا تو جانے کیوں دل بھر آ رہا تھا۔اتنے عرصے کی ریاضت کا پھل بلآخر اسے نصیب ہو گیا تھا۔

اگر تو عبیر اسے خود ملنے کے لئے نا بلاتا تو وہ شاید ساری زندگی بھی اس کی تلاش میں گزار دیتا تو تب بھی اس تک نہ پہنچ پاتا۔

اس کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔اور چہرہ شدت ضبط سے گلابی مائل ہو رہا تھا۔لمحے کا توقف کئے بنا وہ بھاگتا ہوا اس کے گلے لگا تھا۔ دونوں ہاتھ اس کے گرد باندھے،اسے خود میں بھینچے وہ خود کو رونے سے باز نہیں رکھ پایا تھا۔

وہ کیسے آخر اپنے جذبات پر قابو پا لیتا؟

سامنے موجود اس انسان میں سالار کی جان قید تھی۔پیشانی اس کے شانے پر ٹکائے وہ ایک ہی گردان کیے جا رہا تھا۔"مجھے معاف کر دیں بھائی۔۔مجھ سے غلطی ہو گئی۔۔میں آپ کو دھوکا نہیں دے سکتا۔۔"

عبیر کے لب سختی سے ایک دوسرے میں پیوست تھے۔چہرے پر پتھروں کی سی سختی تھی۔کتنا تڑپا تھا وہ سالار کو گلے لگانے کے لیے۔اس سے ملنے کے لئے۔اسے دیکھنے کے لیے۔

وہ بے شک اس کے قد کے برابر آتا تھا۔لیکن عبیر کے لیے وہ ہمیشہ ایک چھوٹا بچہ ہی رہا تھا۔جسے قدم قدم پر،ہر معاملے میں عبیر کا مشورہ درکار ہوتا تھا۔

سرخی مائل نم آنکھوں سے اس کے کتنے ہی آنسو سالار کے بالوں میں جذب ہوئے تھے۔آدم اور سرمد ذرا فاصلے پر موجود دوسری گاڑی کے پاس کھڑے انھیں دیکھ رہے تھے۔

"حویلی چلیں میرے ساتھ۔۔میں آپ کے بغیر واپس نہیں جاوں گا۔۔آپ نے ہمیشہ میری غلطیوں کو معاف کیا ہے۔۔اور جو مجھ سے انجانے میں سرزد ہوئی ہے اس کے لیے آپ مجھے معاف کرنے کو تیار ہی نہیں ہیں۔۔۔بس کر دیں عبیر بھائی۔۔میں مزید آپ کی جگہ نہیں لے سکتا۔۔میں ہمیشہ آپ کے جیسا بننا چاہتا تھا۔۔لیکن آپ کی جگہ لینے کا خیال بھی کبھی میرے دل میں نہیں آیا تھا۔۔میں عبیر غازی نہیں بن سکتا۔۔"

وہ بھیگی اور کربناک سی آواز میں مستقل بول رہا تھا۔کے پتا نہیں اسے دوبارہ دیکھنا اس سے بات کرنا اسے نصیب ہی نہ ہو۔۔

"میں نے انس کے ماں باپ کا قتل کیا ہے۔۔"اس نے بے تاثر سے انداز میں جیسے اس کی توجہ اس جانب دلائی تھی۔

"اس نے آپ کو معاف کر دیا ہے۔۔اس نے ہی کہا تھا۔۔ہم اسے دیت دے دیں گے۔۔اسے منا لیں گے۔۔وہ مان جائے گا۔۔سب پہلے ہی طرح ہو جائے گا۔۔ماں اور بابا سارا سارا دن آپ کو یاد کر کے روتے رہتے ہیں۔"

وہ ہر قیمت پر اسے واپس لے جانا چاہتا تھا۔اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں مضبوطی سے تھامے بچوں کی طرح اس سے ضد کر رہا تھا۔

"سالار۔۔"عبیر نے اس کے شانے پر اپنا بھاری ہاتھ رکھا۔بے شک اس کا خون جوش مار رہا تھا۔دل پر چھایا سخت خول چٹخنے لگے تھا۔اس میں گہری دراڑیں پڑ رہی تھیں۔پھر بھی اس کی آنکھیں بے تاثر اور سپاٹ سی تھیں۔

"اگر وہ ماں اور بابا کو قتل کر دیتا تو کیا تم معاف کر دیتے؟۔اس سے دیت لے کر اسے گلے لگا لیتے؟"

وہ ششدر سا بے یقین نگاہوں سے عبیر دیکھتا رہا۔۔عبیر کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔"ماں اور بابا کا قتل؟"سوچ کر ہی وہ روح تک لرز گیا تھا۔وہ اپنے ماں باپ پر ایک چوٹ نہ برداشت کر پاتا۔اور عبیر کیا بات کر رہا تھا۔

"جب تم معاف نہیں کر سکتے تو وہ ویسے کر دے گا؟"

اس کے لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔درد بھری۔۔اذیتوں میں ڈوبی۔

"لیکن اس نے کہا۔۔۔"سالار کے الفاظ اسکے لبوں میں ہی ٹھہر گئے تھے۔اسے اپنی سماعتوں میں سائرن کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

وہ عبیر سے ملنے اکیلا آیا تھا۔انس ساتھ نہیں آیا تھا اس کے۔۔

اس کی دھڑکنیں منتشر ہونے لگیں۔۔سرعت سے رخ موڑا تو کئی گاڑیاں اسے نزدیک آتی دکھائی دی۔سب سے آگے انس کی بی ایم ڈبلیو تھی۔۔اس کے پیچھے پولیس کی کئی گاڑیاں موجود تھیں۔انس کی سیکیورٹی اس کے ساتھ نہیں تھی۔

"میں نے اسے لوکیشن سینڈ نہیں کی عبیر بھائی۔۔"

وہ حواس باختگی سے اسے اپنی لاعلمی کے بارے میں بتا رہا تھا۔کہیں وہ یہ نہ سمجھے کے وہ انس کے ساتھ ملوث ہے۔

آدم اور سرمد فوراً سے حرکت میں آتے ہوئے اپنی اپنی پسٹل لوڈ کرتے ہوئے عبیر کے نزدیک آ گئے تھے۔

عبیر اسے یک ٹک دیکھ رہا تھا۔جس کے چہرے پر خوفزدہ سے تاثرات تھے۔عبیر کو کھونے کا دھڑکا پھر سے اس کی جان سے چمٹ گیا تھا۔

"تمہیں زبانی کلامی سمجھانا ہمیشہ سے میرے لئے ڈیفیکلٹ رہا تھا۔۔اسی لیے تمہاری غلطیوں کو سدھارنے اور سکھانے کے لئے تمہیں عملی طور پر سمجھانا پڑتا تھا۔۔میرے یہاں آنے کا مقصد صرف اتنا تھا کے تاکے تم خود فیصلہ کر سکو کے تم نے کس انسان کا ساتھ دے کر اپنے بھائی کو دھوکا دیا تھا۔"

"میرا یقین کریں میں نے آپ کو دھوکا نہیں دیا۔۔ میں آپ کو دھوکا دینے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔۔ مجھ سے صرف ایک غلطی ہو گئی تھی۔ میری غلطی کی سزا آپ باقی سب کو نہ دیں۔ آپ جو کہیں گے میں کروں گا۔ میں حویلی چھوڑ کر بہت دور چلا جاوں گا۔۔ بس آپ واپس آجائیں۔ میں کبھی آپ کو اپنی شکل نہیں دکھاوں گا۔۔۔ پلیز عبیر بھائی۔"

وہ زخمی اور نم لہجے میں بولتا جا رہا تھا۔ اور عبیر خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"واپس آنا میرے لیے اب ممکن نہیں ہے۔۔ تمہیں اس لئے سکھاتا تھا تاکے میرے جانے کے بعد میری جگہ کو تم آرام سے پر کر سکو۔"

"جو جیسے چل رہا ہے اسے ویسے ہی چلنے دو۔۔"

"آپ کے بغیر جینے کی عادت نہیں ہمیں۔۔" اس نے زخمی سا مسکراتے ہوئے تکلیف بھرے لہجے میں کہا۔

"میں اس دن کا شدت سے منتظر رہوں گا جب آپ اپنی ناراضگی ختم کر کے دوبارہ اپنی اصل جگہ پر واپس آجائیں گے۔ اور میری سزا ختم کر دیں گے۔"

گیلی سانس کھینچتے ہوئے اس نے آستین کے کف سے سرخ آنکھوں کو رگڑ کر اس طرف رخ موڑا جہاں کچھ فاصلے پر ساری گاڑیاں آگے پیچھے آرکی تھی۔ وہ جونہی ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر باہر نکلا سالار تیزی سے اس کی جانب بڑھا تھا۔ اس سے پہلے کے وہ انس کا گریبان دبوچ لیتا نوفل نے سرعت سے درمیان میں آتے ہوئے انس کو بچاتے ہوئے سالار کو اس سے دور کیا تھا۔

"کیا ہے یہ انس؟۔" گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے خود پر انتہا کا ضبط کا خول چڑھاتے ہوئے اس نے زخمی نگاہوں سے انس کو دیکھا۔

"میں نہیں معاف کر سکتا!۔۔ میرے ماں باپ کا قاتل ہے۔۔ میں اسے ایسے ہی نہیں چھوڑ سکتا!" اس کے لہجے میں نفرت ہی نفرت بھری تھی۔

"تم نے مجھ سے جھوٹ کہا۔۔ مجھے دھوکا دیا۔۔ تم نے کہا تھا تم بھائی کو واپس لاو گے۔۔ ان پر لگے سارے چارجز ختم ہو جائیں گے۔۔"

"قتل کی سزا صرف موت ہے۔۔اگر قانون میری مدد نہیں کرے گا تو۔۔" سرد اور سپاٹ سے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے پشت سے جیکٹ ہٹا کر اپنی پسٹل نکال لی تھی۔

"اپنا انتقام میں خود لوں گا۔۔"

"کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔تم بھائی پر گولی چلاؤ گے؟"

سالار کا غیض و غضب سے برا حال ہو رہا تھا۔

"میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔۔میں تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا!"

ہاتھ سیدھا کئے اس نے پسٹل عبیر پر تان لی تھی۔جو گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا بے تاثر سا انھیں ہی دیکھ رہا تھا۔آدم اور سرمد جانتے تھے کے وہاں گولی چلانے کی نوبت بھی نہیں آئے گی۔۔پھر بھی چوکنے کھڑے تھے۔۔عبیر کی حفاظت پر وہ کسی قسم کی کوتاہی کا مظاہرہ نہیں کر سکتے تھے۔

"انس تم بھائی پر گولی نہیں چلاؤ گے۔میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا۔۔"

وہ دھاڑتے ہوئے اسے اس کے ارادے سے باز رکھنا چاہ رہا تھا۔

"سائیڈ پر ہو جاؤ سالار۔۔"

"نوفل کی سنجیدہ سی آواز پر سالار نے کھا جانے والی تیز نظر اس پر ڈالی تھی۔

"تم ملے ہوئے ہو اس کے ساتھ! تم شروع سے اس کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔۔تم پنچ انسان۔۔"اس سے پہلے کے وہ آگے بڑھ کر نوفل کا ہی منہ نوچ لیتا،نوفل کے پیچھے کھڑے اہلکاروں نے فوراً سے آگے بڑھتے ہوئے سالار کو قابو کیا تھا۔۔

"چھوڑو مجھے۔۔تم دونوں مل کر میرے بھائی کو قتل نہیں کر سکتے۔۔"

شدید بے بسی کی حدوں کو چھوتا وہ پاگل ہونے لگا تھا۔اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔انتہائی سرخ آنکھیں پانی سے بھری تھیں۔

انس کی پسٹل کا رخ عبیر کی پیشانی کی طرف تھا۔ پستول پر اس کی گرفت انتہائی سخت ہوتی جا رہی تھی۔ اس کی بینائی دھندلا رہی تھی۔

"آج سے میری گاڑی تم ڈرائیور کیا کرو گے۔۔"

"تم کافی ذہین ہو۔۔ اپنی پڑھائی دوبارہ سے شروع کرو۔۔"

"یہ کافی پی لو۔۔ ٹھنڈ لگ جائے گی تمہیں۔۔"

"میرے بعد تم وہ پہلے انسان ہو جو میری فیورٹ گاڑی ڈرائیو کر رہے ہو۔۔"

"ریشام کو دھیان سے لے کر جانا، میرے لیے بہت قیمتی ہے یہ۔۔"

"تم سالار کے ایج فیلو ہو۔۔ لیکن اس کے برعکس کافی کنٹرولڈ اور دھیمے مزاج کے ہو۔۔"

"تم میرے ملازم نہیں ہو۔۔ میں نے تمہیں ہمیشہ سالار کی طرح ہی سمجھا ہے۔۔"

ایک ایک کر کے وہ سارے منظر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرا رہے تھے جن میں اس کے دل میں کبھی بھی عبیر کے لئے نفرت نہیں تھی۔۔ بے شک وہ اس کے خلاف ثبوت اکھٹے کر رہا تھا۔۔ لیکن اس کا پلین تو یہی تھا کے وہ عبیر کو صرف گلٹی ہونے پر مجبور کرے گا۔۔ اسے سزا نہیں ہونے دے گا۔۔

لیکن جس دن اس نے خون میں لت پت اپنے ماں باپ کی لاشیں دیکھی تھیں۔۔ ماشا کی دلسوز چیخیں اور تڑپ تڑپ کر رونا سنا تھا۔۔ اس نے انس کے دل میں اس کے لئے صرف نفرت ہی نفرت بھر دی تھی۔۔ اس کے ساتھ بیتے وہ سارے خوشگوار پل بلبلے کی طرح ہوا میں تحلیل ہو چکے تھے۔۔ اس کا گناہ اس کی اچھائیوں پر غالب آ گیا تھا۔

انس کی آنکھیں سرخی مائل ہو رہی تھیں۔۔ بھیگی سی آنکھوں کے ساتھ اس نے لبوں کو سختی سے بھینچے ہاتھوں کی کپکپاہٹ کو قابو پانے کی کوشش کی تھی۔

اہلکاروں کے شکنجے میں جکڑا وہ مسلسل نوفل اور انس کو ان کے ارادے سے باز رہنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ غصہ کر رہا تھا۔۔ چیخ رہا تھا۔۔ رو بھی رہا تھا۔۔

اس کی آنکھوں کے سامنے عبیر کا قتل ہونے لگا تھا۔۔اور وہ بھی کچھ نہیں کر پا رہا تھا۔

دل کی حالت بیان سے باہر تھیں۔

سارے خیالوں کو ذہن سے جھٹک کر اس نے گولی چلانے کے لئے خود کو تیار کر لیا تھا۔۔اسے اپنا وعدہ پورا کرنا تھا۔۔آج اسے اپنا انتظام لے کر اس قصے کو ہی ختم کر دینا تھا۔

ٹریگر پر رکھی اس کی انگلی پر دباو بڑھنے لگا۔۔

اس سے پہلے کے وہ گولی چلا دیتا۔۔ایک لمحے کو وہ ٹھہرا تھا۔۔کچھ انہونی سا احساس ہوا تھا۔۔کچھ محسوس ہوا تھا۔ایک پسٹل کی ٹھنڈی نال اسے اپنے سر کے دائیں طرف ٹکی محسوس ہوئی۔۔دائیں طرف تو اس کے نوفل کھڑا تھا۔اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔۔اس کے خدشے نے اسے دھوکا نہیں دیا تھا۔جو خیال کچھ سیکنڈز پہلے اس کے ذہن میں آیا تھا اس کی تصدیق ہو چکی تھی۔۔وہ نوفل ہی تھا جس نے اپنی پستول اس کے سر سے لگا رہی تھی۔

وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔جس نے انگلی سے آنکھوں پر چڑھے گاگلز کو ماتھے پر چڑھایا تھا۔

"پلاٹ ٹوئسٹ۔۔۔میں تمہارے سوتیلے کزن کے ساتھ ہوں۔"انتہائی ٹھنڈے لہجے میں اس کے گوش و گزار کرتے ہوئے وہ اسے حیرتوں کے سمندر میں غرق کر گیا تھا۔

"اسے نیچے کرو۔۔"پسٹل سے اشارہ کرتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے انس کو اپنا ہتھیار نیچے کرنے کو کہا۔

وہ بے یقینی سے نوفل کی شکل دیکھ رہا تھا۔جس نے یہاں آتے وقت کہا تھا کے اسے اپنے سیکیورٹی گارڈز لے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔کیوں کے وہ پولیس کی بھاری نفری لے کر جائے گا۔۔جو عبیر کو اریسٹ کرنے کے لئے کافی ہونگے۔

اور انس نے اس کی بات مان لی تھی۔اس نے ضرار اور ضامن کو بھی اپنے ساتھ نہیں آنے دیا تھا۔حالانکے ضرار نے اسے اکیلے جانے سے منع بھی کیا تھا۔

اس نے نظریں یہاں وہاں گھما کر دیکھا تو اس کے ساتھ آئے سارے اہلکاروں نے اپنے اپنے ہتھیار اس پر تانے ہوئے تھے۔جیسے مجرم عبیر نہیں وہ ہو۔

"چلو یہاں سے۔۔"عبیر نے ایک ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے جیکٹ کی اندرنی جیب سے گاگلز نکال کر آنکھوں پر چڑھاتے ہوئے آدم کو ڈرائیونگ کرنے کو کہا جو سر اثبات میں ہلاتے ہوئے فرنٹ ڈور کھول کر اندر بیٹھ گیا تھا۔۔ سرمد اپنی گاڑی کی جانب بڑھ چکا تھا۔ کچھ باڈی گارڈز حتان نے زبردستی ان کے ساتھ بھیجے تھے۔ عبیر انھیں ساتھ لے جانے کو راضی نہیں تھا۔ لیکن حتان کے سامنے اس کی ایک نہیں چلی تھی۔

عبیر کو گاڑی کا دروازہ کھولتے دیکھ انس نے اپنا پسٹل والا ہاتھ دوبارہ سے اٹھایا تھا۔ تبھی وہ سائیڈ سے ہٹ کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

"عبیر بھائی کو قتل کر کے تم بھی ایک قاتل بن جاو گے۔۔ بے شک تم انتقام لینا چاہتے ہو۔۔ لیکن قانون کسی کو ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہے۔۔ اور اگر تم اپنے انتقام میں کامیاب ہو بھی گئے تو میں تمہیں پھانسی یا عمر قید تک پہنچنے سے پہلے ہی گولی مار دوں گا۔۔ اور مجھ پر کوئی چارج بھی نہیں لے گا۔۔ میں پولیس آفیسر ہوں تو میرے پاس تمہیں مارنے کے لیے جواز بہت ہیں۔۔۔ باقی تم خود سمجھدار ہو۔۔"

پسٹل والے ہاتھ سے ہی نے تمام اہلکاروں کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا جو الٹے قدموں پیچھے ہٹتے ہوئے اپنے ہتھیار بھی نیچے کر گئے تھے۔

"تمہارے پاس کوئی ثبوت کوئی گواہ۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے جو عبیر بھائی کو مجرم ثابت کر سکے۔۔ تم صرف شک کی بنیاد پر ان پر الزامات عائد نہیں کر سکتے۔۔"

"اس نے خود کہا ہے کے اس نے گولی چلائی ہے۔۔ کیا تمہیں اس کی بات پر بھی یقین نہیں ہے؟؟"پسٹل زمین پر مارتے ہوئے وہ ایک دم سے دھاڑا تھا۔

"اس ایک انسان کو بچانے کے لیے تم لوگ کس حد تک جاو گے؟؟"

"بے شک انھوں نے گولی چلائی تھی۔۔ لیکن جن گولیوں کا شکار تمہارے پیرنٹس ہوئے ہیں وہ عبیر بھائی کی پسٹل کی گولیاں نہیں تھیں۔"

"گھڑ لو۔۔ جتنی چاہے جھوٹی کہانیاں گھڑ لو اس کو بچانے کے لیے۔۔ لیکن میں جانتا ہوں حقیقت کیا ہے۔۔"

"حقیقت نا تم جانتے ہو۔۔اور نہ ہی عبیر بھائی۔۔وہ بھی اسی گلٹ میں ہیں کے انھوں نے قتل کیا ہے۔۔لیکن میرے پاس ثبوت موجود ہیں۔جو انھیں بے گناہ ثابت کرتے ہیں۔۔اس بات سے عبیر بھائی بھی انجان ہیں۔۔تم غصے اور بد گمانی کی پٹی اپنی آنکھوں پر سے ہٹا دو تو میں وہ سارے ثبوت تمہیں دکھانے کو تیار ہوں۔۔"

"مجھے تمہاری کسی بات پر یقین نہیں ہے۔۔دفع ہو جاو یہاں سے۔"

ایک ایک لفظ اس نے چباتے ہوئے ادا کیا تھا۔سلگتی نگاہوں سے نے دھول اڑاتی دور جاتی عبیر کی گاڑیوں کو دیکھا تھا۔

"تم میرے بھائی کو قتل کرنے لگے تھے انس۔۔تمہیں اندازہ بھی ہے تم کیا کرنے لگے تھے؟؟"بپھرے ہوئے شیر کی طرح اس کی طرف بڑھتے ہوئے وہ اس کی گردن دبوچ لینا چاہتا تھا۔لیکن نوفل نے ایک ہی جست میں اسے پیچھے سے پکڑ کر قابو کر لیا تھا۔

"چھوڑو مجھے۔۔میں اس دھوکے باز کی جان لے لوں گا۔۔"نوفل کی سخت گرفت کو توڑنے کی وہ بھرپور کوشش کر رہا تھا۔

"ہوش میں آو سالار۔۔کیا کر رہے ہو تم؟"نوفل نے غصے سے اسے پیچھے دکھیلا۔۔

"اس نے غلط بیانی کی میرے ساتھ۔۔مجھے دھوکا دیا اس نے۔۔جھوٹ بولا اس نے مجھ سے کے اس نے بھائی کو معاف کر دیا ہے۔۔"

اس کی آواز کی طرح اس کی آنکھیں بھی زخم زخم ہو رہی تھیں۔

"ٹھیک کیا اس نے۔۔سب کو اپنا انتقام لینے کا حق ہے۔۔وہ کیسے اپنے ماں باپ کے قاتل کو معاف کر سکتا ہے؟۔۔"

"تم پھر اس کا ساتھ دے رہے ہو؟"

"میں اس کا ساتھ ہر گز نہیں دے رہا ہوں۔۔صرف اسے وہ حقیقت دکھانا چاہتا ہوں جس سے یہ انجان ہے۔۔اگر تو عبیر بھائی سچ میں قاتل ہوتے۔۔انھیں بچانے کے لیے سب سے آگے میں کھڑا ہوتا۔۔انھیں بچانے کے لیے اگر مجھے انس کی جان بھی لینی پڑتی تو خدا کی قسم میں دریغ نہیں کرتا۔۔"

وہ بڑبڑاتے ہوئے ان دونوں پر دو حرف بھیجتے ہوئے دونوں ہاتھوں میں بالوں کو جکڑے اپنی گاڑی کی سمت بڑھنے لگا تھا۔لیکن درمیان میں ہی وہ سارے اہلکار دیوار بن کر کھڑے تھے۔

"سائیڈ پر ہٹو۔۔منہ توڑ دوں گا میں تمہارا۔۔" وہ بھڑکتے ہوئے بولا تو وہ سب نوفل کی طرف دیکھنے لگے جس کی طرف سے گرین سگنل ملنے پر انھوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا تھا۔ہاتھ کی پشت سے اس نے اپنی سرخ آنکھوں کو رگڑ ڈالا تھا۔

نوفل کی بات پر اسے رتی بھر بھی بھروسہ نہیں تھا۔وہ جانتا تھا اس کے ماں باپ کا قاتل عبیر ہی ہے۔اور بہت جلد وہ اس کی جان اپنے ہاتھوں سے لے گا۔

"پھر کیا تھا یہ سب؟ یہ کیا تماشہ تھا؟اتنے عرصے سے کیا ڈھونگ مچایا ہوا تھا تم نے؟"

"تم شروع سے عبیر بھائی کے ساتھ تھے۔؟انس کے ساتھ ہمدردی کرنے کا ڈرامہ کیا تم نے؟اس کی ساری باتیں سارے راز جا کر تم نے انھیں بتائے۔۔میں کیسے تمہارے جیسے دھوکے باز پر اعتبار کروں؟" طیش کی انتہاؤں کو چھوتے ہوئے اس نے ایک مکا نوفل کے منہ پر مارا تھا۔جس سے اس کے قدم پیچھے کو لڑکھڑائے تھے۔

"بلکل۔۔میں شروع سے عبیر بھائی کے ساتھ ہی تھا۔میں انھی کے لئے کام کرتا ہوں۔۔اور تمہارے پاس مجھ پر یقین کرنے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔"

وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے مضبوط لہجے میں بولا۔۔

****

اسے اپنے آفس میں آئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی۔اس کا پورا وجود جیسے کسی ان دیکھی آگ میں جل رہا تھا۔سرخ چہرہ بھی بھانپ چھوڑ رہا تھا۔میز پر پڑے کانچ کے جگ میں سے گلاس میں پانی انڈیل کر اس نے لبوں سے لگایا ہی تھا تبھی بھاری گلاس وال دھکیل کر وہ طوفان بنا اندر داخل ہوا تھا۔ایک ہی جست میں اس کے قریب پہنچ کر اس کے گھونسا انس کے چہرے پر مارا تھا۔گلاس اس کے ہاتھ سے گرتا ہوا چکنا چور ہو چکا تھا۔خود وہ پیچھے کی جانب لڑکھڑایا تھا۔لیکن اس کے گرنے سے پہلے ہی سالار نے اس کا کالر دبوچ کر پے در پے کئی گھونسے اس کے منہ پر مارتے ہوئے اسے لہولہان کر دیا تھا۔اس کی ناک اور ہونٹ سے خون بہتا ہوا گریبان پر گر رہا تھا۔لیکن پھر بھی وہ کوئی مزاحمت نہیں کر رہا تھا۔نہ ہی اسے روک رہا تھا۔نہ اسے کچھ کہہ رہا تھا۔جبکے سالار کے سر پر تو

جیسے خون سوار تھا۔اس کے کمرے کی دیواریں گلاس کی بنی ہوئی تھیں۔جب باہر موجود اسٹاف نے اندر کا ممبر دیکھا تو بھاگتے ہوئے وہاں داخل ہوئے تھے۔

وہ میز سے ٹیک لگائے نیچے نڈھال سا بیٹھا تھا۔"جس دن تمہارے ماں باپ مرے تھے تمہیں بھی ان کے ساتھ ہی مر جانا چاہئے تھا۔" کھینچ کر ٹائی کی ناٹ لوز کرتا ہوا وہ زہر خند سے لہجے میں پھنکارتے ہوئے بولا۔

"شرم آرہی ہے مجھے کے میں نے تم پر یقین کر کے اپنے بھائی کو دھوکا دیا۔شرم سے زیادہ مجھے غصہ آرہا کے میں نے تم جیسے انسان کو اپنا دوست بنایا۔"

اس نے اپنا ڈارک بلیو کوٹ بھی اتار کر پھینک دیا تھا۔آگ کی زنجیریں اسے اپنے گرد گھیرا تنگ کرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔اپنی ریزورڈ نیچر کہ وجہ سے اس کے کبھی کسی انسان کو اپنے قریب نہیں ہونے دیا تھا۔نہ کبھی کوئی دوست بنایا تھا۔ہر شخص کو وہ ایک حد تک ہی رکھتا تھا۔لیکن زندگی میں پہلی بار اس نے اپنی قائم کی ہوئی حدود کو انس غازی کے لئے توڑ دیا تھا۔

وہ اس پر بھروسہ کرنے لگا تھا۔اسے اپنا سچا دوست ماننے لگا تھا۔انس سے دوستی کرنے کے بعد ہی اسے دوست کا اصل مطلب سمجھ آیا تھا۔لیکن جس انس نے اس کے ساتھ کیا تھا اسے لفظ دوست سے ہی نفرت ہونے لگی تھی۔اسے خود پر طیش آرہا تھا کے اس انسان کے لئے اس نے اپنے رولز کیوں توڑ دئے تھے۔

اسے اپنا دوست کیوں بنایا تھا۔

"انس سر۔۔"اس کا مینیجر بھاگتا ہوا اس کے قریب آیا تھا۔جس کے پیچھے باقی کا اسٹاف بھی داخل ہوا حیرانگی سے کبھی نڈھال پڑے انس کو دیکھ رہے تھے تو کبھی اشتعال ضبط کرتے سالار کو۔

"میں ٹھیک ہوں، تم لوگ باہر جاو۔۔"ہاتھ کی پشت سے پھٹے ہونٹ کے کنارے سے نکلتے ہوئے خون کو اس نے صاف کرتے ہوئے کہا۔اسکی آواز بھی اس کے وجود کی طرح نڈھال سی لگ رہی تھی۔

"آپ ٹھیک نہیں ہیں آپ کا خون بہہ رہا ہے۔سالار سر نے آپ کو کیوں مارا ہے؟"وہ اس کے پاس بیٹھا تشویش سے بول رہا تھا۔

"وہ کچھ ناراض ہے مجھ سے۔۔ابھی اس کا غصہ اتر جائے گا۔تم ان سب کو باہر لے جاو۔اور اس کے لیے کافی بھیج دینا۔"

"غصہ اتر جائے گا؟" وہ بے یقینی سے انس کو دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ آنکھ کے اشارے سے وہاں موجود سارے اسٹاف کو باہر نکلنے کے لئے کہا۔ خود بھی باہر جاتے ہوئے اس نے بس ایک نگاہ سالار پر ڈالی تھی۔ جس کے چہرے پر پتھروں کی سی سختی تھی۔ اس نے تو ان دونوں کو ہمیشہ ایک خوشگوار ماحول میں ہی گفتگو کرتے دیکھا تھا۔ وہ دونوں تو جب بھی ساتھ ہوتے تو کتنے اچھے لگا کرتے تھے۔

وہ کتنی بری طرح انس کے ساتھ پیش آیا تھا لیکن وہ پھر بھی اس کی فکر کرنا نہیں چھوڑ رہا تھا۔

"تم ایک آخری احسان کرو مجھ پر۔ ہماری زندگیوں سے کہیں دور چلے جاو۔ اتنی دور کے کبھی ہمیں تمہاری شکل بھی نہ دیکھنی پڑے۔۔ میں نہیں چاہتا تمہارا سعدین حویلی سے کوئی بھی تعلق رہے۔۔ ریشام کو طلاق دو اور دفع ہو جاو تم۔ تمہارے جیسے نیچ انسان کے نکاح میں اسے رہنے نہیں دوں گا میں۔"

اس کی ایک ایک بات انس کے اندر خنجر کی طرح اتری تھیں۔ میز کی سطح کو پکڑ کر وہ کھڑا ہوا۔ پھر ٹشو باکس سے چند ٹشوز کھینچ کر اس نے اپنے زخمی ہونٹ پر رکھے۔ راکنگ چیئر پر بیٹھتے ہوئے سر پیچھے کو گرایا تاکے ناک سے نکلنے والا خون رک سکے۔

"تمہیں سمجھ آ رہی ہے میں جو بکواس کر رہا ہوں؟" اسے خاموش بیٹھے دیکھ کر وہ پھر دھاڑتا ہوا بولا۔ اس کی آنکھوں میں شعلے دہک رہے تھے۔

"بولتے رہو، میں سن رہا ہوں۔"

وہ اس انداز میں بولا جیسے اسے سالار کی کسی بات سے کوئی فرق ہی نہیں پڑ رہا ہو۔ وہ ابھی بھی اتنا کالم تھا۔ اور یہی بات اس کے اشتعال میں مزید اضافہ کرتی جا رہی تھی۔

"تمہیں ذرا سی بھی شرمندگی نہیں ہے اپنے عمل پر؟ جو تم نے میرے ساتھ کیا ہے اس کے لیے تمہیں کوئی ندامت، کوئی افسوس نہیں ہے۔" میز کی سطح پر دونوں ہاتھوں کو سختی سے جمائے وہ دوسری جانب بیٹھے انس کو شعلہ بار نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ میز پر اس کی گرفت اتنی سخت تھی کے وائٹ ڈریس شرٹ کی آستین سے نکلتے اس کے مضبوط و توانا بازوؤں کی نیلی رگیں بھی ابھری ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں اس وقت جو خون تمہارے سر پر سوار ہے تم میری جان لینے سے بھی دریغ نہیں کرو گے۔ لیکن میں چاہتا ہوں تم غصہ مت کرو۔ غصے میں پاگل ہو کر تم سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیتیں کھو دیتے ہو۔"

"میں تمہیں پہلے بھی بارہا کہہ چکا ہوں۔ مجھے صرف تمہارے بھائی سے نفرت ہے۔ تم سے نہیں ہے۔ تمہیں میں نے دل سے اپنا دوست مانا تھا۔ آج بھی مانتا ہوں۔ اور ہمیشہ تم میرے دوست ہی رہو گے۔"

"دوست؟ میری پیٹھ میں چھرا گھونپتے ہوئے تمہیں یاد نہیں آیا تھا کے میں تمہارا دوست ہوں۔؟ تم جس انسان کو مارنا چاہتے تھے وہ میرا سگا بھائی ہے۔ میرا خون ہے۔ تم جانتے تھے میں پاگلوں کی طرح اسے واپس گھر لانے کی کوشش کر رہا تھا اس کے باوجود بھی تم اسے قتل کرنے لگے تھے۔"

"میری نیت اسے قتل کرنے کی نیت نہیں تھی۔"

"میری آنکھوں کے سامنے تم نے ان پر پسٹل تانی تھی۔ تم جھوٹ بول بھی کیسے سکتے ہو؟" اس نے بے انتہا اشتعال میں زور سے اپنے دونوں ہاتھوں کو اس کانچ کی بنی میز پر مارا تھا۔ اس کی گردن کی رگیں بھی ابھر آئی تھیں۔

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ میں اسے مار نہیں سکتا تھا۔"

"پسٹل کیوں تانی تھی پھر؟ کیا انھیں زخمی کرنا چاہتے ہیں۔؟ انھیں گولیاں مار کر انھیں مفلوج کرنا چاہتے تھے۔ تاکے نہ وہ زندہ میں شمار رہیں اور نہ مردوں میں؟"

"یہی نیت تھی تمہاری۔؟" اس نے سلگتی سی نظروں کے ساتھ غراتے ہوئے پوچھا لیکن وہ خاموش رہا۔ وہ کچھ نہیں بولا۔ وہ سالار کو کچھ بول بھی دیتا تو اسے کچھ سمجھ نہیں آتا۔ اس نے خاموش رہنے کو ہی ترجیح دی تھی۔

"تم میرا یقین کرو یا نہ کرو۔ لیکن سچ یہی ہے جو میں تمہیں بتا رہا ہوں۔ میں اسے جان سے مارنا نہیں چاہتا تھا۔"

اس کی پھر وہی بات کرنے پر اس نے ضبط کی انتہاؤں کو چھوتے ہوئے دونوں ہاتھوں میں اپنے بال نوچ ڈالے تھے۔ گہری سانسیں خارج کرتا وہ اپنے غصے کی اٹھتی لہروں کے سامنے بے بس ہوتے ہوئے اپنا کنٹرول کھو رہا تھا۔ اس کی خوبصورت آنکھوں میں گلابی ڈورے سے دکھائی دے رہے تھے۔

Mahira Zaynab Khan Novel

گال اور پیشانی پر ہاتھ کی پشت پھیرتے ہوئے اس نے اپنی سرخ پڑتی آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑیں۔

"جانتے ہو تم نے مجھے سکھایا ہے کے اس دنیا میں کسی کو دوست بنانے اور اس پر اعتبار کرنے کے بجائے اپنے ہاتھ سے خود کو گولی مار لینا چاہئے۔اور تمہارے جیسے انسان پر تو مر کر بھی بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔"

ایک ایک لفظ کو اس نے سختی سے چباتے ہوئے ادا کیا تھا۔ تبھی انس کا سیکرٹری ایک ٹرے میں بڑا سا کافی کا بھانپ اڑاتا مگ رکھے جھجھکتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔ سالار تو اسے اپنے حواسوں میں ہی نہیں لگ رہا تھا۔ جسے دیکھ کر وہ کچھ خوف کا شکار ہو رہا تھا۔

"یہاں رکھ دو۔" انس نے اسے مگ میز پر رکھنے کو کہا۔ جیسے ہی وہ آگے بڑھا۔اس کے مگ اٹھانے سے پہلے ہی سالار نے اسے جھپٹ کر فرش پر دے مارا تھا۔

"دفع ہو جاو یہاں سے۔" وہ جس انداز میں دھاڑ کر بولا تھا۔ وہ سیکریٹری لمحے کی دیر کئے بنا وہاں سے بھاگا تھا۔ دونوں ہاتھوں میں اپنی گردن تھامے وہ گرنے کے سے انداز میں کاوچ پر بیٹھا۔اس کا تنفس تیز ہو رہا تھا۔ بھلانے سے بھی وہ منظر اس کی نظروں کے سامنے سے ہٹ نہیں رہا تھا جب انس کتنی سفاکیت سے عبیر کو قتل کرنے لگا تھا۔اور پھر بھی وہ اس کے منہ پر صاف انکار کر رہا تھا کے اس کا مقصد عبیر کی جان لینا نہیں تھا۔

خون میں بھرے ٹشوز پھینک کر وہ گہری سانس بھرتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر اس کی طرف آیا جو دونوں ہاتھوں میں بالوں کو دبوچے گردن کو جھکا کر بیٹھا تھا۔اس کی بند آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔ وہ تو اتنی آسانی سے رونے والوں میں سے نہیں تھا۔ وہ تو دوسروں کو خون کے آنسو رلایا کرتا تھا۔

"کیوں مان توڑا تم نے میرا؟ جب دوست کہا تھا تو دوست سمجھا کیوں نہیں؟ میں نے کسی کو اپنا دوست نہیں بنایا۔ کسی پر کبھی اتنا یقین ہی نہیں کیا کے وہ مجھے دھوکا دے سکے۔ مجھے منافقت سے نفرت ہے۔ سامنے سے ہاتھ ملانے والے اور پیٹھ پیچھے چاقو گھونپنے والوں سے میں انتہا کی نفرت کرتا ہوں۔ لیکن میں جب تم سے ملا۔۔ مجھے تم دنیا کے باقی لوگوں سے مختلف لگے۔ میرے دل نے کہا تم پر اعتبار کر لینا چاہئے۔ محبت کے بغیر زندگی گزاری جا سکتی ہے۔ لیکن دوستی کے بغیر نہیں۔ اگر زندگی میں کوئی دوست نہ ہو تو وہ زندگی ہی بے معنی ہوتی ہے۔ تم سے ملنے سے پہلے میری زندگی بھی ویران تھی۔۔ لیکن۔۔" اس نے گردن اٹھا کر اپنے سامنے کھڑے انس کو دیکھا۔اس دفعہ اس کے لفظوں میں اشتعال نہیں تھا۔ تکلیف تھی۔ گہرا دکھ تھا۔ ملال تھا۔اس کی نم آنکھیں شکوہ کناں تھیں۔

"مجھے نہیں پتا تھا تم میرے ساتھ ایسا کرو گے۔ تمہارے اس عمل نے جتنی تکلیف مجھے دی ہے اس کا اندازہ تم لگا بھی نہیں سکتے۔"

"میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔ اپنے ہر اس عمل کے لئے جس نے تمہیں رنج پہنچایا۔" وہ ندامت بھرے انداز میں بول رہا تھا۔ جبکے سالار نے بے ساختہ نفی میں سر ہلایا۔

"ہمیں دوست نہیں بننا چاہئے تھا۔ میرا بھائی تمہارا مجرم ہے۔ تمہیں مجھ سے بھی اتنی ہی نفرت کرنی چاہئے جتنی میرے بھائی سے کرتے ہو۔"

"میں تم سے نفرت نہیں کر سکتا۔" وہ بے ساختہ بول اٹھا۔

"ہم دوست نہیں رہ سکتے۔ انھوں نے مجھے طعنہ دیا کے میں نے تمہاری وجہ سے انھیں چھوڑا۔ انھیں دھوکا دیا۔ جو میں نے بھائی کے ساتھ کیا تم نے وہی میرے ساتھ کیا۔۔ تم اب میرے لئے قابل اعتبار نہیں رہے ہو۔۔"

وہ انتہائی سرد لہجے میں سنجیدگی سے کہتے ہوئے اٹھ کھڑا۔

"میں تمہارے اس عمل کے بارے میں حویلی میں کوئی ذکر نہیں کروں گا۔۔ میں چاہتا ہوں جتنی جلدی ہو سکے تم ریشام کو ڈائیورس دو۔۔ تمہاری بہن کے ساتھ جو فاز کی منگنی ہوئی تھی اسے بھی ختم کرو۔۔ تمہارا ہماری زندگیوں سے چلے جانا ہی بہتر ہے۔"

"کیا تمہیں یہ فیصلے کرنے کا حق ہے؟" انس کے استفسار پر اس نے ابرو اٹھاتے ہوئے اسے دیکھا۔

"میرے علاوہ اور کسے ہے؟ میں حویلی کا بڑا بیٹا ہوں۔ عبیر کی جگہ اب میری ہے۔ یہی کہا تھا نا تم نے؟ لیکن میں نے کبھی تمہاری بات تسلیم نہیں کی۔ کبھی عبیر بھائی کی جگہ لینے کا سوچا بھی نہیں۔ صرف ان کی کمی کو پورا کرنے کی ناکام سی کوشش کی تھی لیکن آج۔۔۔ آج میں وہ اپنا حق استعمال کروں گا۔۔ آج تمہیں پتا چلے گا عبیر غازی کی جگہ کی اصل طاقت اور اہمیت کیا ہے۔" اس نے لفظوں کو چباتے ہوئے ادا کیا تھا۔

"کیا ضروری ہے کے ہمارے درمیان کی تلخ کلامی کی زد میں باقی لوگوں کو بھی ڈسٹرب کیا جائے۔؟"

"تلخ کلامی؟ تمہیں یہ ابھی بھی تلخ کلامی لگ رہی ہے؟میرا بس نہیں چل رہا میں تمہارا وجود گولیوں سے چھلنی کر دوں۔۔لیکن مجبوریوں نے میرے ہاتھ باندھ رکھے ہیں۔۔تم سے انتقام لینے کا موقع مجھے ملا تو میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔سالار کے چہرے پر غضب اور اشتعال تھا۔وہیں انس کے چہرے پر صرف چوٹوں کے نشان اور ناک اور ہونٹوں سے بہتا ہوا خون جم چکا تھا۔اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے دھکیل کر اپنے سامنے سے ہٹاتے ہوئے اس نے جھک کر اپنا کوٹ اٹھا کر اسے جھاڑا پھر پہنتے ہوئے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

****

وہ بے وقت سونے کا عادی نہیں تھا۔لیکن شام کے ساڑھے پانچ بجے حتان نے اس کے کمرے کی ساری لائٹس روشن کر کے اسے بیدار ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔

"کسی سوئے ہوئے انسان کو بلاوجہ اٹھانے کی کوئی سزا نہیں ہے تمہارے قانون میں؟"اس نے نیند بھری آنکھوں سے گھورتے ہوئے تکیہ اٹھا کر اسے پھینک مارا تھا۔"میں نے تمہیں کہا تھا نا آج سفیان انکل لے گھر ایونٹ پر جانا ہے۔؟بھول گئے تم؟"

"میرا جانا ضروری ہے؟"اس نے بیزاری سے پوچھا۔یقیناً وہ بھولا نہیں تھا۔

"انھوں نے تمہیں خاص طور انوائیٹ کیا ہے۔تمہیں لازمی جانا چاہئے۔"

"میرا موڈ نہیں۔"

"خاموشی سے میرے ساتھ چلو۔۔ہمیشہ اتنے بیزار رہتے ہو۔"

"میں سچ میں نہیں جانا چاہتا۔تم جاو انجوئے کرو۔"وہ اکتاہٹ سے بولا۔

"اگر تم نہیں جاو گے تو میں سمجھوں گا کے تمہارے نزدیک میری کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

"اتنی سی بات کی وجہ سے تم ہماری دوستی کو درمیان میں لا رہے ہو؟"دونوں ہاتھوں کی کہنیاں بیڈ پر ٹکائے ان کے سہارے لیٹا وہ کچھ ناراضگی سے بولا۔

"اتنی سی بات کو تم نے بھی تو ضد بنا لیا ہے۔"اب کے حتان نے کچھ سنجیدگی سے کہا۔

عبیر نے کچھ کہنا چاہا تو اس نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔ "اٹس اوکے۔ اگر تم نہیں جانا چاہتے تو کوئی مسئلہ نہیں۔ پہلے کبھی کون سا تم نے میری بات سنی ہے۔" ہلکی سی بے تاثر سی مسکراہٹ لبوں پر سجا کر کہتے ہوئے وہ دروازہ بند کر کے وہاں سے چلا گیا تھا۔

"بیویوں کی طرح نخرے کرتا ہے۔"

پیچھے عبیر گہری سانس بھر کر بیڈ سے اٹھتے ہوئے بڑبڑاتا ہوا وارڈروب کھول کر کھڑا ہو گیا۔ جہاں فارمل اور کیجوئل کتنے ہی کپڑے لٹکے ہوئے تھے۔ اس نے سفید رنگ کے کاٹن کے شلوار قمیض کا ہینگر باہر نکالا تھا۔

ریڈی ہو کر کف لنکس لگاتا ہوا جونہی سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے آیا وہاں کھڑے حتان کے چہرے پر مسکراہٹ جھلک دکھلا کر غائب ہوئی تھی۔

خود اس نے سیاہ رنگ کے شلوار قمیض پر سیاہ ہی شال کندھوں پر پھیلا رکھی تھی۔

"میری وارڈروب سے کریم کلر والی شال نکال کر لاؤ۔" اس نے عبدل سے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتا ہوا چلا گیا۔

"اچھا تو تم چل رہے ہو؟" عبیر کے نیچے پر اس نے مصنوئی حیرانگی سے دریافت کیا۔ "صرف اس لیے جا رہا ہوں تاکے آئندہ تم یہ شکوہ نہ کرو کے میں تمہاری کوئی بات نہیں سنتا۔" اس کا انداز روکھا اور سپاٹ ہی تھا۔

"مجھے نہیں پتا تھا میرا یہ طعنہ اتنا کارگر ثابت ہو گا۔" وہ محفوظ سے لہجے میں بولا۔ جیسے عبیر کی کمزوری اس کے ہاتھ آ گئی ہو۔

جبھی عبدل نے شال لا کر حتان کی جانب بڑھا دی تھی۔ جس نے اسے کھولتے ہوئے عبیر کی جانب آ کر اس کے کندھوں پر پھیلا دی تھی۔

وائٹ بے داغ لباس کے ساتھ کریم کلر کی کھیڑی اور اسی رنگ کی شال میں اس کا اونچا لمبا قد اور بھی نمایاں ہو رہا تھا۔ اس پر متزاد سائیڈ کی مانگ نکال کر بنائے گئے گھنے بالوں کی کچھ نوکیں پیشانی پر بکھر آ رہی تھی۔ مغرور سے نقوش کے ساتھ چہرے پر سجی ہلکی سی بئیرڈ اس کی وجاہت کو اور بڑھا رہی تھی۔

سفیان سہگل کے بڑے سے بنگلے کا دروازہ چوپٹ کھلا تھا۔ جس کے وسیع لان میں محفل کا اہتمام کیا گیا تھا۔ایک طرف بڑا سا اسٹیج بنا ہوا تھا۔ جہاں قالین اور فلور کشنز کے ساتھ کافی اچھی سٹنگ ارینجمنٹ کی گئی تھی۔ جہاں کچھ قوال براجمان اپنے مائیک اور میوزیکل انسٹرومنٹ سیٹ کر رہے تھے۔ اسٹیج سے کچھ فاصلہ درمیان میں چھوڑ کر وی وی آئی پی صوفے، چیف گیسٹس کے لئے رکھے گئے تھے۔ان کے پیچھے دور تک کوئی میز اور کرسیاں پڑی تھیں۔ کونے میں ہی ایک طرف لائیو کوکنگ کا انتظام تھا۔ جہاں سے خوشبوؤں کے مرغولے سے اٹھتے فضا میں تحلیل ہو رہے تھے۔ جس کے پاس ہی بوفے بھی لگا تھا۔

گہری سیاہ رات کی تاریکی کو وہاں موجود روشنیوں کے انتظام نے ماند کر رہا تھا۔ جگہ جگہ مصنوعی پلرز کھڑے کر کے ان کے گرد لائٹس لپیٹ رکھی تھیں۔ میڈیا کے نمائندے بھی خاصی تعداد میں وہاں رپورٹنگ کرتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

کچھ ڈرون کیمرے بھی فضائوں میں اڑتے ایک ایک منظر کو قید کرنے میں کوشاں تھے۔

مہمانوں کی آمد و رفت بھی جاری و ساری تھی۔ وہ دونوں ایک ساتھ ہی صوفے پر براجمان تھے۔ محفل کا آغاز ہو چکا تھا۔ حتان تو جب سے آیا تھا کسی نہ کسی سے محو گفتگو ہی تھا۔ ایک عبیر تھا جس نے اپنی جگہ سے اٹھنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔ اس سے ملنے کی چاہ رکھنے والے خود ہی اس تک آ رہے تھے۔

اسٹیج اور صوفوں کے درمیان جو فاصلہ تھا اب وہاں کچھ نوجوانوں کا رش لگ چکا تھا۔ ہاتھوں میں نوٹوں کی گڈیاں لئے وہ قوال کے بولوں پر سر دھنتے ہوئے اڑا رہے تھے۔

میوزک کی تیز آواز لڑکوں کی بلند آواز میں دی جانے والی داد نے ماحول کو رنگین بنا دیا تھا۔ حتان کو اس طرح کی محفلیں کافی پسند تھیں۔ جبکے عبیر کو گھٹن ہوتی تھی۔ ابھی بھی وہ بس مارے باندھے ہی بیٹھا تھا۔

حتان کی طرح نوفل آدم اور سرمد نے بھی سیاہ رنگ کا لباس ہی پہن رکھا تھا۔ بلکے وہاں موجود زیادہ تر مہمانوں نے اسی طرح کے سیاہ رنگ یا پھر ڈارک کلرز کا انتخاب کر رکھا تھا۔ وہ واحد تھا۔ جس نے سفید رنگ زیب کیا ہوا تھا۔ گہری سیاہ رات میں آسمان پر چمکتے اکلوتے چاند کی مانند وہ اس محفل کی جان بنا ہوا تھا۔

وہ تینوں بھی کافی گڈیاں ہاتھوں میں پکڑے اسٹیج کے سامنے کھڑے قوالوں پر لٹا رہے تھے۔ عبیر نے پہلی دفعہ انھیں کھل کر اتنا انجوئے کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ جو خود بھی اب ساتھ ساتھ گا رہے تھے۔

حتان بھی اٹھ کر ان کے ساتھ جا کر شامل ہو گیا تھا۔ بڑے سے صوفے پر وہ تنہا۔ ایک پیر ترچھا کر کے دوسرے پیر کے گھٹنے پر جمائے انھیں دیکھ رہا تھا۔

دغا باز ہو تم ستم ڈھانے والے۔۔

فریب محبت میں الجھانے والے۔۔

زوردار تالیوں اور سیٹیوں کے درمیان کئی پر جوش سی آوازیں ایک ساتھ انھی بولوں کو دہرائے جا رہی تھی۔

عبیر نے انگوٹھے اور انگلی سے نامحسوس انداز میں اپنی پیشانی کو دبایا تھا۔ اس کے سر کے کچھ حصوں میں ہلکی ہلکی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ اس طرح کا بے ہنگم شور اس کی سماعتوں پر بھاری ثابت ہو رہا تھا۔ اسے ڈر تھا کے اس کا درد شدت نہ اختیار کر لے۔ ورنہ اس کا وہاں بیٹھا محال ہو جاتا۔

جبھی ایک ویٹر اس کے پاس آیا تھا۔ ٹرے میں موجود کافی کا مگ مودب سے انداز میں اسے پیش کیا تو اس نے چونکتے ہوئے مگ پکڑ لیا تھا۔ اسے حتان نے ہی بھیجا تھا۔ کیوں کے وہ اسے دیکھ چکا تھا بار بار پیشانی مسلتے ہوئے۔

بھاپ اڑاتے گرم کافی کے مگ کو لبوں سے لگا کر اس نے گھونٹ بھرا تو پورے وجود میں سرشاری اور سکون سا سرائیت کر گیا تھا۔

اعصاب کچھ پر سکون ہوئے تو وہ پیچھے کو ٹیک لگا کر آرام دہ انداز میں بیٹھا۔ اب کے وہ محفل میں شریک لوگوں کی جانب متوجہ ہوا جو اپنے ہی آپ میں مگن تھے۔ اس کی بے ارادہ سی نگاہ اس گروپ کی جانب اٹھی تھی جو تین لڑکیوں پر مشتمل تھا۔ وہ تینوں بوفے سے کچھ دور سوفٹ ڈرنک کے کانچ کے گلاسز ہاتھوں میں پکڑے باتوں میں مشغول تھیں۔ عبیر کی نگاہ باقی دونوں لڑکیوں کو چھوڑ کر صرف ایک چہرے پر جمی تھی۔ سیاہ رنگ کی شیفون کی ساڑی کے ساتھ اس نے سیاہ ہی اونچی ہیلز پہن رکھی تھیں۔ بلاوز کی آستین کہنیوں سے کچھ آگے تک تھیں۔ جن کے آگے سبز رنگ کی ڈھیروں کانچ کی چوڑیاں پہن رکھی تھیں۔ سنہرے بالوں میں لوز کرلز ڈال کر ان کا میسی سا ڈھیلا جوڑا بنایا ہوا تھا۔ جس میں سے آوارہ لٹیں اس کے چہرے کے دائیں بائیں جھول رہی تھیں۔ اسمو کی میک اپ کے ساتھ ریڈ کلر کی چمکتی ہوئی لپ اسٹک اس کے ہونٹوں پر سجی ہوئی تھی۔

دائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں زمرد کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ نازک سی گردن میں بھی زمرد کا بنا ہوا چوکر پہنا ہوا تھا۔ جس کے اطراف چھوٹے چھوٹے سے ڈائمنڈز جڑے ہوئے تھے۔

ساڑی کا پلو ایک کندھے پر پن اپ کئے اس نے اسی بازو پر اسے پھیلا کر اوڑھا ہوا تھا۔ جسے پیچھے سے گزار کر دوسرے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔

عبیر کو لگتا تھا وہ اس طرح کی ایشین ڈریسنگ میں نابلد ہو گی۔ کیوں کے اس نے کبھی سنبل کو شلوار قمیض یا فراک پہنے نہیں دیکھا تھا۔ کجا کے شیفون کی ساڑھی؟ لیکن وہ جس ناز و ادا سے اس ساڑھی کو کیری کیے کھڑی تھی۔ دیکھنے والوں نے ستائشی نظروں سے ہی دیکھا تھا۔ اپنے چہرے پر کسی کی نظروں کی تپش محسوس کر کے گردن اٹھا کر بڑی بڑی سبز آنکھوں نے اطراف میں دیکھا تھا۔ آتے جاتے وہاں کافی لوگ تھے۔ اس کی کاجل سے لبریز آنکھوں میں الجھن اور تجسس دونوں تھا۔ وہ ان نظروں کو ڈھونڈ نہیں پا رہی تھی۔ جس کی نرم گرم سی تپش وہ اپنے چہرے کو جھلساتی محسوس کر رہی تھی۔

شفاف سی گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ دوبارہ اپنی کولیگز کی جانب متوجہ ہو گئی تھی۔

"ہیلو بیوٹی فل!"

جبھی پیچھے سے ایک بھاری شوخ سی آواز ابھری تو سنبل نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ نیوی بلیو شلوار قمیض میں ملبوس شعیب باجوہ کو دیکھ کر اس کے لبوں پر مسکراہٹ ابھری تھی۔ "ہیلو مسٹر ہینڈسم۔۔" سنبل نے جواباً اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا تو اس نے سیدھے ہاتھ میں اسے تھام کر ہلکا سا دباؤ ڈال کر چھوڑ دیا تھا۔

"ویسے سچ کہوں تو پہلی نظر میں 'میں تمہیں پہچان ہی نہیں پایا تھا۔۔ مطلب تمہیں ساڑھی میں دیکھنا میں نے کبھی بھی امیجن نہیں کیا تھا۔"

وہ اس کی خوبصورتی سے متاثر نظر آ رہا تھا۔

سنبل کو دوبارہ اپنے چہرے پر تپش کا احساس ہوا۔ اس بار وہ چوکی نہیں تھی۔ اپنی طرف اٹھی نظروں کو پہچاننے میں وہ کامیاب ہو گئی تھی۔ لیکن ساتھ ہی اس کے دل کی دھڑکنیں بھی سست پڑی تھیں۔ اس نے کبھی گمان بھی نہیں کیا تھا عبیر غازی۔۔ اس طرح سے۔۔ پوری محفل کو نظر انداز کیے یک ٹک اسے دیکھے گا۔

ہمیشہ کی طرح اس کا چہرہ سپاٹ ہی تھا۔ ہر قسم کے احساس سے عاری۔ لیکن اس کی نظریں۔۔

ان میں کچھ ایسا احساس تھا جو سنبل کو پلکیں جھکانے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ خائف ہو رہی تھی۔ درمیان میں اتنا فاصلہ ہونے کے باوجود بھی اس کی پیشانی پر ننھی ننھی سی پسینے کی بوندیں چمکنے لگی تھیں۔

وہ تو کبھی تنہائی میں بھی اسے ایک نظر دیکھنا گوارا نہیں کرتا تھا۔

اور آج اس پر سے نظریں ہٹانے سے انکاری تھا۔ ہاتھ میں پکڑے سیاہ موتیوں کے کلچ میں سے اس نے ٹشوز نکال کر نا محسوس انداز سے پیشانی کو چھوا تھا۔ شعیب کی کوئی بات اس کے پلے نہیں پڑ رہی تھی۔ وہ محظ ہوں، ہاں میں جبراً مسکراتے ہوئے جواب دے رہی تھی۔ آج اس نے خود کی تیاری پر جو گھنٹے صرف کیے تھے شاید ان کی محنت وصول ہو گئی تھی۔ جس شخص کے لیے خود کو اتنا سجایا تھا۔ اس کا نظر بھر کر مسلسل دیکھنا سنبل کو سمجھا گیا تھا کے وہ اپنی کوشش میں کامیاب ٹھہری ہے۔ اس کا مقصد یہی تھا۔ عبیر غازی کی توجہ کھینچنا۔ کے وہ ساری دنیا کو چھوڑ کر صرف اسے ہی دیکھے۔

لیکن اب جب کے ایسا ہو چکا تھا تو وہ پزل ہو رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا اس نے غلطی کر دی ہے۔ عبیر کی توجہ اس کے لیے جان لیوا ثابت ہو رہی تھی۔ اس کی سنہری نظروں کے آگے اس کا سارا اعتماد جھاگ کی طرح بیٹھ جاتا تھا۔

پردہ دل پوشی،

جام چاہت نوشی

میں عشق کے

سر چڑھ بولوں

یا اوڑھوں خاموشی۔۔

Mahira Zaynab Khan Novel

آواز کو دھیما کر کے۔اور میوزک کو لائٹ کر کے قوال نے ایک نئی غزل کا آغاز کیا تھا۔حتان نے نیلے نوٹوں کی پوری گڈی عبیر کے سر سے وارتے ہوئے قوال کے اوپر اڑا دیے تھے۔اس کی دیکھا دیکھی باقیوں نے بھی غزل کے بول دہراتے ہوئے حتان والا عمل دہرایا تھا۔

تجھ سے کیا پردہ کروں

تو میرا آئینہ

تیری دید دیکھوں تو لگے

جیسے امرت پینا

فضا میں نیلے لال نوٹوں کی برسات ہو رہی تھی۔وہ درمیان میں کھڑا تھا۔باقی سب اس کے اطراف میں کھڑے اس کے سر پر پیسے وارتے ہوئے فضا میں اڑا رہے تھے۔آس پاس بکھرے ہوئے سارے مہمان ان کی طرف متوجہ ہوتے دلچسپی سے وہ منظر دیکھ رہے تھے۔کچھ فٹ بلند ڈرون کیمرے میں اپنی آنکھ میں ان دلکش لمحوں کو قید کر رہے تھے۔

وہ ان کی اس حرکت پر پہلے کچھ سرپرائز ہوا تھا۔پھر نفی میں سر ہلاتا مسکرا دیا تھا۔اپنے سر کی جانب بڑھا حتان کا ہاتھ اس نے پکڑ لیا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو حتان۔بس کرو۔"

یہ سب کچھ اس کے لیے بھی دلچسپی کا باعث بن گیا تھا۔وہ مسکراتا ہوا اسے منع کر رہا تھا۔لیکن اس نے کہاں باز آنا تھا۔

کاسہ عشق لے کے

یار کی کھوج میں نکلے

دو نین دیوانے یہ

کس موج میں ہیں نکلے

وہ مسکرا رہا تھا۔اس کے گال کا ڈمپل گہرا پڑ گیا تھا۔اس کے بولنے پر وہ جو ہلکا سا ہی دکھتا تھا۔اس کے ہسنے یا مسکرانے پر وہ گہرا ہو جاتا تھا۔جیسے ابھی ہو گیا تھا۔

وہ اس پر سے اپنی نظریں ہٹا نہیں پا رہی تھی۔یا وہ ہٹانا ہی نہیں چاہتی تھی۔

وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

اور یہی تو وہ موقع ہوا کرتا تھا جب وہ دل اور نظر بھر کر اسے دیکھا کرتی تھی۔لیکن پھر بھی تشنہ رہتی تھی۔

کبھی ایسا بھی ہو۔۔

روبرو تم بیٹھو۔۔

درمیان میں سے کچھ رش چھٹا تو ان کی نظریں پھر چار ہوئی تھیں۔سنبل کو اپنی جانب تکتا پا کر اس کی مسکراہٹ معدوم پڑی تھی۔

وہ بے ساختہ اسے دیکھے جا رہی تھی۔

ہماری آنکھوں سے

زرا خود کو دیکھو

سارا ماحول کہیں پس منظر میں جاتا محسوس ہو رہا تھا۔وہاں اگر کوئی موجود تھا تو صرف سنبل تھی اور اس کا عبیر تھا۔

یا پھر وہ غزل کے بول تھے جو اس کے دل کی حالت اور کیفیت بیان کر رہے تھے۔

کبھی ایسا بھی ہو

روبرو تم بیٹھو

ہمارے دل کی لگی

لگے تیرے دل کو

وہ مبہوت ہو کر اسے دیکھے جا رہی تھی۔اسے مسکراتا ہوا دیکھنا اسے دنیا کا حسین ترین منظر لگا کرتا تھا۔کچھ وہ خوبصورت تھا۔کچھ سنبل کی نگاہ کرم کا کمال تھا۔کے اسے پوری محفل میں صرف ایک وہی شخص دکھائی دے رہا تھا۔جس کی مٹھی میں اس کی جان قید تھی۔اس کا اجلا سفید لباس۔اس کے وجود کو ڈھانپی ہوئی وہ کریم کلر کی شال۔الٹے ہاتھ میں باندھی ہوئی گھڑی۔دوسرے ہاتھ کی تیسری انگلی میں پہنی سیاہ پتھر والی انگوٹھی۔اس کی سنہری آنکھوں سے کچھ اوپر گرتے اس کے گھنے بالوں کی نوکیں۔۔اور وہ جان لیوا ڈمپل۔

عبیر سے منسلک ایک ایک چیز سے اس کا عشق دیوانگی کی حدوں کو چھونے لگا تھا۔

اس ایک چہرے کے علاوہ اسے کوئی چہرہ قابل دید لگتا ہی نہیں تھا۔اس کے نام سے شروع ہو کر صرف اسی کے نام پر اس کی دنیا تمام ہو جاتی تھی۔

"کہاں کھو گئی ہو سنبل؟"شعیب نے اس کے چہرے کے سامنے چٹکی بجا کر اسے مخاطب کیا۔پھر اس کی نظروں کے تعاقب میں اسٹیج کی جانب دیکھا۔جہاں ابھی تک وہ سب اسی طرح سے مصروف تھے۔

"لوگوں کے شوق بھی کتنے عجیب ہوتے ہیں۔مجھے تو اس طرح سے پیسوں کی ناقدری کرنا ہرگز پسند نہیں۔"سینے پر بازو لپیٹے وہ کچھ ناپسندیدگی سے بولا تو سنبل مشکل سے سامنے سے اپنی توجہ ہٹا کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"کیا کہہ رہے تھے تم؟"

"پیسوں کو اس طرح سے لٹانا۔ان کی بے قدری کرنا ناشکری کے زمرے میں آتا ہے۔"

"ہمم ٹھیک کہہ رہے ہو۔۔"ہلکا سا اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس نے تائید کی تھی۔

"ویسے مجھے جہاں تک علم تھا۔یہ محفل تو سفیان انکل نے اپنے الیکشن جیتنے کی خوشی میں رکھی تھی۔"

"ایسا ہی ہے۔" اس نے اس بار بھی مختصر جواب دیا۔ شعیب کی موجودگی اب اس پر گراں گزر رہی تھی۔ اس کی وجہ سے وہ عبیر کو دیکھنے سے محروم ہو رہی تھی۔

"لیکن ایسا لگ نہیں رہا۔"

"تو کیسا لگ رہا ہے؟" سنبل نے ناسمجھی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جیسے یہ محفل صرف اور صرف غازی کے اعزاز میں رکھی گئی ہو۔"

اس کا لہجہ ناخوشگوار لئے ہوئے تھا۔ اس کے انداز سے ہی لگ رہا تھا کے جیسے وہ عبیر کو کچھ خاص پسند نہیں کرتا تھا۔

سنبل نے اپنی بے ساختہ امڈ آنے والی مسکراہٹ کو دبایا تھا۔ کیوں کے وہ سچ ہی کہہ رہا تھا۔ پھر ایک نگاہ دوبارہ اس کی طرف ڈالی تھی۔

سیاہ رنگ کے کپڑے پہنے افراد کے جھرمٹ میں سفید لباس میں کریم شال اپنے گرد پھیلائے وہ منفرد لگ رہا تھا۔ پیارا لگ رہا تھا۔ لاکھوں میں ایک لگ رہا تھا۔

ہزاروں کی تعداد میں چمکتے ستاروں کے درمیان رہنے والا اپنی روشنی سے دنیا کو منور کرنے والا چاند لگ رہا تھا۔

لیکن نہیں۔

وہ صرف سنبل کو اپنا لگ رہا تھا۔

صرف اس کا۔

شعیب کو ناگوار گزر رہا تھا کے لوگ دیوانوں کی طرح اس کے سر سے ہزاروں کو نوٹ وار رہے تھے۔ اسے افسوس اور کم مائیگی کا احساس ہو رہا تھا کے وہ اس کا صدقہ اتارنے والوں میں شامل نہیں تھی۔ اس کے اختیار میں ہوتا تو اپنی دنیا ہی اس کی ایک مسکراہٹ پر لٹا دیتی۔ اپنی سلطنت اس پر وار دیتی۔ تہی دست رہ جانے پر بھی اسے کوئی افسوس نہ ہوتا۔

وہ جوں جوں اسے دیکھتی جا رہی تھی۔ دل میں نئے سرے سے اس کی محبت اپنے پنجے گاڑ رہی تھی۔ اس کی سنہری آنکھوں میں جگنوؤں کی سی چمک تھی۔ اور خوبصورت چہرے پر ایک مسکراہٹ رقصاں تھی۔

جبکے دوسری جانب کئی لوگوں کے نرغے میں کھڑے عبیر نے قمیض کی جیب سے کب سے وائبریٹ ہوتا فون نکالا تھا۔

نام سیو نہیں تھا۔ لیکن اسکرین پر جو نمبر چمک رہا تھا اس سے وہ انجان نہیں تھا۔ اس نے آنکھیں میچ کر ایک ضبط بھری سانس خارج کرتے ہوئے اسکرین کے بعد دوسری نگاہ سنبل پر ڈالی تھی۔ جو ابھی بھی شعیب سے محو گفتگو تھی۔

اس نے پھر اپنے فون کو دیکھا۔ "بریگیڈیئر باجوہ اور اس کا بیٹا دونوں ہی اس کی جان کے دشمن بن گئے تھے۔" اس کا موڈ فوراً ہی خراب ہوا تھا۔ اس نے فوراً ہی کال کاٹ دی تھی۔

"آپ جس طرح سے اسے دیکھ رہے ہیں مجھے لگتا ہے وہ اپنی جان سے جانے والا ہے۔" سرمد کی شوخ سی آواز پر اس نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا۔ اس کے قریب وہی کھڑا تھا۔ باقی سب اسٹیج کے پاس تھے۔ وہ حیران ہوا تھا کے وہ کیسے اس کی نظروں کی محویت کو بھانپ گیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس کا چہرہ سنجیدہ ہوا۔

"اپنی سنبل میڈم کو میرا ایک پیغام دے دینا۔" وہ جب بولا تو سرمد ہمہ تن گوش ہوتے ہوئے فوراً سے جھکتے ہوئے اپنے کان کو اس کے نزدیک لے گیا۔

"ان سے کہنا کے اگر اس جوکر سے بات بھی کرنی ہے تو چار فٹ کے فاصلے پر رہ کر کریں۔۔ ورنہ میں اسے چالیس فٹ زمین کے نیچے لے جا کر گاڑ دوں گا۔ اور رونے کے لئے اس کی قبر بھی نہیں ملے گی۔" وہ جس پر تپش سے لہجے میں بولا تو سرمد بے ساختہ سیدھا ہوا۔

"یہ پیغام ہے یا کھلی دھمکی؟" وہ جھرجھری لیتا ہوا بڑبڑایا۔ "ویسے عبیر بھائی برا نہ مانیں تو ایک بات پوچھ سکتا ہوں۔"

وہ مصنوئی سا ہچکچاتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ جبکے عبیر ایک ہاتھ میں کافی کا مگ لیے دوسرے ہاتھ میں پھر بجتے ہوئے فون کو لئے دیکھ رہا تھا۔ اب کے اسکرین پر نمبر مختلف تھا۔ "بولو۔" اس نے بے پرواہ سے انداز میں اجازت دی۔

"وکیل صاحب کو پتا ہے؟"

"کیا پتا ہے۔؟"

سرمد کے استفسار پر اس نے سابقہ انداز میں پوچھا۔ لیکن اس کے جواب نہ دینے پر فون سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا جو نچلا لب دانتوں تلے دبائے مسکراہٹ روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس کے انداز پر عبیر کی پیشانی پر بل پڑے تھے۔ دوسری نگاہ اس نے حتان پر ڈالی۔ جو نوٹوں کی گڈیاں ہواوں میں اڑا رہا تھا۔ پیسے کمانا اور پھر انھیں اڑانا۔ دو ہی تو شوق تھے اس کے۔

"تمہیں جو کہا ہے وہ کرو جا کر۔" عبیر نے کچھ رعب سے کہا۔ "یقین کریں میں تو بہت زیادہ ایکسائیٹڈ ہوں۔ اگر آپ کی اور میڈم پراسیکیوٹر کی شادی ہو جائے تو مزہ ہی آ جائے گا۔"

"سرمد۔۔" عبیر نے خطرناک سے انداز میں بس اس کا نام لینے پر اکتفا کیا تو جو فوراً ہی دونوں ہاتھ اٹھاتا ہوا "ٹھیک ہے میں جا رہا ہوں۔" کہتا ہوا وہ کچھ دور اس کی جانب آ گیا تھا۔

"آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں؟ وہاں فوٹو سیشن شروع چکا ہے۔ چلیں نا۔"

سرمد کے کہنے پر سنبل کی نگاہ اس جانب اٹھی تھی۔ جہاں کتنے ہی فوٹو گرافرز اب ان کے گروپ فوٹوز بنا رہے تھے۔

"ان کے گروپ فوٹوز میں میرا کیا کام ہے؟"

"یہ کیا بات کر دی آپ نے؟ آپ کے بغیر ہمارا گروپ فوٹو مکمل ہو سکتا ہے کیا؟"

"ویسے عبیر بھائی نے آپ کے لئے دھمکی بھیجی ہے۔" اب کے اس نے کچھ رازدارانہ سے انداز اپناتے ہوئے کہا تو لبوں سے لگایا ہوا وہ کانچ کا گلاس اس کے ہاتھ میں لرز گیا تھا۔

"ہمم؟" اس نے ناسمجھ آنے والے انداز میں سرمد کو دیکھا۔

"میرا مطلب ہے۔ ایک پیغام بھیجا ہے۔"

"کیسا پیغام؟" اس کی دھڑکن میں روانی آئی تھی۔

"ان کے متعلق ہے۔۔ کیا ان کے سامنے ہی بتا دوں؟"

وہ فون پر مصروف ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔کال آنے پر ایکسکیوز کرتا دور چلا گیا۔جبکے سنبل کا دل بے ہنگم ہونے لگا تھا۔عبیر نے اس کے لیے پیغام بھیجا تھا؟اللہ ہی خیر کرے۔

"انھوں نے آپ کے لیے ایک تنبیہ دی ہے کے اس امریکن بھالو سے فاصلے پر رہیں ورنہ نتائج اچھے نہیں نکلیں گے۔"اس نے اپنے انداز کو کافی سنسنی خیز بناتے ہوئے کہا

"کون امریکن بھالو؟"اس نے الجھن سے پوچھا۔

"وہ آپ کا قریبی دوست۔۔"سرمد نے نظروں سے اس کی طرف اشارہ کیا۔جہاں وہ کان سے لگائے کسی سے محو گفتگو تھا۔

"اس نے شعیب کے لیے یہ کہلوایا ہے؟"سنبل کی ہیزل آنکھوں میں حیرانگی موجزن تھی۔"ان کے الفاظ کچھ اور تھے۔میں نے ذرا مہذب لفظوں میں کہا ہے۔"

"مجھے وہ بتاو جو اس نے کہا ہے۔"

"وہ کہہ رہے تھے۔۔۔اگر اس جوکر سے بات بھی کرنی ہو تو چار فٹ کے فاصلے پر رہ کر کریں۔۔ورنہ میں اسے چالیس فٹ زمین کے نیچے لے جا کر گاڑ دوں گا۔اور رونے کے لئے اس کی قبر بھی نہیں ملے گی۔"

"یہ ایک ایک لفظ انھوں نے خود کہا تھا۔۔واللہ میں نے اپنی طرف سے کچھ ایڈ نہیں کیا۔"

جبکے وہ بے یقینی سے منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔عبیر نے یہ الفاظ کہے تھے؟وہ یقین کرنے میں سخت متامل تھی۔نچلے لب کو دباتے ہوئے اس نے اپنے خشک پڑتے حلق کو تر کیا تھا۔جانے کیوں اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا۔وہ تو اتنا لاتعلق اور انجان بنا ہوا تھا کے جیسے اسے سنبل کی موجودگی اور غیر موجودگی سے کوئی فرق ہی نہ پڑتا ہو۔اور کہاں اب اس کا شعیب سے بات کرنا بھی اسے چبھ رہا تھا۔

حتان ان دونوں کو تصویروں کے لیے بلا رہا تھا۔وہ جب وہاں پہنچے تو سارے فوٹو گرافرز اپنے اپنے کیمرے لیے ان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

ساڑھی کا پلو ہاتھ میں تھامے وہ مسکراتی ہوئی سامنے دیکھتی حتان اور عبیر کے درمیان میں کھڑی تھی۔آدم عبیر کے دوسری جانب کھڑا تھا۔جبکے نوفل اور سرمد حتان کی جانب تھے۔

کتنی فلیش لائٹس جھل مل کرتی ان پر پڑ رہی تھی۔کتنے ہی کیمروں کی آنکھ میں وہ خوبصورت اور ایک مکمل گروپ فوٹو ہمیشہ کے لیے قید ہوئی تھی۔کتنی ہی ستائشی نظریں ان کی جانب اٹھی تھیں۔یہ پل سنبل کی زندگی کے یادگار پلوں میں سے ایک تھے۔ جنھیں وہ ہمیشہ کے لیے اپنے دل میں محفوظ کر لینا چاہتی تھی۔

****

گرے اور پنک کلر کے کنٹراس کا خوبصورت سا سوٹ پہنے،چائے کا کپ دونوں ہاتھوں میں پکڑے بیٹھی وہ کچھ پزل ہو رہی تھی۔ جب سے فرمان کے ساتھ وہ ان کے گھر آئی تھی۔تب سے ہی عیشہ کے ساتھ ساتھ مہد اور دائم بھی اتنی خوش دلی سے اس سے ملے تھے کے اسے بلکل بھی اجنبیت محسوس نہیں ہوئی تھی۔وہ تینوں اس سے انجان بھی نہیں تھے۔فرمان نے انھیں پہلے سے ہی بتا رکھا تھا کے وہ لندن میں ان کے بابا کے جس دوست کے پاس رہتے تھے آئزل انھی کی بیٹی ہے۔وہ تینوں اس کے بارے جانتے تو تھے لیکن آج پہلی بار اس سے ملے تھے۔

کچھ دیر پہلے اپنے ہی دھیان سے سیڑھیاں اترتے داریان کی نگاہ جب لاؤنج میں تھری سیٹر صوفے کے درمیان میں بیٹھی آئزل پر پڑی تھی۔بے اختیاری میں اس کے قدم وہیں تھم گئے تھے۔دل بھی رک گیا تھا۔سانسیں بھی اٹکنے لگی تھیں۔آئزل بھی اسے دیکھ چکی تھی۔لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے اپنی ہیزل گرین آنکھیں جھکا لی تھیں۔پلکوں کیں لرزش اتر آئی تھی۔اتنے عرصے بعد اس سے ہوئی پہلی ملاقات کا خوف ابھی تک اس کے دل میں بیٹھا ہوا تھا جس نے اس کی جان نکالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

دوسرے ہی لمحے وہ لب بھینچے سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے پہنچا۔پھر لاونج سے ہی ملحقہ اوپن کچن میں آگیا۔

"اٹھ گئے تم داریان۔اب کیسی طبعیت ہے تمہاری؟"عیشہ اسے دیکھتے ہی کچن میں آئی تھی۔"رات تو تمہیں کافی تیز بخار تھا۔ابھی تو شکر ہے کے اتر گیا۔"اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھے وہ فکر مندی سے بولیں۔

"بیٹھ جاو میں ناشتہ بنا دیتی ہوں تمہارے لئے۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"فریج سے پانی کی بوتل نکالتے ہوئے اس نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔"بھوک کیوں نہیں ہے؟کل رات بھی تم نے کچھ نہیں کھایا تھا۔بیٹھ جاو چپ کر کے۔"

"آپ کو یا کسی کو بھی میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔آپ اپنے شوہر اور ان کی لاڈلی کی ہی خدمتیں کریں۔"اس کے تڑک کر کہنے پر اس نے بھونچکے انداز میں اسے دیکھا۔اور یہ یقین کرنے کی کوشش کی کے کیا یہ داریان ہی ہے؟جس نے اتنی بداخلاقی سے اس سے بات کی ہے۔

"داریان تمہیں کیا ہو گیا ہے؟فرمان پر تمہیں کس بات کا غصہ ہے جو ابھی تک نہیں اترا؟"اس کا انداز عیشہ کو حیرانگی اور الجھن سے دوچار کر گیا تھا۔وہ تو کبھی کسی بات پر ایسے ری ایکٹ نہیں کرتا تھا۔

"آپ ان سے پوچھیں نہ انھوں نے کیا کیا ہے میرے ساتھ؟"

"دیکھو میں کچھ نہیں جانتی تم دونوں کے درمیان جو بھی بات ہوئی ہے۔مجھے بس تمہاری فکر ہو رہی ہے۔چپ کر کے بیٹھ جاو یہاں۔ناشتہ کرو سکون سے۔"

اس دفعہ عیشہ نے بھی اپنے بڑے ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے کچھ سخت لہجے میں کہا تو وہ ناچاہتے ہوئے بھی ڈائننگ ٹیبل کی چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"بابا کے دوست کی بیٹی پہلی بار ہمارے گھر آئی ہے۔تمہیں کم اس کم اس سے تو مل لینا چاہئے تھا۔کیا سوچ رہی ہو گی وہ تمہارے بارے میں۔کتنے بدتہذیب ہو تم۔سلام تک نہیں کیا اسے۔اگنور کرتے ہوئے یہاں آ گئے۔"تیزی سے ہاتھ چلا کر ناشتہ تیار کرتے ہوئے وہ ساتھ ہی ساتھ قدرے آہستہ آواز میں اسے اس کی غلطی کے بارے میں بتا رہی تھی۔

"کیوں آئی ہے وہ یہاں؟"عیشہ نے بے ساختہ اسے دیکھا۔پھر تاسف سے اس کی اتنی بدتہذیبی پر سر ہلایا۔

"چند دن یہیں رہے گی۔"

"میں خضر کے گھر جا رہا ہوں۔ جب وہ چلی جائے تو وہ مجھے کال کر دیجئے گا میں آ جاوں گا۔"

"داریان مجھے تو تمہاری دماغی حالت پر اب شبہ ہو رہا ہے۔ اس انجان لڑکی سے اتنا کیا بیر باندھ لیا ہے تم نے۔۔؟ پیچھے ہی پڑ گئے ہو اسکے۔" ناشتے کی ٹرے اس کے سامنے رکھتے ہوئے عیشہ نے کچھ خفگی سے کہا۔

"کیا ہو رہا ہے؟" فرمان نے وہاں آتے ہوئے پوچھا۔ لیکن داریان انھیں مکمل اگنور کرتا ہوا ناشتے کی ٹرے اپنی جانب کھسکا کر ساری توجہ اسی پر مرکوز کر گیا تھا۔

مہد اور دائم آئزل کو گھر دکھانے کے لئے اوپری پورشن میں چلے گئے تھے۔

"لگتا ہے بخار نے اس کے دماغ پر اثر ڈال دیا ہے۔ کہہ رہا ہے جب تک آئزل یہاں ہے وہ خضر کے گھر رہنے جا رہا ہے۔"

"کیا تم نے ایسا کہا ہے۔؟" فرمان نے براہ راست اس سے پوچھا۔ لیکن وہ اس طرح سے ناشتہ کرنے میں مگن تھا جیسے وہاں اکیلا موجود ہو۔ اس کی یہ بیگانگی فرمان کے دل میں کچوکے لگا رہی تھی۔

"داریان میں تم سے بات کر رہا ہوں۔" انھوں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"مت بات کریں مجھ سے۔ بلکے کوئی بھی مجھ سے بات نا کرے۔ جب اتنے سال اسے مجھ سے چھپا کر رکھا تھا تو اب کیوں اسے یہاں لے کر آئے ہیں؟"

وہ آپے سے باہر ہوتا ایک دم ہی بھڑک کر بولا۔ اس کا غصہ ابھی تک قائم تھا۔ عیشہ تو اس کا انداز دیکھ کر ہی دنگ رہ گئی تھی۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کیا بول رہا ہے۔

"آپ شوق سے رکھیں اسے یہاں۔ لیکن جب تک وہ یہاں ہیں تب تک میں اس گھر میں نہیں رہوں گا۔"

"کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟ تمہیں تو وہ اپنے نکاح میں چاہیئے۔ پھر اس کا یہاں آنا تم سے برداشت کیوں نہیں ہو رہا۔؟" فرمان کا لہجہ بھی ناچاہتے ہوئے بھی ناگوار ہوا تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"جب تک وہ میرے نکاح میں نہیں آجاتی تب تک آپ اس بات کا خیال رکھئے گا ہمارا کبھی آمنا سامنا نہ ہو۔۔اس کا میرے سامنے نہ آنا ہی آپ کے لیے،اس کے لئے اور میرے لئے۔۔ہم تینوں کے لئے ہی بہتر ہو گا۔"ان کی آنکھوں میں اپنی نیلی دہکتی آنکھیں گاڑے وہ چبا چبا کر بولا۔

"اور آپ تو ویسے بھی مجھے صاف انکار کر چکے ہیں۔"

ان کے نکاح کے لئے حامی نہ بھرنے والی بات کو پوائنٹ کرتے ہوئے وہ جھٹکے سے وہاں سے اٹھ کر دھم دھم کرتا ہوا دوبارہ سیڑھیاں چڑھ گیا۔

"آپ مجھے بتائیں گے کے کس بات پر یہ اتنا خفا ہو کر سب کو کاٹ کھانے کو دوڑ رہا ہے۔؟مجھے تو اس لڑکے نے پریشان کر کے رکھ دیا ہے۔"

عیشہ نے پریشانی سے پوچھا تو تب نڈھال سے انداز میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے انھوں نے ایک ایک بات عیشہ کے گوش گزار کر دی تھی۔

"پہلے مجھے داریان کا اس طرح آپ سے بات کرنا برا لگ رہا تھا۔کیوں کے اس نے کبھی آپ سے اتنی گستاخی نہیں کی تھی۔لیکن اب میں کہتی ہوں کے وہ ٹھیک ہی آپ سے ناراض ہو کر گیا ہے۔۔یہ کوئی اتنی معمولی بات تھی جو آپ نے اسے انجان رکھا؟"

"اب تم بھی اس کی طرح مجھ سے پیش آو گی۔؟"فرمان نے دو انگلیوں سے پیشانی مسلتے ہوئے تکان سے کہا۔

"میں بھی آپ سے بات نہیں کروں گی جب تک آپ اس کی بات نہیں مان لیتے۔"

"عیشہ یہ ممکن نہیں ہے۔میں نے ابھی تک آئزل سے اس بارے میں بات نہیں کی۔اور جتنی وہ داریان سے خوفزدہ ہے مجھے نہیں لگتا کے وہ نکاح کے لیے راضی ہو گی۔"

"آپ اس سے پوچھے بغیر ہی اندازے لگا رہے ہیں۔ایک دفعہ کھل کر بات کرنے میں حرج ہی کیا ہے؟"

"میں نہیں چاہتا ان دونوں کا نکاح ہو۔۔آئزل نے جتنی تکلیف اسے دی ہے اس سے مجھے سخت رنج پہنچا ہے۔وہ جانتی بھی تھی کے وہ اس سے کس قدر محبت کرتا ہے۔اس کے باوجود اس نے یہ سب کیا۔"وہ اچانک ہی سنجیدگی سے بولے۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"

"لیکن مجھے بہت زیادہ برا لگ رہا ہے داریان کے لیے۔ آپ دونوں نے اس کے ساتھ بہت غلط کیا۔"

"میری اس میں کیا غلطی ہے؟ یہ صرف آئزل کا فیصلہ تھا۔"

"وہ نا سمجھ تھی لیکن آپ تو اسے سمجھا سکتے تھے نا؟"

"تمہیں لگتا ہے میں نے اسے سمجھانے کی کوشش نہیں کی ہو گی؟"

"دیکھیں میں کچھ نہیں جانتی۔ داریان نے جو فیصلہ کیا ہے میں اس کے حق میں ہوں۔۔ آپ آئزل سے بات نہیں کریں گے تو میں خود بات کر لوں گی۔"

"ابھی اسے آئے کچھ گھنٹے بھی نہیں ہوئے۔ تم چاہتی ہو میں اس سے نکاح کی بات کروں تاکے وہ خوفزدہ ہو کر واپس لاہور چلی جائے؟ پہلے ہی اتنی مشکل سے اسے منا کر لایا تھا۔"

وہ عیشہ کے عجلت مچانے پر ناگواری سے بولے۔

****

"کل زاویار بھائی کی مہندی ہے۔ کیا ہم جائیں گے؟"

اس نے ضمیر غازی کو چائے کا کپ پکڑاتے ہوئے پوچھا جو اخبار کی ورق گردانی کر رہے تھے۔

"نہیں۔۔" انھوں نے کپ لیتے ہوئے یک لفظی جواب دیا۔

"بابا یہ کیا بات ہوئی؟ ہم شادی میں کیوں نہیں جا رہے آخر؟" ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے اس نے ناراضگی سے استفسار کیا۔ "عبیر کے بغیر ہم کیسے جا سکتے ہیں؟ تمہیں پتا نہیں ہے حویلی میں کس قسم کا ماحول بنا ہوا ہے۔ تمہارے تایا اور تائی کی طبعیت کا

Mahira Zaynab Khan Novel

تمہیں اچھے سے پتا ہے۔ عبیر کی وجہ سے سب کتنے ڈسٹرب ہیں۔ ہم خوشیاں کیسے منا سکتے ہیں؟" ضمیر غازی کا انداز کچھ سختی لیے ہوئے تھا۔ ریشام کی بچکانہ بات انھیں ناگوار گزری تھی۔"

"وہ اپنی مرضی سے ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ سب جانتے ہیں یہ بات۔۔ کوئی انجان نہیں ہیں۔"

وہ عبیر کی طرف سے سخت بدگمانی کا شکار تھی۔ "آپ کو ابھی بھی لگتا ہے کے وہ واپس آئیں گے۔؟" اس نے آنکھوں میں ناراضگی لئے استفسار کیا۔

میرے خیال سے ریشام ٹھیک کہہ رہی ہے۔ ہمیں زاویار کی شادی میں لازمی جانا چاہئے"

"سالار کی سنجیدی سی آواز پر وہ دونوں اس کی جانب متوجہ ہوئے۔ جو ابھی ابھی آفس سے واپس لوٹا تھا۔

لیکن سالار۔۔"

ضمیر غازی نے کچھ کہنا چاہا تو وہ نرمی سے ان کی بات کاٹ گیا۔ "ماں اور بابا کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اور ریشام ٹھیک ہی کہہ رہی ہے۔ عبیر بھائی اپنی مرضی سے ہم سے دور گئے ہیں۔ انھیں اب ہماری ضرورت نہیں ہے۔ میرا نہیں خیال وہ کبھی واپس حویلی آئیں گے۔ بہتر ہے کے ہم ان کے بغیر جینے کی عادت ڈال لیں۔

اس نے پہلی بار اس موضوع پر کھل کر دوٹوک انداز میں بات کی تھی۔

یہی بات جب اس نے کی تھی تب اتنی فیل نہیں ہوئی تھی۔ لیکن سالار کے منہ سے سن کر تو جیسے اس کا دل ہی زخمی ہو گیا تھا۔

عبیر کے بغیر جینے کا تصور؟

کبھی کیا ہی نہیں تھا۔ کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔

وہ دل پر بوجھ لیے وہاں سے اٹھ گئی تھی۔ لیکن دروازے سے داخل ہوتے انس کو دیکھ کر ٹھٹھک کر رکی۔ بے ساختہ اس کے نزدیک گئی۔

"تمہارے چہرے کو کیا ہوا انس؟ کسی سے لڑائی کی تھی تم نے؟"

وہ تشویش سے اس کے چہرے کو چھوتی ہوئی بول رہی تھی۔ لیکن جب احساس ہوا کے ضمیر غازی اور سالار بھی ان کی طرف متوجہ ہیں تو بے ساختہ ہاتھ پیچھے ہٹا گئی۔

سعادت غازی کب سے اسے حویلی آنے کے لئے بول چکے تھے۔ لیکن وہ بار بار مصروفیت کا بہانہ کر کے ٹال گیا تھا۔ آج اسے زبردستی فون کر کے بلوایا گیا تھا۔

"جھگڑا ہو گیا تھا کسی سے۔"

اس کی پیشانی اور آنکھ کے نیچے نشان تھے۔ ناک پر بینڈیج لگی ہوئی تھی۔ اس نے سالار کو دیکھے بنا وہ بات کہی تھی۔

"جھگڑا؟ اور وہ بھی تمہارا؟ اگر سالار بھائی یہ بات کرتے تو سمجھ بھی آتا۔ یہ لڑائی جھگڑے کرنے والی عادت تو ان کی ہے۔ کالج لائف میں تو یہ اپنے ہی کلاس فیلوز کے ساتھ مار پیٹ کر کے آیا کرتے تھے۔ تم تو ایسے نہیں ہو۔"

وہ فکر مندی سے بول رہی تھی تبھی سالار ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بنا کچھ کہے وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

ریشام نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ اور پھر انس کو۔

"سالار بھائی تمہیں اگنور کر رہے ہیں؟ کیا کوئی بات ہوئی ہے تمہارے اور ان کے درمیان؟"

اس نے کچھ حیرانگی سے پوچھا۔ "کوئی بات نہیں ہوئی۔" اس نے مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا۔ "صرف مار پیٹ ہوئی ہے۔" یہ اس نے دل میں کہا تھا۔

"پھر؟" اس نے پرکھتی نظروں سے انس کو دیکھا۔ "ایک چھوٹی سی بات کو لے کر ناراض ہو گیا ہے۔ فکر مت کرو مان جائے گا۔ میں دادا جان سے مل لوں۔۔ السلام علیکم آپ کیسے ہیں؟" ریشام سے کہتا ہوا وہ اب ضمیر غازی کی جانب بڑھتے ہوئے ان کا حال احوال دریافت کر رہا تھا۔

****

کیمل کلر کی جیکٹ پہنتے ہوئے اس نے برش سے بالوں کو سیٹ کرنے کے بعد پرفیوم کا اسپرے خود پر کیا تھا جب ہی کوئی دستک دینے کے بعد دھڑ سے دروازہ کھولنے کے بعد اندر داخل ہوا تھا۔ اتنی بداخلاقی پر اس نے پیشانی پر تیوریاں ڈالے انھیں دیکھا جو بلینکٹ، تکیے اور ساتھ میں میٹرس اٹھائے اندر داخل ہو رہے تھے۔

"فرمان بھائی نے کہا ہے جب تک آئزل یہاں ہیں۔ وہ ہمارے روم میں رہیں گی۔ اور ہمیں آپ کے روم میں شفٹ ہونے کا حکم ملا ہے۔" میٹرس کو بیڈ کے پاس ڈال کر بیڈ پر دھم سے گرتے ہوئے اس نے داریان کو اطلاع دی۔ "ویسے آپ کہیں جا رہے ہیں کیا۔؟" ہاتھوں کا تکیہ بنا کر سر کے نیچے رکھے اس نے سر سے پیر تک داریان کی تیاری کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"اپنا یہ بوریا بستر سمیٹو اور پہلی فرصت میں یہاں سے نکلو۔"

جوتوں کے لیسز باندھتے ہوئے اس نے سنجیدہ اور سپاٹ سے انداز میں کہا۔ دائم اور مہد منہ کھولے کبھی داریان کو دیکھ رہے تھے تو کبھی ایک دوسرے کو۔

ان دونوں نے پہلے دفعہ اسے اتنے خشک اور بدلحاظ سے انداز میں بات کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

"جب میں واپس آوں تو مجھے یہاں تم دونوں کی شکلیں نظر نہیں آنی چاہئے۔"

سرد لہجے میں بولتا ہوا وہ فون اور گاڑی کی چابی لے کر باہر نکل گیا تھا۔

کچھ دیر بعد جب فرمان گھر آئے تو ان دونوں کو لاونج میں اپنا ساز و سامان کے ساتھ بے یار و مددگار بیٹھے دیکھا تو چونک اٹھے۔

"میں نے تمہیں کہا تھا کے داریان کے روم میں چلے جاو۔ یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"انھوں نے ہمیں کمرے سے بے دخل کر دیا ہے۔ اور خود گھر چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔"

"کیا فضول بات کر رہے ہو مہد؟" ناپسندیدگی سے کہتے ہوئے انھوں نے جیب سے فون نکال کر اس کا نمبر ڈائل کیا۔ حسب توقع وہ ان کے فون کو اگنور کر رہا تھا۔ کئی دفعہ ملانے پر بھی اس نے ایک دفعہ بھی ان کی کال پک نہیں کی۔

اس بار انھوں نے خضر کا نمبر ڈائل کیا تھا۔ جس نے دوسری بیل پر ہی اٹھا لیا تھا۔

"مجھے بس اتنا بتاو داریان تمہارے ساتھ ہے۔؟"

"جی فرمان بھائی وہ میرے ساتھ ہے۔آپ اس کی طرف سے پریشان مت ہوں۔وہ آج یہیں رکے گا۔"

اس نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔لیکن فرمان کے لیے اس کا رات گھر سے باہر گزارنا بلکل بھی قابل قبول نہیں تھا۔وہ بھی اس صورت میں جب وہ ان سے سخت خفا تھا۔

"اسے کہو فوراً گھر واپس آئے۔"

"وہ کچھ ڈسٹرب ہے۔اسے آج میرے ساتھ ہی رہنے دیں۔"خضر کا لہجہ کچھ التجائیہ تھا۔فرمان نے ناچاہتے ہوئے بھی اجازت دے دی تھی۔

وہ خود کو کافی بے بس اور مجبور محسوس کر رہے تھے۔داریان کے رویے نے انھیں پریشان کر کے رکھ دیا تھا۔

"ہمارا تو کچھ سوچیں۔"دائم نے دہائی دی تو فرمان نے انھیں داریان کے روم میں ہی چلے جانے کا کہا تھا۔

****

قد آور آئینے کے سامنے کھڑی وہ اپنی تیاری کو آخری ٹچ دے رہی تھی۔جبکے عاشر بیڈ پر اپنی کتابیں اور لیپ ٹاپ لئے بیٹھا تھا۔سب زاویار کی مہندی کی تقریب میں جا رہے تھے۔اگر کوئی نہیں جا رہا تھا تو وہ عاشر مرزا تھا"تم نہیں جا رہے تو کھانا گرم کر کے کھا لینا۔پھوپھو نے بنا دیا تھا تمہارے لئے۔"بیڈ پر سے دوپٹہ اٹھا کر گلے میں ڈالتے ہوئے اس نے اسے مخاطب کر کے کہا۔"میں نے منع کیا تھا۔میرا کھانے کا کوئی موڈ نہیں ہے"

اس نے مصروف سے انداز میں کہا۔جبکے وہ وارڈروب کے سامنے کھڑی میچنگ کی شال دیکھ رہی تھی۔بلیک کلر میں اس کے پاس تھی لیکن اس میں گولڈن دھاگے کی کڑھائی بنی تھی۔جب کے اس کے ڈریس میں بلیک کے ساتھ سلور کا کنٹراس تھا۔

اس نے گردن ترچھی کر کے پڑھائی میں مصروف عاشر کو دیکھا۔پھر اس کی سائیڈ کی الماری کھول کر ہینگ کی ہوئی سیاہ رنگ کی بھاری سی شال نکال لی۔

"معلوم ہے مجھے،کب سے نظر تھی تمہاری میری شال پر"اس کا انداز طنزیہ نہیں تھا لیکن جتاتا ہوا تھا۔"

"دل بڑا کرو اپنا۔ایسی چھوٹی موٹی معمولی چیزوں کے لیے تم ایسے کرتے بلکل اچھے نہیں لگتے"

"میں نے منع کب کیا ہے؟" پین لبوں کے بیچ دبائے وہ سر اٹھا کر اسے دیکھ رہا تھا۔سیاہ ٹخنوں تک آتی میکسی میں سر پر دوپٹہ لے رکھا تھا شال کو شانوں پر پھیلائے اب وہ ڈریسنگ کی ڈرامیں سے جیولری نکال کر پہن رہی تھی۔

"تم منع نہیں کر رہے یعنی کل بارات میں تمہاری براون والی شال بھی لے سکتی ہوں میں؟"

کانوں میں آویزے ڈالتے ہوئے اس نے شیشے میں ابھرتے اس کے عکس کو دیکھتے ہوئے شرارت سے پوچھا"

"جو دل کرے لے لو۔"

لاپراوہی سے کہتا وہ کتاب پر سر جھکا گیا تھا جسکے چند لمحے کے لئے وہ اپنی جگہ سن کھڑ رہ گئی تھی۔پھر سر جھٹکتے ہوئے جیولری باکس بند کر کے میز پر رکھا۔

"اگر کوئی تمہارا پوچھے گا تو کیا کہوں گی میں؟"

"جو سچ ہے وہ بتا دینا"

"تم اپنی مرضی سے نہیں آئے۔کیوں کے تمہیں اس طرح کی تقاریب پسند نہیں ہیں۔اور نا ہی تمہیں اپنے رشتے داروں سے ملنے جلنے کا کوئی شوق ہے"

عاشر نے گھور کے اسے دیکھا۔"ایگزام ہے میرا کل" اس نے اپنے سامنے بکھری کتابوں کی طرف اشارہ کیا۔"یہ بھی اچھا بہانہ ہے" وہ ہاتھ جھلا کر بولی۔

رنگوں اور خوشبوؤں میں نہایا ہوا ہال جگمگا رہا تھا۔مہندی کی تقریب جاری و ساری تھی۔وہ جتنے دل اور جتنی پر جوشی سے وہاں آئی تھی اب اتنی ہی خاموش سی الگ تھلگ بیٹھی تھی۔"ان فضول لوگوں کی باتوں کو دل پر لینے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں" ریشام نے اس کی جانب گرم کافی کا کپ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی وہ" اس کی آنکھیں کرب سے گلابی پڑ رہی تھیں۔"کیسی ہو بریزے؟" ایک لڑکی گود میں ایک چھوٹا سا بچہ اٹھائے ان کے پاس آئی۔

"ریشام سے تو میں مل لی تھی لیکن تم مجھے نظر ہی نہیں آئیں اتنی الگ تھلگ کیوں بیٹھی ہو؟" وہ شاید باتوں کی بے حد شوقین تھی۔ "عاشر نہیں آیا کیا؟" یہاں وہاں نظریں دوڑاتے ہوئے اس نے پھر استفسار کیا۔ "اس کا۔۔"

"ہاں میں سمجھ سکتی ہوں۔ وہ شاید ابھی تک اپنے جبری نکاح کو قبول نہیں کر پایا تھا" اس کا انداز جو بھی تھا لیکن بریزے کا چہرہ سرخ پڑتا جا رہا تھا۔ لب بھینچ کر اس نے کچھ سخت کہنے سے خود کو باز رکھا تھا۔ "عاشر کا پیپر ہے کل زارا آپا" بریزے کا ہاتھ تھامتے ہوئے ریشام نے کچھ سخت لہجے میں کہا۔ "اور ویسے بھی آپ جانتی تو ہیں اس کے مزاج کو۔ اسے اپنے رشتے داروں سے ملنے ملانے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ آپ کی شادی میں بھی تو نہیں آیا تھا" ریشام کا لہجہ نا چاہتے ہوئے بھی طنزیہ ہوا تھا۔ ورنہ اس کی عادت نہیں تھی کسی سے اس انداز سے بات کرنے کی۔

"ہاں بھئی اس کا دماغ ہی ساتویں آسمان پر رہتا ہے۔ کسی کو منہ لگانا تو وہ اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے۔ بریزے سے بھی پتا نہیں کیسے شادی کر لی اس نے"

بریزے کی بس ہو چکی تھی۔ وہ مزید وہاں کھڑی نہیں رہ سکی تھی۔

ایک ملامت بھری نگاہ زارا پر ڈالتے ہوئے وہ اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

****

سیڑھیاں اترتے ہوئے اس نے فون کان سے لگا رکھا تھا۔ دوسری جانب آدم تھا۔

"کیا آپ کہیں جا رہے ہیں؟"

"نہیں تو۔۔" آدم کے استفسار پر اس نے انکار کیا۔ آج اس کا کہیں جانے کا ارادہ نہیں تھا۔

"داؤد مینشن کے باہر چھ بلیک لائی لکس کھڑی ہیں۔" اس کے اطلاع دینے پر وہ فون کان سے لگائے ہی گلاس وال کے پاس آیا۔ پھر ذرا سا پردہ کھسکا کر نیچے جھانکا جہاں واقعی میں ترتیب سے ایک لائن میں گاڑیاں کھڑی تھیں۔

"کیاان گاڑیوں کی ڈیٹیلز نکالوں؟ پتا کروں یہ کہاں سے آئی ہیں؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں یہ کہاں سے آئی ہیں۔"

وہ بولتا ہوا سرعت سے حتان کے پر تعیش سے بیڈ روم میں آیا۔ لائٹس کھولنے کے بعد کمرے کے ایک طرف بنے دوسرے دروازے کو کھولتے ہوئے وہ اس سے ملحقہ اس روم میں داخل ہوا جہاں سامنے دیوار پر ایک سے ایک قیمتی ہتھیار سجے ہوئے تھے۔ اور دوسری طرف اس کے قیمتی لباس۔ شوز۔ پرفیومز۔ اور گھڑیوں کی ایک وسیع کلیکشن ترتیب سے سجی ہوئی تھی۔ وہ ہتھیاروں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر آگے بڑھ کر ایک پسٹل اٹھالی۔ جو خوبصورت سی سیاہ رنگ کی تھی۔ بلٹس اٹھا کر میگزین میں ڈال کر وہ اس دوسری طرف آیا۔ پھر ہینگر میں لٹکے ہوئے جیکٹس کی مختلف کلیکشن میں سے ایک سیاہ رنگ کی جیکٹ نکال کر پہن لی تھی۔ اور پسٹل کو پیچھے کمر کے ساتھ پینٹ میں اڑس لیا تھا۔ وہ جب داؤد مینشن سے باہر نکلا تو سرعت سے سب سے آگے کھڑی گاڑی میں سے کوئی باہر نکلا تھا۔ "آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔۔ سر نے بلوایا ہے۔" سول لباس والا سرعت سے بولا۔ ساتھ ہی اپنی جیکٹ ایک طرف سے ہٹا کر اس نے بیلٹ کے ساتھ بندھی پستول کی ذرا سی جھلک بھی اسے دکھائی تھی کے اگر وہ اپنی مرضی سے ساتھ جانے کے لئے راضی نہیں ہوتا تو اسے اپنے طریقے سے ساتھ لے جایا جائے گا۔

"چلو میں فولو کروں گا۔۔" اس نے چابی سے بٹن دبا کر گاڑی کو ان لاک کرتے ہوئے کہا۔ "اپنی گاڑی کو درمیان میں رکھنا۔۔" وہ ہدایت دیتا ہوا دوبارہ فرنٹ سیٹ پر جا بیٹھا۔ عبیر کی گاڑی جونہی مین روڈ پر آئی۔ سرعت سے تین گاڑیوں نے اسے اوورٹیک کر کے اس کے آگے چلنا شروع کر دیا تھا۔ اس نے کھڑکی پر لگے شیشے کو دیکھا۔ تین گاڑیاں اس کے تعاقب میں تھیں۔ اسپیڈ بڑھاتے ہوئے وہ آگے والی گاڑیوں کی سائیڈ سے نکل کر انھیں پیچھے چھوڑ چکا تھا۔ ان کی آف روڈ گاڑیاں فل اسپیڈ میں دوڑتے ہوئے بھی اس کی اوڈی کی رفتار کا مقابلہ نہیں کر پا رہی تھیں۔

ملٹری ہیڈ کوارٹر میں جب وہ چھ گاڑیاں داخل ہوئیں تو عبیر کی گاڑی پہلے سے وہاں کھڑی تھی۔

وہ ایک میٹنگ روم تھا جہاں اسے لے جایا گیا تھا۔ وہاں ایک بڑی سی میز کے گرد کئی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اور سامنے دیوار پر ایک پروجیکٹر اسکرین تھی۔

وہ جب وہاں داخل ہوا تھا تو بریگیڈیئر باجوہ کے علاوہ کچھ اور آفیسرز بھی موجود تھے۔

"یقیناً تم ناراض ہوں گے کے تمہارے منع کرنے کے باوجود پھر تمہیں بلوایا گیا۔۔ کیسا لگ رہا ہے تمہیں ہیڈ کوارٹر آ کر؟"

"میں یہاں پہلی دفعہ نہیں آیا ہوں۔ کام کی بات کرو۔" وہ بے تاثر لہجے میں کہتا ہوا آگے جا کر ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

پروجیکٹر پر ایک شخص کی تصاویر دکھائی جا رہی تھیں۔

"یہ نائن ٹو ایکس ہے۔۔ اس کا اصل نام کسی کو نہیں معلوم۔۔ جانکاری کے مطابق ملک میں اس کا گروہ کافی سرگرم ہے۔ ہر طرح کی ڈرگز۔ اسلحہ وغیرہ سب کچھ یہ سپلائی کرتا ہے۔۔ شاخوں کو کاٹنے کے بجائے اگر اس جڑ کو ہی کھینچ کر نکال دیا جائے تو وقت اور محنت دونوں بچ جاتے ہیں۔۔ تمہاری تو جان پہچان ہو گی اس سے۔۔"

"میں اس سے کبھی نہیں ملا۔۔ نہ ہی میں اسے جانتا ہوں۔" اس نے بے تاثر سے انداز میں کہا۔

"آج کل اس کے تائیوان میں ہونے کی خبریں ملی ہیں۔ میرے جتنے بھی آفیسرز کو اس

تک پہنچنے کا مشن سونپا گیا ان میں سے کوئی بھی اسے پورا نہیں کر پایا۔۔ میں چاہتا ہوں کے یہ کام تم کرو۔۔ تائیوان میں تو تمہاری جان پہچان بھی کافی ہے۔"

"میں کسی کو دھوکا نہیں دے سکتا۔۔" وہ جب بولا تو اس کا لہجہ کافی خشک تھا۔

"تمہیں یہ کرنا ہی ہو گا غازی۔۔ جب تک تم ہماری بات نہیں مانو گے ہم تب تک تمہیں پریشان کرتے رہیں گے۔"

"کیا گارنٹی ہے کے اس کے علاوہ مجھ کسی اور کو پکڑنے کے لیے پریشرائز نہیں کیا جائے گا؟" اس نے باجوہ کی آنکھوں میں اپنی سنہری دہکتی آنکھیں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"اس کی گارنٹی میں تمہیں دیتا ہوں۔۔ تم صرف اس نائن ٹو ایکس کو ہمارے حوالے کر دو۔ اس کے بعد ہم جانیں اور وہ۔۔"

"آپ مجھ پر ٹرسٹ کیسے کر سکتے ہیں؟ میں بھاگ بھی سکتا ہوں۔"

"تم ایسا نہیں کرو گے۔ کیوں کے تم نے خود کہا کے تم کسی کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ لیکن تمہاری سیفٹی اور سہولت کے لیے میں اپنے قابل آفیسرز کو تمہارے ساتھ بھیجوں گا۔ جو تمہارے اس مشن میں تمہارے مددگار ثابت ہوں گے۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

"میرا منشیات کا اربوں کی مالیت کا سامان ضبط کر لیا گیا تھا۔ میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کے میں ان کی ادائیگی کروں۔۔ اگر مجھے ان کے درمیان جانا ہے تو مجھے ان کے ساتھ اپنا حساب کلئیر کرنا ہو گا۔"

"تم اس کی طرف سے فکر مت کرو۔۔ جو کچھ تمہیں چاہیئے ہو گا ہم تمہیں پروائیڈ کریں گے۔ دولت، ہتھیار، سیکیورٹی۔۔ سب کچھ۔۔ بس تم ایک بار ہامی بھر لو۔"

اس نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے سر کو خفیف سی جنبش دی۔

****

جب داؤد مینشن پہنچا تو حتان اسے لاونج میں ہی بیٹھا دکھائی دیا تھا۔

"کہاں گئے تھے تم؟" عبیر کو دیکھتے ہی اس نے پیشانی پر بل ڈالے استفسار کیا۔ "تم پھر شروع ہو گئے ہو؟ میں نے تم سے کہا بھی ہے میری زبردستی کی بیوی بننے کی کوشش مت کیا کرو۔"

وہ بیزاری سے بولتا ہوا تھری سیٹر صوفے پر گرنے کے سے انداز پر بیٹھا۔

بلیک ڈریس پینٹ پر بیج کلر کی ڈریس شرٹ پہنے وہ حتان کو پہلے سے زیادہ خوبرو لگ رہا تھا۔ لیکن آدم کی زبانی جب اسے علم ہوا تھا کے وہ بریگیڈیئر باجوہ سے ملنے گیا ہوا ہے تب سے دنیا کا سب سے برا انسان لگ رہا تھا۔

"اس طرح سے کیوں دیکھ رہے ہو؟ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کے میں کہاں گیا تھا؟"

حتان کی سپاٹ سی نگاہوں کو دیکھتے ہوئے اس نے ابرو اٹھا کر پوچھا۔

"کیوں بلوایا تھا باجوہ نے؟" حتان نے اس کے سامنے میز کے کنارے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ جبکے وہ کشن پر کہنی ٹکائے نیم دراز سا فون کی اسکرین پر انگوٹھا چلا رہا تھا۔

"اپنے مطلب کا کام نکلوانے کے علاوہ اور کس لیے بلانا تھا انھوں نے؟" اس کا انداز لاپرواہ سا تھا۔ حتان کو دیکھے بنا ہی اس نے جواب دیا۔

"منع کر کے آئے ہو نا؟"اس کے بے ساختہ پوچھنے پر ٹائپنگ کرتا ہوا اس کا انگوٹھا تھما تھا۔بے ساختہ اس نے اپنی سنہری نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔جو اسے اس تاثر سے دیکھ رہا تھا کے جیسے اگر عبیر نے اس کے خدشات کی تصدیق کر دی تو وہیں اس کا گلا دبا دے گا۔

عبیر نے کچھ کہنے کے بجائے نچلا لب دانتوں تلے دباتے ہوئے پھر سے اپنی توجہ فون کی طرف کر لی تھی۔

اس کا اس طرح سے خود کو نظر انداز کرنا حتان کا خون کھولا گیا تھا۔دوسرے ہی سیکنڈ اس نے عبیر کے ہاتھ سے فون جھپٹ لیا تھا۔

"دماغ خراب ہے تمہارا۔"

"عقل سے پیدل انسان ہو تم۔منع نہیں کر سکتے تھے انھیں۔چار باتیں سنا نہیں سکتے تھے۔سارا زور تمہارا کیا صرف مجھ پر ہی چلتا ہے؟"وہ بپھر کر بولا۔اس کی خاموشی ہی اس کے خدشات کی تصدیق کر چکی تھی۔

"میں اپنی مرضی سے جا رہا ہوں۔"اس کا انداز نارمل تھا۔

"انھوں نے تمہیں یقیناً بلیک میل کیا ہو گا۔مجھے سب بتاؤ۔ان سب پر الگ الگ کیس کروں گا۔زندہ نہیں رہنے دوں گا کسی کو۔"

"پہلے مجھے گلٹ ہوتا تھا کے میں غیر قانونی کاموں میں ملوث ہوں۔۔لیکن آج میں پر سکون ہوں۔۔اسی وجہ سے مجھے ملک کے لیے کچھ کرنے کا موقع مل رہا ہے۔"

"تم میرا دماغ مت خراب کرو۔اچھی طرح جانتا ہوں میں تم کتنے محب وطن انسان ہو۔۔ابھی فون کر کے انھیں منع کرو تم یہ مشن نہیں کرو گے۔۔"حتان نے اس کا فون اس کی طرف اچھالتے ہوئے خشمگیں انداز میں کہا۔

"تم بات کو کیوں نہیں سمجھ رہے تمہاری جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔تم اتنے خطرناک لوگوں کے درمیان جا کر انھیں دھوکا دینے کا سوچ رہے ہو۔۔جانتے بھی ہو تمہارے ساتھ کیا کچھ ہو سکتا ہے؟"حتان کا بس ہی نہیں چل رہا تھا کے عبیر کا گلا دبا ہی دیتا۔جس نے سکون کی سانس لینا ہی جیسے اس پر حرام کر دی تھی۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا تائیوان میرا سیف زون ہے۔۔اور رہی بات ان خطرناک لوگوں کے درمیان جانے کی تو۔۔میں ان سے انجان نہیں ہوں۔۔"اب کے وہ کافی نرمی سے بولا۔

"میں جانتا ہوں تم واپس نہیں آو گے۔۔"

"تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے؟" عبیر نے اس کے شاکی انداز پر حیرانگی سے پوچھا۔

"بس مجھے لگ رہا ہے تم یہاں سے جان چھڑا کر بھاگ رہے ہو۔"

"ایسا بلکل بھی نہیں ہے۔ اگر تمہیں یقین نہیں ہے تو تم مجھ سے اسٹیمپ پیپر پر سائن کروالو۔۔"

"تمہاری سرجری کا کیا ہوگا؟"

"میں وہیں کروالوں گا۔۔" اس نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"فلائیٹ کب کی ہے؟"

حتان کا استفسار اسے خاموش کروا گیا تھا۔ کیوں کے اب پھر سے اس کا دبا ہوا طیش جاگنے والا تھا۔

تین دن بعد کی فلائیٹ ہے۔"

"تین دن بعد کی فلائیٹ کیوں رکھی ہے؟ آج ہی چلے جاتے۔" وہ بگڑتا ہوا بولا۔ مٹھیاں بھینچے وہ غصہ کنٹرول کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔ لیکن سامنے بیٹھا اس انسان نے جیسے قسم کھا رکھی تھی اسے پریشان کرنے کی۔

"مجھے تم سے ایک اور بات بھی کرنی ہے۔"

"اب کچھ رہ گیا ہے کہنے کے لئے؟" وہ بھڑکتے ہوئے بولا تو عبیر سیدھا ہو کر بیٹھا۔ لیکن کچھ کہنے کے بجائے نچلا لب دانتوں تلے دبائے ایک ہاتھ کی انگلیوں سے دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کو کرید رہا تھا۔ جیسے وہ خود میں اتنی ہمت نہ جتا پا رہا ہو کے حتان کے سامنے کس طرح وہ بات رکھے۔

"تم خاموش رہ کر بھی میرا بی پی بڑھا رہے ہو۔ بہتر ہے کے مجھے بتا دو جو بھی بات ہے۔ میں کرلوں گا برداشت"

اس کی خاموشی پر اس نے چڑ کر کہا۔ لیکن وہ پھر بھی کچھ نہیں بولا۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں عبیر؟ مجھ سے کوئی بات کرنے سے پہلے تمہیں کب سے تمہید باندھنے کی ضرورت پڑنے لگی ہے؟ یا اس بار تم نے مجھے ہارٹ اٹیک دینے کا فیصلہ کر لیا ہے؟"

وہ جانچتی پرکھتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔ جس کے چہرے پر پہلی دفعہ اسے کچھ ہچکچاہٹ سی نظر آئی تھی۔

"میں۔۔ جانے سے پہلے نکاح کر کے جانا چاہتا ہوں۔۔"

حتان کے چہرے کو دیکھتے ہوئے ایک سانس میں اپنا مطالبہ پیش کر کے اس نے دوبارہ اپنی سنہری آنکھیں جھکا لی تھیں۔

حتان کو لگا جیسے اس نے کچھ غلط سنا ہے۔ ایسا کچھ سنا ہے جس کی توقع وہ مر کر بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بھی عبیر کے منہ سے۔

"کیا؟ کہا کہا تم نے؟"

وہ ٹکر ٹکر اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ جیسے وہ ابھی کہہ دے گا کے میں تو بس مزاق کر رہا تھا۔ "پلیز ڈونٹ بی ڈراماٹک۔۔۔ پہلے ہی میری ہمت نہیں ہو رہی بات پوری کرنے کی۔" اس کے ایسے ری ایکشن پر عبیر نے لہجے میں ہچکچاہٹ کو بیزاری میں چھپانے کی کوشش کی۔

"اپنی بات پوری کرو۔۔ یقیناً اس بار تم مجھے ہاسپٹل پہنچا کر ہی مانو گے۔"

"تین دن بعد تمہاری فلائیٹ ہے۔ اب تین دن میں تمہارے لئے کہاں لڑکی ڈھونڈوں میں؟" وہ سخت عاجز آیا ہوا لگ رہا تھا۔

"لڑکی ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

عبیر کے بے ساختہ کہنے پر حتان نے ابرو بھینچ کر اسے دیکھا۔

"کیا تم اس سے مل چکے ہو؟ کون ہے وہ؟ جہاں تک میں جانتا ہوں تمہاری زندگی میں صرف دو لڑکیاں ہی رہی ہیں۔ ایک وہ جس سے تمہاری شادی نہیں ہوئی۔ اور دوسری وہ جس سے شادی کرنے کے بعد تم نے اسے طلاق دے دی۔۔ ان کے علاوہ کوئی تیسری لڑکی بھی ہے جسے میں جانتا ہی نہیں؟ کیا میں سچ میں تمہارا دوست ہوں؟"

"تم جانتے ہو اسے۔" اس نے مختصر سا کہا تو حتان وہیں رک گیا۔

"میں جانتا ہوں اسے؟ نام کیا ہے اس کا۔۔ کون ہے وہ۔۔۔ کچھ تو بتاؤ مجھے۔" وہ بے تابی سے بولا۔

"اور تین دن میں نکاح کے ارینجمنٹ کیسے ہوں گے۔ اس کے گھر بھی تو جانا ہو گا۔ ان سے بھی تو بات کرنی ہو گی۔"

"میں سنبل سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔۔اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو۔۔"حتان کی چلتی زبان کو جیسے بریک لگی تھی۔پہلی دفعہ عبیر کو حتان سے نظریں ملانا اتنا دشوار لگا تھا۔

کتنے ہی لمحے، کتنی ہی ساعتیں ان کے درمیان خاموشی سے گزر گئی تھیں۔

عبیر ابھی بھی یونہی گردن کو زرا سا جھکا کر اپنے ہاتھوں کو ہی دیکھ رہا تھا۔اور اس کے سامنے میز کے کنارے بیٹھا حتان بس بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھے جا رہا تھا۔

"سنبل سے نکاح؟ کیا یہی کہا ہے تم نے؟"اس دفعہ اس کا لہجہ کسی بھی تاثر سے پاک تھا۔

"اگر تم کسی اور لڑکی کا نام لیتے تو شادی مجھے اتنی حیرت نہ ہوتی۔۔سنبل ہی کیوں؟"

"اسے شکوے ہیں مجھ سے بہت۔۔۔کے میں نے کبھی اس کے لیے کچھ نہیں کیا۔۔میں اس کی شکایت دور کرنا چاہتا ہوں۔۔اسے اپنا نام دینا چاہتا ہوں۔۔"

گہری سانس بھر کر چہرے پر دونوں ہاتھوں پھیرتے ہوئے اس نے عبیر کی بات کو ہضم کرنے کی کوشش کی تھی۔

"کیا تم نے اس سے بات کی؟ وہ راضی ہے؟"

"میں نے اس سے بات نہیں کی ابھی تک۔۔تمہیں ہی کرنی ہو گی۔"

"کچھ دن پہلے شعیب نے بھی مجھ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا۔وہ سنبل کا پرپوزل لے کر اپنے پیرنٹس کو گھر لانا چاہتا ہے۔"

"شعیب۔بریگیڈیئر کا بیٹا۔"اس کے استفہامیہ سی نگاہوں کو دیکھتے ہوئے حتان نے اس کا تعارف کروایا تو اس نے لب بھینچ لئے تھے۔سنہری آنکھوں میں سختی سی اتر آئی تھی۔

"تم بات کر لو سنبل سے۔فیصلہ اسے کرنے دو۔"

"اگر اس نے شعیب کے لیے ہاں کر دی تو؟"حتان نے جانچتی نظروں سے اس کے تاثرات کو دیکھا۔

"اس کی زندگی ہے۔وہ اپنے لئے فیصلہ لینے کا حق رکھتی ہے۔"

"لیکن میرا نہیں خیال کے وہ تمہیں چھوڑ کر کسی اور کا انتخاب کرے گی۔"

"وہ مجھ سے ناراض ہے۔ غصہ ہے۔۔اور غصے میں ہمیشہ وہ غلط فیصلے لیتی ہے۔۔مجھے انکار بھی کر سکتی ہے۔"

"کیا تم مجھے بتانا چاہو گے تم دونوں کے درمیان چل کیا رہا ہے؟"

"جو بات میرے اور اس کے درمیان ہے اسے ہمارے درمیان ہی رہنے دو۔ وہ میں تمہیں نہیں بتانا چاہتا۔"

اس نے رکھائی سے کہا۔ میز پر ہی پڑا ہوا حتان کا فون رنگ ہوا تو اس نے اسکرین پر نظر آتے "اے ایس پی نوفل" کے نام کو دیکھا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر فون اٹھا لیا۔

****

تقریب ختم ہونے سے پہلے ہی وہ واپس آ چکے تھے۔ عاشر انھیں لاونج میں ہی ان لارج اسکرین کے سامنے بیٹھا مووی دیکھتے ہوئے پایا گیا تھا۔

"تمہارا تو پیپر ہے نا کل؟ ریشام نے شال اتارتے ہوئے اسے گھورا۔ جبکے بریزے وہاں رکے بنا اپنے روم کی جانب بڑھ گئی تھی۔
"کر لی ہے میں نے تیاری" کن انکھیوں سے بریزے کی سوجی ہوئی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔

"کچھ ہوا ہے کیا؟" اس نے تھوڑی کھجاتے ہوئے نا سمجھی سے پوچھا۔

"تم کچھ ہونے کے انتظار میں ہو کیا؟"

جواباً اس تلخ لہجے میں پوچھا تو عاشر نے الجھن سے اسے دیکھا۔ "ریشام مجھ سے پہلیاں مت بجھواو۔ مجھے بتاو کیا بات ہوئی ہے؟"
اسے بریزے کی طرف سے فکر مندی ہو رہی تھی۔ وہ تو اتنی خوش اور پر جوشی سے گئی تھی۔

"تمہاری وجہ سے پتا نہیں اسے کیا کچھ فیس کرنا پڑے گا۔ اگر تم نے اس سے شادی کی ہے تو اٹ لسٹ اس کو نبھاو بھی۔ دنیا دکھاوے کے لیے ہی سہی۔ وہاں سب اس سے تمہارے متعلق پوچھ رہے تھے کے تم کیوں نہیں آئے۔ اور پتا نہیں کیا فضول سوالات کر رہے تھے کے تم نے مجبوری میں اس سے نکاح کیا ہے"

وہ غصے سے اسے ایک ایک بات بتا رہی تھی۔ "سب کو پتا تو ہے میں نہیں جاتا کہیں" عاشر نے لاپرواہی سے شانے جھٹکے تو ریشام اس کے انداز پر ایک تیز نظر ڈالتے ہوئے اپنے روم میں چلی گئی۔

وہ جب روم میں آیا تو وہ ڈریسنگ کے پاس کھڑی چوڑیاں اتار کر ڈریسنگ پر پھینک رہی تھی۔ سرخ گالوں پر آنسو ابھی بھی رواں تھے۔ وہ خاموشی سے جا کر ڈریسنگ سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ "کیا ہوا ہے؟" سینے پر بازو لپیٹے گردن ترچھی کیے وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا۔ "بتایا نہیں تمہیں ریشام نے؟" اپنے کام میں مصروف اس نے گیلی آواز میں پوچھا۔ "ساری زبان صرف میرے سامنے ہی چلتی ہے تمہاری۔ وہاں کسی کو جواب نہیں دے سکتی تھیں؟"

"کیا جواب دیتی میں؟" چوڑیاں ڈریسنگ پر پھینک کر وہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ "کیا جواب دیتی میں؟ کیسے یقین دلاتی کے تم اس نکاح سے خوش ہو۔ بند کمرے میں تم مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہو لیکن دنیا کے سامنے تم نے صرف اپنی جھوٹی مظلومیت کے رونے روئے ہیں۔ تم نے سب کو باتیں کرنے کا خود موقع دیا ہے اب میں کسی کو کیا جواب دوں؟"

"سب یہی سمجھتے ہیں کے تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ تم اپنے منہ سے کیوں نہیں بتاتے سب کو کے اس نکاح میں تمہاری دلی خوشی بھی شامل تھی۔ سارے قصور میرے ہی کھاتے میں کیوں لکھے جا رہے ہیں؟"

"بریزے ریلیکس ہو جاو۔۔"

"ڈونٹ ٹچ می۔۔" اس نے جارحیت سے اس کا ہاتھ جھٹکا۔ "میں تمہیں سمجھ ہی نہیں پا رہی ہوں تم آخر میں چاہتے کیا ہو۔ تم مجھ سے نفرت کرتے تھے۔ لیکن تم کہتے ہو وہ تمہاری محبت تھی۔ میں کیسے یقین کروں تمہاری باتوں پر۔ اور کیسے یقین دلاوں دنیا کو؟"

"تمہیں کسی کو یقین دلانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"تم نے مجھ سے میرا اعتماد چھین لیا عاشر۔۔ میں کسی سے نظر اٹھا کر بات تک نہیں کر سکتی۔ میں تمہیں بتا بھی نہیں سکتی کے لوگوں کی آنکھوں کو فیس کرنا میرے لیے کتنا اذیت ناک ہے"

"تمہیں تمہارے رشتے دار اچھے نہیں لگتے۔ تم ان سے ملنا پسند نہیں کرتے تو کیا اس میں بھی میری غلطی ہے؟۔۔ میں قصوروار ہوں کے تم کسی تقریب میں شامل نہیں ہوتے؟"

"آئم سوری۔" بریزے کی سماعتوں میں وہ دو لفظ سنائی دئے تھے۔ جن میں ندامت تھی۔ افسوس بھی تھا۔ اور شاید شرمندگی بھی۔ "میں کیا کروں تمہارے سوری کا عاشر؟" اس نے تکان سے پوچھا۔ وہ رو رو کر نڈھال ہو چکی تھی۔ تھک چکی تھی اپنی زندگی سے کچھ پل اسے بھی سکون کے چاہئے تھے۔

"تم نے ساری زندگی صرف اپنی من مانی کی ہے۔ تم ہمیشہ سے ایک ضدی انسان رہے ہو۔ پھر اس دن تم نے اپنی ضد کیوں توڑی؟ تم حویلی چھوڑ کر کیوں نہیں چلے گئے؟ کیوں کیا تم نے مجھ سے نکاح؟"

"تمہیں نہیں معلوم میں نے کیوں کیا تھا تم سے نکاح؟"

"میں کچھ نہیں جاننا چاہتی۔ تمہیں جو کہنا ہے وہ تم دنیا کے سامنے جا کر کہو تا کے لوگ مجھے تمہارا قصوروار سمجھنا چھوڑ دیں"

بے حد کھردرے لہجے میں اسے باور کرواتے ہوئے بیڈ کے نزدیک آ کر اس نے تکیہ اٹھایا اور پھر بنا اسے دیکھے کمرے سے نکلتے ہوئے زوردار آواز سے دروازے کو بند کیا تھا۔ اسے جب بھی عاشر پر طیش آتا تھا وہ اسی طرح کرتی تھی۔ اپنا تکیہ اٹھا کر ریشام کے روم میں سونے چلی جاتی تھی۔ وہ تاسف سے بند دروازے کو دیکھتا رہ گیا تھا۔

"پتا نہیں کیا سمجھتا ہے خود کو۔ زندگی اجیرن ہو گئی ہے میری" بڑبڑاتے ہوئے اس نے بیڈ پر تکیہ پھینکا پھر خود بھی طیش میں بھری وہیں بیٹھ گئی۔ ریشام چینج کر کے نماز پڑھنے کھڑی ہو چکی تھی۔ وہ دعا مانگ کر جیسے ہی اٹھی بریزے کا اشتعال زدہ سا چہرہ دیکھا۔ "مجھے اب یقین ہو چکا ہے کے یہ میرا کمرہ کم اور تمہارا میکہ زیادہ ہے۔ تم ہمیشہ روٹھ کر یہیں آ جاتی ہو" اس کے موڈ بحال کرنے کو وہ ہلکے پھلکے انداز میں اسے چھیڑ رہی تھی۔ "کیوں کے میں اپنے روم میں جاوں تو وہ بھی پیچھے پیچھے وہیں آ جاتا ہے۔ کم از کم یہاں تمہارا لحاظ تو کر لیتا ہے"

ریشام ابھی کچھ کہنے ہی لگی تھی جبھی بند دروازے پر تیز آواز سے دستک ہونے لگی۔ "دروازہ مت کھولنا" بریزے نے پہلے ہی اسے خبردار کر دیا تھا۔ لیکن وہ اتنی مستقل مزاجی سے لگاتار بجائے جا رہا تھا کے ریشام کو نا چاہتے ہوئے بھی لاک کھولنا پڑا تھا۔ "کیا مسئلہ

ہے تمہارے ساتھ؟" ریشام نے اسے تیز نظروں سے دیکھا۔ رات کے اس پہر اس نے پوری حویلی میں شور ڈال دیا تھا۔ "میری بیوی واپس کرو" اس کے مطالبے پر ریشام نے سخت نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ اب بیزار ہو چکی تھی ان کے روز روز کے تماشوں سے۔

"اس کا یہاں سے جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ اگر تمہیں بھی یہاں رکنا ہے تو شوق سے رک جاؤ میں اپنا انتظام کہیں اور کر لوں گی" وہ چباتے ہوئے طنز سے بولی۔ "بہت اچھی بات ہے۔ نکلو باہر" عاشر نے فوراً ہی اس کی کہنی پکڑ کے کمرے سے باہر نکال کر دروازہ اس کے منہ پر بند کر دیا تھا۔ وہ اس کی بدتمیزی پر حق دق رہ گئی تھی۔ وہ سمجھ ہی نہیں پا رہی تھی کے عاشر نے واقعی میں یہ فضول حرکت کی ہے۔

دوسری جانب بریزے بھی بلینکٹ ہٹا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ تو سونے کا ڈرامہ کرتے ہوئے ان کے مکالمے سن رہی تھی لیکن جب اس نے ریشام کو باہر نکال کر دروازہ بند کیا تو وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔ "تم پاگل تو نہیں ہو گئے؟ ریشام کو اس کے کمرے سے باہر کیوں نکال دیا تم نے" وہ اسے سناتی ہوئی دروازے کی جانب بڑھی تھی لیکن وہ بیچ میں ہی اس کا بازو پکڑ کر روک گیا تھا۔ "جب تک تم مجھ سے وعدہ نہیں کرو گی کے آئندہ ناراض ہو کر اس کمرے میں نہیں آو گی میں دروازہ نہیں کھولوں گا"

"عاشر وہ خفا ہو جائے گی مجھ سے۔ دوبارہ کبھی مجھے یہاں قدم بھی نہیں رکھنے دے گی" بریزے کو اس کی ناراضگی کی فکر ستا رہی تھی۔

"یہی تو میں چاہتا ہوں۔ اس کی فکر نا کرو تم حویلی میں اور بھی بہت سے کمرے ہیں کہیں بھی جا کر سو جائے گی۔ تم میری بات۔"

بریزے اس کی بات سنے بنا ہی قہر بھری نظر سے اسے گھورتی ہوئی اپنا بازو اس کی گرفت سے نکال کر دروازے کی طرف بڑھی تھی۔

"سوری ریشام۔ یہ تو بے وقوف ہے۔ تم اس کی وجہ سے مجھ سے ناراض مت ہونا۔" وہ جبری مسکراہٹ چہرے پر سجائے اسے بہلا رہی تھی جو ابھی بھی چادر چہرے کے گرد لپیٹے جائے نماز ہاتھ میں لئے کھڑی ضبط سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ "میرا آج کے بعد تم دونوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی وقت نکل جاو میرے کمرے سے"

"سن لیا؟ نکال دیا ہے اس نے تمہیں اپنے کمرے سے۔اب تمہارا کوئی میکہ نہیں ہے۔سیدھی طرح اپنے روم میں چلو" وہ کچھ رعب سے بولا۔

"عاشر وہ تمہاری وجہ سے مجھ سے ناراض ہو گئی" اس کا بس نہیں چل رہا کے عاشر کو کوئی بھاری چیز اٹھا کر دے مارے۔

"میں تمہارے فیصلے سے بہت خوش ہوں۔آئندہ اسے اپنے روم میں داخل بھی مت ہونے دینا" وہ تہہ دل سے اس کا شکریہ ادا کرتا بریزے کو اپنے ساتھ روم میں لے آیا تھا۔

وہ بڑبڑاتی ہوئی ان دونوں کو گھورتی ہوئی اپنے روم میں چلی گئی تھی۔

"کیوں پوری حویلی میں تماشہ لگا رہی ہو بریزے؟" "تم نے جو پوری دنیا میں میرا تماشہ لگا رکھا ہے اس بارے میں کیا خیال ہے تمہارا؟"

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔"کاش کے اس دن ڈاکٹر عاصم کا ایکسڈینٹ نا ہوا ہوتا۔اور میرا نکاح اسی کے ساتھ ہو جاتا" وہ اپنی قسمت سے شکوہ کناں ہوتی بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی تھی۔وہ ابھی بھی یہی سمجھ رہی تھی کے اس کا اور کا عاشر کا نکاح محض اتفاق کی وجہ سے ہوا ہے

عاشر نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔یہ بات ابھی تک اس کے علم میں نہیں تھی کے وہ اس کے خرافاتی دماغ کی سازش کی وجہ سے اس کی بیوی کی حیثیت سے وہاں بیٹھی تھی۔عاشر کا کوئی ارادہ بھی نہیں تھا حقیقت اس کے گوش گزار کرنے کا۔وہ نہیں چاہتا تھا کے اس کی بیوی اس کے مرنے کے بعد ایک قاتل کے نام سے جانی جائے۔

****

Mahira Zaynab Khan Novel

کافی براون شرٹ پر بلیک پینٹ پہنے وہ ناچاہتے ہوئے بھی وہاں بیٹھا تھا۔نوفل نے اسے مشکل سے راضی کر کے اپنے گھر بلایا تھا۔ اس وقت وہ اسی کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا تھا۔جو خود بلیک ٹریک سوٹ پہنے کچھ فائلز اور کاغذات میز پر بکھرائے انس کے سائیڈ والے صوفے پر بیٹھا تھا۔

"میں جانتا ہوں میں کچھ کہوں گا تو تمہیں یقین نہیں آئے گا۔۔اس لیے تمہیں یہاں بلایا ہے تاکے تم سب کچھ خود دیکھ کر تسلی کر سکو۔۔"

"تمہیں جو کہنا ہے جلدی کہو۔۔"وہ اکتاہٹ بھرے انداز میں بولا۔

"بس دو منٹ۔۔"وہ میز پر پڑے کاغذات میں سے کچھ تلاشنے لگا۔پھر ایک سفید لفافہ اٹھا کر اس میں کچھ پیپرز نکال کر ایک نظر ان پر ڈالی پھر انھیں انس کی جانب بڑھایا۔

"تمہارے پیرینٹس کی پوسٹ مارٹم کی رپورٹ۔۔"

"میں پڑھ چکا ہوں پہلے ہی۔۔"انس نے ضبط کرتے ہوئے تیز نظر سے کہا۔

"ایک دفعہ اور پڑھو۔۔"

اس کے کچھ اعتماد بھرے انداز پر اس نے جھپٹتے ہوئے وہ کاغذات پکڑے۔۔پھر ان پر نظریں دوڑانے لگا۔۔

"رپورٹ کے مطابق رضا غازی اور صوفیہ غازی کو گولیاں مار کر قتل کیا گیا ہے۔۔"

انس نے کھا جانے والی نظر سے اسے دیکھا۔یہ بات بتانے کے لیے اس نے بلایا تھا؟

لیکن وہ اس کی طرف متوجہ ہی نہیں تھا۔میز پر سے کچھ اٹھاتے ہوئے وہ اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھا۔

"پوسٹ مارٹم کے وقت جو گولیاں باڈی سے نکالی گئی تھیں۔۔وہ یہ ہیں"

اس نے ایک ٹرانسپیرنٹ سی تھیلی اس کے سامنے میز پر رکھی۔

"جانتے ہو یہ گولیاں کون سی ہیں؟"

نوفل نے کچھ سوالیہ انداز میں استفسار کیا۔اس کا لہجہ کافی پر جوشی لئے ہوئے تھا۔ جیسے ہوانس کو کوئی ہوش اڑانے والی باتیں بتانے والا ہو۔

"یہ 9ایم ایم گولیاں ہیں۔ہر طرح کی پسٹل میں فٹ ہو جاتی ہیں۔"

انس نے بے تاثر نگاہوں سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔

"تم نے رپورٹ درج کروائی تھی۔ لیکن اس کیس پر زیادہ کام نہیں ہو سکا تھا۔۔نہ ہی مجرم کا پتا چل سکا تھا۔۔اسی لیے یہ تقریباً بند ہو گیا تھا۔۔جو آفیسر اس کیس کو ہینڈل کر رہے تھے میں نے ان سے ساری تفصیلات لے لی تھیں۔

اور جو کچھ مجھے معلوم ہوا میں تمہیں اپنے پاس سے کچھ بھی ایڈ کیے بغیر وہی بتا رہا ہوں۔"

"کیا پتا چلا ہے تمہیں۔؟"اس نے سانس روکے پوچھا۔

"جن گولیوں کی وجہ سے تمہارے پیرنٹس کی ڈیتھ ہوئی وہ تمہارے سامنے موجود ہے۔۔لیکن یہ وہ گولیاں نہیں ہیں جو عبیر بھائی کی پستول سے نکلی تھیں۔۔"

"مجھے پتا تھا تم گھوم پھر کر پھر اسی کا دفاع کرنے کی کوشش کرو گے۔۔"اکھڑے سے لہجے میں انس نے ہاتھ میں پکڑے کاغذات میز پر اچھالے تھے۔

"دھیان سے اور سکون سے میری بات سن لو پہلے پھر ری ایکشن دینا۔۔پلیز"

"آگے بولو۔۔"

"عبیر بھائی کے پاس پسٹلز کی کافی کلیکشن موجود ہے۔۔ایک سے ایک مہنگی اور قیمتی۔۔وہ بھی ہیں جو پاکستان میں بین ہیں۔۔"

"میں اس کی اسمگلنگ کے پیسوں سے بنائی امارت کو جاننے کا ہر گز شوقین نہیں ہوں۔"

وہ پھر سابقہ انداز میں گویا ہوا لیکن اس بار نوفل نے اس کی بات پر دھیان دئے بنا اپنی بات جاری رکھی تھی۔

گولیاں تھیں۔اور یہ 9ایم ایم کی طرح ACP پسٹل تھی۔۔جس میں walther ppk/s 38"اس دن ان کے پاس نہیں ہے جو کسی بھی ہتھیار میں فٹ ہو جائے۔یہ خاص والتھر کے لئے ہی ہوتی ہیں۔۔اسی سے انھوں نے فائیر کیا تھا۔۔گنز کے بارے میں تمہیں بھی خاصی معلومات ہے اس لئے یہ تم بھی جانتے ہوں گے کے والتھر میں 9ایم ایم کی بلٹس کام نہیں کرتی۔"

اس سارے وقت کے دوران وہ پہلی بار اپنی جگہ تھما تھا۔۔۔سب کچھ ہی جیسے اس کے پاس ٹھہر گیا تھا۔

"بے شک انھوں نے گولی چلائی تھی۔۔لیکن تمہارے پیرنٹس کو جو گولیاں لگی وہ عبیر بھائی کے پسٹل کی نہیں تھیں۔۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"میں نے خود اس جگہ جا کر اس سارے معاملے کی چھان بین کی ہے۔۔وہ جگہ جہاں قتل ہوا۔۔قبرستان کے سامنے ایک طویل اور چوڑی سی روڈ ہے۔۔اور روڈ کے بعد رہائشی بلڈنگز ہیں۔۔تم خود بھی وہاں گئے تھے ڈائریکشن کا تمہیں بھی اندازہ ہو گا کے سوسائٹی کے پیچھے کی جانب روڈ ہے اور پھر قبرستان آتا ہے۔۔اسی وجہ سے بھی اس روڈ پر زیادہ ٹریفک نہیں ہوتا۔۔اس راستے کو شارٹ کٹ کے طور پر بھی استعمال کرنے والوں کی تعداد کافی کم ہے۔۔نہ وہاں کوئی سی سی ٹی وی ہے۔۔نہ ہی ایسی کوئی اور چیز کے جس سے قاتل تک پہنچنے کا کوئی سراغ مل سکے۔۔

"عبیر بھائی ایک ماہر شوٹر ہیں۔۔شوٹنگ میں کوئی کتنی ہی مہارت کیوں نہ رکھتا ہو۔۔پہلی دفعہ کسی جاندار پر گولی چلاتے ہوئے نشانے چوکنے کے کافی چانسز ہوتے ہیں۔۔اور وہ بھی اس صورت میں جب آپ گولی چلانے پر خود کو بامشکل آمادہ کر رہے ہوں۔۔

جب انھوں نے فائیر کیا،اسی وقت کسی اور نے بھی فائیر کیا تھا۔۔عبیر بھائی کی دونوں گولیاں مس ہو چکی تھیں۔۔ٹارگٹ کے ایک دو انچ کے فاصلے سے گزرتے ہوئے وہ پیچھے موجود درخت میں جا لگی تھیں۔۔"

نوفل نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے ایک اور ٹرانسپیرنٹ تھیلی اس کی طرف بڑھائی۔۔اس میں وہی گولیاں اور اس کے کھول موجود گولیاں ہی ہیں" ACP ہیں۔۔اور یہ 38

"اور دوسری بات۔۔قبرستان سے روڈ تک کا فاصلہ بیس فٹ کا ہے۔۔یعنی تقریباً سات میٹر۔۔اور جو گولیاں تمہارے پیرنٹس کو لگی ہیں وہ فارانزک کی رپورٹ کے مطابق بتیس فٹ کا ہے یعنی دس میٹر کے قریب۔۔میرے مطابق وہ فائیر بلڈنگ کی کھڑکی

سے ہی کئے گئے تھے۔یقیناًاب تمہارا سوال ہو گا کے جب دو مختلف گولیاں اتنے فاصلے سے چلی ہیں تو ایک ساتھ ٹارگٹ تک کیسے پہنچی۔۔

کی رفتار 9ایم ایم کی نسبت سلو ہے۔۔وہ اتنی تیزی سے ٹارگٹ تک نہیں پہنچتی جتنی تیزی ACP اس کا جواب سمپل سا ہے۔۔ سے 9ایم ایم چلتی ہے۔عبیر بھائی کا نشانہ چوک گیا تھا۔لیکن جس نے ساتھ گولی چلائی تھی اس کا نشانہ خطا نہیں ہوا تھا۔جہاں تمہارے پیرنٹس کھڑے تھے عبیر بھائی کی گاڑی ٹھیک ان کے سامنے نہیں کھڑی تھی۔۔تھوڑا آگے جا کر فاصلے فاصلے پر کھڑی تھی۔اسی لئے اگر عبیر بھائی کی گولی انھیں لگتی بھی تو ٹارگٹ کے کندھے، گردن یا بازو پر لگتی۔۔لیکن بلڈنگز سے جس نے گولی چلائی وہ عین ٹارگٹ کے سامنے تھا۔اسی وجہ سے تمہارے والد کے سینے میں اور والدہ کی گردن میں وہ بلٹس لگیں۔"

"اس کا نشانہ کیسے چوک سکتا ہے؟"وہ کھوئے کھوئے سے انداز میں بولا۔

"میں نے اپنے طور پر عبیر بھائی سے اس دن کے حوالے سے بات کی تھی۔۔اور اپنی بات شروع کرنے سے پہلے میں نے ان کی ساری بات سنی تھی۔۔جو باتیں میں تمہیں بتا رہا ہوں۔۔ان کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتے۔۔آج کل میں، میں انھیں بتانے والا تھا۔لیکن جب دیکھا کے تمہیں یہ جاننا ان سے زیادہ ضروری ہے تو اس لئے تمہیں بتا دی۔۔انھوں نے مجھے خود بتایا تھا کے اس دن ان کے پاس کون سی پسٹل موجود تھی۔کون سی گولیاں تھیں۔وہ کتنے فاصلے پر تھے۔۔سب کچھ۔۔"

"اس نے تمہارے استفسار پر اپنا اعتراف جرم کیا؟اور مزید یہ کے تمہیں سارا سین بھی بتایا؟"

"تم ہر بات کو شک کی نگاہ سے کیوں دیکھ رہے ہو؟"

"میں کیسے یقین کروں کے اس دن اس کے پاس وہ گن اور گولیاں نہیں تھی جس سے میرے ماں باپ قتل ہوئے۔"اس نے غیض بھرے انداز میں پوچھا۔

"تم چاہو تو میں تم سے ان کی ملاقات کروا دیتا ہوں۔۔یہ سارے سوالات تم خود ان سے پوچھ سکتے ہو۔۔"

انس رکا۔۔کچھ سوچا، پھر اثبات میں گردن ہلا دی۔۔

"چلو۔۔"

نوفل بے اختیار چونکا۔ کیا وہ سچ میں جانے پر راضی تھا؟ اس سے ملنے پر اسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔

"ایک منٹ میں ذرا حتان بھائی کو کال کر کے پوچھ لوں وہ وہاں ہیں یا نہیں۔۔"

"تم کافی پیو۔۔"

نوفل نے مگ اس کے قریب کرتے ہوئے میز پر سے فون اٹھایا۔ کانٹیکٹس کھول کر اسکرول کیا۔ پھر حتان کا نمبر ڈائل کر کے کان سے لگا لیا۔۔ دو بیل پر ہی کال اٹھالی گئی تھی۔

"السلام و علیکم حتان بھائی۔ نوفل بات کر رہا ہوں۔۔ جی الحمد للہ میں ٹھیک ہوں۔۔"

"عبیر بھائی کہاں ہیں؟"

"میرے سامنے ہی بیٹھا ہے۔"

"میں تھوڑی دیر تک پہنچ رہا ہوں۔"

"خیریت؟"

"ہاں خیریت ہے۔۔ انس غازی بھی میرے ساتھ آرہا ہے۔۔"

"نوفل یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" اس دفعہ وہ چونکا تھا۔ بے ساختہ عبیر کو دیکھا جو اس کہ طرف متوجہ نہیں تھا۔ اپنے فون پر مصروف تھا۔

"میں نے اس لئے آپ کو فون کیا ہے کے اگر عبیر بھائی میرا گلا دبانے کی کوشش کریں تو آپ مجھے بچا لیں۔۔ اسی لئے کم از کم آپ تو ایسے ری ایکشن نہ دیں۔"

"لیکن تم اسے لے کر کیوں آرہے ہو؟" اس نے ناگواری سے پوچھا۔ عبیر کی طرح حتان کو بھی وہ ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔

"کچھ ایسی حقیقت میرے ہاتھ لگی ہے جو عبیر بھائی اور انس کا جاننا بہت ضروری ہے۔۔ انس کو میں بتا چکا ہوں۔ اور عبیر بھائی کو اس کی موجودگی میں ہی بتاوں گا۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

"پتا نہیں کہا پہلیاں بجھوا رہے ہو۔۔ ٹھیک ہے آجاو میں بنوا دوں گا تمہارا ڈیتھ سرٹیفیکیٹ"

وہ بیزاریت سے بولا۔انس کو نوفل کے ہمراہ آتے دیکھ کر عبیر نے کسی قیمت پر نوفل کو نہیں بخشنا تھا۔

"پہلے سے اقدامات کرنے ضروری تھے۔وہ تمہیں کچھ خاص پسند نہیں کرتے ہیں۔"فون جیب ڈالتے ہوئے وہ لاپرواہی سے بولا۔

"میں نے تو جیسے اپنے بیڈروم میں اس کی تصویریں اور پوسٹرز لگا رکھے ہیں نا۔"

تپے ہوئے انداز میں اسے تیز نظر سے دیکھتے ہوئے وہ گاڑی کی چابی میز پر سے اٹھاتے ہوئے خارجی دروازے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے وہ گاڑی آگے بڑھانے ہی لگا تھا جبھی وہ تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے چبوترے سے اتر کر گاڑی کے پاس آیا اور فرنٹ ڈور کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

"میں ساتھ جاوں گا۔میری گاڑی ورک شاپ گئی ہے۔"

"ایک ہی گاڑی ہے تمہارے پاس؟"

"اپنے حق حلال کی کمائی سے خریدی ہے میں نے۔۔ساری جمع پونجی اس پر لگا دی۔"

"پولیس آفیسر ہو کر حق حلال کی کمائی سے گھر چل جاتا ہے تمہارا؟"

"تمہیں کیا میں رشوت مانگنے والا لگتا ہوں؟"

وہ ناراض ہوا۔"تو کیا نہیں مانگتے؟"

"ہرگز نہیں۔۔لیکن اگر کوئی خوشی سے دے رہا ہو تو میں منع نہیں کرتا۔"

انس نے خفیف سی گردن جھٹکی تھی۔

"آتے ہوئے وہ اپنا لیپ ٹاپ بھی ساتھ لایا تھا۔جسے گود میں رکھے،فون کان سے لگائے کسی کو کال ملا چکا تھا۔"تھوڑی دیر بعد ہی رابطہ مل گیا تھا۔

"السلام علیکم میڈم سنبل۔"

ٹچ پیڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے وہ ساتھ ہی اس سے باتوں میں مصروف ہو چکا تھا۔

"دو دن کے لئے یونیورسٹی سیل کر دی گئی ہے۔ مقتولہ شامین احمد کے سارے کلاس فیلوز سے علحدہ علحدہ پوچھ تاچھ کی ہے۔۔ شامین کے لاکر وغیرہ کی تلاشی بھی لی تھی۔ کچھ قابل گرفت چیز ملی نہیں ہے۔۔ شامین نے اپنی موت سے ایک ہفتہ قبل ہی یونیورسٹی جانا چھوڑ دیا تھا۔ جس دن وہ آخری دفعہ یونیورسٹی گئی تھی اس دن کی اور اس سے کچھ اور دن پہلے کی سی سی ٹی وی فوٹیجز نکلوائی ہیں میں نے۔۔ کچھ کلو ملے گا تو میں آپ کو انفارم کروں گا"

"میری چھٹی حس یہ قبول کرنے کو تیار نہیں ہے کے اس نے خود خوشی کی ہے۔۔ اور پھر شامین کی چھوٹی بہن اور اور فرینڈز سے معلوم ہوا ہے کے جس دن وہ آخری دفعہ یونیورسٹی گئی تھی اس دن ارمغان مغل کے ساتھ اس کی کافی بحث ہوئی تھی۔۔ کسی بات کو لے کر وہ کافی ٹینس تھی۔۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے جو بھی حقیقت ہے۔۔ فلحال ارمغان کا نام ای سی ایل میں ڈلوا دیا ہے۔۔ جیسے ہی کوئی چھوٹا سا بھی کلو اس کے خلاف ملا میں اس کے وارنٹس نکلوا لوں گا۔۔"

بڑے سے آہنی دروازے کو پار کر کے، پتھریلی روش پر گاڑی چلاتے ہوئے اس نے اندر لے جا کر روک دی تھی۔

جگمگاتا داؤد مینشن آنکھوں کو خیرہ کرنے کی کشش رکھتا تھا۔ اتنا وسیع اور شاندار سا گھر تھا حتان داؤد کا۔ وہ متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا۔ لیپ ٹاپ پسینجر سیٹ پر رکھ کر وہ بھی باہر نکل آیا تھا۔

"عبیر بھائی اندر ہی موجود ہیں۔ میں تمہیں پہلے ہی وارن کر رہا ہوں۔ تحمل سے کام لینا۔ اگر تم نے گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو مجھے مجبوراً تمہیں اریسٹ کرنا پڑے گا۔"

"چپ کر کے چلو۔ مر گئے مجھے اریسٹ کرنے والے۔"

پیشانی پر بل لئے وہ تلخی سے بڑبڑاتا ہوا اندر کی جانب بڑھ گیا۔

حتان اور عبیر دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ داخلی دروازے کھول کر پہلے انس اندر داخل ہوا تھا۔ اس کے بعد نوفل کی شکل دکھائی دی تھی۔

عبیر کے چہرے پر استفہامیہ تاثرات ابھرے تھے۔انس کا وہاں آنا اس نے کبھی خواب میں بھی ایکسپیکٹ نہیں کیا تھا۔لیکن وہ آ چکا تھا۔اس گھر کی چوکھٹ کو وہ پار کر گیا تھا۔

حتان بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر تھری سیٹر صوفے پر عبیر کے برابر میں ہی ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھ گیا تھا۔

"یہ یہاں کیوں کے نوفل؟"نوفل کے سلام کو نظرانداز کرتے ہوئے عبیر نے جس انداز میں اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا لمحے بھر ہو وہ گڑبڑا گیا تھا۔آج سے پہلے اس نے اپنے لئے عبیر کی یہ سنجیدگی کبھی نہیں دیکھی تھی۔"کچھ حقیقت آشکار ہوئی ہے مجھ پر۔۔انس کو میں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔۔اب آپ کو بتانی ہے۔۔"وہ بولتا ہوا قریب آیا۔

"بیٹھو تم بھی۔"ساتھ ہی انس کو آنکھوں میں ہی بیٹھنے کا اشارہ کیا

"کیسی حقیقت؟"عبیر ابھی بھی چھبتی ہوئی نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"فلحال میں بس یہ ریکوئسٹ کرنا چاہتا ہوں کے آپ تحمل سے میری بات سنیئے گا۔۔اور جو سوالات میں آپ سے کروں ان کا بلکل ٹھیک ٹھیک جواب دیجئے گا۔۔"

عبیر کے سامنے والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے اس نے کہا۔

"تمہیں معلوم تھا یہ یہاں آنے والا ہے؟"اس نے لفظوں کو چباتے ہوئے خفیف سی گردن گھما کر حتان کو دیکھا جس نے خفیف سے شانے جھٹکے تو وہ دوبارہ نوفل کی جانب متوجہ ہوا۔انس اس کے برابر میں ہی بیٹھا تھا۔ٹانگ پر ٹانگ رکھے صوفے کی پشت پر بازو پھیلائے وہ چہرے سے کس قدر پر اعتماد اور پر سکون لگ رہا تھا۔لیکن عبیر کو وہ صرف زہر لگ رہا تھا۔

"پوچھو جو پوچھنا ہے۔"انس کو نظرانداز کیے اس نے نوفل سے کہا۔

"اس دن آپ کے پاس کون سی پسٹل تھی؟"اس نے بات کو گھمانے پھرانے کے بجائے سیدھا مدعے پر آتے ہوئے کہا۔

"کس دن؟"

"جس دن آپ نے اقدام قتل کیا تھا۔"

عبیر نے اس کی بات پر زیادہ دھیان نہیں دیا تھا لیکن حتان کو وہ بات بری طرح چبھی تھی۔اس نے بے ساختہ چونک کر نوفل کو دیکھا۔

۔۔"اس نے مختصر سے لفظوں میں جواب دیا۔ppk/s" والتھر

"بلٹس کون سی تھیں؟"

"اے سی پی 38۔"

"کتنے فٹ دور سے آپ نے فائیر کیا تھا؟"

نچلے لب دانتوں تلے دبائے وہ خود پر انتہا کا ضبط کرتے ہوئے وہاں بیٹھا تھا۔اس کے لئے بہت مشکل ہو رہا تھا خود کو کنٹرول کرنا۔ آنکھیں بھی گلابی پڑتی جا رہی تھیں۔ لیکن پھر بھی اس نے چہرے سے خود کو نارمل ظاہر کی بھرپور کوشش کی تھی۔ عبیر کی زیرک نظریں اسی کے چہرے کے اتار چڑھاو کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ تکلیف میں تھا۔

یہ دیکھ کر اس کے جلتے دل پر سکون کی بوندیں پڑی تھیں۔

ٹانگ پر ٹانگ رکھتے ہوئے وہ ریلکس ہوتے ہوئے پیچھے کو ٹیک لگا گیا۔ ساتھ ہی عادتاً دائیں آنکھ پر گرتے بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کی جانب سنوارا تھا۔

"بیس فٹ دور سے میں نے گولی چلائی تھی۔۔"

وہ ایک ایک تفصیل اس کے گوش گزار رہا تھا۔انس غازی اور صوفیہ غازی کس جگہ کھڑے تھے اور وہ خود کون سی ڈگری اینگل پر موجود تھا۔ وقت کیا ہو رہا تھا۔ کہاں گولی ماری۔۔ایک ایک چیز وہ پر سکون سے لہجے میں بتاتا جا رہا تھا۔ صرف انس کو تکلیف دینے کے لئے۔

نوفل نے ساری بات دھیان سے سنتے ہوئے گردن موڑ کر ابرو اچکا کر انس کو دیکھا۔۔ جیسے کہہ رہا ہو کے "میں نے کہا تھا نا؟"

"اپنے ماں باپ کے قاتل کو قتل کرنے سے تمہیں کیا چیز روک رہی ہے؟"

عبیر کے لہجہ طنزیہ اور پر تپش سا تھا۔اس سارے وقت کے دوران اس نے پہلی دفعہ انس کو مخاطب کیا تھا۔

"قدرت نے بچالیا ہے تمہیں۔۔ورنہ ایسی موت تمہیں دیتا کے پناہ مانگتے۔"

اس کے سلگتے ہوئے لہجے پر عبیر کے چہرے پر ناقابل فہم سے تاثرات ابھرے۔

وہ کیا کہہ رہا تھا؟

عبیر نے خود اپنے منہ سے اعتراف جرم کیا تھا پھر بھی وہ کہہ رہا تھا کے قدرت نے اسے بچالیا ہے؟"

"آپ نے قتل نہیں کیا عبیر بھائی۔۔آپ صرف اقدام قتل کے مرتکب ٹھہرے ہیں۔۔"

نوفل نے اسے آگاہ کیا تو وہ بے یقینی سے نوفل کو دیکھنے لگا۔

"میں نے اپنے ہاتھ سے گولی چلائی ہے۔۔وہ دونوں میرے سامنے مرے تھے یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"آپ کے پاس والتھر گن تھی۔اور بلٹس اے سی پی تھیں؟یہیں کہا تھا آپ نے؟"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر تائید کی۔

"رضا غازی اور صوفیہ غازی کی پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق ان کی موت کی وجہ 9ایم ایم کی بلٹس ہیں۔۔"

"9ایم ایم کی بلٹس والتھر میں فٹ نہیں ہوتی۔"وہ بے ساختہ بولا۔

"دیٹس وائے۔۔۔گولی کسی اور نے چلائی تھی۔۔وہ بھی بتیس فٹ کے فاصلے سے۔۔قبرستان کے سامنے جو بلڈنگ ہے۔۔عین ممکن ہے کے فائیر وہیں سے کیے گئے تھے۔"

"مجھے تو تمہاری کوئی بات سمجھ نہیں آرہی ہے۔"اس نے انگوٹھے اور دو انگلیوں سے پیشانی کو چھوا۔

"کیا تم نے کسی کو بتایا تھا کے تم قتل کرنے والے ہو؟"انس کے استفسار پر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"آدم اور میرے علاوہ کوئی یہ بات نہیں جانتا تھا۔اور اس وقت وہ میرے ساتھ ہی گاڑی میں موجود تھا۔"

"تمہیں کچھ سمجھ آرہا ہے؟میرے تو کچھ پلے نہیں پڑ رہا۔"اس نے حتان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"اتنی صاف اور سیدھی سی بات تمہیں سمجھ نہیں آ رہی؟ وہ کہہ رہا ہے کے تم ایک نالائق شوٹر ہو۔ دو گولیاں تم سے نشانے پر نہیں ماری گئیں۔ افسوس کی بات ہے۔" وہ تاسف سے سر ہلاتا ہوا بول رہا تھا۔ "تم ایسا بول بھی کیسے سکتے ہو؟ تم جانتے نہیں ہو شوٹنگ میں کتنی مہارت رکھتا ہوں میں؟" وہ ناراضگی سے گویا ہوا۔

"ہاں لیکن جہاں مہارت دکھانی تھی وہاں کوئی اور بازی لے گیا۔"

حتان کی بات سنتا ہوا وہ بے ساختہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ اس کے لئے ان دونوں کی باتیں انتہائی ناقابل برداشت ہو رہی تھیں۔

"دفعہ 307۔۔ قتل کی کوشش۔۔ اس کا تو چارج بنتا ہے نا؟"

ان دونوں کو نظر انداز کرتا ہوا وہ نوفل سے مخاطب ہوا۔ طنزیہ سے انداز میں کہا۔

"بلکل بنتا ہے۔ اچھا تو میں تھانے جا رہا ہوں اس کے ساتھ۔۔ اسے ایف آئی آر درج کروانی ہو گی۔" وہ بھی ایک دم ہی ان دونوں سے مخاطب ہو کر بولتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ کے استقبال کی تیاری کرتا ہوں جا کر۔ پولیس اسٹیشن کے تو لاڈلے بن گئے ہیں آپ۔" اس دفعہ اس نے کچھ شوخی سے عبیر سے کہا تھا۔

"بیٹھو انس۔ پہلی بار میرے گھر آئے ہو۔ کافی پی کر جاو۔" پہلی دفعہ حتان کا انداز اس سے بات کرتے ہوئے نرم تھا۔ لیکن نرمی صرف ظاہری تھی۔

انس نے بے ساختہ اسے دیکھا تھا۔ کتنی ملتی تھیں عبیر اور اس کی عادتیں۔

اس کی ذہنی رو کچھ مہینے پیچھے عبیر کے آفس میں جھانکنے لگی تھی۔ جب سالار کی گرفتاری کے بعد وہ اس سے ملنے کے لیے گیا تھا۔

اس نے کوئی جواب دینا بھی ضروری نہیں سمجھتا تھا۔ "تمہیں آنا ہے تو آ جاو ورنہ میں جا رہا ہوں۔" خشک سے انداز میں نوفل کو بولتا ہوا وہ بھاری قدم اٹھاتا دروازے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"اسے تم سنبھال لینا۔ میرے پاس وقت نہیں ہے اب جیل جانے کا۔"

وہ تکان سے بولا۔

"اس کی آپ فکر نہ کریں۔ میں دیکھ لوں گا۔" وہ تسلی دیتا ہوا اللہ حافظ کہتا انس کے پیچھے ہی گیا تھا۔

"کیا؟" عبیر کے گھورنے پر حتان نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"میں تمہارا دوست ہوں یا وہ تمہارا دوست ہے؟"

اس نے چباتے ہوئے پوچھا تو حتان اسے کے سوال پر حیران ہوا تھا۔ "یہ کوئی بات ہے پوچھنے والی؟ ظاہر سی بات ہے تم ہی میرے دوست ہو۔ چلو ہم کہیں ڈنر پر چلتے ہیں۔ تین دن بعد تو تم ویسے ہی چلے جاو گے۔"

"جسے کافی کی آفر کر رہے تھے اسی کے ساتھ جاو ڈنر پر۔" کشن اٹھا کر اسے کھینچ مارتے ہوئے وہ سلگتے ہوئے لہجے میں بولتا ہوا وہاں سے اٹھ کر سیڑھیاں چڑھ گیا تھا۔

"آئی کانٹ بلیو اٹ یار۔۔ تم اس بے وقوف کی وجہ سے مجھ سے جیلس ہو رہے ہو۔؟"

"اسی بے وقوف انسان کے ساتھ جا کر رہو میری جان چھوڑو۔"

وہ پلٹے بنا بولا تو حتان بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔ اس کی ہنسی تھم نہیں رہی تھی۔ ایک خوشگوار سا احساس ہو رہا تھا کے عبیر نے پہلی دفعہ اس طرح کا انداز اپنایا تھا۔

****

بک کو فولڈ کئے وہ کمرے میں یہاں سے وہاں چکر کاٹتے ہوئے دھیان سے پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کل اس کا فائنل ایگزام تھا۔ آج زاویار کی بارات تھی۔ باہر سب وہاں جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ جبھی وہ گھر کے عام لباس میں نوڈلز کا باول پکڑے روم میں داخل ہوئی تھی۔ عاشر نے چونک کر اسے دیکھا۔ "شادی میں نہیں جا رہی تم؟" اس نے اس طرح انجان بنتے ہوئے پوچھا جیسے اسے یاد ہی نہ رہا ہو کے کل اس بات کو لے کر کتنی تلخ کلامی ہوئی تھی ان کی۔

"نہیں۔" اس نے کاوچ پر بیٹھتے ہوئے جواب دے کر ٹی وی آن کر لیا تھا "کیوں؟"

"کیوں کے تم سے نکاح کرنے کے بعد۔۔ کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہا"

"کوئی بھی مجھے اب بریزے کی حیثیت سے نہیں دیکھتا۔۔سب مجھے بس تمہاری بیوی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔۔عاشر مرزا کی بیوی "

"زندگی میں پہلی بار میں ان لوگوں سے ملتے ہوئے جھجک رہی تھی جن کے ساتھ میری اتنی دوستی تھی۔اور پتا ہے جب وہ مجھ دیکھ رہے تھے تو ان کی نظروں میں میرے لیے تضحیک تھی۔وہ مجھ مجھ سے کرید کرید کر تمہارے متعلق سوالات کر رہے تھے کے جن حالات میں ہماری شادی ہوئی ہے ہم ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح رہتے ہیں۔۔کیا ہم نے ایک دوسرے کا قبول کیا یا نہیں۔۔بار بار مجھ سے پوچھتے رہے کے عاشر کیوں نہیں آیا۔۔وہ کب آئے گا۔۔تمہارے نا جانے کی وجہ وہ لوگ مجھے سمجھ رہے تھے۔۔کے میں تم پر زبردستی مسلط کی گئی ہوں۔۔اس لیے وہ لوگ۔۔"

اس نے رک کر آنسوں کا گولا حلق میں اتارا تھا۔ہاتھ کی پشت سے آنکھوں کو رگڑا۔پھر دوبارہ بھیگی نظروں سے اسے دیکھا۔

"وہاں چند لمحے گزارنا میرے لیے کس قدر اذیت ناک تھا میں تمہیں لفظوں میں بتا بھی نہیں سکتی۔"

وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑی تھی۔عاشر بنا کچھ کہے اٹھ گیا تھا۔وارڈروب سے اس نے ہینگ کیا ہوا بریزے کا سوٹ لا کر بیڈ پر رکھا۔

اسے معلوم تھا وہ کتنی ایکسائٹڈ تھی آج کے دن وہ ڈریس پہننے کے لئے۔

"تیار ہو جاو جا کر۔۔اس طرح سے روتے ہوئے تم بہت ہی بری لگتی ہو۔"

ٹیبل پر پڑا اس کا نوڈلز کا باول اپنے قبضے میں لیتے ہوئے اس نے ٹوکا بریزے نے آنسو سے بھری شکوہ کناں نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔یعنی اتنی وجوہات بتانے کے بعد بھی اسے سمجھ نہیں آیا تھا کے وہ وہاں نہیں جانا چاہتی۔"اگر تم اس طرح سے منہ چھپا کر گھر میں بیٹھ جاو گی تو تم ان کی باتوں کو سچ کر دو گی۔۔ایسے تم اپنا اعتماد کھو دی گی۔۔کبھی ان کے سامنے جانے کی ہمت نہیں کر سکو گی۔۔حالات جیسے بھی ہوں ان کا ڈٹ کا سامنا کیا جاتا ہے ایسے منہ چھپا کر نہیں بیٹھا جاتا۔"کانٹے میں نوڈلز پھنسا کر منہ میں ڈالتے ہوئے اس نے کہا۔

"تم تو یہی کہو گے۔۔تمہیں کون سا لوگوں کی تلخ باتوں کے جواب دینے ہوتے ہیں۔۔کوئی تم سے اس طرح کے سوالات کرے تو تمہیں پتا چلے گا"

"میں کسی کو اپنی ذات سے متعلق سوال کرنے کا حق نہیں دیتا"

"تم چلو گے میرے ساتھ؟" عاشر نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا جو آنکھوں میں کتنی آس اور امید لئے اسے دیکھ رہی تھی۔اس نے بہت مشکل سے اس کے چہرے سے اپنی نظریں ہٹائی تھیں۔ پھر ہاتھ میں پکڑی بک اٹھا کر اسے دکھائی۔

"ایگزام ہے میرا۔۔ورنہ ضرور چلتا تمہارے ساتھ۔"

اس کے لہجے میں نا جانے کا کافی افسوس تھا۔

"اگر پھر کسی نے مجھ سے پوچھا کے تمہارا شوہر کیوں نہیں آیا بریزے؟ تو کیا جواب دوں گی میں؟"

"جو سچ ہے وہی بتا دینا کے میرے شوہر کی پڑھائی ابھی ختم نہیں ہوئی۔کل اس نے یونیورسٹی جانا ہے۔۔ڈگری لینے سے پہلے ہی اس کی زبردستی شادی کروائی گئی تھی نا۔۔ویسے بھی لوگوں کو سب معلوم تو ہے۔"

وہ شانے اچکا کر لاپرواہی سے بولا۔جان بوجھ کر اسے چھیڑا تھا۔"تمہیں پتا ہے تم اس قابل ہی نہیں ہو۔"

"سوری؟"

"میں ہی پاگل ہوں جو تمہارا پردہ رکھتی پھر رہی ہوں دوسروں کے سامنے کے، تم مصروف ہو اپنی پڑھائی کی وجہ سے اس لئے شادی اٹینڈ نہیں کر رہے۔۔اور ایک تم ہو۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔لوگوں کو واقعی میں سب سچ معلوم ہونا چاہئے"

ضبط سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا لیکن آنسو پھر بھی بہہ رہے تھے۔عاشر نے افسوس سے اسے دیکھا پھر اٹھ کر خاموشی سے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

"آئم سوری۔۔۔آئندہ ایسا مذاق نہیں کروں گا تمہارے ساتھ۔"

"تمہارا مذاق بھی تمہاری طرح فضول ہوتا ہے" جھٹکے سے اس سے الگ ہوتے ہوئے اس نے غصے سے کہا۔"بھاڑ میں جاو تم۔۔تمہارے وجہ سے میں کیوں اپنی زندگی خراب کروں؟"

بیڈ پر سے ڈریس اٹھا کر وہ ڈریسنگ روم میں چلی گئی تھی۔"میں ضرور چلتا تمہارے ساتھ لیکن میرا ایگزام ہے" وہ پیچھے سے معذرت خواہانہ بولا تھا لیکن وہ ان سنی کرتے ہوئے زوردار آواز سے دروازہ بند کر گئی تھی۔

وہ جب سے آئی تھی تب سے ریشام کے ساتھ ساتھ تھی۔ کل کے مقابلے میں وہ آج چہک نہیں رہی تھی۔ لوگوں کی تلخ باتوں نے اس کی مسکراہٹ جیسے چھین ہی لی تھی۔ وہ بے دلی سے بیٹھی تھی۔ سارے بالوں میں کرلز ڈال کر ایک کندھے پر ڈالے دوسری طرف اس نے جھومر لگایا ہوا تھا۔ اس کا سوگوار حسن سب کی توجہ اپنی جانب کھینچ رہا تھا۔

"کیسی ہو بریزے؟ کل تم سے ملاقات ہی نہیں ہو پائی؟۔ جلدی چلی گئی تھیں تم؟" وہ ایک طرف کولڈ ڈرنک کا گلاس پکڑے کھڑی تھی جب دور کی ایک کزن نے خوش دلی سے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"بس تھوڑا سر میں درد تھا اس لیئے بس۔۔ آپ کیسی ہیں ثمن بھابھی؟" اس نے چہرے پر مسکراہٹ سجا کر پوچھا۔

"الحمدللہ۔ اللہ کا بہت کرم ہے۔۔ اگلے ہفتے یورپ کا ٹرپ ہے تو بس اسی کی تیاری میں بزی ہوں۔۔ ویسے عاشر آج بھی نہیں آیا؟"

یہاں وہاں نظریں دوڑاتے ہوئے انھوں نے ناسمجھی سے پوچھا۔ اس کے چہرے کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔ آس پاس اور بھی کزنز آ کھڑی ہوئی تھیں۔

وہ سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

"پہلے تو وہ شادی سے پہلے کبھی کبھار آ ہی جاتا تھا۔ لیکن جب سے اس کا نکاح ہوا ہے اس نے تو سب سے لاتعلقی کر لی ہے۔۔ ویسے اس بے چارے کا بھی کیا قصور۔۔ زبردستی کے قائم کیے ہوئے رشتے کسے خوشی دیتے ہیں"

وہ سب اس کے سامنے کھڑی اس کی زندگی کی بارے میں اتنی دلیری سے تبصرے کر رہی تھیں۔ اور وہ انھیں کچھ کہہ بھی نہیں پا رہی تھی۔ بے بسی کی آخری حدوں پر تھی۔ اس کی آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا تھا۔ جنھیں پلکیں جھپک کر روکنے کی کوشش

کرتے ہوئے وہ رخ موڑ گئی تھی۔ہاتھ میں پکڑے ٹشو سے آنکھوں کے کنارے صاف کرتے ہوئے اس کے ساتھ تھمے تھے۔وہ یقین نہیں کر پا رہی تھی کے وہ جو دیکھ کر رہی ہے وہ حقیقت ہے۔سیاہ شلوار قمیض پہنے سیاہ ہی شال گردن میں ڈالے وہ اسی کی طرف آ رہا تھا۔بریزے کی حیرانگی کو دیکھ کر وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔"میں تمہیں کال کر رہا تھا تم میرا فون کیوں نہیں اٹھا رہی تھیں؟" اس کے سامنے آ کر رکتے ہوئے اس نے استفسار کیا۔لیکن بولنے کی پوزیشن میں ہی کہاں تھی۔وہ یقین ہی نہیں کر پا رہی تھی کے عاشر مرزا اس کے بلانے پر واقعی میں آ گیا تھا۔بریزے کے بالوں میں اٹکی گلاب کی پتیاں نکالتے ہوئے اسے کس نے نہیں دیکھا تھا۔تقریباً ہر شخص کی توجہ انھی پر تھی۔

عاشر کی آمد سب کو ہی حیرانگی سے دوچار کر گئی تھی۔

"لگ رہا ہے جیسے آج کوئی معجزہ ہو گیا ہے۔۔جو تم نے ہمیں اپنے دیدار کا شرف بخشا"

ثمن بھابھی نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا جو زیر لب مسکرا دیا۔

"کل پیپر ہے میرا۔میں آ بھی نہیں رہا تھا۔صرف بریزے کے کہنے پر آیا ہوں۔اس نے ہی کہا تھا کے بے شک تم عاشر کی حیثیت سے ناجاؤ لیکن تمہیں میرے شوہر کی حیثیت سے لازمی جانا پڑے گا"

"ہاو کیوٹ۔تم اس کے کہنے پر اپنے پیپر کی تیاری چھوڑ کر آئے ہو۔۔ورنہ تم دونوں کی لڑائی سے کون واقف نہیں تھا"

"پہلے کی بات کافی پیچھے رہ گئی ہیں ثمن بھابھی!اور میں ماضی میں جینے والوں میں سے نہیں ہوں۔"بریزے کے بلکل ساتھ کھڑے عاشر نے اس کے ہاتھ سے کولڈ ڈرنک کا گلاس نامحسوس انداز میں لے لیا تھا۔جو بریزے کے ہاتھوں میں کپکپا رہا تھا۔

"بریزے۔۔مجھے ان لوگوں سے نہیں ملواؤ گی جو تم سے میرے بارے میں استفسار کر رہے تھے؟"اس نے اچانک ہی رخ موڑ کر اسے مخاطب کیا۔

اور بریزے نے سامنے کھڑی اپنی کزنز کے چہرے کے جلے بھنے تاثرات صاف محسوس کیے تھے جو اس سے ان کے نکاح سے پہلے کئی بار عاشر کے متعلق اپنی پسندیدگی ظاہر کر چکی تھیں۔اس کے جلتے دل پر کتنی ہی ٹھنڈی پھوار پڑی تھی۔"آؤ میں تمہیں سب سے ملواتی ہوں"اس نے مسکراتے ہوئے دونوں ہاتھوں میں عاشر کا بازو تھاما تھا۔

"تمہارے لیے میں نے اپنے ایگزام کی قربانی دی ہے۔ بھول مت جانا!"

اس کے ساتھ چلتے ہوئے عاشر نے ذرا سی گردن جھکا کر اسے کہا تھا۔ "تم نے احسان کیا ہے مجھ پر۔۔ اسے میں کبھی نہیں بھولوں گی!" جواباً اس نے گردن اٹھا کر اس کی نگاہوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال سے اتنا شو آف کافی ہے۔۔" عاشر نے کھنکھارتے ہوئے اپنا بازو اس کی گرفت سے نکال لیا تھا۔ وہ ان کمفرٹیبل فیل کر رہا تھا۔ بریزے کی اتنی قریب موجودگی اس کے حواس جھنجھوڑ رہی تھی۔ وہ اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ پا رہا تھا۔

"خاموش رہو۔۔ تمہیں نہیں پتا سب کی نظریں ہم پر ہی ٹکی ہوئی ہیں۔۔" بریزے نے اسے گھرکتے ہوئے دوبارہ سے اس کی کہنی تھام لی تھی۔ "ایسے ہی کھڑے رہنا۔۔ میں یہ یادگار لمحہ ہمیشہ کے لئے محفوظ کرنا چاہتا ہوں۔۔ کیا معلوم کبھی زندگی میں یہ دیکھنا دوبارہ نصیب ہو یا نا ہو" فاز نے اپنے فون کا کیمرہ آن کرتے ہوئے انھیں پوز دینے کے لئے کہا تھا۔

"مت لو ہماری تصویر، تم بلکل بھی اچھے فوٹو گرافر نہیں ہو" بریزے نے ہاتھ آگے کر کے ناپسندیدگی سے اسے روکنا چاہا تھا۔

"میں ٹرائی کرتا ہوں" جبھی سائیڈ پر کھڑے سالار نے وہاں آتے ہوئے فاز کے ہاتھ سے اس کا فون اچک لیا تھا۔

آس پاس کھڑے سب ہی ان کی جانب متوجہ ہو رہے تھے۔

سالار کی دیکھا دیکھی کچھ دوسرے کزنز بھی ہوٹنگ کرتے ہوئے اپنے اپنے فون کے کیمرے کھولے ان کے نزدیک آ گئے تھے۔ جبھی عاشر نے اپنی کہنی پر سے اس کے ہاتھ ہٹاتے ہوئے بازو پھیلا کر اس کے شانے پر رکھ کے اپنے قریب کر لیا تھا۔ اسے کچھ فرق بھی نہیں پڑا تھا۔ وہ تو ان کے چھیڑنے پر مسکرا رہا تھا لیکن بریزے کا چہرہ بخلت ہی سرخ پڑا تھا۔ سارا خون جیسے چہرے پر سمٹ آیا تھا۔

"انھیں سیریئس مت لینا۔۔ صرف یہیں اچھے کپل کا ڈرامہ کر رہے ہیں۔ یہاں سے واپس جا کر پوری حویلی میں ان کی لڑائی کی آوازیں گونجیں گی"

فاز ان دونوں کے اتنا شو آف کرنے پر سب کو تسلیاں دے رہا تھا۔

"پرفیکٹ کپل" "میڈ فار ایچ ادر" کتنی ہی ملی جلی آوازیں آنے کی سماعتوں سے ٹکرائی تھیں۔

"انسان بنو" بریزے نے اپنی ہیل اس کے پیر پر ماری تھی۔اس کی میکسی کافی لمبی تھی۔اس لئے اس کی حرکت کسی کو دکھائی بھی نہیں دی تھی۔

"تھینک یو۔۔تھینک یو۔۔"اس نے فوراً ہی اس کے کندھے پر سے ہاتھ ہٹا کر سر کو خم دے کر ان سب فوٹو گرافرز کا شکریہ ادا کیا تھا۔

وہ بھی ایک سیلیبریٹی کی طرح ہی پوز کر رہا تھا۔

جو کہہ رہے تھے کے عاشر مرزا نکاح ہو جانے کے بعد اور بھی ریزروڈ ہو گیا ہے اس نے ان سب کو غلط ثابت کر دیا تھا۔

وہ پہلی بار اتنی خوش اخلاقی سے پیش آ رہا تھا۔اور یہ اس کا خاصہ نہیں تھا۔

بریزے کے لیے وہ اتنا تو کر ہی سکتا تھا۔

"شادی کے بعد میں نے اکثر مردوں کو روتے ہی دیکھا ہے۔۔لیکن تمہاری ہیپی میریڈ لائف دیکھ کر سوچ رہا ہوں میں بھی شادی کر ہی لوں"

"بھائی اس کے ڈرامے میں مت آنا۔میں کہہ رہا ہوں نا یہ بس ایکٹنگ کر رہا ہے۔۔تم کیوں اس کی وجہ سے اپنی زندگی خراب کرنا چاہتے ہو؟"فاز اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے ہمدردی سے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تمہاری شادی نہیں ہو رہی نا اس لیے فضول باتیں کر رہے ہو۔"بریزے نے تنگ کر اسے کہا تھا جو بار بار ایک ہی بات ریپیٹ کر رہا تھا۔

"آج کیسے میرے گھر کا راستہ بھول پڑے؟"سنبل نے خوشگواری سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آئزل ابھی تک واپس نہیں آئی۔؟"اسے ساتھ لگاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"میری بات ہوئی تھی اس سے۔فرمان درانی نے کہا تھا وہ چند دن اسے اپنے ساتھ ہی رکھیں گے۔"

"چند دن؟تم اسے کل واپس بلوا لو۔۔"

"کل؟ کس لئے؟"اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔ بلیک کورڈ سیٹ پر مہرون کلر کی شال اس نے اپنے گرد پھیلا رکھی تھی۔ گولڈن براون بال اونچے جوڑے میں بندھے ہوئے تھے۔

"بیٹھو مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔"

سیٹنگ ایریا میں رکھے سفید رنگ کے صوفوں پر سے ایک پر براجمان ہوتے ہوئے اس نے ساتھ ہی سنبل کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ اس کے برابر میں آکر بیٹھ گئی۔

"شعیب اپنے پیرینٹس کو لے کر گھر آنا چاہتا ہے۔ تمہارے پرپوزل کے لئے۔"وہ سنجیدگی سے بولا۔

"میں نے اسے منع بھی کیا تھا مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔ پھر بھی اس نے تم سے بات کی۔"

اس کے چہرے پر کچھ ناگواری کے تاثرات ابھرے تھے۔

"تمہیں شعیب سے شادی نہیں کرنی یا پھر شادی ہی نہیں کرنی؟"حتان غور سے اس کے تاثرات جانچ رہا تھا م

"مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔۔"

"مجھے معلوم ہے تم اپنے فیصلے میں بااختیار ہو لیکن میں چاہتا ہوں تمہیں اب شادی کر لینا چاہئے۔"وہ نرمی سے بولا تو سنبل نے چونک کر اسے دیکھا۔"اتنی اچانک میری شادی کا خیال تمہیں کیسے آیا؟"

"میں جانتا ہوں تم نے کہا تھا کے تمہارا جب دل چاہے گا تم اپنی مرضی سے شادی کرو گی لیکن۔ شعیب کے علاوہ میرے پاس ایک اور پرپوزل بھی ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کے تم اسی سے نکاح کرو۔"

دونوں ہاتھوں کو گود میں رکھے آگے کو جھک کر بیٹھی ہوئی اس نے اپنی سبز نگاہیں جھکائی ہوئی تھیں۔ جانے کیوں دل پر ایک بوجھ سا آپڑا تھا۔ اپنی شادی کے بارے میں جب بھی اس نے سوچا تھا اس کے دل و دماغ میں صرف عبیر غازی کا نام ہی روشن ہوتا تھا۔ وہ کتنی ہی بولڈ اور اسٹریٹ فارورڈ بن جاتی۔ لیکن حتان کے سامنے عبیر کے لیے پسندیدگی کا اظہار کرنا اسے ڈھیروں ہچکچاہٹ اور شرم میں مبتلا کر رہا تھا۔

اور پھر عبیر نے تو صاف کہہ دیا تھا کے وہ اپنی پرانی دوستی کو پھر سے شروع کرنا چاہتا ہے۔یعنی اس کی زندگی میں وہ کبھی ایک دوست سے زیادہ کوئی اور درجہ لے ہی نہیں سکتی تھی۔

"تین دن بعد عبیر کی فلائیٹ ہے۔وہ تائیوان جا رہا ہے۔"

اس کی خاموشی پر حتان بول اٹھا۔

"تم مجھے دوسرے پرپوزل کے بارے میں بتا رہے تھے۔اچانک سے غازی کے جانے کی بات کیوں شرع کر دی؟" سنبل نے جھکی نگاہوں کے ساتھ ہی دھیمی آواز میں پوچھا۔

بریگیڈیئر باجوہ اور عبیر کے مابین جو سچویشن چل رہی تھی وہ اس سے انجان نہیں تھی۔ کہیں نہ کہیں اسے اندازہ تھا کے وہ ایک دن ضرور ہی ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دے گا۔ان کی بات مان کر دوبارہ تائیوان چلا جائے گا۔اور اب حتان کی زبانی اسے پتا چل رہا تھا کے وہ وقت آ گیا ہے۔وہ واپس جا رہا ہے۔ابھی تو ان کے درمیان پوری طرح سے سب نارمل بھی نہیں ہوا تھا۔

حتان اگر کسی پرپوزل کے لیے اپنی ذاتی پسندیدگی بھی ظاہر کر رہا تھا تو یقیناً وہ لڑکا کوئی عام تو نہیں ہو سکتا تھا۔لیکن اسے حیرانگی اس بات کی تھی کے سب کچھ جانتے بوجھتے بھی عبیر کیسے خاموش رہ سکتا ہے۔وہ سنبل کے جذبات سے واقف ہونے کے بعد بھی اس کی شادی کسی اور سے ہونے دے رہا تھا۔اور متزاد خود تائیوان جا رہا تھا۔

"وہ جانے سے پہلے تم سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔۔"

وہ اپنی ہی سوچوں میں غرق تھی۔اسے حتان کی بات جیسے سنائی ہی نہیں دی تھی۔

"تم سن رہی ہو میری بات۔" حتان نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو اس نے چونک کر حتان کو دیکھا۔

"کیا بول رہے ہو تم؟" اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔"میں نے کہا ہے کے وہ تم سے نکاح کرنے کے بعد ہی تائیوان جائے گا۔"

"کون؟" سنبل کو لگا جیسے اس کا دل دھڑکنا بھول گیا ہو۔وہ آنکھیں پھیلائے اسے دیکھ رہی تھی۔اسے محسوس ہوا وہ سانس نہیں لے رہی۔

"غازی کی بات کر رہا ہوں تم کہاں کھوئی ہوئی ہو۔؟"

"اس نے۔۔خود کہا تم سے؟" سنبل کو اپنی آواز کانپتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔اور دل تھا کے یقین کرنے کو تیار ہی نہیں تھا۔آس پاس جیسے شہنائیاں سے بجنے لگی تھیں۔خوشی کے گیت اس کی سماعتوں میں رس گھول رہے تھے۔محبت اس پر مہربان ہو چکی تھی۔

"اس نے مجھے تفصیل سے کوئی بات نہیں بتائی۔بس اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا۔اب تم بتادو میں شعیب کو گھر آنے کے لئے انوائیٹ کروں یا پھر غازی کو ہاں کہہ دوں؟اسی نے مجھ سے کہا تھا کے پہلے تمہاری مرضی جان لوں۔۔لیکن تم جانتی ہی ہو میرے علاوہ تمہارا کوئی اور ہے نہیں۔میں تمہارا بڑا بھائی ہوں۔اگر تم میری مرضی سے شادی کرو تو میرے لیے بہت خوشی کی بات ہو گی۔"

"تم رو کیوں رہی ہوں؟"اس کی سبز آنکھوں میں نمی دیکھ کر وہ بوکھلا کر سیدھا ہوا۔

"اچھا ٹھیک ہے میں تمہیں بلکل بھی پریشرائز نہیں کروں گا۔تمہیں اس سے نکاح نہیں کرنا تو مت کرو۔۔"

وہ رونے سے خود کو باز رکھنا چاہتی تھی لیکن خوشی ایسی تھی کے سنبھالنے نہیں سنبھل رہی تھی۔تیرہ سالوں کے طویل اور تھکا دینے والے انتظار کے بعد بالآخر اس کی دعاؤں کو قبولیت کی سند گئی تھی۔لیکن حتان اس کے رونے کی وجہ نہیں جانتا تھا۔"وہ تین دن بعد چلا جائے گا سنبل۔اس نے مجھ سے کبھی کچھ نہیں مانگا۔پہلی دفعہ کچھ مانگا ہے۔میں اسے خالی ہاتھ نہیں لوٹا سکتا۔۔" وہ بے بسی اور افسوس بھرے انداز میں بول رہا تھا۔تبھی اس کے ذہن میں جھماکہ ہوا۔

"داؤد مینشن۔۔اچھا ٹھیک ہے میں داؤد مینشن تمہارے نام کر دیتا ہوں۔۔"

وہ پرجوشی سے بولا۔لیکن وہ چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے ابھی بھی رو رہی تھی۔"میں تمہیں اپنی فیورٹ گاڑی بھی دے دوں گا۔تم اپنے پاس ہی رکھ لینا۔"

"تم مجھے اس سے نکاح کرنے کے لئے رشوت دے رہے ہو؟"اس نے رونے کے درمیان شکوہ کناں سے انداز میں پوچھا۔

"میرا کارڈ بھی رکھ لو۔تم جتنی چاہے اتنی شاپنگ کر لینا ٹھیک ہے۔؟"

وہ اسے راضی کرنے کے بعد ہی وہاں سے اٹھنا چاہتا تھا۔ایک ایک کر کے وہ اپنی ساری جمع پونجی رشوت کے نام پر اسے پیشکش کرتا جا رہا تھا۔

اس نے گیلی سانس اندر کھینچتے ہوئے شال کے کنارے سے اپنی بھیگی سی سبز آنکھوں کو دیکھا تھا۔ حتان کو اس کا ستا ہوا چہرہ دکھ میں مبتلا کر گیا تھا۔ لیکن وہ اس امید کو تھامے ہوئے تھا کے اگر ایک دفعہ نکاح ہو جاتا تو سب ٹریک پر آجاتا۔ اس لئے سنبل کو منانے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔ جو بنا کچھ کہے وہاں سے اٹھ کر چلی گئی تھی۔ جب کچھ ہی دیر بعد وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں نوٹ پیڈ اور پین تھا۔ جسے اس نے حتان کی طرف بڑھا دیا تھا۔ حتان نے ناقابل فہم نظروں سے اسے دیکھا۔

"ابھی جو کچھ تم نے مجھے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ وہ اپنے اسٹیٹمنٹ میں لکھو۔۔"

وہ بھیگی سی آواز میں بولی تو حتان نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ اسے حیرانگی اس بات پر نہیں تھی کے وہ اس پر اعتبار نہ کرتے ہوئے اس سے بیان لکھوا رہی تھی۔ اسے حیرانگی کے ساتھ ساتھ ایک خوشگوار سا احساس بھی تھا کے وہ غازی سے نکاح کے لئے مان گئی ہے۔

حتان کو اس خوشی سے بڑھ کر اور کیا عزیز ہو سکتا تھا بھلا؟

اس نے فوراً ہی اس سے نوٹ پیڈ پکڑ کر پین چلاتے ہوئے خوشی سے اپنا گھر, گاڑی اور بینک بیلنس اس کے نام لکھ دیا تھا۔

سنبل آنکھیں پھیلائے اسے تیزی سے لکھتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ کیا غازی اس کے لئے اتنی زیادہ اہمیت رکھتا تھا کے اپنا سب کچھ اس کے لئے قربان کرنے سے پہلے اس نے لمحے کے لیے بھی نہیں سوچا تھا۔

اس کی آنکھیں پھر پانی سے بھرنے لگی تھیں۔ ایک طرف عبیر سے نکاح کی خوشی تھی تو دوسری طرف حتان داؤد کی پراپرٹی ہتھیانے کی۔

اس سے اپنی خوشی سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی۔ خوشی کے آنسو اسکے چہرے پر تیزی سے بہتے جا رہے تھے۔ حتان کے گلے لگے وہ بے اختیار رو رہی تھی۔ اتنی سالوں تک جو اس نے تنہا، پیروں کو شل کر دینے والا سفر کاٹا تھا۔ اب جا کر منزل اس کے سامنے آئی تھی۔

****

گہری نیند سے وہ ایک دم ہی جاگا تھا۔ کمرے میں نائٹ بلب کی روشنی تھی۔ عاشر نے نامحسوس انداز سے اپنے برابر میں دیکھا۔ جگہ خالی تھی۔ بریزے وہاں نہیں تھی۔ اس نے بے ساختہ وال کلاک کو دیکھا۔ رات کے ساڑھے تین بج رہے تھے۔ وہ بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ گلاس وال کے پردے ہٹے ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ بآسانی بالکنی کا منظر دیکھ سکتا تھا۔ جہاں چاند کی مدھم روشنی کے علاوہ اور کوئی روشنی نہیں تھی۔ لکڑی کا منقش جھولا پڑا ہوا تھا۔ بریزے وہیں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ سرعت سے وہاں آیا۔

"اتنی ٹھنڈ میں یہاں کیا کر رہی ہو بریزے؟ روم میں چلو۔" اس نے نرمی سے کہا۔ لیکن وہ اسی طرح پیچھے کو سر گرائے گہرے نیلے آسمان کو دیکھے جا رہی تھی۔ "بریزے کیا تمہیں میری بات سنائی نہیں دے رہی؟ روم میں چلو فوراً۔" اس دفعہ اس نے تھوڑے سخت لہجے میں کہا۔

"ہر وقت اس کے سر پر سوار کیوں رہتے ہو؟ اسے اکیلا کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔" اس نے آہستگی سے سر اٹھاتے ہوئے نارمل سے لہجے میں کہا۔

"بریزے؟۔" عاشر کی سانس جیسے اس کے سینے میں اٹک گئی تھی۔ وہ بریزے ہی تھی۔ اس کا چہرہ بریزے کا چہرہ ہی تھا۔ لیکن اس کی آنکھیں۔۔ اس کی براون آنکھوں میں گہری سیاہی تھی۔

"دور رہو۔۔" وہ جو اس کے نزدیک جانے لگا تھا اس کے سنجیدہ اور تیز لہجے میں کہنے پر وہیں ساکت ہو گیا۔

"بریزے یہ کوئی وقت ہے مذاق کرنے کا؟" وہ ناگواری سے بولا تو وہ استہزائیہ سے انداز میں مسکرائی۔ اس کے براون بال ہوا سے اس کے چہرے کے ارد گرد لہرا رہے تھے۔ اس نے دھیمے سے اپنے ہاتھ کو اٹھا کر چہرے کے نزدیک کیا۔ پھر عاشر کو دیکھتے دیکھتے ہی اپنے تیز ناخنوں سے الٹے گال پر آنکھ کے نیچے سے کھروچ ڈالتے ہوئے نیچے تھوڑی تک لے آئی۔

"ابھی بھی مذاق لگ رہا ہے تمہیں؟"

وہ شل سا کھڑا اسے دیکھتا گیا۔ جس کے گال سے تیزی سے خون کی بوندیں ٹپکتی جا رہی تھیں۔ "بہت محبت کرتے ہو نا اس سے؟ اس کے مر جانے کے بعد بھی کرو گے؟۔۔ ہاں؟"

تیز ہوائیں اس کے جسم کے آر پار محسوس ہو رہی تھیں۔ اور دل پوری رفتار سے دھڑک رہا تھا۔

"اپنی بکواس بند کرو۔ اور ہوش میں آو۔۔" وہ ایک دم ہی اس کے دونوں بازوں کو جھنجھوڑتا دھاڑا اٹھا تھا۔

وہ حیرانگی سے اسے دیکھنے لگی۔وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کے وہ اسے اتنے غصے سے کیوں پکڑ کر کھڑا تھا۔

"کیا ہوا عاشر؟" وہ نا سمجھی اور حیرانگی سے پوچھتی ایک دم تکلیف سے کراہ اٹھی تھی۔

بے ساختہ اس نے اپنے گال کو چھوا۔اور انگلیوں پر لگا خون دیکھ کر وہ ششدر رہ گئی۔اس نے بے ساختہ عاشر کو دیکھا۔پھر آس پاس نظریں دوڑائیں۔وہ سمجھ نہیں پائی کے وہ دونوں بالکنی میں کیوں کھڑے ہیں۔

وہ یک ٹک اسے دیکھے جا رہا تھا۔جو کچھ دیر پہلے کے مقابلے میں کافی مختلف لگ رہی تھی۔

"تم مجھے کچھ بتا کیوں نہیں رہے کے مجھے یہ چوٹ کیسے لگی ہے؟اور میں ٹیرس پر کیا کر رہی تھی؟ جہاں تک مجھے یاد ہے میں تو سو گئی تھی کچھ دیر پہلے ہی پھر یہ۔۔۔"

وہ بھیگتی آنکھوں سے اسے دیکھتی ہوئی پوچھ رہی تھی جو لب بھینچے خاموشی سے اس کے گال پر لگا خون صاف کرنے کے بعد اس پر بینڈیج لگا رہا تھا۔

"کیا تم مجھے بتاؤ گے نہیں؟" بریزے نے دونوں ہاتھوں میں اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

"کیا تمہیں کچھ بھی یاد نہیں؟" اس نے براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا جس نے گال پر مچتی جلن کو برداشت کرتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تو عاشر نے اس کا ہاتھ اس کے سامنے کر دیا۔جس کے ناخنوں پر خون لگا ہوا تھا۔

"تم کہنا چاہتے ہو کے۔۔۔" بریزے نے شاک زدہ انداز میں بات ادھوری چھوڑ دی۔

"میں خود کو تکلیف کیوں دوں گی؟"

"تمہیں کس طرح کے خواب آتے ہیں؟"

"ہاں؟"

"وہ برے خواب۔۔ جنھیں دیکھ کر تم ڈر جاتی ہو۔۔ کیا ان خوابوں میں کچھ ایسا ہے جو تمہیں عجیب لگے؟۔۔ یا جو تمہاری سمجھ میں نہ آتا ہو۔" اس کے سنجیدگی سے استفسار کرنے پر اس نے کھوئے کھوئے سے انداز میں کہا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"میں ہمیشہ خود کو ایک تاریک اور اندھیرے جگہ پر دیکھتی ہوں۔ایسی جگہ جہاں سوائے اندھیرے کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ کبھی میں خود کو ایک گھنے اور خوفناک جنگل میں دیکھتی ہوں۔تو کبھی کسی پرانی خستہ حال سی عمارت میں۔میں خود کو بہت خوفزدہ محسوس کرتی ہوں۔یوں لگتا ہے جیسے اس اندھیری رات کی کبھی صبح نہیں ہو گی۔اور میں اسی طرح اس ہولناک اندھیرے میں بھٹکتی رہوں گی۔لیکن پھر۔۔۔مجھے وہ لڑکی دکھائی دیتی ہے۔۔اس کی آنکھوں سے خون بہہ رہا ہوتا ہے۔وہ مجھے کچھ کہتی نہیں ہے لیکن اس کی آنکھوں میں میرے لیے نفرت ہوتی ہے۔مجھے وہ ہر خواب میں دکھائی دیتی ہے۔۔مجھے نہیں معلوم وہ کون ہے۔نہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی اسے دیکھا۔کیا یہ سب اسی نے۔؟نہیں وہ تو ایک خواب ہے۔وہ حقیقت میں کیسے ہو سکتی ہے۔شاید میں نے ہی نیند میں خوفزدہ ہو کر خود کو نقصان پہنچا لیا ہو گا۔۔آئم سوری عاشر میں نے تمہیں بھی پریشان کر دیا۔"

وہ خود ہی باتوں کو جوڑ توڑ کر خود کو یقین دلاتی ہوئی بیڈ سے اٹھی۔وہ واش روم جانا چاہتی تھی تاکے اپنے ہاتھ پر لگا خون صاف کر سکے۔لیکن وہ چند قدم بھی نہیں چل سکی تھی۔عاشر نے اس کا بازو کھینچ کر اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔اور شدت سے خود میں بھینچ لیا تھا۔

وہ اس کے حصار میں قید حیران پریشان سی کھڑی تھی۔

****

وہ جب سنبل کے گھر سے واپس آیا تھا تو عبیر اسے لان میں بچھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھا دکھائی دیا تھا۔وہ گاڑی سے اترنے کے بعد سیدھا اس کی جانب آیا تھا۔

"آج میں نے اپنی دوستی کا حق ادا کر دیا ہے۔تمہارے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا میں نے۔

اسے دیکھ کر عبیر جونہی اپنی جگہ سے اٹھا حتان نے فوراً اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"سب قربان کر دیا؟"

"ہاں۔۔سب کچھ۔داؤد مینشن۔اپنی پچیس کروڑ کی گاڑی۔اپنا بینک بیلنس سب کچھ۔۔اس کے بدلے وہ تم سے نکاح کے لیے مان گئی ہے۔"اس نے جیسے کافی بڑی خبر اسے سنائی تھی۔وہ سمجھ رہا تھا کے عبیر اسے تشکر سے دیکھے گا۔اس کا احسان مند ہو گا لیکن

عبیر کو صرف چند لمحے لگے تھے اس کی بات سمجھنے میں دوسرے ہی لمحے وہ بے اختیار ہنس پڑا تھا۔حتان سے الگ ہو کر پیشانی پکڑے چیئر پر گرتا ہوا ہنستا ہی جا رہا تھا۔جبکے حتان بس اسے دیکھے جا رہا تھا۔اس نے شاید پہلی دفعہ اسے اتنا کھل کر ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔

سنبل کا رونا نہیں ختم ہو رہا تھا اور یہاں وہ انسان ہنس ہنس کر پاگل ہو رہا تھا۔

"میں سڑک پر آ گیا ہوں۔تمہارے لیے میں غریب ہو گیا ہوں اور تم ہنسے جا رہے ہو؟" وہ خفا ہوا۔از حد ناراضگی سے اسے دیکھا۔ لیکن عبیر کو اس عقل مند، شاطر اور ذہانت سے بھرپور آدمی کا کا اس طرح سنبل کے ہاتھوں بے وقوف بن جانا اسے بے ساختہ ہنسنے پر مجبور کر رہا تھا۔ساری دنیا کو ٹھوکر پر رکھنے والا اپنی شاطر بہن کے ہاتھوں دھوکا کھا گیا تھا۔اور اس کی اسے خبر بھی نہیں تھی۔اور عبیر کا بھی اسے حقیقت بتانے کا کوئی ارادہ بھی نہیں تھا۔

"تمہیں مجھ سے ہمدردی کرنی چاہیئے۔۔میرا دکھ بانٹنا چاہیئے۔اور تم ہنسے جا رہے ہو؟" اس کے سامنے چیئر پر بیٹھتے ہوئے اس نے شاکی انداز میں کہا تو عبیر نے ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی سے آنکھ کے کنارے آئے آنسو کو صاف کیا۔پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے رخساروں پر رکھا۔ہنس ہنس کر اس کے جبڑے درد کرنے لگے تھے۔اسے عادت جو نہیں تھی۔

"حتان تم ایک بے وقوف انسان ہو۔"

وہ اتنی دیر بعد بولا بھی تو یہ۔اس کا خون ہی کھول اٹھا۔

"کیا تمہیں میرا شکریہ نہیں ادا کرنا چاہیئے تھا کے میں نے تمہارے لیے اسے راضی کر لیا۔؟"

اس کی ناراضگی کسی طور کم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔

"میں نے کہا نا۔۔تم ایک بے وقوف انسان ہو۔"

وہ ابھی بھی ہنس رہا تھا۔جبکے حتان کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہونے لگا تھا۔

****

"یہاں کیوں بیٹھی ہو آئزل؟" فرمان نے کمرے کی کھڑکی سے اسے لان میں تنہا بیٹھے دیکھا تو اس کے پاس آ گئے تھے۔

"آپ سوئے نہیں ابھی تک؟"اس نے نرمی سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پہلی بار وہ رات گھر سے باہر ہے۔اس کی غیر موجودگی میں مجھے سکون کی نیند نہیں آسکتی۔"کچھ تکان سے کہتے ہوئے وہ بھی چیئر گھسیٹ کر براجمان ہو گئے تھے۔

"کیا وہ مجھ سے بہت زیادہ خفا ہے؟"چند لمحے خاموشی کی نظر ہونے کے بعد اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"ہم دونوں سے ہی ناراض ہے۔"

"لیکن آپ کی تو کوئی غلطی نہیں تھی۔سارا قصور میرا تھا۔"

"لیکن میں نے تمہارے بچپنے میں تمہارا ساتھ دیا تھا۔۔۔مجھے نہیں دینا چاہیئے تھا۔"یہ افسوس انھیں ساری زندگی رہنا تھا۔

"میری تو ہمت بھی نہیں ہو رہی ہے اس سے بات کرنے کی۔پتا نہیں کیسے راضی ہو گا۔۔بہت فاصلے آ گئے ہیں ہمارے درمیان۔"اس کی ناراضگی فرمان کے دل میں جیسے کنڈلی مار کر بیٹھ گئی تھی۔پورے وجود میں اضطراب محسوس ہو رہا تھا۔

"اس نے اپنی ناراضگی ختم کرنے کی ایک شرط رکھی ہے۔"فرمان کی سنجیدہ سی آواز ابھری تو اس نے چونک کر انھیں دیکھا۔

"شرط؟کیسی شرط؟"اس نے بے ساختہ ناسمجھی سے پوچھا۔

"وہ تم سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔"

آئزل کو لگا جیسے کسی نے اس کے اوپر ٹھنڈے پانی کی بالٹیاں انڈیل دی ہوں۔

"نکاح۔۔؟میں نہیں کر سکتی۔"

"میں خود کو اس کا مجرم سمجھتی ہوں۔میں اس قابل نہیں ہوں۔آپ اس کی کسی اچھی لڑکی سے شادی کر دیں۔۔میں خود کو اس کے قابل نہیں سمجھتی۔"نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ بے ساختہ انکار کر گئی تھی۔

"تمہیں لگتا ہے وہ تمہارے علاوہ کسی اور سے شادی کرنے کے لیے راضی ہو گا؟"انھوں نے رسان سے پوچھا۔تمہارے جانے کے بعد اس نے کسی لڑکی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔اس کے دل و دماغ میں صرف تم ہی بسی ہوئی ہو۔"

Mahira Zaynab Khan Novel

"آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ اس کی بات مان لیں گے؟" اس نے جھکی نظروں کے ساتھ پوچھا۔

"تمہارا ساتھ دے کر میں نے جو غلطی کی تھی اس کے لئے ابھی تک میں خود کو معاف نہیں کر پایا ہوں۔ تم دونوں کو جو بھی فیصلہ لینا ہے باہمی رضامندی سے لو۔ میں اب درمیان میں آ کر کسی ایک کے لئے برا نہیں بننا چاہتا۔"

پھر سے ان کے درمیان خاموشی کا وقفہ آیا تھا۔ سب کچھ آئزل پر ڈال کر وہ جیسے بری الذمہ ہو گئے تھے۔ اس نے آہستگی سے تاروں سے بھرے ہوئے آسمان کو دیکھا تھا۔ رات کی سیاہی میں جگمگاتے کتنے پر نور اور روشن لگا کرتے تھے۔

ان گزرے سالوں میں ایسا کوئی لمحہ نہیں آیا تھا جب اس کا ماضی اس کے پاس آ کر بیٹھا نہ ہو۔۔ اسے اس کی، کئی گئی غلطیوں کو یاد نا کروایا ہو۔

فرمان سے اس نے کبھی ہیری لے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ نہ ہی اس نے کبھی بھولے سے بھی پوچھا تھا۔ اس کے لئے تو وہ شاید لندن میں ہی ایک خوشحال زندگی گزار رہا تھا۔ اگر اسے ذرا سا بھی حقیت کا اندازہ ہوتا تو شاید آج حالات بھی سازگار ہوتے۔

"آپ اسے گھر واپس لے آئیں۔ مجھے نکاح کے لیے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

فرمان نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا۔ وہ بے ساختہ سیدھے ہو بیٹھے۔ انھوں نے تو کہا تھا کے وہ سوچ سمجھ کر فیصلہ کرے۔ اور وہ چند لمحوں بعد ہی اپنا فیصلہ سنا رہی تھی۔

"لیکن مجھے کل لاہور جانا ہے۔ سنبل کا نکاح ہے اور مجھے اس میں شرکت کرنی ہے۔ آپ میرے جانے کے بعد اسے واپس لے آیئے گا۔"

"سنبل کا نکاح؟ اتنی اچانک۔" اس کی دوسری بات بھی انھیں حیرانگی سے دوچار کر گئی تھی۔

"حتان بھائی کے دوست سے ان کا نکاح ہو رہا ہے۔"

"حتان کا تو صرف ایک ہی دوست ہے۔" انھوں نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"عبیر بھائی سے ان کا نکاح ہو رہا ہے۔"

"عبیر سے؟" فرمان اپنی جگہ ساکت رہ گئے تھے۔ وہ نام ان کے لیے انجان تو نہیں تھا۔

"اس کے سارہ کو ڈائیورس دینے کی وجہ کیا سنبل تھی۔ایک سوچ بے اختیار ذہن میں وارد ہوئی تھی۔

"آپ جانتے ہیں عبیر بھائی کو؟"آئزل نے خوشگوار سی حیرانگی سے پوچھا۔

"میری کزن کا ایکس ہزبینڈ ہے۔۔"ان کا لہجہ فوراً ہی سنجیدہ اور سپاٹ ہوا۔

"ہاں سنبل نے ذکر کیا تھا کے ان کی شادی زیادہ عرصہ چل نہیں سکی تھی۔"

"آئزل۔۔تم نے دل سے فیصلہ کیا ہے نا؟میں چاہتا ہوں تم ایک بار سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔میرے یاداریان کے پریشر میں آئے بغیر۔۔اگر تم اس سے نکاح نہیں کرنا چاہتیں تو مت کرو۔۔۔مجھے ڈر ہے کے زور زبردستی سے قائم کئے گئے رشتے زیادہ عرصہ چل نہیں پاتے۔"

"آپ بلکل بھی پریشان مت ہوں فرمان بھائی۔۔میں صرف اپنی اس غلطی کو سدھارنا چاہتی ہوں جس نے ہم تینوں کی زندگیوں کو اذیت میں مبتلا کیا تھا۔"

وہ نرم سا مسکراتے ہوئے بولی۔"مجھے تمہارے فیصلے سے خوشی ہوئی ہے۔تمہاری وجہ سے میرا بھائی مجھے واپس مل جائے گا۔"

اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ تشکر سے بولے۔پھر اسے جلد ہی اندر آنے کی تلقین کرتے ہوئے اندر سونے کے لیے چلے گئے تھے۔

لیکن وہ وہیں بیٹھی رہی تھی۔سوٹ کے ہمرنگ گرے کلر کا دوپٹہ اس کی پیشانی تک گرا ہوا تھا۔خنکی بڑھنے پر ٹھنڈ کا احساس ہوتے ہی وہ بھی اب سونے کی نیت سے اٹھ گئی تھی۔کل اسے صبح جلدی لاہور کے لیے نکلنا تھا۔

اندر آنے کے بعد وہ پہلے کچن میں آئی تھی۔اسے رات دیر تک جاگنے کی عادت نہیں تھی۔نہ ہی وہ ڈنر کرنے کے بعد کبھی کچھ کھاتی تھی۔لیکن ابھی ہلکی پھلکی بھوک کا احساس ہو رہا تھا۔وہ فریج کھول کر کھڑی کچھ کھانے کے لیے دیکھ رہی تھی۔جب اس کے کانوں میں میں گیٹ کھلنے اور بند ہونے کی ہلکی سی آواز پڑی تھی۔ساتھ کی گاڑی اندر داخل ہونے کے بعد اس کا انجن بند ہونے کی آواز بھی بلند ہوئی تھی۔پاستے کا ڈبہ جو نکال کر شیلف پر رکھ کر ریک میں سے پلیٹ نکال کر لائی تھی۔تب ہی لکڑی کا دروازہ آہستہ سے کھلنے پر بے ساختہ اس کی نظریں اس جانب اٹھی تھیں۔سیاہ جوتوں میں مقید اس کے پیروں سے ہوتے ہوئے اس کی نظریں اس کے چہرے پر گئی تھیں۔ہاتھ میں پکڑی پلیٹ بھی لرزی تھی۔اور سینے میں دھڑکتا دل بھی اپنی رفتار سے تجاوز کر گیا تھا۔

وہ اپنی جگہ ساکن کھڑی تھی۔ نہ وہاں سے ہل رہی تھی نا کوئی حرکت کر رہی تھی۔ بس سانسیں روکے اسے دیکھے جا رہی تھی۔ وہ تو گھر چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ پھر اتنی رات گئے واپس کیوں آیا تھا۔

دھڑکنیں تو داریان کی بھی تھمی تھیں۔ اس نے چاہا تھا کے اسے نظر انداز کرتا ہوا آگے بڑھ جائے۔ لیکن آئزل کو نظر انداز کرنا اس کے بس میں ہی کہاں تھا۔ بے اختیاری طور پر اس کے قدم کچن کی جانب ہی اٹھے تھے۔

****

اس نے آہستگی سے اپنی پلکیں اٹھائیں تو ایک اندھیرے اور تاریک سے راستے پر خود کو کھڑا پایا تھا۔ جس کے دائیں بائیں گھنے جنگلات تھے۔ چاند کی ہلکی سی روشنی وہاں پھیلے خوفناک سے اندھیرے کو دور کرنے میں ناکام ثابت ہو رہی تھی۔ آس پاس کسی ذی روح کا کوئی نام و نشان نہ تھا۔ اسے بے ساختہ خوف محسوس ہوا تھا۔ چاروں طرف اسے اپنے علاوہ اور کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے اپنی پلکوں کو جھپک کر جونہی کھولا سامنے کھڑی اس لڑکی کو دیکھ کر بے ساختہ چند قدم پیچھے کو لڑکھڑائی تھی۔ اس لڑکی سے وہ انجان نہیں تھی۔ گذشتہ کچھ عرصے سے وہ بار بار اپنے خوابوں میں دکھائی دیتی تھی۔ لیکن آج جب اس سے آمنا سامنا ہوا تو وہ اسے کوئی خواب نہیں لگ رہا تھا۔ وحشت سے اس کا دل سکڑنے لگا تھا۔

"کون ہو تم؟ کیوں مجھے اس طرح سے پریشان کر رہی ہو۔؟" کیا بگاڑا ہے میں نے تمہارا۔؟" اس نے خوف پر قابو پاتے ہوئے جھنجھلا کر کہا۔

"جو حد تم نے پار کی تھی اس کا سبق تو تمہیں ملنا ہی چاہئے نا؟" بریزے کے برعکس اس کا لہجہ ٹھنڈا ٹھار سا تھا۔

"کون سی حد؟ کیا بات کر رہی ہو تم؟"

"وہ حد جو تمہاری اور ہماری دنیا کے درمیان ہے۔۔ جسے تم نے توڑ کر ہماری دنیا میں قدم رکھا تھا۔"

کیا تم۔۔؟" اس کی سانس سینے میں اٹکی تھی۔ لیکن وہ اس کی بات کاٹ گئی۔

"اس کی قیمت تو تمہیں چکانی ہی ہو گی نا؟"

بریزے کو سرد ہوائیں اپنے اندر گھستی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔"خوبصورت تو ہو تم۔۔ جبھی فاطم کا دل تمہارے چہرے پر آیا تھا۔۔"

"تم اسے۔۔اسے جانتی ہو؟"اس کی آنکھیں حیرانگی سے پھیلیں۔

"کیا تم نے کبھی غور کیا ہے تمہارے ساتھ ایسے واقعات کیوں ہوتے ہیں؟حشرات الارض اور سایوں کا بار بار دکھائی دینا۔ذہن اور دل پر ہمہ وقت ایک بوجھ رہنا۔اور ناقابل برداشت سر درد؟"اس نے سکون بھرے انداز میں پوچھا۔

"کیا اس کی وجہ تم ہو؟"

"میں؟ہرگز نہیں۔۔میں نے تو بلکے تمہاری حفاظت کی ہے۔"

"میری حفاظت؟"وہ بری طرح چونک اٹھی۔

"فاطم کے ان دشمنوں سے،جو تمہارے وجود پر قابض ہو کر تمہیں موت کی وادیوں میں اتار دینا چاہتے تھے۔"

"لیکن اگر تم مر جاتیں تو وہ قہر ڈھا دیتا۔اپنے آپ پر سے کنٹرول کھو دیتا۔اور وہ سب کچھ کر گزرتا جس کی اسے اجازت بھی نہیں۔"

"تم نے میری جان کیوں بچائی۔؟"بریزے نے سرسراتے سے لہجے میں پوچھا۔

"تم سوال بہت پوچھتی ہو۔۔تم وجہ جاننے کے بجائے یہ کیوں نہیں پوچھتیں کے بدلے میں مجھے کیا چاہیئے؟"

"برے شیاطین سے مجھے بچانے کے لئے تم نے بھی تو میرے وجود پر قبضہ کیا ہے۔تم مجھ سے نفرت کرتی ہو۔تم مجھے جان سے نہیں مارتیں۔۔لیکن جب بھی تمہیں موقع ملتا ہے تم مجھے تکلیف پہنچاتی ہو۔"

"یہ بات سچ ہے۔مجھے تم سے نفرت ہے۔انتہائی کی نفرت کرتی ہوں میں تم سے۔کیوں کے جس سے میں محبت کرتی ہو وہ تم سے عشق کرتا ہے۔صرف اس کے عشق کی وجہ سے میں مجبور ہو کر تمہیں جان سے نہیں مار پاتی۔"

"میں اس سے محبت نہیں کرتی۔۔ہاں میں مانتی ہوں کے میں بھٹک گئی تھی۔ایک کمزور لمحے کی گرفت میں آگئی تھی۔کیوں کے اس نے مجھے تب سنبھالا تھا جب میں بلکل تنہا تھی۔میرا کوئی سہارا نہیں تھا۔تب اس نے میرا ساتھ دیا تھا۔"

"کیا تمہیں خود سے محبت نہیں ہے۔؟"

"جنھیں خود سے محبت ہوتی ہے وہ کسی اور کو اپنا سہارا نہیں بناتے۔ تم نے خود کو کمزور، بے سہارا، تنہا محسوس کیا۔ وہ اس لیے کے تمہیں اپنی قدر نہیں تھی۔ دوسروں کے اندر اپنا سکون تلاش کرنے کے بجائے اپنے آپ میں اسے ڈھونڈو۔"

"میں ناوم ہوں۔ میں بار بار اللہ سے توبہ کرتی ہوں کے میں نے وہ کام کیا جس کی مجھے اجازت نہیں تھی۔ میں نے اس سے محبت کرنا چھوڑ دیا۔ وہ مجھے یاد بھی نہیں آتا۔ میں تو اس سے دوبارہ ملی بھی نہیں۔ نہ وہ مجھ سے ملنے آیا۔۔ وہ بھی مجھے بھول گیا ہے۔"

"وہ نہیں بھولا۔ اس کے دل میں آج بھی تم ہو۔ آج بھی اسے تمہارے علاوہ کوئی نہیں دکھائی دیتا۔ میں بھی نہیں۔"

"کیا اس میں میری غلطی ہے۔؟" اس نے شکوہ کناں لہجے میں پوچھا۔۔

"تم پلیز مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ مجھے تنگ مت کرو۔۔ مجھے میری دنیا میں خوش رہنے دو۔۔ میں تمہاری دنیا سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتی۔"

"انجانے میں جو غلطی تم سے سرزد ہوئی تھی اس کی تلافی تمہیں کرنی ہی ہو گی۔ میں تمہارے وجود سے اپنا تسلط ختم کر دوں گی۔ لیکن تمہیں اپنی حفاظت خود کرنی ہو گی۔"

"میں اپنی حفاظت خود کر سکتی ہوں۔ میں کر لوں گی۔ بس تم میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اور وہ بس ایک ہی گردان کیے جا رہی تھی۔

****

اس کے ساتھ سے ہوتے ہوئے چند قدم آگے جا کر وہ فریج میں سے پانی کی بوتل نکال کر دوبارہ پلٹا تھا۔ وہ ابھی بھی بے جنبش کھڑی تھی۔

اپنی دھڑکنوں کو شمار کر رہی تھی۔ اس سے بات کرنے کے لیے لفظوں کو ترتیب دے رہی تھی۔ لیکن لیکن دھڑکنیں قابو آ رہی تھیں نہ ہی لفظوں کی مالا بن رہی تھی۔ سب کچھ اس کے ذہن میں جیسے گڈ مڈ ہو رہا تھا۔

بے شک وہ پہلے کے مقابلے میں زیادہ مضبوط و توانا ہو گیا تھا۔ پہلے سے زیادہ اونچا لمبا لگ رہا تھا۔ اور پہلے سے زیادہ خوبرو تھا۔ لیکن تھا تو اس اس ہیری ہی نا۔

جس سے بات کرنے کبھی اسے ہچکچاہٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ لیکن آج پہلی دفعہ اس کی ہتھیلیوں میں پسینہ اتر آیا تھا۔ اپنی پشت پر اس کی نظروں کی تپش وہ صاف محسوس کر سکتی تھی۔ "مجھے بات کرنی ہے تم سے۔" پانی پینے کے بعد وہ اس کے برابر سے ہو کر آگے بڑھا تو بے ساختہ اس کے قدم رکے تھے۔

دوبارہ رخ موڑ کر اسے دیکھا جو اس کے دیکھنے پر فوراً پلکیں گرا گئی تھی۔

"تمہیں لگتا ہے میں تمہاری کوئی بات سنوں گا۔؟"

اس کی سنجیدہ اور گھمبیر سی آواز پر آئزل نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے خشک لبوں پر زبان پھیری تھے۔ "تم صرف ایک دفعہ میری۔۔"

اس کے لفظ حلق میں ہی اٹک گئے تھے۔ اس نے داریان کو اپنی جانب قدم بڑھاتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ بے ساختہ پیچھے ہٹی تھی۔ لیکن دو قدم پیچھے ہٹتے ہی شیلف سے پشت ٹکرانے کی وجہ سے وہ رک گئی تھی۔ لیکن داریان نہیں رکا تھا۔

اس کے پہلو کے ساتھ ہی شیلف کے کنارے پر مضبوط ہاتھ جمائے وہ ٹھیک اس کے سامنے اور کافی قریب آ کھڑا ہوا تھا۔

اتنے عرصے بعد وہ دو دفعہ اس کے سامنے آیا تھا۔ اور دونوں دفعہ ہی اس کی جان کے درپے ہو گیا تھا۔ پورا گھر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ کچن کی بھی صرف ایک لائٹ روشن تھی۔ وہ چہرے سے بے شک سنجیدہ اور سپاٹ دکھائی دے رہا تھا۔ لیکن اس کی نشیلی سی نیلی آنکھوں میں جو تاثر تھا۔ وہ آئزل کو اپنے آپ میں سمٹنے میں مجبور کر رہا تھا۔ اس کی گرم سانس اس کے چہرے پر پڑتی اسے جھلسائے دے رہی تھی۔ کیا اب وہ جب جب اس کے سامنے آئے گا کیا ایسے ہی اس کی سانسیں اس پر تنگ کر دے گا؟

"آئم سوری۔۔" اسے نہ دیکھنے کی سعی کرتے ہوئے اس نے جھکی نگاہوں اور کانپتی سی آواز میں کہا۔ وہ اچھے سے جانتی تھی جتنا نقصان اس نے داریان کا کیا تھا وہ الفاظ اس کے مداوے کے لئے کافی نہیں تھے۔ "ابھی نہیں۔۔ تم سے معذرت میں کسی اور طرح سے کرواوں گا۔ کیوں کے تمہارے الفاظ تو میرے لیے کسی کام کے نہیں ہے۔"

گہری نظروں سے اس کے رخسار پر موجود اس داغ کو دیکھتے ہوئے وہ گھمبیر اور بھاری سے لب و لہجے میں بولا۔

"میں نے تمہارا برا نہیں چاہا تھا۔ جو بھی کیا تھا تمہاری بھلائی کے لیے کیا تھا۔" اس نے اچانک ہی پلکوں کو اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے بھیگی سی آواز میں کہا۔ اس کی سبز نگاہیں نمی سے چمک رہی تھیں۔

"میری بھلائی کے لئے؟ سچ میں۔؟" اس کے مزید اپنی طرف جھکنے پر آئزل نے بے ساختہ اس کے سینے پر اپنے دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے درمیان میں فاصلہ بنانے کی اپنی سی کوشش کی تھی۔ "پلیز دور ہٹ جاو مجھ سے۔"

اس نے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ لہجے کی لڑکھڑاہٹ پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ لیکن مقابل کا شاید ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے وہ اپنی پلکیں بھی جھپکانا چھوڑ دیتا تھا۔

"ہٹ جاتا ہوں دور۔ لیکن جب قریب آنے کا پرمٹ مل جائے گا تو تب تمہیں بتاوں گا کے تم نے میرے ساتھ کیا کیا تھا۔"

"میں نے کہا نا میرا انٹینشن غلط نہیں تھا۔ میں چاہتی تھی تم مجھے بھول جاو۔۔ سکون سے اپنی زندگی گزارو۔ میری وجہ سے تمہاری لائف ڈسٹرب ہو رہی تھی۔"

"ایسا صرف تمہیں لگتا ہے۔۔۔ تمہارے ہونے سے میری زندگی میں نور تھا۔ تمہارے ہی ہونے سے میری زندگی پر سکون تھی۔۔ تمہارے دور جانے سے میری زندگی میں صرف اندھیرے اور تنہائیوں نے اپنی جگہ بنالی تھی۔۔ جو روشنی تھی، جو اجالہ تھا وہ سب تمہارے ہی وجود سے تو تھا۔" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا

"تم جانتی تھی نا میں تم سے محبت کرتا ہوں؟ تم نے اس محبت کے بارے میں بھی نہیں سوچا ایک بار۔؟" اس دفعہ اس کے لہجے میں غصہ یا ناگواری نہیں تھی۔ صرف ناراضگی تھی۔ خفگی تھی۔ شکوہ سا تھا۔

"مجھے کیسے معلوم ہوتا کے تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ کبھی تم نے اعتراف کیا تھا مجھ سے۔؟" اس کا انداز بھی لاتعلق ہوا تھا۔

"ایک دفعہ بھی میری آنکھوں میں تمہیں اپنا چہرہ نہیں دکھائی دیا تھا۔؟"

"فرمان بھائی سے ناراضگی ختم کر دو اپنی۔ انھوں نے جو کیا وہ میرے کہنے پر کیا تھا۔ ان کی کوئی غلطی نہیں ہے اس میں۔" اس کی بات سرے سے نظرانداز کرتے ہوئے اس نے عاجزانہ سے انداز میں کہا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"سارا قصور تم اپنے سر لے رہی ہو۔؟"اس نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔"تم نے جس طرح ان سے بات کی۔ تمہیں نہیں کرنی چاہئے تھی۔ وہ تم سے بہت محبت کرتے ہیں۔ تم ان سے معافی مانگ لینا۔"

"انھوں نے تم سے اور کوئی بات نہیں کی؟"

"کی تھی۔ تمہاری شرط کا بھی بتایا تھا۔"اس نے پلکیں گراتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"میں نے انھیں اپنا جواب دے دیا تھا۔ میں کل واپس لاہور جا رہی ہوں۔"

داریان نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ وہ واپس جانے کی بات کر رہی تھی۔ تو کیا اس نے فرمان کو انکار کر دیا تھا؟

"کیا جواب دیا تھا تم نے انھیں۔؟"ایک آس تھی۔ ایک چھوٹی سی امید ابھی بھی تھی کے وہ اب دوبارہ اسے دھوکا نہیں دے گی۔ جو وہ اس کے ساتھ کر چکی ہے۔ اب دوبارہ اپنی غلطی نہیں دہرائے گی۔ وہ خاموش رہتے ہوئے نفی میں سر ہلا گئی۔ اس کا بتانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اور داریان کے دل میں بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔

تبھی عادتاً عین گیٹ کا لاک چیک کرنے کی نیت سے وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے آئے تھے۔ لیکن جب کچن کی مدھم سی لائٹ روشن دیکھی تو اسے بند کرنے کے لئے اس طرف ان کے قدم بڑھے تھے۔ ایک گرے آنچل کی جھلک کسی مضبوط سے مردانہ جسم کے پیچھے سے انھیں دکھائی دی تھی۔ اس رنگ کا دوپٹہ تو کچھ دیر پہلے انھوں نے آئزل کو اوڑھے ہوئے دیکھا تھا۔ ان کا دل بے ساختہ دھڑک اٹھا تھا۔ وہ کچن میں اکیلی نہیں تھی۔ کوئی اس کے ساتھ تھا۔

داریان کی طرف ان کا دھیان ہی نہیں گیا تھا کیوں کے ان کے مطابق تو وہ آج خضر کے گھر ہی رکنے والا تھا۔ لیکن اس کی پشت سے بھی وہ اسے پہچان گئے تھے۔

"داریان؟"ان کی حیرانگی بھری آواز وہاں گونجی تو وہ دونوں بھی بری طرح چونکے تھے۔ آئزل بے ساختہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھے اسے دور دھکیلتے ہوئے فرمان کی جانب بھاگی تھی۔"فرمان بھائی یہ مجھے پھر سے ڈانٹ رہا تھا۔"ان کا بازو تھامے، وہ گھبراہٹ میں مبتلا اس کی شکایت لگا رہی تھی۔ فی الفور اسے یہی بہانہ سوجھا تھا۔ لیکن اندر سے وہ ڈھیروں شرم میں مبتلا ہو رہی تھی کے فرمان نے ان دونوں کو اس طرح سے دیکھتے ہوئے کیا سوچا ہو گا۔"ڈانٹ رہا تھا؟ مجھے تو اس کی کوئی آواز سنائی ہی نہیں دی۔"فرمان کی سنجیدہ سی آواز پر سر کو ہلکا سا جھکا کر وہ مسکراہٹ دبا گیا تھا۔ جبکے آئزل کا دل شرم سے بری طرح دھڑک رہا تھا۔

"مجھے تو لگ رہا ہے تم دونوں صرف میرے سامنے ہی ایک دوسرے سے ناراضگی کا دم بھرتے ہو۔۔کچن میں کیا کر رہے تھے اس وقت؟" پیشانی پر بل ڈالے وہ تیز لہجے میں ان دونوں سے پوچھ رہے تھے۔

"مجھے بھوک لگ رہی تھی، میں پاستا گرم کر رہی تھی۔" ان کے تفتیشی انداز پر اس نے احتجاجاً کہا۔

"اور تم؟" اب کے انھوں نے کڑے انداز میں اس سے پوچھا۔ جس نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے انگوٹھے سے اپنے نچلے لب کو رگڑنے کے بعد سینے پر بازو باندھ لیے تھے۔

"مجھے بھی بھوک لگ رہی تھی۔ مجھے بھی پاستا کھانا تھا۔" وہ جب بولا تو لہجہ نارمل تھا۔ لیکن اس میں شوخی کا عنصر بھی تھا۔

"تم تو خضر کے گھر رکنے گئے تھے نا؟" انھوں نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔

"مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ اس لیے واپس آ گیا۔ اب کہیں نہیں جاوں گا۔"

"اپنا ضروری سامان پکڑو اور اس کے گھر جاو۔ اگلے ہفتے تم دونوں کا نکاح ہے۔ اور اس سے پہلے مجھے ایک ساتھ دکھائی بھی مت دیں نا۔۔"

جہاں اس کا دل نکاح کی بات پر خوشگواری سے دھڑکا تھا وہیں گھر سے نکل جانے کا عندیہ سن کر ناخوشی سے فرمان کو دیکھا۔

"آپ مجھے گھر سے نکال رہے ہیں؟ اس کے واپس آ جانے سے آپ کی میرے لئے محبت میں پھر کمی آ گئی ہے۔" وہ ناراضگی سے گویا ہوا۔

"تمہیں جو سمجھنا ہے سمجھو۔ لیکن میں رسک نہیں لے سکتا۔" وہ جس بات کو پوائنٹ آوٹ کر رہے تھے آئزل سے وہاں موجود رہنا دوبھر ہو گیا تھا۔

"میں سونے جا رہی ہوں۔ کل مجھے جلدی نکلنا ہے۔" زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر سجائے کر خفیف سے انداز میں فرمان کو اطلاع دیتے ہوئے وہ فوراً وہاں سے بھاگتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔

"شرم اور لحاظ ذرا بھی نہیں ہے تمہارے اندر؟" اس کے جانے کے بعد اب وہ براہ راست اسے مخاطب کرتے ہوئے اس سے استفسار کر رہے تھے۔

"ابھی بھی تمہارے اندر مغربی ماحول کے اثرات موجود ہیں۔"

"ٹرسٹ می۔۔میں صرف بات کر رہا تھا۔"اس نے بے ساختہ کہا۔

"صفائیاں مت دو۔میں دیکھ چکا ہوں تمہارے بات کرنے کا انداز۔"ان کے طنزیہ سے لہجے پر وہ برا مان گیا۔

"آپ اپنے بھائی پر شک کر بھی کیسے سکتے ہیں؟"

"یاد آگیا میں تمہارا بھائی ہوں۔۔تم نے تو کہا تھا میں تمہارے لئے قابل اعتبار ہی نہیں ہوں۔"انھیں یاد آگیا تھا کے وہ تو اس سے ناراض تھے۔ان کی خفگی عود کر آئی تھی۔

"غصے میں تھا۔۔مجھے معاف کر دیں۔مجھے آپ سے بد تمیز نہیں کرنی چاہیئے تھی۔"اس نے قریب آتے ہوئے معذرت خواہانہ سے انداز میں نرم لہجے میں کہا۔

"تمہیں معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اب تو میں گھر میں رہ سکتا ہوں نا؟"اس نے امید سے پوچھا۔

"صرف اس شرط پر کے دوبارہ آئزل سے کوئی بات کرتے ہوئے نظر مت آنا مجھے۔تمہارا بات کرنے کا انداز مجھے بلکل نہیں پسند۔"وہ بنا کوئی لحاظ کئے دوٹوک بول رہے تھے۔

"اتنے عرصے دور رکھنے کے بعد بھی آپ کا دل نہیں بھرا شاید۔جو ابھی بھی پابندیاں لگا رہے ہیں۔"وہ پھر ناراض ہوا۔

"مجبوری میں لگانی پڑ رہی ہیں۔ورنہ تمہارا تو اب کوئی بھروسہ ہی نہیں رہا مجھے۔"

"آپ غلط کیوں سمجھ رہے ہیں مجھے۔؟؟"

وہ دونوں محو گفتگو سیڑھیاں چڑھ رہے تھے۔ان کی آوازیں مدھم پڑتی جا رہی تھیں۔باہر پھیلی رات کا سکوت آہستہ آہستہ ٹوٹ رہا تھا،اور افق پر ہلکی سی روشنی پھیلنے لگی تھی۔آسمان پر بے شمار ستارے چمک رہے تھے،جیسے ننھے ننھے سے دیے کسی نے روشن کر رکھے ہوں۔ہوا نرم تھی،گہرے سناٹے میں مدھم مدھم سرسراہٹ کی آواز آ رہی تھی،دھیمے سر و میں جیسے کوئی شادیانے کے گیت گاتے ہوئے خوشیوں کے آنے کی نوید سنا رہا تھا۔ہولناک اور اندھیری رات کے اب گزر جانے اور اس کی جگہ اجلی اور سکون

دینے والی صبح کا نور پھیلنے کا سمے آ گیا تھا۔ جس کے استقبال کے لیے زمین کا گوشہ گوشہ شدت سے محو انتظار ان خوشیوں کو دامن میں سمیٹ لینے کو بے تاب تھا۔

****

گزرے کچھ عرصے سے بریزے کے ساتھ جو حالات اور واقعات رونما ہو رہے تھے انھوں نے عاشر کو ذہنی طور پر ڈسٹرب کر رکھا تھا۔ حویلی میں ابھی تک عاشر یا بریزے میں سے کسی نے اس بات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ پہلے عبیر کی وجہ سے سب پریشان تھے۔ اور پھر ابھی جا کر سب کچھ معمول پر آنا شروع ہوا تھا۔ ایسے میں وہ دونوں ہی اپنی طرف سے کسی کو پریشان نہیں کرنا چاہتے تھے۔ لیکن کل جو واقعہ ہوا تھا۔ وہ کسی طور پر بھی چھپانے والا نہیں تھا۔ عاشر نے فیصلہ کر لیا تھا کے وہ سالار اور ضمیر غازی کو ضرور ہی اعتماد میں لے کر انھیں ساری صورتحال بتائے گا۔ تاکے کوئی حل نکل آئے۔ دروازہ کھول کر وہ جونہی اندر داخل ہوا اس کی نظر بریزے پر ہی پڑی تھی۔ سنگل صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھی وہ شاید اسی کی منتظر تھی۔ اس نے آہستگی سے اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا تھا۔

صوفے کے بازوں پر دونوں ہاتھ رکھے وہ کسی غیر مرئی نقطے کو کھوج رہی تھی۔

"بریزے؟" اس کے پکارنے پر بھی اس کے وجود میں کوئی جنبش نہیں ہوئی تھی۔ وہ چونکا تھا۔ کچھ قدم اس کی جانب بڑھائے۔ لیکن اس کی آواز ابھرتے ہی اس کے قدم تھمے تھے۔

"زمالہ۔"

اپنی گہری سیاہ نظریں عاشر کی آنکھوں میں ڈالتے ہوئے اس نے سکون بھرے انداز میں اسے اپنا نام بتایا۔ جسے اپنی ریڑھ کی ہڈی میں ایک سرد لہر سی دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر وہ ناخنوں کی خراشوں کے نشانات بھی نہیں تھے جو کل اتنے گہرے تھے کے ان سے خون بہہ رہا تھا۔

"میں تم سے اتنی دفعہ مل چکی ہوں لیکن آج پہلی بار میں نے تمہیں اپنا نام بتایا ہے۔" وہ اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کر پا رہا تھا۔ ٹکر ٹکر اس کی شکل دیکھتا جا رہا تھا۔ کل کے واقعے پر ہی وہ اتنی مشکل سے یقین کر پایا تھا۔ اور اب پھر سے۔

اس نے سوچا وہاں سے نکل جائے۔ جا کر فاز یا سالار کو بلا لائے۔ کیوں کے اس کے دل میں اب وحشت پنجے گاڑنے لگی تھی۔ لیکن وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں پا رہا تھا۔

"یقیناً بہت سے سوال ہوں گے تمہارے اندر۔ بہت کچھ جاننا چاہتے ہوں گے تم۔ بہت سی الجھنیں بھی ہوں گی تمہیں۔۔ کے میں کون ہوں؟ کہاں سے آئی ہوں؟ بریزے کے وجود پر کیوں قابض ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔۔"

بولتے ہوئے وہ ایک دم ہی رکی۔ عاشر کے خوف کو اس نے بخوبی محسوس کیا تھا۔ جو چہرے سے کمپوزڈ نظر آنے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔

"میں فاطم کی منگیتر ہوں۔۔ فاطم۔۔ جانتے تو ہوں گے نا تم اسے؟ تمہاری بیوی کا سابقہ محبوب۔۔"

وہ کیسے اسے بھول سکتا تھا آخر۔؟ آج جو دن دیکھنا پڑ رہا تھا سب اسی کی وجہ سے تو تھا۔ لیکن اس نے جو حوالہ دیا تھا وہ عاشر کو کافی ناگوار محسوس ہوا تھا۔

"مجھے تم سے یا فاطم سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ میں بس چاہتا ہوں تم بریزے کا پیچھا چھوڑ دو۔ ہم اپنی دنیا میں خوش ہیں ہمیں خوش رہنے دو۔" وہ اچانک ہی بھڑک کر بولا۔ وہ یہ بھی فراموش کر گیا تھا کے وہ کس سے بات کر رہا ہے۔

"جانتے ہو کچھ غلطیاں ایسی ہوتی ہیں جو بظاہر تو معمولی سی لگتی ہیں لیکن ان کی بھرپائی کرنے، ان کی قیمت چکانے کے لئے ساری زندگی بھی کم پڑ جاتی ہے۔۔ تم سمجھ لو کے بریزے سے بھی ایسی غلطی ہو گئی تھی۔ اس نے وہ دروازہ کھولا تھا جسے اسے نہیں کھولنا چاہئے تھا۔۔ اب اس کا نتیجہ اسے بھگتنا ہی پڑے گا۔" عاشر کے برعکس اس کا لہجہ ہموار اور نرمی لئے ہوئے تھا۔

"میں تم سے ریکوئسٹ کرتا ہوں۔۔ پلیز اسے تکلیف مت پہنچانا۔۔" اس کا لہجہ التجائیہ ہوا۔

"تمہیں مجھ سے یہ ریکوئسٹ کرنی چاہیئے کے میں اسے جان سے نا ماروں۔۔ میں اسے جتنی بھی تکلیف پہنچا دوں میرے اندر کی جلن پھر بھی کم نہیں ہو گی۔"

"کیا تم فاطم کی وجہ سے اس کے ساتھ ایسا کر رہی ہو؟ وہ فاطم سے محبت نہیں کرتی۔ وہ تو اس کا ذکر بھی نہیں کرتی۔ اسے بھلا چکی ہے۔" وہ اسے یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"میں جانتی ہوں۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کے وہ تم سے کتنی محبت کرتی ہے۔ لیکن کبھی کچھ کہتی نہیں ہے۔۔ لیکن تم نے تو کئی بار اس سے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔ ہے نا؟"

وہ مسکراتے ہوئے ابرو اچکا کر بولی تو اس کی پیشانی پر سلوٹیں نمایاں ہونے لگی تھی۔

"تم ہمارے پرسنل معاملے میں انٹرفئیر مت کرو۔"

"انٹرفئیر؟" وہ مبہم سا ہنسی۔ "میں تمہیں ایک انٹرسٹنگ بات بتاوں؟" وہ محفوظ سے انداز میں پوچھ رہی تھی۔ "تم نے جب جب اس سے اپنی محبت کا اظہار کیا اس وقت تمہارے سامنے وہ نہیں، میں تھی۔۔ اتفاق سے ہر دفعہ اس کے وجود اور ذہن پر میرا کنٹرول ہوتا تھا۔"

"مجھے غلط مت سمجھنا لیکن میں نے اس پر کنٹرول صرف اسے ان نیگیٹو انرجیز سے بچانے کے لئے کیا تھا جو اس پر حاوی ہو کر اسے ختم کر دینا چاہتی تھی۔ لیکن اتفاق سے تبھی تمہیں اپنی محبت کا اظہار کرنا یاد آجاتا تھا۔"

وہ افسوس بھرے انداز میں بول رہی تھی جبکے وہ سانس روکے ساکن کھڑا تھا۔ برف کی سلاخیں اسے اپنے وجود میں کھبتی محسوس ہو رہی تھیں۔ بریزے کے ساتھ گزرا ایک ایک لمحہ اس کے ذہن میں تازہ ہو رہا تھا۔ کیا وہ اتنے ٹائم سے دھوکے میں جی رہا تھا۔ بریزے سمجھ کر جس سے محبت کا اظہار کرتا رہا وہ بریزے تھی ہی نہیں۔

"پلیز مجھ سے دور ہٹو۔"

"تم فاصلے پر رہ کر بات کرو نا۔"

"مجھے سمجھ نہیں آرہا تم کیا بات کر رہے ہو۔"

"مجھ سے فری ہونے کی کوشش مت کرو۔"

"میرے قریب کیوں آتے ہو۔"

اس کا رنگ سفید پڑتا جا رہا تھا۔ اس حقیقت کو قبول کرنا اسے انتہائی دشوار محسوس ہو رہا تھا۔

"اس کے لاشعور میں سب کچھ موجود ہے۔ تم اس سے پوچھو گے بھی تو وہ ایک ایک بات ٹھیک طرح سے بتادے گی کے تم نے کس وقت اس سے کیا بات کی تھی۔ لیکن حقیقت میں اس وقت اور اس دوران وہ تمہارے ساتھ نہیں تھی۔۔۔ میں تمہارے ساتھ تھی۔"

"حیران لگ رہے ہو تم۔۔ یقین نہیں آرہا ہو گا نا تمہیں یہ سن کر؟ لیکن حقیقت یہی ہے۔۔"

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔۔" وہ بپھر کر بولا۔

"میں جھوٹ نہیں بولتی۔"

"میں کیسے یقین کروں تمہاری بات کا؟" وہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھا کے اتنے عرصے وہ جسے بریزے سمجھ کر اس کے ساتھ رہ رہا تھا۔ جس سے کئی دفعہ اپنی محبت کا اظہار کر چکا تھا وہ اصل میں بریزے نہیں بلکے فاطم کی منگیتر تھی۔ وہ بھی ایک جن زادی۔

"میں تمہارے سامنے موجو ہوں۔ تم مجھ سے بات کر رہے ہو۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی تمہیں پروف چاہیے؟ ہاں بس اتنا فرق ہے کے ابھی تم میری موجودگی کو پہچان پا رہے ہو۔ اس کے علاوہ میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتی۔ جس کا جاننا تمہارے لیے غیر ضروری ہے۔ جو تمہیں خطرے سے دوچار کر سکتا ہے اس کے بارے میں تجسس مت رکھو۔"

اس نے دونوں ہاتھوں میں پیشانی تھام لی تھی۔ اس کا وجود طوفانوں کی زد میں تھا۔ اس کے ذہن میں جھکڑ سے چل رہے تھے۔ اور دل۔ وہ تیز رفتاری سے دھڑک رہا تھا۔

ایک خوشبو تھی جو وہاں پھیلنے لگی تھی۔ وہ بری طرح چونک اٹھی تھی۔ وہ خوشبو تو اس کے تن من میں رچی ہوئی تھی۔ ایک خیال کے تحت اس کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔

تو وہ آگیا تھا۔

ہمیشہ وہی اس کے پیچھے بھاگتی رہی تھی۔ آج پہلی دفعہ وہ خود سے آیا تھا۔

"آ گئے تم۔۔" اس کی کھنکتی سی آواز جب عاشر کی سماعتوں میں پڑی تو اس نے بے ساختہ اس جانب دیکھا تھا جہاں وہ سیاہ لباس والا شخص انتہائی سنجیدہ تاثرات کے ساتھ کھڑا تھا۔ عاشر کا رنگ سفید پڑنے لگا تھا۔ فاطم بے شک اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ لیکن عاشر کو اپنے وجود میں سرد لہریں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔ اس نے پہلی دفعہ فاطم کو دیکھا تھا۔

اور اب اسے سمجھ آیا تھا کے بریزے کو اس جن زادے سے کیوں محبت ہوئی تھی۔ وہ انتہا کا خوبصورت تھا۔ عاشر کو نہیں معلوم تھا کے اس کی اصل شکل وصورت کیا ہے۔ لیکن اس وقت وہ فاطم کو جس روپ میں دیکھ رہا تھا اسے محسوس ہوا جیسے ساری دنیا کا حسن اس کے وجود میں سما گیا ہو۔

وہ عاشر کو نظر انداز کیے بریزے کی اور بڑھا تھا۔ جس کی آنکھوں میں فاطم کو دیکھتے ہی ایک الگ ہی چمک ابھر آئی تھی۔ فاطم کو وہ چہرہ ہر چیز سے بڑھ کر پیارا تھا۔ لیکن وہ آواز، وہ آنکھیں بریزے کی نہیں تھی۔ اتنی شیریں لہجے میں اس سے مخاطب ہونے والی وہ اس کی محبت نہیں تھی۔

"اسے چھوڑ دو زمالا۔۔" عاشر کو نظر انداز کرتا ہوا وہ اس سے مخاطب ہوا تھا۔

"چھوڑ دوں؟ وہ بھی اسے؟" مسکراتی اور جذبے لٹاتی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"اسے کیسے چھوڑ سکتی ہوں فاطم؟ اسی کی وجہ سے تو میں تمہیں دکھائی نہیں دیتی۔ اسی کی وجہ سے تم نے مجھے نظر انداز کرنا شروع کر دیا تھا۔ اسے تو درمیان سے نکالنا پڑے گا نا۔؟"

"وہ ہمارے درمیان میں اب کہیں بھی نہیں ہے۔ اسے چھوڑ دو۔ اب تمہیں اس کی حفاظت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ انھیں ان کی دنیا میں رہنے دو۔"

دونوں گھٹنے ٹیکے اس کے پاس بیٹھا ہوا وہ نرمی سے بول رہا تھا۔ "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ اس کے لیے تمہاری محبت ختم ہو گئی؟"

وہ بریزے کا چہرہ تھا۔ لیکن اس سے بات کرنے والی بریزے نہیں تھی۔ اس کا دل ٹکڑوں میں بٹ رہا تھا۔ لیکن وہ مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا رہا تھا۔

وہ دیکھ چکا تھا۔ جان چکا تھا کے اب اس لڑکی کی زندگی میں اس کی کوئی جگہ باقی نہیں رہی ہے وہ اپنی زندگی میں خوش و، خرم ہے۔ اپنے شوہر کے ساتھ ایک خوشحال زندگی گزار رہی ہے۔ جس کے لبوں پر اب بھولے سے اس کا نام نہیں آتا تھا۔ جس کے ذہن

میں اس کی بھولے بھٹکے کی یاد بھی نہیں آتی تھی۔ کئی دفعہ اس کا دل اسے خود غرض ہونے کا مشورہ دیتا تھا۔اسے عاشر سے چرا کر اپنے ساتھ لے جانے کو اکساتا تھا۔ اگر بریزے کی زندگی میں اس کی زرا سی بھی جگہ ہوتی تو شاید وہ ایسا کر بھی گزرتا۔ لیکن اس کے جانے کے بعد عاشر نے جس طرح بریزے کو جذباتی سہارا دیا تھا۔اسے جس طرح سنبھالا تھا۔اس کا سہارا بنا تھا۔اس کے زخموں پر مرہم رکھا تھا۔اس کے آنسوؤں کو قیمتی موتیوں کی طرح چنا تھا۔اس کی اہمیت بہت بڑھ گئی تھی بریزے کے دل میں۔

شاید وہ اس سے محبت بھی کرنے لگی تھی۔

وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ خوش تھے۔پر سکون تھے۔اسی وجہ سے وہ اپنے قدم پیچھے ہٹا گیا تھا۔اگر بریزے اپنی پہلی محبت کو اپنی غلطی سمجھ کر اسے بھلا کر آگے بڑھ چکی تھی تو فاطم پر بھی فرض ہو چکا تھا کے وہ بھی اس کا نام اپنے دل سے کھرچ کر اپنی زندگی میں اور اپنی دنیا میں واپس لوٹ جاتا۔

اس نے اپنی حدوں سے تجاوز کر کے جو غلطیاں کی تھیں۔وہ انھیں اب سدھارنا چاہتا تھا۔ان کا مداوا کرنا چاہتا تھا۔

اُس کی آنکھوں میں کوئی روگ یا پچھتاوا نہیں تھا، بس ایک گہرا سکون تھا۔

جیسے وہ اپنے درد کو اپنی ہی روشنی میں چھپانے کی کوشش کر رہا ہو۔وہ جانتا تھا کہ اُس کا راستہ اب الگ ہے۔اور محبت کی یہ شکست اب اُس کا نصیب بن چکی ہے۔ لیکن پھر بھی دل میں ایک حصہ تھا جو آج بھی صرف اسی لیے دھڑکتا تھا۔اسی کے نام کی مالا جپتا تھا۔ اور صرف اسی سے محبت کرنا چاہتا تھا۔

عاشر بے ساختہ دوڑ کر اس کی جانب بڑھا تھا جس کا وجود صوفے پر ایک جانب ڈھلکا ہوا تھا۔وہ ہوش و خرد سے بے گانہ تھی۔فاطم اس کے پاس سے اٹھ چکا تھا۔ بریزے کا سر اپنے سینے سے لگائے وہ ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔عاشر نے اس کا کچھ نہیں بگاڑا تھا۔ لیکن فاطم کے دل میں اس کے لیے ہمیشہ ناگوار تاثرات ہی رہے تھے۔وہ اسے دیکھنے بنا۔اس سے کچھ کہے بنا سیاہ دھوئیں میں تحلیل ہوتا ہوا وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔ لیکن زمالا نہیں گئی تھی۔وہ وہیں کھڑی ہوئی تھی۔

عاشر یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔وہ سمجھ نہیں پایا تھا کے اس کی آنکھیں زیادہ خوبصورت تھیں یا اس کے سیاہ لمبے اور کرلی بال۔

"تمہیں تکلیف دینے کے لیے میں تم سے معذرت کرنا چاہتی ہوں۔۔"وہ مفاہمت بھرے انداز میں بول رہی تھی۔

"فاطم کی طرف سے بھی بدگمان مت ہونا۔اس کی اس سب میں کوئی غلطی نہیں ہے۔۔"

"تم معافی مانگنے کے بجائے مجھے صرف اتنا بتادو کے اب تم دونوں کے علاوہ تو کوئی ہمیں پریشان کرنے نہیں آئے گا نا؟"

عاشر نے ناخوشی سے پوچھا۔"ہر گز نہیں۔بلکے اب تم، ہم دونوں کو بھی دوبارہ کبھی نہیں دیکھو گے۔"

"اس عنایت کے لیے میں تمہارا ممنون ہوں۔"

وہ مصنوئی ممنونیت بھرے لہجے میں بولا تو وہ مسکراتی ہوئی فاطم کی طرح وہاں سے غائب ہو چکی تھی۔

عاشر نے اسے کسی قیمتی متاع کی طرح سنبھال کر اپنے ساتھ لگا رکھا تھا۔نرمی سے اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے اسے ہوش میں لانے کی تدبیر کر رہا تھا۔

"جو کچھ میرے ساتھ ہو چکا ہے کیا کوئی یقین کرے گا میرا؟"اس نے خود سے پوچھا۔پھر بے ساختہ نفی میں سر ہلا دیا۔

"ہر گز نہیں۔سب پاگل کہیں گے مجھے۔ایک جن زادی سے اظہار محبت کرنے پر مذاق بنائیں گے میرا۔۔عاشر تو ایسا کر بھی کیسے سکتا ہے۔۔اسے پہچان کیسے نہیں پایا۔"

اسے خود پر بیک وقت غصہ،افسوس ترحم سارے جذبات محسوس رہے تھے۔

****

داؤد مینشن کے چوپٹ کھلے ہوئے دروازے سے داخل ہوتے ہوئے اس کی گاڑی پتھریلی روش پر چلتی ہوئی آگے جا کر رک گئی تھی۔وہ پسینجر سیٹ پر بیٹھی تھی۔اسے اس کے گھر سے لینے کے لیے آدم اور سرمد گئے تھے۔دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھے جب وہ باہر نکلی تو گردن اٹھائے مسمرائز سی داؤد مینشن کی اونچی سی عمارت کو دیکھ رہی تھی۔جو سنہری روشنیوں میں دمک رہی تھی۔گولڈن لائیٹس اور تازہ مہکتے پھولوں کی لڑیاں سی اوپر سے لے کر نیچے تک آ رہی تھیں۔وہ بھی اس اس طرح سے ذرا سی جگہ بھی خالی یا بے رونق محسوس نہیں ہو رہی تھی۔اس کی چمک دھمک سے آس پاس بھی کافی روشنی ہو رہی تھی۔سنبل کے لئے اس نظارے پر سے آنکھیں ہٹانا مشکل ہو رہا تھا۔وہ گاڑی سے باہر اتری تو پتھریلی روش پھولوں کے نیچے چھپی ہوئی تھی۔مین گیٹ سے لے کر اندرنی عمارت تک جانے والے راستے پر مہکتے ہوئے پھولوں کی چادر سی بچھی ہوئی تھی۔آج اس نے ہیلز نہیں پہنی

تھی۔ سنہرے کھسے اس کے پیروں میں دکھائی دے رہے تھے۔ آدم اور سرمد بھی اپنی اپنی سائیڈ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئے تھے۔ ان دونوں نے آف وائٹ لباس پہن رکھے تھے۔ ساتھ ہی آنکھوں پر ڈارک گاگلز پہنے ہوئے تھے۔

مغرب کی اذان ہوئے کچھ ہی وقت گزرا تھا۔ جس کی وجہ سے شام ڈھلتے ہی اس عمارت کی روشنیاں جل اٹھی تھیں۔ بڑے سے آرگنزا کے دوپٹے کو سنبھالتے ہوئے وہ ان پھولوں پر چلتی ہوئی اندرنی عمارت میں داخل ہونے لگی۔ جیسے ہی اسٹیپس چڑھ کر لکڑی کا دروازہ کھولا اسے لگا جیسے وہ کسی محل میں آگئی ہو۔ ہر طرف پھول اور جگمگاتے قمقمے دکھائی دے رہے تھے۔ اس نے پرتعیش سی سیڑھیوں سے اترتے حتان کو دیکھا۔ جس نے آف وائٹ شلوار قمیض پہن رکھی تھی۔ ہمیشہ کی طرح اس کا فون آج بھی اس کے کان سے لگا تھا۔ اور وہ بولتا ہوا عجلت میں کلائی پر بندھی گھڑی دیکھتا ہوا سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ سنبل کو دیکھ کر ٹھٹھک کر رکا۔ پھر مسکراتے ہوئے اس کے نزدیک آیا۔ مشرقی لباس میں اسے دیکھنا حتان کو خوشگواری میں مبتلا کر گیا تھا۔ "اچھی لگ رہی ہو۔۔" نرمی سے اسے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔ جس کی آنکھیں جانے کیوں بار بار نم ہو رہی تھیں۔ "صرف اچھی لگ رہی ہوں؟" اس نے نروٹھے سے انداز میں پوچھا۔

"اس سے زیادہ تمہاری تعریف کر نہیں سکتا میں۔۔" آج بھی اسے تنگ کرنے سے وہ کہاں باز آنے والا تھا۔

"بہت خوبصورت ڈیکوریٹ کروایا ہے تم نے۔۔" اس نے بے ساختہ ستائش سے کہا تھا۔ نظریں تھی کے اس سجاوٹ پر سے ہٹتی ہی نہیں تھیں۔

اس کے فون پر پھر کسی کی کال آرہی تھی۔ "غازی نے کروایا ہے۔۔" کال ریس کر کے وہ مصروفیت بھرے انداز میں کہتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔

جب کے اس کی نظریں اب عبیر کو ہی تلاش کر رہی تھیں۔ جو اسے کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

بڑے سے سیٹنگ ایریا میں ہی نکاح کی ارینجمنٹ کی گئی تھی۔ ایک طرف سفید رنگ کے صوفے پڑے تھے جس کے سامنے فرشی نشست کا اہتمام کیا گیا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد مہمان بھی آنا شروع ہو چکے تھے۔ چھوٹی سی تقریب تھی۔ اس لئے زیادہ لوگوں کو انوائیٹ نہیں کیا گیا تھا۔ صرف حتان کے کچھ کولیگز تھے۔ اور سنبل کی کچھ فرینڈز تھیں۔ ریلیٹیوز میں کوئی خاص رشتے دار تھے نہیں۔ ہمسائے میں بھی کچھ گھروں کو ہی مدعو کیا گیا تھا۔

خوبصورت اور دلکش سی ایمبرائیڈری سے مزین وہ آئیس بلیو کلر کا ڈیزائنر ڈریس اس پر بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ جس کی لونگ شرٹ تھی۔ بڑا سا کامدار اور بھاری دوپٹہ اس نے شاید پہلی دفعہ سر پر لے رکھا تھا۔ جو دونوں ہی اطراف سے اس نے آگے کو کر رکھا تھا۔ گولڈن براؤن بال بھی پشت پر کھلے ہوئے تھے۔ جیولری کے نام پر صرف سفائیر کا نازک سا سیٹ اس نے پہن رکھا تھا۔ شرٹ کی لونگ سلیویس تھیں۔ اس لئے کلائیوں میں بس موتیے اور گلاب کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔

وہ صوفے کے درمیان میں بیٹھی ہوئی تھی۔ آئزل اس کے بار بار پھسلتے دوپٹے کو سر پر پن اپ کر رہی تھی۔ جب اس کی غیر ارادہ سی نگاہ دروازے کی جانب اٹھی تھی۔ حتان کے ساتھ وہ اندر داخل ہو رہا تھا۔ آج بھی اس نے سفید رنگ کی شلوار قمیض پہن رکھی تھی۔ اور گلے میں گلاب کے پھولوں کا ہار ڈالا ہوا تھا۔ اس کی سنہری نظریں بھی سنبل کی جانب ہی اٹھی تھیں۔ اس طرح سے نظریں چار ہونے پر وہ پلکیں گرا گئی تھی۔ کتنا خوشگوار اور خوشی کا ماحول تھا۔ وہ اس کے برابر میں آکر بیٹھ چکا تھا۔ اس کا دل بے ہنگم ہونے لگا تھا۔ کل سے وہ بار بار اتنا رو چکی تھی لیکن دل تھا کے کسی طور سنبھلنے میں نہیں آرہا تھا۔ اسے اپنی خوش قسمتی پر یقین نہیں آرہا تھا۔ اسے یہ خواب لگ رہا تھا۔ صرف ایک نام، صرف ایک چہرہ، صرف ایک آواز۔ جس نے ایک طویل عرصے سے اسے اپنے اندر جکڑ رکھا تھا۔ جس کا خیال وہ ایک پل کے لئے اپنے ذہن سے جھٹک نہیں پاتی تھی۔ جس کے ساتھ کی اس نے دعائیں مانگی تھی۔ جسے حاصل کرنے کے لئے وہ کس تکلیف اور کس کرب سے گزری تھی۔

جس کی شادی کی خبر سن کر اس کا دل اپنی موت آپ مر گیا تھا۔ اور جب یہ پتا چلا تھا کے وہ کسی اور سے محبت کرتا ہے۔

ایک ایک پل ایک ایک لمحہ شدت سے اس کے ذہن میں اجاگر ہو رہا تھا۔ لیکن جب وہ برابر میں آکر بیٹھا تو جیسے ساری تکلیفوں۔۔ سارے غموں اور سارے دکھوں کا مداوا ہو گیا تھا۔

وہ اسے مل گیا تھا۔ وہ اس کے نصیب میں ہی لکھا تھا۔ تیرہ سال بعد اسے اس کا بنا کر دوبارہ لوٹا دیا گیا تھا۔ وہ اس کی گود میں دھرے گورے اور بے داغ ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے مہندی نہیں لگائی ہوئی تھی۔ نہ عبیر کا نام اپنی ہتھیلی پر لکھا تھا۔

بھیگی آواز اور نم آنکھوں کے ساتھ اس نے عبیر کو اپنے نکاح میں قبول کیا تھا۔ ایک عجیب سا سکون تھا۔ طمانیت تھی۔ خوشی تھی جو اس سے سنبھالی نہیں جا رہی تھی۔

اس کے دل کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔اب کے وہ گردن موڑے اسے دیکھ رہی تھی۔جو دھیان سے قاضی صاحب کی بات کو سنتے ہوئے اثبات میں سر ہلا کر "میں نے قبول کیا۔" بول رہا تھا۔

اس کے دل میں گڑی ہوئی اس کی بے اعتنائی کی آخری کیل بھی جیسے نکل گئی تھی۔اس کے سارے قصور،اس کے سارے شکوے۔ساری ناراضگی جیسے آپ ہی ختم ہو گئی تھی۔

دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو اس کا دل بس سجدہ شکر بجالانے کو چاہ رہا تھا۔آج تک اس نے صرف دعائیں ہی تو مانگی تھی۔اب اسے صرف شکر کے سجدے ادا کرنے تھے۔اپنا محبوب شخص اپنے شوہر کے روپ میں اسے مل گیا تھا۔اسے اب زندگی سے اور کچھ بھی نہیں چاہیئے تھا۔

حتان نے ان کے صدقے کے طور پر کتنے ہی پیسے ان دونوں کے سر سے وارے تھے۔ سنبل اپنی جگہ ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ لیکن وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اب باری باری سب کے گلے لگتا ہوا مبارکبادیں وصول کر رہا تھا۔اس کے گرد دونوں بازو باندھے حتان نے کافی دیر تک اسے شدت سے گلے لگائے رکھا تھا۔ سنبل مسکراتی نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔وہ دونوں آدمی اس کی زندگی میں ایک جتنی اہمیت اور حیثیت رکھتے تھے۔وہ اس کی کل کائنات تھے۔ان دونوں میں اس کی جان بستی تھی۔

"میڈم پراسیکیوٹر کیا اب آپ کو بھابھی بولنا پڑے گا۔؟" سرمد نے چمچ سے مٹھائی اسے کھلاتے ہوئے پوچھا تو وہ کچھ بھی کہے بنا بس مسکرا دی تھی۔اب سے وہ اس کے حوالے سے پکاری جائے گی۔سوچ کر ہی تن من میں سرشاری سی دوڑ رہی تھی۔نوفل اور آدم بھی عبیر سے ملنے کے بعد اس کے پاس آکر اسے مبارک باد دے رہے تھے۔

وہ تینوں عمر میں اس سے چھوٹے تھے۔ بلکل سگے بھائیوں کی طرح ہی اس کے ساتھ پیش آرہے تھے۔اس کے سر سے پیسے وار رہے تھے۔اسے مٹھائی کھلا رہے تھے۔اسے مبارک باد دے رہے تھے۔اور ساتھ ہی پھر عبیر کی قسمت پر افسوس بھی کر رہے تھے کے وہ اب اس کے سر پر مستقل سوار ہونے والی ہے۔

رضیہ اماں نے بھی کتنی بلائیں لیتے ہوئے دونوں کو کتنی ہی دعاؤں سے نوازا تھا۔

تقریب ختم ہونے کے بعد وہ اپنی دوستوں کے ساتھ وہیں بیٹھی محو گفتگو تھی۔ صرف پانچ چھ دوستیں ہی تو تھیں اس کی۔ لیکن ان سے کچھ فاصلے پر وہ سارے اپنی ہی نشست سنبھالے بیٹھے تھے۔ان کی توجہ کا مرکز سنبل کی دوستیں ہی تھیں۔

"ویسے خوبصورت تو بہت ہیں ان کی فرینڈز۔۔۔" چھوہارے منہ میں ڈالتے ہوئے سرمد نے اظہار خیال کیا تو نوفل نے تائیدی انداز میں سر ہلایا تھا۔جبکے آدم کی نظریں جب سنبل کی جانب اٹھیں تو اس نے اسی وقت انھیں جھکا لیا تھا۔اپنے دل کو اپنی حد پار کرنے سے پہلے ہی روک لیا تھا۔اسے لگام ڈال دی تھی۔اس کے دل میں سنبل کے لئے صرف عزت تھی۔احترام تھا۔

"تم لوگ اس طرح اس کی فرینڈز کو تاڑ رہے ہو۔بھولو مت وہ ساری کی ساری پراسیکیوٹرز ہیں۔ہراسمنٹ کا کیس فائل کر دیں گی۔" حتان نے انھیں شرم دلانے سے زیادہ انھیں ڈراتے ہوئے کہا تھا

"صرف دیکھنے سے بھی کوئی ہراسمنٹ کا کیس بنتا ہے؟" سرمد نے حیرانگی سے پوچھا۔

"یہ بنا دیں گی۔" وہ ہنستا ہوا بولا۔کیوں کے وہ ان سب فیمینسٹ کو جانتا تھا۔

"ہمارے لئے بھی کچھ سوچ لیں نا پھر۔۔کب تک چھڑے چھانٹ پھریں ہم؟" نوفل نے شاکی انداز میں عبیر سے کہا۔تو وہ مسکرا دیا۔

"پہلے میرے دوست کے لئے کوئی تلاش کرو۔میں واپس آنے کے بعد تم سب کی بھی کروا دوں گا۔"

اس نے دلاسہ دیتے ہوئے کہا تو حتان نے فوراً ہی نفی میں سر ہلایا۔"میرا تو شادی کا کوئی ارادہ ہی نہیں ہے۔جس دن مجھے ہوئی اس کے اگلے دن ہی میں شادی کر لوں گا۔" عبیر کے شانے پر کہنی رکھے وہ وثوق سے بولا۔

"فرض کریں۔۔اگر جس لڑکی سے آپ کو محبت ہوئی اور پہلے ہی اس کی شادی کسی اور سے ہو چکی ہوئی تو؟" نوفل کے استفسار پر ان سب کی توجہ اب حتان کے اوپر تھی کے وہ کیا جواب دے گا۔۔ان سب کی نظروں کا ارتکاز خود پر محسوس کر کے اس نے مسکراہٹ دبائی تھی۔

"میں نے کہا نا۔جس سے مجھے محبت ہوئی میں اسی سے شادی کروں گا۔"

"وہ اپنے شوہر کو چھوڑ کر کیوں آپ سے شادی کرے گی۔؟" سرمد نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"وہ نہیں چھوڑے گی۔اس کا شوہر اسے چھوڑے گا۔"

"تم یقیناً اسے پیسوں سے خریدنے کی کوشش کرو گے؟ لندن میں فلیٹ دے کر اسے طلاق کے لئے راضی کرو گے۔؟ افسوس کی بات ہے۔" عبیر نے اس کی بات سن کر تاسف سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کون سے پیسے یار؟ جانتے تو ہو سب کچھ تمہارے لیے لٹا دیا ہے میں نے۔۔ کل سے مجھے اس بات کا دھڑکا لگا ہوا ہے کے کب وہ نوٹس لا کر مجھے یہاں سے بے دخل ہونے کے لیے کہے گی۔"

"تو پھر آپ اس لڑکی کے شوہر کو کیسے منائیں گے؟"

"اپنا کام نکلوانے کے لیے صرف رشوت دینا واحد زریعہ تھوڑی ہے۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ ہے جب اس پر قتل، جعل سازی، رشوت اور دوسرے مقدمات درج ہوں گے تو خود ہی میرے اشاروں پر چلے گا۔۔ ہر جگہ پیسہ استعمال کرنے کے بجائے دماغ کا استعمال کر لیا جائے تو اکاونٹس خالی ہونے سے بچ جاتے ہیں۔"

"میں سمجھ گیا ہوں۔ لیکن اب چاہتا ہوں کے وہ لڑکی جلد منظر عام پر جس کے لئے تم نے اتنی پلاننگ کر رکھی ہے۔" عبیر نے صدق دل سے مسکراتے ہوئے دعا دی۔

"اللہ نہ کرے مجھے کسی ایسی لڑکی سے محبت ہو جس کا بسا بسایا گھر اجاڑ کر مجھے اس سے شادی کرنی پڑے۔" وہ جھرجھری لے کر بولا۔

"اور اگر ہو گئی تو۔؟" عبیر کے استفسار پر حتان نے اس کی نگاہوں میں دیکھا تھا۔ وہ اس کا جواب جاننا چاہتا تھا۔

"ہو گئی تو پھر مجبوراً اس کا گھر اجاڑنا ہی پڑے گا۔" وہ مصنوئی بیچارگی سے بولا تو وہ سب بے اختیار ہنس پڑے تھے۔ حتان سے وہ اور کیا ہی امید کر سکتے تھے۔؟

"تم اتنی غور سے وکیل صاحب کی باتیں سن رہے ہو تمہیں بھی کسی میرڈ لڑکی سے محبت ہو گئی ہے کیا۔؟" نوفل نے اچانک ہی اسے کہنی مارتے ہوئے کہا جس سب کی توجہ اپنی طرف ہوتے دیکھ جھینپ گیا تھا۔ "ایسا کچھ نہیں ہے۔" کھسیانی سی مسکراہٹ کے ساتھ تردید کرتے ہوئے کہا۔

****

تقریب اختتام کو پہنچنے ہی مہمانوں کے رخصت ہونے اور پر تکلف سے ڈنر کے بعد سب لانگ ڈرائیونگ کا پروگرام بنا چکے تھے کیوں کے کل عبیر نے چلے جانا تھا۔اس لیے وہ زیادہ سے زیادہ وقت ساتھ گزارنا چاہتے تھے۔وہ انھیں کہہ کر آیا تھا کے وہ چینج کر کے سنبل کے ساتھ آجائے گا۔اس لئے وہ لوگ پہلے ہی نکل چکے تھے۔اب جب وہ کپڑے چینج کرنے روم میں داخل ہوا تو اسے پہلے سے وہاں موجود دیکھ کر ذرا سا چونکا تھا۔بیڈ پر پڑا سوٹ کیس کھلا ہوا تھا۔اور وہ ترتیب سے اس کا سامان اس میں رکھ رہی تھی۔ اس نے تو عبدل سے کہا تھا پیکنگ کرنے کے لیے۔لیکن سنبل کو وہ کام کرتے دیکھ اسے برا نہیں لگا تھا۔بلکے دل میں ایک خوش کن احساس جاگا تھا۔اس کے پرفیومز رکھتے ہوئے دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز پر سنبل نے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"جو عبدل نے کہا تھا وہ سب سامان رکھ دیا ہے۔ایک دفعہ تم چیک کر لینا۔"

"عبدل کر لیتا۔تمہیں یہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔"

وہ ڈریسنگ کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔دونوں ہاتھوں کو پیچھے کئے ڈریسنگ سے ٹیک لگا کر ہاتھوں کو اس کے کناروں پر رکھے اس نے ایک پیر کو قینچی صورت کر رکھا تھا۔

بھاری دوپٹہ کندھے کے ایک سائیڈ پر ٹکا ہوا تھا۔دوسری طرف گولڈن براؤن بال گرے ہوئے تھے۔

"بتاؤ گے نہیں کے کب واپس آؤ گے۔؟"اس نے غیر متوقع سوال پوچھا۔

"فلحال تو میں خود بھی نہیں جانتا۔"اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑے اس نے سینے پر بازو باندھتے ہوئے کہا۔اس کی گہری نظریں اس کے خوبصورت سے سراپے کا جائزہ لے رہی تھیں۔جس کی دھڑکنوں کی رفتار سست پڑی تھی۔اس کی سنہری آنکھوں کا اپنی جانب اٹھنا۔اور یک ٹک دیکھے جانا اسے جہاں سرشاری میں مبتلا کرتا تھا۔وہیں۔اس کی نظریں اسے کہیں چھپ جانے، یا بھاگ جانے کے لیے مجبور کرتی تھیں۔اس کی لودیتی نگاہوں میں دیکھنا اس کے لیے ممکن ہی کہاں تھا۔

کمرے میں پھیلی معنی خیز کی خاموشی کا دورانیہ بڑھتا جا رہا تھا۔سنبل کے پاس کوئی بات نہیں تھی کرنے کے لئے۔اور عبیر کے پاس اسے دیکھنے کے علاوہ جیسے کسی اور چیز کی فرصت نہیں تھی۔اس کی نظروں نے اسے پزل کر دیا تھا۔اسے عادت نہیں تھی عبیر غازی کی اتنی گہری توجہ کی۔

"تم نے مجھے نکاح کا تحفہ دینا تو دور۔ مجھے مبارک باد تک نہیں دی۔۔"

وہ صرف اس کا دھیان خود پر سے ہٹانا چاہتی تھی۔ جو ذہن میں آیا وہی بول گئی۔

"میں نے سوچا تھا کبھی تم سے کوئی شکوہ نہیں کروں گی۔ لیکن اب تم خود ہی بتاو۔ اپنا اسٹڈی روم اور ہزاروں کتابیں تم نے اس کے نام کر دی تھیں۔ اپنی فیوریٹ گاڑی بھی اسے دے دی تھی۔ اور اپنا دل۔۔ وہ بھی تم نے اس کے حوالے کر دیا تھا۔ اور میرا کیا؟۔۔ میرے لئے تم نے کچھ بھی۔۔۔"

اس کی چلتی زبان بخلت رکی تھی۔ اس کے سارے مصنوئی شکوے شکایات لبوں پر دم توڑ چکے تھے۔ سنبل نے اسے اپنی جگہ سے حرکت کر کے خود کی جانب بڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ بھاری قدم اٹھاتا ہوا وہ اس کے نزدیک آ کر رکتے ہوئے اپنا سر اس کے شانے پر رکھ گیا تھا۔ دونوں ہاتھوں کو اس کے گرد مضبوطی سے باندھ لیا تھا۔

سنبل سے اگر اس کی کیفیت کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ کہتی وہ احساس دنیا کا دلکش ترین احساس تھا۔ اور اس کے وجود کا لمس سب سے پاکیزہ اور سب سے جان لیوا تھا۔ اور اس کی خوشبو۔۔ دنیا کی ہر قیمتی، ہر مسرور کر دینے والی خوشبو سے زیادہ دلفریب تھی۔

"میں نے عبیر غازی تمہیں دے دیا ہے۔۔ پورا اور کچھ نامکمل سا عبیر غازی۔۔ خود پر سارے اختیار تمہیں دے دیے۔۔ جیسے چاہو ویسے رکھو مجھے۔۔ یا تو وہی بے رخی اور نظر انداز کرنے والا رویہ رکھو جیسے میں نے تمہارے ساتھ کیا۔۔ یا پھر اپنی محبت کو اپنی انا اور نفرت پر غالب آنے دو۔۔ اور مجھے سنبھال لو۔۔۔"

"میرے بکھرے ہوئے وجود کو سمیٹ لو۔۔ میرے ٹوٹے ہوئے دل کی اپنی محبت سے پیوند کاری کر دو۔۔"

اس کے شانے پر سر رکھے وہ دھیمے لہجے میں بول رہا تھا۔ جو کافی گھمبیر اور بھاری سا تھا۔ سنبل کا دل تو جیسے اس کی کندھے پر رکھی عبیر کی پیشانی کے نیچے دھڑک رہا تھا۔ دو آنسو ٹوٹ کر اس کے وجود پر ہی گرے تھے۔ لیکن ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری تھی۔

"اتنی مشکل سے ملے تھے۔ اب دوبارہ چھوڑ کر جا رہے ہو۔" ناچاہتے ہوئے بھی شکوہ سا اس کی زبان سے پھسلا تھا۔

"چلا بھی گیا تو واپس یہیں آوں گا۔۔"

اس کا اشارہ سنبل کی قریب موجودگی پر تھا۔"میں اب تمہیں کہیں بھی نہیں جانے دینا چاہتی۔۔ تیرہ سال تمہارا انتظار کیا ہے۔۔اب کے چھوڑ کر گئے تو انتظار نہیں کروں گی۔"

"پہلے کیوں جانے دیا تھا؟"

"ڈر گئی تھی تم سے۔۔ تمہاری آنکھوں کی نفرت اور بیگانگی سے۔۔ میں چاہتی تھی تم مجھ سے محبت کرو۔ تمہاری نفرت دیکھنا میرے لیے ناقابل برداشت تھا۔۔اسی لیے تمہیں جانے دیا۔۔"

"غلط کیا تھا تم نے۔۔اگر تم مجھے جانے نہ دیتی تو میرا دل نہ ٹوٹتا!"وہ اپنے ساتھ ہوئی ناانصافیوں کی وجہ اسے گردان رہا تھا۔

"میں نے تمہیں اس لیے جانے دیا تاکے تم دیکھ سکو کے میرے علاوہ تمہارا کوئی ویسے خیال نہیں رکھ سکتا جیسے میں رکھ سکتی ہوں۔۔ کوئی تم سے ویسی محبت نہیں کرے گا جیسی میں کرتی ہوں۔۔ کوئی تمہیں ویسے نہیں سنبھال سکتا جیسے میں سنبھال لوں گی۔۔"

سنبل کی انگلیاں اس کے گھنے بالوں میں سرسرا رہی تھی۔اور دوسرا ہاتھ نرمی سے اس کی پشت پر رکھا تھا۔

"لیکن کیا میرے نصیب میں بس تمہارا انتظار کرنا ہی لکھا ہے؟جب جب قریب آتے ہو پھر کسی بہانے سے دور چلے جاتے ہو۔۔اپنی مجبوریوں سے پیچھا چھڑوا کر کب تم مجھے مکمل میسر ہوں گے؟"

اس کا شکوہ سنتے ہوئے عبیر نے آنکھیں موندیں ایک گہری سانس لے کر اس کی گردن سے اٹھتی مہک کو اپنی سانسوں میں اتارا پھر نرمی سے اس کی شہ رگ کو چوما تھا۔

"یہ آخری دفعہ ہے۔۔ میں وعدہ کرتا ہوں تم سے۔۔اس کے بعد دوبارہ کبھی بھی تم سے دور نہیں جاؤں گا۔"اس سے الگ ہو کر وہ اب اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھامے انھیں لبوں سے لگا رہا تھا۔

"میری طرف سے کوئی بدگمانی اپنے دل میں مت رکھنا۔ تمہیں نکاح میں لیتے ہوئے میں نے اپنے ذہن اور اپنے دل سے اپنے ماضی کو نکال دیا تھا۔ میرے وجود پر صرف تمہارا حق ہے۔ میرا دل صرف تمہاری ملکیت ہے۔ میری سوچوں میں، میرے خیالوں میں تمہارے علاوہ کسی کا چہرہ نہیں ہوگا۔"

"وعدہ کرو مجھ سے۔۔ ہمیشہ میرے عبیر بن کر رہو گے۔"

اس کے ہاتھ عبیر کے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں کپکپا رہے تھے۔ محبوب سے اظہار محبت سننا کیا دنیا کا اتنا خوبصورت احساس تھا؟

"وعدہ کرتا ہوں۔ صرف تمہارا عبیر بن کر رہوں گا۔"

"جو میں کہوں گی وہ کرو گے۔؟"

"جیسا تم کہو گی۔ ویسا ہی کروں گا۔"

"میرے علاوہ کسی اور سے محبت نہیں کرو گے اب۔"

"تمہارے علاوہ کسی اور سے محبت نہیں کروں گا۔ تم پر میری محبت تمام ہو چکی ہے۔ مجھے جتنی دفعہ بھی محبت کرنے کا اختیار دیا جائے گا میں ہر دفعہ تم سے ہی کروں گا۔" اس کے ہاتھوں کی پشت پر آہستگی سے انگوٹھے سہلاتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا وہ جزب سے بول رہا تھا۔

"تمہاری اتنی سعادت مندی مجھ سے ہضم نہیں ہو رہی۔۔ تم مجھ سے ناگواری سے بات کرو۔ مجھ پر طنز کرو۔ مجھے غصہ دلانے والی باتیں کرو تاکے میں یقین کر سکوں کے میرے سامنے عبیر غازی ہی کھڑا ہے۔۔"

"تمہارے سامنے تمہارا عبیر غازی ہی کھڑا ہے۔"

"مجھے اپنی قسمت پر رشک آ رہا ہے۔ پتا نہیں کیوں دل یقین ہی نہیں کر پا رہا کے تم مجھے مل گئے ہو۔" اس کے آہستگی سے مسکرانے پر جو ڈمپل ابھرا ہوا تھا سنبل کی توجہ صرف اسی پر تھی۔ ایک ہاتھ اس کے مضبوط شانے پر رکھے دوسرے ہاتھ کی مخروطی انگلیوں سے وہ اس گڑھے کو چھو رہی تھی۔ جس نے جانے کب سے اس کی جان عذاب میں ڈالی ہوئی تھی۔ اپنے علاوہ کسی اور کو دیکھنے کی اجازت ہی نہیں دی تھی۔ اس کی نازک سی انگلیوں کا لمس اس کے جلتے ہوئے دل پر جیسے ٹھنڈی سی پھوار بن کر برسا تھا۔ آج تک اس کی نظروں سے خائف ہی رہی تھی لیکن آج وہ کتنے حق سے اس کی سنہری آنکھوں پر سایہ فگن ہوئی اس کی پلکوں کو چھو رہی تھی۔

تھا۔ obsessionوہ اس کی

"تمہیں یقین کر لینا چاہیئے۔ تمہاری وجہ سے میری شادی ناکام ہو گئی۔ تمہاری وجہ سے میری محبت بھی لاحاصل رہی۔ اس کے بعد اب مجھے تمہارے پاس ہی آنا تھا۔۔ میں اور کہاں جاتا۔"

"اپنی ناکام شادی اور ناکام محبت کی وجہ تم مجھے گردانتے ہو؟"

اپنی سبز آنکھیں اس کی سنہری آنکھوں میں ڈالتے ہوئے اس نے استفسار کیا۔ اس کے لہجے میں کوئی ناراضگی کوئی خفگی نہیں تھی۔ "تیرہ سالوں سے تم لگاتار اللہ کو منا رہی تھیں۔ یہ کیسے ممکن تھا کے تمہیں خالی ہاتھ لوٹا دیا جاتا۔؟"

اس کے پر اعتماد سے لہجے پر وہ دھیما سا مسکرا دی تھی۔

"جانتے ہو۔۔ کبھی کبھی مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔ شاید یہ میری دعائیں ہی تھیں جن کی وجہ سے تم اتنے سال مجھ سے دور بھاگنے کے بعد بھی تھک ہار کر میرے پاس ہی آئے ہو۔"

وہ مصنوئی سے افسوس بھرے انداز میں بولی۔ "اگر ابھی بھی تمہارے پاس نا آتا تو؟"

"تم کہیں بھی چلے جاتے۔ دنیا کے کسی بھی کونے میں ہوتے۔ کسی بھی لڑکی سے شادی کر لیتے۔ لیکن ایک دن تم نے آنا میرے ہی پاس تھا۔۔ لیکن قسمت مجھ پر مہربان ہو گئی۔ جو مجھے مزید انتظار کی اذیت سے بچا لیا گیا۔۔ ہاں لیکن اگر اب جلدی واپس نہیں آئے تو میں خود تائیوان آ جاوں گی۔" دھیمی سی آواز میں وہ اسے وارننگ دے رہی تھی۔ عبیر نے بنا کچھ کہے اسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔ محبت سے، شدت سے، نرمی سے۔

یہ یقین دلاتے ہوئے کے اس کے وجود پر، اس کے دل پر، اس کی زندگی پر بھی صرف اسی کا حق تھا۔ اس کے علاوہ وہ نہ اب کسی کو دیکھے گا۔ نہ کسی کو سوچے گا۔ صرف اسی کو چاہے گا۔ صرف اسی سے محبت کرے گا۔

****

ایک پر سکون اور رنگین سی صبح سعدین حویلی کے آنگن میں اتری تو جیسے ہر شے کو اپنے اجالے سے منور کر دیا تھا۔

کافی عرصے بعد وہاں رونق لگی تھی۔ ہنسی اور کھلکھلاہٹوں کی آوازیں در و دیوار سے ٹکرا رہی تھیں۔ حویلی کے بڑے سے سیٹنگ ایریا میں ایک الگ ہی محفل جمی ہوئی تھی۔ فرمان درانی اپنی پوری فیملی کے ساتھ داریان اور آئزل کے نکاح میں مدعو کرنے آئے ہوئے تھے۔ ساتھ ہی انس اور ریشام کے ساتھ ساتھ مہر ماہ اور سالار کی شادی کی بھی ڈیٹ فکس کی جا رہی تھی۔ فازا سر ماشا کی نوک جھونک نے بھی ماحول کو زعفران بنا رکھا تھا۔ اتنے خوشگوار ماحول میں سب کا ایک ساتھ اس طرح سے بیٹھنا بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ لیکن کہیں نہ کہیں ایک کمی تو تھی۔ ایک خالی پن سا تھا۔ کسی کی یاد شدت سے محسوس ہوتی تھی۔ لیکن کوئی بھولے سے بھی اس کا ذکر نہیں کر رہا تھا۔ جیسے ان کے ذہنوں سے بھی اس کا نام مٹ چکا ہو۔ سب کو چائے سرو کرنے کے بعد اس کی نظریں انس کو تلاش رہی تھیں۔ جو کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ بریزے نے ہی اس کن انکھیوں کے اشارے سے بتایا تھا کے وہ عبیر کی اسٹڈی میں موجود ہے۔

وہ اس کی چائے لئے وہیں آ گئی تھی۔ دروازہ کھول کر اندر قدم رکھے تو اسے دیکھا۔ جو سینے پر بازو باندھے بیزاری سے اونچی ریکس میں ترتیب سے سجی ان کتابوں کو دیکھ رہا تھا۔ "یہاں کیا کر رہے ہو؟ اور میری کتابوں کو کینہ طوز نظروں سے کیوں گھور رہے ہو؟"

ریشام کی آواز سن کر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ "باہر آپ کا بھائی موجود ہے۔ جو نظروں میں ہی مجھے سالم نگلنے کو تیار بیٹھا ہے۔ اس لئے میں یہاں آ گیا تھا۔" اس کے ہاتھ سے چائے کا کپ پکڑتے ہوئے اس نے ناراضگی سے کہا۔

"تم نے مجھے ابھی تک نہیں بتایا کے تمہارے اور سالار بھائی کے درمیان آخر کس بات کی ناراضگی چل رہی ہے۔"

"وہ ناراض ہے، میں نہیں ہوں۔" چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے تصیح کی۔

"یقیناً تم نے ہی کوئی حرکت کی ہو گی۔" اس کے لاپرواہی سے کہنے پر انس نے احتجاجی نظروں سے اسے دیکھا۔

"آپ مجھے ہی کیوں ہمیشہ قصوروار سمجھتی ہیں۔؟"

Mahira Zaynab Khan Novel

"کیوں کے تم صرف معصوم بننے کی کوشش کرتے ہو۔ حقیقت میں بلکل ہی الٹ ہو۔" وہ بلیو کور والی بک اتارو۔" اس کے پیچھے جو چھت کو چھوتی بڑی سی ریک موجود تھی۔ اس میں رکھی کتاب اتارتے کے لئے وہ بول رہی تھی۔ کیوں کے ریشام کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ رہا تھا۔ انس نے اس کی بات پر عمل کرتے ہوئے ہاتھ اونچا کر کے وہ کتاب نکال کر اس کی جانب بڑھا دی تھی۔

"میں پڑھ چکی ہوں یہ۔ اب تم پڑھو گے اسے۔" کتاب واپس اس کی جانب بڑھائے وہ آنکھیں دکھا کر بولی۔ "میں آپ کو بتا چکا ہوں، مجھے اپنا وقت ان کتابوں میں ضائع کرنے کا کوئی کوئی شوق نہیں ہے۔ یہ صرف ایک فضول کام ہے"

"کتاب کو میز پر ڈالتے ہوئے وہ جتنا بیزار چہرہ بنا سکتا تھا اتنا بنا رہا تھا۔ "عبیر بھائی تم سے کئی گنا زیادہ اچھے تھے۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا تھا کیا تمہیں کتابیں پڑھنا پسند ہیں؟ میں نے جب ہاں کہا تو دوسرے دن ان کی اسٹڈی میری ذاتی لائبریری میں تبدیل ہو چکی تھی۔ یہ ساری کتابیں وہی خرید کر لائے تھے میرے لیے۔ اور نا صرف لائے تھے بلکے ہم ان کتابوں کو پڑھنے کے بعد ان پر تبصرے بھی کیا کرتے تھے۔" وہ ناراضگی سے کہے جا رہی تھی۔ "پڑھ رہا ہوں میں۔"

انس نے صرف اسے خاموش کروانے کو جتا کر کہتے ہوئے، ناچاہتے ہوئے بھی وہ موٹی سے کتاب اٹھالی تھی۔ "کیا کہانی ہے ویسے اس کتاب کی؟" کتاب پر سر جھکائے صفحے پلٹتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"میں نے بتا دیا تو پھر فائدہ تمہارے پڑھنے کا؟"

وہ گھور کر بولی۔ جب کے ایک صفحے پر وہ رکا تھا۔ چند سطریں پڑھیں تو حیرانگی سے ابرو بھینچ گئے۔ بے تاثر نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"آپ اپنے عبیر بھائی کے ساتھ اس قسم کی کتابوں پر تبصرے کرتی تھیں؟" اس کا انداز سنجیدہ تھا۔ ریشام نے ناسمجھی سے اسے دیکھا پھر قریب آکر نظریں جھکا کر اس صفحے کو دیکھا جہاں ہیرو ہیروئین کافی مشکلات اور کھٹنائیوں کے بعد اپنے وصل کے لمحات میں تھے۔ ریشام نے بے ساختہ تھوک نگلا۔ پھر اس کے ہاتھ سے کتاب اچک لی تھی۔

اکثر کچھ کتابوں کے اختتامی سینز اسی طرح کے ہوتے ہیں۔"

"صرف اختتامی سین؟" وہ ابرو اٹھا کر بولا تو ریشام نے وہی کتاب اس کے بازو پر دے ماری۔

"ایک سین کی وجہ سے تم پوری کتاب کو کیسے جج کر سکتے ہو؟ اور جب اتنی مشکلوں اور پریشانیوں کے بعد بالآخر رائٹر نے انھیں ملا دیا ہے تو ایک اظہار محبت کے سین سے کیا ہوتا ہے؟"

"تصیح کریں اپنی۔ یہ عملی اظہار تھا۔" وہ چھیڑنے سے کہاں باز آنے والا تھا۔ جتا کر بولا۔

"یہ ہاتھ ہی تو پکڑا ہوا تھا۔ اس میں بھی تمہیں مسئلہ ہے؟"

"ہاتھ پکڑے سے پہلے ہیرو نے پیشانی پر بوسا دیا تھا۔"

"اففف رہنے دو تم۔ نا ہی پڑھو تو بہتر ہے" اس کا چہرہ گلال ہو رہا تھا۔ نا جانے اس کا غصہ تھا یا اس کی شرم تھی۔

"اب تو میں ضرور پڑھوں گا۔ پھر آپ کے ساتھ اس کی اسٹوری اور اختتام بھی تو ڈسکس کرنا ہے"

بنایا جائے۔" buddy Read" نہیں۔۔ بلکل نہیں۔ تم اس قابل نہیں ہو کے تمہیں

"آپ خود ہی مجھ سے خفا ہوتی تھیں کے میں کتابوں سے دور بھاگتا ہوں۔ اب میں پڑھنا چاہتا ہوں تو آپ پڑھنے نہیں دے رہیں۔
"

"تم کتابوں سے دور ہی رہو۔ ہم دونوں کے لئے ہی بہتر ہے۔" وہ اس کا بازو پکڑے اسے کھینچتی ہوئی اسٹڈی روم سے باہر لے جا رہی تھی لیکن تبھی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے سالار کو دیکھ کر وہ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ چونک اٹھے تھے۔ "میں تم دونوں کو ہی بلانے آرہا تھا۔ باہر کوئی رسم وغیرہ کرنی ہے تو۔۔"

وہ کافی سپاٹ اور سنجیدہ سے انداز میں انھیں آگاہ کر رہا تھا۔

اس کے پلٹ جانے پر ریشام نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے سالار سے بات کرنے اور اس سے معافی مانگنے کے لیے دھمکایا تھا۔ جو شانے اچکاتے ہوئے نفی میں سر ہلا رہا تھا۔

"میرے بھائی سے اپنے تعلقات ٹھیک کرو ورنہ میں شادی نہیں کروں تم سے۔" اس نے دھیمی آواز میں دھمکایا۔

"بات چاہے جو بھی ہو لیکن وہ ہمیشہ ہماری شادی پر ہی آکر ختم ہوتی ہے۔" ناخوشی سے بڑبڑاتے ہوئے وہ اچانک ہی اسے پکار اٹھا۔

"سنو سالار۔"

وہ اب مڑ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"دیکھو سالار۔ ہمارے درمیان جو بھی تلخیاں اور رنجشیں ہیں، اب بہتر ہے کے ہم انھیں بھلا کر نئے سرے سے اپنی زندگی کو شروع کریں۔ کیا یہ ممکن ہے۔؟" وہ نرمی سے کہتے ہوئے امید بھرے انداز میں پوچھ رہا تھا۔ اور کتنے دنوں بعد وہ دونوں اس طرح آمنے سامنے کھڑے ایک دوسرے سے محو کلام تھے۔ ورنہ تو سالار نے اس سے بلکل ہی قطع تعلق کر رکھا تھا۔

"پلیز سالار بھائی۔ اسے معاف کر دیں۔۔ ساری پرانی باتوں کو بھلا کر ہمیں اب اپنی زندگی میں آگے بڑھ جانا چاہئے۔۔" ریشام بھی اس کا ساتھ دیتے ہوئے عاجزی سے کہہ رہی تھی۔۔ "اتنے عرصے بعد خوشیوں نے ہمارے دروازے پر دستک دی ہے۔ جو تکلیف دہ اور مشکل ترین وقت ہم نے گزارا تھا۔ اب وہ بیت چکا ہے۔ اب جو سکون دینے والے لمحات ہماری زندگیوں میں آئیں ہیں میں چاہتی ہوں ہم انھیں پوری طرح سے مکمل طور پر محسوس کریں۔ ساری کدورتوں اور رنجشوں کو بھلا کر۔۔" وہ نرم انداز میں بولتے ہوئے ان دونوں کی آپسی ناراضگی کو ختم کروانے کی اپنی سی کوشش کر رہی تھی۔

"اور بولیں۔۔"

"ہمم؟" اس نے چونک کر انس کو دیکھا۔ جو دھیمی آواز میں کہہ رہا تھا کے سالار کو قائل کرنے کے لئے مزید ایسے الفاظ اور بولے۔ کیوں کے اس کے چہرے پر ابھی بھی پر سوچ سے تاثرات تھے۔

"مجھے کیوں وکیل بنا رہے؟ اپنا مقدمہ خود ہی لڑو۔" سرخ جھنڈی دکھاتے ہوئے وہ نخوت سے بولی تو انس نے شکایتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"میں جا رہی ہوں۔ لیکن آپ دونوں یہاں سے واپس تب ہی آیئے گا جب دوستی ہو جائے۔ ورنہ باہر آنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ کچھ رعب سے کہتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھی۔ انس سالار کو دیکھ رہا تھا۔ اور سالار اس عالیشان سے اسٹڈی روم کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ان کی زندگیوں سے کتنی ہی دور چلا جاتا۔ لیکن دل کا ایک کونہ ہمیشہ اس کی یادوں سے آباد رہنے والا تھا۔ وہ اپنی زندگی میں مطمئن تھا۔ ان سے دور جا کر اپنی زندگی سکون سے بسر کر رہا تھا تو بہتر تھا کے اب وہ بھی اسکے واپس آنے کی امید چھوڑ کر اپنی زندگیوں میں واپس پلٹ جاتے۔

Mahira Zaynab Khan Novel

اس نے ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے ذہن سے جیسے ساری ان سوچوں کو جھٹک دیا تھا جو اندر ہی اندر اسے کھائے جا رہی تھی۔

اسے عبیر سے بہت محبت تھی۔ وہ آج بھی اس کے واپس آنے کی امید تھامے بیٹھا تھا۔ اس کا دل کہتا تھا کے ایک دن ایسا لازمی آئے گا جب حویلی میں اس کی آواز گونجے گی۔ اس کی ہنسی سنائی دے گی۔ اور اس کے وجود سے یہاں کی رونقیں پھر پلٹ آئیں گی۔ لیکن تب تک کے لیے اس نے ان حالات کو قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اپنے دل سے، ذہن سے سب کچھ جھٹک دیا تھا۔ سب بھلا دیا تھا۔ ساری رنجشیں اور سارے شکوے نکال کر کہیں دور پھینک دیے تھے۔ اور آگے بڑھ کر پہل کرتے ہوئے اپنے دوست کو گلے لگا لیا تھا۔ جس سے اسے کئی شکوے تھے۔ اس سے ناراضگی بھی تھی۔ اس پر غصہ بھی تھا۔ لیکن یہ سب تو دوستی جیسے رشتے کے لوازمات تھے۔ اس کا حسن تھے۔ دوستی میں تو یہ سب مقام آتے ہی رہتے ہیں۔ اب ایسا تو نہیں ہو سکتا کے مل بیٹھ کر ان کا حل نکالنے کے بجائے۔ ایک دوسرے سے اپنے کیے کی معافی مانگنے کے بجائے رشتہ ہی ختم کر دیا جائے۔

"میں کسی کے دھوکے کو بخشتا نہیں ہوں۔ لیکن پہلی اور آخری دفعہ تمہیں معاف کر رہا ہوں۔۔ اور اس کے لیے تمہیں خود کو خوش قسمت سمجھنا چاہیئے۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں جو تم نے مجھے اس قابل سمجھا۔" اسے خود میں بھینچے وہ تشکر سے بولا۔

"بحر حال! میں امید کرتا ہوں ہمارے درمیان گزری باتوں کا موضوع پھر سے نہیں چھڑے گا۔۔ اب چھوڑو بھی مجھے۔" سالار نے بیزاری سے اسے خود سے دور دکھیلا۔ "لگتا ہے تم نے مجھے دل سے معاف نہیں کیا۔" اس نے گلہ کرتے ہوئے کہا۔

"کیا میرا زبانی کہہ دینا کافی نہیں ہے۔؟" اس نے ابرو اٹھا کر پوچھا۔

"اگر دل سے کیا ہوتا تو اس طرح دور نہ جھٹکتے۔"

"گلے کا ہار بنا لوں تمہیں؟" وہ طنز سے بولا تو انس بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔

"میں راضی ہوں۔" وہ فوراً ہی حامی بھرتا ہوا پھر سے اس کے بغل گیر ہوا تھا۔ شدت سے اسے خود میں بھینچ لیا تھا۔ کتنے دنوں بعد اسے یہ سکون میسر آیا تھا۔ اس دفعہ سالار نے اسے جھٹکا نہیں تھا۔ بلکے نرم سا مسکراتے ہوئے اس کے گرد بازو باندھ لیے تھے۔

وقت لگنا تھا۔ لیکن درمیان میں آئے یہ خلا پھر سے بھرنے والے تھے۔ دوریاں بھی سمٹ جانی تھیں۔ اور فاصلے بھی چھٹ جانے تھے۔ صرف کچھ وقت لگنا تھا۔

جب وہ دونوں ایک ساتھ گفتگو کرتے باہر آئے تھے سب سے پہلے ریشام کی نگاہ ہی ان کی جانب اٹھی تھی۔ جس نے نظروں میں ہی ان کی دوستی کی کتنی بالائیں لی تھیں۔ نرمی سے مسکراتے ہوئے وہ انھیں نوک جھونک کرتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ لیکن دل ایک جگہ اٹک چکا تھا۔ اس کی نظریں اسٹڈی روم کے بند دروازے کی جانب اٹھی تھیں۔ اور دھڑکنوں میں سستی آئی تھی۔

عبیر کی وائٹ کور والی ڈائری اس کے ذہن میں جیسے کسی زہریلے ناگن کی طرح پھن پھیلائے بیٹھ گئی تھی۔ ریشام نے اس کے ایک ایک لفظ کو پڑھا تھا۔ اور وہ ایک ایک لفظ اس کے دل میں جلتی ہوئی سلاخ بن کر اترا تھا۔

اس نے ایک نگاہ پورے ماحول میں ڈالی تھی۔ سب خوش تھے۔ مسرور تھے۔ عبیر کے بغیر بھی ان کی زندگی میں کوئی بہت بڑا فرق نہیں آیا تھا۔ اس کے نا ہونے سے بھی ان کی زندگی آسودہ گزر سکتی تھی۔ اور گزر رہی تھی۔

جو دعا وہ پچھلے کتنے دنوں سے مانگ رہی تھی۔ وہی دعا پھر سے اس کے لبوں پر آئی تھی۔

"عبیر جہاں رہے خوش رہے۔ پر سکون رہے۔ لیکن کبھی واپس لوٹ کر نہ آئے۔۔ اس کا اب سعدین حویلی واپس نا آنا ہی بہتر تھا۔"

****

لاہور ائیر پورٹ پر روز کا معمول تھا۔ خوشی اور غم دونوں ہی جذبوں سے مزین۔ ائر پورٹ کی عمارت بڑی اور شاندار تھی، چمکتی ہوئی کھڑکیاں جو آسمان کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھیں۔ چمچماتی ہوئی ٹائلز اور بڑی روشن لائٹس نے پورے ہال کو ایک حسین منظر دے رکھا تھا، جو اسے ایک خوابناک ماحول میں تبدیل کر دیتے تھے۔ لوگ مختلف سمتوں میں آ، جا رہے تھے، ان کے چہروں پر بے شمار احساسات تھے، کچھ پر جوش تھے، کچھ الجھے ہوئے، اور کچھ تھکے تھکے سے۔

اس تمام ہلچل کے باوجود، ایک خاموشی تھی جو ان لمحوں کو جادوئی بنا رہی تھی۔ ہر انسان ایک خاص کہانی کا حصہ تھا، اور ائر پورٹ خود ایک ایسی جگہ تھین جہاں ہزاروں راہیں اور منزلیں جڑتیں، لیکن کسی کو بھی یہ نہیں پتہ تھا کہ ان راہوں پر ان کا سفر کہاں تک جائے گا۔

بلیک کلر کی چکن کاری کی شرٹ اور پینٹ ٹراونزر پر اس نے سیاہ ہی شیفون کا دوپٹہ گلے میں ڈالا ہوا تھا۔ کھلے ہوئے بالوں پر دھوپ کا چشمہ ٹکا ہوا تھا۔ وہ گاڑی کی ڈکی میں سے اپنا سوٹ کیس نکال رہا تھا۔

اور وہ بس اسے دیکھ رہی تھی۔ کل اتنی مشکل سے اسے یقین آیا تھا کے اس کا وہ محبوب مرد اس کی دسترس میں آچکا تھا۔ اور آج وہ پھر اس سے اتنی کوسوں دور جا رہا تھا۔ کل اس کے گلے لگ کر وہ بہت روئی تھی۔ تیرہ سالوں کا سارا غبار اس نے عبیر کے سینے پر بہا دیا تھا۔ وہ خود کو سمجھا رہی تھی۔ خود کو بہلانے کی کوشش کر رہی تھی کے جب وہ اتنے سال اس کا انتظار کر سکتی ہے مزید چند مہینے اور کر لینے سے کیا ہو جائے گا۔

شاید وہ کر لیتی۔

اس دفعہ بھی صبر کر جاتی۔

لیکن اس دفعہ مشکل تھا۔

اگر وہ ہمیشہ کی طرح اس سے فاصلے پر ہوتا تو شاید وہ اپنے دل کو بہلا لیتی۔

لیکن اب دل بہلنے کو راضی نہیں تھا۔

بلیک پینٹ اور گرے کلر کی سوئیٹ شرٹ پر اس نے اپنی سنہری آنکھوں پر دھوپ کا چشمہ لگایا ہوا تھا۔ ایک ہاتھ میں سوٹ کیس کا ہینڈل پکڑے دوسرے ہاتھ میں سنبل کا ہاتھ پکڑے وہ ائیر پورٹ کے اندر داخل ہو رہا تھا۔ سب سے پہلے ان کی گاڑی ہی وہاں پہنچی تھی۔ باقی سب بھی کچھ دیر بعد ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔

اس کی فلائٹ میں زیادہ وقت نہیں رہ گیا تھا۔ نوفل اور سرمد سے ملنے کے بعد وہ اب حتان کے پاس آیا تھا۔ جسے یہاں سے سیدھا کورٹ جانا تھا۔ سیاہ لباس میں ملبوس اس نے ڈارک گاگلز آنکھوں پر پہنے ہوئے تھے۔ اور کالر پر وہی بھیڑیے کی شکل والا بروچ لگایا ہوا تھا۔

"خیال رکھنا۔ جلد ہی واپس آوں گا۔" مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے کے بعد عبیر نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا تھا۔

"تمہیں جلد واپس آنا پڑے گا۔ ورنہ تائیوان پر دھاوا بول کر وہاں کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا۔" وہ دھمکاتے ہوئے بولا تو وہ اس کے انداز پر مسکرا دیا۔

"تمہارا پین مل سکتا ہے مجھے۔"

H,D,R" پین؟" عبیر کے غیر متوقع سے استفسار پر اس نے کوٹ کی اندرنی جیب سے وہ سیاہ رنگ کا پین نکالا تھا۔ جس پر کے حروف کندہ ہوئے وے تھے۔

وہ پین تحفہ تھا۔ جو حتان داؤد ربانی نے خود کو خود ہی گفٹ کیا تھا۔

"میں یہ اپنے پاس رکھ سکتا ہوں۔؟"

اس کے بڑھائے ہوئے ہاتھ سے پین تھامتے ہوئے اس نے اجازت مانگی۔ "میری یاد کے طور میرا پین ساتھ لے جانے کے لیے بجائے مجھے ہی ساتھ لے جاو۔"

"واپس آوں گا تو پھر لندن کے ٹرپ کے لیے چلیں گے۔"

"ہاں جیسے تمہاری بیوی مجھے ساتھ لے جانے کے لیے راضی ہو جائے گی۔" وہ ناخوشی سے بڑبڑا کر بولا لیکن وہ کچھ فاصلے پر کھڑی سنبل کے پاس آ گیا تھا۔ جس کا خوبصورت چہرہ ستا ہوا لگ رہا تھا۔ سبز آنکھیں بھی کافی رونے کے باعث سوجی ہوئی سی لگ رہی تھیں۔ لیکن ابھی اس نے خود پر کافی ضبط کیا ہوا تھا۔ عبیر کو اپنی جانب آتے دیکھا تو مسکرا دی۔

جس نے قریب آتے ہی اس کا سیدھا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اس کی شفاف سی ہتھیلی پر کچھ لکھنا شروع کر دیا تھا۔ کچھ ہی لمحوں بعد وہ پین کا کیپ لگا رہا تھا۔ اور وہ سانس روکے اپنی ہتھیلی پر جگمگاتے اس نام کو دیکھ رہی تھی۔

"Abeer"

"تمہیں پسند ہے نا میرا نام؟ ہمارے درمیان جو دوریاں آئی تھیں، جو ناراضگیاں اور فاصلے آئے تھے وہ اسی نام کی وجہ سے آئے تھے نا؟"

"میں نے خود اسے مٹایا تھا۔ خود ہی اسے لکھ کر جا رہا ہوں۔ امید ہے تم مجھے میری اس غلطی کے لیے مجھے معاف کر دو گی۔"

وہ بنا پلکیں جھپکائے اپنی ہتھیلی کو دیکھتی جا رہی تھی۔اور سماعتوں میں جیسے اس کے الفاظ امرت بن کر اتر رہے تھے۔وہ بار بار اسے اپنے عشق میں گرفتار کر رہا تھا۔اس کے ذہن پر قابض ہو رہا تھا۔اس کے دل پر اپنا راج قائم کر رہا تھا۔کیا وہ کبھی اس کے سحر سے نکل پائے گی؟

"رونا مت سنبل۔۔مجھے مسکراتے ہوئے الوداع کہو۔۔"

"مجھے بھی ساتھ لے چلو۔"اس نے بھیگی سی آواز میں بچوں کی طرح کہا۔

"تمہاری سوتن کو ساتھ لے جا رہا ہوں۔"

وہ چونک اٹھی تھی۔کل رات انھوں نے رات گئے کالونی کی تاریک اور پر سکون سڑک پر دیر تک واک کرتے ہوئے ڈھیر ساری باتیں کی تھیں۔تبھی اس نے عبیر سے کہا تھا کے آدم ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے۔جیسے وہ اس کی بیوی ہو۔ابھی وہ اسی بات کا حوالہ دے رہا تھا۔

"آدم تمہارے ساتھ جا رہا ہے۔؟"اس نے حیرانگی سے پوچھا۔"وہ میرا مینجر ہے۔اس کو میرے ساتھ جانا ہی تھا۔لیکن افسوس کے میرے مینجر پر قبضہ کر کے فری میں اس کی سروس لینے کا تمہارا خواب،خواب ہی رہ گیا۔"

وہ مصنوئی تاسف سے بولا تو اس کے چہرے پر ناراضگی در آئی۔واقعی میں اس نے یہی سوچ رکھا تھا کے وہ آدم کو ضرور ہی اپنے لیے کام کرنے کے لیے راضی کرے گی۔سب سے آخر میں وہی ائیر پورٹ پہنچا تھا۔بلیک پینٹ پر بلیک ہی ڈریس شرٹ پہنے،گاگلز لگائے،سوٹ کیس کا ہینڈل پکڑ کر اسے کھینچتے ہوئے وہ کسی مغرور ہیرو کی طرح چلتا ہوا وہاں پہنچا تھا۔ان سے کچھ فاصلے پر آدم کی عمر کے ہی چار لڑکے بھی کھڑے ہوئے تھے۔وہ آرمی آفیسرز تھے جو اس وقت سول ڈریس میں ملبوس ان کے ساتھ ہی تائیوان جا رہے تھے۔آدم انھی سے ملنے کے بعد اب ان کی طرف آیا تھا۔"فلائٹ کا ٹائم ہو گیا ہے۔"حتان اور ان دونوں سے ملنے کے بعد اس نے عبیر کو مطلع کیا جو اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کال آنے پر فون کان سے لگا رہا تھا۔"میری بات سنو دھیان سے۔وہاں جا کر تم نے اس پر نظر رکھنی ہے۔اگر کسی بھی لڑکی کو اس کے قریب بھی آنے دیا تو تم خیر منا لینا پھر اپنی۔"

دھیمی آواز میں وہ اسے آگاہ کرنے سے زیادہ اسے دھمکا رہی تھی۔"میں بنا معاوضے کے جتنی اپنی خدمت فراہم کر سکتا تھا اتنی کر چکا ہوں۔۔"

"تم کہہ رہے ہو کے فری میں کام نہیں کرو گے۔؟"

اس کے استفسار پر اس نے بنا کچھ کہے اثبات میں سر ہلایا۔"تم صرف اس پر نظر رکھو۔اس کی ہر حرکت کی تم مجھے رپورٹ دیتے رہنا۔بدلے میں تمہیں جو چاہیئے ہو گا میں تمہیں دوں گی۔"

"کچھ بھی؟"اس نے پوچھا۔

"کچھ بھی۔"اس کے تسلی دینے پر آدم نے سر کو خفیف سی جنبش دی تھی۔

"یہ لوگ کون ہیں؟کیا یہ بھی تم دونوں کے ساتھ جا رہے ہیں۔؟"سنبل کے استفسار پر اس کی نظریں بھی ان کی جانب اٹھی تھیں۔پھر ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"یہ آرمی آفیسرز ہیں۔مشن کے لئے ہی ہمارے ساتھ جا رہے ہیں۔"

"تم مجھے اس سب کی ڈیٹیلز بتاؤ۔"

کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے عجلت میں کہتے ہوئے ساتھ ہی کلچ میں سے اپنا فون نکالے س کی اسکرین روشن کر کے وہ پن کوڈ انٹر کر رہی تھی۔آدم کی نظریں اس کے وال پیپر کو دیکھ رہی تھیں۔

قوالی نائٹ کے دن کی تصویر تھی۔جس میں وہ درمیان میں کھڑی تھی۔اور حتان اور عبیر اس کے دائیں بائیں موجود تھے۔جوان سب کا گروپ فوٹو تھا اس کا فریم اس نے اپنے آفس میں ٹیبل پر رکھا ہوا تھا۔

"آپ انھیں بھی عبیر سر پر نظر رکھنے کے لیے ہائیر کرنا چاہتی ہیں۔؟"

"نہیں میں تو بس احتیاطاً ان کے نمبرز وغیرہ نوٹ کر رہی ہوں۔اگر تم دونوں سے رابطہ نہ ہوا تو کم از کم بات کرنے کا کوئی اور ذریعہ تو ہو۔"

"اور تم نا پہلی ہی رنگ پر میرا فون اٹھا لینا۔"ساتھ ہی اسے وارننگ بھی دی۔

"میں وہاں جاتے ہی آپ کا نمبر بلاک کر دوں گا۔"

"تم کتنے روڈ ہو۔"اس نے تند خوئی سے کہا۔

"ان چاروں کی ساری ڈیٹیلز حتان سر کے پاس آلریڈی موجود ہے۔آپ فکر مند نہ ہوں۔"

"لیکن میرے پاس تو نہیں ہیں نا؟"

"آپ کے پاس نہ ہونا ہی بہتر ہے۔ورنہ آپ بار بار کال کر کے ہمیں ڈسٹرب ہی کرتی رہیں گی۔"

"میں بار بار کالز کروں گی؟ہاں اتنی فارغ بیٹھی ہوں نا میں؟میرے پاس تو کرنے کے لئے کوئی کام ہی نہیں ہے جیسے۔"وہ تپ اٹھی۔آدم کی باتیں ہمیشہ اس کا موڈ ہی خراب کیا کرتی تھیں۔

اس نے طنزیہ سے انداز میں چباتے ہوئے کہا۔"ہاں بلکل۔۔میں کیسے بھول سکتا ہوں۔"اس نے جیسے کچھ یاد آنے پر پیشانی کو چھوا تھا۔

"آپ تو ایک ماہر اور قابل پراسیکیوٹر ہیں۔جن کے پاس سولو کرنے کے لئے کافی کیسز ڈیسک پر پڑے رہتے ہیں۔انویسٹر ہونے کی وجہ سے اسٹاک مارکیٹ پر بھی نظر رکھنی ہوتی ہے۔اور پھر اب تو بیوٹی برینڈ بھی لانچ ہونے والا ہے۔"

وہ انگلیوں پر ستائشی انداز میں بولتے ہوئے گنواتا جا رہا تھا۔

"تم اس لئے عبیر کے ساتھ جا رہے ہو نا کے تمہیں پتا چل گیا تھا کے میں اپنی پروڈکٹس کی مارکیٹنگ کے لیے تمہیں ہی اپنا ماڈل بناوں گی؟"

"اسکن کیئر کی پروڈکشن سے میرا کیا تعلق ہے۔؟"وہ حیرانگی اور ناسمجھی سے بول اٹھا۔

"میرے برینڈ کی یہی تو خاصیت ہے کے یہ لڑکیوں کے ساتھ ساتھ لڑکوں کے لئے بھی ان کی اسکن کے مطابق پروڈکٹس مینوفیکچر کر رہا ہے۔"

"میں اپنی جاب سے بہت خوش ہوں۔مجھے ماڈلنگ میں نہیں جانا۔"وہ ناخوشی سے بولا۔وہ شکر کر رہا تھا کے وہ عبیر کے ساتھ تائیوان جا رہا ہے۔ورنہ اس میڈم پراسیکیوٹر کا تو کوئی بھروسہ ہی نہیں تھا۔

Mahira Zaynab Khan Novel

"تمہارا چہرہ اتنا فوٹو جینک ہے۔ایک دفعہ تم انڈسٹری میں قدم رکھو اور تہلکہ نہ مچ جائے تو کہنا۔"اس نے دبے دبے جوش سے کہتے ہوئے اسے روکنے کی ایک اور کوشش کی تھی۔وہ تو اسے اپنا برینڈ ایمبیسڈر مان چکی تھی لیکن اس نے جانے کا فیصلہ سنا کر سارے پلین کو خراب کر دیا تھا۔

اس نے بنا کچھ کہے ہاتھوں کو جوڑ کر چہرے کے سامنے کرتے ہوئے اس سے جیسے پناہ مانگی تھی۔سنبل نے ناراضگی سے منہ پھلا کر اسے دیکھا۔

"ناشکرے ہو تم۔۔"خفگی سے اسے اطلاع بھی دی۔

"سنبل بھابھی ادھر آجائیں۔۔۔"

سرمد کے پکارنے پر وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔اس کے اندسز تخاطب پر اس کے گالوں کا رنگ سرخی میں ڈھلا تھا۔

انٹرنیشنل روانگی کے دروازے کے سامنے کھڑے ان سب نے ایک یادگار سیلفی لی تھی۔فون کے ساتھ ساتھ وہ منظر ان سب کے دلوں میں بھی جیسے محفوظ ہو گیا تھا۔پھر سے ملنے کے بعد وہ دونوں مسکراتے ہوئے انھیں ہاتھ ہلا کر الوداع کہتے ہوئے وہ دروازہ پار کر گئے تھے۔یہ امید تھما کر کے ایک دن وہ واپس ضرور لوٹیں گے۔حنان کے حصار میں کھڑی اس کا دل تیز دھڑک رہا تھا،لیکن اندر ایک عجیب سکون بھی تھا،جیسے اس کے جذبات اور خیالات مکمل ہو گئے ہوں۔وہ جانتی تھی کہ یہ لمحہ عارضی ہے اور ان کی محبت میں اب فاصلہ کبھی رکاوٹ نہیں بنے گا۔وہ واپس آئے گا،اور جب واپس آئے گا تو سب کچھ پہلے کی طرح ہو گا۔بلکہ اس سے بھی بہتر۔اس کا دل پُر امید تھا۔کیونکہ اس نے ہمیشہ اس بات پر یقین رکھا تھا کہ زندگی کے ہر سفر میں دکھ،تکلیفیں،رنجیدگی تو آتی ہیں،لیکن وہ ان مشکلات سے کہیں زیادہ مضبوط ہے۔اس کی سبز آنکھوں میں نمی تھی۔لیکن ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔اس دفعہ اس کا دل اسے امید دلا رہا تھا۔

یہ آخری دفعہ ہے۔صرف کچھ عرصے اور اس کی دوری کو برداشت کرنا پڑے گا۔

یہ فاصلہ بھی صرف عارضی ہے۔۔دل میں خود سے مخاطب ہوتے ہوئے اس کے اندر ایک گہری تسلی کا احساس اُبھرا تھا۔وہ جانتی تھی کہ ان کا رشتہ اتنا مضبوط ہے کہ یہ فاصلہ، یہ وقت، ان کے درمیان کبھی ایک گہری دوری نہیں بننے پائے گا۔ جیسے وہ پہلے واپس آگیا تھا۔اب دوبارہ بھی ضرور آئے گا۔

سیدھے ہاتھ کی مٹھی بنا کر دل پر رکھے وہ اس کے لمس کو ابھی بھی اپنے ہاتھ پر دھڑکتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔اس لمس کے سہارے اب اس نے کتنی کی انتظار کی گھڑیاں کاٹنی تھیں۔

****

کالی چادر اوڑھے جہاں پر اپنی حکمرانی کرنے کو رات نے اپنے ڈیرے ڈال لئے تھے۔دور کہیں فلک شگاف پہاڑوں پر برف برس رہی تھی جس کی وجہ سے اندھیرے میں بھی ان سیاہ پہاڑوں کی چوٹیاں چمکتی ہوئی صاف دکھ رہی تھی۔درجہ حرارت منفی پر جا چکا تھا۔آٹھ بجے بھی آدھی رات کا گمان ہوتا تھا۔دروازے، کھڑکیاں اچھی طرح سے بند کیے ایک طرف جائے نماز بچھائے وہ بیٹھی تھی۔روم ہیٹر کی وجہ سے کمرے میں کافی گرمائش اور سکون تھا۔عشاء کی نماز وہ پڑھ چکی تھی۔ لیکن بڑی سی چادر میں لپٹی وہ وہیں بیٹھی تھی۔

انگلی سے جائے نماز کا کونا کھرچتے ہوئے اس کی ذہنی رو کہیں اور بھٹکی ہوئی تھی۔اس کی آنکھوں میں اداسیاں سی تھیں۔کئی بار اس کا ماضی چپکے سے آکر اس کے پاس بیٹھ جایا کرتا تھا۔اس ماضی کو وہ پیچھے چھوڑ آئی تھی۔اپنے حال سے مطمئن اپنے آنے والے روشن مستقبل کے انتظار میں تھی۔ لیکن کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ابھی بھی ان دنوں کی قید میں ہے۔ تبھی ہلکے سے دروازہ کھلنے کی آواز پر کوئی اندر داخل ہوا۔ہاتھ میں دو بھاپ اڑاتے کپ پکڑ رکھے تھے۔عاشر کا یہ روز کا معمول بن گیا تھا۔یا یوں کہنا چاہئے کے اس نے خود سے ہی اپنی عادت بنالی تھی روز رات کو اس کے لئے کافی بنانے کی۔وہ خود اتنا شوقین نہیں تھا۔ کبھی کبھار

ہی اس کا ساتھ دیا کرتا تھا۔ "کیا سوچ رہی ہو؟" اسے بے جنبش خاموش سا بیٹھے دیکھ کر اس نے استفسار کیا۔ "کچھ سوچیں ہیں جو مجھے مجبور کرتی ہیں کے میں کچھ دیر کے لیے سب بھلا کر ان کی طرف متوجہ ہو جاوں" اس کے لہجے میں بھی اداسیاں گھلی تھیں۔

"محبوب کے دربار میں بیٹھ کر کسی اور کے بارے میں سوچنا بے وفائی نہیں ہے؟" بریزے نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا۔ اسے یاد آیا وہ ابھی تک جائے نماز پر بیٹھی تھی۔ اس نے تو نماز پڑھ کے دعا ہی نہیں مانگی تھی ابھی تک۔ بے ساختہ خود کو سرزنش کی، آخر وہ کیوں اپنے دماغ کو اپنے اختیار میں نہیں رکھ پائی تھی۔ دعا مانگ کر جائے نماز تہہ کر کے میز پر رکھی۔ پھر گردن کے پاس سے چادر ڈھیلی کرتے ہوئے پھر اس کے پاس آتے ہوئے دونوں پیر سمیٹ کر صوفے پر بیٹھ گئی تو عاشر نے مگ اس کی جانب بڑھا دیا۔

"کیا تمہارے ساتھ بھی ہوتا ہے ایسا؟" مگ پکڑتے ہوئے اس نے عاشر کو دیکھا جو اس کے برابر میں ہی بیٹھ گیا۔ ہائی نیک کی آستینوں کو کہنیوں تک کھینچے اس کے بے ترتیب بال پیشانی پر بکھرے تھے۔ کسی بھی کام کو کرنے سے پہلے وہ عادتاً آستینیں فولڈ کر لیا کرتا تھا۔ "ایسا تقریباً سب کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن ان کے ساتھ نہیں جن کا اپنے نفس اور ذہن پر کنٹرول ہوتا ہے۔ بعض دفعہ ہمیں نماز پڑھتے ہوئے وہ سارے خیالات وہ ساری باتیں یاد آ رہی ہوتی ہیں جنھیں ہم عرصے سے بھولے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ صرف شیطان کا ہتھکنڈا ہوتا ہے۔ وہ ہر طرح سے، ہر راستے سے آ کر ہمارے ذہن کو اپنے کنٹرول میں کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے کے کسی طرح ہمارا دھیان نماز پر سے ہٹا سکے۔ جب کامیاب نہیں ہو پا رہا ہوتا تو ہمارے ذہن کے سب سے کمزور حصے پر وہ حملہ کرتا ہے۔ وہ حصہ جس میں وہ یادیں یا باتیں یا وہ شخص ہوتا ہے جو ہماری کمزوری ہوتا ہے۔ جسے ہم چاہ کر نظر انداز نہیں کر پاتے۔ اور نتیجتاً شیطان کی چال میں آ جاتے ہیں۔" گھٹنوں پر گال ٹکائے، گردن کو ترچھا کئے وہ اسے دیکھ رہی تھی۔ جو صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا اسی کی جانب متوجہ تھا۔ "تم کس طرح سے نماز پڑھتی ہو؟"

اس کے غیر متوقع سوال پر بریزے کی آنکھوں میں ناسمجھی کا تاثر چھلکا۔

"جیسے پڑھی جاتی ہے ویسے ہی پڑھتی ہوں۔ نماز پڑھنے کی بھی اقسام ہوتی ہیں کیا؟"

"بلکل ہوتی ہیں" اس کے سر ہلا کر اطمینان سے کہنے پر وہ ترنت سیدھی ہو کر بیٹھی۔ پورا رخ اس کی جانب کر لیا۔

"نماز کو بوجھ اتارنے کے لئے بھی پڑھا جاتا ہے۔عادتاً بھی پڑھا جاتا ہے۔خشوع خضوع کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے۔اللہ سے محبت میں بھی پڑھا جاتا ہے۔اور۔۔"

"اور؟"اس کے چپ ہو جانے پر وہ جو حیرانگی سے اسے سن رہی تھی جلدی سے پوچھا۔

"دکھاوے کے لئے بھی پڑھا جاتا ہے"

"میں تم سے پوچھوں گا نہیں کے تمہاری نماز کس قسم کی ہوتی ہے۔کیوں کے یہ صرف تمہارا اور اللہ کا معاملہ ہے۔بندے اور رب کے درمیان کوئی تیسرا نہیں آسکتا۔"

"اور اگر تیسرا آجائے تو نماز عشق مجازی کے لیے بھی پڑھی جاتی ہے۔جس میں اللہ کی عبادت کرتے ہوئے اسے راضی کرنے کی کوشش کی جارہی ہوتی ہے کے فلاں بندے کے ساتھ میرا نصیب جوڑ دے"

صوفے کی پشت پر کہنی ٹکا کر ہتھیلی میں سر رکھے وہ نرمی سے کہتا اس کی حیرانگی میں اضافہ کرتا جارہا تھا۔روم ہیٹر کی گرمائش اس کے نرم لہجے کے آگے ماند پڑتی دکھائی دے رہی تھی۔

وہ خاموش ہو گئی۔اس نے مزید کچھ نہیں پوچھا اسے سمجھ آگیا تھا وہ کہاں چوک رہی تھی۔اسے اپنی عبادت میں سکون کیوں نہیں مل رہا تھا۔اس کی نماز میں خشوع خضوع نہیں تھا۔نماز کے دوران اس کا ذہن بھی حاضر نہیں ہوتا تھا۔جیسے ہی وہ نماز کے لیے کھڑی ہوتی تھی۔دن بھر کی سوچیں اس کے آس پاس گردشیں کرنے لگتی تھیں۔اس کی نماز میں اللہ کی محبت بھی نہیں تھی۔وہ نماز صرف ڈر کی وجہ سے پڑھتی تھی۔کے نماز چھوڑنے پر گناہ ملے گا۔اسے نماز کی صرف عادت تھی۔نیت باندھ کر جلدی جلدی میں رکوع، سجود کرنے کے بعد سلام پھیر کر دعا مانگ کر اٹھ جانا۔اسے یاد تھا پہلے وہ بہت احتمام سے نماز پڑھا کرتی تھی۔پہلے اسے نماز کا ترجمہ بھی یاد تھا۔لیکن آہستہ آہستہ اس کی عبادتوں میں کمی آنے لگی۔ان کا سرور کم ہونے لگا۔ایک وقت میں وہ یہی کرتی تھی۔محظ بوجھ اتارنے کو نماز ادا کرتی تھی۔

"نماز کو بندے کی اللہ سے ملاقات،اللہ سے گفتگو کرنے کو بھی کہا جاتا ہے۔جب ہم کسی اپنے گہرے دوست سے ملاقات کرتے ہیں تو ہم سارا وقت صرف اسی کو دیتے ہیں اور بدلے میں چاہتے ہیں کے وہ بھی ہمیں نظر انداز کرنے کے بجائے صرف ہم پر توجہ دے۔اللہ اگر ہمیں خود سے ملاقات کرنے کے لیے بلا رہا ہے۔ہمیں موقع دے رہا ہے اپنے سامنے کھڑے کرنے کا۔ہماری ان

ساری باتوں کو سننے کے لیے ہماری طرف متوجہ ہوتا ہے جو ہم کسی اور سے نہیں کر پاتے لیکن ہم پھر بھی جسمانی طور پر اس کے سامنے حاضر رہ کر ذہنی طور پر کہیں اور پہنچے ہوئے ہوں تو کیا یہ غلط نہیں؟اس سے ہمارا اپنا نقصان ہوتا ہے۔ نماز پڑھنے سے ذہنی سکون ملتا ہے۔ وہ کب ملتا ہے؟ جب ہم اپنی ساری پریشانیاں سارے مسائل اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں کے اب آپ ہی مجھے اس مشکل سے نکالیے۔ لیکن جب ہم اپنے مسائل صرف اپنے تک محدود رکھیں گے، بے دلی سے نماز پڑھیں گے تو پھر زندگی میں بے سکونی ہی رہے گی" اس کا نرمی سے کہا گیا ایک ایک لفظ وہ اپنے دل پر نقش ہوتا محسوس کر رہی تھی۔ مگ لبوں سے لگاتے ہوئے عاشر نے ایک گھونٹ بھرا پھر مسکرا کر اپنا ہاتھ اس کے سر کے پچھلے حصے پر رکھا۔ ہلکا سا سہلانے لگا" کیا چیز پریشان کر رہی ہے تمہیں؟" اس کی آنکھوں کی گہرائی میں بریزے کا چہرہ جھلملا رہا تھا۔" میں اللہ کو بتاوں گی، تمہیں کیوں بتاوں؟" اس نے تنک کر کہا لیکن عاشر کا ہاتھ ہٹایا نہیں تھا اپنے سر سے۔ وہ ہنس پڑا۔ بریزے نے ابرو سکیڑ کر اسے دیکھا۔ پھر مسکراہٹ چھپانے کو رخ موڑ گئی۔

باہر رات دھیرے دھیرے سرکتی آنکھیں موندیں، جہاں کو اپنے حصار میں لیتی نیند کی وادیوں میں اتر رہی تھی۔

کہتے ہیں کے ہر سفر کا اختتام ایک نئے آغاز پر ہوتا ہے۔ زندگی اور وقت کبھی کسی کے لئے ٹھہرتا نہیں ہے۔ اپنی رفتار سے آگے بڑھتا رہتا ہے۔۔ ایک تھکا دینے والے طویل سفر کے بعد بلآخر وہ بھی ایک جگہ ٹھہر گئے تھے۔ جہاں کھاردار راستوں میں ملنے والے غموں اور تکلیفوں کے بجائے بس سکون ہی سکون ہی تھا۔ جہاں بہاروں کا موسم اپنی چھب دکھلا رہا تھا۔ درختوں سے پرانے پتے گرنے کے بعد ان کی جگہ نئی امید اور نیا عزم لیے نئے پتے نکل آئے تھے۔ ماضی کی تلخ یادیں محض اس برے خواب کی طرح ہو چکی تھیں۔ جنھیں ذہن سے جھٹک دیا گیا تھا۔ اور مستقبل کے روشن امکانات نے ان کے دلوں کو آباد کر دیا تھا۔

لیکن کون جانے، بہاروں کے دیس میں ان کا یہ پڑاو کتنے وقت پر مشتمل رہنے والا تھا۔ کیوں کے ایک لمحہ ایسا بھی آنا تھا جب انھیں پھر کسی نئے سفر پر ہم قدم ہو کر چل پڑنا تھا۔ جس کے راستے میں آنے والے چیلنجز کے لئے خود کو تیار بھی کرنا تھا۔ لیکن اس دفعہ وہ پر امید تھے۔ ہر رکاوٹ کو عبور کرنے اور ہر مشکل سے گھبرانے کے بجائے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کے لیے پر عزم تھے۔

کیوں کے انھوں نے اندھیری راتوں سے سے خوفزدہ ہونے اور ناامید ہونے کے بجائے صبر اور امید کے جگنوؤں کی روشنی میں راستہ بنانا ڈھونڈ لیا تھا۔ وہ راستہ جو انھیں وہاں لے جانے والا تھا جہاں روشن اور نور کے اجالوں سے منور صبح نمودار ہوا کرتی تھی۔

ختم شد۔

Mahira Zaynab Khan Novel